مختار الصحاح

مترجم

عربی اردو

للإمام محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي

ترجمہ اردو

پروفیسر عبد الرزاق صاحب

فارغ التحصیل جامعہ الریاض سعودی عرب

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

مختار الصحاح

مترجم اردو

للإمام محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي

ترجمہ اردو

پروفیسر عبدالرزاق صاحب

فارغ التحصیل جامعہ الریاض سعودی عرب

دارالاشاعت

اردو بازار، ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : ۲۰۰۳ء حسان پرنٹنگ پریس فون: 6642832
ضخامت : ۱۰۲۴ صفحات

تصحیح نظر ثانی

مولانا محمد عابد
جامعہ دارالعلوم کراچی

۰.......... ملنے کے پتے ۰

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیپ روڈ لسبیلہ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور

ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

۰ انگلینڈ میں ملنے کے پتے ۰

Azhar Academy Ltd.
At Continental (London) Ltd
Cooks Road, London E15 2PW

Islamic Books Centre
119-121 Halli Well Road
Bolton BL 3NE U.K

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مقدمۂ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعد!

یہ ''مختار الصحاح'' شیخ امام محمد بن ابی بکر رازی کی تالیف ہے، جسے انہوں نے امام اسمٰعیل بن حماد الجوہری کی کتاب ''الصحاح'' کو مختصر کر کے ترتیب دیا ہے۔ امام رازی کتاب کے مقدمے میں کہتے ہیں:

''میں نے اپنی اس تالیف میں مختصراً وہ تمام الفاظ و کلمات درج کئے ہیں جن کا جاننا اور حفظ کرنا ہر عالم، فقیہ، حافظ، محدث یا ادیب کے لئے اشد ضروری ہے کیونکہ یہ الفاظ کثیر الاستعمال ہیں اور لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے یعنی زبانِ زدعام ہیں۔ ان کلمات کو یہاں اہمیت کے اعتبار سے ترتیب وار درج کیا گیا ہے، بالخصوص قرآنِ کریم اور احادیث نبویہ میں وارد الفاظ و کلمات۔

میں نے اس سلسلے میں اختصار اور حفظ میں آسانی کے پیش نظر غیر مانوس اور اجنبی کلمات و الفاظ کو درج کرنے سے اجتناب کیا ہے۔''

لہٰذا ''مختار الصحاح'' مختلف درجوں اور ہر سطح کے تمام طلبہ کے لئے ایک موزوں اور مناسب آسان لغت ہے۔ البتہ امام رازی نے لغات کی قدیم روایتی ترتیب یعنی کلمات کو آخری حرف سے شروع کر کے درج کرنے کے طریق کار کو ترک کر دیا ہے۔ کیونکہ مصری وزارت تعلیم نے اس صدی کی دوسری دہائی میں اس کتاب کو الفبائی ترتیب سے مرتب کرنے کے لئے سرکلر جاری کیا تاکہ طالب علموں کو اس کے استعمال کرنے اور اس سے استفادہ کرنے میں سہولت ہو۔

ضروری ہے کہ مبتدی طلبہ کو اس لغت میں الفاظ تلاش کرنے کی ترکیب اور طریق کار سے آگاہ کیا جائے۔ جسے ہم نے الفبائی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ وہ یہ کہ جب زاید حروف سے خالی کسی لفظ مثلاً اثم یا جُذع یا عِلم کو اس لغت میں تلاش کرنا ہو تو انہیں اپنے پہلے حرف یعنی اثم کو الف، جذع کو جیم اور علم کو عین کے تحت تلاش کرنا چاہئے اور اگر مطلوبہ لفظ میں زاید از اصل حروف موجود ہوں تو پہلے اس لفظ کو زائد حروف سے الگ کیجئے مثلاً کلمہ محمل کو زائد حرف میم سے الگ کر کے اپنی اصل ثلاثی شکل میں لائیے۔ اس طرح یہ ''حمل'' رہ جائے گا۔ لہٰذا اسے اب حاء کے تحت تلاش کیجئے۔ اسی طرح لفظ ''مدینة'' کو زائد حروف میم اور ھاء سے الگ کر کے اس کی اصل ثلاثی شکل دین میں لوٹا کر دال کے تحت تلاش کیجئے۔

رہے وہ الفاظ و کلمات جن کی اصل معلوم کرنے میں دقت پیش آسکتی ہے تو انہیں اس لغت میں پہلے تو اسکی الفبائی ترتیب کے مطابق لفظ کے پہلے حرف کے تحت درج کیا گیا ہے پھر اس لفظ کو اپنی اصل ثلاثی شکل میں لوٹایا گیا ہے، مثلاً ''اِتّـادہ'' کو اولاً الف کے تحت لکھا گیا ہے، پھر اسے اس کی اصل حالت و اد کی طرف لوٹا کر 'واو' کے تحت درج کیا گیا ہے۔ لفظ تخمہ کو پہلے تو تاء کے تحت درج کیا گیا ہے۔ پھر اسے اپنی اصل حالت وخم کی طرف لوٹا کر 'واو' کے تحت درج کیا گیا ہے۔ اسی طرح تعالیٰ کو اس کی اصل حالت عَلا کی طرف اور ھبۃ کو اس کی اپنی اصل حالت وَھب کی طرف لوٹا کر 'واو' کے تحت درج کیا گیا ہے۔ الخ

ہم خداوند کریم کے حضور دُعا گو ہیں کہ وہ ہمارے اس عمل کو خالصتاً اپنی ذات کے لئے قبول فرمائے اور ہمیں اپنے حسب رضا اس عربی زبان کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔ جس زبان میں اس نے اپنی کتابِ عزیز نازل کی ہے۔ وہی دُعاؤں کا سُننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مقدمۂ مؤلف

الحَمْدُ لِلّٰہِ بِجَمِیْعِ المَحَامِدِ عَلٰی جَمِیْعِ النِّعَمِ والصَّلٰوۃُ والسَّلامُ عَلٰی خَیْرِ خلقہٖ مُحَمَّدِ المَبْعُوْثِ اِلٰی خَیْرِ الاُمَمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ، مَفَاتِیْحِ الحکم (ومَصَابِیْحِ الظُّلَم.)

اپنے رب کی رحمت اور مغفرت کے طلب گار بندے محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی رحمہ اللہ نے کہا: ''یہ علم لغت کی مختصر تالیف ہے جسے میں نے امام العالم علامہ ابونصر اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ کی تالیف ''الصحاح'' سے جمع کیا ہے کیونکہ میں نے اسے ترتیب کے لحاظ سے بہترین اصول پر مبنی اور تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے وافر و کافی اور سمجھنے کے نقطۂ نظر سے آسان اور رواج و استعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ مروج و متداول پایا ہے۔ میں نے اپنی اس تالیف کا نام ''مختار الصحاح'' رکھا ہے۔ میں نے اس میں بطور اختصار وہ تمام کلمات و الفاظ درج کئے ہیں جن کا جاننا اور حفظ کرنا ہر فقیہ، عالم، حافظ، محدث یا ادیب کے لئے اشد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ کلمات کثیر الاستعمال اور زبانِ زد عام ہیں۔ ان کلمات و الفاظ بالخصوص قرآن و حدیث میں وارد الفاظ و کلمات کو اہمیت کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ میں نے اختصار اور حفظ کرنے میں سہولت کے پیش نظر غیر مانوس الفاظ کے استعمال سے اجتناب کیا ہے۔ میں نے ''تہذیب الازہری'' میں سے اصول لغت سے متعلق بہت سے قابل اعتبار و اعتماد فوائد (تشریحی نوٹس) اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر واضح کیا، وہ فوائد درج کر دیئے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں کہیں میں نے 'قُلْتُ' یعنی ''میں نے کہا'' کے الفاظ لکھے ہیں، وہ اصل عبارت سے زائد اور اضافی عبارت ہے۔ جس کا میں نے اضافہ کیا ہے۔ ثلاثی افعال کے مصادر میں سے جن اوزان سے علامہ جوہری نے صرفِ نظر کیا ہے اور ان کے صرف افعال کا ذکر کیا ہے، میں نے ان کو یا تو حرکات پر مبنی نص کے ذریعے بیان کیا

ہے یا پھر بیس اوزان میں سے کسی ایک وزن کی طرف لوٹا کر بیان کیا ہے۔''

ان بیس اوزان کا ذکر انشاء اللہ میں اب کروں گا۔ البتہ ان دو انواع میں سے جو الفاظ و کلمات مجھے معتبر و معتمد اصول لغت میں نہیں ملے۔ وہاں میں نے امام جوہری کا ہی تتبع کر کے انہیں بیان کرنے سے صرفِ نظر کیا ہے، تاکہ میں اصل پر اپنے قیاس سے اضافہ کرنے کا مرتکب نہ ٹھہروں۔ بلکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ معتبر اور معتمد اصول لغت سے نقل کر کے لکھا ہے۔

ثلاثی افعال کے ابواب صرف چھ ہیں:

پہلا باب: فَعَلَ یفعُل۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ پر فتحہ یعنی عین کلمہ مفتوح اور مضارع کے صیغے میں مضموم)۔ اس باب میں سات اوزان درج ذیل ہیں:

۱۔	نَصَرَ	ینصُر	نصرًا
۲۔	دَخَلَ	یدخُل	دُخُولًا
۳۔	کتب	یکتُب	کِتابَةً
۴۔	ردَّ	یَرُدُّ	ردًّا
۵۔	قَالَ	یَقُول	قولًا
۶۔	عَدَا	یعدُو	عدوًا
۷۔	سَمَا	یسمُوا	سُمُوًّا

دوسرا باب: فَعَل یفعِل۔ (ماضی کے صیغے میں۔ عین کلمہ مفتوح اور مضارع کے صیغے میں مکسور۔) اس باب کے پانچ اوزان بیان کئے گئے ہیں:

۱۔	ضَرَبَ	یضرِبُ	ضَرْبًا
۲۔	جَلَسَ	یجلِسُ	جُلُوسًا
۳۔	بَاعَ	یَبِیعُ	بَیعًا
۴۔	وَعَدَ	یَعِدُ	وَعدًا
۵۔	رَمٰی	یَرْمِي	رَمْیًا

تیسرا باب: فَعَلَ یَفْعَل۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ مفتوح اور مضارع کے صیغے میں بھی عین کلمہ مفتوح)۔ اس باب میں صرف دو وزن بیان کئے گئے ہیں جو یہ ہیں:

۱۔	قَطَعَ	یَقْطَعُ	قطعًا
۲۔	خَضَعَ	یَخْضَعُ	خُضُوعًا

چوتھا باب: فَعِلَ یَفْعَلُ۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ مکسور اور مضارع کے صیغے میں عین کلمہ مفتوح)۔ اس باب میں درج ذیل چار وزن بیان کئے گئے ہیں:

۱۔	طَرِبَ	یَطْرَبُ	طَرِبًا
۲۔	فَهِمَ	یفهَم	فَهْمًا
۳۔	سَلِمَ	یَسْلَم	سلامةٌ
۴۔	صَدِی	یَصدَیٰ	صدًی

پانچواں باب: فَعُلَ یفعُلُ۔ (ماضی کے صیغے میں عین کلمہ مضموم اور مضارع کے صیغے میں بھی عین کلمہ مضموم)۔ اس باب میں یہ دو وزن بیان کئے گئے ہیں:

۱۔	ظَرُف	یَظْرُفُ	ظَرَافَةً
۲۔	سَهُلَ	یَسْهُلُ	سهُوْلَةً

چھٹا باب: فَعِلَ یَفعِلُ۔ (ماضی میں عین کلمہ مکسور اور مضارع کے صیغے میں بھی عین کلمہ مکسور)۔ مثلاً وَثِقَ یَثِقُ وُثُوْقًا وغیرہ۔ لیکن یہ بہت قلیل ہے۔ اس لئے ہم نے اس کے وزن بیان نہیں کئے کہ جن کی طرف ان کے فعل کو لوٹایا جائے بلکہ یہ کلمہ جس طرح کتاب میں درج تھا، ہم نے اسی طرح اس کے مصدر کے وزن کو درج کر دیا ہے۔ میں نے صرف ان بیس اوزان کا ذکر محض اس لئے کیا ہے کہ میں نے انہیں معتبر سمجھا ہے۔ کیونکہ میں نے اس ''مختصر'' میں اکثر یہی اوزان پائے ہیں۔

قاعدہ: جاننا چاہیئے کہ ثلاثی افعال کے مصادر کے اوزان میں اصول اور غالب قیاس یہ ہے کہ جب فعَل (مفتوح العین) ہو تو اس کا وزن فَعْلٌ (عین کلمہ ساکن) کے وزن پر ہوتا ہے اور یہ اس صورت میں کہ جب فعل متعدی ہو، لیکن اگر فعل لازم ہو تو پھر مصدر فُعُوْلٌ کے وزن پر ہوتا ہے۔ پہلے باب میں اس کی مثال نَصَرَ نَصْرًا اور قَعَدَ قُعُوْدًا ہے اور دوسرے باب میں اس کی مثال ضَرَبَ ضَرْبًا اور جَلَسَ جُلُوْسًا ہے۔ تیسرے باب میں اس کی مثال قَطَعَ قَطْعًا اور خَضَعَ خُضُوْعًا ہے۔ اور جب ماضی فَعِلَ (عین کلمہ مکسور) ہو اور مضارع یفعَل (عین کلمہ مفتوح) ہو تو فعل متعدی ہونے کی صورت میں اس کے مصدر کا وزن بھی فَعْلٌ ہوگا اور فعل لازم ہونے کی صورت میں اس کے مصدر کا وزن فَعَلٌ (فاء کلمہ اور عین کلمہ دونوں مفتوح) ہوگا۔ اس کی مثال فَهِمَ سے فَهْمًا اور طَرِبَ سے طَرَبًا ہے۔ اور جب ماضی فعُل (عین کلمہ مضموم) ہو تو اس کا مصدر فَعَالَة (عین کلمہ مفتوح) ہوگا یا فعُوْلة (عین کلمہ مضموم) ہوگا یا فِعَلٌ (فاء کلمہ مکسور اور

عین کلمہ مفتوح) یافَعَالَۃ ہوگا اور غالب یہی ہے۔ اس کی مثال ظَرُفَ سے ظَرَافَۃ اور سَہُلَ سے سُھُولَۃ اور عَظُمَ سے عِظَمٌ ہے۔ تمام افعال میں یہی قیاس ہے۔ البتہ سماعی مصادر کی حرکات بندی سماع اور حفظ کے سوا اور کسی طرح ممکن نہیں۔ سماع قیاس پر مقدم ہے۔ نیز سماع کی عدم موجودگی کے بغیر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا قاعدہ: جاننا چاہیئے کہ پہلے تین بابوں میں صرف ماضی کے صیغے میں ہی فعل کے درمیانی حرف کی حرکت نص میں موجود ہونا کافی نہیں ہے کہ جس سے مضارع کا وزن (از خود) معلوم ہو سکے کیونکہ مضارع کا وزن اس کے ماضی کے ایک ہی جیسے وزن کے باوجود مختلف ہوتا ہے۔ لہٰذا مضارع کی نص میں بھی اس (عین کلمہ کی) حرکت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ یا پھر اسے مذکورہ اوزان میں سے کسی ایک وزن کی طرف اس کا لوٹانا ضروری ہے۔ البتہ چوتھے اور پانچویں باب میں فعل ماضی کے نص میں درمیانی حرف کی حرکت کا معلوم ہونا ضروری ہے جس سے فعل مضارع کا وزن (از خود) معلوم ہوسکتا ہے۔

ائمہ لغت کی کتابوں میں یہی اصطلاح (قاعدہ) درج ہے۔ کیونکہ ماضی اور مضارع دونوں کے عین کلمہ پر زیر کا آنا بہت کم ہے۔ اسی طرح ماضی کے صیغے میں درمیانی حرف کے نیچے زیر کے ساتھ اس کے مضارع کے صیغے کے درمیانی حرف یعنی عین کلمہ پر پیش کا آنا بھی بہت کم ہے۔ یوں گویا دولغتوں کا باہم تداخل واقع ہوتا ہے مثلاً فَضِلَ یَفضِلُ وغیرہ۔ اور اگر کبھی یا کہیں ایسی صورت ہو تو پھر فعل کی نص میں حرکت واضح کردی جاتی ہے۔ ماضی کے صیغے میں فعُل (عین کلمہ پر پیش) کا مضارع ہمیشہ یَفعُل (عین کلمہ پر پیش) آتا ہے۔ لہٰذا چوتھے اور پانچویں باب میں ہم ماضی کے ساتھ مصدر کے صیغے کے علاوہ اور کچھ ذکر نہیں کریں گے۔ جب ہم کسی فعل مضارع کو بالضم (عین کلمہ پر پیش) یا بالکسر (عین کلمہ کے نیچے زیر) کہیں گے۔ جاننا چاہیئے کہ اس فعل کا ماضی کا صیغہ بہرحال **مفتوح الوسط** (درمیانی حرف پر زبر) ہوگا۔ اسی طرح ہم رباعی فعل کے مصدر کا ذکر فعل کے ساتھ نہیں کریں گے مگر نادر صورت میں، کیونکہ رباعی افعال کا مصدر لازما اِفعال (پہلے حرف کے نیچے زیر) ہوگا۔ اس سے مختلف نہیں ہوسکتا۔ اور اسی طرح ہم ہر فعل کا ذکر کرتے وقت صرف اس کی ضمیر غائب کا صیغہ لکھیں گے۔ کیونکہ یہ لکھنے میں دوسرے صیغوں سے زیادہ مختصر ہے۔ البتہ اگر کہیں فعل متعدی اور فعل لازم کے صیغوں میں اشتباہ کی صورت پیدا ہو تو وہاں ہم فعل کی تفسیر بیان کریں گے۔ یا پھر اس فعل کے ضمیر متکلم استعمال کرنے میں فائدہ ہوتا کہ واوی اور یائی مصدر کی پہچان ہوسکے، مثلاً تَمزوتُ اور رَمَیْتُ تو وہاں ہم غائب کی ضمیر کے

بدلے ضمیر متکلم کا صیغہ استعمال کریں گے۔ جس سے اس کا مضارع معلوم ہو سکے۔ اور جہاں فعل مضاعف ہو تو وہاں ضمیر متکلم کا صیغہ استعمال ہوگا اور عین کلمہ کے حرف پر حرکت دی جائے گی۔ جس سے اس فعل کا باب معلوم ہو سکے مثلاً صَدَدْتُ اور مَسَسْتُ وغیرہ۔ اور جب کوئی ذہین طالب علم اسے تلاش کرنا چاہے تو اسے یہ لفظ مل جائے۔ ایسے موقع پر ہم ضمیر غائب کے اختصار کو چھوڑ کر ضمیر متکلم کا صیغہ استعمال کریں گے۔ تاکہ اشتباہ دور ہو سکے اور زائد فائدہ حاصل ہو سکے۔ اس اختصار کے ضمن میں ہم صرف اپنے اس قول میں لفظ ماضی استعمال کریں گے: ''کہ یہ فعل فلاں باب سے ہے'' تاکہ باب پہچاننے میں زائد فائدہ حاصل ہو سکے۔ یہ فعل بذات خود متعدی ہوتا ہے یا اسے حرف جر لگا کر متعدی بنایا جاتا ہے۔ جہاں تک ثلاثی افعال کے علاوہ دوسرے افعال کا تعلق ہے تو ہم ان کا وزن بیان نہیں کریں گے کیونکہ یہ افعال فی الغالب قیاس پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر ان کا ماضی معلوم ہو جائے تو مضارع اور مصدر خود بخود معلوم ہو جاتے ہیں۔ سوائے ایسے افعال کے کہ جن کا صیغہ قیاس نہ ہو تو ایسی صورت میں ہم اس سے باخبر کر دیں گے۔ اسی طرح ہم نے فعل لازم کے ساتھ همزة کا اور مضعف کی صورت میں فعل متعدی کا ذکر نہیں کیا۔ چونکہ جب فعل لازم معلوم ہو جائے تو عربی زبان کے قاعدہ کے مطابق حرفِ جر لگا کر یا مضعف بنا کر اس کا فعل متعدی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس قاعدے کا ذکر بھی اس کتاب کے حرفِ جار 'باء' کے ضمن میں کر دیا گیا ہے۔ جو الفِ لِین کے باب میں درج ہے اور اگر فعل لازم اور فعل متعدی بالواسطہ کا کہیں ذکر آ جائے تو یہ ایک اضافی فائدہ ہوگا۔ جو اس مقام و موقع کی مناسبت سے کر دیا گیا ہوگا۔

تیسرا قاعدہ: جاننا چاہیئے کہ جہاں اور جب ہم نے **تفعیل**، **تفعّل** اور **تَفْعِلة** کے وزن پر کسی فعل کے ساتھ مصدر کا ذکر کیا ہوگا یا ان تین اوزان میں سے کسی وزن پر اکیلے مصدر کا ذکر کیا ہو یا ہم نے ''**فعّله فتفعّل**'' کہلایا ہو تو یہ اس بات پر دلالت ہوگی کہ وہ فعل مشدّد (تشدید والا) ہے۔ یہ قاعدہ ہے جس سے اشتباہ باقی نہیں رہتا۔

ہم نے اوزان بیان کرنے میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ جب ہم کسی فعل کے بارے میں کہیں کہ یہ فعل ضَرَبَ یا نَصَرَ یا قَطَعَ وغیرہ باب سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ فعل اپنے ماضی اور مضارع اور مصدر کے صیغے کی حرکات میں اسی وزن کے مطابق ہوگا۔ اس فعل کی گردان بھی صرف اسی کے مطابق ہوگی اگرچہ اس وزن کی گردان ہماری بیان کردہ گردان کے مختلف بھی ہو سکتی ہے۔ البتہ اسماء میں سے ہم نے ہر ایسے اسم کو جس میں بالعموم اشتباہ پیدا ہو سکتا ہو، اس کے بعد مشہور مثال دے کر واضح کر دیا ہے یا اس کے ان حروف پر حرکتیں دے دی ہیں۔ جن میں

التباس پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے ایسے افعال ہیں کہ جنہیں ہم نے اس طرح واضح کر دیا ہے لیکن شاید انہیں اس طرح واضح کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اسی لئے ان کے خود واضح وظاہر ہونے کے پیشِ نظر علامہ جوہریؒ نے ایسے افعال کو نظرانداز کر دیا ہے۔ لیکن ہم نے عمومی فائدے کے پیشِ نظر انہیں یا تو اصل صیغے پر حرکات دے کر یا اس کا وزن بیان کر کے اسے ضبط میں لائے ہیں۔ تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کاتبوں (کتابت و طباعت کی) تحریف اور تصحیف کے باعث کوئی اور صورت نہ بن جائے۔ کیونکہ لغت وزبان کے قواعد سے استفادہ کی کمی اور مشکل دو اسباب سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلا سبب تو ترتیب کی مشکل (یعنی غالب اور عام الفاظ کی ترتیب میں مشکل) ہے اور دوسرا سبب ان الفاظ کے مشہور اوزان کے ذکر کی کمی اور الفاظ کے حروف پر حرکات دینے میں کمی ہوتی ہے۔ ایسا مصنف کے اس اعتماد کی بناء پر ہوتا ہے کہ بعد میں تحریف اور تبدیلی مصنف کی دی ہوئی شکل کو نمایاں کرے گی۔ یا پھر مصنفوں کے اس اعتماد کی بناء پر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایسے الفاظ کی تشکیل ظاہر ہوتی ہے اس لئے تصنیف کے وقت انہیں نظرانداز کر دیتے ہیں۔

میں خداوند کریم کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ میری علمی اور عملی کاوش کو خالصتاً اپنی ذات کے لئے قبول فرمائے نیز مجھے اور آپ کو اس سے مستفید کرے۔ بلاشبہ وہی احسان کرنے والا اور مہربان ہے۔

پیشِ لفظ

پیش خدمت کتاب امام محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی کی تالیف "مختار الصحاح" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ تالیف بذاتِ خود امام ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہریؒ کی مشہور و معروف ضخیم عربی لغت تاج اللغة و صحاح العربية کا اختصار ہے۔ یہ ضخیم لغت چالیس ہزار کلمات پر مشتمل ہے۔ امام موصوف الجوہری کی وفات کا ذکر عربی زبان کی مشہور لغت المنجد میں اس طرح کیا گیا ہے کہ موصوف نے کسی لاعلاج موذی مرض سے تنگ آ کر اپنے آپ کو چھت سے گرا کر جان دے دی، اللہ ان کی مغفرت کرے۔

اس ضخیم اور مستند لغت کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر امام الرازی نے اس سے ایسے کلمات چن کر ان کی شرح اور تفسیر بیان کی ہے جن کی، ان کے اپنے الفاظ میں ہر عالم، فقیہ، حافظ قرآن، محدث اور ادیب کو اشد ضرورت ہے کیونکہ اس میں جا بجا قرآن، حدیث اور فقہی اصطلاحات کو ان کے سیاق و سباق کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ نیز ترجمہ و تفسیر کی صحت پر دور جاہلیت کے مستند و معروف شعراء کے اشعار ضرب الامثال اور مروّج محاورے بطور سند درج کئے گئے ہیں۔

یہ بات یوں تو ہر فن اور موضوع کے لئے ضروری ہے کہ کتاب کے کلمات کی تفسیر اور ان کا ترجمہ سیاق کلام کے مطابق کیا جائے لیکن قرآن و حدیث اور فقہ سے متعلق تو یہ بات بطور خاص ضروری ہے کیوں کہ ان کا تعلق ایمان اور عقیدے کے ساتھ ہے۔ اس معاملے میں سیاق سے ہٹ کر بات کرنا بڑے فتنے کا موجب ہو سکتا ہے۔ صاحب کتاب نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے۔

امام الرازیؒ نے الصحاح کی تفسیر کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے بڑے مفید اضافے بھی کئے ہیں۔ کہیں تو کلمات کی مزید وضاحت ہے اور کہیں مؤلف کے مؤقف کی تائید ہے اور جہاں مناسب سمجھا ہے مؤلف کے مؤقف سے اختلاف بھی کیا ہے اور ساتھ ہی اپنا اختلافی مؤقف بھی بیان کیا ہے۔

متن کتاب میں قرآنی آیات اور احادیث کی طرف مختصراً اشارات کئے گئے ہیں جس کے باعث بعض مقامات پر بات پوری طرح واضح نہیں ہوتی۔ ہم نے مکمل قرآنی آیت اور حدیث کا متن بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کا ترجمہ مستند تراجم سے نقل کیا گیا ہے۔

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں صاحب کتاب اور ناشر کے مقدمات پر کسی قسم کے اضافے کی گنجائش نہیں ہے۔

ہم ذات باری کے حضور دعا گو ہیں کہ ہماری یہ کوشش اور کاوش تشنگی علم کے لئے تشفی کا سامان ہو اور درگاہ ایزدی میں اس کی قبولیت ہمارے لئے توشۂ آخرت بنے۔ آمین!

مترجم

ناشر

دار الاشاعت - کراچی

باب الهمزة

الألف: حرف تہجی مقصور اور موقوف، اگر اسے اسم بنائیں تو اسے ممدود (لمبا کرکے) پڑھیں گے۔ مؤنث ہے تاوقتیکہ اس کے ساتھ 'حرف' کا لفظ نہ لکھیں یا پڑھیں۔
الف تین اقسام کا ہوتا ہے:
(۱) حرف مدّ۔
(۲) حرف لین، اور
(۳) حروف زیادات میں سے۔
حروف زیادات دس ہیں جن کا مجموعہ "الیوم تنساہ" ہوتا ہے۔ افعال میں الف ضمیر تثنیہ کا ہوتا ہے، مثلاً: فَعَلَا، اور یفعلان۔ اسم میں بھی الف تثنیہ کی علامت ہوتا ہے۔ جو اسم کے مرفوع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً: رَجُلَان (دو شخصوں نے یا دو شخص) جب الف کو متحرک کیا جائے تو اس صورت میں اسے ہمزہ کہا جاتا ہے۔
اور ہمزہ جملے میں استفہام کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔ مثلاً: أَزَیْدٌ عِنْدَکَ أم عمروٌ (کیا تمہارے پاس زید یا عمرو؟) اگر دو ہمزہ اکٹھے آجائیں تو انہیں الف کے ذریعے ایک دوسرے سے الگ کیا جاتا ہے۔ ذوالرّمہ کا شعر ہے:

أَیَا ظَبْیَۃَ الوَعْسَاء بین جلاجل
وَبین النقا، آأنتِ أم أُم سالم

"ارے، مقام جلاجل اور قین کے درمیان یہ کوئی تومند آہو محوخرام ہے یا یہ مری محبوبہ اُم سالم ہے۔"
(یہاں أ أنتَ میں اکٹھے ہوئے اور الف لکھ کر ان کو ایک دوسرے سے الگ کیا گیا ہے)۔ الف کو ندا کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: أزید اقبل (اے زید آگے بڑھ) البتہ یہ قریب کے شخص کو پکارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں الف مقصور ہے۔
میرا کہنا ہے کہ یہاں ہمزہ یا تو یا 'أیَا' کی مقصور شکل ہے یا پھر ھیا کی، یہ تینوں حرف ندا کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ امام جوہری نے کہا ہے کہ الف کی دو قسمیں ہیں:
(۱) الف وصل اور (۲) الف قطع۔
ہر وہ الف جو دوسرے لفظ سے ملتے وقت بولا جائے الف قطع ہے، اور جو بولا نہ جائے وہ الف وصل ہے۔ الف وصل تو ہمیشہ زائد ہوتا ہے لیکن الف قطع کبھی زائد ہوتا ہے مثلاً: استفہام کا الف اور کبھی لفظ کے اصل حروف میں سے ایک حرف ہوتا ہے

مثلاً: اَخَذَ اور اَمَرَ.

آ-(ا): اس شکل میں الف ممدود بھی ہوتا ہے اور مقصور بھی۔ جب اسے مقصور پڑھا جائے تو اسے منوّن کر کے الفٌ پڑھا جاتا ہے۔ باقی کے تمام حروف تہجی کو بھی اسی طرح منوّن کر کے پڑھا جاتا ہے۔ أ (الف مقصور) کو قریب والے شخص کو بلانے کے لئے بطور حرف ندا استعمال کیا جاتا ہے لیکن دور والے شخص کو بلانے کے لئے نہیں مثلاً: أزَيْدُ اَقْبِلْ. (اے زید آگے آ)۔ الف حرف مدّ بھی ہے اور حرف لین بھی۔ حرف لین (ساکن) ہونے کی صورت میں اسے الف کہتے ہیں اور متحرک ہونے کی صورت میں اسے ہمزہ کہا جاتا ہے، اسے الف کہنا بھی جائز ہے۔ الف کی یہ دونوں صورتیں یا شکلیں حروفِ زیادات میں شمار ہوتی ہیں۔ افعال میں الف تثنیہ کی ضمیر کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: فَعَلَا اور يفعَلَانِ. اسماء میں علامت تثنیہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے مثلاً: زَيْدَانِ اور رَجُلَانِ.

آخية: دیکھئے بذیل أ خ ا.

آفة: دیکھئے بذیل أ و ف.

آد: دیکھئے بذیل أ و ہ.

إبَان: دیکھئے بذیل ا ب ن.

أ ب ب-الأبّ: چراگاہ۔

أ ب د-الأبَدُ: زمانہ۔ اس کی جمع آ بَادٌ بروزن آمَالٌ اور اُبُوْدٌ بروزن فُلُوْسٌ ہے۔ الأبَدُ کا معنی ہمیشہ بھی ہے۔

أ ب ر-ابَرَ الكلبَ: کتے کو سوئی کھلا دی۔ حدیث شریف میں ہے کہ المؤمن كالكلب المابور: مومن اس کتے کی طرح ہے جسے سدھایا گیا ہو۔

اَبَرَ نَخْلَهُ: اس نے اپنے کھجور کے درخت کو پیوندکاری کر کے بارآور کیا۔ اسی لفظ سے سِكَّةٌ مَابُوْرَةٌ بنا ہے جس سے مراد وہ راستہ ہے جس پر پیوندکاری کے ذریعے بارآور کئے ہوئے درخت ہوں۔ یعنی ثمردار کھجور کے درختوں والا راستہ۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَابِيْرُ النَّخلِ: کھجور کو پیوندکاری کے ذریعے بارآور بنانا۔ کہا جاتا ہے: نَخْلَةٌ مؤبَّرةٌ (باء مشدّد) اور نخلةٌ مابورةٌ یعنی پیوندکاری کے ذریعے بارآور کیا ہوا کھجور کا درخت۔ اس مادے کا اسم الإبار بنتا ہے جو اِزار کے وزن پر ہے۔ تَابَّرَ الفَسِيلُ: کھجور کے درخت کی شاخ نے پیوندکاری قبول کی۔ یعنی بارآوری کے قابل ہوگیا۔

ابریسم: دیکھئے بذیل ب ر س م.

ابریق: دیکھئے بذیل ب ر ق.

ابزیم: دیکھئے بذیل ب ز م.

اب ط - الإبط: باء ساکن۔ بغل، مؤنث اور مذکر دونوں صیغے۔ اس کی جمع آباطٌ ہے۔

تأبط:۔ بغل میں دبالینا۔

اب ق - ابق العبدُ: غلام بھاگ گیا۔ اس کا مضارع یابِقُ اور یابُق ہے۔ (باء مضموم و مکسور)۔

اب ل - الإبِل: اونٹ، اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ اسے بطورِ مؤنث استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے اسماءِ جمع جن کا واحد کا صیغہ نہ ہو جب وہ غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتے ہوں تو ان کا مؤنث ہونا لازمی ہوتا ہے۔ شاید اسے تخفیف کے لئے باء ساکن کر کے پڑھتے ہوں۔ اس کی جمع اٰبالٌ ہے۔ جب اِبلان یا غنمان کہا جائے تو اس سے مراد اونٹوں یا بکریوں کے دو گلّے یا ریوڑ ہوں گے۔ اس لفظ سے صفت نسبتی مسلسل زیر کی حرکتوں سے بچنے کے لئے اِبَلِیٌّ (باء مفتوح) آتی ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ: جَاءَ اِبِلُکَ (اَبَابِیلَ) بمعنی اونٹوں کے ریوڑ آئے اور طیرٌ اَبابِیلُ: پرندوں کے جھنڈ۔ امام جوہری نے کہا کہ یہ صیغہ کثرت کے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جمع کا ایسا صیغہ ہے جس کا واحد نہیں ہوتا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس صیغے کا واحد عِجَّوْلٌ کی طرح اِبُّوْلٌ ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا واحد اِبِّیْلٌ ہے۔

امام جوہری نے کہا کہ میں نے عربوں کے ہاں اس کا واحد نہیں پایا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اس کی مثال اور نظیر وزن اور معنی دونوں کے اعتبار سے طَیْرٌ اَبادِیدُ اور عَبَادِیدُ ہے، اور اس سے مراد لوگوں کے گروہ ہیں۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ اس کا واحد نہیں ہے۔

اَبَلَ الرَّجلُ عن اِمْرَاَتِہٖ مضارع یَابِلُ: (باء مکسور) مرد اپنی بیوی کے ساتھ مضاربت سے باز رہا۔ تَاَبَّلَ کا بھی یہی مطلب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَقَدْ تَاَبَّلَ آدمُ علٰی ابنِہِ المقتُول کذا و کذا عامًا لایُصیبُ حَوّاءَ: یعنی حضرت آدمؑ اپنے مقتول بیٹے کے غم میں ایک سال تک اسی طرح رہے کہ حضرت حوّا کے قریب نہیں گئے۔

الأبَلَۃُ: پہلے دو حرف مفتوح، کھانے کے باعث بوجھل پن۔ حدیث شریف میں ہے: کُلُّ مَالٍ اُدِّیَتْ زُکَاتُہٗ فَقَدْ ذَھَبَتْ اَبَلَتُہٗ یعنی جس مال کی زکوۃ ادا کردی جائے۔ اس کا بوجھل پن جاتا رہتا ہے۔

اَبَلَتُہٗ دراصل وَبَلَتُہٗ تھا جو وبال سے مشتق ہے۔ واؤ کو الف سے بدل دیا گیا ہے، جس طرح احد دراصل وَحدٌ تھا۔ واؤ کو الف سے بدل کر اسے احدٌ کر دیا

گیا۔

اَبَابِیْلُ: نصاریٰ کے راہب۔ چنانچہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو اِبِیْلُ الْاِبِیْلِیْن کہتے تھے۔

ابلیس: دیکھئے بذیل ب ل س.

ا ب ن -اَبِنَ فُلَانٌ (یُوْبَنُ) بِکَذا: فلاں شخص کو بُرے لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عورتوں کا برے لفظوں میں ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔ اِبَّان: الف مکسور اور باء مشدد بمعنی وقت مثلاً: پھلوں کے پکنے کا وقت، کہا جاتا ہے کہ: کُلِ الفاکھۃَ فِی اِبَّانِھَا: پھلوں کو ان کے پکنے کے وقت کھاؤ۔

اِبْنٌ: دیکھئے بذیل ب ن ی.

ا ب ہ -الأبُھَۃُ: عظمت اور بڑائی۔

اُبَّھَۃٌ: دیکھئے بذیل ا ب ہ.

أ ب ا -الإبَاءُ: (الف مکسور و باء ممدود) اَبٰی یَاْبَی (باء مفتوح) کا مصدر ہے۔ اس لفظ میں کوئی حلقی حرف نہیں ہے اور یہ شاذ ہے۔ اس کا مطلب ہے "وہ رک گیا"۔ اس کا اسم فاعل آبٍ اور اَبِیٌّ نیز اَبَیانٌ (یاء مفتوح) ہے۔

تَاَبیّٰ عَلَیْہِ: وہ رک گیا۔ دور جاہلیت میں بادشاہوں کو سلام کرتے وقت اَبَیْتَ اللَّعْنَ کہا جاتا تھا۔ یعنی آپ سے ایسے افعال سرزد نہ ہوں جو قابل لعنت وملامت ہوں۔

الأبُ دراصل اَبَوٌ (باء مفتوح) تھا۔ کیونکہ اس کی جمع آبَاءُ ہے جس کی مثال قفا و اَقْفَاء اور رَحَا اور ارحاء ہے۔ اَبَوٌ سے واؤ ہٹ گئی ہے کیونکہ تثنیہ کے صیغے میں آپ اَبَوَانِ کہیں گے۔ بعض عرب اَبَوَان کی واؤ کم کر کے صرف اَبَان کہتے ہیں اور اضافت کی حالت میں اَبَیْکَ کہتے ہیں۔ جب آپ اسے 'و، ن' لگا کر جمع بنا دیں تو یہ اَبُوْنَ ہو جائے گا۔ اسی طرح اَخٌ سے اَخُوْنَ اور حَمُوٌ سے حَمُوْنَ اور ھَنُوٌ سے ھَنُوْنَ ہوگا۔ شعر ہے:

بَکَیْنَ وَفَدَّیْنَنَا بِالأبِیْنَا

"وہ رو پڑیں اور انہوں نے ہم پر ماں باپ فدا کر دیئے۔"

اسی وجہ سے بعض نے قرآن کریم کی آیت: وَاِلٰہَ آبَائِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحٰقَ: میں آباء کی جگہ اَبِیْکَ پڑھا ہے جس سے مراد اَبٌ کی جمع ہے یعنی اَبِیْنَکَ سے نون کو اضافت کے باعث حذف کر دیا گیا۔

الأبوان: ماں اور باپ۔ الأبُوَّۃُ اب کا مصدر ہوگا جس طرح عمومۃٌ اور خؤولۃٌ ہے۔

یَا اَبَتِ افْعَلْ: قول خداوندی میں اب

کے ساتھ تائے تانیث یائے اضافت کے بدلے لگ گئی ہے اور یوں کہا جاتا ہے: یا اَبَتِ اور یا اَبَتَ۔ یہ دونوں مختلف لہجے (تلفظ) ہیں۔ جس نے اس لفظ کو باء مفتوح پڑھا اس نے تاء کو بے ضرورت سمجھ کر حذف کر دیا، چنانچہ کہتے ہیں لا اَبَ لک اور لَا ابا لک یعنی تیرا باپ نہ ہو یا تیرا باپ مرے اور اس سے مراد مدح لی جاتی ہے۔ لا اَبَالک کی بجائے لا اباک بھی کہا گیا ہے کیونکہ لک میں لام تکلفاً داخل ہے۔

اتـاد: دیکھئے بذیل و ا د.

اتبس: دیکھئے بذیل ی ب س.

اتجر بالدواء: دیکھئے بذیل و ج ر.

اتـجه: دیکھئے بذیل و ج ہ.

اتدی: دیکھئے بذیل و د ی.

اتـزر: دیکھئے بذیل و ز ر.

اتـزع: دیکھئے بذیل و ز ع.

اتـسخ: دیکھئے بذیل و س خ.

اتسـع: دیکھئے بذیل و س ع.

اتسـق: دیکھئے بذیل و س ق.

اتسـم: دیکھئے بذیل و س م.

اتصف: دیکھئے بذیل و ص ف.

اتصـل: دیکھئے بذیل و ص ل.

اتضـح: دیکھئے بذیل و ض ح.

اتطـن: دیکھئے بذیل و ط ن.

اتعـد: دیکھئے بذیل و ع د.

اتفـق: دیکھئے بذیل و ف ق.

اِتـقی: دیکھئے بذیل و ق ع.

اتقـد: دیکھئے بذیل و ق د.

اتکل: دیکھئے بذیل و ک ل.

اتـکا: دیکھئے بذیل و ک ا.

اتهـب: دیکھئے بذیل و ہ ب.

اتهـم: دیکھئے بذیل و ہ م.

أ ت م-المَاتَم: عربوں کے ہاں خوشی یا غمی کے موقع پر اکٹھا ہونا۔ جمع کا صیغہ المآتِم ہے۔ عام بول چال میں ماتم کا لفظ کسی کی مصیبت کے وقت موقع پر جانے کو کہتے ہیں مثلاً کہتے ہیں: "کُنّا فِی مـاتَم فـلانٍ: ہم فلاں شخص کے ماتم پر گئے تھے، اور درست محاورہ یہ ہے کہ کہیں: کنّا فی مَناحة فلانٍ: ہم فلاں شخص کے نوحہ یعنی تعزیت پر گئے تھے۔

ا ت ن-الأتانُ: گدھی، اَتانَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔ تین گدھیوں کو ثلاث آتُن کہیں گے جیسے عَنَاقٌ کی جمع اعْنُقٌ ہوگی۔ لیکن زیادہ تر اَتَانٌ کی جمع اُتُنٌ اور اُتْنٌ آتی ہے۔

الأَتُّون: تاء مشدّد، چولھا۔ عام لوگ اسے بغیر تشدید بولتے ہیں۔ اس کی جمع اَتَاتِینِ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دخیل لفظ ہے جو چولہے اور بھٹی کے لئے بولا جاتا ہے۔

ا ت ی-الاتیان: آنا۔ اس کا باب رَمٰی یَرمی ہے۔ اس کا اَتَاہ یأتُوہُ اَتوۃً بھی ایک (لغت یا) لہجہ ہے۔ قول خداوندی

ہے: اِنَّهُ كَانَ مَا تِيًّا یعنی خدا کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ یہاں مَاتِيًا کا آتِيًا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی مثال دوسرا قول خداوندی: حِجَابًا مَّسْتُوْرًا: ہے جہاں مستور سے مراد سَاتِر ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ تمہارے پاس آتا ہے تو گویا تم خود اس کے پاس آتے ہو، (اس طرح سے یہ مفعول کے وزن پر بطور فاعل کے آتا ہے) مترجم: یہ کہنا کہ: اَتَيْتُ الْأَمْرَ مِنْ مَأْتَاتِهِ ای مِنْ مَأْتَاهُ، یا جس طرح یہ کہنا کہ مَا اَحْسَنَ معناة هٰذا الكلام: اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس کلام کا کیا خوب معنی ہے یعنی یہ کس قدر خوش معنی کلام ہے۔ اسی طرح (قرآن میں) يَوْمَ يَأْتِي: کو یاء حذف کر کے يَاتِ پڑھا گیا ہے۔ اسی طرح لَا اَدْرِ میں یاء کو حذف کر کے پڑھا گیا ہے۔ یہ قبیلہ ہذیل کی لغت ولہجہ ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ: آتَاهُ علٰى ذٰلك الأمرَ (مُوَاتَاةً) یعنی اس نے اس کے موافق اور حسب منشاء کام کیا اور اس کی اطاعت کی۔ عام لوگ آتَاهُ کی بجائے وَاتَاهُ بھی کہتے ہیں۔ (وَاٰتَـاهُ اِیْتَاءً) بمعنی اس نے اسے عطاء کیا۔

آتَاه کے معنی اتٰی به یعنی وہ لایا بھی ہے۔ اس کی مثال قول خداوندی: وَاٰتِنَا غَدَاءَنَا (ہمارا کھانا لاؤ) ہے۔

الإِتَـــاوَة: ٹیکس یا خراج۔ اس کی جمع الأَتَاوىٰ ہے۔

تَاَتّٰى لَهُ الشَّيْءَ کے معانی ہوں گے کہ اس نے اس کے لئے کچھ تیار کیا۔ اور تَاَتّٰى لَه کا مطلب ہوگا کہ اس نے اس کے ساتھ نرمی برتی یا خوش اخلاقی سے پیش آیا۔

ا ث ث - الأَثَـاثُ: گھر کا ساز و سامان۔ الفراء کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا واحد نہیں ہے۔ ابوزید نے کہا کہ الأثاث کے معنوں میں ہر قسم کا مال و متاع آتا ہے جس میں اونٹ، بھیڑ بکری، غلام لونڈی اور دوسرا سامان شامل ہے، اور اس کا واحد کا صیغہ اثاثة ہے۔

ا ث ر - الأَثْرُ: بروزن الأَمْرُ: تلوار پر کی گئی نفیس نقاشی۔

المـــأثور سے مراد وہ تلوار ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی جن کی بنائی ہوئی ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ فِـرِنْد: تلوار، اَثَرٌ (جن کی بنائی ہوئی تلوار) نہیں ہے۔ اَثَـرَ الحـــديث کا مطلب ہوگا کہ اس نے کسی اور سے یا اور کے حوالے سے حدیث کو روایت کیا۔ اس کا اسم فاعل آثِرٌ ہے (الف ممدود) اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے مَأثور حدیث کی اصطلاح مشتق ہے یعنی جس حدیث کو

سلف سے خلف روایت کرتے چلے آرہے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اپنے والد سے قسم کھاتے سنا تو آپ ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے ذاکر اور آثر کی حیثیت سے قسم نہیں کھائی، یعنی کسی اور سے بات بیان کرتے ہوئے کہ اس نے باپ کی قسم کھائی۔ یعنی میں نے یہ نہیں کہا کہ فلاں شخص نے کہا کہ مجھے اپنے باپ کی قسم ہے جو میں یہ کام کروں۔ ذاکرًا کا مطلب بھولنے کے بعد یاد آنا نہیں ہے بلکہ بات کا ذکر کرنے کے معنوں میں ہے۔ مثلاً: جیسے یہ کہا جائے کہ میں نے فلاں شخص سے اس بات کا ذکر کیا۔ خَرَجَ فی إثرہ: (الف مکسور) کا مطلب ہوگا کہ وہ اس کے پیچھے نکلا یا چل نکلا۔ الأثَر (ہمزہ اور ثاء دونوں مفتوح) کسی چیز یا تلوار کی ضرب کا باقی ماندہ نشان۔ نیز نبی کریم ﷺ کے سنن (مسنون اعمال) اور آپ ﷺ کے اقوال و آثار۔ استأثر بالشیء: زبردستی قبضہ کرلیا۔ اس کا اسم الاثَرَۃ ہے، ہمزہ اور تا دونوں مفتوح ہیں۔ اِستَأثَرَ اللّٰہ بِفُلَان: کسی کی وفات پر اس کی مغفرت کے لئے دعا کے لئے یہ کہا جاتا ہے۔
المَأثُرَۃ: ثا مفتوح اور مضموم۔ دعوت و ضیافت کیونکہ اسے صدیوں یاد رکھا جاتا ہے۔
آثَرَہ علی نفسہِ: اس نے اسے اپنی جان پر ترجیح دی۔ یہ لفظ ایثار سے مشتق ہے۔ أثارۃ من علمٍ سے مراد علم کا بقیہ اور الأثَرَۃ (ہمزہ اور ثاء دونوں مفتوح) کسی چیز پر نشان باقی رہ جانا۔
اثفیۃ: دیکھئے بذیل ث ف ی.
ا ث ل - الأثْلُ: ایک خاص قسم کا درخت 'جھاؤ' جس کا واحد کا صیغہ أثلۃ ہے اور جمع کا صیغہ أثلاث ہے۔
التأثل: اصل مال رکھ لینا۔ یتیم کے وصی کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ وہ اس (یتیم) کے مال میں سے کھاتا ہے، لیکن وہ اپنے لئے مال اکٹھا نہیں کرتا۔ (أنَّہُ یَاکُلُ مِنْ مَالِہِ غَیْرَ متأثِّلٍ مالاً)۔
ا ث م - الاثمُ: گناہ۔ أثِمَ (ثاء مفتوح) وہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ اس کا مصدر إثْمًا اور مأثَمًا ہے۔ اسم فاعل آثِمٌ، أثِیمٌ اور أثُومٌ بھی ہے۔
آثَمَہُ اللّٰہ فی کذا: (ہمزہ مفتوح) اللہ نے اس کے حساب میں ایک گناہ لکھ دیا۔ اس کا مضارع یَأثُمُہُ اور یأثِمُہُ (یاء مضموم اور مکسور) أثامًا. اس سے اسم مفعول مأثوم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام الازہری کا کہنا ہے کہ الفراء نے کہا: آثَمَہُ اللّٰہ یأثَمُہُ

اِثْمًا و اَثَامًا (اللہ نے اسے گناہ کی سزا دے دی۔ لہٰذا وہ مأثوم ہے، یعنی اپنے گناہ کی سزا پانے والا ہے۔
آثَمَهُ: (الف ممدود) اس نے اسے گناہ میں ڈال دیا یا مبتلا کیا۔
أثَّمَهُ تَأثِيمًا: اس نے اسے گناہگار ٹھہرایا یعنی اس سے کہا کہ تو نے گناہ کیا۔ شراب کو بھی اثم کہا جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے: ''شَرِبْتُ الاثمَ حتی ضَلَّ عَقلی، کذاک الاثم تذهب بالعُقولِ'' یعنی میں نے اس قدر شراب پی لی کہ میری عقل بہک گئی، شراب تو اسی طرح عقل کو بہکاتی ہے۔
عقل غارت کی میری، مری اپنی بلانوشی نے
کام ہی خانہ خرابی ہے بلا نوشی کا
تَأثَّمَ: وہ گناہ سے کبیدہ خاطر ہو کر اس سے باز آیا۔
الأثام: گناہ کی سزا۔ قول خداوندی ہے: يَلْقَ اَثَامًا: وہ گناہ کی سزا پالے گا۔
أجاج: دیکھیے بذیل ا ج ج.
ا ج ج -الأجِيجُ: آگ کا بھڑکنا۔
اَجَّتْ تَؤُجُّ اجيجًا: آگ بھڑک اٹھی۔ اَجَّجَها غيرُها فَتَاجَجَتْ وائتَجَّتْ: کسی نے آگ بھڑکائی تو بھڑک اٹھی۔
مَاءٌ اُجَاجٌ: کھارا پانی یا کڑوا پانی۔
اَجَّ المَاءُ، يَؤُجُّ اُجُوجًا: پانی کھولا۔

(ہمزہ مضموم)۔ يَاجُوج وَماجُوج: الف کو بطور ہمزہ اور لین دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی يَاجُوج وماجُوج بھی اور يَاْجوج ومَاْجوج بھی۔
ا ج ر -الأجْرُ: ثواب، اَجَرَهُ الله: اللہ اسے اجر و ثواب دے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔
آجره: (الف ممدود) (الايجار): کرائے پر دینا۔
آجَرَة: اجرت، کرایہ، مثلاً: اسْتاجرتُ: میں نے کرائے پر لیا۔ اور اگر کہیں کہ اسْتاجرتُ الرَّجُلَ فهو يَاجُرُنِي ثَمَانِي حِجَجٍ: یعنی میں نے آدمی کو ملازم رکھا اور وہ آٹھ سال میری ملازمت کرے گا۔
أُتُجِرَ عليه بكذا فهُو المؤتجر: وہ اتنے (مشاہرے) پر ملازم ہوا۔ اسے تنخواہ دار ملازم کہیں گے۔
میرا کہنا یہ ہے کہ اسے مزدوری کے عوض پر لگایا گیا۔
آجَرَهُ الدار: اس نے اسے مکان کرائے پر دیا۔ عام زبان میں اسے وَاجره بھی کہتے ہیں۔
الإجَّارُ: چھت۔
الآجُر: فارسی سے معرب لفظ ہے بمعنی اینٹ جو تعمیر میں استعمال ہوتی ہے۔
ا ج ص -الأجَّاصُ: ناشپاتی۔ یہ لفظ

دخیل ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں کسی ایک لفظ میں ج اور ص دو حروف اکٹھے نہیں آتے۔ اس کا واحد اِجَّاصَةٌ ہے۔ اسے انجاص نہیں پڑھنا یا کہنا چاہئے۔

ا ج ل—الأجل: کسی چیز یا کام کی معین و مقرر مدت۔ کہا جاتا ہے: فَعَلْتُ ذٰلِکَ مِن اجلک: میں نے یہ کام تیری وجہ سے کیا۔ (الف مفتوح اور مکسور) اِسْتَأجَلَهُ فَاَجَلَه: اس نے اس سے مہلت طلب کی تو اس نے اسے مہلت دے دی۔

اَجَلَ وَآجَلَهُ: دونوں عاجل اور عاجله کی ضد ہیں۔ اور معنی ہے اس نے اسے مہلت دی۔ اَجَلَ علیهم شرًّا: اس نے ان پر مصیبت ڈھادی اور شر کو بھڑکایا۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔ خوات بن جبیر کا شعر ہے:

وَاَهلُ خَبَاءٍ صَالَحَ ذات بينهم
قَدْ احتربوا فى عاجلٍ انا آجِلُهُ

''صالح گھاٹی کے لوگوں کی باہم ایسی حالت ہے کہ انہوں نے جلدی میں یا جلد بازی میں جنگ چھیڑ دی ہے تو میں ان کی شامت لانے والا ہوں۔''

أجل: کسی کی بات کے جواب میں 'ہاں' کہہ دینا۔ اخفش نے کہا ہے کہ مخاطب کی بات کی تصدیق کے لئے نعم کی بجائے اَجَلْ کہنا زیادہ اچھا ہے۔ اور سوالیہ انداز کے اظہار کے لئے اجل کی بہ نسبت نَعَمْ کہنا زیادہ اچھا ہے۔

ا ج م—الأجمة: سرکنڈے کا جنگل، اس کی جمع اَجمات، اَجَمٌ، إجَامٌ اور أُجُمٌ ہے۔ شام میں الفرادیس کے قریب واقع ایک گاؤں کا نام الأجَم ہے۔

ا ج ن—الآجِنُ: ایسا پانی جس کا ذائقہ اور رنگ بدل چکا ہو۔

قَدْ اَجَنَ الماء: پانی میں سڑاند آگئی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور دَخَلَ ہے۔ الیزیدی نے بیان کیا کہ اَجِنَ کا باب طَرِبَ ہے اور اس کا اسم فاعل أجِنٌ بروزن فَعِلٌ ہے۔

اِجَّانَةٌ واحد ہے اور اس کی جمع الأجاجِينُ ہے۔ اسے انجانَة نہیں کہنا چاہئے۔

ا ح ح—أَحَّ الرَّجُلُ: آدمی کھانسا، اس کا باب رَدَّ ہے۔

ا ح د—الأحد: بمعنی ایک۔ یہ پہلا عدد، اس کی مثال احدٌ اثنان، اَحَد عشر اور احدی عشرة یعنی ایک دو اور گیارہ ہے۔ البتہ قول خداوندی: قُل هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ میں احد اللّٰه کا بدل ہے کیونکہ کبھی کبھی اسم معرفہ اسم نکرہ میں بدل جاتا ہے مثلاً یہ قول خداوندی: بالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ:

تمہارا یہ کہنا کہ: لا احد فی الدار یعنی گھر میں کوئی نہیں ہے، درست ہے۔ لیکن "فیها احدٌ یعنی اس میں کوئی ہے، کہنا درست نہیں ہوگا۔

یَومُ الأحد: اتوار کا دن۔

أحد کی جمع آمال کے وزن پر آحاد ہے یہ کہنا کہ ما فی الدار احد یعنی گھر میں کوئی نہیں ہے، میں احد ذوی العقول کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جس سے واحد جمع اور مؤنث کے سب صیغے شامل ہیں مثلاً قول خداوندی ہے: لستُنَّ کاَحدٍ مِنَ النِّساء یعنی تمہاری حیثیت ایک عام عورت کی سی نہیں ہے۔ اور دوسرا قول خداوندی: فَمَا مِنكُمْ مِنْ أحَدٍ عنه حَاجِزِيْن: یعنی پھر تم میں کوئی نہیں اس (کام) سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور جاءُو أُحَادَ أُحادَ: یعنی وہ لوگ ایک ایک کر کے آئے۔ میں أُحادَ أُحادَ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ الفاظ لفظاً و معنیً ہر دو اعتبار سے معدول واقع ہوئے ہیں۔

أُحُدٌ: (پہلے دو حرف مضموم) مدینہ شریف میں مشہور پہاڑ کا نام ہے۔ نیز یہ کہ: مَعِیْ عَشْرَةٌ فَأحِّدهُنَّ: (حاء مشدّد) یعنی میرے پاس دس ہی ہیں انہیں گیارہ بنا دو۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی سے اپنے دو ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اَحِّدْ اَحِّدْ یعنی احد احد کہو۔

اَحَـدَ: دیکھئے بذیل و ح د اور ا ح د.

ا ح ن - الأحِنَةُ: کینہ اور دشمنی، اس کی جمع احَنٌ ہے۔ اسے حِنَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔

أحِنَ علیه (حاء مکسور)۔

یَأحَنُ، إحْنَةً: یعنی اس نے اس کے خلاف کینہ پالا۔

أ خ ا - الأخ: اصل میں اَخَوٌ تھا (خاء مفتوح) کیونکہ اس کی جمع آبَاءٍ کی طرح آخاءٍ بنائی گئی ہے۔ اس میں 'واؤ' ہٹ گئی ہے، کیونکہ تثنیہ کے صیغے میں اَخَوَانِ آتا ہے۔ بعض عرب 'واؤ' گھٹا کر اسے اَخَانِ کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع خَرَب سے خِرْبان کی طرح إخْوان بھی بنا لیتے ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الخَرَب، الحباری کا نَر ہے جو شتر مرغ کی طرح ایک پرندہ ہے۔ الفراء نے اس کی جمع إخْوَةٌ (الف مکسور) اور أُخْوَةٌ (الف مضموم) بتائی ہے۔ کبھی اس کے معنوں میں توسیع کر کے اس سے تثنیہ بھی مراد لیتے ہیں مثلاً: قول خداوندی ہے: فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ: اور تمہارا یہ کہنا کہ: إنَّا فَعَلْنَا وَنَحْنُ فَعَلْنَا وَأنْتُمَا اثْنَانِ بھی اسی طرح ہے۔ إِخْوَانٌ کا لفظ زیادہ تر دوستوں کے

لئے بولا جاتا ہے، اور رشتے کے بھائیوں
کے لئے الإخــوَةُ کہا جاتا ہے۔ اور کبھی
کبھی جمع بنانے کے لئے 'و، ن' کا بھی
اضافہ کیا جاتا ہے یعنی اخٌ کی جمع اَخُوْن
بھی بنائی جاتی ہے۔ شاعر کا قول:

وَكُنْتُ لَهُمْ كَشَرِّ بن الأَخِيْنَا

''میں ان کے چچازاد بھائیوں کی طرح
بدترین دشمن تھا۔''

جس طرح اخٌ اَخُوَةٌ کا ثبوت ہے، اسی
طرح اختٌ بھی اُخُوّة کی دلیل ہے۔

أخاه مؤاخاةً اور إخاءً: بھائی چارہ یا
بھائی بندی قائم کرنا۔ عام لہجے میں آخاہ
کے بدلے واخــاہ، تآخــیا بروزن
تَفَاعَلا بھی کہتے ہیں۔

تاخَيْتُ اخاً کا مطلب ہوگا ''میں نے
ایک بھائی بنالیا'' تَاخَيْتُ الشَّيْءَ: میں
نے چیز کو پسند کرلیا۔

الآخِيَةُ: (الف ممدود اور یاء مشدد) مفرد
ہے اور اس کی جمع الأَوَاخِيْ ہے جس کا
معنی کھونٹا ہے جس سے جانور کو باندھتے
ہیں۔ اسے عربی میں الحُرْمَةُ اور الذِّمَةُ
بھی کہتے ہیں۔

أُخْدُود: دیکھئے بذیل خ د د.

ا خ ذ - اَخَذَ: اس نے لیا یا پکڑ لیا۔ اس کا
باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم إخذٌ (الف
مکسور) ہے۔ اور اس سے فعل امر خُــذْ
بنتا ہے۔ جو دراصل أُؤْخُذْ تھا۔ دو ہمزہ
اکٹھے آنے اور ثقیل ہونے کے باعث
دونوں ہمزہ حذف ہوگئے۔

اَكَلَ، اَمَرَ اور اس قسم کے افعال سے فعل
امر بنانے کا بھی یہی قاعدہ ہے، چنانچہ کہا
جاتا ہے کہ: خُــذْ بـالخطام: اور خُذِ
الخــطامَ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے
یعنی باگ تھام یا نکیل پکڑ، أَخَذَهُ بِذَنْبِه:
اس نے اس کے گناہوں کا مواخذہ کیا۔
عام لہجے میں آخَذَهُ کی بجائے وَاخَذَهُ
کہتے ہیں۔

اتِّخاذ: اَخَذَ ثلاثی فعل سے افتعال کے
وزن پر ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے۔ اس
میں اَخَذَ کا اصل الف اور مزید فیہ کے
صیغے افتعال کا الف اکٹھے ہوکر اور فاء کلمہ کو
تاء میں مدغم کرنے سے یہ صورت بن گئی۔
پھر کثرت استعمال کے باعث اس سے یہ
وہم پیدا ہوا کہ اس فعل میں تاء اصلی ہے اور
اس طرح فَعَلَ يَفْعِلُ کے وزن پر یہ فعل
تَخِذَ يَتْخِذُ بن گیا اور قرآن میں قول
خداوندی: لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا: پڑھا
گیا۔ اسی طرح اخَذْتُ میں ذال کو تاء
میں تبدیل کرکے اس کا دوسری تاء میں
ادغام کرکے پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ ذال
کو ظاہر کرکے پڑھتے ہیں لیکن ایسا بہت کم
ہے۔ الاتِّخاذ، الأخذُ سے تَذَكَّرَ کی

طرح تَفْعَال کے وزن پر ہے۔
الإخــاذَةُ: الف مکسور۔ جوہڑ یا تالاب کی طرح کوئی چیز یا جگہ۔ اس کی جمع اُخُذٌ ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔ کبھی اسے مخفف کرکے صرف اُخْذٌ بھی کہا جاتا ہے۔
مسروق ابن اجدع کی روایت کردہ حدیث ہے: مَـا شَبَّهْتُ باصحاب محمد اِلَّا الإخَـاذَة: یعنی میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخـاذہ کے سواء اور کسی کو تشبیہ نہیں دی یہاں اخـاذہ ایک سوار یا دو سواروں یا لوگوں کے ایک گروہ کیلئے کفایت کرتا ہے۔

اخ ر-اَخَّرَهُ فَتَاَخَّرَ: اس نے اسے دیر کرادی تو اسے دیر ہوگئی یا اس نے اسے پیچھے چھوڑ دیا تو وہ پیچھے رہ گیا۔
اِسْتَاخر: اس نے دیر کردی۔ آخِرٌ (خاء مکسور) اسم صفت ہے یعنی آخری مثلاً: کہا جائیگا کہ جَاءَ آخِراً اَیْ اخِیراً: یعنی وہ آخر میں آیا۔ اس میں فاعل مقدر ہوگا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ آخِرَةٌ اور جمع کا صیغہ اواخِرُ ہے۔
آخَــر: (خاء مفتوح) بمعنی دوسرا۔ یہ اسم ہے اور اَفْعَلُ کے وزن پر ہے۔ اس سے مؤنث کا صیغہ اُخْرىٰ ہے۔ البتہ اس میں صفت کا مفہوم بھی ہے کیونکہ اَفْعَلَ کا وزن صفت کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہوتا۔

اسی طرح اُخْرَيَاتُ النَّاسِ کا لفظ ہے جس کا مطلب لوگوں کا آخری حصہ ہے، اور لَا اَفْعَلُهُ اُخْرَى اللَّيَالِيْ یعنی ''میں کبھی بھی باقی راتوں میں ایسا نہیں کروں گا'' بھی کہا جاتا ہے۔ بَاعَهُ بِأَخِرة: (خاء مکسور) اس نے ادھار فروخت کیا اور عَرَفَهُ بِأخَرَةٍ (خاء مفتوح) اس نے اسے آخر پہچان لیا۔
جَـاءنَا اُخُرًا (الف مضموم) یعنی وہ آخر کار ہمارے پاس آگیا۔
مُـؤخِرُ العَــين: میں مُؤْخر بر وزن مــؤمـن: کنپٹی کا وہ حصہ جس کا اگلا رُخ ناک کی طرف ہوتا ہے۔
مُؤخِرَةُ الرَّحْلِ: کجاوے کا پچھلا حصہ۔ ان معنوں میں اس لفظ کا استعمال بہت کم ہے۔
آخِرَةُ الرَّحْلِ: کجاوے کا وہ حصہ جس کے ساتھ شتر سوار پیٹھ لگا کر ٹیک لگاتا ہے۔ اس لفظ کو مُؤَخِرَةُ الرَّحْلِ نہیں کہنا چاہئے۔
مُؤَخَّر الشَّيْئُ: (خاء مشدّد) کسی چیز کا پچھلا حصہ۔ یہ اگلے حصے کی ضد ہے۔
اُخَرُ: اخرى کی جمع ہے۔ اور اُخرىٰ آخر کا صیغہ مؤنث ہے اور غیر منصرف ہے۔ قول خداوندی ہے: فَعِـدَّةٌ مِــنْ اَيَّـامٍ اُخَــرَ: یعنی عذر کی صورت میں قضا روزے رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں پورے کرے۔ اُخَرَ اس لئے آیا ہے کیونکہ اَفْعَلَ کے وزن پر اسم مِنْ کے

ساتھ آنے اور نکرہ ہونے کی صورت میں نہ تو جمع بنایا جاسکتا ہے اور نہ مؤنث۔ مثلاً: کہا جائے گا: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَفْضَلَ مِنْکَ یعنی میرا ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو تجھ سے افضل ہے۔ وَبِرِجالٍ افضَلَ مِنْکَ یعنی میرا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو تجھ سے افضل ہیں۔ اور بِامرأةٍ افضَلَ منک: یعنی میرا ایسی عورت پر گزر ہوا جو تجھ سے افضل ہے۔ اور اگر اس پر الف لام داخل کیا جائے اور اسے اضافت دی جائے تو پھر اس سے تثنیہ جمع اور مؤنث کے صیغے بنا سکتے ہیں مثلاً: کہیں گے: مَرَرْتُ بالرَّجُلِ الاَفْضَلِ، بالرَّجُلَیْنِ الأفْضَلَیْنِ، بالمرأة الفُضْلٰی اور بالنِّسَاء الفُضَلِ یعنی میرا ایک افضل شخص، دو افضل شخصوں، ایک افضل عورت اور افضل عورتوں پر گزر ہوا۔ یوں بھی کہیں گے کہ مَرَرْتُ بِاَفْضَلِهِم وبافْضِلَتِهِم وبافضليهم وبفُضلاهُنَّ وبِفُضَلِهِنَّ: لیکن یوں کہنا جائز نہ ہوگا: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ افضَلَ، بِرِجالٍ اَفَاضِلَ، بامْرَأةٍ فُضلٰی تاوقتیکہ ان کے ساتھ مِنْ نہ لگے یا ان پر الف لام داخل نہ ہو، یہ دونوں ان کے بعد آتے ہیں۔ لیکن آخَرُ کی یہ صورت نہیں ہے کیونکہ وہ مِنْ کے صلے کے بغیر ہی

مؤنث بھی بنایا جاسکتا ہے اور جمع بھی۔ اس میں الف لام اور اضافت لگانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ کہہ سکتے ہیں: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ آخَرَ وبِرِجالٍ اُخَرَ: اور جب یہ لفظ معدول اور صفت ہو تو پھر یہ ممنوع من الصرف ہوگا اور اس کے باوجود جمع ہوگا، اور اگر یہ کسی شخص کا نام رکھا جائے تو یہ اسم نکرہ ہونے کی صورت میں اخفش کے نزدیک منصرف ہوگا اور سیبویہ کے نزدیک غیر منصرف۔

ا د ب-اَدُبَ: (دال مضموم) اَدَبًا (پہلے دو حرف مفتوح) اس کا اسم فاعل اَدِیبٌ ہوگا۔ اِسْتَأدَبَ: وہ باادب ہوگیا۔

ا د د-الإدُّ: اور الإدَّةُ (دونوں میں پہلا حرف مکسور اور دوسرا مشدد) بمعنی بلا، آفت اور گھناؤنی بات۔ قول خداوندی ہے: شَیْئًا اِدًّا: یعنی خطرناک اور وحشتناک چیز۔

اُدَدٌ: یمن کے ایک قبیلے کا مورث اعلیٰ۔ عرب اسے منصرف استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے اسے ثُقَبِ کے وزن پر محمول کیا ہے نہ کہ عُمَرَ کے وزن پر۔

اِدَةٌ: دیکھئے ا د د.

ا د م-الأدَمُ: (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) یہ اَدِیمٌ کی جمع ہے۔ اس سے جمع کا صیغہ اَدِمَةٌ بھی بنایا جاتا ہے۔

جیسے رَغِیفٌ سے اَرْغِفَةٌ: شاید روئے زمین کو بھی اُدِیمٌ کہتے ہیں۔

الأدَمَةُ: جلد کا اندرونی حصہ جو گوشت کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔ جلد کے بیرونی حصے کو بَشَرَةٌ کہتے ہیں۔ الأُدْمَةُ: گندمی رنگ۔

آدَمُ: گندمی رنگ کا انسان۔ اس کی جمع اُدْمـــان ہے۔ آدم: گہرے سفید رنگ کا اونٹ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب گہرے سفید رنگ اور سیاہ پتلیوں والا اونٹ ہے۔ اونٹ کو تو آدَم کہتے ہیں اور اونٹنی کو اُدمَاء کہتے ہیں اور اس کی جمع اُدُمٌ ہے۔

الإدامُ: وہ چیز جسے بطور سالن استعمال کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اَدَمَ الخـبُـزَ بـاللَّحم: اس نے روٹی کے ساتھ گوشت کا سالن بنایا یعنی گوشت کے ساتھ روٹی کھائی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الأدَمُ: محبت اور اتفاق۔ کہا جاتا ہے کہ اَدَمَ اللّٰه بَيْنَهُما: اللہ ان دونوں کے درمیان صلح کرادے اور ان میں باہم محبت و الفت پیدا کرے۔ اس کا باب بھی ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح آدَمَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا (فعل اور اَفْـعَـــل باب ہے) کا مطلب بھی یہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَوْ نَظرتَ الیها فَاِنَّهُ اَحْرَى اَنْ يُؤدَمَ بَيْنَكُمَا: اگر تو اس عورت کی طرف نگاہ کرتا تو یہ زیادہ قریب امکان بات تھی کہ اللہ تم دونوں کے درمیان محبت والفت پیدا کر دیتا۔

ا د ا—الأداةُ: آلہ، اس کی جمع آلات ہے۔ اللحیانی نے بتایا کہ: قَطَعَ اللّٰه اَدَيْهِ ای يَدَيْهِ: یہاں اَدَيْهِ، يَدَيْهِ کی جگہ استعمال ہوا ہے یعنی اللہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔

اَدّى دَيْنَهُ تَادِيةً: (ادا کرنا)، اس نے اپنا قرض چکا دیا۔ اس سے اسم الاداء ہے۔

آدَى للأمانة مِنْ فُـلان: وہ فلاں شخص سے زیادہ امانت دار ہے یعنی امانت کو ادا کرنے والا ہے۔

تَادّى اليه الخَبَرُ: اس تک خبر پہنچ گئی۔

الأداوة: بیت الخلاء، اس کی جمع مطَایا کے وزن پر الأداوی ہے۔

ا ذ—إذ: بمعنی جب، یا جس وقت۔ یہ لفظ گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مبنی بر سکون اسم ہے۔ اس کے استعمال کا قاعدہ یہ ہے کہ اسے جملے کی طرف مضاف بنا کر استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: یوں کہیں گے کہ جِئتُکَ إذ قَامَ زَيْدٌ: میں اس وقت تیرے پاس آیا جب زید کھڑا تھا۔ یا اذ زَيْدٌ قَائمٌ یا إذ زَيْدٌ يَقُوْمُ اور اگر اسے بطور مضاف استعمال نہ کریں تو پھر اس پر تنوین آئے گی مثلاً:

ذُوَیب کا یہ شعر:

نَهَيْتُکَ عن طَلَابِکَ اُمَّ عَمْـرو
بِعَـافيــةِ وانـت إذٍ صـحِيح

شاعر نے یہاں اِذٍ سے حِيْنَئِذٍ مراد لیا ہے۔ إذ حرف جزا ہے، البتہ اسے بطور حرف جزا اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب اس کے ساتھ 'ما' شامل ہو مثلاً: إذما تاتنی آتِیکَ یعنی جب تو آئے گا تو میں آؤں گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حرف 'اذ' ایسی چیز کے لئے استعمال کیا جائے جو تمہارے حسب حال ہو۔ اس کے ساتھ صرف فعل لازم آتا ہے مثلاً: ''بینما انا کَذا اذ جاء زَيْدٌ یعنی میں اس حال میں تھا جس وقت زید آیا۔ صاحب کتاب نے اسے 'ذال' کے باب میں اسی طرح بیان کیا ہے۔ الف لینہ کے بارے میں 'اذا' کا ذکر کرنے کے بعد جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس کا متن درج ذیل ہے:

''امّا اذ فَهِيَ لِمَـا مـضٰى من الزمانِ وقـد تَكُوْنُ مَفَاجَاةً مـثل 'اذا' وَلا يَليها اِلّا الفعل الواجب كـقولک بينمـا آما كذا اذجاء زَيْدٌ۔''

یعنی: ''رہا 'اِذ' تو یہ فعل ماضی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی 'إذا' کی طرح مفاجاۃ کیلئے بھی آتا ہے۔ اس کے ساتھ صرف فعل لازم آتا ہے مثلاً: یہ قول کہ میں اس حالت میں تھا جس وقت زید آیا۔ اور کبھی دونوں کو یعنی فعل ماضی اور مفاجاۃ کو اکٹھا کیا جاتا ہے مثلاً: قول خداوندی ہے: وَاذْ وٰعَدْنَا مُـوْسٰـی: یعنی وَواعدنا موسٰی۔ شاعر کا قول ہے:

حتّٰی اذا اسلکوهـم فی قـتائدة
شـلًا كما تَطْرُدُ الجمالة الشُردًا

یہ شعر چونکہ قصیدے کا آخری شعر ہے اس لئے خبر والا حصہ یا تو پہلے (شعر میں) گزر چکا ہے یا پھر ہوسکتا ہے کہ شاعر نے یہ سمجھتے ہوئے مبتداء کے بعد خبر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ سننے والوں کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے۔

ا ذ ا – إذا: اسم ہے جو مستقبل کے زمانے پر دلالت کرتا ہے یہ لفظ جملے کی طرف اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا مثلاً: اٰجِـئُکَ اِذَا اِحْـمَرَّ الْبُسْرُ وَاذا قَدِمَ فلانٌ: یعنی میں تمہارے پاس تب آؤں گا جب بُسر کھجوروں کا رنگ پک کر سرخ ہو جائیگا یا جب فلاں آدمی آئے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسا اسم ہے جس کا وقوع اس قول کا موقع و محل ہے کہ آتِیکَ یَوْمَ یَقْدُمُ فلانٌ: یعنی میں تمہارے پاس اس دن آؤں گا جب فلاں شخص آئے گا۔ یہ اسم ظرف ہے اور اس میں شرط و جزا کا مفہوم ہے، کیونکہ شرط کی جزا کی حسب

ذیل علامتیں ہوتی ہیں:

(۱) پہلی شرط فعل ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ اِنْ تَاتِنِیْ اٰتِکَ یعنی اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیرے پاس آؤں گا۔

(۲) دوسری شرط 'فاء' ہے مثلاً: یہ کہنا کہ: اِنْ تَاتِنِی فَانَا مُحْسِنٌ اِلَیْکَ یعنی اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تجھ پر احسان کروں گا۔

(۳) تیسری شرط اِذا ہے مثلاً: قول خداوندی: وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ: یعنی اگر ان پر ان کے کرتوتوں کی پاداش میں برا وقت آن پڑے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ یہ تمہارے حسب حال ہو مثلاً: یہ کہنا کہ: خَرَجْتُ فَاِذَا زَیْدٌ قَائِمٌ: یعنی جب میں نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے زید کھڑا ہے۔

أ ذ ن-اَذِنَ لَهُ فِی شَیْءٍ: یعنی اس نے اسے بات کی اجازت دی۔

'ذ' مکسور-اِذْنًا-اَذِنَ کا مطلب عَلِمَ یعنی اس نے جان لیا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ان معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُوْلِهِ: معنی: تو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ جان لو۔

اَذِنَ لَهُ: اس نے اس کی طرف کان دھر لئے یعنی اس کی بات غور سے سنی۔ اس کا باب بھی طَرِبَ ہے۔ قعنب بن امِّ صاحب کا شعر ہے:

إن يَأذَنُوا ريبةً طاروا بِهَا فَرَحًا
مِنِّي ومَا اذنُوا من صالحٍ دَفَنُوا
صُمٌّ إذا سمعوا خيرًا ذُكِرْتُ بِهِ
وَإن ذُكِرتُ بِشَرٍّ عِندَهُم اذِنُوا

"اگر وہ میرے بارے میں شک اور تہمت کی کوئی بات سنتے تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور جب کوئی اچھی بات ان کے علم میں آتی ہے تو اس کو دبا لیتے ہیں۔ اگر میرا ذکر خیر ہوتے سنتے ہیں تو بہرے بن جاتے ہیں جبکہ اپنے ہاں میرے متعلق کوئی بری بات بڑے غور سے سنتے ہیں۔"

میرا کہنا یہ ہے کہ قول خداوندی: وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ: یعنی زمین اپنے رب کی بات سن لے گی اور اس کا حق ہے کہ وہ اسے سنے۔ حدیث شریف میں ہے:

مَا اَذِنَ اللهُ لِشَیْءٍ کَاَذَنِهٖ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْآن.

یعنی: "اللہ تعالیٰ نے کسی بات کی اس طرح اجازت نہیں دی جس طرح اس نے نبی ﷺ کو قرآن میں تغنّی کی دی ہے۔"

اَذَانٌ: اعلان۔ نماز کے لئے اذان بمعنی اعلان کی اصطلاح معروف ہے، اس کا فعل اَذَّنَ اَذَانًا ہوگا یعنی اس نے اذان دی۔

مِئْذَنَةٌ: اذان دینے کے لئے مخصوص منارہ۔ الْاُذُنُ: کان۔ اسے ثقیل اور خفیف دونوں طرح کہنا جائز ہے۔ اور یہ مؤنث ہے۔ اس کا اسم تصغیر اُذَیْنَةٌ ہے۔

رَجُلٌ اُذُنٌ: کان کا کچا آدمی جو ہر ایک کی

بات سنتا ہو یہ ایک شخص ہو یا بہت ہوں۔
آذَنَه بِالشَّیْءِ: (الف ممدود) اس نے اسے معاملے کی خبر دے دی۔
آذَنَ اور تَاذَّنَ دونوں کا اَیْقَنَ اور تَیَقَّنَ کی طرح ایک ہی مطلب ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے:

وَاِذْ تَاذَّنَ رَبُّک

یعنی: ''جب تیرے پروردگار نے اعلان کیا۔''
اِذَن: تب، اگر فعل مستقبل سے پہلے آئے تو حرف مکافاۃ اور حرف جزا ہے۔ اس کے بعد فعل مضارع پر نصب آئے گی مثلاً: اگر کوئی کہے کہ اللَّیْلَةَ اَزُورُکَ: یعنی میں آج رات آپ سے ملنے آؤں گا تو آپ جواب میں کہیں گے کہ:

اِذَنْ اُکْرِمَکَ وانْ تَاخَّرْتَ اَلْغَیْتَ

یعنی: ''تب میں آپ کا اکرام کروں گا اور اگر تمہیں دیر ہو جائے تو پھر آنا منسوخ کر دینا۔''
اسی طرح اگر آپ کہیں گے کہ اُکْرِمُکَ اِذَنْ: یعنی تب میں آپ کا اکرام کروں گا۔ اِذَنْ کے بعد آنے والا فعل اگر فعل حال ہو تو اس پر عامل کا اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ فعل حال پر عوامل ناصبہ (زبر دینے والے عوامل) کوئی اثر نہیں ہوتا۔
ا ذ ی - آذاه، یُؤْذِیْه اذًی: تکلیف اور اذیت دینا۔ اور أذاة و أذیّه، تَأذّی به: تکلیف اور اذیت سہنا۔

ا ر ب - الإرْبُ: (الف مکسور) عضو۔ اس کی جمع آراب (الف ممدود) اور ارآب (دوسرا الف ممدود) ہے۔
الإرْبُ کے معانی ذہانت اور عقل بھی ہیں۔ اسی سے یہ قول ہے کہ: فُلَانٌ یُؤَارِبُ یعنی فلاں شخص عقل کی بات کرتا ہے۔ اسی مادے سے الأرِیْبُ مشتق ہے۔ جس کا معنی عاقل ہے۔ الإرْبُ کا مطلب ضرورت اور حاجت بھی ہے۔ اور اسی طرح الأرْبَةُ اور الأرَبُ (پہلے دو حروف مفتوح) اور
المَأرُبَةُ: (راء مفتوح یا مضموم)۔ اس لفظ کی یہ ساری شکلیں غرض یا مطلب کے لئے مستعمل ہیں۔
میرا کہنا یہ ہے کہ امام فارابی رحمہ اللہ نے اسے مارِبَة راء مکسور بھی نقل کیا ہے۔ اس کا باب ضَرِبَ ہے۔ قرآن کی آیت غَیْرَ اُولِی الإرْبَة: میں یہ لفظ مجنون اور ذہنی مریض، معذور کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یہ حضرت سعید بن جبیرؓ کی تفسیر ہے۔
ا ر ث - الإرْث: میراث، وراثت۔ اس لفظ میں ہمزہ کی اصل 'واؤ' ہے۔
ا ر ج - الأرَجُ: اور الأرِیْجُ: خوشبو کی مہک کہتے ہیں۔

أَرِجَ الطِيبُ: خوشبو مہک اٹھی۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے اور اَرِيْجـاً بھی۔

اَرَّجان: ایران میں ایک شہر کا نام ہے۔ شاید یہ نام راء کی تخفیف یعنی بغیر تشدید بھی آیا ہے یعنی اَرَجان.

اُرْجُوَان: دیکھئے بذیل مادہ ر ج ا۔ (ارغوان؟)

ا ر خ: تاریخ اور تواریخ، وقت کی تعریف مثلاً: یہ کہنا کہ ارّخ الکتاب بیَوْمِ کـذا: اس نے کتاب پر فلاں تاریخ ڈال دی۔

ورّخ: بھی انہیں معنوں میں مستعمل ہے۔

ا ر ز - الأرُزُّ: چاول۔ اس لفظ کے چھ لہجے یا تلفظ ہیں:

(۱) أَرُزّ - (ہمزہ مفتوح)

(۲) اُرُزّ - بعد میں آنے والے حرف پر ضمہ کے باعث ہمزہ مضموم۔

(۳) اُرْزٌ - بروزن عُسْرٌ.

(۴) اُرُزٌ - بروزن عُسُرٌ.

(۵) رُزٌّ اور؛

(۶) رُنْزٌ.

الأرَزَةُ: (پہلے دو حرف مفتوح) اَرْزَنْ کا درخت۔

الأرْزَةُ: (راء ساکن) صنوبر کا درخت۔ حدیث شریف میں ہے:

اِنّ الاسـلامَ لیـارِزُ الی المدینۃِ کَمَا تَارِزُ الحیّۃُ الی جُحْرِھا.

"اسلام مدینہ میں اس طرح جا گھستا ہے جس طرح سانپ اپنی بل میں۔"

ا ر ش - الأرْشُ: بروزن عَرْشٌ: زخموں کی دیت۔

ا ر ض - الأرْضُ: مؤنث اور اسم جنس۔ واحد کا صیغہ ہونے کے اعتبار سے تو اَرْضَۃٌ ہونا چاہئے تھا لیکن عربوں کے ہاں ایسا نہیں کہا گیا۔ اس کی جمع أرَضَـات (راء مفتوح) ہے۔ اور اَرَضُـوْن بھی (راء مفتوح) شاید راء کو ساکن بھی سمجھا گیا ہے۔ اس کی جمع أُرُوْضٌ اور آرَاضٍ بھی بنائی گئی ہے جو اَھْلٌ اور آھَالٌ کی طرح ہے۔ غیر قیاسی یعنی سماعی طور پر الأراضی بھی اس کی جمع ہے گویا یہ جمع آرْوُض کی بنائی گئی ہے۔ نیچے بیٹھی ہوئی ہر چیز کو اَرْضٌ کہتے ہیں۔

ارضٌ اَرِیضٌ: یعنی زکِیّۃٌ بَیّنۃُ الأراضۃِ: کا مطلب صاف ستھری اور واضح زمین ہے۔ ابو عمرو نے الأرْضُ الأرِیضَـۃُ کا مطلب خوش نما زمین لکھا ہے۔ الأرْضُ کا مطلب کپکپی اور تھرتھراہٹ بھی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وَقَدْ زُلزِلتِ الارْضُ.

اُزْلِزَتِ الأرضُ ام بِیَ الأرضُ: یعنی

زمین میں زلزلہ آگیا کی تفسیر "کیا زمین ہلادی گئی یا مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی ہے۔"
الأَرَضَةُ: (پہلے دو حرف مفتوح) لکڑی کو کھا جانے والا ایک کیڑا۔ کہا جاتا ہے کہ: أُرِضَتِ الخَشَبَةُ: لکڑی کو کیڑا لگ گیا۔ یہاں یہ لفظ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔
تُوْرَض اَرْضاً: (راء ساکن) کا اسم مفعول ماروضَةٌ بمعنی کرم خوردہ ہوگا۔

ا ر ف-الأُرْفَةُ: بروزن غُرْفَةٌ بمعنی حد۔ اس کی جمع اُرَفٌ ہے۔ جیسے غُرَف. اس کا مطلب دو زمینوں کے درمیان کی حد ہے۔ حضرت عثمانؓ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ: الأُرَفُ تَقْطَعُ كُلَّ شُفْعَةٍ یعنی سرحدیں ہر قسم کے حق شفعہ کو کاٹ ڈالتی ہیں یا ختم کر دیتی ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت عثمانؓ ہمسایہ کے حق شفعہ کے قائل نہ تھے۔

ا ر ق-الأَرَقُ: جاگنا۔ اسکا باب طَرِبَ ہے۔
أَرَّقَهُ كَذا تَارِيقًا: اس نے اسے جگایا۔
الأَرَقَانُ: یرقان کا ایک دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے۔ یہ ایک بیماری ہے جو انسان اور فصلوں دونوں کو لگ جاتی ہے۔

ا ر ک-الأَرَاكُ: درخت۔ اس کا واحد أَرَاكَةٌ ہے۔ الأَرِيكَةُ: کسی گنبد یا گھر میں سجایا اور بچھایا ہوا تخت۔ جس گھر میں یہ تخت نہ بچھا ہو، ایسے گھر کو حَجْلَة کہتے ہیں۔ اَرِيكَةُ کی جمع ارائک ہے۔

ا ر م: قول خداوندی ہے: بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ: جس نے اسے اضافت نہ سمجھا، اس نے اسے اسم بنایا اور غیر منصرف قرار دیا۔ کیونکہ اس عـاد کو باپ قرار دیا اور إِرَمَ کو قبیلہ، اور إِرَمَ کو عاد کا بدل بنایا۔ اور جس نے اسے اضافت کے ساتھ پڑھا اور اسے غیر منصرف قرار دیا تو اس نے اسے قبیلے کی ماں یا شہر قرار دیا۔

أرمَنِي: دیکھئے بذیل ر م ن۔

ا ر ی-الأَرِيُّ: شہد۔ لوگ اسے غلط العام کے طور پر مَعْلَفٌ یعنی مویشیوں کو چارہ ڈالنے والی کھرلی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ البتہ الآرِی مویشیوں کے باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔
اسے الاخِيَةَ بھی کہا گیا ہے۔ اس کی جمع الأَوَارِی ہے۔ اسے تخفیف و تشدید دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

أَرْيَحِیُّ وأَرْيَحِيَّةٌ: دیکھئے بذیل ر و ح.

ا ز ب-المِئزَابُ، المِزْرَابُ: بمعنی پرنالہ۔ شاید اس میں ہمزہ کی آواز نہیں ہوتی۔ اس کی جمع مآزیب (الف ممدود) ہے۔

ا ز ر-الأُزْرُ: قوت و طاقت۔ قول

خداوندی ہے: اُشْدُدْ بِهٖ اَزْرِي: یعنی اس کے ذریعے میری پیٹھ مضبوط کر۔

آزَرَهٗ: اس نے اس کی مدد کی۔ عامی لہجے میں وازرہ کہتے ہیں۔

الإزَار: چادر تہبند، معروف لفظ ہے۔ اسے مؤنث اور مذکر دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ اسی طرح الإزارة بھی ہے۔ اس کی جمع کا صیغہ حمار اور اَحْمِرَةٌ کی طرح آزِرَةٌ بہت کم مستعمل ہے۔ البتہ حُمُرٌ کی طرح اس کی جمع اُزُرٌ کثیر الاستعمال ہے۔ لفظ اِزَار سے بطور کنایہ عورت مراد لی جاتی ہے۔ المِئزَرُ بمعنی اِزار مِلْحَفٌ اور لِحَاف یا مِقْوَمٌ اور قِوَامٌ کی طرح ہے۔

أَزَّرَهُ تَأْزِيْرًا فَتَأَزَّرَ: اس نے اسے ازار پہنائی تو اس نے پہن لی۔

اِتَّزَرَ اُزْرَةً: اس نے اچھی ازار پہن لی۔ یہ جِلْسَةٌ اور رِكْبَةٌ کی طرح کا صیغہ ہے۔

آزر: عجمی نام ہے۔

ا ز ز-الأزِيْز: بجلی کی کڑک اور ہانڈی کے ابلنے کی آواز، حدیث شریف میں ہے:

اِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ المِرْجَلِ مِنَ البُكَاءِ.

یعنی: "جب آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تھے تو نماز میں گریہ وبکاء کی وجہ سے آپ ﷺ کے شکم مبارک سے ہانڈی ابلنے کی آواز کی طرح آواز نکلتی تھی۔"

الأَزُّ: اُبال، گڑھک اور ورغلانا۔ یہی لفظ قول خداوندی: تَؤُزُّهُمْ اَزًّا میں آیا ہے۔ یعنی شیاطین کافروں کو گناہوں کی رغبت دے کر ورغلاتے ہیں۔

ا ز ف-اَزِفَ. الرَّحِيل دَنَا: کوچ کا وقت قریب آگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: اَزِفَتِ الآزِفَةُ میں آیا ہے۔ یعنی قیامت کی گھڑی قریب آن لگی ہے۔

ا ز ل-الأزَل: قدم، اسی سے لفظ ازلی کہا جاتا ہے بمعنی قدیمی (جس کے آغاز کا علم نہ ہو)۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس کلمہ کی اصل یہ ہے کہ عرب قدیم کے لئے لم یزل بولتے تھے پھر اس کی نسبت اس کلمہ کی طرف ہوئی لیکن اس کی یہ حالت زیادہ دیر برقرار نہ رہی بلکہ مختصر ہو کر یَزَلی رہ گئی۔ پھر یاء الف میں بدل کر اَزَلِيّ بن گیا کیونکہ بولنے میں یاء کی نسبت الف زیادہ خفیف اور ہلکا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ ازلی وجود میں آگیا جس طرح ذی يَزَنْ سے منسوب نیزے کو ذی یزنی سے اَزَنی نیزہ بنایا گیا اور جس طرح نَصْلٌ اَثْرَبِي سے اَثْرَبِي بھالا بنایا گیا۔

ا ز م-الأزْمَة: سختی، شدت، قحط کی ناگہانی صورت حال۔

أَزَمَ عن شَيْءٍ: وہ باز رہا یا رُکا رہا۔ اسکا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ عُمَرَؓ سَأَلَ الحٰرِثَ بن كَلْدَةَ مَا الدَّوَاءُ؟ فَقَالَ، الأَزْمُ: یعنی حضرت عمرؓ نے حرث بن کلدہ سے پوچھا کہ دوا یا علاج کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ: ''پرہیز''۔ حرث عرب کے معروف طبیب تھے۔

المَازِمُ: گھاٹی یا دو پہاڑوں کے درمیان تنگ راستہ، جنگ کی جگہ کو بھی مازِمٌ کہتے ہیں۔ اسی لئے مشعر اور عرفہ کے درمیان کی جگہ کو مَأْزَمَيْنِ کہا گیا ہے۔ الاصمعی کا قول ہے کہ سند(ضد) میں مَازِم جمع اور عرفہ کے درمیان واقع تنگ گھاٹی ہے۔ حدیث شریف میں بھی ان کے لئے مَازِمَيْنِ کا لفظ آیا ہے

أ ز ا: کہہ سکتے ہیں کہ هُذَ بِأَزَائِهِ یعنی وہ اس کے سامنے ہے یا آزَاهُ: وہ اس کے مقابل آ گیا۔ اسے وَازَاهُ نہیں کہنا چاہیے۔

استتاب: دیکھئے بذیل ت و ب

اسْتَسَرَّ: دیکھئے بذیل س ر ر

ا س د - الأَسَدُ: شیر۔ اس کی جمع اسوُدٌ اور اُسُدٌ پہلے دو حرف مضموم ہیں۔ تلفظ کے اعتبار سے یہ لفظ ثقیل ہے۔ اس کی مخفف صورت الأُسْدُ ہے۔

آسُدٌ اور آساد: دونوں کے شروع میں الف ممدود ہے۔ یہ أَحْبُلٌ اور أَحْبَال کی طرح ہیں۔ اس سے مؤنث کا صیغہ أَسَدَةٌ ہے۔

أَرْضٌ مَاسَدَةٌ: ایسی زمین جہاں شیر ہوں۔ یہ صیغہ مَتْرَبَةٌ کے وزن پر ہے۔

أَسِدَ الرَّجُلُ کا مطلب ہوگا کہ: 'جب آدمی نے شیر دیکھا تو خوف کے مارے دہشت زدہ ہوگیا'۔

أَسِدَ: اپنے اخلاق و اطوار میں وہ شیر جیسا ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اذا دَخَلَ فَهِدَ و اذا خَرَجَ أَسِدَ: یعنی وہ چیتے کی طرح داخل ہوا اور شیر کی طرح باہر نکلا۔

اسْتَاسَدَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر جرأت کی یعنی شیر ہوگیا۔

إِسَادَةٌ: (الف مکسور) بھی ایک لہجہ یا تلفظ ہے جو وسادۃ کے بدلے بولا جاتا ہے جس کا مطلب تکیہ ہے۔

ا س ر - أَسَرَ: اس نے اسیر بنالیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ إِسَارٌ (قید کرنا) بروزن إِزَارٌ اس کا اسم مفعول أَسِيرٌ بمعنی قیدی ہے۔ لوگ کسی شخص کو قِدُ: چمڑے کے تسمے سے باندھا کرتے تھے۔ اس طرح ہر پکڑا جانے والا اَسِیْرٌ کہلانے لگا چاہے وہ باندھا نہ بھی جائے۔

أَسَرَهُ: اس نے اسے قید کرلیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور مصدر إِسَارًا ہے

(الف مکسور) اور اسم مفعول اَسِیْرٌ بن گیا۔
اس کا اسم مفعول ماسُوْر بھی ہے۔ اَسِیْر کی جمع اَسْرَی اور اُسَارِیٰ ہوگی۔ ھٰذا لَکَ بِقَدِّہٖ کا مطلب ہوگا کہ یہ سارے کا سارا تیرا ہے۔
بِرُمَّتِہٖ کا لفظ بھی انہیں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اَسَرَہ اللّٰہ کا مطلب ہوگا اللہ نے اسے پیدا کیا۔ قول خداوندی ہے:
شَدَدْنَا اَسْرَھُمْ: ہم نے انہیں پیدائش کے بندھن یا قید حیات میں باندھا یعنی پیدا کیا۔
الْاُسْرُ: پیشاب کا رُک جانا ہے۔ اس کی مثال: الحُصْرُ فی الغَائِطِ: پاخانہ میں بند ہو جانا ہے۔
اُسْرَۃٌ: کنبہ یا خاندان یا قبیلہ ہے کیونکہ وہ ان کے ذریعے قوت و طاقت پاتا ہے۔
اِسْرَائیل: اور اسرائین: دیکھئے بذیل (س ر ا)۔
اسْرَافِیل: دیکھئے بذیل (س ر ف)
اس س-الاُسُّ: (الف مضموم) کی اصل بناء یعنی بنیاد ہے۔
اسی طرح الْاَسَاس اور الْاَسَسُ (پہلے دو حروف مفتوح و مقصور)۔
الْاُسُّ کی جمع إِسَاس (الف مکسور) ہے۔ اور الْاَسَاس کی الْاُسُسُ ہے۔ (پہلا اور دوسرا حرف مضموم) اور آسَاس

(الف ممدود) ہے۔
قَدْ اَسَّسَ الْبِنَآء تَاسِیْسًا: اس نے عمارت کی مضبوط بنیاد رکھی۔
اسطوانۃ: دیکھئے بذیل (س ط ن)
اسطورۃ: دیکھئے بذیل (س ط ر)
ا س ف-الأسف: انتہائی غم۔
قَدْ أسف مَا فَاتَهُ: اس نے اپنے نقصان پر بڑا افسوس کیا۔
تَاَسَّفَ: اسے افسوس ہوا۔ آسَفَ عَلَیْہِ: اسے اس پر بڑا افسوس ہوا یعنی غصہ آیا، یا ناراض ہوا۔
آسَفَهُ: اس نے اسے ناراض کر دیا۔
یُوْسُفُ: اس کے تین تلفظ یا لہجے ہیں:
(۱) سین مضموم یعنی یُوسُف.
(۲) سین مفتوح یعنی یوسَف.
(۳) سین مکسور یعنی یوسِف.
کہا گیا ہے کہ اس میں ہمزہ بھی ہے۔
ا س ل-الأسل: درخت کا لمبا کانٹا۔
اسے الرِّمَاح بھی کہا جاتا ہے۔
رَجُلٌ اَسِیْلُ الخَدِّ: نرم لمبے رخسار والا آدمی۔ کل مُسْتَرْسِلٌ اَسِیْلٌ: ہر ڈھیلا ڈھالا آدمی اسیل ہے۔ اَسُلَ کا باب ظَرُفَ ہے۔
ا س م: شیر کو اُسامہ کہا جاتا ہے اور یہ اسم معرفہ ہے اسے معتل بیان کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں الف زائد ہے۔

اِسْـمٌ: دیکھئے بذیل (س م ا)

ا س ن-الآسِنُ: سڑاند والا پانی جیسے آجن. اَسَنَ کاباب ضَرَبَ ہے۔ اَسِنَ کاباب طَرِبَ ہے۔اس کااسم فاعل اَسِنٌ ہے۔یہ اس کادوسرا تلفظ یالہجہ ہے۔

ا س ا-اَسَاهُ تَاسِيَةً: اس نے اس کی تعزیت کی۔

آساه بماله مؤاساةً: اس نے مال کے ذریعے اس کی دلجوئی کی۔ وَاسَاه: اس کا ایک کمزور لہجہ ہے۔

الأُسوةُ: الف مضموم ومکسور۔ اس کے دو تلفظ ہیں۔یعنی وہ چیز جس سے کسی غم زدہ کی دلجوئی کی جائے۔ اس کی جمع إُسَى (الف مضموم اور مکسور) ہے۔ پھر اس لفظ کو صَبر کے معنوں میں استعمال کیا جانے لگا۔

أتَسَى بِهِ: اس کی اقتداء کرو۔محاورہ ہے کہ:

وَلا تَاتَسْ بِمَنْ لَيسَ لَكَ بِاسْوَةٍ.

یعنی: ''اس شخص کی اقتداء نہ کر جو تیرے لئے نمونہ یامثال نہیں ہے۔''

تَاسَّى بِهٖ: اس نے اس سے تعزیت و دلجوئی پائی۔یعنی اس کو اس سے سکون ملا۔

تَآسَوْ: انہوں نے ایک دوسرے کی دلجوئی کی۔

وَلِيَ فِي فُلانٍ إُسْوَةٌ: (الف مکسور و مضموم دونوں): فلاں شخص میرے لئے نمونہ ہے۔

الأَسَى: (الف مفتوح اور یاء مقصور)۔ علاج اور مداوا۔ یہ حُزن اور دکھ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

الإِسَاء: (الف مکسور اور آخری الف ممدود)۔معالج اور طبیب۔یہ آسِیٰ کی جمع کا صیغہ جیسے الرِّعاء، الراعی کی جمع کا صیغہ ہے۔

اَسَوْتُ الْجُرْحَ: میں نے زخم کا علاج کیا۔اسکاباب عَدَا ہے۔اوراسم مفعول مأسُو ہے اور فعیل کے وزن پر اَسِيّ بھی آتا ہے۔

الآسی: طبیب۔ اس کی جمع رامٍ سے رُماۃ کی طرح اُساۃٌ ہے۔

أسِي علىٰ مُصِيبَةٍ: اس نے ہمدردی کی یادکھ بٹایا۔

اَسِيَ لَهُ: وہ اس کیلئے دکھی ہوا، ہمدردی کا اظہار کیا۔

ا ش ر-الأَشَرُ: شرپسند۔اس کاباب طَرِبَ ہے۔اسم فاعل اَشِرٌ اور أَشْرَان ہے۔قَومٌ أشَارَى: (راء مفتوح) اس کی جمع ہے۔جس طرح سَكْرَانٌ اور اس کی جمع سکارىٰ ہے۔

تَاشِيرُ الأَسْنَان: دانتوں یادندانوں کے

کناروں کا تیز کرنا۔

أَشَرَ الخشبة بالمِنْشَارِ: اس نے آری سے لکڑی کو چیرا۔لفظ منشارِ کی میم مکسور اور لفظ مہموز ہے۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ا ش ش - الأشَاش: (الف مفتوح) الهَشَاش کی طرح۔اس کا مطلب خوشی اور راحت ہے۔حدیث شریف میں ہے: اِنَّ عَلْقَمَةَ ابن قيس كان اذا رَأى مِنْ اَصْحَابِهٖ بَعْضَ الأشَاشِ وَعَظَهُمْ: یعنی حضرت علقمہ بن قیسؒ جب اپنے ساتھیوں کو قدرے خوش یا ہشاش بشاش پاتے تو انہیں وعظ کرتے۔

ا ش ف - الإشفَى: ہمزہ مکسور اور یاء مقصور۔اس کی جمع کا صیغہ اَشَافِي بروزن اثافِي ہے۔جوتے گانٹھنے والی آر۔

ا ص د - الأصِيد: کا دوسرا تلفظ یا لہجہ، یعنی صحن، دہلیز۔

آصَدْتُ البَابَ: (الف ممدود) دوسرا تلفظ اَوْصَدْتُ البَابَ یعنی میں نے دروازہ بند کیا ہے، اسی لئے ابوعمرو نے مُؤْصَدَةٌ کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

ا ص ر - اَصَرَهُ: اس نے اسے روک لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الإصْرُ: (الف مکسور) ذمہ داری۔عہدہ۔ اس کا معنی گناہ اور بوجھ بھی ہے۔

اصطاف: دیکھئے بذیل (ص ی ف)

اصطبح: دیکھئے بذیل (ص ب ح)

اصطبر: دیکھئے بذیل (ص ب ر)

ا ص ط ب ل - الإصطبل: مویشیوں کے باندھنے کی جگہ۔ابوعمرو نے کہا کہ اصطبل عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔

اصطدم: دیکھئے بذیل (ص د م)

اصطرخ: دیکھئے بذیل (ص خ ر)

اصطف: دیکھئے بذیل (ص ف ف)

اصطفق: دیکھئے بذیل (ص ف ق)

اصطفى: دیکھئے بذیل (ص ف ا)

اصطلح: دیکھئے بذیل (ص ل ح)

اصطلى: دیکھئے بذیل (ص ل ا)

اصطنع: دیکھئے بذیل (ص ن ع)

ا ص ل - الاصل: مفرد ہے اور اس کی جمع اُصول ہے۔اس کا معنی جڑ ہے۔کہا جاتا ہے: اَصْلٌ موَصَّلٌ: پختہ مضبوط جڑ۔ استاصله: اس نے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا اور لوگوں کا کہنا کہ لا اصل له ولا فصل کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی حسب نسب نہیں ہے۔فصل کا معنی زبان ہے۔

الأصيل: عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت۔ اس کی جمع کے صیغے اُصُلٌ، آصَالٌ اور اَصَائِلٌ ہیں گویا یہ اصيلة اور اَصلانٌ بروزن بَعِيرٌ: بُعْران کی

طرح کے جمع کے صیغے ہیں۔
آصَلَ: وہ أصيل (وقت) میں داخل ہوا۔
جاءَ مُؤصِلا: وہ اصیل کے وقت آیا۔
رَجلٌ اصيل الرای: صائب الرائے آدمی۔
قَدْ اَصُلَ: وہ اصیل بن گیا۔اس کا باب ظَرُف ہے۔
مَجْدٌ أصيلٌ: صاحب اصالت بزرگی۔
الْأَصَلَةُ: (پہلے دونوں حرف مفتوح) سانپ کی ایک قسم۔حدیث شریف میں دجال کے بارے میں ذکر ہے: وَكَانَ رَاسهُ اَصَلَةٌ: اس کا سر سانپ کی طرح ہے۔

اضطبع: دیکھئے بذیل (ض ب ع)۔
اضطجع: دیکھئے بذیل (ض ج ع)۔
اضطرب: دیکھئے بذیل (ض ر ب)۔
اضطَرَّ: دیکھئے بذیل (ض ر ر)۔
اضطرم: دیکھئے بذیل (ض ر م)۔
اضطغن: دیکھئے بذیل (ض غ ن)۔
اضطمر: دیکھئے بذیل (ض م ر)۔
اضطمّ: دیکھئے بذیل (ض م م)۔
اضمحل: دیکھئے بذیل (ض ح ل)۔
اِفْرِنْدِ: دیکھئے بذیل (ف ر ن د)۔
أفريقيّة: دیکھئے بذیل (ف ر ق)۔

ا ف ف: اسے أفًّا اور أُفَّةً یعنی 'اس کے سر خاک' کہا جاتا ہے۔
أُفَّةٌ اور تُفَّةٌ بھی کہا جاتا ہے، اور أَفَّفَ تَافِيفًا بھی۔جب کوئی اُفّ کہے تو اس کی اصل قول خداوندی: فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ ہے، یعنی والدین کو اُف تک نہ کہو۔
اس کلمے کے یہ چھ تلفظ یا لہجے ہیں:
(۱) أُفَّ
(۲) أُفِّ.
(۳) أُفُّ.
(۴) أُفًّ.
(۵) أُفًّا.
(۶) اُفٍّ.
أُفًّا کو اسی کی اتباع میں تُفًّا بھی کہا گیا ہے۔

ا ف ق-الآفاق: اطراف۔اس کا واحد أُفُقٌ اور أُفْقٌ ہے۔جس طرح عُسُرٌ اور عُسْرٌ ہے۔رَجَلٌ أَفَقِيٌّ (ہمزہ اور فاء دونوں مفتوح) اطراف عالم میں پھرنے والے کو کہیں گے۔بعض لوگ اس کا تلفظ اُفُقِيّ بھی کرتے ہیں اور یہ مبنی بر قیاس ہے۔

ا ف ک-الإفْكُ: جھوٹ، بہتان۔
اَفَكَ يَافِكُ (مضارع فاء مکسور) اس نے تہمت دھری۔
رَجُلٌ اَفَّاكٌ: سخت جھوٹا شخص۔اس کا مصدر اُفْكٌ (الف مضموم) ہے۔

أَفَکَهُ: اس نے اسے کسی چیز سے موڑا۔
اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ ان معنوں میں
قول خداوندی ہے: أجِئتَنَا لِتَافِکَنَا
عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ آبَاءَ نَا: کیا تو
ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس
راستے سے موڑے جس پر ہم نے اپنے
آباء کو پایا ہے۔
وائتفکتِ البَلْدَةُ بِاَهْلِهَا: بستی
اپنے باسیوں سمیت الٹ گئی۔
والمؤتفکاتُ: وہ بستیاں جنہیں اللہ
تعالیٰ نے قوم لوط پر الٹ دیا تھا۔
المؤتفکاتُ: ایسی ہواؤں کو بھی کہتے
ہیں جن کے رُخ بدلتے رہتے ہیں۔
المأفُوْلُ، المافُوْنُ: ضعیف العقل اور
ضعیف الرائے شخص۔ قول خداوندی ہے:
یُؤفِکُ عَنهُ مَن أُفِکَ: مجاہدؒ نے اس
کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ: یُؤفَنُ عنه
من أُفِقَ: یعنی اس دین ہدایت سے اسی کو
موڑا جاتا ہے جس کی عقل ماری گئی ہو۔
ا ف ل - أفَلَ: غائب ہوا۔ اسکا باب دَخَلَ
اور جَلَسَ ہے۔
اَقَاحَ: دیکھئے بذیل (ق ح ا)۔
اُقحوَان: دیکھئے بذیل (ق ح ا)۔
أ ق ط - الأقِطُ: بروزن الکَتِفُ: مشہور
نام ہے۔ شاید کسی شعر میں بھی استعمال ہوا
ہے۔ اس کا معنی خشک دودھ ہے جو پکایا
جاتا ہے یعنی پنیر۔
أقت: دیکھئے بذیل (و ق ت)۔
ا ک د - التاکید: توکید کا دوسرا لفظ یا
لہجہ ہے بمعنی پختہ کرنا اور یقینی بنانا۔ قَدْ
اکّد الشیئَ: اس نے بات کو یقینی بنایا۔
وَکّدَهُ: (واؤ کے ساتھ) زیادہ فصیح ہے۔
ا ک ر - الأَکَرَةُ: (پہلے دو حرف
مفتوح)، یہ اکّار (کاف مشدد) کی جمع
کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہل جوتنے والا
کسان ہے۔
ا ک ف - اکاف: اور وکاف،
الحمارُ ووکافُهُ: گدھا اور اس کا
پالان۔ اس کی جمع اُکُفٌ ہے۔
قَدْ اکَفَ الحِمَارَ واَوْکَفَهُ: اس نے
گدھے پر پالان کسا۔
ا ک ل - اکل الطعامَ: اس نے کھانا
کھایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مأکلاً:
کھانا۔ الأَکْلَةُ: (ہمزہ مفتوح) ایک
وقت کا کھانا جس سے انسان سیر ہو جائے۔
الأُکْلَةُ: (ہمزہ مضموم) ایک نوالہ یا لقمہ
اسے القُرصَة بھی کہتے ہیں۔
الإِکْلَةُ: کھانا کھانے کی حالت۔
جیسے الجِلسَة اور الرِّکبَة ہے۔
الأُکُلُ: کھجور کے درخت کا پھل۔ ہر
خوردنی چیز اُکُلُ ہے۔ ان معنوں میں قول
خداوندی ہے: اُکُلُهَا دائمٌ: یعنی وہاں

(جنت) کے کھانے دائمی ہوں گے۔
رَجُلٌ اُکَلَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: بہت زیادہ کھانے والا پیٹو انسان۔ صاحب کتاب نے اسے ش ر ب کے ذیل میں بھی بیان کیا ہے۔
آکَلَهُ اِیکَالًا: اس نے اسے کھانا کھلایا۔
آکَلَهُ مُؤاکَلَةً: اس نے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس طرح یہ اَفْعَلَ اور فَاعَلَ کے ہم شکل ہو گئے۔ اسے وَاکَلَ نہیں کہنا چاہئے۔ (یعنی الف کی بجائے واؤ کے ساتھ)۔ محاورہ ہے کہ اَکَلَتِ النارُ الحَطَبَ: آگ نے ایندھن کو جلا دیا۔
آکَلَهَا غیرُها الحطبَ: کسی اور نے آگ کو ایندھن کھلا دیا۔
المَاکِل: کمائی۔
المَاکَلَةُ: (کاف مفتوح اور مضموم) وہ جگہ جہاں سے کوئی کھائے۔ کہا جاتا ہے کہ اتخذتُ فُلَانًا مأکُلَةً: میں فلاں کے ہاں سے کھاتا ہوں۔
الأکُولَةُ: وہ بکری جو چرنے چگنے کے لئے چھوڑ دی جائے اور فربہ ہو جائے۔ البتہ الأکِیلَةُ کا معنی کھانا یا خوراک ہے۔ کہا جاتا ہے: هِيَ اکِیلَة السَّبُع: یعنی یہ درندوں کی خوراک ہے۔ اس پر ۃ داخل ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ نام کے غلبے یعنی کثرت استعمال کے باعث مفعول ہے۔

الأکِیلُ: وہ شخص جو مجھے کھلائے۔ اس کے لئے لفظ آکِلٌ بھی استعمال ہوتا ہے۔
قَدْ اِئْتَکَلَتْ وتَاَکَّلَتْ اَسْنَانُهُ: اس کے دانتوں کو کیڑا لگ گیا۔ یَسْتَأکِلُ الضُّعَفَاءُ: وہ غریبوں، مسکینوں اور کمزوروں کے مال چھین کھاتا ہے۔
ا ل ا – أَلَا: آغازِ کلام کے لئے حرف تنبیہ مثلاً: اَلا اِنَّ زَیْدًا خارِجٌ: یعنی خبردار! جان لو کہ زید باہر جا رہا ہے۔
اِلَّا: حرف استثناء ہے۔ پانچ اسباب کے باعث یعنی پانچ مواقع پر اس حرف کو استثناء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱) ایجاب کے بعد؛
(۲) نفی کے بعد؛
(۳) مُفَرَّغ؛
(۴) مقدم اور؛
(۵) منقطع۔

استثناء منقطع کے بعد یہ لفظ لٰکن کے معنوں میں آتا ہے۔ کیونکہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ اسے اِلَّا کے ذریعے بیان کیا جائے۔ اگر اعراب میں اسے اور اس کے بعد عبارت کو غیر جنس بنایا جائے اور اِلَّا کے بعد والے اسم کو اِلَّا سے ماقبل والے اسم کا تابع بنایا جائے تو پھر یوں کہیں گے: جاء القَوْمُ اِلَّا زیدٌ: یعنی ساری قوم آ گئی لیکن زید نہیں آیا۔ اس

کی مثال قول خداوندی ہے: "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" یعنی زمین و آسمان میں اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو فساد پڑ جاتا، یعنی زمین و آسمان کا نظام بگڑ جاتا۔ عمرو بن معدیکرب کا شعر ہے:

وَكُلُّ اَخٍ مُفَارِقُهُ اَخُوهُ
لَعَمْرُ اَبِيكَ اِلَّا الْفَرْقَدَانِ

"مجھے تیرے باپ کی جان کی قسم کہ دُبّ اکبر کے دو روشن ستارے الفرقدان کے سوا ہر بھائی اپنے بھائی کو چھوڑ کر رہے گا۔"

گویا شاعر نے یہاں اِلّا کو غَيْرَ کے معنوں میں استعمال کیا ہے اگر اِلّا کی اصل استثناء ہو تو پھر صفت عارضی ہوتی ہے اور اگر غَيْرُ کی اصل صفت ہو تو بھی استثناء عارضی ہوتی ہے۔

اِلَّا: (واؤ) کی طرح عاطفہ بھی ہو سکتا ہے مثلاً: شاعر کا یہ قول:

فَاَرىٰ لَهَا دَارًا بِاَغْدِرَةِ السِّيـ
ـدَانِ لَمْ يَدْرُسْ لَهَا رَسْمٌ
اِلَّا رَمَادًا هَامِدًا دَفَعَتْ
عَنْهُ الرِّيَاحُ خَوَالِدٌ سُحْمٌ

"میں مقام اغدرۃ السیدان میں محبوبہ کے گھر کے آثار اس طرح دیکھتا ہوں کہ ابھی تک اس کے نشان پرانے ہو کر مٹ نہیں گئے اور چولہے کی بجھی ہوئی راکھ موجود ہے۔ سیاہ پہاڑوں نے ہوا کو اس تک پہنچنے سے دور رکھا ہے اور بکھرنے نہیں دیا ہے۔"

گویا یہاں شاعر نے اِلّا کو واؤ عاطفہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

ا ل ت – أَلَتَهُ: اسے کم کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ا ل س – إلياس: عجمی نام ہے۔

ا ل ف – الألف: ہزار، اسم عدد ہے، مذکر ہے۔ کہا جاتا ہے: اَلْفٌ وَاحِدٌ: ایک ہزار، اَلْفٌ واحدة نہیں کہا جاتا۔

هٰذا الفٌ اَقْرَعُ: یہ پورا ایک ہزار ہے، اور قَرْعَاءُ یعنی پوری ایک ہزار نہیں کہا جاتا یعنی مؤنث کا صیغہ استعمال نہیں ہوتا۔ ابن السکیت نے کہا ہے کہ اگر یوں کہیں: هٰذا الف اور اس سے مراد ہزار درہم لیں تو یہ جائز ہے۔

اس کی جمع اُلُوفٌ اور آلافٌ ہے۔

الإلْفُ: (الف مکسور) اُنس، مانوسیت، محبت و پیار۔

الأَلِيفُ: پالتو، کہتے ہیں حَنَّتِ الإلف الى الإلف: یعنی دل کو دل سے راہ۔

الأليف کی جمع أَلائف ہے جس طرح تَبِيع کی جمع تَبَائِع ہے اور آلِفٌ کی جمع الأُلَّافُ ہے۔ جیسے کَافِرٌ کی جمع کُفَّارٌ ہے۔

فُلانٌ قَدْ أُلِفَ، هٰذا الْمَوْضِعَ:

(الف مکسور)۔ فلاں شخص کا اس جگہ سے دل لگ گیا ہے یعنی وہ اس جگہ کے ساتھ مانوس ہو گیا ہے۔ اس کا مضارع یَاْلَفُ ہے اور اِلفًا (الف مکسور) اس کا مصدر ہے۔
آلَفَهُ اِيَّاهُ غَيرُهٗ: کسی اور نے اسے مانوس کر لیا۔ اَلَفْتُ الموضعَ اُولفهُ ایلافًا بھی کہتے ہیں، تو گویا اس طرح فعل ماضی میں اَفْعَلَ اور فاعَلَ کی ایک ہی صورت بن گئی۔ اَلَّفَ بين الشيئين: اس نے دو چیزوں کو یکجا کر دیا، فتَالَّفَا وَ اْتَلَفا تو وہ یکجا ہو گئیں یا جڑ گئیں۔ کہتے ہیں الف مؤلّف یعنی اکٹھا ایک ہزار۔
تـالّـفهُ على الاسلام: اس نے اسے اسلام کی طرف راغب کیا۔ اسی سے مؤلفة القلوب کی اصطلاح بنی ہے یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کو راغب اور مائل کرنا مطلوب ہو۔ قول خداوندی ہے: لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اِيْلَافِهِمْ: خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے قریش مکہ کی تالیف کے لئے اصحاب الفیل ابرہہ کے لشکر کو ہلاک کیا اور قریش کی تالیف کے لئے سردیوں اور گرمیوں کو آسان بنایا۔ جب ایک سفر سے فارغ ہوں تو دوسرا سفر کریں۔
یہاں فَرِغُوا من ذه اخذوا فی ذه: اسی طرح ہے جس طرح ضَرَبْتُهٗ لکذا لِکذا بغیر واؤ کے ہے۔
ا ل ق – تالَّقَ البَرقُ: بجلی چمکی۔ اِئْتَلَقَ بھی مستعمل ہے۔
ا ل ل – الإلُّ: (الف مکسور) بمعنی اللہ عزّوجلّ۔ یہ لفظ عہد اور قرابت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔
ا ل م – الألَمُ: دکھ، تکلیف اور درد۔ قَدْ اَلِمَ: اسے دکھ ہوا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
تالَّم: وہ دکھی ہوا۔ الإيْلام: دکھ دینا۔ الإلِيْم: دکھ دہ یا تکلیف دہ۔ اس کی مثال: سَمِيْعٌ بمعنی مُسْتَمِعٌ ہے۔
ا ل ہ – اَلَهَ، يَالَهُ: الاهَةً: (دونوں صیغوں میں لام مفتوح) اس نے پرستش کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں معنوں میں قرآن کی آیت کو: وَيَذَرَكَ الاهَتَكَ: پڑھا ہے۔ یعنی تیری عبادت۔ وہ فرماتے تھے کہ فرعون کی پرستش ہوتی تھی۔ ہمارا لفظ 'اللّٰه' اسی سے مشتق ہے، جو اصل میں فعال (بمعنی مفعول) کے وزن پر اِلاۃ تھا کیونکہ خدا کی ذات معبود ہے یعنی اس کی پرستش ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارا لفظ اِمَامٌ ہے جو مؤتم بہ کے معنوں میں ہے۔
اِلاۃ: پر جب اَلْ داخل ہوا تو کثرت استعمال سے تخفیف کے پیش نظر ہمزہ

حذف ہو گیا۔ اگر یہ حرف عوض ہوتے تو معوض کے ساتھ الإلہ میں جمع نہ ہوتے۔ اس نام کی عظمت اور فخامت کے پیش نظر ندا میں ہمزہ کٹ گیا۔ میں نے ابو علی النحوی کو کہتے سنا ہے کہ الف اور لام عوض ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ قسم اور ندا میں لام تعریف پر داخل ہونے والی ہمزہ موصولہ کو **قطع** کرنا جائز ہے۔ یہ بات لوگوں کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے: **افاللہ لتفعلَنَ** اور **یااللہ اغفرلی**: کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اگر الف لام عوض نہ ہوتے یہ ندا اور قسم میں برقرار نہ رہتے جیسے کہ غیر عوض اسم سے پہلے برقرار نہیں رہتے۔ انہوں نے کہا کہ لزوم حرف کے لئے غیر عوض ہونا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے **الّذی** اور **الّتی** کے ہمزہ کا **قطع** کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اس کا غیر عوض ہونا اس لئے بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ ہمزہ مفتوح ہے اگرچہ موصولہ ہے جس طرح **آیْمُ للّٰہِ** اور **اَیْمَنَ اللّٰہ** میں جائز نہیں کیونکہ یہ ہمزہ وصل ہے اور مفتوح ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بھی جائز نہیں کہ ایسا کثرت استعمال کے باعث ہو کیونکہ اس سے ہمزہ کو اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی قطع کرنا واجب ہو جاتا ہے، ایسا کسی خاص مقصد کے لئے ہے جو صرف اسی جگہ کے لئے مخصوص ہے، دوسری جگہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ اور اس مقصد و معنی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ معوض حرف محذوف ہو جو یہاں حرفِ فاء ہے۔

سیبویہ نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ اللہ کی اصل '**لاھا**' ہو سکتی ہے جس کا ذکر ہم ان شاءاللہ بعد میں کریں گے۔

اِلَاھَـــۃُ: سورج کا ایک نام ہے۔ یہ غیر منصرف ہے اور بغیر الف لام ہے۔ شاید اس کو منصرف بنایا گیا ہو، اور اس پر الف لام داخل کر لیا گیا ہو۔ اور اس طرح اس کو **الإلَاھَۃ** بنایا گیا ہو۔ ابو علی نے مجھے یہ مصرعہ سنایا:

وَاَعْجَلْنَا الإلَاھَـــۃ أن تَئُوبَـــا

''ہم نے سورج کو جلدی میں ڈال دیا کہ لوٹ آئے۔''

ان معنوں میں غالب کا یہ حسب حال شعر ہے:

''زحید ایم من و تو زما عجب نہ بود
گر آفتاب سوئے خاوراں بگر دانیم''

اس لفظ پر الف لام کے داخل ہونے اور ساقط ہونے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک مثال **نَسْر** اور **الـنَّسْرُ** کی ہے جو ایک بت کا نام ہے۔ یعنی ان لوگوں نے اس کی تعظیم اور پرستش

عبادت کے پیش نظر اس کا نام إلٰهَةُ رکھ دیا۔ بتوں کا نام الآلِهةُ اس لئے رکھا گیا کہ مشرکین کا یہ اعتقاد تھا کہ بت عبادت و پرستش کے لائق اور حقدار ہیں۔ اور ان بتوں کے نام مشرکین کے اعتقاد کی متابعت میں رکھے گئے تھے گویا بتوں کے نام مشرکین کے اعتقادات کا مظہر تھے ورنہ خود بتوں میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔

التاليه: عبادت و پرستش کرنا۔

التألُّه: عبادت گزار ہونا اور رسوم عبادت کا پابند ہونا۔

اَلِـهَ: وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے اور اس کی اصل وَلِـهَ يُوْلَهُ وَلهًا ہے۔

أ ل ا—أَلَا: اس کا باب عَدَا ہے اور معنی: وہ قاصر ہوا۔ فُـلانٌ لَا (يـألوكَ) نُصْحًا: فلاں شخص نے تیری خیرخواہی میں کوتاہی کی۔ اس کا اسم فاعل آلٍ ہے۔

الآلاء: نعمتیں، واحد کا صیغہ إلَـى (لام مفتوح) ہے۔ لام کو مکسور بھی پڑھا جاتا ہے۔ اسے مِعًى (امعـاء) کی طرح یاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

آلَى، يُوْلِي اِيْلاءً: قسم کھانا۔

تألّي اور اِئتلٰی کا بھی یہی معنی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: وَلَا يَاتَلِ أُوْلُوْا الْفَـضْلِ مِنكُمْ: میں بھی یہی لفظ آیا ہے۔

الأَلِيَّةُ: قسم، اس کی جمع اَلَايَا ہے۔ دُنبچی۔

اَلاَلْيَةُ: (الف مفتوح) اَلْيَـةُ الشـاةِ: بکری کی دم اور دنبی یا دنبے کی چکّی اسے اِلْيَـةُ نہیں کہنا چاہئے۔ اس کی جمع اَلَايا اور تثنیہ اَلْيَانِ (بغیر تائے تانیث کے) ہے۔

ا ل ی—اِلٰی: حرف جر ہے۔ یہ حرف مقصد کے آغاز کو انتہا تک پہنچانے کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی یوں کہنا کہ: خَرَجْتُ مِنَ الكوفة إلىٰ مكّةُ میں اِلیٰ سے مراد مکہ میں داخل ہونا، وہاں پہنچ جانا اور داخل نہ ہونا سب جائز ہے۔ کیونکہ لفظ انتہاء میں آغاز حد اور انتہائے حد دونوں شامل ہیں۔ البتہ اس حد سے بڑھنا منع ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اِلٰی کا لفظ عِنْدَ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہو مثلاً: الزود الى الزّود (زود کے ساتھ زود مل کر) اونٹ ہوتے ہیں۔

زود کا لفظ تین سے لے کر تیس تک کے عدد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اِبل کی اصطلاح کا اطلاق زود کے ساتھ زود اُونٹ ملا کر اونٹوں کے گلّے پر ہوتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْـوَالَهُمْ اِلٰى اَمْوَالِكُمْ: "یتیموں کی جائداد کو اپنی جائداد کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔" دوسرا

قول خداوندی: مَنْ اَنصَارِیْ اِلَی اللّٰہ: اور اِذَا خَلَوْا اِلیٰ شَیٰطِیْنِھِمْ: دونوں جگہ الی مَعَ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

الیاس: دیکھئے بذیل ا ل س۔

امان و امانی: دیکھئے بذیل م ن ا۔

ا م ت – الاَمْتُ: بلند جگہ۔ ابوعمرو نے اس کا معنی چھوٹے چھوٹے ٹیلے بتایا ہے۔ قول خداوندی ہے: لا تَری فیھا عِوَجًا وَلا اَمْتًا: تمہیں اس میں کوئی موڑ اور ٹیلہ نظر نہیں آئے گا یعنی نشیب و فراز نہیں ہوگا۔

ا م د – الاَمَدُ: پہلے دو حرف مفتوح بمعنی انتہاء، دوران۔

ا م ر: کہا جاتا ہے کہ اَمْرُ فُلَانٍ مستقیمٌ وَامورہُ مستقیمۃٌ: یعنی فلاں شخص کا معاملہ یا معاملات درست ہیں۔ اس کی جمع اَوَامِر ہے۔

اَمَرَہُ کے معنی کَثَّرَہُ بھی ہیں۔ یعنی اس نے اسے بہت دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ یہی معنی اس حدیث میں ہے: خَیْرُ المَالِ مُھْرَۃٌ (مَامُوْرَۃٌ) اَسکۃٌ مَابُوْرَۃٌ: یعنی بہترین مال زیادہ بچے دینے والی بچھیری ہے یا بار آور کھجور کے درختوں سے بھرا ہوا راستہ ہے۔

آمَرَہُ: کا معنی بھی "اس نے اسے بہت دیا" ہے۔

اَمِرَ: زیادہ ہوا یا بڑھا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے، لہٰذا یہ عَلِمَ اور اعلمتہُ کی نظیر بن گیا۔ یعقوب کا کہنا ہے کہ: ابوعبیدہ کے بغیر کسی نے بھی اَمَرَہُ کو کَثَّرَہُ کے معنوں میں نہیں سمجھا یا کہا (یعنی ثلاثی باب میں اَمَرَہُ کو کَثَّرَہُ کے معنوں میں استعمال نہیں کیا)۔ بلکہ اسے ان معنوں میں رباعی فعل قرار دیا ہے حتیٰ کہ اخفش نے کہا کہ مَامُوْرَۃٌ ازدواج کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس کی اصل مُخْرَجَۃٌ کی طرح مُؤْمَرَۃٌ ہے۔ اسی طرح عورتوں سے شادی کے معاملے میں کہا کہ:

اِرْجِعْنَ مَازُوْرَاتٍ غَیْرَ ماجوراتٍ:

ازدواج سے مقصود عورتوں کا خانہ دار عورتوں کی طرح رہنا ہونا چاہئے نہ کہ اجرت پر ازدواجی تعلق قائم ہونا چاہئے۔

مَازُوْرات کی اصل مَوْزو رات ہے۔ اور یہ لفظ وزر سے مشتق ہے۔ قول خداوندی ہے: اَمَرْنَا مُتْرَفیھا: یعنی ہم نے انہیں اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا تو انہوں نے نافرمانی کی۔ ہوسکتا ہے اس لفظ کی اصل الاِمَارۃ ہو۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اصول لغت و تفسیر میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ اَمَرْنَا بطور مخفف اور فعل متعدی ان معنوں میں آیا ہو کہ اس کا مطلب "اس نے ان کو امیر بنا

دیا ہو۔

الإمْرُ: اَصر شدید کی طرح ہے (یعنی سخت بوجھ) اور اس کا معنی عجب یا عجیب بھی کہا گیا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: **لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا:** یعنی تو (حضرت خضرؑ) نے عجیب حرکت کی ہے۔

الأمیر: صاحب امر، حکمران۔

اَمَرَ یَامُرُ: (میم مضموم) **اَمْرَةً** (الف مکسور) اس کا اسم فاعل اَمِیْرٌ اور مؤنث کا صیغہ علامت تانیث لگ کر اَمِیْرَةٌ بن گیا۔

اُمَرَ یَامُرُ (میم مضموم) **إمَارَةً** (الف مکسور) کا معنی ومطلب بھی یہی ہے۔

اَمَّرَهُ تَامِیْرًا: اس نے اسے امیر بنادیا۔ اور **تاَمَّرَ عَلَيْهِم:** وہ ان کا امیر بن بیٹھا یا ان پر مسلط ہوگیا۔

آمَرَهُ فِی کَذا (مُؤامَرَةً): اس نے فلاں معاملے میں اس سے مشورہ کیا، یا اسے مشورہ دیا۔ لوگ عامی لہجے میں آمَرَهُ کی بجائے وَامَرَهُ کہتے ہیں۔

ائتمر الأمر: اس نے حکم نافذ کیا۔

إئتَمِرُوا بِهِ: اس کا اہتمام کرو، یا اسے اہمیت دو اور باہم مشورہ کرو۔

الإئتمار اور **الاستئمار:** مشورہ کرنا، اسی طرح **التَّأمُرُ** بروزن تفاعُل ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ قول خداوندی: **وَأْتَمِرُوا بَیْنَکُم بِمَعْرُوفٍ:** کا مطلب تم نیکی کے کاموں میں باہم مشورہ کیا کرو۔ اور **الأَمَارَةُ، الأَمَارُ** (دونوں مفتوح) کا معنی علامت اور وقت ہے۔

ا م س — اَمْسِ: التقاء ساکین کے پیش نظر آخری حرف کو متحرک کردیا گیا۔ بعض عرب اسے مبنی برکسرہ اسم معرفہ قرار دیتے ہیں۔ اور بعض عرب معرّب اسم معرفہ بتاتے ہیں۔ مجموعی لحاظ سے تمام عرب اسے معرب اسم نکرہ مضاف اور معرف باللام قرار دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: **کُلّ غَدٍ صَائِرٌ اَمْسًا:** یعنی ہر آنے والا کل گزشتہ کل میں بدل جانے والا ہے۔ اور **مَضٰی اَمْسُنَا:** ہمارا کل گزر گیا۔ نیز **ذَهَبَ الأمْسُ المبارک:** کل کا مبارک دن گزر گیا۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ ضرورت شعری کے تحت: **مُذ اَمَسَ** (س مفتوح) استعمال ہوا ہے۔

غَدٌ، البَارِحَةُ، کیفَ، اَینَ، متٰی، ای، مَا اور **عندَ:** اسمائے مشہورہ یعنی اعلام اور جمعہ کے علاوہ ہفتے کے دنوں کے ناموں کی طرح ہی أمسِ کا بھی اسم تصغیر نہیں بن سکتا۔

امسلة: دیکھئے بذیل س ی ل.

امضحلّ: دیکھئے بذیل ض ح ل.

ا م ل — الأَمَلُ: امید، توقع۔ کہا جاتا ہے:

أَمَلَ خَيْرَهُ يَأْمُلُ (میم مضموم) أَمَلًا (ابتدائی دوحرف مفتوح): اس نے بھلائی کی امید رکھی۔

أَمَّلَهُ تَأْمِيْلًا: اس نے اسے امید دلائی۔

تَأَمَّلَ: اس نے غور وفکر یا سوچ بچار کیا۔

ا م م - أُمُّ الشَّيْءِ: کسی چیز کی اصل۔ مَكَّةُ أُمُّ القُرىٰ: مکہ بستیوں کی اصل ہے۔

الأُمُّ: ماں۔ اس کی جمع اُمَّاتٌ ہے۔ اُمّ کی اصل اُمَّهَةٌ ہے۔ اسی کے باعث اس کی جمع اُمَّهَاتٌ بتائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُمَّهَاتٌ تو انسانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور الأُمَّات مویشیوں اور جانوروں کیلئے۔ کہتے ہیں: مَا كُنْتِ أُمًّا وَلَقَدْ أَمَمْتِ: (الف مفتوح) تو ماں تو نہ تھی لیکن بن گئی ہے۔ اس کا باب ردّ يَرُدُّ ہے۔

اُمُوْمَةٌ: مامتا۔ الأُمّ کا اسم تصغیر اُمَيْمَةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: يَا أُمَّتِ لَا تفعلي وَيَا اَبَتِ اِفْعَلْ: یعنی اے میری ماں ایسا نہ کر، اور اے میرے باپ کر لے۔ ان کلمات میں علامت "تاء" کو یاء اضافت کا عوض اور بدل بناتے ہیں اور تانیث کی ۃ پر وقف کرتے ہیں۔ بول چال میں یہ عام محاورے ہیں۔

رَئِيسُ القَوْمِ اُمُّهُمْ، اُمُّ النَّجُوم المَجَرَّةُ، أُمُّ الطَّرِيْقِ معظمہ اور أُمّ الدِّمَاغ الجِلْدَةُ التي تجْمَع الدماغ: یعنی قوم کا رئیس (سردار) ان کی ماں ہوتا ہے۔ ستاروں کی ماں کہکشاں ہے۔ راستے کی ماں اس کا بڑا حصہ ہے۔ اور دماغ کی ماں کھال ہے جو دماغ کو اکٹھا جوڑے رکھتی ہے۔ اُمُّ الرّاس بھی کہا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ: محکمات آیتیں ہی کتاب اللہ کی اصل ہیں۔ اس مفہوم کے لئے کسی نے بھی امّ کی جگہ اُمّهات نہیں کہا کیونکہ یہ کہنا بطور حکایت ومحاورہ ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ: لَيْسَ لِيْ مُعِيْنٌ یعنی میرا کوئی مددگار نہیں تو آپ کہیں کہ نَحْنُ مُعِيْنُكَ: ہم تمہارے مددگار ہیں۔ گویا آپ نے یہ بات حکایۃً یا محاورۃً کہی۔ اسی طرح قول خداوندی ہے: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا: اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔

الأُمَّةُ: جماعت۔ اخفش نے کہا کہ یہ کلمہ لفظاً تو واحد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ حیوانات کی ہر جنس کو ان کی اُمّة کہہ سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَوْلَا اَنَّ الكِلَابَ اُمَّةٌ مِنَ الأُمَمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا: یعنی اگر کتے دوسرے (حیوانات کی) امتوں کی طرح ایک امت نہ ہوتے تو میں انہیں مار ڈالنے کا حکم دیتا۔

الأُمَّةُ: طریق کار اور دین۔ کہا جاتا ہے کہ:

فُلانٌ لاأُمَّةَ لَهُ وَلا نِحْلَةَ: یعنی فلاں شخص کا کوئی دین وایمان نہیں ہے۔

قول خداوندی ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ: تم بہترین امت ہو۔ اخفش نے کہا کہ حدیث میں مذکور لفظ اُمّۃ سے مراد امّت کے لوگ ہیں یعنی تم بہترین اہل دین ہو۔

الأُمَّةُ: کا معنی وقت بھی ہے۔

قول خداوندی ہے: وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ: اور اسے کچھ وقت یا مدت کے بعد یاد آیا یہ دوسرا قول خداوندی ہے: وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ: یعنی اگر ہم ان پر سے عذاب کو ایک معین مدت تک کے لئے مؤخر کردیں۔

الأَم: (الف مفتوح) قصد اور ارادہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: أَمَّهُ اس کا باب رَدَّ ہے۔

ائْتَمَّهُ تَامِيمًا اور تَأَمَّمَهُ کے معنی ہوں گے: اس نے قصد کیا۔

أَمَّهُ: کا معنی: اس نے اسے زخمی کردیا (یا سر پھوڑ دیا) بھی ہے۔ اور دماغ کے درمیان صرف ایک ہلکی سی جھلی باقی رہ گئی ہو۔

أَمَّ القَوْمَ فِي الصَّلٰوةِ: اس نے نماز میں جماعت کی امامت کی۔

يَؤُمُّ اس کا مضارع ہے۔ اس کا باب رَدَّ يَرُدُّ ہے۔

إمَامَة: امامت کرنا۔ أتَمَّ بِهِ: اس نے اقتداء کی۔

الإمَامُ: زمین یا راستے کا کھلا حصہ یا رقبہ۔

قول خداوندی ہے: وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ: یہ دونوں شہر کھلے راستے پر واقع تھے۔

الإمامُ: وہ شخص جس کی اقتداء کی جائے۔ اس کی جمع ائمّة ہے۔ قرآنی آیت یوں پڑھی گئی ہے:

فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ: کفر کے سرغنوں کو قتل کردو۔

أَئِمَّةَ الكُفْر: میں أئمة میں دو ہمزہ ہیں۔

أمَامَهُ: اس کے سامنے، قول خداوندی ہے: وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ: میں حضرت حسن نے 'امام مبین' کو کتابِ مُبِین کہا ہے۔

تَأَمَّمَ: ماں بنانا۔

أمْ: (میم خفیف) جملہ استفہامیہ میں حرف عطف بمعنی یا ہے۔ یہ دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ایک ہمزہ استفہام کے ساتھ معادلہ کے لئے بمعنی کون ہے اور دوسرا استعمال بَلْ یعنی بلکہ کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اور یہ سارے معانی اس کی اصل میں

موجود ہیں۔

ا م ن-الأمانُ :اور الأمَانَةُ :ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

قَدْأمن: وہ بچ رہا۔ اس کا باب فَهِمَ اور سَلِمَ ہے۔ اور مصدر و أمَانًا اور أمانَةً ہے۔

(دونوں جگہ ہمزہ مفتوح) اور اس کا اسم فاعل آمِنٌ ہے۔

آمَـنَـهُ غَيْرُهُ: (امن اور امان سے مشتق ہے) یعنی اسے کسی دوسرے نے امان دی۔

الإيْمـان: تصدیق کرنا۔ اللہ تعالیٰ ان معنوں میں المُؤمِنُ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان پر ظلم کرنے سے امان دی ہے۔

آمَنَ کی اصل أأمَنَ ہے جس میں دو ہمزہ ہیں۔ دوسری ہمزہ کو لیّن کر کے الف بنا دیا گیا ہے۔ اسی سے المُهيمن کا لفظ بھی مشتق ہے جو اصل مُؤامِنٌ تھا۔ دوسری ہمزہ کو لیّن کر دیا گیا اور کراہت کے سبب اس کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا کہ دو ہمزہ اکٹھے آئے تھے۔ اور پہلی ہمزہ کو ہاء میں تبدیل کر دیا گیا جیسے لوگوں نے اَرَاقَ المـاء کو هَرَاقَ پڑھا ہے۔

الأمْنُ: خوف کی ضد اور الأمَنَةُ بمعنی امن وامان، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہی لفظ قول خداوندی: أمَنَةً نُعَاسًا: میں آیا ہے۔ نُعَاس بمعنی اونگھ۔ الأمَـنَـةُ اسے بھی کہتے ہیں جو ہر شخص پر اعتماد کرے اسی طرح الأُمَنَةُ بروزن الهُمَزَةُ ہے۔ أمِنَهُ علی کَذَا: اس نے اسے اس شرط پر امان دی۔ أتُمَنَهُ: کا بھی یہی مطلب ہے۔ قرآن کی آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: مَالَکَ تَأمَنَّا عَلٰی يُوْسُفَ: یہاں تَأمَنَّا کو ادغام اور اظہار کے مابین پڑھا گیا ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ یہاں ادغام زیادہ بہتر ہے۔ یہ کہتے ہیں أتُمِنَ فُلَانٌ میں اسے فعل مجہول سمجھا گیا ہے۔ اگر اسے مبتدا بنائیں تو دوسری ہمزہ واؤ بن جاتی ہے۔ اور یہ سب صیغے اصل میں ہیں۔ اِسْتَأمَنَ علیه: اس نے امان طلب کی یا اس کی امان میں آیا۔ قول خداوندی ہے: هٰذا البَلَدِ الأمِيْن: اس امن والے شہر کی قوم۔ اخفش نے کہا کہ اس سے مراد بَلَدٌ آمِنٌ ہے۔ یعنی امن والا شہر۔ انہوں نے کہا کہ دعا میں الأمين اور المامون کے کلمات مدّ اور قصر دونوں طرح کہے گئے ہیں۔ البتہ میم کو مشدّد کرنا غلط ہے۔ ان کلمات کے معنی ہیں: ایسا ہی ہو۔ یہ کلمہ مبنی پر فتحہ ہے جس طرح أيْنَ اور كَيْفَ ہے - یہ اس لئے تا کہ اجتماع ساکنین نہ ہوں، یعنی دو ساکن اکٹھے نہ ہوں۔ اسی مادے سے اَمَّنَ تَامِيْنًا بھی

ہے بمعنی اس نے امان دی۔
ا م ہ—الأمَةَ: بھول چوک۔ اَمِهَ کا باب طَرِبَ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے آیت: وَادَّكَرَ بَعْدَ اَمَهٍ پڑھا ہے۔ بجائے اُمَّة کے، البتہ امام زہری کی حدیث میں جو اَمِهَ آیا ہے، اس کے معنی اَقَرَّ اور اعْتَرَفَ ہے۔ یعنی اس نے اقرار کیا اور اعتراف کیا۔ یہ غیر معروف اور غیر معروف لغت یا لہجہ وتلفظ ہے۔
الأُمَّهَةُ: اس کی اصل اُمّ ہے جس کی جمع اُمّهاتٌ اور اُمَّاتٌ ہے۔
ا م ا—الأَمَةُ حُرَّةٌ کی ضد یعنی باندی یا لونڈی۔ اس کی جمع اِمَاءٌ، آمٌ بروزن عَامٌ اور اِمْوَان بروزن اخوان ہے۔ یہ لفظ اُمُوّت یعنی غلامی کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اِمَّا (الف مکسور، میم مشدّد) حرف عطف ہے بمعنی اَوْ یعنی یا۔ یہ لفظ اَوْ کے تمام احکام میں اس کے برابر ہے سوائے ایک صورت کے اور وہ یہ کہ آپ 'اَوْ' کہہ کر بات یقین کے ساتھ شروع کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد شک لاحق ہوتا ہے۔ لیکن اِمَّا کہہ کر تو آپ بات شروع ہی شک سے کرتے ہیں، البتہ اِمَّا کے ساتھ کلام شروع کرنے میں 'اِمَّا' کو دہرانا ضروری ہوتا ہے مثلاً: آپ یوں کہتے ہیں: جَاءَنِی اِمَّا زَیْدٌ واِمَّا عمروٌ: رہی بات کہ لوگ اِمَّا کو بطور جزا استعمال کرتے ہیں مثلاً اِمَّا تَاْتِنِیْ اُكْرِمْكَ تو یہاں اِمَّا دراصل اِنْ حرف شرط اور مَا زائد ہے۔ یعنی اگر تم میرے پاس آؤ گے تو میں تمہارا اکرام کروں گا۔ قول خداوندی ہے: اِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا: یعنی اگر تجھے کوئی انسان (بشر) نظر آئے۔ اس میں اِمَّا شرط وجزا کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔
أَمَّا (الف مفتوح) افتتاح کلام کے لئے آتا ہے۔ اس کے جواب میں لازمًا 'ف' آتا ہے مثلاً: أَمَّا عبد الله فَقَائِمٌ: یعنی رہا عبداللہ تو وہ کھڑا ہے۔ گویا آپ نے یہ کہا کہ چاہے اور کچھ بھی ہو لیکن جہاں تک عبداللہ کا تعلق ہے تو وہ کھڑا ہے۔
أَمَا: (بغیر تشدید میم تخفیف کے ساتھ) تحقیق کلام کے لئے آتا ہے۔ مثلاً: یہ کہنا کہ: أَمَا اِنَّ زَیْدًا عَاقِلٌ: تو اس سے مراد یہ ہے کہ زید حقیقت میں یعنی سچ مچ عاقل ہے۔ بطور مجاز نہیں۔
ا ن ت—رَجُلٌ مَأنُوتٌ محسود شخص۔ ایسا انسان جس سے حسد کیا جاتا ہو۔
أَنَتَهُ: اس نے اس سے حسد کیا۔ اس کا باب اَنَتَ يَأنِتُ ہے۔
اِذَا أَنَّ: جب وہ کراہے۔
ا ن ث مؤنث ہونا۔ اُنْثٰی کی جمع اِنَاثٌ ہے۔ اور اُنُثٌ (پہلے دو حرف مضموم) بھی

بنائی گئی ہے۔ گویا یہ إِنَاثٌ کی جمع ہے۔

الأُنثِیَان: دو خصیے یا دو کان بھی۔

ا ن س — الإِنسُ: آدمی، بشر۔ اس کا واحد إِنسِیٌّ (الف مکسور اور نون ساکن) اس کا ایک تلفظ أَنَسِیٌّ (پہلے دو حرف مفتوح) بھی ہے جس کی جمع أَنَاسِیٌّ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَأَنَاسِیَّ کَثِیرًا: یعنی اور بہت سے لوگ۔ صَیَارِفَةٌ اور صَیَاقِلَةٌ کی طرح (بمعنی انسانیت) عورت کے لئے بھی لفظ انسان ہی کہا جاتا ہے۔ اسے الانَاسِیَةُ اِنسَانَةٌ (صیغہ مؤنث کے طور پر) نہیں کہا جاتا۔

اِنسَان العَین: وہ شکل جو آنکھ کی پتلی میں نظر آتی ہے۔ اس کی جمع أَنَاسِیَ بھی ہے۔

اِنسَان کا اسم تصغیر اُنَیسَان ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ انسان کو اس لئے انسان کا نام دیا گیا ہے کہ اس کے ذمے ایک کام لگایا گیا تھا تو وہ اسے بھول گیا۔

الأُنَاسُ: (الف مضموم)۔ النَّاسُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے اور یہی اس کی اصل ہے۔

اِستَأنَسَ بِفُلَان: وہ فلاں شخص کے ساتھ مانوس ہوا۔ تَأنَّسَ بِہ کا مطلب بھی یہی ہے۔ الأَنِیسُ: انس کرنے والا دوست۔ ہر وہ چیز جس سے انس ہو اور گھر کی ہر چیز۔ اُنَیسٌ: زیادہ تیز۔

آنَسَهُ: (الف ممدود) اس نے اسے غور سے دیکھا، یا دیکھا پرکھا۔

آنَسَ مِنهُ رُشدًا: اس نے اس میں بلوغت کے آثار پائے۔

آنَسَ الصَّوتَ: اس نے آواز پہچان لی۔

الإِینَاس: مانوس کرنا۔ یہ ایحاش کی ضد ہے جس کا مطلب کسی کو وحشت دلانا یا اپنے سے دور کرنا ہے۔ اسی طرح التَّأنِیس کا بھی یہی مطلب ہے۔ عرب جمعرات کو مُؤنِس کہا کرتے تھے۔

یُونُسُ: (نون مفتوح و مکسور و مضموم تینوں حرکات کے ساتھ) کسی شخص کا نام۔ اس میں ہمزہ کی آواز بھی موجود بتائی گئی ہے۔

الأَنَس: (پہلے دو حرف مفتوح) الإِنس کا ایک دوسرا لہجہ یا لغت۔

الأُنس: بھی وحشت کی ضد ہے اور یہ أَنِسَ کا مصدر ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

أَنَسَةٌ: (پہلے دو حرف مفتوح) بھی اس لفظ کا ایک اور لہجہ یا لغت ہے۔

أَنِسَ بِهِ أُنسًا: (الف مضموم) اسے اس کے ساتھ اُنس ہو گیا۔

ا ن ف — الأَنف: اس کی جمع آنُفٌ، آنَاف، أُنوف اور اُنفٌ ہے۔ بمعنی ناک اور ہر چیز کا آغاز۔

رَوضَةٌ أُنُفٌ: (پہلے دو حرف مضموم) ایسی

چراگاہ جہاں ابھی تک کسی نے مویشی نہ چرائے ہوں گویا اسے اب پہلی بار چرایا جارہا ہو۔
اُستُؤنِفَ رَقْيُهَا: اسے ازسرنو چرایا گیا۔
اَنِفَ مِنَ الشَّيْئِ: کسی کام یابات سے ناک بھوں چڑھانا۔ اظہار نفرت کرنا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اَنَفَةٌ (پہلے دو حرف مفتوح) کا مطلب بھی ناک بھوں چڑھانا، عار سمجھنا ہے۔
اَنِفَ الْبَعِيْرُ: اونٹ کے ناک میں تکلیف ہوگئی۔ اس کی مثال تَعِبَ ہے۔ اَنِفٌ بروزن تَعِبٌ از تَعِبَ: ناک کی تکلیف والا۔ حدیث شریف میں ہے: اَلْمُؤمِنُ کالجمل اِن قِيْدَ انْقَادَ وِان اُنِيْخَ علٰی صَخْرةٍ استَنَاخَ: مومن کی مثال اونٹ کی سی ہے کہ جب اسے باندھا جائے تو فرماں بردار بن جائے اور کسی ٹیلے پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جائے۔ اور وہ اس تکلیف کے باعث مطیع اورمنقاد ہوتا ہے۔
الاستئناف اور ائتناف: ابتداء، وآغاز ہونا۔
آنِفًا اور سالفًا: تھوڑی دیر پہلے (ابھی ابھی) اور کچھ دیر پہلے۔
ا ن ق - شَيئٌ اَنِيقٌ: خوبصورت وپسندیدہ چیز۔
تَاَنَّقَ فِي الْاَمْرِ: کام حسن وخوبی سے سر انجام دیا یا کام میں خوبصورتی پیدا کی۔
ا ن ک - الآنُکُ: سیسہ (پگھلا ہوا) حدیث شریف میں ہے: مَنْ اسْتَمِعَ الی قَيْنَةٍ صُبَّ فی اُذُنَيْهِ الآنُکُ: جس کسی نے کسی گانے والی لونڈی کے گانے کو سنا تو اس کے دونوں کانوں میں سیسہ ڈالا جائے گا۔
اَفْعُلُ بھی جمع کے اوزان میں سے ایک وزن ہے۔ اس وزن پر آنُکُ اور اَشُدٌّ کے سوا اور کوئی واحد نہیں آتا۔
ا ن ن - اَنَّ الرَّجُلُ من الوَجْعِ: (يَئِنُّ اَنِيْنًا اور اُنَانًا الف مضموم) آدمی درد کے مارے کراہ رہا ہے یا کراہ اٹھا۔
اِنَّ اور اَنَّ دو حرف ہیں جو اپنے بعد آنے والے اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع۔
اِنَّ: (الف مکسور) خبر میں تاکید کے معنی پیدا کرتا ہے اور اَنَّ (الف مفتوح) اور اس کے بعد والا حرف مصدر کی تاویل وتشریح کرتا ہے۔ ان حروف کو بعض اوقات خفیف یعنی بغیر تشدید کے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ خفیف ہونے کی صورت میں آپ چاہیں تو اسے عامل بنائیں یعنی نصب کا عمل کرے اور آپ چاہیں تو اسے عامل نہ بنائیں یعنی نصب دینے کا عمل نہ کرے۔
بعض اوقات اَنَّ پر کاف تشبیہ کا اضافہ کیا جاتا ہے مثلاً: کَاَنَّهُ شَمْسٌ اور کبھی

كَأن میں تخفیف کی جاتی ہے یعنی نون ساکن کردیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا کچھ عمل نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ لوگ ایسی حالت میں بھی اسے عامل بناتے ہیں۔

إنّي اور إنَّنِيْ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ اوراسی طرح کَانّي اور کَأَنَّنِيْ نیز الکِنّي اور لٰکنَّني ہے کیونکہ کثرت استعمال کے باعث نون کو دوبار بولنا ثقیل سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا یاء کے ساتھ والے نون کو حذف کر دیتے ہیں۔ اسی طرح لعلّي اور لعلني ہے جس میں نون کو قریب ہونے کے باعث حذف کرتے ہیں۔

اگر اِنَّ پر مَـا کا اضافہ کیا جائے تو اس سے تعین کے معنی پیدا ہوتے ہیں مثلاً: قول خداوندی: إنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ: زکوٰۃ صرف فقراء کا حق ہے۔ کیونکہ لفظ اِنَّمَا حکم کے اثبات کو واجب قرار دیتا ہے اور اثبات کے علاوہ باقی کی نفی کرتا ہے۔ فعل مستقبل کے ساتھ 'اَنْ' کا استعمال اسے مصدر بنادیتا ہے۔ اَنْ بعد والے فعل کو نصب دیتا ہے مثلاً: یوں کہیں گے: اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ میں تمہارا قیام چاہتا ہوں، اور جب یہ حرف فعل ماضی پر داخل ہو تو کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً: کہیں گے کہ: اَعْجَبَنِي اَنْ قُمْتَ: مجھے تیرا قیام پسند آیا جو واقع ہو چکا ہے۔

اَنْ: اگر مخفف ہو یعنی بغیر تشدید ہو تو کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً: یوں کہیں گے کہ بَلَغَنِي اَنْ زَیْدٌ خَارِجٌ: مجھے معلوم ہوا کہ زید باہر گیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا: یہاں اَن نے کوئی عمل نہیں کیا، البتہ اِنْ (الف مکسور) حرفِ شرط ہے۔ اس کے واقع ہونے سے جزا واقع ہوتی ہے، مثلاً: اِنْ تَـأْتِـنِیْ آتِـکَ اور اِن جِـئْـتَـنِی اُکْـرِمْـکَ: یعنی اگر تو آیا تو میں آؤں گا۔ اور اگر تو آیا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔ اور نفی کی صورت میں یہ 'مَا' نافیہ کے معنی دیتا ہے مثلاً: قول خداوندی: اِنِ الْکَافِرُوْنَ اِلَّا فِـیْ غُـرُوْرٍ: یعنی کافر نہیں ہے مگر دھوکے میں: شاید 'مَا' اور اِنْ دونوں کو تاکید کے معنوں کے لئے اکٹھا کیا جاسکتا ہے مثلاً: کسی شاعر کا یہ قول:

مَـا اِنْ رَاَیْـنَـا مَـلِکًا اَغَـارَا

''مانند یدم شہے غارت کرد۔''

ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ نے غارت گری کی ہو۔ اِنْ بھی جواب قسم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً: وَاللّٰهِ، اِنْ فَعَلْتُ: خدا کی قسم جو میں یہ کام کروں، البتہ ابن قیس الرّصیات کا یہ قول:

وَیَـقُـلْـنَ شَـیْـبٌ قَـدْ عَـلَا
کَ وَقَـدْ کَـبِـرْتَ فَـقُـلْـتُ اِنَّـهْ

''وہ کہتی ہیں کہ تجھ پر بڑھاپا طاری ہو گیا ہے اور تو بوڑھا ہو گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہاں یہ بات تو ہے، یعنی جو کچھ وہ کہتی

ہیں وہ بات درست ہے۔"
اس بارے میں ابو عبید کا یہ کہنا کہ عربوں کے کلام میں یہ اختصار کا ایک اسلوب ہے جس میں پوری بات کے لئے صرف ضمیر پر اکتفاء کرتے ہیں۔ یعنی بات کا مفہوم ہوگیا۔ البتہ اخفش کا یہ قول کہ یہ إِنَّهٗ (نعم) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، تو یہ اس کی ایک تاویل ہے اور نہ عربی لغت میں إِنَّـهٗ کو ان معنوں کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔ اخفش کا کہنا ہے کہ إِنَّہٗ میں 'ہ' سکوت کے لئے داخل کی گئی ہے اور انہوں نے کہا کہ أَنَّ (الف مفتوح) شاید لَعَلَّ کے معنوں میں ہو۔ چنانچہ قول خداوندی ہے: وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ: حضرت اُبَیّ کی قراءت میں اس آیت میں أَنَّهَا کی بجائے لَعَلَّهَا ہے اور اَنْ مخفف یعنی بغیر تشدید شاید 'اَیْ' کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے مثلاً: قول خداوندی: وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا: میں 'اَن' 'اَیْ' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور ممکن ہے کہ 'اَن' لَمَّا کا صلہ ہو مثلاً: قول خداوندی: فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ: اور ہو سکتا ہے کہ 'اَن' زائدہ ہو مثلاً: قول خداوندی: وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ: اس کا مطلب یہ ہے کہ: کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے، اور ہو سکتا ہے کہ إِنْ مخففہ و مکسورہ 'ما' کے ساتھ زائد ہو مثلاً: یہ کہنا کہ: مَا إِنْ يَقُوْمُ زَيْدٌ: نیز یہ بھی ممکن ہے کہ إِنْ نون مشددہ کی جنس سے ہو تو اس صورت میں اس کی خبر پر لام داخل ہونا ضروری ہے جو حذف ہونے والے نون کا عوض یا بدل ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: كُلُّ نَفْسٍ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ: ہر نفس پر ایک نگہبان مقرر ہے، اور إِنْ زَيْدٌ لَأَخُوْكَ: بے شک زید تیرا بھائی ہے۔ اس إِنْ کو 'إِنْ' بمعنی 'ما' نافیہ کے ساتھ خلط نہیں کرنا چاہئے۔

اَنَا: اسم ضمیر صرف متکلم کے لئے۔ یہ مبنی بر فتحہ اس لئے ہے کہ اس کے درمیان اور 'أَنْ' حرف ناصب فعل کے درمیان فرق واضح ہو اور آخر میں آنے والا الف وقف کی صورت میں حرکت کے اظہار کے لئے ہے۔ اثنائے گفتگو جب باتوں کے درمیان آئے تو پھر یہ الف ساقط ہو جاتا ہے یعنی بولا نہیں جاتا، سوائے گھٹیا اور پست لب و لہجہ کی گفتگو کے، وہاں یہ الف باقی رہتا ہے مثلاً یہ شعر:

انَا سيف العَشِيْرَة فَاعْرِفُوْنِيْ

"میں خاندان کی تلوار ہوں مجھے پہچانو۔"

اس کے ساتھ تاء خطاب ملایا جائے تو پھر یہ دونوں مضاف ہونے کی بجائے ایک

ہی لفظ بن جاتے ہیں مثلاً: اَنتَ بمعنی تو، مؤنث کے صیغے کے لئے تاء مکسور، نیز اَنْتُمْ اور اَنْتُنَّ. اس پر کبھی کاف تشبیہ بھی داخل ہوتا ہے مثلاً: اَنتَ کَاَنَا اور اَنَا کَاَنتَ یعنی تو مجھ جیسا ہے اور میں تجھ جیسا ہوں۔ البتہ کاف تشبیہ اسم ظاہر یا ضمیر منفصل کے ساتھ تو لگتا ہے لیکن ضمیر متصل کے ساتھ نہیں لگتا مثلاً: اَنتَ کَزَیْدٍ: عربوں کے ہاں بھی بیان کیا گیا ہے۔ یوں نہیں کہہ سکتے کہ: اَنتَ کَیَ: بمعنی تو مجھ جیسا ہے۔ البتہ ان کے نزدیک منفصل ضمیر اسم ظاہر کی طرح ہے۔ لہٰذا ان کو یہ بات بہت اچھی لگتی ہے جب وہ کہتے ہیں: اَنتَ کَاَنَا بمعنی 'تو مجھ جیسا ہے' اس میں انہوں نے متصل ضمیر کو چھوڑ دیا ہے۔

ا ن ی—أَنّٰی: اس کا معنی اَیْنَ یعنی کہاں ہے۔ یہ کہنا کہ: أَنّٰی لَکَ ھٰذا کا مطلب ہوگا کہ: تمہارے لئے یہ کہاں سے ہے۔ یہ کلمہ بھی ایسا اسم ظرف ہے جو بطور شرط و جزا استعمال ہوتا ہے مثلاً: یہ کہنا کہ: أَنّٰی تَاْتِنِیْ آتِکَ: 'جہاں سے تم آؤ گے میں بھی آؤں گا'۔ یہ کلمہ کَیْفَ بمعنی کیسے اور کیونکہ بھی آتا ہے مثلاً: یہ کہنا کہ: أَنّٰی لَکَ اَنْ تَفْتَحَ الحِصْنَ: تو قلعہ کیونکر فتح کرسکتا ہے یعنی تیرے لئے یہ کیسے یا کیونکر ممکن ہے۔

رہا اَنَـا تو اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

أ ن ا—أَنٰی، یَاْنِی: مثال رَمٰی، یَرْمِی، مصدر إِنًی (الف مکسور) بمعنی وقت آ گیا۔ أَنٰی کا معنی 'پایا' اور 'تیار ہو گیا' بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: غَیْرَ نَاظِرِیْنَ إِنَاهُ: یعنی کھانا تیار ہونے کا انتظار کرتے ہوئے۔

أَنَی الحَمِیْمُ: پانی حد درجہ کھول گیا ہے۔ اسی سے قول خداوندی ہے: حَمِیْمٌ آنٍ: کھولتا ہوا پانی۔

آنَاء اللَّیْلِ: رات کی گھڑیاں یا اوقات۔ اخفش کا کہنا ہے کہ اس کا واحد إِنًی ہے جیسے مِعًی بمعنی اَنتَ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد إِنْیٌ یا إِنْـوٌ ہے۔ محاورہ ہے کہ: "مَضٰـی مِـنَ اللَّیْلِ إِنْوٌ او إِنْوَان" یعنی رات کی گھڑی دو گھڑی کا وقت گزر گیا۔

تَاَنّٰی فِی الأَمْرِ: معاملہ پر سوچ و بچار، اور غور و فکر کرنا۔

اِسْتَاْنٰی بہ: اس نے انتظار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: اِستوفِیَ به حَوْلاً: اس نے مجھے سال بھر انتظار کرایا۔ اس کا اسم الإناة بروزن القناة ہے۔ الأناة کا معنی حلم و بردباری بھی ہے۔

الإِنَاءُ: برتن، اس کی جمع آنِیَة اور آنیۃ کی جمع أَوانٍ ہے۔ جس طرح سِقَاءٌ کی جمع اَسْقِیَۃٌ اور اس کی جمع اَساقٍ ہے۔

ا ہ ب—تَاَھَّبَ: وہ تیار یا آمادہ ہوا۔

أهبةُ الحَربِ: جنگ کا سازوسامان۔ اس کی جمع أُهَبٌ ہے۔
اِهَابٌ: کچا چمڑا۔ چرم خام۔
اه ل-الاَهْلُ، اَهْلُ الرَّجُلِ: آدمی کا عیال۔ اهل الدّار: گھر والے۔ اسی طرح اهلة اسکی جمع اَهْلاتٌ، اَهَلاتٌ اور اَهَالٍ ہے۔ اس میں یاء کا اضافہ ہوا ہے جو غیر قیاسی ہے جس طرح لیل کی جمع لَيَالٍ ہے۔ شعر میں آهَالٌ بھی آیا ہے جس طرح فَـرَخٌ سے اَفْـرَاخٌ. اِهالَةٌ: چربی۔ المستَاهل: چربی لینے یا کھانے والا شخص۔
فُـلَانٌ اَهْلٌ لِكذا: فلاں شخص اس کام کے اہل یا قابل ہے۔ ان معنوں میں اهـلٌ کی جگہ مُسْتَاهِـلٌ نہیں کہیں گے۔ عام لوگ عامی لہجے میں ایسا کہہ دیتے ہیں۔
قَدْ اَهَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے شادی کر لی ہے۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔ تَاَهَّلَ کا معنی بھی یہی ہے۔ أهْلاً کا معنی خوش آمدید ہے۔ یعنی تو خوش دلی کے ساتھ آیا اور اپنا بن کر آیا، اب تو مانوس بن کر رہ اور اجنبیت محسوس نہ کر۔ اَهَّلَهُ اللّٰه لِلْخَيْرِ: بطور دعا اللہ اسے بھلائی کے قابل بنائے۔ اس کا مصدر تاهیل ہے۔
اَهْلِيلَج: دیکھئے بذیل ہ ل ج.

أهَـــةٌ: دیکھئے بذیل ا و ہ.
ا و-اَوْ: بمعنی یاء۔ یہ کلمہ جب خبر پر داخل ہو تو شک اور ابہام کے معنی دیتا ہے اور جب امر یا نہی پر داخل ہو تو اختیار یا اباحت کے معنی دیتا ہے۔ شک کی مثال: رَاَيْتُ زَيْدًا اوعَمروًا: میں نے زید کو دیکھا یا عمرو کو۔ ابہام کی مثال یہ قول خداوندی ہے: وَاِنَّا اَو اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى: یا تو ہم ہدایت پر ہیں یا تم ہوا اور اختیار کی مثال یہ قول خداوندی ہے: كُلِ السَّمَكَ او اشْـرَبِ اللَّبَنَ ای لَا تَجْمَعْ بينهما: یعنی مچھلی کھاؤ یا دودھ پیو، یعنی دونوں کو اکٹھا نہ کرو۔ اباحت کی مثال یہ ہے: جَـالِسَ الحَـــسَنَ او ابـنَ سَـيْرِيْنَ: حسن کی مجلس اختیار کرو یا ابن سیرین کی۔
اَوْ کا معنی اِلٰی بمعنی 'تک' بھی ہوتا ہے۔ لَاضْرِبَنَّهُ اَوْ يَتُوْبَ: میں اسے ماروں گا تا آنکہ وہ توبہ نہ کرے۔ اور کبھی اس کا معنی بَل بمعنی بلکہ بھی ہوتا ہے۔ اور بات بڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: شاعر کا یہ قول:

بَدَتْ مِثلَ قَرْنِ الشمس فِی رَوْنَقِ الضُّحٰی
وصُوْرَتِهَا اَو اَنتِ فِی العین اَمْلَحُ

"یہ سورج کی کرن ہے جو چاشت کی صورت و رعنائی بن کر ظاہر ہوئی ہے یا

(اے محبوبہ!) یہ تو ہے جو مجھے ایسی خوبصورت دکھائی دیتی ہو۔"

اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اے محبوبہ! یہ سورج کی شعاع اور کرن نہیں بلکہ یہ تو ہے۔قول خداوندی ہے: وَاَرْسَلْنَاهُ اِلٰی مِاْةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ: ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی لوگوں کی طرف بھیجا۔کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لاکھ یا لاکھ سے زیادہ کا شک لوگوں کی نظروں میں ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات تو شک سے بری ہے۔

اوائل: دیکھئے بذیل و ا ل.

ا و ب—آبَ: وہ لوٹا۔اس کا باب قَالَ ہے۔

اَوْبَةً اور اِیاباً اس کا مصدر ہے۔اَوَّاب: توبہ کرنے والا یا توبہ قبول کرنے والا۔

مــآب: مرجع۔لوٹنے کی جگہ۔ اِئْتَابَ بروزن اِغْتَابَ، آبَ کی طرح ہے جو فعل اور افتعل کے صیغے ہیں اور ایک ہی معنی ہیں۔شاعر کا قول ہے:

وَمَــنْ يَتَّـقِ فَــاِنَّ اللّٰه مَعَــهُ
ورزق اللّٰه مُـؤْتـابٌ وغــادی

"جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ اس کے ساتھ ہے۔اسے اللہ کا رزق دن رات پہنچ کر رہتا ہے۔"

میرا کہنا یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں اِئْتاب، تاء مشدّد کے ساتھ ہے۔لیکن یہ کاتب حضرات کی تحریف ہے۔خود شعر اس پر دلالت کرتا ہے۔یہ بات بھی ہے کہ اِئْتاب کا معنی شرم کرنا ہے، جس کا ذکر بذیل 'و اب' موجود ہے۔یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں ہے نہ اس کے مطابق اس کی تفسیر کرنے کا محل ہے۔صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ: اَبَتِ الشمسُ لفظ غَابَتْ کا ایک دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔جیسا کہ قول خداوندی میں ہے: يَا جِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهُ میں اَوِّبی کا معنی تسبیح کرنا ہے۔

ا و د—اَوِدَ الشَّیْئُ: اس نے چیز کو ٹیڑھا کیا۔

تَاَوَّد: ٹیڑھا ہو گیا۔

آدَهُ الحِــمْلُ: اسے بوجھ نے بوجھل کر دیا۔اس کا باب قَــالَ ہے۔اور اسم مفعول مَؤُد بروزن مقُول ہے۔

ا و ز—الاِوَزَّةُ: اور الاِوَزُّ (دونوں میں الف مکسور) بطخ۔اس سے جمع کا صیغہ علامت جمع و ن بڑھا کر اِوَزُّون بنایا گیا ہے۔

ا و س—آس: (الف ممدود) درخت۔

اوشـاب: دیکھئے بذیل و ش ب اور بذیل ب و ش.

اَوْصَــد: دیکھئے بذیل ا ص د اور و ص د

ا و ف - الآفَةُ: مصیبت، آفت، بلا۔
اِیْفَ الزَّرعُ، فعل مجہول یعنی فصل آفت زدہ ہوگئی۔ اس میں اسم مفعول مَئُوْف بروزن مَعُوْف ہے۔

اوکف: دیکھئے بذیل (و ک ف) اور بذیل (ا ک ف)۔

ا و ل - التاوِیْل: تفسیر جس کے ذریعے کسی چیز کی تشریح کی جائے۔
اَوَّلَهُ اور تَاَوَّلَهُ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔
آلُ الرَّجُلِ: آدمی کے اہل وعیال۔
آلُهُ سے مراد پیرو کار بھی ہیں۔ الآل: شخص۔
الآل اس کو بھی کہتے ہیں جسے تم دن کے شروع اور دن کے آخر میں پانی کی طرح کا سایہ سا بلند ہوتے دیکھتے ہو لیکن وہ سیراب نہیں ہوتا۔
الآلَةُ: آلہ، ہتھیار یا اوزار، اس کی جمع آلات ہے۔ الآلَةُ جنازے کو بھی کہتے ہیں۔
الإیَالَةُ: سیاست/دیکھ بھال کو بھی کہتے ہیں مثلاً: آل الأمیرُ رَعِیَّتَهُ إیَالا: حاکم نے اپنی رعایا کی سیاست کی یعنی اچھی دیکھ بھال کی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
آلَ: واپس لوٹا، اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے: طبخ الشراب فآل الی قدر کذا وکذا: یعنی شراب یا پانی ابالا گیا یہاں تک وہ اس درجے تک آگیا۔

و أ ل - الأیِّلُ: (ہمزہ مضموم ومکسور) پہاڑی بکرا، یا نر ہرن۔

أُولوا: جمع کا ایسا صیغہ جس کا اس لفظ سے واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ اس کا واحد مذکر کے لئے 'ذَا' اور مؤنث کے لئے 'ذِہ' ہے۔ اسے مدّ اور قصر دونوں سے پڑھا جاتا ہے۔ اگر قصر سے پڑھیں تو یاء سے (اولی) پڑھیں گے اور اگر مد سے پڑھیں تو اسے مبنی بر کسرہ کرکے أُولاءِ پڑھیں گے۔ اس میں مذکر و مؤنث دونوں صیغے یکساں ہوتے ہیں۔ اس پر تنبیہ کے لئے 'ھا' بڑھایا جاتا ہے لہذا پھر اسے ھٰؤلاء پڑھتے ہیں۔ ابوزید نے کہا کہ: عرب ھٰؤُلاء قَوْمُکَ میں ہمزہ کو کسرہ اور تنوین کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ یعنی ھٰؤلاءٍ اس پر مخاطب کی ضمیر ک بھی داخل ہوتی ہے مثلاً: اولئِکَ اور أُولاک. الکسائی کا کہنا ہے کہ جس نے اسے اولئِکَ کہا تو اس کا واحد ذلک ہے اور جس نے اولاک کہا تو اس کا واحد کا صیغہ ذاک ہے۔ أُولالِک: اولئِک کی مانند ہے۔ شاید اولئِک غیر ذوی العقول کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ شاعر کا قول ہے:
ذُمَّ المَنَازِلَ بعد منزلة اللّوی

والعیش بعد اولئک الایام
"یعنی مقام لِوَیٰ کے بعد تو ہر منزل قابل مذمت ہے اور ان دنوں کے بعد زندگی ہی قابل مذمت۔"

قول خداوندی ہے: إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا: "بے شک کان، آنکھ اور دل ان تمام کے بارے میں باز پرس ہوگی۔" البتہ الأولٰی بروزن العُلٰی بھی جمع کا صیغہ ہے۔ جس کا واحد کا صیغہ لفظاً نہیں ہے۔ اس کا واحد الّذی ہے۔

ا و م - الأُوَام: (ہمزہ مضموم) پیاس کی تپش اور تڑپ۔

ا و ن - الأَوَان: وقت، اس کی جمع آوِنَةٌ ہے جیسے زَمَانٌ کی جمع أَزْمِنَةٌ. کہا جاتا ہے کہ: هُوَ يَفْعَلُ هٰذا الأَمْرَ آوِنَةً: یعنی وہ یہ کام بار بار کرتا ہے اور بار بار چھوڑ دیتا ہے۔

الإوَان اور الإيْوَان: (دونوں کے پہلے حرف مکسور) دیوان خانہ اور بڑا ہال کمرہ۔ اسی سے ایوانِ کسریٰ مشہور ہے۔ اس کی جمع الإِمَانُ اور أُوُنٌ ہے جس طرح خِوَانٌ اور خُوُنٌ ہے۔

إيْوان کی جمع ایوانات اور أَوَاوِيْن ہے جیسے دیوان کی جمع دَوَاوِيْن. کیونکہ اس کی اصل اِوَّانٌ ہے۔ دو 'واؤ' میں سے ایک 'واؤ' کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا۔

ا و ہ: درد اور تکلیف کے وقت 'اوہ' کی آواز نکالنا۔ اس میں 'واؤ' ساکن ہے۔ یہ صرف درد کا اظہار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ 'واؤ' کو الف میں بدل کر اسے 'آہ' کر دیا گیا ہو اور ممکن ہے کہ 'واؤ' کو مشدّد کر کے اور اسے کسرہ دے کر حاء کو ساکن کر دیا گیا ہو اور اس طرح یہ لفظ 'اَوِّہ' بن گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تشدید کے ہوتے ہوئے یعنی برقرار رکھ کر بھی 'حاء' کو حذف کر دیا گیا ہو اور یوں یہ لفظ 'اَوِّ' رہ گیا ہو۔ بعض لوگ اسے الف مد، واؤ مشدّد اور مفتوح کر کے حاء کو ساکن کر کے آوَّهْ بولتے ہوں گے تاکہ اس طرح درد کی آواز لمبی ہو جائے۔ اور ممکن ہے کہ اس پر تاء داخل کر کے أَوَّتَاه بنا دیا گیا ہو۔ اسے مد کے ساتھ پڑھیں یا نہ پڑھیں (دونوں صورتیں جائز ہیں)۔

أَوَّهَ الرَّجُلُ تَأْوِيْهًا اور تَأَوَّهَ تَأَوُّهًا: آدمی نے درد کے مارے گہری آہ بھری۔ اس سے اس کا اسم الف ممدود کے ساتھ آهَةٌ بنتا ہے۔

أَوْهِ آهَةً: اس نے (درد کے مارے) ایک آہ بھری یا کراہا۔

أَوِّ: دیکھئے بذیل (ا و ہ)۔

ا و ی - المَأْوَى: ایسی جگہ جہاں انسان رات کو یا دن کو ٹھکانا کرے قَدْ أَوَى إِلٰى

مَنْزِلِهٖ: اس نے گھر جا کر ٹھکانہ کرلیا۔
یَاْوِیْ: بروزن رَمٰی یَرْمِیْ: وہ ٹھکانہ کرتا ہے۔
اُوِیًّا بروزن فُعُوْلٌ اور اِوَاءٌ بروزن فِعَالٌ. اسی سے قول خداوندی ہے: سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَاءِ: میں کسی پہاڑ پر ٹھکانہ کرلوں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا۔
آوَاهُ غَیْرُهٗ اِیْوَاءً: اسے کسی نے پناہ دے دی۔ ابوزید کے ہاں اَوَاهٗ کا بھی یعنی دونوں کا فَعَلَ اور اَفْعَلَ کے وزن پر ایک ہی معنی ہے۔
آوٰی اِلَیْهِ یَاْوِیْ، رَمٰی یَرْمِیْ کی طرح اَوْیَۃً اور اِیَّۃً اَوْیَۃً میں 'و' کو ماقبل مکسور کے باعث یاء میں تبدیل کر کے دونوں میں ادغام کیا گیا۔
مَاوِیَۃً: تخفیف کے ساتھ، اور مَاوَاۃً یعنی اس نے اس کی تعزیت کی اور ہمدردی کا اظہار کیا۔
اِبن آوی: ایک حیوان جسے فارسی میں شغال اور اردو میں گیدڑ کہتے ہیں۔ اس کی جمع بنات آوی ہے۔ آوی غیر منصرف ہے کیونکہ وہ اَفْعَلُ کے وزن پر ہے اور معرفہ ہے۔
ا ی ا—اِیَّا: اسم مبہم ہے۔ اس کے ساتھ تمام متصل منصوب ضمیریں مل جاتی ہیں مثلاً: اِیَّاکَ، اِیَّایَ، اِیَّاهُ اور اِیَّانَا وغیرہ۔ ان کے اعراب کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ذَاکَ میں 'کَ' ہے۔ اور اَنْتَ میں الف اور نون ہے۔ بلکہ یہ اور اس کے بعد آنے والا کاف، یاء، ھاء اور نون اس مقصد کا بیان ہے جو خطاب کا مقصود ہے گویا وہ بغیر اضافت ایک ہی چیز ہے۔ بعض نحویوں کا کہنا ہے کہ بیشک اِیَّا کا لفظ اپنے بعد والی ضمیر کی طرف مضاف ہے مثلاً: یہ کہنا کہ ضَرَبْتُ اِیَّایَ کیونکہ ضَرَبْتَنِی کہنا درست ہے۔ لیکن ضَرَبْتُ اِیَّاکَ نہ کہنا چاہئے کیونکہ کاف کی وجہ سے اِیَّاکَ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی البتہ ضَرَبْتُکَ اِیَّاکَ کہنا درست ہے۔
اِیَّاکَ کبھی تحذیر یعنی خبردار کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کہیں: اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ: شیر سے خبردار رہو، گویا آپ نے اِیَّاکَ کو فعل کا بدل بنالیا یعنی آپ یہ کہنا چاہتے تھے: بَاعِدْ: دور رہ۔
اِیَّاکَ کو اراق کے بدلے ھَرَاقَ کی طرح ھِیَّاکَ بھی کہا جاتا ہے، یہ بھی کہتے ہیں کہ: اِیَّاکَ وَاَنْ تَفْعَلَ کذا وکذا: یعنی خبردار! تم ایسا ویسا کام نہ کرنا۔ اس کے بدلے یہ نہیں کہنا چاہئے۔

اِیَّاک کذا یعنی ایّاک کے بعد 'واؤ' کے بغیر نہیں کہنا چاہئے۔

ا ی د - الأیْدُ: اور الآدُ (الف ممدود) طاقت اور قوت۔

آدَ الرَّجُلُ: آدمی مضبوط اور طاقتور ہوا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

الأیْد سے أیَّدَهُ تائیدًا یعنی اس نے اسے قوت و تائید دی۔ اس کا اسم فاعل مُؤَیِّد ہے اور اسم تصغیر مُؤَیِّد بھی ہے۔

الآد سے فَاعَلَ کے وزن پر آیَدَهُ: اس نے اس کی مدد کی، کہہ سکتے ہیں۔[1] اس کا اسم مفعول مُخْرَجٌ کے وزن پر مُؤَیَّدٌ ہے۔تَأیَّدَ الشیئُ: چیز مضبوط ہوگئی۔ اور رَجُلٌ اَیِّدٌ مضبوط شخص بروزن جَیِّدٌ ہے۔ شاعر کا قول ہے:

اِذا القــوسَ وَتَّــرَهَـا اَیِّــدٌ
رَمَـی فَـاَصـاب الکُلَی والــذُّراء

اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بادلوں میں موجود کمان کا چلّہ چڑھاتے ہیں تو یہ تیر اونٹ کے چربی دار گردوں اور کوہانوں کو جا لگتے ہیں یعنی بارش سے نباتات کی خوب روئیدگی ہوتی ہے۔

ا ی س - اَیِسَ: اس کا دوسرا تلفظ یا لہجہ یَئِسَ ہے اور اس کا باب فَهِمَ ہے۔

آیَسَ: (الف ممدود) مِنهُ غیرُهُ یعنی اَیْأَسَهُ اور یاء مشدّد کر کے اَیَّسَهُ تَأییسًا: اس نے اسے بری طرح مایوس کر دیا۔

ا ی ض: یہ قول فَعَلَ ذٰلک ایضا: اس نے یہ کام بھی کیا۔ ابن السکیت نے کہا ہے کہ یہ آضَ یَئِیضُ ایضا کا مصدر ہے یعنی وہ لوٹا۔ کہا جاتا ہے: آضَ اِلٰی اهله وہ اپنے گھر یعنی کنبے میں لوٹ آیا۔

آضَ: وہ ہوگیا۔

ا ی ک - الأیْکُ: خم دار درخت۔ اس کا واحد اَیْکَةٌ ہے۔ جس نے قرآن میں اَصْحَابُ الأیْکَةِ: پڑھا، تو اس کا معنی گھنا جنگل ہے۔ اور جو لوگ اسے اَصْحَابُ لَیْکَةَ پڑھتے ہیں تو یہ ایک بستی کا نام ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ بستی بھی بَکَّة اور مکّہ کی طرح کی بستی ہے۔

ا ی ل - اِیْل: عبرانی یا سریانی زبان میں اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس طرح جِبْرائیل اور میکائیل ناموں کا مطلب عبداللہ اور تَیْم اللّٰه ہوگا معنی اللہ کا بندہ۔

ا ی م - الأیـامٰی: بغیر بیوی کے مرد (رنڈوے) ہوں یا بغیر خاوند کی عورتیں (رنڈوی) ہوں، اس کا واحد اَیِّمٌ ہے۔ چاہے پہلے سے شادی شدہ ہو یا نہ ہو۔

[1] صحاح کی عبارت یہ ہے: آیَدته علی الفعله...... الخ. وهی الصواب منه: یعنی اَلفعله کے وزن پر آیَدْتُهُ...... الخ. اور یہ درست ہے۔ لہذا متنبہ رہئے۔

اِمْـــرَأَةٌ اَیِّمٌ: بغیر خاوند عورت، چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ۔

اٰمَتِ الْمَـــرْاَۃُ مِنْ زَوْجِھَا: عورت خاوند سے محروم یعنی بے خاوند ہوگئی۔اس کا باب بَـاعَ ہے اور مصدر اَیُـوْمًا بھی ہے۔حدیث شریف میں ہے:اَنَّـهٗ كَانَ يَتَعَـوَّذُ مِـنَ الْاَيْمَة: یعنی حضورﷺ رنڈوے پن سے (اللہ کی) پناہ مانگتے تھے۔

اَیْمُ اللّٰهِ: دیکھئے بذیل (ی م ن)

ا ی ن—آن اَیْنُهٗ اس کا وقت آن پہنچا۔

آن لَـهٗ اَنْ يَفْعَلَ كَـذَا: اس کے ایسا کرنے کا وقت آ گیا۔اس کا باب بَاعَ ہے یعنی حَانَ، آنَ کی طرح ہے اور آنَ اسی سے مقلوب ہوا ہے۔ابن السکیت کا شعر ہے:

اَلَمَّـا يَئِنْ لِي اَنْ تُجَـلّٰى عَمَـايَتِي
وَاُقْصِرَ عن ليلى بلى قَـدْ اَنٰى لِيَا

''کیا ابھی تک میرے اندھے پن یعنی بدنصیبی یا بے خبری کے ظاہر ہونے کا وقت نہیں آیا اور کیا میری رات کے ختم ہونے یعنی میرے جاگنے کا وقت نہیں آیا۔ ہاں کیوں نہیں، اب وقت آ گیا ہے۔''

شاعر نے یہاں دو لہجے جمع کئے ہیں۔[1]

ایک اَیْنَ جگہ اور مکان سے متعلق سوال جب کہیں کہ: ایـن زیـدٌ (زید کہاں ہے) گویا یہ زید کے مکان سے متعلق سوال ہے اور دوسرا ایّـان بمعنی کس وقت، جو وقت کے بارے میں سوال ہے۔ جیسے مَتٰی (کب)۔قول خداوندی ہے: اَیَّانَ مُرْسٰهَا: یعنی اس کے لنگر انداز یا واقع ہونے کا وقت کیا ہے؟

اِیَّانَ: (الف مکسور) بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔سُلَمی نے اِیّان یُبْعَثُوْنَ کو اسی لہجے یا تلفظ سے پڑھا ہے۔

الآن: اب۔اس وقت کے لئے اسم ہے جس میں تم ہو۔ممکن ہے اس میں لام کو فتحہ دے کر دو ہمزہ یعنی الف کو حذف کر دیا گیا ہو، اور 'لان' کو الآن کے معنوں میں استعمال کرتے ہوں۔

ا ی ہ—اِیْـهِ فعلِ امر کا نام ہے اس کا مطلب ہے ارشاد اور فرمایئے بات یا کام کو جاری رکھیئے۔ جب آپ اسے دوسرے لفظ سے ملا دیں گے تو اسے تنوین دے کر اِیْهٍ حَدِّثْنَا کہیں گے۔کہا گیا ہے کہ اِیْـهِ کسی سے کی جانے والی بات یعنی سلسلہ کلام کو جاری رکھنے یا بڑھاوا دینے کی لئے امر ہے اور اِیْـهٍ (تنوین کے ساتھ) کوئی بات بھی کرنے کی استدعا ہے اور اگر آپ نے مخاطب کو خاموش کرا دینا ہو اور بات سے

[1] یعنی آن: یَئِنُ اور اَنٰی یانی۔ایک ہی معنوں میں۔پورے شعر میں این اور انٰی کا مفہوم موجود نہیں۔(مترجم)

روک دیا ہو تو کہیں گے ایهًا عنّا اور اگر آپ مخاطب یعنی هیهات: دور دفع۔ بعض عرب 'هیهات' کی بجائے اَمْهَات کہتے ہیں اور شاید بعض نے اسے ایْهَانِ (نون مکسور) بھی کہا ہو۔

اِیــةٌ: دیکھئے بذیل أ و ی.

أ ی ا—الآیة: علامت۔ اس کی جمع آیٌ اور آیاتٌ ہے۔

خَرَجَ القَومُ بآیَتِهِمْ: قوم اپنی جماعت کے ساتھ یا اسے لے کر نکلی۔ کتاب اللہ میں آیـة سے مراد حروف وکلمات کا مجموعہ ہے۔

اَیٌّ: اسم معرب ہے جو بات کی وضاحت طلبی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: اَیُّهُـم اخـوکَ: ان میں سے تمہارا بھائی کون ہے؟ اور اَیُّهُمْ یُکْرِمُنِیْ اُکْرِمْهُ: ان میں سے جو بھی میری عزت وتکریم کرے گا میں اس کی تکریم کروں گا۔ یہ لفظ اضافت کے وقت اسم معرفہ ہوتا ہے اور اضافت ترک بھی کی جاتی ہے لیکن اس کے معنی موجود رہتے ہیں۔ اور کبھی اسے اَلّذِی کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس صورت میں صلہ کی ضرورت رہتی ہے مثلاً: اَیُّهُمْ فی الدَّارِ اَخُوکَ یعنی ان میں سے گھر میں جو بھی ہے وہ تیرا بھائی ہے اور نکرہ کے لئے بطور لغت آتا ہے مثلاً: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ وایِّ رَجُلٍ: یعنی میرا ایک شخص کے ہاں سے گزر ہوا اور اس شخص کی کیا ہی بات ہے۔ اَیّ کے ساتھ 'ما' زائدہ لگا کر بھی استعمال ہوتا ہے۔

اَیُّ اِمْرَاۃٍ جاَ ءتکَ وَجاءَ ک اور اَیـةُ اِمْـرَاۃٍ جَـائَتکَ، مَـرَرْتُ بِجَـارِیَۃٍ ایُّ جَارِیَۃٍ اور اَیَّۃُ جَـارِیَۃٍ ہر طرح سے کہنا جائز ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمَاتَدرِیْ نَفْسٌ بِایِّ اَرضٍ تَمُوْتُ: کسی کو معلوم نہیں کہ کس سرزمین میں اسے موت آن لے گی۔

ایّ کو بطور حرف تعجب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ الفراء نے کہا ہے کہ اُیُّ پر اس کا مابعد تو عمل کرتا ہے لیکن ماقبل کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً: قول خداوندی ہے: لِنَعْلَمَ ایُّ الحِزْبَیْنِ احـصٰی: یہاں ایُّ پر رفع ہے، دوسرا قول: وَسَـیَعْلَمُ الَّـذِیْنَ ظَلَمُوْا ایَّ مُنْقَلَبٍ ینقَلِبُوْنَ: میں ایّ کو مابعد لفظ نے نصب دی ہے۔ الکسائی نے کہا ہے کہ لَاَضْرِبَنَّ مَنْ فی الدار: کہنا درست ہے لیکن ضَرَبْتُ ایُّهُمْ فِی الدّار: کہنا جائز نہیں ہے۔ اس مثال میں الکسائی نے امر واقع میں اور منتظر الوقوع میں فرق کیا ہے۔

یاأَیُّهَا الرَّجُلُ اوریاأیَّتُهَا المَرْأۃُ میں ایّ اسم مبہم ہے، مفرد ہے اور نداء کے باعث معرفہ ہے، نیز مبنی علی الضمہ ہے اور اس کے آخر میں ھَا حرف تنبیہ ہے اور 'ھَا' بعد میں آنے والے مضاف الیہ کا بدل ہے، جو الرَّجُلُ کو رفع دے گا کیونکہ وہ ایُّ کی صفت ہے۔ بعض اوقات ایُّ پر 'ک' داخل ہوتا ہے تو اس سے ایُّ کا معنٰی: 'کَمْ' یعنی 'کتنا' ہو جاتا ہے۔ اس کا ذکر (ک ی ن) کی ذیل میں آیا ہے۔

اَیَا: حروف ندا میں سے ایک حرف ہے۔ اس کے ذریعے قریب اور بعید دونوں کو پکارا جاتا ہے چنانچہ کہتے ہیں: اَیَا زَیْدُ اَقْبِلْ، یعنی اے زید آگے آؤ۔ اَیْ کی مثال 'کَیْ' کی سی ہے جس سے دور کو نہیں بلکہ قریب والے کو پکارا جاتا ہے مثلاً: اَیْ زَیْدُ اَقْبِلْ: ارے زید آگے آؤ۔ یہ کلمہ بھی ایسا ہے جو کلام کی تفسیر سے پہلے آتا ہے مثلاً: کہ: "اَیْ کَذَا" سے مراد یعنی یہ بات' اسی طرح: اِیْ (الف مکسور) قسم سے پہلے آتا ہے جس کا مطلب بَلٰی یعنی ہاں کیوں نہیں ہے۔ مثلاً: یہ کہ: اِیْ وَ رَبِّی، اِیْ واللّٰہِ: ہاں میرے رب کی قسم اور اللہ کی قسم۔

باب الباء

ب ۱—الباء حروف معجم میں سے ایک حرف۔ مکسور حالت میں حرف جر یا حرف جار۔ اسے فعل کو مفعول بہ کے ساتھ ملانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: مَرَرْتُ بِزَیْدٍ: (میں زید کے پاس سے گزرا)۔ اسے استعانت کے لئے بھی استعمال کرنا جائز ہے مثلاً: کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (میں نے قلم کے ساتھ لکھا) کبھی اسے بطور حرف زائد استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے قول خداوندی: وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا (اللہ کی گواہی کافی ہے) اور حَسْبُکَ بِزَیْدٍ: (تیرے لئے زید کافی ہے) اور لَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ: زید کھڑا نہیں ہے۔ اسم ظاہر اور ضمیر پر داخل ہونے والا یہ حرف حروف قسم کی اصل پر ہے مثلاً: بِاللّٰہِ لَأَفْعَلَنَّ: اللہ کی قسم میں ضرور کروں گا۔

وَبِہٖ لَأَفْعَلَنَّ: اس کی قسم، میں ضرور کروں گا یا کر گزروں گا۔

باء: حروف جر میں سے ایک حرف ہے اور صرف اسماء پر داخل ہوتا ہے اور فعل کو مفعول بہ کے ساتھ جوڑنے کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: مَرَرْتُ بزید: گویا آپ نے مرور فعل کو اس کے مفعول بہ زید کے ساتھ جوڑ دیا۔ ایسے تمام افعال کو جو متعدی نہ ہوں، (بلکہ لازم ہوں) آپ حرف باء ہمزہ اور تشدید کے ذریعے متعدی بنا سکتے ہیں مثلاً: طَارَ بِہٖ، أطارَ اور طَیَّرَہٗ یعنی اس نے اسے اڑا دیا۔ باء حرف زائد بھی ہو سکتا ہے مثلاً: بحسبکَ کذا: (تیرے لئے یہ کافی ہے) اور قول خداوندی: وَکَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًا وَنَصِیْرًا: تیرا رب تیری ہدایت و رہنمائی اور مدد کے لئے کافی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حرف بسبب کے معنوں کے لئے وضع کیا گیا ہو یا علٰی بمعنی پر کے معنوں کے لئے بنا ہو مثلاً: قول خداوندی: وَمِنْھُمْ مَنْ اِنْ تَامَنْہُ بِدِیْنَارٍ (ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تو اسے ایک دینار پر امین بنائے) معنی علٰی دینارٍ: اور حرف باء کی جگہ 'علٰی' کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: شاعر کا یہ قول:

اِذا رضیتْ علیَّ بنو قُشَیْرٍ
لعمر اللّٰہِ اعجبنی رضاھا

"یعنی جب قبیلہ بنو قشیر کے لوگ مجھ سے راضی ہو گئے ہوں تو خدا کی قسم مجھے ان کی رضامندی دل کو لگے گی یعنی پسند آئے

گی۔"

میرا کہنا یہ ہے کہ مشہور و معروف بات یہ ہے کہ اس شعر میں علی 'عن' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ب أ ب أ — بَابَاتُ الصَّبِیَّ: میں نے بچے کو بِابی و اُمّی' کہا۔

بَابا الرَّجُلُ: آدمی تیز رفتار ہوا۔

البُؤبُؤُ: (باء مضموم) کسی چیز کی اصل اور آنکھ کی پتلی۔

ب أ ر — البِئرُ: کنواں، کم مقدار پانی کے کنویں کی جمع اَبْؤرٌ بروزن الافْلُس اور آبَارُ بروزن اَحْجَارُ ہے۔ اور بعض عرب ہمزہ کو الف میں بدل کر آثارٌ کی طرح آبارٌ کہتے ہیں۔ اور جہاں کنویں میں پانی زیادہ ہو تو ایسے کنویں کی جمع الدِّيَارُ کی طرح البِئَارُ ہو گی۔

بَـأرَ بِئـرًا: (باء کے بعد ہمزہ) اس نے کنواں کھودا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ب أ س — البَأسُ: عذاب، دکھ۔ جنگ میں شدت بھی۔ اس سے بَؤُسَ الرَّجُل (ہمزہ مضموم) آدمی دکھی ہوا یا حاجت مند ہوا۔ بَئِـس: (ہمزہ مکسور) بُــؤسًا وبَئِيسًا بسخت حاجتمند۔ اس کا اسم فاعل بَائس ہے۔

بَئِيسٌ: مصدر کا قائمقام وضع شدہ اسم۔

بِئسَ: برا ہے۔ کلمہ ذم جو نِعْمَ کی ضد ہے بمعنی 'اچھا ہے'۔ مثلاً: بِئْسَ الـرجُـلُ زَيـدٌ: زید بہت برا انسان ہے۔ اور بِئسَتِ المَرأَةُ هِندٌ: ہند بہت بری عورت ہے۔ یہ دونوں فعل ماضی کے صیغے ہیں لیکن ان کی گردان نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں فعل اپنے موقع و محل سے الگ کئے گئے ہیں یعنی نِعْمَ نَعِـمَ فلانٌ سے نقل کیا گیا ہے جب کہ اسے دکھ اور تنگی پہنچی ہو۔ ان فعلوں کو مدح اور ذم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ لہذا اب یہ حروف کے مشابہ ہو گئے ہیں تو اب ان کی گردان نہیں ہو سکتی۔ ان حروف کے چار مختلف لہجے یا تلفظ ہیں جن کا ہم ان شاء اللہ بذیل ن ع م ذکر کریں گے۔

لَا تَبْتَئِس: غم نہ کر شکایت نہ کر۔ دکھی نہ ہو۔

المُبْتَئِسُ: دکھی اور غمگین۔

البـاساء: سختی، دکھ، مصیبت۔

البُؤسَى نُعمٰی کی ضد۔

بَـائِقَـةٌ: دیکھئے بذیل ب و ق.

بـائـنَـةٌ: دیکھئے بذیل ب ی ن۔

بَـادِيَـةٌ: دیکھئے بذیل ب د ا.

بَـارِنَـةٌ: دیکھئے بذیل ب و ر.

بَـاقَـةٌ: دیکھئے بذیل ب و ق.

ب ب ل — بَابِل: عراق میں ایک جگہ کا نام جس جگہ کا جادو اور شراب مشہور ہیں۔

اخفش کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مؤنث ہونے، اسم معرفہ ہونے اور تین حروف سے زائد ہونے کے باعث غیر منصرف ہے۔

ب ت ت–البَتُّ: قَطْعًا یہ کہنا۔ بَتَّهُ، يَبُتُّهُ اور يَبِتُّ (باء مضموم ومکسور) شاذ ہے، کیونکہ اگر فعل مضاعف کا مضارع کا صیغہ مکسور ہو تو وہ مُتعدّی نہیں ہوا کرتا سوائے اس فعل کے۔ اس فعل کے ہم وزن افعال یہ ہیں:

عَلَّهُ فى الشَرَابِ، يَعُلُّهُ اور يَعِلُّهُ اسی طرح قَمَّ الحَدِيْثَ، يَقُمُّهُ اور يَنِمُّهُ اور شَدَّهُ، يَشُدُّهُ اور يَشِدُّهُ نیز حَبَّهُ، يَحِبُّهُ، لیکن بَتُّ واحد کلمہ ہے جس کا صرف ایک ہی لہجہ یا تلفظ ہے اور وہ ہے بَتَّهُ يَبِتُّهُ یعنی مضارع میں عین کلمہ مکسور۔ ان افعال کو متعدی الی المفعول بنانے کا ان کے مضارع کے صیغوں میں ضمہ (پیش) اور کسرہ (زیر) نے کیا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اسی وزن پر ایک اور فعل رَمَّهُ، يَرُمُّهُ اور يَرِمُّهُ ہے۔ لہٰذا صاحب کتاب کے شمار کردہ مستثنٰی فعلوں میں ایک کا اضافہ ہو گیا۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ بَتَّتَهُ تَبْتِيتًا کو مشدد مبالغہ کے لئے کیا گیا ہے۔

الانبتات: کٹ جانا۔ انقطاع۔ کہا جاتا ہے کہ: لا افعلهُ البتہ یعنی میں یہ قطعاً یا ہرگز نہیں کروں گا۔ ہر کام میں البتہ کہنے کے بعد واپسی یا رجوع کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس فعل کا مصدر منصوب ہوتا ہے۔

لوگوں کا یہ کہنا کہ: تَصَدَّقَ فُلانٌ صَدَقَةً بَتَاتًا و صَدَقَةً بَتَّةً یعنی فلاں شخص نے قطعی طور پر صدقہ دے دیا ہے۔ واد یہ ہے کہ صدقہ صاحب صدقہ سے منقطع ہو گیا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ لفظ انبتات کی کتابت میں 'ن' کے بعد 'ت' ہے۔ مجھے اس کا سبب معلوم نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کاتبوں کی غلطی سے یہ ہوا ہو۔ اس کی اصل البَتُّ سے مفاعلہ کے وزن پر دو تاء کے ساتھ یاتتہُ تھی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طَلَّقَها ثلاثًا بَتَّةً (اس نے اس عورت کو قطعی طور پر تین طلاقیں دیں۔ بعض نے حضور ﷺ کا یہ قول روایت کیا ہے: لا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَبُتَّ الصيامَ من الليل: یعنی اس کا روزہ نہیں جس نے روزے کو رات سے منقطع نہیں کیا۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ یہ قطع عزم وارادے سے ہے۔ اور نیت کرکے روزے کو رات سے الگ یا منقطع کرتا ہے۔

البَتَات: (باء مفتوح) گھر کا ساز و سامان۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ عُشْرُ البتاتِ: یعنی گھر کے ساز وسامان سے عشر نہیں لیا جائے گا۔

ب ت ر–بَتَرَہ: اس نے اسے مکمل کرنے سے پہلے کاٹا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔
إنبتار: انقطاع۔
الأبْتَرُ: دُم بریدہ۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَاھٰذہ البُتَیْرَاء: یہ دُم بریدہ نماز کیسی ہے۔
الأبتَر: وہ شخص بھی ہے جس کا کوئی پیچھا یعنی اولاد نہ ہو۔ ہر وہ کام جس کا اثر خیر سے منقطع ہو اَبْتَرُ ہے۔
ب ت ع–أبْتَعُ: تاکیدی کلمہ ہے۔کہا جاتا ہے: جَاؤوا اجمَعُوْنَ المَعون أتبعُوْنَ: وہ سب اکٹھے کے اکٹھے آگئے۔ یعنی سب کے سب آگئے۔
ب ت ک–البتک: کاٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔
بَتّکَ آذان الأنعَام: اس نے مویشیوں کے کان کاٹ دیئے۔ کثرتِ استعمال کے باعث اس پر تشدید آئی ہے۔
ب ت ل–بَتَلَ الشَیْئَ: اس نے اسے دوسرے سے الگ کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔مشہور قول ہے: طَلَّقَها بَتّةً وَبَتْلَةً-البَتُول: عورتوں میں سے وہ عورت جو کنواری ہو اور شادی سے منقطع ہو۔کہا گیا ہے کہ بتُول سے مراد وہ عورت جو دُنیا سے قطع تعلق کر کے متوجہ الی اللہ ہوئی ہو۔
التبتُّل: دنیاوی تعلق سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ اسی سے لفظ 'تبتیلُ' مشتق ہے۔ یہی کلمہ قول خداوندی میں آیا ہے: وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا: یعنی علائق دینوی سے منہ موڑ کر اسی کا ہو کر رہ۔
ب ث ث–بَثَّ الخَبَرَ: اس نے خبر بھیجی۔اس کا باب رَدَّ ہے۔
أبَثَّہُ کا مطلب ہے اس نے نشر کیا یا پھیلا دیا۔
اَبَثَّہُ سِرَّہُ: اس نے اس پر اس کا راز فاش کر دیا۔
البَثُّ: حالت اور حزن وغم۔
ب ث ر–البَثْرُ: بہت۔کہا جاتا ہے: کَثِیْرٌ بَثِیْرٌ: یعنی بہت زیادہ۔
البَثْرُ و البُثُوْرُ: چھوٹی سی رسولی۔اس کا واحد بَثْرَةٌ ہے۔
بَثِر وَجْھُہُ: (ثاء مفتوح) اس کے چہرے پر آبلے پڑ گئے۔ یعنی وہ آبلہ رُو ہو گیا۔
ب ث ق–بَثَقَ السَّیْلُ المَوْضِعَ: سیلاب نے جگہ کو پھاڑ دیا۔یا شگاف ڈال دیا۔
البثق: پھوٹ پڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
بِثْقًا: (باء مکسور) پھوٹ پڑنا۔
ب ث ن–البثنیَةُ: گندم جو شام کی ایک

جگہ سے منسوب ہیں۔ ابوالغیث کا کہنا ہے کہ میدانی زمین میں اُگنے والی گندم کو بثنیة کہتے ہیں بخلاف پہاڑی زمین میں اُگنے والی گندم کے۔ اس کا ذکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔

ب ج ج — البَجَّةُ: جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے وہ ایک بت کا نام ہے۔

ب ج ح — بَجَّحَهُ فتبَجَّحَ: اس نے اسے خوش کیا تو وہ خوش ہوا۔

ب ج س — بَجَسَ الماءَ فانْبَجَسَ: اس نے پانی کھودا تو پانی پھوٹ پڑا یا پھوٹ نکلا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

ب ج ل — التبجيل: تعظیم۔

ب ح ت — بَحَتَ: صرف فقط۔ خُبْزٌ بَحْتٌ: صرف روٹی (اس کے ساتھ اور کچھ نہیں)۔

ب ح ث — بَحَثَ عَنْهُ: اس نے اسے تلاش کیا۔

ب ح ث ر — بَحْثَرَهُ فتبَحْثَرَ: اس نے اسے ضائع یا منتشر کر دیا تو وہ ضائع یا منتشر ہو گیا۔ الفرّاء نے کہا ہے کہ: بَحْثَرَ مَتَاعَهُ: اس نے اس کا یا اپنا سامان تلپٹ کر دیا یعنی اُلٹ پلٹ کر دیا۔

ابوالجراح نے کہا ہے کہ بَحْثَرَ الشَّيْئَ وَبعْثَرَهُ کا معنی ہے: اس نے چیز کو باہر نکالا اور کھولا۔

ب ح ح — فِي صَوْتِهِ بُحَّةٌ: باء مضموم اور حاء مشدد۔ اس کی آواز میں خشونت اور کھردرا پن ہے۔ کہا جاتا ہے: بحِحتُ: 'حاء' اول مفتوح اور مکسور بَحَحًا. أَبَحُّ: خشونت والا۔ کھردرا۔ فيها بَحَحًا: ان دونوں میں خشونت صوت ہے۔

رَجُلٌ اَبَحُّ: (خرخراہٹ والی آواز والا آدمی)۔

اَبَحُّ کی جگہ باحٌ کہنا درست نہیں۔

اِمْرَأَةٌ بَحَّاءُ: خرخراہٹ آواز والی عورت۔

البَحْبَحَةُ اور التَبَحْبُحُ: ٹھہرنے اور برقرار رہنے کی قوت وطاقت۔

بُحْبُوحَةُ الدَّارِ: گھر کا وسط (دونوں باء مضموم)۔

ب ح ر — البَحْرُ: ضد بَرّ. سمندر، خشکی کی ضد۔ کہا گیا ہے کہ اسے گہرائی اور وسعت کے باعث البَحر کہا گیا ہے۔ اس کی جمع اَبحُرٌ، بِحَارٌ اور بُحُورٌ ہے۔ ہر بڑے دریا کو بَحْر کہا جاتا ہے۔ تیز رفتار اور وسیع رفتار گھوڑے کو بھی بحر کہتے ہیں۔ انہیں معنوں میں حضرت ابو طلحہؓ کے مندوب گھوڑے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ قول مبارک ہے: اِنْ وَجَدْنَاهُ

لَبَحْرًا یعنی ہم نے اسے وسیع رفتاری میں سمندر پایا۔

مَـاءٌ بَحْرٌ: نمکین یا کھارا پانی۔

اَبْحَرَ المَاءَ: پانی نمکین یا کھارا ہو گیا۔

اَبْحَـرَ الرَّجُلُ: آدمی سمندر پر سوار ہوا۔

• بَحْرَیْنِ: ملک کا نام۔ اس سے منسوب بحـرانی ہوگا۔[1]

بَحَـرَ اُذُنَ النَّاقَةِ: اس نے اونٹنی کا کان چھیدا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس سے مشتق البَحِیْرَةُ ہے۔ جو السَّائبة کی بیٹی ہے۔ اس کا حکم بھی اس کی ماں کا سا ہے۔

تَبَحَّـرَ فی العِلْمِ: اس نے علم میں گہرائی اور وسعت حاصل کی۔

ب خ ت—البَخْـت: بزرگی، بڑائی، بخت، قسمت۔

المبخوت: بختاور، خوش نصیب۔

البُخْتی: اونٹ کی ایک مخصوص نسل یا قسم۔ اس کی جمع بَخَاتِیُّ ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔ جمع اور مؤنث کے صیغے میں بُخْتِیَّة کی یاء کو بغیر تشدید مخفف کر کے پڑھ سکتے ہیں۔

ب خ ت ر—التبخترُ فی المَشْی: اترا کر چلنا۔

فلانٌ یمشـی البَخْـتَرِیَّةَ: فلاں شخص اتراتا ہوا چلتا ہے۔

ب خ خ—بَخ: بروزن بَلْ: یہ کلمہ کسی چیز کی تعریف کرتے وقت اور رضامندی کے اظہار کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اظہار مبالغہ پر اسے مکرّر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے موقع پر بخ بخ کہا جاتا ہے۔ اگر اسے بعد کے کلام کے ساتھ ملا کر کہنا ہو تو اسے مکسور اور منوّن کر کے بَخٍ بخٍ کہا جائے گا۔ شاید اس پر اسم کی طرح تشدید بھی دی جاتی ہو اور بَخٍّ بَخٍّ کہا گیا ہو۔

ب خ ر—بُخَارُ الماء: پانی کے بھاپ جو دھوئیں کی طرح اٹھتی ہے۔

البَخُور: (باء مفتوح) جس سے دھونی دی جاتی ہے۔

البَخَرُ: (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) منہ کی بدبو۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم فاعل اَبْخَرُ ہے۔

ب خ س—البَخْسُ: کم۔ کہا جاتا ہے کہ شَـرَاهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ: اس نے اسے کم قیمت پر خریدا۔

بَخَسَهُ حَقَّهُ: اس نے اسے اس کا کم حق دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ لین دین میں اگر کوئی سیدھا اور کھرا ہو، تو اسے کہتے ہیں: لَا بَخْسَ فیه وَلَا شَـطَـط: یعنی اس کے لین دین میں کوئی کمی بیشی یا کھوٹ نہیں ہے۔

ب خ ص—بَخَصَ عینَهُ: اس نے اس

[1] اب بحرین سے منسوب 'بحرینی' بھی کہلاتا ہے۔ (مترجم)

کی ڈھیلے سمیت آنکھ پھوڑ دی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے، اسے بخس نہیں کہنا چاہئے۔

ب خ ع — بَخَعَ نَفْسَهُ: اس نے غم کے مارے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے، قول خداوندی ہے: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلٰى آثَارِهِمْ: (یعنی شاید آپ ان کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے)۔

ب خ ق — بَخَقَ عَيْنَهُ: اس نے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

البُخْنُقُ: کپڑے کا ٹکڑا (خرقہ) جس سے لونڈی اپنا پردہ کرتی ہے یا تن ڈھانپتی ہے۔ وہ اس خرقے کے دونوں پلو اپنے حلق کے نیچے لاکر باندھتی ہے تاکہ اپنی اوڑھنی کو چربی یا تیل سے بچائے یا تیل کو گرد و غبار سے بچائے۔

ب خ ل — البُخْلُ: البَخْلُ (باء مفتوح) اور البَخَل: (باء اور خاء دونوں مفتوح) سب الفاظ کا ایک مطلب یا معنی ہے۔ اور شاید بَخِلَ کا بھی، جس کا باب فَهِمَ اور طَرِبَ ہے۔

بُخَلاءُ: (خاء مضموم) اس کا اسم فاعل بَاخِل اور بخیل ہے۔

بَخَّلَهُ: اس نے اسے بخیل کہا یا بنایا۔ محاورہ ہے کہ: الوَلَدُ مَبْخَلَةٌ مجبَنَةٌ: بیٹا بخل اور بزدلی کا گڑھ ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ یہ محاورہ یا قول نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے۔

البَخَّالُ: سخت بخیل۔

ب د ا — بَدَأَ بِهِ: اس نے یہ شروع کیا یا اس سے شروع کیا۔ بَدَأَهُ: اس نے اس کو شروع کیا۔

بَدَأَ اللّٰهُ الخَلْقَ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اَبْدَاهم کا بھی یہی معنی ہے۔ ان تینوں کا باب قَطَعَ ہے۔

البَدِيْءُ بروزن البَدِيْعُ: کنواں جو دورِ اسلام میں کھودا گیا ہو اور روایتی و پرانا کنواں نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: حَرِيْمُ البِئْرِ البَدِيْءِ خَمْسٌ وعِشْرُوْنَ ذِرَاعًا: اسلامی کنویں کا محیط یا گھیر پچیس ذراع (ہاتھ) ہے۔

ب د د — بَدَّدَهُ: اس نے اسے منتشر کر دیا یا تتر بتر کر دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

التبديد: منتشر کر دینا۔ اسی سے شَمْلٌ مُبَدَّدٌ (منتشر خاندان) مشتق ہے۔

تَبَدَّدَ الشَّيْئُ: چیز منتشر ہوئی یا (ٹوٹ پھوٹ) گئی۔

البِدَّه بروزن الشِدَّةُ، حصہ کو کہتے ہیں۔

اَبَدَّ بَيْنَهُم العَطَاءَ: اس نے ہر شخص کو اس کا حصہ دے دیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَبِدِّيْهِمْ تَمْرَةً تَمْرَةً: ان میں ایک ایک کھجور تقسیم کر دو۔ اِسْتَبَدَّ بِكَذَا:

اس نے اتنا (حصہ) الگ کرلیا۔
لَابُدَّ من کذا کا مطلب ہے کہ اس کے بغیر کوئی چھٹکارا نہیں' اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار یا بدل نہیں ہے'۔
ب د ر - بَدَرَ اِلَی الشَّیْئِ: کسی چیز کی طرف بڑھنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
بَادَرَ اِلَیْهِ کا بھی یہی مطلب و معنی ہے۔
تبادَرَ القومُ: لوگ آگے بڑھے۔
اِبْتَدَرُوا السِّلاحَ: وہ ہتھیار سنبھالنے کو آگے بڑھے۔
البَدْرُ: (چودھویں کا چاند) کو اس لئے البدر کہتے ہیں کہ وہ رات کے وقت طلوع ہونے کے لئے سورج کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے یعنی سورج کو جلد غائب یا غروب کر دیتا ہے۔ اور خود جلد طلوع ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے مکمل شکل میں آنے کے باعث بَدْر کہا گیا ہے۔
اَبْدَرْنَا فَنَحْنُ مُبْدِرُونَ: ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔
بَدْرٌ: ایک جگہ کا نام ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں، ایک کنویں کا نام۔ شعبی نے کہا کہ بدر کا کنواں جس شخص کی ملکیت تھا اس کا نام بَدْر تھا۔ اسی مقام پر غزوۂ بدر واقع ہوا ہے۔
البَدْرَةُ: دس ہزار درہم کی رقم۔
البَادِرَةُ: گرمی، حدت۔
بَدَرَتْ منه بوادرُ غضبٍ: غیظ و غضب کی حالت میں اس سے لغزشیں سر زد ہوئیں۔
البَادِرَةُ: بدیہی اور واضح۔
البَیْدَرَ بروزن خَیْبَرُ: وہ جگہ جہاں اناج کے دانوں کو بھوسی سے الگ کیا جاتا ہے یعنی گاہنے کی جگہ جسے عامی زبان میں 'منڈل' کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ اسے کھل یا کھلیان کہتے ہیں۔
ب د ع - اَبْدَعَ الشَّیْئَ: اس نے ایک ایسی نئی چیز ایجاد کی جس کی پہلے کوئی مثال موجود نہ تھی۔
اللّٰهُ بَدِیْعُ السمٰوٰت والأرض: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا ازسرنو پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا وہ ان کا مُبْدِع ہے۔
البَدِیْع: ایجاد کرنے والا۔ ان معنوں کے لئے المُبتدع اور المُبْتَدَعُ دونوں تلفظ جائز ہیں۔ البَدِیْعُ کا معنی ذِقٌ بمعنی کھال بطور مشکیزہ یا لوہار کی دھونکنی بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ تِهَامَةَ کَبَدِیْعِ العَسَلِ، حلوٌ اوّله، حلوٌ آخِرُه: یعنی تہامہ شہد کا مشکیزہ ہے جو اوّل و آخر میٹھا ہے گویا حضور ﷺ نے تہامہ کو شہد کے مشکیزے سے تشبیہ دی ہے جو دودھ

کے برعکس وقت گزرنے پر بھی رکھنے سے کھٹا ہو جاتا ہے۔

اَبْدَعَ الشاعِرُ: شاعر نیا کلام لایا۔

شَیْئٌ بِدْعٌ: (باء مکسور) نئی چیز۔ فُلَان بِدْعٌ فی هذا الامْرِ: فلاں آدمی اس معاملے میں انوکھی بات پیدا کرنے والا ہے۔ قول خداوندی ہے: قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ: یعنی (اے محمد ﷺ) فرما دیجئے کہ میں اور رسولوں کے برعکس کوئی انوکھا یا نیا رسول نہیں ہوں۔

البِدْعَةُ: بدعت، تکمیل دین کے بعد اس میں ایسی نئی بات (جو پہلے سے موجود نہ ہو یا اس کی بنیاد موجود نہ ہو)۔

اِسْتَبْدَعَهُ: اس نے یہ انوکھی یا نو ایجاد بات سمجھی۔

بَدَّعَهُ تَبْدِیعًا: اس نے اسے بدعت سے منسوب کیا۔

ب د ل — البَدِیْل: بدل۔ کسی چیز کا دوسرا بدل۔ اسے بَدَلٌ بروزن شَبَهٌ اور بِدْلٌ بروزن شِبْهٌ اور مَثَلٌ اور مِثْلٌ کہتے ہیں۔

اَبْدَلَ الشَّیْئَ بِغَیْرِہٖ: اس نے ایک چیز دوسری چیز سے بدل لی۔

بَدَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ الخَوفِ اَمْنًا: اللہ تعالیٰ نے خوف کو امن میں تبدیل کر دیا۔

تَبْدِیل: کسی چیز کا تبدیل کرنا، چاہے بدلے میں کوئی دوسری چیز نہ لے۔

استبدل الشیئ بغیرہ وتبدّلهُ به: کسی چیز کو تبدیل کر کے اس کی جگہ دوسری چیز لینا۔

المُبَادَلَةُ: باہم تبدیل کرنا یا التبادُل: ایک دوسرے سے بدلنا۔

اَبْدَال: صالح اور پرہیزگار لوگوں کی ایک جماعت۔ دنیا ان سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ ایک کی وفات کے بعد اللہ دوسرے کو بھیج دیتے ہیں۔ ابن دُرَید نے اس کا واحد بَدِیل بتایا ہے۔

ب د ن — بَدَنُ الانسان: انسانی جسم۔ قول خداوندی ہے: اَلْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ: کہا گیا ہے کہ یہاں بدن سے مراد بغیر روح کے جسد ہے۔ اخفش نے کہا کہ: رہا کسی کا یہ قول بِدِرْعِکَ لَیْسَ بِشَیْئٍ: یعنی تیری زرہ بکتر کے اندر کوئی چیز نہیں ہے تو بدن بھی ایک مختصر سا زرہ بکتر ہے۔ (مراد اس قول سے یہ ہے کہ: تیرا جسم محض ایک خول ہے۔ اس کے اندر روح یا انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔)

اَلْبَدَنَةُ: قربانی کا جانور، اونٹنی ہو یا گائے جو مکہ میں قربان کی جاتی ہے۔ یہ نام اس لئے پڑا ہے کہ لوگ اسے اسی نام سے پکارتے تھے۔ اس کی جمع بُدْنٌ (باء مضموم) ہے۔

بَدُنَ الرَّجُلُ: آدمی تنومند ہو گیا۔ اس کا

باب ظَرُفَ ہے اور مصدر بُدْنا بروزن قُفْلاً ہے۔ اور اسم فاعل بَادِن ہے۔

البُدُنُ: (باء اور دال مضموم) موٹاپا۔

بَدَّنَ تَبْدِيْنًا: وہ عمر رسیدہ ہوا (یا جسم بھاری ہوا) حدیث شریف میں ہے: اِنِّی قَدْ بَدَّنْتُ فَلَا تُبَادِرُوْنِیْ بالرُکُوْع والسُّجُوْدِ: میں اب عمر رسیدہ (بھاری جسم) کا ہو چکا ہوں لہٰذا رکوع اور سجود میں میرے ساتھ مبادات نہ کیا کرو یعنی رکوع اور سجود میں مجھ سے پہلے نہ جایا کرو۔

ب د ہ-بَدَهَهُ: اسے کوئی بات اچانک پیش آ گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

بَدَهَهُ بِاَمْرٍ: کسی کو اچنبھا دینا۔

بَادَهَهُ: اچانک (یا فوری طور پر) کوئی کام کرنا۔ اس کا اسم اَلْبُدَاهَةُ یا البَدِيْهَةُ ہے۔

ب د ا-بَدَا الأمْرَ: بات ظاہر ہوئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ قرآنی آیت: اَلَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّای: میں اس لفظ کا معنی 'بظاہر' ہے اور جس نے اسے بَدَأ کو ہمزہ دے کر پڑھا تو اس کا معنی 'ابتداءً' یا 'پہلی نظر میں' ہے۔

بَدَا القَومُ خرجوا الی بادِيَتِهم: لوگ اپنے بادیہ میں جانے لگے۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

بَدَالَهُ فی هذا الامر بداءٌ: (الف ممدود) اس معاملے میں اسے ایک بات سوجھی۔ ایسے آدمی کو ذُوبَدَوَاتٍ کہتے ہیں۔

البَدْوُ، البادية: صحرا۔

بَدَوِیٌّ: بدو میں رہنے والا (صحرانشین)

حدیث شریف میں ہے: مَنْ بَدَا جَفَا: جو بادیہ میں جا بسا، اس میں بدویوں جیسی خشونت پیدا ہو گئی۔

البِدَاوةُ: (باء مفتوح اور مکسور) بدو میں رہنا۔ یہ حضارت یعنی شہریت کی ضد ہے۔ ثعلب کا کہنا ہے کہ میں اس لفظ کے حرف باء پر فتحہ نہیں جانتا صرف بوعلی زید کے ہاں یہ مفتوح ہے۔ اسی سے صفت نسبتی بَدَاوِی ہوگا۔

بَادَاهُ بالعَدَاوة: اس نے اس سے اعلانیہ دشمنی کی۔

تَبَدَّى الرَّجُلُ: آدمی بادیہ میں جا بسا۔

تَبَادَی: وہ بدیوں جیسا ہو گیا۔ اہل مدینہ کہتے ہیں بَدِيْنَا بمعنی بَدَأنَا۔

ب ذ أ-بَذَأتُ الرَّجُلَ والموضعَ: میں نے آدمی سے یا جگہ سے نفرت کی۔

ب ذ ر-بَذَرَ البِذرَ: اس نے بیج بویا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

تبذِيْرُ المال: مال کا بے تحاشا خرچ کرنا۔

ب ذ ل-بَذَلَ الشَّیْئَ: اس نے چیز بخش دی یا خرچ کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

البِـذْلَةُ و المِبْذَلَةُ: (شروع کے حروف مکسور) پہناوے میں گھٹیا پن کا اظہار۔

اِبْتِذَال الثَوب: کپڑوں کا گھٹیا پن۔

التَّبَذلُ: گھٹیا پن۔ سنجیدگی اور وقار کا ترک کرنا۔

ب ذ ا—البِذَآء: (مد کے ساتھ) فحش، ناشائستہ۔

فـلان بَـذِیُّ اللّسـان: فلاں آدمی بد زبان یا فحش گو ہے۔

المَرْاَة بَذِیَّـة: عورت بدزبان ہے۔

ب ر أ—بَـرِیئَ مِنْـهُ ومن الـدَّیْنِ والعَیْب: وہ اس سے قرض سے اور عیب سے بری ہو گیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔

بَرِیئَ مـنَ المَـرَض: وہ بیماری سے شفایاب ہو گیا۔ اس میں راء مکسور ہے اور اس کا مصدر بُرئًا (باء مضموم) ہے۔ اہل حجاز اسے بَرَاَ مـن المرض کہتے ہیں۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

بَرا اللّٰه الخَلقَ کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل البَارِئُ ہے۔

البَرِیَّةُ: اس میں ہمزہ کو ترک کر دیا گیا ہے اگر چہ اس لفظ کا مادہ البَرْیُ نہیں ہے۔

اَبْـرَاَهُ مِـن الدَّیْنِ: اس نے اسے قرض سے بری کر دیا۔

بَرَّاَهُ تَبْرِئَةً اور تَبَرَّاَ مِنْ کَذَا: وہ فلاں چیز سے بری ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل بَرَاءٌ (باء مفتوح وممدود) ہے۔ اس سے نہ تو تثنیہ کا صیغہ بنتا ہے اور نہ جمع کا، کیونکہ یہ السَّمَـاع کی طرح اسم مصدر ہے، جبکہ بَرِیئٌ سے تثنیہ اور جمع دونوں صیغے بنتے ہیں بروزن فُقَهَـاء، اَلصِّبَاء، اَشْرَاف، اَوْکِرَامٌ: اور جمع سالم کا صیغہ بھی بنتا ہے، مثلاً: هِی بـرِیئةٌ، هُـمَا بَرِیئتان، هُنَّ بَرِیْیاتٌ وَبَرَایَا رَجُلٌ بَرِیٌ وبُرَاءٌ (باء مضموم اور ممدود)۔

بَارَاَ شَـرِیْکَهُ: اس نے اپنے شریک کو الگ کر دیا۔ بَـارَ اَلرَّجُـلُ امْرَاتَهُ: آدمی نے اپنی بیوی کو الگ کر دیا۔

اِستبرا مَـا عِنـدَهُ: اس نے اپنی ہر چیز سے اظہار براءت کیا۔

البَرَاء: چاند مہینے کی پہلی رات۔

ب ر ث ن—البـرَاثن: درندوں اور جانوروں کے پنجے جس طرح انسان کی انگلیاں ہوتی ہیں۔

المخلب: ناخن۔

ب ر ج—بُرْج الحصنِ: قلعے کا برج۔ اس کی جمع بُرُوج اور اَبْرَاج ہے۔ شاید قلعے کو بھی اسی نسبت سے بُرج کہتے ہیں چنانچہ قول خداوندی ہے: وَلَـوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُشَیَّدَةٍ: (موت تمہیں آ کر رہے گی) چاہے تو مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو۔

البُرج: واحد ہےاوراس کی جمع بُرُوج ہے مثلاً بُرُوج السَّماء: آسمان کے برج۔
التَبَرُّج: عورتوں کا مردوں کے لئے بناؤ سنگار کرنا۔
ب ر ج س—البُرْجاسُ: ہوا میں ایک نشانہ جس پر تیر اندازی کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ نوایجاد لفظ ہے۔
ب ر ج م—البُرجُمَةُ: (باء مضموم) اس کی جمع بَرَاجِم ہے۔ انگلیوں کے جوڑ جو مشت کف پر انگلیوں کی جڑوں کے درمیان ہوتے ہیں، انگلیوں کے جوڑ۔ اگر کوئی ہتھیلی کو (زور سے) پکڑے تو یہ جوڑ اُبھر آتے ہیں۔
ب ر ح—البَارِحَةُ: قریب ترین گزری ہوئی رات۔ اس کا مادہ بَرِحَ. گزرا اور ہٹا ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ:
لَقِيتُهُ البَارِحَةَ ولقيتهُ البَارِحَةَ الأولىٰ: میں گزشتہ رات یا پہلی رات اس سے ملا ہوں۔
بُرَحَاء: (باء مضموم) بخار وغیرہ۔ درد کی شدت۔ کہتے ہیں: بَرَّحَ بِهِ الأمرُ تَبْرِيحًا: یعنی معاملے نے اسے تھکا دیا۔
ضَرَبَهُ ضَرْبًا مُبَرِّحًا: (راء مشدد اور مکسور) اس نے اسے ضرب شدید ماری (ایسی ضرب جس کا نشان باقی رہے یا عضو ٹوٹ جائے)۔
تَبَارِيحُ: شوق اور ولولہ۔
لَا اَبْرَحُ افعلُ كَذا: میں ہمیشہ ایسا کرتا رہوں گا۔

ب ر د—البَرْدُ: حرّ کی ضد ہے۔ بمعنی سردی، ٹھنڈ۔
البُرُودة: حرارت کی ضد، سردی، ٹھنڈک۔
بَرُدَ الشَيْئُ: چیز ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔
بَرَدَهُ غَيْرُهُ: کسی دوسرے نے اسے ٹھنڈا کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور اسم مفعول مَبْرُوْدٌ ہے۔
بَرَّدَهُ تَبْدِيْرًا: اس نے اسے خوب ٹھنڈا کیا۔ اس کی بجائے اَبْرَدهُ نہیں کہنا چاہئے۔ یہ گھٹیا قسم کا اسلوب زبان ہوگا۔ کہا جاتا ہے:
لاَ تُبَرِّدْ عَنْ فلان: یعنی فلاں آدمی اگر تم پر ظلم بھی کرے تو بھی اسے گالی نہ دے کیونکہ اس سے اس کا گناہ کم ہوگا۔
هٰذا مَبْرَدَةٌ للبَدَن بروزن مَتْرَبَةٌ: (یہ بدن کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے)۔ الاصمعی نے کہا کہ میں نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ تم دوپہر کو کیوں سوتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا۔ اِنّها مَبْرَدَةٌ لصيف ومَسْخَنَةٌ للشّتاءِ: کہ یہ سونا گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے اور سردیوں میں گرمائش۔
بَرَدَ الحَدِيْدُ بِالمِبْرَدِ: اس نے لوہے کو ریتی سے چھیلا۔
البُرادة: برادہ، لوہے کو چھیلنے یا رگڑنے سے جو لوہے کے ذرات گرتے ہیں۔ لفظ

باء مضموم ہے۔
بَرَدَ عَيْنَه بالبَرُود: اس نے اپنی آنکھ کو ٹھنڈک کی ٹکور کی۔
بَـرَدَ لَهُ عَلَيْه كَـذا: اس پر اتنا واجب یا ثابت ہوا۔ انہیں معنوں میں ذابَ لـه وَعليه الف بارد بھی کہتے ہیں۔
سموم بَارِد: زائل نہ ہونے والی ثابت ہوائیں۔
البَرْدُ: نیند، یہی معنی قول خداوندی: لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا: میں ہے۔
البرد کا معنی موت بھی ہے۔ان پانچوں افعال کا باب نصَرَ ہے۔
البَـرَدَةُ: باء اور راء مفتوح۔ بدہضمی۔ حدیث شریف میں ہے: اَصْلُ كُلِّ دَاءٍ البَرَدَةُ: ہر بیماری کا اصل سبب بدہضمی ہے۔
البَـرَدُ: اولے ژالہ۔ اس سے فعل مجہول بُرِدَتِ الأرضُ: یعنی زمین پر اولے پڑے، بنا ہے۔اور بُـرِدَتِ القَـومُ کا مطلب بھی قوم پر اولے پڑے ہیں۔
سحـاب بَـرِدٌ: راء مکسور، ٹھنڈا بادل۔
اَبْرَدُ صَـارَ ذا بَـرِدٍ: یعنی ٹھنڈ ہوگئی۔
سَحَابَةٌ بَردةٌ کا معنی بھی ٹھنڈ ہوگئی۔
سَحَابَةٌ بَرِدَةٌ کا معنی بھی ٹھنڈ ہے یا سرد بادل ہے۔
البَرُودُ: باء مفتوح بمعنی سرد ۔ یہ لفظ ہر اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جس سے آپ کوئی چیز ٹھنڈی کریں مثلاً: بَرُودُ العين: آنکھ کا سرمہ۔
البُرْدُ مِـن الشِياب: عمدے کپڑے اس کی جمع بُرُود اور اَبْرَاد ہے۔
البُرْدَةُ: سیاہ مربع دھاری دار کمبل جسے عرب اوڑھتے ہیں۔
البَرِيْدُ: تنخواہ اور منصب و مرتبہ۔ کہا جاتا ہے: حُمِلَ فُلانٌ علَى البَرِيْدِ: فلاں شخص کو منصب پر فائز کیا گیا۔ بارہ میل کے فاصلے کو بھی البَرِيْدُ کہتے ہیں۔ اور صَـاحِـبُ البَرِيْـد قَـدْ اَبْـرَدَ إلَى الأمِـيـرِ: صاحب البرید ڈاک انچارج نے امیر کو ڈاک روانہ کی۔اس لفظ سے اسم فاعل مبْرِدٌ ہے۔ ایلچی اور پیام بر کو بھی بَرِيْدٌ کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ امام الازہری نے کہا کہ: ڈاک اٹھانے والے جانور کو بَرِيْدا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ڈاک اٹھا کر چلتا ہے۔ کسی اور نے کہا کہ البَرِيْدُ وہ خچر ہے جو سرائے میں بندھا رہتا ہے (ڈاک کے معنوں میں یہ لفظ فارسی الاصل ہے)۔ اس کا نام پہلے دَم رکھا گیا۔ پھر اسے رسول کا نام دیا گیا جس پر ڈاک لدی ہو۔ پھر اس لفظ کو مسافت کیلئے استعمال کیا جانے لگا۔

ب ر ذ ع ـ البَرْذَعَةُ: (باء مفتوح)

پالان جو زین کے نیچے رکھا جاتا ہے۔
اسے عرق گیر بھی کہتے ہیں۔
ب ر ذ ن — البِرْذَوْنُ: چوپایہ۔الکسائی کا کہنا ہے کہ بَرَاذِین کی مؤنث بِرذَوْنَۃٌ ہے۔
ب ر ر — البِرُّ: نیکی اور فرماں برداری، اس کی ضد عقوق یعنی نافرمانی اور حکم عدولی ہے۔ اسی طرح: المَبَرَّۃُ کا معنی نیکی ہے مثلاً: بَرِرْتُ وَالِدِی: میں نے اپنے والد کے ساتھ نیک سلوک کیا یا فرماں برداری کی۔
اَبَرُّہُ بِرًّا: میں اس کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں۔
بَرٌّ اور بَارٌّ: نیک سلوک کرنے والا۔
بَرٌّ کی جمع اَبْرَارٌ اور بَارٌّ کی جمع بَرَرَۃٌ ہے۔
فُلَانٌ یَبَرُّ: فلاں اس کا موجد اور خالق ہے۔
یَتَبَرَّرُہُ: وہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے۔
میرا کہنا ہے کہ میں صاحب کتابؒ کے علاوہ کسی اور کو اطاعت وفرماں برداری کے معنوں میں لفظ التبرُّر کہتے نہیں جانتا۔
الأم بَرَّۃٌ بِوَلَدِھَا: ماں اپنے بچے پر نہایت شفیق ہے۔
بَرَّ فِی یَمِینِہٖ: وہ اپنی قسم میں سچا ہے۔
بَرَّ حَجُّہُ: اس کا حج مبرور ہوا۔یعنی قبول ہوا۔
بُرَّ حَجُّہُ: (باء مضموم) اور بَرَّ اللّٰہُ حَجَّہُ یَبُرُّہُ (باء مضموم) سب کا اصل بِرٌّ (باء مکسور) ہے۔
تَبَارُّوْا بروزن تَفَاعَلُوْا: بِرّ سے ماخوذ ہے بمعنی باہم نیک سلوک کرنا۔ مثل مشہور ہے کہ لا یَعْرِفُ ھٰذَا مِنْ بِرٍّ: اسے اس بات کی پہچان نہیں کہ کون اسے ناپسند کرتا ہے اور کون اسے اچھا جانتا ہے۔
اِبْنُ الاعرابی نے کہا کہ: الھِرُّ دُعَاءُ الغَنَمِ وَالبِرُّ سَوْقُھا: ھِرّ کی آواز بکریوں کو بلانے کے لئے بِرّ کی آواز ان کو ہانکنے کی ہے۔
البَرُّ: بحر کی ضد ہے۔یعنی خشکی اور زمین۔
البَرِّیَّۃُ: صحرا اور ریگستان۔ اس کی جمع بَرَارِی ہے۔
البَرِّیتُ: بروزن فَعْلِیتُ: خشکی سے منسوب یا تعلق رکھنے والی اور جنگلی۔
البَرْبَرَۃُ: غصے کی حالت میں آواز یا کلام۔ کہتے ہیں: بَرْبَرَ: وہ بڑبڑایا۔ایسے شخص کو بَرْبَارٌ یعنی بڑبولا کہیں گے۔
بَرْبَرۃ: لوگوں کی ایک نسل، انہیں بَرابِرۃ بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ میں 'ۃ' اس لفظ کے عجمی یعنی غیر عربی ہونے کی علامت ہے یا یہ 'ۃ' نسبت کی وجہ سے ہے۔ چاہیں تو اسے حذف کر سکتے ہیں۔

البُرُّ: اس کا واحد بُرَّۃٌ ہے یعنی گندم یا گیہوں۔ سیبویہ نے اس لفظ کی جمع اَبْرار بنانے سے منع کیا ہے۔ جب کہ المُبرّد نے بطور قیاس جائز قرار دیا ہے۔

اَبَرَّ اللّٰهُ حَجَّـهُ: بَرَّ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ یعنی اللہ اس کا حج قبول کرے۔

اَبَـرَّ الرَّجُلُ علٰی اصحابه: وہ اپنے ساتھیوں میں سربرآوردہ ہوگیا۔

اَبَرَّ الرَّجُلُ: آدمی خشکی پر سوار ہوا۔

ب ر ز - بَرَزَهُ غَیْرُهُ: اسے کسی اور نے ظاہر یا نمایاں کیا۔

البِرَازُ: (باء مکسور) المُبَارَزَةُ: جنگ میں دعوت مبارزت یعنی مقابلہ کرنے کے لئے دشمن کو بلاوا دینا یا للکارنا۔ بطورِ کنایہ پاخانہ کو بھی کہتے ہیں۔

المَبْرَزُ بروزن المذهَبُ: وضو کرنے کی جگہ۔

البَراز: (باء مفتوح) کھلی، وسیع اور کشادہ فضاء۔

تَبَرَّزَ الرَّجُلُ: آدمی قضائے حاجت کے لئے نکلا۔

تَبَرَّزَ الشَّيْئَ تَبَـرِيْزًا: اس نے اسے واضح کیا یا ظاہر کیا۔ وہ اپنے ساتھیوں میں سے سربرآوردہ ہوگیا یا فوقیت پا گیا۔

ب ر ز خ - البَـرْزَخ: دو چیزوں کے درمیان حائل پردہ یا رکاوٹ۔ دنیا اور آخرت کے درمیان موت سے لیکر دوبارہ جی اٹھنے تک کا دور بھی برزخ کہلاتا ہے جو شخص مر جاتا ہے وہ برزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

ب ر س م - البِرسَام: (باء مکسور) مشہور ومعروف ذات الجنب کی بیماری۔

بُرْسِـمَ الـرَّجُلُ: فعل مجہول۔ آدمی کو برسام کی بیماری لگ گئی۔ اس سے اسم مفعول مُبَرْسَمٌ ہے یعنی برسام زدہ شخص۔

میرا کہنا ہے کہ کتاب ''التهذیب'' میں یہ لفظ البَرسَام (باء مفتوح) ہے۔

الاِبْرِیْسَم: ابریشم کا معرب لفظ ہے اور اس کے تین تلفظ ہیں عرب لوگ غیر عربی کلمات کو اپنی زبان میں ملا لیتے ہیں۔

ابن السکیت کا کہنا ہے کہ یہ لفظ الأبْرِیْسَم ہے۔

ابن الأعرابی نے کہا کہ یہ لفظ الإبْرِیسَم (باء راء مکسور اور سین مفتوح) ہے۔ اس نے کہا کہ کلام عرب میں اِفْعِیلِل (مکسور) وزن پر کوئی لفظ نہیں ہے۔ البتہ اِفْعِیلَل کے وزن پر کلمات موجود ہیں مثلاً: اهلیلَج اور ابْرِیسَم۔

ب ر ص - ابرَصَ: کُلھری کا مریض۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَبْرَصَهُ اللّٰه: خدا اسے مبتلائے برص کرے۔

سَامٌ اَبْرَص: چھپکلی۔ رینگنے والے بڑے

جانوروں میں سے ایک۔ یہ نام اسم معرفہ ہے جو جنس کی تعریف کرتا ہے۔ یہ دو نام ہیں جنہیں ایک مرکب بنایا گیا ہے۔ چاہیں تو پہلے نام کو معرب بنا کر اسے دوسرے نام کا مضاف بنائیں اور چاہیں تو پہلے کو مبنی برفتحہ کر دیں۔ اور دوسرے نام کو معرب بنائیں اور اسے غیر منصرف کا اعراب دیں۔ اس کا تثنیہ کا صیغہ سَامّا اَبْرَصَ ہوگا اور جمع سَوَامُّ ابرَصَ ہوگا یا سِوَامٌّ. دوسرے نام کو اَبْـرَصُ یا بِـرَصَةٌ بروزن عِنَبَةٌ نہیں کہنا چاہئے نہ ہی اسے اَبَـارِصُ کہنا چاہئے۔
سَامٌّ بھی نہیں کہنا چاہئے۔

ب ر ع - بَرَعَ الرجُلُ: آدمی نے علم میں اپنے ساتھیوں پر فوقیت حاصل کی۔ اس کا اسم فاعل بَارِعٌ ہوگا۔ اس کا باب خَضَـعَ اور ظَـرُفَ اور فَـعَلَ ہے۔
مُتَبَرِّعٌ: رضا کارانہ خیرات دینے والا۔ مالی خیرات کرنے والا۔

ب ر غ ث - البُرغُوث: (باء مضموم) کاٹنے والا کیڑا، پسّو۔

ب ر ق - بَرَقَ السَّیفُ وَغَیرُہٗ: تلوار وغیرہ کوندی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور اسم البریق اور البَرقُ ہے۔ اس کی جمع بُرُوق ہے۔
بُروق السحاب: بادل کی چمک۔ کہتے ہیں:

بَـرْقُ الخُلَّبُ اور بـرقُ خُـلَّب: (اضافت کے ساتھ) اور بَرَقٌ خُلَّبٌ (بطور صفت) اس چمکنے یا کوندنے والی بجلی کو کہتے ہیں جس میں بارش نہ ہو۔ اس کا ذکر بَرَقَتِ السماءُ کے ذیل میں ہے۔
اَبْرَقَتْ: کو دیکھئے بذیل (ر ع د)
البُـرَاقُ: سواری کا وہ جانور جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب سوار ہوئے تھے۔
بَرِقَ البَصَرُ: باب طَرِبَ، نظر چندھیا گئی یا جائے۔ یعنی حیرت کے مارے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔
جب بَرَقَ البَصَرُ (باء مفتوح) کہیں تو مطلب ہوگا نظر کی پتھرائی جانے والی حالت ہوگئی۔ بَرَّقَ عَیْنَهُ تَبْرِیقًا: اس نے اپنی نظر خوب تیز کر دی۔
الإبْرِیق: اس کی جمع اَبَارِیق ہے۔ یہ لفظ فارسی سے معرّب ہے۔ بمعنی لوٹا۔ پانی کا کوزہ۔
الأبْرَقُ: ایسا ڈھیر جس پر پتھر، ریت اور مٹی سب کچھ ملا ہوا ہو۔ اسی طرح البَرْقَاء اور البُرْقَةُ بروزن الغُـرْفَـةُ کا بھی یہی مطلب ہے۔
البَارِق: بجلی والے بادل۔
السحابة البارقةُ: بجلی والی بدلی۔
اِسْتَبْرَق: موٹا دیباج کا کپڑا، فارسی سے

معرّب ہے۔اس کا اسم تصغیر اُبَیْرِق ہے۔

ب ر ق ش–بَرْقَشَ الشَّيْئَ: اس نے مختلف رنگوں سے نقش ونگار بنائے۔اس کی اصل اَبُو بَرَاقِش ہے یعنی گرگٹ جو رنگ بدلتا ہے۔

ب ر ق ع–البُرقُعُ: (قاف مفتوح اور عین مضموم)، مویشی اور دیہاتی عورتوں کا پہناوا۔اسے البُرقُوع بھی کہتے ہیں۔

بَـرْقَعَهُ فَتَبَرْقَعَ: اس نے اسے برقعہ پہنایا، تو اس نے پہن لیا۔برقعہ پردہ ہے۔

ب ر ک–بَرَکَ البَعیرُ: اونٹ بیٹھ گیا۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَبْـرَکَهُ صَـاحِبُه فَتَبَرَّکَ: اس کے مالک نے اسے بٹھا دیا تو وہ بیٹھ گیا۔ان معنوں میں اس کا استعمال بہت کم ہے۔ اس کے بدلے اَنَـاخَهُ فَاسْتَنَاخَ: زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

البِرْکَةُ: تالاب۔اس کی جمع بِرَک ہے۔کہا گیا ہے کہ یہ نام حوض یا تالاب میں پانی جمع رہنے کے باعث دیا گیا ہے۔ ورنہ ہر چیز کے ٹھہرنے اور ٹکنے کو بَرَک کہتے ہیں۔

البَرَکَةُ: افزائش اور زیادتی۔

التَّبْـرِیکُ: برکت کی دعا، کہا جاتا ہے: بَـارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَفِـیْکَ وعلیکَ وَبارَکَکَ: اللہ تجھے برکت دے۔قول خداوندی ہے: أن بُوْرِکَ مَنْ فِي النَّارِ، تبارکَ اللّٰہ: بابرکت ہے اللہ یعنی بَارَکَ اللّٰہُ: اس کی مثال قَاتَلَ اور تَقَاتَلَ ہے۔البتہ فَاعَلَ متعدی ہے اور تَفَاعَلَ متعدی نہیں ہے۔ بلکہ فعل لازم ہے۔

تَبَـرَّکَ بِـهٖ: اس نے اس سے برکت حاصل کی۔

ب ر م–بَرِمَ: اسے اکتا دیا۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

أبْرَمَهُ: اس نے اسے دل گرفتہ وملول کر دیا اور اسے ڈرایا دھمکایا۔

اَبْرَمَ الشَّیْئَ: کسی چیز یا معاملے کو پختہ کرنا۔

المُبْرَمُ مِـنَ الثِّـیَـابِ: دوہری بٹر کا کپڑا۔اسی سے اسم جنس المُبْرَمُ بنا ہے جو ایک خاص کپڑے کا نام ہے۔

البِرَامُ: یہ بُـرْمَة کی جمع ہے۔ ہانڈی یا ہنڈیا۔

ب ر ن–اَلبَرْنِیُّ: کھجور کی ایک قسم۔

البَرْنِیَّةُ: مٹی، برتن۔

بَیْرِیْن: ایک جگہ کا نام ہے۔اسے رَملِ بَیْرِیْن کہا جاتا ہے۔

ب ر ن س–البُرنُس: لمبی ٹوپی۔ ابتدائے اسلام میں یہ ٹوپی زاہد لوگ پہنا کرتے تھے۔

تَبَرْنَسَ الرَّجُلُ: آدمی نے بُرنس ٹوپی پہنی۔

ب ر ہ-اَتَتْ علیہ بُرْھَۃٌ مِن الدھر: (باء مفتوح و مضموم)۔اس پر ایک طویل دور آیا۔

الاصمعی نے کہا کہ: بَرَھُوتُ بروزن رَھَبُوت حضرموت میں ایک کنویں کا نام ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس میں کفار کی روحیں ہیں۔حدیث شریف میں ہے: خَیْرُ بِئرٍ فِی الارضِ زَمْزَمُ وَشَرُّ بِئرٍ فی الارضِ بَرَھُوتُ: روئے زمین پر بہترین کنواں زم زم ہے۔ اور بدترین کنواں برھوت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بُرْھُوت سُبْرُوْت کی طرح ہے۔

ب ر ہ م-اِبْرَاھِیْمُ: ایک عجمی نام ہے۔ اس کے حسب ذیل مختلف تلفظ (لہجے) ہیں:

اِبْرَاھَامُ، اِبْرَاھَمُ اور اِبْرَاھِمُ (یاء محذوف)۔ المبرد کے ہاں ابراہیم کا اسم تصغیر اُبَیْرِۃ ہے اور سیبویہ کے نزدیک بُرَیْھِمْ ہے۔ یہ بہتر ہے لیکن قرین قیاس پہلا اسم ہے اور بعض اہل لغت کے نزدیک بُرَیْۃ ہے۔

البَرَاھِمَۃُ: ایک قوم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ انبیاء و رسل کی بعثت کی قائل نہیں ہے۔اور اسے جائز نہیں سمجھتے۔ [1]

ب ر ہ ن-البُرھان: دلیل اور حجت

بَرْھَنَ علیہ: اس پر حجت قائم کی۔یعنی دلیل کے ساتھ ثابت کر دی۔

ب ر ا-البَرَی: مٹی۔ البرِیّۃُ: مخلوق۔ اس کی اصل ہمزہ ہے اور اس کی جمع بَرَایَا اور البَرِیَّات ہے۔

بَرَأہُ اللّٰہُ: خدا نے اسے پیدا کیا۔اس کا باب عَدَا ہے۔

فُلانٌ یُبَارِی فُلانًا: فلاں شخص فلاں شخص کا مد مقابل ہوتا ہے اور اس جیسا کام کرتا ہے۔

ھُمَا یَتَبَارَیَانِ: وہ دو شخص ایک دوسرے کی ریس کرتے ہیں۔

اِنْبَرَی لَہُ: وہ اس کے سامنے ہوا۔نمودار ہوا۔

البُرَایَۃُ: ستھری اور چھیلن۔چھیلی یا تراشی ہوئی لکڑی اور اسی طرح البُراءُ ہے۔

المِبْرَاۃُ: ریتی یا قلم تراش۔

بَرَیْتُ القلم: میں نے قلم تراشا۔اس کا باب رمٰی ہے۔

بَرِیْتُ: دیکھئے بذیل (ب ر ر)

بَرِیَّۃُ: دیکھئے بذیل (ب ر ر)

بَرِیَّۃٌ: دیکھئے بذیل (ب ر أ) یا (ب ر ا)

ب ز ر-البِزْرُ: بیج، تخم۔

بزر البَقْل: سبزی وغیرہ کا بیج۔

دُھْنُ البِزْر: بیجوں کا تیل، اسے مکسور

[1] اگر یہ ہندوستان کی برہمن قوم ہے تو یہ اللہ کے انسانی روپ میں حلول کی قائل ہے۔(مترجم)

پڑھنا زیادہ فصیح ہے یعنی البِزُرُ، الأبْزاز اورالأبَازِيْز مصالحہ جات یا مسالہ جات۔

ب ز ز—بَزَّهُ: اس نے اسے چھین لیا۔ مثل مشہور ہے: مَنْ عَزَّ بَزَّ: جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ اِبتَزَّهُ: اس نے اس کو زبردستی چھین لیا یا جبراً لے لیا۔

البَزّ مِن الثیاب: بزازی یعنی کپڑا

البِزّةُ: شکل اور مصیبت (باء مکسور)

ب ز غ—بَزَغَتِ الشَمسُ: سورج طلوع ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

المِبْزَغُ: (میم مکسور) نشتر

بَزَغَ الحَاجِمُ والبَیطار: حجام یا بیطری نے نشتر سے چیرا۔

ب ز ق—البُزَاق: تھوک۔

بزَق: اس نے تھوکا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ب ز م—الإبْزِیْمُ: بکسوا۔ جو کمربند یا پٹی کے سرے پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَبَازِیْم ہے۔

ب ز ا—البَازِیُ: باز، شکاری پرندہ۔ اس کی جمع بُزاۃ ہے۔

ب س ا—بَسَأْتُ بالشَیئ بَسْأ: میں کسی ایک چیز سے مانوس ہو گیا۔

ب س ر—البُسْرُ: کچی کھجور۔ کھجور کے پکنے تک اس کے مختلف مراحل پہ مختلف نام ہیں۔ شروع میں طلع، تھوڑی مدت بعد خَلال (خاء مفتوح)، اس کے بعد بَلَحٌ (باء اور لام مفتوح) پھر بُسْرٌ، پھر رُطَبٌ اور آخر میں تَمرٌ ہے۔ اس کا واحد بُسْرَةٌ ہے۔ اور جمع بُسْرَاتٌ اور بُسْرٌ ہے (تینوں حروف مضموم)

اَبْسَرَ النَخلُ: کھجور کے درخت کی کھجوریں بسر ہو گئیں۔ یعنی نخل بسردار ہو گیا۔

البَسْرُ: نبیذ تیار کرنے میں دوسری کھجوروں کے ساتھ بسر کھجوریں ملانا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَبْسُرُوا ولا تَثْجُرُوا: نہ تو بسر کو دوسری کھجوروں سے ملاؤ اور نہ ہی تم کو بُسر کے ساتھ ملاؤ۔

بَسَرَ الرَجُلُ: آدمی کا چہرہ مرجھا گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ کہا جاتا ہے: عَبَس وَبَسَرَ: اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بسورا۔

بَاسُور: اس کی جمع بواسیر ہے۔ یہ ایک بیماری ہے جو مقعد یا ناک کے اندر ہو جاتی ہے۔

ب س س—البَسُّ: بتیسہ بنانا۔ جو کا ستو یا آٹا یا پسا ہوا پنیر گھی یا تیل میں ملا کر بنتا ہے جسے کھایا جاتا ہے، اسے پکایا نہیں جاتا اور وہ تری میں گندھے ہوئے سے زیادہ تر ہوتا ہے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

بَسَّ الإبِلُ وَأبَسَّهَا: اس نے اونٹ کو ڈانٹا اور اسے بَس بَس کہا۔ حدیث شریف میں ہے: یَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ المَدِیْنَة اِلی الیمن والشام والعِراق یَبسُّونُ والمَدِیْنَةُ خیرٌ لهم لو کانو یعلمون: ''لوگوں کی ایک جماعت یا کچھ لوگ مدینہ سے یمن، شام اور عراق کی طرف بِس بِس کرتے ہوئے نکل پڑتے ہیں۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہت بہتر ہے اگر وہ جانتے''
میں کہتا ہوں کہ الصحاح التہذیب اور شرح الغریبین میں اسی طرح یَبِسُّونَ (باء مکسور کے ساتھ) لکھا ہوا ہے۔
البیہقی نے اپنے مصادر میں لکھا ہے کہ اس کا باب رَدَّ یَرُدُّ ہے۔
البَسُوس: (باء مفتوح) عرب کی ایک عورت کا نام ہے جو جساس بن مرۃ البکری کی خالہ تھی۔ اسی کی وجہ سے بکر اور تغلب دو قبیلوں کے درمیان چالیس برس تک جنگ جاری رہی اور اسی سے بدشگونی کی یہ مثل مشہور ہوگئی:
اَشْأَمُ مِنَ البسوس: یعنی بسوس عورت سے زیادہ منحوس۔ اس جنگ کا نام بھی اس عورت سے منسوب ہوکر حرب البسوس ہوگیا۔

ب س ط – بَسَطَ الشَّیْءَ: (سین اور صاد، دونوں کے ساتھ) اس نے چیز کو پھیلا دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
بَسَطَ العُذْرَ: اس نے عذر قبول کیا۔
البَسْطَةُ: گنجائش، استعداد، کشائش
انبسط الشَّیْئُ علی الأرضِ: چیز زمین پر پھیل گئی یا بچھ گئی۔
الانبساط: ترکِ احتشام۔ کہا جاتا ہے کہ: بَسَطْتُ مِنْ فُلان فانبسط: میں فلاں شخص کے ساتھ خندہ روئی سے پیش آیا تو وہ خوش ہوگیا۔
البِسَاط: بچھونا، بچھائی جانے والی چیز دری وغیرہ۔
مکانٌ بسیط: فراخ، وسیع اور کشادہ جگہ۔
یَدٌ بِسْطٌ بروزن قِسْطٌ: کشادہ ہاتھ۔ حضرت عبد اللہ کی قراءت میں قرآن کی آیت: بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ: کی بجائے یَدَاهُ بِسْطَانِ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ یہ محاورہ سخاوت کے لئے کنایہ ہے۔
ب س ق – البُسَاق: اور البُصَاق: بلندی۔ بَسَقَ النَّخْلُ: کھجور کا درخت بلند ہوگیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی سے قول خداوندی: وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٌ: یعنی کھجور کے بلند و بالا درخت ہے۔

ب س ل-البَسَالَةُ: شجاعت اور بہادری۔ بَسُلَ باب ظَرُفَ، اسم فاعل باسِل بمعنی بہادرودلاور ہے۔
قَوْمٌ بُسْلٌ: بہادرقوم بروزن بَازِلٌ اور بُزْلٌ۔
اَبْسَلَهُ: اس نے اسے ہلاکت کے حوالے کردیا۔ اس کا اسم مفعول مُبْسَلٌ ہے۔
قول خداوندی ہے: اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا قَدَّمَتْ: ابوعبیدہ نے یہاں تُبْسَلَ کا ترجمہ تُسْلَمَ یعنی سپرد کرنا کہا ہے۔
المُسْتَبْسِلُ: آمادہ مرگ و ضرب، مرنے مارنے پر تلا ہوا انسان۔
استبسَل: اس نے اپنی جان لڑائی میں جھونک دی اور ہر حال میں مرنے یا مارنے کا تہیہ کرلیا۔
ب س م-التبسُّم: مسکراہٹ، قہقہہ سے کم ہنسی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور اسم فاعل بَاسِمٌ ہے۔
ابْتَسَمَ وتَبَسَّمَ: وہ مسکرایا۔
المَبْسِمُ بروزن مَجلس: منہ کا دہانہ۔
رَجُلٌ مِبْسَامٌ وبسَّامٌ: ہنس مکھ اور خندہ رو شخص۔
ب س م ل-بَسْمَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے بِسْمِ اللّٰه کہا، کہا جاتا ہے: قَدْ اكْثَرْتَ مِنَ البَسْملة: تو نے کثرت سے بسم اللّٰه کہا۔

ب س ن-بَيْسَان: حدودواطراف شام میں ایک گاؤں کا نام ہے۔
ب ش ر-البَشَرَةُ والبَشَرُ: انسانی جلد کا بیرونی حصہ۔
البَشْرُ: پیدا کرنا۔
مُبَاشَرَةُ الأمورِ: کاموں کا شروع کرنا یا اپنے پیش رولانا۔
بَشَرَ الأديمَ: اس نے اس کا ظاہری حصہ پکڑلیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
بَشَرَهُ: اس نے اسے خوشخبری دی۔
بَشَّرَهُ تَبْشِيرًا: اس نے اسے ایک خوشخبری دی۔ اس کا اسم البِشَارةُ ہے (باء مضموم اور مکسور)۔
بَشَرَهُ بِكذا: (بغیر تشدید) اس نے اسے یہ خوشخبری دی۔
فَاَبْشَرَهُ إبْشارًا: وہ خوش ہوا۔ (بات کرتے ہوئے)۔ کہا جاتا ہے: اَبْشِرْ بِخَيْرٍ (الف قطع کے ساتھ) تمہیں خیر کی خبر ملے یا تمہیں خوشخبری ہو۔ قول خداوندی ہے: وَاَبْشِرُوا بِالجَنَّةِ: تمہیں جنت کی خوشخبری ہو۔
بَشِرَ بِكذا وَاستبشر به: اسے یہ خوشخبری ملی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
بَشَرَنى فُلان بِوَجهٍ حَسَنٍ: فلاں شخص خندہ روئی اور خوش اخلاقی سے میرے ساتھ پیش آیا۔

البشرُ: خندہ رُو، ہنس مکھ انسان۔
بُشریٰ: خوشخبری، جب کسی شخص کو اس نام سے پکارا جائے تو یہ غیر منصرف نہیں ہوگا، چاہے یہ مؤنث کے لئے معرفہ ہو یا نکرہ۔ اس کے آخر میں علامت تانیث 'یٰ' فاطمۃ اور طلحۃ وغیرہ کے برخلاف ہے۔ البشارۃ کا لفظ مطلقاً خیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ الّا یہ کہ اس کے ساتھ شرّ کی قید لگا دی گئی ہو مثلاً: قول خداوندی: فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ اليم: انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔
تباشَرَ القومُ: قوم نے ایک دوسرے کو خوشخبری دے دی۔
التباشِیر: خوشخبری (دوسروں کو خوشخبری دینا)
تَباشِیرُ الصُبح: صبح کے آغاز، اسی طرح تَبَاشِیرُ کُلِّ شیئٍ: ہر چیز کی شروعات۔ اس سے فعل نہیں بنتا۔
البَشِیر اور المُبَشِّر خوشخبری دینے والا۔
المُبَشِّرات: بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔
البَشَارۃُ: (باء مفتوح) خوبصورتی، مثلاً: رَجُلٌ بَشِیْرٌ: خوبصورت مرد اور اِمْرَاۃٌ بَشِیْرَۃٌ: خوبصورت عورت۔
ب ش ش – البَشَاشَۃُ: خندہ روئی۔ ہنس مکھ ہونا۔ چہرے کی تروتازگی۔

بَشَّ بہٖ وَيَبُشُّ: خندہ روئی سے پیش آنا۔ (باء مفتوح)۔ رَجُلٌ هَشٌّ وَبَشٌّ: ہشاش وبشاش انسان۔
ب ش ع – شَيْءٌ بَشِعٌ: بدمزہ چیز جو حلق کو پکڑ لے۔
بَيِّنَ البشاعۃ واستبشع: اس نے ناپسند کیا، یا اپنی کراہت کا اظہار کیا۔
ب ش م – البَشَمُ: بدہضمی۔ کہا جاتا ہے: بَشِمَ من الطعام: اسے کھانے سے بدہضمی ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
بَشِمَ مِنْ فلانٍ: فلاں شخص سے اس کا دل بھر گیا۔
البشامُ: ایک خوشبودار لکڑی جس کی مسواک بنائی جاتی ہے۔
ب ص ر – البَصَرُ: دیکھنے کی قوت۔
اَبْصَرَہُ: اس نے اسے دیکھا۔
البَصِیْرُ: ضَرِيْرٌ کی ضد بمعنی بینا اور ضَرِيْرٌ: نابینا۔
بَصُرَ بہ: اس نے یہ جان لیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اور مصدر بُصْرًا ہے۔ اس کا اسم فاعل بَصِیْرٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: بَصُرْتُ بِمَالَمْ يَبْصُرُوْا بِہٖ: مجھے وہ کچھ نظر آیا جو انہیں نظر نہیں آیا۔
تَبَصَّرْ: غور وفکر وتامل کر۔
تَبْصِیر: تعریف اور وضاحت۔
المُبْصِرَۃُ: روشن، نمایاں۔ یہی لفظ قول

خداوندی میں ہے: فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً: جب ان کے پاس ہماری روشن اور نمایاں آیات و نشانیاں آئیں۔ اخفش نے کہا کہ اس آیت کا مطلب و معنی یہ ہے کہ یہ آیات ان کی آنکھیں کھول دینے والی تھیں۔

الْمَبْصَرَةُ: بروزن الْمَتْرَبَةُ: دلیل اور حجت۔

الْبَصْرَةُ: سفیدی مائل پتھر۔ اسی نسبت سے شہر بصرہ کا نام الْبَصْرَة پڑا ہے۔

البصرتان: بصرہ اور کوفہ۔

بَصَّرَ تبصِيرًا: وہ بصرہ کی طرف چل پڑا۔

البصيرة: دلیل اور حجت۔

الاستبصار فِي الشَّيْئِ: معاملے پر دلیل لانا۔ قول خداوندی ہے: بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ: بلکہ انسان اپنے نفس پر (خود) حجت ہے۔

الْبِنْصَر: چھنگلی کے ساتھ والی انگلی۔ اس کی جمع بَنَاصِرُ ہے۔

الْبُصْرُ بروزن بُشْرٌ: ہر چیز کا کنارہ یا طرف۔ حدیث شریف میں ہے:

بُصْرُ كُلِّ سماء مَسِيرةُ كذا: ہر آسمان کی موٹائی اتنی ہے۔

بُصْرَى: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں کی تلواریں مشہور ہیں۔ کسی شاعر کا شعر ہے:

صَفَائِحُ بُصْرَى اخلصَتها قُيُوْنُهَا

ب ص ص — الْبَصِيْصُ: چمک، قَدْ بَصَّ الشَّيئُ: چیز چمکی۔ اس کا مضارع يَبِصُّ (باء مکسور) اور مصدر بَصِيْصًا ہے۔

بَصْبَصَ الكلبُ: کتے نے دم ہلائی۔

تَبَصْبَصَ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّبَصْبُصُ: چاپلوسی، تملق۔

ب ص ع — أَبْصَعُ: کلمۂ تاکید ہے بمعنی: سارے کا سارا، یا پورے کا پورا۔ بعض لوگ اس کا تلفظ ضاد سے کرتے ہیں، لیکن یہ زیادہ مستعمل مروج نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَخَذَ حقَّهُ أَجْمَعَ أَبْصَعَ: اس نے اپنا سارا حق پورا پورا لے لیا۔ اس کی مؤنث جَمْعَاء کی طرح بَصْعَاء ہے۔

جاء القَوْمُ اجمعون أَبْصَعُوْنَ: لوگ سارے سارے یا پورے پورے آگئے۔

اور رَأَيْتُ النسوة جُمَعَ بُصَعَ: میں نے ساری کی ساری عورتوں کو دیکھا۔ اسے تاکید مرتب کہتے ہیں لیکن یہ لفظ أَجْمَعَ سے پہلے نہیں آتا یعنی أَبْصَعُ اجْمَعُ نہیں کہہ سکتے۔

ب ص ق — الْبُصَاق: چمک دمک۔ بَصَقَ يَبْصُقُ کا باب نَصَرَ ہے۔ سفید رنگ کے چمکدار پتھر کو بُصَاقَةُ القَمر کہتے ہیں۔

ب ص ل: پیاز۔ مشہور و معروف سبزی

اس کا واحد بَصَلَةٌ ہے۔

ب ض ع-البِضَاعَةُ: (باء مکسور) مال و دولت، پونجی۔ مال کا ایک حصہ جو تجارت کی غرض سے بھیجا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اَبْضَعَ الشَّیْئَ: اس نے کسی چیز کو مال تجارت بنالیا۔ اِسْتَبْضَعَ کا بھی یہی معنی ہے۔ مثل مشہور ہے: کَمُسْتَبْضِعِ تَمْرٍ اِلٰی هَجَرَ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کھجور کی کان کو چھوڑ دیا۔

البَاضِعَةُ: وہ زخم جس سے جلد کٹ جائے۔ اور گوشت پھٹ جائے اور خون جم جائے لیکن بہے نہیں۔ اگر خون بہہ نکلے تو پھر اس زخم کو دَامِیَةٌ کہیں گے۔ بِضْعٌ (باء مکسور) کچھ۔ چند بعض عرب اسے باء مفتوح کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ یہ لفظ تین سے لے کر ۹ تک کے اعداد میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے: بِضْعُ سِنِیْنَ: چند سال و بِضْعَةُ عَشَرَ رَجُلًا: دس سے اوپر کچھ آدمی۔

بِضْعَ عشرة امراۃً: دس سے کچھ اوپر عورتیں۔ دس سے اوپر کے عدد کے لئے بِضْعٌ کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا مثلاً: بِضْعٌ وعشرون نہیں کہتے۔

البَضْعَةُ: گوشت کا ٹکڑا۔ اس کی جمع تَمْرَةٌ سے تَمْرٌ کی طرح بَضْعٌ ہے۔ اسے بَضْعٌ بھی کہا گیا ہے بروزن بَذْرَةٌ سے بِذَرٍ۔

بَضَعَ الجُرْحَ: اس نے زخم کو کھولا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

المِبْضَعُ: (میم مکسور) جس سے رگ یا چمڑے کی کھال کو کھولا جائے۔

بِئْرُ بُضَاعَةَ: میں باء مکسور اور مضموم دونوں جائز ہے۔

ب ط ا-بَطُؤَ: (طاء مضموم) بُطْئًا (باء مضموم) اس کا اسم فاعل بَطِیْئٌ: (یاء ممدود) سست، کاہل۔

اَبْطَأَ: اس نے دیر کردی۔ اس کا فاعل مُبْطِئٌ ہے۔ چلنے میں سستی کے معنوں میں اَبْطَیْتُ، ما اَبْطَأَ بِکَ اور ما بطّأ بِکَ: (طاء مشدد) نہیں کہنا چاہئے۔

ب ط ح-بَطَحَهُ: اس نے اسے منہ کے بل گرادیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَبْطَحُ: ایسا وسیع چوڑا بے خشک نالہ یا ندی جس میں کنکر پتھر بھرے پڑے ہوں۔ اس کی جمع اَباطح اور بطاح (باء مکسور) ہے۔ اسی سے لفظ بَطِیْحَةٌ اور بَطْحاء بنے ہیں اور اس لفظ بطحاء مکة ہے۔

ب ط خ-البِطِّیْخُ والبِطِّیْخَةُ: (باء مکسور) تربوز، هندوانه۔

اَبْطَخَ القَوْمُ: قوم (یا لوگوں) کے پاس تربوز کی کثرت ہوگئی۔

المَبْطَخَةُ بروزن مَتْرَبَةٌ: تربوز رکھنے کی

جگہ۔ طاء مضموم یعنی مَبْطُخَة بھی اس کا ایک لہجہ یا تلفظ ہے۔

ب ط ر -البَطَرُ: اترانا، شدّت خوشی کا اظہار۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

أَبْطَـرَهُ المالُ: وہ مال و دولت پر اتراتا ہے۔

بَطِرْتَ عَيْشَكَ: (تجھے مال و دولت پر اترانا نصیب ہوا۔ بطورِ محاورہ کہا جاتا ہے۔جس طرح رَشِدْتَ اَمْرَکَ: تجھے اپنے معاملے میں سیدھی راہ یا ہدایت نصیب ہوئی، کہا جاتا ہے۔

ہم نے (ر ش د) کے ذیل میں اس لفظ کی تشریح کی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے اس لفظ کو (ر ش د) کے ذیل میں نہیں بلکہ (س ف ہ) کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

ب ط ر ق -البِطْرِيْقُ: (باءِ مکسور) روم کے قائدین میں ایک۔یہ لفظ معرّب ہے اور اس کی جمع البطارقة ہے۔

ب ط ش -البَطْشَةُ: گرفت، پکڑ، زبردستی، بالادستی، سخت گرفت وغیرہ۔اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

بَاطَشَهُ مُبَاشَطَةً: اس نے اس کی سخت گرفت کی۔

ب ط ط -بَطَّ القَرْحَةَ: اس نے زخم کو کھولا۔اس کا باب رَدَّ ہے۔

البَطُّ: بطخ۔آبی پرندہ۔اس کا واحد بَطَّةٌ ہے۔یہ 'ۃ' تانیث کی نہیں بلکہ وحدت جنس کے لئے ہے۔

هٰذِهِ بَطَّةٌ: مذکر اور مؤنث دونوں بطخوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اس کی مثال حمـامةٌ (کبوتر) اور دجاجةٌ (مرغی) ہے۔

ب ط ق -البِطَاقَةُ: (باءِ مکسور) کُرتے یعنی ثوب کے اندر جیب جس میں پیسے رکھے جاتے ہیں، مصریوں کی زبان میں اسے بطاقة اس لئے کہا گیا ہے کہ اسے کپڑے کے ایک ٹکڑے سے باندھا جاتا ہے۔

ب ط ل -البـاطل: حق کا متضاد لفظ۔ اس کی جمع اباطیل ہے۔یہ غیر قیاسی جمع ہے۔گویا انہوں نے ابطیل سے یہ جمع بنائی ہے۔بَطَلَ الشيئُ. چیز باطل یعنی ناکارہ ہوگئی۔اس کا باب دخل ہے۔اور مصدر بُطْلًا بروزن صُلْحًا اور بُطلانًا بروزن طغیان ہے۔

البَطَلُ: بہادر، دلاور

البَطَلَةُ: بہادر عورت

بَطُلَ الرجُل: آدمی بہادر بن گیا۔اس کا باب سَهُلَ اور ظَرُفَ ہے۔

بَطَلَ الأجِيْرُ: مضارع يَبْطُلُ (طاء مضموم) مزدور بیکار ہوا۔

بَطَالة: بے روزگاری۔
بطّال: بے روزگار، بے کار، نا کارہ۔
ب ط م—البُطْمُ: سبز دانہ۔
ب ط ن—البَطْنُ: ظہر کا متضاد لفظ بمعنی پیٹ۔ یہ مذکر صیغہ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ ایک لہجہ کے مطابق یہ مؤنث بھی ہے۔
البَطْنُ قبیلے کم بھی۔
بُطْنان الجَنةِ: باغ کا وسط۔
بطَنَ الوادی: وہ آدمی وادی میں داخل ہوا۔
بَطَن الأمرَ: وہ معاملے کی تہ تک پہنچ گیا۔ ان دونوں فعلوں کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے ذات باری کی ایک صفت الباطن بھی ہے۔ بَطَنَ بِفُلان: وہ فلاں شخص کا رازدار درست بن گیا۔ اس کا باب دَخَلَ اور کَتَبَ ہے۔
بُطِنَ. فعل مجہول ہے۔ اسے پیٹ میں درد ہوا۔
بَطِنَ: اس کا باب طَرِبَ ہے۔ وہ بسیار خوری سے پیٹو ہو گیا یا اس کا پیٹ بڑھ گیا۔
البطَانُ للقتب: وہ پٹی جو اونٹ کے پیٹ کے نیچے باندھی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: التَقَتْ حلقتَ البطَانِ للأمرِ: معاملہ سنگین ہو گیا۔
بطَانَةُ الثوب: (باء مکسور) کپڑے کا استر یعنی اندرونِ جامہ یہ بیرونِ جامہ کی ضد ہے۔
بطَانَةُ الرَجُلِ: آدمی کا اندرون۔
أبْطَنَهُ: اس نے اسے اپنا مقرب خاص بنایا۔
بَطَّنَ الثوب: اس نے کپڑے کے اندر استر لگایا۔
استبطَنَ الشَيئَ: اس نے چیز کو چھپا لیا۔
میرا کہنا ہے کہ: اسْتَبْطَنَ الشيئَ کا معنی ہے: 'وہ اس کے پیٹ میں داخل ہوا'۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ استَبْطَنَ الوادی وغَيْرَة 'وہ وادی کے (پیٹ) کے اندر داخل ہوا'۔
اسْتَبْطَنَ الشَيئَ: اس نے چیز چھپالی۔
واستبطَنَ الشَيئَ: اس نے پیٹ کی بات پوچھی۔
امام الازہری نے کہا کہ تَبَطَّنَ الكَلأ: وہ چارے میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔
البِطْنَةُ: پیٹ بھر کے کھانا۔ سیر شکمی محاورہ ہے کہ: لَيسَ للبِطْنَة خَيرٌ مِنْ خَمْصةٍ تَتبَعُهَا: اس شدید کمی میں کوئی بھلائی نہیں جس کے بعد پھر بھوک کا سامنا کرنا پڑے۔
البَطِنُ: وہ آدمی جسے صرف اپنے پیٹ کی پڑی ہو۔
المَبْطُونَ: پیٹ درد کا مریض۔

الْمِبْطَانُ: کثرت طعام یعنی بیش خوری کے باعث جس کا پیٹ یا توند نکلی ہو۔
الْمُبَطَّنُ: پتلی کمر والا مرد۔
الْمُبَطَّنَةُ: پتلی کمر والی عورت۔
الْبَطِيْنُ: بڑے پیٹ والا۔ بطین کا معنی بعید یعنی دور بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے شَأْوٌ بَطِيْنٌ: دور کی منزل اور اعلیٰ مقصد۔
ب ط ا—الْبَاطِيَةُ: برتن۔ میرا خیال ہے کہ یہ معرب لفظ ہے۔
ب ع ث—بَعَثَهُ وَابْتَعَثَهُ: اس نے اسے بھیجا۔
انبعث: وہ جاگ پڑا یا اٹھ کھڑا ہوا۔
بَعَثَهُ مِنْ مَنَامِهِ: اس نے اسے نیند سے جگایا۔
بَعْثُ الْمَوْتٰى: مُردوں کا دوبارہ زندہ ہونا۔ تینوں فعلوں کا باب قَطَعَ ہے۔
ب ع ث ر—بَعْثَرَ: اس کی تشریح بذیل (ب ح ث) میں گزر چکی ہے۔ قول خداوندی: وَبُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ: جس روز قبروں میں سے نکالا جائے گا۔ ابوعبیدہ نے اس کا معنی اُثِيْرَ اور اُخْرِجَ بتایا ہے۔
ب ع ج—بَعَجَ بَطْنَهُ بِالسِّكِّيْنِ: اس نے اس کا پیٹ چھری سے چیر دیا، یا اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ اس کا اسم مفعول مَبْعُوْجٌ اور بَعِيْجٌ ہے اور اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ب ع د—بُعْدٌ: قرب کا متضاد، لفظاً بمعنی دوری۔ بَعُدَ (عین مضموم) بُعْدًا: وہ دور چلا گیا۔ اس کا اسم فاعل بَعِيْدٌ بمعنی دور ہے۔
اَبْعَدَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اسے دور کر دیا۔
بَاعَدَهُ وَبَعَّدَهُ تَبْعِيْدًا: اس نے اسے بہت دور کر دیا۔
الْبَعَدُ: (باء اور عین مفتوح)۔ بَاعِدٌ کی جمع۔ جس طرح خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے۔
الْبَعَدُ کا معنی ہلاک بھی ہے۔ اس کا فعل بَعِدَ ہے اور اسم فاعل بَاعِدٌ۔ اِسْتَبْعَدَ یعنی تَبَاعَدَ۔
اِسْتَبْعَدَهُ: اس نے اسے دور سمجھا یا بعید جانا۔ محاورہ ہے: وَمَا اَنْتَ عَنَّا بِبَعِيْدٍ: تم ہم سے دور نہیں ہو۔ اس میں صیغہ اور واحد اور جمع دونوں یکساں ہیں۔ عرب کہتے ہیں: كَبَّ اللّٰهُ الْاَبْعَدَ لِفِيْهِ: خدا اسے منہ کے بل گرا دے۔
الْاَبْعَدُ کا معنی خائن اور خوف زدہ بھی ہے۔
الْاَبَاعِدُ: اقارب کا متضاد، یہ دونوں اسمائے ظرف ہیں جب یہ مضاف ہوں۔ ان کی اصل اضافت ہے۔ اور جب مضاف الیہ حذف کیا جائے تب یہ دونوں اسم مبنی علی الضم ہوں گے۔ تاکہ یہ پتہ چلے

یہ دونوں مبنی ہیں۔ اگرچہ اعراب میں ان پر ضم نہیں آتی کیونکہ نہ تو فاعل بنتے ہیں اور نہ مبتدا یا خبر۔ البتہ اَمّا بعد کا معنی آغاز کلام ہے۔

ب ع ر – البَعِیر: اونٹ اور اونٹنی دونوں۔ جیسے انسان میں مرد اور عورت دونوں شامل ہوتے ہیں اونٹ کو بعیر صرف اس لئے کہتے ہیں وہ ابھی عمر کے پانچویں سال میں ہو یعنی نوعمر۔ اس کی جمع اَبعِرَۃٌ، اَبَاعِر، بُعْرَان ہے۔

البَعْرۃُ، البَعْر اور الابعار کا واحد ہے۔

بَعَرَ البَعِیْرُ والشَاۃُ: اونٹ اور بکری نے مینگنیاں کیں۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ب ع ض – بَعْضُ الشَیْئُ: چیز کا کچھ حصہ، اس کی جمع اَبْعَاضِہ ہے۔

بَعَّضَہُ بَعِیْضًا: اس نے اس کے حصے بخرے کر دیئے۔

فَتَبَعَّضَ: تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

البَعُوض: مچھر، اس کا واحد بَعُوضَۃٌ ہے۔

ب ع ق: حدیث شریف میں ہے: اِنّ اللّٰہ تعالی یکرہ الانبعاق فَرَحِمَ اللّٰہُ عَبْدًا اَوجز فی کَلامِہ: "اللہ تعالیٰ بڑھ چڑھ کر بات کرنے کو یعنی بات کرنے میں غیر ضروری طوالت کو ناپسند کرتا ہے۔ پس اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے بات کرنے میں اختصار سے کام لیا۔

التبعّق: بڑھ چڑھ کر باتیں کرنا، توڑنا۔ حدیث شریف میں ہے: یُبَعِّقُونَ لِقَاحَنَا: (وہ ہماری اونٹنیوں کو ذبح کرتے ہیں)۔

ب ع ل – البَعْلُ: خاوند، جوڑا، نر، اس کی جمع البُعُولۃُ ہے۔ عورت کے لئے بھی بَعْلٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح سے زَوْج اور زَوْجَۃٌ استعمال ہوتا ہے۔

البَعْلُ: بارانی زمین کو بھی کہتے ہیں۔ اصمعی کا قول ہے: العِذیُ مَا سقتہ السماءُ والبَعْلُ ما شَرِب بُعُروقہ من غَیْرِ سقیٍ ولا سماءٍ: یعنی عذی وہ زمین ہے جو بارش سے سیراب ہوتی ہو اور بعل وہ جو اپنی ہی رگوں سے بغیر آب پاشی اور بارش کے سیراب ہوتی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَا شرِب بَعْلًا فَفِیْہِ العُشْرُ: جو زمین بغیر آبپاشی یا بارش سے سیراب (ہوکر کاشت ہوتی ہو) اس میں عُشر ہے یعنی پیداوار کا دسواں حصہ (بیت المال کو) دینا ہے۔

بَعْلٌ: ایک بت کا نام بھی ہے۔ جس کی پوجا حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم کرتی تھی۔ میرا کہنا ہے کہ درست یہ ہے کہ بت کے معنوں میں بَعْلٌ پر الف لام (تعریف) نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب کتاب نے ...

ہے۔

بَعْلبک: ایک شہر کا نام ہے۔ اس کی ترکیب 'سامّ ابرص' کی طرح ہے جس کا ذکر ہم (ب ر ص) کے ذیل میں کر آئے ہیں۔

بعلبک: دیکھئے بذیل (ب ک ک اور بذیل ب ع ل)

ب غ ت—بَغْتَۃً: اچانک، لقیتہ بغتۃً: وہ اس سے اچانک ملا۔

المُبَاغتۃُ: اچنبھا۔ اچانک رونما ہونا۔

ب غ ث: الفراء کا کہنا ہے کہ:

بُغَاث ایک بری قسم کا پرندہ ہے۔ (باء مفتوح و مضموم و مکسور)۔ جس کا شکار نہیں کیا جاتا۔ پھر کہا گیا کہ یہ لفظ جمع ہے اور اس کا واحد بُغَاثَۃٌ ہے۔ اور یہ نام نِعَامَۃٌ اور نِعام (شتر مرغ) کی طرح مذکر و مؤنث دونوں جنسوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مفرد (واحد) ہے اور اس کی جمع غزال سے غِزْلان کی طرح بُغْثَان ہے۔

ب غ د—بَغْدَاد:[1] اور بغداد نیز بَغْدَان (نون کے ساتھ) عراق کا ایک بہت بڑا شہر ہے۔

ب غ ض—البُغْضُ: حُبّ کا متضاد لفظ نفرت و کراہت۔

بَغُضَ الرجُلُ: آدمی نے بغض کیا۔ اس کا باب ظَرُف ہے۔ یعنی بغض کرنے والا بن گیا یا نفرت کرنے والا۔

البَغِیْضُ: نفرت و کراہت کرنے والا۔

بَغَّضَہُ اللّٰہُ اِلَی النَّاسِ تبغیضًا فَاَبْغَضُوْہ: اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کی نظروں میں قابل حقارت بنا دیا تو لوگوں نے اس سے نفرت کی۔ اور وہ قابل نفرت و حقارت بن گیا۔

مُبْغَضٌ: قابل نفرت و حقارت۔

البَغْضَاء: شدت بغض و نفرت۔

البِغْضَۃُ: (باء مکسور) شدت نفرت و حقارت۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ: مَا اَبْغَضَہُ: بمعنی وہ کس قدر قابل نفرت ہے، میرے نزدیک یہ شاذ ہے۔

التَبَاغُضُ: باہم بغض رکھنا۔ تحابٌ کا متضاد ہے۔

ب غ ل—البَغْلُ: خچر، اس کی جمع البِغَالُ اور مؤنث بَغْلَۃٌ ہے۔

البَغَّال: (غین مشدّد) خچر والا۔

ب غ ی—البَغْیُ: بغاوت، زیادتی۔

بَغٰی عَلَیہِ: اس نے اس پر زبردستی کی۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ کسی بھی چیز یا معاملے کی مقررہ حد سے تجاوز یا زیادتی۔

بَغْیٌ: (بغاوت و زیادتی) ہے۔

[1] یہ لفظ معرب ہے اور اس کی فارسی اصل باغ داد بمعنی عدل و انصاف اور دادرسی کی جگہ ہے۔ جو کثرت استعمال سے بغداد ہو گیا۔ (مترجم)

البُغْـيَةُ: (باء مکسور و مضموم) حاجت اور ضرورت۔
بَغٰی ضـالَتَهُ: اس نے اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کی۔
بُغَاء: (باء مضموم اور ممدود)۔
بُغَايَةٌ: (باء مضموم) تلاش و جستجو۔ ہر طلب و تلاش بغاء ہے۔
بَغٰی لهُ: اس نے اس کی تلاش کی۔
البغـاهُ الشـيئَ: اپنی خاطر چیز کی تلاش کی۔ لوگوں کا یہ کہنا: ینبغـی لَکَ انْ تفعـلَ کـذا: (تجھے ایسا کہنا چاہئے۔ افعال مطاوعت میں سے ہے)۔ کہا جاتا ہے کہ: بَغَاهُ فانبغی (اس نے اسے تلاش کیا تو اس میں چاہت پیدا ہوگئی)۔ جیسے کہتے ہیں کَسَرَهُ فَانکسر: اس نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔
اِبْتَغَيتُ الشَّيئَ وتبغيتُهُ: میں نے چیز کی جستجو کی یا تلاش کی۔ جس طرح بَغَيتُهُ بمعنی میں نے تلاش کیا۔
تَبَاغَـوْا: انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کی۔

ب ق ر- البَقَرُ: اسم جنس۔
البَقَـرَةُ: گائے، بیل، مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ 'ۃ' افراد یعنی ایک عدد کے لئے ہے۔ اس کی جمع البَقَرات ہے۔
البـاقِرُ: چرواہے سمیت گائے بیل کا ریوڑ۔ یمن کے لوگ الباقر کی بجائے ان معنوں کے لئے باقُوْرَةٌ کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اہل یمن کے نام زکوٰۃ وعُشر وغیرہ کے قانون کے لئے جو تحریر ارسال فرمائی، اس میں فی ثَلا ثِیْنَ بَاقُوْرة کے الفاظ درج تھے یعنی تیس کے ریوڑ پر ایک گائے صدقہ (زکوٰۃ) ہے۔
التَبَقُّـرُ: علم میں گہرائی اور تبحر۔ اسی لفظ سے امام محمد کو اُن کے تبحر علمی کی وجہ سے 'الباقر' کہا جاتا ہے۔

ب ق ع- البقعَةُ مِنَ الأرض: زمین کا ایک ٹکڑا۔ اس کی جمع البِقَاع ہے۔
البَاقِعَةُ: بلا اور آفت۔
البَقِـيْعُ: ایسی جگہ جہاں مختلف قسم کے درختوں کے باغات ہوں۔ اسی سے بَقِيْعُ الغَرْقَد نام پڑا ہے۔ (یعنی غرقد درختوں کا باغ)۔ یہ مدینہ شریف میں مشہور و معروف قبرستان کا نام ہے۔
الغُـرَاب الأبْقَعُ: چتکبرا کوا جس میں سیاہ اور سفید رنگ ملے ہوئے ہوں۔
بُقْعَـانُ الشَّام: جو حدیث میں وارد ہوا ہے، سے مُراد اُن کے ملازم اور غلام ہیں۔

ب ق ق- البَقَّةُ: مچھر۔ اس کی جمع البَقُّ ہے۔
رَجُـلٌ بَقَاق: (بغیر تشدید) اور بقاقة

كثير الكلام يا زیادہ باتیں کرنے والا باتونی۔ اس لفظ میں ۃ مبالغہ کے لئے آئی ہے۔
البَقْبَاق: بھی باتونی کو کہتے ہیں۔
اَبَقَّ الـرَّجُـلُ: آدمی نے بہت باتیں کیں۔
البَقْـبَـقَةُ: بَقْ بَقْ آواز نکالنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: بَقْبَقَ الكُوزُ: پانی کے برتن (صراحی وغیرہ) سے بق بق کی آواز نکلی[1] یا 'بق بق' کی آواز پیدا ہوئی۔
ب ق ل — البَقْلُ: سبزی، ترکاری۔ اس کا واحد بَقْلَةٌ ہے۔
البَقْلَةُ: لوبیا کو بھی کہتے ہیں۔ اسے البقلة الحَمْقاء بھی کہتے ہیں۔
المَبْقَلَةُ: سبزیوں کی جگہ۔ کہا گیا ہے کہ ہر وہ سبزی جس سے زمین سرسبز ہو جائے بَقْـلٌ کہلاتی ہے۔ بَقَلَ وَجـه الغلامِ: لڑکے کے چہرے پر سبزہ اُگ آیا سے مراد اس کی داڑھی نکل آئی ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسے بَقَّلَ (قاف کی تشدید کے ساتھ) نہیں کہنا چاہئے۔ اَبْقَلَتِ الأرض: زمین سے سبزہ نکل آیا۔
البَاقِـلَّا: لام کو مشدد پڑھنے کی صورت میں الف ممدود الباقلّاءُ یا باقلاوَةٌ ہوگا۔

مثل مشہور ہے:
اَعْيَا مِنْ بَاقِلٍ: باقل کسی شخص کا نام تھا۔ اس نے ایک ہرن گیارہ درہم میں خریدا۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ تم نے یہ ہرن کتنے میں خریدا تو اس نے جواب کے لئے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیاں کھول کر اور زبان باہر نکال کر گیارہ عدد کا اشارہ بنایا۔ اور یوں اس کے ہاتھ سے ہرن کی رسی چھوٹ گئی اور ہرن بھاگ گیا۔ اس طرح ہکلاہٹ کی شدت ظاہر کرنے کے لئے یہ ضرب المثل بن گئی۔ راجز کا قول ہے:
وَلَـمْ تَـذُقْ مِن البَـقُـولِ فُسْتقَا
"تم نے سبزیوں میں سے بھی فستق (پستہ) نہیں چکھا۔"
اس اعرابی کے خیال کے مطابق پستہ بھی (بجائے خشک پھل) ایک سبزی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اسے فُستق کی بجائے (باء کے ساتھ) بُسْتُقْ بھی کہتے ہیں۔ میرے خیال میں اسے نُستُقْ (نون کے ساتھ) ہونا چاہئے کیونکہ یہ لفظ نُقل یعنی کھانے کی چیز ہے نہ کہ بَقْلُ (سبزی) ہے۔
ب ق م — البَقَّمُ: مشہور و معروف رنگ یا روغن جسے عَنْدَم بھی کہتے ہیں۔ میں نے اس لفظ سے متعلق ابوعلی الفسوی سے پوچھا کہ کیا یہ لفظ عربی الاصل لفظ ہے تو انہوں

[1] شاید اسی لفظ سے اردو زبان میں لایعنی اور غیر معقول باتیں کرنے کو 'بک بک' کرنا کہتے ہیں۔ (مترجم)

نے کہا کہ نہیں، یہ لفظ معرب ہے۔

ب ق ی - بَقِيَ الشَّيْءُ (قاف مکسور) بَقَاءً: چیز باقی رہ گئی۔ اسی طرح بَقِيَ الرَّجُلُ زَمَانًا طَوِيلاً: آدمی بڑی مدت تک زندہ رہا۔ اَبْقَاهُ اللّٰه: خدا سے زندگی دے۔

بَقِيَ من الشَّيْءُ: چیز میں سے کچھ باقی بچ رہا۔ جیسے بَقِيَّة کہتے ہیں۔

البَاقِيَةُ: مصدر کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٌ: کیا تم کو ان میں سے زندگی کے کوئی آثار نظر آتے ہیں۔

اَبْقٰى علٰى فُلَانٍ: اس نے اس پر ترس کھایا یا اس پر رحم کیا۔ کہا جاتا ہے لا اَبْقَى اللّٰه عليک اِنْ اَبْقَيْتَ عَلَيَّ: خدا تجھ پر رحم نہ کرے اگر تو نے مجھ پر رحم نہ کیا۔

حدیث شریف میں ہے: بَقَيْنَا رسُولَ اللّٰه: (قاف مفتوح) ہم نے رسول اللہ کا انتظار کیا۔

بَقَاهُ تَبْقِيَةٌ، اَبْقَاهُ اور تَبَقَّاهُ: تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔

استبقَى من الشَّيْءُ: اس نے چیز میں سے کچھ چھوڑ دیا۔

اِستبقَاهُ: اس نے اسے زندہ چھوڑ دیا۔

قبیلہ بنوطئ والے بَقَا اور بَقَتُ کہتے ہیں بجائے بَقِيَ اور بَقِيتُ کہنے کے۔ وہ اسی طرح دوسرے ہم وزن معتل فعلوں کو بھی (یاء کے بغیر) بولتے ہیں۔

ب ک ا - بَكَأَتِ (النَّاقَةُ) و الشَّاةُ بَكْئاً: اونٹنی یا بکری نے دودھ کم کیا۔ ایسی اونٹنی یا بکری کو بَكِيْئَةٌ کہتے ہیں۔

ب ک ت - التَّبْكِيتُ: بروزن تَقْرِيع اور تَعْنِيف۔ بَكَّتَهُ بالحُجَّة تَبْكِيتاً: اس نے دلیل سے اس پر غلبہ پایا۔

ب ک ر - البِكْرُ: کنواری، اس کی جمع اَبْكارٌ ہے۔

البِكْرة: اس عورت کو بھی کہتے ہیں جس نے صرف ایک ہی دفعہ بچہ پیدا کیا ہو۔

بِكْرُهَا: اس کا بچہ، اس میں مذکر اور مؤنث یکساں ہیں۔ اونٹ کے بچے 'البکر' میں بھی مؤنث و مذکر برابر ہوتے ہیں۔

البَكْرُ: (باء مفتوح) نوعمر اونٹ۔

بَكْرةٌ: نوعمر اونٹنی۔

بَكْرةُ البِئرِ: بلی، کنویں کا وہ حصہ جس پر کھڑے ہو کر پانی پیا جائے۔ اس کی جمع بَكَرٌ ہے۔ اور یہ جمع شاذ ہے۔ کیونکہ فَعْلَةٌ وزن کے واحد سے فَعَل کے وزن پر جمع نہیں بنائی جاتی۔ سوائے حروف زیادہ کرنے کے۔ مثلاً: حَلْقَةٌ سے حَلَق اور حَمْاةٌ سے حَمَا اور بکرۃ سے بَكَرَ. اس کی جمع بَكَراتٌ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے:

جلُوْا عَلٰی بَکْرَۃُ اَبِیْهِمْ یعنی وہ سب
آ گئے۔اور اَتَیْتُهُ بُکْرَۃً: میں صبح سویرے
اس کے پاس آیا۔اگر آپ کی مراد دن کے
صبح کے وقت سے ہو تو آپ کہیں گے اَتَیْتُهُ
بُکْرَۃَ (بکرۃ کو غیر منصرف کر کے) بَکَرَ
کا باب دَخَلَ ہے۔

بَکَرَ تَبْکِیْراً، اَبْکَرَ اِبْتَکَرَ:[1] اور بَاکَرَ
سب کا ایک ہی معنی ہے۔ بَکُرَ: (کاف
مضموم) نہیں کہنا چاہئے اور نہ بَکِرَ (ک
مکسور) کہنا چاہئے۔ ابو زید نے کہا کہ
أبْکَرَ الغَداءَ: اس نے دوپہر کا کھانا
جلدی کھایا۔

بَکَرَ عَلَی الحَاجَۃِ: اس نے اپنی
حاجت پوری کرنے میں جلدی کی۔ اس کا
باب دَخَلَ ہے۔

اَبْکَرَہُ غَیْرُہُ: کسی نے اسے سویریا
جلدی کرادی۔ ہر وہ شخص جو کسی چیز یا کام
کی طرف تیزی سے جائے اسے کہیں گے
کہ: اَبْکَرَ الیه وَبَکَّرَ تَبْکِیْرًا: یعنی
اس نے اس کی طرف آنے میں جلدی کی۔
اس طرح کہا جاتا ہے: بَکِّرُوا بصلاۃ
المغرب: مغرب کی نماز ادا کرنے میں
جلدی کرو یعنی سورج کی ٹکیا ڈوبتے ہی یہ
نماز ادا کرو۔ قول خداوندی ہے: بِالْعَشِیِّ
وَالْاِبْکَار: اس میں اِبکار کو ایسا فعل بنایا
گیا ہے جو وقت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی
سے لفظ بُکْرَۃً ہے یعنی کل، صبح سویرے۔
قول خداوندی ہے: بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ:
اس میں الغُدُوّ فعل مصدر ہے جو صبح کے
وقت پر دلالت کرتا ہے۔

البَاکُوْرَۃُ: پہلا پھل۔ جمعہ کے بارے
میں حدیث شریف ہے: مَنْ بَکَّرَ
وَابْتَکَرَ: جس نے جلدی کی، یعنی نماز
جمعہ جلدی سے پہنچا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ
بَکَّرَ فُلانٌ (فلاں نے جلدی کی)۔

اِبْتَکَرَ: (اور خطبہ کا ابتدائی حصہ پالیا) یہ
لفظ بَاکُوْرۃ سے مشتق ہے۔

ضَرْبَۃٌ بِکْرٌ یعنی کاٹنے والی مار۔ اس لفظ
کا تثنیہ نہیں بنتا۔ حدیث شریف میں ہے:
کَانَتْ ضَرَبَاتُ عَلِیٍّ اَبْکَارًا اِذا
اعتَلٰی قَدَّ وإذا اعْتَرَضَ قَطَّ:
حضرت علیؓ کی ماریں ایک بار کی ہوتی تھیں
اگر اوپر سے پڑتیں تو لمبے رُخ کاٹ دیتیں
اور اگر چوڑائی کے رخ پڑتیں تو درمیان
سے دو ٹکڑے کر دیتیں۔

ب ک ک - بَکَّ: اس نے ہجوم کیا۔
البَکُّ مصدر ہے بمعنی کوٹنا۔
بَکَّ عُنُقَهُ: اس نے اس کی گردن دبوچ
[illegible] کا باب رَدَّ ہے۔
بَکَّۃُ: مکہ کا وسطی حصہ۔ اس کا یہ نام لوگوں

① اب لفظ ابتکار کسی نئی چیز کی ایجاد و اختراع کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (مترجم)

کے ہاں ہجوم کی وجہ سے پڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے یہ نام اس لئے پڑا ہے کہ وہاں بڑے بڑے جابروں کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔

بعلبک: یہ دو الفاظ جن کو مرکب بنادیا گیا ہے۔ ہم نے اس کے اعراب کا ذکر 'حضرموت' کے ذیل میں کیا ہے۔ اس سے اسم نسبتی بعلیّ ہے اور آپ چاہیں تو بَکِیّ بھی کہہ سکتے ہیں۔

ب ک م — **رَجُلٌ اَبْکَمُ وبَکِیْمٌ:** گونگا انسان۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ب ک ی — **بَکیٰ یَبْکِیْ:** (کاف مکسور)۔ **بُکَاءٌ:** ممدود اور مقصور۔ **بُکَاءٌ:** (الف ممدود) کا معنی آواز نکال کر رونا ہے۔ اور **بُکَاء** کا معنی آنسو اور آنسوؤں کا نکلنا ہے۔ **بَکَاهُ** اور **بَکیٰ عَلَیْهِ** دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

بَکَّا تَبْکِیَةً: کا معنی بھی یہی ہے۔

اَبْکَاهُ: اس نے اسے رُلا دیا۔ انہیں معنوں کیلئے بَاکَاهُ فَبَکَاه کہتے ہیں۔ اسی مضمون پر کسی کا یہ شعر ہے:

الشمس طالعة لیست بکاسفةٍ
تُبکی علیک نُجُومَ اللیلِ والقمرا

"سورج روشن ہے گہنایا ہوا نہیں ہے۔ وہ رات کے ستاروں اور چاند کو تجھ پر رلاتا ہے۔"

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے یہ شعر (ک س ف) کی ذیل میں درج کیا ہے۔ انہوں نے شعر میں النجوم اور القمر کو بکاسفةٍ کا منصوب بنایا ہے۔ اور یہاں انہوں نے بقول اُن کے انہیں تُبْکِیْ کا منصوب بنایا ہے۔ لہٰذا یہ شعر محل نظر ہے۔

اسْتَبْکَاهُ اور **اَبْکَاه:** ہم معنی لفظ ہیں۔ بمعنی اس نے اسے رلایا۔

تَبَاکَی: اس نے مصنوعی رونا رویا۔

البَکِیُّ: (باء مفتوح) کثرت سے رونے والا۔

البُکِیُّ: (باء مضموم) بَاکٍ کی جمع ہے۔ اور اس کی مثال جالس اور جُلوس کی ہے۔ البتہ باکٍ میں واؤ، یاء میں بدل گئی ہے۔

ب ل ج — **البُلُوْجُ:** اشراق یعنی چاشت کا وقت۔ کہا جاتا ہے کہ **بَلَجَ الصُّبْحُ:** صبح روشن ہوگئی اس کا باب دخَلَ ہے۔ **اِنْبَلَجَ وتَبَلَّجَ** کا معنی بھی یہی ہے۔

تَبَلَّجَ فُلَانٌ: فلاں شخص ہنس پڑا اور ہشاش وبشاش ہوا۔

الأبْلَجُ: روشن اور چمکیلا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: **الصُّبْحُ الأبْلَجُ:** صبح روشن۔

بَلَجَ الحَقُّ: (باء اور لام مفتوح) صبح روشن ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ **الحَقُّ اَبْلَجُ وَالباطِلُ لَجْلَجٌ:** حق روشن ہوتا ہے

جب کہ باطل متردد ہوتا ہے۔
الْبُلْجَةُ بروزن الضُّرْبَةُ اور الفُرْجَةُ: دو بھنوؤں کے درمیان خالی جگہ۔ کہا جاتا ہے۔رَجُلٌ أَبْلَجُ: دو بھنوؤں کے درمیان واضح خالی جگہ والا مرد جس کی دونوں بھنوئیں جڑی ہوئی نہ ہوں۔ اُمّ معبد کی روایت کردہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات کے بارے میں آیا ہے کہ آپ اَبْلَجُ الوجه تھے، یعنی روشن چہرے والے۔
حدیث میں بَلَجَ الحاجب نہیں آیا ہے کیونکہ ام معبد حدیث میں، حضور ﷺ کی صفت قرآن سے بیان کر رہی ہیں۔ ابو عبید نے بھی یہی کہا ہے۔
ب ل ح—البَلَحُ: (باء اور لام مفتوح) کچھ زردی مائل یعنی بُسر ہونے سے پہلے مرحلے کی کھجور۔ کیونکہ پہلے مرحلے کی کھجور طَلْعٌ پھر خلال، پھر بَلَح، پھر بُسر، پھر رُطب، اور پھر آخری مرحلے پر تَمَر ہوتی ہے۔اس کا واحد بَلَحةٌ ہے۔
اَبْلَحَ النخل: کھجور کا درخت بلحدار ہوگیا۔ یعنی اس کی کھجور بَلَح کے مرحلے تک پہنچ گئی۔
ب ل د—البَلَدُ والبَلَدةُ: اور البَلْدَةُ تمام ہم معنی الفاظ میں اس کی جمع بِلَاد اور بُلْدَانٌ ہے۔
البَـلَادةُ: کند ذہنی، غباوت۔ جو ذکاء کا متضاد لفظ ہے۔اس کا باب ظَرُفَ ہے اور اسم فاعل بَلِيدٌ ہے۔بمعنی کند ذہن ہے۔
ب ل س—أَبْلَسَ مِن رحمة الله: خدا کی رحمت سے مایوس ہوا۔ اسی لئے (شیطان کا) اِبْلِیس نام پڑا۔جس کا اصل نام عزازیل تھا۔
اِبْلَاس کے معنی انکسار بھی اور حُـزن بھی ہے۔کہا جاتا ہے کہ أَبْلَسَ فلانٌ: فلاں شخص غم کے مارے دم بخود ہوگیا۔ گھگھی بندگئی۔
ب ل ط—البَلاط: (باء مفتوح) مکان وغیرہ میں بچھے ہوئے پتھر یا فرش۔
البَلُّوط: مشہور درخت۔
ب ل ع—بَلِعَ الشَّيْءَ: اس نے چیز نگل لی۔اس کا باب فَهِمَ ہے۔
ابْتَلَعَهُ: اس نے اسے نگل لیا۔
أَبْلَعْتُ الشَّـيْئَ غَيْرِي: میں نے چیز کسی اور کو نگلوادی۔
البَـالُـوعَـةُ: گھر کے وسط میں واقع سوراخ۔اس کی جمع بَـلَالِيعُ ہے۔
ب ل ع م—البُلْعُمُ: (باء مضموم) اور بُلْعُوم: زخرہ۔ گلے میں خوراک کی نالی۔ اسے المَـرِی یعنی زخرہ کہتے ہیں۔
البلعمة الاَبْـلاع: نگلنے کی نالی۔
البَـلْعَـمُ: زیادہ کھانے والا۔ بیش خور بسیار خور انسان۔

الشدِيْدُ البَلْعِ للطَّعام: سخت بسیار خور۔

ب ل غ–بَلَغَ المكانَ: وہ جگہ پر پہنچا اور اسی طرح جگہ کے اوپر جا پہنچا۔ قول خداوندی ہے: فَإِذَا بَلَغنَ أجَلَهُنَّ: جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں یا اپنی عدت کے قریب جا پہنچیں۔

بَلَغَ الغُلام: لڑکے نے پالیا۔ بالغ ہوگیا۔ دونوں کا باب دَخَلَ ہے۔

الإبْلاغ والتَبْلِيْغ: پہنچانا۔ اس سے اسم البلاغ ہے۔

البَلاغ کا معنی کفایت یعنی کافی ہونا بھی ہے۔

شَيْئٌ بالِغٌ: اچھی چیز۔

البَلاغَةُ: فصاحت وبلاغت۔

بَلُغَ الرَجُلُ: آدمی بلیغ ہوگیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

البَلاغات: چغلیاں۔ چغل خوریاں۔

البُلَغِيْنُ: آفت، بلا۔ یہ لفظ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں وارد ہے۔ (یہ الفاظ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل کے موقع پر کہے تھے کہ تم انتہا کو پہنچ گئے ہو۔) (مترجم)۔

بَالَغَ فِي الأمْرِ: اس نے کام میں کوتاہی نہیں کی۔

البُلْغَةُ: روزی۔ گزر اوقات کا سامان۔ معاش۔

تَبَلَّغَ بكذا: اس نے اس پر گزارا کرلیا۔

ب ل غ م–بَلْغَمٌ: چار خلطوں میں ایک خِلط۔ (دوسری خِلطیں صفرا، سودا اور خون ہیں)۔ (مترجم)۔

ب ل ق–البَلَقُ: چتکبرا پن (سفید وسیاہ رنگ)۔

البُلْقَةُ: چتکبرا پن۔

فَرسٌ أبْلَقُ: پنج کلیان گھوڑا۔

أبْلَقَ ابلقاقاً: وہ چتکبرا ہوگیا۔

البَلْقَاء: شام کا ایک صوبہ۔

بَلَقَ البَابَ: (باب نَصَرَ) أبْلَقَهُ فانبَلَقَ: اس نے دروازہ کھول دیا تو وہ کھل گیا۔

ب ل ق ع–البَلْقَعُ والبَلقعَةُ: چٹیل زمین جس میں کچھ نہ ہو کہا جاتا ہے:

اليمين الفاجِرُ تَزَرُ الدِيَار بَلا قِعَ

''جھوٹی قسمیں بستی آبادیوں کو ویران چٹیل میدان بنا کر رکھ چھوڑتی ہیں۔''

میرا کہنا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے۔

ب ل ل–البِلّةُ: (باء مکسور) بل، نیم، تری، گیلا پن۔

البِلُّ: مباح وجائز۔ یہی لفظ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب نے زم زم کے پانی کے بارے میں کہا وہ یہ ہے: لا

أُحِلّها لُمغتسَلٍ وهي مِشارب حِلٌّ وبِلٌ: میں اسے (زم زم کے پانی کو) غسل اور نہانے دھونے کے لئے استعمال کرنا حلال قرار نہیں دیتا بلکہ یہ پینے والوں کے لئے حلال اور مباح ہے۔ اس لفظ کا معنی شفاء بھی کہا گیا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ:
بَلَّ الرَّجُلُ وابَلَّ: آدمی مرض سے شفایاب ہوا۔ یہ معنی قولین پر مبنی ہے صرف اندھی پیروی کی بناء پر نہیں ہے۔

بَلال: حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حمامہ۔ حضور نبی کریم ﷺ کے مؤذن۔ جو حبشی النسل تھے۔

البَلَلُ: تری۔

البَلْبَلَةُ والبِلبَالُ: اندیشہ و فکر، وسواسِ صدر۔

البُلبُل: ایک معروف پرندہ، بلبل۔

بَلَّ مِن مَرَضِه، يَبِلُّ (باء مکسور) بَلًّا: وہ بیماری سے صحت یاب ہوا۔ اور اسی طرح سے أَبَلَّ، اِستَبَلَّ کا معنی بھی یہی ہے۔

بَـلَّهُ: اس نے اسے ترک کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

بَـلَّلَـهُ: مبالغہ کے لئے اسے مشدد کر دیا گیا۔

ابْـتَـلَّ: وہ تر بتر ہو گیا۔ بھیگ گیا۔

بَـلَّ رَحِـمَهُ: اس نے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی۔ حدیث شریف میں ہے:
بُلُّوا اَرْحَامَكُمْ وَلَوْ بِالسَّلَام: اپنے رشتہ داروں کو تر کرو اگرچہ صرف سلام سے ہی ہو، یعنی صلہ رحمی کرو اگرچہ صرف سلام کرنے سے ہی ایسا ہو۔

بَلْ: بلکہ۔ حرف عطف، اور یہ حرف پہلے جز کی نفی کر کے دوسرے جز کی تصدیق و تحقیق کرتا ہے مثلاً: مَا جَآءَنِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو: میرے پاس زید نہیں بلکہ عمرو آیا۔ اور مَا رأيتُ زيدًا بل عمرًا: میں نے زید کو نہیں بلکہ عمرو کو دیکھا اور "جاءني اَخُوكَ بل اَبُوكَ: میرے پاس تیرا بھائی نہیں بلکہ تیرا باپ آیا۔ بَل کے ذریعے آپ پہلے کی نفی اور دوسرے کا اثبات دونوں بیک وقت کرتے ہیں۔ ممکن ہے اس حرف کو رُبَّ کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہو۔ مثلاً: راجز کا یہ شعر:

بَل مهمه قَطَعْتُ بعد مهمه

"میں نے یکے بعد دیگرے کتنی ہی مہمیں سر کیں۔"

یعنی یہاں رُبَّ مهمةٍ ہے، جہاں ایک حرف کو دوسرے حرف کے بدلے توسیع معنی کے لئے وضع کیا گیا۔ قول خداوندی ہے: بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ: اخفش کے بقول بعض یہ کہتا ہے کہ اس آیت میں بَلْ اِنَّ کے معنوں میں آیا ہے۔ اسی لئے اس پر قسم کھائی گئی ہے۔

ب ل ہ — رَجُلٌ اَبْلَهُ: سادہ لوح شخص۔
بَيِّنُ البَلَهِ والبَلَاهِةِ: ایسا شخص جس پر سادہ لوحی غالب آ گئی ہو۔ اس کا باب طَرِبَ اور سَلِمَ ہے۔
تَبَلَّهُ کا بھی یہی معنی ہے۔
امرأةٌ بَلْهَاءُ: سادہ لوح عورت۔ حدیث شریف میں ہے: اَكْثَرُ اَهْلِ الجَنَّة البُلْهُ: اکثر اہل جنت سادہ لوح ہوں گے۔ ان کی سادہ لوحی دنیاوی امور میں قلتِ اہتمام ہی کی شکل میں ہوگی لیکن وہ آخرت کے معاملے میں ہوشیار ہوں گے۔
تَبالَهَ: سادہ لوح بن گیا۔ اس نے سادہ لوحی ظاہر کی حالانکہ وہ سادہ لوح نہیں۔
بَلْهَ: چھوڑ دے۔ یہ لفظ مبنی علی الفتحہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا معنی 'سِوَی' یعنی بجز ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِيْنَ مَالاَ عَيْنٌ رأتْ ولا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلا خَطَر علٰى قَلْبِ بَشَرٍ بَلْهَ ما اطّلعتمَ عَلَيْهِ: میں نے اپنے صالح اور نیکوکار بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے دل پر اس کا خیال تک گزرا، ہاں بلکہ تمہیں اس کی اطلاع تک نہیں۔

ب ل ا — البَلِيَّةُ والبَلوى والبَلا: تمام الفاظ ہم معنی ہیں۔ جس کا معنی بلا اور مصیبت ہے۔ اس کی جمع البَلايَا ہے۔
بَـلَاهُ: اس نے اس کو آزمایا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔
بَلَاهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے امتحان و آزمائش میں ڈالا۔
يَبْلُوه بَـلَاءً: (الف ممدود) یہ آزمائش خیر اور شر دونوں میں ہو سکتی ہے۔
اَبْلَاهُ إبْلاءً حسنًا وابْتَلاه: اللہ نے اسے خیر کے ذریعے آزمایا۔ لوگوں کے اس قول لَا اُبَالِيْهِ: کا معنی مجھے اس کی پرواہ نہیں۔
لَمْ اُبَلْ کی شکل میں الف حذف ہو گیا۔ اور یہ کثرت استعمال کے باعث ہے۔[1]
جسطرح لَا اَدْرِ میں یاء حذف ہوگئی ہے۔ اس کا معنی: 'مجھے پتہ نہیں یا میں نہیں جانتا' ہے۔
بَلِيَ الثَّوبُ: (لام مکسور) کپڑا پرانا اور بوسیدہ ہو گیا۔
بِلٰی میں قصر ہوگا اور اگر مصدر کے باء کو فتحہ دیں تو اسے ممدود پڑھیں گے۔
اَبْلَاهُ صَاحِبُهُ: اس کے ساتھی نے اسے آزمایا۔ محنتی انسان کے لئے کہا جاتا ہے:

[1] صحاح میں یہی لکھا ہے۔ اس پر ابن بری نے اعتراض کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ الف التقاء ساکنین کے باعث حذف ہوا ہے۔ اللسان ملاحظہ کیجئے۔

أبْلِ ويُخْلِفُ اللّهُ 'تدبیر کند تقدیر زند خندہ'۔

بَلٰی: ہاں کیوں نہیں، تحقیق امر کے لئے جواب ہے۔ اس سے آپ اس بات کو واجب کرتے ہیں جو آپ سے کہی جائے۔ کیونکہ یہ نفی کو ترک کرتا ہے اور یہ حرف لا کی ضد ہے۔

ب م م – البَمُّ: چھڑی کی موٹی رسّی۔

ب ن د – البَنْدُ: بڑا جھنڈا۔ لفظ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی جمع بُنُودٌ❶ ہے۔

ب ن د ق – البُنْدُقُ: بندوق جس سے گولی چلائی جاتی ہے۔ اس کا واحد بُنْدُقَةٌ ہے۔ (دال مضموم) اس کی جمع بَنَادِق ہے۔

ب ن ق – بَنِيقَةُ القَمِيصِ: قمیض کا گریبان۔

ب ن ن – البَنَانَةُ: اس کی جمع بَنَانٍ ہے۔ انگلیوں کے پورے کہا جاتا ہے۔

بَنان مُخَضَّبٌ: خضاب لگا پودا۔ ہر جمع اور اس کے واحد کے صیغے میں حرف هاء کا فرق ہوتا ہے۔ لہذا یہ جمع بطور واحد اور مذکر بھی مستعمل ہے۔ (یعنی جمع تکسیر موصوف کے لئے واحد مذکر کی صفت جائز ہے)۔

ب ن ی – بَنَى بَيْتًا: اس نے ایک گھر بنایا۔ بَنَى يَبْنِيْ على اهلهٖ: اس نے اپنے اہل (اہلیہ) کے ساتھ زفاف کیا۔ عام زبان میں علٰی اهلهٖ کے بدلے بَنٰی باهلهٖ کہتے ہیں اور یہ غلط ہے۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب رحمہ اللہ نے (ع ر س) کی ذیل میں اس کا باء کے ساتھ ذکر کیا گویا اصل یہ ہے کہ: شب زفاف گزارنے کے لئے مرد ایک قبہ تعمیر کرتا تھا اس سے یہ محاورہ وجود میں آیا کہ وہ قبہ کا بانی ہے۔ اس سے کنایۃً شب زفاف گزاری بنا۔

ابْتَنَى اور بَنَى کا ایک ہی معنی ہے۔

البُنیان: چار دیواری۔ البَنِيَّة: (فَعِيلَة کے وزن پر) سے مراد کعبہ ہے۔ چنانچہ محاورہ ہے کہ لَا وَرَبِّ هٰـذِهِ البَنِيَّة مَا كَانَ كذا و كذا: ہرگز تمہیں عمارت کعبہ کی قسم کہ معاملہ اس طرح نہیں تھا۔

البُنَى (باء مضموم اور یاء مقصور) عمارت بلڈنگ۔ کہا جاتا ہے کہ: بُنْيَةٌ، بُنًى، بِنْيَةٌ اور بِنًى (باء مکسور و یاء مقصور) ان کی مثال جِـزْيَةٌ اور جِـزًى ہے۔

فُلانٌ صحيح البُنْيَة: فلاں شخص صحیح الفطرت ہے۔ الْأَبْنُ کا اصل بَنَوٌ ہے۔ اس سے واؤ اسی طرح حذف ہو گئی جس طرح اَب اور اَخ سے حذف ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آبَنٌ البُنُـوَّة کا ثبوت ہے۔ اس کا اسم تصغیر بُنَيّ ہے یا بُنَيٌّ یعنی

❶ اب بند 'Item' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (مترجم)

اس کے یاأَبَتَ اور اَبَتِ کی طرح دو تلفظ ہیں۔

ابنٌ کی مؤنث بنتٌ ہے۔ کہتے ہیں کہ: رَأَیتُ بَنَاتَکَ (تاء مفتوح) میں تاء کو اصل تاء سمجھ کر مفتوح کرتے ہیں۔

بُنَیَّاتُ الطریق: پگڈنڈیاں۔ جو اصل شاہراہ سے الگ الگ ہو جاتی ہیں۔

البَنَاتُ: چھوٹی گڑیاں جن سے لڑکیاں کھیلتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے: کُنت العبُ مَعَ الجَوارِی بالبَنَات: میں لڑکیوں کے ہمراہ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔

هذهِ ابْنَةُ فلانٍ اور بِنتُ فلان: یہ فلاں کی بیٹی ہے۔ یہاں بِنتُ میں تاء تانیث کی نہیں بلکہ تاء ثابتہ ہے۔ چاہے وقف کی صورت میں ہو یا وصل کی صورت میں۔

اِبْنَتُ فلانٍ کہنا غلط ہوگا۔ کیوں کہ الف تو باء کے سکون کی وجہ سے آئی ہے۔ جب آپ آخری حرف کو حرکت دے کر متحرک کریں تو اس صورت میں الف گر جاتی ہے۔ اس کی جمع صرف بَنَاتٌ ہے۔

تَبَنَّیْتُ فلانًا: میں نے فلاں کو متبنّٰی بنالیا۔

ب ہ أ—بَهَأْتُ بالرَّجُلِ بَهِئْتُ بَهْئًا، بُهُوءًا: میں اس شخص کے ساتھ مانوس ہو گیا۔

مَا بَهَئْتُ لهُ: میں نے اسے پہچانا نہیں۔

البَهَاءُ: خوبصورتی، یہ معتل میں آتا ہے۔

بهاء: دیکھئے بذیل (ب ہ ا) اور (ب ہ أ)

ب ہ ت—بَهَتَهُ: اس نے اچانک پکڑ لیا یا جالیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قول خداوندی ہے: بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهم: قیامت اچانک آئے گی اور ان کو جالے گی۔

بَهْتَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

مَبْهُوتٌ: ششدر و حیران۔ ایسا شخص جسے معلوم نہ ہو کہ اب کیا کرے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

بَهْتًا (ہاء مفتوح) وبُهْتَانًا: اسم فاعل بَهَّاتٌ: (ہاء مشدّد) ہے، اور اسم مفعول مَبْهُوتٌ ہے۔

بَهِتَ بروزن عَلِمَ: وہ حیرت زدہ اور دہشت زدہ ہوا۔

بَهُتَ بروزن ظَرُفَ کا بھی یہی معنی ہے۔ ان دونوں اوزان میں سے بَهُتَ زیادہ فصیح ہے۔ چنانچہ قول خداوندی ہے: فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ: یعنی تب کافر (نمرود) لاجواب ہو گیا کیونکہ رَجُلٌ مَبْهُوتٌ کہا جاتا ہے۔

رَجُلٌ باهِتٌ یا بَهِیتٌ نہیں کہا جاتا۔

ب ہ ج—البَهْجَةُ: خوبصورتی اور تر و تازگی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے اور اسم

فاعل بَهِيْجٌ ہے۔
بَهِجَ بِہٖ: وہ اس سے خوش ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل بَهِجٌ (ھاء مکسور) ہے اور بَهِيْجٌ بھی۔
بَهَجَهُ الأمرُ: اسے معاملہ پسند آیا۔ اس کا باب قطع ہے۔
اَبْهَجَهُ: اس سے وہ پسند آیا۔
الابْهَاجُ: خوشی و مسرّت۔
ب ہ ر — بَهَرَهُ: وہ اس پر غالب آیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
البُهْرُ: (باء مضموم) مسلسل اور لگاتار سانس لینا یا سانس چڑھ جانا۔[1]
البَهْرُ: (باء مفتوح) مصدر ہے۔ سانس چڑھنا۔ کہا جاتا ہے کہ: بَهَرَهُ الحِمْلُ اَیْ اَوْقَعَ علیہ البُهْرَ (باء مضموم) فانبَهَرَ: اس نے اس پر بوجھ ڈالا تو اس کی سانس چڑھ گئی یا سانس پھول گئی۔
البَهَارُ: (باء مفتوح) زمین میں خودرُو ایک بیل دار پودا جس کا بیج زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کا نام عینُ البَقَر ہے۔ یہ موسم بہار میں اُگتا ہے۔ اسے لوگ العَرارۃ کہتے ہیں۔
بَهَرَ القَمَرُ: چاند چمکا اور اس کی تیز روشنی کے باعث تاروں کی چمک ماند پڑ گئی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے:

[1] اس کا معنی موجودہ اصطلاح میں پھند میانا ہے۔

قَمَرٌ بَاهِرٌ: چمکدار چاند۔
بَهَرَ الرَّجُلُ: آدمی نمایاں ہوا۔ دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔
ب ہ ر ج — البَهْرَجُ: بے کار، ردی چیز۔ کہتے ہیں دِرْهَمٌ بَهْرَجٌ کھوٹا درہم۔
ب ہ ش — البَهْشُ: بروزن العَرْش: گوگل۔ حضرت عمرؓ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ انہیں اس بات کی خبر ہوئی کہ حضرت ابوموسیٰ اپنے مخصوص لہجے میں بات کرتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ: اِنَّ أبا موسیٰ لَمْ يَكُنْ مِنْ اهلِ البَهْشِ: کہ ابو موسیٰ تو اہل بہش یعنی اہل حجاز میں سے نہیں ہیں کیونکہ مُقل پھل صرف حجاز میں ہوتا ہے۔
ب ہ ط — البَهَطَّةُ: بروزن مَجَرَّةٌ: کھانے کی ایک قسم جسے پانی اور چاول سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ معرّب ہے۔[2]
ب ہ ظ — بَهَظَهُ الحِمْلُ: بوجھ نے اسے زیر بار اور عاجز کر دیا۔ اس سے اسم مفعول مبهوظ ہے بمعنی زیر بار۔ بوجھل اس کا باب قَطَعَ ہے۔
اَمْرٌ بَاهِظٌ: بھاری کام یا مشکل کام۔
ب ہ ق — البَهَقُ: سفیدی جو جلد یعنی کھال پر جلد کی رنگت سے الگ ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن

[2] یہ لفظ اردو کا 'بھات' یا 'بھتہ' ہے۔ جسے سفید چاول بھی کہتے ہیں۔ گوشت میں پکے ہوئے چاول بریانی اور پلاؤ کہلاتے ہیں۔

یہ برص (پھلبہری) کی سفیدی نہیں ہے۔
ب ہ ل-المُبَاهلة: ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔
الإبْتِهَال: عاجزی، تضرع۔ گریہ وزاری۔ قول خداوندی: ثُمَّ نَبْتَهِلْ: میں ابتہال کا معنی دعاء میں اخلاص ہے۔
البُهلُوْل مِنَ الرِّجَال: (باء مضموم) مسخرہ۔ ہنسانے والا۔
ب ہ م-البِهَامُ: اس کا واحد بَهْمٌ ہے۔
البَهْمُ: اس کا واحد بَهِيمَةٌ ہے۔ بھیڑ کا بچہ، نر ہو یا مادہ۔
السَّخَالُ: بکری کا بچہ۔ بھیڑ اور بکری کے اکٹھے ہوں تو انہیں بِهَامٌ اور بَهْمٌ بھی کہتے ہیں۔
أمْرٌ مُبْهَمٌ: مشکوک وغیر واضح بات یا معاملہ۔
أبْهَمَ البَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔
الاسماء المُبْهَمَةُ: نحویوں کے نزدیک اسماء اشارہ کو کہتے ہیں۔
اسْتَبْهَمَ عليه الكلام: اس پر بات مبہم غیر واضح ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: يُحْشَرَ النَّاسُ حفاةً عراةً بُهْمًا: (قیامت کو) لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن اور گونگے اٹھائے جائیں گے۔ یا جمع کیے جائیں گے اور ان کے پاس کوئی چیز نہ ہوگی۔ اور کہا گیا ہے کہ لوگ أصِحَّاءُ صحیح البدن ہوں گے۔
اَلإبْهَامُ: انگوٹھا۔ (عربی میں) یہ مؤنث ہے اور اس کی جمع أبَاهِيمُ ہے۔
البَهِيمَةُ: چوپایہ، اس کی جمع البَهَائِمُ ہے۔
الفَرَسُ البُهْمُ: وہ گھوڑا جس کے رنگ سے کوئی دوسرا رنگ نہیں ملتا۔ اس کی جمع بُهُمٌ ہے۔ جیسے رَغِيفٌ کی جمع رُغُفٌ بمعنی روٹیاں ہے۔
ب ہ ا-البَهَاءُ: خوبصورتی۔ کہا جاتا ہے کہ: بَهِيَ الرَّجُلُ (هاء مکسور) بَهَاءً: وہ خوبصورت ہوا۔ اس کا اسم فاعل بَهِيٌّ بمعنی خوش شکل ہے۔ نیز بَهُوَ (هاء مضموم) بَهَاءً: اس کا اسم فاعل بھی بَهِيٌّ ہے۔
البَهْوُ: لون، ہال کمرہ۔ گھروں کے سامنے والا گھر کا حصہ۔
المُبَاهَاةُ: ایک دوسرے پر فخر جتانا۔
تَبَاهَوْا: انہوں نے ایک دوسرے پر فخر جتایا۔ لوگوں کا یہ کہنا: أَبْهُوْا الخَيْلَ: گھوڑوں کو کام سے فارغ چھوڑ دو یعنی ستانے دو۔ اور یہ بات حدیث میں وارد ہے۔
ب و ا-تَبَوَّأَ مَنْزِلًا: وہ منزل پر اترا۔ یا اس نے منزل پر ٹھکانہ کرلیا۔
بَوَّأَهُ منزلاً: اس نے اپنے لئے ٹھکانہ بنایا۔

بَــوَّأَهُ منـزِلًا: اس نے اس کے لئے (منزل) ٹھکانہ بنایا۔

البَوَاءُ:(باءمفتوح والف ممدود) یکساں، برابر، مساوی۔ محاورہ ہے کہ دَمُ فلانٍ بَوَاء لِدَمِ فلان: فلاں آدمی کا خون فلاں آدمی کے خون کے برابر ہے، جبکہ وہ کفُو یعنی ہمسر ہوں۔ حدیث شریف میں ہے: أمَــرَهُــمُ اَنْ يَتَبَــاءَوا: صحیح اَنْ يَتَبَــاوَعُوا بروزن يَتَقَاوَلُوْا ہے۔ وہ برابر رہیں۔

بَـاءُوا بِغَـضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ: وہ خدا کا غضب لے کر لوٹے یہی معنی بَاء بِاِثْمِهٖ کا ہے۔اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: بَــاءَ بِحَقِّهٖ: اس نے اس کے حق کا اقرار کیا۔

ب و ب—تَبَوَّبَ بَوَّابًا: اس نے اسے دربان بنایا۔

هٰــذا مِن بابَتِکَ: یہ تیرے مناسب ہے یا حسب حال ہے۔

ب و ح—أَبَاحَهُ الشَّيْئَ: اس نے اپنے لئے چیز کو حلال کر لیا یا کسی دوسرے کے لئے حلال کر لیا۔

المُبَاح: محظور کی ضد، جائز اور محظور کا معنی ممنوع ہے۔

اسْتَبَــاحَهُ: اس نے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا۔

بَاح بِسِرِّهٖ: اس نے اپنا بھید ظاہر کر دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

ب و ر—البُورُ الرَّجُلُ: فاسد و تباہ کن شخص، جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔

اِمْرَاَةٌ بُورٌ اور قَوْمٌ بُوْرٌ: تباہ کار عورت اور تباہ کار قوم۔ قول خداوندی ہے: وكُنْتُمْ قومًا بُوْرًا: تم تباہ کار قوم تھے۔ اس کا واحد بائر ہے۔اس کی مثال حائل اوراس کی جمع حُوْل ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ایک لہجہ ہے۔ بَائر کی جمع نہیں ہوتی جس طرح کہا جاتا ہے:اَنْتَ بَشَــرٌ واَنْتُمْ بَشَرٌ بَــارَ فُلانٌ (يَبُورُ، بَوَارًا): (باء مفتوح) فلاں شخص ہلاک ہو گیا۔

أَبَارَهُ اللّٰه: اللہ اس کو ہلاک کر دے۔

رَجُــلٌ حــائرٌ وبَائر: حائر و بائر، حیران و پریشان اور تباہ و برباد شخص جس کا رخ کسی طرف نہ ہو یعنی جس کی کوئی منزل نہ ہو۔ بائر کا لفظ حائر کا اتباع ہے۔

البَورُ، الثَّوْرُ کی طرح، غیر آباد زمین۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

بَار المَتَاعُ: سامان میں گھاٹا پڑ گیا۔

بَار عَمَلُهُ: اس کا کام کم ہو گیا یعنی وہ بے روزگار ہو گیا۔ یہی لفظ قول خداوندی: وَمَکْرُ اُولٰٓئِکَ هُوَ يَبُوْرُ: (ان کا مکر ہی تباہ ہو کر رہے گا) میں ہے۔

البَــارِيَـا وَالبــوريا: (الف ممدود)

سرکنڈے کی چٹائی۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ بوریاکوعربی میں بَارِیّ، بورِیّ اور بَارِیَّۃ کہتے ہیں۔ (تینوں لفظوں میں یاء مشدد ہے)۔

ب و ز – الباز: بازی کا دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ اس کی جمع اَبْوَازُ، اور بِیْزَان ہے۔ اور البازی کی جمع بُزَاۃٌ ہے۔

ب و س – البوس: بوسہ فارسی سے معرّب ہے اور اس کا باب قَالَ ہے۔

ب و ش – البَوشُ: (باء مفتوح) ملے جلے لوگوں کی ایک جماعت۔

الأوْشَـاب: البَوش کی جمع مقلوب ہے۔ گھٹیا لوگ۔

البُوشِي: عیال دار اور نادار انسان۔

ب و ع – البَاعُ: دو ہاتھ لمبائی، بَاعَ الحَبْلَ: اس نے ہاتھ سے رسی کو ناپا۔ اس کا باب قَالَ ہے جس طرح شَبَّرَهُ: اس نے بالشت سے ناپا ہے۔

ب و غ – تَبَوَّغُ الدَّمُ: خون نے جوش مارا۔

تَبَيَّغ بصاحبه فَغَلَبَهُ: اسے اپنے ساتھی پر غصہ آیا تو اس پر غلبہ پالیا۔

تَبَوَّغ الدَّمُ بصَاحِبِهِ فَقَتَلَهُ: اس کے خون نے جوش مارا۔ حدیث شریف میں ہے: عَلَيْكُمْ بِالحِجامة لايَتَبَيَّغ بأحدكم الدَّمُ فَيَقْتُلَهُ: تمہیں سنگیاں لگوا کر فاسد خون نکلوا دینا چاہئے تاکہ کہیں تمہارا (فاسد) خون جوش نہ مارے تو وہ کسی کو قتل کردے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ اصل میں يَتَبَغّى تھا جو مقلوب ہو کر يتبيَّغُ ہوگیا جس طرح جَذَبَ مقلوب ہو کر جَبَذَ ہوگیا۔

ب و ق – البُـــوق: بگل جسے پھونک مارنے کے ذریعے بجایا جاتا ہے۔

البَـائقةُ: آفت، مصیبت، بلا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا يَـدْخُلُ الجَـنَّةَ مَـن لايَأمَنُ جَارُهُ بَـوَائقَهُ: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے پڑوسی اس کی آفت و مصیبت سے محفوظ نہ ہوں۔ قتادہ نے کہا کہ بوائقهُ سے مراد اس کا ظلم اور اس کا لالچ ہے۔ الکسائی نے کہا کہ اس سے مراد اس کی تباہ کاریاں اور شرارت و بدی ہے۔

البَاقَةُ: سبزی کی گڈی۔●

ب و ل – البَولُ: پیشاب۔ اس کی جمع اَبْوَال ہے۔ بَالَ: اس نے پیشاب کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اَخذَهُ بُوَالٌ: (باء مضموم) اسے پیشاب کی بیماری لگ گئی۔ کہا جاتا ہے: الشَراب مَبْوَلة: (میم مفتوح) مشروب پیشاب آور ہے یا شراب پیشاب آور ہے۔

● اب اس دور میں الباقة سے مراد گل دستہ ہے۔ (مترجم)

المِبْوَلة: (میم مکسور) وہ برتن جس میں پیشاب کرتے ہیں۔
البَــال: دل، کہا جاتا ہے کہ مَا یَخطُرُ فـلانٌ ببَـالی: میرے دل میں فلاں کا خیال نہیں آتا۔
البَــال: خوشحالی۔ کہتے ہیں کہ: فُلَانٌ رَخِیُّ البَالِ: فلاں شخص خوش حال ہے۔
البَــال: حال واحوال۔ کہتے ہیں: مَـا بالُکَ: تیرا کیا حال ہے۔
ب و م—البُومُ: اور البُومة: اُلّو، یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ تاوقتیکہ صدٰی اور فَیَّادٌ کہا جائے تو یہ صرف مذکر کے لئے خاص ہے۔ یہ نام نَر اُلّو کے لئے مخصوص ہیں۔
ب و ن—البَــانُ: ایک درخت کا نام ہے اردو میں بانس کہتے ہیں۔ اس کا واحد البانة: بانس کا ایک درخت۔
ب ی ت—بَیْتٌ: گھر۔ اس کی جمع بُیُوتٌ ہے۔
البَیْتُ: شعر، اس کی جمع اَبْیَاتٌ ہے اور 'ابابیت' اس کی جمع الجمع ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ یہ جمع اقوال اور اقاوِیْلِ کی طرح ہے۔ اس کا اسم تصغیر بُیَیْتٌ (باء مضموم) اور بِیَیْتٌ (باء مکسور) ہے۔ عامی زبان میں اسے بُوَیْتٌ کہتے ہیں۔
البَیْتُ: کسی شخص کے اہل وعیال کو بھی کہتے ہیں۔ قول شاعر ہے:

وَبَیْتٍ علی ظهر المطی بَنَیْتُهُ
بـاسم مشقوق الخیاسِیم یرْعَفُ

یعنی بیت شعر 'کَتَبْتُهُ بالقلم' وہ شعر جو میں نے قلم سے لکھا۔
البَائت اور البَیُّوتُ: باسی۔ کہتے ہیں: الخُبْزُ البائت: باسی روٹی۔
بَاتَ الرَّجُلُ: آدمی نے رات گزاری۔
بـات یَبِیْتُ وبَیَاتٌ بَیْتُوتَةٌ: رات گزارنا، شب باشی۔
بَاتَ یفعـل کذا: اس نے یہ کام کرتے رات گزار دی۔
بَیَّتَ العَدُوَّ: اس نے رات کے وقت دشمن کو جالیا۔ اس کا اسم البَیَاتُ: شب خون مارنا۔
بَیَّتَ اَمْرًا: اس نے رات کو معاملہ طے کیا۔ قول خداوندی ہے: إِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَالَا یَرْضٰی مِنَ القَوْلِ: جب وہ راتوں کو ناپسندیدہ باتیں کرتے ہیں۔
ب ی د—البَیْداءُ: بروزن بَیْضَاءُ: جنگل بیابان۔ اس کی جمع بِیْدٌ ہے بروزن بِیْضٌ. بَادَ: وہ ہلاک اور تباہ و برباد ہوا۔ اس کا باب بَاعَ اور جَلَسَ ہے۔
اَبَادَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے ہلاک کرے۔
بَیْدَ: غَیْرَ کے وزن اور معنی کی طرح یعنی بلحاظ وزن ومعنی کہتے ہیں کہ: هُـوَ کثیر

الْمَال بَيْد اَنَّهُ بَخِيْل: وہ مال دار ہے اس کے باوجود یا برعکس وہ بخیل ہے۔

ب ی س -بَيْسَان: ایک جگہ کا نام ہے جہاں کی شراب مشہور ہے۔

بَيْسَـــان: دیکھئے بذیل (ب س ن اور ب ی س)

ب ی ض -الْبَيَاضُ: سفیدی، سفید رنگ۔

بَيَاضٌ اور بياضَةٌ کہنا منزلٌ اور منزلةٌ کی طرح دونوں جائز ہیں۔

بَيَّـضَ الشَّـيْءَ تَبْيِيضًا فَـابْيَـضَّ ابْيِضَاضًا، اِبْيَاضَّ ابْيِضَاضًا: (اس نے چیز کو سفید کیا)۔ اَبْيَضُ کی جمع بِيْضٌ ہے۔

بَابَضَهُ فَبَاضَهُ کا باب بَـاعَ ہے اس کا معنی ہے کہ وہ سفیدی میں فوقیت لے گیا۔ البتہ يَبُوضُهُ نہیں کہتے۔

هـٰـذا اَشَدُّ بَيَاضًا مـن كذا: یہ فلاں سے زیادہ سفید ہے۔ ان معنوں میں اَبْيَضُ مِـنْـهُ: نہیں کہنا چاہئے۔ لیکن اہل کوفہ ایسا کہنا جائز سمجھتے ہیں اور اس کے جائز ہونے کی دلیل راجز کا یہ شعر پیش کرتے ہیں:

جَـارِيَةٌ فـى دِرْعِهَـا الفضـفـاض
اَبْيَضُ مـــن اُخـــت بنى اِبَــاض

''اپنے پھٹے ہوئے چیتھڑوں میں بھی وہ لڑکی بنی اباض کی بہن (عورتوں) سے زیادہ سفید یعنی خوبصورت ہے۔''

المبرد کا کہنا ہے کہ شاذ شعر ایسے اصل قاعدہ کے خلاف حجت نہیں ہوسکتا جس پر اجماع ہو۔ البتہ دوسرا قول:

إذا الـرّجـالُ شَتَوْ وَاشتـدّ اَكْلُهُم
فَـاَنْتَ ابْيَضُـهـم سـر بال طبّاخ

''جب لوگ سردیوں میں قحط کے مارے خوراک کی قلت کا شکار ہوجاتے ہیں تو ایسے میں بھی تُو ان سے پہناوے اور کھانے پینے میں سفید تر ہے۔''

ہوسکتا ہے کہ یہاں اَبْيَضُ اَفْعَلُ کے وزن پر تفضیل کے لئے یا تفضیل کے معنوں میں نہ ہو۔ اور یہ اسی طرح جیسے آپ کہیں کہ: هُـوَ اَحْسَنُهُمْ وجْهًا وكريمُهُم اَبًا: کہ وہ شکل وصورت میں ان میں اچھا ہے اور خاندانی اعتبار سے شریف شکل ہے۔ اس شعر میں شاعر نے گویا یہ کہا ہے کہ تو ان میں ایک خوشحال شخص ہے۔ اضافت کی حالت میں اس نے اپنے مابعد لفظ کو بطور تمیز نصب دی ہے۔ یعنی شکل وصورت اور خوشحالی کے اعتبار سے تو ان سے بہتر ہے۔

الأبْيَضُ: تلوار اس کی جمع بھی بِيْضٌ ہے۔

البِيْضَانُ مِــنَ النّاس: لوگوں میں سے

سفید لوگ۔ یہ لفظ السُوْدان (کالے لوگ) کی ضد ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ الأبْیَضَانِ: دو سفید چیزوں سے مراد دودھ اور پانی ہے۔

البَیْضَۃُ: انڈا، اس کی جمع البَیْضُ ہے۔

البَیْضَۃُ: خصیہ۔

بَیْضَۃُ کُلِّ شَیْئٍ: ہر چیز کی جانب۔

بَیْضَۃُ القَوْمِ: قوم کا میدان، صحن۔

بَاضَتِ الطائرۃُ: پرندے نے انڈے دیئے۔ اسم فاعل بائض ہے۔

دجاجۃٌ بَیُوْض: زیادہ انڈے دینے والی مرغی۔ اس کی جمع بُیُضٌ ہے۔ جس طرح صَبُوْر کی جمع صُبُرٌ ہے۔ ایک لہجے میں اسے بِیُضٌ بھی کہتے ہیں جس کے مطابق رُسُلٌ کی بجائے رُسْلٌ کہتے ہیں۔ باء کو مکسور محض اس لئے کیا گیا ہے تا کہ یاء برقرار رہے۔

ب ی ع – بَاعَ الشَیْئَ: یَبِیْعُہُ بَیْعًا ومبِیْعًا: اس نے چیز بیچی یا فروخت کی۔ اس کا معنی خرید بھی ہے لیکن یہ شاذ ہے۔ اسے مَبَاعًا پر قیاس کیا گیا ہے۔

بَاعَہُ: اس نے اسے خرید لیا۔ یہ لفظ اضداد المعنی الفاظ میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا یخطب الرجل علٰی خِطبَۃ اخیہ ولا یَبِیْعُ علٰی بَیْعِ اخیہ: کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے اور نہ بھائی کی خرید کے سودے پر سودا کرے۔ اس حدیث میں بیع کے معنی خرید کے ہیں۔ لیکن ممانعت صرف خریدار پر ہے نہ کہ فروخت کرنے والے پر۔

والشَیئُ مَبِیْعٌ اور مَبْیُوْعٌ: بمعنی فروختنی چیز جیسے مَخِیط اور مَخْیُوْط ہے۔ خریدار اور فروخت کرنے والے دونوں کو بَیِّعَان کہتے ہیں یعنی خرید و فروخت کرنے والے۔ (بَیِّعَان میں یاء مشدد ہے)۔

اَبَاعَ الشَیْئَ: اس نے فروخت کرنے کے لئے چیز (مال) پیش کی۔

الابْتِیَاعُ: خرید۔

بِیْعَ الشَیْئُ: چیز فروخت کی گئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ یہاں باء مکسور ہے۔ کچھ لوگ یاء کو واؤ میں بدل کر اسے بُوْعَ الشَیْئُ کہتے ہیں۔ یعنی چیز فروخت ہو گئی۔ اس کی مثال: قِیْلَ اور کِیْل وغیرہ ہے۔

بَایَعَہُ: اس نے اس سے بیعت لی۔ یا اس کی بیعت کی۔ اور اس نے اسے فروخت کیا، دونوں معنی مراد ہیں۔

تَبَایَعا: ان دو آدمیوں نے خرید و فروخت کی یا بیعت کی۔

اسْتَبَاعَہُ: اس نے اس سے (کچھ) مول مانگا یا قیمتاً خریدنا چاہا۔

الْبِيعَةُ: عبادت گاہ، نصاریٰ کے کنیسہ کی طرح۔

ب ی ن—الْبَيْنُ: جدائی یا فراق۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

بَيْنُونَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

الْبَيْنُ: ملاپ، وصل۔ یہ لفظ متضاد المعنی الفاظ میں سے ہے۔ قرآن شریف کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنُكُمْ: نون مرفوع اور منصوب دونوں طرح سے۔ رفع کی صورت میں معنی ہوگا کہ تمہارے درمیان ملاپ منقطع ہوگیا اور نصب کی صورت میں 'ما' کو مقدار مان کر معنی یہ ہوگا کہ: لَقَدْ تَقَطَّعَ مَا بَيْنَكُم: تمہارے درمیان جو معاملہ ہے وہ منقطع ہو گیا۔

الْبَوْنُ: فضل و کرم۔ عنایت و بخشش۔ زیادتی نعمت۔

قَدْ بَانَهُ: اس نے اس پر بخشش و عنایت کی۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔

بَيْنَهُمَا بَوْنٌ بعيد و بَيْنٌ بعيد: ان دو کے درمیان بہت دوری ہے۔ یا دور کا فاصلہ ہے، دونوں فصیح ہیں۔ دوری کے معنوں میں اس لفظ کو صرف اس شکل میں استعمال کیا جائے گا کہ: اِنَّ بَيْنَهما بَيْنًا: یقیناً ان دو کے درمیان دوری ہے۔

الْبَيَان: فصاحت اور زبان دانی۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّ من البيان لَسِحْرًا: یقیناً بعض بیان جادو اثر ہوتا ہے۔

فُلَانٌ اَبْيَنُ مِنْ فُلَان: فلاں شخص فلاں شخص سے زیادہ فصیح البیان ہے اور بات کرنے میں زیادہ واضح ہے۔

الْبَيَان: ایسا بیان بھی کہ جس سے کسی چیز پر دلالت و اثبات وغیرہ ہو۔

بَانَ الشَّيْءُ. يَبِيْنُ بَيَانًا: اس نے بات واضح کردی۔ بات واضح ہوگئی۔

بَيِّنٌ: ثبوت و دلیل۔

اَبَانَ الشَّيْءُ: اس نے بات واضح کردی۔

مُبِيْنٌ: بات واضح کرنے والا۔

أَبَنْتُهُ: میں نے واضح کردیا۔

استبانَ الشَّيْءُ: بات واضح ہوگئی یا ظاہر ہوگئی۔

استَبَنْتُهُ: مجھے معلوم ہوگیا۔

تَبَيَّنَ الشَّيْءُ: چیز ظاہر ہوگئی۔

تَبَيَّنْتُهُ: میں نے اسے واضح کر دیا۔ یہ تینوں فعل متعدی بھی ہیں اور لازم بھی۔

التَبْيِين: وضاحت کرنا اور واضح ہونا۔ مثل ہے کہ: قَدْ بَيَّنَ الصُّبْحُ لِذِي عَيْنَيْنِ: صبح ہوگئی لیکن آنکھ والوں کے لئے۔ یعنی بات ظاہر ہوگئی لیکن اسی کے لئے جسے سمجھ ہو۔

التِّبْيَانِ: مصدر ہے اور شاذ ہے کیونکہ مصدر صرف تَفْعَال کے وزن پر مثلاً: تذکار، تکرار اور تو کاف آتے ہیں جہاں تاء مفتوح ہوتا ہے۔ یہ مصادر تاء مکسور کے ساتھ تِفْعَال کے وزن پر نہیں آتا۔ سوائے تِبْیَان اور تِلْقَاء کے۔ (لہٰذا یہ شاذ ہے)۔

ضَرَبَهُ فَابَانَ رَأْسَهُ مِنْ جَسَدِهِ ای فَصَلَهُ: اس نے اسے مارا تو اس کا سر دھڑ سے جدا ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل مُبِيْن ہے۔

الْمُبَايَنَةُ: ایک دوسرے سے جدائی۔

تَبَايَنَ الْقوم: لوگ ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔

تَطْلِيقه بَائِنَةٌ: جدا کر دینے والی طلاق۔ یہاں بائِنَةٌ فاعل کی شکل مفعول واضح واقع ہوا ہے۔

غُرَابُ الْبَيْنِ: چتکبرا کوا۔ ابوالغوث کا کہنا ہے کہ اس کوے کی چونچ اور دونوں پنجے سرخ ہوتے ہیں۔ البتہ سیاہ رنگ کے کوے کو الحَاتِمُ کہتے ہیں کیونکہ وہ جدائی کی حتمی پیش گوئی کرتا ہے۔

بَيْنَ: درمیان۔ مثلاً: جَلَسَ بَيْنَ الْقوم، وہ لوگوں کے درمیان بیٹھا۔ اسی طرح جَلَسَ وَسْطَ الْقوم: وہ قوم کے وسط میں بیٹھا۔ یہاں 'بَيْن' ظرف ہے۔ اگر اسے اسم بنایا جائے تو یہ معرب ہو جائے گا۔ اور کہا جائے گا لقد تَقَطَّعَ بَيْنُكُمْ: تمہارا ملاپ ختم ہوگیا یا کٹ گیا۔ یہاں بَيْنُ مرفوع ہوگا۔

هٰذا الشَّيْئُ بَيْنَ بَيْنَ: یہ چیز بین بین ہے یعنی درمیانی درجے کی ہے نہ زیادہ اچھی نہ زیادہ بُری۔ بَيْنَا فَعْلَى کے وزن پر، لام پر فتحہ تشبیع کے سبب سے الف میں بدل گئی۔

بَيْنَمَا: بَيْنَ پر مـا کا اضافہ کیا گیا۔

بَيْنَا اور بَيْنَمـا کا ایک ہی معنی ہے مثلاً: بَيْنَا نَحنُ نَرْقُبُهُ أتَانَا: یعنی وہ ہمارے پاس اس وقت آیا جب ہم اسے دیکھ ہی رہے یا اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اصمعی بَيْنَا کے بعد آنے والے لفظ کو جر دیتے جب اس لفظ کی جگہ بَيْنَ بھی مناسب ہوتا۔ اصمعی کے علاوہ دوسرے لوگ مبتدا اور خبر کی بناء پر بینا اور بینما کے بعد والے لفظ کو رفع دیتے تھے۔

ب ی ا: لوگ کہتے ہیں: حَيَّاكَ اللّٰه وَبَيَّاكَ. حَيَّاكَ کا معنی ہے اللہ تجھے زندگی دے اور بَيَّاكَ کا مطلب ہے ”تجھے تحیات و برکات کے ساتھ اعتماد بخشے۔ یہ اصمعی کی تعریف ہے۔ اور ابن الاعرابی نے کہا کہ اس کا معنی ہے: خدا ”تجھے لے آئے“ اور الاحمر کا یہ کہنا ہے کہ

اس کا معنی ہے خدا تجھے منزل (مقصود) پر ٹھکانہ دے اس میں سے ہمزہ کو ترک کر دیا گیا اور واؤ کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا اس طرح بَوّءَکَ بَیّاکَ بن گیا اور یوں یہ حیّاکَ کے ساتھ اس کا جوڑا بن گیا۔ الفرّاء نے الاحمر کی تعریف و تفسیر کو سراہا ہے۔ حدیث شریف میں اس کا مطلب ہے خدا تجھے ہنسنا نصیب کرے۔ کہا گیا ہے یہ لفظ روایت کی پیروی ہے لیکن ابو عُبیدہ نے اس رائے کا رَدّ کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ایسی بات ہوتی تو پھر اس لفظ میں 'واؤ' کا حذف نہ ہوتا۔

بابُ التّاء

ت ا—التّاء: حروف زائدہ میں سے ایک حرف ہے جو فعل مستقبل کے مخاطب کے صیغے میں بڑھایا جاتا ہے مثلاً: کہتے ہیں کہ اَنتَ تَفعَلُ: تو کرے گا۔ اسی طرح فعل امر غائب میں یہ داخل کیا جاتا ہے مثلاً: لِتقُمْ ھندُ : ہند کھڑی ہو جائے۔ ممکن ہے کہ اسے امر مخاطب پر بھی داخل کیا گیا ہو مثلاً: قول خداوندی: فبذلک فَلْتَفرحُوا: (پس اس کے ذریعے تم خوش ہو جاؤ)۔ اخفش نے کہا ہے کہ امر مخاطب پر لام کا اضافہ ایک ردّی لغت (لہجہ) ہے۔ امر کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بدلے آپ اِفعَلْ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں تعذر پایا جاتا ہے۔ یہ حرف فعل مجہول پر بھی داخل ہوتا ہے مثلاً: آپ کسی انسان کے خوش ہونے کے موقع پر کہتے ہیں: لتُنزَہ یا رَجُل! اے آدمی تو خوش ہو جائے۔ اور ولتُعْنَ بحاجتی! میری حاجت پوری کی جائے۔

تاء: قسم کے لئے واؤ کے بدلے استعمال ہوتی ہے اور 'واؤ' باء کے بدلے استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: تَاللّٰہِ لقد کان کذا: اللہ کی قسم بات اس طرح تھی۔ قسم کے لئے حرف تاء اللہ کے سواء اور کسی نام پر داخل نہیں ہوتا۔ یہ حرف فعل مستقبل کے واحد غائب کے صیغے کے شروع میں داخل ہوتا ہے اور فعل ماضی کے آخر میں مثلاً: ھِیَ تَفعَلُ اور فَعلَتْ. اگر یہ اسم کے آخر میں آئے تو یہ ضمیر ہوتا ہے اور اگر پہلے آئے تو علامت ہوتا ہے۔[1] فَعلْتُ میں تاء ضمیر فاعل ہے۔ اس صیغہ میں مذکر و مؤنث دونوں مشترک اور یکساں ہوتے ہیں۔ البتہ اگر اسے مخاطب کے صیغے میں مذکر کے لئے استعمال کرنا ہو تو تاء مفتوح ہوگا اور گر مؤنث کے لئے ہو تو مکسور ہوگا۔ تاء قافیہ والے قصیدے کو قصیدہ تَاوِیّۃ کہیں گے۔

تاء: مؤنث کے لئے اسم اشارہ ہے جس طرح 'ذا' مذکر کے لئے تِہْ، ذِہ کی طرح ہے، تان، تثنیہ کے لئے اور اُولاء جمع کے لئے ہے۔ اس حرف پر 'ھا' تنبیہ کے لئے داخل ہوتا ہے مثلاً: ھاتا ھندُ، ھَاتان اور ھٰؤلاء: جب اسے مخاطب کے لئے استعمال کرنا ہو تو اس کے آخر میں کاف

---

[1] ابن بری نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ اور کہا کہ تاء تانیث کسی بھی حالت میں حرف کی حیثیت سے نہیں (کذا)، خواہ پہلے آئے یا آخر میں۔

لکھیں گے مثلاً: تِیکَ، تِـلکَ، تـاکَ، وتَـلکَ (تاء مفتوح) لیکن یہ گھٹیا لغت (لہجہ) ہے۔ تثنیہ کے لئے تَانِکَ اور تانّک (نون مشدّد) اور جمع کیلئے اُولئِکَ، اولاکَ اوراولالِکَ.
کاف مخاطب کے صیغے میں مذکر ومونث، تثنیہ اور جمع کے لئے ہے اور کاف سے پہلے کا حرف مشـارٌ الـیہ کے لئے جس میں مذکرومونث وتثنیہ اور جمع سب شامل ہیں۔ اگر آپ یہ قاعدہ حفظ کرلیں تو ان مسائل میں آپ کبھی بھی غلطی نہ کریں گے۔
تِـیکَ اور تـاکَ پر 'ھا' داخل کریں تو کہیں گے۔
هَاتِيکَ هندٌ وهَاتاکَ هندٌ. البتہ تِلکَ پر 'ھا' داخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ لام 'ھـاءِ تنبیـہ' کا عوض ہے۔
تَـالکَ بھی تـلکَ کا ایک اور لہجہ (لغت) ہے۔

ت ا ت ا - رَجُـلٌ تَـأْتَـاءٌ: بروزن فَعْلَالٌ: توتلا آدمی جو بات کرتے وقت تاء کی آواز نکالنے میں ہکلاتا ہو۔

تـوْدة: دیکھئے بذیل (و ا د)

ت ا م - اَتْاَمَتِ الْمَرْاَةُ: عورت نے دو بچوں کو اکٹھے جنم دیا۔ یعنی جوڑا پیدا کیا۔ ایسی عورت کو مُتْئِمٌ کہتے ہیں اور جڑواں بچوں کو التوءَمان کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ هذا تَوءَمٌ: یہ جڑواں بچہ ہے۔ یہ فَوْعَل کے وزن پر ہے۔
هذهِ تَوْءَمَةٌ: یہ جڑواں بچی ہے۔ ان کی جمع تَوَائم ہے۔ جیسے قَشْعَمٌ کی جمع قَشَاعِمُ.
تُوام بروزن حُطَام: جب یہ تعلق دو آدمیوں کے درمیان ہو اس کا جمع مذکر 'واؤ' نون کے ساتھ بنانے اور جمع مونث 'ت' کے ساتھ بنانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

ت ب ب - التَـبَـابُ: (تاء مفتوح) خسارہ اور ہلاکت، کہتے ہیں: تَبَّتْ (تو ہلاک ہوجائے یا ہلاک ہوگیا)
یا رَجُلُ. تَبِبْ تبابًا: اے شخص تو ہلاک ہو۔ (دوسری تاء مکسور) تَبَّتْ یَـدَاهُ، تَبَّالهُ: منصوب علی المصدر ہیں اور فعل کے اندر ہی ضمیر موجود ہے۔ یعنی اللہ اس کے ہاتھ ہلاک کردے یا اسے ہلاک کردے یا اسے تباہ کردے۔
اسْتَتَبَّ الأمرُ: کام بن گیا اور سنور گیا۔

ت ب ر - التِـبرُ: غیر مضروب یعنی بے ڈھلا سونا۔ اور جب اس سونے سے سکے ڈھالے جائیں تو اسے عیـنٌ (نقدی) کہیں گے۔ سونے کے علاوہ اور کسی دھات کو تِبر نہیں کہتے البتہ بعض لوگ چاندی کو تِبر کہتے ہیں۔
التَّبَار: (تاء مفتوح) ہلاکت۔
تَبَّرهُ تَتْبِیرًا: اس نے اسے ہلاک کردیا

(یا بد دعا کے طور پر) اللہ اسے ہلاک کر دے۔

هٰـؤلاءِ مُقَـبَّرٌ مَاهُـم فِيْهِ: وہ اپنے کرتوتوں کے باعث ہلاک ہونے والے ہیں۔

ت ب ع—تَبِعَهُ: وہ اس کے پیچھے چلا، یا اس نے اس کی پیروی کی۔ اس کا باب طَرِبَ اور سَلِمَ ہے۔ اسی طرح اِتَّبَعَهُ اِفتعل باب سے ہے اور اُتبَعَ افعل باب سے کسی آگے جانے والے کے پیچھے چلا اور اس سے جاملا۔

اَتْبَعَ غَيْرَهُ: اس نے کسی دوسرے کے پیچھے کچھ یا کسی کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ اخفش نے کہا کہ تَبِعَهُ اور اَتْبَعَهُ ہم معنی ہیں۔ جس طرح رَدِفَهُ اور اَرْدَفَهُ ہم معنی ہیں۔ یہی لفظ قول خداوندی: اِلَّا مَنْ خَطِفَ الخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ: ''سوائے اس کے کہ کوئی کچھ اچک لے جائے تو شہاب ثاقب اس کا پیچھا کرتے ہیں۔'' میں ہے۔

التَبَعُ: (پیروکار) واحد اور جمع دونوں کے لئے ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا: ہم تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس کی جمع اَتْبَاع ہے تَابَعَهُ عَلٰی كَذَا مُتَابَعَةً وتِبَاعًا: اس نے اس بات پر اس کی پیروی کی۔

التِّبَاعُ: (تاء مکسور) کا معنی بھی ولاء اور تابعداری ہے۔

تَابَعَ الرجُلُ عَمَلَهُ: آدمی نے اپنا کام جاری رکھا یا اپنے کام کو مضبوط اور مستحکم کیا۔ حضرت ابو واقد اللیثی سے روایت کی گئی حدیث ہے: تَابَعْنَا الأعمَال فَلَمْ نَجِدْ شَيْئًا اَبْلَغَ فِي طَلَبِ الآخِرَةِ مِنَ الزُّهْدِ فِي الدُّنيا: ہم نے کاموں اور اعمال کی خوب جانچ پڑتال کی لیکن ہم نے طلب آخرت کے لئے دنیا سے بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں پائی۔

تَتَبَّعَ الشَّيْئَ: اس نے مسلسل کسی چیز کی تلاش کی یا ٹوہ لگائی۔

تَبَّعَهُ: (باء مشدد) کا بھی یہی معنی ہے۔

التِّبَاعَةُ: (نون مکسور) تَبِعَة کی طرح ہے۔

التَّبِعَةُ: پیش رو، جس کی اتباع کی جائے۔ فارابی نے اس کا ذکر دیوان میں کیا ہے۔

التَّبِيْعُ: تابع یا پیرو۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لَا تَجِدُوا لکم عَلَيْنَا بِهِ تَبِيْعًا: پھر تمہیں ہمارے خلاف کوئی پیرو نہیں ملے گا۔ الفراء نے تَبِيْعُ کا ترجمہ ثائر اور طالب کیا ہے اور اس کا معنی تابع ہے۔

التَّبِيْعُ: گائے کا بچھڑا جس کی عمر ایک سال ہو۔ اس کی مؤنث یعنی بچھیا کو

التَّبِيْعَةُ کہیں گے اور جمع تِبَـاعٌ (تاء مکسور) اور اِفِیْل و اَفَائِل کے وزن پر تَبَائِعُ ہوگی۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ: مَعَهُ تابِعَةٌ کا معنی ہے کہ اس کے ساتھ جن ہے۔

ت ب ل-التَّابَلُ: (باء مفتوح و مکسور) ہانڈی، اس کی جمع تَوَابِل ہے۔❶

ت ب ن-التِّبْن: چارہ۔ اس کا واحد تِبْنَةٌ ہے۔

التَّبْنُ: مصدر ہے بمعنی چارہ ڈالنا۔ مثلاً: تَبَـنَ الـدابَّةَ: اس نے مویشیوں کو چارہ ڈالا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَبَّنَ تَبْيِينًا: اس نے دِقّت نظر سے دیکھا۔ حضرت سالم بن عبداللہؓ کی روایت کردہ حدیث میں یہ لفظ آیا ہے۔

التَّبَّانُ: چارہ فروش۔ اور اگر آپ اسے فَعْلَانٌ کے وزن پر تَبٌّ سے تَبَّان بنائیں تو پھر یہ منصرف نہیں ہوگا۔

التُّبَّانُ: (تاء مضموم اور باء مشدّد) بالشت بھر جانگیا جس سے ستر عورت ہو سکے جو خاصا گاڑھا یعنی موٹے کپڑے کا ہوتا ہے جو عام طور پر ملاح لوگ پہنتے ہیں۔

ت ج ء-تَجَاجَأَ: لوٹا، واپس مڑا۔

ت ج ر-تَجَـرَ: (باب نَصَرَ کَتَبَ) اور اتَّجَرَ اِتِّجَارًا: اس نے تجارت کی۔ اسم فاعل تَاجِرٌ (کاروباری) اس کی جمع صاحب سے صَحْبٌ کی طرح تَجْرٌ اور تِجَارٌ (تاء مکسور) اور تُجَّارٌ (تاء مضموم اور جیم مشدّد) ہے۔

ت ح ف-التُحْفَةُ: ازراہِ لطف و مہربانی جو چیز آپ کسی کو پیش کریں۔

التُحَـفَـةُ: (حاء مفتوح) کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی جمع تُحَفٌ ہے۔

ت خ خ-التَخُّ: (تاء مفتوح) گندھا ہوا خمیر شدہ آٹا۔

تَخَّ يَتِخُّ: (تاء مکسور) تُخُوخَةٌ (خاء اول مضموم)۔ خمیر کرنا۔

اِتَّخَهُ صَاحِبُهُ: اس کے ساتھی نے اسے کھٹا (بددل) کر دیا۔

ت خ م-التَّخْمُ: (تاء مفتوح) ہر گاؤں کا آخری کنارہ یا ہر زمین کی آخری حد۔ اسکی جمع فلس سے فُلُوْس کی طرح تُخُوم ہے۔ الفَرَّاء نے کہا کہ: تُخُوْمُ الأَرْضِ حُدُوْدُها: زمین کی تُخُوم حدیں، اس کی سرحدیں ہیں۔ ابو عمرو کا کہنا ہے کہ تُخُوم سے مراد زمین کی آخری حدود ہیں۔ اس کی جمع صبُور سے صُبُرٌ کی طرح تُخُمٌ ہے۔

التُّخَمَةُ: اس کی اصل 'واؤ' ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر (و خ م) کی ذیل میں ہوگا۔

ت ر ب-التُّـرَابُ: التَّوْرَابُ،

---

❶ اب تَوَابِل گرم مسالہ جات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا ہم معنی لفظ بَهَارات ہے۔ (مترجم)

التَّوْرَبَ، التَّيْرَب، التَّيْرَابُ، التَّرْبَاء (تاء مفتوح)، التُّرْبُ، التُّرْبَةُ (تاء مضموم) تمام اوزان ہم معنی ہیں، جس کا معنی مٹی ہے۔ تُراب کی جمع اَتْرِبَةٌ اور تِرْبان (تاء مکسور) ہے۔

تَرِبَ الشَّيْءُ: چیز خاک آلود ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسی سے تَرِبَ الرَّجُلُ: آدمی خاک آلود یعنی کنگال ہو گیا۔ گویا اسے مٹی لگ گئی ہے۔

تَرِبَتْ يَدَاهُ: اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہو گئے۔ یہ بددعا ہے۔ یعنی اس کا بھلا نہ ہو۔

تَرَّبَهُ تَتْرِيبًا فَتَتَرَّبَ: اس نے اسے خاک آلود کر دیا تو وہ خاک آلود ہو گیا یعنی اس نے اسے مٹی یا گارے میں لتھیڑا تو وہ مٹی یا گارے میں لتھڑ گیا۔

أَتْرَبَهُ: اس نے اس پر مٹی ڈال دی۔

حدیث شریف میں ہے:

أَتْرَبَهُ: اس نے اس پر مٹی ڈال دی۔

حدیث شریف میں ہے: أَتْرِبُوا الكِتَابَ فَاِنَّهُ اَنْجَحُ للحَاجَة.

أَتْرَبَ الرجل: آدمی بے نیاز ہو گیا یعنی اس کی نظر میں مال کی قدر و قیمت خاک کے برابر ہوگئی۔

المَتْرَبَةُ: مسکنت، غربت، فاقہ۔

مِسْكِيْنٌ ذُوْمَتْرَبَة: گرد آلود یا خاک آلود مسکین۔

التِّرْبُ: (تاء مکسور) ہم عمر، اس کی جمع اَتْرَاب ہے۔

التَّتْرِيْبَةُ: تحریک، حرکت دینا، ہلانا۔

حدیث شریف میں ہے: تَرْتِرُوْهُ ومَزْمِزُوْهُ.

ت ر ج — الأُتْرُجَّةُ: والأُتْرُجُّ (دونوں لفظوں میں ہمزہ اور راء مضموم، اور جیم مشدّد) چکوترا یا چکودرا، گرے فروٹ۔

ت ر ح — التَرَحُ: غمی اور دکھ، الفَرَحُ کی ضد، اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ت ر س — التُرْسُ: ڈھال۔ اس کی جمع عِنَبَة کے وزن پر تِرَسَةٌ اور تِرَاسٌ (تاء مکسور) ہے۔

رَجُلٌ تَارِسٌ: ڈھال والا آدمی۔

تَرَّاسٌ: ڈھال کا مالک۔

التَّتَرُّسُ: ڈھال کے ذریعے اپنے آپ کو چھپانا یا بچانا۔

التَّتْرِيْس کا بھی یہی معنی ہے۔

المِتْرَسُ: وہ لکڑی جو دروازے کے پیچھے رکھی جاتی ہے۔ (غالبا دروازے بند کرنے کے لئے)۔

ت ر ع — تَرِعَ الإنَاءُ: برتن بھر گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

أَتْرَعَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اسے بھر دیا۔

حَوْضٌ تَرَعٌ: (تاء اور راء مفتوح) بھرا ہوا حوض۔
جَفْنَةٌ مُتْرَعَةٌ: پانی بھرا لگن۔
التُّرْعَةُ بروزن الجُرْعَةُ: دروازہ۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ مِنْبَرِی هٰذا عَلٰی تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الجَنَّة: بے شک میرا یہ منبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ پر (واقع) ہے۔ کہا گیا ہے کہ التُرْعَة کا معنی باغ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ التُرعة کا معنی درجہ یا زینہ ہے۔
التُّرْعَةُ: نہروں یا کاریزوں کے دہانے۔
ت ر ف- التَرَفُ: خوشحالی۔ سرمایہ داری۔ مال مست ہونا۔
أتْـرَفَتْهُ النِعْمَةُ: دولت اور نعمتوں نے اسے مال مست اور سرکش کر دیا۔
ت ر ق- التِرِيَاقُ: زہر اُتارنے کی دواء۔ فارسی سے معرّب ہے۔
التَّرْقُوَةُ: گلے اور کندھے کے درمیان کی ہڈی۔ تاء کو مضموم کر کے تُرقُوہ نہیں کہنا یا پڑھنا چاہئے۔
تـرقـوة: دیکھئے بذیل (ت ر ق)
ت ر ک- ترک الشیئ: اس نے چیز کو چھوڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
تَـارَكَهُ البَيْعَ مُتَارَكَةً: اس نے اس سے کاروبار ترک کروادیا، یا چھڑوادیا۔
تَرِكَةُ المَيِّتِ: مرنے والا کا وراثت میں چھوڑا ہوا مال یا جائداد۔
التُرک: تُرک قوم۔
ت ر ہ- التُّرُهَاتُ: پگڈنڈیاں اور چھوٹے راستے جو شاہراہ سے جدا ہوتے ہیں۔ اس کا واحد تُرْهَةٌ ہے۔ فارسی سے معرب ہے۔ بعد میں اس لفظ کا استعمال بیکار چیز کے لئے بطور استعارہ ہونے لگا۔
تِـرْيَـاق: دیکھئے بذیل (ت ر ق)
ت س ع- التُّسْعُ: (تاء مضموم) نواں حصہ بنانا۔ التَّسِيْعُ کا بھی یہی معنی ہے۔
التَّاسُوْعاء: (الف ممدود) عاشورا سے پہلے (نواں) دن۔ میرا خیال ہے کہ یہ لفظ دخیل یا بعد میں ایجاد شدہ لفظ ہے۔
تَسَعَ القَوْمَ: (اس کا باب قَطَعَ ہے) اس نے لوگوں سے ان کے مال کا نواں حصہ لیا یا وہ نوواں آدمی تھا۔
أتْسَعَ القَوْمُ: لوگ ۹، ۹ ہو گئے یا نو میں بٹ گئے۔
تَضْيِيْع: دیکھئے بذیل (ض ی ع اور بذیل ض و ع)
تعَال: دیکھئے بذیل (ع ل ا)
ت ع س- التَّعْسُ: ہلاکت۔ اس کی اصل کَبٌّ ہے جو انعاش، نشاط طبع اور صحت یابی کی ضد ہے۔
قَـدْ تَعَسَ: وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کا باب

قَطَعَ ہے۔
اَتعَسَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے ہلاک کرے، بطور بددعا لوگ کہتے ہیں: تَعْسًا لِفُلان: فلاں شخص ہلاک ہوجائے یا اللہ اس شخص کو ہلاک کرے۔

ت ع ع - التَّعْتَعَةُ: بولتے اور بات کرتے وقت ہکلانا۔

ت ف أ - تَفِئَ وتَفَأَ: وہ غضبناک یا غصے ہوا، یا ناراض ہوا۔

ت ف ث - التَّفَثُ في المَنَاسِك: مناسک حج کے دوران ناخن کٹوانا یعنی ناخن تراشنا، مونچھیں منڈھوانا، سر منڈھانا۔ بغلوں کے بال اور زیر ناف بال اتارنا، رمی جمار، قربانی وغیرہ قسم کے کام۔

ت ف ل - التَّفْلُ: (تھوکنا) بجلی کی چمک کے مشابہ صورت حال۔ جس کا پہلا درجہ برق (بجلی) دوسرا درجہ تفل تیسرا درجہ، نفث اور پھر (آخری درجہ) نفخ ہے۔
قَـدْ تَفَـلَ: اس نے تھوکا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

ت ف ه - التَافِهُ: حقیر اور معمولی۔
قَـدْ تَفِهَ: اس کا باب طَرِبَ ہے۔ قرآن کے ذکر کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ: لَا يَتْفَهُ وَلَا يَتَشَانُّ: "نہ وہ حقیر ہوتا ہے اور نہ پرانا اور بوسیدہ ہوتا ہے"۔ لوگوں کے اس قول کے کثرت تکرار کی بناء پر کہ:
تَشانَّتِ القِـربة: یعنی مشک پرانی ہوگئی اور شَنّ بن گئی۔

ت ق ن - إتقـان الأمْرِ: کام پختہ اور مستحکم کرنا۔

ت ك ك - التِكَّـةُ: اس کی جمع التِكَكُ ہے۔ ازار بند۔

ت ل د - التَالِدُ والتِلادو اِتـلادُ (دونوں میں تاء مکسور) اور التَّلادِ (تاء مفتوح) پرانا اصلی مال جو خود آپ نے کمایا ہو۔ اس کی ضد طَارِق ہے۔ بمعنی نیا پیدا ہونے والا یا ہاتھ آنے والا مال۔ حدیث شریف میں ہے: هُنَّ مِنْ تِلادِیْ: یعنی جو سورتیں قرآن سے لی ہیں یہ اصلی اور قدیمی ہیں۔
التَلِيْدُ بروزن وَلِيد: وہ بچہ جو عجم میں پیدا ہوا ہو، اور پھر بچپن میں ہی بلاد میں آکر پلا بڑھا ہو۔ انہیں معنوں میں حضرت شریح کی ایک ایسے شخص کے بارے میں حدیث ہے، جس نے ایک لونڈی خریدی اور یہ شرط رکھی کہ وہ مولد ہو لیکن اس نے اسے تلید پایا تو اسے لوٹا دیا۔
المولدةُ، التلاد کی طرح ہے یعنی وہ بچہ جو خود آپ کے ہاں پیدا ہوا ہو۔

ت ل ع - التَّلْعَةُ: بروزن القَلعَةُ: سطح مرتفع۔ زمین سے ابھری ہوئی یا دھنسی ہوئی

جگہ۔ ابوعبیدہ کے نزدیک یہ کلمات اضداد میں سے ہے جس کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔

ت ل ف — التَّلَفُ: ہلاک یا تلف ہونا۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے۔

رَجُــلٌ مِتْـلَاف: فضول خرچ شخص۔

ت ل ل — التَّلُّ: اس کی جمع التِّلَال اور التُّلُول ہے بمعنی گردن۔ ❶

تَلْتَلَهُ: اس نے اسے ہلا دیا یا کمزور کر دیا۔

تَلَّهُ لِلْجَبِيْن: اس (حضرت ابراہیمؑ) نے اس (حضرت اسماعیلؑ) کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ اسی طرح اس کا ہم معنی لفظ کَــبَّهُ لِـوَجْهِهٖ: یعنی اس نے اُسے اوندھا گرا دیا۔

ت ل ا — تِلْوُ الشَّيْئِ: چیز کے پیچھے۔

تِلْوُ النَاقَةِ: اونٹنی کا وہ بچہ جو اس کے پیچھے ہو۔

تَـلاَ القُرآن يتلوه تـلاوة: اس نے قرآن کی تلاوت کی، وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔

تَلَوْتُ الـرَّجُلَ: میں آدمی کے پیچھے چل پڑا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

جَاءَتِ الخَيْلُ تَتَالِيًا: گھوڑے (گھڑ سوار) آگے پیچھے ہو کر آئے۔

ت م ر — التَّمْرُ: کھجور اسم جنس ہے۔ اس کا واحد تـمـرۃٌ کھجور کا ایک دانہ، اس کی جمع تَمَرَاتٌ (میم مفتوح) اور تَمْرٌ کی جمع تُمُور اور تُمْرَان (تاء مضموم) ہے۔ اور اس سے مراد کھجور کی انواع واقسام ہیں۔ کیونکہ اسم جنس کی حقیقت میں جمع نہیں بنتی۔

التَّامِــرُ: وہ شخص جس کے پاس کھجوریں ہوں۔

رَجُــلٌ تَامِــرٌ وَلَابِنٌ: وہ شخص جس کے پاس کھجوریں اور دودھ ہو۔

التَّــامِرُ: کھجوریں کھلانے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

التَّمَّارُ: کھجور فروش (تاء مفتوح اور میم مشدد)۔

التَّمَرِيُّ: وہ شخص جسے کھجور بہت پسند ہو۔

المُتْــمِرُ: وہ شخص جس کے پاس بہت کھجوریں ہوں۔ کہا جاتا ہے: اَتْــمَرَ فلانٌ: یعنی فلاں شخص کے پاس بہت کھجوریں ہوگئیں۔

المَـتْـمُوْرُ: وہ شخص جسے کھجوریں دی جائیں یا جس کا زادِ راہ کھجوریں ہوں۔

ت م م — تَمَّ الشَّيْئُ يَتِمُّ: (تاء مکسور) تَمَــامًا اور تُــمَّةً وغیرہ اور تَمَّــمَهُ واسْتَتَمَّهُ سب الفاظ ہم معنی ہیں۔

أَتَـمَّتِ الحُبْلٰى: حاملہ عورت کے حمل کے دن پورے ہوگئے۔ ایسی حاملہ عورت کو

❶ اب تَلٌّ ٹیلے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

مُتِمٌّ کہتے ہیں۔

وَلَدَتْ لِتَمامٍ وتَمَامٍ: اس عورت نے پورے دنوں کا بچہ جنا۔

وُلِدَ المَولُودُ لِتَمامٍ وتَمَامٍ: بچہ پورے دنوں کا پیدا ہوا۔

قَمَرٌ تَمَامٌ وتِمَامٌ: پورا چاند۔ ماہ بدر۔ چودھویں کا چاند اور ماہ تمام۔

لَيلُ التِّمامِ: (تاء مکسور فقط) سال کی طویل ترین رات۔

التَّمِيمَةُ: تعویز یا نقش جو انسان گلے میں ڈالتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَلا أَتَمَّ اللهُ لَهُ: "یعنی وہ جس کسی نے گلے میں تعویز ڈالا تو خدا اسے زندگی پوری کرنا نصیب نہ کرے یعنی جواں مرگ ہو۔" کہا گیا ہے کہ اس تعویز سے وہ منکے وغیرہ مراد ہیں جو لوگ گلے میں ڈالتے ہیں۔

رہے وہ تعویز جن میں قرآنی آیات اور اللہ تعالٰی کے اسماء درج ہوں تو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

التَّمْتَامُ: توتلا انسان۔ جو تاء کی آواز نکالتے وقت تتلاتا ہو۔

تَتَامُّوا: وہ سب لوگ تتلاتے ہوئے آئے۔

ت ن أ — تَنَا بالبَلَدِ تُنُوءًا: اس نے شہر میں بود و باش یا سکونت اختیار کی۔

التَّانِي: ساکن، بود و باش اختیار کرنے والا۔

هُمْ تِنَاءُ البَلَدِ: وہ علاقے یا شہر کے رہنے والے ہیں۔ اس کا اسم تِنَاءَةٌ ہے۔

ت ن ر — التَّنُّورُ: تنور جس میں روٹی پکاتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَفَارَ التَّنُّورُ: تنور بھڑک اٹھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس لفظ سے مراد روئے زمین یا سطح زمین ہے۔

ت ن ف — التُّنُوفَةُ: نجات اور چھٹکارا۔

ت ن ن — التِّنِّينُ: سانپوں کی ایک قسم۔

تَنُّور: دیکھئے بذیل (ت ن ر)

ت ہ م — تِهَامَةُ: ایک ملک کا نام ہے۔ اس سے صفت نسبتی تِهَامِيٌّ ہے۔ اور تَهَامٌ بھی۔ اگر تاء کو مفتوح پڑھیں تو پھر یاء کو مشدد نہیں پڑھیں گے۔ لوگ جس طرح کہتے ہیں: رَجُلٌ يَمَانٍ شَآمٍ وقَوْمٌ تَهَامُونَ: جیسے لوگ کہتے ہیں قَوْمٌ يَمانُونَ۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ بعض لوگ اس سے نسبت تَهَامِيٌّ، يَمَانِيٌّ اور شَامِيٌّ (حرف اول مفتوح اور یاء مشدد) بھی کہتے ہیں۔

أَتْهَمَ الرَّجُلُ: آدمی تہامہ کی طرف چلا گیا۔

التُّهَمَةُ: اس کی اصل 'واؤ' ہے لہٰذا اس کا ذکر 'و ہ م' کی ذیل میں کیا جائے گا۔

تُهَمَةٌ: دیکھئے بذیل (و ہ م)

ت و ب—التَّوْبَةُ: گناہوں سے رجوع۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور تَوْبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ التَّوْبُ، تَوبَةٌ کی جمع ہے جیسے عَوْمَةٌ کی جمع عَوْمٌ ہے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ علامہ جوہری نے (ع و م) کے تحت عومة کا معنی بیان نہیں کیا۔ اور مجھے بھی الصحاح کے علاوہ اپنے پاس اصول لغت کی کتابوں میں یہ لفظ نہیں ملا۔ البتہ التوبُ کی اس سے زیادہ مشہور مثال دَوْمَة کی جمع دَوْمٌ ہے۔ جس کا معنی گوگل کا درخت ہے۔ صاحب کتاب نے کہا کہ: المَتَابُ: توبہ۔ تَابَ اللّٰه عَلَيْهِ: اللہ اسے توبہ کی توفیق دے۔ سیبویہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ: التَّتْوِبَةُ بروزن التَّبْصِرَة کا معنی بھی توبہ ہے۔

اسْتَتَابَهُ: اس نے اسے توبہ کرنے کو کہا۔

ت و ت—التُّوتُ: توت، شہتوت۔ اسے التُّوثُ نہیں کہنا چاہئے۔

ت و ج—التَّاجُ: تاج، کلغی۔

تَوَّجَهُ فَتَتَوَّجَ: اس نے اسے تاج پہنایا تو اس نے پہن لیا۔

ت و ر—التَّورُ: پانی یا کوئی چیز پینے کا برتن۔

ت و ق—تَاقَتْ نَفْسُهُ اِلَى الشَّيْئِ: اس کا نفس کسی چیز کا مشتاق ہوا۔

اِشْتَاقَتْ اِلَيهِ: وہ اس کی مشتاق ہوئی یا اس نے اس کی چاہت کی اس کا باب قَالَ ہے۔ اور تَوَقَان (واؤ مفتوح) بھی ہے۔

تَوْءَةٌ: دیکھئے بذیل (ت ی ہ)

ت و ی—التَّوُّ: فرد، ایک۔ حدیث شریف میں ہے: الطَّوَافُ تَوٌّ، والسَّعْيُ تَوٌّ والاستجمارُ تَوٌّ: طواف ایک مستقل عبادت ہے، سعی ایک مستقل عبادت اور رَمی جمار (شیطانوں کو کنکریاں مارنا) ایک مستقل عبادت ہے۔

التَّوَی—التَّوَی: (مقصور) مال و دولت ضائع ہوجانا۔ اس کا باب صَدِیَ ہے اور اسم فاعل تَوٍ ہے۔

ت ی ر—تَیَّار: موج، لہر اور کرنٹ۔

فَعَلَ ذٰلِکَ تارةً ای مرةً بعد مرّةٍ: اس نے یہ کام بار بار یکے بعد دیگرے (کبھی کبھار) کیا۔ اس کی جمع تَارَاتٌ اور عِنَبٌ کی طرح تِیَرٌ بھی ہے۔ لوگوں نے یوں بھی کہا ہے کہ فَعَلَهُ تارًا بَعد تَارٍ: اس نے یکے بعد دیگرے یہ کام کیا۔ اس میں 'ۃ' نہیں ہے۔

تَیْرَابٌ: دیکھئے بذیل (ت ر ب)

ت ی س—التَّیْسُ: بکرا، اس کی جمع تُیُوسٌ اور اَتْیَاسٌ ہے۔

فی فُلان تَیْسِیَّةٌ اور بعض لوگوں نے

تَیْسُوْسِیَۃٌ بروزن تَیْفُوْفِیَۃ کہا ہے۔
مجھے معلوم نہیں ان دونوں میں سے کون
سا صحیح ہے۔

ت ی ع—التِّیْعَۃُ: (تاء مکسور) بروزن
البِیْعَۃُ: چالیس بکریاں حدیث شریف میں
ہے کہ چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ
مال ہے۔

ت ی م—التِّیْمَـــۃُ: (تاء مکسور) وہ بکری
جسے لوگ گھر میں دودھ لیتے ہیں۔ یہ (باہر
جنگل میں) چرنے کے لئے نہیں جاتی۔
حدیث شریف میں ہے: التِّـیْمَـــۃُ
لأَھْلِھَـــا: تیمہ بکری اپنے مالک کی ہے۔
(یعنی یہ بندھی ہوئی بکری آوارہ اور لاوارث
نہیں ہوتی)۔

التَّیْمَاء: جنگل۔ تَیْمَاء: ایک جگہ کا نام بھی
ہے۔

ت ی ن—التِّیْنُ: انجیر، مشہور ومعروف
پھل۔ اس کا واحد التِّـیْنَـــۃُ: انجیر کا
ایک دانہ۔ قول خداوندی: وَالتِّـیْـنِ
وَالـزَّیْتُوْنِ: حضرت ابن عباسؓ نے اس
کا معنی معروف پھل بتایا ہے۔ اور یہ بھی کہا
گیا ہے کہ یہ دو پہاڑوں کے نام ہیں۔

ت ی ہ—تَاہَ یَتِیْہُ تِیْھًا: اس نے تکبر کیا۔
ھُوَ اَتْیَہُ النَّاس: وہ لوگوں میں سے سب
سے زیادہ متکبر ہے۔
تَاہَ فی الأرض یَتِیْہُ تَیْھَانًا: وہ زمین
میں بھٹک گیا اور حیران وششدر ہو گیا۔
تَیَّہَ نَفْسَہُ اور تَوَّہَ نَفْسَہُ کا ایک ہی معنی
ہے یعنی اس نے اپنے آپ کو حیرت زدہ و
پریشان کر دیا۔
وَمَـــا اَتْیَھَہُ اور وَمَا اَتْوَھَہُ: وہ کس قدر
پریشان ہے۔
التِّیْہُ: جنگل جس میں انسان بھٹک جاتا
ہے۔

باب الثاء

ث أ ب—الأثابُ: درخت۔ اس کا واحد أثابَةٌ اور الثُوْبَاء بروزن الرُقَباء ہے۔ ضرب المثل ہے کہ أغوىٰ مِنَ الثُؤباء: ثُوباء درخت سے بھی زیادہ دشمن۔

تَثائَبتُ: اس نے جمائی لی، کو تَثَاوَبتُ نہیں کہنا چاہیے۔ (الف مد کے ساتھ)۔

ث ا ث أ—ثَـأْثَـأْتُ بالإبِلِ: میں نے اونٹوں کو پانی پلایا۔

ثأثأتُ عن القَوْم: میں نے قوم کا دفاع کیا۔

تَثَأثَأتُ مِنهُ: میں نے اسے بخش دیا، عطا کیا۔

أثأتُهُ بِسَهْمٍ: میں نے اسے تیر مارا۔

ث ا ر—الثَأرُ بروزن فَلْس: خون کا بدلہ۔

الثُؤرَةُ بروزن الحُـمْـرَةُ: دشمنی اور عداوت، خون کا بدلہ۔ محاورہ ہے: ثَأَر القَتِيلَ وَبالقَتِيلِ: اس نے مقتول کے قاتل کو قتل کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ثُؤرَةُ بروزن صُفرَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ث أ ل—الثؤلُول: اس کی جمع الثآليل ہے۔ بمعنی مسّا یا گمڑا۔

ثـاب: دیکھئے بذیل (ث و ب)

ثـاخ: دیکھئے بذیل (ث و خ)

ثـار: دیکھئے بذیل (ث و ر)

ث ب ت—ثَبَتَ الشَيئُ: چیز ٹھہر گئی، ٹِک گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

ثَباتًا کا بھی یہی معنی ہے۔

أثبَتَهُ غَيرَهُ: کسی دوسرے نے اسے ٹھوکا یا ثابت کیا۔

أثبَتَهُ السُقمُ: جب کسی کو بیماری نہ چھوڑے۔ قول خداوندی ہے: وَيُثبِتُوكَ: وہ آپ ﷺ کو نا قابل برداشت زخم دیں گے۔

تَثَبّتَ فِي الأمر: وہ کام میں پختہ وثابت ہوگیا۔

اور اثبَتَّ کا بھی یہی معنی ہے۔

رَجـلٌ ثَـبْتٌ: ثابت قدم انسان، یعنی ثابت دل۔ دلاور۔

رَجُلٌ لـهُ ثَـبَتٌ عنـد الحَملة: (باء مفتوح) وہ شخص حملہ کے وقت ثابت قدمی والا ہے۔ کہتے ہیں کہ: لا أحكُمُ بِكَذا إلّا بِثَبَتٍ (باء مفتوح) یعنی میں یہ بات بربنائے حجت ودلیل کرتا ہوں۔

الثَبِيتُ: عقلمند، سلیم العقل انسان۔

ث ب ج—الثَبَجُ: (ثاء اور باء مفتوح) کندھے اور پیٹھ کے درمیان کا حصہ۔ کہا جاتا ہے: ثَبَجُ كل شَيئٍ: ہر چیز کا وسط۔

الأُثَيْجُ: وہ شخص جس کے کندھے اور پیٹھ کا درمیانی حصہ چوڑا ہو۔ کہا گیا ہے کہ النَّائِي الثَّبِج: وہ شخص جس کا ذکر حدیث شریف: اِنْ جَـاءَ ت بِـهٖ اُثَيْبِجَ: میں بطور اسم تصغیر کیا گیا ہے۔

ث ب ر-المُثَابَرَةُ عَلَى الأمر: کسی کام یا معاملے میں ثابت قدمی اور پابندی۔

ثَبِيْرٌ: مکہ شریف میں ایک پہاڑ کا نام۔ کوہِ ثبیر۔

الثُبُور: ہلاکت اور خسارہ بھی۔

ث ب ط-ثَبَّطَهُ عَنِ الامر تثبيطًا: اس نے اسے کام سے باز رکھا۔ اس کی حوصلہ شکنی کی۔ کام سے توجہ ہٹادی۔

ث ج ج-ثَجَّ المَاءَ والدَّمَ: اس نے خون یا پانی بہا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

مَطَرٌ ثَجَّاجٌ: موسلادھار بارش۔

الثَّجُّ: قربانی کے جانور کا خون بہانا۔ یہ فعل لازم ہے۔ کہتے ہیں کہ ثَجَّ الدَّمَ، يَثِجُّ (ثاء مکسور) ثَجَاجًا (ثاء مفتوح)۔ اس نے خوب خون بہایا۔[1]

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے ابوعبید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ث ج ر-الثَّجِيرُ: ہر چیز کا نچوڑ۔ لوگ عامی زبان میں اسے الثِّجِيرُ (ثاء کے ساتھ) کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَـثْـجُـرُوا: یعنی نبیذ میں کھجور کا نچوڑ دوسرے نچوڑ (جوس) کے ساتھ نہ ملاؤ۔

ث خ ن-ثَخُنَ الشَّيْئُ: چیز گاڑھی اور سخت ہوگئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اسم فاعل ثخين بمعنی گاڑھا اور سخت ہے۔

أثْخَنَتْهُ الجِرَاحَةُ: زخم نے اسے کمزور کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اَثْخَنَ فِي الأرضِ قَتلاً: اس نے زمین میں خوں ریزی کی۔

ث د ا-الثُّنْدُؤَةُ: عورت کے پستان کی طرح مرد کی چھاتی (یا چھاتی کا اُبھار) اصمعی کا کہنا ہے کہ یہ چھاتی کا مَغرِز یعنی گہری جگہ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ یہ چھاتی کے اردگرد کا گوشت ہے۔ اگر آپ ثاء کو مضموم پڑھیں تو یہ مہموز ہوگا اور فُعْلَلَة کے وزن پر ہوگا اور اگر ثاء کو مفتوح پڑھیں تو پھر یہ مہموز نہیں ہوگا بلکہ فَعْلُوَا کے وزن پر ہوگا اور اس کی مثال قَرْنُوَةٌ اور عَرْقُوَةٌ ہوگی۔ ثعلب نے کہا کہ الثَّنْدُوَةُ (ثاء مفتوح) غیر مہموز ہے اور تَرْقُوَةٌ کے وزن پر ہے۔ اور اس کا معنی چھاتی کا مَغْرِز ہے۔ اگر آپ اسے ثاء مضموم پڑھیں تو پھر مہموز ہوگا۔ ابوعُبَید نے کہا کہ: رُؤْبَـة الثُّنْدُؤَةُ کو مہموز پڑھتا تھا۔ عرب ان میں سے ایک کو مہموز نہیں سمجھتے تھے۔

---

[1] الصحاح میں اس فعل کے مصدر کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہمارے ہاں موجود کسی اور لغت کی کتاب میں ہے۔

ث د ن-ذُوَ الثُدَيَّة: والی حدیث میں لکھا ہے کہ وہ مُثَدَّنُ الیَدْ ہوگا۔ کہا گیا ہے کہ مُثَدَّنُ کا معنی مُخْدَج ہے۔ اور مُخْدَجُ وہ بچہ ہے جو ایامِ حمل پورے ہونے سے قبل پیدا ہوا ہو، اگرچہ وہ اپنی بدنی بناوٹ کے اعتبار سے مکمل ہو۔ ابوعبید نے کہا کہ اگر لوگوں کے قول کے مطابق مُخْدَجُ ہے تو پھر یہ لفظ مُخْدَجُ کے ساتھ چھوٹا ہونے میں مشابہت کی وجہ سے الثَنْدُوَة سے مشتق ہے، اور قیاس یہ ہے کہ اسے مُثَنْدُ کہنا چاہئے۔ البتہ اس صورت میں یہ مقلوب ہوگا۔

ث د أ-الثَدْیُ: مذکر اور مؤنث دو صیغے ہیں۔ یعنی مرد اور عورت دونوں کی چھاتی کے لئے مستعمل ہے۔ اس کی جمع اَثْدِ اور ثُدِیّ (ثاء مضموم ومکسور)۔

ث رب -الثَرْبُ: چربی جو پیٹ اور آنتوں پر چڑھ گئی ہو۔ اور وہ پتلی ہو۔

التَثْرِیْبُ: عار دلانا اور ملامت گوئی کرنا۔

ثَرَّب علیه تَثْرِیْبًا: اس نے اس کے کام پر اس کی برائی کی یا اسے برا بھلا کہا۔

یَثْرِب: مدینہ شریف کا اصلی نام۔

ث ر د-ثَرَدَ الخُبْزَ: اس نے روٹی توڑی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ (سالن میں بھگوئی ہوئی روٹی)۔ روٹی کو ثَرِیْدِ کہتے ہیں۔ اور مَثْرُود بھی کہتے ہیں۔ اس سے اسم الثُرْدہ ہے۔ یعنی روٹی کو توڑ کے کسی چیز میں بھگونا۔

ث ر ق ب-الثُرْقُبِیَّةُ: مصری روئی سے تیار شدہ سفید کپڑے۔

ثَرْوَةٌ: دیکھئے بذیل (ث ر ی)

ث ر ی-الثَرٰی: گیلی مٹی، گارا۔

الثَراء: (الف مد کے ساتھ) کثرتِ مال ودولت، امارت۔

الثُرَیَّاء: ستارہ ثریا۔

الثَرْوَة: کثرت تعداد۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ لوگوں کے اس قول: اِنَّهُ لَذُوْ ثَرْوة وذو ثراء: کا معنی ہے کہ وہ بیشک دولت مند اور کثیر التعداد اولاد و برادری والا آدمی ہے۔

اَثْرَی الرَّجُلُ: آدمی مالدار ہوگیا۔

ث ط أ-ثَطِئَ ثَطْئًا: وہ بے وقوف و احمق ہوگیا۔

ث ط ط-رَجُلٌ اثَطُّ: جس کے ڈاڑھی کے بال صرف تھوڑی پر ہوں[1] رخساروں پر نہ ہوں۔

رَجُلٌ من قوم ثُطٍّ: (ثاء مضموم) جاٹ قوم سے تعلق رکھنے والا۔

رَجُلٌ ثَطٌّ: (ثاء مفتوح) ثِطَاطٌ (جاٹ) قوم کا آدمی[2]۔

---

[1] شاید ایسے شخص کو 'کوسا' کہا جاتا ہے یا 'کھودا' کہا جاتا ہے۔
[2] ثط اور لاط ہم معنی ہیں۔ (مترجم)

ث ع ب—الثُّعْبَانُ: لمبے سانپوں کی ایک قسم۔اس کی جمع ثَعَابِيْنُ ہے۔
ثَعَبْتُ الماء: میں نے پانی کھودنکالا۔
الثَّعْبُ: وادی میں پانی کا نالہ۔اس کی جمع ثُعْبَان ہے۔
ث ع ل ب—الثَّعْلَبُ: لومڑی۔اس کا مذکر ثُعْلُبَان،لومڑ ہے،(ثاء مضموم) ہے۔
عربی میں اس کی مؤنث ثَعْلَبَةٌ ہے۔
أرضٌ مُثَعْلِبَةٌ: (لام مکسور)،لومڑیوں والی سرزمین۔
ث ع ع—ثَعَّ الرجُلُ: آدمی نے قے (الٹی) کی۔اس کا باب رَدَّ ہے۔حدیث شریف میں ہے:فَثَعَّ ثَعَّةً: اس کے پیٹ سے کالا پلا (کتے کا بچہ) نکلا۔
ث غ ر—الثَّغْرُ: دَھانہ۔منہ کا دانتوں سے اگلا حصہ۔اس کا معنی شہروں اور ملکوں کے درمیانی خطرناک مقامات بھی ہیں۔
الثُّغْرَةُ: درز یا دراڑ۔
ث غ ا—الثُّغَاءُ: بھیڑ بکری وغیرہ کے ممیانے کی آواز۔
الثَّاغِيَةُ: بکری۔
الرَّاغِيَةُ: اونٹ۔
ث ف أ—الثُّفَّاءُ: بروزن القُرَّاء: رائی۔اس کا واحد ثُفَّاءَةٌ ہے۔اس کا معنی رشاد پودے کا بیج یا دانہ بھی کہا گیا ہے۔
ث ف ر—ثَفَرُ الدابَةِ: سواری کی زین کا کاٹھی کا پچھلا حصہ۔
أَثْفَرَهَا: اس نے سواری پر زین کو کسا۔
اسْتَثْفَرَ بِثَوْبِهِ: اس نے اپنے کپڑے کے پلو کو دو ٹانگوں کے درمیان سے ازار بند کی طرف موڑا۔
ث ف ل—الثُّفْلُ: (ثاء مضموم) ہر چیز کا نچلا حصہ۔
ث ف ی—الأُثْفِيَّةُ: چولہا جس پر ہنڈیا رکھی جاتی ہے۔اس کی جمع أثافِيُّ ہے،اگر چاہیں تو اسے یاء مشدد کی بجائے یاء مخفف یعنی بغیر تشدید کے أثافِي بھی کہہ سکتے ہیں۔
ثَفَّى القِدْرَ: اس نے ہنڈیا کو چولہے پر رکھا۔
تَثْفِيَةً، أَثْفَاهَا: اس نے اس کے لئے چولہے تیار کئے۔
ث ق ب—الثَّقْبُ: (ثاء مفتوح) سوراخ، اس کی جمع ثُقُوبٌ ہے۔ اور الثُّقَبُ (ثاء مضموم) ثُقْبَةٌ کی جمع ہے جس طرح ثُقَبٌ (قاف مفتوح) اس کی جمع ہے۔
میرا کہنا ہے کہ اس کی مثال دُلْبَةٌ اور اس کی جمع دُلَبٌ اور ثُقْبَةٌ اس کی جمع ثُقَبٌ ہے۔
المِثْقَبُ: (میم مکسور) سوراخ کرنے کا آلہ۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ثَقَبَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اٹھی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
ثَقَابَةٌ کا بھی (ثاء مفتوح کے ساتھ) یہی معنی ہے۔
أَثْقَبَهَا: اس نے آگ بھڑکائی۔
ثَقَّبَهَا تَثْقِيْبًا: اس نے اسے صاف کیا یا تیز کیا۔
شِهَابٌ ثَاقِبٌ: روشن ستارہ۔ چمک دار ستارہ۔
الثَّقُوبُ: (ثاء مفتوح) ماچس کی تیلیاں جس سے آگ سلگائی یا جلائی جاتی ہے۔

ث ق ف - ثَقُفَ الرَّجُلُ: وہ حاذق (تجربہ کار) بن گیا اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل ثَقُفٌ ہے جس طرح ضَخُمَ کا اسم فاعل ضَخُمٌ ہے۔ اسی سے لفظ المُثَاقَفَةُ مشتق ہے۔ ثَقِفَ کا باب طَرِبَ ہے۔ اور یہ ثَقُفَ کا ایک دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ اس کا اسم فاعل ثَقِفٌ اور ثَقُفٌ بروزن عَضُدٌ ہے۔
الثِّقَاف: وہ آلہ جس سے نیزے سیدھے کئے جاتے ہیں۔ تَثْقِيْفُهَا: نیزوں کا سیدھا کرنا۔ ثَقِفَهُ: وہ اس سے اچانک ملا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔
خَلٌّ ثِقِّفٌ: (ثاء مکسور و قاف مشدد) سخت کھٹا اور ترش جس طرح بَصَلٌ حِرِّيْفٌ: تیز پیاز ہے۔

ث ق ل - الثِّقْلُ: بوجھ، وزن اس کی جمع أَثْقَالٌ ہے جس طرح حِمْلٌ کی جمع أَحْمَالٌ ہے۔ اسی سے یہ محاورہ ہے کہ أَعْطِهِ ثِقْلَهُ: اسے اس کا وزن یا بوجھ دے دو۔ قول خداوندی ہے: وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا: قیامت کے روز زمین اپنے بوجھ اُگل دے گی یعنی باہر نکال دے گی۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں أَثْقَال سے مراد بنی آدم کے جسم ہیں جو زمین کے اندر دفن ہیں۔
الثِّقَلُ: بوجھل پن کا متضاد خِفَّةٌ ہلکا پن ہے۔
قَدْ ثَقُلَ الشَّيْئُ: چیز بھاری یا وزنی ہوگئی۔ (قاف مضموم) اس کا اسم فاعل ثَقِيْلٌ بمعنی بھاری اور وزنی ہے۔
لثَقَلُ: (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) مسافر کا ساز و سامان اور اس کے نوکر چاکر۔
الثَّقَلَانِ: (زمین کے) دو بوجھ یعنی انسان اور جن۔
الثَّقِيْلُ: التخفيف کی ضد، بھاری کرنا، بوجھل بنانا۔
قَدْ أَثْقَلَهُ الحِمْلُ: بوجھ نے اسے بوجھل کر دیا۔
أَثْقَلَتِ المَرأَةُ: عورت کا پیٹ میں حمل بھاری ہوگیا۔ اخفش کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے: عورت حمل والی ہوگئی جس

طرح اَثْمَرَ 'پھل دار ہونا' کہتے ہیں۔
المِـثْقَال: وزن، اس کی جمع مَثَاقِيل ہے۔سونے کا سکہ۔مِثْقَالُ الشَّيْئِ: اس کا ہم وزن، یا اس کے برابر۔
ثِـقَـةٌ: دیکھئے بذیل (و ث ق)
ث ک ل – الثُّـكْلُ بروزن القُفْلُ: عورت کا بچہ کھودینا۔ اسی طرح الثَّكَلُ (پہلا اور دوسرا حرف مفتوح) اس کا ہم معنیٰ ہے۔
إمْـرَاَةٌ ثَاكِلَةٌ وثُـكْلىٰ: وہ عورت جس کا بچہ مر گیا ہو۔
ثَـكِلَتْهُ اُمُّـهُ: (کاف مکسور) اس کی ماں اسے کھودے۔
اَثْكَلَهُ اللّٰهُ اُمَّـهُ: بددعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ماں کو ثاقلہ بنادے۔
ث ل ب – ثَلَبَهُ: اس نے کسی کا عیب یا نقص واضح اور ظاہر کیا، اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
مَثَالِب: عیوب، اس کا واحد مَثْلَبَةٌ ہے۔ (لام مفتوح)۔
ث ل ث – يَـوْمُ الـثَّـلاثاء: (الف ممدود اور ثاء مضموم) منگل وار، اس کی جمع ثَـلاثَاوَاتٌ ہے۔
الثَّلِيْثُ الثُّلُثِ: تیسرے حصے کا تیسرا ... لیکن ابوزید نے اس کا انکار کیا ہے۔

ثُـلاث: (ثاء مضموم) تیسرے حصے۔
مَثْلَثُ: تین تین۔
ثُلاث اور مَـثْـلَثُ بروزن مَـذْهَبُ: دونوں اوزان عدل اور صفت کے باعث غیر منصرف ہیں۔
ثَلَثَ القَوْمَ: (باب نَصَرَ) اس نے قوم سے ان کے مال کا تیسرا حصہ لیا۔
مَثْلَثُ: بروزن مَذْهَبُ: تین تین۔
ثلث اور مثلث: دونوں اوزان عدل اور صفت کے باعث غیر منصرف ہیں۔
ثَلَثَهُمْ: باب ضَرَبَ وہ اُنکا ثالث یعنی تیسرا ہوا۔یا خود تیسرا بن کر تین پورے کئے۔
میرا کہنا یہ ہے کہ التهذيب اور دوسری کتابوں میں كَمَّلَهُمْ کے معنوں میں ثَلَثَـهُمْ بغیر الف ہے یعنی اَثْلَثَهُمْ نہیں ہے۔صاحب کتاب نے کہا کہ اسی طرح دس تک البتہ اَرْبَعَـهُمْ، أَسْـبَعَهُمْ اور اَتْسَعَهُمْ میں دومعنوں کے سب عددوں میں عین کلمہ کو مفتوح کریں گے۔
اَثْلَثَ القَوْمُ: قوم تین (حصوں) میں بٹ گئی۔
أَرْبَعُوا: وہ چار (حصوں) میں بٹ گئے۔ اسی طرح دس تک کہیں گے۔
المُثَلَّثُ: پانی کو اس قدر ابالا جائے کہ اس کا تیسرا حصہ باقی رہ جائے[1] اور دو

[1] تین ضلعوں والی شکل کو بھی مثلث کہتے ہیں۔ (مترجم)

تیسرے حصے خشک ہو جائیں۔
ث ل ج۔ ثَلْجٌ برف۔
اَرْضٌ مَثْلُوجَةٌ: وہ زمین جہاں برف پڑی ہو۔
اَثْلَجَ یَوْمُنَا: آج ہمارا برف باری کا دن ہے۔
ثَلَجَتْنَا السماء: (باب نَصَرَ) آسمان سے ہم پر برف گری۔ جیسے اَمْطَرَتْنَا السَّمَاءُ: آسمان نے ہم پر بارش برسائی۔
ثَلَجَتْ نَفْسُهُ: اسے اطمینان ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ اور طَرِبَ ہے۔
ث ل ط۔ ثلط البعیرُ اونٹ نے پتلی مینگنیاں کیں۔ حدیث شریف ہے: اِنَّهُمْ کانوا یَبْعَرُوْنَ وَاَنْتُمْ تَثْلِطُونَ ثَلْطًا: یعنی صحابہ تو کم کھانے کی وجہ سے مینگنیوں کی شکل میں پاخانہ کرتے اور تم گوبر کی طرح پاخانہ کرتے ہو۔
ث ل ل۔ الثُّلَّةُ: (ثاء مضموم) لوگوں کی ایک جماعت۔
ث ل م۔ الثُّلْمَةُ دیوار وغیرہ میں دراڑ، شگاف، رخنہ۔
قَدْ ثَلَمَهُ: (باب ضَرَبَ) اس نے اس میں دراڑ ڈال دی فانْثَلَمَ وتَثَلَّمَ تو اس میں دراڑ پڑگئی۔
ثَلَّمَهُ کا بھی کثرت کے معنی پیدا کرنے کے لئے (لام مشدد) یہی معنی ہے۔
فِی السَّیْفِ ثَلَمٌ: تلوار میں دندانہ پڑ گیا۔
فِی الاناء ثَلَمٌ: برتن کے کنارے سے کچھ حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل اَثْلَمُ ہے۔
ث م أ۔ ثَمَاْتُ القَوْمَ: میں نے لوگوں کو (چربی دار) کھانا کھلایا۔
ثَمَاْتُ رَاسَهُ: میں نے اس کا سر کچل دیا۔
ثَمَاْتُ الخُبْزَ: میں نے روٹی کے ٹکڑے کئے یا ثرید بنایا۔
ث م د۔ الثَّمْدُ والثَّمَدُ: (میم ساکن و مفتوح) کم پانی جس میں مادہ نہ ہو۔ یعنی جو گرمیوں میں خشک ہو جاتا ہو۔
ثَمُوْد: ایک قوم کا یا قبیلے کا نام۔ منصرف بھی ہے اور غیر منصرف بھی۔
الإثْمَدُ: سرمے کا پتھر۔
ث م ر۔ الثَّمَرَةُ: پھل، یہ واحد ہے۔ اس کی جمع الثَّمَر اور الثَّمَرَات ہے۔ ثَمَر کی جمع ثِمَار ہے۔ جس طرح جَبَلٌ کی جِبَال اور ثِمَار کی جمع ثُمُر ہے، جس طرح کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔ ثُمُرٌ کی جمع اَثْمَار ہے جس طرح عُنُقٌ کی جمع اَعْنَاق ہے۔ اس کی جمع الثُّمْرُ بھی ہے۔
المَالُ المُثَمَّرُ: (میم تشدید کے ساتھ اور

بغیر تشدید) بڑھتا ہوا مال۔ ابو عمرو نے وَکَانَ لَهُ ثُمُرٌ[1] (میم مضموم) پڑھا ہے اور ثُمُر: کی تفسیر مال کی مختلف انواع کی ہے۔ (دوسری قراءتوں میں یہ لفظ ثَمَرٌ ہے)۔

أَثْمَرَ الشَّجَرُ: درخت پر پھل لگ گیا۔

شَجَرٌ ثَامِرٌ: جب درخت پر پھل لگ جائے۔

شَجَرةٌ ثَمْرَاءُ: پھلدار درخت۔

أَثْمَرَ الرَّجُلُ: آدمی مال دار ہو گیا۔

ثَمَّرَ اللّٰهُ مَالَهُ تَثْمِيرًا: خدا اس کے مال کو بڑھائے اور زیادہ کرے۔

ثَمَرُ السِّيَاطِ: کوڑے/دُرّے کے کناروں کی گانٹھیں۔

ث م م – الثُّمَامُ: ایک کمزور پودا۔ جس کے پتے کھجور کے درخت کے پتوں جیسے ہوتے ہیں یا ان سے مشابہ پتے ہوتے ہیں۔ شاید (تکیوں یا رضائیوں وغیرہ کی روئی کی جگہ) اسے بھرتے ہیں۔ یا مکانوں کی چھتوں پر کھجور کی ٹہنیاں باندھنے کے کام آتا ہے۔ اس کا واحد ثُمامَةٌ ہے۔ ثُمَّ: پھر۔ حرف عطف ہے جو ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے۔ اس کے آخر میں شاید 'ت' کا بھی اضافہ کیا گیا ہے، بقول شاعر:

وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِيمِ يَسُبُّنِي
فَمَضَيْتُ ثُمَّتَ قُلْتُ لا يَعْنِينِي

''میں لئیم شخص کے پاس سے گزرتا ہوں "وہ مجھے گالیاں دیتا ہے تو میں یہ کہتا ہوا پاس سے گزر جاتا ہوں کہ میرا اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔''

ثَمَّ: تب وہاں، یہ قریب کے اشارے 'هُنا' کی طرح دور یا بعید کا اشارہ ہے۔

ث م ن – ثَمَانِيَةُ رِجالٍ: آٹھ مرد۔

ثَمَانِي نِسْوَةٍ: آٹھ عورتیں۔

ثَمانِي مِأَةٍ: آٹھ سو، اضافت کی صورت میں یاء باقی و برقرار رہتی ہے مثلاً: قاضی عبد اللہ، رفعی اور جری حالت میں تنوین کی موجودگی میں یاء گر جاتی ہے لیکن نصبی حالت میں برقرار رہتی ہے۔ کیونکہ یہ لفظ جمع نہیں ہوتا لہٰذا ترک تصریف میں اس لفظ کا عمل جوارٍ اور سوارٍ کے اصول پر ہوتا ہے۔ البتہ شعر میں یہ لفظ جمع ہونے کے وہم کی بناء پر غیر منصرف ہوتا ہے۔ وہاں لوگوں کا یہ قول:

الثَّوْبُ سَبْعٌ فِي ثَمانٍ: کپڑا سات ضرب آٹھ ہے۔ تو دراصل یہاں ثمانٍ کی جگہ 'ثمانيةٍ' کہنا چاہئے۔ کیونکہ لمبائی ذراع (گزوں) کے پیمانے سے ناپی جاتی ہے اور ذراع مؤنث ہے لیکن چوڑائی شِبر (بالشت) کے حساب ناپی جاتی ہے اور شِبر مذکر ہے۔ لوگوں نے اپنے اس قول میں اسے مؤنث محض اس لئے بنایا ہے کہ انہوں نے لفظ شِبر استعمال نہیں

[1] قرآن کی آیت الکہف: ۳۴۔ وَکَانَ لَهُ ثُمُرٌ

کیا مثلاً: لوگوں کا یہ قول کہ: صُمنا مِنَ الشہر خمسًا: یہاں مراد صوم الایّام ہے۔ اگر لوگ لفظ اَیّام استعمال کرتے تو پھر 'ۃ' کا اضافہ کر کے عدد کی تذکیر لازم ہو جاتی۔ البتہ شاعر کا یہ شعر:

وَلَقَدْ شَرِبْتُ ثَمَانِيًا وثَمَانِيًا
وثمانِ عَشْرَةَ واثْنَتَيْنِ وَاَرْبَعَا

حق یہ تھا کہ شاعر یہاں ثمانِيَ عَشْرَةَ کہتا لیکن یہاں ثمانِي عَشرةَ کی یاء کو ان لوگوں کے لہجے اور لغت کے مطابق حذف کیا گیا جو طوال الأيدِي کی بجائے طوال الأيدِ کہتے ہیں۔

ثَمَنْتُ القَوْمَ: اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور معنی: ''میں نے قوم سے ان کے اموال کا آٹھواں حصہ لیا''، ہے۔ اس کا باب اس صورت میں ضَرَبَ ہے جب یہ کہیں کہ: كُنْتُ ثَامِنَهُمْ. اَثْمَنَ القَوْمُ: لوگ آٹھ آٹھ ہو گئے۔

شَيْئٌ مُثَمَّنٌ: (میم مشدّد) آٹھ رُکنی چیز، ہشت پہلو۔

الثَّمَنُ: قیمت، کہا جاتا ہے: اَثْمَنْتُ الرَّجُلَ: (میں نے آدمی کے بیان کی قیمت لگائی) اور اَثْمَنْتُ لَهُ (میں نے اس کے لئے قیمت مقرر کی)۔

الثَّمِيْنُ: آٹھواں حصہ۔

شَيْئٌ ثَمِيْنٌ: قیمتی چیز یا گراں قیمت چیز۔

الثُّنْدُوَةُ: دیکھئے بذیل (ث د ا)

ث ن ی – الثِّنٰى: (یاء مقصور) کام کا دُہرانا۔

حدیث شریف میں: لاَ ثِنَى فِي الصَّدَقَةِ: زکوٰۃ دو مرتبہ نہیں ہے۔ یعنی سال میں کسی مال پر دو مرتبہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

الثُّنْيَا: (ثاء مضموم) استثناء کا اسم اور اسی طرح الثَّنْوَى (ثاء مفتوح)۔

جَاءُوْا مَثْنَى مَثْنَى: دو دو، دو ہو کر آئے۔ مَثْنَى اور ثُنَاءَ مَثْلَثَ اور ثُلاَثَ کی طرح غیر منصرف ہیں۔ اس کی تعلیل بذیل (ث ل ث) میں گزر چکی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُوْضَعَ الأَخْيَارُ وتُرْفَعَ الأَشْرَارُ وأَنْ تُقْرَأَ المَثْنَاةُ عَلَى رُءُوسِ النَّاسِ فَلاَ تُغَيَّرُ: قیامت کی شرائط یا علامات میں سے یہ (بھی) ہے کہ نیکوکار لوگ بے قدر ہو جائیں گے اور شریر اور بدکار لوگ معزز ہو جائیں گے اور لوگوں کے سروں پر مَثْنَاة پڑھی جائیں گی۔ کہا گیا ہے: مَثْنَاة فارسی زبان کی دو بیتی ہے اور وہ گاتا ہے۔ پس یہ (صورت حال) تبدیل نہ ہوگی۔ ⓿ ابو عُبیدہ نے اس کی ایک اور

⓿ اس حدیث شریف میں قیامت سے پہلے پیش آنے والی صورت حال کو حافظ شیرازی نے یوں بیان کیا ہے:

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان
طوق زریں ہمہ در گردن خری بینم

مثناۃ سے مراد لہو ولعب کا لٹریچر ہے یا اسرائیلیات اور خرافات کی کہانیاں ہیں۔ قرب قیامت کے وقت لوگ ایسے ہی لٹریچر میں زیادہ دلچسپی رکھیں گے۔

تاویل کی ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ انہوں نے کتاب التہذیب میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کی ہے۔ جب ان سے قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں کے لکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی تفسیر بیان کی۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا کہ کہاوت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ سلام کے بعد احباء اور رُھبان نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر اپنے درمیان اپنے حسب منشاء ایک کتاب وضع کی، مَثْنَاۃ وہی کتاب ہے۔ گویا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اہل کتاب سے اخذ و قبول کو ناپسند کیا، اس سے ان کی مراد رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت سے انکار مراد نہیں۔ وہ ایسا کرتے بھی کیسے جب انہوں نے خود دوسرے صحابہؓ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کی ہیں۔

ثَنی الشَّیئَ: میں نے چیز کو دوہرا کر دیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔

ثَنَاہُ: کا معنی 'اس نے اسے روکا' بھی ہے۔

ثَنَاہُ: اس نے اسے اپنی ضرورت وغرض سے دوسری طرف موڑا۔

ثَنَاہُ: وہ اس کا ثانی (دوسرا) بن گیا۔

ثَنَاہُ تَثْنِیَۃً: اس نے اس کے دو کر دیئے۔

الثَّنِیَّۃُ: ثَنَایَا (اگلے) دانتوں میں سے ایک دانت۔ اس کا معنی گھاٹی کا راستہ یا موڑ بھی ہے۔

الثَّنِیُّ: وہ جانور جس کے اگلے دانت گر گئے ہوں یا گر رہے ہوں۔ کھر دار جانوروں کے دانت عمر کے تیسرے سال میں گرتے ہیں۔[1] اس کی جمع ثُنیَان اور ثِنَاءٌ ہے۔ اور مؤنث ثَنِیَّۃٌ ہے جس کی جمع ثَنِیَّاتٌ ہے۔

اثْنَان: دو کا مذکر عدد۔

اثْنَتَان: دو کا مؤنث عدد۔

ثِنْتَان: (الف محذوف) کا بھی یہی معنی ہے۔ ان دونوں لفظوں کا ابتدائی الف، الف وصل ہے۔ البتہ شعر میں یہ بطور الف قَطَع بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

یَوْمُ الإِثْنَیْنِ: سوموار۔ اس کا تثنیہ اور جمع کا صیغہ نہیں بنتا۔ اگر آپ اسے جمع بنانا چاہیں تو اَثَانِیْن کہہ سکتے ہیں۔ ثَانِی اثْنَیْنِ: دو میں سے ایک اسی طرح ثالث ثلاثۃ اضافت کے ساتھ دس تک جا سکتا ہے۔ اسے منوّن یعنی ثانٍ نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر یہ لفظ اضافت کے بغیر الگ الگ ہوں تو آپ چاہیں تو اضافت کے ساتھ پڑھیں یا منوّن کر کے پڑھیں۔ آپ ثانی واحد یعنی دوسرا شخص، اور ثانٍ واحدٌ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور اسی طرح باقی اعداد

[1] انسانی بچوں کے اگلے دانت بھی اسی عمر میں گرتے ہیں۔ (مترجم)

ہیں۔

اِنْثَنَی: وہ مڑ گیا۔أَثْنَی علیه خیرًا: اس نے اس کی ثناء کی یا تعریف کی۔ اس کا اسم ثناء ہے۔

أَثْنَی: اس نے اگلا دانت گرا دیا۔

تَثَنَّی فی مَشْیِہ: وہ جسم جھکا کر چلا، یا دہرا کر چلا۔

المَثَانِیُ مِنَ القرآن: قرآن کی وہ سورتیں جن کی آیات سو سے کم ہیں۔ سورۃ الفاتحہ کو اس لئے مثانی کہا جاتا ہے کہ یہ سورت ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔ پورے قرآن کریم کو بھی مَثَانِی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں رحمت کی (بشا ت) کی آیات عذاب کی آیات سے جڑی ہوئی ہیں۔

ث و ب: سیبویہ کا کہنا ہے کہ صاحب ثِیاب (کپڑوں والے آدمی) کو ثَوَّاب کہتے ہیں۔

ثَابَ: وہ لوٹا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور اس کا باب ثَوَبانًا (واؤ مفتوح) بھی ہے۔

ثَاب النَّاسُ: لوگ اکٹھے ہو گئے اور آگئے۔ اسی طرح ثَابَ الماءُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی پانی جمع ہو کر آیا۔

مَثَابُ الحَوْضِ: حوض (درمیانی نشیبی) حصہ جس کی طرف پانی بہہ کر جاتا ہے۔

أَثَاب الرَّجُلُ: انسان کا جسم اپنی حالت پر لوٹا اور ٹھیک ہو گیا۔

المَثَابَةُ: وہ جگہ جہاں انسان بار بار جائے۔ انہیں معنوں میں مکان یا گھر کو مَثَابَةٌ کہا گیا ہے۔ اس کی جمع مَثَابٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کی نظیر غَمَامَةٌ اور غَمَامٌ نیز حَمَامَةٌ اور حَمَامٌ ہے۔

الثَّوَابُ اور المَثُوبة کا معنی و مطلب ہے طاعت و فرماں برداری کا صلہ اور بدلہ۔

میرا کہنا ہے کہ یہ دونوں لفظ جزائے مطلق کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ علامہ الازہری نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اس کی تائید اس قول خداوندی سے ہوتی ہے: هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ: یعنی کیا کافروں کو (اپنے اعمال کا) بدلہ مل گیا۔ کیونکہ ثَوَّبَهُ کا معنی أَثَابَهُ ہے یعنی 'اسے مل گیا' نیز یہ قول خداوندی: بِشَرٍّ من ذلک مَثُوبَةً: بدلے کے طور پر بدتر۔

التَّثْوِيبُ: مؤذن کا فجر کی اذان میں 'الصلوٰۃ خیر من النوم' کہنا۔

رَجُلٌ ثَيِّبٌ وامرأة ثَيِّبٌ: زن دیدہ مرد اور شوہر دیدہ عورت۔ ابن السکیت نے کہا کہ رَجُلٌ ثیب سے مراد زن دیدہ مرد اور امرأةٌ ثَيِّبٌ سے مراد شوہر دیدہ عورت ہے۔ انہیں معنوں میں ثَيَّبَتِ المرأةُ تَثْيِيبًا: عورت شوہر دیدہ ہو گئی۔ یعنی شادی

شدہ ہوگئی۔

ث و خ-ثَاخَتْ قَدَمُهُ: اس کا پاؤں دھنس گیا اور غائب ہوگیا۔

ث و ر-ثَارَ الْغُبَارُ: گردوغبار اُٹھا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور مصدر ثَوَرَانًا ہے۔

أثَارَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اُٹھایا یا بھڑکایا۔

ثَوَّرَ فُلَانٌ الشَّرَّ تَثْوِيْرًا: فلاں آدمی نے شر کو بھڑکایا اور تیز کیا۔

ثَوَّرَ القرآن کا معنیٰ اس نے قرآن کے علم میں غوروخوض کیا' بھی ہے۔

الثَّوْرُ: بیل۔ اس کی مؤنث الثَّوْرة: گائے ہے۔ اور اس کی جمع ثِوَرَةٌ اور جِيَرَانٌ اور ثِيَرَةٌ بروزن عِنَبَةٌ بھی ہے۔

ثَوْرٌ: جَبَلِ ثور، مکہ شریف کے نزدیک ایک معروف پہاڑ۔ اسی پہاڑ میں وہ غار ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حَرَّمَ مَا بَيْنَ عَيْرٍ وَثَوْرٍ: یعنی عیر سے ثور تک کا علاقہ حرم ہے۔ ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ اصل حدیث یوں ہے: حَرَّمَ مَابَيْنَ عَيْرٍ إلىٰ أُحُدٍ: یعنی عیر سے لے کر اُحد تک کا علاقہ حرم ہے۔ کیونکہ مدینہ شریف میں ثور نامی کوئی پہاڑ نہیں ہے۔ دوسروں نے اسی معنیٰ کی حدیث روایت کی ہے گویا انہوں نے مکہ شریف کے ساتھ مدینہ شریف کو بھی حرمت میں شریک کیا ہے۔

الثَّوْرُ: آسمان میں ثور نامی ایک برج ہے۔

ث و ل-الثَّوَلُ: (ثاء اور واؤ مفتوح) دو جنونی اور پاگل پن کی کیفیت جو بکری پر طاری ہوتی ہے تو پھر وہ ریوڑ کے ساتھ نہیں چلتی ہے بلکہ چراگاہ میں ہی گھومتی رہتی ہے۔ ایسی بکری کو ثَوْلَاء اور بکرے کو أثْوَلُ کہتے ہیں۔

ث و م-الثُّوْمُ: تھوم۔ معروف و مشہور سبزی۔ لہسن۔

ث و ی-ثَوَى بِالْمَكَانِ: اس نے مکان میں ٹھکانہ کرلیا، یا بسیرا کیا۔ اس کا مضارع يَثْوِي (واؤ مکسور) ہے۔ اور مصدر ثَوَاءٌ اور ثُوِيًّا بھی ہے جو بروزن مُضِيًّ ہے یعنی اس نے بسیرا کیا یا قیام پزیر ہوا۔ کہا جاتا ہے: ثَوَى الْبَصْرَةَ وثَوَى بِالْبَصْرَةِ: اس نے بصرہ میں قیام کیا۔ ثَوَى اور أثْوَى کے معنوں میں ثَوَى بِالْمَكَانِ' کہنا بھی ایک لغت (لہجہ) ہے۔ یہ متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔

ثَوَّى غَيْرَهُ تَثْوِيَةً: اس نے کسی دوسرے کو جگہ دی بھی کہا جاتا ہے۔

ثَيِّبٌ: دیکھئے بذیل ث و ب۔

باب الجیم

ج أ ج أ—جُؤجُؤ الطائرِ والسَّفِينَةِ: پرندے یا کشتی کا سینہ (اگلا حصہ) اس کی جمع الجآجِی ہے۔ اُموی نے کہا کہ: جاجاتُ بالإبل: میں نے اونٹ کو پانی پلانے کے لئے جِیْ جِیْ کر کے بلایا۔ اس کا اسم جِیْءٌ ہے جس طرح جِیْعٌ ماخوذ ہے۔ اس کی اصل جِئْیٌ ہے۔ پہلی ہمزہ یاء میں بدل کر جِیْیٌ ہوگیا۔

ج أ ذ ر—الجَـؤذَرُ: اور الجُـؤذُرُ (ذال مفتوح اور مضموم) جنگلی گائے کا بچھڑا۔ اس کی جمع جَآذِرُ ہے۔

ج أ ر—الجُؤارُ: مانند الخُوَار بیل کی آواز (ڈکارنا) کہا جاتا ہے۔

جَـأَرَ الثَّوْرُ: بیل ڈکارا اس کا مضارع یَجْأَرُ اور مصدر جُؤَارٌ ہے۔ یعنی بیل نے آواز نکالی۔ بعض نے قرآنِ کریم کی آیت: عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ میں خُوَار کی جگہ جُؤار جیم سے پڑھا ہے۔

جَـأَرَ إلَـى اللّٰه: اس نے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث ہے: لأنْ أَطْلِيَ بِجِواءِ قِـدْرٍ أَحَـبُّ إلَيَّ مِـنْ أَنْ أَطْلِيَ بـالزَّعْفَرانِ: مجھے زعفران ملنے کی بہ نسبت ہانڈی رکھنے کے برتن کی کالک کا ملنا زیادہ پسند ہے۔

جِـواء: ہانڈی رکھنے کا برتن ہے یا چمڑے یا کھجور کی چھال سے بنی ہوئی کوئی چیز جس پر یہ برتن رکھا جاتا ہے۔

جَـاءَ: دیکھئے بذیل ج ی ا.

جائحةٌ: دیکھئے بذیل ج و ح.

جَـائِزَةٌ: دیکھئے بذیل ج و ز.

جَـالَ: دیکھئے بذیل ج و ل.

جَـاهٌ: دیکھئے بذیل ج و ہ.

ج ب أ—أَجْبَـأَ الزَّرْعَ: اس نے فصل پکنے کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے فروخت کر دی۔ حدیث شریف یہ ہے مَنْ أَجْبَى فَقَدْ أَرْبَى: جس نے فصل پکنے سے پہلے فروخت کر دی اس نے سود لیا۔ اس لفظ کی اصل ہمزہ ہے۔

ج ب ر—الجُبّ: ایسا کنواں جو کچا ہو یعنی اس میں پتھر نہ لگے ہوں میرا کہنا ہے کہ یہ ایسا کنواں ہے جو پتھروں سے نہ بنایا گیا ہو۔

ج ب ت—الجِبْتُ: یہ ایسا کلمہ ہے جو بُت، کاہن اور جادوگر وغیرہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الطِّيَرَةُ

وَالعِيَافَةُ وَالطُّرُوْقُ[1] مِنَ الجِبْتِ: آنکھ پھڑکتے پرندے اڑا کر فال لینے کا عمل، اور زمین پر کنکریاں مار کر فال نکالنا جبت ہے۔

ج ب ذ - جَبَذَ الشَّيْئَ: جَذَبَهُ کی مقلوب صورت ہے بمعنی اس نے چیز کو جذب کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ج ب ر - الجَبْرُ: کسی نادار کی حاجت روائی، دہشت گردی یا کسی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

جَبَرَ العَظْمُ بِنَفْسِهِ: ہڈی خود بخود جڑ گئی۔ یعنی اِنْجَبَرَ مندمل ہو گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اجتَبَرَ العَظْمُ بھی انْجَبَرَ کی طرح ہے جس کا معنی مندمل ہونا ہے۔

جَبَرَ اللهُ فُلانًا فاجْتَبَرَهُ: اللہ تعالیٰ نے فلاں کی ناداری دور کی تو اس کی ناداری دور ہو گئی۔

اَجْبَرَه علَى الأمر: اس نے اسے کام پر مجبور کیا۔

الجُبَارُ بروزن الغُبار: رائیگاں ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ ذَهَبَ دَمُهُ جُبَارًا: اس کا خون رائیگاں گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: المَعْدِنُ جُبَارٌ: یعنی جب کوئی وہاں گر پڑے جہاں کام کر رہا ہو تو وہ ہلاک ہو جائے اور اس کے مستاجر (مالک) سے مؤاخذہ نہ کیا جائے۔

الجَبَّارُ: (جیم مفتوح باء مشدد) دوسروں کو بحالت غضب قتل کرنے والا۔ یا قہر و غضب سے مارنے والا۔

المُجَبِّرُ بروزن المُكَبِّرُ: ٹوٹی ہڈیاں جوڑنے والا۔

تَجَبَّرَ الرَّجُلُ: آدمی متکبر ہو گیا یا جابر بن گیا۔

الجَبْرُ: قدر کی ضد۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ یہ اصطلاح مولّد اور دخیل ہے۔

الجَبَرِيَّةُ: (باء مفتوح) القَدَرِيَّة کی ضد ہے یعنی فرقہ جبریہ بمقابل قدریہ۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ فِيهِ جَبْرِيَّةٌ، جَبَرُوَةٌ، جَبَرُوتٌ اور جَبُّورَة بروزن فَرُّوجَة جس کا معنی یہ ہے کہ اس میں تکبر و نخوت ہے۔

الجِبِّيرُ بروزن السِّكِّيتُ: سخت تکبر و نخوت والا۔

الجِبَارَةُ. (جیم مکسور) اور الجَبِيرَةُ: وہ لکڑیاں جن کے ذریعے ہڈیاں جوڑی جاتی ہیں، [یہ پلستر کا متبادل طریق علاج ہے] (مترجم)۔

جَبْرَئِيلُ: ا [illegible] علم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ جَبْر ہے جیسے اِبْل کے ساتھ

[1] حدیث میں یہ لفظ طرق ہے جس کا معنی زمین پر کنکریاں مار کر فال نکالنا ہے۔

مضاف بنایا گیا ہے۔ اس لفظ کے مختلف
تلفظ ہیں مثلاً: جَبْرَئیلُ بروزن جَبْرِعِیلُ
(مہموز وغیر مہموز) جَبرِئل جَبرئِل
بروزن جَبْرَعِلُ جِبْرِیْل (جیم مکسور) اور
جَبْرِیْنُ (جیم مفتوح اور مکسور)۔

جبرائلُ وجبریلُ وجبرینُ: دیکھئے
بذیل ج ب ر.

ج ب س – الجِبْسُ: بروزن الدِّبْسُ:
بزدل عاجز وبے بس۔

ج ب ل – الجَبَلُ: پہاڑ، اس کی جمع
جِبَال ہے۔

جَبَلَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے پیدا کیا۔

أجْبَلَ القومُ: لوگ پہاڑ کی طرف چل پڑے۔

الجِبْلَةُ بروزن القِبْلَةُ: خلقت۔ کہتے
ہیں کہ مَالٌ جِبْلٌ بروزن شِبْلٌ بمعنی
بہت زیادہ۔

الجَبْلُ: لوگوں کی ایک جماعت۔ اس
کے بہت سے تلفظ اور مختلف لہجے ہیں۔ قول
خداوندی: وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا
كَثِيْرًا: میں جِبِلًّا کو جُبُلًا بروزن
قُفُل اور جَبْلًا بروزن عذلاً اور جِبِلًّا
(جیم و باء مکسور اور لام مشدد) پڑھا گیا
ہے۔ نیز اسے جُبُلًّا (جیم و باء مضموم اور
لام مشدد و مخفف) بھی پڑھا گیا ہے۔

الجِبِلَّةُ: خلقت، قول خداوندی ہے:
وَالْجِبِلَّةَ الأَوَّلِيْنَ: کو حضرت حسن
بصریؒ نے (جیم مضموم) الجُبُلَّةُ پڑھا
ہے۔ اس کی جمع الجِبِلَّاتُ ہے۔

ج ب ن – الجُبْنُ: پنیر۔

الجُبنَةُ: پنیر کی خاص قسم۔

الجُبُنُ: بزدلی (جیم اور باء مضموم) ان
دونوں لفظوں کا ایک تلفظ۔ بعض لوگ
اسے جُبُنٌّ اور جُبُنَّةٌ (جیم مضموم اور نون
مشدد) کہتے ہیں۔

قَدْ جَبُنَ الرَّجُلُ: آدمی بزدل ہو گیا
ہے۔ اس کا مضارع يَجْبُنُ (باء مضموم)
اور مصدر جُبْنًا ہے۔ اس کا اسم فاعل
جَبَانٌ ہے۔

جَبُنَ بروزن ظَرُفَ: وہ بزدل ہوا۔ اس کا
اسم فاعل جَبِيْنٌ ہے اور مؤنث کا صیغہ بھی
إمْرَأةٌ جَبَانٌ ہے۔ جس طرح لوگ إمْرَأةٌ
حَصَانٌ اور رَزَانٌ کہتے ہیں۔

أجْبَنَهُ: اس نے اسے بزدل پایا۔

جَبَّنَهُ تَجْبِيْنًا: اس نے اسے بزدلی کے
ساتھ منسوب کیا۔ کہا جاتا ہے: الوَلَدُ
مَجْبَنَةٌ: لڑکا سراپا یا مجسم بزدلی ہے۔
کیونکہ بزدلی کے مارے اسے زندگی اور
مال پیارا ہوتا ہے۔

الجَبَّانُ والجَبَّانَةُ: (باء مشدد) صحراء۔

الجَبِيْنُ: کنپٹی سے اوپر والی جگہ۔ پیشانی
یا ماتھا۔

جَبِيْنَانُ: دو جبینیں، ایک چہرے کے

دائیں طرف اور دوسری بائیں طرف۔

ج ب ہ—الجَبْهَةُ: انسان وغیرہ کی پیشانی۔

الجَبْهَةُ: گھوڑے کو بھی کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: لَيْسَ فِي الجَبْهَةِ صَدَقَةٌ: (سواری) کے گھوڑے پر صدقہ یعنی زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے۔

جَبَهَهُ بالمَكْرُوه: اس نے اس کا بد دلی سے استقبال کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ج ب ا—الجَابِيَةُ: وہ حوض جس میں اونٹوں کو پلانے کے لئے جمع کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع جَوَابِيْ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: وَجِفَانٍ كَالجَوَابِيْ: میں آیا ہے۔

الجَابِيَةُ: دمشق میں ایک محلے کا نام بھی ہے۔

جَبَى الخَرَاجَ يَجْبِيْ جِبَايَةً وجَبًا: خراج وصول کرنا۔ اس کا تلفظ یا لہجہ يَجْبُوْ جِبَاوَةً بھی ہے۔

الإجْبَا: پکنے سے پہلے فصل کا فروخت کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَجْبَى فَقَدْ اَرْبَى: جس نے پکنے سے پہلے فصل فروخت کی اس نے (گویا) سود لیا۔ یہ لفظ اصلاً مہموز ہے۔ اس کا ذکر بذیل ج ب ا میں گزر چکا ہے۔

التَجْبِيَةُ: رکوع کرنے والے کے قیام کی طرح کسی انسان کا اٹھنا یا قیام کرنا۔ اس کا ذکر حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔

إجتباهُ: اس نے اسے منتخب کیا۔

ج ث ث—الجُثَّةُ: انسان کے بحالت نشست یا نیند جسم یا دھڑ۔

جَثَّهُ: اس نے اس کو اکھاڑ دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اجْتَثَّهُ: اس نے اس کی بیخ کنی کی۔

ج ث م—جَثَمَ الطَّائِرُ: پرندہ مٹی میں لتھڑا، یا لوٹ پوٹ ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔ انسان کے مٹی میں لتھڑ جانے کو بھی جثم ہی کہتے ہیں۔ ابوزید نے کہا کہ الجُثْمَانُ کا معنی دھڑ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا اَحْسَنَ جُثْمَانَ الرَّجُلِ وجُثْمَانَهُ: انسان کے بدن (کی ساخت) کس قدر خوبصورت ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ الجُثْمَانُ کا معنی شخص ہے اور الجُسْمَان کا معنی جسم ہے۔

ج ث ا—جَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ: وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ اس کا مضارع يَجْثِيْ اور مصدر جُثِيًّا ہے اور يَجْثُوْ جُثُوًّا ہے۔

قَوْمٌ جُثِيٌّ: بیٹھے ہوئے لوگ۔ یہ جَلَسَ جُلُوْسًا کی طرح ہے۔ قول خداوندی ہے: وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا: ہم

ظالموں کو اس (دوزخ) میں لاشے بنا ڈالیں گے۔ (جیم مضموم ہے اور ثاء کے اتباع ومتابعت میں مکسور بھی)۔

ج ح ح-الجَحْجَاحُ: (جیم مفتوح) سردار۔ اس کی جمع الجَحَاجِحُ ہے۔ اور الجَحَاجِحُ کی جمع جَحَاجِحَةُ ہے۔

ج ح د-الجُحُودُ: جانتے بوجھتے انکار کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ جَحَدَهُ حَقَّهُ: اس نے دیدہ ودانستہ اس کے حق کا انکار کیا۔ جَحَدَهُ بِحَقِّهِ: اس نے اس کے حق کا انکار کیا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

ج ح ر-الجُحْرُ: بل، سوراخ۔ حدیث شریف ہے کہ: اذا حَاضَتِ المَرْأةُ حَرُمَ الجُحْرَانُ: جب عورت کو حیض آیا ہو، تو اس حالت میں مجامعت حرام ہے۔

ج ح ش-الجَحْشُ: گدھے کا بچہ۔ اس کی جمع جِحَاشٌ (جیم مکسور) اور جِحْشَانٌ بروزن غِلْمَانٌ ہے۔ اور اس کی مؤنث جَحْشَةٌ ہے۔ اس شخص کو جو اپنی رائے پر سختی سے اڑا رہے جُحَيْشُ وَحْدِهِ وعُيَيْرُ وَحْدِهِ: یعنی نرا گدھے کا بچہ اور نرا اونٹ کا بچہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ کلمہ ذمّ ہے۔

ج ح ظ-جَحَظَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ ابھر آئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ یعنی اس کی آنکھ کا ڈھیلا ابھرا اور پھولا۔ ایسے شخص کو جَاحِظ کہتے ہیں۔

ج ح ف-أجْحَفَ بِهِ: وہ اسے لے گیا۔ جُحْفَةُ: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام۔ اور یہ شام والوں کے لئے میقات ہے۔ اس جگہ کا پرانا نام مَهْيَعَة تھا یہاں کے لوگوں کو سیلاب بہا کر لے گیا تو پھر اس کے بعد اس کا نام جُحْفَة پڑ گیا۔

ج ح ف ل-الجَحْفَلُ: فوج اور لشکر۔ الجَحْفَلَةُ: کھر والے جانور کا ہونٹ۔

جس طرح کسی گڑھے میں آگ کے عظیم الاؤ کو بھی جحیم کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: قَالُوا ابْنُوْلَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ: انہوں نے کہا کہ اس (حضرت ابراہیمؑ) کے لئے ایک کھائی تیار کرو اور اسے آگ کے الاؤ میں ڈال دو۔

أَجْحَمَ عَنِ الشَّيْئِ: وہ کسی چیز یا کام سے رک گیا۔ یہی معنی أحجَمَ کا ہے۔

ج ح ن-جَيْحُوْن: دریائے بلخ۔ جَيْحَان: شام میں ایک دریا کا نام۔

ج خ ف-جَخِيْفٌ: خراٹا۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث ہے: أنَّهُ نَامَ وهُوَ جالسٌ حتى سُمِعَ جَخِيْفُهُ: بے شک آپ بیٹھے بیٹھے سو گئے تا آنکہ

آپ علیہ السلام کے خراٹے لینے کی آواز سنائی دی۔

ج خ ا: حدیث شریف میں ہے: أنّهُ علیه الصّلوٰةُ والسلام جَخّیٰ فی سُجُودِهٖ: نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سجدوں میں پشت نیچے کرتے، بغلیں پھیلاتے اور زمین سے (اپنا سر) الگ رکھتے تھے۔

ج د ب-الجَدْبُ: قحط۔ خشک سالی الخِصْب (شادابی) اور زرخیزی کی ضد۔

مَكَانٌ جَدْبٌ: ویران گھر، کھنڈر بھی اس کا معنی ہے۔

جَدِيْبٌ، جَدُوبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

أرْضٌ جَدْبَةٌ اور آرضٌ جُدُبٌ: (جیم اور دال مضموم) خشک اور بنجر زمین۔

میرا کہنا ہے کہ بعض نسخوں کے حاشیے پر درست لفظ لکھا ملا ہے۔

اَرْضُوْنَ جُدُوْبٌ: ویران و بنجر زمینیں۔ لیکن درست بات وہی ہے جو اصل نسخہ میں لکھی ہے جسے علامہ ازہری نے التهذيب میں ابن شُمیل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

أجْدَبَ القَوْمُ: لوگ قحط زدہ ہو گئے۔

الجَدْبُ کا معنی عیب اور خامی بھی ہے، اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: جَدَبَ السَّمَرَ بَعْدَ العشاء: حضور علیہ السلام نے عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کے لئے جاگنا معیوب قرار دیا ہے۔

الجُنْدُبُ: (دال مفتوح اور مضموم) ٹڈی کی ایک قسم۔

ج د ث-الجَدَثُ قبر۔ (جیم اور دال مفتوح) اس کی جمع أجْدُث اور اجداث ہے۔

ج د د-الجَدُّ: دادا، نانا۔ قسمت، بخت اور نصیب کو بھی الجدُّ کہتے ہیں۔ اس کی جمع جُدُوْدٌ ہے۔ اسی سے محاورہ ہے: جُدِدْتَ يَا فُلَانُ: اے فلاں خدا تجھے بختاور کرے۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم فاعل جَدِيْدٌ یعنی بختاور ہوگا۔

مَجْدُوْدٌ: صاحب حظ نصیبوں والا۔

جَدٌّ بروزن حَدٌّ، اور جَدِّی بروزن مَكِّيٌّ. دعائیں۔ ان کلمات: وَلَا يَنْفَعُ ذا الجَدِّ منكَ الجَدُّ: کا معنی یہ ہے کہ (اے خدا) تیرے ہاں کسی مالدار کو اس کا مال و دولت کام نہیں دیتا بلکہ تیری اطاعت کا عمل ہی کام دیتا ہے۔ یہاں مِنْكَ کا معنی عِنْدَكَ ہے۔ قول خداوندی: جَدُّ رَبِّنَا: کا معنی ہمارے رب کی عظمت ہے اور اسے غَنَاء بھی کہا گیا ہے۔ حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے: كَانَ الرَّجُلُ اذا قَرَأَ البَقَرَةَ وآل

عِمـرانَ جَـدَّ فِـينَا: جب کوئی شخص سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھتا تو ہماری نظروں میں اس کی عظمت بڑھ جاتی تھی۔ کسی کی خوش نصیبی اور عظمت کے لئے بھی جَدِدْتَ (دال اول مکسور) یَارَجُلُ جَدّاً (جیم مفتوح) اے شخص! تو خوش بخت اور عظمت والا ہو۔

الجَـادَۃُ: شاہراہ۔ اس کی جمع جَـوادٌّ: (دال مشدّد) ہے۔

الجِدُّ: (جیم مکسور) سنجیدگی اور قناعت۔ یہ ھزل کی ضد ہے۔ اسی لفظ کو آپ یوں استعمال کرتے ہیں: جَـدَّ فـی الأمرِ یَجِدُّ ویَجُدُّ اور أجَدَّ: اس نے عظمت دکھائی۔

الجِدُّ کا معنی جدوجہد اجتہاد فی الأمر۔ معاملات میں اجتہاد کرنا بھی ہے۔ آپ اسی لفظ کو یوں استعمال کرتے ہیں: جَدَّ یَجِدُّ اور یَجُـدُّ (جیم مکسور ومضموم) اور أجَـدَّ فِيْ الأمرِ: اس نے معاملہ میں سنجیدگی اختیار کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: إنَّ فُلانًا لَجَادٌّ مُجِدٌّ: کہ فلاں شخص بہت سنجیدہ ہے۔ اور فُـلان مُحسِنٌ جِدًّا: فلاں شخص بہت زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ (اس کے علاوہ) اور کوئی نہیں۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ فِي هـذا خَطَرٌ جِـدٌّ یعنی اس میں سخت یا بہت زیادہ بڑا خطرہ ہے۔

الجُـدَّۃُ: (جیم مضموم) راستہ، اس کی جمع جُـدَد ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمِنَ الْجِبَالِ جُـدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ: یعنی پہاڑوں کے درمیان سفید وسرخ راستے ہیں جو پہاڑوں کے رنگ سے مختلف رنگ کے ہیں۔

جَـدَّ الشَّـيْئُ یَجِدُّ، جِدَّۃً: (دونوں میں جیم مکسور) چیز نئی ہوگئی۔ یہ خَلِيْق یعنی پرانے کی ضد ہے۔

جَـدَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو کاٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

ثَوْبٌ جَـدِيْدٌ کا معنی مَجْدُوْدٌ ہے۔ جس سے مراد وہ کپڑا ہے جو جولاہے نے (ابھی) کاٹا ہو یعنی کھڈی سے اتارا ہو۔ قول شاعر ہے:

ابَـى حُبِّـى سُـلیمٰى ان یَـبِیْدَا
وَاَمْسَـى حَـبْلُها خَـلَقًا جَـدِیْدَا

"میری محبت نے سلمٰی سے پرانا ہونے کا انکار کر دیا جبکہ اس کے ساتھ تعلقات کی رسّی پرانی ہو کر کٹ بھی گئی ہے۔"

یہاں جَدید سے مراد مقطوع (کٹی ہوئی) ہے۔ اسی لفظ کو مِلْحَفَۃٌ جَدِيْدٌ (بغیر ۃ) میں استعمال کیا گیا ہے یعنی کٹی ہوئی چادر یا لحاف۔ یہاں جـدیـد مفـعولۃ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ثِيَابٌ جُدُدٌ: (جیم اور دال مضموم) مثلاً: سَرِيْرٌ وسُرُرٌ بمعنی نئے کپڑے۔
تَجَدَّدَ الشيئُ: چیز نئی ہوگئی۔
اَجَدَّهُ وجَدَّدَهُ اور استَجَدَّهُ کا معنی اس نے اسے نیا کیا۔
الجَدِيْدَانِ: رات اور دن۔ اسی طرح الأجَدَّان ہے۔
جَدَّ النَّخلَ: اس نے درخت کی شاخ تراشی یا پتے جھاڑے، اس کا باب رَدَّ ہے۔
اجَدَّ النَّخلُ: کھجور کے پھل چننے کا وقت آ گیا۔
هٰذا زَمَنُ الجَدَادِ اور الجِدَادِ: (جیم مفتوح اور مکسور) یہ کھجور چننے کا وقت ہے۔

ج د ر- الجَدْرُ: (اَلْفَلْسُ کی طرح) اور الجدار: دیوار۔
الجدار کی جمع جُدُرٌ ہے۔ اور الجَدْر کی جمع جُدْران ہے جس طرح بَطْنٌ کی جمع بُطْنَان ہے۔
الجُدَرِيّ: (جیم مضموم، دال مفتوح) اور الجَدَرِيُّ (دونوں میں جیم مضموم اور دال مفتوح) دونوں مختلف لہجے اور تلفظ ہیں۔
اسی سے آپ کہتے ہیں کہ جُدِرَ الصبیُّ بطور فعل مجہول، یعنی بچے کو چیچک نکلی۔ اس کا اسم مفعول مُجَدَّر ہے۔

هُوَ جَدِيْرٌ بِكذا: وہ اس کا مستحق یا اس لائق ہے۔
جَنْدَرَ الكتابَ: اس نے کتاب میں مٹے ہوئے حصے پر قلم پھیر کر اسے واضح کیا۔ اسی طرح کپڑے پر مٹے ہوئے نقش و نگار کو دوبارہ نمایاں کرنا۔ میرا خیال ہے کہ یہ لفظ معرب ہے۔

ج د ع- الجَدْعُ: ناک کاٹنا اور کان کاٹنا بھی۔ ہاتھ اور ہونٹ کاٹنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ کہتے ہیں کہ جَدَعَه: اس نے اس کی ناک کاٹ دی۔ ایسے شخص کو اَجْدَعُ نک کٹا کہتے ہیں۔ اس کی مؤنث جَدْعَاء ہے۔ رہا ابو الخرق الطہوی کا قول تو وہ کتاب کے ابیات میں ہے:

يَقُولُ الخَنا وَالبغضُ العُجمِ ناطقًا
اِلٰی رَبِّنَا صَوتُ الحِمارِ اَلْيُجَدَّعُ

"وہ فحش گوئی کرتا ہے اور ہمارے رب کے نزدیک بولنے میں مکروہ ترین اور ناپسندیدہ زبان کی لکنت گدھے کی وہ آواز ہے جو کان پھاڑ رہی ہو۔"[1]

اخفش نے کہا کہ اس سے مراد ایسے گدھے کی آواز ہے جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو، جیسے یہ کہا جائے کہ: هُوَ اليَضْرِبُكَ.
ابن السراج کا کہنا ہے کہ جب شاعر کو

[1] اس کی تائید میں قرآن کریم کی آیت: اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ہے۔ (مترجم)

قافیہ مرفوع لانا پڑے تو اسم کو فعل میں بدل دے، تو ضرورت شعری کے پیش نظر اس قسم کی تبدیلی بدترین عمل ہے۔
[اس شعر میں یہی کیا گیا ہے] (مترجم)۔

ج د ف: چپّو مارنا۔ ابن درید نے کہا کہ: مِجْدَاف السَّفِيْنَةِ (دال اور ذال دونوں حروف سے اور دونوں ہی تلفظ یعنی مجداف اور مجذاف فصیح ہیں۔
الجَدَفُ: قبر۔ (ثاء کو فاء میں تبدیل کیا گیا ہے)۔
الجَدَفُ: پانی پینے کی ضرورت کو پورا کرنے والی نباتات یعنی پانی کا بدل۔ اس کا ذکر حضرت عمرؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے جہاں انہوں نے اُس آدمی سے پوچھا جسے جنوں نے راستے سے بھٹکا دیا تھا کہ ان کی یعنی جنوں کی خوراک کیا تھی تو اس نے جواب دیا تھا کہ ان کی خوراک 'لوبیا' تھی۔ اور وہ کچھ جس پر (ذبح کرتے وقت) خدا کا نام نہ لیا جائے۔ جب آپؓ نے اس سے پوچھا کہ ان کا مشروب کیا تھا یعنی وہ پیتے کیا تھے، تو اس نے جواب دیا کہ وہ جَدَف پیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جَدَف نام کا یمن میں ایک پودا ہوتا ہے جس کو کھانے کے بعد اسے کھانے والے کو پیاس باقی نہیں رہتی یعنی اسے پانی پینے کی ضرورت نہیں رہتی۔

التَّجْدِيْفُ: (خدا کی) نعمتوں کی ناشکری کرنا۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کم اور قلیل سمجھنا ہے۔
حدیث شریف میں ہے: لَا تُجَدِّفُوْا بِنِعْمَةِ اللّٰهِ: اس کی نعمتوں کی تجدیف یعنی ناقدری نہ کرو۔

ج د ل – الجَدْلُ: عضو۔
الأَجْدَل: باز۔
جَادَلَهُ: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔
مُجَادلة و جِدَالاً: اس کا اسم الجَدَلُ ہے۔ اس کا معنی دشمنی کی شدت ہے۔
الجَنْدَل: پتھر۔
الجَدْوَلُ: چھوٹی نہر، کول۔

جدول: دیکھئے بذیل ج د ل.

ج د ی – الجَدْیُ: بکری کا میمنہ (بچہ) ثَلَاثَةُ اَجْدٍ (تین میمنے) لیکن اس سے تعداد بڑھ جائے تو الجِدَاء کہیں گے۔ نہ تو الجَدَایا کہنا چاہئے اور نہ ہی الجِدْیَ (جیم مکسور)۔ جَدَا (الف مقصور) اور الجَدْوَی: عطیہ اور بخشش اور فائدہ۔
جَدَاهُ و اجْتَدَاهُ اور اسْتَجْدَاهُ تینوں کا معنی ہے کہ اس نے اس کا عطیہ طلب کیا۔
أَجْدَاهُ: اس نے اسے عطیہ دیا۔
مَایُجْدِی عَنْکَ: تجھے کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

ج ذ ب – الجَذْبُ: کھینچنا۔

جَذَبَهُ وجَبَذَهُ علَى القَلْب: اس نے اسے دل کی طرف کھینچا۔ یا دل سے لگالیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اجتَذَبَه کا معنی بھی یہی ہے۔

بَيْنِى وبَيْنَ المَـنْزِلِ جَذْبَةٌ: میرے اور منزل کے درمیان دوری ہے۔

ج ذ ذ — جَذَّهُ: اس نے اسے توڑا یا کاٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الجُذَاذُ: (جیم مکسور و مضموم) مضموم فصیح تر ہے۔

عطاءً غيرَ مَجْذُوذٍ: غیر مقطوع یعنی مسلسل و متواتر بخشش و عنایات۔

الجُذَاذتُ: ریزے، ٹکڑے۔

ج ذ ر — جَذْرُ كل شَيْئٍ: ہر چیز کی اصل (اصمعی کے ہاں جیم مفتوح اور ابو عمرو کے ہاں جیم مکسور ہے) حدیث شریف ہے: اِنَّ الأمَانَةَ نَزَلَتْ فِى جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ: امانت داری لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوتی ہے۔

ج ذ ع — الجَذَع: (تثنیہ جیم سے پہلے اور ذال مفتوح)، اس کی جمع جُذْعَان اور جِذَاعٌ (جیم مکسور) ہے۔ اس کی مؤنث جَذَعة اور اس کی جمع جَذْعَاتٌ ہے اور جِذَاعٌ بھی ہے۔ دوسرے سال میں بکری کا بچہ، گائے اور کھر دار جانور کا تیسرے سال کا بچہ۔ اور اونٹ کا پانچویں سال کا بچہ جَذَع کہلاتا ہے۔

الجَذَعُ: اُس عمر میں مذکورہ جانوروں کا بچہ جب نہ دانت اگنے اور نہ گرنے کا وقت ہوتا ہے۔ بھیڑ کے بچے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے دانت چھ یا نو ماہ میں اُگ آتے ہیں۔ یعنی اس عمر کا بچہ جذَع کہلاتا ہے۔

الجِذْعُ: جمع جُذُوعُ النَّخلِ: کھجور کے درخت کا تنا یا تنے۔

الجِذْعَمَةُ: چھوٹا، خورد۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَسْلَمَ وَاللّٰهِ اَبُوْبَكرٍؓ وانَا جِذْعَمَةٌ: قسم خدا کی، ابو بکرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب میں ابھی بچہ تھا۔ جِذْعَمَةٌ میں میم زائد ہے۔

جَـذْعَمَةٌ: دیکھئے بذیل ج ذ ع.

ج ذ ف — المِجذافُ: چپو جس سے کشتی کھیتے ہیں۔ یہ لفظ دال اور ذال دونوں سے ہے۔

ج ذ ل — الجَذَلُ: خوشی، فرحت۔ اس کا باب طَرِب ہے اور اسم فاعل جَذْلَانُ ہے۔

ج ذ م — جَذِمَ الرَّجُلُ: آدمی ہتھ کٹا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَنْ تَعَلَّمَ القُرآنَ ثُمَّ نَسِيَهُ يَلْقَى اللّٰهَ وهُوَ اَجْذَمُ: جس نے قرآن سیکھا اور پھر اسے بھلا دیا تو وہ

اس حالت میں اللہ سے ملے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔ اس کی جمع جَذْمَی ہے، جس طرح حَمْقَی ہے۔
الجُـذَامُ: ایک موذی مرض کا نام۔
قَدْ جُذِمَ الرَّجُلُ: آدمی کو جذام ہوگیا۔ (جیم مضموم) آدمی جذام زدہ ہوگیا۔ ایسے آدمی کو مَجْزُوم یعنی جذامی کہیں گے۔ اسے أجْذَم نہیں کہنا چاہئے۔
ج ذ ا – الجَذْوَةُ: چنگاری (جیم مفتوح ومضموم اور مکسور) اس کی جمع جِـذًی، جُـذًی اور جَذًی ہے۔ مجاہد نے اس قول خداوندی: أوْجَذْوَةٍ مِـنَ النَّارِ کے بارے میں کہا کہ اس کا معنی چنگاری کا ٹکڑا ہے مجاہد کہتا ہے کہ اس لفظ کا تمام عربوں کی زبان میں یہی معنی ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ الجذْوةُ لکڑی کا ایسا ٹکڑا ہے جس کے ایک طرف آگ لگی ہو یا نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: مِثْلُ الأرْزَة المُـجْـذِيَة عَلَى الأرْضِ: یعنی زمین جڑ پکڑے گڑھے ہوئے درخت کی طرح ہے۔
ج ر أ – الجُرْأةُ: الجُرْعَةِ کی طرح اور الجُـرَةُ، كُـرَةُ کی طرح بہادری و دلاوری۔ الجَرِيْءُ (یاء ممدود) جرأت مند۔ پیش قدمی کرنے والا۔
قَـدْ جَـرُءَ اس نے جرأت کی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

جَرَّأَهُ عَلَيْهِ تَجْرِئَةً فَاجْتَرَءَ: اس نے اسے اس پر جرأت دلا دی تو وہ دلیر ہوگیا یا اس نے جرأت وجسارت کی۔
جَرَائِکَ: دیکھئے بذیل ج ر ی.
جَـرَامِقَةٌ: دیکھئے بذیل ج ق۔
ج ر ب – الجَـرَبُ: جلدی بیماری خارش۔
جَـرِبَ: (راء مکسور) اسے جلدی بیماری (خارش) لگ گئی۔ اس کا اسم فاعل أجْرَبٌ یعنی جلدی بیماری والا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
قَوْمٌ جُرْبٌ وَجَرْبَى: جلدی بیماری والی قوم۔
جُـرُبٌ کی جمع جِـرَابٌ: (جیم مکسور)

الجِرَابُ: زادِ راہ کا برتن، توشہ دان۔ عامی زبان میں جیم مفتوح بولا جاتا ہے۔ یعنی اسے الجَرَاب کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع أجْرِبَةٌ اور جُرُبٌ بھی ہے۔
الجَـرِيب: اناج اور زمین کی ایک معروف معین پیمائش کا پیمانہ۔ اس کی جمع أجْرِبَةٌ اور جُرْبَانٌ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ الجَـرِیب ناپنے کا ایک برتن ہے۔ جو چار قفز کے برابر ہوتا ہے اور زمین کی جَریب جہاں جَریب بھر بیج بویا جا سکے، ہے۔ علامہ ازہری نے ان دونوں

معنوں میں الجَرِيْب کا ذکر کیا ہے۔
المُجَرَّبُ: (راء مفتوح) تجربہ کار انسان جس کو تجارت اور معاملات نے پختہ کر دیا ہے۔ اگر راء کو مکسور پڑھیں تو پھر یہ فاعل بن جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ عرب اسے راء مفتوح ہی پڑھتے ہیں۔
الجِرْبَةُ: (جیم مکسور) کھیتی، کھیت۔
جُـرَابٌ: (جیم مضموم) مکہ شریف میں ایک کنویں کا نام ہے۔
ج ر ح—جَرَحَهُ: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اور اسم الجُرْحُ (جیم مضموم) ہے۔ اس کی جمع جُرُوْحٌ ہے۔ عربوں کے ہاں شعر کے سواء کسی نے اسے جِرَاح نہیں کہا (یعنی جیم مکسور)۔ یہ جِـراحَـةٌ (جیم مکسور) کی جمع بھی ہے۔
رَجُـلٌ جَـرِيْحٌ وامْـرَأةٌ جَرِيْحَةٌ وَرِجَـالٌ ونِـسْـوةٌ جَرْحٰى: زخمی مرد، زخمی عورت۔ زخمی مرد (جمع) اور زخمی عورتیں۔
جَرَحَ: اس نے کمایا، حاصل کیا۔ اس کا باب بھی قَطَعَ ہے۔
اجْتَرَحَ بھی اسی طرح ہے۔
الجَوارِحُ الإنسانِ: انسان کے اعضاء جن کے ذریعے وہ روزی کماتا ہے یا کام کرتا ہے۔

ج ر د—الجَرِيْدُ: پتوں سے صاف کی ہوئی کھجور کی ٹہنی۔ اس کا واحد: جَرِيْدَةٌ ہے۔ ایسی صورت میں اس ٹہنی کو سَعَف کہتے ہیں۔
الجُـرَادةُ: (جیم مضموم) کسی چیز سے چھلی ہوئی یا تراشی ہوئی چھتریا ریشے۔
التَجْـرِيْدُ مِنَ الثِيَاب: کپڑے اتار کر برہنہ ہونا۔
التَجَرُّدُ: ننگا ہونا[1]۔
تَجَـرَّدَ لِلْأَمْـرِ: اس نے کام میں سخت محنت کی یا لگن سے کام کیا۔
إنْجَرَدَ الثَوْبُ وَلَانَ: کپڑا گھس کر بوسیدہ ہو گیا اور کمزور ہو گیا۔
الجَرَادُ: اسم جنس ہے بمعنی مکڑی۔ اس کا واحد الجَرَادةُ ہے مذکر بھی اور مؤنث بھی۔ اس کی مثال البَقَرةُ اور الحَمَامَةُ ہے۔
جَرَدَقَـةُ: دیکھئے بذیل ج ق.
ج ر ذ—الجُـرَذُ: عُمَرُ کی طرح، چوہے کی ایک قسم۔ اس کی جمع: الجِرذَانُ (جیم مکسور) ہے۔
ج ر ر—الجَـرَّةُ[2]: مٹی کا گھڑا۔ اس کی جمع الجِرَى، بروزن الذِمِّيُّ: مچھلی کی ایک قسم۔

---
[1] موجودہ ادب میں تجرد سے مراد غیر متاہل زندگی گزارنا ہے۔
[2] الجَرَّةُ: پانی کھینچنے کا طریق کار۔ (مترجم)

جَرَّ الحَبْلَ: اس نے رسی کو کھینچا۔اس کا باب رَدَّ ہے۔ المجَرَّةُ: کہکشاں۔اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ راستے کے نشان کی طرح ہے۔

جَرَّ عَلَيْهِم جَرِيْرَةً: اس نے ان کے خلاف جرم کا ارتکاب کیا۔

الجَارَّةُ: وہ اونٹ جسے ناک میں نکیل ڈال کر چلایا جائے۔ یہ لفظ فاعل کی شکل میں مفعول واقع ہوا ہے۔اس کی مثال عِيْشَةٌ اور رَاضِيَةٌ: اس لفظ کا معنی بہت یا ابلتا ہوا پانی بھی ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ: لَا صَدَقَةَ فِی الإبلِ الجَارَّةِ: پانی کھینچنے والے اونٹوں پر کوئی زکوۃ نہیں ہے۔جب کہ وہ سواری (یا بار برداری و بار کشی) کے کام میں لائے جاتے ہوں۔ کیونکہ زکوۃ چرنے والے جانوروں پر ہے، کام میں لائے جانے والے جانوروں پر نہیں ہے۔ بَارٌّ جَارٌّ مکرر اور اتباع میں بولے جانے والے الفاظ ہیں۔کہا جاتا ہے کہ: كَانَ ذٰلِكَ فِی عَامَ كَذا وهَلُمَّ جَرًّا الی اليوم: کہ فلاں بات فلاں سن میں واقع ہوئی پھر آج تک ایسے ہی ہوتا رہا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: فَعَلتُ ذٰلكَ مِن جَرَّاكَ: میں نے یہ کام تیری وجہ سے کیا۔ یہاں مِجْرَاكَ نہیں کہنا چاہئے۔

اِجْتَرَّهُ: اس نے اسے کھینچا۔

اِجْتَرَّ البَعِيْرُ: اونٹ نے کھینچا۔ یہ لفظ الجِرّةِ سے مشتق ہے اور ہر او جھ والا جانور (پانی) کھینچتا ہے۔

اِنْجَرَّ الشَّيْءُ: چیز جذب ہوگئی۔

ج ر ز - أرضٌ جُرُزٌ وجُرْزٌ: اس کی مثال: عُسُرٌ اور عُسْرٌ ہے، ایسی زمین جس میں کوئی چیز نہ اُگی ہو۔ بے آب و گیاہ زمین۔ اور نَهْرٌ اور نَهَرٌ کی طرح جَرْزٌ اور جَرَزٌ، سب کا ایک معنی ہے۔

ج ر س - الجَرْسُ: (جیم مفتوح اور مکسور) آواز، (گھنٹی کی آواز) کہتے ہیں کہ: سَمِعْتُ جَرْسَ الطَّيْرِ: میں نے پرندے کی آواز سنی، یہ وہ آواز ہے جو وہ کوئی چیز کھانے کے لئے یا کھاتے وقت پرندہ اس چیز پر چونچ مار کر نکالتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فَيَسْمَعُوْنَ جَرْسَ طَيْرِ الجَنَّةِ: (جنتی جنت میں) جنتی پرندوں کے چونچیں مارنے کی آوازیں سنیں گے۔ زیورات کی جھنکار کو بھی جَرْسُ الحَلِيّ کہتے ہیں۔

أَجْرَسَ الطائرُ: پرندے نے چونچ مار کر آواز نکالی۔ یہ اس کی ایک بار سنائی دینے کے موقع کی آواز ہے۔[1]

[1] الصحاح کی عبارت یہ ہے: "إذ سَمِعَ صوتَ مَرَّةً". القاموس اور اللسان میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ اور زیورات کے بارے میں بھی یہی قول ہے۔

أَجْرَسَ الْحُلِيُّ: زیورات سے جھنکار کی آواز پیدا ہوئی یا سنی گئی۔ الجَرَسُ (جیم اور ر مفتوح) وہ گھنٹی جو اونٹ کے گلے میں لٹکائی جاتی ہے۔ نیز وہ گھنٹی جو بجائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَصْحَبُ المَلٰٓئِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا جَرَسٌ: فرشتے ایسی مجلس میں نہیں آتے یا رہتے جہاں گھنٹی ہو۔

ج ر ش — جَرَشَ الشَّيْئَ لَمْ يُنْعِمْ دَقَّهُ: اس نے سخت چیز کو کوٹا اور اس کا دلیہ کر دیا۔

جَرِيْش: دلیہ، اس کا باب نَصَرَ ہے۔

مِلْحٌ جَرِيْشٌ: دلیہ کیا ہوا نمک جو باریک نہ ہوا ہو۔

جُرَاشَةُ الشَّيْئِ: (جیم مضموم) کوٹا ہوا حصہ نکالنے بعد باقی رہ جانے والا پھوک۔

ج ر ع — جَرِعَ الماءَ: اس نے پانی کا گھونٹ لیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے اور جَرَعَ کا باب قطع ہے۔ یہ اس لفظ کا دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے لیکن اصمعی نے اس کا انکار کیا ہے۔

الجَرْعَاء بروزن الحَمْرَاءُ: ہموار ریت جس میں کچھ بھی نہ اُگتا ہو۔

الجُرعَةُ مِنَ الماء: (جیم مضموم) پانی کا گھونٹ۔

جَرَّعَهُ غُصَصَ الغَيْظِ تَجْرِيْعًا فَتَجَرَّعَهُ: اس نے اسے غیظ وغضب کے گھونٹ پلائے تو اس نے انہیں پی لیا یعنی غلے کو چبالیا اور اس پر قابو پالیا۔

ج ر ف — جَرَفَ الطِّين: اس نے مٹی کو جھاڑو سے صاف کیا۔ یا مٹی پر جھاڑو پھیر دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے مِجْرَفَةٌ: بیلچہ بنا ہے۔

الجُرُفُ: (راء مضموم اور ساکن) زمین کا وہ حصہ جسے سیلاب بہالے گیا ہو اور زمین سیلاب بُرد ہوگئی ہو۔ قول خداوندی ہے: عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ: اس ڈھلوان کے کنارے جو سیلاب بُرد ہو کر گرنے کے قریب ہوگئی ہو۔

ج ر ل — الجِريَال: شراب۔ جو عمدگی میں سُلاف ابتدائی جھاگ کے بغیر ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ جِرْيَالُ الخَمْرِ سے مراد شراب کا رنگ ہے۔ جس طرح سونے کا رنگ اس کی سرخی ہوتی ہے۔

ج ر م — الجُرْمُ والجَرِيْمَةُ: گناہ، جُرم۔ اسی سے فعل جَرَمَ، اَجْرَمَ اور اجتَرَمَ بنا ہے۔ الجِرْم (جیم مکسور) بدن، تن۔ جَرَمَ کا معنی کمایا بھی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ: تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ جرم نہ کرے۔

تَجَرَّمَ عَلَيْهِ: کسی پر ایسے جرم گناہ کی ذمہ داری ڈالنا جو اس نے نہ کیا ہو۔ اور لوگ جو لَاجَرَمَ کہتے ہیں تو اس کے متعلق الفَرّاء کا کہنا ہے کہ اصل میں لفظ لَابُدَّ اور لَامحالةَ کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا تا آنکہ کثرتِ استعمال سے اس کا معنی قسم ہو گیا۔ اور پھر یہ لفظ حَقًّا یعنی سچ سچ کے معنوں میں بدل گیا۔ اسی لئے اس کے جواب میں لام اس طرح آتا ہے جس طرح قسم کے لئے آتا ہے۔ کیا آپ لوگوں کو یوں کہتے نہیں دیکھتے کہ: لَاجَرَمَ لَآتِيَنَّكَ: قسم ہے میں تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔ الفَرّاء نے کہا کہ کسی کے جَرَمْتُ حَقَقْتُ کہنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

جُرْمُوقٌ: دیکھئے بذیل ج ق.

ج ر ن – الجُرْنُ وَ الجَرِينُ: کھجور کھانے یا خشک کرنے کی جگہ۔

جَيْرُونُ: دمشق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

جُرَّةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ر ا.

ج ر ی – جَرَى الماء وغيرهُ: پانی وغیرہ بہایا جاری ہوا۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ اور مصدر جَرَيَانًا بھی ہے۔

وَمَا اَشَدَّ جِرْيَةَ هٰذا الماءُ: یہ پانی کس قدر تیز رواں ہے۔ قول خداوندی ہے: بِاسْمِ اللهِ مَجْراهَا وَمُرْسَاهَا: اس کا چلنا اور رکنا دونوں اللہ کے نام سے ہیں۔ یہاں یہ دونوں لفظ مصدر واقع ہوئے ہیں۔ ان کا فعل ہے: اَجْرَيْتُ وَاَرْسَيْتُ: میں چلادی اور کنارے لگا دی۔

مَجْرَاهَا ومَرْسَاهَا، جَرَتِ السَّفِينَةُ رَسَتْ فعلوں کے مصدر ہیں۔

الجِرَايَةُ: تنخواہ، وظیفہ، مشاہرہ۔

الجِرْوُ: (جیم مکسور مضموم) کتے یا درندے کا بچہ۔ اس کی جمع اَجْرِيَةٌ ہے۔

الجِرْوُ والجِرْوَةُ: کھیرے یا ککڑی کا چھوٹا پھل یعنی چھوٹا کھیرا یا چھوٹی ککڑی۔ حدیث شریف میں ہے: اُتِيَ النَّبِيُّ بِاَجْرٍ زُغْبٍ: نبی کریم ﷺ کے پاس بُث تیتر کے بچے لائے گئے اور ان کے ساتھ پلُوں والی کتیا تھی۔

جَارِيَةٌ: (جیم مفتوح) بھرپور جوانی والی لڑکی۔ اس کا مادہ الجَرَايَةُ، الجَراءُ اور الجِرَاءُ (جیم مفتوح اور مکسور) ہے۔

الجَارِيَةُ: سورج کو بھی کہتے ہیں اور کشتی بھی۔

جَارَاهُ مُجَارَاةً وجِرَاءً: وہ اس کے ساتھ چل پڑا۔

جَارَاهُ فِي الحديث: اس نے اس کے ساتھ بات جاری رکھی۔

الجَرِیُّ: وکیل اور ایلچی۔
قَدْ جَرَّی جَرِیًّا اور اِسْتَجْرَی بھی، اس نے ایک وکیل کیا۔ اور ایک ایلچی روانہ کیا۔ حدیث شریف میں ہے: قُوْلُوْا قَوْلَکُمْ وَلاَ یَسْتَجْرِیَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ: تم اپنی بات کرو اور شیطان تم سے باتیں نہ کہلوائے۔
میرا کہنا ہے کہ علامہ ازہری نے کہا کہ قبیلہ بنی عامر کے لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ: آپ ہمارے والد ہیں، آپ ہمارے سردار ہیں اور آپ روشن لگن ہیں (اس سے مراد سخی ہے) تو آپ نے ان سے کہا کہ: قُوْلُوْا بقولِکُمْ: یعنی جس مقصد کے لئے آئے ہو وہ بات کہو، نہ مبالغہ کرو اور نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناؤ۔ تم تو اس طرح باتیں کرتے ہو گویا شیطان کی زبان سے بول رہے ہو۔ عرب لوگ مہمان نواز اور زیادہ کھانے کھلانے والے سردار کو جَفْنَة یعنی بڑے پیالے یا لگن کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے جَفْنَة کہہ کر پکارتے تھے۔ اور الغَرَّاء روشن چہرے والے کو کہتے تھے۔ وکیل کو جَرِیّ کے نام سے اس لئے پکارتے ہیں وہ اپنے مؤکل کی طرح تگ و دو کرتا ہے۔
لوگوں کا یہ کہنا کہ فَعَلْتُ ذاکَ مِنْ جَراکَ ومِن جَرائِکَ: یعنی میں نے یہ کچھ تیری وجہ سے کیا۔ تو لفظ جَرّاک (راء مشدّد) کا دوسرا لہجہ ہے۔ لفظ مِجْرَاکَ نہیں کہنا چاہئے۔

ج ز أ — جَزَأَهُ: اس نے اس کے حصے بخرے کر دیئے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
جَزَّأَهُ تَجْزِئَةً: اس نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔
جَزَأَ بِهِ کا باب قَطَعَ ہے اور معنی ہے: اس نے کفایت کی۔
أَجْزَأَهُ الشَّيْئُ: اسے چیز کافی ہوگئی۔
اجْزَأَتْ عَنْهُ شَاةٌ: اس کی طرف سے ایک بکری کافی ہوگئی، یہ جَزَتْ بمعنی قَضَتْ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔
اِجْتَزَأَ بِهِ وتَجَزَّأَ بِهِ: کافی ہوا۔ یا اکتفاء کیا۔

ج ر ز — الجَزُورُ مِنَ الإِبِلِ: قربانی کے اونٹ یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن بالعموم مؤنث بنایا جاتا ہے۔ اس کی جمع الجُزُرُ (جیم اور زاء مضموم) ہے۔
جَزَرُ السِّبَاعِ: درندوں کا کھانے والا گوشت۔ محاورہ ہے کہ: تَرَکُوْهُمْ جَزَرًا (ز ا ی مفتوح) انہوں نے انہیں مار ڈالا یا قتل کیا۔
الجَزَرُ: گاجر کو جو کھائی جاتی ہے، بھی کہتے ہیں۔

جَزَرَةٌ: ایک گاجر۔ الفراء نے کہا ہے کہ اس کا ایک تلفظ یا لہجہ الجزَرُ بھی ہے۔
الجَزِیرۃُ: جزیرہ [خشکی کا وہ حصہ جس کے چاروں طرف پانی ہو اور درمیان میں خشکی] (مترجم)۔ اسے جزیرہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دوسری زمین سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔
الجَزِیرَۃُ: دجلہ اور فرات کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے البتہ جزیرۃُ العرب کے بارے میں الفرّاء کا کہنا ہے کہ لمبائی میں یہ حفرَ اَبی موسیٰ سے لے کر اقصیٰ یمن تک ہے اور چوڑائی میں رَمل یَبرِینِ سے لے کر السّماوہ کی سرحد تک ہے۔
جَــزَرَ الجَـذُوْرَ: اس نے قربانی کے جانور ذبح کئے اور ان کی کھال اتاری۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اِجْتَزَرَھا کا معنی بھی یہی ہے۔
المَــجْــزِرُ، بروزن مَجْلِسُ: قربان گاہ۔ جہاں قربانی کے جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے: اِیَّاکُم وَھٰـذہ المَـجَازِرُ فاِنّ لھَا ضَـرَاوۃً کَضَرَاوۃ الخَـمْرِ: ان ذبح خانوں کا دھیان اور ان کی احتیاط کیا کرو کیونکہ ان میں شراب کی سی رغبت و عادت ہو جاتی ہے۔ اصمعی نے کہا کہ اس سے مراد لوگوں کی مجالس ہیں کیونکہ قربانی کے جانور تو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں میں ذبح کئے جاتے ہیں۔
میرا کہنا ہے کہ علامہ الازہری نے کہا کہ المَجَازِرُ سے مراد وہ جگہیں ہیں جہاں گوشت فروخت کرنے کے لئے اونٹ ذبح کئے جاتے ہیں اور گائے اور بکریاں ذبح کی جاتی ہیں۔ اس کی جمع مَجَازِر ہے اور واحد مَجْزَرَۃٌ اور مَجْزِرۃٌ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو گوشت کی خرید اور کھانے پر مداومت سے منع فرمایا کیونکہ اس میں شراب کی طرح ہی مال فضول خرچ کرنے اور خرابی پیدا کرنے کی خو، بو اور عادت پڑ جاتی ہے۔
جَــزَرَ الــمَــاءُ: پانی زمین میں جذب ہو گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَــرَ ہے۔
الجَــزْرُ: مدّ کی ضد ہے۔ اس کا معنی پانی کا پیچھے کی طرف لوٹنا ہے۔ [مدّ و جزر کو جوار بھاٹا کہتے ہیں] (مترجم)۔
ج ز ز — جَزُّ البُرّ والنخل والصُّوف: گندم کاٹنے، کھجور اتارنے اور اون اتارنے کا وقت اور عمل، اس کا باب رَدَّ ہے۔
المِــجَــزُّ: (میم مکسور) کاٹ، قینچی اور درانتی۔
زمَــنُ الجَزازِ: (جیم مفتوح اور مکسور)

فصل کاٹنے اور کھجور اتارنے کا وقت۔
أجَزَّ البُرُّ والنَّخلُ والغَنَمُ: گیہوں کاٹنے، کھجور اتارنے اور بھیڑوں کی اون اتارنے کا وقت آ گیا۔
الجُزَازَةُ: (جیم مضموم) چمڑا کاٹتے یا کترتے وقت جو چھوٹی کترنیں گر پڑتی ہیں۔

ج ز ع — جَزَع الوادی: اس نے چوڑائی کی طرف سے وادی کو قطع کیا۔ اس کا باب قطع ہے۔
الجَزْعُ: خرزِ یمانی کو بھی کہتے ہیں جس میں آنکھوں کی طرح سفید اور سیاہ رنگ ملا ہوتا ہے۔
الجِزْعُ: (جیم مکسور) وادی کا موڑ۔
الجَزَعُ: بے چینی، بے صبری، واویلا۔ یہ صبر کی ضد ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
جَزِعَ من الشَّیْئِ: وہ کسی چیز سے نالاں ہوا یا تنگ آ گیا۔
اَجزَعَهُ غَیْرُهُ: کسی دوسرے نے اسے تنگ کیا۔

ج ز ف — الجَزْفُ مُجازَفَةً وّجزافاً: بروزن الضَّرْبُ: بغیر تولے ناپے چیز لے لینا۔ فارسی (گزاف) سے معرب۔[1]

ج ز ل — الجَزْلُ: ایندھن کی لکڑیوں کا بڑا ڈھیر اور خشک انبار۔
الجَزِیْلُ: بڑا عظیم۔
عطاء جَزْلٌ و جَزِیْلٌ: عظیم عنایت و بخشش۔
اَجْزَل لهُ مِنَ العطاء: اس نے اس پر بے پناہ عنایت کی۔ یعنی بہت کچھ دیا۔
الجَزْل لفظ الرکیک کی ضد ہے۔

ج ز م — جَزَم الشَّیْئَ: اس نے چیز کاٹ دی۔ اسی سے جَزم الحَرفِ ماخوذ ہے۔ بناء میں سکون کی طرح اعراب میں جزم دینے کو جَزْمُ الحرف کہتے ہیں۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ج ز ی — جَزَاهُ بِمَاصَنَعَ: یُجزِیه جزاءً وجَازَاہ: سب کا ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ کہ اس نے اسے اس کے کیے کا بدلہ دیا۔
جَزَی عَنْهُ هٰذا: اس کی طرف سے یہ کافی ہے۔ قول خداوندی ہے: لَاتَجْزِی نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا: کوئی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا، کہا جاتا ہے کہ جَزَتْ عنهُ شاةٌ: اس کی طرف سے ایک بکری کافی ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: تجزی عَنک ولا تجزی عن احدٍ بَعدکَ: تیری طرف سے قربانی کے لئے ایک بکری تو کافی ہے لیکن تیرے بعد کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے

[1] فارسی میں لاف وگزاف بے سوچے سمجھے بات کرنے کو کہتے ہیں۔ معرب ہو کر اس کا معنی بے تولے ناپے چیز لینا یا دینا بن گیا۔

گی۔
بنو تمیم اجْـزَأَتْ عَنْـهُ شَـاةٌ میں
اَجْزَأتْ کو مہموز بنا کر بولتے ہیں۔
تَجَازَیٰ دَیْـنَهُ: اس نے اپنے قرض کا
تقاضا کیا۔ اس کا اسم فاعل متجازٍ ہوگا
یعنی تقاضا کرنے والا۔
الجِزْیَةُ: جزیہ جو اہل ذمّہ سے لیا جاتا
ہے۔ اس کی جمع لِحْیَةٌ سے لِحیً کی طرح
الجِزَی ہے۔
ج س د—الجَسَدُ: بدن، تن، دھڑ۔ جسم
سے بطور فعل تَجَسَّم کی طرح تَجَسَّدَ
بھی کہا جاتا ہے۔
الجَـسَدُ: زعفران اور اس طرح کے
رنگ کو بھی کہتے ہیں۔ اس قول خداوندی:
عِجْـلاً جَسَدًا: کے بارے میں کہا گیا
ہے کہ یہ بچھڑا سنہرے سرخ رنگ کا تھا۔
ج س ر—الجِسْرَ: (جیم مکسور و مفتوح)
پُل جس پر سے دریا یا نالہ عبور کرتے ہیں۔
اس کی جمع الجُسُور ہے۔
جَسَرَ عَلَی کذا: اس نے یہ کام کرنے
کی جسارت کی اس کا مضارع یَجْسُرُ
(سین مضموم) اور مصدر جَسَارة (جیم
مفتوح) ہے۔
تَجَاسَرَ کا معنی بھی جسارت کرنا ہے۔
الجَـسُوْرُ: (جیم مفتوح) پیش قدمی
کرنے والا، بہت جسارت مند۔

ج س س—جَسَّهُ بِیَدِهٖ: اس نے اپنے
ہاتھ سے چھوا۔ اس کا باب رَدّ ہے۔
اِجْتَسَّهُ کا بھی یہی معنی ہے۔
جَسَّ الأخْـبَارَ وتَجَسَّهَا: اس نے
خبروں کی سن گن لی یا تلاشی کی۔ اسی سے
لفظ جَاسُوْس مشتق ہے۔
ج س م—ابو زید:—الجِسْمُ: بدن،
دھڑ، اسی طرح الجُسْـمَـان اور
الجُـثْمَـان ہے۔ اصمعی نے کہا کہ:
الجِسْمُ والجُسْمانُ اور الجسـد
والجُثمـانُ کا معنی شخص ہے۔ اس نے
مزید کہا کہ انسانی جسم کے (اعضاء کے)
مجموعے کو بھی الجُسمان کہتے ہیں جس
طرح ذِئبٌ سے ذُؤبان ہے۔
قَـدْ جَـسُمَ الشَّیْئُ: چیز بڑی ہوگئی یا
بھاری ہوگئی۔ اس سے اسم فاعل جَسِیمٌ
اور جُسَـامٌ ہوگا یعنی بھاری بھرکم۔
(جُسام کا جیم مضموم) اس کا باب ظَرُفَ
ہے۔ جَسِیْمٌ کی جمع الجِسَام (جیم مکسور)
ہے۔
تَجَسَّمَ: جسم سے فعل بنا ہے بمعنی وہ مُجَسَّم
بن گیا یا جسیم بن گیا۔
جَاسِمٌ: شام میں ایک گاؤں کا نام ہے۔
ج ش ا—تَجَشَّأَ تَجَشُّؤًا: اور تَجَشَّأَ
تَجْشِئَةً: ڈکار لینا۔ اس سے اسم الهُمَزَةُ
کی طرح الجُشَأَةُ اور الجُشَاءُ (جیم مضموم

اورالف ممدود) بھی بنتا ہے بمعنی ڈکار۔

ج ش ر - مَالٌ جَشَرٌ: (جیم اور شین مفتوح) وہ مال (مویشی) جو اپنی چراگاہ میں چرتا ہو اور گھر نہ لوٹتا ہو۔

جَشَرَ دَوابَّهُ: اس نے اپنے مویشی چراگاہ کی طرف نکالے اور (شام کو گھر) واپس نہیں لائے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

خَيْلٌ مجَشرَةٌ بِالحِمٰى بروزن مُضَمَّرَةٌ: چراگاہ میں ہی رہ کر چرنے والے گھوڑے۔

ج ش ش - جَشَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو توڑا اور کوٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

سَوِيقٌ جَشِيْشٌ: گیہوں وغیرہ سے تیار کردہ ستو۔

جَشَّ البُرَّ وَاَجَشَّه: اس نے گیہوں موٹے پیسے۔ اسے جَشِيْشٌ اور مَجْشُوشٌ کہتے ہیں۔

ج ش ع - الجَشَعُ: اس نے شدید حرص وطمع کیا یا ہابڑا کیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

تَجَشَّعَ کا معنی بھی یہی ہے۔

ج ش م - جَشِمَ الأمْرَ: اس نے مشقت اور تکلیف سے کام کیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

تَجَشَّمَهُ: اس نے اسے مشقت میں ڈال دیا۔

جَشَّمَهُ الأمر تَجْشِيْمًا: کام نے اسے سخت مشقت میں ڈال دیا۔

اَجْشَمَهُ: اسے تکلیف یا مشقت میں ڈال دیا۔

ج ش ن - الجَوْشَنُ: سینہ، اگلا حصہ۔ زرہ بکتر کو بھی الجَوْشن کہتے ہیں۔

ج ص ص - الجَصُّ: (جیم مفتوح اور مکسور) گچ یا چونا سفیدی کرنا۔ یہ لفظ معرب ہے۔

الجَصَّاصُ: گچ یا چونا سفیدی کرنے والا۔ قلعی گر۔

جَصَّصَ دارهُ: اس نے اپنے گھر کی سفیدی کی۔

ج ظ ظ - الجَظُّ: (جیم مفتوح) موٹا آدمی۔ حدیث شریف میں ہے: اَهْلُ النَّارِ كُلُّ جَظٍّ مُسْتَكْبِرٍ: ہر گراں تن موٹا (مغرور) اور متکبر انسان دوزخی ہے۔

ج ع ج ع - الجَعْجَعَةُ: چکی کی آواز۔ یہ مثل مشہور ہے کہ:

اَسْمَعُ جَعْجَعَةً وَلَا اَرىٰ طِحْنًا: (طاء مکسور) میں چکی کے چلنے کی آواز کو سنتا ہوں، لیکن آٹا کہیں نظر نہیں آتا۔

ج ع د: بال گھنگھر، جَعْدٌ بروزن فَلْس، الجعُودة: گھنگھریالے بال ہونا۔

قَدْ جَعُدَ الشَّعْرُ: بال گھنگھریالے ہوگئے۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔

جَعَّدَهُ صَاحِبُهُ تَجْعِيْدًا: اس کے ساتھی نے اس کے بال خوب گھنگھریالے بنا دیئے۔ (اس نے اسے بری طرح الجھا دیا)۔

الجَعْدُ: (مفرد لفظ) سخی۔

جَعْدُ اليَدَيْنِ و جَعْد الأنَامِل: بخیل۔ ممکن ہے مفرد لفظ بغیر یَدٌ کا صلہ لگائے کا معنی بھی بخیل ہو۔

ج ع س — الجَعْسُ: گوبر، پاخانہ، لید، جگالی۔ یہ لفظ دخیل ہے۔ عرب اسے میم کے اضافے کے ساتھ جَعْمُوْسٌ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے پیٹ کے فضلات (پاخانہ) باہر نکال دیئے۔

ج ع ف ر — الجَعْفَرُ: ندی، چھوٹی نہر۔

ج ع ل — جَعَلَ كَذا: اس نے ایسا بنایا، یا کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

مَجْعَـلًا بروزن مَقْعَدٌ، کا یہی معنی ہے۔

جَعَلَهُ نَبِيًّا: اس (اللہ) نے اسے نبی بنا دیا۔

جَعَلُوْا المَلائِكَةَ إنَاثًا: انہوں (لوگوں) نے فرشتوں کو مؤنث کا نام دیا۔

الجُعْلُ: (جیم مضموم) بناوٹ۔ انسان کے لئے فعلاً جو کچھ بنایا گیا۔ اسی طرح الجِعَالَةُ: (جیم مکسور) اور الجَعِيلَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔

الجُعَلُ: سیاہ بھونرا، یا گبریلا۔

اجْتَعَلَ بھی جَعَلَ کا ہم معنی ہے۔

ج ف ا — الجُفَاء: جھاگ یا سیلاب سے سمندر یا دریا کے کنارے پڑا ہوا کوڑا کرکٹ۔ قول خداوندی ہے: فَيَذْهَبُ جُفَاءً: (جیم مضموم اور الف ممدود) یعنی تو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔

جَفَا القِدْرَ: ہانڈی یا ہنڈیا کو ٹیڑھا کرنا اور اس سے سالن یا کوئی اور چیز انڈیلنا۔ اسے اَجْفَاها نہیں کہنا چاہئے۔ البتہ حدیث شریف: فَأجْفَوْا قُدُوْرَهُمْ بِمَا فيها: (یعنی انہوں نے ہانڈیوں میں جو کچھ تھا اسے انڈیل دیا یا الٹ دیا، یا پلٹ دیا) میں جو 'اجفوا' آیا ہے تو یہ ایک غیر معروف لہجہ ہے۔

ج ف ر — الجَفْرُ: چار ماہ کا بکری کا بچہ۔

جَفَرَ جَنْبَاهُ: اس کے دونوں پہلو کشادہ ہو گئے۔ اور اپنی ماں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس کی مؤنث جَفْرَةٌ ہے۔

ج ف ف — جَفَّ: خشک ہونا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ: لا نَفَلَ في غَنِيْمَةٍ حَتّى تُقْسَمَ جُفَّةً اى كُلُّهَا: مال غنیمت میں سے بطور بخشش کسی کو کچھ دینا جائز نہیں تاوقتیکہ (وہ شرعی قانون کے مطابق) سارے کا سارا تقسیم نہ کیا جائے۔

جَفَّ الثَّوبُ وغیرہ يَجِفُّ (جیم مکسور) کپڑا خشک ہو گیا۔ اور جُفُوْفًا کا بھی یہی

معنی ہے۔

یَجَفُّ: (جیم مفتوح) اس کا ایک اور لہجہ یا تلفظ ہے۔ اس کا ذکر ابو زید نے کیا ہے اور اسے الکسائی نے اپنے ہاں نقل کیا ہے۔

جَفَّفَهُ غَیرُهُ: کسی اور نے اسے خوب خشک کر دیا۔

ج ف ل — جَفَلَ: اس نے جلدی کی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ الجافل: سراسیمہ آدمی

اَجْفَلَ القَوْمُ: قوم سراسیمہ ہو کر جلدی سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

ج ف ن — الجَفْنُ: پلک۔ جَفْنُ العَیْنِ: آنکھ کی پلک۔ الجَفْنُ تلوار کی ڈھال یا میان (نیام) کو بھی کہتے ہیں۔

الجَفْنَةُ: بڑا پیالہ۔ کاسہ لگن۔ اس کی جمع جِفَانٌ اور جَفَنَاتٌ (تمام حروف متحرک) ہے۔ لوگوں کا یہ قول: وَعِنْدَ جُفَیْنَةَ الخَبَرُ الیَقِیْنُ: اور جُفَیْنہ کے پاس یقینی خبر ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ حُفَیْنه ایک شراب فروش (پیر مغان) کا نام ہے۔ اسے جُهَیْنَه نہیں کہنا چاہئے۔ ابو عبید نے کتاب الامثال میں بیان کیا ہے کہ یہ اصمعی کا قول ہے (نہ کہ ابن السکیت کا)، ھشام ابن کلبی کا کہنا ہے کہ یہ شخص جُهَیْنَه ہے (نہ کہ جُفَیْنه) ابو عبید نے کہا کہ اس علم میں ابن الکلبی اصمعی سے بڑا تھا۔

ج ف ا — الجَفَاءُ: (الف ممدود) جفاء نیکی کی ضد۔ بدی، بدسلوکی۔

قَدْ جَفَوْتُهُ، اَجْفُوْهُ، جَفَاءً: میں نے اس کے ساتھ جفا کی، وہ مَجْفُوٌّ ہوگا۔ اس کے بدلے جَفَیْتُهُ نہیں کہنا چاہئے۔

تَجَافَى جَنْبُهُ عَنِ الفِرَاشِ: اس کا پہلو بستر سے الگ رہا۔ یعنی وہ بستر پر بے چین رہا یا پہلو بدلتا رہا۔

اِسْتَجْفَاهُ: اس نے اسے جفا کار سمجھا یا شمار کیا۔

ج ق عربی کلام میں جیم اور قاف کسی ایک ہی لفظ میں اکٹھے نہیں آتے۔ اِلّا یہ کہ کسی معرب لفظ میں آئیں یا آواز کی حکایت کے طور پر ہوں مثلاً: الجَرْدَقَة: روٹی اور الجُرْمُوْق: موزوں کے اوپر پہننے والا جوتا۔

جَرَامِقَة: موصل میں آباد ایک قوم جو اصلاً عجمی ہیں۔

الجَوْسَقُ: محل۔

جِلِّقُ: (لام مشدد جیم ولام مکسور) دمشق کا شہر۔

الجُوَالِقُ: برتن۔ اس کی جمع الجَوَالِق (جیم مفتوح) اور الجَوَالیق بھی ہے۔ ممکن ہے کہ الجَوَالَقات بھی اس کی جمع ہو، اگرچہ سیبویہ اسے جائز قرار نہیں دیتا۔

الجُلَاهِقُ: غلیل، اسی سے قَوْسُ

الجُلاهِقُ: غلیل کی کمان ماخوذ ہے۔
جَــلَــنْبَــقُ: بڑے دروازے کے (کواڑ) کھولنے اور بند کرنے کی آواز کا بیان کرنا۔
المَنجنِيْقُ: وہ دستی مشین جس کے ذریعے پتھر دور پھینکے جاتے ہیں۔ یہ لفظ معرب ہے جس کی اصل فارسی لفظ 'من چہ نیک' ہے۔ یعنی میں کس قدر عمدہ ہوں۔ یہ لفظ مؤنث شمار ہوتا ہے اور اس کی جمع منجنيقات اور مَجَانِيْقُ ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر مُجَيْنِيق ہے۔
الجَوْقَةُ: لوگوں کی ایک جماعت۔
جُــلاهِقُ: دیکھیے بذیل ج ق.
ج ل ب—جَلَبَ المَتاعَ وغیرہ: اس نے مال وغیرہ حاصل کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مضارع يَجْلِبُ اور مصدر جلبًا ہے اور یہ طَلَب يَطلُبُ کے وزن پر ہے۔
جَلَبَ الشَّيْءَ اِلٰی نفسہ: اس نے چیز کو اپنی طرف کھینچا۔
اجْتَلَبَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔
جَـلَبَ علٰی فَرَسِہٖ يَجْـلُبُ جَلَبًا بروزن طلب يطــلُبُ طلبًا: اس نے گھوڑے کو پیچھے سے زور سے یا چیخ کر آواز دی اور آگے بڑھنے پر ابھارا۔ اسی طرح اَجْلَبَ علیہ و اَجْلَبُوْا کا بھی یہی معنی ہے۔

الجِلْبَابُ: چادر، اوڑھنی۔ اس کی جمع جَلَابِيْبُ ہے۔
الجَلَبُ اور الجَلَبَةُ: (دونوں میں لام مفتوح) اور اس کا معنی ہے شور و غوغا اور آوازیں۔
ج ل د—الجَلَدُ (جیم اور لام مفتوح)۔ جلد کا ایک دوسرا لہجہ یا تلفظ ہے۔ یہ رائے ابن الاعرابی کی ہے۔ اس کی مثال شَبَهٌ اور شِبْهٌ، مَثَلٌ اور مِثْلٌ ہے۔ ابن السکیت نے اس رائے کو ماننے سے انکار کیا ہے۔
جَلَّدَ جَزُوْرَهُ تَجْلِيْدًا: اس نے اپنے قربانی کے جانوروں کی کھالیں اُتاریں۔ یہ بکری کی کھال اتارنے کی طرح ہے۔ یہ کم ہی کہا جاتا ہے کہ سَلَخَ الجَزُوْر: اس نے قربانی کے جانوروں کی کھال اتاری۔
جَلَدَهُ: اس نے اسے کوڑے مارے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
الجَلَدُ: مضبوطی (ج اور لام مفتوح) اور پختگی۔
الجَــلَادَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب ظَرُفَ اور سَهُلَ ہے۔
جَلَد اور مَجْلُوْدٌ کا بھی یہی معنی ہے۔
اس کا اسم فاعل جَلْدٌ اور جَلِيْدٌ ہے۔
قَــوْمٌ جُـلْدٌ بروزن قُـفْلٌ اور جُلَداء بروزن فُقَهَاء ور أجلادٌ: بہادر اور سخت

جان قوم۔
التَجَلُّدَ: مضبوطی اور سخت جانی کا تکلف یا تصنع۔
الجـليد الضَرِيب اور السَّقِيط سے مراد آسمان سے اُترنے کے بعد زمین پر جم جانے والی برف ہے۔ (جم جانے والی پہلی برف کو الثّلج کہتے ہیں، مترجم)۔

ج ل س - جَلَسَ يَجْلِسُ: (لام مکسور)۔ بیٹھنے کی جگہ۔ بیٹھک۔ اگر لام مفتوح ہو تو پھر یہ مصدر ہوگا۔
رَجُلٌ جُلَسَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: بہت دیر بیٹھنے والا شخص۔
الجِلْسَةُ: (جیم مکسور) بیٹھنے والے کی حالت جلوس یا انداز نشست۔
جَالَسَهُ: اس نے اس کے ساتھ بیٹھک یا مجلس کی تو وہ اس کا جِلس یا جلیس یعنی ہم نشین ہوگا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح خِدْنُهُ اور خَدِيْنُهُ کہتے ہیں۔
تَجَالَسُوْا فِي المَجَالِسِ: وہ مجلسوں میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے۔

ج ل ف: لوگوں کا یہ کہنا کہ اِعرابیٌّ جِلْفٌ: خشک اور اکھڑ بدو۔
جِلِقٌ: دیکھئے بذیل ج ق.

ج ل ل - الجُلُّ: چوپایہ، اس کا واحد جلال ہے۔ اور جلال کی جمع اَجِلَّةٌ ہے۔
جُلُّ الشَيْئُ: چیز کا زیادہ حصہ۔ محاورہ ہے کہ: مَالَهُ دِقٌّ وَلَا جِلٌّ: یعنی اس کے لئے نہ باریک ہے نہ موٹا۔
جَلَالُ اللّٰه: اللہ کی عظمت۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ: فَعَلْتُهُ مِنْ جَلَالِکَ: میں نے یہ تیری خاطر کیا۔
الجَـلَّالَةُ: وہ گائے جو نجاست کے پیچھے پھرتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: نَهَى عَـنْ لَحـْمِ الجَـلَّالة: نبی اکرم ﷺ نے جلّالہ گائے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔
الجليل: عظیم، عظمت والا۔
الجُلْجُل: اس کی جمع جَلَاجِل ہے۔ اور معنی ہے پھرتیلا، تیز طرار۔
الجَلْجَةُ: گھن گرج، غلغہ۔ تَجَلْجَلَ فِي الأَرْضِ: وہ زمین میں دھنس گیا اور داخل ہوگیا یا دب گیا۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ قَـارُونَ خَـرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ يَتَبَخْتَرُ فِي حلّةٍ فَأَمَرَ اللّٰهُ الأَرْضَ فَأَخَذَتْهُ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيهِ إِلىٰ يَوْمِ القِيَامَةِ: بے شک قارون لباس فاخرہ پہن کر اپنی قوم میں اتراتا ہوا نکلا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو اس نے قارون کو پکڑ لیا یا دبوچ لیا تو وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔
جَلَّ البَعْرَ: اس نے مینگنیاں چن لیں۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی سے نجاست

کھانے والے چوپائے کا نام الجَلالة پڑا ہے۔

جَلَّ فُلانٌ یَجِلُّ (جیم مکسور) جَلالةً: فلاں شخص کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔

جَلِیلٌ: قدر و منزلت والا آدمی۔

اَجَلَّهُ فِی المرتبة: وہ مرتبہ میں بڑا ہوگیا۔

تجلیل الفَرسِ: گھوڑے کو جھول پہنانا۔

ج ل م – الجَلَمُ: کات، وہ مخصوص قینچی جس سے اون اتاری جاتی ہے۔ اس قینچی کو جَلَمَان کہتے ہیں۔ (کیونکہ یہ بھی جوڑے کی شکل میں ہوتی ہے)

ج ل م د – الجَلْمَدُ: (جیم مفتوح) اور الجَلْمُود: چٹان۔

جَلْبَقٌ: دیکھئے بذیل ج ق.

ج ل ہ م: ابوسفیانؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ: مَا كِدْتَ تَأْذَنُ لِی حتّی تَأذَن لِحِجارة الجُلْهُمَیْنِ: آپ مجھے تب تک اجازت دینے والے نہ تھے جب تک کہ جُلهُمَین کے پتھروں تک کو اجازت نہ دیتے۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وادی جُلْهُمَة کے دونوں کنارے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں نے اس حدیث کے علاوہ کسی دوسری حدیث میں لفظ الجُلْهُمَة نہیں سنا۔ اور یہ لفظ جہاں کہیں آیا، اس کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور رہی ہے۔

جَلْهَمَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ل ہ م.

ج ل ا – الجَلِیُّ: اخفیٰ کی ضد ہے۔ نمایاں، بڑا، بھاری۔

الجَلِیَّةُ: یعنی خبر یا اطلاع۔

اُستُعمِلَ فُلانٌ علَی الجالِیَة: فلاں آدمی کو ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے پر حاکم مقرر کیا گیا۔

الجَلاء: (جیم مفتوح اور الف ممدود) بڑا کام یا معاملہ۔ اسی سے کہا جاتا ہے کہ جَلالِی الخَبَرُ یَجْلُوْ جَلاءً: مجھ پر بات واضح ہوگئی۔

الجَلاءُ: کا معنی جلاوطنی بھی ہے۔

جَلَوْا عَنْ اَوْطَانِهِم: انہیں اپنے وطنوں سے دوسروں نے نکال دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ اور ان کا باب بھی ان دونوں سے پہلے والا کلمہ کا باب ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ أجْلَوْا عن البَلَدِ واجلاهم غیرهم: وہ جلاوطن ہو گئے اور کسی اور نے انہیں جلاوطن کر دیا۔ یہ فعل بھی متعدی اور لازم دونوں ہے۔ اَجلَوْا عَنِ القَتِیل لاغَیرُ: وہ فقط مقتول کو چھوڑ کر الگ ہوگئے یا بھاگ گئے۔

جَلا: اس نے بات واضح کی اور ظاہر کی۔

جلا بَصَرَهُ بالکُحل: اس نے سرمہ سے آنکھ کو روشن کیا۔ اس کا باب عاد

ہے۔

جِلاء: (جیم مکسور اور الف ممدود) کا بھی یہی معنی ہے۔

جَلاهَمُّهُ عَنْهُ: اس نے اپنایا اس کا غم اور دکھ دور کیا۔

جَلا السَّيْفَ: اس نے تلوار کو صیقل کیا۔

يَجْلُوْ جِلاءً: (دونوں جِلاء، میں جیم مکسور اور الف ممدود ہے)۔

جَلا العَرُوسَ يَجْلُوْهَا جِلاءً اور جِلْوَةً بھی۔ (جیم مکسور) اور اجْتَلَاهَا مَجْلُوَّةً: سب کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے دلہن کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔

الجِلاءُ: سرمہ کو بھی کہتے ہیں۔

جَلّٰى السَّيْفَ تَجْلِيَةً: اس نے تلوار سونت لی۔

تَجَلّٰى الشَّيْئُ: چیز ظاہر ہوگئی۔

اِنْجَلٰى عَنْهُ الهَمُّ: اس سے غم اور دکھ دور ہوگیا، یا چھٹ گیا۔

ج م ح — جَمَحَ الفَرَسُ: گھوڑا بدکا، سوار کو گرایا اور اس پر غالب آگیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اور مصدر جِمَاحًا (جیم مکسور)۔

فَرَسٌ جَمُوحٌ: (جیم مفتوح) منہ زور گھوڑا۔

جَمَحَ: تیز دوڑا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ: (اس حال میں کہ وہ بدک رہے ہوں یا بدکتے ہوئے)۔

ج م د — الجَمْدُ: بروزن الفَلْسُ: پانی جو جم گیا ہو۔ یہ ذَوْب بمعنی پگھلنا کی ضد ہے۔ اس کا مصدر بھی اسی نام سے ہے۔

الجَمَدُ: (جیم اور میم مفتوح) جَامِد کی جمع، جس طرح خَادِم کی جمع خَدَم ہے۔

جَمَدَ المَاءُ: پانی جم گیا یا ٹھہر گیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

جَمادی الاولی و جمادی الآخِرةُ: (دونوں میں دال مفتوح) دو اسلامی مہینے۔

ج م ر — الجَمْرُ: جَمْرَة کی جمع بمعنی چنگاری۔

الجمرةُ، جمرات کا واحد کا صیغہ۔ جمرات، حج کے دوران تین مقامات کا نام ہے جہاں کنکریاں مارنے کا حکم ہے۔

المِجْمَرَةُ: (میم مکسور)، اس کی جمع المَجامِرُ ہے بمعنی انگیٹھی۔ اسی طرح المُجْمَرَةُ (میم مضموم و کسور) میم مکسور والا لفظ انگیٹھی کو کہتے ہیں اور میم مضموم لفظ جس کے لئے چنگاری تیار کی جائے۔

میرا کہنا ہے کہ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ چنگاری رکھنے کے لئے جو برتن تیار کیا جائے وہ مُجْمَر (میم مضموم) ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ اَجْمَرْتِ النَّارَ مُجْمَرًا (میم مضموم) میں نے انگیٹھی کے لئے آگ سلگائی۔

الجُمَّارُ: (جیم مضموم اور میم مشدّد) درخت خُرما کا چربی نما گوند۔

جَمَّرَ النَّخلَ: اس نے کھجور کے درخت کا گوندا اتار لیا۔

جَمَّـرَ شَـعْـرَهُ: اس نے اپنے بالوں کی پیچھے سے چٹیا کی اور بالوں کو کھلا نہیں چھوڑا۔ حدیث شریف میں ہے: الضَّافِرُ وَالمُلَبِّدُ والمُجَمِّرُ علیھم الحلقُ: بالوں کی لٹیں بنانے والے اور بال تہ بہ تہ جما کر رکھنے والے اور بالوں کی چٹیا بنانے والے، سب پر (حج کے دوران) حلق ضروری ہے۔

الاِستِجمارُ: کنکروں یا پتھروں سے استنجاء کرنا۔

ج م ز — الجَمزُ: گھوڑے کی چال کی ایک قسم، دُلکی چال جو عَنَـق (یعنی گردن اٹھا کر تیز چلنے) سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الجَمَّـازُ: (جیم مفتوح اور میم مشدّد) البَعِیرُ: سواری کا وہ اونٹ جس پر مُجَمِّزٌ سوار ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ دیوان میں الجَمَّازَةُ: وہ اونٹنی ہے جس پر تیز رفتار سوار ہو لیکن اس میں الجَمَّاز کا ذکر نہیں ہے۔

حِمارٌ جَمَزَی: (یاء مقصور) یعنی تیز رفتار گدھا۔ نیز الـناقَةُ تَعْدُو الجَمَزَی: (یاء مقصور) اونٹنی تیز دوڑتی ہے۔ اسی طرح الفَـرَسُ (یَعْـدُو الجمزَی): گھوڑا بھی تیز دوڑتا ہے۔

الجُمَّیْزُ بروزن الغُلَّیْقُ: انجیر سے مشابہ (پھل)۔

ج م س — الجَـامُوْس: اس کی جمع الجَوَامِیسُ ہے بمعنی بھینس فارسی سے معرب ہے۔ (ممکن ہے فارسی میں اصل لفظ گاؤمیش ہو، مترجم)۔

ج م ش — الجَمِـیْشُ: بے آب وگیاہ جگہ۔ حدیث شریف میں ہے: بِخَبْتِ الجَـمِیْش: بے آب وگیاہ اور بے سبزہ زمین۔ ❶

ج م ع — جَمَعَ الشَّیْئَ المُتَفَرِّقَ فاجْتَمَعَ: اس نے بکھری چیز کو اکٹھا کیا تو وہ اکٹھی ہوگئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَجَمَّعَ القَوْمُ: ادھر ادھر سے لوگ اکٹھے ہوگئے۔

الجَمْعُ: لوگوں کی ایک جماعت، یُجْمَعُ عَلَى جُمُوْعٍ: گروہوں کی شکل میں جمع ہوتے ہیں۔

المَجْمَعُ: جمع ہونے کی جگہ (میم ثانی مفتوح ومکسور)۔

---

❶ متن حدیث یہ ہے
ان لقیتها نعجة تحمل شعرة وزنادا بخبت الجمیش فلا تهجها

الجَمْعُ کا معنی ردی قسم کے کھجور بھی ہے۔
اور جَمْعٌ: مُزدلفہ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔
جُمْعُ الکَفِّ: مُکا، مُٹھی (جیم مضموم) جب کوئی مٹھی بھینچ لے یا مُکا کس لے۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَرَبَهُ یجمع کَفِّه: اس نے کس کر مُکا مارا۔
یَوْمُ الجُمعةِ: (میم ساکن اور مضموم) جمعہ کا دن۔ اسکی جمع جُمُعَاتٍ اور جُمَعٍ بنتی ہے۔
المسجد الجامع: جامع مسجد۔ اسے اضافت دے کر مسجد الجامع بھی جامع مسجد کے معنوں میں کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح حَقّ الیقین اور الحق الیقین کو حَقّ الشَّیْئُ الیقین کے معنوں میں کہہ سکتے ہیں، کیونکہ یہ مفہوم مقدر مانے بغیر کسی چیز کی اپنی طرف اضافت جائز نہیں ہے۔ الفَرّاء کا کہنا ہے کہ عرب کسی چیز کی اضافت اس چیز کی طرف دو لفظوں کے اختلاف کی وجہ سے کرتے ہیں۔
أجْمَعَ الأمْرَ: اس نے پختہ ارادہ کرلیا۔ اور الأمْرُ مُجْمَعٌ: بات طے ہے۔ ان ہی معنوں میں بطور امر اَجْمِعْ اَمْرَکَ: اپنی بات پکی کر، یا بات پر ثابت قدم رہ۔ ولا تَدَعْهُ مُنْتَشِرًا: اور اسے پراگندہ یا بکھرا ہوا نہ چھوڑ۔ قول خداوندی ہے: فَاجْمِعُوْا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَاءَکُمْ: یعنی اپنے شریک کو دعوت دو یا بلاؤ کیونکہ ان معنوں میں اَجْمَعَ شرکاؤہُ: یعنی اس نے شریک یا ساتھی اکٹھے کیے، نہیں کہا جا سکتا بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ جَمَعَ (شرکاؤہُ) اس نے اپنے ساتھی اکٹھے کیے۔
المَجْمُوْعُ: ادھر ادھر سے اکٹھے کیے ہوئے لوگ اگرچہ وہ اکٹھے ہو کر ایک نہ بھی بنے ہوں۔
اسْتَجْمَعَ السَّیْلُ: ہر چیز سے سیلاب اکٹھا ہو گیا۔ مؤنث کی تاکید کے لئے جَمْعَاء کی جمع جُمَعُ بھی ہے مثلاً: یوں کہہ سکتے ہیں کہ رأیتُ النِّسْوَةَ جُمَعَ: میں نے عورتوں کو اکٹھے دیکھا۔ یہ غیر منصرف ہوگا اور الف لام کے بغیر ہی معرفہ ہوگا۔ تاکید کے معنی پیدا کرنے کے لئے یہ طریق کار اختیار کرنا ہوگا کیونکہ ایسا کرنا تاکید پیدا کرتا ہے۔ أخَذَ حَقَّهُ: اس نے اپنا حق پورا پورا وصول کیا۔ یہ لفظ تاکید کیلئے مذکر و مؤنث دونوں کیلئے آتا ہے اور یہ تاکید محض ہے۔ اسی اَجْمَعُوْنَ اور جَمْعَاءُ، اَجْمَعُ اَکْتَعُوْنَ، اَبْتَعُوْنَ، اور اَبْصَعُوْنَ کے کلمات اپنے مقابل کی متابعت نہیں بلکہ تاکید کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ کلمات نہ تو مبتداء بنتے ہیں اور نہ خبر اور نہ فاعل بنتے ہیں نہ مفعول جب کہ دوسرے حروف تاکید کبھی تو اسم واقع ہوتے ہیں اور کبھی تاکید مثلاً: نَفْسِهِ،

عَيْنِهٖ اور كُلِّهٖ۔ اَجْمَعُوْن، جَمْع، اَجْمَعَ اور اَجْمَعُ سارے کلمات جمع کے معنوں میں ہم معنی ہیں۔ اس کا لفظاً کوئی واحد کا صیغہ نہیں ہے[1]۔ اس کی مؤنث جَمْعَاء ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جمعاءؔ کو 'ا، ت' لگا کر جمع بناتے جس طرح اَجْمَعَ کو 'ون' بڑھا کر اَجْمَعُوْنَ بناتے ہیں۔ لیکن مؤنث کے لئے انہوں نے جمعاء کی جمع جُمَعُ بنایا ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ جَاءَ الْقَوْمُ بأجْمُعِهِمْ (میم مفتوح اور مضموم) یعنی قوم ساری کی ساری آ گئی۔ اسی طرح یوں بھی کہتے ہیں: جَاء الْقَوْمُ باكْلُبِهِمْ (كَلْبٌ کی جمع) یعنی قوم اپنے کتوں سمیت (ساری کی ساری) آ گئی۔ جَمِيْعٌ کے لفظ سے بھی تاکید کی جاتی ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ جَاءُوا جَمِيْعُهُم: یعنی وہ سب کے سب آ گئے۔ جَمِيْعٌ متفرّق کی ضد ہے۔

میرا کہنا ہے کہ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا: یعنی یکجا یا الگ الگ۔

الجميع: فوج۔

الجميع: قبیلہ، سوسائٹی۔

[1] واحد کے صیغہ کے لئے لوحدہٖ یا المفرد وغیرہ آتا ہے۔ بمعنی اکیلا، تنہا وغیرہ۔ (مترجم)

میرا کہنا ہے کہ ان دو لفظوں میں سے ایک قول خداوندی: أَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُنْتَصِرٌ میں آیا ہے۔ جِمَاع الشَّيْئُ (جیم مکسور) کسی چیز کا مجموعہ۔ کہا جاتا ہے: جِمَاعُ الخِبَاء: خیمے، خیموں کا مجموعہ۔ کہا جاتا ہے کہ الخمرُ جِمَاعُ الاثم: یعنی شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔

جَمَّعَ القَوْمُ تجميعًا: لوگ جمعہ کی ادائیگی کے لئے جمع ہوئے اور جمعہ کی نماز ادا کی۔

جَمَّعَ فُلَانٌ ايضا ما[illegible] دَده: فلاں شخص نے بھی خوب مال جمع کیا اور اسے گنتا رہا۔

جَامَعَهُ: اس نے کسی بات پر اتفاق کیا، یا اس کے ساتھ ہو لیا۔

ج م ل — الجَمَلُ: نر اونٹ، اس کی جمع جِمَالٌ، أجْمَال، جِمَالاتٌ اور جَمَائِلُ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ نر اونٹوں کو بالخصوص جِمَالَةٌ کہا جاتا ہے۔ قرآن کی آیت: كَانَّهٗ جِمَالَتٌ صُفْرٌ پڑھا گیا ہے۔

الجَمَّالَةُ: اونٹوں والا، اسی طرح الخَيَّالَةُ: گھوڑوں والا اور الحَمَّارَةُ: گدھوں والا۔

الجَمَالُ: حسن خوبصورتی۔

قَدْ جَمُلَ الرَّجُلُ: آدمی نے بناؤ

سنگار کیا۔
(جَمُلَ کی میم مضموم ہے) اسی سے جمیل مشتق ہے یعنی حسین اور خوب صورت مرد۔ اور الجَمِیلَۃُ خوبصورت عورت۔ اور جَمْلَاءُ بھی خوبصورت عورت۔ اس میں جیم مفتوح اور آخری الف ممدود ہے۔
الجُمْلَة: فقرہ۔ اس کی جمع جُمَلُ ہے بمعنی فقرے، جملے۔ اَجْمَلَ الحِسابَ: اس نے حساب کو اجمالاً بیان کیا۔
اَجْمَلَ الصَّنِیعَة عِند فلان: اس نے فلاں کے ہاں حسن سلوک کی تعریف کی۔
اَجْمَلَ فی صَنِیعِهٖ: اس نے اپنے سلوک میں نہایت بہتری کی۔
اَجْمَلَ القَوْمُ: قوم کے پاس اونٹوں کی کثرت ہوگئی۔
المُجَامَلَةُ: اچھی طرح سے معاملہ کرنا۔ چاپلوسی کرنا۔
حسابُ الجُمَّل: (میم مشدد) جُمَّل نظام حساب۔
الجُمَّل: کشتی کی رسی کو بھی کہتے ہیں جس کا دوسرا نام القلّس ہے۔ یہ رسیوں کا مجموعہ یعنی موٹا رسا ہوتا ہے۔ اسی کی رعایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کی آیت کو "حَتّٰی یَلِجَ الجُمَّلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ" پڑھا ہے۔

جَمَّلَهٗ تَجْمِیلًا: اس نے اس کی آرائش کی یا خوبصورت بنایا۔
التَجَمُّلُ: خوبصورت ہونے کا تکلف کرنا یا مصنوعی اظہار کرنا۔ تَجَمَّل کے معنی یہ بھی ہیں کہ اس نے جمیل یعنی پگھلی ہوئی چربی کھائی۔ کسی عورت نے اپنی بیٹی سے کہا کہ تَجمَّلِیْ وَتعَفَّفِیْ: یعنی چربی کھاؤ اور تھنوں میں بچا ہوا دودھ پیو۔

ج م م - جَمَّ المال وغیرہ: مال وغیرہ زیادہ ہونا۔ اس کا مضارع یَجُمُّ (جیم مضموم اور مکسور دونوں) اور اس کا مصدر جموم ہے یعنی مال کی افراط۔ قول خداوندی ہے: وتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا: یعنی تم مال سے بے پناہ محبت کرتے ہو۔
الجُمَّةُ: بالوں کا جوڑا۔
الجَمَام: (جیم مفتوح) ہتھیلی۔ کہا جاتا ہے کہ جَمَّ الفَرَسُ (اس کا مضارع یَجِمُّ اور یَجُمُّ اور مصدر جمام ہے) یعنی گھوڑے کی تھکاوٹ یا کسل مندی دور ہوگئی۔
جُمَّ: (فعل مجہول) یعنی گھوڑے پر سواری کرنا چھوڑ دیا گیا۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ اَجِمَّ نفسکَ یومًا او یَوْمَیْنِ: اپنے نفس کو دن دو دن کے لئے تھامے رکھ یعنی صبر کر۔

الجمّاء الغفِيرُ: لوگوں کی بے پناہ بھیڑ یا ہجوم (اردو میں بھی جم غفیر مستعمل ہے) غفیر کا ذکر 'غ ف ر' کے مادے کی ذیل میں ہے۔

شَاۃٌ جمّاء: ایسی بکری جس کے سینگ نہ ہوں۔ یوں کہا جاتا ہے لأستَجِمَّ قَلْبی شَیْئٌ من اللَّهْوِ لأَقْوِیَ بِهٖ عَلَی الحق: یعنی میں اپنے دل کو قدرے تفریح اور کھیل کود سے بہلاؤں گا تاکہ حق کے لئے مضبوط ہو۔

جمْجَمَ الرَّجُلُ: آدمی ہکلایا، اور اپنی بات واضح نہ کر سکا۔

الجُمْجُمَةُ: لکڑی کا پیالہ۔

الجُمْجُمَةُ: سر کی کھوپڑی جس کے اندر دماغ ہوتا ہے۔

الجَمِيمُ: وہ پودا جو کسی قدر بڑا ہو گیا ہو لیکن ابھی وہ پورے مکمل قد کا نہ ہوا ہو۔

ج م ن - الجُمَانَةُ: دانہ جو موتی کی طرح چاندی سے بنایا جاتا ہے۔ اس کی جمع جُمَان ہے۔

ج م ہ ر: موسیٰ بن طلحہؓ کی حدیث میں جَمْهِرُوْا قَبْرَهُ آیا ہے یعنی اس کی قبر پر مٹی ڈال دو لیکن لیپ نہ کرو۔

جمهُورُ الناس: عوام۔ عام لوگ۔

ج ن ب - الجَنْبُ: پہلو، قَعَدَ الی جَنْبِهٖ والی جانِبِهٖ: دونوں کا ایک ہی مطلب ہے یعنی وہ اس کے پہلو میں بیٹھا۔

الجَنبُ، الجَانِبُ اور الجَنْبَةُ: تینوں کا معنی جانب اور طرف ہے۔

الصاحب بالجنب: ہمسفر۔

الجارُ الجُنُبِ: اجنبی ہمسایہ یعنی دوسری قوم سے تعلق رکھنے والا پڑوسی۔

جَانَبَهُ، تَجَانَبَهُ اور اِجْتَنَبَهُ: سب کا ایک ہی مطلب ہے۔

رَجُلٌ اَجْنَبِی واَجْنَبُ وجُنُبٌ اور جانِبٌ: سب کا معنی اجنبی شخص ہے۔

جَنَبَهُ الشَّيْئُ: (نَصَرَ باب سے) وَجَنَّبَهُ الشَّيئَ تَجْنِيْبًا: کا ایک ہی مطلب ہے یعنی اس نے کسی چیز کو اس سے دور ہٹایا۔ یہی لفظ اس قول خداوندی میں آیا ہے: وَاجْنُبْنِي وبَنِيَّ اَنْ نَعْبُدَ الأصنَامَ: یعنی مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ۔

الجَنابُ: (جیم مفتوح) صحن اور لوگوں کی آبادی سے قریب کی جگہ۔

الجَنِيْبُ: مسافر، اجنبی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

رَجُلٌ جُنُبٌ: جنبی شخص۔ جسے جنابت کے باعث غسل کی ضرورت ہو۔ یہ لفظ مفرد، جمع اور (مذکر و مؤنث) سب صیغوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جمع کی صورت میں شاید اَجْنَاب اور جُنُبُوْن بھی مستعمل

ہے۔ ظَـرُف کے وزن پر اس سے اَجنَبَ اور جَنُبَ بھی کہہ سکتے ہیں۔
الجَنُوبُ: شمال کی مخالف سمت سے آنے والی ہوا۔
ج ن ح — جَـنَـحَ: جھکا۔ اس کا باب خَضَعَ اور دَخَلَ ہے۔
جُنُوحُ اللَّيلِ: رات کی آمد۔
الجَوَانِحُ: پسلیاں، جو ہنسلیوں کے نیچے ہوتی ہیں۔ اور ہنسلی وہ ہڈی ہوتی ہے جو سینے کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ جس طرح پسلی جو پیٹھ کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ جانحۃٌ ہے۔
جَنَاحُ الطائر: پرندے کا پر۔ اس کی جمع اَجنِحَةٌ ہے۔ اور الجُناحُ (جیم مضموم) ہے۔ کا معنی گناہ اور حرج ہے۔
جُنـحُ اللَّيـلِ: (جیم مضموم ومکسور دونوں) رات کا حصہ۔
ج ن د — الجُـنْـدُ: مددگار، اور حمایتی۔
فُلانٌ جَـنـدَ الجُنُودَ: فلاں آدمی نے حمایتی تیار کیے یا لشکر تیار کیے۔ اس کا مصدر تَجنِيد ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الاَرْوَاحُ جُنودٌ مُجَنَّدَةٌ: روحیں تربیت یافتہ فوج ہوتی ہیں۔
جُنْدُبٌ: دیکھئے بذیل ج د ب.
جَـنـدَل: دیکھئے بذیل ج د ل.
ج ن ز — الجِنَازَةُ: (جیم مکسور)۔ اس کی جمع الجَنائز ہے۔ عام لوگ جیم کو مفتوح پڑھتے ہیں۔ اس کا معنی تختہ پر لٹائی ہوئی میت ہے۔ اگر اس تختے پر میت نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے سَرِيرٌ یا نعش کہتے ہیں۔ میرا کہنا یہ ہے کہ جو معنی ن ع ش کے ذیل میں دیا گیا ہے وہ اس تفسیر وتشریح کے خلاف ہے۔
ج ن س — الجِنسُ: چیز کی قسم یہ لفظ 'نوع' سے زیادہ کثیر الاستعمال ہے۔ اسی سے المُـجَانَسَةُ اور التجنيسِ کے کلمات مشتق ہیں۔ الاصمعی کا قول ہے کہ عوام کا ان معنوں میں مستعمل لفظ مُجـانس دخیل کلمہ ہے۔
ج ن ف — الجَنَفُ: جھکاؤ۔
قَـدْ جَـنِـفَ: وہ جھک گیا۔ اس کا باب طَـرِب ہے۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوْصٍ جَنَفاً اَوْ اِثْمًا.
تَجانَفَ لِإثمٍ: وہ گناہ کی طرف مائل ہوا۔
ج ن ن — جَنَّ عَلَيهِ اللّيل: جَنَّهُ الليل يَجُنُّهُ (جیم مضموم) اس پر رات چھا گئی۔
جُـنُونًا: (مصدر) چھا جانا اور اَجَنَّهُ بھی اسی کا ہم معنی ہے۔
الجِنُّ: انس کی مقابل (ناری) مخلوق۔ اس کا واحد جنّیٌ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس مخلوق کو جن اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس

سے پرہیز کیا جاتا ہے یعنی اس سے دور رہا جاتا ہے۔ اور یہ مخلوق نظر نہیں آتی۔

جُنَّ الرَّجُلُ: (جنونا) آدمی پاگل ہوگیا۔ اَجَنَّهُ اللّٰه: اللہ اسے پاگل کر دے۔ اس سے اسم مفعول مجنون ہے۔ ان معنوں میں مُجَنٌّ کہنا درست نہیں۔ لوگوں کا مجنون کے بارے میں مَا اجَنَّهُ کہنا شاذ ہے۔ کیونکہ مضروب کے لئے فعل مَا اَضْرَبَهُ نہیں کہا جاتا اور نہ ہی فی المسلول کے لئے مَا اسلَّهُ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا ان پر قیاس نہیں ہوسکتا۔

اَجَنَّ الشیئَ فی صَدْرِہٖ: اس نے اپنے سینے میں کوئی بات چھپائی۔

اَجَنَّتِ المراۃ وَلَدًا: عورت کے پیٹ میں بیٹا ہے۔

الجَنِیْن: شکم مادر میں بچہ اس کی جمع اجِنَّة ہے۔

الجُنَّةُ: (جیم مضموم) چھپا کر رکھا ہوا ہتھیار۔

المُجَنّ: سُترہ، نماز کے وقت سجدے کی جگہ پر بنائی ہوئی آڑ۔ اس کی جمع جُنَنٌ ہے۔

اسْتَجَنَّ: اس نے سترہ بنایا۔

المِجَنُّ: ڈھال، اس کی جمع مَجَان (میم مفتوح) ہے۔

الجَنَّةُ: باغ، اس کی جمع جَنَّات ہے۔ عرب نخلستان کو جَنَّة کہتے ہیں۔

الجَنان: (جیم مفتوح) دل۔

الجِنَّةُ: جن، غیر مرئی مخلوق۔ قول خداوندی ہے: مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن. الجِنَّة کا معنی جنون اور پاگل پن بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ: یا اسے جن چمٹا ہوا ہے۔ اسم اور مصدر دونوں اسی شکل میں ہیں۔

الجَانُّ: ابوالجن، جن والا۔

الجَانّ: سفید سانپ کو بھی کہتے ہیں۔

تَجَنَّنَ، تَجَانَنَ اور تَجَانَّ: اس نے اپنے آپ کو پاگل ظاہر کیا۔

اَرْضٌ مَجِنَّةٌ: آسیب زدہ زمین۔

الاِجْتِنَانُ: چھپنا۔

المنجنون: رہٹ جس سے آبپاشی کی جاتی ہے۔ المنجنین بھی کہتے ہیں۔ اور یہ مؤنث ہے۔

ج ن ی – جَنی الثَّمَرَةَ: پھل چنا۔ اس کا باب رمی ہے۔

اجتناھا: اس نے گری پڑی چیز اٹھالی، گری پڑی چیز پانا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ دیوان اور الصحاح کے بعض نسخوں میں جَنَّی الثمرۃ جنًی: اس نے خوب پھل چنا، یا اس نے درخت کو خوب جھاڑا۔

الجَنٰی: درخت کا پھل۔ کہا جاتا ہے

کہ اَتَانَا بِجَنَاۃٍ طَیِّبَۃٍ: ہمیں اچھا پھل یا اچھی فصل ملی۔

رُطَبٌ جَنِیٌّ: چنی ہوئی یا درخت سے اتاری ہوئی کھجور۔

جَنَی عَلَیْہِ یَجْنِی (جنایۃً): اس نے اس پر زیادتی کی۔

الجَنّی، تجرّم کی طرح۔ کسی پر نا کردہ گناہ یا جرم کا الزام لگانا۔

ج ہ د – الجُھْدُ: (جیم مفتوح اور مضموم) طاقت۔ اس لفظ کو دونوں تلفظ کے ساتھ قرآن کی اس آیت میں پڑھا گیا ہے: وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ.

الجَھد: مشقت، سختی، کہا جاتا ہے جَھَدَ دَابَّتَہُ وَاَجْھَدَھَا: اس نے اپنی سواری کو مشقت میں ڈالا اور اس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ لادا۔

جَھَدَ الرَّجلُ فِی کَذا: یعنی آدمی نے کسی کام میں سخت محنت کی۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

جُھِدَ الرَّجُلُ: (فعل مجہول) آدمی مشقت میں پڑا۔ اس سے اسم مفعول مجہول ہوگا۔ یعنی مشقت زدہ آدمی، تھکا ہارا انسان۔

جاھَدَا فی سبیل اللّٰہ: اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یا جدوجہد کی۔ اس کا مصدر مجاھَدَۃٌ، جھَادٌ، اجتِھَادٌ اور التجاھد ہے جس کا معنی مقدور بھر کوشش کرنا ہے۔

ج ہ ر – رَاٰہُ جَھْرَۃً: اس نے اسے کھلے بندوں دیکھا۔

کَلَّمَہُ جَھْرَۃً: اس نے اس سے کھلے بندوں بات کی۔ اخفش نے کہا کہ قولِ خداوندی: حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً کا معنی ہے: تا آنکہ ہم اللہ تعالیٰ کو کھلے بندوں نہ دیکھیں جس سے ہمارے اور اس کے درمیان حائل پردہ ہٹ جائے۔

الأجْھَرُ: وہ شخص جسے سورج کی روشنی میں نظر نہ آتا ہو۔

جَھَرَ بالقول: اس نے بات بلند آواز میں کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ جَھُوَرَ کا بھی یہی معنی ہے۔

رَجُلٌ جَھْوَرِیٌّ: بلند آواز آدمی۔

جَھِیْرُ الصَّوتِ: لاؤڈ سپیکر۔

اِجْھَارُ الکلام: بات کا اعلان کرنا۔

المجاھَرَۃُ بالعَدَاوَۃِ: دشمنی کا اظہار اور اعلان کرنا یا دشمنی شروع کرنا۔

الجَوْھَرُ: گوہر بمعنی موتی کا معرب کلمہ ہے۔ اس کا واحد جَوْھَرَۃٌ ہے۔

ج ہ ز – اَجْھَزَ عَلَی الجَرِیْحِ: اس نے جلدی سے زخمی کو قتل کر دیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

جِھَازُالعُرُوسِ: دلہن کا جہیز۔

جهاز السفر: سامان سفر۔ اس کلمہ میں جیم مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔
جَهَّزَ العروسَ والجَيْشَ: دلہن یا فوج کو سازو سامان سے لیس کر دیا۔ اس کا مصدر تجہیز ہے۔ جَهَّزَه کا معنی بھی اس اپنا سامان سفر تیار کیا۔
تَجَهَّزَ: وہ خود تیار ہوا۔
ج ہ ش – الجَهْشُ: کسی کے آگے اس طرح جزع فزع کرنا یا رونا جس طرح کوئی بچہ ماں کے آگے روئے یا فریاد کرے۔ رونے کی تیاری کرنا۔ محاورہ ہے کہ جَهَشَ اِلَيْهِ: وہ اس کے آگے رویا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَصَابَنَا عطشٌ فَجَهَشنا اِلى رسول اللّٰه: ہمیں پیاس لگی تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے فریاد کی۔ اسی طرح اِجْهاش کا بھی یہی معنی ہے۔
ج ہ ل – الجَهْلُ: علم کی ضد، قَدْ جَهِلَ: اس نے جہالت کی یعنی وہ بے خبر رہا۔ اس کا باب فَهِمَ اور سَلِمَ ہے۔
تَجَاهَلَ: بے خبری کا مصنوعی اظہار کرنا۔ جان بوجھ کر بے خبر بن جانا۔
اِسْتَجْهَلَهُ: اس نے اسے بے خبر اور جاہل جانا اور اس کا استخفاف بھی کیا۔
التجهيل: جہل کی طرف نسبت کرنا۔ اسی سے لوگوں کا یہ قول ہے کہ: الوَلَدُ

مَجْهَلَةٌ: یعنی لڑکا سراپا جہل ہے یا کندہ ناتراش ہے۔
المَجْهَلُ: بے نشان جنگل جس میں کوئی راستہ نہ ہو۔
ج ہ م – رَجُلٌ جَهْمُ الْوَجْهِ: ترش رو انسان۔
قَدْ جَهُمَ الرَّجُلُ: آدمی ترش رو ہوا۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔
الجَهَامُ: (جیم مفتوح) بے بارش کے بادل۔
ج ہ ن – جُهَيْنَةُ: ایک قبیلہ۔ ضرب المثل ہے کہ: عِنْدَ الجُهَيْنَةِ الْخَبَرُ اليَقِين: جُہینہ کے پاس یقینی اطلاع یا معلومات ہیں۔ اسے ابن الاعرابی اور اصمعی دونوں نے جَهِينة کی بجائے جُفَيْنَه کہا ہے۔
ج ہ ن م – جَهَنَّمُ: دوزخ کی آگ کا ایک نام جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ (گنہگار) بندوں کو عذاب دیں گے۔ اس لفظ میں الف لام تعریف یعنی اَلْ داخل نہیں ہوتا اور نہ اس کا مؤنث کا صیغہ بنتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ فارسی سے معرب بنایا گیا ہے۔
جُهَيْنَةُ: دیکھئے بذیل مادہ ج ہ ن اور بذیل مادہ ج ف ن.
جِوَاءٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ا ی.
جُوالقٌ: یاجَوَالِيقُ: دیکھئے بذیل مادہ ج ق.

ج و ب–أَجَابَهُ: اور اَجَابَ عَن سَوالہ: اس نے اس کے سوال کا جواب دیا۔ اس کا مصدر الاجَابة ہے اور اسم الجَابَةُ ہے۔ جس طرح الطَاعة اور الطاقةُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اَساءَ سَمعًا فاسَاءَ جابةً: یعنی اس نے برے طریقے سے سنا اور برے طریقے سے اس کا جواب دیا۔

الاِجابة اور الاستجابة دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ انہیں معنوں میں اِستَجابَ اللّٰہ دُعائَہٗ: اللہ نے اس کی دعا قبول کر لی کہتے ہیں۔

المُجَاوِبَةُ اور التَّجَاوُبُ: باہم بات چیت یا گفتگو کرنا۔

جـاب: اس نے پھاڑا یا کاٹا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ یہی کلمہ قول خداوندی: وَثَمُودَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ: میں آیا ہے۔ جُبْتُ البِلادَ: (جیم مضموم اور مکسور دونوں)۔ اس کا باب قال اور بَاعَ ہے۔ اور اِجْتَبْتُهَا: یعنی میں نے شہروں یا ملکوں کا سفر طے کیا۔

ج و ح–جَاحَ الشَيئَ: اس نے اسے جڑ سے اکھیڑ دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور الجَائحَةُ: بلا یا آفت۔ کسی قحط سالی کی ہو یا فتنہ وفساد کی جو مال کو تباہ و برباد کر دے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: جَاحَتْهُمُ الجائحة واجْتَاحَتْهُم: آفت نے انہیں تباہ و برباد کر ڈالا۔

جَاحَ اللّٰهُ مَالَه: اللہ نے اس کا مال برباد کر ڈالا یا برباد کر دے۔ اس کا باب بھی قال ہے۔ اَجَاحَهُ کا بھی یہی مطلب ہے یعنی اللہ نے اسے کسی آفت کے ذریعے تباہ و برباد کر دیا۔

ج و د–شَيْئٌ جَيِّدٌ: عمدہ چیز، اس کی جمع جِيَادٌ ہے۔ خلاف قیاس اسے ہمزہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

جَادَ بِمَالِهِ: اس نے مالی سخاوت کی۔ اس کا فعل ومضارع يَجُودُ ہے۔ مصدر جُودٌ ہے اور اسم فاعل جَوَّادٌ. قَوْمٌ جُودٌ: (بروزن هُود) سخی قوم۔

اَجْوَادٌ: (الف مفتوح) اَجَاوِدُ بروزن مَسَاجِدُ، جُوَدَاءُ (بروزن فُقَهَاء) یہ سب جمع کے صیغے ہیں۔ اسی طرح سے امرأة جَوادٌ: (عمدہ وسخی) عورت اور نِسْوَةٌ جُودٌ: (عمدہ وسخی) عورتیں۔

جَـادَ الشَـيْئُ: چیز عمدہ ہوگئی۔ اس کا مضارع يَجُوْدُ اور مصدر جُودَةٌ: (جیم مفتوح اور مضموم دونوں) بمعنی عمدگی۔

الجُـودِيُّ: سرزمین الجزیرہ کی ایک پہاڑی کا نام جس پر حضرت نوحؑ کی کشتی ٹھہری تھی۔ اعمش نے قرآن کی آیت: واستَوَتْ عَلَى الجُودِيِّ: میں

الجُوْدِیُ کی یاء کو بغیر شد کے پڑھا ہے۔

اَجَادَ الشَّیْئَ فَجَادَ: اس نے چیز کو عمدہ بنایا تو وہ عمدہ بن گئی۔ جَوَّدَہُ کا مطلب بھی یہی ہے۔ اس کا مصدر تجویدًا ہے۔

شَاعِرٌ مِجْوَادٌ: (میم مکسور) بہت عمدہ شاعر۔

اَجَادَ النَّقْدَ: اس نے اسے مال عطا کیا۔ اس کا مصدر جیادًا ہے۔

اسْتَجَادَہُ: اس نے اسے عمدہ خیال کیا۔

الجِیْدُ: گردن، اس کی جمع اَجْیَاد ہے۔

ج و ر — الجَوْرُ: سیدھے راستے سے ہٹ جانا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ جَارَ عَنِ الطَّرِیْقِ: وہ راستے سے ہٹ گیا اور جَارَ عَلَیْہِ فِی الْحُکْمِ: اس نے فیصلہ کرتے وقت اس پر ظلم کیا۔

جُوْرُ: ایک شہر کا نام۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

الجَارُ: ہمسایہ۔ کہا جاتا ہے کہ جَاوَرَہُ مُجَاوَرَۃً: وہ اس کا پڑوسی بن گیا۔

جُوَار: (جیم مضموم اور مکسور) بصورت مکسور یعنی جِوار کہنا زیادہ فصیح ہے بمعنی پڑوس۔

تَجَاوَرُوْا اور اجْتَوَرُوْا: ہم معنی لفظ ہے بمعنی وہ ایک دوسرے کے پڑوسی بن گئے۔

المُجَاوَرَۃُ: مسجد میں اعتکاف بیٹھنا۔

امرأۃ الرَّجُلِ جَارَتُہٗ: کسی شخص کی بیوی اس کی جارہ ہے۔[1]

اسْتَجَارَہُ من فُلان: اس نے کسی سے اسے کرائے پر مانگا تو اس نے کرائے پر دے دیا۔

اجَارَہُ اللّٰہُ مِنَ العَذَابِ: خدا اسے عذاب سے نجات دے۔

ج و ر ب — جَوْرَبٌ: جراب یا موزہ۔ اس کی جمع جَوْرَب اور جَوَارِبَۃُ ہے۔

جَوْرَبَہُ فَتَجَوْرَبَ: اس نے اسے موزے پہنائے تو اس نے پہن لئے۔

ج و ز — جَازَ المَوْضِعَ: وہ کسی جگہ گیا یا وہاں چلا۔

اَجَازَہُ: اسے پیچھے چھوڑ دیا یا اس کو قطع کیا۔

اجْتَازَ: طے کیا۔ چلا۔

جَاوَزَ الشَّیْئَ الی غَیْرِہٖ: اس نے چیز کسی اور کو دے دی۔ تَجَاوَزَ کا بھی یہی معنی ہے۔

تَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْہُ: اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے۔

جَوَّزَ لَہُ ما مَنَعَ تَجْوِیْزًا: اس نے اپنے کئے کو اپنے لئے جائز قرار دیا۔

[1] اردو میں بیوی کے معنوں میں لفظ 'جورو' شاید اسی سے ماخوذ ہے۔ (مترجم)

أَجَازَ لَهُ ذٰلِكَ: اس نے اسے اس بات کی اجازت دے دی۔

تَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ: اس نے اپنی نماز میں تخفیف کی۔

تَجَوَّزَ فِي كَلَامِهِ: اس نے بصیغہ مجاز کلام کیا۔ یا مجازًا بات کی۔

جَعَلَ ذٰلِكَ مجازًا الى حَاجته: اس نے اس کو اپنی حاجت روائی کا ایک طریق کار بنالیا۔ یہ کہنا کہ اَللّٰهُم تَجَوَّزْ عَنِّي اور اللّٰهم تَجَاوَزْ عني: دونوں ہم معنی ہیں۔ یعنی اے اللہ ہم سے درگزر فرما۔

الجَوزُ: اخروٹ۔ فارسی سے معرب کلمہ۔ اس کا واحد جَوْزَة ہے۔ اور اس کی جمع جَوْزَات ہے۔

ارض مَجَازَةٌ: (میم مفتوح) ایسی زمین جس میں اخروٹ کے درخت ہوں۔

اجـازَهٗ بِجَائِزَةٍ: اس نے اسے انعام دیا۔

ج و س—جَاسُوْا خلالَ الدِّيَارِ: وہ شہروں کے اندر کی ہر چیز تلاش کرنے داخل ہوگئے۔ جس طرح کوئی حالات و معلومات کی تلاش و طلب کرتا ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اجتاسُوْا کا بھی یہی مطلب ہے۔

جوسق: دیکھئے بذیل مادہ ج ق.

ج و ع—الجُوْعُ: بھوک، سیر شکمی کی ضد کہہ سکتے ہیں۔

جَاعَ يَجُوعُ جُوعًا: بھوکا ہونا یا بھوک لگنا۔

مَجاعَةُ: (میم مفتوح) قحط۔

الجَوعَةُ: (جیم مفتوح) ایک دفعہ کی بھوک۔

قَـوْمٌ جِيَاعٌ وجُوَّعٌ: بھوکے لوگ۔ (جُوَّعٌ بروزن سُكَّرٌ) عَامُ مَجَاعَةٍ (میم مفتوح) اور عـام مَجُوعَةٍ: قحط کا سال (مَجُوعَةٍ میں جیم ساکن)۔

أجَـاعَهُ اور جَوَّعَهُ ہم معنی ہیں یعنی اس نے اسے بھوکا رکھا۔

تَجَوَّعَ: وہ جان بوجھ کر بھوکا رہا۔

ج و ف—جَوْفُ الانسـان: آدمی کا پیٹ۔ اس کی جمع اَجْوَاف ہے۔

الاَجْوَفَانِ: دو جَوْف یعنی پیٹ اور مقعد۔

الجائفة: پیٹ کے اندر تک پہنچنے والا نیزہ یا پیٹ میں گھسنے یا چبھ جانے والا نیزہ۔ پیٹ میں کُھبھ جانے والا نیزہ۔

الجَوَفُ: (جیم اور واؤ مفتوح) کھوکھلا۔ جیسے کہا جائے کہ شَيْئٌ اَجْوَفُ اور شَيْئٌ مُجَوَّفٌ: کھوکھلی چیز یا جس میں اندر سے کھوکھلا پن ہو۔

جَوْقَـةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ج ق.

ج و ل—جَالَ. گھومنا پھرنا۔ چکر لگانا۔

اس کا باب قَالَ ہے۔اور مصدر جَوَلانٌ (واؤ مفتوح)۔

الجَوْلانُ: (واؤ ساکن) شام میں ایک پہاڑی کا نام۔

الاِجَالَةُ: ادارة: گھمانا پھرانا، کام چلانا۔

التِجْوَالُ: گردش کرنا۔گھومنا پھرنا۔

جَوَّلِ فی البِلَادِ: وہ ملک میں گھوما پھرا یا سیر کی۔(جوّل میں واؤ مشدّد)۔

تَجَاوَلُوْا فِی الحرِبِ: انہوں نے جنگ میں ایک دوسرے پر حملہ کیا۔

ج و ن–الجَوْن: سفید اور سیاہ بھی۔یہ کلمات اضداد میں سے ہے جس کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔اس کی جمع جُوْنٌ ہے۔

الجُوْنَة: (جیم مضموم) عطاروں کی چمڑے کی ٹوکری۔شاید یہ کلمہ مہموز ہے یعنی واؤ کی بجائے ہمزہ سے لکھا جاتا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا کہ الجُوْنَةُ چمڑے سے ڈھکی ہوئی یا چمڑا چڑھی ہوئی ایک چھوٹی گول ٹوکری ہوتی ہے جو عطاروں کے پاس ہوتی ہے۔

ج و ہ–الجَاهُ قدر ومنزلت۔

فُلَانٌ ذُوالجَاه: فلاں آدمی صاحب قدر ومنزلت ہے۔

قَدْ اَوْجَهَهُ یاوَجَّهَهُ تَوْجِیْهًا: اس نے اسے وجیہ یعنی خوش شکل بنا دیا۔

ج و ی–الجَوُّ: زمین و آسمان کے درمیان کی فضاء۔وادیوں کی وسیع جگہ۔

الجَوَی: شدت غم کی جلن اور سوزش۔

جَوِیَ: از باب صَدِیَ، اسم فاعل جَوٍ ناپسند کرنا۔

اِجْتَوَیْتُ البَلَدَ: میں نے شہر میں ٹھہرنا پسند نہیں کیا۔چاہے مجھے آرام ہی میسر تھا۔

ج ی ا–الجَیْئُ: اور المَجِیْئُ: آنا۔کہا جاتا ہے: جاء یجیئُ مَجِیئًا اور جَیْئَةٌ بروزن صَیْحَةٌ اس کا اسم الجِیئَةُ بروزن شِیْعَةُ ہے۔اَجَاءَهُ: وہ اسے لے آیا۔

اَجَاءَهُ اِلٰی کَذَا: اس نے اسے مجبور ولاچار کردیا۔محاورہ ہے کہ الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَاءَ بِکَ: اس خدا کا شکر ہے جو تمہیں لے آیا۔یا اَلحَمْدُ لِلّٰهِ اِذْ جِئْتَ: خدا کا شکر ہے کہ تو آ گیا۔البتہ ان معنوں الحمد للّٰه الذی جئتَ نہیں کہنا چاہئے۔

ج ی ر–جَیْرِ: (راء مکسور) عربوں کے ہاں بطور یہ قسم استعمال ہوتا ہے۔اور اس کا معنی برحق اور سچ مچ ہے۔

ج ی ش–الجَیْشُ: فوجی دستہ۔اس کی جمع جُیُوشُ ہے۔

جَیَّشَ فلانٌ: فلاں آدمی نے فوج تیار کر لی ہے۔

استجاشَهُ: اس نے اس سے فوجی مدد مانگی۔

ج ی ف – الجِیفَةُ: مردار۔ سڑی ہوئی لاش کہتے ہیں جَیَّفَ

جَیَّفَ تَجییفًا: وہ مردار ہوگیا۔ اس کی جمع جِیَفٌ ہے اور جمع الجمع الجیاف ہے۔

ج ی ل – جِیلٌ: انسانوں کی نسل۔ مثلاً: تُرک نسل یا رُومی نسل۔

باب الحاء

الحاءُ: حرف ہجاء ممدود و مقصور۔
حائجة: دیکھئے بذیل مادہ ح و ج.
حَائطٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ط.
حَاجَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ج.
حَافَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح و ف.
حَانَة: دیکھئے بذیل مادہ ح ی ن.
حانُوتٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح ی ن.
حاوِیٌ: دیکھئے بذیل مادہ ح ی ا.
ح ب ب — حبّة القَلْبِ: دانۂ دل۔ (بعض کے نزدیک) کہا گیا ہے کہ ثمرۂ دِل الحِبّةُ: (حاء مکسور) صحرا کے ایسے بیج جو خوراک کے کام نہیں آتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فَیَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنبُتُ الحِبّة فی جَمِيْلِ السَّيل: بس یہ اسی طرح اُگتے ہیں جس طرح سیلاب آوردہ کوڑے کرکٹ سے دانے اگتے ہیں۔
الحُبّةُ: (حا مضموم) محبت۔ کہا جاتا ہے: حُبّةٌ و کرامةٌ: ازراہ مہر و محبت اور از راہ کرامت۔
الحُبُّ: (حا مضموم) مٹکا۔ فارسی سے معرب ہے۔ الحُبُّ کے معنی محبت بھی ہے اور اسی طرح الحِبّةُ (حاء مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔
الحِبُّ کا مطلب محبوب اور چہیتا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَحَبَّهُ فَهُوَ مُحَبٌّ اور حَبَّهُ يَحِبُّهُ (حاء مکسور) فهو مَحْبُوبٌ: یعنی دو صیغوں سے اسماء مفعول مختلف آتے ہیں۔
تَحَبَّبَ اِلَيْهِ: وہ اس کی نظروں میں محبوب ہو گیا۔
اِمْرأة مُحِبّةٌ لِزَوْجِهَا: خاوند سے محبت کرنے والی بیوی۔
يُحِبٌّ: چاہنے والا، محبت کرنے والا۔
الاستِحْبَابُ، الاستحسان: محبت پسندی، فضیلت دینا یا ترجیح دینا وغیرہ۔
میرا کہنا ہے کہ اِسْتَحَبَّهُ عَلَيْهِ: اس نے اس کو اپنے پر ترجیح اور اختیار کر لیا۔ اسی سے قول خداوندی: فاسْتَحَبُّوْا العَمٰى عَلَى الهُدَى: پس انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی ہے۔
استحبّهُ: اس نے اسے منسوب جانا۔ اسی مادہ سے لفظ مستحب بمعنی پسندیدہ بنا ہے۔
تَحابُّوا: ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو پسند کیا۔ یا انہوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا۔

الحِبَابُ: (حاء مکسور) مٹکے یا گھڑے۔
المُحَابَۃ: باہم محبت۔
الحُبَابُ: (حاء مضموم) دوستی ومحبت، نیز سانپ۔
حَبَابُ المَـــاءِ: (حا مفتوح) پانی کی بہتات۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب بلبلے ہیں جو پانی کی سطح پر بنتے ہیں۔ انہیں یَعَالِیْلُ بھی کہتے ہیں۔
الحَـبَبُ: (حاء مفتوح) دانتوں کا ایک قطار میں ہونا یعنی ہموار ہونا۔

ح ب ر — الحِبرُ: سیاہی جس سے لکھتے ہیں۔
المحبَرۃُ: دوات (میم مکسور)۔ الحِبر کا مطلب اثر یا نشان۔ حدیث شریف میں آیا ہے: یَخْرُجُ رَجُلٌ من النَّارِ قد ذَهَبَ حِبْرُہُ وَسِبْرُہُ: جو شخص دوزخ سے نکلے گا تو اس کا رنگ اور شکل جاتی رہے گی۔ الفَرَّاء نے حِبْرٌ کا معنی رنگ اور سِبْرٌ کا مطلب ہیئت یعنی شکل وصورت بتایا ہے۔ اصمعی نے اس کا مطلب خوبصورتی، جمال اور ناز ونعمت کی علامت کہا ہے۔
تحبیر الخط والشعر وغیرہ: خط اور بالوں وغیرہ کی آرائش کرنا ہے۔
الحَبرُ: (حاء مفتوح) والحَبُور: سرور اور خوشی۔
حَـبَرَہ: اسے اچھا لگا، یا پسند آیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
حَـبْـرَۃٌ: خوش ہونا۔ (حاء مفتوح)۔ قول خداوندی ہے: وَهُـمْ فِـیْ رَوْضَـةٍ یُحْـبَـرُوْنَ: وہ جنت کے باغات میں خوشیاں مناتے ہوں گے اور عیش وآرام کرتے ہوں گے۔
الحَـبرُ: (حاء مفتوح اور مکسور)۔ احبار کا واحد بمعنی یہودی عالم دین۔
الحِبرُ: (حاء مکسور) زیادہ فصیح ہے، کیونکہ اس سے فُعُولٌ کے وزن پر نہیں بلکہ صرف افعال کے وزن پر جمع آتی ہے۔ الفراء نے اسے مکسور قرار دیا ہے۔ البتہ ابوعُبید نے اسے مفتوح کہا ہے۔ اصمعی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ مکسور ہے یا مفتوح۔
کَـعْـبُ الحِــبـر: چیز بمعنی سیاہی کے ساتھ نسبت کے باعث اس نام سے معروف ہیں، کیونکہ وہ صاحب تصانیف تھے۔
الحِبَرَۃُ: بروزن عِنَبَۃُ: بمعنی چادر یا اس کی جمع حِبَرٌ بروزن عِنَبٌ اور حِبَرات (باء مفتوح) ہے۔

ح ب س — الحَبْسُ: تخلیہ کی ضد بمعنی روکنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
احتَسَبَہُ: اس نے اسے روک لیا۔
احتبس: کا مطلب رکنا بھی ہے، یہ کلمہ لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

تَحَبَّسَ: اپنے نفس کو روک لیا۔
الحُبسَةُ: (حاء مضموم) خاموشی۔
احتَبسَ فَرَسًا فی سبیل اللّٰہ: اس نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ ایک سے اسم مفعول مُحتَبس اور حَبِیس اور حُبسُ بروزن القُفلُ ہے۔ یعنی مال وقف۔

ح ب ش - الحَبَشُ والحَبَشَةُ: (دونوں میں باء مفتوح) سیاہ رنگ لوگوں کی ایک قسم اس کی جمع حُبشَانَ حَمَلٍ وحُملان ہے۔
حُبَیْش: ایک معروف پرندہ۔ بروزن یہ اسم تصغیر کی صورت میں ہے مثلاً: کُمَیت اور کُعَیت.

ح ب ط - حَبِطَ عَمَلُهٗ: اس کا ثواب ضائع ہوگیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے اور حُبُوطًا بھی۔
اَحبَطَهُ اللّٰہُ: اللہ اسے ضائع کردے یا ضائع کر دیا۔
الحَبَطُ: (حاء اور باء دونوں مفتوح) جانوروں کا اس قدر چارہ کھانا کہ اس کے سبب ان کے پیٹ پھول جائیں۔ اور پیٹوں میں فضلہ (یا ہوا) خارج نہ ہو۔ کہا جاتا ہے اس لفظ کا مطلب ہے کہ جانور کا پیٹ ذُرق یا حدقوق نامی گھاس کھانے سے پھول جائے۔ حدیث شریف میں ہے:
وانّ مما یُنبت الربیعُ ما یقتُلُ حَبَطًا اویُلِمُّ: موسم بہار میں ایسے پودے یا گھاس بھی اُگتی ہے جس کے کھانے سے جانور پیٹ پھول کر مرجاتے ہیں یا بیمار ہوجاتے ہیں۔

ح ب ق - عِذق الحُبَیقِ: ردی قسم کی کھجور۔ الحُبَیقِ اسم تصغیر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّهٗ علیه الصَّلوٰۃُ والسلامُ نهٰی عَن لونَین مِنَ التمر الجعرُورِ ولَونِ الحُبیق: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقے میں دو قسم کی کھجور لینے سے منع فرمایا ہے: ایک تمر جعرور سے، دوسرے حُبَیق سے۔

ح ب ک - الحِبَاک والحَبِیکَةُ: میت وغیرہ کے درمیان راستہ۔ حباک کی جمع حُبُک ہے اور حَبِیکَۃُ کی جمع حَبائک ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الحُبُکِ: ستاروں کے راستوں والے آسمان کی قسم۔ الفراء نے کہا کہ الحُبُکُ سے مراد ہر قسم کی چیز کا ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہونا ہے مثلاً: ریت جو ہوا کے چلنے سے بکھر جاتی ہے۔ کھڑے پانی پر ہوا کے چلنے سے ارتعاش یا لہروں کی شکل میں پانی کے بکھرنے کی حالت۔ اسی طرح لوہے کی زرہ میں بھی دندانے حُبُک کہلاتے ہیں۔ گھنگھر بالوں کی

لٹوں کو بھی حُبک کہا جاتا ہے۔ دجّال کے بارے میں وارد حدیث شریف میں ہے کہ شعْرُ هُ حُبُکٌ: یعنی اس کے بال لٹوں والے ہوں گے۔
حَبَکَ الثوبَ: اس نے عمدہ طریقے سے کپڑا بُنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ ابن اعرابی کا کہنا ہے کہ ہر اس چیز کو جسے تو مضبوط بنائے اور اسے اچھے طریقے سے تیار کرے اسے کہا جائے گا کہ اِحْتَبَکْتَهُ.
حدیث شریف میں ہے: اَنَّ عَائشَةَؓ كانَت تَحْتَبِکُ تحت الدِّرْعِ فِی الصَّلوٰة: یعنی حضرت عائشہؓ نماز میں ازار کو مضبوطی سے باندھتی تھیں۔
ح ب ل-الحَبْلُ: رسّی۔ اس کی جمع حِبَالٌ اَحْبلَ ہے۔
الحَبْلُ العَهْدُ اور الحَبْلُ الامَانُ: جوار بمعنی ہمائیگی طرح کلمات ہیں۔ اسی طرح حبل الوصال ہے۔
حَبْلُ الوَرِیْدِ: گردن کی رگ۔
الحُبْلَةُ: بروزن المُقْلَةُ: عضاہ نامی ایک خاردار درخت کا پھل۔ حضرت سعدؓ کی روایت کردہ حدیث ہے: لَقَدْ رأَیْتُنَا مَعَ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم وَمَالنا طَعَامٌ اِلّا الحَبْلَةَ: میں نے دیکھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے تو ہماری خوراک حُبلہ اور ببول کے پتے ہوتے تھے۔
الحَبَل: (حاءمفتوح) حمل۔
قد حَبِلَتِ المراۃ: عورت حاملہ ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
حُبلٰی: حاملہ عورت۔
نِسْوَةٌ حَبَالٰی اور حَبَالِیَاتٌ: (دونوں میں حاءمفتوح) حاملہ عورتیں۔
حَبَلُ الحَبَلَةِ: پیداوار کی پیداوار، جنین کا بچہ۔ حدیث شریف میں ہے: نهی عن حبل الحبلة: اس سے مراد اُونٹنی کے پیٹ کے اندر بچے کے بچے فروخت کرنے کی ممانعت ہے کہ، اس بیع میں غیر یقینی اور دھوکہ ہے۔
الحِبَالَة: پھندا، جس سے شکار کیا جاتا ہے۔
الحَابُوْل الکَرّ: کھجور کے درخت پر چڑھنے کے لئے استعمال ہونے والی رسّی۔
ح ب ا-حَبَا الصبیّ علی اِستہ: بچہ سرین کے بل گھسٹا۔ اس کا باب عَدا ہے۔ حَبَا یَحْبُوْ، حَبْوَةً: بخشا عطا کرنا۔
الحِبَاء: بخشش، عطا۔ حَابی رفی البَیْع: اس نے لین دین میں سہولت برتی یا طرفداری کی۔
ح ت ت-الحَتُّ: گرنا، جھڑنا یا جھاڑنا۔

حَتَّکَ الوَرَقَ مِنَ الغصن: ٹہنی پر سے تیرا پتے جھاڑنا اور کپڑے سے منی وغیرہ کھرچنا۔اس کا باب رَدّ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا کہ الحَتُّ کا مطلب چٹخانا۔ خارش کرنا اور چھال اتارنا ہے۔ جوہری کا کہنا ہے کہ حتّی بروزن فَعْلٰی، الی کی طرح جار ہے یعنی انتہا کے آخر تک۔ اور کبھی یہ واؤ کی طرح حرف عطف ہوتا ہے اور کبھی حرف استناف ہوتا ہے مثلاً: حَتّی مَاءُ دِجْلَةَ اَشْکَل۔ لوگوں میں مروّج کلمہ ''حتّام' دراصل حَتّی ما ہے۔ ماء استفہامیہ سے الف حذف ہوگیا۔ اس کا معنیٰ 'کہاں تک' ہے۔ اس طرح کی تخفیف کی مثال قول خداوندی: ''فَبِمَ تُبَشِّرُون'' وَفِیمَ کُنْتُم' اور عَمَّ یَتَسَائَلُونَ: وغیرہ میں ہے۔

ح ت ف-الحَتْفُ: موت۔ اس کی جمع حُتُوف ہے۔
مَات فلانٌ حتف انفه: جب کوئی قتل سے چوٹ سے نہ مرے اس لفظ سے فعل نہیں بنتا۔

ح ت م-الحَتْمُ: بات یا کام کا مضبوط یا پختہ کرنا۔ حَتْمُ کا معنیٰ قضاء بھی ہے۔ اس کی جمع حُتُومٌ ہے۔
حَتَمَ علیه الشَّیئَ: اس نے اس پر بات لازمی قرار دے دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
الحَاتِمُ: قطعی طور پر طے کرنے والا۔ قاضی۔
الحاتِمُ الغُرابُ الاسود: یعنی کالا کوا کیونکہ یہ لوگوں کے نزدیک فراق کے لئے بدشگونی ہے۔

ح ث ث-حَثَّهُ عَلَی الشَّیئِ: اس نے اسے کسی بات پر اُبھارا۔ اس کا باب رَدّ ہے۔
استحثَّهُ: اس نے اسے برانگیختہ کیا تو وہ برانگیختہ ہوگیا۔
حَثَّثَهُ تحثیثًا اور حَثْحَثَهُ: ہم معنی کلمات ہیں۔
وَلّی حَثِیثًا: وہ تیزی سے مڑا۔
تَحَاثُّوا: انہوں نے ایک دوسرے کو اُکسایا۔

ح ث ل-الحُثَالَةُ: (حاء مضموم)۔ جو، چاول، کھجور اور ہر چھلکے دار اناج کو صاف کرتے وقت جو چھلکا اترتا ہے حُثَالة کہلاتا ہے۔
حُثَالةُ الدُّهن: تیل یا چربی کی تلچھٹ، یعنی ہر چیز کا ناکارہ حصہ۔

ح ث ا-حَثَا فی وجهه التراب: اس نے اس کے منہ پر مٹی ڈالی۔ اس کا باب عَدا اور رمٰی ہے۔ تَحْثَاءً کا بھی

یہی معنی ہے۔

ح ج ب -الحجابُ: پردہ، ستر۔

حَجَبَهُ: اس نے اسے اندر داخل ہونے سے منع کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے الحَجْبُ فی المِیراث مشتق ہے۔ یعنی کسی کو وراثت کے حق سے محروم کرنا۔

المَحْجُوبُ: اندھا۔

حَاجِبُ العین: بھویں، ابرو۔ اس کی جمع حَوَاجِب ہے۔

حاجب الأمِیرِ: امیر کا دربان۔ اس کی جمع حُجّاب ہے۔

حَـوَاجـب الـشَـمس: سورج کے کنارے اور اطراف۔

اِحْتَجَبَ المَـلِکُ عَنِ النَّـاسِ: بادشاہ لوگوں کی نظروں سے در پردہ ہوگیا۔

ح ج ج -الحَجّ: دراصل اس کا معنی قصد اور ارادہ ہے۔ لیکن اصطلاحی معنی مناسک عبادت ادا کرنے کے لئے مکہ کا سفر ہے۔ اس کا باب رَدّ ہے۔ اسم فاعل حَاجّ ہے اور اس کی جمع حُجّ: (حاء مضموم) ہے جس طرح بازل کی جمع بُزّل ہے۔

الحِجّ: (حاء مکسور) اسم ہے۔

الحِجّةُ: ایک بار فریضہ حج کی ادائیگی۔ اور یہ معنی شاذ ہے۔ کیونکہ قیاس کے مطابق تو مفتوح ہونا چاہئے۔

الحَجّةُ: سال۔ اس کی جمع الحَجَج بروزن عِنَبٌ ہے۔

ذُو الحجّة: قمری ہجری سال کا بارہواں مہینہ یا حج کا مہینہ۔ اس کی جمع ذوات الحِجّة ہے۔ ذوات کی جگہ واحد پر قیاس کرکے اس کی جمع ذوُوْ انہیں کہنا چاہئے۔

اَلحَجِیجُ یا الحُجّاج: حاجی حضرات۔ اس کا واحد حَاجّ ہے جس طرح غاز اور غزِیّ ہے یا پیدل چلنے والا کے معنوں میں عادِ اور عَدِیّ ہے۔

امراۃ حاجّة: حاجن، نسوة حوَاجُّ بیتِ اللّٰه: (بیت اللہ کے ساتھ اضافت دے کر) بیت اللہ کی حاجنیں بشرطیکہ انہوں نے وظیفہ حج ادا کیا ہو۔ اور اگر حج نہ کیا ہو اور صرف بیت اللہ کا قصد کیا ہو تو حَـوَاجُّ بیـتَ اللّٰه: (بیت کو منصوب کرکے) کہیں گے۔ کیونکہ ایسے موقع پر آپ حَوَاجّ پر تنوین دیں گے لیکن یہ کلمہ غیر منصرف ہے (اس لئے تنوین نہیں آئے گی)۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ: هـذ ضاربُ زیدٍ اَمْسِ اور ضاربٌ زیدًا غدًا. ضارب سے تنوین حذف کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے مارا ہے اور تنوین کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے ابھی نہیں مارا۔

الحُجّة: دلیل۔ برھان۔

حَاجّهُ فَحَجّهُ: اس نے دلیل دی اور اس پر غلبہ پالیا۔ اس کا باب رَدَّ ہی۔ مثل مشہور ہے کہ: لَجَّ فحَجَّ: وہ بحث میں الجھا اور دلیل سے غلبہ پالیا۔ ایسے شخص کو مِحْجَاج (م مکسور) کہتے ہیں یعنی حُجت باز۔

التَّحَاجُّ: حجت بازی یا جھگڑا کرنا۔

المحجّة: شاہراہ، عام راستہ۔

ح ج ر — الحَجَرُ: پتھر، اس کی جمع قلت أحجار ہے۔ اور جمع کثرت حِجَار ہے اور حِجارۃ جس طرح جمل کی جمع جِمَلة اور ذَکَر کی جمع ذکارۃ ہے لیکن یہ شاذ ہے۔

الحَجَران: سونا اور چاندی۔

حَجَرَ القاضِي: عدالت نے حکم امتناعی جاری کیا۔ یعنی قاضی نے اسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

حِجْرُ الانسان: (حاء مکسور اور مفتوح) اس کی جمع حُجُوْرُ ہے۔ بمعنی انسان کی عقل۔

الحُجْر: (حاء مفتوح، مضموم ومکسور) حرام، مکسور زیادہ فصیح ہے۔ ان کلمات کو قول خداوندی میں: وَحَرْثٌ حِجْرٌ: اور قیامت کے دن مشرک عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے: حجرًا محجورًا: یعنی حرام اور محرّم، بمعنی دُور، دفع۔ مشرکوں کے خیال کے مطابق یہ کلمات کہنے سے اسے نفع ہوگا جس طرح وہ دینوی زندگی میں حرام مہینے میں خوفناک چیز سے بچنے کے لئے حجرًا محجورًا کہہ کر اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے۔

الحُجرۃُ: اونٹوں کا باڑہ، یہی لفظ گھر کے کمرے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں: احتجر حُجرۃً: اس نے اسے حُجرہ بنالیا۔ یا بطور حجرہ کے استعمال کیا۔ اس کی جمع حُجَرٌ ہے جس طرح غُرفَةٌ کی غُرَفٌ ہے۔ اس کی جمع حُجُرَات بھی ہے۔ (جیم مضموم)۔

الحِجْرُ: عقل۔ قول خداوندی ہے: هَلْ فِی ذٰلک قَسَمٌ لِذِی حِجْر: کیا اس میں عقل والوں کے لئے کوئی قسم ہے۔ حِجْر سے مراد حجر کعبہ ہے۔ اس سے مراد خانہ کعبہ کے شمال میں حطیم سے گھری ہوئی جگہ ہے۔ وادی القریٰ میں شام کی جانب منازل ثمود کو بھی الحِجْرُ کہتے ہیں۔ اسی کا ذکر قول خداوندی: کَذَّبَ اَصْحَابُ الحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ میں آیا ہے۔ اور الحِجر: گھوڑی کو بھی کہا جاتا ہے۔

مَحْجِرُ العین بروزن مَجْلس: نقاب میں سے دیکھنے والے حصے کو کہتے ہیں۔

الحَنْجَرۃ: گلا، حلق۔

ح ج ز - حَجَزَهُ: اس نے اسے روکا، فانحجز، تو وہ رک گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الحَجَزةُ: (حاء اور میم دونوں مفتوح) ظالم لوگ، یہ کلمہ حدیث قبلہ میں آیا ہے۔

الحجاز: ملک موجودہ سعودی عرب کا ایک صوبہ۔

احتجز القَوْمُ وانْحَجَزُوا: قوم حجاز میں آئی۔

حُجْــزَة الازار: ازاربند بروزن حُجْرَةٌ. حُجْزَةُ السرويل: شلوار کا ازار باندھنے کی جگہ یا نیفہ یا وہ جگہ جہاں بٹن ہوں۔

ح ج ف: ڈھال کو کہتے ہیں جب وہ صرف چمڑے کی بنی ہو اس میں لکڑی نہ ہو اور اس میں دستہ نہ ہو۔

حَجَــفَــةٌ: چمڑے کی ڈھال اس کی جمع حَجَفٌ ہے۔

ح ج ل - الحِجْلُ: (حاء مفتوح اور مکسور) بیڑی اور پازیب بھی۔

التَحْجِيل: گھوڑے کی سب ٹانگوں یا صرف تین ٹانگوں میں سفیدی کا نشان ہونا یا اس کے پاؤں میں سفیدی تھوڑی ہو یا بہت البتہ یہ سفیدی یعنی کھروں سے تجاوز کر گئی ہو۔ لیکن کونچوں اور گھٹنوں سے نہ بڑھی ہو۔ کیونکہ احجال یعنی پنج کلیاں ہونے کی یہی جگہیں ہیں۔ اور یہی بیڑیوں اور پازیبوں کی جگہ ہے۔ ایسے گھوڑے کو فَرَس محَجل یعنی پنج کلیان گھوڑا کہا جاتا ہے۔

قَدْ حُجِّلَتْ قوائمهُ: (فعل مجہول) گھوڑے کی ٹانگیں سفید ہو گئیں۔ ایسی ٹانگوں کو اَحْجَال کہتے ہیں جس کا صیغہ واحد حَجْلٌ ہے۔

الحَجْلان: (حاء مفتوح) بیڑیوں میں جکڑے ہوئے انسان کی چال۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: حَجَلَ الطَائرُ، يَحْجِلُ: (جیم مکسور و مضموم)۔ پرندہ حجل چال چلا یا پھدک کر چلا۔ اس کا مصدر حَجْلَانًا ہے۔ اسی طرح کونچ کٹا ہوا اونٹ جب تین ٹانگوں پر چلے یا کوئی بچہ ایک ہی ٹانگ پر اچھل کر چلے یا دو ٹانگوں پر اچھل کود کرے۔

الحَجَلَةُ: (حاء اور جیم دونوں مفتوح)۔ اس کی جمع احجال ہے۔ حجلہ عروسی وہ کمرہ جسے دلہن کے لئے پردے، بستر اور کپڑے ڈال کر سجایا جاتا ہے۔

الحَجَلَة: چکور کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع حَجَلٌ، حِجْلانٌ اور حِجْلَى ہے۔

ح ج م - حَجْمُ الشَيْئُ: کسی چیز کی جسامت۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ لَيْسَ لِمِرْفَقِهِ حَجْمٌ: یعنی اس کی کہنی میں

اُبھار نہیں ہے۔

الحَجمُ: پچھنے لگوانے کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اس کا اسم الحِجامة: (حاء مکسور) پچھنے لگوانا ہے۔

المِحجَم والمِحجَمَةُ: پچھنے لگانے کا آلہ یعنی سینگی۔

قَد احتجَمَ مِنَ الدَّمِ: اس نے خون کے پچھنے لگوائے یعنی فاسد خون جسم سے خارج کرنے کے لئے پچھنے لگوائے۔[1]

الحِجام: اونٹ کی ناک میں کوئی چیز ڈال دی جاتی ہے تاکہ وہ کاٹ نہ سکے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ حجم البعیر کہ اس نے اونٹ کو نکیل ڈال دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ ایسا اس وقت کرتے ہیں جب اونٹ جوش کے باعث بدک گیا ہو۔ حدیث شریف میں ہے: کالجمل المحجوم: نکیل ڈالے اونٹ کی طرح۔

حَجَمَهُ عن الشیئ: اس نے اسے کسی کام یا چیز سے روک دیا۔ اس کا باب نَصَرَ فاحُجَمَ یعنی اس نے اسے روکا تو وہ رک گیا۔ لیکن یہ نادر اور شاذ مثال ہے جس طرح کَبَّهُ فاکبّ: اس نے اسے پچھاڑ دیا تو وہ پچھڑ گیا، یا پچھاڑا گیا۔

ح ج ن - المِحجَن: ہاکی کی طرح کا ٹیڑھے سر والا ڈنڈا۔

حَجَنتُ الشیئَ: میں نے کسی چیز کو لکڑی سے کھینچا۔

اِحتَجَنتَهُ: تو نے لکڑی سے اپنی طرف کھینچا۔

الحَجُون: (حاء مفتوح) مکہ کے نزدیک ایک پہاڑی کا نام اور یہ قبرستان ہے۔

ح ج ا - الحِجا: عقل۔

ح د ا - الحِداَةُ: ایک معروف پرندہ، اس کی جمع حِداٌ ہے۔ جس طرح عِنَبَةٌ کی جمع عِنَبٌ ہے۔

ح د ب - الحَدَبُ: مرتفع زمین۔

الحَدَبَةُ: (دال مفتوح) کبڑا پن، قَدْ جَدِبَ ظهره: اس کی کمر کبڑی ہو گئی۔

حَدِبٌ: کبڑا شخص۔ احدودب بھی اسی طرح ہے بمعنی کبڑا۔

اَحدَبَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے کبڑا کر دے (بد دعا) اس کا اسم فاعل اَحدَبُ ہے بمعنی کبڑا شخص۔

ح د ث - الحَدِیث: اطلاع، خبر چھوٹی ہو یا بڑی۔ اس کی جمع ہے احادیث: لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔ الفراء نے کہا کہ ہماری رائے میں احادیث کا مفرد صیغہ اُحدُوثَة: (ہمزہ اور دال مضموم) ہے۔ اسے بعید میں حدیث کی جمع بنا دیا گیا۔

[1] جدید طبی سہولیات کے پیش نظر اب یہ طریق علاج متروک ہو چکا ہے۔

الحُدُوث: (حاء مضموم) کسی چیز کا عدم سے وجود میں آنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
اَحْـدَثَهُ اللّٰه فَحَـدَثَ: اللہ اسے عدم سے وجود میں لایا تو وہ سرزد ہوگیا یا ظہور پذیر ہوگیا۔
الحَـــدَثُ: (حاء اور دال مفتوح)، الحُـدْثٰی بروزن الکُبریٰ.
الحَادِثَةُ اور الحَـدَثَانِ: (حاء اور دال مفتوح) سب ہم معنی کلمات ہیں۔
استحدث خبرًا: اسے ایک نئی خبر ملی۔
رَجُـلٌ حَـدَثٌ: (حاء اور دال مفتوح) نوعمر، نوجوان۔ نوعمری بیان کرنے کے لئے حَـدِیثُ السِّـن کہتے ہیں یا غِلْمَان کہتے ہیں۔
حِـــدْثَـان: اَحْـــدَاث: واقعات۔
المُحَـــادَثَةُ والتَّـحَـادُثُ اور التَّحَـــدُّثُ اور التَّحْـدِیْثُ: معروف کلمات ہیں بمعنی باہم گفتگو کرنا۔
الاُحْدُوثَةُ بروزن اُعْجُوبَةُ: ایسا واقعہ جسے بیان کیا جائے، قصہ۔
المُحَـــدَّث: (دال مفتوح اور مشدّد) حسن ظن والا شخص۔

ح د د — الحَدُّ: دو چیزوں کے درمیان واقع رکاوٹ یا آڑ۔
حَـدُّ الشَّیْئِ: کسی چیز کا آخر۔
قَـدْ حَـدَّ الـدَّار تَحْدِیْدًا: اس نے مکان کی حد بندی کر دی۔
الحَدُّ: روکنا۔ منع کرنا۔ اس لئے دربان اور دارو غہ جیل کو حَدَّاد بھی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ باہر نکلنے سے منع کرتا ہے، یا بیڑیوں کے لوہے کو ٹھیک (درست) کرتا ہے۔
المَحْـدُوْدُ: ممنوع۔ کم نصیب وغیرہ۔ حدود کے اندر بندھا ہوا۔
حَدَّهُ: اس نے اس پر حدّ قائم یا جاری کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسے حدّ یعنی اسلامی شرعی سزا کو اس لئے حدّ کہا گیا ہے کہ یہ عمل حد پانے والے جرم دوبارہ کرنے سے روکتا ہے۔
اُحَـــدَّتِ المــراۃُ: عورت خاوند کے فوت ہونے کے بعد آرائش وزیبائش اور خضاب مہندی لگانے سے رک گئی۔ ایسی عورت کو مُحِدٌّ کہتے ہیں۔ اسی طرح حَدَّتْ ہے۔ اس کا مضارع تَحِدُّ: (حاء مضموم اور مکسور) اور مصدر حِدَادًا (حاء مکسور) ہے اور اسم فاعل حَادٌّ ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ وہ اس کلمہ کی صرف رباعی شکل یعنی اَحَدَّتْ ہی کو جانتا ہے۔
المُحَادَّةُ: مخالفت اور واجب باتوں سے ممانعت ہے۔ اسی طرح التَّحَادُّ کا کلمہ ہے۔
الحَدِیْدُ: معروف دھات لوہا۔ اسے اس

لئے حدید کہا گیا ہے کہ یہ بہت سخت ہوتا ہے۔

حَدُّ کل شیئٍ: ہر چیز کی انتہاء۔

حَدُّ الرَّجُلِ: آدمی کی جرأت و جسارت۔

حَدُّ السَّیْفِ: تلوار کی دھار۔

حَدَّ یَحِدُّ: تیز ہونا، سُیُوْفٌ حِدَادٌ: تیز تلواریں۔

اَلْسِنَةٌ حِدَاد: تیز زبانیں۔ (حاء مکسور)۔

الحِدَاد: کالے اور ماتمی لباس کو بھی کہتے ہیں۔

الحِدَّةُ: گرمی۔ غیظ وغضب کی حالت میں انسان کی کیفیت۔ چنانچہ کہتے کہ حَدَدْتُ علی الرَّجُل: میں کسی شخص پر گرم ہوا یعنی ناراض یا غضبناک ہوا۔ اس کا مضارع اُحِدُّ (حاء مکسور) ہے۔ اس کا اسم مصدر حِدَّةٌ ہے۔ البتہ الکسائی کے ہاں اس کا مصدر حَدًّا (حاء مفتوح) بھی ہے۔

تَحْدِیْدُ الشَّفْرَةِ: چھری تیز کرنا۔ اِحْدَادُھَا اور اِسْتِحْدَادُھَا تینوں کلمات ہم معنی ہیں۔

اَحَدَّ النَّظْرَ اِلَیْهِ وَاحْتَدَّ: اس نے اس کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھا۔ ایسے شخص کو مُحْتَدٌّ کہتے ہیں۔

ح د ر - الحَدُوْرُ: (حاء مفتوح) نیچے اُترنا۔ وہ جگہ جہاں سے کوئی نیچے گرے یا اُترے۔

الحُدُورُ: (حاء مضموم) نیچے اُترنے کا فعل۔

حَدَرَ السَّفِیْنَةَ: وہ کشتی کو نیچے لے گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ ان معنوں میں اَحْدَرَ نہیں کہتے۔ حَدَرَ فِی قِرَائَتِهِ اَوْ فِی اَذَانِهِ: اس نے قرآءت یا اذان دینے میں تیزی سے کلمات ادا کئے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الانْحِدار: لُڑھک جانا۔ اسم ظرف مُنْحَدَر (دال مفتوح) ہے۔

تَحَدَّرَ الدَّمْعُ: آنسو گرایا یا ٹپکا۔

ح د س - الحَدْسُ: ظن و تخمین۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ یَحْدِسُ یعنی وہ جو کچھ کہتا ہے اپنی رائے سے کہتا ہے۔

الحِنْدِسُ: (حاء اور دال مکسور) شدید تاریکی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا۔

ح د ق - حَدَقَةُ العَیْنِ: آنکھ کا بڑا سیاہ حصہ یعنی پتلی۔ اس کی جمع حَدَقٌ ہے۔

التَّحْدِیق: نظر کی تیزی۔

الحَدِیْقَةُ: باغیچہ، درختوں والا۔ قول خداوندی ہے: وَحَدَائِقَ غُلْبًا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیقہ سے مراد ہر احاطہ دار

باغ ہے یعنی جس کے گرد چار دیواری ہو۔
حَدَقُوا بِهِ تَحْدِيقًا اور اَحْدَقُوا بِهِ: انہوں نے اس کا احاطہ کرلیا۔
حِدَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ (و ح د)۔
ح د ا—الحَدْوُ: اونٹوں کی منڈی اور اونٹوں کے گیت اور نغمہ۔
قَدْ حَدَا الاِبِلَ: اس نے اونٹوں کے لئے حدی خوانی کی۔ اس کا باب عَدا ہے۔ اور حُدا: بھی جس میں 'ح' مضموم اور الف ممدود ہے۔
تَحَدَّيْتُ فلانًا: میں نے فلاں شخص کو چیلنج کیا۔
حادی عشر: گیارھواں میں حادی واحد کو مقلوب کر کے بنایا گیا ہے۔ کیونکہ واحد کی تقدیر فاعل ہے یعنی واحد کو مقدر مانا گیا۔ پھر فاء کلمہ یعنی واؤ کو موخر کر کے اسے ماقبل کسرہ کے باعث یاء میں تبدیل کیا گیا اور عین کلمہ یعنی حاء کو مقدم کیا گیا۔ اور اس کی تقدیر پر بجائے فاعل کے عَالِفْ بن گئی یعنی الٹ گئی۔
ح ذ ر—الحَذرُ والحِذْرُ: بچاؤ۔
قَدْ حَذِرَهُ: اس نے اسے بچالیا۔ اس کا باب طرب ہے۔
رَجُلٌ حَذِر: (ذال مکسور اور مضموم) محتاط آدمی۔ اس کی جمع حَذِرُوْنَ ہے اور حَذَارَی (راء مفتوح) ہے۔

التحذِيْرُ: ڈرانا، ڈراوا دینا۔ خبردار کرنا۔
الحِذَارُ وَالمُحَاذَرَةُ: وارننگ۔
قول خداوندی یوں پڑھا گیا ہے: وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حَاذِرُوْنَ: 'حَاذرون' کو حَذِرُون اور حَذُرُوْن (ذال مضموم) بھی پڑھا گیا ہے۔ حَاذِرُوْنَ کا معنی محتاط، ہیبت زدہ ہے اور حَذِرونَ کا معنی خوف زدہ ہے۔
ح ذ ف—حَذَفَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو حذف کردیا یا مٹادیا۔
حَذَفَهُ بالعَصَا: اس نے اسے چھڑی سے مارا، یا اس پر چھڑی دے ماری۔
حَذَفَ رَاسَهُ بالسَّيف: جب کسی نے کسی کو تلوار سے مارا ہو اور اس کا کوئی ٹکڑا کاٹ دیا ہو۔
الحَذَفُ: (حاء اور ذال مفتوح) حجاز کی چھوٹے قد کی سیاہ رنگ بکریاں۔ اس کا واحد حَذَفَةٌ ہے یعنی ایک بکری۔ حدیث شریف میں ہے: حَذَفٍ كانهابَنَاتٌ.
ح ذ ف ر—حَذَافِيْرُ الشَّيْئُ: کسی چیز کا اوپر والا اور ارد گرد کا حصہ۔ اس کا واحد حِذْفَارُ: (حاء مکسور) ہے۔
ح ذ ق—حَذَقَ الصَّبِيُّ القُرانَ والعَمَلَ: بچے نے قرآن اور کام میں مہارت حاصل کرلی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور مصدر حِذْقًا، حِذاقًا: (دونوں

میں حاء مکسور) اور حِذْقًا بھی اس کلمہ کی ایک لغت یا لہجہ ہے۔

حَذِق فُلانٌ فی صَنْعَتِہٖ: فلاں شخص نے اپنے فن میں مہارت حاصل کی یا کمال پیدا کیا۔

حاذِق بَاذِقٌ: ماہر و باکمال۔ 'بَاذِقٌ' حاذق کا اتباع یعنی ہموزن لفظ ہے۔

حَذَق الخَلُّ: سرکہ بہت کھٹا یا ترش ہو گیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

حَذَق فَاهُ الخَلُّ: سرکہ نے اس کے منہ میں چرچراہٹ پیدا کی۔

حَذْلَقَ الرَّجُلُ وتَحَذْلَقَ: (لام زائد) مہارت کا دعویٰ کرنا۔ مہارت کا حقیقت سے زیادہ کا دعویٰ کرنا۔

ح ذ ل - الحُذْل: بروزن القُفْل۔ شلوار یا قمیض کا حاشیہ۔ حدیث شریف میں ہے: هَاتِیْ حُذْلَکِ: دامن پسارو: تو آپ نے اس میں مال ڈال دیا۔

ح ذ م: ہر کام میں تیزی یا جلدی کرنا۔

فَقَدْ حَذَمْتَهُ: تو گویا تو نے اس میں تیزی کی۔ کہا جاتا ہے کہ حَذَمَ فِی قِرَاءَتِہٖ: اس نے تلاوت میں تیزی سے پڑھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: اذا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَاِذا اَقَمْتَ فاحْذِمْ: یعنی جب تو اذان دے تو ٹھہر ٹھہر کر دے اور جب اقامت کہے تو تیزی سے کہہ۔

حَذَامِ قَطَامِ کی طرح ایک عورت کا نام بھی ہے۔

ح ذ ا - حذا النَّعْلَ بالنَّعْلِ: اس نے دو عورتوں میں سے ہر عورت کو اپنی ساتھی عورت پر قیاس کیا۔

حَذَاهُ: وہ اس کے سامنے بیٹھا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

الحِذَاء: جوتا۔

اِحْتَذَی: اس نے جوتا پہنا۔

الحِذَاءُ: اونٹ کا موزہ اور گھوڑے کا نعل۔ حدیث شریف میں ہے: مَعَهَا حِذَاءُ هَا سِقَاءُ هَا: اس کا کھر اور اس کا پانی اس کے ساتھ ہے۔ اس لئے کسی گمشدہ اونٹ کو پکڑنے کی ضرورت نہیں۔

حِذَاء الشَّیْئِ: کسی چیز کا سامنا یا مقابل۔ کہتے ہیں جلس بِحِذَائِہٖ: وہ اس کے مقابل بیٹھا اور حَاذَاهُ: وہ اس کے مقابل ہوا۔ (اس نے اس کے خلاف محاذ قائم کیا)۔

احْتَذَی مِثَالَهُ: اس نے اس کی مثال کی تقلید کی۔ یا اس کے نمونے کی پیروی کی۔

ح ر ب - الحَرْبُ: مؤنث اور مذکر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی: جنگ لڑائی۔

المحراب: صدر مجلس۔ اسی سے محراب مسجد اصطلاح بنی ہے۔ المحْرَاب کا معنی

کمرہ بھی ہے۔ قول خداوندی ہے کہ: فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَاب: پس وہ اپنے کمرۂ عبادت سے نکلے۔ کہا گیا ہے کہ وہ مسجد سے نکلے۔

ح ر ث — الحَرْثُ: مال کمانا۔ اس کی جمع اَحْرَاثٌ ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف ہے کہ: احْرِثْ لدنیاک کانّک تَعِیْشُ اَبَدًا: اپنی دنیا کے لئے اس طرح جدوجہد کر گویا تو نے ہمیشہ رہنا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ حدیث کی بقیہ عبارت یہ ہے کہ واعملْ لا خرتِکَ کانّکَ تَمُوتُ غدًا: اور اپنی آخرت کے لئے اس طرح عمل صالح کر کہ گویا تو نے کل ہی مرجانا ہے۔ فارابی نے اپنی تصنیف دیوان میں یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔

الحَرْثُ: زراعت اور کھیتی کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب نَصَرَ اور کَتَبَ ہے۔

الحَرَّاثُ: کاشت کار۔ حَرَثَ واحْتَرَثَ، زَرَعَ اور ازْدَرَعَ کی طرح۔ اس نے خوب کاشتکاری کی۔ کہتے ہیں: اُحْرُثِ القرانَ: قرآن کو خوب پڑھو۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بروایت ازہری الفراء نے کہا کہ: حَرَثْتُ القرآنَ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے قرآن میں خوب غور وفکر کیا۔ الازہری نے کہا کہ الحَرْثُ کا معنی کتاب کی چھان پھٹک اور اس میں تدبّر کرنا ہے۔ انہیں معنوں میں حضرت عبداللہؓ کا یہ قول ہے کہ اُحْرُثُوا هذا القرآن: ''اس قرآن میں خوب غور وفکر کرو''۔

ح ر ج — مَکانٌ حَرِجٌ وحَرَجٌ: (راء مکسور ومفتوح) تنگ اور گھنے درختوں والی جگہ۔ قول خداوندی میں مستعمل لفظ دونوں طرح پڑھا گیا ہے: ''ضَیِّقًا حَرَجًا''

حَرِجَ صَدْرُهٗ: اس کا سینہ تنگ ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الحَرَجُ کا معنی گناہ بھی ہے۔

الحِرْجُ: (حاء مکسور) بروزن العِلْجُ بھی اس کا ایک لہجہ (لغت) ہے۔

اَحْرَجَهٗ: اس نے اسے گناہ گار کیا۔

التَّحْرِیْجُ: تنگ کرنا۔ تنگی دینا۔

تَحَرَّجَ: وہ گناہ آلود ہوگیا۔

حَرِجَ عَلَیْهِ الشَّیْئُ: اس پر چیز حرام ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ح ر د — حَرَدَ: اس نے قصد کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قَادِرِیْنَ: اور کوشش کے ساتھ صبح سویرے ہی پہنچ گئے گویا (کھیتی) پر قادر ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی 'روکنا' ہے۔

الحَـرَدُ: (راء متحرک)۔غضب وقہر۔ الاصمعی کے دوست ابانصر نے کہا کہ یہ لفظ مخفف[1] ہے۔لہٰذا اس کا باب فَهِمَ ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اسے متحرک کیا جاسکتا ہے۔اس بناء پراس کا باب طَرِبَ ہے۔اس کااسم فاعل حَارِدٌ اور حَرْدَانٌ ہے۔

الحُـرْدِیُّ، القَـصَب: (سرکنڈے کا) بروزن لکُرِدیّ بمعنی نبطـی، یہ لفظ معرّب ہے۔اس کی جمع حَـرَادِیُّ (حاء مفتوح) ہے۔اسے الهُردِیُّ نہیں کہنا چاہئے۔

ح ر ذ ن-الحِرذَوْنُ: (حاء مکسور) نر سوسمار۔ رینگنے والا کیڑا۔

ح ر ر-الحَرُّ: گرمی۔ البَرْد کی ضد۔

الحـرارة: گرمی۔ البرودة کی ضد۔

الحَرَّةُ: سیاہ رنگ کے ایسے جلے ہوئے پتھروں والی زمین جو گویا آگ سے جلے ہوئے ہوں۔اس کی جمع الحِرار ہے۔ (حاء مکسور) اس کی جمع الحَرَّات اور الحرّون بھی ہے جو 'ات' اور 'ون' کے اضافے سے بنائی گئی ہے۔

حَرُّوْن: گویا یہ اِحَرَّةٌ کی جمع ہو۔

الحَرَّان: پیاسا اس کی مؤنث الحَرّٰی ہے یعنی پیاسی،تشنہ۔

[1] یعنی راء متحرک نہیں ہے۔

الحُرُّ: آزاد عَبْدکی ضد۔

حُرُّ الوجهِ: گال،رخسار۔

ساقُ حُرّ: زقُمری۔

اَحْـــرار: بطور سلاد کھائی جانے والی سبزیاں ترکاریاں۔

الحُرَّةُ: شریف زادی، اصیل۔کہا جاتا ہے ناقَة حُرَّةٌ: اصیل اونٹنی۔

الحُرَّةُ: لونڈی کی ضد آزاد عورت۔

طِيْنٌ حُرٌّ: ریت ملے بغیر مٹی۔اس کی جمع حَـــرَائــر ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ الحَرِيْرةُ ہے۔

الحَـرِيْرُ: ریشم۔آٹے کو بھی کہتے ہیں جو دودھ کے ساتھ پکایا جاتا ہے۔

الحَـرُور: (حاء مفتوح) گرم ہوا، جو رات کو چلتی ہے۔دن کو چلنے والی گرم ہوا کو سمُوم کہتے ہیں،رات کو چلنے والی گرم ہوا کو سموم بھی کہتے ہیں۔

حَــرَّ العَـبْـدُ: غلام آزاد ہوگیا۔اس کا مصدر حرارًا (حاء مفتوح) ہے۔ حَــرُّ الـرَّجُـلُ يَحُـرُّ حُـرِّيَّةً: (حاء مضموم) آزاد،اصل آدمی۔

حَرَّ الرَّجُلُ يَحَرُّ حَرَّةً: (حاء مفتوح) آدمی کو پیاس لگی۔ یہ تینوں کلمات ماضی میں مکسورالعین اور مضارع میں مفتوح العین ہیں۔البتہ حَرَّ النَّهارُ: (دن گرم ہوگیا) میں تین تلفظ یالغات ہیں:-

(۱) حَرَرْتَ يا يـومُ: (مفتوح العین ماضی) تَحَرُّ: (مضموم العین مضارع) حَرّاً اسکا مصدر۔

(۲) حَرَرْتَ: (مفتوح العین ماضی) تَحِرُّ (مکسورالعین مضارع) مصدر: حَرًّا.

(۳) حَرِرْتَ: (مکسور العین ماضی) اور تَحِرُّ (مکسور العین مضارع) مصدر: حَـرًّا. الحَـرَارَةُ اور الحَرُوْرُ: الحَرُّ کی طرح دو مصدر ہیں۔ اس میں ایک لغت (لہجہ) اَحَرَّ النَّهارُ: (دن گرم ہوا) بھی ہے۔ الفَرّاء نے کہا کہ: رَجُـلٌ حُـرٌّ، الحُـرُوْرَةُ: (حاء مفتوح اور مضموم)۔

تَحْـرِيْرُ الكتـابِ وغيـره: کتاب وغیرہ کا لکھنا۔

تَحْـرِيْرُ الـرَّقَبة: گردن چھڑانا۔ غلام آزاد کرنا۔

تَحْرِيْرُ الوَلَدِ: لڑکے کا عبادت الٰہی کے لئے اور مسجد کی خدمت کے لئے وقف ہوجانا۔

ح ر ز - الحِرْزُ: قلعہ بند جگہ چنانچہ کہتے ہیں: هٰذا حرز حَرِيْزٌ: یہ بڑی محفوظ جگہ ہے۔ تعویز اور نقش کو حِرْز کہتے ہیں۔ اِحْـتَـرَزَ مِن كَذا: اس نے فلاں سے احتراز (پرہیز) کیا۔

تَحَرَّز مِنْهُ: اس نے اس سے بچاؤ کیا۔

ح ر س - حَـرَسَـهُ: اس نے اس کی چوکیداری یا حفاظت کی۔ اس کا باب کتب ہے۔ تَحَرَّس مِـن فـلان: اس نے فلاں سے اپنا بچاؤ کیا۔ اِحْتَرَسَ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اس نے فلاں سے اپنا بچاؤ کیا۔

الحَرَسُ: حاء اور راء مفتوح) شاہی باڈی گارڈ۔ انہیں حُرَّاس کہتے ہیں۔ اس کا واحد حَرَسِيّ ہے۔ کیونکہ اب یہ اسم جنس بن گیا اور حَرَسِيّ اس سے صفت نسبتی کا صیغہ بن گیا۔ باڈی گارڈ کے معنوں میں حَـارِس کہنا درست نہیں ہے۔ اس صورت میں حارِس صفت نسبتی نہ ہوگا۔

ح ر ش - التَحْرِيش: چھیڑخوانی کرنا، بہکانا، اُکسانا۔ التحراشِ بين الناس یعنی لوگوں کے درمیان چھیڑخوانی کرنا اور بیـن الکـلاب: یعنی کتوں کو ایک دوسرے سے لڑوانا بھی ہے۔

ح ر ص - الحِـرْصُ: طمع، لالچ، بھوک۔

حَـرَصَ على الشَّيْئِ: کسی چیز کی خواہش کرنا۔

حَـرَصَ يَحْـرِص حَـرِصًا فهو حَرِيْص. الحَرْصُ: زخم۔

الحَـارِصـه: ایسا زخم جس سے تھوڑی سی جلد پھٹ جائے۔ الحَرْصَةُ بروزن الضَرْبَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ح ر ض — رَجُلٌ حَرَضٌ: (حاء اور راء دونوں مفتوح) فاسد، ایسا مریض جس کا کپڑوں میں پیشاب اور پاخانہ خارج ہو جائے۔ بوڑھا کھوسٹ۔

میرا کہنا ہے کہ مصنف کے اس قول میں کپڑوں میں نجاست خارج ہونے کا ذکر کرنا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ مفرد بھی ہے اور جمع بھی۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ حَرَضٌ وہ شخص ہے جسے حُزن اور عشق نے پگھلا دیا ہو۔ یہ لفظ مُحْرِض کے معنوں میں ہے۔

قَدْ حَرِضَ: وہ بوڑھا کھوسٹ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَحْرَضَهُ الحُبُّ: محبت و عشق نے اسے ناکارہ کر دیا ہے۔

التَحْرِيض علَى القِتَال: جہاد پر آمادہ کرنا۔ جوش دلانا۔

الحَـرُضُ: (راء ساکن اور مضموم) اشنان جس سے کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔

المِحْرَضَةُ: اشنان کا برتن۔

ح ر ف — حَرْفُ كُلِّ شَيْئٍ: ہر چیز کا کنارہ، دھار۔

حَرْف: حروف تہجی میں سے ایک حرف۔ اس کی جمع حروف ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ: میں علٰی حرف کا معنی ایک ہی طریقہ پر دہ یہ کہ انسان تنگی کے علاوہ آرام اور راحت میں بھی اللہ کی عبادت کرے۔

رَجُلٌ مُحَـارَفٌ: (راء مفتوح) بے وسیلہ اور محروم نصیب انسان، یہ مبارک یعنی بابرکت اور خوش بخت کی ضد ہے۔

قَـدْ حُورِفَ كسب فلان: فلاں انسان تنگ دست ہو گیا۔ گویا روزی نے اس سے منہ موڑ لیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ: مَوْتُ المُؤمِنِ عِرق الْجَبِيْنِ تَلْقٰى عَلَيْهِ البَقِيَةُ مِـنَ الذُنوبِ فَيُحَارَفُ بهـا عِنْدَ المَـوْتِ: یعنی مؤمن کی موت کے وقت اس کی پیشانی عرق آلود ہوتی ہے۔ گناہوں میں جو کچھ گناہ باقی رہ گئے ہوتے ہیں وہ اس سے دُھل جاتے ہیں۔ یعنی موت کے وقت مومن پر جو کچھ سختی ہوتی ہے۔ اس سے اس کے گناہ دھل جاتے ہیں۔

الحُـرْفُ بروزن القُـفْلُ رَشَاد: (ہالوں) کے دانے۔ اسی سے لفظ شَيْئٌ

حِـرِّيفٌ: (راء مشدد اور مکسور) ایسی چیز جس کی تیزی سے زبان جلے۔ اسی طرح بَصَـلٌ حِـرِّيفٌ: تیز پیاز (حاء مکسور) اسے حَـرِّيفٌ (حاء مفتوح) نہیں کہنا چاہئے۔

الحُرفُ: اسم ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں رَجُلٌ مُحَارِفٌ: یعنی بدنصیب انسان، اس کی مال ودولت میں کوئی ترقی نہیں ہوتی۔ یہی مطلب الحِرُفَة (حاء مکسور) کا ہے۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ: لَحِرُفَةُ اَحدِهِمُ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنُ عَيلَتِهِ: میرے لئے تم میں سے کسی ایک کی بدنصیبی اس کی عیالداری سے زیادہ سخت اور ناگوار ہے۔ الحرفة کا معنی صنعت اور کاریگری بھی ہے۔

المُحُتَرِفُ: پیشہ ور کاریگر۔

فُلَانٌ حَرِيُفِيٌّ: فلاں شخص میرا ہم پیشہ ہے۔

تَحَرُّفُ الكَلامِ عَن مواضعه: بات میں تغیر وتبدیلی کرنا۔

تَحُرِيُفُ القَلَمِ: قلم تراشنا۔

مُحَرَّفٌ: بدلا ہوا۔

انُحرَفَ عَنُهُ: وہ اس سے منحرف ہوگیا۔

تَحَرَّفَ وَاحُرَوْرَفَ: وہ ایک طرف جھکا اور رُخ بدلا۔

ح ر ق - الحَرَقُ: (حاء اور راء مفتوح) آگ۔ اس کا معنی احتراق یعنی جلنا بھی ہے جو کپڑے میں رگڑ کی وجہ سے لگ جاتی ہے۔ اور بجھ بھی جاتی ہے۔

اَحُرَقَهُ بالنَّار: اس نے اسے آگ سے جلایا یا داغا۔

حَرَّقَهُ: اس نے اسے خوب جلایا۔ اس میں شدت پائی جاتی ہے۔

تَحَرَّق الشَيُئُ بِالنَّارِ واحترق: اس نے چیز کو آگ سے جلا دیا اور وہ جل گئی۔ اس سے اسم الحُرُقَةُ اور الحَرِيق ہے۔

حَرَقَ الشَيُئَ: (راء بغیر تشدید) اس نے کسی چیز کو ریتی سے تیز کیا یا ایک چیز کو دوسری چیز سے رگڑا۔ حضرت علیؓ نے قول خداوندی کو لَنُحُرِقَنَّهُ پڑھا ہے، یعنی لَنَبُرُدَنَّهُ ہم اسے رگڑیں گے۔

الحُرَاقَةُ اور الحُرَاقُ: کسی چیز میں رگڑ سے آگ لگ جانا۔ عامی لہجے میں اسے تشدید کے ساتھ بولا جاتا ہے۔

الحَرَّاقَةُ: (حاء مفتوح) اور (راء مشدد) ایک خاص قسم کا سمندری جہاز جس میں آگ پھینکنے کی جگہ بنی ہوتی ہے۔ جہاں سے سمندر میں دشمن پر آتش بازی کی جاتی ہے۔

ح ر ک - الحَرَكَةُ: سکون کی ضد۔

حَرَّكَهُ فَتَحَرَّكَ: اس نے اسے حرکت دی تو وہ متحرک ہوگیا۔

مَا بِهِ حَرَاكٌ: اس میں کوئی حرکت نہیں ہے۔

غُلامٌ حَرِكٌ: چاق و چست لڑکا۔ یا ہوشیار لڑکا۔

الحَارِكُ مِنَ الفَرَس: گھوڑے کی

پیٹھ کا اوپری حصہ۔ دو کندھوں کے درمیان کا پیٹھ کا اوپر والا حصہ اسے **الکاهل** بھی کہتے ہیں۔

ح ر م—**الحُرْمُ**: بروزن **القُفْلُ**: اِحرام۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: **کُنْتُ اُطَیِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ لِحِلِّهٖ وحُرْمِهٖ**: میں رسول اللہ ﷺ کو احرام کی حالت اور احرام سے باہر، دونوں حالتوں میں خوشبو ملتی تھی۔

الحُرْمَةُ: تقدس، حُرمت۔ جس کی بے حرمتی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی معنی **المَحْرُمَةُ**: (راء مفتوح و مضموم) کا ہے۔

قَدْ تَحَرَّمَ بِصُحْبَتِهٖ: وہ اس کا ساتھی اور محرم بن گیا یا حُرمت والا بن گیا۔

حُرْمَةُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی۔

رَجُلٌ حَرَامٌ: مُحرم آدمی۔ اس کی جمع **قَذَال** اور **قُذُل** کی طرح **حُرُمٌ** ہے۔ سال کے مہینوں میں سے چار ماہ **حُرُم** ہیں یعنی احترام والے ہیں اور وہ **اَشْهُرُ حُرُمُ** یہ ہیں:-

(۱) ذیقعدہ۔

(۲) ذی الحجہ۔

(۳) محرّم اور؛

(۴) رجب۔

ان میں تین ماہ تو مسلسل ہیں اور ایک ماہ اکیلا ہے۔ عرب (دور جاہلیت میں بھی) ان مہینوں میں لڑائی اور جنگ کو حلال نہ جانتے تھے سوائے دو قبیلوں خثعم اور طے کے یہ دو قبیلے ان مہینوں کی حُرمت کو پامال کرتے تھے۔

الحَرَامُ: حلال کی ضد ہے۔ یہی معنی **حِرْمٌ** کا ہے چنانچہ قرآن کی آیت **وَحَرَامٌ** کی بجائے **وَحِرْمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَکْنَاهَا** بھی پڑھا گیا ہے۔ یہاں **حِرْمٌ** میں حاء مکسور ہے۔ الکسائی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کا معنی واجب ہے۔

الحِرْمَةُ: (حاء مکسور) حدیث شریف میں ہے: **الَّذِیْنَ تُدْرِکُهُم السَّاعةُ تُبْعَثُ علیهم الحِرْمَةُ ویُسْلَبُوْن الحیَاء**: قیامت کے وقت جو لوگ زندہ موجود ہونگے ان پر شہوت پرستی کا غلبہ ہوگا اور ان سے شرم و حیاء کو سلب کر لیا جائے گا۔

وَمَکَّةُ حَرَمُ اللّٰهِ: مکہ اللہ کا حرم یعنی گھر ہے۔ **الحَرَمان** سے مراد دو حرم مکہ اور مدینہ ہیں۔

الحَرَمُ، **زَمَن** اور **زَمَان** کی طرح **الحَرَام** بھی ہوسکتا ہے۔

المَحْرَمُ الحَرَام: ایسا مَحرم جس کے ساتھ نکاح حلال نہ ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں: **هُوَ ذُوْ مَحْرَمٍ منها**: وہ اس عورت کا ایسا محرم ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح

حلال نہیں ہے۔

الْمُحَرَّمُ: ہجری سال کا پہلا مہینہ۔

التَحْرِيم: تحلیل کی ضد۔ حرام کر دینا۔

حَرِيْمُ البئرِ: کنویں کی چار دیواری اور حدود حقوق۔

حَرُمَ الشَيْئُ: چیز حرام ہوگئی۔ حَرُمَتِ الصَّلاة علی الحائضِ: حیض والی عورت پر نماز حرام ہوگئی۔ اس کا مصدر حُرمًا ہے۔ حَرِمَتْ کا بھی یہی معنی ہے اور یہ ایک لہجہ ہے۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

حَرَمَهُ الشَيْئُ: اس نے اسے کسی چیز سے محروم کر دیا۔ اس کا مضارع يَحْرِمُهُ اور مصدر حَرِمًا (راء دونوں صیغوں میں مکسور) جس طرح سَرَقَهُ، يَسْرِقُهُ، سَرِقًا ہے۔ دوسرے مصادر حِرْمَةً، حِرِيْمَةً اور حِرْمَانًا ہیں۔ اَحْرَمَهُ کا معنی بھی اس نے اسے محروم کر دیا ہے۔

اَحْرَمَ الرَّجُلُ: آدمی ماہ حرام میں داخل ہوگیا۔

اَحْرَمَ بالحَجّ والعُمْرَةِ: اس نے حج اور عمرہ کا احرام باندھ لیا کیونکہ اب اس پر کچھ وہ چیزیں حرام ہوگئیں جو احرام باندھنے سے پہلے حلال تھیں مثلاً: شکار اور بیویوں سے مباشرت۔

الاِحْرَامُ بھی التَحْرِيم کا ہم معنی لفظ ہے۔ کہا جاتا ہے: اَحْرَمَهُ وحَرَّمَهُ: اس نے اسے محروم کر دیا۔ قول خداوندی: السَّآئِلُ وَالْمَحْرُوْم: میں حضرت ابن عباسؓ نے المحرام سے مراد الْمُحارَف یعنی کم نصیب لیا ہے۔

ح ر م ل - الحَرْمَلُ: ایک طبی جڑی بوٹی۔

ح ر ن - فَرَسٌ حَرُوْنٌ: اڑیل گھوڑا۔ دوڑنے یا چلنے میں یکدم رُک جائے۔ حَرَنَ از باب دَخَلَ اور حَرُنَ (راء مضموم) بمعنی وہ اڑیل بن گیا۔ اس سے اسم الحِرَان ہے یعنی اڑیل پن۔

حَرَّن: ایک شہر کا نام ہے۔ اس کا وزن فَعَّال ہے۔ اور فَعْلان بھی ہوسکتا ہے۔ اس شہر سے منسوب شخص کو حَرْنانی کہیں گے اور قیاس کے اعتبار سے حَرّانی ہونا چاہئے، جیسا کہ عام لوگوں کے ہاں مروّج ہے۔

ح ر ا - التَحَرِّی: چیزوں وغیرہ میں سزا وار۔ قابل کے اور لائق کے معنوں میں۔

طلب ماهو احرٰی بالاستعمال: اس نے قابل اور لائق استعمال چیز طلب کی یا اس نے وہ چیز طلب کی جو استعمال کے لائق ہو۔ یعنی زیادہ مناسب اور زیادہ سزاوار۔ اس لفظ کا اشتقاق حَرَی اَنْ يَفْعَلَ كَذا: وہ اس لائق ہے کہ یہ کام کرے۔

اور فُلَانٌ يَتَحرَّى كَذا: فلاں شخص یہ کام کرنے کے لائق ہے۔ یا اسے یہ زیب دیتا ہے یا وہ یہ چاہتا ہے۔ قول خداوندی: فَأُولٰئِکَ تَحَرَّوا رَشَدًا: یعنی انہوں نے سیدھے راستے کا قصد کیا یعنی وہ سیدھے راستے پر چلے۔

حِرَاء: (حاء مکسور اور راء ممدود) مکہ شریف کے قریب مشہور پہاڑ۔ مذکر اور مؤنث دونوں صیغے یکساں۔ اگر اسے مؤنث سمجھا جائے تو اس صورت میں غیر منصرف ہے۔

ح ز ب — حِزْبُ الرجل: آدمی کے ساتھی۔ الحِزْبُ کا معنی ورد ہے۔ اور اسی سے اَحْزَابُ القرآن بنا ہے۔ الحِزب کا معنی طائفہ اور گروہ بھی ہے۔

تَحَزَّبوا: انہوں نے جتھا بنالیا۔

الاَحْزَابُ: وہ جتھے اور گروہ جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف جنگ کے لئے جتھابندی کی۔

ح ز ر — الحزر: اندازہ کرنا۔ قیافہ کرنا۔ کہتے ہیں: حَزَرَ الشَّيئ: اس نے چیز یا بات کا اندازہ لگالیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور نَصَرَ ہے۔ اور اسم فاعل حازِرٌ یعنی محتاط و ہوشیار ہے۔

حَــزْرَةُ المَال: مال کا چیدہ یعنی منتخب حصہ۔ اس کے بہترین معنی حصہ ہوتا ہے۔ اس کا وزن حَضْرَةُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: هٰـذا حَـزَرَةُ نَـفْسِي: میرے پاس بہترین چیز یہی ہے۔ اس کی جمع حَزَرَات ہے۔ (زاء مفتوح ہے)۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تَأخُذوا مِنْ حَزَرَاتِ اَنْفُسِ الناس: یعنی لوگوں سے صدقہ و زکوٰۃ کی مد میں ان کی بہترین چیزیں نہ لو۔

حَزِيْرَان: رومی کلینڈر کا ایک مہینہ جو تموز سے پہلے آتا ہے۔

ح ز ز — حَزَّهُ: اس نے اسے کاٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اِحْتَزَّهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

الحَزُّ: کسی چیز میں شگاف۔ اس کا واحد الحَزَّةُ ہے۔

قَدْ حَزَّ العُوْدَ: اس نے لکڑی میں شگاف ڈال دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: الإثْمُ حَوَازُ القُلوبِ: یعنی گناہ وہ ہے جو دلوں میں کھٹکے اور چبھے اور اس پر دل مطمئن نہ ہو۔

حُزَّةُ السَراوِيْلِ: (حاء مضموم) شلوار کا نیفہ۔ حدیث شریف میں ہے: اَخِــذَ بحُــزَّتِـهِ: اُس کی گردن پکڑ کر۔ اور یہ بطور تشبیہ ہے۔

الحَزَازُ: سردرد اس کا واحد حزازۃ ہے۔

الحزازةُ: کا معنی دل میں غصے وغیرہ کے باعث درد ہونا بھی ہے۔

ح ز ق — الحزق: اور الحِزْقَةُ: لوگوں

مجموعہ، پرندوں کا غول اور درختوں کا جھنڈ۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَّهُمَا حِزْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَّافٍ: گویا وہ پر بستہ پرندوں کے دو غول یا جھنڈ ہیں۔

الحازق: وہ شخص جس کا موزہ یا جوتا اسے تنگ ہو، ضرب المثل ہے: لَا رَأْيَ لِحَاقِنٍ وَلَا لِحَازِقٍ: یعنی ایسے شخص کی رائے جس کے پاؤں میں جوتا تنگ ہو اور اسے پریشان کر رہا ہو اور اس شخص کی رائے میں جس نے پیشاب روک رکھا ہو اور اس وجہ سے پریشان ہو، کوئی وزن نہیں ہوتا۔ یعنی اسے مضطرب الحال شخصوں کی رائے کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

ح ز م — حَزَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو باندھ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ الحَزْمُ کا معنی انسان کے ضبط وتحمل اور اعتماد واحتیاط بھی ہے۔

قَدْ حَزُمَ الرَّجُلُ: آدمی نے احتیاط برتی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اور اسم فاعل حازِم یعنی محتاط شخص ہے۔

احتزم اور تحزّم: یعنی کمر بستہ ہونا۔

الحُزْمَةُ: لکڑیوں وغیرہ کا گٹھا۔

حِزَامُ الدَّابَّةِ: چوپائے کا تنگ۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی سے حِزَامُ الصَّبِيِّ فِيْ مَهْدِهٖ محاورہ ہے: یعنی بچے کا حزام پنگھوڑے میں ہے۔ مَحْزِمُ

الدَّابَّةِ: بروزن مَجْلِس: جانور پر تنگ کسنے کی جگہ۔

الحَيْزُوْمُ: سینے یا چھاتی کا وسط اور جہاں پٹی باندھی جاتی ہے۔

حَيْزُوْم: گھڑ سوار ملائکہ کے ایک گھوڑے کا نام ہے۔

ح ز ن — الحُزنُ: اور الحَزَنُ: سرور وخوشی کی ضد۔

قَدْ حَزِنَ: وہ دکھی ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور مصدر حُزْنًا۔ اس کا اسم فاعل حَزِنٌ اور حَزِينٌ ہے یعنی دکھی اور غم زدہ۔

اَحْزَنَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی نے دکھی کر دیا۔

حَزَنَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ جس طرح أسلكه اور سَلَكَهُ ہم معنی لفظ ہیں۔ اور اس کا اسم مبنی پر مجہول مَحْزُوْنٌ ہے۔

حَزَنَهُ: قریش کی لغت یعنی لہجہ ہے۔ اور اَحْزَنَهُ: قبیلہ تمیم کی لغت یعنی لہجہ ہے۔ قراءت میں دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

اِحْتَزَنَ اور تَحَزَّنَ ہم معنی ہیں۔

فُلَانٌ يَقْرأ بِالتَّحْزِيْنِ: فلاں شخص نہایت سوز وگداز کے ساتھ پڑھتا ہے۔ یا فلاں کی آواز میں بڑا سوز ہے۔

الحَزْنُ: زمین کا سخت ہونا۔

فيها حُزُونَةٌ: اس میں سختی ہے۔

ح ز ا — حُزْوَى: (حاء مضموم)۔ ریت کے

ٹیلوں میں سے ایک بڑا ٹیلہ جو دوسرے ٹیلوں سے بہت زیادہ بلند ہو۔

ح س ب - حسبهٔ: اس نے اس کو گنا یا شمار کیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور کتب ہے اور مصدر حَسابًا اور حِسابًا (حاء مکسور بھی) نیز حُسبانًا (حاء مضموم بھی)۔

محسوب: معدود۔ شمار کیا ہوا یا گنا ہوا۔

حَسَبٌ: فَعَلٌ بمعنی مفعول، جس طرح نفض بمعنی منقوض، اسی سے لوگوں کا یہ قول ہے: لِيَكُنْ عَمَلُكَ بِحَسَبِ ذٰلِكَ: (حاء مفتوح)، تیرا کام اس کے مطابق ہونا چاہیے۔

الحَسَبُ: خاندان یا سلسلہ نسب جس پر انسان فخر کرتے ہیں۔

حَسَبُهٗ: کا معنی دِينُه (اس کا دین) اور مالُه (اس کا مال) بھی ہے۔

الرجل الحَسِبُ: حسب ونسب والا انسان۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ: حسب اور کرم کی دو صفات تو خاندانی تعلق کے بغیر خود اپنی ذاتی بھی ہو سکتی ہیں۔ لیکن شرف اور مجد کی دو صفتیں خاندانی ہوتی ہیں۔

حسبُكَ دِرْهَمٌ: تجھے ایک درہم کافی ہے۔

شَيْئٌ حِسَابًا: کافی چیز۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی: عَطَآءً حِسَابًا: ہے یعنی کافی بخشش۔

الحُسْبَان: کا معنی عذاب بھی ہے۔

حَسِبْتُهٗ صَالِحًا: میں نے اسے نیک و پارسا سمجھا۔ یہاں سین مکسور ہے۔

اَحْسِبُهٗ: (سین مفتوح اور مکسور)۔

مَحْسِبَةً: (سین مفتوح اور مکسور)۔

حِسْبَانًا: (حاء مکسور)، خیال کرنا۔ گمان کرنا۔

ح س د - الحَسَدُ: اپنے محسود (دشمن) کے مال و دولت اور نعمت کا زوال چاہنا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ الاخفش نے کہا کہ بعض لوگ اسے يَحْسِدُه: (سین مکسور بھی کہتے ہیں اور اس کے مصدر کو حَسَدًا: (حاء اور سین دونوں مفتوح) کہتے ہیں۔

حَسَدَهٗ عَلَى الشَّيْئِ اور حَسَدَهُ الشَّيْئَ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اسے کسی سے کسی چیز پر حسد ہوا، یا حسد کیا۔

تَحَاسَدَ القومُ: قوم ایک دوسرے کی حاسد ہوگئی۔

قَوْمٌ حَسَدَةٌ: حاسد قوم۔ جس طرح حامل اور حملہ ہے۔

ح س ر - حَسَرَ كُمَّهُ عَنْ ذِرَعِهٖ: اس نے اپنی آستین چڑھائی یعنی آمادہ ہوا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الإنحسار: انکشاف، کھل جانا۔

حَسَرَ البَعِيْرُ: اونٹ تھک گیا۔ حَسَرَهُ

غَیرُہٗ: اسے کسی (اور) نے تھکا دیا۔
اسْتَحْسَرَ: کا معنی بھی 'تھکا دیا' ہے۔
میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: مَلُوْمًا مَحْسُوْرًا اور دوسرا قول خدوندی: وَلَا یَسْتَحْسِرُوْن: میں حَسَر انہیں معنوں میں آیا ہے۔
حَسَر بَصَرُہٗ: اس کی نظر تھک گئی اور دور فاصلے کو دیکھنے سے منقطع ہوگئی وغیرہ۔ اس کا اسم فاعل حَسِیٌ ہے۔
حَسَّرَہٗ غیرُہ: کسی نے اُسے تھکا مارا۔ اس کا مصدر تحسیرًا ہے۔
التَّحَسُّر: حسرت زدہ ہونا۔
رَجُلٌ مُحَسَّرٌ بروزن مُکَسَّر: حسرت کا مارا ہوا انسان یا دکھوں کا مارا ہوا شخص۔
حدیث شریف میں ہے: اصْحَابُہٗ مُحَسَّرُوْنَ: یہاں محسّرون کا معنی محقّرون: حقارت زدہ ہے۔
بَطْنُ مُحَسِّر: (سین مکسور) ومشدّد۔ مقام منٰی کے پاس ایک جگہ کا نام ہے۔
ح س س - الحِسُّ والحَسِیْسُ: سرسراہٹ، بہت آہستہ آواز۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَها: میں لفظ حسیسها ہے۔
حَسُّوْهُمْ: انہوں نے انہیں جڑ سے اکھاڑ مارا۔ اور اس کا باب رَدَّ ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی: اِذْ تَحُسُّوْنَهم بِاِذْنِهٖ: ہے۔
حَسَّ الدَّابَّةَ: اس نے چوپائے کو کھر کھرا کیا۔ اس کا باب بھی رَدَّ ہے۔
المِحَسَّةُ: (میم مکسور) بمعنی فرجون معنی کھر یرا وہ برش جس سے گھوڑے کے جسم پر مالش یا صفائی کی جاتی ہے۔
الحَواسُّ: انسانی بدن میں موجود محسوس کرنے کی اہلیت وصلاحیت۔ جو پانچ ہیں اور حواس خمسہ کہلاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ سمع، بصر، شم، ذوق اور لمس یعنی سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی حس۔
اَحَسَّ الشَّیْئَ: اس نے محسوس کیا۔ الاخفش کا کہنا ہے کہ اَحَسَّ کا معنی اس نے گمان کیا۔ یا 'پایا' ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی: فَلَمَّا اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ: جب حضرت عیسیٰؑ نے ان میں کفر و نافرمانی محسوس کی یا پائی۔
حَسَّان: نام اگر اس لفظ کو حِسّ سے فَعْلَان کے وزن پر مشتق مانیں تو اس پر جر نہیں آتی لیکن اگر اسے حُسن مادہ سے فعّال کے وزن پر مشتق مانیں تو اس پر جر آسکتی ہے۔ کیونکہ اس حالت میں نون اصلی ہوگی۔
ح س ک - الحَسَکُ: چبانا۔
حَسَکُ السعدان: ایک خار دار

پودے کا چبانا۔ اسے زیادہ تر اونٹ کھاتا ہے۔

ح س م–الحَسمُ: اس نے اسے قطع کیا۔ (اس کا باب ضَرَبَ ہے)۔
فَانحَسَمَ تو وہ کٹ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ اُتِیَ بِسَارِقٍ، فَقَالَ اقطَعُوهُ ثُمَّ احسِمُوهُ: حضور ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا (ہاتھ) کاٹ دو اور اس کا حسم کرو، یعنی اسے آگ سے داغ دو تا کہ اس سے خون بہنا بند ہو جائے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: عَلَيكُم بالصَّوم فَاِنَّهُ مُحسَمَةٌ للعرقِ ومذهبةٌ الا شرِ: یعنی روزے رکھا کرو کیونکہ تم ضرور روزے رکھا کرو ایسا کرنا شہوت کی رَگ کو کاٹ دینے والا اور طاقت کو کم کرنے والا ہے۔ قول خداوندی: وَثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ حُسُومًا: میں حُسُومًا سے مراد 'مسلسل' بتائی گئی ہے۔
الحُسُومُ کا معنی منحوس اور بدشگون بھی بتایا گیا ہے۔
اللَّيَالِی الحُسُومُ: اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ راتیں لوگوں سے بھلائی کو ختم کر دیتی ہیں یا منقطع کر دیتی ہیں۔
الحُسَامُ: کاٹ دار تلوار۔
حِسمٰی: (حاء مکسور) بادیہ میں ایک جگہ کا نام۔ اس کا ذکر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں آیا ہے۔

ح س ن–الحُسن: خوبصورتی۔ قُبح یعنی بدصورتی کی ضد۔ اور اس کی جمع مَحاسِن ہے۔ اور قیاس کے خلاف ہے کیونکہ قیاسًا تو یہ مَحسَن کی جمع معلوم ہوتی ہے۔
قَد حَسُنَ الشَّیئُ: (سین مضموم) چیز خوبصورت ہوگئی، یا اچھی ہوگئی اس کا مصدر حُسنًا ہے۔
رَجُلٌ حَسَنٌ: اچھا آدمی۔
اِمرَأةٌ حَسَنَةٌ: اچھی عورت۔ امراةٌ حَسنَاءُ بھی کہا گیا ہے بمعنی خوبصورت یا اچھی عورت۔ لیکن رَجُلٌ اَحسَنُ نہیں کہہ سکتے۔ یہ ایسا اسم ہے جس کے مذکر کے صیغے کے بغیر ہی مؤنث کا صیغہ بنایا گیا ہے۔ جس طرح غُلَامٌ اَمرَدُ کی مؤنث جارِيةٌ مَردَاءُ نہیں کہتے۔ لہٰذا یہ ایسا مذکر ہے جس کا مؤنث کا صیغہ نہیں ہے۔
حَسَّنَ الشَّیئَ: اس نے کسی چیز کو خوبصورت بنایا یا اس کی تحسین و تعریف کی۔ اس کا مصدر تحسینًا ہے۔
اَحسَنَ اِلَيهِ وبِهِ: اس نے اس پر احسان کیا۔
هُوَ يُحسِنُ الشَّیئَ: وہ چیز یا کام جانتا ہے یعنی کام میں ماہر ہے۔

يَسْتَحْسِنُهُ: وہ اسے اچھا سمجھتا ہے یا شمار کرتا ہے۔

الْحَسَنَةُ: السَّيِّئَةُ کی ضد ہے۔ نیکی، برائی کی ضد۔

الْمَحَاسِنُ: خوبیاں الْمَسَاوِی: خرابیوں کی ضد۔

حَسَّان: آدمی کا نام۔ اگر اسے فَعَّال کے وزن پر حُسْن سے مشتق بنائیں تو اس پر جر آتی ہے اور اگر اسے الْحَسّ سے فَعْلان کے وزن پر مشتق بنائیں بمعنی کسی کو قتل کرنا یا کسی چیز کا احساس کرنا تو اس پر جر نہیں آئے گی۔

ح س ا — حَسَا: سالن، شوربا۔ اس کا باب عدا ہے۔

الْحَسُوَ: بروزن فَعُوْل: ایک مشہور کھانا، اسی طرح الْحَسَاءُ بھی ایک خاص قسم کے کھانے کا نام اس لفظ میں حاء مفتوح اور الف آخر کا ممدود۔

رَجُلٌ حَسُوٌّ: حسو خور شخص۔

حَسَا حَسْوَةً وَاحدةً: اس نے ایک گھونٹ بھرا۔ اس لفظ میں بھی حاء مفتوح ہے۔

فِی الِنَاءِ حُسْوَةٌ: (حاء مضموم) ہانڈی میں گھونٹ بھر سالن یا شوربا ہے۔

احْسَيْتُهُ: میں نے اسے حسو (شوربا) پلایا تو اس نے پی لیا۔ اور احساهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَحَسَّاهُ: اس نے ٹھہر ٹھہر کر حسو پیا۔

ح ش د — حَشَدُوْا: وہ اکٹھے ہو گئے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہی معنی احْتشدُوْا کا اور تَحَشَّدُوا کا ہے۔ اور میرے نزدیک حَشْدٌ مِنَ النَّاسِ کا معنی لوگوں کا ایک گروہ ہے۔ حَشْدٌ فَلْسٌ کے وزن پر ہے۔ اور اصلاً یہ مصدر ہے۔

ح ش ر — الْحَشَرَةُ: (حاء اور شین مفتوح) اس کی جمع الْحَشَرَات ہے۔ زمین کے کیڑے مکوڑے۔

حَشَرَ النَّاس: اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ انہیں معنوں میں يَوْمُ الْحَشْرُ ہے۔ عکرمہ نے قول خداوندی: وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ: کے بارے میں کہا ہے کہ حَشْر کا معنی موت ہے۔

الْمَحْشِر: (شین مکسور) اکٹھے ہونے کی جگہ۔

الْحَاشِرُ: نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک اسم حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد، احمد، الماحِی (میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا)، الحاشِرُ: (لوگوں کو اپنے نقوش پا پر جمع کروں گا) اور العَاقِب۔

ح ش ش –الحُشُّ: (حاء مفتوح و مضموم) باغ۔ اس کا معنیٰ المخرج یعنی قضائے حاجت کے لئے باہر کی جگہ بھی ہے کیونکہ لوگ قضائے حاجت کے لئے باغوں میں جایا کرتے تھے۔ اس کی جمع حُشمُوش ہے۔

الحشیش: خشک بھنگ۔ سبز بھنگ کو حشیش نہیں کہتے۔

المَحَش: وہ جگہ جہاں بھنگ کثرت سے ہو۔ (میم اور حاء مفتوح)۔

المِحَشّ: (میم مکسور) درانتی۔ جس سے بھنگ کاٹی جاتی ہے۔ اور وہ برتن جس میں حشیش ڈالی جاتی ہے (میم مفتوح اور مکسور ہے لیکن مفتوح زیادہ عمدہ صورت ہے)۔

حَشَّ الحشیش: اس نے بھنگ کاٹی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اَحَشَّہُ: اس نے بھنگ کو ڈھونڈا اور اکٹھا کیا۔

الحَشَّاشُ: (شین مشدّد) وہ لوگ جو بھنگ کاٹتے ہیں۔

حَشقُّ فَرَسَہُ: اس نے گھوڑے کے آگے بھنگ ڈال دی۔ اس کا باب بھی ردّ ہے۔ ضرب المثل ہے: اَحُشُّکَ وَتَرُوثُنِی: میں تو تجھے گھاس یا چارہ دیتا ہوں اور تو مجھ پر لید کرتا ہے۔ اور اگر اَحُسُّکَ کہیں یعنی شین کی بجائے سین کے ساتھ تو یہ بھی بعید نہیں۔

أحشَّتِ المَرْأۃُ فھی مُحِشٌّ: جس عورت کے پیٹ میں بچہ سوکھ جائے۔ اس لفظ کی ایک اور لغت یعنی لہجہ بھی ہے جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔

حَشَّ ولدُھَا فی بطنِھا: اس عورت کا بچہ اس کے پیٹ میں سوکھ گیا۔ ابو عبید نے کہا کہ بعض کا قول ہے کہ حُشَّ میں حاء مضموم ہے۔

ح ش ف –الحَشَفُ: ردّی ترین کھجور۔ مثل مشہور ہے کہ أحشفًا وسُوْء کیلۃ: کہ کھجور ردّی بھی اور تول میں بھی بری۔

ح ش م: ابو زید کے قول کے مطابق حشمہُ اور اَحْشَمَہُ ہم معنیٰ لفظ ہیں، بمعنی اس نے اسے اذیت دی اور غضبناک کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ ابن الاعرابي کے قول کے مطابق حَشَمَہُ کا معنیٰ اس نے اسے شرمندہ کر دیا اور اَحْشَمَہُ کا معنیٰ اس نے اسے غضبناک کر دیا۔ اس کا اسم الحِشْمَۃُ ہے۔ جس کا معنیٰ شرمندہ کرنا ہے۔ اسی سے احشمہُ اور احتشم ہم معنیٰ لفظ ہیں۔

حَشَمُ الرجُلِ: آدمی کے نوکر چاکر جو اس آدمی کی وجہ سے دوسروں پر غضبناک

ہوں۔ انہیں اسی لئے اس نام سے پکارا جاتا ہے۔

ح ش ا—حَشَا الوِسَادَةَ: اس نے تکیہ وغیرہ میں روئی یا کوئی اور چیز بھر دی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

الحائض تَحْتَشِيَ ما بِكُرسُف: حائضہ عورت روئی باندھ لیتی ہے تا کہ خون رُک سکے۔

الحَشا: پسلیوں کے اندر کی چیز یعنی آنتیں وغیرہ۔ اس کی جمع اَحْشَاءُ ہے۔

حِشْوَة البَطْنِ: (حاء مکسور و مضموم) پیٹ کے اندر کی آنتیں۔

الحَاشِيَةُ: حاشیہ، کنارا، اس کی جمع حَوَاشي ہے۔

حواشي الثَّوب: کپڑے کے کنارے۔

عَيْشٌ رَقِيْقُ الحَوَاشِي: وافر اور آسان روزی یا زندگی۔

الحَشِيَّةُ: گدی، روئی بھرا بستر۔ اس کی جمع حَشَايَا ہے۔ اور وہ گدی بھی جو عورتیں سرینوں پر باندھتی ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری کا قول ہے کہ الحشيةُ سے مراد بھرا ہوا بستر ہے۔

الحَشْوُ: بستر وغیرہ میں بھرائی کی چیز۔

حَاشَاكَ اور حَاشَا لكَ ہم معنی لفظ ہیں بمعنی خبردار رہو۔ کہا جاتا ہے:

حاشا للهِ: اس کا معنی ہے خدا کی پناہ۔ قرآن کریم کی کتابت کے اتباع میں اس لفظ کو حَاشَ اللهِ پڑھا جاتا ہے بمعنی حَاشَ کو بغیر الف کے ورنہ اصل میں یہ لفظ حاشا (شین کے بعد الف کے ساتھ) ہے۔

حَاشَي: حرف استثناء بھی ہے، بطور حرف بھی اور بطور فعل بھی۔ فعل کی صورت میں یہ ناصب ہوگا مثلاً: ضَرَبْتُمْ حَاشَي زيدًا، اور اگر اسے حرف کے طور پر استعمال کیا جائے تو پھر یہ حرف جار ہوگا۔ سیبویہ کا قول ہے کہ حاشی حرف جر کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ فعل ہوتا تو 'ما' کا صلہ ہوتا جس طرح کے خلا میں ہے۔ چونکہ جاءَ فِي القوم ما حاشي زيدًا کہنا ممنوع ہے۔ یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ فعل نہیں۔ المبرد کا کہنا ہے کہ یہ لفظ فعل ہوسکتا ہے۔ اس پر اس نے نابغہ کے اس شعر سے استدلال کیا ہے:

وَلَا اَرَى فَاعِلًا فِي النَّاس يُشبِهُهُ
وَمَا اُحَاشِي مِن الْاَقوَم مِنْ اَحدِ

اس لفظ کا منصرف ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ فعل ہے۔ کیونکہ کہا یوں جاتا ہے حَاشا لِذَيْدٍ اور یہ جائز نہیں کہ ایک جر دوسرے حرف جر پر آئے۔ البتہ یہ جائز ہے کہ حذف پر حرف جر داخل ہو مثلاً:

خَاشَ لِلَذِیذِ اور حذف صرف اسماء اور افعال میں واقع ہوتا ہے نہ کہ حرف جر پر۔

ح ص ب — الحَصْبَاء: (الف ممدود)، کنکر، پتھر۔ اسی سے لفظ المُحَصَّبُ مشتق ہے اور یہ مقام منیٰ میں کنکر مارنے کی جگہ کا نام ہے۔

الحَاصِبُ: تندو تیز ہوا جو ریت اور کنکر پتھر کو اڑا کر لے جائے۔

الحَصَبُ: (حاء اور صاد مفتوح) ایندھن جو آگ میں جلانے کے لئے ڈالا جاتا ہے۔ آگ میں جو چیز بھی جھونکی یا ڈالی جائے اس کے لئے حَصَبْتَهَا بِهِ کہیں گے یعنی تو نے اسے آگ میں جھونک دیا۔ اور اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ح ص د — حَصَدَ الزَرْعَ: اس نے فصل کاٹی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس سے اسم مفعول محصود، حَصِیْدٌ اور حَصِیْدَةٌ، حَصَدٌ (حاء اور صاد مفتوح) ہے۔ حدیث میں مذکور حَصَائد الألسِنَةِ سے مراد لوگوں میں کی جانے والی باتیں اور ان کے اچھے یا برے نتائج ہیں۔

المِحْصَدُ: درانتی۔ وزن اور معنی ہر دو کے لحاظ سے المِنْجَلَ کی طرح اَحْصَدَ اَلذرْعُ واستحصَدَ: فصل کاٹنے کا وقت آگیا۔

هٰذا من الحَصاد: (حاء مکسور و مفتوح) یہ فصل کی کٹائی کا وقت ہے۔ (حاء پر زیر اور زبر)۔

ح ص ر — حَصَرَهُ: اس نے اس کا گھیرا تنگ کر دیا یا اسے محصور کر دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الحَصِیْرُ: تنگ دل اور بخیل۔ الحصیر البَادِیَةُ اور الحَصِیْرُ بھی قید خانہ کو کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ الْكَافِرِیْنَ حَصِیْرًا: ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا دیا۔

الحَصَرُ: معذوری، لاچاری۔ اس کا معنیٰ ضیق الصدر یعنی سینہ کی گھٹن کی بیماری بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حَصِرَ صَدْرُهُ: اس کا سینہ تنگ ہو گیا یا وہ گھٹن کا شکار ہوا۔ ان دونوں فعلوں کا باب طَرِبَ ہے۔ جہاں تک قول خداوندی: حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ: کا تعلق ہے (ان کے سینے تنگ ہو گئے) تو الاخفش اور کوفیوں کے نزدیک یہ بات جائز ہے کہ ماضی کے صیغے کو حال بنایا جائے۔ لیکن سیبویہ نے اسے جائز نہیں قرار دیا سوائے اس کے کہ اس سے پہلے قَدْ اور جَعَلَ لگا دیا جائے۔ اور بطور بددعا کے قد یا جعل حَصِرَت صُدُورهم: کہا جائے۔ جس کسی کو کسی بات یا چیز سے روکا جائے

اور وہ اس کام کے کرنے پر قادر نہ ہو تو کہیں گے کہ: حَصِرَ عَنْهُ: یعنی وہ اس سے عاجز ہو کر رہ گیا، لہٰذا کہا جاتا ہے کہ: حَصِر فی القراءة: وہ قراءت میں عاجز ہو کر رہ گیا یا حَصِرَ عن اهله: وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ملنے سے رہ گیا۔

الحُصْرُ: پیٹ کی گھٹن یا درد یا گانٹھ پڑ جانا۔ ابن السکیت نے کہا کہ اَحْصَرَهُ المَرَضُ: بیماری نے اسے سفر کرنے سے روک دیا یا بیماری نے اسے اپنا مقصود حاصل کرنے سے روک دیا۔ قول خداوندی ہے کہ: فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ: اگر تم سفر کرنے سے روک دیئے جاؤ۔

قَد حَصَرَهُ العَدُوُّ: دشمن نے اس کا محاصرہ کر لیا اور گھیرا تنگ کر دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

حَاصَرَهُ مُحَاصَرَةً وَحِصَارًا: انہوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ الاخفش نے کہا کہ: حَصَرْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو قید کر لیا، ایسے کو محصور کہیں گے۔

اَحْصَرَهُ بَوْلُهُ او مَرَضُه: پیشاب یا بیماری نے اسے اپنے آپ کو روکنے پر مجبور کر دیا۔ ابو عمرو نے کہا کہ: حَصَرَهُ الشَّیْئُ وَاَحْصَرَهُ کا معنی، اسے کام یا کسی بات نے روک دیا۔

ح ص ر م – الحِصْرِم: کچا یا ناپختہ انگور۔

ح ص ص – الحِصَّة: حصہ۔ نصیب۔

اَحَصَّهُ: اس نے اسے اس کا حصہ دے دیا۔

تَحَاصَّ القَوْمُ: قوم نے اپنے حصے بانٹ لئے۔ اور یہی معنی المُحَاصَّةُ کا ہے یعنی باہم حصے بانٹ لینا۔

حَصْحَصَ: ظاہر ہوا۔ نمایاں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ: الأن حصحصَ الحق: اب سچی بات کا پتہ چل گیا۔

الحُصَاصُ: تیز دوڑ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں وارد ہے کہ: ان الشَّیْطَانَ اِذَا سَمِعَ الأَذَانَ مَرَّ وَلَهُ حُصَاصٌ: یعنی شیطان جب آذان کی آواز سنتا ہے تو تیز بھاگنے کے باعث وہ ہانپتا ہے اور اس کے منہ سے رال یا جھاگ ٹپکتی ہے۔

ح ص ف – الحَصَفُ: خشک خارش۔

ح ص ل – حَصَلَ الشَّیْئَ: اس نے چیز حاصل کر لی۔ اس کا مصدر تحصیل ہے اور حَاصِلُ الشَّیْئِ ومحصُولُهُ: کسی چیز کا بقیہ۔

تحصیل الکلام: بات کو اپنے نتیجے تک پہنچانا۔

الحوصلة: پوٹا۔ اس کی جمع حواصل ہے۔

قَدْ حَوْصَلَ: اس نے اپنا لوٹا بھر لیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: حَوْصِلِي وطِيرِي: میرا لوٹا اور میری پرواز۔

ح ص ن – الحِصْنُ: جمع الحصون: قلعہ۔

حِصن حصين: مضبوط قلعہ۔

حَصَّنَ القَرْيةَ: اس نے گاؤں کو قلعہ بند کیا یا گاؤں کے گرد مضبوط دیوار بنائی۔

تَحَصَّنَ العَدُوُّ: دشمن قلعہ بند ہو گیا۔

اَحْصَنَ الرَّجُل: آدمی نے شادی کر لی۔

مُحْصَنٌ: شادی شدہ مرد۔ (صاد مفتوح)۔ اَفْعَلَ کے وزن پر مُفْعَل وزن پر مفعُول کی یہ ایک مثال ہے۔

اَحْصَنَتِ المراۃُ: عورت پاکباز رہی۔ اس کے خاوند نے اسے پاک بازی کے حصار میں لے لیا۔ ایسی شادی شدہ عورت کو مُحْصَنَةٌ (صاد مفتوح اور مکسور) کہیں گے۔ ثعلان نے کہا کہ ہر پاکباز عورت مُحْصَنَةٌ اور مُحْصِنَةٌ ہے۔ لیکن شادی شدہ عورت کے لئے صرف محصنَةٌ (صاد مفتوح) کا لفظ مُختص ہے۔ قول خداوندی میں: فَإِذَا أُحْصِنَّ: میں اُحْصِنَّ فعل مجہول ہے یعنی جب عورتیں شادی شدہ ہو جائیں۔

حَصُنَتِ المراۃُ: (صاد مضموم) مصدر حُصنًا بروزن قُفْل: عورت پاکدامن ہو گئی۔ ایسی عورت کو حاصِنٌ، حَصَانٌ: (حاء مفتوح اور حصناء بھی کہتے ہیں۔

حِصَان: گھوڑے کو بھی کہتے ہیں، (حاء مکسور)۔

التَحَصُّنُ: اصیل ہونا۔ گھوڑے کو اس لئے حِصان کہتے ہیں کہ اس کی نسل پر فخر کیا جاتا ہے لہٰذا اس لفظ کا اطلاق سوائے اصیل کے کسی اور پر نہیں ہوتا۔ پھر یہ لفظ کثیر الاستعمال ہو گیا اور ہر نر گھوڑے کے لئے استعمال ہونے لگا۔

ابو حصين: لومڑی کی کنیت۔

ح ص ا – الحصَاۃ: کنکر، اس کی جمع الحَصى اور جمع الجمع حصيات ہے، جس طرح بقرۃ اور بَقَرات ہے۔

حَصَاۃ المِسْکُ: فارۃ المسک میں پایا جانے والا سخت ٹکڑا۔

اَرْضٌ مُحْصَاۃٌ: کنکروں والی زمین۔

اَحْصَى الشيئَ: اس نے کسی چیز کا شمار کیا۔

ح ض ب – الحَضَبُ: (الحَطَبُ بمعنی ایندھن) کا ایک اور لہجہ (لغت) ہے۔ اور یہ ابن عباسؓ کی قراءت ہے۔

ح ض ب – حَضْرَۃُ الرَّجُلِ: آدمی کا قرب یا اس کا صحن۔

كَلَّمَهُ بِحَضْرَةِ فلانٍ وبمحضر

فـلان: اس نے اس سے فلاں شخص کے سامنے بات کی۔
الحَـضَـر: (حاء اور ضاد مفتوح) بدو کی ضد شہری آبادی۔
المَحْضَر: دستاویز۔اقرار نامہ۔
الحَاضِرُ: شہری۔ بادی یعنی دیہاتی کی ضد۔
الحاضِرَةُ: بادیۃ کی ضد۔شہری آبادی۔ اس میں شہر دیہات اور گاؤں وغیرہ سب شامل ہیں۔اس کی ضد بادیہ یعنی صحرا ہے۔ کہتے ہیں کہ فلانٌ من اَهل الحَاضِرَةِ وفلان من اَهل الباديه: یعنی فلاں شخص شہری ہے اور فلاں شخص بدوی ہے۔یا صحرانشین ہے۔ یا یوں کہتے ہیں کہ فلانٌ حَضَرِیٌّ فلانٌ بَدَوِیٌّ: فلاں شخص شہری ہے اور فلاں شخص بدوی ہے۔ یا فلانٌ حاضرٌ موضع كذا: یعنی فلاں شخص فلاں جگہ پر موجود یا مقیم ہے۔
الحِضَـــارةُ: (حاء مکسور) ابو زید کے نزدیک اس کا معنی شہری آبادی میں رہائش ہے۔اصمعی کے نزدیک یہ لفظ الحَضارة (حاء مفتوح) ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
الحُـضُـور: حاضری یا موجودگی ہے یہ غِـیـبت یعنی غیر موجودگی کی ضد ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ حَضِـــرَ بھی اس کا ایک دوسرا تلفظ یا لغت ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: حَضِـرَ القـاضِیَ امراۃٌ: ایک عورت قاضی کے پیش ہوئی۔ الفرّاء نے قریہ کہا کہ سب لوگ يَحْـضُرُ: (ضاد مضموم) کہتے ہیں۔
میرا کہنا یہ ہے کہ دیوان میں اس تلفظ کو فَعَل يَفعُل کے باب سے قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اللبن مُحْتَضَرٌ وَمَحضُوْرٌ فَغطِ اِنائکَ: یعنی دودھ پر بہت سی آفات وارد ہوتی ہیں لہٰذا اپنے (دودھ کے برتن کو) ڈھانپ کے رکھو۔دودھ پر جن بھی آتے ہیں۔
والكُنُفُ مَحْـضُورَة: مویشیوں کے باڑوں پر آفات آتی ہیں۔قول خداوندی: وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ: "اے رب میں تجھ سے شیاطین کی دستبرد سے پناہ مانگتا ہوں"۔
قَوْمٌ حُضُوْرٌ: حاضر یا موجود لوگ۔ یہ اصل میں مصدر ہے۔
حَضَر مَوْت: ایک شہر کا نام ہے اور ایک قبیلے کا نام بھی۔ یہ لفظ دو لفظوں سے مرکب ہے۔ آپ چاہیں تو پہلے حصے کو مبنی قرار دیں اور دوسرے کو غیر منصرف قرار دے کر حضر مَوْتُ: (تاء مضوم) کہیں۔اور اگر چاہیں تو پہلے اسم کو دوسرے کا مضاف بنائیں اور کہیں حَضَرَ مَوْتِ اور حضرًا

کو معرب بنائیں اور موت کو جز دیں۔ اور یہی معاملہ سامؔ ابرص کا یا رام ھُرمُز کا ہے۔ حضر موت سے نسبت والے کو حَضْرَمِی کہیں گے۔

ح ض ض — حَضَّهُ عَلَى القِتَال: اس نے اسے لڑائی پر اکسایا یا آمادہ کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَضَّضَهُ تحضيضًا: اس نے اسے خوب اکسایا۔

التَّحَاضُّ: ایک دوسرے کو اکسانا یا بھڑکانا۔ قول خداوندی: وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ: میں تُحَاضُون کو تاء مضموم پڑھا گیا ہے۔

الحَضِيض: دامن کوہ۔ حدیث شریف میں ہے: کسی نے حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا لیکن کوئی ایسا برتن نہ تھا جس میں وہ رکھا جاتا، لہٰذا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے زمین پر رکھ دو۔ میں ایک بندہ ہوں اور ایسے کھاتا ہوں جیسے بندے کھاتے ہیں۔

الحُضُضُ: (ضاد اول مضموم و مفتوح) ایک مشہور دوا کا نام۔

ح ض ن — الحِضْنُ: گود۔ بغل سے لے کر پہلو تک کا حصہ۔

حَضَنَ الطائرُ بَيْضَهُ: پرندے نے اپنے انڈے کو اپنے پروں تلے لے لیا۔

اسے سینا کہتے ہیں۔

حَضَنَتِ المرأةُ وَلَدَها: عورت نے بچہ گود میں لیا۔

حَاضِنَةُ الصبيّ: بچے کی تربیت کرنے والی عورت۔

احْتَضَنَ: اس نے اسے گود لیا۔ یا اپنی زیر تربیت لیا۔

ح ط ا — حَطَأَهُ: اس نے اس کی پیٹھ تھپکی۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے میرے دونوں کندھے پکڑے اور پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ جا اور فلاں شخص کو میرے پاس بلا لا۔

ح ط ط — حَطَّ الرَّحْلَ والسَّرْجَ والقَوْسَ: اس نے کجاوہ، زین اور کمان رکھ دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَطَّ: وہ فروکش ہوا۔

المَحَطّ: اسٹیشن۔

انْحَطَّ السِّعْرُ: بھاؤ گر گیا۔

اسْتَحَطَّهُ من الثمن شيئًا: اس نے قیمت میں کچھ کمی کرالی۔

الحطيطة من الثمن كذا: قیمت میں اتنی کمی۔ قول خداوندی: وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ: میں حطة کا معنی گناہوں کے بوجھ میں کمی کراتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو یہ کلمہ کہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اگر وہ یہ کلمہ کہتے تو ان کے بوجھ کم کر دیے جاتے۔

ح ط م—حَطَمَهُ فانْحَطَمَ: اس نے اسے توڑ دیا۔ تو وہ ٹوٹ گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَحطَم اور تحطیم: ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

الحُطَمَةُ: آتش دوزخ کا ایک نام۔ کیونکہ اس میں جو چیز گرتی ہے یہ آگ اسے بھسم کر ڈالتی ہے۔

رَجُلٌ حُطَمٌ: بسیار خور، پیٹو شخص۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: الحَطِیم کا معنی حجر کعبہ کی دیوار ہے۔

الحُطَامُ: سوکھ کر ٹوٹ جانے والا ٹکڑا۔

ح ظ ر—الحَظْرُ: روک، ممانعت۔ یہ لفظ اباحت کی ضد ہے۔

مَحظُورٌ: وہ شخص جسے روکا جائے یا جس پر کوئی چیز حرام کر دی جائے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الحِظَارُ اور الحَظِیرَةُ: اونٹوں کو روکنے کے لئے باڑہ جو درختوں سے بنایا جاتا ہے تا کہ اونٹوں کو سردی اور ہوا سے محفوظ رکھا جائے۔

المحتَظِرُ: باڑہ بنانے والا۔ اس میں ظاء مکسور ہے۔ قول خداوندی: کَهَشِیم المُحتَظِرِ: پڑھا گیا۔ جس نے المحتنظر کی حرف ظاء کو مکسور پڑھا اس نے اس کو فاعل بنایا اور جس نے اسے مفتوح پڑھا تو گویا اس نے مفعول به بنایا۔

ح ظ ظ—الحظّ: نصیب، قسمت، حصہ۔ کہتے ہیں کہ حَظَّ الرَّجُلُ تَحُظُّ حَظًّا: (ظاء مفتوح)۔ آدمی رزق روزی میں بختاور یا خوش نصیب ہوا۔ اس کا اسم فاعل حَظٌّ، حَظِیظٌ، مَحظُوظ اور حَظِّیٌّ بروزن مَکِّیٌّ ہے۔ صاحب کتاب نے اس کا ذکر بذیل مادہ ج د د کیا ہے۔

الحُظُظُ الحُضَضُ کا ایک تلفظ یا لغت ہے۔ اس میں پہلا ظاء مضموم اور مفتوح ہے اور یہ ایک دوا کا نام ہے۔

نیز الحُضَظُ: (ظ سے پہلے ض) بھی اس کا ایک اور تلفظ یا لغت ہے۔

ح ظ ل—الحَنظَلُ: اندرائن، اس کا واحد حَنظَلَةٌ ہے۔

ح ظ ا—حَظِیَتِ المَرأَۃُ عِندَ زَوجِهَا: عورت اپنے خاوند کے ہاں صاحب نصیب یا نصیبوں والی ہوگئی۔ اس کا مضارع تَحظَی اور مصدر حُظوَۃٌ ہے (حاء مضموم اور مکسور)۔ حِظَةٌ نیز حَظِیَّةٌ اور اجدی حظَایَاہُ: خوش نصیبی۔ اس کی خوش نصیبوں میں ایک خوش نصیبی۔ ضرب المثل ہے: اِلّا حَظِیَّة فلا الیّة: یعنی اگر اپنی مراد پانے میں قسمت تیری یاوری نہ کرے اور تو کامیاب نہ ہو تو لوگوں کی نظروں میں مقبول بننے میں کوتاہی نہ کر۔

شاید تو کسی حد تک اپنی مراد پانے میں کامیاب ہو جائے۔ یہ محاورہ دراصل اس عورت کے بارے میں ہے جس کی اپنے خاوند کے ہاں کچھ قدر منزلت نہ ہو۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا کہ لوگوں میں مثل مشہور ہے: اِنْ لَمْ اَحْظَ عند زَوْجی فَلا آلو فیما یُحظینی عنده بنتهائی اِلٰی مَا تَهْوَاه: اگر خاوند کی نظروں میں قدر و منزلت پانے میں قسمت میرا ساتھ نہ دے تو میں اس کی پسند کے مطابق ایسے کاموں یا ایسی باتوں سے اپنے آپ کو روک کر تو خوش نصیبی حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کروں۔

رَجُلٌ حَظِیٌّ: خوش نصیب بختاور انسان۔

حَظِیَ عِنْدَ الأمِیْرِ: امیر کے ہاں اس کی قدر و منزلت ہوئی۔ یحظی حُظْوَۃً اور اِحتظی ہم معنی الفاظ ہیں۔

ح ف د- الحَفْدُ: تیزی، سُرعت، جلدی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ نیز حَفَدَان: (حاء مفتوح) یہ کلمہ دعا میں انہیں معنوں میں آیا ہے۔

والیکَ نَسْعٰی ونَحْفِدُ: ہم تیری طرف دوڑتے ہیں اور تیزی سے بھاگتے یا چلتے ہیں۔

اَحْفَدَہُ: اس نے اسے تیزی و سرعت پر آمادہ کیا۔ بعض لوگ اَحْفَدَ کو بھی فعل لازم سمجھتے ہیں۔

الحَفَدَۃ: (ح اور فاء مفتوح) مددگار، خادم، سسرال والے اور داماد بھی اس کے معانی بتائے گئے ہیں اور اس کا معنی پوتا بھی کہا گیا ہے۔ اس کا واحد حَافِد ہے۔

ح ف ر- حَفَرَ الأرْضَ: اس نے زمین کھودی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

احتفرها: اس نے اسے کھودا۔

الحُفْرَۃُ: گڑھا۔ اس کی جمع الحُفَر ہے۔ قول خداوندی ہے: أئِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ: (کیا ہمیں پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا)۔

ح ف ز- حَفَزَہُ: اس نے اسے پیچھے سے دھکیلا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اللَّیْلُ یَحْفِزُ النَّهَارَ: رات دن کو پیچھے سے آگے دھکیلتی ہے۔

رأیتهٗ محتفزًا: میں نے اسے زانو پر سیدھا بیٹھے دیکھا۔ حضرت علیؓ سے مروی حدیث ہے کہ: اذا صَلَّتِ المَرْأۃ فَلْیحتفز: یعنی جب عورت نماز پڑھے تو سجدے اور جلسے میں زانو پر سیدھی بیٹھے جس طرح مرد جلسے اور سجدے میں بازو پھیلا کر بیٹھتے ہیں وہ نہ بیٹھے۔

ح ف ش- الحِفْش: بروزن الحِفظ، چھوٹا گھر، اس لفظ کا ذکر حدیث شریف

میں آیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ حدیث میں وارد: حَملًا قَعَدَ فِي حَفِش أُمِّهٖ: کا مطلب عند حفش امہ یعنی ماں کے گھر کے پاس ہے۔

ح ف ظ – حَفِظَ الشَّیْئَ: (فاء مکسور) اس کا مصدر حِفظا ہے۔ اس کا معنی ہے: اس نے چیز کی حفاظت کی۔

حفظهٗ کا معنی زبانی یاد کرنا بھی ہے۔

الحفظة: وہ فرشتے جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔

المُحَافَظَةُ: نگرانی۔ الحِفَاظُ اور المُحَافَظَةُ کا معنی وقار اور بڑائی بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمَا أَنَا علیکم بِحَفِيْظٍ: میں تم پر نگران (مقرر) نہیں ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ: اَحْتَفِظُ بِهٰذَا لشیئ: میں اس خبر کو سنبھال کر رکھتا ہوں یا رکھوں گا۔

التَّحَفُّظ: بیداری، وعدم غفلت۔ ہوشیاری۔

تَحَفَّظ الكتاب: اس نے تھوڑی تھوڑی کر کے کتاب یاد کر لی۔

حَفَّظَهُ الكتاب تحفيظًا: اس نے اس کو کتاب اچھی طرح یاد کرائی۔

اسْتحفظهُ: اس نے اسے یاد کرنے کو کہا۔

ح ف ف – حَفَّتِ المرأةُ رَجْعَهَا من الشعر: عورت نے بالوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اس کا باب ردّ ہے اور مصدر حِفَافًا بھی ہے یعنی حاء مکسور۔

احْتَفَت کا بھی یہی معنی ہے۔

المِحَفَّةُ: ہودج کی طرح عورتوں کی ایک سواری۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں ہودج کی طرح اوپر والا قبہ نہیں ہوتا۔

حَفُّوا حَوْلَهٗ: انہوں نے اس کے گرد طواف کیا یا چکر لگایا۔ قول خداوندی ہے: وَتَرى المَلٰئِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ العرش: تم فرشتوں کو عرش کے گرد طواف کرتے دیکھو گے۔

حَفَّهُ بالشيئ: اس نے کسی چیز کے ساتھ اسے ڈھانپ لیا جس طرح ہودج کو کپڑے سے ڈھانپا جاتا ہے۔

حَفَّ شَارِبَهٗ وَرَاسَهٗ: اس نے اپنی مونچھوں اور سر کو ڈھانپ لیا۔ اس کا ثلاثی کا باب رَدَّ ہے۔

ح ف ل – حَفَلَ القَوْمُ: قوم اکٹھی ہوئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

احْتَفَلُوا: وہ لوگ اکٹھے ہوئے۔

وَعندهُ حَفْلٌ مِنَ النَّاس: اس کے پاس لوگوں کا جمگھٹا ہے۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

مَحْفِل القوم: قوم کی محفل یعنی اکٹھے ہونے کی جگہ۔

محتفِل: بمعنی محفل۔

حَفَلَهُ: اس نے اسے نمایاں کیا، فَتَحفَّلَ واحتَفَل: تو وہ نمایاں ہوگیا۔

حَفَلَ بِهِ: اس کی پرواہ نہ کرو۔

الحُفالَۃُ: (تلچھٹ اور جھاگ) ہر چیز کا ردّی حصہ۔

التَحفِیل: بکری سے کئی دنوں تک دودھ نہ دوھیا تا کہ بکری فروخت کرتے وقت اس کے تھنوں میں دودھ جمع ہو۔ ایسی بکری کو مُحَفَّلۃ اور مُصَرَّاۃ کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تحفیل اور تصریہ سے منع فرمایا۔

ح ف ن – الحَفنَۃ: دو ہتھیلیوں بھری لَپ کھانے کی ہو یا کسی اور چیز کی۔ اس سے یہ محاورہ نکلا ہے کہ انّما نَحنُ حَفنَۃٌ مِنْ حَفَنات اللّٰہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی سلطنت ورحمت کے مقابل میں ہماری حیثیت ایک حفنہ یعنی لپ کی سی ہے۔

حَفَنتُ الشَّیئَ: میں نے لپ بھرلی۔ اس کا باب ضَرَب ہے۔ جب تم کسی چیز کو دونوں ہاتھوں سے سونت لو۔ یہ چیز آٹے وغیرہ کی طرح کی کوئی خشک چیز ہونا چاہئے۔

حَفَنَ لہُ حَفنَۃً: اس نے اسے لپ بھر دیا۔ یعنی تھوڑا سا دیا۔ اِحتَفَنَ الشَّیئَ لِنَفسِہِ: اس نے اپنے لئے لپ بھرلی، یعنی لے لی۔

ح ف ا – حَفِیَ: (حاء مکسور) حِفوَۃً، حِفیَۃً اور حفایَۃً (سب میں حاء مکسور) اور حِفَاءً: (الف ممدود) بھی۔ ننگے پاؤں چلنا۔ حَافٍ: ننگے پاؤں (بغیر جوتوں کے) چلنے والا۔

حَفِیَ: (باب صدی) اس کا اسم فاعل حَفٍ ہے۔

رَقَّتْ قَدَمُهُ اَوْحَافِرُهُ مِنْ كَثْرَةِ المَشْيِ: زیادہ چلنے کے باعث پاؤں کا کھر ڈھیلا پڑ گیا۔

حَفِیَ بِہِ: اس نے اس کی بہت عزت و تکریم کی یا اس کے کام میں بہت دلچسپی لی یا اس پر مہربانی کی۔

الحَفِیُّ کا مطلب پوچھنے میں پوری چھان پھٹک کرنے والا ہے۔

میرا کہنا ہے پہلے معنوں میں قول خداوندی: اِنّهُ كَانَ بِی حَفِیًّا: (وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے) اور دوسرے معنوں میں قول خداوندی: كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنهَا: "گویا تو اس سے پوری طرح باخبر ہے"، ہے۔

احفی شَوَارِبَهُ: اس نے مونچھوں کو باریک ترشوایا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ مونچھیں باریک ترشواؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو یعنی انہیں نہ ترشواؤ۔

ح ق ب–الحُقب: (حاء مضموم قاف ساکن) اسّی سال کا وقفہ۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے لمبا وقفہ، اس کی جمع حِقَابٌ بروزن قُفٌ وقِفَافٌ ہے۔

الحِقبَةُ: (حاء مکسور اور قاف ساکن) اس کی جمع حِقَبٌ ہے۔ بمعنی سال۔

الحُقُب: (حاء اور قاف مضموم) زمانہ، اس کی جمع اَحْقابٌ ہے۔

ح ق د–الحِقْدُ: کینہ، دشمنی، اس کی جمع اَحْقَادُ ہے۔

قَدْ حَقَدَ عَلَيْهِ: اس نے اس سے حسد کیا یا اس پر حسد کیا۔ اس کا مضارع يَحْقِدُ (قاف مکسور) ہے اور مصدر حِقْدًا (قاف مکسور) ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

رَجُلٌ حَقُوْدٌ: (حاء مفتوح) سخت حاسد انسان۔

ح ق ر–الحَقِيْرُ: قابل حقارت۔ چھوٹا۔ ذلیل۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

حَقَرَهُ غَيْرُهُ: (باب ضَرَبَ) کسی نے اسے حقیر جانا۔ اسی طرح احتَقَرَهُ، اسْتَحْقَرَهُ اور حَقَّرَهُ تَحْقِيْرًا کا معنی بھی یہی ہے۔ یعنی اس نے اسے حقیر اور چھوٹا جانا۔

المُحَقِّرَاتُ: قابل حقارت و نفرت باتیں۔

ح ق ف–الحِقْفُ: ریت کا خمدار ٹیلہ یا ڈھیر۔ اس کی جمع حِقَافٌ اور اَحْقَافٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ مَرَّ بظَبْيٍ حَاقِفٍ فِی ظِلِّ شَجَرَةٍ: یعنی آپ ایک درخت کے سائے تلے ٹیڑھی بیٹھی ہوئی ہرنی کی طرف سے گزرے۔

حاقِف: وہ شخص جو نیند میں ٹیڑھا اور دوہرا ہو کر سویا ہو۔

الأحْقَافُ: قوم عاد کی بستیاں۔ قول خداوندی ہے: وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهُ بالأحقافِ: اور یاد کیجئے عاد قوم کے بھائی یعنی حضرت ہودؑ کو یا ان کا ذکر کیجئے جب انہوں نے احقاف میں اپنی قوم کو (خدا کے عذاب سے) ڈرایا۔

ح ق ق–الحَقّ: باطل کی ضد، بمعنی لرعایت حق۔ حق کی جمع حُقُوقٌ بمعنی مراعات وغیرہ۔ الحُقَّةُ: (حاء مضموم) اس کی جمع حُقّ، حُقَقٌ، حِقَاقٌ اور الحِقُّ (حاء مکسور) بمعنی اونٹنی کا تین سالہ بچہ جو چوتھے سال میں پہنچا ہو۔ اس کی مؤنث حِقَّةٌ ہے اور حِقٌّ بھی ہے۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اب وہ بار برداری کے لائق ہو چکا ہوتا ہے اور اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی جمع حِقَاقٌ اور حُقُق (حاء و قاف مضموم) بروزن كِتَابٌ و كُتُب.

الحَاقَّةُ: قیامت، اس کا یہ نام اس لئے

پڑا کہ قیامت کے دن معاملات کی ثو دہی اور حق رسی ہوگی۔

حَـاقّـهُ: اس نے اس سے حق طلبی کی یا جھگڑا کیا۔ یعنی ہر شخص نے اپنے حق کا دعویٰ کیا اور جب کئی جھگڑے میں دوسرے پر غالب آیا تو کہتے ہیں کہ: حَقّهُ وہ اس پر غالب آیا۔

التِحَاقُ: جھگڑا، دو فریقوں کے درمیان حق طلبی کا دعویٰ۔

الاحتِقَاقُ: اختصام، یہ لفظ باہم جھگڑا کرنا دو فریقوں کے مابین جھگڑے کے سوا اور کسی موقع پر استعمال نہیں ہوتا۔

حَـقّ حِـذْرَهُ: اس نے صحیح احتیاط کی یا احتیاط کا حق ادا کیا۔ اس کا باب رَدّ ہے۔

اَحَـقّهُ: کا مطلب بھی یہی ہے۔ اس نے وہ کام کیا جس سے وہ بچنا چاہتا تھا۔

حَقّ الأمر: اس نے بات واضح کردی۔ اس کا باب بھی رَدّ ہے۔

اَحَقّهُ: اس نے اسے سچ ثابت کردیا یعنی اس نے اس کی تحقیق کی اور اسے یقین حاصل ہوگیا۔

حُقّ لَکَ اَنْ تَفعَل کَذَا، وحَقِقْتَ اَنْ تَفعَلَ هٰذَا کا ایک ہی مطلب ہے یعنی تمہیں یہ کام کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

حُـقّ لَـهُ ان یَـفْـعَـلَ کَـذَا: اُسے ایسا کرنے کا حق ہے۔

هو حَقِیْقٌ بِهِ اور مَحْصُوقٌ بِهِ: وہ اس کا سزاوار ہے۔ اس کی جمع اِحِقّاء ہے اور محقوقُوْنَ ہے۔

حَـقّ الشیئُ یَحِقُّ حَـقًّا: چیز یا بات واجب ہوگئی۔

اَحَقّهُ غَیـرُهُ: دوسرے نے بات واجب کردی۔

تَحـقّقَ عنـدهُ الخَبرُ: اس کے نزدیک خبر سچ ثابت ہوگئی۔

حَـقّقَ قَـوْلَهُ وظَنّهُ: اس نے اپنی پوری بات یا اپنا خیال سچ ثابت کردیا۔

کلامٌ محقّق: پکی بات، تصدیق شدہ بات۔

الحقیقةُ: مجاز کی ضد، الحَقِیْقَةُ: وہ سچ یا واقع جس کی حمایت۔ کسی شخص پر ضروری اور واجب ہو۔

فلانٌ حـامِیْ الحـقیـقه: فلاں شخص حقیقت کی حمایت کرتا ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: الحقیقةُ الرّایةُ: حقیقت واضح ہے۔

الحَقْحَقَةُ: پیٹھ کے لئے تکلیف دہ اور تھکا دینے والا چلنا۔

مطرّف کی حدیث میں وارد ہے کہ شَـرُّ السَیْرِ الحَـقْحَقَةُ: بدترین چلنا شروع رات کا چلنا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔

ح ق ل – الحَقْلُ: کھیتی، پودوں کے

ڈنٹھل موٹے ہونے سے پہلے موسے نکلنے کے وقت کی فصل کہہ سکتے ہیں کہ اَحْقَلَ الزَّرْعُ یعنی کھیتی میں پودوں کے پتے نکلنے لگے۔

اَلْحَقْلُ کا مطلب اچھی خوشبو بھی ہے۔ اس کا واحد الحَـقْـلَـةُ ہے۔

الْحَاقَلَةُ: کھیتی یعنی گندم کی فصل کو خوشوں ہی کی حالت میں فروخت کرنا اور یہ ممنوع ہے۔

ح ق ن – حَقَنَ دَمَهُ: اس نے اپنا خون بہنے سے بند کیا۔

حَقَـنَ بَـوْلَهُ: اس نے اپنا پیشاب نکلنے سے بند کیا۔ الکسائی نے ان معنوں میں اَحْقَنَ کہنا منکر اور غیر معروف وغیر مانوس قرار دیا ہے۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

الحَـــاقِنُ: وہ شخص جسے سخت اور زیادہ پیشاب آیا ہو۔ محاورہ ہے کہ لَا رَأیَ لِحَاقِنٍ: حاقِن کی کوئی رائیں نہیں ہوتی، کیونکہ پیشاب روکے رکھنے کی صورت میں کوئی رائے نہیں دے سکتا، یا اس کی رائے اور مشورے کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

الحَاقِنَةُ: ہنسلیوں اور کندھے کی رگ یا پٹھے کے درمیان کی جگہ اور گلے کی جانب ٹھوڑی کا حصہ۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے: تَـوَفِّـيَ رَسُـوْلُ اللهِ عَلَـيْـهِ الصَّـلٰوةُ وَالسَّـلَام بَيْنَ سَحْرِى وَنَحْـرِىْ وَبين حاقنتى وذاقنتى: آنحضرت ﷺ نے میرے پھیپھڑے اور گلے درمیان نیز میری دگدگی اور تھوڑی کے درمیان وفات پائی۔ یعنی میں آپ ﷺ کا سر اپنی چھاتی کے ساتھ لگائے ہوئی تھی جب آپ نے وفات پائی۔

ح ق ا – الحقو: (حاء مفتوح) پاجامہ، تہمد، الحَقْوُ کا معنی کمر بھی ہے اور کمر بند بھی۔

ح ک ر – احتکار: سامان، خوراک کا ذخیرہ کرنا اور فروخت کرنے سے روکے رکھنا اور گراں قیمت ہونے تک انتظار کرنا۔

ح ک ک – حَـکَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو رگڑا، اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَکَّ نفسَـهُ عَلَيْهِ: اس نے اپنا آپ اس پر رگڑا۔

هُـوَ يَتَحَکَّکُ بِهٖ: وہ اس کے ساتھ اپنا آپ رگڑتا ہے۔ یعنی وہ اس کی تکلیف اور اذیت کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

حِکَّةٌ: (حاء مکسور) خارش۔ کھجلی۔

الحُکَاکَةُ: خارش یا رگڑ سے گرنے والا برادہ یا خشکی اور کھرچن۔

ح ک م – الحُکْمُ: فیصلہ، قَدْ حَکَم

بَیْنَھُم: اس نے ان کے درمیان فیصلہ کیا ہے۔ اس کا مضارع یَحْکُمُ ہے (کاف مضموم) حَکْمًا مصدر ہے۔

حُکِمَ لَهُ وحُکِمَ عَلَیْهِ: کسی کے حق میں اور کسی کے خلاف فیصلہ دینا۔ الحُکم کا مطلب عِلم کی حکمت بھی ہے یعنی دانائی۔

الحَکِیْمُ: عالم اور اہل حکمت و دانش۔

الحَکِیم: معاملات کی تہ تک پہنچنے والے اور معاملات کی سمجھ بوجھ رکھنے والے کو بھی کہتے ہیں۔

حَکُمَ: باب ظَرُفَ: وہ حکیم بن گیا۔

اَحْکَمَهُ فَاسْتَحْکَمَ: اس نے اسے پختہ کیا تو وہ پختہ ہو گیا۔

الحَکَمُ: (حاء اور کاف مفتوح) حاکم۔ ثالث۔ جج۔

حَکَّمَهُ فی مالِهِ: اس نے اسے اپنے مال میں حکم یعنی ثالث مقرر کیا۔ اس کا مصدر تَحْکِیْمًا ہے۔

فَاحْتَکَم عَلَیْهِ فِی ذٰلک: اس نے اس معاملے میں اس پر مقدمہ کیا۔

اِخْتَکَمُوْا اِلَی الحَاکِم: وہ حاکم کے پاس مقدمہ لے گئے۔ تَحَاکَمُوْا کا بھی یہی معنیٰ ہے۔

المُحَاکَمَةُ: حاکم کے پاس مقدمہ لے جانا۔ حدیث شریف میں ہے: ان الجنّة لِلمُحَکَّمِین: بے شک جنت ثالثی اور فیصلہ قبول کرنے والوں کے لئے ہے۔ یہ اصحاب اخدود کے کچھ لوگ تھے جن کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ وہ قتل ہونے اور کفر کے درمیان ایک بات اختیار کریں۔ تو انہوں نے کفر کے مقابلے میں اسلام پر ثابت قدمی کے ساتھ قتل ہونا قبول کر لیا تھا۔

ح ک ی ـ حَکَی عَنْهُ الکَلامَ: اس نے کسی کی نسبت حکایت بیان کی۔ اس کا مضارع یَحْکِیْ ہے اور مصدر حِکَایةٌ. حَکَا یَحْکُوْ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

حَکَی فِعْلَهُ وحَاکَاهُ: کسی کا کسی دوسرے کے کام کی طرح کام کرنا۔

المُحَاکَاة: مُشَاکَلتُ اور مشابہت دینا۔ کہا جاتا ہے کہ: فلانٌ یَحْکِیْ الشَمْسَ اور یُحَاکِیْهَا: فلاں آدمی سورج کی مانند ہے۔

یَحْکِیْ اور یُحَاکِیْ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

ح ل ا: کہا جاتا ہے حَلَأ السَوِیْقَ: اس نے ستو گھولے، اس کا مصدر تحلئیه ہے۔ الفَرَّاء نے کہا کہ اسے ہمزہ سے لکھا گیا ہے حالانکہ یہ فعل مہموز نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی اصل حَلْوَاءٌ ہے۔

ح ل ب—الحَلَبُ: (لام مفتوح)، دوہا ہوا دودھ، یہ مصدر بھی ہے چنانچہ کہ سکتے ہیں حَلَبَ یَحلُبُ (لام مضموم) حَلْبًا اور اِحتَلَبَ بھی بمعنی دوہنا ہے۔

حَالب: دودھ دوہنے والا، اس کی جمع حَلَبَۃ ہے۔ (حاء اور لام مفتوح)۔

الحَلُوبُ اور الحَلَبة: دودھ۔

الحَلِيبُ: دوھا ہوا دودھ۔

حَلَبتُهُ و حَلَبتُ لَهُ ماشِيَتَهُ: میں نے اسے دوہا، یا اس کے لئے اس کے جانور سے دودھ دوھا، یا نکالا۔

اَحلَبتُهُ: میں نے دودھ نکالنے میں اس کی مدد کی۔

المِحْلَبُ: (میم مکسور) وہ برتن جس میں دودھ دوہا، یا نکالا جائے۔

تَحَلَّبَ العَرَق وانحَلَبَ: پسینہ بہہ گیا۔

الحَلبَةُ بروزن ضَربَةٌ: ایک ہی اصطبل سے نہیں بلکہ مختلف اطراف سے جمع کئے گئے گھڑ دوڑ کے لئے گھوڑے۔

اَسوَدُ حَلُوبٌ: گہرا کالا رنگ۔

ح ل ج—حَلَجَ القُطنَ: اس نے روئی کو دُھنا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل حَلّاجٌ یعنی دُھنیا ہے۔

انقطن الحَلِيجُ والمَحلُوجُ: دُھنی ہوئی روئی۔

المِحْلَج بروزن مِبضَعٌ اور المِحلَجَة: وہ کپڑا یا جگہ جس پر روئی دُھنی جائے۔

المِحْلاج بروزن المِفتَاحُ: دھنک جس سے روئی دھنی جاتی ہے۔

ح ل ز ن—الحَلزُون: پانی میں رہنے والا کیڑا جسے انگریزی میں snail کہتے ہیں۔ یہ کیڑا بالعموم بوسیدہ لکڑی کے تختوں میں رہتا ہے۔

ح ل س—حِلس البيت: ایسا کپڑا جو کسی قیمتی نفیس کپڑے کے نیچے بچھایا جائے مثلاً: کمبل یا ٹاٹ وغیرہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: کُنْ حِلْسَ بَيتِک: اپنے گھر کا ٹاٹ بن کر رہو۔ یعنی فتنوں کے زمانے میں فتنوں میں پڑنے کی بجائے گھر بیٹھے رہو۔

ح ل ف—حَلَفَ يَحلِفُ: (لام مکسور) مَحلُوفًا: حلف یا قسم اٹھانا۔ یہ واحد فعل ہے جس کا مصدر مفعول کے وزن پر آیا ہے۔

اَحلَفَهُ، حَلَّفَهُ اور استَحلَفَهُ سب ہم معنی الفاظ ہیں بمعنی حلف دینا۔ الحِلفُ بروزن حِقفُ بمعنی عہد و پیمان کیا۔ یا اسے حلیف بنایا۔

تَحالَفُوا: انہوں نے ایک دوسرے سے

عہد و پیمان کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: أَنَّهُ حَالَفَ بَيْنَ قريشٍ والأَنْصَار: کہ نبی کریم ﷺ نے قریش اور انصار کے درمیان معاہدہ یا مواخاۃ کرایا۔ اس سے مراد معاہدہ مواخاۃ ہے۔ کیونکہ اسلام میں کسی قسم کا حلف نہیں ہے۔

الحليف المُحالِفُ: مَوْلَى، غلامی سے آزادی کے بعد سابقہ آقا اور غلام کے درمیان ولاء کا تعلق۔

الحَلْفَاء: پانی میں اُگنے والی ایک نباتات، ابو زید کا کہنا ہے کہ اس کا واحد حَلَفَةٌ ہے بروزن قَصَبَہ اور طَرَفَة۔ اصمعی نے کہا: حَلِفَة (لام مکسور) ہے۔

ذُوالحُلَيْفة: ایک جگہ کا نام ہے۔

ح ل ق – الحلْقَةُ: (لام ساکن) زرہ بکتر اور اسی طرح حلقة الباب دروازے کا حلقہ یعنی کنڈی۔

حَلقة القَوْم: قوم کا حلقہ، اس کی جمع الحَلَق: (حاء اور لام مفتوح) اور جمع کا یہ وزن خلاف قیاس ہے۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ: حلقہ کی جمع حِلَقٌ بروزن بِدَرَةٌ سے بِدَرٌ اور قَصْعَة کی جمع قِصَعٌ ہے۔ یونس نے ابو عمرو العلاء سے روایت کی ہے کہ حَلَقَةٌ بطور واحد میں حاء اور لام مفتوح ہے اور اس کی جمع الحَلَقُ و الحَلَقاتُ ہے۔ ثعلب نے کہا کہ ہر ایک نے اس کو ضعیف پڑھنا جائز قرار دیا ہے یعنی لام ساکن۔ ابو عمرو الشیبانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کلامِ عرب میں یہ لفظ کسی اور جگہ متحرک استعمال نہیں ہوا ہے۔ سوائے اس قول کے کہ: هٰؤلاء قوم حَلَقَةٌ یہ لفظ وہ ان لوگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں جو سر کے بالوں کا حلق کراتے ہیں۔ اس کا مفرد حَالِقٌ یعنی حلق کرانے والا ہے۔

الحَلْقُ: گلا، اس کی جمع حُلُوق ہے۔

تحليق الطّائر: پرندے کا فضا میں منڈلانا، حدیث شریف میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ حضرت صفیہؓ حیض سے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: عَقْرَى حَلْقَى: میں اسے روکنے والی ہی دیکھتا ہوں۔ ابو عبید نے کہا کہ یہ قول عقرىً حلقىً تنوین کے ساتھ ہے اور محدثین کا کہنا ہے کہ عقری اور حلقی کا مطلب ہے عَقَرَهَا اللّٰهُ وحَلَقَها● یعنی اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو ذبح کرے اور اللہ اس کے حلق میں تکلیف پیدا کرے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے: رَاسَهُ وعَضَدَهُ وصَدَرَهُ: جب کسی کے سر پر، بازو پر سینے پر ماریں۔

● ان کلمات کی تفسیر میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ کلمات اظہار خفگی کے ہیں۔ جن کا اردو ترجمہ "بانجھ سر منڈی" بھی ہے۔

حَلَقَ رَاْسَهٗ: اس نے سر منڈھایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

حَلَّقُوْا رُؤسَهُم: انہوں نے اپنے سر منڈھائے، یہاں لام پر تشدید کثرتِ عمل کے اظہار کے لئے ہے۔

الاِحْتِلَاق: مونڈھا جانا۔ کہا جاتا ہے: حَلَقَ مَعْزَةً یعنی اس نے اپنی بکری کے بال اتارے۔ یہاں حلقه کی بجائے اس کا ہم معنی لفظ جَزَّهٗ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

عَنْزٌ مَحْلُوْقَةٌ: وہ بکری جس کے بال اتارے گئے ہوں۔

شَعْرٌ حَلِيْقٌ: منڈھی ہوئی داڑھی۔ یہاں لحیه کی نسبت سے حَلِيْقَةٌ نہیں بولا جاتا۔ یعنی 'ۃ' تانیث استعمال نہیں ہوتی۔

تَحَلَّقَ القومُ: لوگ حلقے بنا کر بیٹھ گئے۔

الحَوْلَقَةُ: (لا حول ولا قوة الا باللّٰه العلى العظيم) پڑھنا یا کہنا۔

ح ل ق م – الحُلْقُوْم: گلا۔

ح ل ک – حَلِکَ الشَّیْئُ یَحْلُکُ (لام مضموم) حُلُوْکَةً: کسی چیز کا رنگ گہرا سیاہ ہو گیا۔ اِحْلَوْلَکَ کا مطلب بھی یہی ہے۔

الحَلَکُ: (حاء اور لام مفتوح) کالک، محاورہ ہے کہ: اَسْوَدُ مِثْلَ حَلَکِ الغُرابِ: کوے کی طرح کالا۔ اسی طرح مثل حنک الغراب کہا جاتا ہے یعنی کوے کی چونچ کی طرح۔

اسودُ حالک وحانک: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی گہرا کالا یا سیاہ کالا۔

الحَلَکُوْک: شدید کالے رنگ والا۔

ح ل ل – حَلَّ العُقْدَةَ: اس نے گانٹھ یا گرہ کھولی۔

فانحلّت: تو گرہ کھل گئی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے: یَا عَاقِدُ اذکُرْ حَلًّا: یعنی گرہ دینے والے گرہ کے کھولنے کی بھی فکر کر یا دھیان رکھ۔ یہ محاورہ ہے۔[1]

حَلَّ بالمکان: وہ مکان میں اُترا، یا آبسا، اس کا باب بھی ردّ ہے، اور مصدر حلولًا اور مَحَلًّا بھی ہے۔ (حاء مفتوح)۔

المَحَل: وہ جگہ جہاں کوئی اُترے یا آبسے۔ حَلَلْتُ القَوْمَ اور حَلَلْتُ بِهِم، ہم معنی الفاظ ہیں جن کا مطلب ہے میں قوم یعنی لوگوں کے ہاں اترا۔

الحَلُّ: تلوں کا تیل۔

الحِلّ: (حاء مکسور) حلال۔ حرام کی ضد۔

رُجُلٌ حِلٌّ من الأحرَام: احرام سے باہر آنے والا شخص اسے حَلال بھی کہیں

[1] انہیں معنوں میں دوسرا محاورہ ہے: "قَدِّمِ الخروجَ قبل الوُلُوج" یعنی: "اندر جانے سے پہلے باہر آنے کی فکر کرو۔"

گے۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ حِلٌّ وهُوَ حِرْمٌ: یعنی وہ شخص حِلّ ہے یعنی احرام میں نہیں ہے اور وہ شخص احرام میں ہے۔
میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب امام الجوہری نے ح ر م کے مادہ کے ذیل میں یہ بیان نہیں کیا کہ حِرْم مُحْرِم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ الجوہری نے اسے بذیل مادہ ح ل ل بیان کیا ہے کہ یوں کہا جاتا ہے: رَجُلٌ وَحَلَال وحِرْم وحَرامٌ ومُحِلٌّ ومُحْرِمٌ. حِلّ: حدود حرم کے باہر کی جگہ اور قَوْمٌ حِلَّةٌ: حدود حرم مکہ سے باہر رہنے والے لوگ۔ ان معنوں میں یہ لفظ کثرت سے مستعمل ہے۔
الحِلَّةُ: اس قول کا مصدر ہے کہ حَلَّ الهَدْیُ: قربانی کا جانور، قربان گاہ میں پہنچ گیا۔
المَحَلَّةُ: ہر قوم کی منزل۔ قول خداوندی ہے: حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهُ: تا آنکہ قربانی کا جانور قربان گاہ میں پہنچ جائے۔
مَحِلُّ الدَّیْنِ: قرض کی مدت۔
الحُلَلُ: یمن کے حُلّے یعنی چادریں۔
الحُلَّةُ: تہمد اور چادر، اسے حُلَّةٌ کہنا درست نہ ہوگا۔ اس کا مطلب ہوگا دو کپڑے۔
الحَلِیْلُ: خاوند اور الحَلِیْلَةُ: بیوی۔ یہ ایسے دو شخص بھی ہو سکتے ہیں جو تمہیں ایک ہی گھر میں ٹھہرائیں۔
الإحْلِیْلُ: چھاتی یا تھن سے دودھ نکلنے کی جگہ۔
حَلَّ لَهُ الشیئُ: اس کے لئے چیز حلال ہوگئی۔ اس کا مضارع یَحِلُّ (حاء مکسور) اور حَلَالًا مصدر ہے۔ اور اسم فاعل حِلٌّ بِلٌّ یعنی آزاد ہے۔
حَلَّ المُحرِمُ: مُحرِم احرام سے باہر آگیا یعنی محرم نے احرام کھول دیا۔
اَحَلَّ کا بھی یہی مطلب ہے۔
حَلَّ الهَدْیُ یَحِلُّ (حاء مکسور) وحلولًا: قربانی کا جانور قربان گاہ پر پہنچ گیا۔
حَلَّ العذابُ یَحِلُّ (حاء مکسور) حلالًا: عذاب نازل ہوا۔ یَحُلُّ (حلولًا) ان دونوں کلمات کی تائید میں یہ قول خداوندی پڑھا گیا: فَیَحِلُّ عَلَیْکُمْ غَضَبِی: تو پھر تم پر میرا غضب وقہر نازل ہوگا۔ البتہ اس قول خداوندی: اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِنْ دَارِهِمْ: میں تَحُلَّ حاء مضموم ہے اور معنی یہ ہے کہ یا وہ ان کے گھر کے قریب نازل ہوگی۔
حَلَّ الدَّیْنُ یَحِلُّ (حاء مکسور) حُلُولًا، قرض کی مدت پوری ہوگئی۔
وحَلَّتِ المرأةُ تَحِلُّ: (حاء مکسور) حلالًا، کا معنی اس عورت نے عدت

پوری کر لی۔

أَحَلَّهُ: اس نے اسے اتارا یا ٹھہرایا۔

أَحَلَّ لَهُ الشَّيْئَ: اس نے اس کے لئے کسی چیز کو حلال جائز کیا۔

أَحَلَّ الْمُحْرِمُ: حَلَّ کا ہم معنی لیجیے ہے۔ اَحَلَّ کا معنی حرم سے حِلّ کی طرف نکلا یا معاہدے سے عہدہ برآ ہوا۔ أَحْرَم کا مطلب ہے وہ حرام مہینوں میں داخل ہوا۔

الْمُحَلِّلُ فِي السَّبَقِ: شرطیہ دوڑ میں حصہ لینے والا کہ اگر جیت گیا تو شرط جیت گیا اور اگر پیچھے رہ گیا تو اس پر کوئی تاوان نہ ہوگا۔

الْمُحَلِّلُ فی النكاح: حلالہ کرنے والا یعنی وہ شخص کسی عورت کو تین طلاقیں دے تاکہ وہ عورت اپنے سابقہ خاوند کے لئے حلال ہو جائے۔

اِحْتَلَّ: اترا نا ٹھہرنا، قبضہ جمانا۔

تَحَلَّلَ فی يمينه: اس نے اپنی قوم میں استثناء کیا یعنی ان شاء اللہ کہا۔

اسْتَحَلَّ الشَّيْئَ: چیز کو حلال سمجھا۔

التَّحْلِيْلُ: التحریم کی ضد۔ کسی چیز کو حلال کرنا۔

حَلَّلَهُ تَحْلِيْلًا وتَحِلَّةً: اس نے حلال یا جائز ٹھہرایا۔ اس کی مثال عَزَّزَهُ تَعْزِيزًا وتَعِزَّةً: اس نے خوب (اچھی طرح) مدد کی، یا مدد کرنے کا حق ادا کر دیا۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ فَعَلَهُ تَحِلَّةً کا مطلب ہوگا۔ اس نے اپنی قسم کے مطابق وہ کام کیا اور اس میں مبالغہ نہیں کیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے: لَا تَمُوتُ للمُؤمِن ثلاثة اولاد فتمسّهُ النار اِلّا تَحِلَّةَ القَسَم: یعنی کسی مؤمن کے اگر تین بچے فوت ہوں تو اسے صرف قسم پوری کرنے کے لئے جہنم کی آگ چھوئے گی اور قسم کے بارے میں قول خداوندی ہے: وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا: تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے مگر اسے اس پر سے گزرنا ہوگا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

الحُلَاحِلُ: (حاء اول مضموم) باوقار سردار۔ اس کی جمع حَلَاحِل ہے اس میں 'حا' مفتوح ہے۔

ح ل م — الحُلُمُ: (لام مضموم اور ساکن) خواب، سپنا۔

حَلَمَ يَحْلُمُ: (لام مضموم) حُلُمًا اور حُلْمًا اور احْتَلَمَ: ہم معنی ہیں۔ اسی طرح حَلَمَ بكذا اور حَلَمَ كذا دونوں ہم معنی ہیں، یعنی اس نے سوتے میں خواب دیکھا۔

الحِلْمُ: بردباری، نرمی۔

حَلُمَ (لام مضموم) حِلْمًا اور تَحَلَّمَ: اس نے بردباری ظاہر کی۔

تَحَالَمَ: اس نے بردباری کا مظاہرہ کیا جبکہ اس میں بردباری نہیں۔

الحَلَمَةُ: چھاتی کا سرا۔ یہ دَو سرے ہوتے ہیں۔

الحَلَمَة کا معنی بڑی چیچڑی بھی ہے اور اس کی جمع حَلَمٌ ہے۔

حَلَّمَهُ تَحْلِيمًا: اسنے اسے بردبار بنایا۔

الحَالُوم: گاڑھا کیا ہوا دودھ جو بظاہر تازہ پنیر نظر آئے لیکن وہ پنیر نہ ہو۔

ح ل ا – الحُلْوُ: میٹھا، یعنی کڑوا کی ضد۔ قَدْ حَلَا الشَيْءُ: (چیز میٹھی ہوگئی) يَحْلُوُ، حَلَاوَةً اِحْلَوْمَى: کا بھی یہی معنی ہے۔ احلَوْمَى بطور صرف شعر میں بطور فعل متعدی بھی استعمال ہوا ہے۔ ورنہ افْعَوْعَلَ کے وزن پر کوئی فعل بطور فعل متعدی استعمال نہیں ہوا ہے سوائے اِعْرَوْرَيْتُ الفرسَ: میں گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر (بغیر زین) سوار ہوا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ اِحْلَوْلَيْتُ الشَيْءَ، استَحْلَيْتُهُ اور اَحْلَيْتُ الشَيْءَ: میں نے چیز کو میٹھا بنا دیا۔

حَالَاه: اس نے اسے عمدہ بنایا۔

تَحالَتِ المراۃ: عورت نے پسندیدگی اور شیرینی کا اظہار کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: نَهَى عن حُلوَانِ الكَاهِنِ: یعنی حضور ﷺ نے کاہن کو شیرینی (چڑھاوا) دینے سے منع فرمایا۔ یہ شرینی وہ تحفہ یا ہدیہ ہے جو کاہن کو غیب کی خبریں سنانے پر دیا جاتا ہے۔

حُلوَان: ایک جگہ کا نام بھی ہے۔

الحُلَى: عورتوں کا زیور اس کی جمع حُلِيٌّ ہے جس طرح لدَى کی جمع لُدِيّ ہے۔ بعض اوقات حُلِيّ میں حاء مکسور بھی ہوتا ہے۔ یعنی حَلِيّ قرآن کی آیت: مِنْ حُلِيِّهِمْ میں حُلِيهم (میں حاء مضموم بھی اور مکسور) دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

حِلْيَةُ السَّيْفِ: تلوار کی آب وتاب۔ اس کی جمع حِلَى ہے جس طرح لِحْيَةٌ کی جمع لِحَى ہے۔ شاید اسے لِحَى (لام مضموم) بھی پڑھا گیا ہے۔

حِلْيَةُ الرَّجُلِ: مرد کا زیور یعنی اس کی صفات۔

حَلَيْتُ المراۃَ: میں نے عورت کو زیور پہنایا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔

حَلَوْتُهَا: میں نے اس کے لئے زیور بنایا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ حَلِيَ فلانٌ بعَيْنِي، وفي عَيْنِي يَحْلُوْ حلاوةً کا معنی بھی یہی ہے۔ اصمعی نے کہا کہ حَلِيَ فی عَيْنِي (لام مکسور ہے) اور حَلَا فی فَمِي میں لام مفتوح ہے۔

حَلِيَتِ المراۃُ حَلْيًا: (لام ساکن)

عورت زیور والی بن گئی۔ اس سے اسم فاعل حَلِيَةٌ اور حَالِيَةٌ ہوگا۔

نِسْوَةٌ حَوَالٍ: زیوروالی عورتیں۔

حَلَّاهَا غَيْرُهَا: کسی دوسرے نے اسے زیور پہنایا۔ تَحْلِيَةٌ، اسی سے سَيْفٌ مُحَلًّى: نقش و نگار والی تلوار یعنی مرصع تلوار۔

حَلَّيْتُ الرَّجُلَ تَحْلِيَةً: میں نے اس شخص کے زیور یا صفات کی تعریف کی۔

حَلَّيْتُ الشَّيْئَ فِي عين صاحبه: میں نے چیز کے مالک کی نظروں میں چیز کو سہانا کردکھایا۔

حَلَّيْتُ الطَّعَامَ: میں نے کھانے کو میٹھا کردیا۔ شاید حَلَّأْتُ السَّوِيقَ: میں نے ستو کو بنایا۔ اس میں لوگوں نے ہمزہ پڑھا ہے حالانکہ یہ فعل مہموز نہیں ہے۔ اس کا ذکر ح ل أ کے ذیل میں آچکا ہے۔ جس طرح الجودة سے استجادۃ بنا ہے اسی طرح الحَلاوة سے استحلاۃ بن گیا۔

تَحَلَّى بالحَلْي: وہ زیور سے آراستہ ہوا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ لَمْ يَحْلَ مِنْهُ بِطَائِلٍ: اس نے اس سے کوئی بڑا فائدہ نہیں اٹھایا جس کا ذکر بھی مشکل سے کیا جاتا ہے۔

الحَلْوَا: ہر کھانے والی میٹھی چیز۔ اسے مد کے ساتھ حلواء بھی پڑھا جاتا ہے اور حلوی یائے مقصود کے ساتھ بھی۔

ح م أ - الحَمَأ: (حاء اور میم مفتوح) اور الحَمْأَةُ، (میم ساکن) سیاہ رنگ کی مٹی۔

الْحَمءُ: عورت کے سسرالی رشتہ دار مثلاً: دیور، سسر وغیرہ۔ حَمُوٌ، ابو کی طرح اسم ہے۔ بمعنی سُسر۔ اس کی جمع اَحْمَاءُ ہے۔

ح م د - الحمدُ: ذمّ کی ضد، حمد و ثنا، تعریف۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ مَحْمَدَةٌ بروزن مَتْرَبَةٌ: تعریف کرنا۔ اس سے اسم صفت حمید اور محمود ہے۔

التحميد: تعریف کرنا، حمد سے زیادہ بلیغ ہے۔ اور الحمدُ، الشُّكر سے زیادہ کثیر الاستعمال ہے۔

المُحَمَّد: (میم مشدد) وہ شخص جس کی صفات حمیدہ بہت زیادہ ہوں۔

المَحْمَدَةُ: مذمّت کی ضد ہے بمعنی ستائش کرنا۔

میرا کہنا ہے کہ المَحْمَدَةُ میں زمخشری نے مصادر مفصل میں دوسری میم کو مکسور کہا ہے۔ اور صاحب الدیوان نے بیان کیا ہے۔ ان دو الفاظ کا ایک اور تلفظ یا لہجہ المَحْمَرَة، المَحْمِدة، المزَمّة اور المُزِمّة ہے۔ یعنی دوسری میم پر زبر کے علاوہ زیر بھی ایک لہجہ ہے۔

اَحْمَدَهُ: اس نے اسے قابل تعریف پایا۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ العَوْدُ اَحْمَدُ: کسی کام کا دہرانا یا دوسری بار کرنا زیادہ قابل تعریف ہے۔

رَجُلٌ حُمَدَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: چیزوں کی زیادہ تعریف کرنے والا شخص یا حد سے یا ضرورت سے زیادہ تعریف کرنے والا۔

محمودٌ: ابرہہ کے ہاتھی کا نام جس کا ذکر قرآن کے سورۃ الفیل میں آیا ہے۔

ح ر م—الحُمْرَةُ: سرخی، سرخ رنگ۔

اِحْمَرَّ الشَّيْئُ: چیز کا رنگ سرخ ہو گیا۔ اِحْمَارَّ کا بھی یہی معنی ہے۔

رَجُلٌ اَحْمَرُ: گورے سرخ رنگ کا آدمی۔ اس کی جمع اَحَامِرُ ہے۔ اگر تمہاری مراد سرخ رنگ سے رنگا ہوا آدمی ہو تو کہیں گے اَحْمَرُ اور اس کی جمع حُمْرٌ ہے۔

اَهْلَكَ الرِّجَالَ الأحمران، اللحم والخَمْرُ: لوگوں کو دو سرخ چیزوں گوشت اور شراب نے ہلاک کر دیا۔ اگر تم اَحَامِرَةٌ کہو گے تو اس میں پھر سرخ رنگ کی مخلوق شامل ہو گی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اَتَانِي كُلُّ اسودَ مِنْهُمْ وَاَحْمَرَ: میرے پاس کالے اور گورے ہر رنگ کے لوگ آئے۔ گورے کے لئے لفظ اَبْيَضِ نہیں بولا جائے گا۔ کالے گورے سے مراد عرب و عجم کے سب لوگ۔

مَوْتٌ اَحْمَرُ: سرخ یعنی خونیں موت۔ حدیث شریف میں آیا ہے: كُنَّا اذا اِحْمَرَّ البأسُ: یعنی جب جنگ شدت اختیار کر جاتی تھی تو ہم حدیث کے بقیہ کلمات: اتقيا برسول الله: تو ہم رسول اللہ ﷺ کا بچاؤ کرتے تھے۔

سَنَةٌ حَمْرَا: سخت مشکل کا سال۔

الحِمَارُ: گدھا، گورخر۔ اس کی جمع حمير اور حُمُرٌ ہے جس طرح قُفُلٌ ہے۔ (قاف اور فاء مضموم) نیز اس کی جمع حُمُرٌ: (حاء اور میم مضموم) ہے اور حُمُراتٌ بھی ہے اور اَحْمِرَةٌ بھی شاید گدھی کے لئے حِمَارَةٌ بھی ہو۔

اليَحْمُوْرُ: جنگلی گدھا۔

الحَمَارَةُ: سفر میں گدھے والے لوگ۔ اس کا مفرد حَمَّار ہے جس طرح جَمَّالٍ اور بغّال (اونٹ اور خچر بان)۔

ح م ز—حَمُزَ الرَّجُلُ: آدمی سخت مضبوط ہوا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

حَمِيْزُ الفُؤاد: مضبوط دل والا۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: اَفْضَلُ الأعمَالِ اَحْمَزُهُ: بہترین اعمال میں سے مضبوط ترین اور پختہ ترین اعمال ہیں۔

ح م س—الأحْمَس: دین اور جنگ میں زیادہ سخت اور سرگرم۔

الحَمَاسَةُ: بہادری (حاء مفتوح)۔
الأحْمَسُ: بہادر۔
ح م ص - حِمْصُ: ایک شہر کا نام۔ بطور مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔
الحِمَّصُ: چنا، نخود، ثعلب کا کہنا ہے کہ میم کو مفتوح پڑھنے میں اختیار ہے یعنی الحِمُّص بھی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ اور المبرّد نے کہا کہ یہ لفظ میم مکسور کے ساتھ الحِمِّص ہے۔ اس وزن پر حِلِّز کے سوا اور کوئی اسم نہیں آتا اس کا معنی پست قد ہے۔ اور اس وزن پر دوسرا اسم جِلِّق ہے۔ یہ شام کی طرف ایک شہر کا نام ہے۔
ح م ض - الحُمُوضَةُ: تُرشی، کھٹائی۔
قَدْ حَمُضَ الشيئُ: چیز کھٹی یا ترش ہو گئی۔ اس کا باب سَهُلَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل حَامِضٌ (تُرش اور کھٹا) ہے اور شاذ و نادر ہے جیسا کہ ہم (ف ر ہ) کے ذیل میں اس کا ذکر کریں گے۔
الحُمَّاضُ: ایک پودا ہے جس کی سرخ روشنی ہوتی ہے۔
ح م ط: کہا جاتا ہے أصَبْتُ حَمَاطَةَ قَلْبِهِ: میں نے اس کے دل کا نشانہ لیا۔
الحَمَاطُ: ایک پودا۔
الحَمَاطَةُ: حلق کے اندر تکلیف یا سوزش۔
الحِمْطَاط: ایک کیڑا جو منقوش گھاس میں ہوتا ہے۔
ح م ق - الحُمْق: (میم ساکن اور مضموم) بیوقوفی اور کم عقلی۔
قَدْ حَمُقَ: اس نے بے وقوفی کی ہے۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل اَحْمَق ہے۔ اس کا فعل حَمِقَ (میم مکسور) حُمْقًا بھی آتا ہے۔
امْرَاَةٌ حَمْقَاءُ: بیوقوف عورت۔
قَوْمٌ وَنِسْوَةٌ حُمُقٌ وحَمْقٰى وحَمَاقٰى: بیوقوف لوگ یا بیوقوف عورتیں۔
البقلة الحَمْقَاء: خرفہ کا ساگ۔
اَحْمَقَهُ: اس نے اسے بے وقوف پایا۔
حَمَّقَهُ (تحمِيقًا): اس نے اسے بیوقوف قرار دیا۔
حَامَقَهُ: اس نے بیوقوفی میں اس کا ساتھ دیا۔
استحمَقَهُ: اس نے اسے بیوقوف گردانا۔
تَحَامَقَ: وہ بیوقوف بنا۔
ح م ل - حَمَلَ الشيئَ على ظَهْرِهٖ: اس نے چیز اپنی پیٹھ پر اُٹھائی۔
حَمَلَتِ المرأة: عورت حاملہ ہوئی۔
حملت الشجرةُ: درخت بارآور ہوا۔ دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا: (وہ قیامت کے

دن بوجھ اٹھائے گا) میں بوجھ کو پیٹھ پر اٹھانے کی تخصیص نہیں ہے۔ اور دوسرا قول خداوندی: وَسَآءَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ حِمۡلًا (اور قیامت کے دن یہ بوجھ ان کے لئے بُرا ہوگا) میں مصدر پر کوئی لفظ دلالت نہیں کرتا کیونکہ محمول یعنی بوجھ کے لئے اسم استعمال ہوا ہے۔ اسی لئے قول خداوندی: حَمۡلًا خَفِيۡفًا: میں بھی مصدر پر دلالت موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ان دو آیتوں میں امام الجوہری کا اجتہاد محل نظر ہے۔ امام الازہری کا کہنا ہے کہ: حَمَلَ الشَّيْئَ يحملهٗ (حَمۡلًا و حُمۡلَانًا: اس نے چیز اٹھائی۔ الحَمۡل سے مراد وہ حمل ہے جو عورتیں اپنے پیٹ میں اٹھاتی ہے۔ اور حَمۡل وہ بوجھ ہے جو پیٹھ پر اٹھایا جاتا ہے۔ رہا حَمۡلُ الشجرة تو اس سلسلے میں کہا گیا ہے کہ درخت سے جو کچھ نمودار ہوتا ہے وہ حِمۡلٌ ہے۔ اور جو چھپا ہوا ہو وہ حَمۡل ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ دونوں صورتوں میں حَمۡل ہے کیونکہ وہ لازم اور غیر بائن (جدا نہ ہونے والا) ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ الحَمۡل (حاء مفتوح) وہ بوجھ ہے جو پیٹ میں ہو یا درخت کے اوپر ہو اور الحِمۡل (حاء مکسور) وہ بوجھ ہے جو پیٹھ پر ہو یا سر پر ہو۔ امام الازہری نے کہا کہ یہ درست ہے اور اصمعی کا قول یہی ہے۔ کہا

جاتا ہے: امرأةٌ حَامل وحاملة: جب عورت حاملہ ہو۔ جس نے عورت کے ساتھ حامِل کہا اس نے اسے نعت بنایا اور یہ صرف عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور جس نے امرأة حاملةٌ کہا اس نے اس کی بنیاد حملت پر رکھی۔ اور مؤنث اسم فاعل حاملة کہا۔ بطور دلیل یہ شعر ہے:

تمخضت المنونُ لهُ بِيَوۡمٍ
أنَي ولكل حاملةٍ تَمَامُ

"اس کے موت کے سامان ہوتے رہے
بالآخر ایک دن یہ سامان مکمل ہو گئے۔"

اور امر واقعہ یہ ہے کہ ہر حاملہ کے لئے بچہ جننے کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اور وہ آ ہی جاتا ہے۔ جب کوئی عورت اپنی پیٹھ پر تھوڑا سا بوجھ اٹھائے یا اپنے سر پر اُٹھائے تو اسے صرف حاملہ یعنی بوجھ اٹھانے والی کہا جائے گا۔ کیونکہ ظَهۡرِهَا میں 'هَا' کی چیز اس کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس صورت میں اس کی صفت یا خبر کے ساتھ تانیث کی علامت یعنی 'ۃ' لگانے کی ضرورت نہیں اور اگر یہ علامت رکھی بھی جائے تو اس کو اپنی اصل پر مبنی سمجھا جائے گا۔ یہ اہل کوفہ کا قول ہے۔ اور اہل بصرہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ بات غیر مستمر ہے یعنی یہ بات ہمیشہ جاری رہنے والی نہیں، کیونکہ

عرب لوگ رجــل ایـمٌ اور امرأۃ ایمٌ، رَجُــلٌ عانسٌ و امرأۃ عانس دونوں جنسوں کے لئے مذکر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ امراۃٌ مصیبَۃٌ و کلبۃ مُجْرِیَہ یعنی وہ مؤنث کے لئے علامت تانیث استعمال کرتے ہیں۔ البتہ درست بات یہ ہے کہ یوں کہنا چاہئے کہ لوگوں کا حـامل، طالِق اور حائِض وغیرہ کے کلمات کہنا اگرچہ مذکر اوصاف ہیں۔ لیکن ان صفات سے عورتوں کو منسوب سمجھا گیا ہے۔ اگرچہ جس طرح الـرَبْعَۃ، الـرّاویۃ اور الخــُجاۃ مؤنث صفات ہیں لیکن ان صفات سے مرد منسوب ہیں۔ ابن درید نے کہا کہ حِمْل اشجرۃ میں دو لہجے ہیں۔ یعنی حمل کا حاء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔ میرا کہنا یہ ہے اور ثعلب نے اپنی کتاب 'اَلفصِیْح' میں اسی طرح بیان کیا ہے کہ: الحَمَلَۃُ (حاء اور میم مفتوح) حَامل کی جمع ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ھُمْ حَمَلَۃُ العَرْشِ وہ عرش بردار ہیں۔

اور حَمَلَۃُ القُرآن: (قرآن کے حاملین ہیں)۔ اور حَـمَـل عَلَیْہِ فِی الحرب حمــلۃ: اس نے جنگ میں اس پر ایک زبردست حملہ کیا اور حَـمَلٍ علی نفسہٖ فِی السَّـیْرِ: اس نے اپنے آپ کو چلنے میں تھکا دیا۔ نیز حَمَل بہٖ حَمالۃً (حاء مفتوح) اس نے اس کی کفالت کی۔

حَــمَــلَ اِدْلَالَہٗ: اس نے اس کی ناز برداری کی۔ احــتـمــل کا بھی یہی معنی مطلب ہے۔

الحَـمَل: (حاء اور میم مفتوح): مینڈھا، اس کی جمع حُمْلان ہے۔

الحَمَلُ: بُرج حَمَل۔

اَحْمَلَہٗ: اس نے بوجھ اٹھانے میں اس کی مدد کی۔

اسْتَحْمَلَہٗ: اس نے اسے بوجھ اٹھانے کو کہا۔

حَــمَّــلَہٗ الــرِّسَالَۃَ تَحْمِیْــلًا: اس نے اسے پیغام لے جانے کی ذمہ داری سونپی۔

تَحَــمَّلَ الحَمَــالَۃَ: اس نے تاوان برداشت کیا۔

تَحَمَّلُوا اور احْــتَـمَلُوْا کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ چل پڑے، لاد چلے، یا روانہ ہوئے۔

تَحَامَلَ علیہ: وہ اُس پر جھکا۔

تَحَــامَلَ علی نفســہٖ: اپنی جان پر محنت و مشقت ڈال دی۔

المَحْمِــل بروزن المجلِس: کجاوہ، سواری (اس کی جمع محامل ہے)۔

مَحَامِلُ الحَاجِّ: حاجیوں کی سواریاں۔

المِحْمَل بروزن المِرْجَل: تلوار لٹکانے والی پٹی، چمڑے کی وہ پٹی جس کے ذریعے تلوار گردن میں حمائل کر جاتی ہے۔ اسی طرح الحِمَالَةُ (حاء مکسور) اس کی جمع الحَمَائِل ہے (حاء مفتوح)۔ یہ خلیل کا قول ہے اور اصمعی کا کہنا ہے کہ حمائلِ السَّیْفِ میں حمائل کا واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ اس کا واحد صرف مِحْمَلٌ ہے جو مِرْجَلٌ کے وزن پر ہے۔

الحَمُوْلَةُ: (حاء مفتوح) بار بردار اونٹ۔ اسی طرح ہر جانور مثلاً: گدھا جس پر قبیلے والے سامان لادتے ہیں۔ خواہ اس جانور پر بوجھ لدا ہوا ہو یا نہ ہو۔ یعنی لادُو جانور۔ فَعُوْلٌ پر 'ۃ' کا اضافہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اسم مفعول بہ کے معنوں میں ہو۔

الحُمُوْلة: (حاء مضموم) بار، بوجھ۔ البتہ الحُمُول بغیر 'ۃ' کے اور حاء مضموم کے ساتھ، اس اونٹ کے لئے استعمال ہوتا ہے جس پر ہودے کجاوے لدے ہوں خواہ ان ہودوں میں عورتیں ہوں یا نہ ہوں۔

ح م ل ق — حِمْلاقُ العَیْنِ: پلکوں کا اندرونی حصہ جو سرمہ لگا کر سیاہ کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ پتلی کے گرد کا سفید حصہ ہے۔

حَمْلَقَ الرجُلُ: آدمی نے اپنی آنکھ کھولی اور گہری نظروں سے دیکھا۔

ح م م — الحَمَّةُ العَیْنُ الحارَّة: گرم پانی کا چشمہ جس سے بیمار اور مریض شفا پاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: العَالِمُ کَالحَمَّةِ: عالم گرم پانی کے چشمے کی طرح ہے۔

حَمَّ المَاءَ: اس نے پانی گرم کیا اس کا باب رَدَّ ہے۔

حَمَّ المَاء بِنَفْسِہٖ: پانی خود بخود گرم ہوگیا۔ مضارع تَحِمُّ اور مصدر حَمَمًا ہے۔ (حاء اور میم مفتوح)۔

حُمَّ الشَّیْئُ: چیز گرم کی گئی۔ اور اُحِمَّ دونوں فعل ماضی مجہول کے صیغے ہیں۔

مَحْمُوْمٌ: بخار والا آدمی۔ حُمَّی الرَّجُلُ: آدمی کو بخار ہوگیا۔ یہ فعل حمّی بمعنی بخار سے مشتق ہے۔

اَحَمَّهُ اللّٰهُ فهو محموم: اللہ نے اسے بخار کردیا تو وہ بخار زدہ ہوگیا۔ لیکن یہ شاذ ہے۔

الحمیم: گرم پانی۔

اسْتَحَمَّ: اس نے گرم پانی سے غسل کیا۔ یہ اصل ہے۔ اس کے بعد ہر قسم کے غسل کے لئے استحمام کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ پانی چاہے کیسا ہی ہو۔

اَحَمَّهُ: اس نے اسے گرم پانی سے دھویا۔

حَمَّکَ فَرِیْکَ الذی تهتیم

لامـرہ: تمہارا حمیم یعنی سرگرم دوست وہ قرابت دار ہے جس کے معاملات میں تمہیں دلچسپی ہو۔
حَـمَّمَهُ تَحْمِيمًا: اس نے کوئلوں سے اس کا یا اپنا منہ کالا کیا۔
الحُمَمُ: راکھ اور کوئلے، ہر وہ چیز جو آگ سے جلتی ہو۔ اس کا واحد حُمَـمَةٌ ہے۔
حَمْحَمَ الفَـرَسُ وتَحَمْحَمَ: گھوڑا چارے کے لئے ہنہنایا۔
اليَحْمُوم: دھواں۔
الحَـمِـمَةُ: اس کی جمع الحَمائم: عمدہ مال۔ کہا جاتا ہے کہ: اَخَـذَ المُصَدِّقُ حَـمـائمَ الإبِلِ: صدقہ لینے والے نے اونٹوں میں سے عمدہ اور بہترین اونٹ لے لئے۔
الحِمَامُ: (حاء مکسور) موت۔
حُـمَـةُ العَـقرَبِ: بچھو کا ڈنگ یا زہر۔ حـمـة میں میم مشدد اور 'ۃ' عوض ہے۔ اسے اسمائے معتل میں بھی شمار کیا گیا ہے۔
الحَـمَـام: کبوتر، عربوں کے ہاں طوق والے پرندوں یعنی فاختاؤں، قمریوں، زر قمریوں، بھٹ تیتروں کی قسم کا ایک پرندہ۔ اس کا واحد حَـمَـامـةٌ ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حمـامـة میں 'ۃ' مفرد ظاہر کرنے کے لئے ہے، تانیث کی علامت نہیں ہے۔ عام لوگوں کے نزدیک یہ صرف مرغیوں کے لئے بولا جاتا ہے۔
حمامـة کی جمع حَمَام، حِمامات اور حمـائم ہے شاید حمام واحد کے لئے بھی بولا جاتا ہو۔
الحَـمَّـام: (میم مشدد) اس کی جمع الحمّامات ہے۔
حمام السـيام: جنگلی کبوتر، ایک صحرائی پرندہ، یہ اصمعی کا قول ہے۔ اور الکسائی کا کہنا یہ ہے کہ الحَمام جنگلی کبوتر ہے اور الیمام پالتو کبوتر ہے۔ الحَامّة: خواص، چنانچہ کہا جاتا ہے کیف الحَامّة والعَامّـةُ خواص وعوام کیسے ہیں۔ ال حٰـمٓ: قرآن کریم میں کچھ سورتیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ال حٰمٓ قرآن کا دیباچہ ہیں۔ الفراء کا کہنا ہے کہ عام لوگوں کا الحوامیم کہنا عربوں کا کلام نہیں ہے۔ اور ابوعبید نے کہا کہ الحَوامیم قرآن کی سورتیں ہیں اور یہ لفظ خلاف قیاس ہے۔ انہوں نے یہ مصرعہ پڑھا: وَبـالحَـوامِيـمِ الّتی سُبّعَتْ: ترجمہ: حٰـم سورتوں کی قسم جو تعداد میں سات ہیں۔ ابوعبید نے کہا کہ اولیٰ بات یہ ہے کہ حٰـم والی سورتیں جمع کی جائیں۔

ح م ی — حَـمَـهُ، يَحْمِيهِ، حِمَايَةً: اس نے اس کی حمایت کی۔ هـذا شيئٌ

حِمیً: (یہ ممنوع چیز ہے) کوئی اس کے قریب نہ جائے۔
اَحْمَیْتُ المَکَانَ: میں نے جگہ کو چراگاہ بنایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَا حِمیً اِلَّا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ: چراگاہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے سواء کسی اور کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ مفاد عامہ کے لئے وقف ہے۔
حَمَاۃُ المرأۃ: عورت کی ساس، اس لفظ میں کوئی تلفظ یا لہجہ نہیں ہے جبکہ اس کے برخلاف الحَم مذکور بذیل (ح م ا)، بمعنی سسر میں حَمٍ کی اصل حَمَوٌ ہے (حاء اور میم مفتوح)۔
الحامی: نر اونٹ، مالک کے پاس کافی عرصہ رہنے والا نر اونٹ انہیں معنوں میں قول خداوندی: وَلَا وَصِیْلَۃٍ وَلَا حَامٍ: میں مذکور لفظ حَامٍ ہے۔ الفرّاء کا کہنا ہے کہ جب اس نر اونٹ کے بچے کا بچہ جوان ہو جائے تو پھر اس بوڑھے اونٹ پر نہ تو سواری کی جاتی ہے نہ اس کے جسم سے پشم بھی اتاری جاتی، اور نہ ہی اسے کسی چراگاہ میں چرنے سے روکا جاتا ہے۔
فُلَانٌ حَامِی الحَقِیْقَۃِ کا ذکر ہم تفصیلاً مادہ ح ق ق کے تحت کر چکے ہیں۔ اس کی جمع حُمَاۃ اور حَامِیَہ ہے۔
حُمَۃُ العقرب: بچھو کا ڈنک اور اس کی تکلیف۔
حُمَیَّا: پیالے کا پہلا چکر۔
حُمُوَّۃُ الألم: تکلیف یا درد کی ٹیس۔
حَمَیْتُ المَرِیْضَ الطَعَام حِمْیَۃً وحِمْوَۃً: (حاء مکسور) میں نے مریض کو کھانے سے پرہیز کرایا۔
اِحْتَمَیْتُ مِنَ الطعام احتماءً: میں نے کھانے سے سخت پرہیز کیا۔
الحَمِیَّۃُ: حمیت، غیرت۔ حَامَی عنہ محاماۃ وحماءً: اس نے اس کی طرف سے وکالت کی۔
حَمِیَ النَّهَارُ (میم مکسور) وَالنَّهَارُ والتَّنُّوْرُ حَمْیًا: دن اور تنور تپ گئے۔
الکسائی نے کہا ہے کہ: اشْتَدَّ حَمْیُ الشَّمْسِ: سورج کی تمازت سخت ہوگئی۔
حَمُوُها کا مطلب بھی یہی ہے۔
اَحْمَی الحَدِیْدَ فِی النَّارِ: اس نے آگ میں لوہا تپایا، یا گرم کیا۔ اس لوہے کو مُحْمًی کہا جائے گا۔ اَحْمَی کی بجائے حَمَاہُ نہیں کہہ سکتے۔
تَحَامَاہُ النَّاسُ: لوگوں نے اس سے اجتناب کیا۔

ح ن ا - الحِنَّاءُ: مہندی (نون مشدّد اور الف ممدود) ہے۔ حَنَّا رَاْسَہٗ بِالحِنَّاء (تَحْنِئَۃً وتَحْنِیًا) (الف ممدود) اس نے اپنے سر کو مہندی سے رنگا۔

ح ن ت م—الحَنتَمُ: سبز رنگ کا گھڑا۔
ح ن ث—الحِنثُ: گناہ اور جرم۔
بَلغ الغُلامُ الحِنثَ: لڑکا برے بھلے کی تمیز کرنے کی عمر کو پہنچ گیا۔
الحِنثُ: قسم توڑنا۔ تم کہتے ہو: اَحْنَثَهُ فی یَمِینِہِ فَحَنِثَ: اس نے اس سے قسم تڑوائی تو اس نے قسم توڑ دی۔ حِنثًا (حاء مکسور) قسم توڑنا۔ تَحَنَّثَ: وہ عبادت گزار بنا اور اس نے بتوں کو چھوڑ دیا۔ اس کی مثال تَحَنَّفَ ہے یعنی وہ حنیف (مخلص بندہ) بن گیا۔ تَحَنَّثَ مِنْ کَذا: فلاں گناہ سے بچا۔
ح ن ذ—حَنَذَ الشَاةَ: اس نے بکری کو بھونا، اور اس کے اوپر گرم پتھر رکھا تا کہ بکری کے گوشت کو پکائے۔ اس طرح کا پکا ہوا گوشت حَنِیذ کہلاتا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
ح ن ش—الحَنَشُ: (حاء اور نون مفتوح) ہر پرندہ اور الو جسے شکار کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع الأحْنَاش ہے۔
الحَنَش: سانپ اور اژدھا کو بھی کہتے ہیں۔
ح ن ط—الحِنطَة: گندم۔ اس کی جمع حِنَطٌ ہے بروزن عِنَبٌ. حَنّاط: (نون مشدّد) گندم فروش۔
الحَنُوط: (حاء مفتوح) مردے پر لگانے والی خوشبو یا مسالہ یا مردے کو خوشبو لگانا۔ (لاش محفوظ کرنے کے لئے اس کے جسم پر مخصوص قسم کی کیمیاوی ادویات ملنا)۔
حَنَّطَ المیّتَ تحنیطًا: اس نے میت کو خوشبو ل دی۔ یا حنوط کیا۔
الحِناطَةُ: تحنیط کرنے کا فن یا عمل۔
ح ن ف—الحَنِیفُ: مخلص دیکھو مسلمان۔
تَحَنَّفَ الرَّجُلُ: آدمی حنیف بن گیا۔ یعنی اس نے حنفیوں جیسا کام کیا۔ اس کا معنی اختتن یعنی اس نے ختنہ کیا یا اس کا ختنہ ہوا بھی کہا جاتا ہے۔ اور اِعْتَزَلَ بھی اس کا مطلب ہے یعنی اس نے بت پرستی ترک کر کے اللہ کی عبادت اختیار کی۔
ح ن ق—الحَنَقُ: غیظ غضب، اس کی جمع حِنَاق ہے۔ جس طرح جَبَل کی جمع جِبَال ہے۔
قَدْ حَنِقَ عَلَیْهِ: وہ اس پر غصے ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
حَنِقٌ: غضبناک، غیظ بھرا۔
ح ن ک—حَنَکَ الفَرَسَ: اس نے گھوڑے کے منہ میں رسی ڈال دی۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔
احْتَنَکَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔
احْتَنَکَ الجَرادُ الأرضَ: ٹڈی نے زمین پر موجود چیزیں کھا لیں اور اس کی

پیداوار تک پہنچ گئی یا پیداوار پر حملہ آور ہوئی۔ قول خداوندی ہے جس میں ابلیس کا قول نقل کیا گیا ہے: لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ: الفّراء نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ میں اس کی اولاد پر چھا جاؤں گا۔

الحَنَكُ: چونچ۔ کہا جاتا ہے کہ اَسْوَدُ مثلُ حَنَكِ الغُرَابِ یعنی کالا کوے کی چونچ جیسا۔

حَانِكٌ: حالک کا ہم معنی، کالا گہرا۔ کالا سیاہ۔

الحَنَكُ: انسان وغیرہ کا ٹھوڑی سے نیچے کا حصہ۔

ح ن ن – الحَنِينُ: شوق، دلی چاہت، پیار۔

قَدْ حَنَّ اِلَيْهِ يَحِنُّ: (حاء مکسور) حِنِينًا: وہ اس کا مشتاق ہوا۔

حَانٌّ: مشتاق، چاہت کرنے والا۔

الحَنَانُ: رحم و شفقت اور چاہت۔

قَدْ حَنَّ عَلَيْهِ يَحِنُّ (حاء مکسور) حنانا: اس نے اس پر شفقت کی۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی: وَحَنَانًا من لَدُنَّا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: مَا اَدْرِيْ مَا الحنان: میں نہیں جانتا کہ حنان کیا ہے۔

الحنّان: (نون مشدّد) شفقت کرنے والا۔

تَحَنَّنَ عَلَيْهِ: اسے اس پر بہت رحم آیا۔ عرب کہتے ہیں کہ: حَنَانَكَ يا رَبُّ: اے رب تجھ سے شفقت چاہتا ہوں۔

حَنَانَيْكَ یارب کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اے رب تیری رحمت کی دعا ہے۔

حَنَّةُ الرَّجُل: آدمی کی بیوی۔

حُنَيْن: ایک جگہ کا نام، یہ نام مؤنث بھی ہے اور مذکر بھی۔ اگر اس سے مراد شہر اور جگہ ہو، تو اسے بطور مذکر استعمال کریں گے اور اسے منصرف بنائیں گے مثلاً: قول خداوندی: وَيَوْمَ حُنَيْنٍ: اور اگر اس سے مراد گاؤں اور دلدل یا زمین کا قطعہ ہو تو پھر یہ مؤنث ہوگا اور غیر منصرف ہوگا۔ اس کی مثال شاعر کا قول ہے:

نَصَرُوا نَبِيَّهُمْ وَشَدُّوا اَزْرَهُ
بِحُنَيْنَ يَوْمَ تَوَاكُلَ الاَبْطَال

"انہوں نے حنین کے مقام پر اس دن اپنے نبی کی مدد کی اور پشت پناہی کی جس دن بڑے بڑے بہادر دل چھوڑ گئے۔"

لوگوں کا یہ قول رَجَعَ بِخُفَّي حنين: ناکامی کے اظہار کے لئے بطور مثال کہا جاتا ہے۔

الحِنُّ: (حاء مکسور) جنات کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جنات اور انسانوں کے درمیان ایک مخلوق ہے۔

ح ن ا – الحَنِيَةُ: کمان، حَنَيْتُ

ظَهْرِیْ: میں نے اپنی کمر دوہری کی۔

حَنَیْتُ الْعُوْدَ: میں نے لکڑی دوہری کی۔ اس کا باب رَمَی ہے۔ حَنَوْتُهُ کا معنی بھی 'میں نے اسے دوہرا کیا' ہے اور اس کا باب عَدَا ہے۔

رَجُلٌ اَحْنَی الظَّهْرِ: ایک شخص نے کمر دوہری کی۔

امْرَأَةٌ حَنْیَاء وحَنْوَاءُ: کبڑی عورت۔

حَنَا عَلَیْهِ: وہ اس پر جھکا، یا اس پر مہربانی کی۔ اس کا باب سما اور عَدَا ہے۔

تَحَنّٰی عَلَیْهِ تَحنَّنَ عَلَیْه: اسے اس پر رحم اور ترس آیا۔

انحَنَی الشَّیئُ: کوئی چیز ٹیڑھی ہوگئی۔

ح و ب—الحُوْب: (حاء مضموم) اور الحَابُ: گناہ۔

قَدْ حَابَ بکذا: اس نے یہ گناہ کیا۔ اس کا باب قَالَ اور کَتَبَ ہے۔

حَوْبَةٌ: (حاء مفتوح) گناہ۔

ح و ت—الحُوْتُ: مچھلی، اس کی جمع الحِیْتَان ہے۔

میرا کہنا یہ ہے اور یہی الازہری نے کہا ہے کہ حُوت سے مطلق مچھلی مراد ہے نہ کہ کوئی خاص مچھلی۔ قول خداوندی ہے: نَسِیَا حُوتَهُمَا: یعنی حضرت موسیٰ اور ان کا خادم اپنی مچھلی بھول گئے۔ صحیح حدیث میں منقول ہے کہ یہ مچھلی ٹوکرے میں تھی۔ تمہارا دو آدمیوں کے اس زادِ راہ بالخصوص حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی کے زادِ رہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اس سے بھی زیادہ واضح دلیل قول خداوندی ہے: اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهم: یعنی سبت کے دن جب بنی اسرائیل کے پاس ان کی مچھلیاں آئی تھیں۔ البتہ یہ قول خداوندی: فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ: حضرت یونسؑ کو مچھلی نے لقمہ بنا کر نگل لیا تو اس بات کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مچھلی بڑی تھی۔ ورنہ صرف تلفظ حُوت سے مراد بڑی مچھلی نہیں لی جاسکتی جب کہ عام لوگوں کا خیال ہے۔ ابن فارس کا کہنا ہے کہ حُوت کا معنی بڑی مچھلی ہے۔

ح و ث—حَوْثٌ: حَیْثُ کا ایک دوسرا تلفظ یا لہجہ ہے۔

ح و ج—الحَاجَةُ: ضرورت، اس کی جمع حَاجٌ، حاجات اور حِوَجٌ بروزن عِنَبٌ اور خلاف قیاس حَوَائج ہے۔ گویا انہوں نے اسے حَائجة کی جمع بنایا ہے۔ الاصمعی نے اسے ناپسند کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ لفظ نو ایجاد اور دخیل ہے۔ الحَوْجاء بروزن العَوْجاء بمعنی حاجت وضرورت۔

حَاجَ الرَّجُلُ: آدمی ضرورت مند ہوگیا۔

احتَاجَ کا بھی یہی معنی ہے۔اس کا باب قَالَ. اَحْوَجَهُ: اسے کسی دوسرے نے حاجتمند بنا دیا۔ اَحْوَجَ کا معنی بھی 'وہ محتاج ہوگیا' ہے۔

ح و ذ: حدیث شریف میں ہے: المُؤمِنُ خفیفُ الحَاذِ: مومن سبک کمر ہے یعنی سبک سامان ہوتا ہے۔

اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِ الشَّیْطَان: شیطان اس پر غالب آ گیا۔قول خداوندی ہے: اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْکُمْ: کیا ہم تمہارے معاملات پر غالب نہیں ہیں۔ اور تمہاری دوستی اور مروّت پر چھائے ہوئے نہیں ہیں۔

ح و ر—حَارَ: لوٹا۔اس کا باب قَالَ اور دَخَلَ ہے۔

فُلانٌ حَائِرٌ بائِرٌ: فلاں شخص ہلاک ہونے والا ہے یا کھوٹا ہے یعنی کسی کام کا نہیں ہے۔

الحَوَرُ: (حاء اور واؤ مفتوح) سرخ رنگ کا چمڑا یا کھال جس سے ٹوکریوں کو ڈھانپا جاتا ہے۔اس کا واحد حَوَرَةٌ ہے۔(حاء اور واؤ مفتوح)۔

الحَوَرُ: آنکھ کی گہری سیاہی میں شدید سفیدی۔

اِمْرَاۃٌ حَوْرَاءُ: سفید فام عورت۔

احْوَرَّت عَیْنُهُ: اس کی آنکھ میں شدید سیاہی کے اندر شدید سفیدی آ گئی۔اصمعی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آنکھ کے اندر حَوَر کا کیا معنی ہے۔ابوعمرو کا کہنا ہے کہ الحَوَرُ کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ ساری سیاہ ہو جائے جس طرح ہرن یا گائے کی ہوتی ہے۔اس نے کہا کہ انسانوں میں اس رنگ کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔البتہ عورتوں کو ہرنی اور گائے کی آنکھوں کے ساتھ مشابہت دینے کے لئے حُور کہا جاتا ہے۔

اسی مفہوم میں حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کو حواری کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے اور کپڑے اُجلے سفید کرتے تھے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ الحَوَارِیُّ کا معنی مددگار ہوتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: الزُّبیر بن العَوّام ابنُ عَمّتِی وحَوَارِیّ: زبیر بن العوّام میرے پھوپھی زاد بھائی اور میری امت میں سے میرے مددگار ہیں۔

الحُوَّارَی: (حاء مضموم اور واؤ مشدد) کھانے میں خاص وہ حصہ جسے سفید کر دیا گیا ہو، هٰذا دَقِیقٌ حُوَّارَی: یہ سفید آٹا ہے۔

حَوَّرْتُهُ فاحْوَرَّ: یعنی اس نے اسے سفید کر دیا تو وہ سفید ہو گیا۔

الحُوَارُ: (حاء مضموم) اونٹنی کا بچہ جو ابھی ماں سے جدا نہ کیا گیا ہو، جب جدا کیا جائے تو پھر اسے فَصِیلٌ کہتے ہیں۔تین

کے عدد تک تو فُـلانُهٗ اَحْوِرَةٌ کہیں گے لیکن اس سے زائد کے لئے حِیْـرَان اور حُوْرَان بھی کہیں گے۔
حَـوْرَان: (حاء مفتوح اور واؤ ساکن) شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔
المُحَاوَرَةُ: ایک دوسرے کو جواب دینا۔ بات چیت کرنا۔ التَّحَاوُرُ کا بھی یہی مطلب ہے۔
ح و ز - الحَوزُ: اکٹھا کرنا۔ اس کا باب قَالَ اور کَتَبَ ہے۔ ہر شخص جس نے کسی چیز کو اپنے ساتھ ملا لیا تو کہیں گے کہ حَازَهٗ اور احْتَازَهٗ بھی۔
الحَیِّزُ بروزن الهَیِّنُ: مکان یا گھر کے ارد گرد سے ساتھ ملنے والے مکانات اور تمام اطراف مکان کی حدود میں شمار ہوں گی۔
الحَوْزَةُ بروزن الحَوْرَة: طرف اور جانب۔
اَنْحَازَ عَنْهُ: وہ اس سے مڑ گیا یا پھر گیا۔
انْحَازَ القَوْمُ: لوگوں نے اپنا مرکز دوسروں کے لئے چھوڑ دیا یا لوگ غیر جانبدار ہو گئے۔
ح و ش - حَاشَ الصَّیْدَ: وہ اپنے شکار کو دو طرف سے گھیر لایا تا کہ اسے اپنے جال یا پھندے کی طرف موڑے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اَحَاشَهُ، اَحْوَشَهُ اور احْتَوَشَ القومُ الصَّیْدَ: قوم یا لوگ شکار کو گھیر کر پھندے کی طرف لائے۔ یا ہانکا کیا۔
احْتَوَشَ القَوْمُ علٰی فُلانٍ: لوگ فلاں شخص کو گھیر کر اپنے درمیان لے آئے۔
حَاشَ الاِبِلَ: اس نے اونٹ اکٹھے کئے اور انہیں ہانکا۔
اِنْحَاشَ عَنْهُ: وہ اس سے بدک گیا۔
لوگ محاورۃً کہتے ہیں: حَاشَ لِلّٰهِ: خدا پاک ہے، بات ایسی نہیں ہے۔ لیکن اس ترکیب پر قیاس کر کے حَاشَ لَکَ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ حَاشَاکَ کہا جا سکتا ہے۔ اور حَاشَی لَکَ بھی کہہ سکتے ہیں۔
حُوْشِیُّ الکلام: کلام کا وَحْشی یعنی غیر مانوس ہونا۔
ح و ص - الحَوَصُ: (حاء اور واؤ مفتوح) آنکھ کے پچھلے حصے میں تنگی۔
الرَّجُلُ اَحْوَصُ: مرد اَحْوَص ہے یعنی اس کا دنبالۂ چشم تنگ ہے۔
اور المرأةُ حَوْصاء: عورت حَوْصَاءُ ہے یعنی عورت کا دنبالۂ چشم تنگ ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ کا چھوٹا ہونا۔
ح و ض - الحَوْضُ: تالاب، اس کی جمع الأحواض، الحِیَاض ہے۔

خَاضَ الرَّجُلُ: آدمی نے حوض بنایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

اسْتَحْوَضَ المَاءَ: اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔

ح و ط — الحائط: دیوار۔ اس کی جمع الحِيطَانُ ہے۔ حَوَّطَ كَرْمَهُ تَحْوِيطًا: اس نے اپنے باغ (تاکستان) کی احاطہ بندی کی۔

كَرْمٌ مُحَوَّطٌ: احاطہ بند باغ۔ لوگ بطور محاورہ کہتے ہیں: أُحَوِّطُ حَوْلَ ذٰلك الأمرِ: میں اس کام کے گرد دیوار بناتا ہوں یعنی میں اس معاملہ میں گھوم رہا ہوں یا غور وفکر کر رہا ہوں۔

حَاطَهُ: اس نے اس کی رعایت یا دیکھ بھال کی۔ اس کا باب قَالَ اور كَتَبَ ہے۔

حِيطَةٌ: پاک دامن شریف عورت۔

الحِمَارُ يَحُوطُ عَانَتَهُ: جنگلی گدھا اپنے ریوڑ کو اکٹھا کر رہا ہے۔

احتاط لنفسه: اس نے احتیاط کی۔ اعتماد حاصل کیا۔ اطمینان کرلیا۔

أَحَاطَ بِهِ: اس نے اس کا احاطہ کیا یعنی اچھی طرح جان لیا یا پورا علم حاصل کیا۔

أَحَاطَتْ الخَيْلُ بِهِ: شہسوار نے اس کو گھیر لیا۔

احتاطت به: اس نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا۔ احتیاط سے اس کا جائزہ لیا۔

ح و ف — حَافَتَا الوَادِي: وادی کے دو کنارے۔

ح و ک — حَاكَ الثوبَ: اس نے کپڑا بُنا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

حِيَاكَةٌ: بُننا۔

حَائك: جولاہا۔

قوم حَاكَة: جولاہے لوگ۔ اسے حَوَكَةٌ (واؤ مفتوح) بھی کہتے ہیں۔

نِسْوَةٌ حَوَائِكُ: جولاہی عورتیں۔

مَحَاكَة: بُننے کی جگہ۔

ح و ل — الحَوْلُ: حیلہ، تدبیر، اس کا معنی قوت بھی ہے۔ اور سال بھی۔

حَالَ عَلَيْهِ الحَوْلُ: اس پر ایک سال گزر گیا۔

حَالَتِ الدَّار: گھر پہ سال گزر گیا۔

حَال الغُلام: لڑکے پر سال گزر گیا۔ یا لڑکا سال کا ہو گیا۔

حَالَتِ القَوسُ واستحالَتْ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی کمان اپنی اصلی حالت سے بدل گئی اور ٹیڑھی ہو گئی۔ ان تمام صیغوں کا باب قَالَ ہے۔

حَالَتِ النَاقَةُ تَحُولُ (حُؤُولًا): (حاء مضموم) اور حِيالًا (حاء مکسور) نر اونٹ نے اونٹنی سے جفتی کی لیکن اونٹنی حاملہ نہ ہوئی۔ ایسی اونٹنی کو اہل حِيَال کہیں گے۔ یہی حالت کھجور کے درخت کی ہے۔

حَالَ عَنِ العَهْدِ يَحُوْل (حُؤُوْلًا):
اُلٹ جانا۔ وعدے سے پھرنا۔
حَالَ لَوْنُهُ: اس کا رنگ بدل گیا اور کالا ہو گیا۔ اس کا باب قَال ہے۔
حَال الشَيْئُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ: میرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی۔
حَالَ اِلٰى يَحُوْلُ حولًا وحُوُلاً ومكان آخرَ: (حاء مکسور اور واؤ مفتوح) وہ کسی دوسری جگہ منتقل ہو گیا۔
محاورہ ہے: قَعَدَ (حَوْلَهُ) و(حِوَالَهُ) و(وحَوْلَيْهِ) و(حَوَالَيْهِ) نہیں کہہ سکتے۔ یعنی (لام مکسور) جس سے یہ مراد لی جائے کہ وہ اس کے اردگرد، آس پاس یا آمنے سامنے بیٹھ گیا۔ الحُوْلُ (حاء مضموم) الحِيَال اور الحُوْلُ: اونٹنی کا ایک سالہ بچہ۔ اس کا واحد حَائل ہے۔
الحالةُ: حالت، اس کی جمع اَحْوَال ہے یعنی حالات۔
الحَالُ: کالی مٹی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نے کہا کہ میں نے سمندر سے کالی مٹی لی اور اس کے منہ میں بھر دی، یعنی فرعون کے منہ میں۔
التحَوُّل: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ اس کا اسم الحِوَلُ ہے۔ یہی مفہوم اس قول خداوندی میں ہے: لا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا: وہ اس سے پھرنا نہیں چاہتے۔
میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے الزُّجَاج سے بیان کیا کہ الحِوَلُ الصِغَرُ کی طرح مصدر ہے۔
التحَوُّل: احتیاط (بمعنی حیلہ گری) سے بھی مشتق ہے۔
اَحَال الرَّجُلُ: آدمی نے ناممکن کام کیا اور انہونی بات کی۔
اَحَالَ عَلَيْه الحَوْلُ: اس پر سال گزر گیا۔
احالتِ الدّار واَحْوَلَتْ: مکان یا گھر بنے سال گزر گیا۔ اسی طرح طعام وغیرہ کے لئے کہہ سکتے ہیں۔ اس کا اسم فاعل مُحْيِلٌ ہے یعنی وہ چیز یا جگہ جس پر سال گزر جائے۔
اَحَال عَلَيْهِ بِدَيْنِهِ: اس نے اپنا قرض اس پر ڈال دیا۔ اس سے اسم (الحِوَالَةُ) ہے یعنی نقل کرنا۔
اَحَال الرَّجُلُ بالمكَانِ واَحْوَلَ: آدمی نے مکان میں سال گزارا۔
حَاوَلَ الشَيْئُ: چیز کا ارادہ کیا، طلب کیا۔
حَوَّلَهُ فَتَحَوَّل: اس نے اسے موڑا تو وہ مڑ گیا۔
حَوَّلَ بِنَفْسِهِ: اس نے اپنے آپ کو موڑا تو خود مڑا۔ یہ متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔

المَحَالَةُ: (میم مفتوح) حملہ، چارہ، تدبیر۔ لوگوں کا لامحالہ کہنے کا مطلب ہے: ناچار، لازماً، بہرحال۔
هوَ اَحْوَلُ مِنهُ: وہ اس سے زیادہ حیلہ گیر ہے۔
مَاَحْوَلَهُ: وہ کس قدر حیلہ گیر ہے۔
رَجُلٌ حُوَّلٌ بروزن سُكَّرٌ: ہوش مند، صاحب بصیرت، معاملات سلجھانے والا۔
هُوَ حُوَّلٌ قُلَّبٌ: وہ حارہ گر اور تدبیر کرنے والا ہے۔
اِحْتَالَ: اس نے حیلہ کیا۔
احتال عَلَيْهِ بالدَّيْنِ: اس نے دوسرے کے ذمہ قرض ڈال دیا۔ یہ الحوالة سے مشتق ہے۔
رَجُلٌ اَحْوَلُ: بھینگا شخص۔
قَدْ حَوِلَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ بھینگی ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
اسْتَحَالَ الكَلَامُ: اس نے ناممکن بات کہی۔
الاَرْضُ المستحيلة: (مجاہد کی حدیث میں مذکور) ٹیڑھی زمین۔
ح و م — حَامَ الطَّائِرُ وغيرهُ حَوْلَ الشَّيئِ: پرندہ وغیرہ کسی چیز کے گرد منڈلایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
حَوَمَانًا: (واؤ مفتوح) کا معنی بھی منڈلانا ہے۔

حَوْمَةُ القِتَلِ: لڑائی کا بڑا حصہ۔
حَـام: حضرت نوحؑ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا جس کا نام یا کنیت 'ابوالسودن' تھی۔

ح و ا — الحَوَايا: آنتیں، اس کا واحد حَوِيَّةٌ ہے۔
الحِوَاءُ: لوگوں کے گھروں کا ایک مجموعہ جو ایک ہی جگہ ہو۔ اس کی جمع الأَحْوِيَةُ ہے۔ اور یہ گھر اونٹوں کے پشم سے بنے ہوتے ہیں۔ یعنی خیموں کی شکل میں یا خیمہ بستی۔
الحُوَّةُ: ایسا رنگ جس کے ساتھ سیاہی مائل رنگ ملا ہوا ہو، جیسے لوہے کا زنگ ہوتا ہے۔ اصمعی نے کہا کہ الحُوَّةُ سرخی ہے جو سیاہی مائل ہو۔
الحُوَّةُ: ہونٹوں کی گندمی رنگت کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ اَحْوَى، وامْرَاَة حَوَّاء: گندمی رنگت کے ہونٹوں والا مرد اور عورت۔
حَوَاهُ يَحْوِيهِ حَيًّا، احتواه: اس نے جمع کیا، سمایا، سمیٹا۔
احْتَوَى عَلَى الشَّيئِ: کسی چیز کے اندر سمایا، اس پر قابض ہوا۔
تَحوَّتِ الحَيَّةُ: سانپ کنڈلی مار کر اکٹھا ہوا یا سمٹا۔ بَعِيرٌ اَحْوَى: اونٹ جب اس کے سبز رنگ میں سیاہ اور زرد رنگ ملا ہو۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے قول خداوندی: فَجَعَلَهُ غُثَاءً اَحْوَى: میں غُثاء کا ترجمہ خشک اور الأحْوَى کا ترجمہ ہمیشہ کا سیاہ کالا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہوسکتا ہے ترتیب کلام میں بعد میں آنے کے باوجود معنی کے لحاظ سے یہ مقدم ہو اور اس کی تقدیر اَخْـرَجَ الْمَرْعَى اَحْوَى ہو یعنی سبزے سے سیاہ ہوا اور اس کے سبز ہونے کے بعد اسے خشک کر دیا۔

ح ی ث - حَـيْـثُ: ظرف مکاں ہے بمنزلہ جب، یہ اسم مبنی ہے اس کے آخر حرف پر حرکت حرف التقاء ساکنین کی وجہ سے دی گئی ہے۔ بعض عرب اسے مبنی بر ضمہ قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ جملہ میں صرف مضاف کی حیثیت سے استعمال میں آتا ہے مثلاً: ہم یوں کہتے ہیں: اَقُـوْمُ حَيْثُ تَـقُـوْمُ: میں وہیں کھڑا ہوں جہاں تم کھڑے ہوگے۔ نہ تو حَـيْـثُ زَيْدٌ کہنا چاہئے اور نہ ہی حيثُ زَيْدًا. البتہ یوں کہنا چاہئے کہ: حَيْثُ تَـكُوْنُ الْكَوْنُ یعنی جہاں تم ہوگے میں بھی وہیں ہوں گا۔ بعض عرب اسے مبنی بر فتحہ قرار دیتے ہیں کیونکہ یاء کے ساتھ ضمہ کا پڑھنا ثقیل ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایسے اسماء ظرف میں سے ہے جو مانگے بغیر پورے معانی نہیں دیتے مثلاً: تم کہو گے کہ حَيْثُمَـا تجلِسْ اَجْلِسْ تم جہاں کہیں بیٹھ گئے میں بھی وہیں بیٹھوں گا۔ قول خداوندی: وَلَا يُفْلِحُ السَّـاحِرُ حَيْثُ اَتٰى: (جادوگر جہاں کہیں بھی ہوں گے کامیاب نہ ہوں گے) اسے ابن مسعودؓ نے اَيْنَ اَتٰى پڑھا ہے۔ عرب کہتے ہیں کہ: جِـئْتُ مِـنْ اَيْـنَ لَاتَعْلَمُ یعنی مِنْ حيث لا تَعْلَمُ: میں وہاں سے آیا ہوں جہاں کا تجھے علم نہیں ہے۔

ح ی د - حَـادَ عَنْهُ يَحِيْدُ حَـيْدَةً وَحَيُوْدًا وحَيْدُوْدَةً: وہ اس سے دور ہوا۔ یا اس نے رخ موڑ لیا اور پھر گیا۔

ح ی ر - حَارَ يَحَارُ حَيْرَةً وحَيْرًا: (دونوں میں یاء ساکن) وہ اپنے معاملے میں حیران ہوا۔ چنانچہ هُـوَ حَيْرَانٌ اور قَـوْمٌ حَـيَارَى کہیں گے۔

حَيَّرَهُ فَتَحَيَّرَ: اس نے اسے حیران کر دیا تو وہ حیرت زدہ ہو گیا۔

رَجُـلٌ حَـائِرٌ بَـائِرٌ: حیران و پریشان شخص، جب اسے نکلنے کا کوئی راستہ نہ سوجھتا ہو۔

الـحِيْرَةُ: حِیرہ (حاء مکسور) کوفہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام۔

ح ی س - الحَيْسُ: ملنا یا ملانا۔ خلط ملط کرنا۔ گھلا ملا دینا۔ اسی لئے کھجور کو گھی اور پنیر میں ملانے سے جو شکل بنتی ہے اسے

الحَيْس کہتے ہیں۔
حَـاسَ الحَيْسَ: اس نے حَيْس بنایا (کھجور گھی اور پنیر ملا کر)۔
ح ی ص – حَاصَ عَنـهُ: اس نے اس سے منہ موڑا اور دور ہوا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور مصدر حُيُوصًا، مَحِيصًا، مَحَاصًا اور حَيَصَانًا (یاء مفتوح) ہے۔
محاورہ ہے کہ مَا عَنْهُ مَحِيصٌ: اس سے کوئی فرار یا بچاؤ نہیں ہے۔
الإنحِيَاصُ کا بھی یہی معنی ہے۔
ح ی ض – حَاضَتِ المرأةُ: عورت کو حیض آ گیا۔ اس کا باب بَـاعَ ہے اور مصدر مَحِيضًا بھی ہے۔ اسم فاعل حـائض اور حائضة بھی۔ یہ الفراء کے قول کے مطابق ہے۔
نِسَـاءٌ حُيَّضٌ وَحَـوَائِضُ: حیض والی عورتیں۔
الحَيْضَةُ: ایک بار کا حیض آنا، اس کا اسم الحِيْضَةُ ہے جس کی جمع الحِيَضُ ہے۔
الحِيضَـةُ: (حاء مکسور) اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جو عورتیں حیض کے دنوں میں بطور لنگوٹ یا چیتھڑا باندھ لیتی ہیں۔
حضرت عائشہؓ نے فرمایا: لَيْتَنِيْ كُنْتُ حِيضَةً مُلْقَاةً: کاش میں گرا پڑا چیتھڑا ہوتی۔ اسی طرح المَحِيضَةُ، جس کی جمع المَحَايِضُ کا معنی بھی یہی ہے۔

اُسْتُحِيضَتِ المَـرأةُ: ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد بھی عورت کا حیض کا خون جاری رہا۔ اور ایسی عورت کو مُسْتَحَاضَةٌ کہتے ہیں۔
تَحَيَّضَـتْ: عورت نے ماہواری کے دنوں میں نماز کی ادائیگی سے بیٹھی رہی۔ یعنی نماز پڑھنا موقوف کر دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: تَحَيَّضِيْ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ سِتًّا اَوْ سَبْعًا: حیض کے دنوں میں علم الٰہی کے مطابق چھ یا سات دن رُکی رہو۔
ح ی ف – الحَيْفُ: ظلم و جور، زیادتی۔
قَدْ حَافَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔
ح ی ق – حَاقَ بِهِ الشَّيْئُ: کسی چیز نے اسے گھیر لیا۔ اس کا باب بَـاعَ ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِأَهْلِهِ: بری چال کا وبال چال چلنے والے پر پڑتا ہے۔
حَـاقَ بِـهِمُ العَذَابُ: ان پر عذاب نازل ہوا، انہیں عذاب نے گھیر لیا۔
ح ی ل – الحِيلَةُ: یہ احتیال کا اسم ہے اور مصدر وادی سے مشتق ہے۔ اسی طرح الحَيْلُ اور الحَوْلُ: چارہ، قوت طاقت۔ چنانچہ لا حول ولا قوۃ کے مقابل اس کا

ایک دوسرا لہجہ یا لغت لا حَيْلَ ولا قوة بھی ہے۔
اَحْيَلُ مِنْهُ: دوسرے سے زیادہ قوّت وہیبت والا اور حیلے والا۔
وَمَا اَحْيَلَهُ: وہ کس قدر سخت حیلے والا ہے۔ اسے ما اَحْوَلَهُ بھی کہہ سکتے ہیں۔
یہ دوسرا لہجہ ہے۔ یہ محاورہ: مَالَهُ حِيْلَةٌ ولا مَحَالَةٌ ولا اِحْتِيَالٌ اور لا مَحَالٌ سب ہم معنی ہیں۔
ح ی ن — الحِيْنُ: وقت۔ کہا جاتا ہے حِيْنَئِذٍ: جس وقت۔ شاید حین سے پہلے تاء لگا کر اسے تَحِيْنُ کہتے ہیں جس کا معنی حین ہے۔
الحِيْنُ: مدّت بھی۔ اسی مفہوم میں قول خداوندی ہے: هَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِنَ الدَّهْرِ: بیشک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے۔
حَانَ لَهُ اَن يَفْعَلَ كَذَا: اس کے لئے وقت آگیا ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اس کا مضارع يَحِيْنُ ہے اور مصدر حِيْنًا (حاء مکسور)۔
حَانَ حِيْنُهُ: اس کا وقت قریب آن لگا ہے۔
عَامَلَهُ مُحَايَنَةً: اس نے اس کے ساتھ ایک معینہ وقت کے لئے معاملہ کیا۔ اسی طرح عَامَلَهُ مُسَاوَعَةً: اس نے گھڑی بھر کے لئے معاملہ کیا۔
اَحْيَنَ بالمَكَانِ: مکان یا جگہ میں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ اور فلانَ يفعل كذا اَحْيَانًا: فلاں کبھی کبھی ایسا کرتا ہے۔
وفي الاَحَايِيْنَ: وہ مختلف وقتوں میں ایسا کرتا ہے۔
الحَيْنُ: موت، ہلاکت (حاء مفتوح)۔
قَدْ حَانَ الرَّجُلُ: آدمی ہلاک ہوگیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔
اَحَانَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے ہلاک کرے۔ (بددعا)۔
الحَانَاتُ: شراب خانے۔
الحَانِيَّةُ: شراب حَانة یعنی شراب خانے کی نسبت کے باعث۔
الحَانَةُ: شراب خانہ۔ اسی کو حانوتُ الحمّار یعنی شراب فروش کی دکان بھی کہتے ہیں۔
الحَانُوت: مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ اس کی جمع حَوَانِيت ہے۔
ح ی ا — الحَيَاةُ: موت کی ضد۔
الحَيّ: مردہ کی ضد۔ الحياة بروزن مَفْعَلُ بمعنی زندگی۔ تم کہتے ہو کہ: مَحْيَايَ وَمَمَاتِي: میرا جینا مرنا۔
الحَيّ: قبیلہ اس کی جمع الأحياء: محلّہ کے معنوں میں یہ لفظ مستعمل ہے۔
اَحْيَاهُ اللّٰه: اللہ اسے زندگی دے (دُعا)

فَحَيِیَ اور حَیَّ بھی کہہ سکتے ہیں۔ حیَّ میں زیادہ تر ادغام ہے چنانچہ قرآن کی آیت: وَيَحْيٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ پڑھی جاتی ہے۔ جمع کی صورت میں حَيُوْا، باء شدّ کے بغیر پڑھا جاتا ہے۔ حیاء بمعنی شرم و حیا سے مشتق استحیاهُ اور استحیا مِنْهُ دونوں ہم معنی ہیں۔

استحَيْتُ: (میں نے حیا کی) صرف ایک باء کے ساتھ، اس کی اصل استَحْيَيْتُ ہے۔ پہلی باء کو حرف علت قرار دیا گیا اور اسے حذف کر کے اس کی حرکت حاء کو دی گئی۔ اور کثرت استعمال کے باعث استَحَيْتُ بنا دیا گیا۔ اخفش نے کہا کہ استَحٰی (صرف ایک باء کے ساتھ) کہنا تمیم کی لغت (لہجہ) ہے اور دو یاء کے ساتھ اسے استَحْيٰی کہنا اہل حجاز کی لغت یعنی لہجہ ہے۔ اور وہی اصل ہے۔ یاء کو اس کلمہ کے کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا یہ اسی طرح ہے جس طرح لوگوں نے لَا أَدْرِیْ میں سے 'ی' کو حذف کر کے حرف لَا أَدْرِ کہنا شروع کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآئَكُمْ: (وہ تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے ہیں)۔ اور یہ آیت: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا: (بے شک اللہ تعالیٰ مثال دینے سے نہیں شرماتا)۔ يَسْتَحْيِی کا ترجمہ اللہ تعالیٰ مثال بیان کیے بغیر نہیں چھوڑتا' ہے۔

اَلْحَيَّةُ: سانپ۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ آخری 'ۃ' تانیث کی نہیں بلکہ افراد کی ہے جس طرح بَطَّـةٌ اور دَجَاجَةٌ کی تانیث کی نہیں بلکہ افراد کی ہے۔ اسی بناء پر کہ عربوں سے یوں روایت کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں: رَأَيْتُ حَيًّا عَلٰى حَيَّةٍ: میں نے ایک نر سانپ مادہ سانپ پر دیکھا۔ اور یہ کہ: فُلَانٌ حَيَّةٌ: یعنی وہ نر سانپ ہے۔

الحَاوِیُ: سپیرا۔

الحَيَا: (الف مقصور) بارش اور شادابی و زرخیزی۔

الحَيَاءُ: (الف ممدود) شرم و حیا۔

الحَيَوَانُ: موتان کی ضد یعنی زندہ۔

المُحَيَّا: چہرہ۔

التَّحِيَّةُ: سلام و دعا، مملکت و سلطنت۔

حَيَّاكَ اللّٰهُ: اللہ تجھے زندگی دے۔

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ: ملک اللہ کا ہے۔

مُحَيٍّ: مذکر اور مُحَيِّيَةٌ: مؤنث۔ یعنی تحیّا کا اسم فاعل۔

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ: نماز کی طرف آؤ۔ یہ فعل امر کے لئے اسم ہے۔ اسی طرح عرب حَيَّ عَلَى الثَّرِيْدِ کہتے ہیں یعنی ثرید کھانے کے لئے آؤ۔

باب الخاء

خ ب ا-خَبَاهُ: اس نے اسے چھپایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ انہیں معنوں میں لفظ الخَابِيَةُ ہے جس سے ہمزہ لکھنا ترک کر دیا گیا ہے۔

الخَبءُ: چھپی ہوئی چیز۔

خبءُ السماء: بارش کے قطرے۔

خبءُ الارض: نباتات، پیداوار۔

اختَبأَ: وہ چھپ گیا۔

خ ب ب-الخِبُّ: (خاء مفتوح و مکسور) دھوکہ باز شخص، اسی سے مشتق لفظ وَخَبِبت یا رَجُلُ (باء مکسور) اے شخص تو نے دھوکا دیا۔ خِبًّا مصدر بمعنی دھوکا۔

الخَبَبُ: دوڑنے یا تیز چلنے کی ایک قسم یا ایک چال، اس کا باب رَدَّ ہے۔ خَبَبًا اور خبیبًا کا بھی یہی معنی ہے۔

خ ب ت-الإخبات: خشوع و خضوع، عاجزی۔ لوگ کہتے ہیں کہ: اَخبَتَ لِلّٰه: اس نے اللہ کے سامنے عاجزی کی یا خشوع کیا۔

خ ب ث-الخَبِيثُ: ناپاک، طیّب بمعنی پاکیزہ کی ضد۔

قَدْ خَبُثَ الشَّيئُ: چیز خراب ہوگئی یا ناپاک ہوگئی۔ (باء مضموم)۔ خَبَاثَةً اس کا مصدر ہے۔

خَبُثَ الرَّجُلُ: (باء مضموم) خُبثًا کا معنی بھی آدمی خبیث ہو گیا۔ خَبِيثٌ: دھوکہ باز، ردی شخص۔ ناکارہ آدمی۔ أَخبَثَهُ: اس نے اسے خباثت سکھائی اور اسے خراب کر دیا۔ أَخبَثَ الرَّجُلُ: آدمی نے خبیثوں کی صحبت اختیار کی۔ اسے خبیث اور مُخبِثٌ (باء مکسور) اور مَخبَثَانُ بروزن زَعفَرَان اس کا معنی ہوگا خراب شخص۔

المَخبَثَةُ: بروزن المَترَبَةُ: فساد اور خرابی و خباثت۔ انہیں معنوں میں عَنتَرہ شاعر کا یہ شعر ہے:

وَالكُفرُ مَخبَثَةٌ لِنَفسِ المُنعِمِ

ترجمہ: "فیاض انسان کے نفس پر ناشکری ایک خباثت کی طرح ناگوار ہوتی ہے۔"

خَبَثُ الحَدِيدُ وغيرهُ: (خاء اور باء مفتوح) لوہے وغیرہ سے بھٹی میں جو گند الگ ہو جاتا ہے۔

الأَخبَثَان: بول اور براز۔ پیشاب اور پاخانہ۔

خ ب ر-الخَبَرُ: خبر، اطلاع۔ اس کی جمع اخبار ہے۔ أَخبَرَهُ اور خَبَّرَهُ دونوں ہم معنی لفظ ہیں بمعنی اس نے اسے خبر دی۔

الاستخبار: خبر معلوم کرنا۔ اسی طرح التَّخَبُّرُ، خبر رکھنا۔
المَخْبَرُ بروزن مصدر مَنْظَرُ کی ضد ہے۔
المَخْبُرَۃُ: (باء مضموم) یہ مرواۃ کی ضد ہے۔ خَبَرَ الامْرَ: اس نے معاملہ جان لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور اس کا اسم الخُبْرُ (خاء مضموم) ہے۔ جس کا معنی ہے معاملہ کا علم۔
الخَبِیْرُ: عالم، تجربہ کار کاشت کار، اسی سے لفظ المُخابرۃ مشتق ہے جس کا مطلب ہے۔ زمینی پیداوار کی کاشت۔
الخَبِیْر: پیدوار۔ زمین سے اگنے والا پودا۔ حدیث شریف میں ہے: نَسْتَخْلَبُ الخَبِیْرَ: ہم زمین کی پیداوار یعنی پودے کاٹتے ہیں اور اسے کھاتے ہیں۔
خَبَرَہُ: اس نے اس کا امتحان لیا۔ اختبرہُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
خِبْرَۃ: (خاء مکسور) تجربہ۔ کہا جاتا ہے یا محاورہ ہے کہ صَدَّق الخبرَ الخُبْرُ یعنی تجربے نے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کر دی۔
جہاں تک ابو الدرداء کا قول: وَجَدْتُ النَاس اَخْبُرُ تَقْلَۃً: تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب تو نے انہیں خبر کر دی تو گویا تو نے ان کو ناخوش کر دیا۔ تو انہوں نے امر کے لفظ سے یہ بات بنائی۔ اس کا معنی خبر ہے۔
خَیْبَرُ: حجاز میں ایک جگہ کا نام ہے۔

خ ب ز — الخُبز: روٹی، الخَبْزَ (خاء مفتوح) مصدر ہے۔
خَبَزَ الخُبْزَ: اس نے روٹی پکائی۔
اِخْتَبَزَہُ: اس نے اسے پکایا۔ خَبَزَ القَوْمُ: قوم نے روٹی پکائی۔ اَطْعَمَھُمُ الخُبْزَ: اس نے انہیں روٹی کھلائی۔ دونوں صیغوں کا باب ضَرَبَ ہے۔ رَجُلٌ خابِزٌ روٹی والا، جس طرح لابن دودھ والا اور تامر کھجور والا۔
الخُبّاز: بروزن القُفّاز اور الخبَّازَی: (باء مشدد اور یاء مقصور) ایک معروف و مشہور پودا۔

خ ب ص — الخَبِیْصُ: حلوہ۔
الخَبِیْصَۃُ: نسبتاً زیادہ مخصوص حلوہ۔

خ ب ط — خَبَطَ البعیرُ الأرْضَ بِیَدِہِ: اونٹ نے زمین پر پاؤں دے مارا۔ اسی سیاق میں خَبْطُ عَشْوَاء کہا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی اونٹنی جس کی نظر کمزور ہو، وہ اندھا دھند چلتی ہے، کسی چیز سے ٹکرائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یا کسی چیز سے ٹکرانے کی پرواہ نہیں کرتی۔
خَبَطَ الشَجَرَۃَ: درخت سے پتے جھاڑنے کے لئے ڈنڈا استعمال کیا۔ دونوں معنوں میں خبط کا باب ضَرَبَ

ہے۔

الخُبَاطُ: جنون (خاء مضموم) کی کیفیت، ان معنوں میں یوں کہا جاتا ہے کہ تَخَبَّطَهُ الشیطٰنُ: شیطان نے اسے مخبوط یعنی پاگل کر دیا ہے۔

خ ب ل - الخَبْلُ: (یاء ساکن) فساد اور بگاڑ۔ اور اگر باء مفتوح ہو یعنی الخَبَلُ ہو تو معنی ہوگا جن۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ بِهٖ خَبَلٌ یعنی اسے کوئی زمینی آفت چمٹی ہوئی ہے۔ قَدْ خَبَّلَهُ: وہ آسیب زدہ ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ خَبَّلَهُ تَخْبِيْلًا اور اخْتَبَلَهُ: اس نے اس کی عقل یا جسم کا کوئی اور حصہ مار دیا۔

رَجُلٌ مَخَبَّلٌ: (باء مشدد) گویا اس کی اطراف کاٹ دیے گئے۔ الخَبَالُ: فساد بگاڑ۔ جہاں تک حدیث شریف میں وارد اس عبارت کا تعلق ہے کہ: مَنْ قَفَا مؤمنًا بِمَا لَيْسَ فِيْهِ وَقَفَهُ اللهُ فِى رِدْغَةِ الخَبَالِ حَتّٰى يَجِيْئَ بِالمَخْرَجِ مِنْهُ: جس کسی نے کسی مومن کی پیٹھ پیچھے وہ باتیں کہیں جو اس میں نہیں ہیں، اسے اللہ تعالیٰ جنون کی کیچڑ میں کھڑا کریں گے تا آنکہ وہ اس کیچڑ کے منبع تک آ پہنچے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کیچڑ دوزخیوں کی پیپ ہوگی۔ قفا کا معنی تہمت لگانا ہے اور الردغة کا مطلب کیچڑ ہے۔

خ ب ن - الخُبْنَةُ: وہ چیز جسے تم گود میں اٹھاؤ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً: کوئی آدمی کسی چیز کو جھولی میں نہ رکھے۔

خ ب ا - الخَابِيَةُ: مٹکا۔ اس لفظ میں الف کی جگہ اصل میں ہمزہ ہے۔ کیونکہ یہ خباٗت سے مشتق ہے۔ البتہ لوگوں نے ہمزہ کو ترک کر دیا۔ اس کا ذکر (خ ب أ) کے مادہ کے تحت پہلے ہو چکا ہے۔

الخِبَاءُ: اونٹ کی پشم یا اُون کا خیمہ۔ اس کی جمع اَخْبِيَةٌ ہے۔ یہ خیمہ بالوں کا بنا ہوا نہیں ہوتا۔ اس خیمے کے دو یا تین یا تین سے زیادہ ستون ہوتے ہیں یہ گویا گھر ہوتا ہے۔ اِسْتَخْبَيْنَا الخِبَاءَ: ہم نے خیمہ نصب کیا اور اس میں داخل ہوئے۔

خَبَتِ النار: آگ بجھ گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

اَخْبَاهَا: کسی اور نے اسے یعنی آگ کو بجھا دیا۔

خ ت ر - الخَتْرُ: دھوکا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے؛ خَتَرَهُ: اس نے اسے دھوکا دیا۔

خَتَّارٌ: دھوکہ باز۔

خ ت ل - خَتَلَهُ وَخَاتَلَهُ: اس نے اسے دھوکا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

التَّخَاتُلُ: ایک دوسرے کو دھوکا دینا۔

خ ت م – خَتَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو ختم کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسم مفعول مَختوم ہے اور مبالغہ کیلئے اسے مشدّد کر کے مُختّم بنایا جاتا ہے۔ خَتَم اللہ بِخَیْرٍ: اللہ اس کا انجام بخیر کرے۔
ختم القرآن: اس نے قرآن ختم کیا۔
اختتم الشَّيْئَ: اس نے چیز کا اختتام کیا۔ یہ افتتحہ کی ضد ہے۔ الخاتَمُ: (تاء مفتوح و مکسور) الخَیْتَامُ اور الخَاتَامُ سب کا ایک ہی مطلب ہے۔ اس کی جمع الخواتِیم ہے یعنی انگوٹھی۔ تَخَتَّمَ: اس نے انگوٹھی پہنی۔
خاتمة الشَّيْئُ: کسی چیز کا خاتمہ یا انتہا۔ محمدٌ صلّی اللہ علیه وسلّم خاتم الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام: محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔
الخِتَامُ: مٹی جس سے کسی چیز کو سربند کیا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: خِتَامُهُ مسک: اس کی انتہاء خوشبو ہوگی۔ یعنی جنتی لوگ جنت کی شراب کے آخر خوشبو کی مہک محسوس کریں گے۔
خ ت ن – الخَتَنُ: بیوی کی نسبت سے تمام رشتہ دار یعنی بیوی کا باپ اور بھائی ان سب کو الأختان کہا جاتا ہے۔ عربوں کے ہاں یہی دستور ہے۔ البتہ عام لوگوں کے ہاں ختن کا معنی داماد ہے۔
خَتَنْتُ الصبيّ: میں نے بچے کا ختنہ کرایا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم الخِتَان یعنی 'ختنہ' ہے۔
الخِتانة و الخِتَان: پیشاب گاہ کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں ختنہ کیا جاتا ہے۔ اسی مفہوم کی حضور ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ: إِذَا التقَی الختانان[1]: ختنہ کی تقریب پر کھانے کی دعوت کو بھی خِتان کہتے ہیں۔
خ ث ر – الخَثُورَةُ: گاڑھا ہونا۔ یہ رقّت یعنی پتلا ہونے کی ضد ہے۔
خَثَرَ اللَّبَنُ (خاء مفتوح) يَخْثُرُ: دودھ گاڑھا ہو گیا۔ مضارع میں ثاء مضموم ہے۔ الفرّاء نے کہا کہ خَثُرَ بھی ایک لہجہ ہے لیکن بہت کم۔ الکسائی نے کہا اور سنا کہ یہ لفظ خَثِرَ (ثاء مکسور) ہے۔
خ ث ی – الخِثْيُ: بیل کا پیٹ کے بل گرنا، اس کی جمع حلس سے احلاس کی طرح اخثاء ہے۔
خَثَى البَقَرُ: بیل پیٹ کے بل گرا۔
خ ج ل – الخَجَلُ: خجالت۔ شرم و حیا کے مارے حیرت و دہشت زدہ ہونا۔ قَدْ خَجِلَ: وہ شرمندہ ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ الخَجَل کا معنی مالدار ہونے

[1] مکمل حدیث یہ ہے: إِذَا التَقَى الخِتَانَانِ وَجَبَ الغُسْل. (مترجم)

کی بدگمانی بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اذا شَبِعْتُنَّ خَجِلْتُنَّ: جب تم سیر ہو کر کھاتی ہو تو سست ہو جاتی ہو اور اتراتی اور غرور کرتی ہو۔

رَجُلٌ خَجِلَ: شرمندہ شخص، به خجلةٌ: اس میں حیاو شرم ہے۔

الخَجِلُ: (جیم مکسور) بہت زیادہ گھنی گھاس والی جگہ۔ اس کا ذکر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے۔[1]

خ د ج — خَدَجَتِ النَّاقَةُ، تَخْدِجُ: (دال مکسور) خِدَاجًا (خاء مکسور) اسم فاعل خَادِجٌ: اونٹنی نے قبل از وقت بچہ دیا۔

خَدِيْجٌ: بروزن قَتِيْل، قبل از وقت پیدا ہونے والا اونٹنی کا بچہ۔ اگرچہ وہ جسمانی لحاظ سے مکمل ہو۔ حدیث شریف میں ہے: كُلُّ صَلوٰة لا تُقْرَأُ فِيها بأم الْكِتَاب فَهِيَ[2] خِدَاجٌ: ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے۔

أَخْدَجَت النَّاقَةُ: اونٹنی نے نامکمل یعنی ناقص الخلق بچہ جنا۔ اور اگر دن پورے ہو گئے ہوں تو اونٹنی کو مُخْدِجٌ اور بچے کو مُخْدَجٌ کہیں گے۔

خ د د — المِخَدَةُ: (میم مکسور) تکیہ جس پر گال رکھا جاتا ہے۔

الأُخْـدُوْدُ: (الف مضموم) زمین میں مستطیل لمبا شگاف۔

خ د ر — الخِدْرُ: ستر ڈھانپنا۔ پردہ۔ جَارِيَةٌ مُخَدَّرَةٌ: پردہ دار لڑکی یا لونڈی۔

الخَدَرُ فِي الرِّجْلِ: پاؤں کا سن ہونا یعنی بیہوش ہو جانا۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے۔

خ د ر س — الخَنْدَرِيْسُ: (خاء مفتوح اور دال مفتوح) شراب۔

خ د ش — الخُدُوْشُ: کریدنا، نوچنا، خراش لگانا۔ قَـدْ خَـدَشَ وَجْهَـهُ: اس نے اپنا منہ (چہرہ) نوچا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

خَـدَّشَهُ: (دال مشدد) مبالغہ کے لئے۔ اس نے اسے بہت نوچا۔

خ د ع — خَدَعَهُ: اس نے اسے دھوکہ دیا۔ اسے ایسا نقصان دینا چاہا جس کا اسے پتہ نہ چل سکے۔ اس کا باب قَطَـعَ ہے اور مصدر خِـدْعًا (خاء مکسور) اس کی مثال سَحَرهُ يَسْحَرُهُ سِحْرًا ہے۔ اس فعل میں اسم الخَدِيْعَةُ ہے بمعنی دھوکا اور فریب۔

خَـدَعَـهُ فانْخَـدَعَ و(خَـادَعَـه مُخَـادِعَةً): اس نے اسے دھوکہ دیا تو وہ دھوکے میں آ گیا۔ قول خداوندی ہے: يُخَـادِعُوْنَ اللّٰهَ اى يُخَـادِعُوْنَ

---

[1] فَأْتِى عَلَى وادٍ خَجِلٍ.

[2] حدیث شریف میں یہاں ذات کا لفظ محذوف ہے۔

اَوْلِيَاءَ اللّٰه: وہ اللہ کو یعنی اللہ کے اولیاء کو دھوکہ دیتے ہیں۔ الْمُخْدَعُ: (میم مضموم اور مکسور) بڑے گھر کے اندر محفوظ اور مضبوط کوٹھڑی یا کمرہ۔ میم اصلاً مضموم ہے البتہ اسے ثقیل محسوس کرتے ہوئے میم کو مکسور کر دیا گیا ہے۔

الحَرْبُ خُدْعَةٌ: لڑائی اور جنگ دھوکہ ہے۔ یہ لفظ خَدْعَةٌ اور خُدْعَة دونوں جائز ہیں لیکن خُدعَةٌ (خاء مضموم) زیادہ فصیح ہے۔ اور خُدَعَةٌ (دال مفتوح) بھی درست ہے جو هُمَزَةٌ کے وزن پر ہے۔

رَجُلٌ خُـدَعَةٌ: (دال مفتوح) لوگوں کو دھوکہ دینے والا شخص۔ اور رَجُلٌ خُدْعَة (دال ساکن) وہ شخص جسے لوگ دھوکہ دیتے ہوں۔

خ د م - خَدَمَهُ يَخْدُم: (دال مضموم) اس نے اس کی خدمت کی۔

الخَادِمُ: خدمتگار، اس کی جمع الخَدَمُ ہے لڑکا ہو یا لڑکی۔

اَخْـدَمَهُ: اس نے اسے خادم بخش دیا، یا عطا کیا، یا دے دیا۔ حدیث شریف میں ہے: فَضَّ خَـدَمَتَكُمْ: (دال اور میم دونوں مفتوح) اللہ تمہاری جمعیت کو منتشر کر دے۔

خ د ن - الخِدْنُ، الخَدِينُ: دوست۔ اسی مفہوم میں قول خداوندی ہے: وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ: چوری چھپے دوستی کرنے والی نہ ہوں۔

خ ذ ف - الخَذْفُ بالحصٰى: انگلیوں سے کنکری مارنا۔

خ ذ ل - خَذَلَهُ يَخْذُلُهُ: (ذال مضموم) خِذْلَانًا (خاء مکسور) اس نے اس کی مدد کرنا چھوڑ دیا۔

خ ر ا - الخُرْءُ: (خاء مضموم) پاخانہ اس کی جمع خُرُوءٌ جس طرح جُندٌ کی جمع جُنُودٌ ہے۔

خ ر ب - خَـرِبَ المَـوْضِعُ: (راء مکسور) خَـرَابًـا: جگہ ویران ہو گئی۔

خَرِبٌ: ویرانہ۔

دَارٌ خَرِبَةٌ: ویران اور برباد گھر۔

اَخْرَبَهَا صَاحِبُهَا: گھر والے نے ہی گھر کو ویران کر دیا یا گرا دیا۔

خَـرَّبُوْا بيـوتهم: انہوں نے اپنے گھر ویران و برباد کر ڈالے۔ فعل کو زیادہ واضح کرنے یا مبالغہ کے لئے تشدید دی گئی ہے۔

الخَرُّوْبُ بروزن التَّنُّوْرُ: ایک معروف پودا۔ الخُرْنُوْبُ بروزن العُصْفُوْر اسی کا ایک دوسرا تلفظ ہے۔ اسے الخَرْنُوْبُ (خاء مفتوح) نہیں کہنا چاہیے۔

خ ر د ل - الخَرْدَل: رائی، اس کا واحد خَرْدَلَةٌ ہے۔

خ ر ج—خَــرَجَ: وہ نکلا، اس کا باب دَخَلَ ہے۔ مَخْرَجًا یا المَخْرَجُ: نکلنے کی جگہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: خَرَجَ مَخْرَجًا حَسَنًا: وہ اچھے مخرج یا طریقے سے نکلا اور هٰذا مَخْرَجُهُ: یہ اس کے نکلنے کی جگہ ہے۔

المُخْــرَجُ: (میم مضموم) اَخْــرَجَ کا مصدر، مفعول ظرف زمان ومکان ہے۔ تم کہتے ہو: اَخْرَجَهُ مَخْرَجَ صِدْقٍ: اس نے اسے اچھی طرح نکالا۔

هٰذا مَخْرَجُهُ: یہ اس مخرج یعنی نکلنے کی جگہ ہے۔

الاستخْرَاجُ: نتیجہ نکالنا، استنباط کرنا۔

الخَرْجُ والخَرَاجُ: ٹیکس۔ خَرْجٌ کی جمع اَخْرَاجٌ ہے۔ اور الخَرَاجُ کی جمع خُرِجَةٌ ہے مثلاً: زمان کی جمع اَزْمِنَةٌ اور اَخَارِیْجُ بھی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی: أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّکَ خَیْرٌ: کو یوں پڑھا گیا ہے: أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرَاجًا: اور اسی طرح قول خداوندی: فَهَلْ نَجْعَلُ لَکَ خَرْجًا: میں بھی خَرْجًا کی جگہ خَرَاجًا پڑھا گیا ہے۔

الخَرْجُ: خرچ، دَخَلٌ بمعنی آمدن کی ضد۔ خَرَّجَــهُ فی کَذَا تَخْــرِیْجًا فتخــرَّجَ: اس نے فلاں مد میں اتنا خرچ کیا تو وہ خرچ ہو گیا۔

الخُــرْجُ: خرجین۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ دو خانے والا تھیلا جو زین کے ساتھ لٹکا ہوتا ہے۔ اس کی جمع خِرَجَةٌ ہے۔

خ ر ر—الخَــرِیْرُ: پانی کے گرنے کی آواز۔

خَــرَّ یَخِــرُّ (خاء مکسور) خَرِیْرًا: پانی کے گرنے کی آواز پیدا ہوئی۔

عَیْنٌ خَرَّارَةٌ: اُبلتا ہوا چشمہ۔

خَــرَّ لِلّٰهِ سَــاجِدًا: وہ خدا کے آگے سجدے میں گر پڑا۔ اس کا مضارع یَخِرُّ اور مصدر خُرُوْرًا ہے۔ یعنی گرنا۔

الخَرْخَرَةُ: خراٹے۔ سوتے میں یا گلا گھٹنے میں نکلنے والی آواز۔ چنانچہ کہتے ہیں: خَــرَّ عِنْــدَ النَّوْمِ: اس نے سوتے میں خراٹے لئے۔ خَرْخَرَ کا معنی بھی یہی ہے۔

خ ر ز—خَرَزَ الخُفَّ: اس نے موزے میں ٹانکے بھرے یا پروئے۔

خَرَّازٌ: ٹانکے پرونے والا موچی۔

المِخْرَزُ: بروزن المِبْضَعُ سالی، آر، وہ آلہ جس سے موچی جوتے سیتا ہے۔

الخَرَزُ: (خاء اور راء مفتوح) ڈورے میں پروئے ہوئے منکے۔ اس کا واحد خَرَزَةٌ ہے۔

خَــرَزُ الظَّهرِ: کمر اور ریڑھ کی ہڈی کے

ملے۔

خ ر س - خَرِسَ: وہ گونگا ہوگیا۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَخرَسُ: گونگا شخص۔

اَخرَسَهُ اللّٰه: اللہ کرے وہ گونگا ہو جائے۔

خُرسِیُ: خراسانی، خُراسِی، ایران کے شہر خراسان کی طرف نسبت۔

خ ر ص - الخَرصُ: کھجور کے درخت پر کھجوروں کی مقدار کا اندازہ کرنا۔

خَرَصَ النَّخلَ: اس نے کھجوروں کا اندازہ یا تخمینہ کرلیا۔

الخَرصُ: جھوٹ۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔اس کا معنی انکل پچو بھی ہے۔

الخَرّاصُ: جھوٹا شخص۔

تَخَرَّصَ: اس نے جھوٹ بولا۔

الخُرصُ: (خاء مضموم اور مکسور) سونے یا چاندی کا حلقہ یعنی کانوں کی بالی۔

خ ر ط - خَرَطَ العُودَ: اس نے لکڑی کو تراشا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

خَرَطَ الوَرَقَ: اس نے کاغذ کی سلوٹیں دور کیں۔ یعنی کاغذ کو اوپر کے سرے سے پکڑ کر ہاتھ نیچے تک پھیرا۔ ضرب المثل ہے: دُونَهُ خَرطُ القتاد: کانٹے کا چھلکا اتارنا اس سے زیادہ آسان ہے یعنی یہ کام بڑی مشکل سے ہوسکتا ہے۔

اِنخَرَطَ جِسمُهُ: اس نے اپنے جسم کو کوٹا۔ خَرَطَ الحَدِیدَ: اس نے لوہے کو کوٹ کر ستون کی طرح لمبا کیا۔

رَجُلٌ مخرُوطُ اللِّحیَةِ ومَخرُوطُ الوَجهِ: لمبوتری داڑھی یا لمبوترے چہرے والا۔

الخَرِیطَةُ: (خاء مفتوح) چمڑے کا برتن جسے اوپر سے سی کر بند کیا جاتا ہے یا تسموں سے بند کیا جاتا ہے۔ (اب اس کا معنی نقشہ ہے۔ مترجم)۔

خ ر ط م - الخُرطُومُ: سونڈ، ناک۔

خ ر ع - الخَرَعُ: (خاء اور راء مفتوح) کسی چیز میں ڈھیلا پن سستی۔ قَد خَرِعَ الرَّجُلُ: آدمی ڈھیلا پڑ گیا، یعنی کمزور ہو گیا۔ خَرِعٌ: سست، ڈھیلا اور کمزور۔

الخَروَعُ: شگاف۔ کہتے ہیں: خَرَعَهُ فانخَرَعَ، اِختَرَعَ: اس نے کھینچ نکالا۔ مشتق بنایا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے اس نے بنایا یا ایجاد کیا۔

خ ر ف - المَخرَفَةُ: بروزن المتربَةُ: راستہ۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔

الخَرُوفُ: مینڈھا۔

الخَرِیفُ: موسم خزاں، سال کا ایک موسم۔

تُخْتَرَفُ: اس موسم میں پھل توڑے یا چنے جاتے ہیں۔ خَرْفِیُّ اور خَرَفِیّ (فاء مفتوح اور ساکن)، موسم خریف سے متعلق۔

خُرَافَةُ: ایک شخص کا نام جسے جن ورغلا کرلے گئے وہ اپنی آنکھوں دیکھی آپ بیتی کی باتیں لوگوں کو سناتا تھا اور لوگ اسے جھٹلاتے تھے۔ لہٰذا اس کی ان ہونی باتوں کو حدیث خرافه یعنی خرافہ کی باتیں کہا جانے لگا۔ نبی کریم ﷺ سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خُرَافَةُ حَقٌّ: خرافہ سچا ہے۔ خُرَافه میں راء بغیر تشدید کے ہے۔ خرافہ پر الْ داخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اسم معرفہ ہے۔ البتہ اگر اس نام کو منسوب کرکے راتوں بیٹھ کر گپ شپ کے خرافات کہو تو اس پر ال داخل کرکے الخُرافات کہہ سکتے ہیں۔ خَرَفَ الثِّمَار: اس نے پھل توڑے یا چنے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور چنے ہوئے پھلوں کو مُخرُوف اور خَرِیفٌ کہتے ہیں۔

الخَرَفُ: (خاء اور راء مفتوح) بڑھاپے کے باعث سٹھیا جانا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسم فاعل خَرِفٌ ہوگا یعنی سٹھیایا ہوا۔

خ ر ف ج—عَیْشٌ مُخَرْفَجٌ: لمبی عمر۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ کَرِهَ السَّرَاوِیْلَ المُخَرْفَجَةَ: کہ آپ ﷺ نے لمبی شلواروں کو ناپسند فرمایا۔ لوگوں نے مخرفجة کا مطلب یہ بتایا کہ ایسی شلواریں جو پاؤں کے پشت پر پڑیں یعنی ٹخنوں سے نیچے ہوں۔

خ ر ق—خَرَقَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا پھاڑا۔ خَرَّقَهُ فَانْخَرَقَ: اس نے اسے پھاڑ دیا تو وہ پھٹ گیا۔ تَخَرَّقَ واخْرَوْرَقَ کا معنیٰ بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فِی ثَوبِهٖ خَرْقٌ: یعنی اس کے کپڑے میں شگاف ہے۔ خَرْق دراصل مصدر ہے۔

خَرَقَ الْاَرْضَ: اس نے زمین کو طے کیا یعنی وہ زمین پر گھوما پھرا۔ ان دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

اخْتِرَاقُ الرِّیَاح: ہواؤں کا چلنا۔

التَّخَرُّقُ: التخلّق کا ایک دوسرا لہجہ ہے بمعنی جھوٹ گھڑنا۔

الخِرْقَةُ: کپڑے کا چیتھڑا، یا دھجی۔

المِخْرَاقُ: رومال (منہ سر لپیٹنے والا) یہ ایک صحیح عربی کی نشانی ہے۔ حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے: البَرْقُ مَخَارِیْقُ المَلٰئکة: بجلی فرشتوں کے رومال ہیں۔ البتہ المَخْرَقَةُ تو ایجاد دخیل کلمہ ہے۔ الخَرَقُ (خاء اور راء مفتوح) مصدر

ہے۔

الأخرَقُ: الرَّفیقُ کی ضد ہے۔ بمعنی بیوقوف۔ اس کا باب طرب ہے۔ اور اس کا اسم الخُرْقُ ہے یعنی بے وقوفی۔ (خاء مضموم)۔

خ ر م – خَرَمَ الخَرزَ: اس نے منکے میں سوراخ کیا یا چھیدا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَا خَرَمَ مِنهُ شَیئًا: اس میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی۔

الأخرَم: نک کٹا۔ وہ شخص جس کی ناک کا بانسہ یا ناک کی ایک طرف کٹ گئی ہو۔ لیکن ناک بالکل نیچے سے نہ کٹی ہو۔ الأخرَمُ اسے بھی کہتے ہیں جس کے کان میں سوراخ ہو۔

انخَرِمَ ثَقبُهُ: اس نے اپنا سوراخ چھیدا۔ اور اگر نہ چھیدے تو اسے اَخرَمُ کہیں گے۔ ان دونوں کا باب طَرِب ہے۔

اِختَرَمَهُمُ الدَّهرُ وتَخَرَّمَهُم: زمانے نے جڑ سے اکھاڑ دیا یعنی بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ تَخَرَّمَ کا معنی اس نے ایک خُرمیّہ دین اختیار کیا بھی ہے۔ یہ لوگ یعنی خُرّمی دین کے پیروکار اور معتقد تناسخ اور اباحت کے قائل ہیں۔

خ ر ن ق – الخَوَرنَقُ: عراق میں واقع ایک محل کا نام ہے جس نُعمانِ اعظم نے بنایا تھا۔ یہ نام فارسی سے معرب کیا ہوا ہے۔

خ ز ر – الخَیزُرَان: (زاء مضموم) ایک درخت، بید مجنوں یا بانس۔ نیزے کی لکڑی۔ اس کی جمع خَیَازِرُ ہے۔

الخَیزُرانَةُ: بانس، چھڑی، پتوار۔

خ ز ز – الخَزّ: ریشم، ریشمی کپڑا۔ اس کی جمع الخُزُوز ہے۔

خ ز ع ل – الخُزَعبِیلُ: باطل اور بے کار باتیں۔ لطیفے اور الخُزَعبِلَةُ دوسروں کو ہنسانے والی بات۔ محاورہ ہے: هَاتِ بَعضَ خُزَعبِیلَاتِکَ: اپنی کچھ دلچسپ خوش طبعی کی اور ہنسانے والی بات سناؤ۔

خ ز ف – الخَزَفُ: مٹی کے برتن۔

خ ز م – خَزَمَ البَعِیرَ بالخِزَامَةِ: اس نے اونٹ کی ناک میں نکیل ڈال دی۔ یہ بالوں کا ایک حلقہ ہوتا ہے جو اونٹ کی ناک کے چھید میں ڈالا جاتا ہے جس سے اس کی رسّی باندھی جاتی ہے۔ ہر چھیدی ہوئی چیز کو مَخزُومٌ کہتے ہیں۔ پرندے تمام مَخزُوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی چونچیں چھدی ہوتی ہیں۔

الخُزَامَی: خشکی کا ایک خوشبودار پودا۔

خ ز ن – خَزَنَ المَالَ: اس نے مال خزانہ میں رکھا۔ اِختَزَنَ کا بھی یہی معنی ہے۔ خَزَن السِّرَّ: اس نے بھید چھپایا۔

اِخْتَزَنَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

اَلْمَخْزَنُ: خزانہ رکھنے کی جگہ۔

خَزَانَةٌ: خزانہ۔ اس کی جمع خَزَائِن ہے۔

خ ز ی — خَزِیَ: (زای مکسور) خِزْیًا: وہ رسوا اور ذلیل ہوا۔ ابن السکیت نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ وہ مصیبت میں گھرا، یا گرفتارِ بلا ہوا۔

اَخْـزَاهُ اللّٰه: خدا اسے رسوا کرے۔

خَزِیَ (زاء مکسور) خَزَایَةً (زاء مفتوح) اس نے شرم کی یا وہ شرمایا۔ خَزْیَانٌ: شرمندہ۔

قَـوْمٌ خَزَایَا: شرمندہ قوم، امراۃٌ خزیا: شرمندہ عورت۔

خ س ا — خَسَا الکَلْب: اس نے کُتّے کو دھتکارا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور خَسَا بطور فعل لازم یعنی اس نے اپنے آپ کو دھتکارا، اس کا باب خَضع ہے۔ انخسا کا مطلب بھی یہی ہے۔

خَسَأَ البَصَرُ: نظر لوٹ آئی۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

خ س ر — خَـسِرَ فِی البَیْعِ: اسے تجارت میں خسارہ ہوا۔ (سین مکسور)۔

خَسْــرَانًا: (خاء مضموم) نقصان۔ اور خُسْرَانًا بھی۔ خَسَرَ الشَّیْئَ: اس نے اسے تھوڑی چیز دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اَخْسَرِیْنَ کا واحد الأکبر کی طرح اَلْاَخْسَرُ ہے۔

التَخْـسِیْرُ: ہلاک کرنا۔ الْخَـسَارُ، الخَسَارةُ اور الخَیْسرَی (تینوں میں خاء مفتوح)۔ گمراہی اور ہلاکت۔

خ س س — الخَسِیْسُ: کمینہ۔

خَسَّ یَخَـسُّ خِسَّـةً و خَسَـاسَةً

اسْتَخَسَّهُ: اس نے اسے خسیس یا کمینہ سمجھا یا گردانا۔

الخَسّ: سلاد والی ایک سبزی۔

خ س ف — خَسَفَ المَکَانُ: مکان زمین میں دھنس گیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ خَسَفَ اللّٰه بِهِ الأرْضَ: خدا نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی مفہوم میں قول خداوندی ہے: فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ: ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس آیت کو لَخُسِفَ بِهٖ بِنَا: بطور فعل مجہول پڑھا گیا ہے۔ اور حضرت عبداللہؓ کی قراءت کے مطابق لَانْخُسِفَ بِنَا ہے، جس طرح لَنْطُلِقَ بِنَا ہے۔

خُسُوْف القَمَر: چاند گرہن۔ ثعلب کا کہنا ہے کہ: کَسَـفَتِ الشَّـمْسُ وخَسَـفَ القَـمَرُ: یعنی سورج کو گرہن لگ گیا اور چاند کو گرہن لگ گیا، عمدہ ترین کلام ہے۔ یعنی سورج کے لئے کسوف

اور چاند کیلئے خُسوف.

خ ش ب–الخَشَبَةُ: لکڑی، اس کی جمع خَشَبٌ (خاء اور شین مفتوح) اور خُشُبٌ اور خُشْبٌ ہے جس طرح قُفُلٌ ہے اور غُفران کی طرح خُشْبَانٌ ہے۔

الأخشبان: مکہ شریف کے دو پہاڑ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لا تَزُوْلُ مكةُ حَتّى يَزُوْلَ اَخْشَبَاهُ: تب تک مکہ کو زوال نہیں ہوگا جب تک اس کے دو پہاڑوں پر زوال نہ آئے۔ ہر بڑے اور کھردرے پہاڑ کو اَخْشَبُ کہتے ہیں۔

جَبْهَةٌ خَشْبَاءُ: بدشکل خشک پیشانی۔

الخَشِبُ: (شین مکسور) کھردرا۔

اخشَوْشَبَ: کھردار ہوگیا۔ حضرت عمرؓ سے مروی حدیث شریف میں ہے: اِخْشَوْشِبُوْا: سخت جان بنو، کھردرا پن یہ ہے کہ کام کرنے میں جان لگاؤ اور اپنے اندر خشونت اور درشتی پیدا کرو۔ ننگے پاؤں چلا کرو، اس سے جسم سخت ہوگا۔

خ ش ش–الخِشَاشُ: (خاء مکسور) کیڑے مکوڑے۔ اسے خاء مفتوح کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

الخَشْخَشَةُ: اسلحہ وغیرہ کے ٹکرانے سے پیدا ہونے والی آواز یا جھنکار۔ قَدْ خَشْخَشَهُ فتَخَشْخَشَ: اپنے اسلحے سے آواز نکالی تو آواز نکلی۔

الخَشْخَاشُ: خشخاش، معروف ومشہور جنس۔ جس سے افیون نکلتی ہے۔

خ ش ع–الخُشُوْعُ: خضوع، عاجزی کا اظہار دونوں کا ایک ہی باب ہے، خَشَعَ اور اختَشَعَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ خَشَعَ بِبَصَرِهٖ: اس نے اسے آنکھ کا اشارہ کیا۔

الخُشُعَةُ بروزن الجُمُعَةُ: پست ٹیلہ۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَتِ الاَرْضُ خُشَعَةً على المَاء ثُمَّ دُحِيَتْ: زمین پہلے پانی پر پست ٹیلے کی شکل میں تھی پھر اس کے بعد اسے پھیلا دیا گیا۔

التَخَشُّع: بناوٹی اور وضعی خشوع۔

خ ش ف–الخُشَّافُ: چمگادڑ۔ اسے الخُطّاف بھی کہتے ہیں۔

خ ش م–الخَيْشُوْمُ: ناک کا آخری حصہ۔ رَجُلٌ اَخْشَمُ: ناک کی بیماری والا آدمی۔

الخَشِمُ: ایک مرض جو ناک کو لاحق ہوتا ہے۔

خ ش ن–الخُشُوْنَةُ: اللِّين کی ضد بمعنی سختی۔ قَدْ خَشُنَ الشَيْئُ: چیز سخت ہوگئی۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔

خَشِنٌ: سخت۔ اخْشَوْشَنَ الشَيْئُ: چیز کی سختی زیادہ شدید ہوگئی۔ اور یہ صیغہ مبالغہ کے لئے ہے۔ جس طرح اَعْشَبَتِ

الأرْضُ واغْشَوْشَبَتْ: یعنی زمین سرسبز ہوگئی۔ اخشَوْشَنَ الرَّجُل: آدمی کھردرا لباس پہننے کا عادی ہوگیا۔ الأخْشَنُ بھی الخَشِنُ کی طرح ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَخَیْشِنُ لِی ذات اللّٰہ: میں خدا کی ذات کے بارے میں خشونت اختیار کرتا ہوں۔

خَاشَنَهُ، لأنیَهُ کی ضد، بمعنی اس نے اسے سخت بنادیا۔

خَشَّنَ صَدْرَهُ تخشِیْنًا: اس نے اپنے سینے کو بہت سخت بنادیا۔ یعنی اپنے سینے میں غصے اور کینے کی آگ بھردی۔

(میرا کہنا ہے کہ اَوْغَرَهُ کا مطلب غیظ و غضب سے گرمانا۔)

خ ش ی - خَشِیَ: (شین مکسور) خَشْیَةً: وہ ڈرا، خوف زدہ ہوا۔

خَشْیَانٌ: خوف زدہ، ڈرا اور سہا ہوا شخص۔ المراۃُ خَشْیَا: خوف زدہ عورت۔ هٰذا المکان اَخْشٰی من ذاک: یہ جگہ اس جگہ سے زیادہ خوفناک ہے۔ شاعر کا قول:

وَلَقَدْ خَشِیْتُ بأنَّ مَنْ تَبِعَ الهُدٰی
سَکَنَ الجنانَ مَعَ النبی مُحمَّد (ﷺ)

''مجھے معلوم ہے کہ جس کسی نے بھی ہدایت قبول کی تو وہ حضرت محمد (ﷺ) کے ساتھ جنت میں رہے گا۔''

یہاں خَشِیْتُ سے مراد عَلِمْتُ ہے یعنی میں نے جان لیا۔ قول خداوندی ہے: فَخَشِیْنَا اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وکُفْرًا: اخفش نے یہاں خَشِیْنَا کا ترجمہ کَرِهْنَا کیا ہے یعنی ہمیں ناگوار ہوا۔

خ ص ب - الخِصْبُ: (خاء مکسور) زرخیزی۔ الجدْبُ: (یعنی قحط سالی) کی ضد کہا جاتا ہے۔ بَلَدٌ خَصِیْبٌ: زرخیز ملک۔ اسے بَلَدٌ اَخْصَابٌ بھی کہہ سکتے ہیں۔ بلد مفرد کی صفت اَخْصَاب بصیغہ جمع لکھنے کی علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ انہوں نے بلد کو اجزاء پر مشتمل سمجھا ہے۔ اس کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ قَدْ اَخْصَبَتِ الأرضُ: زمین زرخیز ہوگئی۔ مَکانٌ مَخْصِبٌ وخَصِیْبٌ: زرخیز جگہ۔

خ ص ر - الخَصْرُ: کمر۔ کَشْحٌ مُخَصَّرٌ: باریک کمر۔

الخاصِرَةُ: پہلو۔ الخَصَرُ: (خاء وصاد مفتوح) سردی، ٹھنڈ۔ قَدْ خَصِرَ الرَّجُلُ: آدمی کے اطراف کو ٹھنڈ لگ گئی۔

مَاءٌ خَصِرٌ: ٹھنڈا پانی۔ (صاد مکسور)۔

خَصِرَ یَوْمُنَا: ہمارا دن سخت سرد ہوگیا۔

ان تمام صیغوں کا باب طَرِبَ ہے۔

الخِنْصِرُ: (خاء مکسور) چھنگلی۔ اس کی جمع

الخَنَاصِرُ ہے۔

المَخْصَرَةُ: (میم مکسور) کوڑے کی طرح کی کوئی چیز جو انسان اپنے ہاتھ میں چھڑی کی طرح پکڑے۔

خَاصَرَهُ: اس نے چلنے میں اس کا ہاتھ تھاما۔

اختصارُ الطریق: قریب ترین راستے سے چلنا۔

اختصار الکلام: بات مختصر کرنا۔

خ ص ص — خصَّهُ بالشَّیئِ: خُصُوْصًا وخصوصیّة: (خاء مضموم و مفتوح زیادہ فصیح ہے)۔ اس نے اسے کسی چیز کے ساتھ مخصوص کر دیا۔

الخَاصّة: العَامة کی ضد بمعنی خواص۔

الخُصّ: سرکنڈوں کا گھر۔

الخَصَامَةُ والخصَاصُ: بھوک۔ فقر و ناداری۔

خ ص ف — خصَفَ النَّعْلَ: اس نے نعلین کو سیا، یا ٹانکے لگائے۔ قول خداوندی: وَطَفِقَا یَخْصِفَانِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّة: حضرت آدم اور حضرت حوا جنت کے پتوں سے اپنی شرمگاہیں ڈھانپنے لگے۔

خ ص ل — الخَصْلُ فی النّضال: جدوجہد میں درپیش خطرات۔

تخاصَلَ القَوْمُ: لوگوں نے شرط بد کر تیر اندازی کی۔ کہا جاتا ہے کہ أَحْرَزَ فُلَانٌ خَصْلَهُ: فلاں شخص نے اپنی برتری کو محفوظ رکھا یعنی وہ غالب ہوا۔ اور أَصَابَ خَصْلَهُ: اس نے غلبہ پالیا۔

الخَصْلَةُ: (خاء مکسور) اچھی عادت یا خصلت۔

الخِصْلَة: (خاء مکسور) بالوں کا گچھا۔

خ ص م — الخصْم: فریق مقدمہ، دشمن، تنازعہ کرنے والا۔ یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے، اور جمع کے لئے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اصلاً یہ مصدر ہے۔ عربوں میں سے بعض لوگ اس کی تثنیہ بھی بناتے ہیں اور جمع کا صیغہ بھی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: خَصْمَان اور خُصُوْمٌ۔ الخَصِیْمُ کا معنی بھی خصم ہے اور خَصِیْمُ کی جمع خُصَمَاء ہے۔

خَاصَمَهُ مخاصمة وخصامًا: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔ اس سے مشتق اسم الخُصُوْمَةُ ہے۔

خاصَمَهُ مَخْصَمَهُ: اس نے اس سے جھگڑا کیا تو وہ اس کا دشمن بن گیا، یا اس پر غالب آ گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور یہ شاذ ہے۔ از روئے قیاس اس کا باب نَصَرَ ہونا چاہئے جو اصل کے مطابق معروف ہے۔ حمزہ کی قراءت اسی کے مطابق ہے وہ یہ

ہے: وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ: البتہ جس نے اسے يَخَصِّمُوْن پڑھا اس کی اس سے مراد يَخْتَصِمُوْنَ ہے۔ انہوں نے تاء کو ص میں بدل کر اس کا دوسرے ص میں ادغام کیا اور اس کی حرکت خاء کو منتقل کر دی۔ عربوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو حرکت کو منتقل نہیں کرتے بلکہ خاء کو اجتماع ساکنین کے پیش نظر مکسور کرتے ہیں۔ کیونکہ قاعدے کے مطابق جب کسی ساکن کو متحرک کرنا پڑے تو کسرہ کی حرکت دے کر اسے متحرک کرتے ہیں۔ ابو عمرو خاء کی حرکت کو اختلاس سمجھتے ہیں۔ رہا جمع بین الساکنین کا معاملہ تو اس میں لحن ہے۔

الخَصِمُ: (صادم مکسور) سخت دشمن۔

الخُصْمُ: (خاء مضموم) گوشہ، کنارہ۔

خُصْمُ كل شَيْئٍ: ہر چیز کا کنارہ۔

اخْتَصَمَ القَوْمُ وتخاصَمُوْا: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی لوگ آپس میں جھگڑ پڑے۔

خ ص ی - الخُصْيَةُ: (اس کی جمع الخُصَى ہے) اور الخِصْيَةُ: خصیہ۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ میں نے اس کا تلفظ خاء مضموم سنا ہے۔ اور خاء مکسور نہیں سنا۔ اسی طرح تثنیہ کی صورت میں، میں نے خُصْيَاهُ سنا ہے۔ لوگ صیغہ واحد کے طور پر خُصْيٌ نہیں کہتے۔ ابو عمرو کا کہنا ہے کہ الخُصْيَتَان کا معنی بَيْضَتَان یعنی دو خصیے ہے اور الخُصْيَان کا معنی دو چمڑے یا دو کھالیں ہیں جن کے اندر خصیے ہوتے ہیں۔ الاموی کا کہنا ہے الخُصْيَة البيضةُ یعنی خصیہ کا معنی تو بیضہ ہے اور جب اسے تثنیہ بنائیں تو خُصيان کہیں گے، اس کے آخر میں 'ۃ' کا اضافہ نہیں کریں گے۔ اسی طرح الأَلْيَةُ (بمعنی دنبے کی چکّی) کو تثنیہ کی صورت میں بغیر 'ۃ' لگائے الْيَان کہیں گے لیکن دونوں مثالیں نادر ہیں۔

خَصَيْتُ الفَحْلَ اَخْصِيته خِصَاءً: (خاء مکسور والف ممدود)۔ میں نے نر جانور کو خَصِّی بنا دیا۔ اس کے دونوں خصیے نکال لئے۔

الرَّجُلُ الخَصِيُّ: خصّی مرد، اس کی جمع خِصْيَان اور خِصْيَةٌ ہے۔

خ ض ب - الخضَاب: جس مواد سے خضاب کیا جائے۔ قَدْ خَضَبَهُ: اس نے اس کا خضاب کیا یا رنگا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اخْتَضَبَ بالحنّاء: اس نے مہندی کا خضاب کیا۔ كَفٌّ خَضِيْبٌ: خضاب لگی یا خضاب رنگی ہتھیلی۔

المِخْضَبُ: لگن، کپڑے دھونے یا رنگنے کا بڑا برتن۔

خ ض د—خضد الشجر: اس نے درخت کے کانٹے کاٹے یا صاف کئے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
خَضِیْدٌ اور مَخْضُوْدٌ: بغیر کانٹے۔ بے خار یا خار بُریدہ درخت۔

خ ض ر—الخُضْرَةُ: سبزہ، سبز رنگ۔ اخضَرَّ الشَّیْئُ اِخْضِرَارًا واخضَوْضَرَ: چیز سرسبز ہوگئی۔ خَضَّرَهُ تَخْضِیْرًا: اس نے کسی چیز کو سرسبز کیا۔ شاید لوگوں نے الأسْوَدُ یعنی سیاہ کو خَضَرَ سبز کہہ دیا۔ قول خداوندی ہے: مُدْهَآمَّتَان: کا معنی علماء نے خضْرَوَانِ یعنی سبز کہا ہے۔ کیونکہ وہ شدید شادابی کے باعث سیاہی مائل ہوں گے۔ عراق کے دیہاتوں کو وہاں کے درختوں کی کثرت کے باعث سواد کہا گیا ہے۔
الخُضْرَةُ: اونٹوں اور گھوڑوں میں سیاہی مائل مٹیالا رنگ ہے۔ چنانچہ فَرَسٌ اَخْضَرُ: سیاہی مائل مٹیالے رنگ کے گھوڑے کو کہتے ہیں۔ اور انسانوں میں الخُضْرَة گندمی رنگ کو کہتے ہیں۔ الخَضْرَاء کا معنی آسمان ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِیَّاكُمْ وخَضْرَاء الدِّمَن: گھوڑے پر اُگے ہوئے سبزے سے بچو۔ (اس سے مراد خوبصورت عورتوں کا فتنہ ہے۔) کیونکہ گھوڑے والی جگہ پر اُگا ہوا سبزہ اگرچہ سرسبز ہوتا ہے لیکن پھلدار نہیں ہوتا۔ محاورہ ہے: الدُنیا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ: دنیا میٹھی اور سبز ہے۔
المُخَاضَرَةُ: پھلوں کے پکنے سے پہلے فروخت کرنا اور پکنے کی علامت گہری سبز رنگت ہوتی ہے۔ اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس کاروبار میں کھجور، سبزی ترکاری وغیرہ چیزیں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کے نزدیک تازہ کھجوریں یعنی رُطَبْ ایک کنستر سے زیادہ فروخت کرنا مکروہ ہے۔ قول خداوندی ہے: فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا: اخفش کا کہنا ہے کہ اس قول میں خَضِرًا سے مراد الأخْضَرُ ہے۔ اسی طرح محاورہ ہے کہ: ذَهَبَ دَمُهُ خِضْرًا مِضْرًا: یعنی اس کا خون رائیگاں چلا گیا۔
خَضِرٌ بروزن كَبِدٌ: حضرت موسیٰ کے ساتھی خضر علیہ السلام۔ اسے خِضْرٌ بروزن كِتْفٌ بھی کہا گیا ہے اور یہ زیادہ فصیح ہے۔

خ ض ر م—المُخَضْرَمُ: وہ شاعر جس نے دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام دونوں پائے ہوں جیسے: لَبِيْد شاعر نے دونوں دور پائے۔

خ ض ض—الخَضْخَضَةُ: پانی وغیرہ کو حرکت دینا یعنی ہلانا۔
خَضْخَضَهُ فَتَخَضْخَضَ: اس نے

پانی کو ہلایا تو وہ ہل پڑا۔

خ ض ع –الخضوع: تواضع اور انکساری۔ کہا جاتا ہے: خَضَعَ يَخْضَعُ (ضاد مفتوح) خُضُوعًا واختضع: اس نے تواضع وانکساری کی۔ اَخْضَعَتْنِيْ اِلَيْهِ الحاجةُ: مجھے ضرورت نے اس کے سامنے جھکا دیا۔ رَجُلٌ خُضعَةٌ: ہر ایک کے آگے جھکنے والا شخص۔

خ ض ل –شَيْئٌ خضيلٌ: نرم وتر چیز۔

الخَضِلُ: نرم ونازک پودے۔

اِخْضَلَّ الشَّيْئُ اخضلالًا اور اخضَوْضَلَ: تر وتازہ ہو گیا۔

خ ض م –الخضم: منہ بھر کر کھانا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ الخِضَمُّ بروزن الهِجَفُّ: بہت زیادہ بخشش کرنے والا۔

خ ط أ –الخَطَأ: غلط۔ صواب یعنی درست کی ضد۔ اس میں 'ا' کو الف مد کے ساتھ یعنی بغیر ہمزہ کے بھی پڑھا جاتا ہے۔ قول خداوندی: اِلّا خَطَأً کو دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اَخطأ اور تخطّأ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اَخْطَيْتُ نہیں کہنا چاہئے۔ بعض لوگ اسے الخِطْءُ بمعنی گناہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ خَطِيئَ (طاء مکسور) کا مصدر ہے۔ اس کا اسم الخَطِيئَةُ ہے۔ اسے تشدید دینا جائز ہے۔ اس کی جمع الخَطَايَا ہے۔ ابو عبیدہ کے نزدیک خَطِيئَ اور اَخْطَأَ کا ایک ہی معنی ہے۔ اسی سے یہ مثل مشہور ہے: مَعَ الخَوَاطِئ سَهْمٌ صَائبٌ: خطا ہونے والے تیروں میں سے کوئی نشانے پر لگنے والا بھی ہوتا ہے۔ الأموی کا کہنا ہے کہ المُخْطِئُ کا مطلب ہے کہ ایک شخص نے درست کام کرنا چاہا لیکن غلط ہو گیا۔ یعنی بھول چوک والا۔ اور الخَاطِئُ وہ شخص جو ارادۃً اور جان بوجھ کر غلط کام کرے۔ تَخَطَّأ لَهُ في المسألة: وہ اس کی غلطی تلاش کرنے میں لگ گیا۔

خ ط ب –الخَطْبُ: کام کا سبب کہا جاتا ہے۔ مَا خَطْبُكَ تمہارا کیا کام ہے۔ کس کام سے آئے ہو۔ یا تمہارا کیا مشن ہے۔ میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا کہ ما خَطْبُكَ کا مطلب ہے تمہیں کیا کام ہے۔ اور تم کہتے ہو: هٰذا خَطْبٌ جليل: یہ بہت بڑا کام ہے۔

اور خَطْبٌ يَسِيْرٌ: معمولی کام۔ اس کی جمع خُطُوبٌ ہے۔ (یہاں الازہری کی بات ختم ہوئی۔)

خَاطَبَهُ بالكلام مخاطبةً وخطاباً: اس نے اس سے بات کی۔ خطب على المنبرِ خُطْبَةً وخَطَابَةً: اس نے منبر پر خطبہ دیا۔ خُطْبَةٌ میں خاء مضموم ہے۔

خطَب المرأةَ فِي النِّكاح خِطبَةً:
اس نے عورت کے ساتھ شادی کی منگنی
کی۔ یہاں خِطبة میں خاء مکسور ہے۔ اور
ان دونوں میں یخطُب میں طاء مضموم
ہے۔ اختطَبَ کا بھی یہی معنی ہے۔
خَطُبَ (اس کا باب ظَرُفَ ہے) وہ
خطیب بن گیا۔
الخَطَّابِيَّة: رافضیوں کا ایک فرقہ ہے جو
اپنی نسبت ابو الخطاب سے کرتا ہے۔ جو
اپنے ساتھیوں کو اپنے مخالفین کو جھوٹا کہنے
کی تلقین کرتا تھا۔
خ ط ر — الخَطَر (خاء اور طاء مفتوح۔)
ہلاکت کے قریب پہنچا۔ یعنی موت کا خوف
کہتے ہیں۔
خاطَرَ بِنَفْسِه: اس نے اپنے آپ کو
خطرہ میں ڈال دیا۔
الخَطَرُ: شرط بدنے کے لئے دوڑ۔
خاطَرَهُ علٰی کذا: اس نے اس بات
پر شرط لگائی۔
خَطَرُ الرَّجُلِ: انسان کی قدر ومنزلت
اور شان وشوکت۔ **خَطَرَ الرُّمحُ:**
نیزے لہرائے۔ اس کا مضارع یَخطِرُ
مصدر خَطَرانًا۔
رُمحٌ خَطّارٌ: لہراتے نیزے۔ خَطّارٌ
میں طاء مشدد ہے۔ کہا گیا ہے کہ خَطَرانُ
الرُّمح: نیزوں کا لہرانا۔ بلند کرنا۔ اور نیزہ
زنی کے لئے اسے اوپر نیچے کرنا۔
رَجُلٌ خَطّارٌ: سخت قسم کا نیزہ باز آدمی۔
خَطَرَ الرَّجُلُ: آدمی لہراتا اور اتراتا ہوا
چلا۔
رَجُلٌ خَطِيرٌ: قدر ومنزلت والا آدمی۔
قَدْ خَطُرَ (باب سَهُلَ) **وَخَطَرَ الشَّيئ
بِبَالِه:** یہ بات اس کے دل میں آئی۔ اس کا
باب دَخَلَ ہے۔ **اَخطَرَهُ اللّٰهُ
بِبَالِه:** اللہ نے اس کے دل میں یہ بات
ڈال دی۔
خ ط ط — الخطّ: اس کی جمع الخطوط
ہے۔ لکیر یا لائن۔ راستہ شاہراہ۔
الخَطُّ: یمامہ میں ایک جگہ کا نام بھی ہے۔
اس جگہ کا نام خَطُّ هَجر ہے۔ جہاں
نیزے بنتے ہیں جنہیں خَطّی نیزے کہا
جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہندوستان سے لائے
جاتے ہیں اور یہاں سیدھے کئے جاتے
ہیں۔ **خَطَّ بِالقَلَم:** اس نے قلم سے لکھا۔
اس کا باب نَصَرَ ہے۔ **کِساءٌ
مُخَطَّطٌ:** دھاری دھار کمبل۔ **الخِطَّةُ:**
خطہ، زمین کا وہ ٹکڑا جو کوئی شخص اپنے لئے
خط کھینچ کر مخصوص کرلے۔ اور اس پر خط کھینچ
کر کوئی نشان لگادے کہ اس نے یہ ٹکڑا
مکان بنانے کے لئے حاصل کیا ہے۔
انہیں معنوں میں خِطَطُ البَصرَةِ
والكُوفَة کہا جاتا ہے۔ اختَطَّ

الغُلام: لڑکے کے گالوں پر داڑھی مونچھ اُگ آئی۔
الخُطَّةُ: (خاء مضموم) منصوبہ۔ سازش۔ کام، قصہ۔ اس کا ذکر حدیث قیلہ میں آتا ہے۔
الخُطَّةُ کا مطلب نقطہ بھی ہے۔
خ ط ف — الخَطْفُ: اُچک لے جانا۔
قَد خَطِفَهُ: وہ اسے اچک کر لے گیا۔ اس کا باب فهم ہے۔ اور یہ اچھا لہجہ ہے۔ ایک دوسری لغت کے مطابق یہ فعل ضَرَبَ کے باب سے ہے۔ یہ کم بھی ہے اور ناقص بھی۔ اسے کم ہی لوگ جانتے ہیں۔
اخْتَطَفَهُ اور تَخَطَّفَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔
الخُطَّافُ: پرندہ اور الخُطَّاف اس لوہے کو بھی کہتے ہیں جو کنویں سے پانی نکالنے والی چرخی کے دونوں طرف لگا ہوتا ہے اور ٹیڑھا کیا ہوتا ہے۔ اسی میں چرخی کا محور ہوتا ہے۔ ویسے ہر ٹیڑھے کیے ہوئے لوہے کو خُطَّاف کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں جو لفظ خَطَّافٌ (خاء مفتوح آیا ہے) اس کا معنی شیطان ہے۔ جو شنوائی کو چوری سے اچک کر لے جاتا ہے۔
بَـرْقٌ خاطِفٌ: آنکھوں کی روشنی اچک لے جانے والی بجلی۔

خ ط ل — الخَطَلُ: فاسد، بیکار اور مضطرب منطق۔
قَدْ خَطِلَ فِي كَلَامِهِ: وہ بات کرنے میں لڑکھڑایا یعنی اس نے بیہودہ گفتگو کی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
خ ط م — الخِطام: لگام، نکیل۔
الخِطْمِيُ: (خاء مکسور) برگ خطمی جس سے سر دھوتے ہیں۔
میرا کہنا ہے کہ دیوان میں درج ہے کہ الخَطمي میں دونوں لہجے یا تلفظ ہیں۔ ایک میں خاء مفتوح ہے اور دوسرے میں خاء مکسور۔
خ ط ا — الخُطوَةُ: (خاء مضموم) چلتے وقت دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ اس کی جمع ملّة خُطُوَات ہے (خاء مضموم اور مفتوح اور ساکن) اور جمع کثرت خُطَى ہے۔
الخَطوَةُ: (خاء مفتوح) ایک بار قدم کا اٹھانا۔ اس کی جمع خَطَوَاتٌ (طاء مفتوح) اور خِطَا (خاء مکسور اور الف ممدود) ہے۔ اس کی مثال رَكْوَة اور اس کی جمع رِكَاء ہے۔
خَطَا: (باب عَدَا) اور اخْتَطَى کا ایک ہی معنی ہے۔
تَخَطَّاهُ: آگے بڑھنا۔ اوپر سے گزرنا۔ قدم آگے بڑھانا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے

تَخطّٰی رِقَابَ النَّاسِ: وہ لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے آگے بڑھا۔

خ ف ت – خَفَتَ الصَّوتُ: اس نے آواز دھیمی کر دی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ المُخَافَتَةُ، التخافُتُ اور الخَفتُ بروزن السَّبْتُ گفتگو یا بات چھپانا۔

خ ف ر – الخَفِير پناہ دینے والا۔ مثلاً: خَفَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے اسے پناہ دے دی۔ کَانَ لَهٗ خَفِيرًا: اس کا ایک پناہ دینے والا تھا جو اس کی حفاظت کرتا اور اسے بچاتا تھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح خَفَّرَه تَخْفِيرًا: اس نے اسے بہت بچایا۔ تَخَفَّرَ بفُلان: اس نے فلاں شخص کی پناہ لی۔ اَخْفَرَهٗ: اس نے اس سے عہد شکنی کی اور دھوکا کیا۔ اَخْفَرَہ: کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اس کے ساتھ خفیر یعنی محافظ بھیجا۔ اس کا اسم الخُفْرَة (خاء مضموم ہے) اور اس کا معنی ذمہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وَفَتْ خَفْرَتُکَ: اس نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا۔ اسی طرح الخِفَارَةُ (خاء مضموم اور مکسور) اور الخَفَرُ (خاء اور فاء مفتوح) کا معنی بہت زیادہ حیا و شرم۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ جَارِيَةٌ خَفِرَةٌ (فاء مکسور) اور مُتَخَفِّرَةٌ: بہت شرمیلی لونڈی۔

خ ف س – الخُنْفُسَاءُ (فاء مفتوح اور الف ممدود) اس کی مؤنث خُنْفُسَاءَةُ ہے۔ اس کی ایک اور لغت یعنی تلفظ خُنْفَس ہے، گبریلا، گوبر میں پلنے والا کیڑا۔ اس کی مؤنث خُنْفَسَةٌ ہے۔

خ ف ش – الخُفَاش بروزن العُنَاب اس کی جمع الخَفَافِيش ہے۔ اس کا معنی چمگادڑ ہے۔

الخَفَشُ: (خاء اور فاء مفتوح) آنکھ کا چھوٹا پن اور پیدائشی نظر کی کمزوری۔ الرَّجُلُ الأَخْفَشُ: اندھرتہ شخص، ممکن ہے الخفشُ ایک بیماری ہو جس کے مریض کو رات کو تو چیزیں نظر آتی ہوں لیکن دن کو نظر نہیں آتیں۔ البتہ بادل والے دن میں بھی نظر آتا ہے۔ اسے عُرف عام میں اندھرتہ کہتے ہیں۔ صاف موسم ہو تو دن کو نظر نہیں آتا بعض مریض دن کو دیکھ نہیں سکتے۔

خ ف ض – الخفض. آسودگی۔ آسودہ حالی۔ کہا جاتا ہے: عَيْشٌ خَافِضٌ: پُر سکون اور آسودہ زندگی۔

وَهُمْ فِي خَفْضٍ مِنَ العَيْشِ: وہ آسودگی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

خَفَضَ الصَّوْتَ: اس نے آواز دھیمی کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: خَفِّضْ عَلَيْکَ القَوْلَ اور

خَفِضْ علیک الأمْرَ: معاملہ کو زیادہ سنجیدگی سے نہ لو۔

الخفض: جَرّ، یہ دونوں علامات علمائے نحو کے نزدیک بناء میں کسر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

الانْخِفَاضُ: انحطاط، زوال۔ وَاللّٰه يَخْفِضُ مَنْ يَشَآءُ وَيَرْفَعُ مَنْ يَشَآء: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے زوال پذیر کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عروج بخشا ہے۔

خ ف ف — الخُفّ: اس کی جمع اخفاف ہے بمعنی اونٹ کا کھر۔ اسکی جمع الخفاف بھی ہے جس کا مطلب پہننے کے موزے ہیں۔

التَخفِيفُ: کم کرنا۔ یہ تثقیل کی ضد ہے۔ استخَفَّهُ: یہ استثقلہٗ کی ضد ہے۔ استخفَّ بہ: اس نے اسے حقیر جانا۔ خَفَّ الشَیْئُ: چیز خفیف ہوگئی۔ اَخَفَّ الرَّجُلُ: اس کی حالت پتلی ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ بَيْنَ اَيْدِينَا عَقَبَةً كَئُودًا لا يَجُوزُهَا اِلَّا المخفّ: بے شک ہمارے سامنے ایک سخت پیچیدہ گھاٹی ہے اسے سوائے سبک بار آدمی کے اور کوئی پار نہیں کرسکتا۔

خ ف ق — خَفَقَت الرَّايَةُ: جھنڈا لہرایا۔ اسی طرح القَلْبُ اور السَّرَاب ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ خَفَقَ يَخْفِقُ (فاء مکسور) خَفَقَانًا: (حاء اور فاء مفتوح) دھڑکنا۔ کہا جاتا ہے: خَفَقَ البَرْقُ: بجلی چمکی۔

خَفَقَتِ الرِّيْحُ خَفَقَانًا: ہوا کی سنسناہٹ ہوئی یعنی اس کے چلنے کی آواز یا گونج ہوئی۔

خَفَقَ الرَّجُلُ: آدمی نے اونگھتے ہوئے سر ہلایا یا وہ اونگھ میں جھوما۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَتْ رؤسُهُمْ تَخْفِقُ (خَفقَةً) اَوْ خَفقَتَيْنِ: ان کے سر اونگھ میں ایک بار یا دو بار جھومتے تھے۔

الخَافِقَانِ: مشرق اور مغرب کے دو اُفق یعنی کنارے کیونکہ رات اور دن انہی دو کناروں میں جھومتے رہتے ہیں۔

خ ف ی — خَفَاهُ: اُس نے چھپایا، اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے ظاہر کیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔ یہ کلمات اضداد میں سے ہے، یعنی ایسا کلمہ ہے جس کے متضاد معانی ہوتے ہیں۔

اَخْفَاهُ: اس نے اسے چھپایا یا پوشیدہ رکھا۔ شَيئٌ خَفِيٌّ: پوشیدہ چیز۔ اس کی جمع خَفَايَا ہے یعنی پوشیدہ چیزیں یا باتیں۔

خَفِيَ عَلَيْهِ الأثَرُ يَخْفٰی خَفَاءً: اس پر نشان چھپ گیا یعنی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بَرِحَ الخَفَاء

یعنی بات واضح ہوگئی۔

الخَوَافِیُ: پرندے کے بازو کے اگلے دس پروں کے علاوہ چھپے ہوئے پَر۔

اسْتَخْفٰی مِنْهُ: اس سے چھپا رہا۔ ان معنوں میں اختفی الشَّیئُ نہیں کہنا چاہئے۔

اِخْتَفَیْتُ الشَّیئَ: میں نے بات یا چیز نکال لی۔

المُخْتَفِی: کفن چور۔ اس نسبت سے کہ وہ کفن نکال لیتا ہے۔ ان معنوں میں قول خداوندی ہے: اِنَّ السَّاعَةَ اٰکادُ اُخْفِیْهَا: یقیناً قیامت کی گھڑی، میں جلد ہی اس کا پردہ ہٹادوں گا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے: لوگ کہتے ہیں کہ اَشْکَیْتُهُ: میں نے اس کی شکایت یا تکلیف دور کردی۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الخِفَاءُ (خاء مکسور اور الف ممدود) کا اصل معنی کمبل یا چادر ہے جس سے پانی یا دودھ کے برتن کو ڈھانپا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں اُخْفِیْهَا کو خاء مفتوح اَخْفِیْهَا بھی پڑھا گیا ہے۔

خ ق ق — الأخْقُوق: اللُّخْقُوق کا دوسرا لہجہ یا تلفظ۔ زمین کے شگاف۔ حدیث شریف میں ہے کہ: فَوَقَصَتْ بِهِ نَاقَتُهُ فِی اَخَاقِیْقَ جِرذَان: اس کی اونٹنی چوہوں کے بلوں میں جا گھسی۔ اصمعی کے نزدیک اقاقِیْقُ بغیر اَلْ کے معروف نہیں ہے۔

خ ل أ — خَلَأَتْ النَّاقَةُ: اونٹنی بے سبب اَڑ گئی اور بیٹھ گئی۔ اس کا ذکر سُراقة کی حدیث میں آیا ہے۔

خ ل ب — الخلابة: زبان سے دھوکہ دینا۔ اس کا باب کَتَبَ ہے۔

اختَلَبَهُ: اس نے اسے زبان سے دھوکہ دیا۔ اسے سبز باغ دکھایا۔

رَجُلٌ خَلَّابٌ و خَلَبُوْتٌ: دھوکے باز اور جھوٹا آدمی۔

البَرْقُ الخُلَّبُ: چندھیا دینے والی بجلی۔

اسحَابُ الخُلَّب: ایسے بادل جن میں پانی یعنی بارش نہ ہو، گویا وہ دھوکا دینے والا ہے۔ دھوکے باز شخص کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ: اِنَّمَا اَنْتَ کَبَرْقٍ خُلَّبٍ: اور صرف بَرْقٌ خُلَّبٌ بھی کہا جاتا ہے۔

المِخْلَبُ: (میم مکسور) پرندے اور درندے کا پنجہ جس طرح انسان کا ناخن ہوتا ہے۔ خَلَبَ النبات: اس نے پودے کو کاٹا، اس کا باب نَصَرَ ہے۔ استخلیه کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: تَسْتَخْلِبُ الخَبِیْرَ: ہم سبزی اور پودے کاٹتے ہیں اور اسے کھاتے ہیں۔

خ ل ج — خَلَجَتْ عَیْنُهُ: اس کی آنکھ پھڑکی۔ اس کا باب جلس اور دخل ہے۔ اختلجتْ کا بھی یہی معنی ہے۔

تَخَالَجَ فی صَدْرِی مِنْهُ شَیْئٌ: مجھے اس کی طرف سے کوئی چیز کھٹکی یعنی مجھے اس پر شبہ ہوا۔
الخَلِیْجُ: سمندر کی خلیج یا کھاڑی۔ دریا کو بھی خلیج کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خَلِیْجَاہ: اس کے دو کنارے۔ اس کی جمع خُلُجٌ ہے۔
الخَلَنْجُ: ایک فارسی درخت کا معرّب نام ہے۔ اس کی جمع الخَلانِجُ بروزن المَعَالِمُ ہے۔
خ ل د – الخُلد: دوام، ہیشگی، اس کا باب دَخَلَ ہے۔
اَخْلَدَهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ باقی رکھے۔ خَلَّدَهُ تَخْلِیْدًا کا بھی یہی معنی ہے۔
الخُلُدُ بروزن القُفُلُ: اندھے چوہوں کی ایک قسم۔ اُردو میں چھچھوندر کہتے ہیں۔
اَخْلَدَ اِلی فُلانٍ: اس نے فلاں کا سہارا لیا یا اسی کی طرف جھکا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: وَلٰکِنَّهُ اَخْلَدَ اِلَی الأَرضِ: لیکن وہ زمین یعنی پستی کی طرف جھکا۔
الخَلَدُ: (خاء اور لام مفتوح) دِل۔ محاورہ ہے: وَقَعَ ذٰلِکَ فِی خَلَدِی: یہ بات میرے دل میں آ گئی۔
خ ل س – خلس الشَیْیَ: اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
اختَلَسَهُ اور تَخَلَّسَهُ: اس نے چیز جھپٹ کر چھین لی۔ اس کا اسم الخُلْسَةُ (خاء مضموم) ہے۔ محاورہ ہے کہ: الفرصة خُلْسَةٌ: فرصت کا وقت ایک جھپٹ ہے۔ یعنی فوراً ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔
خ ل ص – خَلَص الشَیْئُ: چیز خالص ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
خَلَصَ الیهِ الشَیْئُ: چیز اس تک پہنچ گئی۔ خَلَّصَهُ من کذا تخلیصًا فَتَخَلَّصَ: اس نے اسے نجات دلائی یا چھڑایا تو اسے نجات مل گئی یا وہ چھوٹ گیا۔
خُلاصةُ السَّمن: (خاء مضموم) لسی سے صاف کیا ہوا خالص گھی۔ اور اسی طرح خِلاصتُهُ: (خاء مکسور) کا بھی یہی مطلب ہے۔ اَخْلَصَ السَّمَنَ: اس نے گھی کو گرم کر کے صاف کیا۔
الإخلاص فی الطاعة: فرمانبرداری میں ریاکاری اور دکھلاوا کرنا۔
قَدْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ الدِّیْنَ: اس نے خدا تعالیٰ کے لئے دین خالص کیا۔
خالصَاهُ فی العِشْرة: اس نے رہن سہن میں اس کے ساتھ خلوص برتا۔
هٰذا الشَیْئُ خَالِصَةُ لک: یہ چیز صرف تمہارے لئے ہے۔
استَخْلَصَهُ النفسه: اس نے اسے اپنی

ذات کے لئے چن لیا۔

خ ل ط – خلط الشیئ بغیرہ: اس نے ایک چیز کو کسی دوسری چیز میں ملا دیا۔ (اس کا باب ضَرَبَ) فاختلط تو وہ مل گئی یعنی دوسری چیز کے ساتھ خلط ملط ہو گئی۔

خَالَطَهُ مخالَطَةً و خِلاطًا: (خاء مکسور) وہ اس سے گھل مل گیا۔

اختلط فُلانٌ: فلاں شخص کی غلطی ماری گئی۔

التخلیطُ فِی الْاَمرِ: کام میں خرابی یا گڑبڑ۔

الخَلِیْطُ المخالط: گھلنے ملنے والا، اوباش و آوارہ۔ اس کی مثال النَّدِیْم، المُنادم، الجلیس، المُجالِسُ ہے۔ یہ کلمہ واحد اور جمع دونوں صیغے یکساں ہیں۔ بعض اوقات اس کی جمع خُلَطَاء اور خُلُط بنائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا خِلَاطَ وَلَا وِرَاطَ: یعنی نہ خِلاط ہے اور نہ وِراط. کہا گیا ہے کہ یہ کلمات آپ ﷺ کے ان کلمات کی طرح ہیں کہ: لایَجْمَعُ بینِ متفرِّق ولاَ یُفَرِّقُ بَیْنَ مُجْتَمع خشْیَةَ الصَّدَقَةِ: یعنی زکوٰۃ کے ڈر کے مارے نہ تو متفرق مال کو اکٹھا کیا جائے اور نہ اکٹھے مال کو متفرق کیا جائے۔

الخُلْطَةُ: (خاء مضموم) شراکت، کمپنی اور

الخِلْطَة: (خاء مکسور) رہن، سہن۔

الخِلْطُ: (خاء مکسور) خلط، اس کی جمع اَخْلاط ہے، (عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر) نبیذ میں دو خلیطوں سے منع کیا گیا ہے یعنی ان سے کشید کئے گئے رس کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے سے منع کیا گیا ہے، کھجور اور مُنَقّی یا انگور اور تازہ کھجور۔

خ ل ع – خَلَعَ ثَوبَهُ و نَعْلَهُ و قائِدَهُ: اس نے اپنا کپڑا۔ جوتا اور قائد اتار دیا۔

خَلَعَ عَلَیْهِ خِلْعَةً: اس نے اسے خلعت بخشی۔ ان سب کا باب قَطَعَ ہے۔ خَلَعَ امْرَاَتَهُ خُلْعًا: اس نے اپنی بیوی کو خُلع دے دی (خاء مضموم)۔ خُلِعَ امْرَاَتَهُ

خُلِعَ الوَالِی: گورنر کو معزول کر دیا گیا۔

خَالَعَتِ المَرْاَةُ بَعْلَهَا: بیوی نے خاوند سے بدل دے کر خُلع طلب کیا۔ ایسی عورت کو خالِعٌ کہیں گے۔ اس کا اسم اُخلعَةُ (خاء مضموم) ہے۔ قَدْ تخالَعَا: ان دو نے خلع طلب کی۔ اَخْتَلَعَتْ: اس عورت کو خلع مل گئی۔ مخلعةٌ: خلع یافتہ عورت۔

خ ل ف – خَلْفٌ: پیچھے۔ قُدَّامٌ بمعنی سامنے کی ضد۔

الخَلْفُ: ایک صدی یا نسل کے بعد آنے والی صدی یا نسل۔

هٰؤلاء خَلْفُ سُوءِ الناس لَاحقين بِنَاسٍ اكثر مِنْهُم: یہ ان لوگوں کے لئے برے جانشین ہیں جو ان سے زیادہ لوگوں کے ساتھ ملنے والے ہیں۔ الخَلْفُ کا معنی ردی اور ناکارہ بات بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: سَكَتَ اَلْفًا ونَطَق خَلْفًا: وہ ہزاروں بار چپ رہا اور بولا تو برا بولا۔ یعنی ہزار موقعوں پر بولنے کی بجائے خاموش رہا اور جب بولا تو غلط بات کہہ دی۔ الخَلْفُ کا معنی پانی لینا بھی ہے۔ اور الخَلْفُ کا لام ساکن اور مفتوح بھی ہے۔ اس کا معنی بعد میں آنے والا ہے یا جانشین۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خَلَفُ سوءٍ مِنْ ابیه وخَلَفُ صِدْق مِنْ اَبِيهِ: وہ اپنے باپ کا برا جانشین ہے اور وہ اپنے باپ کا سچا جانشین ہے۔ اس قول میں خَلَفُ میں لام متحرک ہے۔ اخفش نے کہا کہ دونوں برابر ہیں یعنی وہ بھی جو اسے متحرک کرتے ہیں اور وہ بھی جو اسے ان سب جگہوں پر ساکن کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خَلَفُ صِدْقٍ میں خَلَفُ کو متحرک کرتے ہیں اور خَلْف سوءٍ میں ساکن کرتے ہیں تاکہ دونوں میں فرق کیا جاسکے۔ الخَلَفُ متحرک کا معنی کسی چیز میں سے باقی چھوڑا ہوا حصہ یعنی پس ماندہ یا باقی ماندہ ہے۔

الخُلْفُ: (خاء مضموم) فعل اخلاف کا اسم ہے۔ وعدہ پورا نہ کرنا۔

الخِلْفَةُ: دو چیزوں کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔ جیسے رات دن کا اختلاف یعنی رات کے پیچھے دن کا آنا۔

الخِلْفَةُ: ایک دفعہ گھاس یا کوئی نباتات کاٹنے کے بعد جو گھاس دوبارہ اُگ آتی ہے، اسے بھی الخِلْفَةُ کہتے ہیں۔

خِلْفَةُ الشَّجَرِ: درخت پر سے بہت سا پھل اترنے کے بعد دوبارہ نکلنے والا پھل۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ اس کا معنی گرمیوں میں اگنے یا لگنے والا پھل ہے۔

الخَلِفُ بروزن الكَتِفُ: حاملہ اونٹنی۔ اس کا واحد خَلِفَةٌ بروزن نَكِرَةٌ ہے۔ قول خداوندی: رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوا مَعَ الخَوَالِفِ: میں الخَوَالِف سے مراد عورتیں ہیں۔

الخِلِّيْفَى: (خاء مکسور، لام مکسور ومشدد، یاء مقصور) خلافت۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لَو اُطِيْقُ الأَذَانَ مَعَ الخِلِّيْفَى لأَذَّنْتُ: اگر خلافت کی ذمہ داریوں کے ساتھ میرے لئے اذان دینا ممکن ہوتا تو میں اذان بھی دیتا۔ الخَلِيْفَةُ: سلطانِ اعظم، اسے کبھی مؤنث کے صیغے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: کسی شاعر کا یہ شعر:

اَبُوکِ خَلِیفَةٌ وَلَدَتْهُ اُخریٰ
وَاَنتَ خَلِیفَةٌ ذاکَ الکمال

''تیرا والد خلیفہ ہے جسے کسی اور نے جنا ہے۔ اور تو بھی خلیفہ ہے، یہ کمال کی بات ہے۔''

اس کی جمع الخَلَائِف ہے۔ اسے کریمۃ کی جمع کرائم کی طرح اپنی اصل پر جمع بنایا گیا ہے۔ لوگوں نے اس کی جمع الخُلَفَاء بھی کہا ہے۔ کیونکہ یہ اسم مذکر کے سوا کسی اور کے لئے نہیں بولا جاتا۔ اور اس کے آخر میں 'ۃ' ہے جسے جمع بناتے وقت ساقط کر دیا گیا ہے۔ اس کی مثال ظَرِیفٌ اور ظُرَفاء ہے۔ کیونکہ فَعِیلَةٌ یعنی جس کے آخر میں 'ۃ' ہو کر وزن سے فُعَلاء کے وزن پر جمع نہیں بن سکتی۔

خَلَفَ فُلانٌ فُلاناً: فلاں آدمی فلاں آدمی کا جانشین بنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خَلَفَهُ فِي قَوْمِهٖ: اس نے اسے اپنی قوم میں اپنا جانشین بنایا۔ اس کا باب کَتَبَ ہے۔ اسی لئے قول خداوندی ہے: اَخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ: تو میری قوم میں میرا جانشین بن۔ خَلَفَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ اس کے بعد آیا۔ خَلَفَ فَمُ الصَّائِم: روزہ دار کے منہ کی بُو یا اس کا ذائقہ تبدیل ہو گیا۔ اسی طرح خَلَفَ اللَّبَنُ وَالطَّعَامُ: دودھ اور کھانے کا ذائقہ یا اس کی بُو تبدیل ہو گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ ایک دوسرے لہجے کے مطابق خَلَفَ کی جگہ اَخْلَفَ بھی مستعمل ہے۔

جس کسی کا مال یا بیٹا یا کوئی چیز چلی جائے تو اس معاوضے کی دعا کے لئے یوں کہا جاتا ہے کہ اَخْلَفَ اللّٰهُ عَلَیْکَ یعنی خدا تجھے ضائع ہونے والی چیز کے برابر ہی اس کا بدل عطا کرے۔ اور اگر کسی کا والد یا اس کی والدہ وغیرہ فوت ہو گئے ہوں جس کا عوض ممکن نہیں تو کہا جاتا ہے کہ خَلَفَ اللّٰهُ عَلَیْکَ: (خلف کے شروع میں الف کے بغیر) تمہاری ضائع ہونے والی چیز کا بدل خود اللہ تعالیٰ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ:

اَخْلَفَهُ: اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص وعدہ کرے اور مستقبل میں اس وعدہ کو پورا نہ کرے۔

اَخْلَفَ فُلانٌ لِنَفْسِهٖ: فلاں شخص نے ضائع شدہ چیز کے بدلے اپنے لئے دوسری چیز لے لی۔

اَخْلَفَ النباتُ: ایک دفعہ کٹنے کے بعد دوبارہ نباتات یا گھاس اُگ آئی یعنی پیداوار یا نباتات نے اپنے بعد دوسری نباتات اُگائی۔

اِسْتَخْلَفَهُ: اس نے اسے خلیفہ بنایا۔

جَلَسَ خَلْفَهُ: وہ اس کے پیچھے بیٹھا۔

الخِلَافُ: مخالفت۔ قول خداوندی ہے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْن بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللّٰه: پیچھے پیچھے رہنے والے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے۔ خِلَاف کا ترجمہ مخالفت کی بجائے صرف خلف یعنی صرف پیچھے بھی کیا گیا ہے۔ یعنی پیچھے رہنے والے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے۔

شَجَرُ الخِلَاف: مخالفت کا سبب۔ مخالفت کی جگہ کو المَخْلَفَةُ بروزن المَتْرَبَةُ کہیں گے۔ خَلَّفَهُ وَرَائَهُ فَتَخَلَّفَ: اس نے اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیا تو وہ پیچھے رہ گیا۔

خ ل ق — الخَلْقُ: تقدیر۔ اندازہ کرنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خَلَقَ الأدِيْمَ اس نے چمڑا کاٹنے سے پہلے اس کا اندازہ کر لیا، اس کا باب نَصَرَ ہے۔ الخَلِيْقَةُ: طبیعت وفطرت، اس کی جمع خَلَائق ہے۔ الخَلِيْقَةُ کا معنی مخلوق یعنی لوگ بھی ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ هُمْ خَلِيْقَةُ اللّٰه اور هم خَلْقُ اللّٰه یعنی وہ خدا کی مخلوق ہیں۔ اور یہ دراصل مصدر ہے۔

الخِلْقَةُ: فطرت۔ فلان خَلِيْقٌ بِكذا: فلاں شخص اس لائق ہے۔

مُضْغَةٌ مُخَلَّقَةٌ: پوری طرح بنا ہوا لوتھڑا۔

خَلَقَ الإفْكَ: اس نے جھوٹ گھڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اخْتَلَقَهُ وتَخَلَّقَهُ: اس نے یہ بات گھڑ لی۔ اسی مفہوم میں یہ قول خداوندی ہے کہ: وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا: اور تم جھوٹ گھڑتے ہو۔ الخُلْقُ: (لام ساکن ومضموم) اچھی عادت۔ فُلَانٌ يَتَخَلَّقُ بِغَيْرِ خُلُقِهِ: وہ بناوٹی طور پر اچھے خلق کا اظہار کرتا یا تکلفاً حسنِ خلق کا اظہار کرتا ہے۔ الخَلَاقُ: نصیب، حصہ، حظ۔ اسی مفہوم میں قولِ خداوندی ہے: لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ: آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

مِلْحَفَةٌ خَلَقٌ اور ثَوْبٌ خَلَقٌ: پرانا لحاف یا پرانا کپڑا۔ اس میں مذکر ومؤنث کے دونوں صیغے یکساں ہیں کیونکہ یہ دراصل مصدر ہے۔

الأخْلَقُ: زیادہ ملائم اور نرم۔ اس کی جمع خُلْقَانٌ ہے۔

خَلُقَ الثَّوْبُ: کپڑا پرانا ہوگیا۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔ اَخْلَقَ کا بھی یہی معنی ہے۔ اَخْلَقَهُ صَاحِبُهُ: اس کے مالک نے اسے پرانا کر دیا۔ یہ فعل متعدی اور لازم دو صیغوں میں یکساں ہے۔

الخَلُوْقُ: خوشبو یا عطر کی ایک قسم۔ خَلَّقَهُ تَخْلِيْقًا: اس نے اسے عطر مل دیا۔

فَتَخلَّقَ تو اسے عطر لگ گیا۔

خ ل ل - الخلّ: سرکہ۔

الخَلَّةُ: (خاء مفتوح) خصلت، اس کا معنی احتیاج اور ناداری بھی ہے۔

الخُلَّةُ: دوست، اس میں مذکر و مؤنث دو صیغے یکساں ہیں کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے۔ مثلاً تم کہتے ہو کہ: خَلِیْلٌ بَیِّنُ الخُلَّةِ: واضح دوست۔ الخُلَّةُ والخُلُولَةُ: دوستی۔ اس کی جمع خِلَالٌ ہے۔ اس کی مثال قُلَّةٌ کی جمع قِلَالٌ ہے۔

الخِلُّ: دوستی اور دوست۔

الخَلَلُ: دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ یا فاصلہ، اس کی جمع خِلالٌ ہے۔ اور اس کی مثال جَبَلٌ کی جمع جِبَالٌ ہے۔ یہی لفظ قرآن کی آیت: فَتَرى الوَدْقَ يَخرُجُ من خِلَالِهِ: پھر تم دیکھو گے کہ بادل سے مینہ نکل کر برس رہا ہے۔

وخَلَلِهِ: یہ بادلوں کے اندر خالی جگہیں ہیں جن سے بارش نکل برستی ہے۔ الخَلَلُ کا معنی کسی معاملے میں بگاڑ بھی ہے۔

الخَلَال: دانتوں سے ریزے نکالنے کے لئے لکڑی کی تیلی اور جس تیلی سے کپڑے میں سوراخ کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع الأَخِلَّةُ: ہے۔ الخِلَال کا معنی یہی دوستی بھی ہے۔

الخَلِیْلُ: سچا دوست، اس کا مؤنث کا صیغہ خَلِیْلَةٌ ہے۔

الخُلَالَةُ: (خاء مضموم) وہ ریزے جو خلال کرنے سے گرتے ہیں۔

فَصِیْلٌ مَخْلُوْلٌ: کمزور و لاغر۔ اس کا ذکر زکوٰۃ کی حدیث میں ہے۔ خَلَّ كِسَاءَهُ على نفسه بالخِلَال: اس نے اپنے اوپر لئے کمبل میں خِلال سے سوراخ کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اَخَلَّ الرَّجُلُ بِمَرْكَزِهِ: آدمی نے اپنا مرکز چھوڑ دیا۔

اِخْتَلَّ الى الشَّيْئِ: وہ چیز کا محتاج ہوا۔ اسی مضمون کا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: علیکم بِالعِلْم فَاِنَّ اَحَدَكُم لَايَدْرِى مَتٰى يُختَلُّ اِلَيه: تمہیں علم حاصل کرنا چاہئے کیونکہ تم میں سے کسی کو اس کا ادراک نہیں کہ کس وقت لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے جو اس کے پاس ہے یعنی علم۔

اِختَلَّ جِسْمُهُ: اس کا جسم لاغر ہو گیا۔

تَخَلَّلَ بَعْدَ الاكْلِ: اس نے کھانا کھانے کے بعد خلال کیا۔

تَخَلَّلَ القَوْمُ: قوم یا لوگ تتر بتر ہو گئے۔

دَخَلَ بَیْنَ خَلَلِهِمْ وخِلَالِهِمْ: وہ ان کے درمیان جا کر داخل ہوا یا گھس گیا۔

الخَلْخَالُ: پازیب، اس کی جمع خَلَاخِیْلُ ہے۔ عورتوں کی پازیبیں۔

الخَلْخَلُ بھی اس کی ایک لغت یعنی لہجہ ہے۔
تَخْلِیْلُ اللِّحْیَۃِ: وضو میں داڑھی کا خلال کرنا اور (پاؤں کی) انگلیوں کا خلال کرنا۔ جب کوئی یہ کر چکے تو وہ کہے گا کہ: تَخَلَّلْتُ: میں نے خلال کر لیا۔
(میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے یہاں اِخْتَلَّ فِی الْأَمْرِ کا ذکر نہیں کیا جس کا معنی ہے کہ کام میں خَلل واقع ہوا۔)
خ ل ا۔خَلَا الشَّیْئُ: چیز خالی ہو گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ خَلَوْتُ بِهٖ خَلْوَۃً وخَلاً: میں اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا۔
خَلَا اِلَیْہِ: وہ اس کے ساتھ جا ملا۔ قول خداوندی ہے:وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ: جب وہ اپنے شیطان سرغنوں سے ملتے ہیں۔ اس آیت میں اِلٰی کا معنی مَعَ ہے۔ اس کی دوسری مثال قول خداوندی:مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ: اللہ کے ساتھ میرا مددگار کون ہے۔ اور یہ قول خداوندی:وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ: ایسی کوئی امت نہیں کہ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو یا نہ بھیجا گیا ہو۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ:اَنَا مِنْکَ خَلَاءٌ: کا مطلب یہ ہوگا کہ میں تم سے بَری الذمہ ہوں یہ اس لفظ کا نہ تو تثنیہ کا صیغہ بنتا ہے اور نہ جمع کا کیونکہ یہ مصدر ہے۔ اَنَا خَلِیٌّ مِنْکَ: میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ لیکن اس سے تثنیہ اور جمع دونوں کا صیغہ بنتا ہے کیونکہ یہ اسم ہے۔ الخَلَاءُ: (الف ممدود) باوضو شخص۔
الخَلاءُ: ایسی جگہ کو بھی کہتے ہیں جو خالی ہو اور وہاں کچھ نہ ہو۔
الخَلِیَّۃُ: وہ اونٹنی جس کی عقال یعنی گھٹنے باندھنے کی رسّی کو کھول دیا گیا اور اسے کھلا چھوڑ دیا گیا ہو۔ خاوند کی طرف سے بیوی کو اَنْتِ خَلِیَّۃٌ کہہ دینا طلاق کا کنایہ ہے۔
الخَلِیَّۃُ: بڑی کشتی کو بھی کہتے ہیں۔ شہد کی مکھیوں کے چھتے کو بھی الخَلِیَّۃ کہتے ہیں جس میں مکھیاں شہد بناتی ہیں۔
خَلَا: کلمۂ استثناء بھی ہے جو اپنے مابعد کے کلمہ کو مستثنیٰ کر دیتا ہے اور نصب دیتا ہے اور جر دیتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے: جَاءُوْنِی خَلَا زَیْدًا: یہاں زید منصوب ہے اور خَلَا فعل بنایا گیا ہے جس میں فاعل مُضمر ہے۔ گویا تم نے یہ کہا کہ خَلَا مَنْ جَآءَ نِی مِنْ زَیْدٍ: جو شخص میرے پاس آئے وہ زید سے خالی ہیں یا زید کے بغیر ہیں۔ اور تم نے خَلَا زَیْدٍ کہا تو تم نے زید کو جر دی۔ بعض نحویوں کے نزدیک خَلَا حرف جر ہے۔ جو حاشی کے برابر ہے۔ اور بعض نحویوں کے نزدیک خَلَا

مصدر مضاف ہے۔ رہا مَـا خَـلَا تو اس کے بعد کا اسم لامحالہ منصوب ہوگا۔ مثال کے طور پر تم یہ کہو گے کہ: جَـاءُونِی مَـا خَـلَا زیـدًا لوگوں کا یہ کہنا کہ اِفْـعَـلْ کَـذا وخَـلَاکَ ذَمٌّ: یعنی تو نے معذرت کر لی اور تم سے ذمّ یا مذمت ساقط ہوگئی۔

الخَلِیُّ: دکھ سے خالی۔ یہ الشَّجِیُّ کی ضد ہے۔ القُرُوْنُ الخالِیَۃُ: گزری ہوئی صدیاں یا زمانے۔

الخَلَی: (یاء مقصور) بھنگ کا تازہ پودا یا پتے۔ اس کا واحد خَـلَاۃٌ ہے۔ خَلَیْتُ الخَلَی: میں نے بھنگ کا تر پودا کاٹا۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ اخْتَلَیْتُہُ کا بھی یہی معنی ہے۔

المِخْلَی: بھنگ کاٹنے والی درانتی۔

المِخْـلَاۃ: وہ برتن یا ڈوری جس میں بھنگ رکھی جاتی ہے یعنی توبرا۔

اَخْـلَـتِ الارضُ: زمین میں بہت سی بھنگ اُگ آئی۔ خَـلَالَہُ الشَّیئُ اور اَخْلَی کا ایک ہی معنی ہے۔

اَخْـلَیْتُ المَکَانَ: میں نے اچانک اسے خالی پایا۔ اَخْلَی الرَّجُلُ: آدمی خالی ہوا۔ وَاَخْلَی غَیرہ: اس نے کسی کو خالی کیا۔ یہ فعل متعدی اور فعل لازم دونوں طرح مستعمل ہے۔

اَخْلَی عَنِ الطَّعَامِ: اس نے کھانا چھوڑ دیا۔

خَالَیْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو پچھاڑ دیا۔ چھوڑ دیا۔ مصالحت کی۔ تَخَلَّی: وہ فارغ ہوا یا خالی ہوا۔

خَلَّی عَنْہُ وخَلَّی سَبِیْلَہُ تخلیۃ: اس نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ اسے جانے دیا۔

مُخَلًّی: آزاد چھوڑا ہوا شخص۔

وَرَاَیْتُہُ مُخَلًّیا: میں نے آزاد چھوڑا ہوا دیکھا۔

میرا کہنا ہے کہ یہ بات شاذ اور نادر ہے کہ اسم مقصور نصبی حالت میں منقوص کی طرح رفعی اور جری حالت کے خلاف ہو۔

خ م د — خَمَدَتْ النَّارُ: آگ بجھ گئی۔ آگ کے شعلے بلند ہونے بند ہوگئے۔ لیکن چنگاری ابھی نہیں بجھی۔ اس کے برعکس هَمَدَت النار کا معنی ہے کہ آگ بالکل بجھ گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَخْمَـدَھا غَیـرُھا: کسی دوسرے نے اسے بجھایا۔

خ م ر — خَمْرَۃٌ وخُمُوْرًا: اس کی مثال تَمْرَۃٌ وتُمُوْرًا: معنی شراب ہے کہا جاتا ہے خَمْرَۃٌ صِرْفٌ: خالص شراب۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ خَمْر کا نام اس لئے خمر پڑا ہے کہ اسے چھوڑ دیا گیا اور اس میں خمیر چڑھ گیا۔ اور خمیر ہونے کا

مطلب اس کی بُو کا تبدیل ہونا ہے۔ اور کچھ کا کہنا ہے کہ چونکہ شراب عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اس لئے اسے خَمْر کہتے ہیں۔

الخِمِّيرُ: ہمیشہ شراب پینے والا۔

الخُمَارِ: شراب پی کر بیہوشی کی حالت۔

رَجُلٌ خَمِرٌ: شراب خور آدمی۔

خَمِرٌ بروزن كَتِفٌ اور مَخْمُوْرٌ: جس شخص نے شراب پی ہو۔

اِخْتَمَرَتِ المرأة: عورت نے اوڑھنی اوڑھ لی۔

الخِمار: اوڑھنی۔

الخَمِيرُ الخَمِيرَة: خمیرہ جو آٹا گوندھتے وقت اس میں ڈالا جاتا ہے۔

مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: خَمِرَ العَجِيْنُ آٹا خمیر ہوگیا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ خَمِرَ العَجِيْنَ: اس نے آٹا خمیر کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

التَخْمِيْرُ: ڈھانپنا۔ کہا جاتا ہے کہ خَمِّرْ اِنَاءَ كَ اپنا برتن ڈھانک لے۔

المُخامَرَةُ: مُخالطہ۔ گھلانا ملانا۔ مَس کرنا۔

اسْتَخْمَرَهُ: اس نے اسے غلام بنالیا۔ اسی مفہوم کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف ہے: مَنْ اسْتَخْمَرَ قَوْمًا اَوَّلُهُمْ احرارًا: یعنی جس کسی نے کسی قوم کو غلام بنایا اس نے انہیں جبر و قہر سے زیر قبضہ کیا۔ اور ان پر غلبہ پایا جو پہلے آزاد تھے۔❶

خ م س — الخَمْسَةُ: پانچ کا عدد۔ جاء فلان خامسًا: وہ پانچواں شخص آیا۔

اَخْمَسَ القومُ: قوم پانچ حصوں میں بٹ گئی۔ يَوْمُ الخَمِيْسِ: جمعرات۔ اس کی جمع ہے اَخْمِسَاء اور اَخْمِسَةُ

الخَمِيْسُ: فوج، کیونکہ اس میں پانچ دستے ہوتے ہیں یعنی:

(۱) مقدمہ،
(۲) قلب،
(۳) میمنہ،
(۴) میسرہ اور
(۵) اساق۔

خَمِيْسٌ: ایسا کپڑا جس کا طول پانچ بالشت ہو۔ یہی لفظ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے کہ: اِئْتُوْنِی بِكُلِّ خَمِيسٍ ولَبِيسٍ: مجھے ہر خمیس اور لبیس کپڑا لا دو۔ گویا ان کی مراد چھوٹا کپڑا تھی۔ الخَمِيْسُ اس خِس کو بھی کہتے ہیں جس کا ذکر کتاب نے (ت ل ث) مادے کے تحت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ابو زید نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔

❶ حدیث کا بعد کا حصہ یہ ہے: وجیرانٌ مُستضعفون فان له ما قصر فى بيته

خَمَسَ القَوْمَ: اس نے قوم سے مال کا خمس یعنی پانچواں حصہ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

خَمَسَهُمْ: جب کوئی دوسروں کا پانچواں شخص ہو یعنی وہ ان کا پانچواں بن گیا۔ یا خود مل کر ان کو پانچ پورا کر دیا۔

مُخَمَّسٌ: پانچ ارکان والی شکل۔

حَبْلٌ مَخْمُوْسٌ: پانچ لڑی والی رسّی۔

تمہارا کہنا ہے کہ: عِنْدِی خَمْسَةُ دَرَاهِمِ: میرے پاس پانچ درہم ہے۔ اس میں خَمْسَةُ پر رفع ہے۔ تم چاہو تو 'ة' کو دراھم کی 'د' میں مدغم کر سکتے ہو۔ اگر تم دراھم کو اَلْ لگا کر معرفہ بناؤ تو 'ة' پر رفع ضروری ہے۔ اور اس صورت میں 'ة' اور دال کا ادغام جائز نہیں۔ کیونکہ جب لام کو دال میں مدغم کیا گیا تو اب اس میں 'ة' کا ادغام ممکن نہیں رہا۔ تم کہتے ہو خَمْسَةُ الاَشْبارِ وَخَمْسُ القُدُوْرِ: تم نے مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں میں معدود کو جر دے دی۔ اور تم کہتے ہو: هٰذه الخمسةُ الدراهِمِ، دَرَاهِم: مجرور، اگر تم چاہو تو اسے رفع دے سکتے ہو لیکن تم نے اسے لغت سمجھ کر اس کو لغت کی جگہ جر دے دی ہے۔ اور دس تک اعداد کی یہی صورتِ حال ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ فُلان يَضْرِبُ اَخْمَاسًا لِاَسْدَاسٍ: فلاں شخص مکر اور دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

خ م ش – اَلْخُمُوْشُ: (خاء مضموم) اور الخُدُوشُ: خراشیں۔

قَدْ خَمَشَ وَجْهَهُ: اس نے اپنے چہرے پر خراشیں ڈال دیں یا نوچا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

خ م ص – الاَخْمَصُ: جو پاؤں کے تلے کے اندر چھ گیا اور پاؤں زمین پر نہ لگ سکے۔

الخَمْصَةُ: بھوک (خاء مفتوح)۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ لِلْبِطْنَةِ خَيْرٌ مِنْ خَمْصَةٍ تَتْبَعُهَا: اس پیٹ بھر کے کھانے میں کچھ بھلائی نہیں کہ کھانے کے بعد بھی بھوک لگی رہے۔ یعنی اس شکم پُری کا کیا فائدہ کہ اس کے بعد پھر بھوک باقی ہو۔

المَخْمَصَةُ: قحط سالی۔ یہ المغضبة اور المَغْتَبَةُ کی طرح مصدر ہے۔

قَدْ خَمَصَهُ الجُوْعُ مَخْمَصَةً: اسے بھوک نے نڈھال کر دیا۔

خ م ط – الخَمْطُ: اراک درخت کی ایک قسم۔ اس پر ایک پھل لگتا جو کھایا جاتا ہے۔ اس آیت کو اضافت کے ساتھ یوں پڑھا گیا ہے: ذَوَاتَی اُكُلِ خَمْطٍ.

خ م ع – خَمَعَ فِي مِشْيَتِهِ: وہ لنگڑی چال چلا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ

ہے۔
بہ خُمَاعٌ: (خاء مضموم) اس میں کچھ لنگڑا پن ہے۔
خ م ل- الخَمَلُ: پلکیں، دری، قالین، چادر۔
الخَمِيلَةُ: گھنے درخت۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ایسی ریت ہے جس میں درخت اُگتے ہیں۔
الخَامِلُ: ایسا گرا ہوا شخص جس میں بیداری نہ ہو۔ بے سدھ انسان۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
خ م م -لَحْمٌ خَامٌّ وَمُخِمٌّ: بدبودار گوشت۔
قَدْ خَمَّ اللَحْمُ: گوشت بدبودار ہو گیا۔ اس کا مضارع يَخِمُّ (خاء مکسور) خُمُومًا: بھنا ہوا یا پکا ہوا گوشت بدبودار ہو گیا۔ اَخَمَّ کا بھی یہی معنی ہے۔
قَلْبٌ مَخْمُومٌ: دھوکے فریب اور حسد سے پاک دل۔
خ م ن- التخمِينُ: اندازے اور قیافے سے بات کرنا۔ اٹکل۔ الخَمَانُ من الرِّمَاحِ: کمزور وبیکار نیزہ۔
خَمَّانُ النَّاس: گھٹیا درجے کے لوگ۔
خ ن ث- خَنَّثَهُ تخنيثًا فَتَخَنَّثَ: اس نے اسے نرم کیا تو وہ نرم ہو گیا۔
خ ن ج ر- الخَنجَرُ: خنجر۔ بڑا چھرا۔

خ ن ز- خَنِزَ اللَّحْمُ: گوشت بدبودار ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
الخُنْزُوانَةُ: بروزن الأسطُوانَةُ: تکبر۔ کہا جاتا ہے کہ: هوَ ذُو خُنْزُوَانَاتٍ: وہ بڑا متکبر ہے۔
خ ن س- خَنَسَ عَنْهُ: وہ اس سے پیچھے رہ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
اَخْنَسَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے پیچھے کر دیا اور خود اسے پیچھے چھوڑ کر چلا گیا۔
الخَنَّاسُ: شیطان کیونکہ جب اور جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو وہاں سے پیچھے بھاگتا ہے۔
الخُنَّسُ: سارے سیارے۔ کیونکہ وہ غائب رہتے ہیں، یا وہ دن کو چھپ جاتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ: کواکب یعنی سیارے تاروں سے مختلف ہوتے ہیں۔ الفراء نے کہا کہ قرآن میں ان سیاروں سے مراد زُحل، مشتری، مرّیخ، زہرہ اور عُطارد ہیں، کیونکہ وہ اپنی گردش میں پیچھے رہتے ہیں، اور اس طرح چھپے رہتے ہیں جس طرح ہرن اپنی کچھا میں چھپے رہتے ہیں۔ انہیں خُنَّس پیچھے رہ جانے کے باعث کہا گیا ہے کیونکہ سیارے سرگردان اور گردش میں رہتے ہیں۔ کبھی واپس مڑتے ہیں اور کبھی سیدھے چلتے ہیں۔ خَنَسَ فعل لازم بھی ہے اور فعل متعدی

بھی۔

خَنَسْتُهُ فَخَنَس: میں نے اسے پیچھے چھوڑا تو وہ پیچھے رہ گیا اور میں نے اسے قبضہ میں کرلیا تو وہ قبضہ میں آ گیا۔ اسی سے یہ حدیث شریف ہے کہ: وَخَنَسَ اِبْهَامَهُ: اس نے اپنے انگوٹھے کو کھینچ لیا یا سمیٹ لیا۔ بعض لوگ اسے الف لگائے بغیر متعدی نہیں بناتے۔ چنانچہ بطور فعل متعدی اَخْنَسَ کہتے ہیں۔

خ ن ص – الخنّوص: بروزن البِلَّوْرُ، خنزیر کا بچہ۔ اس کی جمع الخنانیص ہے۔

خ ن ف – الخنیفُ من الثیاب: بروزن العَنیف، سفید موٹا کپڑا۔ جو السی یا ریشم سے بنا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَخَرَّقَتْ عَنَّا الخُنُفُ: ہم سے ریشمی موٹے کپڑے پھٹ گئے۔

خُنْفُسَة و خنفساءُ: دیکھئے بذیل مادہ (خ ف س)۔

خ ن ق – الخَنِقُ: (نون مکسور) خَنَقَهُ يَخْنُقُ (نون مضموم) کا مصدر گلا گھونٹا یا گلہ گھٹنے سے مرجانا۔

خَنَّقَهُ تَخْنِيقًا اسی سے الخُنَّاق: (نون مشدد)، (گلے کی بیماری) سخت گلا گھونٹنے والا۔ اِنْخَنَقَ و اِنْخَنَقَتِ الشَّاةُ بنفسها: بکری خود بخود گلا گھٹنے سے مر گئی۔ ایسی بکری کو مُنْخَنِقَة کہیں گے۔

الخِنَاق: وہ رسی جس سے باندھا جائے۔

المِخْنَقَةُ: قلادہ۔ گلے میں ڈالنے والا پٹہ، ہار۔

خ ن ن – الخُنَّةُ: مثل الغُنَّةُ، الاَخَنُّ مثل الأغَنُّ: ناک میں بولنا۔ ناک میں بولنے والا۔

خ ن ا – الخَنَا: بدگوئی۔ قَدْ خَنِيَ عليه: اس نے اس کے ساتھ بدکلامی کی۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔

اَخْنَى عَلَيْهِ فِي مَنْطِقِهِ: اس نے بدکلامی کی یا فحش گوئی کی۔

اَخْنَى عَلَيْهِ الدَّهْرُ: اس پر گردش زمانہ آئی اور اسے ہلاک کر دیا۔

خ و خ – الخَوْخَةُ: آڑو، اس کی جمع الخَوْخ ہے۔

الخَوخَة کا معنی روشندان بھی ہے۔ جو روشنی کے لئے دیوار میں بنا ہوتا ہے۔

خ و ر – خَارَ الثَّوْرُ: بیل کا ڈکارنا۔ (يَخُوْرُ – خوارًا) انہیں معنوں میں یہ لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَار. خَارَ الحَرُّ و الرَّجُلُ يَخُوْرُ خُؤُوْرَةً: بروزن فُعُوْلَة گرمی کم ہوئی۔ آدمی کمزور پڑ گیا، اور ٹوٹ گیا۔

الخَوَرُ: (خاء اور واؤ مفتوح)۔ کمزوری۔ مثلاً تم کہتے ہو: خَوِرَ يَخْوَرُ خَوَرًا:

رَجُلٌ خَوَّارٌ: (واؤمشدّد) اس کی جمع خُورٌ بروزن طُوْرٌ ہے۔

خ و ز—الخُوزُ: بروزن الکُوزُ: لوگوں کی ایک نسل۔

خ و ص—الخُوصُ: کھجور کے درخت کا پتہ، ورق۔اس کا واحد الخوصَةُ

الخَوَّاصُ: کھجور کے پتے بیچنے والا۔

خ و ض—خاضَ المَاءَ: اس کا باب قَالَ ہے۔اس کا مصدر خِیاضًا بھی ہے۔ معنی وہ پانی میں گھس گیا۔

مَخاضَةٌ: پانی میں گھسنے کی جگہ۔ایسی جگہ جہاں سے لوگ پیدل اور سوار ہو کر پانی کو پار کرتے ہوں۔ اس کی جمع مَخَاضٌ ہے۔اور مَخَاوِضُ ہے۔ اَخَاضَ فی الماءِ دَابَّتَهُ: اس نے اپنی سواری پانی میں ڈال دی۔ خاضَ الغَمَرَاتِ: اس نے مشکلات پر قابو پالیا۔خَاضَ القَوْمُ فِی الحَدیث: قوم باتوں میں لگ گئی یا مشغول ہوگئی۔تَخَاوَضُوْا: انہوں نے باہم بات چیت یا معاملہ پر غور وخوض کیا۔

خ و ط—الخُوطُ: ٹہنی، ملائم شاخ۔ خُوطُ بانٍ: بانس کی شاخ۔اس کا واحد الخُوطة ہے۔

خ و ف—خَافَ یَخَافُ خَوْفًا وخِیفَةً ومَخَافَةً: ڈرنا، خوف کھانا۔

خائف: خوف زدہ۔

قَوْمٌ خُوَّفٌ: خوف زدہ قوم۔خوّف کا لفظ بنی عَلٰی الاصل ہے اور بنی علی اللفظ خُیَّفٌ ہے۔اس مصدر سے فعل اَمْر خَفْ ہے، (خاء مفتوح)۔

الخِیفَةُ: خوف، ڈر۔

الاِخَافَةُ: ڈرانا۔

التَّخْوِیفُ: خوف دلانا۔کہا جاتا ہے:

وَجَعٌ مُخِیفٌ: خوفناک تکلیف یا درد یعنی اس درد کو جو دیکھے وہ ڈر جائے۔

طَرِیقٌ مَخُوفٌ: راستہ خوفناک اور ڈراؤنا نہیں بلکہ جس راستہ پر خوفناک ڈاکو اور راہزن ہوں یعنی پرخطر راستہ۔ تَخَوَّفْتُ عَلَیْهِ الشَّیْئَ: میں اس کی حالت دیکھ کر ڈرا۔خوف زدہ ہوا۔قول خداوندی ہے: اَوْیَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ.

خ و ل—خَوَّلَ اللّٰه الشَّیْئَ: اللہ تعالٰی نے اسے کوئی چیز بخش دی۔ التَخَوُّل. تَعَهُّد: معاہدہ کرنا، اختیار دینا۔حدیث شریف میں ہے: کان النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم یَتَخَوَّلُنَا بالمَوْعِظَةِ مَخافَةَ السَّآمَةِ: نبی کریم علیہ السلام ہمیں زہریلا خوف دلانے والی نصیحت کرتے۔ اصمعی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ یہ یَتَخَوَّنُنا نون کے ساتھ ہے یعنی ہم سے عہد لیتے تھے۔

خَوَلُ الرَّجُلَ: آدمی کے خدم وحشم۔

ملازمین اور منتظمین، اس کا واحد خائل ہے یعنی پیش کار۔ ممکن ہے کہ الخَوَلُ بھی واحد ہو۔ یہ ایسا نام ہے جو غلام اور لونڈی دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ الفرّاء رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ الخَوَلُ جمع ہے اور اس کا واحد کا صیغہ خَائل ہے جس کا معنی نگہبان ہے۔ دوسروں نے کہا کہ یہ لفظ تخویل سے مشتق ہے جس کا مطلب دوسرے کا مالک بنانا اور اختیار سونپنا ہے۔

الخَالُ: ماموں، ماں کا بھائی۔

الخَالَةُ: خالہ، ماں کی بہن، اس کا مصدر الخُؤُولَةُ ہے۔

خ و م—الخَامَةُ: سبزے کی ترو تازگی۔ حدیث شریف میں ہے: قَتَلُ المُؤمِن مثلُ الخَامَةِ مِنَ الزّرعِ غِيلُها الرّيخ مرة هكذا ومرّة هكذا: مومن کی مثال سبزے کی تروتازگی کی طرح ہے یا نرم اور تروتازہ سبزے کی طرح جسے ہوا کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف جھکا دیتی ہے۔

خ و ن—خانَهُ فِي كَذَا: اس نے فلاں معاملے میں اس سے خیانت کی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ قول خداوندی ہے: تَخْتَانُونَ أنفُسَكُمْ: یعنی تم ایک دوسرے کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہو رہے تھے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ آیت کی یہ تفسیر نامناسب ہے اور نزول آیت کے اسباب کے مطابق نہیں ہے۔ میں نے کسی دوسرے مفسر کو یہ تفسیر کرتے نہیں پایا۔

رَجُلٌ خائِنٌ: خیانت کار مرد۔ خائنة کا بھی یہی معنی ہے۔ 'ۃ' مبالغہ کے لئے ہے۔ جس طرح علامة اور نسّابة میں 'ۃ' مبالغہ کی ہے نہ کہ تانیث کی۔ قَوۡمٌ خَوَنَةٌ (خاء اور واؤ مفتوح) خیانت کار لوگ۔

خَوَّنَهُ تَخْوِينًا: اس نے اسے خیانت کار کہا، یا سمجھا، یا خیانت سے منسوب کیا۔

الخِوَانُ: دسترخوان جس پر کھانا چنا جاتا ہے۔ یہ کلمہ معرب ہے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ اس میں ایک اور لہجہ الخُوَان ہے (خاء مضموم) جسے الفارابی نے نقل کیا ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ خاء مکسور یعنی الخِوان زیادہ فصیح ہے۔ ثَلَاثَةُ اَخْوِنَةٌ: تین دسترخوان اور زیادہ کے لئے خُون (نون ساکن) ہے۔

الخانُ: سرائے یا ہوٹل۔

خ و ی—خَوَبَ الدّارُ: گھر ٹیڑھا ہو گیا۔ اس کا مضارع تَخْوِیُ اور مصدر خَوَاء ہے۔ اور یہ معنی بھی ہے کہ مکان یا گھر گر گیا۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً: (سو یہ ان کے اوندھے گرے ہوئے گھر ہیں) یعنی

خالی پڑے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خاوِیَة کا معنی گرا ہوا ہے۔ جیسا کہ قول خداوندی ہے: فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا: یعنی یہ گھر اپنی چھتوں کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں۔

الخَوِيَّةُ: زچہ کے لئے مخصوص کھانا۔

خَوَّى الرَّجُلُ تَخْوِيَةً: آدمی نے نماز کے دوران سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے الگ رکھا۔

خ ی ب—خَابَ يَخِيْبُ، خَيْبَةً: نامراد ہوا۔ضرب المثل ہے:

الهَيْبَةُ خَيْبَةٌ: ہیبت زدہ ہونا یعنی خوف زدہ ہونا نامرادی ہے۔

خ ی ر—الخَيْرُ: شَرّ یعنی برائی کی ضد بھلائی۔اس کا باب بَاعَ ہے۔کہا جاتا ہے خِرْتَ يَا رَجُلُ: اے شخص تو نے بھلائی پالی۔فَاَنْتَ خَائِرٌ: تو صاحب خیر ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنْ تَرَكَ خَيْرًا: اگر کوئی مال ورثے میں چھوڑے، یعنی چھوڑ مرے۔

الخِيَارُ: (خاء مکسور) بھلے اور نیک لوگ۔ اشرار کی ضد۔ یہ لفظ اختیار کا اسم بھی ہے اور اس کا معنی ککڑی یا کھیرا بھی ہے۔ لیکن یہ عربی لفظ نہیں ہے۔

رَجُلٌ خَيِّرٌ وَخَيْرٌ: جیسے هَيِّنٌ هَيْنٌ: سراپا خیر آدمی اور اسی طرح امرأة خَيِّرَةٌ: سراپا نیک اور خیر عورت۔قول خداوندی ہے: اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الخَيْرَاتُ: ان جنتی لوگوں کے لئے سراپا نیک عورتیں ہوں گی۔ خَيْرَاتٌ خیرة کی جمع ہے۔ یعنی وہ عورت جو ہر بات میں بڑھ چڑھ کر ہو۔ اسی طرح قول خداوندی ہے: فِيْهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ: اخفش کا کہنا ہے کہ جب لفظ خیر سے کسی کی صفت بیان کی جائے تو کہا جائے گا: فُلَانٌ خَيْرٌ: یعنی صفات میں سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والا اور خیر پر 'ة' کا اضافہ مؤنث کے لئے کیا گیا ہے، اس سے مراد اسم تفضیل یعنی اَفْعَل کا صیغہ نہیں ہے۔اور اگر تمہاری مراد اسے اسم تفضیل بنانا ہو، تو کہنا چاہئے کہ فُلَانَةُ خَيْرُ النَّاس کہ فلاں عورت لوگوں میں سے بہترین عورت ہے۔ یہ تو خَيْرَةُ کہنا چاہئے اور نہ ہی اَخْيَرُ کہنا چاہئے۔ یہ کلمہ نہ تو مثنیٰ بنایا جاتا ہے اور نہ ہی جمع۔ کیونکہ یہ معنی کے لحاظ سے اسم تفضیل ہے بروزن اَفْعَل ہے۔ رہا شاعر کا یہ قول:

'اَلَا بَكَرَ النَّاعِي بِخَيْرَيْ بَنِي اَسَد'

تو شاعر نے یہاں بِخَيْرِي کو تثنیہ اس لئے باندھا ہے کہ یہ کلمہ دراصل خَيِّرٌ (یاء مشدد) ہے۔ ضرورت شعری کے باعث اس نے تشدید کے بدلے تخفیف کا استعمال

کیا ہے جیسے: مَیِّت کو میت اور هَیِّن کو هین کہتے ہیں۔
الخِیر: (خاء مکسور) انگور کی بیل۔
الخِیْرَةُ بروزن المِیْرَةُ: اس قول کا اسم خار اللّٰهَ لَکَ فی هٰذا الأمر: اللہ اس مہم میں تیرا بھلا کرے یعنی خیر چاہی۔
الخِیَرَةُ: بروزن العِنَبَةُ: اس قول کا اسم اختارَ اللّٰه تعالیٰ: اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ کہا جاتا ہے: مُحَمَّدٌ خِیَرَةُ اللّٰه مِنْ خلقهِ: یعنی محمد ﷺ خلق خدا میں سے اللہ کے برگزیدہ ہیں۔ خِیَرہ (یاء متحرک) کی بجائے الخِیْرَةُ (یاء ساکن) بھی کہا گیا ہے۔
الإختِیَار: چننا، چناؤ۔ یہی معنی التَخیُّر کا ہے۔ مُختار کا اسم تصغیر مُخَیِّرٌ ہے جس طرح مُغَیِّر ہے۔
الاستِخَارَة: استخارہ۔ خیر طلب کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: اِسْتَخِـرِ اللّٰه یَخِرْ لَکَ: اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرو، وہ تمہارے لئے خیر کرے گا۔ یعنی خیر سے نوازے گا۔
خَیَّرَهُ بین الشَّیْـئَیْن: اس نے اسے دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لئے کہا۔ یعنی اس نے یہ اختیار سونپ دیا۔
خیزران: دیکھئے بذیل مادہ (خ ز ر).

خ ی س – الخِیْسُ: کچھار، شیر کے رہنے کی جگہ۔

خ ی ش – الخَیْشُ: ریشمی چادروں کا کپڑا۔

خ ی ط – الخَیْطُ: دھاگا۔ اس کی جمع خُیُوْط اور خیوطَةٌ ہے جس طرح فَحْلٌ کی جمع فُحُـوْلٌ اور فُحُـوْلَـةٌ ہے۔
المِخیَطُ بروزن المِبْضَعُ: سوئی اور یہی معنی الخِیاط کا ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: حَتّٰـی یَلِـجَ الجَمَلُ فـی سَمِّ الخِیَاط: یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے۔
الخَیْطُ الاسود سے مراد فجر کے وقت مشرقی افق پر لمبی تاریک دھاری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد رات کی سیاہی ہے۔ اور الخَیْطُ الابْیَضُ سے مراد روشنی کی سفید دھاری ہے۔
خَـاطَ الثَّوْبُ: اس نے کپڑا سیا۔ اس کا مضارع یَخِیْطُ اور مصدر خیاطَةٌ ہے۔ اسم فاعل مَخِیْطٌ اور اسم مفعول مَخُوْطٌ ہے۔

خ ی ف – الخَـیْـفُ: پہاڑ کی کھردری اور ناہموار زمین کی ڈھلوان اور پانی بہنے کی جگہ سے بلند جگہ۔ اسی نسبت سے مَسْجِد خَیْف کا نام مشتق ہے۔
اَخَـافَ القَـوْمُ: لوگوں نے پڑاؤ ڈالا یا اُترے۔
فَـرَسٌ اَخْـیَفُ: ایسا گھوڑا جس کی آنکھ

تو نیلی ہو اور دوسری سیاہ سُرمگین۔ اسی طرح ہر جاندار جس کی ایک آنکھ نیلگوں ہو اور دوسری سرمگین۔ اسی نسبت سے لوگ کہتے ہیں: اَخْیَاف جس کا معنی مختلف ہے۔

اِخْـوَۃُ اَخْیَـاف: اخیافی بھائی۔ جن کی ماں تو ایک ہو لیکن باپ مختلف ہوں۔

خِیـفٌ: دیکھئے بذیل مادہ (خ و ف)۔

خ ی ل — الخَیَالُ والخَیَالَۃُ: دور سے دکھائی دینے والا ڈھانچہ یا لہر بھی۔

الخَـیْـلُ: گھڑسوار، شہسوار۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَاجْلِبْ عَلَیْهِم بِخَیْلِکَ وَرَجِلِکَ: تو ان پر اپنے گھڑسوار اور پیادے چڑھالا۔ الخَـیْـلُ سے مراد گھوڑے بھی ہیں۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا: گھوڑے، خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سواری کرو۔

الخَیَّالَۃ: گھوڑوں والے۔

الخَـال — خَـال: تِل جو چہرے پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع خِیـلَان ہے۔ الخَال: ماں کا بھائی، ماموں۔ اس کی جمع اَخْوَال ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ صاحب کتاب نے خَالٌ بمعنی ماموں کا ذکر (خ و ل) مادے کے تحت کیا ہے اور (خ ی ل) مادے کے تحت۔ اسے بہرحال کسی ایک ہی مادے کے تحت ہونا چاہئے۔

رَجُلٌ اَخْیَلُ: زیادہ تلوں والا شخص۔

الخُیَـلَاء: (خاء مضموم ومکسور) کبر وتکبر مثلاً: تم کہو کہ اختال: اس نے تکبر کیا۔

ذُو خُیَـلَاء اور ذُو خال و ذُو مَخِیلَۃ کا معنی کبر والا ہے، اترانے والا۔

خَالَ الشَّیْئَ: اس نے کسی چیز کا خیال کیا یا دھیان کیا۔ اس کا مضارع یَخَالُ اور مصدر خَیْـلًا، خِیْـلَۃ وَمَخِیْـلَۃ اور خَیْلُوْلَۃ ہے اور اس کا باب ظننتُ اور اس کی جمع اخواتٌ ہے۔ تم مستقبل کے معنوں میں اِخَالُ (ہمزہ مکسور) کہو گے اور زیادہ فصیح یہی ہے۔ قبیلہ بنی اسد والے لوگ اسے اَخَـال (ہمزہ مفتوح) پڑھتے ہیں یا کہتے ہیں اور یہ قیاس ہے۔

اَخَـالَ الشَّیْئُ: بات مشتبہ ہوگئی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: هٰذا اَمْرٌ لَا یُخِیْلُ: یہ ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

خُیِّـلَ اِلَیْـهِ: اسے وہم ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ تَخَیَّلَ لہ وَتَخَایَلَ انہ کذا: اسے شبہ ہوا کہ معاملہ یوں ہے یا اسے ایسا لگا کہ معاملہ یوں ہے۔

تَخَیَّـلَہٗ فَتَخَـیَّلَ: اس نے اس بات کا خیال کیا تو اس کا خیال اس کے دل میں جم گیا یا دل میں بیٹھ گیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے جس طرح تَصَـوَّرَہٗ فَتَصَـوَّرَ: اس

نے تصور کیا تو اس کے دل میں اس کا تصور بیٹھ گیا۔ یا اس نے تصویر بنائی تو تصویر بن گئی۔ اور دوسری مثال: تبیّنَهُ فتبیّنَ اس نے اسے خوب واضح کیا تو وہ خوب واضح ہوگیا اور تحقّقَهُ فتحقّقَ لَهُ: اس نے اس کی تحقیق کی تو بات اس پر ثابت ہو گئی۔

الأخیَلُ: ایک پرندہ۔ نکرہ کی حالت میں یہ اسم منصرف ہوتا ہے اور بعض لوگ اسے نہ معرفہ ہونے کی حالت میں منصرف سمجھتے ہیں اور نہ نکرہ ہونے کی حالت میں، بلکہ اسے تَخیّل سے اسم صفت بناتے ہیں۔

خ ی م-الخَیمَةُ: خیمہ جسے عرب بدو درختوں کی ٹہنیوں سے بناتے ہیں۔ اس کی جمع خَیماتٌ اور خِیَمٌ ہے جس طرح بَدَرَاتٌ اور بِدَرٌ ہے۔

الخَیمُ کا معنی بھی خیمہ ہے اور اس کی جمع خِیَامٌ ہے۔ اس کی مثال فَرخٌ و فِرَاخٌ ہے۔

خَیّمَهُ: اس نے اسے خیمہ کی طرح بنایا۔

خَیّمَ کا معنی کسی جگہ ڈیرہ ڈالنا بھی ہے۔

تَخَیّمَ بمکانٍ: وہ کسی جگہ خیمہ زن ہوا۔

باب الدّال

د أ ب—دَأَبَ فی عَمَلِہٖ: اس نے اپنے کام میں محنت کی اور تھکا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ اور اسم فاعل دَائِبٌ ہے۔ اس میں صرف الف زائد ہے۔

الدَّائِبَان: رات اور دن۔

الــدَّأْبُ: (ہمزہ ساکن) عادت اور شــانَ: ہمزہ کبھی متحرک بھی ہوتی ہے۔

د أ م—الدَّأماءُ: سمندر۔

دَاءٌ: دیکھئے بذیل مادہ د و أ.

دائــرةٌ: دیکھئے بذیل مادہ د و ر.

دارَی: دیکھئے بذیل مادہ د ر أ.

دارةٌ: دیکھئے بذیل مادہ د و ر.

دارِیٌّ: دیکھئے بذیل مادہ د ور اور د ر ن.

د ب ب—دَبَّ یَدِبُّ: (دال مکسور) دَبًّا اور دَبِیْبًا: وہ رینگا۔ زمین پر ہر رینگنے والا کیڑا مکوڑا دَابَّۃ ہوگا۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ اَکْذَبُ مِنْ مَنْ دَبَّ: زندوں اور مُردوں میں سب سے جھوٹا۔

مِدَبُّ السَّیلِ: (دال مکسور و مفتوح) سیلاب کے بہنے کی جگہ۔

اسی طرح مَدَبُّ النَّمل: چیونٹیوں کے نکلنے کی جگہ۔ اسم مکسور ہوگا اور مصدر مفتوح ہوگا۔ فَعَلَ یَفعِلُ از باب ضَرَبَ یَضْرِبُ کے تمام افعال سے اسم ظرف مَفْعِلُ کے وزن پر آئے گا۔

د ب ج—الدِّیْبَاجُ: (دال مکسور) ایک قسم کا کپڑا۔ یہ کلمہ فارسی سے معرّب ہے۔ اس کی جمع دِیَابِیْجُ ہے اور تم چاہو تو دبابیج بھی کہہ سکتے ہو۔ یعنی الف سے پہلے 'ب' لگا کر۔ الدِّیْبَاجتَان: دو رُخسار۔

د ب ح—دَبَّحَ الرَّجُلُ تَدْبِیْحًا: آدمی نے اپنی کمر پھیلا دی اور سر اس طرح جھکا دیا کہ سر دونوں سُرینوں سے بھی نیچے جھک گیا۔

حدیث شریف میں ہے: انَّہُ نھٰی اَنْ یدَبِّحَ الرَّجُلُ فی الرّکوع کما یدَبِّحُ الحمارُ: نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی رکوع میں گدھے کی طرح سُرینوں سے بھی نیچے سر جھکا دے۔

د ب ر—الدُّبْرُ: اور الدُّبُرُ (باء متحرک و ساکن) پیٹھ۔ قول خداوندی ہے: وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ: وہ پیٹھ پھیریں گے۔ یہ حکم جماعت پر ہے۔ جیسے قول خداوندی: لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ: ان کی نظریں ان کی

طرف لوٹ نہ سکیں گی۔

الدُّبْرُ اور الدُّبُرُ دونوں القُبُل کی ضد ہیں یعنی پشت کی شرمگاہ۔ الدَّبَرَةُ: (دال اور باء مفتوح) جنگ میں شکست۔ یہ اِدْبار کا اسم ہے۔ محاورہ ہے کہ شَرُّ الرَّاي الدَّبرِی بروزن الطَّبرِی: بدترین رائے وہ ہے جو وقت اور ضرورت کا وقت گزر جانے کے بعد یاد آئے۔

فارسی مثل ہے: "مُشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بکلہ خود باید زد"۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلانٌ لَا يُصَلّي (الصلوٰة) الا دَبَرِيًّا: فلاں شخص وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھتا ہے، یا آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے اور محدثین اسے دُبْرِی بروزن قُمْرِیُّ بولتے ہیں۔ قَطَعَ اللّٰهُ دَابِرَهُمْ: خدا ان کے آخری شخص کو بھی کاٹ ڈالے۔

الدَّبِيرُ: پچھلا، وہ چیز جسے تم تکلا کھاتے وقت اپنے سینے کے پیچھے چھوڑ دو اور القَبِيل: اگلا، یعنی وہ چیز جو تمہارے سینے کے سامنے آتی ہو۔ محاورہ ہے کہ: فُلانٌ لَا يَعْرِف قَبِيلاً من دَبِيرٍ: یعنی اسے اگلے پچھلے یا آگے پیچھے کا کوئی ہوش نہیں ہے۔ یعنی بُرے بھلے کی کوئی تمیز نہیں۔

الدَّبَارُ: ہلاکت (دال مفتوح) اور الدِّبَارُ (دال مکسور) کا معنی ہے بعد میں یا وقت گزرنے کے بعد مثلاً: فُلَان يَاتِي الصلوٰة دِبَارًا: فلاں شخص وقت نکل جانے کے بعد یا آخرِ وقت میں نماز کے لئے آتا ہے۔

الدَّبُورُ: ہوا، بادِ صبا۔

دَبَرَ النَّهَارُ: دن چلا گیا، اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَدْبَرَ کا معنی بھی یہی ہے۔ قولِ خداوندی ہے: وَاللَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ: اور قسم ہے رات کی جب وہ دن کے بعد آتی ہے۔ اس آیت میں دَبَرَ کو اَدْبَرَ پڑھا گیا ہے۔

دَبَرَ الرَّجُلُ: آدمی مُڑا اور بوڑھا ہو گیا۔

دَبَرَتِ الرِّيحُ: ہوا نے مشرق کا رخ اختیار کر لیا یا بادِ صبا چلی۔ اَدْبَرَ القَوْمُ: قوم یا لوگ بادِ صبا میں پہنچے یا داخل ہوئے۔

الإدبار: زوال، اقبال کی ضد۔

دَابَرَهُ: اس نے اس سے دشمنی کی۔

الاستدبار: استقبال کی ضد۔ التَّدْبِيرُ: تدبیر۔ معاملہ کے انجام کی تدبیر کرنا اور اچھے انجام کا سوچنا۔ بندوبست کرنا۔

التَّدَبُّرُ: سوچ بچار کرنا۔ التدبیر کا معنی کسی غلام کو آزاد کرانا بھی ہے۔ ایسے آزاد شدہ غلام کو مُدَبَّر کہتے ہیں۔ جو مالک کی وفات پر آزاد ہونے کی شرط پر آزاد ہو گیا ہو۔

لا تَدَابَرُوا: یعنی ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کیا کرو۔

د ب س—الدِّبْسُ: تازہ کھجوروں سے ٹپکنے والا رس۔

د ب غ—دَبَغَ: چمڑے کا پکانا اور رنگنا۔ اس کا باب نَصَرَ اور کَتَبَ ہے۔

دِبَاغًا: بھی چمڑا رنگنا (دال مکسور) حدیث شریف میں ہے: دِبَاغُهَا طَهُوْرُهَا: چمڑے کا پکانا اور رنگنا ہی اس کو پاک کرنا ہے۔

الدِّباغُ: جس سے چمڑا رنگا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ: الجِلْدُ فِی الدِّبَاغ: چمڑا رنگائی یعنی رنگنے کے عمل میں ہے۔ الدِّبْغُ (دال مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔

د ب ق—الدِّبْقُ: (دال مکسور) لاسہ چمٹانے کے لئے گوند کی طرح کا مواد، اس سے پرندوں کا شکار کیا جاتا ہے۔

د ب ل—دَبَلُ الأرضِ: زمین کو قابل کاشت بنانا۔ اسے کھاد وغیرہ ڈال کر زرخیز بنانا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ یہاں اسی طرح بیان کیا گیا ہے اور التهذیب میں بھی یہی لکھا ہے البتہ الدیوان وغیرہ میں اس کا باب دَخَلَ لکھا ہے۔

اَرْضٌ مَدْبُوْلَةٌ: اصلاح شدہ زمین۔ تم جس چیز کی اصلاح کر کے اسے قابل استعمال بناؤ تو کہیں گے کہ قَدْ دَبَلْتَهُ اور قَدْ دَمَلْتَهُ۔ الدُّبَيْلَةُ: آفت و مصیبت۔ یہ اسم تصغیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دَبَلَتْهُمُ الدُّبَيْلَةُ یعنی انہیں آفت نے آن گھیرا۔

د ب ی—الدَّبَی: ٹڈی، اڑنے سے پہلے کی حالت میں۔ اس کا واحد دَبَاةٌ ہے۔

الدُّبَّاءُ: (دال مضموم و مشدد اور الف ممدود) کدو۔ اس کا واحد دُبَّاءَةٌ ہے۔

د ث ر—الدِّثَار: (دال مکسور) جسم کے ساتھ لگے ہوئے کپڑے کے اوپر جو کچھ بھی اوڑھا ہو۔

قَدْ تَدَثَّرَ: اس نے اپنے آپ کو کمبل میں لپیٹ لیا۔

دَثَرَ الرسم: نشان مٹ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ تَدَاثَرَ کا بھی یہی مطلب ہے۔

د ج ج—الدُّجَّةُ: بروزن الحُجَّةُ: تاریکی کی شدت۔

لَيْلَةٌ دَيْجُوْجٌ: تاریک رات۔ لَيْلٌ دَيْجُوْجِی (دال مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: هٰؤلاء الدَّاجُّ وَلَيْسُوا بالحَاجِّ: یہ نوکر چاکر اور مزدوری پر کام کرنے والے ہیں۔ حاجی نہیں ہیں۔ الدَّجاجُ: مرغ و مرغی۔ دال مفتوح مکسور کی بہ نسبت زیادہ فصیح ہے۔

اس کا واحد دَجَاجَةٌ ہے۔ مذکر ومؤنث دونوں کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ اس کے آخر میں 'ة' تانیث کے لئے نہیں بلکہ افراد کے لئے ہے جس طرح حمـة اور بطة میں 'ة' افراد کے لئے ہے۔ کیا تم نے جریر کے اس شعر کو نہیں دیکھا:

لَمَّا تَذَكَّرْتُ بالدَّيْرَيْنِ أَرَّقَنِي
صَوْتُ الدَّجَاجِ وضَرْبٌ بالنواقِيس

''مقام دیرین پر جب مجھے یاد آیا تو مجھے مرغ کی اذان اور ناقوس کی آواز نے بیدار کر دیا۔''

شعر میں صوت الدجاج سے مراد زَقَاءُ الدّيك یعنی مرغ کی آواز ہے۔

د ج ر -الدَّيْجُور: تاریکی۔ لَيْلَةٌ دَيْجُوْرٌ: تاریک رات۔

د ج ل -الدَّجَّالُ: مسیح کذاب۔ دِجْلَةُ: دریائے دجلہ جو بغداد میں واقع ہے۔ ثعلب نے کہا تم کہتے ہو کہ عَبَرْتُ دِجْلَة: میں نے دجلہ عبور کیا۔ اس میں یعنی دجلة کے شروع میں اَل نہیں ہے۔

د ج ن -الدَّجْنُ: آسمان پر بادلوں کی گھٹا۔ قَدْ دَجَنَ يَوْمُنَا: آج کے دن گھٹا چھائی ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ الدُّجُنَّةُ: تاریک تہ در تہ بادل جن میں بارش نہ ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: يَوْمٌ دَجْن اور يَوْمُ دُجُنَّةٍ: ابرآلود دن۔ اور یہی صورت لَيْل یعنی رات کی ہے۔ وصف اور اضافت میں اس کی بھی يَوْم کی طرح دو صورتیں ہیں۔

الدَّجْنُ کا معنی بہت بارش بھی ہے۔

الدُّجُنَةُ: (دال مضموم) تاریکی اور اندھیرا۔

المُدَاجَنَةُ بروزن المداهَنَةُ.

د ج ی -الدُّجٰی: تاریکی۔

قَدْ دَجٰی: رات تاریک ہوگئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ لَيْلَةٌ دَاجِيَةٌ: تاریک یا اندھیری رات۔ اسی طرح اَدْجَى اللَّيْلُ: رات تاریک ہوگئی یا رات کی تاریکی چھا گئی۔

تَدَجٰی: تاریکی چھا گئی۔

دَيَاجِي اللَّيْلِ: رات کی تاریکیاں۔ گویا یہ دَيْجَاة کی جمع ہے۔ اصمعی نے کہا کہ دَجَا اللَّيْلُ کا معنی یہ ہے کہ رات نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا۔ اس کا تاریکی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی نسبت سے دَجَى الاسلام کا معنی ہوگا کہ اسلام چھا گیا اور اس نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا۔

المُدَاجَاةُ: مدارات۔ کہا جاتا ہے کہ دَاجَاه: اس نے اس سے مدارات کی یعنی دشمنی کو چھپایا اور ظاہرداری کی۔

د ح ر -دَحَرَهُ: اس نے اسے دھتکار دیا۔ دور کر دیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

د ح ر ج—دَحْرَجَهُ دَحْرَجَةً وَدِحْرَاجًا: (دال مکسور) اَلْمُدَحْرَجُ: گول۔

د ح ض—دَحَضَتْ حُجَّتُهُ: اس کی دلیل باطل ہوگئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اَدْحَضَهَا اللّٰهُ: اللہ اس کو باطل کر دے۔

دَحَضَتْ رِجْلُهُ: اس کا پاؤں پھسل گیا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الاِدْحَاضُ: پھسلانا۔

د ح ل—اَلدَّاحُوْلُ: لکڑی کا وہ پھندا جو ہرن کے شکاری شکار کے لئے گاڑتے ہیں۔

د ح ا—دَحَا الشَّيْئَ: اس نے چیز کو بچھایا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا: اللہ نے اس کے بعد زمین کو بچھادیا۔

دَحَا الْمَطَرُ الْحَصٰى عَنْ وَجْهِ الاَرْضِ: بارش نے سطح زمین سے کنکر پھیلا دیئے۔

دِحْيَةُ الْکَلْبِی: (دال مکسور) وہ صحابی جن کی صورت میں جبریل امین نبی کریم ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے۔ حضرت دحیہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

مَدْحَى النَّعَامَةِ: مادہ شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ اور وادِحيُّهَا: انڈوں سے بچے نکالنے کی جگہ۔

د خ خ—الدُّخُ: (دال مضموم) دُخَانٌ کا ایک اور لہجہ یا لغت بمعنی دھواں۔

د خ ر ص—الدِّخْرِيْصُ: (دال مکسور) اس کی جمع دَخَارِيْصُ ہے۔ قمیض کے گریبان۔

د خ س—الدُّخَسُ: بروزن الصُّرَدُ ایک دریائی یا سمندری مچھلی جو ڈوبتے کو بچاتی ہے۔ اس کی کمر کو سہارا دیتی ہے تاکہ وہ تیر سکے۔ اسے ڈولفن کہتے ہیں بروزن الْمُنْجِنَ.

د خ ل—دَخَلَ يَدْخُلُ دُخُوْلًا وَمَدْخَلًا: (میم مفتوح) داخل ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ: دَخَلَ الْبَيْتَ وہ گھر میں داخل ہوا۔ درست جملہ یوں تھا: دَخَلَ فِی الْبَيْتِ: اس میں فی مقدر ہے۔ جب حرف جر (فی) کو حذف کیا گیا تو پھر البیت کو مفعول بہ مان کر اسے نصب دے دی گئی۔ کیونکہ ظرف مکان دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مبہم اور دوسرا محدود۔ مبہم ظرف مکان: عالم کی چھ اطراف اور ان کے نہج و طرز پر دوسرے اسماء ظروف مثلاً: عِنْدَ، وَسْطَ بمعنی پاس اور درمیان کے ہیں۔ اور اس سے مشابہت والے

کلمات اسم ظرف ہوں گے اور یہی مبہم اسماء ظرف ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیچھے والی جہت دوسرے آدمی کے لئے سامنے والی جہت ہوگی اور اسی طرح دوسرے اسماء۔ اور محدود اسماء ظرف وہ ہیں کہ جن کی شخصیت، اور حدود و اطراف معین ہوں۔ مثلاً: الجَبل، الوَادِی، السُّوق، الدّارُ اور المسجد وغیرہ۔ یہ اسماء ظرف نہیں ہوں گے۔ تم یہ نہیں کہتے کہ قَعَدْتُ الدّار: یعنی میں گھر بیٹھا اور نہ ہی صَلَّیْتُ المسجد یعنی میں نے مسجد پڑھی، کہیں گے اور نہ ہی نِمْتُ الجبل کہیں گے۔ یعنی میں پہاڑ سویا اور نہ ہی قمتُ الوادی یعنی میں وادی کھڑا ہوا، کہیں گے۔ اس طرح کے تمام جملوں میں حرف جر کو محذوف کیا گیا ہے۔ مثلاً: دَخَلَ البَیْت وَنَزَلَ الوادی اور صَعِدَ الجَبل بمعنی وہ گھر میں داخل ہوا۔ وہ وادی میں اترا اور وہ پہاڑ پر چڑھا۔

اِدَّخَلَ بروزن اِفْتَعَلَ کا مطلب بھی دَخَل ہے یعنی وہ داخل ہوا۔ اگرچہ شعر میں اِنْدَخَلَ بھی آیا ہے لیکن یہ فصیح نہیں ہے۔

تَدَخَّلَ: وہ تھوڑا تھوڑا کر کے داخل ہوا یا آہستہ آہستہ داخل ہوا۔

تَدَاخَلَنِیْ مِنْهُ شَیْءٌ: میرے اندر اس چیز میں سے کچھ آہستہ آہستہ داخل ہوا۔

الدَّخْلُ۔ الخَرْجُ کی ضد بمعنی آمدن۔

الدَّخْلُ کا معنی عیب اور شک وشبہ بھی ہے۔ عربی شعر ہے:

تَرَی الفِتْیَانَ کالنخل
وَمَا یُدرِیکَ بالدخل

”تمہیں نوجوان کھجور کے درختوں کی طرح نظر آتے ہیں لیکن تمہیں اس بات کا پتہ ہے کہ اندر سے کیا ہیں۔“

الدَّخَلُ: (دال اور خاء دونوں مفتوح) ملاوٹ اور دھوکہ۔ کہا جاتا ہے: هٰذا الأمْرُ فِیْهِ دَخَلٌ ودَغَلٌ: اس کام یا بات میں کچھ ملاوٹ ہے۔ دَخَلٌ اور دَغَلٌ دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔

قول خداوندی ہے: لَا تَتَّخِذُوا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ: اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکروفریب نہ بناؤ۔

المَدْخَلُ: (میم مفتوح) داخل ہونا اور داخل ہونے کی جگہ بھی۔ تم کہتے ہو کہ: دَخَلَ مَدْخَلاً حَسَنًا: وہ اچھی طرح یا اچھے انداز سے داخل ہوا اور دَخَلَ مَدْخَلَ صِدق وہ سچائی کی جگہ داخل ہوا۔

المُدْخَلُ: (میم مضموم) داخل کرنا۔ اور فعل اَدْخَلَ کا مفعول بہ بھی ہے۔ مثلاً: تم کہتے ہو: اَدْخَلَهُ مُدْخَلَ صِدْقٍ: اس نے اسے داخل ہونے کی جگہ داخل کیا۔

الدَّخِيلُ: دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے والا۔

الدَّوْخَلَّةُ: کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ٹوکری جس میں تازہ کھجوریں رکھی جاتی ہیں۔ (اس لفظ میں لام مشدّد ہے اور بغیر تشدید کے بھی)۔

د خ ن—دُخَانُ النَّارِ: آگ کا دھواں، اس کی جمع دواخِنُ ہے۔ جس طرح عُثَان کی جمع عَوَاثِنُ ہے۔ یہ جمع خلاف قیاس ہے۔ دَخَنَتِ النَّارُ: آگ کا دھواں اُٹھا۔ اس کا باب دَخَلَ اور خَضَعَ ہے۔ اِدَّخَنَتْ کا معنی بھی یہی ہے یعنی جب مزید لکڑیاں ڈالنے سے آگ کے شعلے بجھ جائیں اور دھواں اُٹھے۔

دَخِنَ الطَّبِيْخُ: جب ہانڈی سے بھاپ نکلے۔ یعنی ہانڈی پکے یا پکوان پکے۔ اس کا باب طَرِب ہے۔

الدُّخْنُ: باجرا یا کنگنی کا اناج۔

الدُّخْنَةُ بروزن الدِرِيْرةُ: دھونی جس سے مکانوں کو دھونی دی جاتی ہے۔

د د—الدَّدُ: کھیل کود۔ حدیث شریف میں ہے: مَا اَنَا مِن ددٍ ولا الدَّدُ منی: نہ تو میں کھیل کود کے لئے بنا ہوں اور نہ کھیل کود میرے لئے بنا ہے۔

د د ن—الدَّيْدَنُ: عادت ورسم رواج۔

د د ا—الدَّدَا: کھیل۔

د ر أ—الدَّرْء: مدافعت کرنا، اور ہٹانا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

دَرَأَ: وہ اچانک نمودار ہوا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اسی سے لفظ کَوْكَبٌ دِرِّيءٌ بروزن سِكِّيتٌ ماخوذ ہے یعنی شدید چمکدار۔ دُرِّيٌّ: (دال مضموم) موتی سے منسوب۔ اسے دُرِّيءٌ: (دال مضموم اور ہمزہ کے ساتھ) پڑھا گیا ہے۔

تَدَارَأْتُمْ اور ادَّارَأْتُم: تم نے مدافعت کی اور اختلاف کیا۔

المُدَارَأَةُ: مخالفت ومدافعت۔ البتہ المُدَارَاةُ بمعنی حسنِ خلق، تو اس میں ہمزہ لکھی جاتی ہے اور الف کو حرف لین کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: دَارَاهُ اور دَارَأَهُ: اس نے اسے نرم وملائم کیا اور اس سے بچاؤ کیا۔

د ر ب—الدُّرْبَةُ: عادت اور جنگ کی ٹریننگ، اور دوسرے کاموں کی ٹریننگ۔

قَدْ دَرِبَ بالشَّيْءُ: (راء مکسور) اس نے کام کی تربیت حاصل کی ہے اور اس کا عادی ہوگیا۔

رَجُلٌ مُدَرَّبٌ: تربیت یافتہ شخص۔

مُدَرِّبٌ: تربیت یا ٹریننگ دینے والا۔ اس کی مثال مُجَرَّبٌ اور مُجَرِّبٌ ہے۔

قَدْ دَرَّبَتْهُ الشَدَائِدُ: تکلیفوں اور سختیوں نے اسے تجربہ کار بنایا ہے تا آنکہ وہ

مضبوط ہوگیا اور مشکلات برداشت کرنے کے قابل ہوا۔

د ر ج—دَرَجَ: قدم اُٹھایا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

انْدَرَجَ: وہ مرگیا۔ دَرَّجَہُ اِلَی کذا تَدْرِیْجًا واسْتَدْرَجَہُ کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اسے بتدریج قریب کیا۔

فَتَدَرَّجَ: تو وہ اس کے قریب ہوگیا۔

المَدْرَجَۃُ بروزن المتربۃ: مذہب و مسلک۔

الدَّرجۃُ: سیڑھی۔ اس کی جمع الدَّرَجُ ہے۔ الدَّرَجۃ کا معنی منصب اور مرتبہ بھی ہے۔ اس کی جمع الدَرجات ہے۔

الدَّرْجُ: (راء ساکن ومفتوح) رجسٹر جس میں اندراج ہوتا ہے۔ لوگوں کا یہ قول کہ: اَنْفَذْتُہُ فِی دَرْجِ کِتَابِی: میں اسے اپنے رجسٹر میں درج کرلیا ہے، (راء ساکن) یعنی میں نے اسے اپنے رجسٹر میں شامل کر لیا ہے۔ الدُّرَّاجُ والدُّرَّجَۃُ (دال مضموم) تیتر، مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ایک ہی صیغہ مستعمل ہے۔

اَرْضٌ مَدْرَجَۃٌ: تیتروں والی زمین جس میں تیتر بکثرت ہوں۔

د ر د—رَجُلٌ اَدْرَدُ: ایسا شخص جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔ اس کی مؤنث دَرْدَاء. اس کا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اُمِرْتُ بِالسِّوَاکِ حَتّٰی خِفْتُ لَاُدَرِّدَنَّ: مجھے اتنی تاکید سے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہوا کہ میں کہیں پوپلا نہ ہو جاؤں۔ خوف سے حضور ﷺ کی مراد خیال ہے۔

دُرْدِیٌّ: تلچھٹ۔ دُرَیْدٌ اَدْرَدٌ کا اسم تصغیر ہے۔ یعنی پوپلا جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔

د ر ر—الدَّرُّ: دُودَھ، کسی کی مذمت کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ لَا دَرَّ دَرُّہُ یعنی اس کی بھلائی نہ بڑھے۔ اور تعریف اور مدح کے لئے کہا جاتا ہے: لِلّٰہِ تَعَالٰی دَرُّہُ: یعنی اس کا عمل خدا کے لئے ہو۔ اور لِلّٰہِ دَرُّہُ من رَجُلٍ: اس کا کسی کے ساتھ کی ہوئی بھلائی کا اللہ صلہ دے۔

الدُّرَّۃُ: موتی۔ اس کی جمع دُرٌّ، دُرَّاتٌ اور دُرَرٌ ہے۔

الکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ: چمکدار ستارہ۔ ستارہ کی موتی کی طرف نسبت اس کی چمک اور روشنی کی وجہ سے ہے۔ دُرِّیٌّ کو کبھی کبھی دِرِّیٌّ (دال مکسور) بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس کی مثال سُخْرِیٌّ اور سِخْرِیٌّ نیز لُجِّیٌّ اور لِجِّیٌّ ہے۔

الدِّرَّۃُ: دودھ کی بہتات اور روانی و فراوانی کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع دِرَرٌ ہے۔

سَمَاءٌ مِدْرَارٌ: بہت زیادہ بارش والا آسمان۔

دَرَّ الضَّرْعُ باللَّبَنِ: تھن دودھ سے بھر گیا۔اس کا مضارع یَدُرُّ اور مصدر دُرُوْرًا ہے۔

اَدَرَّتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے بہت دودھ دیا۔ ایسی اونٹنی کو مُدِرٌّ کہیں گے۔

الرِّیْحُ تُدِرُّ السَّحَابَ: ہوا بادلوں کو تیز ہانکتی یا چلاتی ہے۔

تَسْتَدِرُّ: وہ دودھ دوہتی ہے۔

السَّدُّرْدَارُ[1]: (دال مفتوح)، ایک قسم کا درخت۔

د ر ز - الدَّرْزُ: درز، سیون، اس کی جمع دُرُوْزٌ ہے۔یہ کلمہ فارسی سے معرّب ہے۔ جُوؤں اور لیکھوں (باریک جوؤں کو بَنَاتُ الدّرُوز کہتے ہیں)۔

د ر س - دَرَسَ الرَّسْمُ: نشان مٹ گیا، اس کا باب دَخَلَ ہے۔

دَرَسَتْهُ الرِّیْحُ: ہوا نے اسے مٹا دیا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔دَرَسَ القُرآن ونحوهُ: اس نے قرآن وغیرہ پڑھا۔اس کا باب نَصَرَ اور کَتَبَ ہے۔دَرَسَ الحِنْطَةَ، یَدْرُسُهَا: (راء مضموم) دِرَاسًا (دال مکسور) اس نے گیہوں کو گاہا یعنی بھوسے سے دانے الگ کئے۔کہا گیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو کتاب الٰہی کے زیادہ پڑھنے کی وجہ سے اِدْرِیْسؑ نام دیا گیا۔ ورنہ ان کا نام اُخْنُوْخ (دو خاء کے ساتھ) بروزن مَفْعُوْلٌ تھا۔

دَارَسَ الْكُتُبَ وتَدَارَسَهَا: اس نے کتابیں پڑھیں اور مسلسل پڑھتا رہا۔

دَرَسَ الثَّوْبُ: کپڑا پھٹ گیا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

د ر ع - دِرْعٌ: زرہ، یہ مؤنث کا صیغہ ہے۔ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ یہ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی۔

دِرْعُ الْمَرْأةِ: عورت کی قمیض۔ان معنوں میں درعٌ مذکر ہے۔

اِدَّرَعَتِ الْمَرْأةُ: عورت نے قمیض پہنی۔دَرَّعَهَا غَيْرُهَا: اسے کسی اور نے قمیض پہنائی۔اس کا مصدر تَدْرِيْعًا ہے۔

الْمِدْرَعُ بروزن الْمِبْضَعُ اور المدرَعَةُ: جُبہ، چوغہ۔

الدُّرَّاعَةُ: جُبہ۔اس کی جمع الدَّرَارِيْعُ ہے۔

اَدْرَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے زرہ پہن لی۔ تَدَرَّعَ کا معنی بھی اس نے زرہ یا قمیض یا جُبہ پہن لیا ہے۔بعض اوقات جبہ پہننے کے لئے تَمَدْرَعَ کہتے ہیں لیکن یہ بہت کمزور لُغت یا لہجہ ہے۔

[1] اردو میں شاید اسی لفظ کو دَیودار کہا جاتا ہے۔

رَجُلٌ دارِعٌ عَلَیہ: آدمی زرہ پہنے ہوئے ہے۔ گویا وہ ذُودِرْع ہے یعنی وہ زرہ والا ہے۔ اس کی مثال لابن (دودھ والا) اورتامر (کھجوروالا) ہے۔

د ر ق-الدَّرَقَةُ: چمڑے کی ڈھال۔ اس کی جمع دَرَقٌ ہے۔

دَرْیَاقٌ: تریاق کاایک اورتلفظ یالہجہ ہے۔

الـدَّوْرَقُ: پیمانہ خاص گوشراب ناپنے کا پیمانہ۔ میری رائے میں یہ فارسی سے معرب ہے۔

د ر ک-الإدراک اللُّحوق: پہنچنا، جاملنا، جالینا، پالینا۔

میرا کہنا ہے کہ الادراک کا معنی اللحوق کی بجائے اِللّحاق صحیح ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: مَشٰی حَتّٰی اَدْرَکَهُ: وہ چلتا گیا تا آنکہ اس نے اس کو جالیایا اس سے جاملا۔ اور عَاشَ حَتّٰی اَدْرَکَ زَمَانَه: وہ تب تک زندہ رہا، تا آنکہ اس نے اس کا زمانہ پالیا۔

اَدْرَکَهُ بِبَصَرِهٖ: اس نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اَدْرَکَ الغُلَامُ والثَّمر: لڑکا بالغ ہوگیا اور پھل پک گیا۔

استَدْرَکَ مافاتَ: اس نے گم شدہ چیز بازیاب کرلی۔ تَدارَکَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

تَدَارَکَ القَوْمُ: قوم کے سارے لوگ اکٹھے ہوگئے یا ایک دوسرے سے آملے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: حَتّٰی اذا ادّارَکُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا: یہاں تک کہ وہ سارے وہاں جا اکٹھے ہوئے۔ یہ لفظ اصل میں تَدَارکوا تھا لیکن ت اور د کے ادغام کے باعث ادّارکُوا ہوگیا۔ لوگوں کے دَرَاکِ کہنے کا مطلب اَدْرِکْ ہے یعنی جان لے یا پالے اور فعل امر کے لئے اسم ہے۔

الـدَّرْکُ: تاوان۔ اس میں راء کو متحرک اور ساکن دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: مَالَحِقَکَ مِن دَرْکٍ فَعلِیَّ خَلاصهُ: تم پر جو تاوان پڑے میں اسے ادا کردوں گا۔

دَرَکَاتُ النَّار: دوزخیوں کے جہنم میں درجے بلکہ تہیں۔

النَّارُ دَرَکَاتٌ والجَنَّةُ دَرَجَاتٌ: دوزخ کی تہیں (درکات) ہوں گی اور جنت کے درجات ہوں گے۔ دوزخ کی آخری نچلی تہہ کو دَرَکٌ یا دَرْک کہتے ہیں۔

الدِرَاکُ: (دال مکسور) مدارکہ، ایک دوسرے کے ساتھ آواز ملانا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: دَارَکَ الرجُلُ صَوْتَهُ: یعنی آدمی نے اپنی آواز کے ساتھ آواز

ملائی۔

الـدَّرَّاکَ: (راء مشدّد) بہت زیادہ ادراک کرنے والا سمجھدار آدمی۔ اَفْعَلَ وزن سے فَعّال کے وزن پر بہت کم مشتق آتا ہے البتہ لوگ حَسّاسٌ دَرَّاکٌ کو یا تو ایک لہجہ سمجھتے ہیں یا تاکیدی دوہرا کلمہ۔ یعنی ازدواج کلمہ۔

د ر ک ل—الدِّرِکْلَةُ: (دال مکسور و کاف مکسور) عجمی لوگوں کی گڑیا اور ایک قسم کا رقص بھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّـهُ مَرَّ عَلٰی اَصْحَابِ الـدِّرِکْلَةِ فقـال جِـدُّوا یٰبَنِی اَرْفِـدَةَ حَتّٰی تَعْلَمَ الیهـودُ والنَّصـاری اَنَّ فی دِیْنِنَا فُسْحَةٌ: ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کا گزر اصحاب درکلہ کے ہاں سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی ارفدہ خوب ناچو کودو تاکہ یہود اور نصاری کو معلوم ہو کہ ہمارے دین میں تفریح کی گنجائش ہے۔

د ر ن—الدَّرَنُ: میل کچیل۔ قَدْ دَرِنَ الثَّوبُ: کپڑا میلا ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل دَرِنٌ ہے۔

دَارِیْنُ: بحرین میں ایک بندرگاہ کا نام ہے۔ جہاں کا عطر بہت مشہور ہے۔ چنانچہ اسی نسبت سے اس عطر کو مسکِ دَارِین کہا جاتا ہے۔ دارین کی طرف اسم نسبتی دَارِیٌّ ہے۔

د ر ه م—الدِّرْهَمُ: فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ الدِرهِم (ھاء مکسور) ہے۔ شاید اسے الدِّرهام بھی کہا گیا ہے۔ درھم کی جمع دراھم ہے۔ اور الدِرھام کی جمع دَراھِیم ہے۔

د ر ی—دَرَاهُ: اور دَرَیَ بِـهٖ: اس نے جان لیا۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ دِرَایَةً اور دُرْیَةً (دال مضموم) بھی اور مکسور بھی۔ جانکاری، درایت اور سمجھ بوجھ۔ لوگ کہتے ہیں: لَا اَدْرِ کثرتِ استعمال کے باعث تخفیف کے پیش نظر 'ی' کو حذف کیا گیا ہے۔ اس کی دوسری مثالیں: لَمْ اُبَلْ اور لَمْ یَکُ ہے۔

اَدْرَاهُ: اس نے اسے بتایا۔ قرآن کی آیت کو لَا اَدْرَاُكُمْ بِهٖ 'اور نہ تمہیں اس سے واقف کرتا' پڑھا گیا ہے، اس میں وجہ ہمزہ کا ترک ہے۔

مُـدَارَاةُ النَّاس میں مُدَارَاة کے الف کو ہمزہ اور حرف لین کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ جس کا مطلب چھوٹی چھوٹی ضرورتیں پوری کرنا اور ملائمت اور نرمی کا سلوک ہے۔

د س ر—الـدِّسَـارُ: (دال مکسور) اس کی جمع دُسُرٌ ہے۔ وہ ڈوریاں جس سے کشتی کے تختوں کو باندھا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کیل اور میخیں ہیں۔ قول

خداوندی ہے: عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ: ہم نے نوحؑ کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی (سوار کرایا)۔ دُسُرٍ کو تخفیف کر کے دُسْرٍ بھی پڑھا گیا ہے۔

الدَّسْرُ: دھکیلنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے عنبر مچھلی کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسی چیز ہے جسے سمندر دھکیلتا ہے۔

د س س — دَسَّ الشَّيْئَ فِي التُّرَاب: اس نے چیز مٹی میں دبا دی، یا چھپا دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

د س ع — الدَّسْعَةُ: بخشش کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَلَمْ اَجْعَلْكَ تَدْسَعُ: کیا میں نے تمہیں بہت زیادہ بخشش کرنے اور عطیہ دینے والا نہیں بنایا۔

د س م — الدَّسَمُ: گوشت یا اس کی چربی۔

دَسِمَ الشَّيْئُ: چیز چکنی ہوگئی یا مٹیالے رنگ کی ہوگئی۔ اس کا باب طرب ہے۔

تَدْسِيْمُ الشَّيْئِ: کسی چیز کو چکنا بنانا یا اس پر چربی ملنا۔

د س ا — دَسَّاهَا: اس نے اسے چھپایا۔ اصلاً یہ لفظ دَسَّسَهَا ہے۔ ان میں سے ایک سین کو یاء میں تبدیل کیا گیا۔

د ش ت — الدَّشْتُ: دشت، صحراء، ریگستان۔

د ع ب — الدُّعَابَةُ: مزاح، ہنسی مزاق، دل لگی۔ دَعَبَ يَدْعَبُ کا باب قطع یقطع ہے اور اسم فاعل دَعَّاب (عین مشدّد) ہے۔ المُدَاعَبَة: ہنسی مذاق کرنا۔

د ع ث ر — الدَّعْثَرَةُ: (دال مفتوح) روندنا، پامال کرنا۔

المُدَعْثَرُ: مہدوم، روندا ہوا۔ افتادہ، پامال۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لا تَقْتُلُوْا اولادكم سِرًّا انّهُ لَيُدْرِكُ الفارسَ فَيُدَعْثِرُهُ [1]: اپنی اولاد کو اس چھپی ہوئی خواہش یا خوف سے قتل نہ کرو کہ وہ (جوان ہوکر) جب وہ سوار بنے تو سواری اسے گرادے۔

د ع ج — الدَّعَجُ: (دال اور عین مفتوح) آنکھ کی گہری سیاہی اور بڑائی عَيْنٌ دَعْجَاءُ بڑی اور گہری سیاہ آنکھ۔ (الف ممدود) اس کا باب طرب ہے۔

د ع ر — الدَّعَرُ: (دال اور عین مفتوح) تابا کی، خبث، پلیدی۔

الدَّعَارَةُ: (دال مفتوح) پلیدی اور فسق۔ اس کا باب طرب اور سَلِم ہے۔ اس کا اسم فاعل داعِرٌ ہے اور اس کی مؤنث دَاعِرةٌ ہے۔

[1] اس سے مراد دودھ پلانے کے زمانے میں بیوی سے مباشرت ہے جس سے کمزور اولاد ہوگی اور اسے قتل اولاد کے برابر سمجھا گیا ہے۔

د ع ع—دَعَّهُ: اس نے اسے دھکیلا یا دھکا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ قول خداوندی میں یہی کلمہ آیا ہے: فذٰلک الّذی یَدُعُّ الیَتِیْمَ: یہ وہی شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

د ع ک—الدَّعْکُ: ہاتھ یا پاؤں سے مل کر کسی چیز کو نرم کرنا۔ منڈنا یا ملنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

قَدْ دَعَکَ الأدِیْمَ وَالخَصْمَ: اس نے چمڑے کو مل کر نرم کیا اور سلاطفت سے دشمن کو نرم کیا۔

تَدَاعَکَ الرَّجُلانِ فی الحرب: دو آدمیوں نے لڑائی میں ایک دوسرے کو نرم کیا یا رگڑا، یعنی ایک دوسرے کی خوب مار پیٹ کی۔

د ع م—دَعَمَ الشَّیْئَ: اس نے کسی چیز کو سہارا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ الدِعَامَةُ: (دال مکسور) گھر کا ستون۔ قَدْ اِدَّعَمَ: اس نے سہارا لیا۔

دعة: دیکھئے بذیل مادہ (و د ع)۔

د ع ا—الدَّعْوَةُ اِلَی الطَّعَامِ: کھانے کی دعوت یا بلاوا (دال مفتوح)۔ کہا جاتا ہے کہ کُنَّا فی دَعْوَةِ فُلانٍ: ہم فلاں شخص کی دعوت میں تھے۔

مَدْعَاةُ فلانٍ: فلاں کا بلاوا۔ یہ مصدر ہے، اور اس سے مراد کھانے کی دعوت یا بلاوا ہے۔ الدِّعْوَةُ (دال مکسور) نسب کا دعویٰ۔ کلام عرب میں یہ کلمہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ عَدِیُّ الرَّبَاب کے لوگ نسب کے دعویٰ کے معاملہ میں الدَّعْوَةُ میں دال کو مفتوح کرتے ہیں اور طعام یعنی کھانے کی دعوت کے معنوں میں الدِعْوَة میں دال کو مکسور پڑھتے ہیں۔

الدَّعِیُّ: منہ بولا بیٹا یا متبنّٰی۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ: خدا تعالیٰ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی اور صلبی بیٹے نہیں بنایا۔

ادّعی عَلَیْهِ بِکَذَا: اس نے فلاں پر یا اس کے خلاف یوں یا یہ دعویٰ کیا ہے۔ اس فعل سے اسم الدعویٰ ہے۔

تَدَاعَتِ الحِیْطَانُ لِلْخَرَاب: دیواریں ایک دوسرے سے متصادم ہو گئیں، یا ایک دوسرے پر گر پڑیں۔

دَعَاه: اس نے اسے پکارا۔ اسْتَدْعَاهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ دَعَوْتُ اللّٰه لَهٗ: میں نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

دَعَوْتُ عَلَیْهِ: میں نے اس کے لئے بد دعا کی۔ اَدْعُوْهُ دُعَاءً میں اسے پکارتا ہوں۔ الدَّعْوَةُ: ایک مرتبہ کا بلاوا اور الدُّعاء کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی جمع الأدعِیَةُ ہے۔ اس سے مؤنث مضارع کا

صیغہ ہوگا: اَنْتَ تَدْعِیْنَ یاتَدْعُوِیْنَ اور تَدْعُیْنَ اس میں ع کی ضمہ کا اشمام ہوگا یعنی آواز نکالے بغیر صرف ہونٹ کے اشارے سے ضمہ کا اظہار۔ اور جمع مؤنث کا صیغہ ہو گا: اَنْتُنَّ تَدْعُوْنَ یہ صیغہ مذکر اور مؤنث دونوں میں ایک جیسا ہوگا۔

داعیة اللّبن: دوہنے سے بچا ہوا یا چھوڑا ہوا تھنوں میں باقی ماندہ دودھ۔ حدیث شریف میں ہے: دَعْ داعِیَ اللّبن: تھنوں میں باقی ماندہ دودھ چھوڑ دو۔

د غ د غ — الدَّغدَغةُ: گدگدی۔

د غ ر — الدَّغرةُ: (دال مفتوح) اُچک کر کسی سے چیز چھین لینا۔ حدیث شریف میں اس کے بارے میں ہے کہ: لَا قَطْعَ فی الدَّغْرَةِ: چیز اچک کر چھیننے کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔

الدَّغْرُ: دھکیلنا، دھکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: عَلَامَ تُعَذِّبْنَ اَوْلادکُنّ: اپنے بچوں کو گلا گھونٹنے کا عذاب کیوں اور کس وجہ سے دیتی ہو۔ اس سے مراد حلق میں انگلی ڈال کر حلق کے کوے کو دبانا ہے۔ (گلے میں خراش وغیرہ کے باعث مائیں یا بوڑھی عورتیں بطور علاج بچے کے حلق میں انگلی ڈال کر کوے کو دباتی ہیں)۔

د غ ل — الدَّغَلُ: دال اور غین دونوں مفتوح۔ فساد، خرابی۔ اس کی مثال الدَّخَلُ ہے۔

د غ م — اَدْغَمْتُ الفَرَسَ اللّجام: میں نے گھوڑے کے منہ میں لگام ڈال دی۔ ادغام الحروف اسی نسبت سے کہتے ہیں۔ مثلاً: کہتے ہیں: اَدْغَمَ الحَرْفَ: اس نے حرف کا ادغام کیا یا اَدْغَمَهُ۔

د ف أ — الدِّفْءُ: اونٹ کے بچے، دودھ، نیز اونٹ سے حاصل ہونے والی ہر کارآمد چیز۔ قول خداوندی ہے: لَکُمْ فِیها دِفْءٌ: ان میں تمہارے لئے کارآمد چیزیں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَنَا مِنْ دِفْئِهِمْ مَا سَلّمو ابالْمِیْثَاق: ان کی کارآمد چیزوں میں سے ہمارے لئے وہی کچھ جائز ہے جو وہ معاہدے کی رُو سے ہمارے سپرد کریں۔ اس کا معنی گرمائش بھی ہے۔ جو فعل دَفِئَ الرّجُلُ کا اسم ہے۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اور طرب ہے۔ اس کا معنی گرمائش پہچانے والا بھی ہے۔ رَجُلٌ دَفِیٌ (یاء مقصور) دَفْئَان (الف ممدود)۔ امْرَاةٌ دَفْاٰی. اور یَوْمٌ دَفِیٌ (یاء ممدود) اس کا باب ظرف ہے۔

لَیْلَةٌ دَفِئَةٌ: گرم رات، اسی طرح ثَوْبٌ دفِیٌ اور بَیْتٌ دَفِیٌ کہہ سکتے ہیں یعنی گرم کپڑا اور گرم گھر۔

د ف ت ر — الدَّفْتَرُ: نوٹ بک، کاپی۔

د ف ر۔الدَّفَرُ: گندگی۔خاص کر کہا جاتا ہے کہ: دَفَرًا لَہٗ: یعنی وہ غلاظت ہے۔ اسی نسبت سے دنیا کو اُمّ دَفْرٍ یعنی غلاظت اور گندگی کی ماں کہا گیا ہے۔یہ اسم ہے اس کا مصدر دَفَرٌ (فاء مفتوح) ہے۔ اس کا باب طرِب ہے۔لونڈی کو پکارتے وقت کہا جاتا ہے: یا دفارِ (راء مکسور) یعنی اے غلیظ اور گندی لڑکی۔

د ف ع۔دَفَعَ اِلَیْہِ شَیْئًا: اس نے اسے کچھ دیا۔

دَفَعَہٗ فَانْدَفَعَ: اس نے اسے دھکیلا تو اسے دھکا لگا۔یا دھکیلا گیا۔دونوں کا باب قطع ہے۔

اِنْدَفَعَ الفَرَسُ: گھوڑا اچھل پڑا۔

اِنْدَفَعُوْا فی الحَدِیْثِ: انہوں نے بات کرنا شروع کی۔ المُدَافَعَۃُ: ٹال مٹول۔

دَافَعَ عَنْہُ: اس نے اس کی مدافعت کی۔ دَفَعَ عَنْہ کا بھی یہی معنی ہے۔ یہی کلمہ آپ یوں کہیں گے کہ: دَافَعَ اللّٰہُ عَنْکَ السُّوْءَ: اللہ تعالیٰ تیری تکلیف دور کرے۔ دِفَاعًا اس کا مصدر ہے۔

اِسْتَدْفَعَ اللّٰہَ الأسواء: اس نے اللہ سے اس کی تکلیفیں دور کرنے کی دعا کی۔

تَدَافَعَ القومُ فی الحَرْبِ: قوم نے جنگ میں ایک دوسرے کو دھکیلا۔

الدُّفْعَۃُ من المَطَرِ وغیرہ: بارش وغیرہ کی بوچھاڑ۔ الدَّفْعَۃُ (دال مفتوح) دفعہ، بار، مرتبہ۔

د ف ف۔الدُّفُّ: (دال مضموم) بجانے والا ڈھول۔اسے دَفّ (دال مفتوح) بھی بولا جاتا ہے۔دَافَّہٗ مُدَافَّۃً ودِفَافًا: لادنا، بار کرنا۔یہ کلمہ خالد بن ولیدؓ کی حدیث میں آیا ہے۔[1]

د ف ق۔دَفَقَ المَاءَ: اس نے پانی بہایا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔مَاءٌ دافِقٌ بہنے والا پانی۔ یہاں دافِق سے مراد مَدْفُوْقٌ ہے جیسے کاتِم سے مَکْتُوْمٌ مراد لی جاتی ہے۔ اندِفَاقٌ: بہاؤ، بہنا۔ التَدَفُّقُ: بہنا، گرنا، خارج ہونا۔

جآءَ القَوْمُ دُفْقَۃً واحِدَۃً: قوم یکبارگی آگئی۔ایک ہی دفعہ آگئی۔

د ف ل۔الدِّفْلٰی: کڑوا پودا۔ واحد اور جمع کا ایک ہی صیغہ ہے۔اس پر تنوین کہیں آتی اور کہیں نہیں آتی۔الف کے الحاق اور نکرہ ہونے کی صورت میں اس پر تنوین آتی ہے اور اگر اسے مؤنث بنا دیا جائے تو پھر تنوین نہیں آتی۔

د ف ن۔دَفَنْتُ الشَّیْئَ: میں نے چیز دفن کی۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔اس کا اسم مفعول مَدْفُوْنٌ اور دَفِیْنٌ ہے۔اِدَّفَنَ

[1] متن حدیث یہ ہے: مَنْ کَانَ مَعَہٗ اَسِیْرٌ فَلْیُدَافِّہٖ. (مترجم)

الشَّيئُ: چیز دفن ہوگئی۔ یا دفن ہوا۔ اس کا باب افتعال ہے۔ یہی معنی اِنْدَفَنَ ہے۔ داءٌ دَفِيْنٌ چھپا ہوا مرض جس کی تشخیص نہ ہو سکے۔

التَّدَافُنُ: ایک دوسرے کو دفن کرنا۔ کہا جاتا ہے: لو تَكَاشَفْتُمْ مَا تَدَافَنْتُمْ: یعنی اگر تمہارے عیب ایک دوسرے پر ظاہر ہوتے تو تم ایک دوسرے کو نہ چھپاتے۔

د ف ا — اَدْفَيْتُ الجَرِيْحَ: میں نے زخمی مار ڈالا۔ یا زخمی پر گرم کپڑا ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے: اُتِيَ بِاَسِيْر يُوْعَكُ فقال بِقَوْمٍ اِذْهَبُوْابِهٖ فادْفُوْهُ: آپ ﷺ کے پاس ایک قیدی لایا گیا جو بخار میں تھا۔ آپ ﷺ نے ایک جماعت کو حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور اسے سردی بچانے کے لئے گرمائش پہنچاؤ۔ لوگ اسے لے گئے اور اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے وارثوں کو خون بہا ادا کیا۔

الدِّفْوَاءُ: ایک بہت بڑا درخت۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ اَبْصَرَ شَجَرَةً دَفْوَاءَ تُسَمّٰى ذات انواط: نبی اکرم ﷺ کی نظر ایک بہت بڑے درخت پر پڑی جسے لوگ ذات انواط کہتے تھے۔ کیونکہ اس درخت سے ہتھیار لٹکے رہتے تھے۔ اور لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اس درخت کی عبادت کرتے تھے۔

د ق ع — الدَّقْعَاءُ: بروزن الحَمْرَاءُ: مٹی۔ کہا جاتا ہے کہ: دَقِعَ الرَّجُلُ: (قاف مکسور) آدمی پھسل کر مٹی سے لت پت ہوگیا۔ الدَّقَعُ: (دال اور قاف دونوں مفتوح) فقر وناداری کی بدگمانی۔ حدیث شریف میں ہے: اِذا جُعْتُنَّ دَقِعْتُنَّ: تم عورتوں کو جب فاقے لگتے ہیں تو عاجزی کے مارے زمین میں گڑ جاتی ہو۔ فَقْرٌ مُدْقِعٌ: خاک میں ملا دینے والا فقر اور ناداری۔

د ق ق — الدَّقِيْقُ: باریک اور پتلا۔ الغليظ یعنی گاڑھے اور موٹے کی ضد۔ اسی طرح الدُّقَاقُ: (دال مضموم) اور الدِّقُّ (دال مکسور) کا یہی مطلب ہے۔ اسی لفظ سے حُمَّى الدِّقِ کا لفظ مشتق ہے جس کا معنی تپ دق ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ اَخَذَ جِلَّهُ و دِقَّهُ: اس نے بیش وکم سب کچھ لے لیا۔

قَدْ دَقَّ الشَّيْئُ يَدِقُّ دِقَّةً: چیز باریک ہوگئی ہے۔

اَدَقَّهُ: اسے کسی اور نے باریک کر دیا۔

دَقَّقَهُ تَدْقِيْقًا: اس نے اسے خوب باریک کیا ہے۔ یعنی باریک بینی سے دیکھا ہے۔ المُدَاقَّةُ فی الأمْرِ: معاملہ میں باریک بینی کرنا۔

التَّدَاقُّ: باریک بینی، معاملہ کی تہہ تک

پہنچنا۔

استَدَقَّ الشَیئُ: چیز باریک ہوگئی۔

دَقَّ الشَیئُ فانْدَقَّ: اس نے چیز کو کوٹا یا باریک کیا تو وہ باریک ہوگئی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

التَدْقِیقُ: کوٹنے کی مزدوری یا معاوضہ۔

الدَّقِیقُ: آٹا۔ المِدَقُّ: المِدَقَّةُ کوٹنے کا آلہ۔ مُوسلا، دستہ۔

المُدُقُّ: (میم اور دال مضموم) یہ کوٹنے کا آلہ۔ یہ ان اوزان میں سے ایک ہے جو مُفْعُلُ کے وزن پر بنائے جاتے ہیں۔ یعنی م اور ع کلمہ کو مضموم کرکے۔

د ق ل- الدَّقَلُ: ردی ترین کھجور۔

د ک ک- الدَّکُّ: الدَّقُّ: کوٹنا یا توڑنا اور توڑ کر زمین کے برابر کر دینا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَدُکَّتا دَکَّةً وَّاحِدَةً: اَخفش کا کہنا ہے کہ یہ اَرْضٌ دَکٌّ ہے۔ اس کی جمع دُکُوکٌ ہے۔ قول خداوندی ہے میں آیا ہے: جَعَلَهُ دَکًّا: اس نے اسے زمین بوس کر دیا۔ اس نے کہا کہ ہو سکتا ہے یہ مصدر ہو یا عبارت یوں ہو کہ دَکَّه دَکًّا یا اس سے مراد جَعَلَهُ ذادَکٍّ: پھر 'ذا' حذف ہوگیا ہو اور 'دَکَّاء' الف ممدود کے ساتھ پڑھا گیا۔ یعنی جَعَلَه اَرْضًا دَکَّاء: اس نے اسے کوئی ہوئی زمین بنا دیا۔ اور پھر دَکَّاء سے الف حذف کیا گیا کیونکہ جبل مذکر ہے۔ لہٰذا اس میں کسی قسم کا ابہام یا التباس نہیں ہے۔ الدَّکْدَاکُ: زمین کے ساتھ تہ بہ تہ جمی ہوئی ریت جو ٹیلہ کی شکل میں زمین کی سطح سے بلند نہ ہو۔ اس کا ذکر جریر کی حدیث میں ہے۔ الدَّکَّةُ: (دال مفتوح) اور الدُّکَّانَ: وہ جگہ جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ لوگ دُکَّان کا نون اصلی سمجھتے ہیں، (حالانکہ یہ اضافی ہے)۔

د ک ن- الدُّکْنَةُ: سیاہی مائل رنگ۔

قَدْ دَکِنَ الشَیئُ: چیز سیاہی مائل ہوگئی۔ ایسی چیز کو اَدْکَنُ کہیں گے۔

الدُّکَّانُ: دُکان اس کی جمع دَکَاکِینُ ہے فارسی سے معرب لفظ ہے۔

د ل ب- الدُّلْبُ: درخت۔ اس کا واحد دُلْبَةٌ ہے۔

الدُّوْلَابُ: اس کی جمع الدَّوَالِیبُ ہے۔ معنی الماری۔

میرا کہنا ہے کہ الدَّوْلَابُ (دال مفتوح) رہٹ، پن چکی، کتاب المُغرِب میں اسے بطورِ نص استعمال کیا گیا ہے۔

د ل ج- اَدْلَجَ: شروع رات میں چل پڑا۔ اس کا اسم الدَّلَجُ ہے۔ (دال اور لام دونوں مفتوح) اور الدُّلْجَةُ والدَلْجة بروزن الجُرْعَةُ والضَرْبَةُ بھی اس فعل

کے اسم ہیں۔

ادَّلَجَ: (دال مشدّد) رات کے آخر میں چل پڑا۔ اس کا اسم بھی الدُّلْجَةُ اور الدَّلْجَةُ ہے۔

د ل س - التَّدْلِيس: لین دین اور بیوپار میں خریدار سے سامان کا عیب یا خرابی چھپانا۔

د ل ف - الدُّلفِينُ: (دال مضموم، فاء مکسور) ڈولفن مچھلی جو سمندر میں ڈوبتے شخص کو بچا لیتی ہے۔

د ل ق - الانْدلاق: آگے بڑھنا۔ کسی چیز کا اپنی جگہ سے نکلنا۔ جو چیز باہر سے گر جائے اسے اندلَقَ کہتے ہیں یعنی وہ نمایاں ہوگئی۔ الدَّلَقُ: (دال اور لام مفتوح) ایک جانور جو فارسی سے معرب ہے۔

د ل ک - دلک الشَّيئَ: اس نے چیز کو رگڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

دَلَكَتِ الشَّمْسُ: سورج ڈھل گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ: سورج ڈھلنے کے وقت سے نماز قائم کرو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورج کے دُلُوک کا معنی اس کا غروب ہونا ہے۔ الدَّلُوکُ (دال مفتوح) کا معنی عطر وغیرہ کا ملنا ہے۔ تَدَلَّكَ الرَّجُلُ: آدمی نے نہاتے وقت جسم کو ملا یا رگڑا۔

د ل ل - الدَّلِيْلُ: وہ حجت جس سے استدلال کیا جائے۔ الدلیل کا معنی رہنما اور گائیڈ بھی ہے۔

قَدْ دَلَّهُ عَلَى الطَّرِيْقِ: اس نے اسے راستہ دکھلایا۔ اس کا مضارع يَدُلُّ (دال مضموم) ہے اور مصدر دِلالَةٌ ہے دلالة کا دال مفتوح اور مکسور۔

دُلُوْلَةٌ: (دال مضموم اور مفتوح) بمعنی بلند تر، اعلیٰ۔ کہا جاتا ہے کہ: اَدَلَّ فَاَمَلَّ: اس نے بہت زیادہ محبت کی تو دل برداشتہ ہو گیا۔ اس کا اسم الدَّالَّةُ (لام مشدّد) کہا جاتا ہے: فُلَانٌ يُدِلُّ بِفُلَان: فلاں شخص فلاں پر بہت اعتماد کرتا ہے، یا اس پر ناز کرتا ہے۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ الدَّلُّ الهدی کا قریب المعنی لفظ ہے دونوں کا مطلب سکون، تسکین اور وقار ہے۔ یہ وقار شکل وصورت اور عادات واطوار وغیرہ میں ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَ اَصْحَابُ عَبدِ اللّٰهِ يَرْحَلُونَ اِلیٰ عُمَرؓ فينظرونَ اِلیٰ سَمْتِهٖ وَهَدْيِهٖ ودَلِّهٖ فتشبَّهُوْنَ بِهٖ: حضرت عبداللہ کے ساتھی حضرت عمرؓ کے پاس جاتے تو ان کا انداز ان کی رہنمائی اور ان کا پر وقار سمجھانے کا اسلوب دیکھتے تو ان کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

تَدَلْدَلَ الشَّيْءُ: چیز نے لٹکتے ہوئے حرکت کی۔

د ل م—الدَّيْلَمُ: ایک قوم کا نام۔

د ل ه م—لَيْلَةٌ مُدْلَهِمَّةٌ: تاریک رات۔

د ل ا—الدَّلْوُ: ڈول، جس کے ذریعے کنویں میں سے پانی نکالتے ہیں۔ اس کی جمع قلت أدلٍ اور جمع کثرت دِلاءٌ ہے اور دُلِيٌّ ہے جو فُعُول کے وزن پر ہے۔

الدَّالِيَةُ: رہٹ جس کے ذریعے فصلوں کو سینچا جاتا ہے، جسے بیل چلاتے ہیں اور النَّاعُورَة، ایسا رہٹ جو پانی سے چلتا ہے۔

دَلَا الدَّلْوَ: اس نے ڈول کھینچا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

اَدْلَاهَا: اس نے کنویں میں ڈول ڈال دیا۔ شعر میں مُدْلِي کے معنوں میں الدَّالِي استعمال ہوا ہے۔ جس کا معنی ڈول ڈالنے والا ہے۔

دَلَاهُ بِغُرُورٍ: اس نے اسے دھوکے میں ڈال دیا۔ یہ بھی ڈول ڈالنے کی طرح ہے۔

دَلَوْتُ بِفُلَانٍ: میں نے تم سے اس کی سفارش کی ہے۔ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ جب انہوں نے حضرت عباسؓ کا واسطہ دے کر بارش کے لئے دعا کی تو فرمایا: دَلَوْنَا بِهِ اِلَيْكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ: ہم نے تجھ سے اس کی سفارش اور شفاعت کا واسطہ دے دیا ہے۔

تَدَلّٰى مِنَ الشَّجَرَةِ: وہ درخت سے نیچے لٹک آیا۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى: یعنی پھر وہ قریب ہوا اور نیچے لٹک آیا۔ اس کی مثال دوسرا قول خداوندی ہے: ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى: پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔

اَدْلٰى بِحُجَّتِهٖ: اس نے حجت پیش کی۔

هُوَ يُدْلِيْ بِرَحِمِهٖ: وہ اپنے رشتہ داروں کی قرابت تلاش کرتا ہے۔

اَدْلٰى بِمَالِهٖ اِلَى الْحَاكِمِ: اس نے حاکم کو اپنا مال دے دیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: لَا تُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ: حاکموں کو رشوت نہ دو۔

د م: دیکھئے بذیل مادہ (د م ا)

د م ج—دَمَجَ الشَّيْءُ: ایک چیز دوسری چیز کے اندر داخل ہوگئی اور وہاں مستحکم ہو کر رہ گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی طرح اِنْدَمَجَ اور اِدَّمَجَ (دال مشدد) کا معنی بھی یہی ہے۔

اَدْمَجَ الشَّيْءَ: اس نے چیز اپنے کپڑے میں لپیٹ لی۔

د م ر—الدَّمَارُ: ہلاکت۔ کہا جاتا ہے کہ دَمَّرَهُ اللّٰهُ تَدْمِيْرًا: اللہ اسے پوری طرح ہلاک کرے۔ دَمَّرَ عَلَيْهِ کا معنی بھی

یہی ہے۔

دَمَرَ: بغیر اجازت لئے داخل ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ سَبَقَ طَرْفُهُ استئذانَهُ فَقَدْ دَمَرَ: جس کسی نے اجازت لینے سے پہلے کسی کے گھر کے اندر نظر ڈالی گویا وہ بغیر اجازت کے گھر میں داخل ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

تَدْمُر: شام میں ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔

د م س – الدِّيمَاس: (دال مکسور) حمام۔ حدیث مسیح میں ہے: اَنَّهُ سَبطُ الشَّعْرِ كَثِيْرُ خِيْلَانِ الْوَجْهِ كَاَنَّهُ خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسَ: یعنی ان کی تر و تازگی اور چہرے کی تیز آب و تاب سے یوں محسوس ہوگا جیسے وہ حمام سے نکلے ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت مسیحؑ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ وہ اس صورت میں نمودار ہوں گے کہ ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔

د م ش ق – دِمَشْقُ: بروزن حِضَجْرُ، شام کا ایک شہر۔

د م ع – الدَّمْعُ: آنکھ کا آنسو۔

الدَّمْعَةُ: آنسو کا قطرہ۔

دَمَعَتِ العَيْنُ: آنکھ اشکبار ہوئی اس کا باب قَطَعَ ہے۔ دَمِعَتْ اس کا ایک دوسرا لہجہ ہے جس کا باب طرب ہے۔

الدَّامِعَةُ: سر کے زخم کی وجہ سے آنکھ خونین ہونے کے بعد اشکبار۔

المَدَامِعُ: آنکھ کے کنارے جہاں سے آنسو بہتے ہیں۔

د م غ – الدِّمَاغ: دماغ اس کی جمع اَدْمِغَة ہے۔

قَدْ دَمَغَهُ: اس نے اسے سر پر چوٹ لگائی کہ زخم دماغ تک گہرا ہوگیا۔ ایسے زخم کا نام الدَّامِغَةُ ہے۔

د م ک – المِدْمَاک: عمارت بنانے میں اینٹوں کا رَدّہ یا تہہ۔

د م ل – انْدَمَلَ الجُرْحُ: زخم بھر گیا۔

الدُّمَّلُ: زخم، اس کی جمع دَمَامِيْلُ ہے۔

د م ل ج – الدُّمْلجُ: اور الدُّمْلُوْج (دال مضموم ولام مضموم) بازو بند۔

د م م – الذمِيْمُ: بُرا، قبیح۔

دَمْدَم الشَّيْئ: کسی چیز کو زمین کے ساتھ لگا دینا۔ زمین بوس کر دینا۔ دَمْدَمَ اللّٰه عَلَيْهِمْ: اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے۔

د م ن – الدِّمْنَةُ: کھنڈر۔ اس کی جمع دِمَنْ ہے۔

قَدْ دَمَّنَ الْقَوْمُ الدَّار: قوم نے گھر کو کھنڈر بنا دیا۔ فُلَانٌ يُدْمِنُ كَذَا: فلاں شخص ہمیشہ ایسا کرتا ہے۔

رَجُلٌ مُدْمِنُ خَمْرٍ: ہمیشہ شراب پینے والا شخص۔ شرابی۔

د م ا – الدَّمُ: اصل میں دَمْوٌ ہے یعنی میم

متحرک۔ اس کا تثنیہ کا صیغہ دَمَیَانِ ہے اور بعض عرب اسے دَمَوَان کہتے ہیں۔ بمعنی خون۔ سیبویہ نے کہا کہ اس کی اصل دَمْیٌ بروزن فَعْلٌ ہے۔ مُبرّد کا کہنا ہے کہ اس کی اصل دَمَیٌ (میم متحرک) ہے۔ یاء اس میں نکل گئی۔ یہی زیادہ صحیح بات ہے۔ ہر ایک کی دلیل اصل میں موجود ہے۔

الدَّم کا اسم تصغیر دُمَیٌّ ہے اور اس کی جمع دِمَاءٌ.

دَمِیَ الشَّیْئُ: چیز خون آلود ہوگئی۔ اس کا باب صَدِی ہے۔ اس کا اسم فاعل دَمٍ ہے۔

الدُّمْیَۃُ: گڑیا۔ اس کی جمع الدُّمَی ہے۔ یہ ہاتھی دانت یا اسی طرح کی کسی اور دھات کی بنی ہوئی مورت ہوتی ہے، (جسے آجکل گڑیا کہتے ہیں)۔ شعر میں الدُّمَی کا معنی وہ کپڑے ہیں جن پر تصاویر بنی ہوں۔ سایُدَما: ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ دو نام ہوں جنہیں ایک بنا دیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس پہاڑ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ اس پہاڑ پر خون نہ بہے۔

الدَّامِیَۃُ: زخم جس میں خون بھر گیا ہو لیکن بہہ کر باہر نہ نکلا ہو۔ اردو میں اسے نیل پڑنا کہتے ہیں۔ دَم الأَخَوَین: ایک دوائی کا نام، جس کا دوسرا نام عَنْدَم ہے۔

د ن ا—الدَّنِیُّ: (یاء ممدود) کمینہ، خسیس۔

دَنَا یَدْنَأُ (نون مفتوح)۔ دَنَاءَۃً (دال مفتوح الف ممدود) و دُنُوءً: کمینگی۔ اس کا باب سَھُلَ ہے۔

الدَّنِیئَۃُ: (یاء ممدود) کمینگی۔ بے عزتی، فضیحت۔

د ن س—الدَّنَسُ: (دال اور نون مفتوح) غلاظت، میل کچیل۔ قَدْ دَنِسَ الثوبُ: کپڑا میلا ہوگیا۔ اس کا باب طَرِب ہے۔ دَنَّسَہُ غَیْرُہُ: کسی دوسرے نے اسے میلا کر دیا۔ اس کا مصدر تَدْنِیس ہے۔

د ن ف—الدَّنَفُ: (دال اور نون مفتوح) چمٹا ہوا مرض، مزمن مرض۔

رَجُلٌ دَنَفٌ: مزمن مریض شخص یا دائم المرض شخص۔

امرأۃٌ دَنَفٌ: دائم المرض عورت۔

قَوْمٌ دَنَفٌ: دائم المرض قوم۔ اس صیغے میں مذکر مؤنث تثنیہ اور جمع سب کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ اگر دَنَفٌ کی بجائے دَنِفٌ (نون مکسور) پڑھیں تو پھر اس سے مؤنث کا صیغہ دَنِفَۃٌ ہوگا۔ اور اس صورت میں اس کا تثنیہ بھی بنے گا اور جمع بھی۔ قَدْ دَنِفَ المَرِیْضُ: مریض قریب المرگ ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اَدْنَفَ کا

بھی یہی معنی ہے۔

اَدْنَفَهُ الْمَرَضُ: مرض نے اسے قریب المرگ کر دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ اس کا اسم فاعل مُدْنِفٌ اور اسم مفعول مُدْنَفٌ ہوگا۔

د ن ق—الدَّانِقُ: (نون مفتوح و مکسور) دانگ سکہ۔ درہم کا چھٹا حصہ۔

الْمُدَنِّقُ: موشگافی کرنے والا۔ حضرت حسن بصری کا فرمان ہے کہ: لَا تُدَنِّقُوا: معاملات میں موشگافیاں نہ نکالا کرو تمہارے معاملات میں بھی موشگافیاں نکالی جائیں گی۔

د ن ن—الدَّنُّ: اس کی جمع الدِّنَانُ ہے۔ مٹکا جو زمین کھود کر رکھا جا سکے۔

الدَّنْدَنَةُ: بھنبھناہٹ یا گنگناہٹ۔ یہ کہ تم کسی سے نغمہ کی سی آواز سنو لیکن سمجھ نہ سکو کہ وہ کہہ کیا رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: حَوْلَهَا نُدَنْدِنُ:[1] ہم بھی دوزخ اور بہشت کے گرد ہی گنگناتے ہیں۔

د ن ا—دَنَا مِنْهُ: وہ اس کے قریب ہوا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ الدُّنیا کا یہ نام اس کے قریب ہونے کی وجہ سے پڑا ہے۔ اس کی جمع الدُّنَا ہے۔ جیسے الکبری کی جمع الکُبَر ہے۔ اس کی اصل دُنْوٌ ہے۔

اجتماع ساکنین کے باعث واؤ حذف ہو گئی۔ اس کی صفت نسبتی دُنْیَاوِیُ ہو گی۔ دُنْیَوِی اور دُنْیِیٌّ بھی اس کی نسبتی صفت کہی گئی ہے۔

دَانَى بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ: اس نے دو باتوں میں قُرب پیدا کیا۔

دَنَاوَةٌ: قرابت یا قُرب۔ الدَّنِيَّ: قرب۔ اس کلمہ کے آخر میں ہمزہ نہیں ہے۔ الدَّنِيُّ: کمینہ خسیس۔ یہ مہموز ہے اور اس کا ذکر 'د ن أ' کے ذیل کے تحت کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا اَكَلْتُمْ فَدَنُّوْا: یعنی دستر خوان پر اپنے سامنے والی چیز کھاؤ۔

تَدَنَّى فُلَانٌ: فلان شخص آہستہ آہستہ قریب ہوا۔

تَدَانَوْا: وہ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔

د ہ ر—الدَّهْرُ: زمانہ۔ اس کی جمع الدُّهُور ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الدَّهر کا معنی الاَبَدُ یعنی ہمیشہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهر: زمانے کو برا نہ کہو، زمانہ تو خود ذات باری ہے۔ لوگ آفات و مصائب کو زمانے سے منسوب کرتے تھے۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ تم پر نازل ہونے والے مصائب اور آفات کے فاعل

[1] حدیث کا مکمل متن یہ ہے: فَاَمَّا دَنْدَنَتُكَ وَدَنْدَنَةُ معاذ فلا نُحْسِنُهَا فقال حولهما نُدَنْدِنُ.

کو برا نہ کہو کیونکہ ان آفات کا فاعل حقیقی تو خود اللہ تعالیٰ ہے۔

الدُّهْرِيُّ: دال کو مضموم پڑھیں تو اس کا مطلب ہوگا عمر رسیدہ بوڑھا اور اگر دال کو مفتوح پڑھیں تو اس کا معنی ملحد ہوگا۔ ثعلب نے کہا کہ یہ دونوں اسم دَهْرٌ کی طرف منسوب ہیں۔ لوگوں نے شاید نسبت دینے میں تبدیلی کی جس طرح سُهْلِيٌّ کو (سَهْل) نرم زمین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

د ه ش - دَهِشَ الرَّجُلُ: آدمی حیرت زدہ ہوگیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ دُهِشَ، بطور فعل مجہول بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَدْهُوشٌ ہوگا۔

اَدْهَشَهُ اللّٰهُ: (بددعا) اللہ اسے دہشت زدہ کردے۔

د ه ق - اَدْهَقَ الْكَاسَ: اس نے پیالہ بھر دیا یا لبریز کیا۔

كَاسٌ دِهَاقٌ: چھلکتا جام۔

الدَّهْمَقَةُ: کھانے کی نرمی، خوشبو اور اس کی باریکی۔ اسی سے حضرت عمرؓ کی حدیث شریف ہے کہ: لَوْ شِئْتُ اَنْ يُدْهَمَقَ لِي لَفَعَلْتُ ولكن الله عابَ قَوْمًا فَقَالَ اذهبتم طيّباتكم فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنيا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا: اگر میں نرم و نازک اور پرتکلف کھانے کھانا چاہتا تو ضرور کھاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پر عیب لگاتے ہوئے کہا کہ تم لوگوں نے اپنی دنیوی زندگی میں تعیشات اور پُر تکلف کھانوں سے بھرپور استفادہ کیا۔

د ه ق ن - الدِّهْقَان: دہقان۔ یہ کلمہ معرب ہے۔ اگر اس کلمہ میں شامل نون کو اصل حرف قرار دیا جائے تو پھر یہ کلمہ منصرف ہے۔ اور اگر اسے یعنی نون کو حرف زائد سمجھیں تو پھر یہ کلمہ غیر منصرف ہوگا۔

د ه ل ز - الدِّهْلِيز: (دال مکسور) دہلیز، چوکھٹ۔ یہ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اس کی جمع الدَّهَالِيزُ ہوگی۔

د ه م - دَهِمَهُمُ الاَمْرُ: ان پر معاملہ چھا گیا۔ اچانک سر پہ آپڑا۔ اس کا باب فَهِم ہے۔ اسی طرح دَهَمَتْهُم الخَيْلُ: ان کو گھڑسواروں نے آلیا۔ اس کا ایک دوسرا لہجہ دَهَمَهُمْ ہے، (هاء مفتوح)۔

الدُّهْمَةُ: سیاہی۔ کہا جاتا ہے: فَرَسٌ اَدْهَمُ کالے رنگ کا گھوڑا۔ اور بَعِيرٌ اَدْهَمُ: یہ کالے رنگ کا اونٹ۔

نَاقَةٌ دَهْمَاءُ: سیاہ رنگ کی اونٹنی۔

اِدْهَامَّ الشَّيْئُ اِدْهِيمَامًا: چیز بالکل سیاہ ہوگئی۔ قول خداوندی ہے: مُدْهَآمَّتَانِ: سیراب ہونے سے گہری سبزی کے باعث دو سیاہ۔ عرب لوگ یوں بھی گہرے سبز کو سیاہ کہتے ہیں۔ عراق کے

دیہات کو سرسبزی اور شادابی کے باعث سواد کہا جاتا ہے۔ الشَّاۃ الدَّھْمَاءُ: بالکل گہرے سرخ رنگ کی بکری۔ پاؤں میں باندھنے کے لئے لگنے والی بیڑی کو اَدْھَمُ کہتے ہیں۔

د ہ ن — الدُّھْنَ: تیل یا چربی۔ الدِّھَانُ: سرخ رنگ کا چمڑا۔ اسی سے قول خداوندی: فَکَانَتْ وَرْدَۃً کالدِّھَانِ: آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ لوگوں کے کہنے کے مطابق فَرَسٌ وَرْدٌ اور اُنثٰی وردۃٌ ہوگی۔ الدِّھَانُ دُھن کی جمع بھی ہے۔ قَدْ دَھَنَہٗ کا باب نَصَرَ اور قَطَعَ ہے۔ تَدَھَّنَ اور ادَّھَنَ باب افتعل ہم معنی ہیں جن کا معنی ہے کہ اس نے تیل ملایا چربی ملی۔ المُدْھُنُ: (میم مضموم) تیل کی بوتل۔ یہ ایسے اسماء ظرف میں سے ایک ہے جو مُفْعُل کے وزن پر آتے ہیں۔ اس کی جمع مَدَاھِنُ ہے۔

المُدْھَنُ کا معنی پہاڑ میں واقع ایسا گڑھا بھی ہے جہاں سے پانی رِستا ہو۔ اس کا ذکر الازہری کی حدیث میں ہے۔ المُدَاھَنَۃُ مثل المُصَانَعَۃ: اور الإدْھان کا بھی ایک ہی معنی ہے یعنی نرمی اختیار کرنا۔ اس کی مثال قول خداوندی ہے: لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ: ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ

دَاھَنَ کا معنی ہے اس نے فریب دیا۔ اَدْھَنَ: اس نے دھوکہ دیا۔ الدَّھْنَاءُ: بلادِ تمیم کی ایک جگہ کا نام اسے الف ممدود اور مقصور دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔

د ہ ن ج — الدَّھْنَجُ: (ہاء مفتوح) زمرد کی طرح کا ایک قیمتی پتھر، گوہر۔

د ہ ی — الدَّاھِیَۃُ: امرِ عظیم۔ دَوَاھِیُ الدَّھْرِ: گردش زمانہ کی لائی ہوئی آفات و مصائب۔ کہا جاتا ہے: دھَتْہُ داھِیَۃٌ دَھْوَاءٌ ودَھْیَاءٌ: اس پر بڑی مصیبت آن پڑی۔ کلمات کی تکرار تاکید معنی کے لئے ہے۔

الدَّھْیُ: (ہاء ساکن) حُسن رائے۔ کہا جاتا ہے کہ رَجُلٌ داھِیَۃٌ: یہ شخص بہت بڑی بلا ہے۔ الدَّھْی اور الدَّھَاءُ: عقل و ذکاء اور فہم و فراست۔ کہا جاتا ہے کہ: ما دھاک تجھے کیا آفت آئی یا کیا مصیبت آن پڑی۔

د و أ — الدَّاءُ: مرض۔ کہتے ہیں: دَآءَ یَدَاءُ بروزن خاف یَخَافُ: وہ بیمار ہوا۔ داء میں الف ممدود ہے۔ اس کی جمع اَدْوَاءٌ ہے بمعنی امراض۔

د و اءٌ: دیکھئے بذیل مادہ (د و ی)۔

د و ح — الدَّاحُ: بچوں کو بہلانے یا ان کے کھیلنے کے لئے رنگین نقش۔ کہا جاتا ہے کہ الدُّنیا داحَۃٌ: دنیا ایک رنگین نقش یا

بہلاوا ہے۔ الدَّوحَۃُ: بہت بڑا درخت، درخت کوئی بھی ہو۔ اس کی جمع دَوحٌ ہے۔

د و خ-دَاخَ الرَّجُلُ: آدمی ذلیل و کمزور ہوا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
دَوَّخَہُ غَیرُہ: اسے کسی نے ذلیل کیا۔ چکر دیا۔

د و د-الدُّودُ: اس کا واحد دُودَۃٌ ہے۔ کیڑا۔ الدُّود کی جمع دِیدَانٌ ہے۔ (دال مکسور)۔ الدُّودَۃُ کا اسم تصغیر دُوَیدٌ ہے۔ حسب قیاس اسے دُوَیدَۃٌ ہونا چاہئے۔
دَادَ الطعامُ، یَدَادُ، دَوَدًا بروزن خاف یخاف خوفًا. اَدَادَ اور دَوَّدَ سب کا ایک ہی معنی ہے وہ یہ کہ کھانے میں کیڑے پڑ گئے یا کھانا کرم آلود ہوگیا۔
دَاوُدُ: ایک عجمی نام ہے اس میں ہمزہ نہیں۔

د و ر-الدَّارُ: مؤنث مجازی ہے۔ بمعنی گھر۔ قول خداوندی ہے: وَلَنِعمَ دَارُ المُتَّقِینَ: متقیوں کے لئے کیا ہی اچھا ٹھکانہ ہے۔ مثوی اور موضع یعنی جگہ کے معنوں میں تو دار مذکر ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: نِعمَ الثواب وحَسُنَت مُرتفقًا: اس آیت میں اسے معنی کے اعتبار سے مؤنث قرار دیا گیا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ حَسُنَتْ میں تانیث معنی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ لفظ اَرائک کے اعتبار سے ہے۔ المرتفق سے تو مراد فقط سہارا لینے کی جگہ ہے اور وہ سہارا لینا ہے یا پھر یہ تانیث جَنّات کے اعتبار سے ہے جہاں مُرتفق سے مراد منزل ہے۔ اس کی جمع قلت اَدْؤُرٌ (ہمزہ کے ساتھ اور ہمزہ کے بغیر بھی) اور اس کی جمع کثیر دِیَارٌ ہے۔ اس کی مثال جَبَلٌ سے اَجْبُل اور جِبَال ہے۔ اس کی جمع دُورٌ بھی ہے اور اس کی مثال اَسَدٌ کی جمع اُسْدٌ ہے۔
الـدَّارَۃُ، دار سے زیادہ خاص ہے۔ الدارۃُ کا معنی چاند کے گرد کا ہالہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ما بِھَا دَیَّارٌ: اس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے یہ دُرث سے فَیعَال کے وزن پر اسم فاعل ہے۔ دَارَ یَدُورُ دَوْرًا (واو ساکن) اور دَوَرانًا (دال مفتوح)۔ گردش کرنا۔ چکر لگانا اور پھرنا۔ ادارہُ غَیرُہُ: اسے کسی اور نے پھرایا یا گھمایا۔ دَوَّرَ بِہٖ کا بھی یہی معنی ہے۔
تَدوِیرُ الشَّیئِ: کسی چیز کو گول شکل دینا۔
المُدَاوَرَۃُ بروزن المُعَالَجَۃُ، ایک دوسرے کے ساتھ پھرنا۔ الدَّوَارِیُّ: دہر یعنی زمانہ جو انسان پر مختلف حالات لے

آتا ہے۔ الدَّارِیّ: عطر فروش، یہ دارین کے ساتھ نسبت کی وجہ سے ہے جو بحرین کی ایک بندر گاہ ہے جہاں ایک مارکیٹ تھی جہاں ہندوستان سے عطر لایا جاتا تھا۔ حدیث شریف میں ہے: مَثَلُ جَلِیْس الصَّالِحِ مَثَلُ الدَّارِیُّ اِنْ لَمْ یُحْذِک مِنْ عِطْرِهٖ عیقک من ریحه: نیک ہم نشین کی مثال عطار کی سی ہے۔ اگرچہ تمہیں اس سے عطر لینا نصیب نہ بھی ہو کم از کم تمہیں عطر کی خوشبو تو ضرور پہنچے گی۔ الدَّائرةُ اس کی جمع الدَّوائر ہے۔ بمعنی گردش۔ اس کا معنی شکست اور ہزیمت بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: علیهم دآئرة السَّوْءِ: انہیں پر برے دن آئیں۔ دَیْرُ النَّصَارَیٰ: عیسائیوں کا گرجا گھر۔ اس کی جمع اَدْیَارٌ ہے۔

الدَّیْرَانِیُّ: صاحب دیر۔ گرجا گھر کا پروہت۔

د و س-دَاسَ الشَّیْئَ بِرِجْلِهٖ: اس نے کسی چیز کو پاؤں سے روندا ہے یا مسلا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

دَاسَ الطَّعَامَ: یَدُوْسُهٗ، دِیَاسَةً، فانْدَاس: اس نے اناج گاہا۔ یعنی بھو سے سے دانوں کو الگ کیا۔

مَداسَةٌ: گاہنے کی جگہ (میم مفتوح)

المدوسُ: بروزن المِغول. گاہنے کے آلات۔

د و ف-دَافَ الدَّوَاءَ وَغَیْرَهٗ یَدُوْفُهٗ: دوائی وغیرہ کو پانی سے تر کرنا۔ اس کا اسم فاعل مَدُوْف ہے اور اسم مفعول مَدُوْوُف ہے۔ اسی طرح مِسْکٌ مَدُوْف یعنی تر عطر۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی پسا یا گھسا ہوا ہے۔

د و ل-الدَّوْلَةُ فِی الحَرْب: جنگ میں پانسہ۔ جنگ کے دو فریقوں میں سے کسی ایک طرف جنگ کا پانسہ پلٹنا۔ کہا جاتا ہے کہ کَانَتْ لَنَا علیهم الدَّوْلَةُ: ان پر ہمارا پلڑا بھاری رہا۔ اس کی جمع الدِّوَلُ (دال مکسور) ہے۔

الدُّوْلَةُ: (دال مضموم) اُدلتی بدلتی۔ مال و دولت میں حالات کا ادل بدل، چنانچہ کہا جاتا ہے: صَارَ الفَیْئُ دُولةً بَیْنَهُمْ: مال فَے، ان کے درمیان کبھی ایک کے پاس آیا کبھی دوسرے کے پاس۔ اس کی جمع دُوَلَات اور دُوَل ہے۔ ابو عبید نے کہا کہ الدُّولة وہ چیز یا مال ہے جو بعینہ ایک سے دوسرے ہاتھ میں بدلتا رہے۔ الدَّولة (دال مفتوح) فعل ہے یعنی ایک سے دوسرے ہاتھ بدلنا۔ بعض نے کہا کہ الدُّولَةُ اور الدَّولة دونوں ہم معنی لفظ ہیں لیکن اس کے دو مختلف لہجے ہیں۔ ابو عمرو بن العلاء نے کہا کہ الدُّولة (دال

مضموم) مال میں ادل بدل ہوتا ہے۔ اور الدَّولَةُ: (دال مفتوح) جنگ میں دو فریقوں کے درمیان جنگ کا پانسہ بدلنا ہے۔ عیسیٰ بن عمر کا کہنا ہے کہ دونوں لفظ مال میں ایک سے دوسرے کو بدلنے کے معنوں میں ہیں۔ اور دونوں الفاظ جنگ میں فریقین میں پلہ اور پانسہ بدلنے کے معنوں میں بھی ہیں۔ اور یونس کا کہنا ہے کہ بخدا مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں لفظوں کے معانی میں کیا فرق ہے۔ أدالَنا اللهُ مِن عَدُوِّنا مِنَ الدَّولَة: اللہ تعالیٰ ہمیں دشمن پر غلبہ دے۔ الأدَالة: غلبہ، برتری۔ کہا جاتا ہے کہ: اللّٰهُمَّ أدِلْنِيْ عَلٰى فُلان: اے اللہ مجھے فلاں شخص پر غلبہ عنایت کر۔ وَانصُرْنی عَلَیهٖ اور مجھے اس پر فتح دے۔ دَالَتِ الایّام واللّٰهُ يُدَاوِلُها بين النّاس: اور اللہ تعالیٰ ان دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتا رہتا ہے۔ تَدَاوَلَتهُ الأيدِي: ہاتھ اس (مال کو) آپس میں پھیرتے رہے۔ کبھی ایک کے پاس اور کبھی دوسرے کے پاس۔

د و م-دَامَ الشَّيئُ يَدُوم ويَدَامُ دَوْما ودَوَامًا ودَيمُومَةً: چیز ٹھہری رہی۔ حدیث شریف میں ہے: نهى أنْ يُبَالَ فى المَاءِ الدَّائم: نبی کریم ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ الدُّوَّامَةُ (واو مشدد و مضموم) لٹو جسے بچے دھاگے سے گھماتے ہیں تو وہ زمین پر گھومتا ہے۔

الدَّوْمُ: گوگل کا درخت۔ المُدَامُ والمُدَامَةُ: شراب۔

اسْتَدَامَ الرجُلُ الأمْرَ: آدمی نے کام کو لمبا کر دیا۔ اس کے ختم کرنے میں تاخیر کر دی اور انتظار کرتا رہا۔

المُدَاوَمَةُ عَلَى الأمرِ: کسی کام پر ہمیشہ اور مستقل مزاجی سے قائم رہنا۔ یا ہمیشہ کوئی کام کرتے رہنا۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ ما دامَ: اس کا معنی ہمیشہ ہے۔ 'ما' اسم مفعول ہے جو دام سے متعلق ہے۔ اس صورت میں یہ بطور ظرف استعمال ہوتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح مصدر بطور ظرف استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً: یوں کہہ سکتے ہیں کہ: لا اَجلِسُ ما دُمتَ قائمًا: یعنی تمہارے کھڑے رہنے تک میں نہیں بیٹھوں گا یا جیسے یوں کہیں کہ وَرَدْتُ يَقدَمُ الحاجُّ: (میں حاجیوں کے آنے پر پہنچا)۔

د و ن-دُونَ کم: فَوق کی ضد جس کا معنی زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی منزل مقصود تک نہ پہنچنا۔ اور یہ بطور اسم ظرف ہے۔ الدُّونُ: کمینہ، حقیر شخص۔ شاعر کا قول ہے:

اذا مـا عـلا المـرءُ رام العُـلا
وَيقْـنَـعُ بـالـدُّون مَن كان دُونـا
''وہ شخص جبھی بلندی پر پہنچا جب وہ بلندی پر جانے کا ارادہ اور عزم رکھتا ہو۔ بلندی سے وَرے یا نیچے رہنے پر تو ایک کمینہ اور حقیر انسان ہی قناعت کرتا ہے۔''
اور کہا جاتا ہے کہ هذا دُونَ ذاک: یہ اس سے زیادہ قریب ہے۔ اور کسی کو کسی چیز کی طرف لبھانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ دُونَكَهُ یعنی اسے لے لو۔
الـدِيْو ان: (دال مکسور) دیوان، مجموعہ اشعار۔ دَوَّنتُ الدَّوَاوین تَدْوِيْنًا: میں نے کئی دیوان یعنی مجموعات کلام مدوّن کئے یا ترتیب دیئے۔
د وّ: دیکھئے بذیل (د و ی)
د و ی—الـدَّواءُ: (الف ممدود) اس کی جمع ادويَةُ ہے۔ الدِوا (دال مکسور) بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ الدِّواء دَاوَاهُ مُداواةً ودِواءً: کا مصدر ہے۔
الدَّوَى (یاء مقصور) مرض اور بیماری۔
قَـدْ دَوِیَ: وہ بیمار ہوا۔ اس کا باب صَدِیَ ہے۔ أَدْوَاه غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے بیمار کر دیا۔
دَاوَاهُ: اس نے اس کا علاج کیا۔ کہا جاتا ہے کہ فـلان يُـدْوِیُ ويُـداوِی: فلاں شخص علاج کرتا ہے۔ تَـدَاوَى بـالشَّـیْیِ: کسی چیز سے علاج کرنا۔
دَوِیُّ الرِّيْحِ: ہوا کی سنسناہٹ، آواز۔ اسی طرح دوی النَّـخْـلِ: کھجور کے درخت کی سرسراہٹ۔
دَوِی الطَّـائِر: پرندے کی چہک۔
الدَّو اة: (دال مفتوح) دوات، اس کی جمع دوًی ہے۔ جس طرح نواة (گٹھلی) کی جمع نوًی ہے۔ دُوِیٌّ بمعنی دوائیں فُعُوْلٌ کے وزن پر جمع الجمع ہے۔ اس کی مثال صفاة، صفًا اور صُفِیٌّ ہے۔ ثَـلاثُ دویاتٍ الی العَشْرِ: تین سے لے کر دس دواتیں۔
الدَّوُّ، الدَّوِیُّ والدَّوِيَّةُ: جنگل۔
د ی ص—الـدَّائِـصُ: چور، اس کی جمع الدَّاصَةُ ہے۔
د ی ک: مُرغ، اس کی جمع دِيَكَةٌ اور دُيُوكٌ ہے۔
د ی م—الدِّيْمُ: وہ بارش جس میں کڑک نہ ہو اور نہ بجلی ہو۔ اس کا کم سے کم دورانیہ ایک تہائی دن ہوتا ہے یا ایک تہائی رات۔ اور زیادہ سے زیادہ جتنی ہو اس کی جمع دِيَمُ ہے، حدیث شریف میں ہے: كان عَمَلُهُ ديمَةً: آپ ﷺ کا عمل دائمی ہوتا تھا۔
مَفَازةٌ دَيْمُوْمَةٌ: دور دست جنگل، دور فاصلے پر واقع جنگل۔
د ی ن—الـدَّيْـنُ: قرض، اس کی جمع

الـدُّيُـوْنُ ہے۔
قَـدْ دَانَـهُ: اس نے اسے قرض دیا ہے۔
اس کا اسم فاعل مُدِيْنٌ یعنی قرض دینے والا
اور مدیُن بمقروض۔
دَانَ: اس نے قرض لیا۔ اس کا اسم فاعل
دائن یعنی قرض لینے والا، ان دونوں کا
باب بَاعَ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ 'دان' قرض دینے اور قرض
لینے کے معانی میں مشترک لفظ بن گیا۔ اسی
طرح الدّائن.
رَجُـلٌ مَـدْيُوْنٌ: جس شخص کے سر قرض
ہو۔ اور مِدْیان وہ شخص قرض لینے کا عادی
ہو۔ اَدَانَ فُـلانٌ: فلاں شخص نے ایک
وقت مقررّہ تک کے لئے قرض دیا۔ چنانچہ
کہا جاتا ہے کہ اَدِنِّي عَشَرَةَ دَرَاهِمَ:
مجھے دس درہم قرض دو۔
اَدَّان: (دال مشدّد) قرض مانگنا یا قرض
لینا۔ اس کا باب افتعال ہے۔ حدیث
شریف میں ہے: اِدَّانَ مُعْرِضًا: اس نے
منہ اُٹھا کے بغیر سوچے سمجھے قرض لے لیا۔
الـمُـعْـرِضُ کا ذکر مادہ 'ع ر ض' کے
ذیل میں درج ہوا ہے۔
تَـدَايَـنُـوا: انہوں نے قرض پر ایک
دوسرے سے لین دین کیا۔ اِسْتَدَان: اس
نے قرض مانگا۔
دَايَنْتُ فُلَانًا: میں نے فلاں شخص کو قرض
دے دیا۔ یا اس سے قرض لے لیا۔
الـدِّيْـنُ: دین، طریق زندگی، عادت،
شان۔ دانَـهُ يَـدِيْـنُـهُ دِيْـنًا (دال
مکسور) اس نے اسے ذلیل کیا اور اپنا غلام
بنایا۔ حدیث شریف میں ہے: اَلْـكَـيِّسُ
مَـنْ دَانَ نَـفْـسَـهُ وعَمِـلَ لِمَا بعد
المَوتِ: عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس
کو قابو کیا اور مرنے کے بعد کی زندگی کے
لئے عمل کیا۔
الـدِّيْـن کا معنی جزا اور بدلہ بھی ہے۔ کہا
جاتا ہے: دَانَـهُ يَـدِيْـنُـهُ دَيْـنًا: اس نے
اسے بدلہ دیا۔ اسی طرح مثل ہے: كَدِيْنُ
تُـدَان: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ قول
خداوندی ہے: اِنَّـا لَمَدِيْنُوْنَ: کیا ہمیں
بدلہ ملے گا اور ہمارا محاسبہ ہوگا۔ الدَّيَانُ:
صفت باری تعالیٰ۔ بہت زیادہ دینے والا،
دیالو۔
المَدِيْنُ: مقروض، غلام۔
المَدِيْنَةُ: لونڈی۔ گویا ان دونوں غلام
اور لونڈی کو کام نے غلام بنا کے رکھ دیا
ہے۔
دَانَـهُ: اس کا مالک بنا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی
لفظ سے مَـدِيْـنَـةٌ بمعنی شہر مشتق ہے۔
الدِّيْنُ کا معنی فرماں برداری اور اطاعت
بھی ہے مثلاً: دَانَ لَهُ يَدِيْنُ دِيْنًا اس نے
اس کی اطاعت کی۔ انہیں معنوں میں لفظ

دِیْنَ بنا ہے جس کی جمع اَدْیَانٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دَانَ بکذا: اس نے فلاں دین اختیار کر لیا۔ ایسے شخص کو دَیِّنٌ کہیں گے۔ تَدَیَّنَ بہ: اس نے وہ دین اختیار کیا۔ اس کا اسم فاعل مُتَدَیِّنٌ ہے۔ دَیَّنَهُ تَدْیِیْنًا: اس نے اسے دین کی طرف موڑا یا اس کو اس کے دین کے سپرد کر دیا۔

باب الذال

ذ أ ب—الذِّئبُ: بھیڑیا۔اس میں ہمزہ کو بطور حذف لین بھی پڑھا جاتا ہے لیکن اصلاً یہ مہموز ہے۔اس کا مؤنث کا صیغہ الذئبة ہے۔

اَرْضٌ مَذْأَبَةٌ: بھیڑیوں بھری زمین۔ مَذْأَبَةٌ بروزن مَتْرَبَةٌ ہے۔ ذَؤُبَ الرَّجُلُ: آدمی خباثت اور چالاکی اور پھرتی میں بھیڑیا کی طرح بن گیا۔

ذ أ ر—ذَئِرَ: (جسارت کرنا) اس نے جسارت کی۔ حدیث شریف میں ہے: ذئِرَ النِّسَاءُ عَلَی اَزْوَاجِهِنَّ: بیویوں نے اپنے خاوندوں کے ساتھ گستاخی کی جسارت کی۔ ذئِر میں ہمزہ مکسور ہے۔

ذ أ م—الذَّأم: عیب، یہ لفظ مہموز بھی ہے اور غیر مہموز بھی۔کہا جاتا ہے کہ ذَأمَهُ کا باب قطع ہے اور معنی یہ ہے کہ اس نے اسے حقیر اور معیوب سمجھا۔ اس سے اسم مفعول مذءُومٌ ہے۔

ذ ا—ذا: یہ اسم اشارہ مذکر، ذِیْ مؤنث کا صیغہ ہے مثلاً: کہتے ہیں ذی اَمَةُ اللّٰہ: یہ اللہ کی باندی ہے۔اور اگر تم اس پر تنبیہ کے لئے ھا داخل کرو تو کہیں گے ھٰذا زَیْدٌ وھٰذِہٖ اَمَةُ اللّٰہ کہ یہ زید ہے اور یہ امۃ اللّٰہ ہے۔ھٰذِہٖ میں ھا متحرک ہے۔ ذا کا تثنیہ ذَانِ ہے۔ چونکہ دو ساکن الف کا اجتماع درست نہیں اس لئے ایک الف گر گئی۔جس نے 'ذا' کا الف گرا دیا وہ اِنَّ ھٰذَیْنِ لَسَاحِرَان: پڑھے گا اور اس کا اعراب کرے گا۔اور جس نے تثنیہ کا الف گرا دیا وہ پڑھے گا: اِنْ ھٰذانِ لَسَاحِرَان: کیونکہ ذا کے الف کا اعراب نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صورت حال بلحارث بن کعب کی قراءت کے مطابق ہے۔اس کی جمع اُولاء ہے۔ جس میں واحد کے لفظ کی رعایت نہیں کی گئی ہے۔اگر تم اسے مخاطب بنانا چاہو تو اس کے آخر میں 'ک' کا اضافہ کریں گے اور کہیں گے ذاک وذٰلک۔اس میں لام زائدہ ہے۔اور ک مخاطب کے لئے ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مشارٌ الیہ قریب نہیں بلکہ بعید جگہ ہے۔اور اس کا اعراب نہیں کیا جاتا۔ ذاک پر ھاء داخل کر کے اسے ھٰذاک زیدٌ پڑھا جاتا ہے۔البتہ ذٰلک پر ھا داخل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اولٰئک پر داخل کیا جاتا ہے،اور نہ ہی تِلک پر ھاء داخل ہوتا ہے۔ذی

(مؤنث) پر بھی کاف داخل نہیں ہوتا۔ البتہ تاء پر کاف داخل ہوتا ہے۔ اور تِیکَ کہہ سکتے ہیں اور اسی طرح تلک کہہ سکتے ہیں۔ لیکن

ذِیکَ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایسا کہنا غلط ہو گا۔ تثنیہ میں رفعی حالت کی صورت میں ذانک اور نصبی اور جری حالت میں ذیْنِکَ کہہ سکتے ہیں۔ شاید ذَانِّکَ (نون مشدد) اور مؤنث کے لئے تانِکَ اور تانّک کہنا بھی درست ہو۔ ان کی جمع اُولٰئِکَ ہے۔ کاف کا حکم تاء کے بیان میں گزر چکا ہے۔

ذ ب ب-الذَّبُّ: روکنا اور دور ہٹانا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الذُّبَّانَةُ: (ذال مضموم اور باء مشدد اور 'ۃ' سے پہلے نون) مکھیاں۔ اس کا واحد کا صیغہ الذُباب ہے، اسے ذِبَانَۃٌ نہیں کہنا چاہئے، یعنی ذال مکسور۔ الذُباب کی جمع قلت اَذِبَّۃٌ ہے۔ اور جمع کثیر ذِبّانٌ ہے۔ اس کی مثال غُرَابٌ سے اَغْرِبَۃٌ اور غِرْبَانٌ ہے۔ ابو عبیدہ کا قول: اَرْضٌ مَذَبَّۃٌ: مکھیوں بھری زمین۔ (میم اور ذال مفتوح) الفراء کا قول: اَرْضٌ مَذْبُوبَۃٌ بروزن وحش سے مُوحُوشَۃٌ المِذَبَّۃُ (میم مکسور) مورچھل یا چنور۔

الذَبْذَبُ بروزن المَذْهَبُ: مذکر۔ تردد: تھرتھراہٹ۔

المُذَبْذَبُ: متردد شخص یا ڈانواں ڈول (دو باتوں کے درمیان)۔

ذ ب ح-الذَّبْحُ: ذبح کرنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الذِّبْحُ: (ذال مکسور) ذبح ہونے والا جانور۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ۔

الذَّبِيحُ: ذبح ہونے والا۔ اس کی مؤنث ذبیحۃٌ ہے۔ اس کی 'ۃ' اس پر اسم کے غلبہ کی وجہ سے ہے۔

تَذَابَحَ الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کو ذبح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ التَّمادُحُ التَّذَابُحُ ایک دوسرے کی تعریف کرنا، ایک دوسرے کو ذبح کرنا ہے۔

المَذَابِحُ: قربان گاہ۔ اسے قربانیوں کی نسبت سے یہ نام دیا گیا ہے۔ الذُّبَحَۃُ بروزن الهُمَزَۃُ: حلق میں درد۔ یہ ابوزید کا کہنا ہے۔ ورنہ عام لوگ اسے باء ساکن کے ساتھ الذُبْحَۃُ پڑھتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الدِّیوَان میں الذُّبْحَۃُ باء ساکن کے ساتھ لکھا ہے۔ الازہری نے اصمعی سے نقل کیا ہے اور اصمعی نے ابوزید سے کہ الذُّبْحَۃُ باء سکون کے ساتھ ہے۔ لیکن ابوزید سے روایت ہے کہ یہ باء مفتوح

یعنی الذَّبحۃُ ہے۔

ذ ب ر-الذَّبْرُ: کتابت، لکھائی، اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اصمعی نے ابُو ذُؤَیب کا ایک شعر پڑھا ہے:

عَرَفْتُ الدِّیَارَ کَرَقْمِ الدَّواۃِ
یَذْبُرُھا الکَاتِبُ الحِمیَرِیُّ

"میں نے (اُجڑے) گھروں کو اس طرح پہچانا گویا وہ اس سیاہ لکھائی کی طرح تھے جسے حمیری کاتب نے لکھا ہو"

میرا کہنا ہے کہ الازہری کے بیان کے مطابق ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ: زَبَرْتُ الکِتاب وذَبَرْتُهُ کا معنی ہے میں نے کتاب لکھی۔ اور اصمعی کا کہنا ہے کہ: زَبَرْتُ الکتابَ کا معنی تو 'میں نے کتاب لکھی' ہے لیکن ذَبَرْتُهُ کا معنی ہے 'میں نے کتاب پڑھی'۔ میرا کہنا ہے کہ شعر میں ذَبَرَ کا معنی پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

ذ ب ل-الذَّبْلُ: (ذال مفتوح) ہاتھی دانت کی طرح کی کوئی چیز ہے۔ یہ سمندری کچھوے کی پیٹھ ہے یا پیٹھ کی ہڈی جس سے کنگن بنائے جاتے ہیں۔

الذُّبَالۃ: بتی۔ اس کی جمع الذُّبَالُ ہے۔

ذَبَلَ البَقْلُ: سبزی مُرجھا گئی۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

ذَبُلَ: (باء مضموم) ان دونوں صیغوں سے اسم فاعل ذابِل ہوگا۔ باب فَعُلَ سے اسم فاعل الذَّابِلُ عجیب بات ہے۔ یا نادر بات ہے۔ اور خلاف معمول ہے۔

ذ ح ل-الذَّحْلُ: کینہ، دشمنی۔ کہا جاتا ہے طَلَبَ بِذَحْلِهِ: اس نے اس سے خون بہا کا مطالبہ کیا۔ اس کی جمع ذُحُولٌ ہے۔

ذ خ ر-الذَّخِیرَۃُ: ذخیرہ، اس کی جمع ذخائر ہے۔

ذَخَرَ یَذْخَرُ ذُخْرًا: جمع کرنا۔ اِذَّخَرَ کا بھی یہی معنی ہے۔

الإِذْخِرُ: اذخر ایک گھاس کا نام ہے۔ اس کا واحد اِذخرہ ہے۔

ذ ر ا-ذَرَا: پیدا کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اسی سے لفظ الذُّرِّیَّۃُ: مشتق ہے۔ اس کا معنی جن اور انسان کی نسل ہے۔ اس میں اصل میں سے ہمزہ کو ترک کیا گیا ہے۔ اس کی جمع الذَّرارِیّ (یاء مشدد) ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ذَرْءَ النَّارِ:[1] یعنی وہ آگ کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ جس نے اسے ذَرْوَ النَّارِ: پڑھا یعنی بغیر ہمزہ کے تو اس کی مراد یہ ہے کہ یہ لوگ آگ میں پھلا دیئے جائیں گے۔ مِلْحٌ ذَرْوَانِيٌّ وذَرْءانِيٌّ (راء ساکن و مفتوح اور الف ممدود) کا معنی سفید

[1] یہ کلمات حضرت عمرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو لکھ بھیجے تھے کہ لأطَلِّکُمْ آل المغیرۃ ذَرْءَ النَّارِ۔ (مترجم)

فام نمک ہے۔ اسے اَنْذَرَانِیُّ نہیں کہنا چاہئے۔

ذ ر ح-الذُّرَّاحُ: بروزن اور التُّفَّاحُ اورالذُّرُوحُ بروزن السُّبُّوحُ سرخ رنگ کا ایک کیڑا جس پر کالے نقطے ہوتے ہیں۔ یہ زہروں میں سے ایک زہر ہے۔ اس کی جمع ہے: الذَّرَارِیحُ۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ الذَّرَارِیحُ کا واحد ذُرَحْرَحٌ ہے جو بروزن مُدَحْرَجٌ ہے۔ سیبویہ کے ہاں فُعُّول کے وزن پر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ وہ سبُّوحٌ قُدُّوسٌ کو پہلے حرف کی فتحہ کے ساتھ سَبُّوحٌ اور قَدُّوسٌ کہتا تھا۔

ذ ر ر-الذَّر: سب سے چھوٹی چیونٹی اس کا واحد ذَرَّۃٌ ہے۔ اسی نسبت سے ذَرّ نام رکھا جاتا ہے اور ابو ذر کنیت رکھی جاتی ہے۔ ذُرِّیَّۃُ الرَّجُلِ: آدمی کی اولاد، اس کی جمع الذَّرَارِیُّ اور الذُّرِّیَّاتُ ہے۔ ذَرَّ الحَبَّ والمِلْحَ والدَّواءَ: اس نے دانوں نمک اور دواء کو چھانٹ لیا یا الگ الگ کرلیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی سے لفظ الذَّرِیرَۃُ اور الذَّرُوْرَۃُ مشتق ہیں (ذال مفتوح)۔ الذَّرُوْرَۃُ، الذَّرِیرَۃُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ ان کی جمع اَسِرَّۃٌ کے وزن پر اَذِرَّۃٌ ہے۔

ذُرِّیَّۃ: دیکھئے بذیل مادہ (ذ ر ا)۔

ذ ر ع-ذِرَاعٌ: ہاتھ، بازو۔ مذکر اور مؤنث دونوں۔

الذِّرَاعُ: گز جس سے پیمائش کی جاتی ہے۔ ذَرَعَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا ناپا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ذَرَعَهُ القَیْئُ: اس پر قے کا غلبہ ہوا۔

ضَاقَ بالأمرِ ذَرْعًا: وہ کام نہ کرسکا اور نہ اس میں اس کے کرنے کی قوت تھی۔ الذَّرْعُ کے اصل معانی تو ہاتھ پھیلانا ہے۔ گویا تمہاری مراد یہ ہے کہ اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن وہ اس تک پہنچ نہیں پایا۔ شاید لوگوں نے ضَاقَ بِهِ ذِرَاعًا کہا ہو۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ الثَّوْبُ سَبْعٌ فی ثمانیۃ یعنی کپڑا سات ضرب آٹھ ہے، تو سبع اس لئے کہا کہ الاذرُعُ مؤنث ہے۔ سیبویہ نے کہا کہ الذِّرَاعُ مؤنث ہے اور اس کی جمع الاذرُع ہے اور بس۔ اس کے سواء اور کوئی بات نہیں ہے۔ البتہ ثمانیۃٌ مؤنث صرف اس لئے کہا کہ الأشبار مذکر ہے یعنی اس کا واحد شبرٌ مذکر ہے۔ التَّذرِیعُ فی الشَّیْئِ کا معنی دونوں ہاتھوں کا ہلانا۔

الذَّرِیعۃ: وسیلہ، ذریعہ (اردو میں یہ لفظ مستعمل ہے)۔ قَدْ تَذَرَّعَ فُلانٌ بِذَرِیعَۃٍ: یعنی اس نے کسی وسیلہ سے کوئی ذریعہ تلاش کیا یا کوئی چیز حاصل کی۔ اس کی جمع الذَّرَائِعُ ہے۔

قَتْلٌ ذَرِيعٌ: فوری قتل۔
اَذْرِعَاتٌ: (راء مکسور) شام کی ایک جگہ کا نام جہاں کی شراب مشہور ہے یہ جگہ عرفات کی طرح مشہور ومعروف ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ عربوں میں سے کچھ لوگ اَذْرِعَاتٍ کو منوّن کر کے نہیں بولتے وہ صرف اذرعاتُ کہتے ہیں۔ میں نے اذرِعات (راء مکسور) کو بغیر تنوین دیکھا ہے۔ اس سے صفت نسبتی اَذْرِعِیّ ہے۔

ذ ر ف — ذَرَفَ الدَّمْعُ: آنسو ٹپکا۔ اس کا باب ضَرَبَ و ذَرْفاناً بھی ہے جو راء مفتوح کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ذَرَفَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہوئے۔

ذ ر ق — ذَرْقُ الطَّائِر: پرندے کی بیٹ۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

ذ ر ا — الذَّرا: (ذال مفتوح) ہر وہ بات یا چیز جس کے ذریعے تم پناہ لو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَنَا فِي ظِلِّ فلانٍ وفِي ذَرَاهُ: یعنی میں فلاں شخص کے زیر سایہ ہوں اور اس کی پناہ میں ہوں۔
ذُرَى الشَّيْئِ: چیز کا چوٹی کا حصہ۔ اس کا واحد ذُروَةٌ ہے۔ (ذال مضموم اور مکسور)،
ذَرَوْتُ الشَّيْئَ: میں نے چیز اُڑا دی اور اسے لے گیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔
الذَّارِيَاتُ: ہوائیں۔ ذَرَتِ الرِّيحُ التُّرابَ وَغَيْرَهُ: ہوا نے مٹی وغیرہ اُڑائی۔ اس کا باب عَدَا اور رَمٰی ہے۔ اسی سے لوگ کہتے کہ ذَرَى النَّاسُ الحِنْطَةَ: لوگوں نے گندم سے بھوسا الگ کر کے صاف کر دی۔
اسْتَذْرَى بالشَّجَرَةِ: اس نے درخت کے سائے میں آرام کیا یا پناہ لی۔ یا وہ درخت کے سائے میں بیٹھا۔ اور اس کی پناہ میں ہو گیا۔
اسْتَذْرَىٰ بفلانٍ: اس نے اس سے التجا کی۔ اور اس کی پناہ میں آ گیا۔
تَذْرِيَةُ الأكداس: اناج کے ڈھیروں یا انباروں کا صاف کرنا۔
المِذْرَىٰ: کنارے دار لکڑی جس سے اناج اور اناج کے تہ بہ تہ ڈھیر صاف کئے جاتے ہیں۔ اسی سے لفظ ذَرّی مشتق ہے جس کا معنی وہ معدنی مٹی ہے جس میں سونے کے ذرات تلاش کئے جاتے ہیں۔
الذُّرَةَ: مکئی، اس کے دانے بھی کھائے جاتے اور اس کا آٹا بھی پیسا جاتا ہے۔
اَذْرَتِ العَيْنُ: آنکھ سے آنسو کا ٹپکنا۔

ذ ع ر — ذَعَرَهُ: اس نے اسے ڈرا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم الذُّعْرُ ہے، بمعنی خوف اور ڈر بروزن العُذْرُ. اس کا اسم مفعول مَذْعُورٌ ہے، بمعنی خوفزدہ، ڈرا سہا ہوا۔

ذ ع ن - اَذْعَنَ لَهُ: وہ اس کا فرماں بردار بن گیا اور جھک گیا۔

ذ ف ر - الذَّفَرُ: (ذال اور فاء مفتوح) ہر طرح کی بو، عطر کی خوشبو ہو یا غلاظت کی بدبو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: مِسْکٌ اَذْفَرُ: بودار مشک۔ اس کا وزن طرِبَ ہے۔ رَوْضَةٌ ذَفِرَةٌ: (فاء مکسور) خوشبودار باغیچہ۔

الذَّفَرُ: بغل گندہ، بغلوں سے نکلنے والی بدبو۔ رَجُلٌ ذَفِرٌ: بغل گند والا، اور بدبو والا آدمی۔

ذ ق ن - ذقنٌ: ٹھوڑی، ڈاڑھی۔

ذ ک ر - الذَّکَرُ: نر، انثیٰ کی ضد۔ اس کی جمع ذُکُورٌ ذُکْرَانٌ اور ذِکَارَةٌ اس کی مثال حجر سے حجارۃٌ ہے۔ سَیْفٌ ذَکَرٌ و مُذَکَّرٌ: آبدار تلوار، پانی لگی ہوئی تلوار۔ ابوعبیدہ کا کہنا ہے: ھِیَ سُیُوْفٌ شَفْرَتُھا حَدِیْدٌ ذَکَرٌ ومُتونُھا حَدِیْدٌ اَنِیْثٌ: یہ تلواریں ہیں جن کی دھار آبدار فولاد کی ہے اور ان کی پشت گند لوہے کی ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ جنوں کی کارگیری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: ذَھَبَتْ ذُکْرَةُ السَّیْفِ: تلوار کی آب جاتی رہی۔

ذُکْرةُ الرَّجُلِ: آدمی کی حدت، تیزی و طراری۔ التَذْکِیر، تانیث کی ضد ہے۔

الذِّکْرُ والذِّکرَی اور الذُّکْرَةُ: یاد داشت۔ نسیان یعنی بھول کی ضد۔ تم کہہ سکتے ہو کہ: ذَکَرْتُهُ ذِکْرَی غَیْرَ مُجْراةٍ واجعَلْهُ مِنک علی ذُکْرٍ ذِکْر: (ذال مضموم ومکسور دونوں کا ایک ہی معنی ہے)۔ الذِّکْرُ: شہرت، آوازہ اور تعریف۔ قول خداوندی ہے: صٓ وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ: ''صٓ! شرف والے قرآن کی قسم۔''

ذَکَرَہُ بَعْدَ النِّسیان: اسے بھولنے کے بعد یاد آیا۔ ذَکَرَہ بِلِسانِه وبقلبِه، یَذْکُرُہُ ذِکْرًا وذُکْرَةً وذِکْرَی: اس نے اپنی زبان اور اپنے دل سے اس کا ذکر کیا۔ تَذَکَّرَ الشَّیْئَ: اسے کوئی چیز یاد آگئی۔ أذْکَرَه غَیرَہُ: اس نے کسی اور کو یاد دلایا۔ ذَکَّرَہُ کا بھی یہی معنی ہے۔ وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ: اور اسے بھول جانے کے بعد یاد آیا۔ اصل میں یہ لفظ اذْتَکَرَ تھا۔ اس میں ادغام کے باعث اِذَّکَرَ بن گیا۔ التَّذْکِرَةُ: وہ دستاویز یا چیز جس کے ذریعے کوئی ضرورت یاد دلوائی جائے۔

ذ ک ا - الذَّکَاءُ: (الف ممدود) دل کی گرمی۔ قَدْ ذَکِیَ الرَّجُلُ: (کاف مکسور) ذَکاءً: آدمی ہوشیار ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل ذَکِیٌّ ہے بروزن فَعِیْل.

التَّذْکِیَةُ: ذبح کرنا۔

تَذْكِيَةُ النَّار: آگ بھڑکنا اور بھڑکانا۔
ذَكَتِ النَّارُ تَذْكُو ذَكًا: (الف مقصور) آگ بھڑک اٹھی۔ اَذْكَاهَا: کسی اور نے اسے بھڑکایا۔

ذ ل ق — ذَلِقَ اللسان: اس کا باب طَرِب ہے۔ زبان تیز ہوگئی۔ اسے ذَلْقَ اللِّسَانُ: زبان کی لغزش بھی کہا جاتا ہے۔ (لام مضموم)۔ اس کا مصدر ذَلْقًا ہے۔ بروزن ضَرْب، اسم فاعل ذَلِيْقٌ اور اسم الذَّلَاقَةُ ہے۔

ذ ل ل — الذُّلُّ: العِزُّ کی ضد، ذلّت و خواری۔ قَدْ ذَلَّ يَذِلُّ (ذال مکسور) ذُلًّا وذِلَّةً وَمَذَلَّةً اس کا اسم فاعل ذلیل ہے جس کی جمع اَذِلَّاءُ اور اَذِلَّةٌ ہے۔

الذِّلُّ: (ذال مکسور) نرمی۔ یہ الصُّعُوْبَةُ کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے دَابَّةٌ ذَلُوْلٌ. سیدھا ہوا جانور۔ اس کی جمع ذُلُلٌ ہے۔

اَذَلَّهُ وذَلَّلَهُ[1] وتَذليلًا: اللہ اسے خوب ذلیل کرے۔ استذَلَّهُ: ان تمام صیغوں کا ایک ہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا: اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے ہوں گے۔

تَذَلَّلَ لَهُ: وہ اس کے آگے جھکا۔

ذ م م — الذَّم: المَدْح کی ضد، اس کا باب رَدّ ہے۔ اسم فاعل صفت مشبّہ ذمیم ہے۔

[1] ذَلَّ اللهُ. (مترجم)۔

الذِّمَام: حُرمت، عزّت۔
اَهْلُ العَقْدِ: مُعاہد، ذمّی لوگ۔ ابوعبید نے کہا کہ الذِّمَّةُ کا معنی اَمَانَ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِم اَدْنَاهُمْ: ادنیٰ مسلمان بھی امان دینے کا مجاز ہے اور اس کی امان نافذ العمل سمجھی جائے گی۔

اَذَمَّهُ: اس نے اسے پناہ دی۔ اور یہ معنی بھی ہے کہ اَذَمَّهُ: اس نے اسے مذموم پایا۔

اَذَمَّ الرَّجُلُ: آدمی نے قابل مذمت حرکت کی۔ حدیث شریف میں ہے: مَا يُذْهِبُ عَنِّي مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ فَقَالَ غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ:[1] (ذال مفتوح و مکسور) رضاعی ماں کی اجرت کی ادائیگی کی ذمہ داری۔ امام النخعی نے اس حدیث شریف کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگ بچے کا دودھ چھڑانے کے وقت چاہتے تھے کہ دایہ یعنی دودھ پلانے والی عورت کو مقررہ یا مروجہ مزدوری کچھ دے دلا کر فارغ کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا مدعا یہ ہے کہ گویا آپ ﷺ پوچھ

[1] ترجمہ: مجھے رضاعی ماں کے حق کی ادائیگی کی ذمہ داری کس طرح پوری ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بُردہ دے کر غلام ہو یا لونڈی، یعنی رضاعت کی اجرت کے علاوہ بچے کے دودھ چھڑاتے وقت رضاعی ماں کو ایک بردہ وہ غلام ہو یا لونڈی دے کر یہ ذمہ داری پوری ہو سکتی ہے۔

رہے ہیں کہ اس عورت کے حق کی ادئگی سے کون بری الذمہ کرے گا جس نے مجھے دودھ پلایا تا کہ میں اس کے پورے اجر کی ادائگی سے بری الذمہ قرار پاؤں۔

البُخل مُذَمَّةٌ: بخل قابل ملامت فعل ہے۔(ذال مفتوح) یہ لفظ المَحْمَدَةُ کی ضد ہے۔ استَذَم الرجُلُ إلَى النَاسِ: آدمی نے لوگوں کے لئے قابل مذمت کام کیا۔ وَتَذَمَّمَ: اسے عار محسوس ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ: لَوْلَمْ اَتْرُكِ الكَذِبَ تأثما لَتَركْتُهُ تَذَمُّمًا: اگر میں جھوٹ بولنا گناہ سمجھتے ہوئے نہ چھوڑوں تو اسے قابل مذمت ہونے کے پیش نظر تو ضرور چھوڑوں گا۔ رَجُلٌ مُذَمَّمٌ: سخت مذموم انسان۔

ذ م ا—الذَّمَاءُ: (الف ممدود) مذبوح جانور میں باقی ماندہ جان۔

ذ ن ب—التذنوبُ: مَفْعُول کی طرح نیم پختہ کھجور جو پکنے کے قریب ہو۔ قَدْ ذَنَّبَتِ البُسْرَةُ—تَذْنِيبًا: بسرۃ: کھجور یعنی نیم پختہ یا ادھ پکی کھجور پکنے کے قریب ہو گئی۔ ایسی کھجور کو مُذَنِّبَةٌ کہتے ہیں۔

الذَّنُوبُ: حصہ اور پانی سے بھرا ڈول بھی۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اس کا معنی بھرنے کے قریب پانی بھرا ڈول ہے۔ مؤنث اور مذکر کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ اسے هِيَ فَارِغَةٌ ذَنوبٌ نہیں کہا جاتا۔

ذ ہ ب—الذَّهَبُ: سونا، قیمتی معدن۔ شَيْئٌ مُذَهَّبٌ ومُذْهَبٌ: ایسی چیز جس پر سونے کا پانی چڑھا ہو۔ یعنی سنہری چیز۔ ذَهَبَ يَذْهَبُ ذَهَابًا وذُهُوبًا ومَذْهَبًا: جانا، گزرنا۔ مَذهب میم مفتوح ہے۔

ذ ہ ل—ذَهَلَ عَنِ الشَّيْئِ: وہ بھول گیا۔ یا اس نے اس سے غفلت برتی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ذَهِلَ (ھاء مکسور) ذُهُولًا کا بھی یہ معنی ہے۔

ذ ہ ن—الذِّهْنُ: ذہانت، یاد داشت و حافظہ۔

الذَّهَنَ: (ذال اور ھا دونوں مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔

ذ و—ذُوْ: بمعنی صاحب۔ یہ لفظ بطور مضاف ہی آتا ہے۔ اگر تم اسم نکرہ کو اس کی صفت بناؤ تو براہ راست اسم نکرہ کی طرف اسے مضاف کریں گے اور اگر اس کی صفت اسم معرفہ ہو یعنی معرّف باللام ہو تو پھر آپ اسے الْ کی طرف مضاف کریں گے البتہ اس کا ضمیر کی طرف مضاف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی زید وغیرہ قسم کے اسماء کے ساتھ اس کی اضافت جائز ہے۔ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ مَدَرتُ بِرَجُلٍ ذي

مالٍ وبِامرأةٍ ذات مالٍ وبرجلين ذوَیْ مالٍ (واؤ مفتوح)۔قول خداوندی ہے:أَشْهِدُوْا ذَوَی عدلٍ منكم وَبِرِجَالٍ ذَوِیْ مال (واؤ مکسور) وبِنِسْوَةٍ ذَوَاتِ مالٍ اوریَا ذواتِ المال (تاء مکسور) بجائے منصوب جس طرح مُسْلِمَاتٌ کی 'ت' منصوب کی حالت میں بھی مکسور ہوتی ہے۔ذُو کی اصل ذَوَیٌ ہے جس طرح عصًا ہے۔ البتہ لوگوں کا ذَاتَ مرّةٍ کہنا اور ذَاصَباحٍ کہنا تو یہ ظرف زمان ہونے کی وجہ سے ہے۔مثلاً: یہ کہتے ہیں کہ لقِیتُهُ ذَاتَ یَوْمٍ وذاتَ لَیْلَةٍ وذَا غَدَاةٍ وذاتَ العِشَاءِ وذَاتَ مرّةٍ اور ذا صَبَاحٍ وذا مَسَاءٍ (دونوں میں بغیر 'ت' کے)۔لیکن ذات شَهْرٍ اور ذات سَنَةٍ نہیں کہتے۔لوگوں کا ذَیْتَ وذَیْتَ کہنا کَیْتَ، کَیْتَ کی طرح ہے۔

ذ و ب-ذَابَ: پگھل گیا، یہ جَمَدَ: جم گیا، کی ضد ہے اور اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے:أذَابَهُ غیرُهُ: اسے کسی اور نے پگھلا دیا۔ اور ذَوَّبَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ذَابَ لَهُ علیه منَ الحقّ کذا کا معنی ہوگا، اس کے ذمے اتنا حق واجب ہو گیا اور ثابت ہو گیا۔

ذ و د-الذَّوْدُ: تین سے لے کر دس تک اونٹ۔ یہ صیغہ مؤنث ہے۔ اس کا لفظاً واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ البتہ کثرت کے لئے اَذْوَادٌ کہا جاتا ہے۔ضرب المثل ہے: الذَّوْدُ إلَى الذَّوْدِ إبِلٌ یعنی جب تھوڑے کو تھوڑے میں جمع کریں تو بہت بن جاتا ہے۔ یہاں 'إلَی' 'مع' کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ذَادَه عَنْ كذا یَذُودُه، ذِیادًا: (ذال مکسور)، اس نے اسے دور کیا۔

وَذَادَ الإبلَ: اس نے اونٹ کو ہانکا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ ذَوَّدَهَا تَذْوِیدًا کا بھی یہی معنی ہے۔

ذ و ق-ذَاقَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو چکھا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس کا مصدر ذَوَاقًا (ذال مفتوح) وَمَذَاقًا ومَذَاقَةً

مَا ذَاقَ ذَوَاقًا: (ذال مفتوح) اس نے کچھ نہیں چکھا۔

وذَاقَ ما عِنْدَ فُلانٍ: اس نے اس کو خبر دے دی۔ أذَاقَهُ اللهُ وَبَالَ أمْرِهِ: اللہ اس پر اس کے کام کا وبال ڈالے۔

وتَذَوَّقَهُ: اس نے اسے یکے بعد دیگرے مزہ چکھایا۔

أمْرٌ مُسْتَذَاقٌ: مجرب اور آزمائی بات یا معاملہ۔الذَّوَّاقُ: ملول، آزردہ۔

ذ و ی-ذَوَی البَقْلُ یذوی: (ذال مکسور) ذُوِیًّا (ذال مضموم اور یاء مشدد)

سبزی جھلس گئی یا مرجھا گئی۔ اس کا اسم فاعل ذَاوٍ ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ اسے ذَوِیَ نہیں کہنا چاہئے (یعنی واو مکسور نہیں ہے) یونس کا کہنا ہے کہ ذَوِیَ (واو مکسور) بھی ایک لہجہ ہے۔

اَذْوَاهُ الحَرُّ: گرمی نے اسے جھلسا دیا، یا مرجھا دیا۔

ذیاد: دیکھئے بذیل مادہ 'ذ و د'.

ذ ی ت: ابوعبیدہ کا قول ہے کہ کَانَ من الأمرِ ذَیْتَ وذَیْتَ یعنی کَیْتَ وکَیْتَ: معاملے میں کوئی نہ کوئی بات تھی۔ یا دال میں کچھ کالا تھا۔ یا معاملے میں فلاں فلاں بات تھی۔

ذ ی ع-ذَاعَ الخَبَرُ: خبر پھیل گئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اس کا مصدر ذُیُوْعًا وذَیْعُوْعَةً اور ذَیَعَانًا ہے۔ (یاء مفتوح) اَذَاعَهُ غیرُه: کسی دوسرے نے خبر پھیلا دی۔

المِــذْیَــاعُ: (میم مکسور) جو راز نہ چھپائے۔ حدیث شریف میں ہے: لَیْسُوْا بالمَذَایِیْعِ: وہ راز کو افشاء کرنے والے نہیں ہیں۔

ذ ی ل-الذَّیْلُ: قمیض، دامن۔ اس کی جمع اَذْیَال ہے اور ذُیُوْل ہے۔ الاذالة: کمزور کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ اَذَالَ فَرَسَهُ وَغُـلَامَــهُ: اس نے اپنے گھوڑے کی مناسب دیکھ بھال نہ کر کے انہیں لاغر کر دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: نَهَى عَنْ اِذَالَة الخَیْل: کہ نبی ﷺ نے گھوڑوں کو زیادہ کام کرانے اور زیادہ بوجھ لاد کر کمزور کرنے سے منع فرمایا۔

ذ ی م-الــذَّیْمُ والــذَّمُّ: عیب اور مذمت۔ ضرب المثل ہے: لَا تَعْـــدَمُ الحَسْـنَاء ذَامًا: کوئی حسینہ عیب سے خالی نہیں ہوتی۔

"ماہتاب ہم داغ دارد برجبیں۔"

باب الرّاء

ر ا س—رأسٌ: سر، اس کی جمع قلت اَرْؤُس ہے اور جمع کثرت رُؤُوسٌ ہے۔ رَأسَ فُلانُ القَوْمَ: فلاں قوم کا سردار بنا۔ یَرْأَسُهُمْ: وہ ان کی سرداری یا قیادت کرتا ہے۔ وہ ان کا لیڈر ہے۔ اس کا مصدر رِیَاسَةٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل رَئیس ہے۔ رَیِّسٌ بھی کہا جاتا ہے، جو قَیِّمٌ کے وزن پر ہے۔ ذبح شدہ جانوروں کے سَر خریدنے والے کو رَءّاسٌ کہتے ہیں اور عام زبان میں اسے رَوّاس کہتے ہیں۔ رأسُ عین ایک جگہ کا نام ہے۔ عام لوگ اسے رأس العین کہتے ہیں۔ اَعِدْ علی کَلامکَ مِنْ رأس: میرے لئے اپنی بات شروع سے دہرا۔ اس موقع پر مِنْ رَأسٍ کی بجائے مِنَ الرأس نہیں کہنا چاہئے۔ جبکہ لوگ ایسا کہتے ہیں۔

ر ا ف—الرَّأفَةُ: انتہائی رحمت وشفقت۔ قَدْ رَؤُفَ بِہٖ: اس نے اس سے بڑی شفقت کی۔ (واؤ مضموم) اس کا مصدر رَافَةُ اور رآفةٌ ہے۔ رَأَفَ بِهٖ، یَرْأَفُ بروزن قَطَعَ یقطَعُ، مصدر رَأْفًا ہے، (ہمزہ مفتوح)۔ رَءِ فَ بِہٖ: اس کا باب طرب ہے۔ یہ تمام لہجے کلام عرب ہیں۔ اس کا اسم فاعل رؤوف بروزن فَعُوْل ہے۔ اس کا ایک وزن رَؤُف بھی ہے۔ جو فَعُلَ کے وزن پر ہے۔

ر ا م—الارْءَام: سفید فام ہرن۔ اس کا واحد رئمٌ ہے۔ یہ ریت میں رہتا ہے۔

رِئَـةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر ا ي.

رَ أ ي—الرُّؤْیَةُ بالعین: آنکھ سے دیکھنا۔ یہ متعدی بیک مفعول ہے۔ اور علم کے معنوں میں یہ فعل متعدی بہ دو مفعول ہے۔ رَأى یَرَى رَأیًا ورُؤْیَةً اور رَاءةً مثل راعةً. الرَّأْیُ: رائے اس کی جمع آراء اور اَرْءَاءٌ بھی جو آراء سے مقلوب صورت ہے۔ رَئِیٌّ بروزن فَعِیْلٌ مثل ضَان اور ضئین۔ کہا جاتا ہے کہ بہ رَئِیٌّ من الجنّ: اسے جن کی پکڑ ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ رَأى فی الفقة رَأیًا: فقہ میں اس کی ایک رائے ہے۔ عربوں نے اس فعل کے مستقبل کے صیغے میں کثرت استعمال کے باعث ہمزہ کو ترک کردیا۔ شاید کبھی ہمزہ دینے کی ضرورت بھی پڑی ہو۔ چنانچہ شاعر کا قول ہے:

وَمَنْ یَتَمَلَّ العَیْشَ یَرْءَ وَیَسْمَعْ

"جو شخص زندگی سے دل برداشتہ ہوجاتا

ہے وہ صرف دیکھتا اور سنتا ہے۔"
ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:
أُرِیْ عَیْنَیَّ مَالم تَرْءَیَاهُ
کِلانَا عَالِمٌ بِالتُّرَّهَاتِ
"میری دو آنکھوں کو وہ کچھ دکھا دو جو تم نے نہیں دیکھا۔ ہم دونوں یعنی میں اور تم صرف پگڈنڈیوں سے واقف ہیں، شاہراہوں سے نہیں۔"
ہوسکتا ہے کہ اس فعل کا ماضی ہمزہ کے بغیر ہو۔ شاعر کا قول ہے:
صَاحِ هَل رَیْتَ او سمعت براع
رَدَّ فی الضرع ماقری فی الحِلاب
"اے میرے ساتھی یا ہم نشیں! کیا تم نے کسی چرواہے کے متعلق سنا، یا اُسے دیکھا کہ اس نے مہمان نوازی میں استعمال ہوا دودھ تھنوں میں واپس کر دیا ہو۔"
ایک روایت کے مطابق فی الحلاب کے بدلے فی العلاب ہے۔ جب تم اصل کے مطابق اس سے امر کا صیغہ بناؤ تو تم اِرْءَ کو حذف کے بعد صرف 'رہ' کہو گے۔
أَرَیْتُهُ الشَّیْئَ: میں نے اسے کسی بات کی رائے دی تو اس کی بھی وہی رائے ہوئی۔ اس کی اصل أرْائیتُهُ ہے۔ اِرْتَاهُ اس سے افتعال کے باب کا صیغہ ہے جس کا معنی رائے اور تدبیر ہے۔ فُلَانٌ مُرَاءٍ: فلاں شخص منافق ہے۔ یعنی دکھاوا کرنے والا ہے۔
قَوْمٌ مُرَاءُوْنَ: دکھلاوا کرنے والی قوم۔ یعنی ظاہردار قوم۔ اس کا اسم الرِّیَاء ہے بمعنی دکھاوا، ظاہرداری۔ مثلاً: کہا جاتا ہے:
فَعَلَ ذٰلک رِیَاءَ وسُمْعَةً: اس نے یہ کام دکھاوے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے کیا۔
تَرَاءَی الجَمْعَان: دو گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔
فُلانٌ یَتَرَاءَی: فلاں شخص آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے اور تلوار میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے۔
الرِّئَةُ: پھیپھڑا۔ یہ لفظ مہموز ہے۔ اس کی جمع رِئِین ہے۔ اور مفرد کی 'ۃ' یا کا عوض ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ رأَیْتُهُ میں نے اس کے پھیپھڑے پر مارا۔
التَّرِیَّةُ: ہلکی اور خفیف پیلاہٹ اور میلا پن۔ قول خداوندی ہے:
هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَرِئْیًا
"وہ ٹھاٹھ باٹھ اور نمود و نمائش میں زیادہ اچھے تھے۔"
جس کسی نے رِئْیًا کو ہمزہ سے پڑھا اس نے اسے نمود و نمائش سمجھا اور اسے رَأَیْتُ سے مشتق قرار دیا۔ یعنی جو کچھ نام و نمود اور ظاہری حالت اور پہناوا آنکھوں نے

دیکھا۔ اور جس نے اسے ہمزہ کے بغیر پڑھا تو، یا تو اس نے ہمزہ کی تخفیف کی یا پھر اسے رَوِيَتْ سے مشتق مانا اور اس سے مراد یہ لی کہ ان کے رنگ اور ان کی کھالیں تر و تازہ اور نکھری پڑی تھیں۔ اور خوشنما تھے۔ تم کسی عورت کو کہتے ہو کہ اَنْتِ تَرَيْنَ: تو ہری بھری یا تر و تازہ ہے۔ اور جمع کے لئے اَنْتُنَّ تَرَيْنَ یعنی تم عورتیں تر و تازہ ہو، کہتے ہو۔ ان دونوں صیغوں میں اس کے سوا اور کوئی فرق نہیں کہ واحد کے صیغے میں 'ن' رفع کی علامت ہے۔ اور جمع کے صیغے میں 'ن' جمع کی علامت ہے۔ تم کہتے ہو کہ اَنْتِ تَرَيْنَنِي اور چاہو تو ادغام کر کے اسے اَنْتِ تَرَيْنِّي کہہ سکتے ہو۔ یعنی نون کو مشدد کر کے مثلاً: تَضْرِبَنِّيْ. شہر سَامَرِّیَ جسے خلیفہ معتصم باللہ نے بنوایا تھا۔ اس کے مختلف لہجے یعنی تلفظ ہیں: سُرَّ مَنْ رَأى، سَرَّ مَنْ راى، سَاءَ مَنْ راى اور سَامَرِّي.

الْمِــرآة: (میم مکسور) آئینہ جس میں انسان اپنی شکل دیکھتا ہے۔ ثَـلاثُ مَرَاءٍ: اور اس سے زیادہ کے لئے مَرَايَا کا صیغہ جمع استعمال ہوتا ہے۔

الْـمَرْءَاةُ: (میم مفتوح) منظر۔ کہتے ہیں مــرأةٌ حسنة الْمَرْءَاة: خوبصورت و خوش منظر عورت۔

الْمَرْأى: خوش نما اور خوش منظر۔

فُــلانٌ حَسَــنٌ فِى مَرْءَاةِ الْعين: فلاں شخص خوش منظر ہے۔ یعنی دیکھنے میں یا نظر میں وہ شخص بہت اچھا ہے۔ ضرب المثل ہے: تُخْبِرُ عَنْ مَجْهُولِهٖ مَرْءَاتُهٗ: اس کا ظاہر اس کے باطن کی خبر دیتا ہے۔ یعنی غمازی کرتا ہے۔

الرُّوَاءُ: (راء مضموم)، خوش نما یا خوش شکل و خوش منظر۔ کہا جاتا ہے کہ رَائَى فُلانُ النَّاسَ، يُرَائِيهِمْ مُرَاءاةً اور رَايَأَهُم مُرَايَاةً عَلَى الْقَلْبِ: فلاں شخص نے لوگوں کے ساتھ دکھلاوا کیا، رَايَأَهم مُرَايَاةِ عَلَى الْقَلْبِ کا بھی یہی معنی ہے۔

رَأى فِى مَنَامِهٖ: اس نے خواب میں دیکھا۔ رُؤْيَا بروزن فُعْلَى بغیر تنوین، بمعنی سپنا اور خواب۔

الرُّؤْيَا کی جمع رُؤًى ہے بروزن رُعًى۔

فُلانٌ مِنِّى بِمَرْأى و مَسْمَعٍ: یعنی میں اسے گویا ہر وقت دیکھتا اور اس کی بات سنتا ہوں۔ یعنی وہ میری نظروں میں ہے۔

رائحة: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح

راحة: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح

رَايَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر و ي

ر ب ب-رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا مالک و پروردگار۔

الرَّبُّ: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام۔ یہ نام اضافت کے بغیر اللہ کی ذات کے سوا کسی اور کیلئے استعمال نہیں ہوتا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں بادشاہ کے لئے یہ نام استعمال ہوتا تھا۔

الرَّبَّانِیُّ: باخدا، خدا پرست انسان، عارف باللہ۔ قول خداوندی ہے:

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ

"لیکن تم ربانی یا خدا دوست و خدا پرست بن جاؤ"

رَبَّ وَلَدَهٗ: اس نے اپنے بیٹے کو پالا پوسا یا اس کی تربیت کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ رَبَّبَهٗ اور تَرَبَّبَهٗ کا بھی یہی مطلب ہے۔ یعنی اس نے اس کی تربیت کی یا پالا پوسا۔

رَبِيبُ الرَّجُلِ: بیوی کا پہلے خاوند سے بیٹا۔ یہاں رَبِيبٌ مَرْبُوب کے معنی میں ہے یعنی زیرِ تربیت۔ اس کا مؤنث کا صیغہ رَبِيبَةٌ ہے۔ الرُّبُّ: گاڑھا کیا ہوا طلا۔ زنجبیل مُرَبَّبٌ: ادرک کا رُبّ یا ادرک سے تیار شدہ رُبّ۔ جس طرح مُعَسَّلٌ: شہد میں تیار کی ہوئی کوئی چیز۔

مُـرَبّٰی بھی تربیت سے مشتق ہے۔ یعنی تربیت یافتہ یا رُبّ کی شکل تیار کیا ہوا۔ غالباً اس سے مراد اردو کا مُرَبّہ ہے۔ رُبَّ: حرف جرّ، جس کا مجرد اسم نکرہ ہوا کرتا ہے، یہ مشدد بھی ہوتا ہے اور مخفف بھی یعنی رُبَّ کا 'ب'، مشدد بھی ہوتا ہے اور غیر مشدد بھی۔ اس کے آخر میں 'ت' کا اضافہ بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے رُبَّتْ کہا جاتا ہے۔ دوسرے افعال کی طرح اس پر بھی اضافی حروف و عوامل داخل ہوتے ہیں۔ مثلاً: قول خداوندی: "رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اس کے آخر میں 'ہ' بھی داخل ہوتی ہے۔ چنانچہ رُبَّهٗ رجُل کہا جاتا ہے۔

الرِّبِّيُّ: (باء مکسور) اس کی جمع الرِّبِّيِّيْنَ ہے۔ ہزاروں لوگ۔ اسی سے قول خداوندی ہے: "رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ"، ہزاروں لوگ، بہت سے لوگ۔

الرُّبُوْبُ: جنگلی گائیوں کا ریوڑ۔

الـرَّبَـابُ: (باء مفتوح)، سفید بادل۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد صرف دکھائی دینے والے بادل ہیں۔ گویا بادل ہیں ہی نہیں۔ سفید اور سیاہ کی تو بات ہی چھوڑیے۔ اس کا واحد رَبَابَةٌ۔ عورتوں میں یہ نام رکھا جاتا ہے۔

ر ب ث - رَبَثَهٗ عَنْ حَاجَتِهٖ: اس نے اسے اس کی ضرورت سے روکا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ الرَّبِيثَةُ بروزنِ العجيبةُ: وہ کام جو تمہیں روکے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "إذا كان يَـوْمُ

الجُمعَةِ بَعَثَ اِبْلِيْسُ جنُوْدَهُ اِلَى النَّاسِ فَاَخَذُوْا عَلَيْهِم بالرَّبَائِثِ" جب جمعہ کا دن آتا ہے تو ابلیس اپنے لشکر لوگوں کی طرف بھیجتا ہے جو لوگوں کو ان کے ایسے کام یاد دلاتا ہے جو انہیں (جمعہ کی نماز کی ادائیگی سے) روکیں۔

ر ب ح - رَبِحَ فِي تِجَارتِه: اسے اپنے کاروبار میں نفع ہوا، یا اس نے نفع کمایا۔ رَبِحَ میں باء مکسور ہے۔ اس کا مصدر رِبحًا ہے۔ الرِّبْحُ اور الرَّبَحُ (راء اور باء دونوں مفتوح) کی مثال شِبْهٌ اور شَبَهٌ کی سی ہے۔ اس کا اسم الرَّبَاحُ ہے۔ (راء مفتوح)۔

تجارةٌ رَابحَةٌ: نفع بخش تجارت۔

اَرْبَحَهُ عَلى سِلْعَتِه: اسے اس کے مال پر اُس نے نفع دیا۔

بَاعَ الشَّيئَ مُرَابَحَةً: اس نے چیز نفع پر بیچی۔

ر ب ص - التَّرَبُّصُ: انتظار۔

المُتَرَبِّصُ: ذخیرہ اندوز۔ منافع کی گھات میں بیٹھا شخص۔

ر ب ض - رَبَضُ المَدِيْنَةِ: مدینہ یا شہر کا گرد و نواح۔ رَبَضٌ میں راء اور باء دونوں مفتوح ہیں۔ رُبُوْض الغَنَمِ وَالبَقَر والضَّرْبين والكَلْبِ، مِثْلَ بُرُوك الابِل: بھیڑ بکری، گائے، گھوڑے اور کتے کا بیٹھنا جس طرح اونٹ کے بیٹھنے کیلئے لفظ بُرُوک استعمال ہوتا ہے۔ اور پرندوں کے بیٹھنے کیلئے جُثُوْمٌ ہے۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

اَرْبَضَهَا غَيْرُهَا. اسے کسی اور نے بٹھا دیا۔

المَرَابِضُ: بھیڑ بکریوں کا باڑہ۔ جس طرح اونٹوں کے رکھنے کی جگہ کو مَعَاطِن کہتے ہیں۔ اس کا واحد مَرْبِضٌ ہے۔ بروزن مَجْلِسٌ الرُّوَيْبِضَةُ جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔ بمعنی حقیر و ناکارہ شخص۔ الرَّابِضَةُ: حاملینِ محبت کا باقی ماندہ، خدا تعالیٰ ان کے وجود سے روئے زمین کو خالی نہ کرے یا ان کی تعداد کم نہ ہو، اس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ مجھے ان معنوں میں الرَّابِضَة کا لفظ نہ تو التهذيب میں ملا اور نہ ہی شرح الغريبين میں۔

ر ب ط - رَبَطَهُ: اس نے اس کو باندھ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اور باندھنے کی جگہ کو مَرْبِطٌ کہتے ہیں۔ (باء مکسور و مفتوح)۔ اِرْتَبَطَ کا معنی بھی رَبَطَ ہے۔

الرِّبَاطُ: (راء مکسور)، چوپائے باندھنے اور مشکیزے رکھنے کی جگہ۔ اس کی جمع رُبُطٌ

ہے۔ (باء ساکن)

الرِّبَاطُ کا معنی مرابطۃ بھی ہے جس سے مراد فوجی چوکی ہے۔

الرِّبَاطُ: واحد ہے، جس کی جمع الرِّباطات ہے۔

رِبَاطُ الْخَیل: گھوڑوں کے گروہ یا مجموعہ۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ الرِّبَاطُ الْخَیلِ الخَمسُ فَمَا فَوقَهَا: پانچ یا اس سے زیادہ گھوڑوں کی تعداد یا مجموعہ۔

ر ب ع - الرَّبع: گھر، جہاں کہیں اور جیسا بھی ہو۔ اس کی جمع رِبَاع، رُبُوع، أَرْبَاع اور أَرْبُع ہے۔ الرَّبْعُ کا معنی مَحَلّہ بھی ہے، بمعنی اترنے کی جگہ۔

الرُّبْعُ: چوتھائی، اسے عُشْرٌ سے عُشُرٌ کی طرح الرُّبُعُ (باء مضموم) بھی کہتے ہیں۔

الرِّبْعُ: (راء مکسور)، باری کا بخار جو دو چھوڑ کر چوتھے دن آتا ہے۔ اسے چوتھیا بخار بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رُبِعَتْ عَلَيْهِ الحُمّی: اسے چوتھی کا بخار ہوا ہے۔

قَدْ رُبِعَ الرَّجُلُ: اس کا فعل مجہول ہے، یعنی آدمی کو چوتھیا بخار ہوا ہے۔ اس کا اسم مفعول مَرْبُوعٌ ہے۔

الرَّبِيْعُ: عربوں کے ہاں دو ربیع ہوتے ہیں، ایک تو رَبِيْعُ الشُّهور ہے اور دوسرا رَبِيْعُ الأَزْمِنَة۔

رَبِيْعُ الشُّهُوْرُ: صفر کے بعد دو ماہ۔ انہیں صرف الرّبيع الاوّل اور الرّبيع الآخر کہا جاتا ہے۔ رہا رَبِيْعُ الأزمِنَة تو اس کے دو ربیع ہوتے ہیں:

الرَّبِيْعُ الاوّل: جس ماہ میں کھمبی اُگتی ہیں اور پھولوں کی کلیاں کھلتی ہیں۔ اسے رَبِيْعُ الكلأ یعنی گھاس کا موسم کہتے ہیں۔

الرَّبِيْعُ الثانی: یہ وہ وقت ہوتا ہے جب پھل لگتے ہیں۔ بعض لوگ اسے الرّبيع الاوّل کہتے ہیں۔ میں نے ابوالغوث کو یہ کہتے سنا ہے کہ عرب لوگ سال کو چھ ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان میں سے دو[1] ماہ الرّبيع الاوّل، دو[2] ماہ صیف یعنی گرمیوں کے، دو[3] ماہ قیظ یعنی شدید گرمی، دو[4] ماہ الربيع الثانی، دو[5] ماہ خریف اور دو[6] ماہ شِتاء سردیوں کے۔

الرَّبِيع کی جمع أَرْبِعَاء اور أَرْبِعَة ہے جس طرح نَصِيب کی جمع انصباء اور أَنْصِبَة ہوتی ہے۔

المَرْبَعُ: لوگوں کے اترنے یعنی اقامت پذیر ہونے کی جگہ۔ بالخصوص موسم ربیع میں ٹھہرنے یا اترنے کی جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ هٰذِهِ مَرَابِعُنَا: یہ ہماری موسم ربیع میں اقامت کی جگہیں ہیں۔ اور مَصَايِفُنَا: اور

یہ ہماری صیف یعنی گرمیوں میں اترنے یا
ٹھہرنے کی جگہیں ہیں۔ جہاں ہم موسم
ربیع اور موسم صیف یعنی موسم گرما گزارتے
ہیں۔ الرَّبِیْعُ کی طرف نسبت سے رِبْعِیٌّ
ہوگا۔ (راء مکسور)۔

رَبَعَ الْقَوْمَ: وہ قوم کا چوتھا آدمی بن گیا۔
اس کا باب قَطَعَ ہے۔ یا اس نے مال
غنیمت میں سے چوتھا حصہ لیا۔ حدیث
شریف میں ہے: اَلَمْ اَجْعَلْکَ تَرْبَعُ:
یعنی تم مال غنیمت سے چوتھا حصہ لیتے ہو۔
قُطْرب کا کہنا ہے کہ المِرْبَاع کا معنی
چوتھائی ہے اور المِعْشَارُ کا معنی دسواں
حصہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور عدد سے
اس طرح کا مشتق نہیں سنا گیا۔

رَبَعَ الحَجَرَ وارْتَبَعَهُ: اس نے قوت
آزمائی کیلئے پتھر اٹھایا۔ حدیث شریف میں
ہے کہ: مَرَّ بِقَوْمٍ یَرْبَعُوْنَ حَجَرًا
وَیَرْتَبِعُوْنَ: آپ ﷺ ایک قوم کے
پاس سے گزرے، جو قوت آزمائی کے لئے
پتھر اٹھاتے تھے۔

رَبِیْعَةَ کی طرف منسوب کو رَبَعِیٌّ کہتے
ہیں، (راء اور باء دونوں مفتوح)۔

عَامَلَهُ مُرَابَعَةً: اس نے چوتھائی حصے کی
شرط پر اس کے ساتھ معاملہ کیا۔ اس کی
مثال مُصَایَفَةً اور مُشَاهَرَةً یعنی اس
نے موسم گرما کی شرط پر اور ماہانہ شرط پر
معاملہ کیا۔

الرَّبْعَةُ: (باء ساکن) عطاروں کی چمڑے
کی ٹوکری۔

رَجُلٌ رَبْعَةٌ: درمیانے قد کا آدمی نہ زیادہ
دراز اور نہ زیادہ کوتاہ قد۔ اِمْرَأَةٌ رَبْعَةٌ: کا
بھی یہی معنی ہے یعنی میانہ قد عورت۔
دونوں صیغوں کی جمع رَبَعَاتٌ ہے (راء اور
باء دونوں متحرک مفتوح) البتہ یہ شاذ ہے،
کیونکہ فَعْلَة کے وزن پر اگر صفت ہو، تو جمع
کی حالت میں اسے متحرک نہیں کیا جاتا۔
البتہ اسے متحرک صرف اسم ہونے کی
صورت میں کیا جاتا ہے۔ جب کہ عین کلمہ
نہ واو ہو نہ یاء۔

اِرْتَبَعَ البَعِیْرُ وتَرَبَّعَ: اونٹ موسم بہار
کی گھاس یا چارہ چر کر فربہ ہوا۔

اِرْتَبَعْنَا بِمَوْضِعِ کَذَا: ہم موسم بہار
میں فلاں جگہ ٹھہرے یا اقامت پذیر
ہوئے۔

تَرَبَّعَ: وہ چوکڑی مار کر بیٹھا۔

التَّرْبِیْعُ: کسی چیز کا مربع شکل میں بنانا۔

رُبَاعَ: اَرْبَعَة اَرْبَعَة سے معدول کلمہ۔
چار چار۔

الرَّبَاعِیَةُ بروزن الثَّمَانِیَةُ: سامنے کے
چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والا
دانت۔ اس کی جمع رَبَاعِیَاتٌ ہے۔ جس
شخص کا یہ دانت گر گیا ہو اسے رَبَاع کہتے

ہیں۔ جو بروزن ثَمَانٍ ہے۔ منصوب ہونے کی صورت میں اسے مکمل کر کے رباعیۃ کہا جائے گا۔ تم کہتے ہو: رَكِبْتُ بِرْذَوْنًا رَبَاعِيًا. میں چار سال کی عمر کے گھوڑے پر سوار ہوا۔

الغَنَمُ تُرْبِعُ: بکری چوتھے سال میں ہے۔ والبَقَرُ والحَافِرُ فی الخَامِسَة: گائے اور گھوڑا پانچویں سال میں اور اونٹ ساتویں سال میں ہیں۔ ان سب جانوروں کے اس عمر کو پہنچنے پر اَرْبَعَ ہی کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ جانور رُباعی ہو گیا۔

اَرْبَعَ إِبِلَهٗ بمكان كذا: اس نے اپنے اونٹ کو فلاں جگہ لے کر چرایا۔

اَرْبَعَ القَوْمُ: قوم یا لوگ چار چار کی ٹولیوں میں ہو گئے۔ واَرْبَعُوْا اور موسم بہار میں داخل ہو گئے۔ نیز اَرْبَعُوْا یعنی بھیڑ بکریوں کیلئے چارے کی تلاش میں موسم بہار گزارنے والی جگہ میں اقامت گزیں ہو گئے۔

اَرْبَعَتْ عليه الحُمّٰی: اسے چوتھیے کا بخار آیا، یہ رَبَعَتْ کا ایک اور لہجہ ہے۔ اسی طرح قَدْ اَرْبع، رَبَعَ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ مُرْبِع اس کا اسم فاعل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اغِبُّوْا فِی عِيَادَةِ المَرِيْضِ وأربِعُوا الّا اَن يكون مَغْلُوْبًا: ''مریض کی عیادت میں ناغہ کیا کرو اور اسے دو دن چھوڑ دو اور پھر تیسرے دن جا کر دوبارہ بیمار پرسی کیا کرو۔

المِرْبَاعُ: علاقے کا سربراہ جو مال غنیمت میں سے چوتھا حصہ لیتا ہے۔

الأَرْبِعَاء: بدھ کا دن۔ یہ بھی بتایا گیا ہے اس میں باء مفتوح ہے۔ اس کی جمع اَرْبِعَاوَاتٌ ہے۔

اليَرْبُوْعُ: اس کی جمع اليرابيع ہے بمعنی چوہا۔

ر ب ق — الرِّبْقُ: (راء مکسور) رسّی جس میں متعدد گانٹھیں لگی ہوں۔ اس سے مویشی باندھے جاتے ہیں۔ گانٹھوں میں ایک گانٹھ کو رِبْقَةٌ کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: خَلَعَ رِبْقَةِ الاسلام من عُنُقِه: ''اس نے اسلام کی رسی کی گانٹھ اپنی گردن سے کھول دی۔'' رِبْقَةٌ کی جمع رِبَقٌ اَرْبَاق اور رِبَاقٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَكُمُ العَهْدُ مَالَمْ يَاكُلُوْا الرِّبَاقَ: ''(ذمیوں سے) عہد کی پاس داری اور پابندی کی جائے گی جب تک کہ تم ذمہ داری کی گانٹھ نہ کھاؤ گے یعنی عہد کی پاسداری کرتے رہو گے۔''

ر ب ا — رَبَا الشیئ: چیز میں اضافہ ہوا، یا بڑھ گئی۔ اس کا باب عَدا ہے۔

الرَّابِيَةُ: سطح مرتفع۔ زمین سے ابھرا ہوا حصہ۔ یہی معنی رُبْوَةٌ کا ہے۔ (راء مفتوح،

مکسور اور مضموم) الـرَّبَـاوَةُ: (راء مفتوح)۔ الـرُّبُوُ: چڑھی ہوئی سانس یا پھولی ہوئی سانس۔ الفرّاء نے اس قول خداوندی: فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً الرَّابِيَةَ کے متعلق کہا ہے کہ اس کا معنی بڑھ کر یا زائد ہے۔ یعنی اللہ نے ان کو زائد گرفت سے پکڑا یعنی سخت گرفت کی۔ اس کی مثال تمہارا یہ کہنا ہے کہ اَرْبَيْتُ: تم نے دینے سے زیادہ لیا۔

رَبَّاهُ تَرْبِيَةً وَتَرَبَّاهُ: اس نے اسے کھلایا پلایا یا خوراک دی۔ اور یہ لفظ ہر نشو نما پانے والی چیز مثلاً: بچے، کھیتی وغیرہ قسم کیلئے بولا جاتا ہے۔

زنجبیل مُرَبًّى ومُرَبَّبٌ: رُبّ یا شیرہ میں پکایا ہوا ادرک یا ادرک کا مربّہ۔ اس کا ذکر ر ب ب کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

الرِّبَا: لین دین میں فائدہ، سود۔

اَرْبَى الرَّجُلُ: آدمی نے نفع کمایا۔ اسکا ایک اور لہجہ یا تلفظ الرُّبْيَةُ ہے۔ اس کا ذکر اہل نجران کے صلح نامے میں آیا ہے۔ الفرّاء نے کہا کہ یہ عربوں سے سماعی کلمہ رُبْيَةٌ ہے۔ از روئے قیاس اسے رُبْوَةٌ ہونا چاہیئے یعنی واو کے ساتھ۔

الأُرْبِيَّةُ: (الف مضموم اور باء مشدد) ران کی جڑ یا ران کے اوپر والے حصے۔ اور یہ دو ہوتے ہیں جنہیں اُرْبِيَّتَان کہیں گے۔

ر ت ب- الرُّتْبَةُ والمَرْتَبَةُ: مرتبہ و منزلت۔ رَتَبَ الشيئُ: چیز ٹک گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَمْرٌ رَاتِبٌ: قائم ودائم، پابجا، برقرار۔

ر ت ت- الرُّتَّةُ: (راء مضموم) زبان کلام میں لڑکھڑاہٹ، ہکلا پن۔

رَجُلٌ اَرَتُّ: وہ شخص جس کی زبان میں لڑکھڑاہٹ ہو یعنی ہکلا آدمی۔

اَرَتَّهُ اللهُ فَرَتَّ: اللہ نے اسے ہکلا بنادیا تو ہکلا ہوگیا۔

ر ت ج- اَرْتَجَ البَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔

اُرْتِجَ عَلَى القَارِئُ: قاری یعنی پڑھنے والے پر دروازہ بند کیا گیا۔ یعنی وہ پڑھ نہیں سکا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ گویا اس پر پڑھنے کا دروازہ بند کردیا گیا۔ اسی طرح اُرْتُتِجَ بھی فعل مجہول ہے۔ اسے اُرْتُجَّ نہیں کہنا چاہیئے یعنی جیم کو مشدد نہیں پڑھنا چاہیئے۔

الرَّتَجُ: (راء اور باء مفتوح) بڑا گیٹ۔ اسی طرح الرِّتَاج: (راء مکسور) ہے مثلاً: رِتَاجُ الكَعْبَةِ یعنی کعبہ کا بڑا دروازہ۔ کہا گیا ہے الرِّتَاجُ وہ بڑا بند دروازہ ہے جس کے اندر ایک چھوٹا سا دروازہ ہوتا ہے۔

ر ت ع- رَتَعَتِ الماشِيَةُ: مال مویشی نے چر چگ لیا۔ یعنی جو چاہا کھالیا۔ اس کا

باب خَضَعَ ہے۔ کہتے ہیں کہ خَرَجْنَا نَلْعَبُ وَنَرْتَعُ. ہم کھیل کود کرنے اور کچھ کھانے پینے یا چرنے چگنے کیلئے نکلے۔

مَرْتَعٌ: چراگاہ۔ چرنے چگنے کی جگہ۔

رت ق-الرَّتْقُ: الفتق کی ضد۔

قَدْ رَتَقَ الفَتْقَ: اس نے شگاف کو سی دیا، پُر کیا یا جوڑ دیا۔ قول خداوندی ہے: کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهما: آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے، ہم نے انہیں الگ الگ کر دیا۔

رت ل-التَّرْتِيلُ فِي القِراءة: قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کے پڑھنا اور وضاحت سے پڑھنا بغیر کسی کمی بیشی کے۔

رت م-الرَّتِيمَةُ: وہ دھاگا جو انگلی سے باندھا جاتا ہے، جو کسی ضرورت یا ضروری کام کو یاد دلانے کیلئے باندھا جاتا ہے۔ اسی طرح الرَّتَمَةُ (تاء ساکن)۔

اَرْتَمَهُ: اس نے اپنی انگلی میں یاد دہانی کیلئے دھاگا باندھا۔ شاعر کا قول ہے:

اذا لم تکُنْ حاجاتُنَا فی نُفُوسِکُمْ
فَلَيْس بِمُغْنٍ عنک عَقْدُ الرَّتَائم

"جب تمہارے دلوں میں ہماری ضروریات کے لئے جگہ ہی نہ ہو، تو پھر یاد دہانی کیلئے تمہاری انگلیوں میں دھاگا باندھنے کا کیا فائدہ۔"

الرَّتَمُ: (راء اور تاء دونوں مفتوح) ایک قسم کا درخت ہے۔ اس کی جمع رَتَمٌ ہے۔ دورِ جاہلیت میں جب کوئی شخص سفر پر نکلتا تو ایک درخت کے پاس جا کر دو ٹہنیوں کو اکٹھا کر کے باندھ دیتا۔ جب سفر سے واپس لوٹتا اور ان ٹہنیوں کو اسی طرح بندھا پاتا تو کہتا کہ اس کے گھر والوں نے کوئی خیانت نہیں کی اور اگر ٹہنیاں بکھر گئی ہوتیں تو سمجھتا کہ گھر والوں نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

هَلْ يَنفَعَنکَ اليَومَ اِنْ هَمَّتْ بهم
کَثْرةُ مَا تُوصِی وتَعْقَادُ الرُّتَمْ

"کیا آج تمہیں کثرت وصیت یا ٹہنیاں اکٹھی کر کے باندھنے کا کچھ نفع ہو سکتا ہے جب گھر والوں نے خیانت کرنے پر کمر باندھ لی ہو۔"

رت ا-الرَّتْوَةُ: قدم۔ حضرت معاذؓ کی حدیث میں ہے کہ: اِنَّهُ يَتَقَدَّم العُلماء يَوْمَ القيٰمة بِرَتْوَةٍ "قیامت کے دن علماء قدم آگے بڑھائیں گے۔" بِرَتْوَةٍ کی جگہ دَرَجَةٍ بھی کہا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ان الخذيرة تَرْتُوا فُؤاد المَرِيضِ "خزیرہ مریض کے دل کو سہارا دیتا ہے اور تقویت پہنچاتا ہے۔"

میرا کہنا ہے کہ خزیر یا خزیرہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے بہت زیادہ پانی میں پکایا جاتا ہے۔ جب وہ خوب پک

جاتا ہے تو اس میں آٹا ڈالا جاتا ہے۔

ر ث ث - الرَّثُّ: (راء مفتوح)، پرانا۔ اس کی جمع رِثَاثٌ ہے، (راء مکسور)۔ قَدْ رَثَّ، يَرِثُّ: (راء مکسور) رَثَاثَةً (راء مفتوح)۔

اَرَثَّ الثَّوبُ: کپڑا پرانا ہو گیا یا پھٹ گیا۔ بوسیدہ ہو گیا۔

اُرْتُثَّ فُلَانٌ: فلاں بوسیدہ ہو گیا۔ یہ فعل مجہول کا صیغہ ہے۔ حُمِلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ رَثِيْثًا: وہ میدان جنگ سے زخمی حالت میں اُٹھا لایا گیا لیکن اس میں ابھی جان کی رمق باقی تھی۔

ر ث ا - رَثَيْتُ الْمَيِّتَ: میں نے میت کا مرثیہ کہا، ماتم کیا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ اس کا مصدر میمی مَرْثِيَةً بھی ہے۔

رَثَوْتُهُ: میں نے اس کا مرثیہ کہا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اس کا معنی میت پر رونا اور اس کی خوبیاں بیان کرنا ہے۔ اور اسی طرح میت کے بارے میں کوئی شعر نظم کرنا ہے۔

رَثَى لَهُ: اس کا دل اس کے لئے پسیجا، اس کا باب اس کے دو مصدروں میں سے پہلا مصدر ہے۔ شاید رَثَأْتُ الْمَيِّتَ بھی کہا گیا ہو۔ جو اصل کے برخلاف همزہ سے لکھا گیا ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ ل ب ا آئے گا۔

ر ج ا - اَرْجَاهُ: اس نے اسے مؤخر کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ: یعنی کچھ دوسرے لوگوں کا معاملہ مؤخر کر دیا جائے گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے حکم نازل فرمائے۔ اسی سے لفظ مُرْجِئَةٌ بروزن مُرْجِعَةٍ مشتق ہے۔ اسے مُرْجِيَةٌ بھی کہا گیا ہے یعنی یاء مشدد، کیونکہ بعض عرب اَرْجَيْتُ، اَخْطَيْتُ اور تَوَضَّيْتُ، بغیر ہمزہ کے بولتے ہیں۔

ر ج ب - رَجِبَهُ: وہ اس سے ڈرا اور اس کی تعظیم کی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسی وجہ سے رَجَبٌ نام پڑا ہے۔ کیونکہ جاہلیت کے دور میں عرب اس مہینہ کی تعظیم کرتے تھے اور جنگ بند کر دیتے تھے۔ اس کی جمع اَرْجَابٌ ہے۔ جب انہوں نے اس کے ساتھ شعبان کا مہینہ بھی ملا دیا تو ان دو مہینوں کے لئے انہوں رَجَبَان کہا۔

ر ج ج - رَجَّهُ: اس نے اسے ہلا دیا اور زلزلہ پیدا کیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اِرْتَجَّ الْبَحْرُ: سمندر میں طوفان آ گیا اور سمندر بھر گیا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ رَكِبَ الْبَحْرَ حِينَ يَرْتَجُّ فَلَا ذِمَّةَ لَهُ:[1] ''جو شخص طوفان کے وقت

[1] یہ حدیث کاتب کا اضافہ ہے۔ درست بات یہ ہے کہ اسے حذف کر دیا جائے۔

سمندر کے سفر کو نکلے تو اس کی کوئی ذمہ داری
نہیں۔'' اس کا باب ردّ ہے۔
تَرَجْرَجَ الشَّيْئُ: چیز آئی اور گئی۔

ر ج ح—رَجَحَ الْمِيْزَانُ يَرْجُحُ اور
يَرْجَحُ: (جیم مضموم اور مفتوح)
رُجْحَانًا ترازو جھک گیا۔ اَرْجَحَ لَهٗ
وَرَجَّحَ تَرْجِيْحًا: اس نے اُسے تول
جھکا کر دیا یا اسے ترجیح دی۔
الارجُوحَة: جھولا۔

ر ج ز—الرُّجْزُ: غلاظت ونجاست۔ اس
کی مثال الرِّجْسُ ہے۔ قول خداوندی:
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ میں الرُّجْزَ میں راء
کو مکسور اور مضموم دونوں طرح سے پڑھا گیا
ہے۔ مجاہد کا کہنا ہے کہ الرُّجْز کا معنی بت
ہے۔ البتہ قول خداوندی: ''رِجْزًا من
السَّمَاءِ'' میں رجز کا معنی عذاب ہے۔
الرَّجَزُ: (راء اور جیم دونوں مفتوح) شعر
کے اقسام میں سے ایک قسم ہے۔
رَجَزَ الراجِزُ: رجز کہنے والے نے
رجز کہا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اِرْتَجَزَ
کا معنی بھی یہی ہے۔

ر ج س—الرِّجْسُ: غلاظت۔ الفراء کا
کہنا ہے کہ قول خداوندی: وَيَجْعَلُ
الرِّجْسَ عَلَى لَا يَعْقِلُوْنَ میں
الرِّجْس کا معنی خدا کا عقاب اور غضب
ہے۔ یہ قول خداوندی رِجْز کا فعل مضارع
ہے۔ الفراء نے مزید کہا کہ شاید یہ دو مختلف
لہجے یا تلفظ ہیں۔ ایک میں 'زای' کو
'سین' میں بدل دیا گیا ہے۔ جس طرح
اَسَد کو اَزْد کہا گیا ہے جہاں 'سین' کو
'زای' میں بدل دیا گیا ہے۔
النَّرْجِسُ: (گل نرگس) معرب کلمہ ہے
اور اس میں 'ن' زائد ہے۔

ر ج ع—رَجَعَ الشَّيْئُ بِنَفْسِهٖ: چیز
بذات خود یا بنفسہ لوٹ آئی۔ اس کا باب
جَلَسَ ہے۔
رَجَعَهٗ غَيْرُهٗ: اسے کسی اور نے لوٹایا۔
اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قبیلہ ہذیل کے
لوگ ایسے موقع پر اَرْجَعَهٗ بولتے ہیں۔
(الف زائد کے ساتھ)۔ قول خداوندی:
يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ نِ الْقَوْلَ:
یعنی ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہیں۔
الرُّجْعٰى: رجوع۔ لوٹنا۔
الْمَرْجِعُ—مرجِعٌ: بازگشت۔ قول
خداوندی ہے: اِلٰى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ:
اللہ ہی کی طرف تمہاری بازگشت ہے۔ یہ
شاذ ہے کیونکہ فَعَلَ يَفْعَلُ کے مصادر
مفتوح العین ہوتے ہیں۔ فُلَانٌ يُؤْمِنُ
بالرَّجْعَةِ: فلاں شخص موت کے بعد واپس
دنیا میں لوٹ آنے پر یقین رکھتا ہے۔
وَلَهٗ عَلٰى اِمْرَأَتِهٖ رِجْعَةٌ: (راء مفتوح
اور مکسور لیکن مفتوح زیادہ فصیح ہے)۔ اسے

اپنی بیوی پر رجعت کا حق ہے۔
الرَّاجِعُ: خاوند کے مرنے کے بعد عورت اپنے میکے آتی ہے۔ ایسی عورت کو راجع کہتے ہیں۔ لیکن مطلّقہ عورت کو میکے واپس بھیجنے کیلئے المَــرْدُودة کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔
الــرَّجْـــعُ: بارش، قول خداوندی ہے: وَالسَّمَــآءِ ذَاتِ الــرَّجْــعِ: بارش برسانے والے آسمان کی قسم۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں ذاتِ الرَّجع کا معنی نفع دینے والا ہے۔
الــرَّجِيْعُ: گوبر اور لید۔ ذو البطن: پیٹ کے اندر کی چیز۔ وَقَــدْ اَرْجَعَ الــرَّجُلُ: 'آدمی نے پاخانہ کیا'۔ وَهٰذا رَجِيْعُ السَّبُعِ: 'اور یہ درندوں کی لید ہے۔' رَجِعَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ ہر لوٹائی جانے والی چیز رَجِيْعٌ ہے کیونکہ اس کا معنی لوٹایا ہوا یا لوٹائی ہوئی ہے۔
المُرَاجَعَة: دُہرانا۔ رَاجَعَهُ الكلامَ: اس نے اس کی بات کا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ بات لوٹا دی۔
تَــرَاجَعَ الشَّــیْءُ الی الخَلفِ: بات یا چیز واپس لوٹی۔
اسْتَــرْجَــعَ مِــنْــهُ الشَّيْءَ: اس نے اپنی دی ہوئی چیز واپس لی۔ اور کسی مصیبت پڑنے پر کسی کا اِنَّــا لِلّٰهِ وَاِنَّــا اِلَيْــهِ رَاجِعُوْنَ کہنا۔
رَجَّعَ تَرجِيعًا: اذان میں ترجیع کے ساتھ کلمات کہنا۔ تَرْجِيْعُ الصوت: لحن سے پڑھنے والوں کا آواز کو دہرا کر پڑھنا۔

ر ج ف—الرَّجْفَة: زلزلہ۔ قَدْ رَجَفَتِ الأرضُ: زمین میں زلزلہ آیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
الــرَّجَــفانُ: (راء اور جیم دونوں مفتوح)، شدید اضطراب۔
الإرجَافُ: خُرفہ، اس کی جمع اَرَاجِيفُ ہے۔
قَــدْ اَرْجَــفُــوا فی شَيءٍ: انہوں نے معاملہ پر غور و خوض، سوچ و بچار کیا۔
الرِّجْلُ: پاؤں، قدم، اسکی جمع الأرْجُلُ ہے۔
الرِّجلَةُ: خُرفہ کا ساگ۔ ایک سبزی جسے الحَمقَا بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ سبزی صرف پانی کی گزرگاہوں پر اُگتی ہے۔ اسی سے لوگوں کے ہاں محاورہ بن گیا ہے کہ: هُــمَ احْمَقُ مِــنْ رِجْلَةِ: وہ رجلہ سبزی سے بھی زیادہ احمق ہے۔ عام لوگ اسے من رِجلِهِ: ضمیر کی طرف اضافت کے ساتھ بولتے ہیں۔
الأرْجَلُ مِنَ الخَيْل: جس گھوڑے کے ایک پاؤں میں سفیدی ہو۔ ایسے گھوڑے کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ سوائے اس کے اس

گھوڑے کے بدن پر کوئی اور واضح نشان ہو۔
الأَرْجَلُ من النّاس: لوگوں میں سے بڑا آدمی یا بڑی شخصیت۔
المِرْجَلُ: (میم مکسور)، تانبے کی ہانڈی۔ الرَّاجِلُ: پاپیادہ۔ یہ الفارس بمعنی گھڑ سوار کی ضد ہے۔ اس کی جمع رَجْلٌ ہے۔ اس کی مثال صاحبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔
رَجَّالَةٌ و رُجَّالٌ: (جیم مشدد دونوں میں)۔
الرَّجْلاَنَ: پا پیادہ۔ اس کی جمع رَجْلَى ورِجَالُ ہے۔ اس کی مثال عَجْلاَنَ، عَجْلَى اور عِجَال ہے۔
اِمْــرَاَةٌ رَجْلَى بروزن عجلَى: (پا پیادہ عورت)۔ نِسْــوَةٌ رِجَال بروزن عِجالٌ: (پاپیادہ عورتیں)۔
الرَّجُلُ: مرد، اِمْرَاَة کی ضد، اس کی جمع رِجالٌ اور رجالات ہے۔ اس کی مثال جِمَالٌ، جمالاتٌ اور أَراجِلٌ۔ عورت کو رَجُلَةٌ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: کانت عَــائشــةُ رضی الله عنهــا رَجُلَةَ الــرَّأْيِ: حضرت عائشہؓ صاحب رائے تھیں۔ الــرُّجَــلُ کا اسم تصغیر رُجَيْلٌ اور رُوَيْجِلٌ بھی ہے جو خلاف قیاس ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ رُوَيْجِلُ، رَاجِــلٌ کا اسم تصغیر ہے۔
الــرُّجْــلَــةُ: (راء مضموم)۔ الــرَّجُلُ الرَّاجِلُ اور اَرْجَلُ کا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: الــرَّجُــلُ بَيِّنِ الــرُّجْــلَــة والــرَّجُوْلَــةِ والــرُّجُــوْلِيَّــةِ، یعنی الــرَّجُــل، رُجــلة رجــولت اور رَجُوليت کا مظہر ہے۔ یعنی الرَّجل مردانگی کا ظاہر اور واضح ثبوت ہے۔
رَاجِلٌ جَيِّد الرُّجُوْلَة: اچھی مردانگی والا مرد۔
فَــرَسٌ أَرْجَــلُ - بَــيِّــنُ الــرَّجَــلِ والــرُّجْــلَةِ: طاقتور گھوڑا۔
شَــعْــرٌ رَجَــلٌ وَرَجِــلٌ: (جیم مفتوح و مکسور)، کم گھنگھریالے بال۔ کہہ سکتے ہیں کہ رَجَّلَ شَعْرَهُ تَرْجِيْلاً۔ اس نے بال سیدھے کیے۔
میرا کہنا ہے کہ تَرْجِيْلُ الشَّعْرِ کا مطلب تو بالوں کو گھنگھریالے بنانا ہے۔ اور تَرْجِيْلُهُ کا معنی صرف کنگھی کرنا بھی ہے۔
اِرْتِجَــال الــخــطــبة والشِّعر: فی البدیہہ خطبہ یا شعر پڑھنا۔
تَرَجَّلَ: وہ پیدل چل پڑا۔
ر ج م - الرَّجْمُ: قتل کرنا۔ اصلاً اس کا معنی سنگ کرنا ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس سے رَجِيْمٌ، مَرْجُوْمٌ مشتق ہیں۔ بمعنی دھتکارا ہوا اور سنگسار ہو کر مرنے

والا آدمی۔

الرُّجْمَةُ بروزن العُجمةُ. بڑا پتھر۔ اس کی جمع الرُّجَمُ اور الرِّجَامُ ہے۔ یعنی بڑے پتھر، اوپر تلے چنے ہوئے پتھر نہیں۔ شاید ایسے پتھر جو قبروں پر قُبّہ بنانے کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن مغفّل نے اپنی وصیت میں کہا کہ: لاَ تُرَجِّمُوْا قَبْرِیْ میری قبر پر پتھروں کا ڈھیر نہ بنانا۔ گویا وہ چاہتے تھے یا ان کی مراد یہ تھی کہ ان کی قبر کو زمین کے ساتھ ہموار کیا جائے۔ اور قبر زمین سے اونچی قبہ دار نہ ہو جائے۔ ضحاک نے بھی اپنی وصیت میں یہی کچھ کہا کہ: اِرْمُسُوْا قَبْرِی رَمْسًا: میری قبر کو اچھی طرح زمین کے برابر کر دو۔ محدثین کہتے ہیں کہ یہ عبارت لاَ. تَرْجُمُوْا قَبْرِیْ: (جیم بغیر تشدید کے) ہے۔ لیکن درست بات یہی ہے کہ تُرَجِّمُوْا میں جیم مشدد ہے۔

الرَّجْمُ: اٹکل پچو۔ یعنی صرف اندازے سے بات کرنا۔ قول خداوندی ہے: رَجْمًا بِالْغَيْبِ "بغیر دیکھے بھالے اندازے سے بات کہنا۔" اسی سے الحَدِیْث المُرَجَّمُ مشتق ہے۔ یعنی اٹکل پچو بات۔

تَرَاجَمُوْا بالحِجَارة: انہوں نے ایک دوسرے کو پتھر مارے۔

تَرْجَمَ کَلاَمَهُ: اس نے اپنی بات یا اپنے کلام کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا۔ اسی سے التَّرْجُمَانُ مشتق ہے۔ جس کی جمع تَرَاجِمُ ہے۔ بروزن زعفران. جمع زَعَافِرُ. تَرْجَمَان میں جیم مضموم ایک لہجہ یا لغت ہے۔ نیز تاء مضموم اور جیم مضموم دونوں اکٹھے یعنی التُّرْجُمَان بھی ایک لہجہ یا لغت ہے۔

ر ج ا- اَرْجَيْتُ الأَمْرَ: میں نے کام کو مؤخر کر دیا۔ یہ ہمزہ کے ساتھ اور حرف لین کے ساتھ دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ یعنی اَرْجَاْتُ اور اَرْجَيْتُ. قول خداوندی کو یوں پڑھا گیا ہے: وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللهِ: یعنی دوسرے لوگوں کا معاملہ وحی الٰہی آنے تک مؤخر کر دیا گیا۔ اور وَاَرْجِهْ وَاَخَاهُ: اسے اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے۔ اس سے اسم صفت رَجُلٌ مُرْجٍ اور قَوْمٌ مُرْجِيَةٌ ہوگا۔ اور اسے صفت نسبتی بنانے کی صورت میں کہیں گے: رَجُلٌ مُرْجِيٌّ: (یاء مشدد کرکے) جس طرح سے مادہ ر ج ا کے ذیل میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

الرَّجَاءُ: (الف ممدود) امید، آس، توقع۔ کہا جاتا ہے: رَجَاهُ: اس نے اس سے استدعا کی یا امید رکھی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اور مصدر رَجَاءٌ اور رِجَاوَةٌ

ہے۔ تَرَجَّاهُ، اِرْتَجَاهُ اور تَرَجَّاهُ تَرْجِيَةً سب کا معنی ایک ہی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض اوقات الرَّجْوُ اور الرَّجَاءُ خوف کے معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔ قول خداوندی ہے: مَالَكُمْ لاَ تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا: یعنی تم خدا کی عظمت سے نہیں ڈرتے۔ ابوذؤیب نے کہا کہ:

اِذَا لَسَعَتْهُ النَّحْلُ لم يَرْجُ لَسْعَهَا

''اسے بھڑ نے جب کاٹ لیا تو اب اسے بھڑ کے کاٹنے کا ڈر نہیں اور نہ ہی اسے اب بھڑ کے ڈسنے کی پرواہ ہے۔''

الرَّجَا مَقْصُوْرٌ: کنویں کا کنارہ۔ حَافَتَاهَا: کنویں کے دو کنارے۔ کنویں کی ہر طرف کو رَجَا کہتے ہیں۔ اس کا تثنیہ کا صیغہ رَجَوَانِ ہے اور جمع اَرْجَاء ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَآئِهَا: اور فرشتے اس کے کناروں پر اتریں گے۔

الأَرْجُوَان: ارغوانی رنگ، گہرا سرخ رنگ۔ ابوعبید نے کہا کہ یہی وہ رنگ ہے جسے نشاستج[1] کہتے ہیں۔ ابوعبید نے کہا کہ بہرمان اسکے علاوہ دوسری چیز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الارجُوَان دراصل فارسی کے لفظ ارغوان سے معرب ہے۔ ارغوان ایک درخت ہے جو حد درجہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ اس سے مشابہت رکھنے والے ہر رنگ کو ارغوانی کہتے ہیں۔

ر ح ب - الرُّحْبُ: (راء مضموم)، وساطت، طاقت و قوت اور مقدور، اسی سے متعلق محاورہ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ رَحْبُ الصدر: وہ کشادہ دل انسان ہے۔ الرَّحْبُ: (راء مفتوح)، وسیع، وسعت والا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے اور مصدر رُحْبًا: (راء مضموم) بھی ہے۔ لوگوں کا مَرْحبًا اور اهـلًا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اَتَيْتَ سَعَةً و اَتَيْتَ اهلًا: خوش آمدید، تو مانوس ہو اور اجنبیت محسوس نہ کر۔ رَحَّبَ بِهِ تَرْحِيبًا: اس نے اس کی خوب آؤ بھگت کی یا اس نے اسے مَرْحبًا کہا۔ الرَّحِيْبُ: کشادہ دل انسان، فلانٌ رَحِيْبُ الصَّدْرِ: فلاں آدمی کشادہ دل ہے۔

رَحُبَتِ الدَّارُ مِنَ البابِ السَّابِق وارْحَبَتْ: مکان پہلے سے زیادہ وسیع ہوگیا۔

رَحَبَةُ المَسْجِدِ: (حاء مفتوح) مسجد کا صحن۔ اس کا جمع کا صیغہ رَحَبٌ اور رَحَبَاتٌ ہے۔

ر ح ض - رَحَضَ يَدَهُ وَثَوْبَهُ: اس نے اپنا ہاتھ اور کپڑا دھویا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

[1] یہ لفظ اصلاً نشاستہ ہوگا جسے معرب کیا گیا ہے۔

الثَّوْبُ رَحِيْضٌ ومَرْحُوْضٌ: کپڑا دُھلا ہوا ہے۔
المِرْحَاضُ: دھونے کی جگہ۔اس کی جمع مَرَاحِيْضُ ہے۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔
ر ح ق-الرَّحِيق: صفائے شراب۔ خالص شراب۔
ر ح ل-الرَّحْلُ: آدمی کا گھر اور گھر کا مال واسباب۔
الرَّحْلُ: کجاوہ۔یہ قَتَب یعنی پالان سے چھوٹا ہوتا ہے۔اس کی جمع الرِّحَال ہے۔تین کجاوے کے لئے کہیں گے ثلاثۃُ اَرْحُل.
رَحَلَ البَعِيْرَ: اس نے اونٹ پر کجاوہ کس دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ رَحَلَ فُلَانٌ: فلاں شخص چلا گیا یا اس نے کوچ کیا۔ اِرْتَحَل اور تَرَحَّل: دونوں کا مطلب ایک ہے۔ اس کا اسم الرَّحِيْلُ بمعنی کوچ ہے۔
الرِّحْلَةُ: (راء مکسور) کوچ۔کہا جاتا ہے کہ:دَنَت رِحْلَتُنَا: ہمارے کوچ کا وقت قریب آ گیا۔ اَعْطَاهُ راحلةً: اس نے اسے سواری دے دی۔
الرَّاحِلَةُ: اونٹنی جو سفر کے قابل ہو۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ الرَّاحِلَةُ کا معنی سواری ہے وہ اونٹ کی ہو یا اونٹنی کی۔

المَرْحَلَةُ: مرحلہ اس کی جمع مَرَاحِلُ: دورانِ سفر رُکنے کے مقامات۔
ر ح م-الرَّحْمَةُ: نرمی اور شفقت۔
المَرْحَمَةُ: کا بھی یہی مطلب ہے۔
قَدْ رَحِمَهُ: (حاء مکسور) رَحْمَةً اور مَرْحَمَةً بھی،اس نے اس پر ترس کھایا رحم کیا۔
تَرَحَّمَ عليه: اس نے اس پر شفقت کی۔
تَرَاحَمَ القَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے پر ترس کھایا۔
الرَّحَمُوْتُ: رَحِمَ سے مشتق ہے۔کہا جاتا ہے کہ:تَرْهَبُوْتٌ خَيْرٌ مِن تَرْحَمُوْتٍ: یہ بات کہ تجھے سخت خوف زدہ کیا جائے بہتر ہے اس سے کہ تم پر ترس کھایا جائے۔
الرَّحِمُ: قرابت،رشتہ داری۔
الرِّحْمُ: بروزن الجِسْمِ کا معنی بھی یہی ہے۔
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ: دو اسم جو الرَّحْمَة سے مشتق ہیں۔ ان کی مثال نَدِيْمٌ اور نَدْمَانٌ ہے دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔اگر اشتقاق مختلف ہو تو تاکید کیلئے دو اسموں کا دوبار استعمال جائز ہے۔اس کی ایک اور مثال:فُلَانٌ جَادٌّ مُجِدٌّ ہے۔البتہ الرَّحْمٰنُ ایسا نام ہے جو ذات باری کے ساتھ مختص ہے۔اللہ کی ذات کے سوا کسی کو

اس نام سے موسوم کرنا جائز نہیں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ: گویا اللہ تعالیٰ نے الرَّحْمٰن کو ایسے اسم کے برابر قرار دیا جس میں کوئی ذات باری کا شریک نہیں ہے۔ مسیلمہ کذاب اپنے آپ کو رَحْمَانُ السَّمَامَةِ کہلاتا تھا۔ الرَّحِیْمُ ہوسکتا ہے کہ یہ مرحوم کے معنوں میں مستعمل ہوا ہو۔ جس طرح یہ راحِم کے معنوں میں بھی استعمال ہوسکتا ہے۔

الرُّحْمُ: (راء مضموم) رحمت۔ قول خداوندی ہے: اَقْرَبُ رُحْمًا: "اور جو رحمت وشفقت میں اس سے بہتر ہو۔" اور الرُّحُمُ: (راء اور حاء دونوں مضموم)، کا معنی بھی یہی ہے۔

ر ح ی - الرَّحی: چکّی، یہ مؤنث ہے۔ اس کا صیغہ تثنیہ رَحَیَان ہے جس نے الرَّحی میں یائے ممدود کے بدلے الف ممدود بتایا تو اس نے اسے رَحَاءَ، تثنیہ رَحاءَان اور جمع اَرْحِیَة کہا جس کی مثال عَطَاءَ تثنیہ عطائَینِ اور اَعْطِیَة ہے۔

ثلاثُ اَرْحٍ: تین چکیاں اور کثرت کیلئے اَرحاء کہیں گے۔

رَحَی القَوْمِ: قوم کا سردار۔

رَحَی الحَرْبِ: جنگ کا بڑا حصہ۔

الرَّحَی: داڑھ۔ الأرحَاء: داڑھیں۔

ر خ ص - الرُّخصُ: ارزانی۔ الغلاء: (گرانی) کی ضد۔

قَدْ رَخُصَ السِّعْرُ: نرخ سستا ہوگیا۔ رَخُصَ میں خاء مضموم ہے۔ اس کا مصدر رُخْصًا ہے۔

اَرْخَصَهُ اللّٰه: اللہ نرخ ارزاں اور سستا کرے۔ اس کا اسم فاعل رَخِیصٌ بمعنی سستا ہے۔

اِرْتَخَصَ الشَّیْئُ: اس نے چیز سستی خرید لی۔ اِرْتَخَصَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے چیز کو سستا سمجھا، یا جانا۔

الرُّخْصَةُ فی الأمرِ: احکام واوامر شرعیہ میں رخصت کا مؤقف اختیار کرنا بخلاف سخت مؤقف اختیار کرنے کے۔

قَدْ رَخَّصَ لَهُ فی کذا تَرخِیصًا فَتَرَخَّصَ: فلاں معاملے میں اسے رخصت دی گئی تو اس نے رخصت کا مؤقف اپنا لیا۔

وَلَمْ یَسْتَقْصِ: اور اس نے معاملے کی زیادہ کھوج نہیں کی۔

الرَّخْصُ: نرم ونازک۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ رَخْصُ الجَسَدِ: وہ نازک بدن یا نازک اندام ہے۔ الرَّخَاصَةُ اور الرُّخُوصَةُ دونوں کا یہی معنی ہے۔

ر خ م — الرَّخَمَةُ: سیاہ و سفید داغوں والے گدھ کی طرح کا پرندہ۔ اس کی جمع رَخَمٌ ہے۔ اس کا اطلاق ان پرندوں کی جنس پر ہوتا ہے۔

كَلامٌ رَخِيمٌ: نرم و شستہ گفتگو۔

التَّرْخِيم: تلیین۔ حروف علت کو ہمزہ کی بجائے حروف لین کی طرح پڑھنا یا بولنا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترخیم سے مراد حذف ہے۔ اسی سے تَرْخِيمُ الاسم في النداء ہے، یعنی نداء کے آخر میں ایک یا ایک سے زیادہ حروف کا حذف۔

الرُّخَامُ: سنگ مرمر۔

ر خ ا — شَيْئٌ رِخْوٌ: (راء مکسور)، نرم و ملائم چیز۔ آسودہ۔

أَرْخى السِّتْرَ: اس نے پردہ لٹکایا۔

اسْتَرْخى الشَّيْئُ: چیز لٹک گئی، ڈھیلی ہوگئی۔

تَرَاخي السَّمَاءُ: بارش برسنے میں دیر لگ گئی۔

رَخِيّ البال: آسودہ دل، فارغ البال یا خوشحال شخص۔ بَيِّنُ الرخاء: (الف ممدود) خوشحال اور آسودہ۔

رُخَاءٌ: (راء مضموم)، نرم و خوشگوار ہوا۔

ر د ا — الرَّدِيُّ: (یاء ممدود)، فاسد، بیکار، ردّی۔ اس کا باب ظرف ہے۔

أَرْدَاهُ: اس نے اسے خراب کر دیا۔

أَرْدَاهُ: کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اس کی مدد کی۔

الرِّدْءُ: مدد اور اعانت۔

ر د د — رَدَّهُ عَنْ وَجْهِهِ، يَرُدُّهُ رَدًّا وَرِدَّةً: (راء مکسور)، ومَرْدُودًا ومَرَدًّا: اس نے اسے اپنے چہرے سے دور ہٹا دیا۔ قول خداوندی ہے: فَلا مَرَدَّ لَهُ: "پھر وہ فیصلہ ٹل نہیں سکتا۔" رَدَّ عَلَيْهِ الشَّيْئَ اذا لم يَقْبَلْهُ وَكذا اذا خَطَّأَهُ: "اس نے چیز قبول نہیں کی تو لوٹا دی۔ اسی طرح جب اس نے کسی کو غلطی پر پایا تو اسے لوٹا دیا۔

رَدَّهُ الى منزله: اس کو اس کے گھر کی طرف لوٹا دیا۔

رَدَّ اِلَيْهِ جوابًا: اس نے اس کو جواب لوٹا دیا۔

شَيْئٌ رَدٌّ: ردی و نا قابل قبول چیز۔

رَدَّدَهُ: اس نے اسے دہرایا۔ اس کا مصدر تَرْدِيدًا، تَرْدادًا (تاء مفتوح)، فَتَرَدَّدَ: پس وہ شک میں پڑا یا متردّد ہوا۔

الإرْتِداد: رجوع، لوٹنا۔ اسی سے لفظ المُرْتَدّ مشتق ہے۔

الرِّدَّةُ: (راء مکسور)، اس کا اسم ہے جس کا معنی مرتد ہونا ہے۔

استَرَدَّهُ الشَّيْئَ: اس نے اس سے چیز

واپس مانگی۔

الرِّدِّيْدَى: (یاء مقصور و راء مکسور، دال مکسور و مشدد) بمعنی ردّ یعنی لوٹانا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا رِدِّيْـدَى فِي الصَّدَقَةِ: زکوٰۃ میں لوٹانا نہیں ہے۔

رَادَّهُ عَلَيْهِ: اس نے اسے لوٹا کر دے دیا۔

هُمَا يَتَرَادَّانِ: وہ دو ایک دوسرے کو ہر خرید و فروخت لوٹا دیتے ہیں، یعنی بیع کو فسخ کر دیتے ہیں۔

هٰذَا الْاَمْرُ اَرَدُّ عَلَيْهِ: مجھے اس کام میں نفع ہوتا ہے۔ اور هٰذَا اَمْرٌ لَا رَادَّةَ لَهُ: اس کام کا کچھ فائدہ نہیں اور اس سے رجوع ممکن ہے۔

ر د ع - رَدَعَهُ عَنِ الشَّيْئِ فَارْتَدَعَ: اس نے اسے کسی چیز سے روکا تو وہ رک گیا یا باز رہا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ر د غ - الرَّدَغَةُ: (دال مفتوح و ساکن) پانی، مٹی اور سخت کیچڑ۔

ر دِ ف - الرِّدْفُ - الْمُرْتَدِفُ: گھڑ سوار کے پیچھے بیٹھنے والا۔

اَرْدَفَهُ: اس نے اسے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ ایک چیز کے پیچھے آ لگنے والی چیز اس کی رِدْف ہوگی۔ الرِّدْف کا معنی جانور کا پچھلا حصہ یعنی پٹھ بھی ہے۔

الـرَّدِيْـفُ اور الْمُرْتَدِفُ ہم معنی الفاظ ہیں۔

رَدِفَهُ: (دال مکسور) اس نے اس کی اتباع یا متابعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ: نَزَلَ بِهِمْ اَمْرٌ فَرَدِفَ لَهُمْ آخَرُ اَعْظَمُ مِنْهُ: ان پر ایک بلا نازل ہوئی، تو اس کے پیچھے ایک اور بلا آئی جو پہلی سے زیادہ بڑی تھی۔

قول خداوندی ہے: تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ: "پھر اسکے معاً بعد ایک اور زلزلہ آئے گا۔"

اَرْدَفَهُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی اس کے پیچھے آیا۔

هٰـذِهِ دَابَّـةٌ لَا تُرَادِفُ: یہ سواری کا جانور ہے جو سوار کے پیچھے دوسرے کو نہیں اٹھاتا۔

اِسْتَرْدَفَهُ: اس نے اسے اپنے ساتھ بٹھانے کیلئے کہا۔

اَلتَّرَادُفُ: تتابُع۔ ایک دوسرے کے پیچھے ہونا۔

ر د م - رَدَمَ الثُّلْمَةَ: اس نے درز بھر دی یا شگاف پُر کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الرَّدْمُ: اس کا اسم ہے۔ اور اس کا معنی بھرائی یا فلنگ ہے۔

ر د ن - الرُّدْنُ: (راء مضموم) آستین۔ کہا جاتا ہے کہ: قَمِيْصٌ وَاسِعُ الرُّدْنِ: چوڑی آستین والی قمیض۔ اس کی جمع الْاَرْدَانُ ہے۔

الْمِرْدَنُ: تکلا۔

الأُردُن: (الف مضموم اور دال مضموم و مشدد) دریائے اُردن اور شام کی بلندیوں پرایک علاقہ۔

القَنَاةُ الرُّدِينِيَّةُ: رُدینی نیزے اور الرُّمحُ الرُّدِينِيُّ: ردینی تیر۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تیر اور نیزے سمہر کی عورت کے نام منسوب ہیں جس کا نام رُدینَة تھا۔ یہ دونوں خط ہجر پر نیزے سیدھے کرتے تھے۔

ر د ی-رَدَی فی البئرِ وَتَرَدَّی: وہ کنویں میں گر گیا یا پہاڑ سے لڑھک گیا۔

الرِّداء: چادر جو اوڑھی جاتی ہے۔ اسکا تثنیہ کا صیغہ رِدَاءَانِ اور رِدَاوَان ہے۔

تَرَدَّی اور اِرْتَدَی: اس نے چادر اوڑھ لی۔ رَدَّاهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے چادر پہنا دی۔ اس کا مصدر تَرْدِيَةٌ ہے۔

رَدِيَ: اس کا باب صَدِیَ ہے، اور معنی وہ ہلاک ہوا۔

اَرْدَاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ہلاک کر دیا۔

ر ذ ذ-الرَّذَاذُ: (راء مفتوح) پھوار، ہلکی بارش۔ کہا جاتا ہے: أَرَذَّتِ السَّمَاءُ: آسمان سے پھوار پڑی۔

ر ذ ل-الرَّذْلُ: خسیس اور کمینہ، رذیل شخص۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اسم فاعل رَذْلٌ اور رُذَالٌ (راء مضموم)۔ مِنْ قَوْم یعنی قوم کے کمینے لوگ۔ اس کی جمع رُذُولٌ، اَرْذَالٌ، رُذَلاءٌ ہے۔ اَرْذَلَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے رذیل بنا دیا۔ رَذَلَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَـرْذُول ہے۔

رُذَالُ كلِّ شَيْئٍ: ہر چیز کا ردی حصہ۔

ر ز أ-الرُّزْءُ والمَرْزِئَةُ والرَّزِيئَةُ: (یاء ممدود) اور الرَّزِيَّةُ: مصیبت۔ اس کی جمع الرَّزَايا ہے۔ قَدْ رَزَأَتْهُ رَزِيئَةٌ: اس پر ایک مصیبت آئی ہے۔

ر ز ب-الـمِـرْزَابُ: یہ المِيزاب کا ایک اور لہجہ یا لُغت ہے۔ لیکن یہ غیر فصیح کلمہ ہے۔

الإرْزَبَّةُ: وہ آلہ جس سے مٹی کے ڈھیلے توڑے جاتے ہیں۔ اگر اس کو میم سے یعنی مِرْزَبَةٌ پڑھا جائے تو پھر باء مشدد نہیں ہوگا۔

الإرْزَبُّ: کوتاہ۔

ر ز د ق-الرُّزْدَاقُ: لفظ رُستاق بمعنی گاؤں کے معرّب کا تلفظ یا لغت ہے۔

ر ز ز-الرَّزَّةُ: وہ لوہا جس میں قفل کو داخل کیا جاتا ہے۔ رزّ البَـــابَ: اس نے دروازہ درست کیا یا دروازہ پر لوہا لگا دیا۔

الرُّزُّ: (راء مضموم) الأُرُزّ کا ایک تلفظ یا لہجہ بمعنی چاول۔

ر ز ق-الرِّزْقُ: رزق، روزی۔ جس سے

نفع حاصل کیا جاتا ہے۔اس کی جمع اَرْزَاق ہے۔ الرِّزْقُ کا معنی عطاء اور بخشنا بھی ہے۔ اور اس قول کا مصدر ہے کہ رَزَقَهُ اللّٰه یرزقُهٗ: (زاء مضموم) رزقًا: روزی دینا، یا صرف دینا اور بخشنا۔

(میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے: رَزَق اللّٰهُ الخلْقَ رِزْقًا: اللہ نے بندوں کو رزق دیا ہے (راء مکسور) اس کا مصدر حقیقی رزقًا ہے۔اسم کو مصدر کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے)۔

ارْتَزَق الجُندُ: فوج نے اپنے روزینے لے لیۓ۔قول خداوندی ہے: وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ: "خدا کی دی ہوئی روزی اور اس کے رزق کی شکر گزاری یوں کرتے ہو کہ جھٹلاتے ہو۔" اس کی ایک اور مثال یہ قول خداوندی ہے: وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ ہے جہاں القَرْيَةِ سے مراد اهل القرية لی گئی ہے۔بعض اوقات بارش کو بھی رزقًا کہا گیا ہے۔انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو بارش برسائی ہے تو اس سے مردہ زمین کو زندہ کر کے سرسبز کر دیا ہے۔ اس آیت میں رزق سے مراد بارش لی گئی ہے۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ: وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ: آسمان میں تمہاری روزی یعنی روزی کا باعث بارش ہے۔" یہ زبان کی وسعت ہے۔ اسی طرح محاورہ ہے کہ التَّمْرُ فِي قَعْرِ القَلِيْبِ: کھجور کنویں کی تہہ میں ہے۔ یعنی کنویں کے پانی سے سیراب ہو کر ہی کھجور کے درخت پھل لاتے ہیں۔ اسی طرح رَجُلٌ مَرْزُوْقٌ سے مراد خوش نصیب شخص لی جاتی ہے۔

ر ز م—رَزَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو اکٹھا کیا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الرِّزْمَةُ: (راء مکسور) کا معنی کپڑوں کا گٹھا یا گٹھڑ ہے۔ قَدْ رَزَّلَهَا تَرزِيْمًا: اس نے کپڑوں کا گٹھڑ اچھی طرح باندھ دیا۔

المُرَازَقَةُ فِي الأَكْلِ: کھانے میں دو چیزوں کو اکٹھے ملا کر کھانا۔جس طرح کوئی آدمی جراد (ٹڈی) اور کھجور ملا کر کھائے۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا اَكَلْتُمْ فَرَازَمُوْا: جب تم کھانے لگو تو اس کا شکر اور اس کی حمد بیان کرو۔

(میرا کہنا ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب تم کھانے لگو تو مُرازمه کرو۔اس کی تفسیر میں اصمعی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خوراک میں مختلف چیزیں بدل بدل کر کے استعمال کرو۔مثلاً:

کسی دن گوشت۔ کسی دن شہد، اور کسی دن دودھ وغیرہ۔ تاکہ ہر روز یعنی ہمیشہ کوئی ایک ہی چیز نہ کھاتے رہو۔ ابن الاعرابی نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ اپنے کھانے کے ساتھ اللہ کا شکر ساتھ ملالو، یوں کہ ہر لقمہ اور دوسرے لقمے کے درمیان الحمد لِلّٰہ کہا کرو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ **المرازمة** کا معنی یہ ہے کہ انسان، نرم، خشک، میٹھا، کھٹا و ترش، سالن کے ساتھ اور بغیر سالن کے بدذائقہ ہر طرح کا کھانا کھائے۔ گویا اس سے مراد یہ ہے کہ خوشگوار و ناخوشگوار ہر طرح کا کھانا کھانا چاہیے۔

ر ز ن—الرزانة: وقار، پختگی۔

قَدْ رَزُنَ الرَّجُلُ: آدمی پُر وقار اور پختہ کار ہوگیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اور اسم فاعل رَزِیْن ہے، یعنی باوقار۔

رَزَنْتُ الشَّیْئَ: میں نے چیز کو باوقار بنایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ جب تم اسے مرفوع پڑھو تا کہ اس کا ثقیل ہونا اور خفیف ہونا معلوم کرو۔ **شَیْئٌ رَزِیْنٌ**: بھاری چیز۔

الرَّوْزَنَةُ[1]: روشن دان۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

رزیۃ: دیکھیے بذیل مادہ ر ز ا.

ر س ب—رسب الشیئ فی الماء: پانی میں کسی چیز کا تہ میں بیٹھ جانا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

ر س ت ق—الرُّسْتَاقُ: فارسی سے معرب کلمہ۔ اسے رُسْدَاق بھی پڑھا یا اور بولا گیا ہے۔ یعنی گاؤں، دیہات۔ اس کی جمع الرَّسَاتِیْقُ ہے۔

ر س خ—رَسَخَ الشَّیْئُ: چیز ثبت ہوگئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ ہر ثابت چیز رَاسِخ ہے۔ اسی سے **الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ** ہے۔ یعنی علم میں گہری اور پائدار نظر رکھنے والے لوگ۔

ر س س—رَسُّ الحُمّٰی: بخار کا اثر کرنا۔ یعنی بخار کا محسوس ہونا۔

الرَّسُّ کا معنی پتھروں سے لپٹا ہوا کنواں بھی ہے۔

الرَّسُّ: ایک کنویں کا نام بھی ہے جو قوم ثمود کی باقیات میں سے تھا۔

ر س غ—الرُّسْغ من الدَّوَاب: چوپاؤں کی اگلی ٹانگوں میں ٹخنے کی جگہ۔ کلائی، پونچا۔ **الرُّسُغ** میں سین ساکن اور مضموم ہے۔

ر س ل: لوگوں کا یہ کہنا کہ **اَفْعَلُ کَذَا وَکَذَا عَلٰی رِسْلِکَ** (راء مکسور) میں فلاں فلاں کام باوقار طریقے سے کروں گا۔ رِسْلِکَ میں راء مکسور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ **عَلٰی ہِیْنَتِکَ**: سکون اور وقار

---

[1] اصل فارسی لفظ روزن ہے۔

سے رہو یا کرو۔ انہیں معنوں میں یہ کلمہ
حدیث شریف میں آیا ہے: اِلَّا مَنْ
اَعْطٰی فِی نَجْدِیَتِهَا وَرِسْلِهَا:
سوائے اس کے کہ جس نے آسانی اور سختی
کی دونوں حالتوں میں عطا کیا یا بخش دیا۔
حدیث میں نحدة اور رِسْل کا معنی
آسودگی اور بدحالی ہے۔ حدیث میں ذکر
ہے کہ کوئی شخص صدقہ وزکوٰۃ میں موٹے
تازے فربہ اور خوبصورت جانور دیتا ہے،
ایسے مال کا نکالنا مالک کیلئے گراں ہوتا
ہے۔ اسے نَجْدتُھا کہا جاتا ہے۔ اور تنگی و
بدحالی میں جو جانور دیتا ہے وہ نسبتاً کمزور
اور دبلے پتلے ہوتے ہیں۔ الرِّسْلُ:
دودھ کو بھی کہتے ہیں۔ رَاسَلَهُ مُرَاسَلَةً:
اس نے اسے ایک مراسلہ لکھا۔ اس کا اسم
فاعل مُرَاسِلٌ اور رَسِيْلٌ ہے۔

اَرْسَلَهُ فِی رِسَالَةٍ: اسے پیغام دے کر
بھیجا۔ اس کا اسم مفعول مُرْسَلٌ اور
رَسُوْلٌ ہے۔ اس کی جمع رُسُلٌ ہے۔

المُرْسَلَاتُ: ہوائیں۔ اس کا معنی
ملائکہ بھی کہا گیا ہے۔ الرَّسُوْلُ کا معنی
پیغام بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّا
رَسُوْلُ رَبِّ العَالَمِيْن: "ہم جہانوں
کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں۔" آیت
میں رَسُوْلاً تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے۔ کیونکہ
فَعُوْلاً اور فعیلاً کے وزن پر اسماء میں
مذکر اور مؤنث یکساں اور ایک جیسے ہوتے
ہیں اور واحد اور جمع بھی یکساں ہوتے
ہیں۔ اس کی مثال عَدُوٌّ اور صِدِّيْقٌ ہے۔

رَسِيْلُ الرَّجُلِ: وہ شخص جو کسی کو
جھگڑے، جدوجہد وغیرہ میں خط بھیجے۔

اِسْتَرْسَلَ الشَّعْرُ: بال کنگھی کرکے
سیدھے ہوگئے۔

اِسْتَرْسَلَ اِلَيْهِ: وہ خوش ہوا۔ اور مانوس
ہوا۔ تَرَسَّلَ فِی قِرَاءَتِهٖ: اس نے اپنی
قراءت میں اپنی آواز دھیمی کردی۔

ر س م — الرَّسْمُ: نشان۔

رَسْمُ الدَّارِ: گھر کا نشان، جو گھر کی
بربادی کے بعد زمین پر باقی رہتا ہے۔ گھر
مٹنے کے نشانات۔

الرَّوْسَمُ: (سین اور شین دونوں کے
ساتھ)۔ کندان لکڑی جس سے کھلیان میں
اناج پر مہر لگائی جاتی ہے۔

قَدْ رَسَمَ الطَّعامَ: اس نے اناج پر مہر
لگادی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اسی
طرح رَسَمَ لَهُ فَارْتَسَمَ: اس نے اسے
حکم دیا تو وہ اسے بجالایا۔

اِرْتَسَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے تکبیر پڑھی
اور دعا کی۔ شاعر کا قول ہے:

وَصَلّٰی عَلٰی دَنِّهَا وَارْتَسَمْ

رَسَمَ علی کذا وکذا: اس نے فلاں
فلاں چیز پر لکھا۔ اس کا باب بھی نَصَرَ

ہے۔
ر س ن—الرَّسَنُ: رسّی۔ اس کی جمع اَرْسَانٌ ہے۔
رَسَنَ الفَرَسَ: اس نے گھوڑے کو رسی سے باندھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اَرْسَنَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔
ر س ا—رَسَا الشَّیْئُ: چیز ٹک گئی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ مَرْسی (میم مفتوح) لنگر انداز ہونے کی جگہ۔
رَسَتِ السَّفِيْنَةُ: جہاز لنگر انداز ہو گیا۔ اس کا باب عَدَا اور سما ہے۔
(میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے ن ج ر کے ذیل میں الأَنْجَرُ کا معنی جہازوں کی بندرگاہ لکھا ہے، یہ عراقی رسم ہے۔ وہ کہیں کہہ دیتے ہیں کہ هُوَ رَجُلٌ اَثْقَلُ من اَنْجُرِ: وہ آدمی بندرگاہ سے بھی زیادہ بھاری ہے۔ الازہری رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "التهذیب" میں اس کی عملی صورت بیان کی ہے۔ قول خداوندی: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسَاهَا: "اللہ کے نام سے اس کشتی کا چلنا اور لنگر انداز ہونا ہے۔" اس کا ذکر بذیل مادہ ج ر ي میں گزر چکا ہے۔
المِرْسَاةُ: جہاں کشتیاں یا جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں۔ اسے فارسی والے لنگر کہتے ہیں۔

الرَّوَاسِی مِنَ الجِبَالِ: پہاڑی چٹانیں۔ اس کا واحد کا صیغہ رَاسِيَةٌ ہے۔
ر ش ح—رَشَحَ: اسے پسینہ آ گیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ محاورہ ہے: لَمْ يَرْشَحْ لَهُ بِشَيْئٍ: اس نے اسے کچھ نہیں دیا۔ فُلَانٌ يُرَشَّحُ للوزارة: فلاں شخص وزارت کے لئے چنا جا رہا ہے۔ (اس میں شین مفتوح ہے) یعنی اسے وزارت کے منصب کے لائق سمجھا جاتا ہے اور اس منصب کیلئے اس کی تربیت کی جاتی ہے۔
ر ش د—الرَّشَاد: ہدایت و رُشد، غیّ یعنی گمراہی کی ضد۔ رَشَدَ يَرْشُدُ بروزن قَعَدَ يَقْعُدُ، رُشْدًا (راء مضموم) وہ ہدایت پاتا ہے۔ اس کا طَرِبَ باب سے ایک اور لہجہ بھی ہے۔
اَرْشَدَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے ہدایت دے۔
الطَّرِيْقُ الاَرْشَدُ: زیادہ اچھا راستہ، ہدایت کا بہتر راستہ۔ تم کہتے ہو کہ هُوَ لِرِشْدَة، لِزِنْيَةُ کی ضد ہے۔ یعنی نکاح زنا کی ضد ہے۔
میرا کہنا ہے کہ اس لفظ میں راء اور زاء مکسور بھی ہیں اور مفتوح بھی۔
ر ش ش—الرَّشُّ: للمَآء والدّم والدّمع: پانی، خون اور آنسو چھڑکنا۔ یا پانی چھڑکنا، خون بہانا اور آنسو گرانا یا بہانا۔
قَدْ رَشَّ المَكَانَ: اس نے جگہ پر

چھڑکاؤ کیا۔ اسکا باب رَدَّ ہے۔
تَرَشَّشَ عَلَيْهِ الْمَاءُ: اس پر پانی کا چھڑکاؤ ہوا۔
الرَّشُّ: بارش۔ اس کی جمع رِشَاشٌ ہے۔
رَشَّتِ السماء وأرَشَّتْ: آسمان نے مینہ برسایا۔ الرَّشَاش: (راء مفتوح) خون کے چھینٹے۔

ر ش ف – تَرَشُّفُ: چوسنا۔
قَدْ رَشَفَهُ: اس نے چُوس لیا۔ یا گھونٹ گھونٹ کرکے پیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ ارْتَشَفَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ ضرب المثل ہے کہ الرَّشُفُ اَنْقَعُ یعنی اگر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر انسان پانی پیئے تو پیاس میں یہ عمل زیادہ سکون بخش ہوتا ہے۔

ر ش ق – الرَّشْقُ: تیر اندازی۔ قَدْ رَشَقَهُ بِالنَّبْلِ: اس نے اسے تیر مارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
رَجُلٌ رَشِيقٌ: حسن قامت والا شخص۔
رَشُقَ رَشَاقَةً: اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

ر ش م – رَشَمَ الطَعام: اس نے خوراک یا اناج پر مہر لگا دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ الرَّوْشَمُ (سین یا شین دونوں) وہ تختی جس میں اناج کے کھلیان کو مہر لگائی جاتی ہے۔

ر ش ن – الرَّاشِنُ: بن بلایا مہمان۔ ایسا شخص جو کسی تقریب میں بغیر دعوت کے شامل ہو۔ اسی کو طفیلی بھی کہا جاتا ہے۔ البتہ ایسا شخص جو عین اس وقت مجلس میں آدھمکتا ہے جب لوگ کھانا کھا رہے ہوں تو ایسے شخص کو الوارش کہتے ہیں۔
الرَّوْشَنُ: روشندان کو کہتے ہیں۔

ر ش ا – الرِّشَاء: رسی۔ اس کی جمع اَرْشِيَةٌ ہے۔
الرُّشْوَةُ: (راء مکسور و مضموم) رشوت۔ اس کی جمع رُشًا ہے۔ (راء مکسور بھی ہے اور مضموم بھی)۔
رَشَاهُ: اس نے اسے رشوت دی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔
ارْتَشَى: اس نے رشوت لی۔
اسْتَرْشَى فِي حُكْمِهِ: اس نے اپنے فیصلے میں رشوت طلب کی۔ ارْشَاه: اس نے اسے رشوت دی۔ اَرْشَى الدَّلْوَ: اس نے ڈول میں رسی باندھ دی یا ڈال دی۔

ر ص د – الرَّاصِدُ لِلشَّيْءِ: کسی چیز کی گھات میں بیٹھا شخص۔ اس کا باب نَصَرَ اور رَصَدًا (راء اور صاد دونوں مفتوح) بھی ہے۔ التَرَصُّدُ: نگرانی کرنا۔ الرَّصَدُ (راء و صاد مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ القَوْمُ يَرْصُدُوْنَ كالحَرَسِ – الرَّصَدُ: واحد جمع اور

مؤنث کیلئے یکساں صیغہ ہے۔ بعض اوقات رصد کی جمع اَرْصاد کہا گیا ہے۔

المَرْصَدُ بروزن المَذْهَبُ: نگرانی اور گھات کی جگہ۔ اَرْصَدَهُ لِكَذَا: فلاں کیلئے اس نے گھات تیار کی۔ حدیث شریف میں ہے: اِلَّا اَنْ اُرْصِدَهُ لِدَيْنٍ عَلَيَّ: ''سوائے اس کے کہ اپنے ذمے قرض کی ادائگی کیلئے باقی رکھ چھوڑوں [1]۔''

المِرْصاد: (میم مکسور) راستہ۔

ر ص ص - رَصَّ الشَّيْئَ: کسی چیز کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے چپکانا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی لفظ سے بُنْيَانٌ مَرْصُوْصٌ مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے سیسہ پلائی ہوئی دیوار یا عمارت۔ رَصَّصَهُ تَرْصِيصًا کا معنی بھی یہی ہے۔

تَراصَّ الْقومُ في الصف: قوم صف میں گھٹ کر کھڑی ہوگئی۔

الـرَّصَاصُ: (راء مفتوح) سیسہ، عام لوگ اسے مکسور پڑھتے ہیں۔ یعنی الرِّصاص.

شَيْئٌ مُرَصَّصٌ: سیسہ پلائی ہوئی چیز۔ نہایت مضبوط۔

ر ص ع - التَّرْصيع: ترکیب۔ مرصع کرنا۔ جڑاؤ کرنا۔

تاجٌ مُرَصَّعٌ بالجواهر: جواہر سے جڑا ہوا تاج۔

سَيْفٌ مُرَصَّعٌ: جڑاؤ کاری کی ہوئی تلوار، حلقوں سے آراستہ کی ہوئی تلوار۔ اس کا واحد رَصِيعَةٌ ہے۔

ر ص ف - رَصَفَ قَدَمَيْهِ: اس نے اپنے دونوں پاؤں جوڑ لیئے۔ یا ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

تَـراصف القَوْمُ فِي الصَّف: لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر صف میں کھڑے ہوگئے۔ عَمَلٌ رَصِيْفٌ وَجَوابٌ رَصِيْفٌ: مضبوط و محکم کام اور جواب۔

رُصافَةٌ: ایک جگہ کا نام ہے۔

ر ص ن - الرَّصِيْنُ: محکم اور مضبوط، پختہ۔

قَـدْ رَصُنَ: وہ محکم و مضبوط ہوگیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

ر ض ب - الـرُّضَابُ: (راء مضموم) تھوک، لعاب دہن۔

الرَّاضِبُ: ایک قسم کی بیری۔ اور موسلا دھار بارش۔

---

[1] حدیث کا مکمل معنی یہ ہے کہ: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرڈالوں تو بھی میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تیسری رات آجائے اور ایک اشرفی برابر بھی میرے پاس باقی بچے سوائے اس کے کہ قرض کی ادائگی کیلئے رکھ چھوڑوں۔''

ر ض خ - رَضَخَ: اس نے اسے تھوڑا سا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

رَضْرَض: دیکھئے بذیل مادہ ر ض ض.

ر ض ض - الرَّضُّ: کوٹنا، دلیا کوٹنا یا دلنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الـرُّضْرَاضُ: کنکر۔ کوٹے یا توڑے ہوئے کنکر۔

رُضَاضُ الشَّيْئِ: کسی چیز کا ٹکڑا۔

رَضْرَضْتَهٗ: تو نے کسی بھی چیز کو توڑا یا ٹکڑے کیا۔

ر ض ع - رَضِع الصبيُ: بچے نے ماں کا دودھ پیا۔ اس کا مصدر رَضَاعًا ہے۔ (راء مفتوح ہے) یہ اہل نجد کا لہجہ یا لغت ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَرْضَعَتْهُ اُمُّهٗ: اس کی ماں نے اسے دودھ پلایا۔

امْـرَاَةٌ مُـرْضِعٌ: ایسی عورت جس کے پاس بچّہ ہو، جسے وہ دودھ پلاتی ہو۔ دودھ پلاتی عورت۔ اور اگر تم نے بچّہ کو دودھ پلانے سے عورت کو موصوف کرا ہو تو پھر کہیں گے: مُـرْضِعَةٌ هُوَ اَخِيْ مِنَ الـرَّضَاعَةِ: (راء مفتوح) وہ میرا دودھ شریک بھائی ہے یا رضاعی بھائی ہے۔

اِرْتَضَعَتِ العَنزُ: بکری نے خود اپنا دودھ پی لیا۔ الفرّاء کا کہنا ہے کہ: المُرْضِعَةُ کا معنی ہے ماں۔ اور المُرْضِعُ وہ عورت جس کے پاس کسی کا بچہ ہو، جسے وہ دودھ پلاتی ہو۔ اگر ماں کیلئے یہ لفظ بغیر 'ۃ' تانیث کے استعمال ہو، جس طرح حائض اور طـامـث حائضہ عورت کیلئے بغیر 'ۃ' استعمال ہوتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اگر ماں کے بغیر کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت کو المُرْضِعَةُ کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ الخلیل کا کہنا ہے کہ المُـرْضِعَةُ الاِرْضاع کا فاعل ہے۔ اور المُرْضِعُ الرَّضِيع کی ذات ہے۔ یعنی المُرْضِعُ ایک طرح کا ذاتی نام ہوگا اور المُرْضِعَةُ صفاتی نام۔

ر ض ا - الرُّضوان: (راء مکسور و مضموم) رضامندی۔

الرِّضا اور المَرْضَاة دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ رَضِيْتُ الشَّيْئَ وارْتَضَيْتُهٗ: میں نے چیز کو پسند کیا اور اس پر رضامند ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل مَرْضِيٌّ ہے اور مَرْضُوٌّ بھی ہے جو اصل پر مبنی ہے۔

رَضِـيَ عَـنْـهُ: وہ اس سے راضی ہوا۔ یا خوش ہوا۔ (ضاد مکسور) رِضًا مصدر محض ہے بمعنی راضی ہونا، پسندیدگی۔ اس کلمہ میں الف مقصور ہے۔ اس کا اسم الرِّضَاء (الف ممدود) یہ اخفش کا قول ہے۔

عِيْشَةٌ رَّاضِيَةٌ: پسندیدہ زندگی، دل پسند زندگی۔ کیونکہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ

رُضِيَتِ مَعِيشَتُهُ: یعنی اس کی زندگی کو پسند کیا گیا۔ اور یہ فعل مجہول ہے۔ اسے رَضِيَتْ: (راء مفتوح) نہیں پڑھا یا کہا جائیگا۔ کہا جاتا ہے کہ: رَضِيَ بِهِ صَاحِبًا: شاید لوگوں نے اسے رَضِيَ عَلَيه بھی کہا ہو جس کا مطلب ہے کہ وہ اس سے راضی ہو گیا۔ اَرْضَيْتُهُ عَنِّي: میں نے اسے اپنے سے راضی کر لیا۔ صرف اَرْضَيْتُهُ بھی کہا جاتا ہے اور رَضَّيْتُهُ بھی یعنی میں نے اسے راضی کر کے چھوڑا۔

تَرَضَّاهُ-اَرْضَاهُ: اس نے اسے بڑی کوشش کے بعد راضی کر لیا۔

اِستَرضَيْتُهُ فَاَرْضَانِي: میں نے اسے راضی کرنے کیلئے کہا تو اس نے مجھے راضی کیا یا منا لیا۔

رَضْوَى: مدینہ شریف میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ر ط ب-الرَّطْبُ: (راء مفتوح) تر، یَابِسٌ کی ضد۔ رَطُبَ الشَّيْئُ: چیز تر ہو گئی۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل یا صفت رَطْبٌ اور رَطِيبٌ بمعنی تر ہے۔

غُصْنٌ رَطِيبٌ: نرم و نازک اور ملائم ٹہنی۔ الرُّطْبُ: (راء مضموم، طاء ساکن و مضموم) گھاس، چارہ۔

الرَّطْبَةُ: (راء مفتوح) شاخ، خاص کر تر شاخ۔ اس کی جمع رِطَابٌ ہے۔

الرُّطَبُ من النخل أو التمر: تازہ کھجور، اس کی جمع اَرْطَابٌ اور رِطَابٌ ہے۔ اور الرُّطَبَةُ کی جمع رُطَبَاتٌ اور رُطَبٌ ہے۔

اَرْطَبَ البُسْرُ: گدرائی ہوئی نیم پختہ کھجور پک کر رُطَبْ بن گئی۔

اَرْطَبَ النَّخلُ: کھجور کے درخت پر کھجوریں پک کر رُطَبْ ہو گئیں۔ رَطَّبَهُ تَرْطِيبًا: اس نے اسے رُطب کھجور کھلائی۔

ر ط ل-الرَّطْلُ: (راء مفتوح اور مکسور) نصف من، موجودہ وزن کے مطابق ۲.۵۶۶ کلوگرام یعنی ڈھائی کلو۔

ر ط ن-الرِّطَانَةُ: (راء مفتوح اور مکسور) عجمی زبان میں بات کرنا۔

رَطَنَ لَهُ: اس نے اس سے عجمی زبان میں بات کی۔ اس کا باب کَتَبَ ہے۔

رَطَانَةٌ: کا بھی یہی معنی ہے۔ رَاطَنَهُ: اس نے اس سے عجمی زبان میں بات کی۔

تَرَاطَنَ القَوْمُ: قوم نے یا لوگوں نے عجمی زبان میں بات چیت کی۔

ر ع ب-الرُّعْبُ: ڈر اور خوف۔

رَعَبَهُ يَرْعَبُهُ: اس نے اسے ڈرایا یا خوف زدہ کیا۔ جس طرح قَطَعَهُ اور يَقْطَعُهُ ہے۔ اس کا مصدر رُعْبًا ہے، (راء مضموم) اسے اَرْعَبَهُ نہیں کہنا چاہیے۔

ر ع د-الرَّعْدُ: کڑک۔ وہ آواز جو بادلوں سے سنی جاتی ہے۔
رَعَدَتِ السَّمَاءُ: آسمانی کڑکا۔ وَبَرِقَتْ اور بجلی چمکی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اَرْعَدَتِ السَّمَآءُ وَابْرَقَتْ کا بھی یہی معنی ہے۔ اصمعی نے ان دونوں فعلوں کے رباعی وزن سے انکار کیا ہے۔
الإرتعادُ: اضطراب، کپکپی، تھرتھراہٹ۔
کہا جاتا ہے کہ: اُرْعَدَهُ فَارْتَعَدَ: اس نے اسے لرزا دیا تو وہ لرز گیا۔ اس کا اسم الرِّعْدَةُ ہے، بمعنی لرزہ۔ اس میں راء مکسور ہے۔
اُرْعِدَ الرجلُ: آدمی کو لرزا دیا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے، یعنی اسے لرزہ آ گیا۔
اُرعِدَتْ فَرَائِصُه عِنْدَ الفَزَعِ: ڈر کے مارے اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔
الــرَّعَّادُ: (راء مفتوح اور عین مشدد) سمندری مچھلی کی ایک قسم۔ اگر انسان اسے ہاتھ لگائے تو انسان کا ہاتھ اور بازو بے ہوش ہو جاتا ہے اور تب تک کانپتا ہے جب تک مچھلی زندہ رہے۔
(میرا کہنا ہے کہ الدیوان میں لکھا ہے کہ یہ ایسی سمندری مچھلی ہے کہ جب کوئی شخص اس کا شکار کرتا ہے اور وہ جال میں پھنس جاتی ہے تو شکاری پر تب تک کپکپی طاری رہتی ہے جب تک مچھلی جال میں رہے)۔

ر ع ز-المِرْعِزّی: (میم مکسور، عین مکسور، زائی مشدد اور یاء مقصورہ) بکری کے بالوں کے نیچے روئیں۔
المِرْعِزاء: (میم مکسور، عین مکسور، زائی بغیر تشدید اور الف ممدود، میم مفتوح بھی جائز ہے، اور بعض اوقات الف کو حذف کیا جاتا ہے اور اسے مِرْعِز کہا جاتا ہے) کا بھی یہی معنی ہے۔

ر ع ش-الرَّعَشُ: (راء اور عین دونوں مفتوح) کپکپی، رعشہ، اس کا باب طرب ہے۔ قَدْ رَعِشَ وارْتَعَشَ: اس پر کپکپی یا رعشہ طاری ہوا۔
أَرْعَشَهُ اللّٰهُ: خدا اُسے رعشہ زدہ کرے۔

ر ع ع-ترَعْرَعَ الصَّبِیُّ: بچے نے حرکت کی اور بڑھا یعنی نشوونما پائی۔
الرَّعَاعُ: حوادث، واقعات، معمولی لوگ۔

ر ع ف-الرُّعَاف: نکسیر، ناک کے راستے خارج ہونے والا خون۔
رَعَفَ يَرْعُفُ بروزن نَصَرَ يَنْصُرُ اور يَرْعَفُ بروزن يَقْطَعُ: اسے نکسیر آ گئی۔
رَعُفَ: (عین مضموم) بھی اس کا ایک لہجہ یعنی لغت ہے۔ لیکن یہ کمزور لہجہ ہے۔
رَاعُوفَةُ البِئرِ: کنویں کی تہہ میں ڈالا جانے والا یا رکھا جانے والا پتھر، یا چٹان۔ تاکہ اس پر کنواں صاف کرنے والا بیٹھ

سکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسا پتھر ہے جو کنویں کے سرے پر ہوتا ہے جس پر کھڑا ہو کر آدمی کنویں سے پانی کھینچتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ والسلامُ حِيْنَ سُحِرَ جُعِلَ سِحْرُهُ فِي جُفِّ طلعةٍ وَدُفِنَ تَحْتَ رَاعُوْفَةِ البئرِ: جب نبی اکرم علیہ السلام پر جادو کیا گیا تو یہ جادو نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں رکھ کر کنویں کی تہہ میں پتھر کے نیچے دبا دیا گیا۔

ر ع ن — الرُّعُوْنَةُ: بے وقوفی وحماقت۔ ڈھیلا پن۔ رعونت ونخوت۔

رَجُلٌ اَرْعَنُ: رعونت والا مرد اور امرأةٌ رعْنَاء: رعونت والی عورت۔

الرَّعَنُ: اظہار رعونت، کسی کو متاثر کرنا۔

رَعُنَ: اس کا باب سَهُلَ ہے اور معنی وہ رعونت زدہ ہوا۔ رَعَنًا: اس کا مصدر ہے۔

رِعَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ و ر ع.

ر ع ي — الرِّعْيُ: (راء مکسور) گھاس اور چارہ اور راء مفتوح ہو تو مصدر ہے۔

المَرْعَي: چرنا اور چراگاہ اور چارہ اور فعل مصدر۔ مثل مشہور ہے: مَرْعًى وَلَا كَالسَّعْدَانِ: چارہ تو ہے لیکن سعدان جیسا کہاں۔

الرَّاعِيْ: چرواہا۔ اس کی جمع الرُّعاة ہے جس طرح قاضٍ کی جمع قُضاة ہے اور دوسری جمع رُعْيان ہے جس طرح شابٌّ کی جمع شُبّان ہے۔ اور تیسری جمع رعاءٌ ہے جس طرح جائعٌ کی جمع جِياعٌ ہے۔ (اس اسم میں جمع کے تین اوزان اور ان کی مثالیں ہیں)۔

رَاعَى الأمْرَ: اس نے معاملہ پر غور کیا کہ معاملہ کا رخ کس طرف ہے۔

رَاعَاهُ: اس نے اس کا ملاحظہ کیا۔ رَاعَاهُ: اس نے حقوق کی رعایت کی یعنی حقوق کی پاسداری کی۔

اِسْتَرْعَاهُ فَرَعَاهُ: اس نے اس سے معاملے میں رعایت کی استدعا کی تو اس نے رعایت کی۔ ضرب المثل ہے: مَنِ اسْتَرْعَى الذِّئْبَ فَقَدْ ظَلَم "یعنی جس کسی نے بھیڑیئے سے کسی رعایت کی توقع کی تو اس نے گویا ظلم کیا۔"

الرَّاعِيْ: والی۔ حاکم۔

الرَّعِيَّةُ: عام لوگ، رعایا، ۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ المَرْعِيُّ كالرَّاعِيْ: رعایا حاکم کی طرح نہیں ہوتی۔ قَدْ اِرْعَوَى عَنِ القَبِيْحِ: وہ برائی سے رک گیا۔

اَرْعَاهُ سَمْعَهُ: اس نے غور سے سنا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: رَاعِنَا "ہماری رعایت کیجئے۔" اخفش کا کہنا ہے کہ یہ مراعاۃ سے فَاعِلْنَا کے وزن پر فعل امر

رَاعِنَا ہے، جس کا معنی ہے اَرِعْنَا سَمْعَکَ: ہمیں اپنی شنوائی دیجئے۔لیکن اس میں سے یاء کو فعل امر کے باعث حذف کردیا گیا۔ اخفش کا کہنا ہے کہ اِعْمَال قول کی بناء پر رَاعِنَا کو تنوین لگا کر رَاعِنًا کہا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احمقانہ بات نہ کرو اور نہ نامعقول بات کرو۔ کیونکہ ایسی بات رعونت ہے۔

رَعَی الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَهٗ رِعَایَةً: امیر نے اپنی رعیت کی رعایت کی اور یہی معنیٰ رَعَی عَلَیْهِ کا بھی ہے۔یعنی امیر نے رعایا کی حرمت کی رعایت و پاسداری کی۔

رَعَیْتُ الْاِبِلَ: میں نے اونٹ چرایا ورَعَتِ الْاِبِلُ رعْیًا: اونٹ نے چارہ چرا۔رَعْیًا کے ساتھ مَرْعًی بھی اس کا ہم معنی لفظ ہے۔اِرْتَعَتِ الْاِبِلُ کا بھی وہی معنی ہے جو رَعَتِ الْاِبِلُ کا ہے۔

رَعَی النُّجُوْمَ: اس نے ستاروں کا مشاہدہ کیا۔اس کا اسم رِعْیَةٌ ہے۔خنساء کا شعر ہے:

أَرْعَی النُّجُوْمَ وَمَا کُلِّفْتُ رِعْیَتَهَا

''میں تارے دیکھتی رہتی ہوں جب کہ میں انہیں دیکھنے کی مکلّف نہیں ہوں۔''

اَرْعَی اللّٰهُ الْمَاشِیَةَ

''اللہ مال مویشی کے لئے وہ کچھ اگائے جسے وہ چر سکیں (یعنی ان کے لئے چارہ اُگائے)۔''

ر غ ب - رَغِبَ فِیْهِ: اس نے اس میں دلچسپی اور رغبت کا اظہار کیا۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔ رَغِبَهٗ کا بھی یہی مطلب ہے۔اِرْتَغَبَ فِیْهِ کا ترجمہ ومعنی بھی یہی ہے۔رَغِبَ عَنْهُ: وہ اس سے بے رغبت ہوا۔کہا جاتا ہے کہ رَغَّبَهٗ فِیْهِ: اس نے اسکو اس میں رغبت دلائی، یا اسے ترغیب دی۔اس کا مصدر تَرْغِیْبًا ہے۔ اَرْغَبَهٗ فِیْهِ: کا معنی بھی اس نے اسے ترغیب دی ہے۔

ر غ د - عِیْشَةٌ رَّغْدٌ: رَغْدٌ بروزن فَلْسٌ اور رَغَدٌ بروزن فَرَسٌ یعنی فراخ اور کشادہ زندگی یعنی آرام و آسائش اور راحت کی زندگی۔اس کا باب طَرِبَ اور ظَرُفَ ہے۔

ر غ س - الرَّغْسُ: بروزن الفَلْسُ: نشوونما، بالیدگی اور بھلائی۔حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّ رَجُلًا رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا: بے شک ایک ایسا شخص جسے اللہ نے مال و دولت میں فراخی بخشی ہو اور برکت دی ہو۔

ر غ ف - الرَّغِیْفُ: روٹی۔اس کی جمع اَرْغِفَةٌ، رُغُفٌ (راء اور غین دونوں مضموم) اور رُغْفَانٌ ہے۔

ر غ م - الرَّغَامُ: (راء مفتوح) مٹی۔

اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَهُ: اللہ تعالیٰ اس کی ناک خاک آلود کرے۔ اسی سے حدیث شریف ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور خضاب کے بارے میں ہے: اسْلِتِيْهِ وَ ارْغِمِيْهِ: اسے جھاڑ دو اور مٹی میں ملا دو، یعنی خضاب کو۔

میرا کہنا ہے کہ حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ "اسے آہستہ سے اتار دو اور اسے مٹی میں ڈال دو"۔

الْمُرَاغَمَةُ: ایک دوسرے سے غضبناک ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ: رَاغَمَ فُلَانٌ قَوْمَهُ: فلاں شخص نے اپنی قوم سے دشمنی کی اور قوم سے جدا ہوا اور ان کے خلاف کاروائی کی۔

رَغَمَ فُلَانٌ رَغْمًا: فلاں شخص اپنی خلاف مرضی آیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور مصدر رَغْمًا ہے، (مصدر کے راء پر تینوں حرکات یعنی ضمہ، فتحہ اور کسرہ) حصول انصاف پر قادر نہ ہونا۔ اس کا دوسرا مصدر مَرْغَمَةٌ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "بُعِثْتُ مَرْغَمَةً" میں اپنی مرضی سے نہیں مبعوث کیا گیا ہوں۔ یعنی میری بعثت میں میری مرضی کو کوئی دخل نہیں ہے۔ تم کہتے ہو کہ: فَعَلَ ذٰلِکَ عَلَی الرغم من انفہ: اس نے یہ کام بادلِ ناخواستہ کیا۔

رَغِمَ اَنْفِيْ لِلّٰهِ: میری ناک اللہ کے حضور جھک گئی۔ یعنی میرا سر اطاعت خداوندی میں خم ہوا۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ ترغِمَ انفی کا معنی ہے کہ وہ جھک گیا اور فرماں بردار ہو گیا، کیونکہ اسے مٹی لگ گئی۔ اسی سے قول خداوندی ہے: يَجِدْ فِي الارض مُرَاغَمًا كَثِيْرًا: خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والا زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا۔

الفراء کا کہنا ہے کہ الْمُرَاغَمُ سے مراد زمین میں چلنے پھرنے کی جگہ یعنی کشائش ہے۔

ر غ ا—الرُّغَاءُ: چوپایوں کا بلبلانا یا ڈکارنا۔ قَدْ رَغَا الْبَعِيْرُ: (اونٹ بلبلایا)۔ يَرْغُوْ رُغَاءً: (راء مضموم والف ممدود)۔ الرُّغْوَةُ: مکھن (راء مفتوح و مضموم ومکسور)۔

تَرَاغَتِ الإِبِلُ: اونٹ مختلف جگہوں پر بلبلائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُمْ وَاللّٰهِ تَرَاغَوْا عَلَيْهِ فَقَتَلُوْهُ: بے شک وہ بخدا اس پر ہر طرف سے ایک دوسرے کو آواز دیتے آئے اور اسے قتل کر دیا۔

الرَّاغِيَةُ: اونٹنی۔

میرا کہنا ہے کہ بذیل مادہ ث غ ا، ذکر

کیا گیا ہے کہ الرَّاغِیَۃُ اونٹ ہے اور یہی معنیٰ زیادہ عام ہے۔

ر ف أ — رَفَا الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کو رفو کیا۔ یا کپڑے کی مرمت کی۔ اس کا باب قطعَ ہے۔ کہیں کہیں یہ لفظ بغیر ہمزہ کے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اغْتَابَ خَرَقَ وَمَنْ استغفر رَفا: جس نے غیبت کی اس نے (کپڑے کو) پھاڑ ڈالا اور جس نے استغفار کیا اس نے (گویا کپڑے کو) رفو کیا۔ اس کا ذکر بذیل مادہ ن ص ح آیا ہے۔

ر ف ت — الرُّفَاتُ: چورا، ریزے۔

رُفِتَ الشَّيْئُ: چیز ریزہ ریزہ ہو گئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اسم مفعول مَرْفُوت ہے یعنی ریزہ ریزہ شدہ چیز۔

ر ف ث — الرَّفَثُ: زبانی فحش گوئی۔

قَدْ رَفَثَ يَرْفُثُ رَفَثًا: اس کی مثال طَلَبَ يَطْلُبُ طَلَبًا: اس نے فحش کلامی کی۔ اَرْفَثَ کا بھی یہی معنیٰ ہے۔

ر ف د — الرِّفْدُ: (راء مکسور)، عطاء، بخشش اور صلہ وانعام۔ فاء مفتوح ہو تو یہ مصدر ہے یعنی رَفْدًا.

رَفَدَهُ: اس نے اسے عطاء کیا۔ اس کی مدد کی۔ دونوں کا باب ضرب ہے۔

الإرْفَادُ: کا معنیٰ بھی عطاء کرنا اور مدد کرنا ہے۔

الرِّفَادَةُ: (راء مکسور) کپڑے کا ٹکڑا جس سے زخم کی مرہم پٹی کی جا سکے۔

بَنُو اَرْفِدَةَ: جن کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔ حبشیوں کی ایک نسل ہے یا قوم ہے جو ناچتے ہیں۔

ر ف س — رَفَسَهُ: اس نے اسے لات مار دی۔ اس کا باب ضرب ہے۔

ر ف ض — رَفَضَهُ: اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کا باب نصر ہے۔ اس کا مضارع يَرْفِضُ بھی ہے یعنی فاء مکسور، اور مصدر رَفَضًا (راء اور فاء دونوں مفتوح) اس کا اسم فاعل رَفِيضٌ اور اسم مفعول مَرْفُوضٌ ہے۔

الرَّافِضَةُ: شیعہ رافضی فرقہ۔

الاصمعی کا کہنا ہے کہ زید بن علی کو چھوڑ دینے کے باعث ان کا یہ نام پڑ گیا۔

ر ف ع — الرَّفْعُ: اٹھانا بروزن الوَضْعُ: گرانے اور نیچے رکھنے کی ضد۔

رَفَعَهُ فَارْتَفَعَ: اس نے اسے اٹھایا تو وہ اٹھا۔ اس کا باب قطع ہے۔ مبنی ہونے میں ضمہ کو جو مقام اور عمل حاصل ہے وہی مقام رَفع کو اعراب میں ہے۔ یہ نحویوں کی اصطلاحات ہیں۔

رَفَعَ فُلَانٌ عَلَى العَامِلِ رَفِيعَةً: فلاں آدمی نے اپنے مزدور، یا کارندے پر

مقدمہ دائر کیا۔ حدیث شریف میں ہے:
كُلُّ رَافِعَةٍ رَفَعَتْ علينا مِنَ البَلاغ: یعنی ہر مبلغ جماعت جو ہماری طرف سے ہدایات و پیغامات لوگوں تک پہنچاتی ہیں، وہ لوگوں کو بتادیں یا لوگوں تک یہ پیغام پہنچادیں کہ میں نے مدینہ شریف کو حرام قرار دیا ہے یعنی اسے حرمت والا بنادیا ہے۔

رَفْعُ الزَّرْع: فصل یعنی کٹی ہوئی فصل کو کھیت سے کھلیان تک اٹھا لے جانا۔ ان دنوں کو ایام رِفَاع کہا جاتا ہے۔ رِفَاع کا راء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ میں نے راء کے مکسور ہونے کا نہیں سنا۔

الرَّفْعُ: تمہارا کسی چیز کو اٹھا کر اپنے قریب کرنا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے:
وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ: مفسرین کے ہاں اس کی تفسیر ''اپنے قریب کیے ہوئے بچھونے'' کی ہے۔ انہیں معنوں میں کہا جاتا ہے کہ: **رَفَعْتُهُ اِلى السُّلْطَانِ**: میں نے اسے سلطان کے قریب کردیا ہے، یا حاکم کے پیش کردیا ہے۔ اس کا مصدر **الرُّفْعَان** (راء مضموم) ہے۔
الفرّاء کا کہنا ہے کہ **مَرْفُوعَةٌ** کا معنی ''تہ بہ تہ رکھا ہوا'' ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کا معنی ''قابل تکریم یعنی کرامت والی عورتیں'' کیا ہے۔ یہ نتیجہ تمہارے اس قول سے نکلا ہے کہ تم کہتے ہو: **وَاللّٰهُ يَرْفَعُ مَنْ يَشَاءُ ويَخْفِضُ**. اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت سے سرفراز کرتا ہے اور جسے چاہے گرادیتا ہے۔

ر ف ف - **الرَّفُّ**: طاقچہ کی طرح کی جگہ، (الماری)۔ اس کی جمع **رُفُوف** ہے۔
الرَّفْرَفُ: سبز رنگ کے کپڑے جن سے **مَحَابِسَ** یعنی زاہد لوگوں کے عزلت خانے تیار کیے جاتے ہیں۔ اس کا واحد کا صیغہ **رَفْرَفَةٌ** ہے۔
رَفْرَفَ الطَّائِرُ: پرندہ پھڑ پھڑایا یا منڈلایا۔ یعنی کسی چیز پر آگرنے کے لئے منڈلایا۔

ر ف ق - **الرِّفْقُ**: نرمی، **العُنْفُ** خشونت کی ضد۔ **قَدْ رَفَقَ بِهِ**: اس نے اس سے نرمی برتی۔ اس کا مضارع **يَرْفُقُ** (فاء مضموم) ہے اور مصدر **رِفْقًا**. **رَفَقَ بِهِ وأَرْفَقَهُ وتَرَفَّقَ بِهِ**: سب کا ایک ہی معنی ہے۔ **أرْفَقَهُ** کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے نفع دیا۔ **الرُّفْقَةُ**: وہ جماعت جس کے ساتھ تم سفر پر نکلو۔ **الرُّفْقَةُ** کی راء مضموم ہے اور مکسور بھی۔ اس کی جمع **رِفَاقٌ** ہے۔ اس سے مشتق تم کہتے ہو کہ **رافَقَهُ وتَرَافَقُوا فى السَّفَرِ**: وہ اس کے ساتھ سفر پر نکلا اور انہوں نے اکٹھے سفر

کیا۔

الرَّفِیْقُ: ساتھی، ہمسفر۔ اس کی جمع الرُّفقاء ہے۔ اور جب یہ ساتھی الگ الگ ہوں تو پھر رفقاء کے نام کا ان پر اطلاق باقی نہیں رہے گا۔ البتہ الرَّفِیْقُ نام بدستور باقی رہے گا۔ یہ اسم واحد بھی ہے اور جمع بھی، جس طرح الصدیق ہے۔ قول خداوندی ہے: وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ''اور ان کا ساتھ کتنا ہی اچھا ساتھ ہے۔'' یعنی ان کی رفاقت اچھی رفاقت ہے۔

الرَّفِیْقُ- اخْرَقُ: (یعنی تیز ہوا یا کشادہ زمین) کی ضد بھی ہے۔

المرْفَقُ اور المِرْفَقُ: کہنی۔ اسی طرح المِرْفَقُ والمرْفَقُ من الأمر سے مراد وہ ہے جس سے تو نے نفع کمایا۔ جس نے قرآن کریم کی اس آیت کو یوں پڑھا: "وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ مِرْفَقًا" تو اس نے مِرْفَق کو مِقْطَع کی طرح بنایا اور جس نے اس لفظ کو مَرْفَقًا (فاء مفتوح) پڑھا تو اس نے اسے مسجد کی طرح اسم بنایا۔ اسے مَرْفِقًا پڑھنا بھی جائز ہے۔ یعنی ساتھ اور رفاقت کے معنوں میں۔ جیسے: مَطْلَع اور مَطْلِع ہے۔ اگرچہ اسے اس طرح نہیں پڑھا گیا ہے۔

مَرَافِقُ الدَّار: گھر کے ملحقات

المِرْفَقَةُ: (میم مکسور) تکیہ۔ قَدْ تمرْفَقَ: اس نے تکیہ لے لیا۔

بَاتَ فُلَانٌ مُرْتفِقًا: فلاں شخص نے بازو کے نیچے تکیہ رکھ کر رات گزاری۔

ر ف ل - رَفَلَ فی ثیابه: وہ ناز نخرے سے اتراتے ہوئے دامن گھسیٹ کر چلا۔ اس کا باب نصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل رَفِلٌ ہے۔ ارْفَلَ فی ثِیَابِه کا بھی یہی معنی ہے۔

ر ف ه - الإرْفَاهُ: آسودہ زندگی بسر کرنا۔ ہر روز تیل ملنا۔ یعنی سر میں یا بدن کی مالش کرنا اور بالوں میں کنگھی کرنا۔ ایسا کرنا منع ہے۔

رَجُلٌ رَافِهٌ: آسودہ حال شخص۔ رَفَاهِیة اور رُفَهْنِیة کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی آسودگی اور آسائش۔

رَفِّهْ عَنْ غَرِیْمِکَ: قرض خواہ یا دشمن سے جان چھڑا۔ اس کے شر کو دور کر۔

ر ف ا - رَفَوْتُ الثَّوبَ: میں نے کپڑے کو رفو کیا، مرمت کی۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ ہمزہ سے بھی لکھا جاتا ہے اور بغیر ہمزہ کے بھی۔

رَفَوْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو رعب اور ڈر سے تسلی دی یا اس کی خوفزدہ حالت میں اسے تسلی اور سہارا دیا۔

الْمُـرَافَاةُ: اتفاق، متفق ہونا۔

الـرِّفَاء: اتفاق، متفق ہونا اور جُڑنا۔

رَفَّيْتهُ تَرْفِيَةً: جب کسی شادی شدہ شخص سے کہیں تو مراد دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے آسودگی اور بیٹے عطاء کرے اور اس سے مراد کسی کو تسلی دینا اور سکون فراہم کرنا بھی ہے۔

رَفَوْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو تسلی اور اطمینان دلایا۔

ر ق أ–رَقَـأَ الدَّمْعُ والدَّمُ: آنسوتھم گئے اور خون بہنا رُک گیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

الـرَّقُوْءُ: (راءمفتوح اور واؤ ممدود) خون بہنا روکنے کیلئے جو کچھ زخم پر ڈالا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لاَ تَسُبُّوا الإبِلَ فَإنَّ فِيهَا رَقُوْءَ الدَّم" اونٹ کو گالی نہ دو۔ اس میں بے شک خون بہنا روکنے کی دوا ہے۔ یعنی صلاحیت ہے وہ یوں کہ اونٹ کو خون بہا میں دیا جاتا ہے۔ جس سے قتل کے بدلے دوسرے قتل سے بچا جاتا ہے۔

ر ق ب–الـرَّقِـيْـبُ: حافظ۔ نگران و نگہبان اور انتظار کرنے والا۔ اس کا باب دَخَـلَ ہے۔

رِقْبَـةٌ: (راءمکسور) اور رِقْبَانًا کا بھی یہی معنی ہے۔

رَاقَبَ اللّهَ تعـالٰی: وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔

التَرَقُّبُ اور الإرْتِقَابُ: انتظار، گھات۔

أرْقَبَـهُ دَارًا او ارْضـًا: اس نے اسے مکان یا زمین عطاء کی اور کہا کہ ہماری طرف سے یہ باقی ہے یعنی تازیست تمہارا ہے۔ اس سے اسم الرُّقْبٰی ہے اور یہ الْمُرَاقَبَة سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس مکان وزمین کی مشروط بخشش میں ہر فریق دوسرے فریق کی موت کا انتظار کرتا ہے۔

الـرَّقَبَـةُ: گردن۔ اس کی جمع رَقَـبٌ رَقَبَاتٌ اور رِقَابٌ ہے۔

الرَّقَبَةُ کا معنی غلام بھی ہے۔

ر ق د–الرُّقَادُ: (راء مضموم) نیند، خواب۔ اس کا باب نصر اور دخل ہے۔ اس کا مصدر رُقَادًا ہے۔

قَوْمٌ رُقُوْدٌ: نیند میں سوئی ہوئی یا خفتہ قوم۔

رُقَّدٌ: سوئے ہوئے، محو خواب۔ بروزن سُكَّرٌ الرُّقْدَةُ: نیند، نیند کی حالت۔

الْمَرْقَدُ بروزن الْمَذْهَبُ سونے کی جگہ، قبر۔

ارْقَدَهُ: جگانے رکھنے والی دوا۔

ر ق ش–الرَّقْشُ: النَّقْشُ کی طرح۔

رَقَّشَ كَلامَهُ تَرْقِيْشًا اس نے اپنی بات کو خوب سجایا۔

حَيَّةٌ رَقْشَاءُ: کوڑیوں والا سانپ، جس پر سیاہ سفید دھبے بنے ہوتے ہیں۔

ر ق ص –رَقَصَ: ناچنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسم فاعل رَقَّاص بمعنی ناچنے والا، ناچکار۔

رَقَّصَتِ المَراٰةُ وَلَدَهَا تَرْقِيْصًا: عورت نے اپنے بچے کو خوب ہلایا جلایا۔ اَرْقَصَتْهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ر ق ط –الرُّقْطَةُ: بروزن النقطةُ: سیاہ رنگ جس میں سفید دھبے ہوں۔

دَجَاجَةٌ رَقْطَاء: چتکبری مرغی۔

ر ق ع –الرُّقْعَةُ: (راء مضموم) رقعہ، چٹ پرچی۔ اس کی جمع الرِّقَاعُ ہے۔ وہ رقعے یا مختصر خطوط جو لکھے جاتے ہیں۔ کپڑے کا پیوند۔ الرُّقْعَةُ کا معنی کپڑے کا ٹکڑا ہے جو پھٹے ہوئے کپڑے پر پیوند کیا جاتا ہے۔ تم نے کہتے ہو کہ رَقَعَ الثَّوْبَ بِالرِّقَاعِ: اس نے کپڑے پر پیوند لگائے۔ اس کا باب قطع ہے۔

تَرْقِيْعُ الثَّوْبِ: کپڑے میں مختلف جگہوں پر پیوند لگانا۔ اِسْتَرْقَعَ الثَّوْبُ: کپڑا پیوند لگانے کے قابل ہوگیا۔

رُقْعَةُ الثَّوْبِ: کپڑے کی اصل اور اسکا جوہر۔

الـرَّقِيْعُ: آسمان دنیا۔ اور اسی طرح باقی سارے آسمان۔ حدیث شریف میں ہے مِنْ فَوْقِ سبعة اَرْقِعَةٍ: سات آسمانوں کے اوپر سے۔ یہاں اَرْقِعَةٌ مؤنث معدود کے لئے عدد سبع ہونا چاہیے تھا لیکن اسے سقف قرار دے کر عدد مؤنث لایا گیا۔[1] یعنی وہ سات چھتوں کے اوپر گیا۔

الرَّقِيع بھی اور المَرْقَعان (میم مفتوح) احمق و بیوقوف شخص۔

قَـدْ رَقُـعَ: وہ احمق ہوگیا۔ اس کا باب ظَـرُفَ ہے۔ ارْقَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے حماقت کی۔

ر ق ق –الرِّقُّ: (راء مکسور) ملکیت، غلامی۔

الرَّقُّ: جھلی جس پر لکھا جاتا ہے۔ (راء مفتوح) ایک چمڑے کی باریک جھلی ہوتی ہے۔ قول خداوندی ہے: فِي رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ: ''کھلے ہوئے کشادہ اوراق میں''۔

الرَّقَّةُ: (راء مفتوح) ایک شہر کا نام بھی ہے۔ الـرُّقَـاقُ: (راء مضموم) باریک روٹی۔ ثعلب نے کہا کہ: ''تم کہتے ہو کہ میرے پاس ایک خادم ہے جو موٹی اور پتلی روٹی پکاتا ہے۔'' پتلی روٹی کیلئے تم الرَّقِيق کہتے ہو لیکن اگر تم نے کہنا ہو کہ وہ دلیہ پکاتا ہے تو پھر تم الرَّقِيق کے بدلے الرِّقَاق کہو گے، کیونکہ یہ دونوں الگ الگ نام ہیں۔

[1] یہاں مؤنث عدد معدود کے مفرد یعنی الرَّقیع کے مذکر ہونے کی نسبت سے بھی ہوسکتا ہے۔

الرَّقِيق: (پتلا اور باریک)۔ الغَلِيظ: (موٹا اور گرم) کی ضد ہے۔
ورَقَّ الشَّيئُ۔ يرِقُّ (راء مکسور) رِقَّةً: اس نے چیز کو باریک کیا۔
اَرَقَّهُ غَيرُه: کسی اور نے اسے باریک کیا۔
رَقَّقَهُ تَرْقِيقًا: اس نے اسے خوب باریک کیا، یا کر دیا۔
تَرْقِيق الكلام: بات کی تحسین۔ تَرَقَّقَ لَهُ: اس کے لئے اس کا دل پسیجا۔
اِسْتَرَقَّ الشَّيئُ: چیز پتلی یا باریک ہوگئی۔ یہ استغلظ (گاڑھی ہوگئی) کی ضد ہے۔
اِسْتَرَقَّ مَمْلُوكَهُ: اس نے اپنے مملوک کو غلام بنالیا۔
اَرَقَّهُ: اس نے اسے غلام بنالیا۔ یہ اعْتَقَهُ کی ضد ہے۔ جس کا معنی ہے اس نے اسے آزاد کر دیا۔
الرَّقِيقُ: مملوک، غلام، واحد اور جمع دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔
مَرَاقُّ البَطْنِ: (میم مفتوح) پیٹ کا نرم اور پتلا حصہ۔ اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔
تَرَقْرَقَ الشَّيئُ: چیز چمکی۔
رَقْرَاقُ السَّحَابِ: بادلوں کی چمک یعنی بادلوں کی آمد و رفت۔ ہر چیز کی چمک دمک ہوتی ہے۔ اسی کو رَقْرَاق کہتے ہیں۔

رقْرَقَ السَّماءُ: پانی آیا اور گیا۔ اسی طرح الرَّقْعُ یعنی آنسو آنکھوں میں ڈبڈبایا۔

ر ق م۔ الرَّقْمُ: لکھنا۔ قول خداوندی ہے۔ كِتَابٌ مَرْقُوْمٌ: لکھی ہوئی کتاب۔ لوگ کہتے ہیں کہ هُو يَرْقُمُ الماء. اس نے معاملات اور کاموں میں کمال کی مہارت حاصل کر لی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ناممکن کام بھی کر سکتا ہے اور پانی کی سطح پر لکھ سکتا ہے جہاں لکھنے کا تصور ہی ناممکن ہے۔
رَقْمُ الثَّوْب: کپڑے کی لکھائی یا نقش و نگار، اور کڑھائی۔ یہ دراصل مصدر ہے اور اس کا باب نصرَ ہے۔
قَدْ رَقَمَ الثَّوْبَ وَالْكِتَاب. اس نے کپڑے پر لکھائی کی اور کتاب لکھی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ رَقَّمَهُ تَرْقِيمًا کا معنی بھی یہی ہے۔
الرَّقْمَةُ: وادی کی جانب یا سمت۔ اس کا معنی باغ بھی کہا گیا ہے۔
الأرْقَمُ: وہ سانپ جس کا رنگ سیاہ اور سفید، ملا جلا ہو۔
الرَّقِيمُ: کتاب۔ قول خداوندی ہے "أنَّ أصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيم" کہا گیا ہے کہ الرَّقِيم سے مراد وہ تختی ہے جس پر اصحاب کہف کے نام کندہ تھے اور

ان کے حالات درج تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ما اَدْرِی مَا الرَّقِیْمُ اَکِتابٌ أم بُنْیانٌ: مجھے معلوم نہیں کہ الرَّقیم کیا ہے۔ کیا یہ کتاب یعنی تختی ہے یا یہ عمارت یعنی وہ جگہ ہے جہاں اصحاب کہف تھے۔

رقۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ و ر ق.

ر ق ی - رَقِیَ فِی السُّلَّمِ: (قاف مکسور) رَقْیًا ورُقِیًّا: وہ سیڑھی پر چڑھا۔ اِرْتَقٰی کا بھی یہی معنی ہے۔

المِرقاۃُ: (میم مفتوح اور مکسور) سیڑھی۔ اور اوپر چڑھنے کی جگہ۔ جس نے میم کو مکسور پڑھا، تو اس کی مراد اس لفظ سے سیڑھی ہے۔ جس کے ذریعے اوپر چڑھ سکتے ہیں اور جس نے اس لفظ میں میم کو مفتوح پڑھا تو اس کی مراد اس سے سیڑھی کی جگہ ہے یا اوپر چڑھنے کی جگہ۔

تَرَقّٰی فی العِلْمِ: اس نے علم میں درجہ بدرجہ ترقی کی۔

الرُّقْیَۃُ: منتر۔ جھاڑ پھونک۔ دم۔ اس کی جمع رُقًی ہے۔ اِسْتَرْقَاہُ فَرَقَاہُ، یَرْقِیْہِ رُقْیَۃً: اس نے اس سے جھاڑ پھونک کرنے کو یا دم کرنے کو کہا تو اس نے دم کر دیا۔ اس کا اسم فاعل رَاقٍ ہے۔ بمعنی منتر پڑھنے والا۔ دم کرنے والا۔

ر ک ب ابن السکیت نے کہا کہ: جب تم یہ کہو کہ میرے پاس سے ایک اونٹ سوار گزرا تو تم کہو گے: "مرَّ بنا راکبٌ"۔ اور اگر کوئی گھوڑے یا گدھے پر سوار ہو کر گزرا تو کہو گے "مرَّ بنَا فَارِسٌ علی حمارٍ"۔ اور عمارہ کا کہنا ہے کہ گدھے کے سوار کو تو حمّارٌ کہیں گے، فَارِسٌ نہیں کہیں گے۔

الـرَّکْبُ: وہ دس یا دس سے زیادہ اونٹ والے جو سفر پر نکلیں اور ان کے ساتھ مویشی نہ ہوں یعنی اونٹ نہ ہوں۔

الرُّکْبَان: انہیں لوگوں کی ایک جماعت۔

الرِّکابُ: اونٹ جس پر سوار ہوتے ہیں۔ اس کا واحد کا صیغہ راحلۃ ہے۔ لیکن لفظاً اس لفظ کا واحد کا صیغہ نہیں آتا جس طرح کَافِر کی جمع کُفّارٌ ہے۔

الرُّکّابُ: رَاکِبٌ کی جمع ہے۔

المَـرْکَبُ: سواری، خشکی کی ہو، خواہ سمندر کی۔ اس کی جمع مَرَاکِبُ ہے۔

الرَّکُوْبُ والـرَّکُوْبَۃُ: (راء مفتوح) سواری۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کی یہ آیت یوں تلاوت کی ہے: "فَمِنْھَا رَکُوْبُھُمْ"، ان چوپایوں میں سے کچھ تو ان کے سواری کے کام آتے ہیں۔

اِرْتکاب الذُّنُوب: گناہوں کا ارتکاب کرنا۔

ر ک د-رَکَدَ الْمَاءُ: پانی ٹھہر گیا۔
اس کا باب دَخَلَ ہے۔
اسی طرح رَکَدَ الرِّیحُ اور رَکَدَ السَّفِینَۃُ کہیں گے۔یعنی ہوا اور کشتی ٹھہر گئی۔

ر ک ز-رَکَزَ الرُّمْحَ: اس نے زمین میں نیزہ گاڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
مَرْکَزُ الدَّائرۃ: دائرے کا وسط یا مرکز۔
مَرْکَزُ الرَّجُلِ: آدمی کی جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ: اَخَلَّ فُلانٌ بِمَرْکَزِہٖ: فلاں شخص نے اپنا مرکز چھوڑ دیا۔
الرِّکْزُ: دھیمی اور ہلکی آواز۔ قول خداوندی: اَوْ تَسْمَعُ لَھُمْ رِکْزًا: میں بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔
الرِّکَازُ: (راء مکسور) اہل جاہلیت کے دفن شدہ مُردے۔
اَرْکَزَ الرَّجُلُ: آدمی کو دفینہ مردہ مل گیا۔

ر ک س-الرَّکْسُ: کسی چیز کو اُلٹا کر دینا، یا اوندھا کر دینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
اَرْکَسَہٗ: اس نے اسے اوندھا کر دیا۔
قول خداوندی ہے: وَاللّٰہُ اَرْکَسَھُمْ بِمَا کَسَبُوْا: ''اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کرتوتوں کی پاداش میں اوندھا کر دیا۔ یعنی ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا۔''
الرِّکْسُ: (راء مکسور) رِجس، نجاست، ناپاکی۔

ر ک ض-الرَّکْضُ: آدمی کا کسی چیز کو حرکت دینا یا ہلانا۔ قول خداوندی ہے کہ اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ: اپنے پاؤں سے ہلا، یا حرکت دے۔ اس کا باب نصر ہے۔
رَکَضَ الفَرَسَ بِرِجْلِہٖ: اس نے تیر چلانے کیلئے گھوڑے کو ایڑھ دی۔ پھر اور زیادہ ایڑھ دی یہاں تک گھوڑا دوڑ پڑا۔ اسے کہیں گے: رَکَضَ الفرسُ: گھوڑا دوڑ پڑا۔ یہ مبنی بر اصل نہیں۔ درست بات یہ ہے کہ کہنا چاہیئے رُکِضَ الفَرَسُ: بطور فعل مجہول کے۔ اس کا اسم مفعول مَرْکُوْضٌ ہوگا۔ استحاضہ والی حدیث شریف میں ہے: ھِیَ رَکْضَۃٌ مِنَ الشَّیْطَانِ: یہ شیطان کی طرف سے ایک ایڑھ ہے یا ایک دھکا ہے۔
رَکَضَہُ البَعِیْرُ: اونٹ نے اسے لات ماردی۔ اسے رَمَحَہٗ نہیں کہیں گے۔

ر ک ع-الرُّکُوْعُ: جھکنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اسی سے نماز میں ایک رُکن رُکُوْع ہے۔
رَکَعَ الشَّیْخُ: بوڑھا آدمی کبڑا ہو گیا یا بڑھاپے کے باعث کبڑا ہو گیا۔

ر ک ک-رَکَّ الشَّیْئُ یَرِکُّ: (راء مکسور) رِکَّۃً وَرِکَاکَۃً: چیز پتلی

ہوگئی اور کمزور ہوگئی۔ اسم فاعل رَکِیک بمعنی پتلا ہے۔ لوگ کہتے ہیں: اِقْطَعْهُ مِنْ حَيْثُ رَكَّ: یعنی جہاں سے کمزور ہوجائے وہاں سے کاٹ دو، عام لوگ اس محاورے کو رَقَّ کہتے ہیں۔

استَرَكَّهُ: اسے کمزور کردیا۔ حدیث شریف میں ہے: انَّهُ عليه السلام لَعَنَ الرَّكَاكَةَ: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاکت پر لعنت فرمائی ہے۔ رکیک وہ شخص ہے جسے اپنے گھر والوں پر غیرت نہ آتی ہو۔

(میرا کہنا ہے کہ ابو عبید اور الہروی کی غریب حدیث میں الرُّكَاكَة میں راء مضموم ہے اور کاف مشدد۔ اور التهذيب میں راء مفتوح اور کاف مخفف ہے۔ صرف بطور ضبط نہ کہ بطور نص۔

مُرْتَكٌ: سُكْرَانُ مُرْتَكٌ: نشہ میں دھت شخص جسکی بات واضح نہ ہو۔ یعنی جس کی زبان لڑکھڑاتی ہو۔

ر ک م - رَكَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کا ڈھیر بنادیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اِرْتَكَمَ الشَّيْئُ: چیز ڈھیر بن گئی۔

تَرَاكَمَ: چیزوں نے ڈھیر کی شکل اختیار کی۔

الرُّكَام: ریت کا ڈھیر۔ اسی طرح السحاب المتراكم: بادلوں کے ذل یا تہ بہ تہ بادل۔

ر ک ن - رَكَنَ اِلَيْهِ: وہ اس کی طرف جھکا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا ایک تلفظ رَكِنَ (کاف مکسور) بھی ہے۔

رُكُوْنًا: وہ اس کی طرف جھکا اور اس نے سکون پایا۔ قول خداوندی ہے کہ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا: ظالموں کی طرف مت جھکو۔

ابو عمرو نے بیان کیا ہے کہ رَكَنَ کا باب خَضَعَ ہے اور یہ دو لہجوں یا لغتوں میں شامل ہے۔

رُكْنُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا مضبوط اور قوی کنارہ یا جانب۔ یا اس کی مضبوط جانب۔

وَهُوَ يَاْوِى اِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ: یعنی اس نے مضبوط حفاظت کی پناہ لی ہے یا پناہ لیتا ہے۔

جبلٌ رَكِينٌ: ایسا پہاڑ جس کے کنارے بلند ہوں۔

المِرْكَنُ: (میم مکسور) کپڑے دھونے کا بڑا ٹب۔

رَجُلٌ رَكِينٌ: باوقار اور معزز شخص۔ قَدْ رَكُنَ: وہ مضبوط ہوا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

رُكَانَةُ: (راء مضموم) مکہ کے ایک شخص کا نام جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس

بات پر حلف لیا تھا یعنی اس نے حلفاً کہا تھا کہ اس کی مراد تین طلاقیں نہ تھیں۔

ر ک ا-الرَّکْوَةُ: پانی کا برتن اس کی جمع رِکَاءٌ اور رَکَوَاتٌ ہے۔(راء مفتوح)۔

ر م ح-الرُّمْحُ: نیزہ۔اس کی جمع رِمَاحٌ ہے۔رَمَحَهُ: اس نے اسے نیزہ مارا۔اس کا باب قَطَعَ ہے۔

رَجُلٌ رامِحٌ: نیزے والا شخص۔لابن اور تامر کی طرح اس سے فعل نہیں بنتا۔

رَمَحَهُ الفَرَسُ والحِمارُ والبَغل: گھوڑے، گدھے اور خچر نے اسے دولتی مار دی۔اس کا باب بھی قَطَعَ ہے۔

الرَّمَّاحُ: (راء مفتوح اور میم مشدد) وہ شخص جو نیزے رکھتا ہو اور نیزہ سازی کرتا ہو۔

الرِّمَاحَةُ: (راء مکسور) نیزہ سازی۔نیزے بنانے کا پیشہ۔

ر م د-الرَّمَادُ: (راء مفتوح) راکھ، خاکستر۔الرِّمْدِدَاءُ کا معنی بھی یہی ہے۔

التَّرمِيْدُ: راکھ میں کچھ ڈال دینا۔

الرَّمَدُ فی العین: آشوبِ چشم، آنکھیں آنا۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔اسم فاعل رَمِدٌ اور اَرْمَدُ ہے۔

اَرْمَدَ اللّٰهُ عَيْنَهُ: اللہ اسے آشوبِ چشم میں مبتلا کرے۔

عَيْنٌ رَمِدَةٌ: آئی ہوئی آنکھ، آشوب زدہ آنکھ۔یا دکھتی آنکھ۔

ر م ز-الرَّمْزُ: اشارہ، ہونٹوں سے یا بھوؤں سے۔اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

ر م س-رَمَسَ المَيِّتَ: اس نے میت کو دفن کر دیا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اَرْمَسَهُ کا بھی یہی مطلب و معنی ہے۔

الرَّمْسُ بروزن الفَلسُ: قبر کی مٹی۔یہ دراصل مصدر ہے۔

المَرْمَسُ بروزن المَذهَبُ: قبر کی جگہ۔

ر م ص-الرَّمَصُ: (راء اور میم مفتوح) وہ میل کچیڑ جو گوشۂ چشم میں جمع ہوتا ہے۔اور جب یہ بہہ پڑے تو پھر اسے غَمَصٌ کہتے ہیں۔اور اگر یہ جم جائے تو اسے رَمَصٌ کہتے ہیں۔

قَدْ رَمِصَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ دکھنے آئی ہے۔اس کا باب طَرِبَ ہے اور اس کا اسم فاعل اَرْمَصُ ہے۔

ر م ض-الرَّمَضُ: (راء اور میم دونوں مفتوح) ریت پر سورج کا تیزی سے چمکنا یا پڑنا۔الأَرْضُ رَمْضَاءُ بروزن حَمراء: تپتی ہوئی زمین۔

قَدْ رَمِضَ يَوْمُنَا: دن سخت گرم ہوا۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَرْضٌ رَمِضَةُ الحِجَارَةِ: سخت گرم پتھروں والی زمین۔

رمضت قدمہٗ: اس کا پاؤں جل گیا، بھی الرّمضاء سے مشتق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ صلوۃ الاوّابین کا وقت وہ ہے جب سورج طلوع ہونے کے بعد دھوپ سے دیواریں گرم ہوں۔ کہتے ہیں کہ چاشت کا یہی وقت ہوتا ہے۔

اَرْمَضَتْهُ الرَّمْضَاءُ: دھوپ نے اسے جلا دیا۔

شَهْرُ رَمَضَان: روزوں کا مہینہ۔ اس کی جمع رَمْضَانَاتٌ ہے۔ اور اَرْمِضَاءُ: بروزن اصفیاء ہے۔ کہاوت ہے کہ لوگوں نے جب پرانی زبانوں سے مہینوں کے نام منتقل کیے تو مہینوں کا نام ان موسموں کی نسبت سے رکھے جن میں یہ ماہ آتے ہوں۔ رمضان کا مہینہ چونکہ گرمیوں میں واقع ہوا۔ لہٰذا اس کا نام رمضان رکھا گیا۔ ٥

ر م ق — رَمَقَهٗ: اس نے اس کی طرف نظر کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الرَّمَقُ: باقی ماندہ جان۔

ر م ک — الرَّمَكَةُ: (راء اور میم دونوں مفتوح) مادہ ٹٹو، ترکی گھوڑی۔ اس کی جمع رِمَاكٌ، رَمَكَاتٌ اور اَرْمَاكٌ ہے، جس طرح ثمار اور اثمار ہے۔

٥ قمری مہینے میں موسم کا اعتبار ممکن نہیں۔ یہ تو مختلف موسموں میں آتے رہتے ہیں۔

يَرْمُوك: شام کی طرف ایک جگہ۔ اسی نسبت سے جنگ یرموک مشہور ہے۔

ر م ل — الرَّمْلُ: ریت، اس کی جمع الرِّمال ہے۔ لیکن اس کی جمع الرَّملة زیادہ مشہور ہے اور مخصوص ہے۔

رَمْلَةٌ: شام میں ایک شہر کا نام ہے۔

الرَّمَلُ (راء اور میم دونوں مفتوح) تیز تیز چلنا۔ رمل بين الصفا والمروة، يَرْمُلُ (میم مضموم) رملاً ورملانًا: (دونوں میں میم مفتوح) اس نے صفا اور مروہ کے درمیان رمل کیا۔

الاَرْمَلُ: رنڈوا۔ جس مرد کی بیوی نہ ہو۔

الأَرْمَلَةُ: بیوہ جس عورت کا خاوند نہ ہو۔

قَدْ اَرْمَلَتِ الْمَرْاَةُ: عورت بیوہ ہوگئی۔ یعنی اس کا خاوند مر گیا۔

ر م م — رَمَّ الشَّيْءَ يَرُمُّهٗ: (راء مضموم اور مکسور) رَمًّا ومَرَمَّةً: اس نے چیز کی مرمت کی۔ رَمَّهٗ کا معنی یہ بھی ہے کہ: اس نے کھایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: البَقَرُ تَرُمُّ مِن كل شَجَرٍ: گائے ہر درخت کے پتے کھاتی ہے۔

اِسْتَرَمَّ الحائط: دیوار قابل مرمت ہوگئی۔ اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس دیوار کی لپائی کیے بہت عرصہ گزر گیا ہو۔

الرُّمَّةُ: بوسیدہ رسی کا ٹکڑا۔ اس کی جمع رُمَمٌ اور رِمَامٌ ہے۔ اسی نسبت سے ذو

الـرُّمّه نام پڑا ہے۔ اور اسی لفظ کو لوگ ان معنوں میں استعمال کرتے ہیں کہ: دَفَعَ الیهِ الشَّیْئَ بِرُمَّتِہٖ: کہ اس نے ساری کی ساری چیز اسے دے دی۔ اس محاورہ کی اصل یہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو اونٹ دے دیا اور اونٹ کے گلے میں رسی تھی۔ یعنی رسی سمیت اونٹ دے دیا۔ اسی سے یہ محاورہ چل نکلا کہ اس نے ساری کی ساری چیز دے دی۔

الـرِّمَّةُ: (راء مکسور) بوسیدہ ہڈی۔ اس کی جمع رِمَـمٌ اور رِمَامٌ ہے۔ قَدْ رَمَّ العَظْمُ يَرِمُّ، رِمَّةً: (راء دونوں میں مکسور) بمعنی ہڈی بوسیدہ ہوگئی۔

رَمِیْمٌ: بوسیدہ ہڈی۔ قول خداوندی ہے: مَنْ يُحْيِ العِظَامَ وهِیَ رَمِيمٌ کیونکہ فعیل اور فعول کے وزن پر اسماء میں مذکر ومؤنث) اور جمع کے صیغے رسول، عدوّ ار صدیق کی طرح یکساں ہوتے ہیں۔

الرِّمُّ: (راء مکسور) ثروت ومال۔ چنانچہ کہا اتا ہے کہ جـاءهُ بـالـطِّم والـرِّمّ: اس کے پاس بہت سامال آیا۔

برَمُومُ: پہاڑ، شاید بعض نے اسے يَلَمْلَمُ کہا ہے۔

ر م ن—الرُّمَّان: انار، اس کا واحد رُمَّانةٌ ہے۔ خلیل نحوی کے نزدیک یہ لفظ بطور اسم غیر منصرف ہے اور اخفش کے نزدیک منصرف۔

ارمِينِيَّة: (الف مکسور) روم کی اطراف میں ایک علاقہ ہے۔ اس سے صفت نسبتی أرْمَنِیّ ہے۔ (میم مفتوح) ہے۔

ر م ی—رَمَی الشَّیْئَ مِنْ يَـدَيْهِ، يَرْمِيهِ رَمْيًا: اس نے چیز کو اپنے ہاتھوں سے گرادیا یا پھینک دیا۔

فـارْتـمَـى: تو وہ چیز گر پڑی۔

رَمَی بالسَّهْم: اس نے تیر پھینکا۔ اس کا مصدر رَمْيًا اور رِمَايةً ہے۔

رَامَاهُ: اس نے اسے تیر مارا۔ اس کا مصدر مُرَاماةً ہے اور رِمَاءً ہے۔

ارْتَـمَوْا وتَرَامَوْا: انہوں نے باہم تیر اندازی کی۔ ابن السکیت کے نزدیک رَمَی عن القـوس: اس نے کمان سے تیر چلایا اور رَمَی عَلَيْهَا: اس نے اس پر تیر چلایا کہنا درست ہے۔ لیکن رَمَی بها نہیں کہنا چاہئے۔ یہ بات کہی گئی ہے اور کہی جاتی ہے کہ: خَـرَج يَتَـرَمَّى: یعنی وہ نشانوں اور درختوں کی جڑوں پر تیر اندازی کرتے یا کرتا ہوا نکلا۔ نیز خَـرَجَ يَرْتَمِي: وہ شکار پر تیر اندازی کرنے نکلا۔ عورت سے کہا جاتا ہے کہ: اَنْتِ تَرْمِيْنَ وَاَنْتُنَّ تَرْمِين: تو تیر اندازی کرتی ہے اور تم تیر اندازی کرتی ہو۔ دونوں یکساں ہیں۔ یعنی دونوں کے فعل کے صیغے میں کوئی

فرق نہیں ہے۔ سوائے اس فرق کے کہ جو پہلے تَرِیْنَ میں بیان ہو چکا ہے۔

الرَّمَاءُ: (راء مفتوح اور الف ممدود) سود۔ اس کا ذکر حضرت عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے: تَرَامَی الجُرْحُ الی الفَسَادِ: زخم فساد کی طرف لے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: طَعَنَهُ فَاَرْمَاهُ عَنْ فَرَسِهٖ: اس نے اسے نیزہ مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔

اِرْمَی الحَجَرَ مِنْ يَدِهٖ: اس نے اپنے ہاتھ سے پتھر نیچے پھینک دیا۔

الرَّمِيَّةُ: شکار، يُرْمَى: مضارع مجہول۔ شکار کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بئسَ الرَّمِيَّةُ الأَرْنَبُ: خرگوش برا شکار ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَوْ انّ احدَاهُمْ دُعِیَ اِلٰی مَرْمَاتَیْن لأجاب وهُوَ لایُجِیْبُ الی الصلوٰة: اگر ان میں سے کسی کو دو کھروں یعنی پایوں کے لئے بلایا جائے تو دعوت قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن نماز کے لئے دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ کہا گیا ہے کہ حدیث شریف میں وارد مِرْمَاة کا معنیٰ ظلفٌ ہے۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ مرماۃ سے ظاہر مراد بکری کے دو پائے یا کھر نہیں۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں۔ سوائے اس کے کہ اس لفظ کی یہی تفسیر کی جاتی ہے۔

ر ن ح-**تَرَنَّحَ:** بے ہوشی یا نشہ کی حالت میں جھک جانا یا جھومنا۔

ر ن د-**الرَّنْدُ:** ایک خوشبودار پودا۔ یہ صحرائی پودا ہے۔ شاید بعض لوگوں نے عُود کو رَنْد کہا ہے۔ یہ اصمعی کا قول ہے۔ اس نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ یہ پودا یعنی رند آلاس ہو سکتا ہے۔

ر ن ز-**الرُّنْز:** (راء مضموم) یہ الأرزّ بمعنی چاول کی ایک لغت یعنی لہجہ ہے۔ گویا لوگوں نے دو زاي میں سے ایک کو نون سے بدل دیا۔

ر ن ف-**اَرْنَفَتِ النَّاقَةُ بِاُذُنَيْهَا** اونٹنی نے تکان کے مارے دونوں کان لٹکا دیئے۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَ اذا نَزَلَ عَلَيْهِ الوَحْيُ وهُوَ علَى القَصْوَاءِ تَذْرِفُ عَيْنَاها وتُرْنِفُ باُذُنَيْها من ثِقَلِ الوحْيِ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی اور وہ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوتے تو وحی کے بوجھ کی وجہ سے اونٹنی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے اور وہ اپنے دونوں کان لٹکا دیتی۔

ر ن ق-**مَاءٌ رَنْقٌ:** (نون ساکن) گدلا پانی۔

الرَّنَقُ: (راء اور نون دونوں مفتوح) رَنِقَ المَاءُ کا مصدر ہے۔ اس کا باب طَرِبَ

ہے۔
اَرْنَقَهٗ غَیْرُهٗ: کسی اور نے اسے گدلا کر دیا۔
رَنَّقَهٗ: اس نے اسے گدلا کر دیا۔ عَیْشٌ رَنِقٌ: تلخ زندگی۔ مکدر یا گدلی یعنی ناخوشگوار زندگی۔
رَوْنَقُ السَّیْفِ: پانی کی آب و تاب۔ اسی لفظ سے رَوْنق الضّحٰی مشتق ہے۔ یعنی چاشت کے وقت کی آب و تاب۔
ر ن م—الرَّنَمُ: (راء و نون دونوں مفتوح) آواز۔ قَدْ رَنِمَ: اس نے آواز نکالی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
تَرَنَّمَ: اس نے آواز دُہرائی۔ التَّرْنِیْمُ کا معنی بھی یہی ہے۔
تَرَنَّمَ الطَّائرُ فی هَدِیْرِهٖ: پرندہ ترنم سے چہچہایا۔
تَرَنَّمَ القوس عِنْدَ الإنْباضِ: چلہ کھینچتے وقت کمان سے آواز نکلی۔
ر ن ن—الرَّنَّةُ: آواز۔ کہا جاتا ہے کہ رَنَّتِ المَرْاَةُ تَرِنّ: (راء مکسور) رَنِیْنًا: عورت چیخی۔ اَرَنَّتْ کا بھی یہی معنی ہے۔ ابو زبید الطائی کا کلام ہے کہ: شَجَرَاءُهٗ مُغِنَّةٌ واَطْیَارُهٗ مُرِنَّةٌ: وہاں کے درخت گنگناتے ہیں اور پرندے چہچہاتے ہیں۔
اَرَنَّت القَوسُ: کمان سے آواز پیدا ہوئی۔

ر ن ا—رَنَا اِلَیْهِ: اس نے اس کی طرف نظر ٹکا دی یا ٹک کر دیکھا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ اور اسم فاعل رَانٍ ہے۔
ر ہ ب—رَهِبَ: وہ خوف زدہ ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
رَهْبَةً: خوف زدہ ہونا۔ (راء مفتوح)۔
رُهْبًا: (راء مضموم) خوفزدہ ہونا۔
رَجُلٌ رَهَبُوْتٌ: خوفزدہ اور دہشت کا مارا ہوا آدمی۔ کہا جاتا ہے کہ رَهَبُوْتٌ خَیرٌ من رَحَمُوْتٍ: یعنی یہ صورتِ حال زیادہ بہتر ہے کہ تجھ کو دہشت زدہ و خوف زدہ کیا جائے۔ بجائے اس کے تجھ پر ترس کھایا جائے۔
اَرْهَبَهٗ واسْتَرْهَبَهٗ: اس نے اسے خوف زدہ کر دیا۔
الرَّاهِبُ: زاہد و عبادت گزار انسان۔ اس کا مصدر الرَّهْبَةُ اور الرهبانیَّةُ ہے۔ دونوں میں راء مفتوح ہے۔
الترَهُّبُ: عبادت گزاری۔
ر ہ ج—الرَّهَجُ: (راء اور ہاء دونوں مفتوح) غبار، گرد۔
ر ہ ط—رَهْطٌ: آدمی کا قوم اور قبیلہ۔
الرَّهْطُ: دس سے کم آدمیوں کا ٹولہ، جن میں کوئی عورت نہ ہو۔ قول خداوندی ہے: كَانَ فِی المَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ: شہر میں نو گروہ تھے۔ لفظ ذَوْدٌ کی طرح اس کا

بھی لفظاً واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ البتہ اس کی جمع اَرْهُطٌ، ارهاطٌ اور اَرَاهِطُ ہے۔ گویا یہ اَرْهُطٌ اور اَرَاهِيطُ کی جمع ہے۔

ر ہ ف - أَرْهَفَ سَيْفَهٗ: اس نے اپنی تلوار کو تیز کیا۔ اس کا اسم فاعل مُرْهِفٌ ہوگا۔

ر ہ ق - رَهِقَهٗ: اس نے اسے ڈھانپ لیا۔ یا اس پر چھا گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ: اور ان کے چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی و ذلت اور حدیث شریف میں ہے: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُم اِلَى الشَّيْئِ فَلْيَرْهَقْهُ: جب تم میں سے کوئی کسی چیز کی طرف نماز پڑھے تو اسے ڈھانپ لے۔ اور اس سے زیادہ دور نہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اَرْهَقَهٗ طُغْيَانًا: وہ سرکشی کر کے اس پر چھا گیا۔ اَرْهَقَهٗ اِثْمًا حتّٰى رَهِقَهٗ: وہ گناہ کرانے کیلئے اس پر چھا گیا۔ یعنی اس نے اسے گناہ پر آمادہ یا مجبور کیا تو وہ گناہ کرنے پر آمادہ ہوگیا۔

اَرْهَقَهٗ عُسْرًا: اس نے اسے تکلیف دہ کام پر اُکسایا۔ کہا جاتا ہے: لَا تُرْهِقْنِىْ لا ترهقک الله: تو مجھے تکلیف میں مبتلا نہ کر، اللہ تجھے تکلیف میں مبتلا نہ کرے۔

رَاهَقَ الغُلَامُ فَهُوَ المُرَاهِق: لڑکا بالغ ہوگیا۔ قول خداوندی ہے کہ: لَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا: یعنی جو خدا پر ایمان لائے اسے نہ تو کسی نقصان کا خوف ہوگا نہ کسی کے ظلم کا۔ دوسرا قول خداوندی ہے: فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا: تو انہوں نے ان کی سرکشی اور حماقت میں اضافہ کیا۔

رَجُلٌ مُرْهَقٌ: مبتلائے مصیبت انسان۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهٗ (صلى الله عليه وسلم) صَلّٰى امرأةٍ تُرْهَقُ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی عورت کی نماز جنازہ پڑھی جس پر برے کام کرنے کی تہمت تھی۔

ر ہ ل - رَهِلَ لَحْمُهٗ: اس کا گوشت تھرتھرایا اور ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ر ہ م - المَرْهَمُ: مرہم جو زخموں پر رکھا جاتا ہے۔ یہ لفظ معرب ہے۔

ر ہ ن - الرَّهْنُ: گروی، رہن۔ اس کی جمع رِهَان ہے۔ جس طرح حَبْلٌ کی جمع حِبَالٌ ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کا کہنا ہے کہ یہ لفظ رُهُنٌ (ہاء مضموم) ہے۔ اخفش نے کہا کہ یہ بات قبیح ہے کہ فَعْلٌ وزن پر کسی اسم کی جمع فُعُل کے وزن پر بنے۔ یہ شاذ اور بہت کم ہے۔ اس نے مزید کہا کہ لوگ سَقْفٌ کی جمع سُقُفٌ بناتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ رُهُنٌ رِهَانٌ کی جمع ہو۔ جس

طرح فِرَاش کی جمع فُرُش ہے۔

قَدْ رَهَنْتُ الشَّيْءَ عِنْدَهُ: میں نے اس کے پاس چیز رہن رکھی اور رَهَنْتُهُ الشَّيْءَ ہم معنی ہیں۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اَرْهَنْتُهُ الشَّيْءَ کا بھی یہی معنی ہے۔

المُرْتَهِنُ: وہ شخص جو رہن لے۔ اور رہن میں رکھی جانے والی چیز مَرْهُونٌ اور رَهِيْنٌ ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ رَهِيْنَةٌ ہے۔

رَاهَنْتُهُ عَلٰى كَذَا: میں نے اس بات پر اس سے شرط باندھی یا لگائی۔ الرَّهِيْنَةُ کی جمع الرَّهَائِن ہے۔

اَرْهَنْتُ لَهُمُ الطَّعام وَالشَّرَابَ: میں نے ان کے کھانے پینے کا مستقل ذمہ لیا۔ ایسے کھانے کو طَعَامٌ رَاهِنٌ کہا جاتا ہے۔

ر ه ا-ابو عبیدہ: رَهَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ: اس نے اپنے قدم پھیلا دیے یا کھولے۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا: اور سمندر کو کھلا چھوڑ دے۔

الرَّهْوُ: لوگوں کے محلہ میں واقع ایسی نشیبی جگہ جہاں سے بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہو۔

رَهَا الْبَحْرُ: سمندر ساکن ہوگیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ اس کا معنی دو گھروں کے درمیان گھسا پٹا راستہ۔

اور الرُّهُحُ: پچھواڑے سے گھر کا کنارہ۔ شاید اس کا معنی تعمیر سے بغیر کھلی جگہ یعنی صحن ہو۔

ر و أ-رَوَّأَ فِي الأمر اس کا مصدر تَرْوِئَةٌ اور تَرْوِيئًا (الف ممدود) ہے۔ اس نے معاملہ پر غور کیا اور جلد بازی نہیں کی۔ اس کا اسم الرَّوِيئَةُ ہے جس سے ہمزہ کو ترک کر دیا گیا ہے۔

رُوَاءٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر ا ي اور بذیل مادہ ر و ي.

ر و ب-الرَّائب دہی۔ اس سے فعل رَابَ يَرُوبُ رَوْبًا ہے۔

رُوْبَةُ اللَّبَنِ: (راء مضموم) جاگ جو دودھ سے دہی بنانے کے لئے دودھ میں ڈال دی جاتی ہے تاکہ دودھ جم کر دہی بن جائے۔

قَوْمٌ رُوْبَى: زیادہ چلنے کی وجہ سے سست طبیعت اور ناسمجھ لوگ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رائب سے دہی یا لسی پینے اور اس کے اثر سے سست اور کاہل لوگ۔ بشر کا شعر ہے:

فَـأَمَّـا تَـمِيْـمٌ تميم ابن مُـرٍّ
فَالْفَـاهُم الْقَـوْم روبَـى نِيَـامًا

''رہے بنو تمیم، یعنی قبیلہ بنو تمیم بن مُرّ کے

لوگ تو انہیں لوگوں نے یا قوم نے مدہوش اور محوِ خواب ہی پایا ہے۔"
روبَی کا واحد روبان ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد رائب ہے جس طرح هَلْكَى کا واحد هَالِك ہے۔
ر و ث-الرَّوْثَةُ: گوبر یا لید۔ اس کی جمع الرَّوْث اور ارواث ہے۔ قَدْ رَاثَ الفَرَسُ: گھوڑے نے لید کردی۔ اس کا باب قالَ ہے۔
ر و ج-رَاجَ الشَّيْئُ: چیز رائج ہوگئی۔ يَرُوْجُ رَوَاجًا: (راء مفتوح) کسی چیز یا بات کا رائج ہونا۔
رَوَّجَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے رواج دیا یا رائج کردیا۔ اس کا مصدر التَّرْوِيْجُ ہے۔
مُرَوِّجٌ: رواج دینے والا۔ رائج کرنے والا۔
ر و ح-الرُّوْحُ: جان۔ مؤنث اور مذکر دونوں صیغوں کیلئے یکساں۔ اس کی جمع الْأَرْوَاحُ ہے۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت جبریل علیہ السلام کو رُوح کا نام دیا جاتا ہے۔ فرشتوں اور جنوں سے منسوب بات کو بھی رُوحانی کہتے ہیں، (راء مضموم)۔ اس کی جمع رُوْحَانِيُّوْنَ ہے۔ اسی طرح ہر روح والی یعنی جان دار چیز کو رُوحانی (راء مضموم) کہتے ہیں۔
مَكَانٌ رُوْحَانِيٌّ: پاکیزہ جگہ۔
الرِّيْحُ: ہوا۔ اسکی جمع رِيَاحٌ اور اَرْيَاحٌ ہے۔ اور بعض اوقات اس کی جمع اَرْوَاحٌ بھی کی جاتی ہے۔ الرِّيْحُ کا معنی غلبہ اور قوت بھی ہے۔ انہیں معنوں میں یہ قول خداوندی ہے: "وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ": اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی یعنی تمہاری قوت اور غلبہ کمزور پڑ جائے گا۔
الرَّوْحُ: (راء مفتوح) استراحة سے اور راحة سے مشتق ہے۔ الرَّوْحُ اور الرَّيْحَانُ کا معنی رحمت اور رزق ہے۔
الرَّاحُ: شراب اور الرَّاحُ راحة بمعنی ہتھیلی کی جمع ہے۔ وَجَدْتُ رِيْحَ الشَّيْئُ وَرَائِحَتَهُ کا ایک ہی معنی ہے یعنی میں نے خوشبو پائی۔
الدُّهن المُرَوَّحُ: (واؤ مشدد) خوشبودار تیل۔ حدیث شریف میں ہے کہ: أَنَّهُ امَرَ بالإثْمِدِ المُرَوَّحِ عِنْدَ النَّوْمِ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت خوشبودار سرمہ لگانے کا حکم دیا۔
أراحَ اللَّحْمُ: گوشت سڑ گیا۔
أَراحَهُ اللّٰهُ فاسْتَرَاحَ: خدا نے اسے راحت دی تو اس نے راحت پائی۔
الرَّوَاحُ-الصَّبَاحُ کی ضد یعنی شام۔ یہ وقت کا نام ہے۔ جو زوال سورج سے

شروع ہوتا ہے اور رات تک رہتا ہے۔ یہ لفظ رَاحَ یَرُوْحُ فعل کا مصدر بھی ہے۔ جو غَدَا یَغْـدُوا کی ضد ہے۔

سَرَحَتِ الماشِیَۃُ بالغَدَاۃِ ورَاحَتْ بالعَشِیِّ: مویشی صبح کو چرنے کے لئے نکل گئے اور عشاء کے وقت واپس آئے یا شام کو گھر لوٹے۔ اس فعل کا مصدر رواحًا ہے۔

المُرَاحُ: (میم مضموم) وہ جگہ جہاں رات کو اونٹ اور بھیڑ بکری رہتے ہیں۔

المَرَاحُ: (میم مفتوح) وہ جگہ جہاں سے قوم یا لوگ صبح کو نکلتے ہیں۔ یا اس کی طرف آتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح المَغْدَاۃ جو الغَدَاۃ سے مشتق ہے۔ یعنی دوپہر کو نکلنے یا آنے کی جگہ۔

المِرْوَحَۃُ: پنکھا، جس سے راحت حاصل کی جاسکے یا ہوا حاصل کی جائے۔ اس کی جمع المَرَاوِحُ ہے۔

أرْوَحَ المَاءُ: پانی کی بو بدل گئی۔

تَـرَوَّحَ المـاءُ: کسی چیز کے قریب ہونے سے پانی میں اس کی بو داخل ہونا۔

رَاحَ الشَّیْئُ: اس نے چیز کی بو پالی۔ اس کا مضارع یَرَاحُہٗ اور یُرِیْحُہٗ ہے۔ اس کا ذکر حدیث میں ہے: مَـنْ قَـتَـلَ نَـفْسًا مُتَعَاھِدَۃً لم یَرِحْ رائحۃ الجَنَّۃ: جس کسی نے کسی معاہد یعنی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی بو تک نہیں پائے گا۔ ابو عبیدہ نے اسے رَاحَ یَرَاحُ قرار دیتے ہوئے راء کو مفتوح کردیا ہے۔ ابو عمرو نے اسے رَاحَ یُرِیْح قرار دیا ہے اور راء کو مکسور کیا ہے۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ یہ لَمْ یُرِحْ ہے۔ لہٰذا اس نے یاء کو مضموم قرار دیا ہے اور راء کو مکسور۔ یوں اس نے اسے رَاح کے معنوں میں اَرَاحَ سے مشتق بنایا ہے۔ اصمعی نے کہا ہے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ لفظ راح سے مشتق ہے یا أرَاحَ سے۔

اَلْاِرْتِیَاح: آرام و نشاط اور تروتازگی۔

اسْتَرَاحَ: راح سے مشتق ہے یعنی اس نے آرام کیا۔

الـمُـسْـتَـرَاح: نکلنے کی جگہ، مخرج۔

الاریحی: بااخلاق۔

اَخَـذَتْـہُ الارِیْحِیَّۃُ: سخاوت کر کے مطمئن اور خوش ہوا۔

الرَّیْحَانُ: ایک مشہور پودا۔ وہ خوراک بھی ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہوچکا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "اَلْوَلَـدُ مِـنْ رَیْحَـانِ اللّٰہِ تعالیٰ" لڑکا اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے ہے۔ اور قول خداوندی ہے کہ: وَالحَبُّ ذو العصفِ والرَّیْحَـانِ: اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول۔ العَصْفِ کا معنی پودے کا تنا اور ریحان

پیتا۔ یہ الفراء کا قول ہے۔

ر و د—الإِرَادة: ارادہ، مشیت۔
رَاوَدَهُ عَلٰى كذا مُراودةً ورِوَادًا: (راء مکسور) اس نے اسے بہکایا۔
رَادَ الكَلأَ: اس نے چارے کی تلاش کی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ رِيَادًا (راء مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔ اِرْتَادَ- (ارتیاد) کا بھی یہی مطلب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اذا بَالَ اَحَدُكم فَلْيَرْتَدْ لِبَوْله: تم میں سے جب کسی کو قضائے حاجت (پیشاب، پاخانے) کی ضرورت ہو تو اس کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے۔ ایسی جگہ وہ جو نرم اور ڈھلوان ہو۔
الرَّائد: وہ شخص جسے چارہ ڈھونڈھنے کیلئے بھیجا جائے۔
المَرَاد: (میم مفتوح) وہ جگہ جہاں انسان آئے جائے۔
المِرْوَدُ: (میم مکسور) میلان، رجحان۔
فُلانٌ يَمْشِيْ عَلٰى رُوْدٍ بروزن عُوْدٍ: فلاں شخص آہستہ چلتا ہے۔ اس کا اسم تصغیر رُوَيْدًا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اَرْوَدَ فی السَّيْرِ: وہ چلنے میں دھیما ہوا۔ لوگوں کے یہ کہنے کا کہ: الدَّهْرُ اَرْوَدُ: کا معنی ہے کہ زمانہ تغیر پذیر ہے۔ یعنی آہستہ سے اپنا کام کیے جا رہا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ تمہارے اس قول: رُوَيْدَكَ عَمْرًوا کا معنی ہے: اے عمرو! آہستہ چل۔ یہ لفظ اِرْوَادٌ سے ترخیم کے ذریعے اسم تصغیر بن گیا۔ جو اَرْوَدَ يُرْوِدُ کا مصدر ہے۔

ر و ز—رَازَهُ: اس نے اسے پرکھا اور جانچا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

ر و ض—الرَّوْضَة: باغ، سبزی، انگور اور گھاس وغیرہ کا کھیت۔ اس کی جمع رَوْضٌ ہے۔
رَاضَ المُهْرَ: اس نے گھوڑے کے بچھیرے کو سدھایا۔ اس کا مضارع يَرُوْضُ اور مصدر رِيَاضًا اور رِيَاضَةً ہے۔ اس کا اسم مفعول مَرُوْضٌ ہے۔ اسی سے ناقَةٌ مَرُوْضَةٌ ہے۔ یعنی سدھائی ہوئی اونٹنی۔
رَوَّضَهُ: (واؤ مشدد) مبالغہ کا صیغہ، اس نے اسے اچھی طرح سدھایا۔ قَوْمٌ رُوَّاضٌ وَرَاضَةٌ: بہت اچھی طرح سدھانے والے لوگ۔
نَاقَةٌ رَيِّضٌ: (یاء مشدد) ایسی اونٹنی جو سدھانے کے ابتدائی مرحلہ میں ہو۔ ابتدائی مرحلے میں اونٹنی کا سدھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ کلمہ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اسی طرح غُلامٌ رَيِّضٌ کہیں گے۔

رَوَّض القَرَاحَ: اس نے بے آب وگیاہ زمین کو باغ بنایا۔ اس کا مصدر تَرْوِيضًا ہے۔

اَرَاضَ المَكَانُ وَارْوَضَ: جگہ باغات سے بھر گئی۔ کہا جاتا ہے کہ: اِفْعَلْ ذٰلِكَ مَا دامتِ النفس مُسْتَرِيْضَةً: جب تک جان میں جان ہے اس کام کو کرتے رہو۔

فُلانٌ يُراوِضُ فلانًا عَلَى اَمْرٍ: فلاں شخص فلاں کو ایک کام کیلئے آمادہ کرتا ہے کہ وہ اس کام میں مصروف ومشغول ہو جائے۔

ر و ع-الرَّوْعُ: (راء مفتوح) ڈر اور خوف وہراس۔ الرَّوْعَةُ: خوف وہراس۔ الرُّوْعُ: (راء مضموم) دل اور عقل۔ کہا جاتا ہے کہ: وَقَعَ ذٰلكَ في رُوْعي: یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ رُوْحَ الامين نفث في رُوْعِي: روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں پھونک دیا۔

رَاعَهُ: اس نے اس کو ڈرایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ فَارْتَاعَ: تو وہ خوفزدہ ہو گیا۔ رَوَّعَهُ تَرْوِيعًا: اس نے اسے خوب ڈرایا۔ لوگوں کا قول ہے کہ 'لا تُرَعْ': خوف زدہ نہ ہو۔

رَاعَهُ الشَّيْئُ: چیز اسے پسند آ گئی، اچھی لگی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ الاَرْوَعُ من الرجال: لوگوں میں خوبصورت ترین شخص۔

ر و غ-رَاغَ الثَّعْلَبُ: لومڑی اِدھر اُدھر پھری۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس کا مصدر رَوَغَانًا بھی ہے جس میں رَاء اور واؤ دونوں مفتوح ہیں۔ اس کا اسم الرَّواغُ راء مفتوح ہے۔

اَرَاغَ اور ارْتَاغَ: اس نے تلاش کیا اور ڈھونڈا۔ رَاغَ الى كذا: وہ اس طرف مائل ہوا اور ایک طرف ہٹا۔ قول خداوندی ہے: فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ: پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا (توڑنا) شروع کیا۔ یعنی حضرت آگے بڑھے اور ان بتوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے مارنا شروع کیا۔ الفرّاء نے راغ کا ترجمہ مَالَ کیا ہے یعنی وہ مائل ہوئے۔

فُلانٌ يُرَاوِغُ في الْاَمْرِ مُرَاوَغَةً: فلاں شخص کام میں ورغلاتا اور پھسلاتا ہے۔

ر و ق-الرَّوْقُ والرِّوَاقُ: گھر کے دالان کی چھت۔ سایبان الرِّوقُ خیمہ کو بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَرَبَ فلانٌ رَوْقَهُ بموضِعِ كذا: کہ فلاں شخص نے فلاں جگہ اپنا خیمہ نصب کیا۔ یعنی وہاں اترا، یا ٹھہرا۔ حدیث شریف میں

ہے: حِينَ ضَرَبَ الشَّيطَانُ رُوقَهُ وَمَدَّ اطنابَهُ: جب شیطان نے اپنا خیمہ یا سائبان نصب کیا اور اس کی طنابیں کھینچیں۔ الرُّوقُ کا معنی ایسا پردہ ہے جو چھت کے ساتھ کھینچا جاتا ہے یا لٹکایا جاتا ہے۔ اور ایسے گھر کو بَيْتٌ مُرَوَّقٌ کہتے ہیں۔

راقَهُ الشَّيئُ: اسے چیز پسند آ گئی۔ رَاقَ الشَّرَابُ: شراب خالص ہوگئی۔ ان دونوں کا باب قَالَ ہے۔

الرَّاوُوقُ: ریفائنری۔ وہ برتن جس میں شراب صاف کی جائے۔ شاید شراب کے شیشے کے برتن کو بھی الرَّاوُوق کہا گیا ہے۔

اِرَاقَةُ الماءِ ونَحْوَهُ: پانی وغیرہ کا بہانا۔

ر و ل - الرُّوَالُ: (راء مضموم) لعاب، رال۔ کہا جاتا ہے کہ فلانٌ يَسِيلُ رُوالُهُ: فلاں شخص کی رال ٹپکتی ہے یا ٹپکتی رہتی ہے۔

ر و م - رَوْمٌ: وہ حرکت جس کا ذکر سیبویہ نے اصل سے مشتق کر کے کیا ہے۔

المَرَامُ: مطلب ومقصد۔

رَامَةُ: بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے اور اسی کے بارے میں یہ مثل مشہور ہے کہ تَسَائِلُنِي بِرَامَتَينِ سَلْجَمًا: تم مجھے صحرا میں کنویں کا پوچھتے ہو یعنی صحرا میں کنواں کہاں؟

رَامَ هُرْمُزْ: ایک شہر کا نام۔

الرُّومُ: الروم بن عِيْصُو کی اولاد کی نسل۔ چنانچہ زنج اور زنجی کی طرح ہی روم اور رومی کہا جاتا ہے۔

ر و ي - الأُرْوِيَّةُ: (الف مضموم اور مکسور) پہاڑی بکری۔ ثلاث أَرَاوِيَّ، یہ جمع أَفَاعِيلَ کے وزن پر ہے۔ تین سے زائد عدد کے لئے جمع کا صیغہ أَفْعَلَ کے وزن پر الأَرْوَى ہوگا اور یہ جمع خلاف قیاس ہے۔ أَرْوَى ایک عورت کا نام بھی ہے۔

الرَّيَّانُ: سیراب، عَطْشَان: بمعنی پیاسا، کی ضد ہے۔

المَرْأَة رَيَّا: سیراب عورت۔ رَيَّانُ: بنی عامر کے علاقے میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

الرَّوِيَّةُ: رویہ۔ معاملہ میں سوچ بچار۔ عربوں کے کلام اور بول چال میں یہ کلمہ بغیر ہمزہ مروج ہوگیا ہے۔ رَوِيَ مِنَ المَاء: (واؤ مکسور) بروزن رِضَا، رِيًّا: (راء مکسور ومفتوح)۔ اِرْتَوى اور تَرَوَّى سب کلمات کا ایک ہی معنی ہے۔

رَوَى الحَدِيثَ والشِّعرَ، يَرْوِي: (واؤ مکسور) رِوَايَةً: اس نے حدیث روایت کی یا شعر روایت کیا۔ اس کا اسم فاعل رَاوٍ ہے یعنی راوٍ فی الشعر

والماء والحديث مِنْ قَومٍ رُواةٍ. (شعر کا راوی، پانی کے سیراب کرنے والا۔ اور روایت کرنے والی جماعت یعنی رواۃ سے حدیث روایت کرنے والا)۔ رَوَّاهُ الشِّعْرَ تَرْوِيَةً وَّاَرْوَاهُ بھی بمعنی اس نے اسے شعر روایت کرنے پر ابھارا، یا آمادہ کیا۔

يَـوْمُ التَـرْوِية: نام اس لئے پڑا ہے کہ لوگ اس دن پانی سے سیراب ہوتے تھے۔ رَوَّى فِي الأمرِ: اس نے معاملہ پر غور وفکر اور سوچ بچار کیا۔ اس کلمہ کو مہموز اور غیر مہموز دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ تم کسی سے: اَنْشِدِ الْقَصِيْدَةَ يَاهٰذا یعنی اے شخص! قصیدہ سناؤ کے بدلے اَرْوِهَا نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اگر تم اسے قصیدہ روایت کرنے کو یعنی زبانی یاد کئے ہوئے قصیدے کو سنانے کے لئے کہو تو 'اِرْوِ' کہہ سکتے ہو۔

الرَّايَـةَ: جھنڈا۔ الـرَّاوِيَةُ البعـير اَوِ البَغْلُ اوِ الحِمارُ: آب بردار۔ اونٹ، خچر یا گدھا۔ جس پر پانی لادا جائے۔ عام لوگ زاد راہ یعنی راشن اٹھانے والے چوپایوں کو راوية کہتے ہیں اور استعارۃً ایسا کہنا جائز ہے۔ لیکن اصل بات وہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

رَجُلٌ لَهُ رُوَاءٌ: خوش منظر آدمی۔

میرا کہنا ہے کہ مصنف نے الرُّواءکو بذیل مادہ رَأی بھی درج کیا ہے۔ اسے کسی ایک ہی ذیل میں ہونا چاہیئے نہ کہ دو کے تحت۔

رَجُلٌ رَاوِيَةٌ لِلشِّعْرِ: شعر کا راوی شخص۔ یہاں 'ۃ' مبالغہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

قَوْمٌ رِوَاءٌ مِنَ المَاءِ: پانی سے سیراب لوگ۔ (راء مکسور اور الف ممدود)۔

الرَّوِيُّ: حرفِ قافیہ۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ہی حرف قافیہ کے دو قصیدے۔

الرَّوِيَّةُ کا معنیٰ 'بہت گہرا بادل' بھی ہے۔ اس کی مثال السَّفِيُّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَرِبَ شُرْبًا رَوِيًّا: اس نے خوب سیر ہو کر پیا۔

رَوِيَّـةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر و ي اور بذیل مادہ ر و أ.

ر ي ب - الـرَّيْـبُ: شک، اس کا اسم الرِّيبَةُ ہے۔ اس کا معنیٰ تہمت اور شک ہے۔ رَابَنِي فُـلانٌ: فلاں شخص نے مجھے شک میں ڈال دیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ جب تمہیں معلوم ہو جو تمہیں شک میں ڈال دے اور تو اسے ناپسند کرے۔ اِسْتَرَبْتُ بِهٖ کا بھی یہی معنیٰ ہے۔ قبیلہ بنو ہذیل اسے اَرَابَنِي کہتے ہیں۔ أَرَابَ الرَّجُلُ: آدمی شکی ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مُرِيْبٌ ہوگا۔ اِرْتَابَ فِيهِ: اس میں شک پیدا ہو گیا۔ رَيْبُ الـمَـنُوْنِ: حادثاتِ

زمانہ یا گردش زمانہ۔

ر ي ث-رَاثَ عَلَيَّ خَبَرُهُ: اس نے مجھے اپنی اطلاع دیر سے دی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ مثل مشہور ہے: رُبَّ عَجلَةٍ وَهَبَتْ رَيْثًا: بہت سی جلد بازیاں مزید تاخیر کا سبب بن جاتی ہیں۔

رَيْحٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح.

رَيْحَان: دیکھئے بذیل مادہ ر و ح.

ر ی ش-الرِّيشُ للطائر: پرندے کے پر۔ اس کا واحد الرِّيشَةُ ہے اور اس کی جمع اَرْيَاش بنائی جاتی ہے۔

رَاشَ السَّهْمَ: اس نے تیر کے ساتھ پر چمٹا دیا۔ اس کا اسم فاعل مرِيشٌ بروزن مبِيعٌ ہوگا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

رَاشَ فُلانًا: اس نے فلاں شخص کے حالات درست کیے۔ یہ بطور تشبیہ کہا جاتا ہے۔ الرِّيشُ والرِّيَاش کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی عمدہ لباس اسی سے قول خداوندی ہے: وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقوىٰ: یہ بھی کہا گیا ہے کہ الرِّيشُ سے مراد مال، زرخیزی اور روزی ہے۔

ر ی ط-الرَّيْطَةُ: ایک پاٹ یا پٹی کی چادر، دو پاٹ کی نہیں۔ اس کی جمع رِيَطٌ اور رِيَاطٌ ہے۔

ر ی ع-الرَّيْعُ (راء مفتوح) نشو ونما اور بڑھوتری۔

اَرْضٌ مَرِيعَةٌ: (میم مفتوح) بروزن مَبِيعَةٌ: زرخیز زمین۔

رَيْعَانُ كُلِّ شَيْئٍ: ہر چیز کا آغاز و عنفوان۔ اسی سے لفظ رَيْعَانُ الشَّبَاب بمعنی عنفوان شباب مشتق ہے۔

فَرَسٌ رَائِعٌ: عمدہ گھوڑا۔

الرِّيْعُ: (راء مکسور) اونچی زمین۔ اس کا معنی پہاڑ بھی بتایا گیا ہے۔ قول خداوندی ہے: اَتَبنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ: بھلا تم ہر اونچی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو۔ جن کی تمہیں ضرورت نہیں ہوتی۔ تم ان سے صرف دل بہلاتے ہو۔

ر ي ف-الرِّيف: ایسی زمین جس میں کھیتیاں ہوں، سرسبزی اور شادابی ہو۔ اس کی جمع اَرْيَاف ہے۔

ر ي ق-الرِّيقُ: تھوک، اس کی جمع اَرْيَاق ہے۔

ر ي م-ابو عمرو: مَرْيَم بروزن مَفْعَلٌ، اس کا فعل رَامَ يَرِيْمُ ہے یعنی وہ جدا ہوا یا دور ہٹ گیا۔ بطور دعا کہا جاتا ہے لَا رِمْتَ: تو دور نہ ہو، یا خدا تجھے دور نہ کرے۔ یعنی تو باقی اور سلامت رہے۔

ر ي ن-الرَّيْنُ: ٹھپہ، چھاپ، میل کچیل۔ کہا جاتا ہے کہ: رَانَ ذنبُهُ علٰى قَلْبِهٖ: اس کے گناہ نے اس کے دل پر چھاپ لگادی۔ یعنی وہ زنگ آلود ہوگیا۔

اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور مصدر رُدُوْنًا بھی ہے۔ بمعنی وہ غالب آ گیا۔
ابو عبیدہ کا اس قول خداوندی: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ: کے بارے میں کہنا ہے کہ ان کے اعمال ان پر غالب آ گئے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ران کا معنی یہ ہے کہ گناہ پر گناہ کرتے چلے جانا، تا آنکہ دل سیاہ ہو جائے۔ ابو عبید نے کہا کہ: "كُلّ ما غلَبَك فقد رَان بِك ورَانِك وران عليك" ہر وہ چیز جس نے تم پر غلبہ پالیا گویا اس نے تم پر اپنی چھاپ ثبت کر دی۔
رِيْنَ بالرَّجُلُ: آدمی ایسی جگہ (دلدل) پھنس گیا جہاں سے نکلنا ممکن نہیں نہ اس میں طاقت ہے کہ نکل سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: وَقِيْلَ رِيْنَ بِهٖ: اِنْقُطِعَ به: کہ رین کا معنی ہے کہ اس سے تعلق منقطع ہو گیا۔
رَيَّسٌ: دیکھئے بذیل مادہ ر ا س.
رَيَّض: دیکھئے بذیل مادہ ر و ض.

باب الزّاء

ز أ ر — الزَّئِيرُ: بروزن الصَّفِيرُ: شیر کی دھاڑ۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا مصدر زَئِیرًا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل زَائِرٌ ہے۔ باب طَرِبَ سے اس کا ایک اور لہجہ یا لغت بھی ہے۔ وہ زَئِرٌ ہے۔

تَزَئَرَ الأَسَدُ تَزَؤُّرًا: شیر خوب دھاڑتا ہے یا زور سے دھاڑتا ہے۔

ز أ ن — الزُّؤنِيُّ (ہمزہ کے ساتھ) پست قد کُتّا۔ اسے صنیٌ نہیں کہنا چاہیے۔

الزُّوَانُ: (زاء مضموم) اناج کا ایک دانہ جو گندم کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔

ز ب ب — زَبَّبَ عِنَبَهُ تَزْبِيبًا: اس نے اپنے انگور خشک کرکے زبیب یعنی منقیٰ بنا لئے۔ کہا جاتا ہے کہ تَكَلَّمَ فُلَان حَتّٰى زَبَّبَ شِدْقَاهُ: فلاں شخص نے اتنی باتیں کیں کہ اس کی باچھوں پر جھاگ چڑھ گئی۔

ز ب د — الزَّبَدُ: جھاگ۔ زَبَدُ الماء والبعير والفِضَّةِ: پانی، اونٹ اور چاندی کی جھاگ۔

أَزْبَدَ الشَّرَابُ: مشروب پر جھاگ چڑھ آئی۔

بَحْرٌ مُزْبِدٌ: موجیں مارتا ہوا سمندر جس کی سطح پر جھاگ چڑھ آئی ہو۔

الزُّبْدُ: مکھن۔

زَبَدَهُ: اس نے اسے مکھن کھلایا۔

زَبَدَهُ: اس نے اسکو مال کا عطیہ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّا لا نقبَلُ زَبَدَ المُشْرِكِيْنَ: ہم مشرکوں کے مالی عطیات قبول نہیں کرتے۔

ز ب ر — الزُّبْرَةُ: (زای مضموم) لوہے کا ٹکڑا یا لوہے کی شیٹ یا چادر۔ اس کی جمع زُبَرٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاٰتُوْنِی زُبَرَ الحَدِيْدِ: مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ زُبُرٌ: (زای مضموم و باء مضموم) کا بھی یہی معنیٰ ہے۔ قول خداوندی ہے: فَتَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا: تو پھر انہوں نے آپس میں اپنے کام کو متفرق کرکے جدا جدا کردیا۔

الزَّبْرُ: ڈانٹ ڈپٹ، جھڑک۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الزَّبْرُ کا معنیٰ لکھائی بھی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

الزِّبْرُ: (زای مکسور) کتاب، اس کی جمع زُبُوْرٌ ہے۔ اس کی مثال قِدْرٌ: (ہانڈی)

کی جمع قُدُوْرٌ ہے۔ اسی لئے بعض نے قرآن کی آیت کو وَآتَیْنَا دَاوُدَ زُبُوْرًا پڑھا ہے۔

المِزْبَرُ بروزن المِبْضَعُ قلم۔

الزَّبُوْرُ: کتاب۔ یہ زَبَرَ فعل سے مفعول کے معنوں میں فَعُوْلٌ کے وزن پر ہے۔ الزَّبُوْرُ کا معنی حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب بھی ہے۔

الزُّنْبُوْر: (زای مضموم) بھڑ۔ یہ مؤنث ہوتی ہے۔ اس کی جمع الزَّنَابِیْرُ ہے۔

الزِّئْبِرُ: (زای مکسور، باء مکسور، مہموز) نئے کپڑے کا باہر کا حصہ یا کپڑے کا رُخ یا اس کے روئیں۔ جیسے ریشمی کپڑے کے روئیں۔ اس لفظ کا ایک لہجہ الزِّئْبُر: (باء مضموم) بھی ہے۔

ز ب ر ج د-الزَّبَرْجَدُ: بروزن السَّفَرْجَلُ: مشہور و معروف زبرجد ہیرا۔

ز ب ع-الزَّوْبَعَةُ: اندھیری، طوفان باد۔ کہا جاتا ہے: أَمُّ زَوْبَعَة: یہ تیز ہوا کا طوفان جس سے گرد و غبار اُٹھتا ہے اور یہ گرد و غبار آسمان تک اٹھتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے غبار کا ایک ستون ہو۔

ز ب ق-اِنْزَبَقَ: وہ داخل ہوا۔ یہ لفظ دراصل انزقَبَ سے مقلوب ہوا ہے۔

الزِّئْبَقُ: یاسمین کا تیل/عطر۔

الزِّئْبَقُ: فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اسے ہمزہ کا اضافہ کر کے معرب کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اسے باء مکسور کر کے الزِّئْبِرِ کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔

دِرهَمٌ مُزَأْبَقٌ: گھسا ہوا درہم۔ عام لوگ اسے مُزَبَّقٌ کہتے ہیں۔

ز ب ل-الزِّبْلُ: گوبر اور لید۔

المَزْبَلَةُ: (باء مفتوح اور مضموم) گوبر اور لید والی جگہ۔

الزَّبِيلُ: ٹوکرا، تھیلا۔ اگر زای کو مکسور کریں اور باء کو مشدد تو کہیں گے: الزِّبِّيلُ یا زِنْبِيلٌ.

ز ب ن-الزَّبَانِيَةُ: عربوں کے ہاں اس کا معنی میدانِ جنگ میں اترنے والا پہلا سپاہی ہے۔ اسی نسبت سے بعض ملائکہ کو یہ نام دیا گیا ہے کہ دوزخیوں کو جہنم میں دھکیلیں گے۔ الزَّبْنُ کا اصل معنی دھکیلنا ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا واحد زَبَانِيٌّ ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کا واحد زَابِنٌ بتایا ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کا واحد زِبْنِيَةٌ کہا ہے۔ اس کی مثال عِفْرِيَة بتائی ہے۔ اخفش نے کہا کہ عرب تقریباً اسے نہیں جانتے اور اسے ایسا جمع قرار دیتے ہیں جس کا واحد کا صیغہ نہیں ہوتا۔ مثلاً: اَبَابِيلِ اور عَبَادِيْدِ.

زُبَانَيَا العَقْرَبِ: بچھو کے دو سینگ۔
الْمُزَابَنَةُ: درختوں پر لگے کچے کھجوروں کی فروخت جو شرعاً ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ بیع مجازفة ہے یعنی اندازے اور اٹکل سے قیمت طے کرنا ہے۔ اس میں تول ناپ نہیں ہوتا۔ البتہ بیع عَرَایَا کی رخصت اور اجازت دے دی گئی ہے۔ رہا کند ذہن اور حریف کے معنوں میں لفظ الزبون تو یہ کلمہ اہل بادیہ کے کلام میں رائج نہیں ہے۔
ز ب ا—الزُّبْيَةُ: وہ پشتہ جس پر پانی نہ چڑھے۔ مثل مشہور ہے کہ: قَدْ بَلَغَ السَّيْلُ الزبَى: سیلاب کا پانی پشتے تک پہنچ گیا ہے۔ الزُّبْيَةُ کا معنی وہ گڑھا بھی ہے جو شکار کے لئے کھودا جاتا ہے۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ گڑھا کسی اونچی جگہ کھودا جاتا تھا۔
ز ج ج—الزُّجُّ: (زای مضموم) نیزے کے نچلے حصے میں لگا ہوا لوہے کا ٹکڑا۔ اس کی جمع زِجَجَةٌ بروزن عِنَبَةٌ ہے۔ اور زِجَاج ہے۔ اس کے علاوہ اس کا جمع کا کوئی صیغہ یا وزن نہیں ہے۔
الـزَّجَـجُ: (زای مفتوح اور جیم مفتوح) بھوؤں کی باریکی اور لمبائی۔
أَزَجُّ: باریک اور لمبی بھوؤں والا شخص۔
الـزُّجَـاجَـةُ بمعنی شیشہ۔ اس کی جمع زُجَـاج ہے جس میں زای مفتوح، مکسور اور مضموم ہے۔
ز ج ر—الزَّجْرُ: روکنا، منع کرنا۔ زَجَرَهُ فانْزَجَرَ: اس نے اسے روکا تو وہ رک گیا۔ وازْدَجَرَهُ فازْدَجَرَ کا بھی یہی معنی ہے۔ الزَّجْرُ کا معنی عیافہ بھی ہے جو فال گیری کی ایک قسم ہے۔ تم لوگ کہتے ہو کہ: زَجَرْتُ اَنْ يَّكُوْنَ كذا و كذا: میں نے اس بات کی فال نکالی ہے کہ ایسا ویسا ہو جائے گا۔
زَجَـرَ البَعِيْرَ: اس نے اونٹ کو ڈانٹ کر ہانکا۔ تینوں کا باب نَصَرَ ہے۔
ز ج ل—الزَّجَل: (زای اور جیم مفتوح) آواز، کڑک، گرج۔ کہا جاتا ہے سَحَابٌ زَجِلٌ: گرجدار بادل۔
الـزَّنجـبـيل: ادرک۔ شراب کو بھی الزَّنجبيل کہتے ہیں۔
ز ج ا—زَجَّى الشَّيْئَ تَزْجِيَةً: آہستہ اور نرم طریقے سے دھکیلنا۔ کہا جاتا ہے: كَـيْـفَ تُـزَجِّي الايَّام: تم وقت کیسے دھکیل رہے ہو، یعنی گزارتے ہو۔
تَـزَجَّى بِكَذَا: اس نے اس پر، یا اتنے پر کفایت کی۔
أَزْجَى الابِلَ: اس نے اونٹ کو ہانکا۔
الـمُـزْجَى: تھوڑی مقدار۔ بِـضَاعَةٌ مُزْجَاةٌ: کم سروسامان، کم سرمایہ۔
الرِّيْحُ تُزْجِي السَّحَابَ: ہوا بادلوں کو

ہانکتی ہے۔
الْبَقَرَةُ تُزْجِي وَلَدَهَا: گائے اپنے بچھڑے کو ہانکتی ہے۔

ز ح ز ح-زَحْزَحَهُ عَنْ كَذَا: اس نے اسے فلاں چیز سے دور کیا۔
تَزَحْزَحَ: وہ دور ہوا یا ایک طرف ہو گیا۔ کنارے ہو گیا۔

ز ح ر-الزَّحِيْرُ: پیچش شکم۔ یہی معنی الزُّحَار کا ہے۔
الزَّحِيْرُ کا معنی سختی یا مشکل سے سانس لینا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: زَحَرَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ الوِلادة. بچہ جنتے وقت عورت نے زور زور سے سانس لیے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔

زحزح: دیکھئے بذیل مادہ ز ح ح.

ز ح ف-زَحَفَ اِلَيْهِ: وہ اس کی طرف چلا گیا۔
تَزَحَّفَ اليه: وہ اس کی طرف چل کر گیا یا پیدل گیا۔

ز ح ل-زَحَلَ عَنْ مَكَانِهِ: وہ اپنی جگہ سے ایک طرف ہٹ گیا۔ اور دور ہو گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے اور تَزَحَّلَ کا معنی بھی یہی ہے۔
زُحَل: ایک ستارہ ہے جو سیارگان خنّس میں سے ایک ہے۔ اور لفظ عُمَرُ کی طرح غیر منصرف ہے۔

ز ح ل ق-الزَّحْلَقَةُ: الدَّحْرَجَة کی طرح ہے۔ پھسلنا یا رینگنا۔
قَدْ تَزَحْلَقَ: وہ پھسل گیا۔

ز ح م-الزَّحْمَةُ الزِّحَامُ: بھیڑ، ہجوم۔ کہا جاتا ہے: زَحَمَهُ: اس نے اس پر ہجوم کر دیا۔ اسے تنگ جگہ دھکیل دیا۔ اس کا مضارع يَزْحَمُهُ (حاء مفتوح) اور مصدر زَحْمَةٌ ہے۔ اَزْحَمَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اِزْدَحَمَ القَوْمُ عَلٰى كذا: فلاں شخص پر لوگوں نے بھیڑ کر دی۔
تَزَاحَمُوْا عليه: وہ اس پر بھیڑ کر کے آ گئے۔

ز خ خ-زَخَّهُ: اس نے اسے گڑھے میں دھکیل دیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: مَنْ يَّتَّبِعِ الْقُرْاٰنَ يَهْبِطْ بِهٖ عَلٰى رِيَاضِ الجَنَّةِ وَمَنْ يَّتْبَعْهُ القُراٰنَ يَزُخُّ فِي قَضَاهُ حتى يَقْذِف بِهٖ في نَار جَهَنَّمَ: جو قرآن کی پیروی کرے گا تو قرآن اسے جنت کے باغات میں لے جائے گا اور جس کی پیروی قرآن کرے تو قرآن اسے اپنے پیچھے دھکیل دے گا یہاں تک کہ اسے دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔[1]

[1] علامہ اقبالؒ کے اس شعر میں اسی مفہوم کی ترجمانی ہے:
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ز خ ر - زَخَـرَ الـوَادِی: وادی بہت زیادہ پھیل گئی اور بلند ہوگئی۔

بَحْرٌ زَاخِرٌ: ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ اس کا باب خضع ہے۔

ز خ ر ف - الزُّخْرُف: سونا، پھر بعد میں ہر نقلی اور سونے کا پانی چڑھائی ہوئی دھات کو کہنے لگے۔

المُزَخْرَف: مزین و آراستہ۔

ز ر ب - الزرابِیُّ: مسندیں اور گاؤ تکیے۔ میرا کہنا ہے کہ النَّمَارِقُ کا معنی گاؤ تکیے ہیں جن کا ذکر قرآن میں الزَّرَابِیُّ والی آیت سے پہلے آچکا ہے۔ پھر الزَّرابی کا معنی النمارق کیسے ہوسکتا ہے۔ الزَّرابِیّ کا معنی تو صرف مخملی بچھونے اور قالین وغیرہ ہونا چاہیے۔

ز ر د - زَرِدَ اللُّقْمَةَ: اس نے لقمہ نگل لیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ یہی معنی اِزْدَرَدَ کا ہے۔ الزَّرْدُ: السَّرْد باعتبار وزن و معنی: زرہ، زرہ کی کڑیوں یا ایک دوسرے کے اندر پھنسنا۔

الـزَّرَدُ: (زای اور راء دونوں مفتوح) کڑیوں والی زرہ۔

الزَّرَّادُ: (راء مشدد) زرہیں بنانے والا۔

زَرُوْدُ بروزن ثَمُوْد. ایک جگہ کا نام۔

ز ر د م - الزَّرَدَمَةُ: نگلنے کی جگہ، گلے میں ہوا کی نالی۔

ز ر ر - الزِّرُّ: (زای مکسور) قمیض کا بٹن یا کاج۔ اس کی جمع أَزْرَارٌ ہے۔

الـزَّرُّ: (زای مفتوح) مصدر ہے۔ زَرَّ القَمِیْصَ: اس نے قمیض کے بٹن بند کیے یا بٹن ٹانکے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے: أَزْرُرْ عَلَیْکَ قَمِیْصَکَ: اپنی قمیض کے بٹن بند کر۔ زُرَّہ، زُرُّہُ اور زُرِّہِ: (راء مفتوح و مضموم و مکسور) سب کا ایک ہی معنی ہے۔ اَزْرَرْتَ الْقَمِیْصَ فَتَزَرَّرَ: تو نے قمیض کے بٹن بند کیے تو وہ بند ہوگئے۔ الزُّرْزُرُ بروزن هُدْهُدُ: ایک پرندہ۔

زَرْزَرَ: اس نے زرزر کی آواز نکالی۔

ز ر ج ن - الزَّرَجُوْنَ: (راء متحرک) شراب۔[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی انگور ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ بمعنی زرگونہ یعنی سونے کے رنگ کا۔ الجرمی نے کہا کہ اس کا معنی سرخ رنگ ہے۔

ز ر ع - الزَّرْعُ: فصل۔ اس کی جمع الزُّرُوْع ہے۔ اور فصل کی جگہ یعنی کھیتی کو مَزْرَعَةٌ کہتے ہیں اور مُزْدَرَعٌ بھی کہتے ہیں۔ الزَّرْعُ کا معنی سچ بولنا بھی ہے۔ الزَّرْعُ کا مطلب پیدا کرنا اور بڑھانا اور اگانا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: زَرَعَهُ

[1] مے ارغوانی۔

اللّٰہُ: اللہ تعالیٰ اس کو بڑھائے۔ اسی سے قولِ خداوندی ہے: أَأَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُوْنَ: ''کیا تم اگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں۔'' ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔ اِزْدَرَعَ فُـلَانٌ: فلاں شخص نے کاشت کی۔

الْمُزَارَعَةُ: کاشتکاری۔

ز ر ف-الزُّرَافَةُ: (زای مضموم ومفتوح، الف مخفف) ایک مشہور جانور، زرّافہ۔

ز ر ق-رَجُلٌ اَزْرَقُ الْعَيْنِ: نیلی آنکھوں والا آدمی۔

الزَّرَقُ: زای اور راء دونوں مفتوح۔ نیلا پن، چمک۔

الْمَرْأَةُ زَرْقَاءُ: نیلی آنکھوں والی عورت۔

قَدْ زَرِقَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ نیلی ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم الزُّرْقَةُ ہے۔ نیزے کے پھلوں کو ان کے چمکتے رنگوں کی وجہ سے زُرْقًا کہتے ہیں۔

زَرَقَ الطَّائِرُ: پرندہ نے بیٹ کر دی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

زَرَقَتْ عَيْنُهُ نَحْوِيْ: اس نے میری طرف نظر پھیری۔ اور اس کی سفیدی ظاہر ہوئی۔

الْمِـــزْرَاقُ: چھوٹا نیزہ۔ زَرَقَـهُ بِـالْمِـــزْرَاقِ: اس نے اسے چھوٹے نیزے سے مارا۔ یا دے مارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

نَصْلٌ اَزْرَقُ: نیزے کا چمکدار پھل۔

مَاءٌ اَزْرَقُ: صاف وشفاف پانی۔

الزَّوْرَقُ: کشتی کی ایک قسم۔

ز ر م-زَرِمَ الْبَوْلُ: (راء مکسور) پیشاب رک گیا۔ اَزْرَمَهُ غَيْرُهُ: کسی نے اس کا پیشاب روک دیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُزْرِمُوْهُ: ''کسی پر پیشاب کرنا بند نہ کرو۔''

ز ر م ق-الزُّرْمَانِقَةُ: اونی جبہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّ مُوْسٰى لَمَّا اَتٰى فِرْعَوْنَ اَتَاهُ وَعَلَيْهِ زُرْمَانِقَةٌ: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے تو اس وقت وہ اونی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ میری رائے میں یہ عبرانی الاصل لفظ ہے۔ اس نے کہا کہ اس کی تفسیر حدیث میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ فارسی الاصل ہے اور معرب ہے اور اس کی اصل اُسْتُرْيَانَه یعنی سامانِ جمال و آرائش ہے۔

ز ر ي-زَرَي عَلَيْهِ فِعْلَهُ: اس نے اس کے کام کو معیوب قرار دیا۔ اس کا مضارع يَزْرِيْ (راء مکسور) ہے اور مصدر زِرَايَةٌ بروزن حِكَايَةٌ ہے۔ تَزَرّٰى عليه بجا معنی بھی یہی ہے۔

ابو عمرو نے کہا کہ: الـــزَّارِي عَلَـى

الاِنسَانِ: کسی انسان کو کچھ نہ سمجھنے والا اوراسکے کام کامنکر۔

الاِزرَاءُ: سستی اور کام میں کاہلی۔ کہا جاتا ہے کہ اَزْرَی بِهٖ:اس نے اس کام میں سستی کی۔

اِزْدَرَاهُ: اس نے اسے حقیر سمجھا۔

ز ط ط-الزُّطُّ: جاٹ۔ایک قوم اس کا واحد زُطِّي ہے۔

ز ع ج-اَزْعَجَهٗ: اس نے اسے پریشان کردیا۔اوراسے اس کی جگہ سے اکھاڑ دیا۔

اِنْزَعَجَ: وہ پریشان ہوا۔

ز ع ر-الزَّعَرُ: سر کے بالوں کا کم ہونا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَزْعَرُ: کم بالوں والا آدمی۔

الزَّعَارَّةُ: (راء مشدد) بدخلقی، ترش مزاجی۔اس کا کوئی فعل نہیں۔

الزُّعْرُوْرُ بروزن العُصْفُوْرُ: بدخلق انسان۔عام لوگ کہتے ہیں:رَجُلٌ زَعِرٌ: بدخلق شخص اور فِيهِ زَعَارَةٌ:اس شخص میں بدخلقی ہے۔

الزُّعْرُوْرُ:ایک مشہور پھل یا میوہ۔

ز ع ز ع-الزَّعْزَعَةُ: کسی چیز کو حرکت دینا یا ہلانا۔کہا جاتا ہے کہ: زَعْزَعَهٗ فَتَزَعْزَعَ: اس نے اسے ہلایا تو وہ ہل گیا۔رِيحٌ زَعْزَعَانٌ وزَعْزَعٌ وزَعْزَاعٌ: چیزوں کو ہلا دینے والی ہوا۔

اس کی جمع زَعَازِعُ ہے۔

ز ع ف ر-الزَّعْفَرَانُ: کیسر، زعفران۔ اس کی جمع زَعَافِرُ ہے۔اس کی مثال تَرْجُمَان کی جمع تَرَاجِم، اور صحصحان کی جمع صَحَاصِحُ ہے۔

زَعْفَرَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کو زعفران کے ساتھ رنگا۔

ز ع ق-الزَّعْقُ: چیخ۔قَدْ زَعَقَ بِهٖ: اس نے چیخ ماری۔اس کا باب قَطَعَ ہے۔

المَاء الزُّعَاقُ: نمکین پانی، کھارا پانی۔

ز ع م-زَعَمَ يَزْعُمُ: (عین مضموم) زَعْمًا: خیال کرنا۔گمان کرنا۔(زای پر تینوں حرکتیں ہیں) یعنی زُعْمًا.

زَعَمَ بِهٖ: ضمانت دی، کفالت کی۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الزَّعِيْمُ: کفیل، ضامن، ذمہ دار۔ حدیث شریف میں ہے:الزَّعِيْمُ غَارِمٌ: کفیل پر تاوان ہے۔

الزَّعَامَةُ: سرداری، قیادت، لیڈری۔

زَعِيْمُ القَوْمِ سَيِّدُهم: قوم کا لیڈر اُن کا سردار ہوتا ہے۔

ز غ ب-الزَّغَبُ: (زای اور غین دونوں مفتوح) چوزے کے پروں پر زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے بال یا روئیں۔

ز ف ت-الزِّفْتُ: تارکول۔

میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا کہ

الزِّفْتُ: تارکول ہے اور جَرَّةٌ مُزَفَّتَةٌ: تارکول مَلا ہوا مٹکا۔ ایسا مٹکا جس پر تارکول مَلا ہُوا ہو۔

ز ف ر—الزَّفِيْرُ: گدھے کی پہلی آواز۔ اس کی آخری آواز کو شھیق کہتے ہیں۔ کیونکہ الزَّفِيْر سانس لینے کو کہتے ہیں اور اور الشھیق سانس نکالنے کو۔

قَدْ زَفَرَ يَزْفِرُ: (فاء مکسور) زَفِيْرًا. اس نے آواز نکالی۔ اس کا اسم الزَّفْرَةُ ہوگا۔ اس کی جمع زَفَرَاتٌ ہے۔ (اس میں فاء مفتوح) ہے۔ کیونکہ یہ اسم ہے نہ کہ نعت۔ شاید شاعر نے ضرورت شعری کے پیش نظر بجائے متحرک کے فاء کو ساکن کر دیا ہے۔

ز ف ف—زَفَّ العَرُوْسَ الٰی زَوْجِهَا: اس نے دُلہن کو اس کے خاوند سے ملا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اور مصدر زِفَافًا بھی ہے۔ (اس میں زای مکسور ہے)۔

اَزَفَّهَا اور اِزْدَفَّهَا دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ زَفَّ الْقَوْمُ فِی مَشْيِهِمْ يَزِفُّوْنَ: (زای مکسور) زَفِيْفًا: قوم یا لوگ تیز چلے یا تیز رفتاری سے چلے یا جلدی کی۔ اسی سے قول خداوندی ہے: فَاَقْبَلُوْا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ: وہ اس کی طرف تیزی سے آگے بڑھے۔

زفیف: دیکھئے بذیل مادہ و ز ف، اور بذیل مادہ ز ف ف.

ز ق ق—الزِّقُّ: مشکیزہ۔ اس کی جمع قلت اَزْقَاق ہے اور جمع کثرت زِقَاق اور زُقَّانٌ ہے۔ اس کی مثال ذِئَابٌ اور ذُؤْبَانٌ ہے۔

الزُّقَاقُ: آبنائے، تنگ راستہ۔ مذکر اور مؤنث دونوں یکساں ہوتے ہیں۔ اس کی جمع ذُقَّان اور اَذِقَّةٌ ہے۔ اس کی مثال حُوَار، حُورَان اور اَحْوِرَة ہے۔

زَقَّ الطَّائِرُ فَرْخَهُ: پرندے نے اپنے بچے کو اپنی چونچ سے چوگ کھلا دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الزَّقْزَقَةُ: بچے کو کلیلیں بھرانا، یا خوشی سے نچانا۔ گدگدانا۔

ز ق م—الزَّقُّوْم: ایک کھانے کا نام جس میں کھجور کے ساتھ مکھن ملا ہوتا ہے۔

الزَّقْمُ: زقوم کا کھانا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ قول خداوندی نازل ہوا کہ: اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ: کہ گنہگاروں کا کھانا زقوم کا درخت ہوگا تو ابو جہل نے کہا کہ: التَّمْرُ بِالزُّبْدِ نَتَزَقَّمُهُ: یعنی مکھن کے ساتھ کھجور اہم تو یہ زقوم کھائیں گے۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِی اَصْلِ الْجَحِيْمِ: کہ یہ زقوم تو وہ درخت ہے جو دوزخ کی تہہ میں اُگتا ہے۔ ج

ز ک ر—الزُّكْرَةُ: (زای مضموم) شراب کا چھوٹا مشکیزہ۔

تَزَكَّرَ بَطْنُ الصَّبِيِّ: بچے کا پیٹ بھر گیا۔

زَكَرِيَّا: اس کے تین تلفظ یعنی لہجے ہیں: الف ممدود، الف مقصور اور الف محذوف۔ اگر اسے الف ممدود سے پڑھیں یا الف مقصور سے پڑھیں تو اس صورت میں غیر منصرف ہوگا اور اگر اسے الف محذوف کرکے پڑھیں تو پھر یہ منصرف ہوگا۔

ز ک م—الزُّكَامُ: زکام اور نزلہ۔ قَدْ زُكِمَ الرَّجُلُ: آدمی کو زکام ہوگیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

أَزْكَمَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے زکام میں مبتلا کردیا۔ اس سے اسم مفعول مَزْكُوم ہے جو زُكِمَ فعل سے بنایا گیا ہے۔

ز ک ا—زَكَاةُ الْمَالِ: مال کی زکاۃ۔ معروف فقہی اصطلاح۔ زَكَّى مَالَهُ تَزْكِيَةً: اس نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کی۔ زَكَّى نَفْسَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی تعریف کی۔ قول خداوندی ہے: وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا: اس کا معنی یہ کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں زکوۃ کے ذریعے پاک کریں۔ زَكَّاهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ: اس نے اس سے زکاۃ وصول کی۔

تَزَكَّى: اسے صدقہ دیا۔ زَكَا الزَّرْعُ يَزْكُوا زَكَاءً: (زای مفتوح والف ممدود) کھیتی پھلی پھولی۔

غُلَامٌ زَكِيٌّ: پاکیزہ لڑکا۔

قَدْ زَكَا: وہ پاکیزہ ہوگیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ اور زَكَاءٌ بھی۔

ز ل ج—مَكَانٌ زَلْجٌ وزَلَجٌ: فَلْسٌ اور فَرَسٌ کی طرح۔ پھسلن والی جگہ۔

التَّزَلُّجُ: پھسلنا۔

ز ل ف—أَزْلَفَهُ: اس نے اسے قریب کردیا۔ الزُّلْفَةُ اور الزُّلْفَى: قربت اور منزلت۔ اسی سے قول خداوندی ہے: وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَى: تمہارا مال اور تمہاری اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنادیں۔ زُلْفَى اسم مصدر ہے گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفًا. الزُّلْفَةُ کا معنی رات کا پہلا حصہ بھی ہے۔ اس کی جمع زُلَفٌ اور زُلَفَاتٌ ہے۔ مُزْدَلِفَةُ: مکہ شریف میں ایک جگہ کا نام۔

ز ل ق—مَكَانٌ زَلَقٌ: پھسلن والی جگہ۔ زَلَقٌ کے تینوں حروف متحرک ہیں۔ یہ بھی دراصل مصدر ہے۔ زَلِقَتْ رِجْلُهُ: اس کا پاؤں پھسل گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

أَزْلَقَهَا غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پھسلا دیا۔ المَزْلَق اور المَزْلَقَةُ: ایسی پھسلن

والی جگہ جہاں قدم نہ جم سکے۔ قول خداوندی ہے: فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا: یعنی ایسی پھسلن والی زمین جس میں کچھ بھی نہ ہو۔ زَلَقَ رَاسَهٗ: اس نے اپنا سر مونڈھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح زَلَّقَهٗ واَزْلَقَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔
الزُّلَّيْقُ: (زای مضموم اور لام مشدد و مفتوح) نرم وملائم آڑو۔
ز ل ل-زَلَّ فی طِيْنٍ او مَنْطِقٍ: وہ کیچڑ میں یا منطق یعنی بات کرنے میں پھسل گیا۔ اس کا مضارع يَزِلُّ (زای مکسور) ہے اور مصدر زَلِيْلاً ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ زَلَّ يَـزَلُّ (زای مفتوح) زَلَـلاً ہے۔ اس کا اسم الـزَّلَّـةُ ہے۔
اسْتَزَلَّهٗ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے پھسلا دیا۔ اَزَلَّهٗ کا بھی یہی معنی ہے۔ زَلْزَلَ اللّٰهُ الْأَرْضَ زَلْزَلَةً وَزِلْزَالاً: (زای اول مکسور) فَتَزَلْزَلَتْ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو زلزلے سے ہلا دیا تو وہ ہل گئی یا اس میں زلزلہ آ گیا۔
الـــزَّلْـــزَالُ: (زای مفتوح) زلزلہ، بھونچال۔ اس فعل کا اسم ہے الزَّلَازِلُ: مشکلات اور مصائب۔
المَزِلَّةُ: (زای مکسور ومفتوح) پھسلنے کا گڑھا یا جگہ۔
مَاءٌ زُلَالٌ: میٹھا پانی۔ اَزَلَّ اِلَيْهِ نِعْمَةً: اس نے اس کی طرف ایک نعمت بھیجی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ أُزِلَّتْ اِلَيْهِ نِعْمَةٌ فَلْيَشْكُرْهَا: جسے کوئی نعمت بھیجی جائے تو اسے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔
الزَّلِيَّة کی جمع الزَّلَالِيُّ ہے۔
ز ل م-الـزَّلَـمُ: (زای اور لام دونوں مفتوح) جوئے کے تیر اور اسی طرح الزُّلَمُ (زای مضموم) اس کی جمع الاَزْلَامُ ہے۔ وہ تیر جن سے دورِ جاہلیت میں لوگ قسمت اور حصے معلوم کرتے تھے۔
ز م ر-الزُّمْـرَةُ: (زای مضموم) جماعت۔ اس کی جمع الزُّمَرُ بمعنی جماعتیں ہیں۔
المِزْمَارُ: بانسری، نَے۔ اس کی جمع المَزَامِيْرُ ہے۔
زَمَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے بانسری بجائی۔ بات پھیلائی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل زَمَّار یعنی نَے نواز، بانسری بجانے والا۔ ان معنوں میں [illegible] زَامِرٌ نہیں کہا جائے گا۔ البتہ عورت کیلئے زَامِرَةٌ کہا جائے گا اور زَمَّارَةٌ نہیں کہا جائے گا۔
ز م ر ذ-الزُّمُرُّذ: (راء مشدد و مضموم) [illegible] قیمتی پتھر، زبرجد۔ یہ کلمہ معرب ہے۔
ز م ع: الخلیل کا کہنا ہے کہ: أَزْمَعَ عَلَى الأَمْرِ وہ بات پر ثابت قدم رہا، یا اس نے [illegible] طے کیا۔ الکسائی نے کہا کہ ان معنوں کے [illegible]

لئے أَزْمَعَ الأَمْرَ کہا جاتا ہے نہ کہ أَزْمَعَ عَلَيْهِ. الفراء نے کہا کہ أَزْمَعَ الأَمْرَ اور اَزْمَعَ عليه دونوں تعبیریں درست ہیں۔ اس کی مثال اَجْمَعَ الأمر اور اَجْمَعَ عليه ہے۔

الـزَّمَـعُ: (زای اور میم دونوں مفتوح) وحشت۔ قَـدْ زَمِعَ: وہ خوف سے کانپنے لگا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ز م ل-الزَّامِلَةُ: ایسا اونٹ جس سے انسان اپنے کام لیتا ہے۔ وہ اس کا ساز و سامان اور بوجھ اٹھاتا ہے۔ یہ اس پر اپنی خوراک یا اناج لادتا ہے۔

الْمُزَامَلَةُ: معادلہ، اونٹ کی پشت پر بوجھ کے دونوں حصوں کو برابر کرنا۔

زَمَّلَهُ فِيْ ثَـوْبِـهِ: اس نے اسے اپنے کپڑے میں لپیٹ لیا۔

تَزَمَّلَ: اس نے کمبل یا کپڑا اوڑھ لیا۔

ز م م-الزِّمَامُ: وہ دھاگا جو اونٹ کی ناک میں نکیل کے ساتھ بندھی ہوئی لکڑی کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔ اور پھر اس دھاگے کے ساتھ نکیل کو باندھا جاتا ہے۔ بلکہ نکیل کو ہی زمام کہا جاتا ہے۔

زَمَّ الْبَعِيْرَ: اس نے اونٹ کی ناک میں نکیل ڈال دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

زَمَّ: وہ چلنے میں آگے نکل گیا۔

زَمَّ بِأَنْفِهِ: اس نے تکبر کیا۔

زَامٌّ: متکبر۔

الزَّمْزَمَةُ: کڑک کی آواز۔ یہ تفسیر ابو زید کی ہے۔ الزَّمْزَمَةُ: کھاتے وقت مجوس کی آواز کو بھی کہتے ہیں[1]۔

زَمْـزَمُ: مکہ زمزم کا کنواں۔

ز م ن-الزَّمَنُ والزَّمَانُ: کم یا زیادہ وقت کا نام۔ اس کی جمع اَزْمَان، اَزْمِنَةٌ اور اَزْمُنٌ ہے۔ عَامَلَهُ مُزَامَنَةً: اس نے اس کے ساتھ وقت کے حساب سے کام کرانا طے کیا۔ اس کی مثال مُشَاهَرَةٌ ہے یعنی ماہوار اجرت پر کام کرنا ہے۔

الزَّمَـانَـةُ: چوپایوں کی ایک بیماری۔

رَجُلٌ زَمِـنٌ: آنت کی بیماری میں مبتلاء آدمی۔ زَمِنَ کا باب سَلِمَ ہے۔

ز م ہ ر-الزَّمْهَـرِيْرُ: سخت سردی۔ میرا کہنا ہے کہ ثعلب نے کہا کہ طے قبیلہ کے لہجہ میں الزَّمْهَرِيْرُ چاند کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ثعلب نے یہ شعر پڑھا:

وَلَيْـلَـةٌ ظَـلَامُـهَا قَـدْ اِعْـتَكَرَ
قَطَعْتُـهَا والزَّمْـهَرِيْـرُ مَا زَهَرَ

"رات کی تاریکی نے حملہ کر دیا۔ میں نے یہ رات گزار دی جبکہ چاند ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔"

اسی کے مطابق بعض مفسرین نے قرآن کی اس آیت: وَلاَ زَمْهَرِيْرًا: کی تفسیر یہ کی

[1] مجوس کھانا کھاتے وقت ایک مخصوص آواز نکالتے ہیں۔

ہے کہ وہاں ایسا نور ہوگا اور ایسی روشنی ہوگی کہ جس کے ہوتے ہوئے انہیں نہ سورج کی ضرورت ہوگی اور نہ چاند کی۔

ز ن أ—زَنَأَ فِي الجَبَلِ: پہاڑ پر چڑھا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ الزُّنَاءُ بروزن القَضَاء: پیشاب روکنے والا۔ حدیث شریف میں ہے: نَهَى اَنْ يُصَلِّي الرَّجُلُ وَهُوَ زَنَاء. رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ اس شخص کو نماز پڑھنے سے جو پیشاب روکے ہوئے ہو۔ یعنی پیشاب روکے رہنے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

ز ن ج—الزَّنْجُ: سوڈان کے لوگوں کی ایک قوم یا نسل جنہیں زنگی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع زُنُوجٌ ہے۔

ابو عمرو نے کہا ہے کہ: زَنْجٌ، زِنْجٌ، زَنْجِيٌّ اور زِنْجِيّ: تمام ناموں میں زای مکسور، اور مفتوح ہے۔

ز ن خ—زَنِخَ الدُّهْنُ: چربی یا تیل خراب ہوگیا۔ یا بدل گیا۔ ایسا خراب تیل یا چربی زَنِخ کہلائے گا۔

ز ن د—الزَّنْدُ: ہتھیلی کا بازو کی طرف والا جوڑ، یعنی کلائی۔ یہ دو ہوتے ہیں ایک کو الكُوعُ اور دوسرے کو كُرسُوع کہتے ہیں۔ الزَّنْدُ اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ سلگائی جاتی ہے۔ یعنی جو چقماق کا کام دیتی ہے۔ اور یہ سب سے عمدہ ہوتی ہے۔ الزَّنْدَةُ السُّفْلىٰ: نچلی لکڑی جس میں سوراخ ہوتا ہے۔ اسے مؤنث سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جب تثنیہ ہو تو بھی زَنْدَان کہا جاتا ہے نہ کہ زَنْدَتَان: اس کی جمع زِنَادٌ (زای مکسور)، أَزْنُدٌ اور ازنَادٌ ہے۔ ثَوْبٌ مُزَنَّدٌ کم عرض یعنی چوڑائی والا کپڑا۔

ز ن د ق—الزِّنْدِيْقُ: زِندیق، دو خدا ماننے والا انسان۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی جمع زَنَادِقَةٌ ہے[1]۔ قَدْ تَزَنْدَقَ: وہ زندیق ہوگیا۔ اس کا اسم زَنْدَقَةٌ ہے۔

ز ن ر—الزُّنَّارُ: نصرانیوں کا کمر بند، پٹی۔

ز ن ق—الزُّنَاقُ: چہرے میں ٹھوڑی کے نیچے کا حصہ۔

قَدْ زَنَقَ فَرَسَهُ: اس نے اپنے گھوڑے کے منہ میں لگام ڈال دی یا رسّی ڈال دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الزِّنَاقُ: ایک زیور کو بھی کہتے ہیں۔ جسے اردو میں گلوبند کہا جاتا ہے۔

ز ن م: حدیث شریف میں ہے: "الضَّائِنَةُ (الزَّنِمَةُ) یعنی شریف۔

---

[1] فارسی میں یہ لفظ زندیک ہے جس کی شکل معرب ہوکر زندیق ہوگئی ہے۔

الزَّنِيمُ: ایسا شخص جو اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسری قوم میں گیا ہو۔ جس کی دوسری قوم کو ضرورت نہ ہو۔ ایسا شخص اس دوسری قوم میں زنمۃٌ ہے۔ زَنَمَةٌ ایسی چیز ہے جو بکری کے کانوں میں بالی کی طرح ہو۔ اس کا معنی اونٹ کا کان کاٹنے کے بعد لٹکتا حصہ بھی ہے۔ قول خداوندی: عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِيمٍ: کے بارے میں عکرمہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ایسا کمینہ شخص ہے جو اپنی کمینگی کے لئے مشہور و معروف ہو۔ جس طرح کان میں پڑی بالی سے کوئی بکری پہچانی جاتی ہو۔

ز ہ د-الزُّهْدُ: الرَّغْبَةُ بمعنی دلچسپی کی ضد ہے۔ یعنی بے رغبتی۔ ہم کہتے ہیں: زَهِدَ فِيهِ. اسے اس میں دلچسپی نہیں رہی۔ انہیں معنوں میں زَهِدَ عَنْهُ بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اس کا مصدر زُهْدًا بھی ہے۔ زَهَدَ يَزْهَدُ: (ہاء مفتوح) زُهْدًا وزَهَادَةً (زای مفتوح) ایک دوسرا لہجہ ہے۔

التَّزَهُّدُ: پرہیزگاری و عبادت گزاری۔

التَّزْهِيدُ: التَّرْغِيب کی ضد۔ بیزار کرنا، بے رغبتی دلانا۔

المُزْهِدُ بروزن المُرْشِدُ: نادار، کم مال رکھنے والا۔ حدیث شریف میں ہے: اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُزْهِدٌ: افضل انسان مؤمن مُزْهِد ہے جس کے پاس زیادہ مال نہیں ہے۔

ز ہ ر-زَهْرَةُ الدُّنْيَا: (ہاء ساکن) دنیا کی تر و تازگی اور اس کا حسن۔ زَهْرَةُ النَّبتِ بھی سبزے کا نور ہے۔ الزَّهَرَةُ: (زای وہاء مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔

الزُّهَرَةُ: (ہاء مفتوح) ایک ستارے کا نام۔

زَهَرَتِ النَّارُ: آگ روشن ہوئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

أَزْهَرَهَا: کسی اور نے اسے روشن کیا۔

الأَزْهَرُ: روشن، روشن چاند کو القَمَرُ الأَزْهَرُ کہا جاتا ہے۔

الأَزْهَرَان: سورج اور چاند۔

رَجُلٌ اَزْهَرُ: سفید رنگ اور کھلتا ہوا چہرہ رکھنے والا آدمی۔ المراۃ الزَّهْرَاءُ: خوش رنگ و خوش رُو عورت۔

اَظْهَرَ النَّبْتُ: سبزہ اُگ پڑا۔ یا کلی کھل گئی۔

المِظْهَرُ: (میم مکسور) وہ لکڑی جس سے مارا یا کوٹا جاتا ہے۔

الإِزْدِهَارُ بِالشَّيْئِ: کسی چیز کا محفوظ رکھنا یا محفوظ رہنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اِزْدَهِرْ بِهٰذا: اسے سنبھال کے رکھو۔

ز ہ ق-زَهَقَتْ نَفْسُهُ: اس کی جان نکل

گئی۔ قول خداوندی ہے: وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ: ان کی جان کفر کی حالت میں نکلتی ہے۔ زَهَقَ الْبَاطِلُ: باطل کمزور ہوگیا۔ ان دونوں کا باب خَضَعَ ہے۔ وَزَهِقَتْ نَفْسُهٗ بمعنی اس کی جان نکل گئی (ہاء مکسور اور مصدر زُهُوْقًا) بعض کے نزدیک ایک دوسرا لہجہ یالغت ہے۔

ز ہ م—الزُّهُمَةُ: بدبودار ہونا۔ الزَّهَمُ: (زای اور ہاء مفتوح) چکناہٹ۔ اس کا مصدر ہے زَهِمَتْ يَدُهٗ: اس کا ہاتھ چکنا ہوگیا۔ اس کا مصدر الزُّهُوْمَةُ ہے۔ اور اسم فاعل زَهِمَةٌ ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ز ہ ا—الزَّهْوُ: رنگدار بُسر کھجور۔ کہا جاتا ہے کہ جب کھجور کے درخت پر سرخی اور زردی نمودار ہو تو گویا اس میں زَهو پیدا ہوگیا۔ اہلِ حجاز اسے الزُّهْوُ (زای مضموم) کہتے ہیں۔ قَدْ زَهَا النَّخْلُ: کھجور کے درخت پر زَهو آگیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ یالغت اَزْهَى ہے جس کا ذکر ابوزید نے کیا اور اصمعی کو اس کا علم نہیں۔ الزَّهْوُ کا معنی خوش منظر بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: زُهِيَ شَيْئٌ لِعَيْنَيْكَ: تیری آنکھوں کو ایک چیز اچھی لگی یا خوبصورت لگی۔ یہاں صیغہ فعل مجہول کا استعمال ہوا ہے۔ الزَّهْوُ کا معنی کبر اور فخر بھی ہے۔ قَدْ زُهِيَ الرَّجُلُ: آدمی نے تکبر کیا۔ اس کا اسم فاعل/مفعول مَزْهُوٌّ ہوگا۔ عربوں کے ہاں بعض جملے ایسے ہوتے ہیں جو صرف بطور مفعول ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ فاعل کے معنوں میں ہوں۔ مثلاً: ان کی یہی بات: زُهِيَ الرَّجُلُ اور عُنِيَ بِالأَمْرِ اور نُتِجَتِ النَّاقَةُ والشَّاةُ وغیرہ (ان میں فعل مجہول استعمال ہوا ہے، حالانکہ فاعل کے اعتبار سے اسے فعل معروف ہونا چاہیئے تھا)۔ ابن درید نے بیان کیا ہے کہ زَهَا يَزْهُوْ زهوًا بمعنی اس نے تکبر کیا، غیر مجہول ہے اور اسی نسبت سے وہ کہتے ہیں: اَزْهَاهُ! بطور صیغہ تعجب۔ اور فعل مجہول سے تعجب کا صیغہ نہیں بن سکتا۔ زَهَاهُ و ازدهَاهُ: اس نے اسے حقیر اور کمزور جانا۔ انہیں معنوں میں ان کی یہ بات ہے: فُلَانٌ لایَزْدَهِيْ بِخَدِيْعَةٍ: یعنی فلاں شخص دھوکے پر فخر نہیں کرتا۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ: هُمْ زُهَاءُ مائةٍ: یعنی وہ تقریباً ایک سو ہیں۔ اور بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ الزَّهْوُ کا معنی باطل اور جھوٹ ہے۔

ز و ج—الزَّوْجُ: جوڑا، نَر، بیوی کو بھی زَوْجَ بمعنی جوڑا کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ

الجنّةَ: تو اور تیری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔ بیوی کو زَوْجَةٌ بھی کہا جاتا ہے۔ یونس نے کہا کہ عربوں کے ہاں زَوَّجْهُ بامْرَأةٍ میں باء نہیں ہے اور نہ تَزَوَّجَ بامْرأة میں، بلکہ ان دونوں جملوں میں باء کو حذف کیا گیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِيْنٍ: یعنی ہم ان کو بڑی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے بیاہ دیں گے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: احْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ: ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو جمع کرو۔ الفراء کا کہنا ہے کہ تَزَوَّجَ بِامْرَأةٍ ایک لغت یا لہجہ ہے۔

اِمْرَأةٌ مِزْوَاجٌ: (میم مکسور) بہت زیادہ شادیاں کرنے والی عورت۔

التَّزَاوُجُ، المُزَاوَجَة اور الْاِزْدِوَاجُ تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الزَّوْجُ: الفرد کی ضد ہے۔ الزَّوج یعنی جوڑے میں سے ایک کو زَوْجٌ کہتے ہیں۔ دو کو هُمَا زَوْجَانِ بھی کہا جاتا ہے اور هُمَا زَوْج کہا جاتا ہے۔ جیسے هُمَا سِيَّان بھی کہا جاتا ہے اور هُمَا سَوَاءٌ بھی کہا جاتا ہے۔ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ: عِنْدِي زَوْجَا حَمَامٍ: میرے پاس کبوتروں کا جوڑا ہے، یعنی ایک نر اور ایک مادہ کبوتر۔ اور عِنْدِي زَوْجَا نَعْلٍ میرے پاس جوتے کا جوڑا ہے۔ قول خداوندی ہے: مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ: اور ثَمَانِيَة اَزْوَاج: اس کی تفسیر میں آٹھ افراد بتائے گئے ہیں۔

ز و د-الزَّادُ: زادِ سفر، یا توشۂ سفر۔ وہ کھانا جو سفر کیلئے ساتھ لیا جائے۔ زَوَّدَهُ فَتَزَوَّدَ: اس نے اسے زادِ راہ دیا تو اس کے پاس زاد راہ ہو گیا۔

المِزْوَدُ: (میم مکسور) توشہ دان۔ وہ برتن یا کپڑا جس میں زاد راہ رکھا جائے۔ عرب عجمیوں کو رِقَابُ المَزَاوِدِ کا لقب دیتے ہیں۔

ز و ر-الزُّوْرُ: جھوٹ، غلط بیانی۔

الزَّوَرُ: سینہ کا بالائی حصہ۔ اسے الزَّائِرُوْنَ بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے رَجُلٌ زَائِرٌ اور قَوْمٌ زُوْرٌ: چوڑے سینے والا مرد اور چوڑے سینے رکھنے والی قوم۔ قَوْمٌ زُوَّارٌ بھی کہتے ہیں۔ اس کی مثال سَافِرٌ، سَفْرٌ اور سُفَّارٌ ہے۔ نِسْوَة زُوْرٌ: چوڑے سینے والی عورتیں، نِسْوَة زُوْرٌ: اس کی مثال نَوْمٌ، نُوَّحٌ اور زَائِرَاتٌ ہے۔

الزَّوْرَاء: بغداد کا دریائے دجلہ۔ قَدْ اِزْوَرَّ عَنِ الشَّيْئِ اِزْوِرَارًا: اس نے ایک چیز سے پوری طرح منہ پھیرا یا انحراف کیا۔ اِزْوَارَّ عَنْهُ اِزْوِيْرَارًا اور تَزَاوَرَ

عَنْهُ تَزَاوُرًا سب کا ایک ہی معنی ہے۔
قرآن کی یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے:
تَزَّاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ. تَزَّاوَرُ دراصل
تَتَزَاوَرُ سے مدغم ہوا ہے۔
زَارَهُ: اس نے اس کی زیارت کی یا اس
سے ملا۔ اس کا باب قَالَ اور كَتَبَ ہے۔
زُوَارَةٌ: (زای مضموم) اور الزَّوْرَةُ کا معنی
ایک دفعہ کی زیارت ہے۔
اِسْتَزَارَهُ: اس نے اسے ملاقات کیلئے
کہا۔
تَـزَاوَرُوْا: انہوں نے ایک دوسرے کی
زیارت (ملاقات) کی۔
اِزْدَارَ: زَارَ سے افتعال کے وزن پر صیغہ
ہے۔
التَّـزْوِيْرُ: فریب اور دھوکا۔ جھوٹی اور
بناوٹی آرائش۔
زَوَّرَ الشَّيْئَ تَـزْوِيْرًا: اس نے چیز کو
جھوٹ گھڑا یا اس نے جعلسازی کی۔
المَزَارُ: زیارت اور جائے زیارت بھی۔
الزَّمْرُ: باریک تانت۔
الـزِّيَـارُ: دو لکڑیاں جن سے سالوتری
گھوڑے کے ہونٹوں کو دبا کر گھوڑے کو قابو
میں لاتا ہے اور اپنے کام پر قادر ہوتا ہے۔
ز و ق-الزَّاوُوْقُ: اہل مدینہ کے لہجہ میں
اسے الزِّئبَقُ کہتے ہیں۔ پارہ یہ قلعی کرنے
کے کام آتا ہے۔ کیونکہ یہ سونے کے ساتھ
ملا کر لوہے پر ڈالا جاتا ہے پھر اسے آگ
میں ڈالا جاتا ہے جہاں پارہ ختم ہو جاتا ہے
اور سونا باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد ہر منقش
چیز کو مُزَوَّقٌ یعنی قلعی شدہ کیا جانے لگا۔
اگرچہ اس میں پارہ کی قلعی نہ بھی کی گئی ہو۔
زَوَّقَ الكَلام والكِتاب: اس نے کلام
یا کتاب کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ زِيـقُ
القَمِيْـصِ: قمیض کا کالر یعنی گردن کے
گرد والا قمیض کا حصہ۔
ز و ل-الإزْدِيَال: ازالہ، جگہ سے ہٹانا یا
ہٹنا۔ المُـزَاوَلَةُ، المُـحَاوَلَةُ اور
المُعَالَجَةُ کی طرح۔ کام شروع کرنا۔
تَـزَامَلُوْا: انہوں نے باہم مل کر کام کرنا
شروع کیا۔
زَالَ الشَّيْئُ من مَكَانِهِ: چیز اپنی جگہ
سے ہٹ گئی۔ اس کا مضارع يَزُوْلُ اور
مصدر زَوَالاً ہے۔
اَزَالَـهُ: کسی اور اس نے اسے ہٹا دیا۔
زَوَّلَهُ تَزْوِيْلاً فانْزَالَ: اس نے اسے
ہٹایا تو وہ ہٹ گیا۔
مَـا زَالَ فلانٌ يَفْعَلُ كذا: فلاں شخص
ہمیشہ ایسا کرتا رہا۔
ز و ن-الزِوَانُ: (زای مکسور) گندم میں
ملے ہوئے دانے۔
الزُوَانُ: (زای مضموم) کا معنی بھی یہی
ہے۔ کبھی کبھی مضموم کو ہمزہ لگا دیتے ہیں

یعنی الزُّوان کہتے ہیں۔ اس کا ذکر پہلے آ گیا ہے۔

ز و ي - الزَّاوِيَة: کونہ، گوشہ، اس کی جمع الزَّوايَا ہے۔ زَوَى الشَّيئَ، يَزوِيهِ زَيًّا: اس نے چیز جمع کی اور اس پر قبضہ کیا۔ حدیث شریف میں ہے: زُوِيَتْ لِيَ الأرضُ فَارِيتُ مَشَـارِفَهَا ومَغَارِبَهَا: میرے لئے زمین اکٹھی کی گئی اور مجھے اس کے مشرف اور معرب کے سارے اطراف دکھائے گئے۔

اِنزَوَتِ الجِلدَةُ فِي النَّار: کھال آگ میں سمٹ یا سکڑ گئی۔

الزِّيُّ: لباس، شکل وصورت اور ہیئت۔

زَوَى الرَّجلُ ما بَيْنَ عَيْنَيْهِ وزَوى المال عَنْ وارثِه: آدمی کی بھویں غصے کے مارے تن گئیں اور مال اپنے وارث کے ہاتھوں سے دور ہو گیا۔

الـزَّاي: حرف، اسے الف ممدود سے بھی پڑھا جاتا ہے اور الف مقصور سے بھی۔ لیکن لکھنے میں الف کے بعدي (یاء) لکھنا ضروری ہوتا ہے، یعنی الزّای.

ز ا ت - زَاتَ الطَّعَامَ: اس نے کھانے میں تیل ڈالا۔ ایسا کھانا جس میں تیل (روغن) ڈالا گیا ہو اسے طَعَامُ مَزِيتٌ اور مَزْيُوتٌ کہا جاتا ہے۔

زَاتَ القَـوْمَ: اس نے لوگوں کو یا قوم کو روغن کھلا دیا۔ ان دونوں کا باب بَاعَ ہے۔

زَيَّتُهُم تَزْيِيتًا: میں نے انہیں روغن فراہم کیا۔ هُـمْ يستـزِيتُونَ بروزن يستعينُـونَ: وہ روغن مانگتے ہیں۔

ز ي ح - زَاحَ: دُور ہو گیا اور چلا گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اَزَاحَة: کسی اور نے اسے دور کر دیا۔

ز ي د - الزِّيَادَةُ: بڑھوتری، نشوونما۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور مصدر زِيَادَةً بھی ہے۔

زَادَ اللّٰهُ خَيْرًا: اللہ اسے اور زیادہ بھلائی دے۔

میرا کہنا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ زَاد الشَّيئُ وزَادَهُ غَيرُهُ: چیز زیادہ ہو گئی اور کسی نے اسے زیادہ کیا۔ گویا یہ فعل لازم بھی اور متعدی بہ دو مفعول بھی ہے۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ: زاد المال درهمًا والبُرُّ مُدًّا: یعنی مال بحسابِ درہم بڑھ گیا اور گیہوں بقدر مُد بڑھ گیا۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا درهما اور مُدًّا تمیز ہے۔

المَزِيدُ: (زای مکسور) زیادہ۔

اسْتَزَادَهُ: اس نے اسے کوتاہ قد سمجھا۔ (اس نے اس سے زیادہ طلب کیا)۔

تَزَيَّدَ السِّعْرُ: نرخ بڑھ گیا۔ حدیث کی اصطلاح میں التَّزَيُّدُ کا معنی جھوٹ ہے۔

المَزَادَةُ: (میم مفتوح) پانی لانے کی

مشک یا مشکیزہ۔ اس کی جمع مَزَادٌ اور مَزَایِدُ ہے۔

ز ي غ — الزَّيْغُ: ٹیڑھ، جھکاؤ۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ زَاغَ البَصَرُ: آنکھ پتھرائی۔ زاغَتِ الشَّمْسُ: سورج ڈھل گیا۔ یہ وہ وقت ہے جب سایہ ڈھل جائے یعنی بعد زوال۔

ز ي ف — دِرْهَمٌ زَيْفٌ وَّزَائِفٌ: کھوٹا درہم۔ زَافَتْ عَلَيْهِ الدَّرَاهِمُ: کسی نے اسے کھوٹے درہم دیئے۔

ز ي ل — زِلْتُ الشَّيْئَ مِنْ مَّكَانِهٖ: میں نے چیز اس کی جگہ سے ہٹادی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ أَزَلْتُهُ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ زَيَّلَهٗ فَتَزَيَّلَ: اس نے اس کو ہٹا دیا تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ: ہم نے ان کے درمیان جدائی اور تفرقہ ڈال دیا۔

المُـزَايَلَةُ: مفارقہ، جدائی۔ الگ الگ ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ زَايَلَهٗ مُـزَايَلَةً وَزِيَالاً: اس نے اسے چھوڑ دیا۔

التَّزَايُلُ: ایک دوسرے سے دوری۔

ز ي ن — الزِّيْنَةُ: زینت وآرائش۔

يَوْمُ الزِّيْنَةِ: عید کا دن۔ الزَّيْنُ ضد ہے الشين کی۔ الشَّيْنُ کا معنی عیب، بدی اور بدشکلی وبدنمائی ہے۔

زَانَهٗ: اس نے اسے زینت بخشی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

زَيَّـنَهٗ تَزْيِيْنًا: اس نے اسے خوب سجایا۔ تَزَيَّنَ اور اِزْدَانَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے اِزَّيَّنَتِ الأَرْضُ بِعُشْبِهَا: زمین اپنے سبزے کے باعث پُر رونق ہوگئی۔ اِزَّيَّنَتْ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی اصل تَزَيَّنَتْ ہے جس میں ادغام ہوا ہے۔

باب السّین

السِّیْنُ: حروف معجمہ میں سے ایک حرف ہے اور حروف زیادات میں سے ہے۔ اس حرف کے ذریعے فعل، زمانۂ مستقبل کیلئے مخصوص کیا جاتا ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں: سَیَفْعَلُ: وہ آدمی کرے گا۔ اور قول خداوندی: 'یٰسٓ'، اسی طرح 'الٓمٓ' و 'حٰمٓ'، جو سورتوں کی ابتداء میں حروف آتے ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان حروف کا معنیٰ ہے اے انسان، کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْن: کہ آپ بلاشبہ مُرسلوں میں سے ہیں۔

س أ ر—السُّؤْرُ: پس خوردہ۔ اس کی جمع أسئار ہے۔ قَدْ أسار: اس نے پس خوردہ چھوڑ دیا۔ یعنی اس نے کھانا کھانے کے بعد کھانے میں سے کچھ مقدار باقی چھوڑ دی۔ کہا جاتا ہے کہ جب تم کچھ پیو تو کچھ باقی چھوڑ دو یعنی برتن کی تہ میں کچھ پانی باقی رہنے دو۔ اس سے نعت سَئّارٌ ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے کیونکہ از روئے قیاس تو اسے مُسْئِرٌ ہونا چاہیئے۔ اس کی مثال اور نظیر أجْبَرَہٗ سے جَبّار ہے۔

س أ ل—السؤال: انسان جو کچھ پوچھے۔ قول خداوندی: اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یا مُوْسٰی: میں سُؤْلَکَ ہمزہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور بغیر ہمزہ بھی۔

سَـالَہُ الشَّیْئَ: اس نے اس سے چیز مانگی۔

سَالَہُ عَنِ الشَّیْئِ: اس نے اس سے چیز کے بارے میں پوچھا۔ اس کا مصدر سُؤالاً اور مَسالَۃً ہے۔ قول خداوندی ہے: "سال سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِع: یعنی وقوع پذیر ہونے والے عذاب کے بارے میں سائل نے سوال کیا۔ اخفش کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے کہ: خَرَجْنَا نَسْأَلُ عَنْ فُـلَانٍ وبِفُـلَانٍ: کہ ہم فلاں شخص کے بارے میں اور فلاں شخص کا پوچھنے لگے۔ اس میں ہمزہ کی تخفیف بھی کی جاتی ہے یعنی یہ کلمہ بغیر ہمزہ کے بھی لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: سَـالَ یَسَالُ: اور اس سے فعل امر سَـلْ بنتا ہے۔ اور پہلے صیغہ سے یعنی ہمزہ والے فعل سے فعل امر اِسالْ بنتا ہے۔

رَجُلٌ سُؤْلَۃٌ بروزن ھُمَزَۃٌ: بہت زیادہ سوال کرنے والا شخص۔ فَسَاءَلُوْا: انہوں

نے ایک دوسرے سے سوال کیا۔

س ا م—سَئِمَ مِنَ الشَّيْئِ: وہ چیز سے یا کام سے اکتا گیا۔اس کا باب طَرِبَ ہے اور مصدر سَآمًا (الف ممدود) اور سآمَةً ہے۔رَجُلٌ سُؤُومٌ: اُکتایا ہوا انسان۔

سَائِبَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ س ي ب.

سَائِمَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ س و م.

سَاحَة: دیکھئے بذیل مادہ س و ح.

سَاعَة: دیکھئے بذیل مادہ س و ع.

س ب ا—سَبَا: ایک شخص کا نام۔منصرف بھی اور غیر منصرف بھی۔

س ب ب—السَّبُّ: گالی گلوچ اور طعن۔ اس کا باب ردّ ہے۔التَّسَابُّ: باہم گالی گلوچ کرنا اور قطع تعلق کرنا۔

هٰذا سُبَّةٌ عَلَيه: یعنی بات اس کے لئے باعث عار ہے۔رَجُلٌ سُبَّةٌ: وہ شخص جسے لوگ گالی دیتے ہوں۔یعنی سراپا گالی۔

سُبَبَةٌ: هُمَزَةٌ کی طرح۔لوگوں کو گالی دینے والا شخص۔

السَّبَبُ: رسّی۔دوسرے تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ۔

اَسْبَابُ السَّمَاء: آسمان کا اردگرد۔

س ب ت—السَّبْتُ: راحت و آرام۔ دہر وزمانہ۔سر مونڈھنا اور گردن مارنا۔اسی سے یوم السبت، مشتق ہے جس سے مراد ہفتے کے باقی دنوں سے انقطاع۔اس کی جمع اَسْبُتٌ اور سُبُوْتٌ ہے۔

السَّبْت کا معنی یہود کے یوم سبت کے حکم کی تعمیل بھی ہے۔اسی سے متعلق یہ قول خداوندی ہے: "يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لا يَسْبِتُوْنَ" چاروں کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَسْبَتَ الْيَهُوْدِی: یہودی سبت میں داخل ہوا۔

السُّبَاتُ: نیند۔اس کی اصل راحت و آرام ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ہے۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الْمَسْبُوْت: میت، غشی میں مبتلا شخص۔

س ب ج—السَّبَجُ: (سین اور باء دونوں مفتوح)۔سیاہ منکے۔

س ب ح—السِّبَاحَةُ: (سین مکسور) تیرنا، پیرنا۔ اس کا فعل سَبَحَ يَسْبَحُ ہوگا۔(دونوں میں باء مفتوح)۔

السَّبْحُ: فراغ۔ خالی جگہ، خلا اور فرصت۔

السَّبْحُ: معاش میں تصرف بھی۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔ اس قول خداوندی: سَبْحًا طَوِيْلًا کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ایک لمبا وقفہ ہے۔ابو عبیدہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ایک طویل منقلب ہے۔ یعنی

انقلاب۔ اور اس کا معنی فرصت اور آنا جانا، آمد ورفت بھی کہا گیا ہے۔ السُّبْحَةُ: تسبیح کے دانے، جن پر تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ اس کا معنی ذکر ونماز میں مصروفیت بھی ہے یا دلچسپی بھی ہے۔ اسی سے مشتق فقرہ قَضَيْتُ سُبْحَتِيْ ہے۔

التَّسْبِيْحُ: پاکیزگی بیان کرنا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ: پاکیزگی اللہ کیلئے ہے۔ یہ لفظ بطور مصدر منصوب ہے۔ گویا کہنے والے نے کہا کہ اُبَرِّئُ اللّٰه من السُّوْءِ بَرَاءَةً: میں اللہ تعالیٰ کو تمام برائیوں سے بری قرار دیتا ہوں۔

سُبُحَاتُ وَجْهِ اللّٰه تعالیٰ: (سین اور باء دونوں مضموم) اللہ تعالیٰ کا مقامِ جلال۔

سُبُّوْحٌ: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام۔ ثعلب کا قول ہے: فَعُّوْلٌ کے وزن پر ہر اسم مفتوح الاول ہوتا ہے سوائے السُّبُّوْحُ اور القُدُّوْس کے۔ ان میں پہلا حرف اکثر مضموم ہے۔ اسی طرح الذُّرُّوْحُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ عربی کلام میں فُعُّوْل کے وزن پر مضموم الفاء نہیں ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ ذ ر ح میں گزر چکا ہے۔

س ب ح ل - سَبْحَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے سُبْحَانَ اللّٰه کہا۔

س ب خ - السَّبَخَةُ: (باء مفتوح) شور، نمک۔ اس کی جمع السِّبَاخ ہے۔

اَرْضٌ سَبِخَةٌ: شور زمین۔

(میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی شور یعنی نمک والی اور کائی والی زمین ہے۔ جس میں سے پانی رِستا ہو۔)

کہا جاتا ہے: سَبَّخَ اللّٰه عَنْهُ الْحُمّٰی تَسْبِيْخًا: اللہ تعالیٰ اس کا بخار ہلکا کردے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهٗ عليه الصلوٰة والسلام قَالَ لِعَائِشَةَ رضی الله عنها حِيْنَ دَعَتْ علٰى سَارِقٍ سَرَقَهَا، لَا تُسَبِّخِيْ عَنْهُ بِدُعَائِكِ عليه: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت فرمایا جب وہ ایک چور کیلئے بددعا کر رہی تھیں۔ جس نے ان کی چوری کی تھی کہ: اے عائشہ! چور پر بددعا کر کے اس کے گناہوں میں تخفیف نہ کرنا۔ السَّبْخُ بروزن الفَلْسُ: فراغت، نیند، بعض لوگوں نے قرآن کی آیت کو یوں پڑھا ہے: اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْخًا طَوِيْلًا: یہاں سَبْخًا کا معنی فراغت وفرصت ہے۔

س ب د - مَالَه سَبَدٌ وَّلا لَبَدٌ: (باء مفتوح) اس کے پاس نہ کم ہے نہ زیادہ۔

سَبَدٌ: بال اور لَبَدٌ اُون۔

التَّسْبِيْدُ: تیل لگانا ترک کرنا۔ حدیث

شریف میں ہے کہ: قَدِمَ ابن عباس رضی اللّٰه عنه مكة مُسَبِّدًا راسَهُ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس حالت میں مکہ تشریف لائے کہ انہوں نے سر پر تیل نہیں لگایا تھا۔

س ب ر—سَبَرَ الجُرحَ: اس نے زخم کی گہرائی دیکھی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

المِسْبَارُ: (میم مکسور) جس سلائی سے زخم کی گہرائی دیکھی جاسکے۔ السِّبَارُ کا معنی بھی یہی ہے۔

كُلُّ اَمْرٍ زُرْتَهُ سَبَرْتَهُ: تم نے جو چیز یا بات دیکھی، اس پر خوب غور کیا ہوگا۔

السَّبْرَةُ: ٹھنڈی صبح۔ حدیث شریف میں ہے: اِسْبَاغُ الوُضُوءِ فِی السَّبَرَاتِ: جاڑوں میں اچھی طرح وضو کرنا۔

السِّبْرُ: (سین مکسور) ہیئت، شکل و صورت۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ حَسَنُ الحِبْرِ والسِّبْرِ: فلاں شخص خوبصورت اور خوش شکل ہے۔

س ب ط—شَعْرٌ سَبِطٌ: (باء مفتوح و مکسور) سیدھے بال جو گھنگھریالے نہ ہوں۔ قَدْ سَبِطَ شَعْرُهُ: اس کے بال سیدھے ہو گئے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

رَجُلٌ سَبِطُ الشَّعْرِ: سیدھے بالوں والا آدمی۔ اور رَجُلٌ سَبِطُ الجِسْمِ: سیدھے جسم والا آدمی بھی۔ اسے سَبْطُ الجِسْمِ: (یعنی باء ساکن) بھی کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح فَخِذٌ اور فَخْذٌ کہتے ہیں جس کا معنی صحیح القامت ہے۔

السِّبْطُ: پوتا۔ اس کی جمع الأَسْبَاطُ ہے۔

الأَسْبَاطُ من بنی اِسْرَائِيلَ: قبائل عرب کی طرح بنو اسرائیل کے خاندان۔ قول خداوندی ہے: وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا: ہم نے بنو اسرائیل کو بارہ قبیلوں یا خاندانوں میں انہیں بنا کر تقسیم کر دیا۔ آیت میں اسباطًا کیلئے عدد مؤنث استعمال ہوا ہے۔ وہ صرف اس لئے کہ اسباط سے مراد فِرْقَةٌ لیا گیا ہے۔ اور پھر اطلاع دی گئی کہ یہ فرقے اسباط ہیں۔ یہاں اسْبَاط کی تفسیر کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ اثنتی عشرۃ کا بدل ہے۔ اس لئے کہ تفسیر مفرد اور نکرہ سے نہیں ہوتی۔ جس طرح کہیں اِثْنَیْ عَشَرَ دِرْهَمًا یہاں دَرَاهِمَ کہنا درست نہیں ہوگا۔

السَّابَاط: دو دیواروں کے درمیان واقع چبوترہ جس کے نیچے سے راستہ گزر رہا ہو۔ اس کی جمع سَوَابِيط ہے اور ساباطات ہے۔

السُّبَاطَةُ: (سین مضموم) کوڑا کرکٹ۔ کنگھی کرنے سے گرے ہوئے بال۔

سُبَاطُ: رومی سال کا ایک مہینہ جو فروری میں آتا ہے۔

س ب ع — السُّبُعُ: ساتواں حصہ۔

سَبَعَ القَوْمَ: وہ قوم کا ساتواں آدمی بنا، یا اس نے قوم کے مال کا ساتواں حصہ لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ السَّبُعُ: (باء مضموم) درندے۔ اس کا واحد السِّبَاعُ ہے۔

السَّبُعَةُ: شیرنی۔ اَرْضٌ مَسْبَعَةٌ بروزن مَتْرَبَةٌ: سات کونوں یا گوشوں والی زمین۔

السَّبِيْعُ: ساتواں حصہ۔

الأسْبُوْعُ: سات دنوں کا ہفتہ۔

طَافَ بِالبَيْتِ اُسْبُوْعًا: اس نے سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ ثَلاثَةُ اَسَابِيْعُ: تین ہفتے۔ سَبَّعَ الشَّيْئَ: اس نے ایک چیز کے سات حصے کیے۔ لوگوں کے وَزْنُ سَبْعَةٍ کہنے سے مراد سات اوزان ہیں۔ یعنی سات باٹ۔

س ب غ — شَيْئٌ سَابِغٌ: پوری اور کافی چیز۔ سَبَغَتِ النِّعْمَةُ: نعمت وسیع ہوگئی یعنی فراوانی ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَسْبَغَ عَلَيْهِ اللّٰهُ النِّعْمَةَ: اللہ تعالیٰ نے اس پر نعمت پوری کر دی۔

اِسْبَاغُ الوضوء: وضو پوری طرح کرنا۔

ذَنَبٌ سَابِغٌ: لمبی دم۔

السَّابِغَةُ: بڑی زرہ۔

س ب ق — سَابَقَهُ فَسَبَقَهُ: اس نے اس کے مقابلے کی دوڑ لگا دی تو اس سے آگے نکل گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اسْتَبَقَا فی العَدْوِ: ان دو آدمیوں نے دوڑ میں حصہ لیا۔ قول خداوندی: اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ: کی تفسیر میں مفسرین نے نَسْتَبِقُ سے مراد نَنْتَضِلُ یعنی ہم باہم مقابلہ کرنے لگے، لیا ہے۔ السَّبَقُ: (سین و باء دونوں مفتوح) دوڑ میں حصہ لینے والوں میں آگے نکل جانے والوں کے لئے مقررہ شرط جو پہلے طے کی جاتی ہے۔

سِبَاقًا: باز کے پنجوں میں چنے وغیرہ کے روکنے کے لئے ڈالی ہوئی زنجیر یا رسی۔

س ب ک — سَبَکَ الفِضَّةَ وغیرھا: اس نے چاندی وغیرہ کو پگھلا کر اس کی ٹکیا بنالی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ چاندی کی اس ٹکیا کو سَبِيْكَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع سَبَائِکُ ہے۔

السُّنْبُکُ: جانور کے کھر کا اگلا حصہ۔ اس کی جمع سَنَابِکُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تُخْرِجُكُمُ الرُّوْمُ مِنْهَا كَفْرًا كَفْرًا اِلٰى سُنْبُکٍ مِنَ الأرْضِ: رومی تمہیں وہاں ایک ایک دیہات سے نکال دیں گے اور ناکارہ اور لاخیر زمین کی طرف دھکیلیں گے۔

س ب ل – السَّبَلُ: (تمام حروف متحرک) خوشہ۔

قَدْ اَسْبَلَ الزَّرْعُ: فصل میں بالیاں لگ گئیں۔

اَسْبَلَ الْمَطَرُ: موسلا دھار بارش برسی۔

الدَّمْعُ هَطَلَ: آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

اَسْبَلَ اِزَارَهٗ: اس نے اپنا پاجامہ ڈھیلا کر دیا۔

السَّبَلُ: ایک بیماری جو آنکھوں کو لگتی ہے۔ اس میں مریض کو آنکھوں کے سامنے مکڑی کے جالے کی طرح پرچھائیں نظر آتی ہیں۔ اور آنکھ کی رگیں سرخ ہو جاتی ہیں۔

السَّبِيْلُ: راستہ۔ مذکر و مؤنث دونوں کیلئے ایک ہی صیغہ۔ قول خداوندی ہے: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِي: کہہ دیجئے کہ یہ ہے میرا راستہ۔ دوسرا قول یہ ہے: وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا: اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھتے ہیں تو اسے اختیار نہیں کرتے۔ سَبَّلَ ضَيْعَتَهٗ تَسْبِيْلًا: اس نے اپنی جائداد اللہ کے راستے میں فروخت کر دی۔ قول خداوندی ہے: يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا: کاش میں نے رسول کے ساتھ راہ و رسم پیدا کی ہوتی۔ السَّابِلَةُ: راہ گزار۔ راہ چلتے لوگ، مسافر، راستوں پر چلنے والے مختلف لوگ۔

السَّبَلَةُ: مونچھ۔ اس کی جمع السِّبَالُ ہے۔

السُّنبلةُ: خوشہ، بالی۔ اس کی جمع سَنَابِلُ ہے۔

سَنَابِلُ الزَّرْعِ: فصل کی بالیاں یا خوشے۔

قَدْ سَنْبَلَ الزَّرْعُ: کھیتی نے بالیاں نکالیں۔

سَلْسَبِيْلٌ: جنت میں ایک چشمہ۔ قول خداوندی ہے: عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا: جنت میں ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ یہ اسم معرفہ ہے لیکن جب آیت کے آخر میں آئے اور مفتوح ہو تو پھر اس کے آخر میں الف بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے دوسرے قول خداوندی میں ہے: قَوَارِيْرًا قَوَارِيْرَ.

س ب ہ ل – جَآءَ رَجُلٌ يَمْشِيْ سَبَهْلَلًا: جب کوئی شخص چل کر آیا اور یوں ہی چلا گیا۔ یعنی بے مقصد آیا اور چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں تم میں سے کسی شخص کو یونہی بے مقصد دیکھوں، نہ وہ دنیا کا کوئی کام کرتا ہو، اور نہ آخرت کا۔

س ب ا — السَّبْيُ و السِّبَاءُ: قید۔
قَدْ سَبَيْتُ العَدُوَّ: میں نے دشمن کو قید کرلیا۔
اس کا باب رَمَی ہے۔ سِبَاءً (سین مکسور اور الف ممدود) بھی اور استبیتہ کا بھی یہی معنی ہے۔
السَّابِيَاءُ: گلہ بانی۔ حدیث شریف میں ہے: تِسْعَةُ اعْشِرَاءِ البَرَكَةِ فی التِّجَارَةِ وَعُشْرٌ فی السَّابِيَاء: "نوے فیصد برکت تو تجارت میں ہے اور دس فیصد برکت گلہ بانی میں ہے۔
س ت ت: تم کہتے ہو کہ عِنْدِی سِتَّةُ رِجَالٍ وَّنِسْوَةٍ: میرے پاس چھ مرد اور عورتیں ہیں۔ نِسْوَةٍ میں تاء مجرور ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تین مرد ہیں اور تین عورتیں۔ اگر تم نِسْوَةٌ کو مرفوع کہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ تمہارے پاس چھ مرد تھے اور عورتیں تھیں۔ اسی طرح ہر عدد جس سے دو جمع کے صیغے شامل ہوں جو چھ سے زائد ہوں تو اس میں تمہارے لئے کہنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جب عدد ایسا ہو جس میں سے جمع کے دو صیغے الگ الگ کرنے کا احتمال نہ ہو تو پھر صرف رفع دیں گے۔ ایسی حالت میں تم کہو گے کہ عِنْدِيْ خَمْسَةُ رِجَالٍ وَّنِسْوَةٌ: ایسی حالت میں نِسوۃ کو جر دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ الازہری نے کہا ہے کہ یہ تمام نحویوں کا قول ہے۔ یعنی اس پر نحو کے تمام علماء کا اتفاق ہے)۔
س ت ر — السِّتْرُ: پردہ۔ اس کی جمع سُتُوْرٌ اور اَسْتَارٌ ہے۔
السُّتْرَةُ: وہ چیز جسے آڑ یا پردہ بنایا جائے۔ وہ جو چیز بھی ہو۔ اسی طرح السِّتَارَةُ جس کی جمع السَّتَائِر ہے بمعنی پردے۔
سَتَرَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو ڈھانپ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ فَاسْتَتَرَ: پس وہ چیز ڈھک گئی یا ڈھانپی گئی۔
تَسَتَّرَ: اُس نے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔
جَارِيَةٌ مُسَتَّرَةٌ: پردہ میں ڈھکی ہوئی لونڈی۔ قول خداوندی ہے: حِجَابًا مَّسْتُوْرًا: یعنی پردہ در پردہ، یا پہلا پردہ دوسرے پردے کے ذریعے ڈھکا ہوا یا چھپا ہوا۔ اس سے مراد گاڑھا پردہ ہے، کیونکہ خدا نے ان کے دلوں میں پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں بوجھ۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں اَكِنَّةً کو مفعول بمعنی فاعل استعمال کیا گیا ہے، جس طرح اس قول خداوندی میں ہے: اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا: یہاں مَاْتِيًّا سے مراد آتِیًا ہے۔
رَجُلٌ مَّسْتُوْرٌ وَّسَتِيْرٌ: باعفت وپاکباز مرد۔

امْرَأَةٌ سَتِيْرَةٌ: پاکباز عورت۔
الإِسْتَارُ: (الف مکسور) عدد میں چوکا اور وزن میں ساڑھے چار مثقال۔
س ت ق – دِرْهَمٌ سَتُّوْقٌ: (سین مفتوح اور مضموم) کھوٹا، جعلی درہم۔ اسی طرح کے سارے اسم مفتوح الاول ہوتے ہیں۔ البتہ چار اسم ایسے ہیں جو شاذ سمجھے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) سُبّوْح.
(۲) قُدُّوْس.
(۳) ذُرُّوْحٌ اور؛
(۴) سُتُّوْقٌ.

یہ چار اسم مفتوح الاول بھی ہیں اور مضموم الاول بھی۔
س ج د – سَجَدَ: اس نے سجدہ کیا یا وہ جھکا۔ اسی سے سجود الصلوٰۃ: نماز کے سجدے ماخوذ ہیں۔ نماز کے سجدے کی کیفیت یہ ہے کہ پیشانی زمین پر رکھی جائے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اور اس کا اسم السِّجْدَةُ (سین مکسور) ہے۔ البتہ سورۃ السَّجْدَة میں سین مفتوح ہے۔
السَّجَّادَةُ: سجادہ، جائے نماز، چھوٹی سی چادر، قالین۔
میرا کہنا ہے کہ الخُمْرَةُ ایک چھوٹا سا جائے نماز ہوتا ہے جو کھجور کی شاخوں سے چٹائی کی شکل میں بُنا ہوتا ہے اور دھاگوں سے سلا ہوا ہوتا ہے۔
المَسجِد: (جیم مکسور و مفتوح) مسجد، مسلمانوں کی عبادت گاہ۔ الفراء کا قول ہے کہ جو اسم فَعَلَ يَفْعُلُ کے وزن پر ہو مثلاً: دَخَلَ يَدْخُلُ تو اس کا اسم ظرف مَفْعَل کے وزن پر مفتوح العین ہوتا ہے خواہ یہ اسم ہو یا مصدر ہو۔ مثلاً: دَخَلَ يَدْخُلُ کا اسم ظرف المَدْخَلُ ہوگا اور کہیں گے کہ هٰذا مَدْخَلُهٗ: یہ اس کا مدخل ہے۔ لیکن کچھ اسمائے ظرف ایسے ہیں جن کے لئے مکسور العین ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے وہ اسماء یہ ہیں:
المَسْجِدُ – المَطْلِعُ – المَغْرِبُ – المَشْرِقُ – المَسْقِطُ – المَفْرِقُ – المَجْزِرُ – المَسْكِنُ – المَرْفِقُ – جو رَفَقَ يَرْفُقُ سے مشتق ہے۔ المَنْبِتُ جو نَبَتَ يَنْبُتُ سے مشتق ہے۔ المَنْسِكُ جو نَسَكَ يَنْسُكُ سے مشتق ہے۔ علماء نے کسرہ کو اسم کی علامت قرار دیا ہے۔ ممکن ہے بعض عربوں نے ان کلمات کو بطور اسم مفتوح کہا ہو۔ مَسْكِنٌ اور مَسْكَنٌ دونوں تلفظ روایت کئے گئے ہیں۔ اور ہم نے المَسْجِدُ اور المَسْجَدُ نیز المَطْلَعُ اور المَطْلِعُ دونوں تلفظ سنے ہیں۔ ان تمام کلمات میں عین کلمہ کو مفتوح پڑھنا بھی جائز ہے،

اگرچہ ہم نے لوگوں کو ایسا کہتے نہیں سنا
ہے۔ اور جو اسم ظرف فَعَلَ يَفْعِلُ سے
مشتق کے وزن پر ہو مثلاً: جَلَسَ
يَجْلِسُ تو ان کا اسم ظرف مکسور العین ہوگا
اور مصدر مفتوح العین ہوگا، تاکہ ان میں
فرق واضح ہو۔ تم کہہ سکتے ہو نَزَلَ فَنزَلاً:
(زای مفتوح) یعنی نُزُوْلاً اور هٰذا
مَنْزِلُهٗ: یہ اس کی منزل ہے یعنی یہ اس کا گھر
ہے۔ یہ باب اس فرق کو واضح کرنے کے
لئے مخصوص ہے۔ ان سے مصدر اور اسم
دونوں مفتوح العین ہوتے ہیں، سوائے ان
کے جن کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

المَسْجَدُ: (جیم مفتوح) انسان کی
پیشانی جہاں اس پر سجدے کا نشان لگتا
ہے۔ انسانی جسم کے سات اعضاء ایسے
ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے۔

س ج ر – سَجَرَ التَّنُّوْرَ: اس نے
تنور گرم کیا۔

سَجَرَ النَّهْرَ: اس نے نہر بھر دی۔ اسی
لفظ سے البَحْرُ المَسْجُوْرُ مشتق ہے۔
ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

السَّجُوْرُ: جس سے تنور گرم کیا جاتا ہے۔

السَّاجُوْرُ: وہ لکڑی جو کتے کی گردن میں
لٹکائی جاتی ہے۔ ایسے کتے کو کَلْبٌ
مُسَوْجَرٌ کہا جاتا ہے۔

س ج س ج – يَوْمٌ سَجْسَجٌ: بروزن
جَعْفَرٌ: ایسا معتدل موسم والا دن جس دن
نہ گرمی ہو اور نہ سردی۔ حدیث شریف میں
ہے: الجَنَّةُ سَجْسَجٌ: جنت معتدل
مقام ہے وہاں نہ گرمی ہے نہ سردی۔

س ج ع – السَّجْعُ: مقفیٰ کلام۔ اس کی
جمع اَسْجَاعٌ اور اَسَاجِيْعُ ہے۔

قَدْ سَجَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے مقفی کلام
کہا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

سَجَّعَ کہنا بھی درست ہے اس کا مصدر
تَسْجِيْعًا ہے۔

كَلَامٌ مُسَجَّعٌ: مقفیٰ گفتگو۔

سَجَعَتِ الحَمَامَةُ: کبوتری چہچہائی۔

سَجَعَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے اپنی طرب
اور مستی بھری اور لمبی آواز نکالی۔

س ج ل – السَّجْلُ: پانی بھرا ڈول۔ یہ
مذکر ہے۔ اس میں پانی کم ہو یا زیادہ۔
البتہ خالی ڈول کو سَجْلٌ نہیں کہا جاتا نہ ہی
اسے ذَنُوْبٌ کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع
سِجَالٌ ہے۔

(میرا کہنا ہے کہ الازہری، الفارابی اور ان
کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ السَّجْلُ
پانی سے پُر ڈول کو کہتے ہیں)۔

السِّجِلُّ: دستاویز کو بھی کہتے ہیں۔

سَجَّلَ الحَاكِمُ تَسْجِيْلًا: حاکم نے
ایک دستاویز رجسٹرڈ کی۔ قول خداوندی
ہے: حِجَارَةً مِنْ سِجِّيْلٍ: علماء نے کہا

ہے کہ سِجِّیْل سے مراد مٹی کے ایسے ڈھیلے ہیں جنہیں دوزخ کی آگ میں پکایا گیا ہے۔ اور قول خداوندی کے مطابق ان ڈھیلوں پر اس قوم کے نام تحریر ہیں۔ آیت یہ ہے: لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ: تا کہ ہم ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر بھیجیں یا ماریں۔

السَّجَنْجَلُ: آئینہ۔ یہ رومی زبان سے معرب کلمہ ہے۔

س ج م—سَجَمَ الدَّمْعُ: آنسو بہا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور مصدر سِجَامًا (سین مکسور)۔ اِنْسَجَمَ کا معنی بھی یہی ہے۔ سَجَمَتِ العين دَمْعَهَا: آنکھ نے اپنا آنسو بہایا۔

عَيْنٌ سَجُوْمٌ: چشم اشکبار۔ آنسو بہاتی آنکھ۔

س ج ن—السِّجْنُ: قید خانہ۔ قَدْ سَجَنَهٗ: اس نے اسے قید کرلیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

(میرا کہنا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ زبان سے بڑھ کر اور کوئی چیز بھی زیادہ سے زیادہ قید کی مستحق نہیں۔ یہ قول الفارابی نے نقل کیا ہے)۔

سِجِّيْنٌ: ایک مقام ہے جہاں فاجروں کا اعمال نامہ یعنی ریکارڈ رکھا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ ریکارڈ ان فجار کے دیوان ہوں گے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ یہ لفظ السِّجْنُ سے فِعِّيْلٌ کے وزن میں اسم مبالغہ ہے۔

س ج ا—السَّجِيَّةُ: خُلق اور طبیعت و مزاج۔

قَدْ سَجَا الشَّيْئُ: (از باب سَمَا) چیز ٹھہر گئی اور ٹک گئی۔ قول خداوندی ہے: وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى: قسم ہے رات کی جب وہ سکون پذیر ہوگئی۔ اسی سے لفظ البَحْرُ السَّاجِيْ بنا ہے۔ یعنی پُرسکون سمندر۔

طَرْفٌ سَاجٍ: ٹھہری ہوئی نظر۔

سَجَّى المَيِّتَ: اس نے میت پر کپڑا تان دیا۔

س ح ب—السَّحَابَةُ: بادل، اس کی جمع سَحَابٌ اور سُحُبٌ (سین اور حاء مضموم) اور سَحَائِبُ ہے۔

س ح ت—السُّحُتُ: (حاء ساکن اور مضموم) حرام۔

اَسْحَتَ فِي تِجَارَتِهٖ: اس نے اپنی تجارت یا اپنے کاروبار میں حرام کمایا۔

سَحْتَهٗ: تو نے اس سے حرام کمایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَسْحَتَهٗ کا معنی یہ بھی ہے کہ تو نے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی: فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ: (یاء مضموم)

تو خدا تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر فنا کر دے گا۔

س ح ج—سَحَجَ جِلْدَهُ: اس نے اس کی کھال چھیل دی تو چھل گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ بِوَجْهِهِ سَحْجٌ بروزن فَلْسٌ: اس کے چہرے پر چھال یا چھلکا ہے۔

س ح ح—سَحَّ المَاءَ: اس نے پانی بہایا یا ڈالا۔ سَحَّ المَاءُ بنفسه: پانی خود بخود لبریز ہوگیا۔ اسی طرح سَحَّ المطرُ والدَّمعُ: بارش برسی اور آنسو چھلک پڑے۔ ان دونوں کا باب رَدَّ ہے۔

س ح ر—السُّحْرُ: (سین مضموم) پھیپھڑا۔ اس کی جمع اسحار ہے جس طرح بُرْدٌ کی جمع اَبْرَاد ہے۔ اسی طرح السَّحْرُ (سین مفتوح) صبح۔ اس کی جمع سُحُورٌ ہے۔ اس کی مثال فَلْسٌ کی جمع فُلُوسٌ ہے۔ حاء کو حلقی حرف ہونے کی وجہ سے حرکت بھی دی جاتی ہے، چنانچہ سَحْرٌ بھی بولا جاتا ہے اور سَحَرٌ بھی۔ جس طرح نَهْرٌ اور نَهَرٌ کہا جاتا ہے۔

السَّحَرُ: صبح سے تھوڑی دیر پہلے کا وقت۔ تم کہتے ہو: لَقِيتُهُ سَحَرًا: میں اسے گزشتہ رات کی سحری کے وقت ملا۔ تم اس کی تصریف نہیں کرو گے، کیونکہ یہ الف لام سے معدول ہے اور معرفہ ہے۔ اس پر بغیر اضافت اور الف لام داخل ہونے کے معرفہ ہونے کا غلبہ ہے۔ اور اگر تم اسے بطور اسم نکرہ استعمال کرو تو اس حالت میں یہ منصرف ہوگا اور اس کی تصریف ہوگی۔ قول خداوندی ہے: اِلَّا آلَ لُوْطٍ نَّجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ: (یہاں سَحَرٍ کی تصریف کی گئی ہے)۔ السُّحْرَةُ: (سین مضموم) علی الصبح۔ ہم کہتے ہیں: اَتَيْتُهُ بِسَحَرٍ وَبِسُحْرَةٍ: میں علی الصبح اس کے پاس گیا۔

اَسْحَرْنَا: ہم سحری کے وقت چل پڑے۔ اور اَسْحَرْنَا: ہمیں سحر ہوگئی۔ اسْتَحَرَ الديك: مرغ نے صبح کی اذان دی۔

السَّحُوْرُ: (سین مفتوح) سحری کا کھانا۔

السِّحْرُ: جادو، پکڑ۔ ہر وہ چیز جس کی گرفت لطیف ہو اور باریک ہو۔ یعنی جو چیز اپنی طرف پکڑ کرے اور متاثر کرے وہ سحر ہے۔

قَدْ سَحَرَهُ: اس نے اس پر جادو کیا۔ اس کا مضارع يَسْحَرُهُ: (حاء مفتوح) ہے اور مصدر سِحْرًا ہے (سین مکسور)۔

السَّاحِرُ: جادوگر، عالم۔

سَحَرَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے دھوکہ دیا اور اسی طرح اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے بیمار کر دیا۔ سَحَّرَهُ تَسْحِيرًا کا بھی یہی معنی ہے۔ قول

خداوندی ہے: اِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ: تم تو صرف ایک سحر زدہ انسان ہو۔ کہا گیا ہے کہ الْمُسَحَّرُ: سحر والی یعنی پھیپھڑے والی مخلوق کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ بیمار کو کہتے ہیں۔

س ح ق —سَحَقَ الشَّيْئَ فَانْسَحَقَ: اس نے چیز کو پیس دیا تو وہ پس گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

السَّحَقُ: پرانے کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔

السُّحْقُ: (سین مضموم) دوری کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سُحْقًا لِهُ: وہ دور دفع ہو۔ السُّحُقُ: (سین اور حاء دونوں مضموم) کا بھی یہی مطلب ہے۔ قَدْ سَحُقَ الشَّيْئُ: (حاء مضموم) چیز پس گئی یا دور ہو گئی۔ سَحُقَ، بَعُدَ کے وزن پر ہے۔ اس کا اسم فاعل سَحِيْقٌ یعنی بعید ہے۔

اَسْحَقَهُ اللّٰه: اللہ اسے دور دفع کرے۔

اَسْحَقَ الثَّوْبُ: کپڑا پرانا ہو گیا یا پھٹ گیا۔

اِسْحَاقُ: آدمی کا نام۔ اگر اس سے تمہاری مراد عجمی نام ہو تو معرفہ کی صورت میں غیر منصرف ہوگا کیونکہ یہ اپنی جہت سے بدل کر عربی کلام میں داخل ہوا اور صرفی عمل کے طریق کار میں غیر معروف ہے۔ اگر تم اپنے قول اَسْحَقَهُ السَّفَرُ اسحاقًا: (سفر نے اسے بہت دور کر دیا) سے اس کا مصدر مراد لیں تو پھر یہ منصرف ہوگا، کیونکہ اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

السَّمْحَاقُ: کھوپڑی پر جمی ہوئی باریک سکری یا خشکی۔ اس زخم کو بھی یہ نام دیا گیا ہے جس پر یہ سکری کھرنڈ کی طرح بیٹھ جائے۔

س ح ل —السَّحْلُ: یمنی سوتی کپڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یمن میں سحول نام کی ایک جگہ ہے اور کپڑے کا نام اس جگہ کی نسبت سے ہے۔

السُّحَالَةُ: (سین مضموم) سونے اور چاندی وغیرہ میں سے برادے کی شکل میں جو چیز جھڑتی ہے۔

السَّاحِلُ: سمندر کا کنارا۔ ابن دُرید کا قول ہے کہ یہ نام مقلوب ہے، یعنی اپنے معانی کے برعکس ہے۔ کیونکہ سمندر کے پانی نے کنارے کو چھیلا ہے یا کھال اتاری ہے۔

س ح م —السُّحْمَةُ: سیاہی، کالک۔

الأَسْحَمُ: سیاہ، کالا۔

س ح ن —السَّحَنَةُ: (سین اور حاء دونوں مفتوح) ہیئت۔ اس لفظ میں حاء کو ساکن بھی کیا جاتا ہے۔

س ح ا —الْمِسْحَاةُ: بیلچے کی طرح کا

اوزار، پھاوڑا۔ البتہ بیلچہ لوہے کا ہوتا ہے اور پھاوڑا لکڑی کا۔

س خ ت-السَّخْتُ: (خاء ساکن) سخت، یہ لفظ عربی میں عام مستعمل ہے۔ عربوں نے شاید بعض ایسے عجمی الفاظ اختیار کرلئے جو دونوں زبانوں میں مشترک تھے۔ اس کی دوسری مثالیں یہ ہیں: المِلح کے وزن پر المِسح: ٹاٹ کو بلاس اور صحرا کیلئے دشت کا لفظ۔

س خ ر-سَخِرَ مِنْهُ: اس نے اس کا مذاق اڑایا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور مصدر سُخْرًا (سین اور خاء دونوں مضموم) اور مَسْخَرًا بروزن مَذْهَب: ابوزید نے بتایا کہ سَخِرَ بِهِ زیادہ ردی تعبیر ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ: سَخِرَ منه وبه، ضَحِكَ مِنْهُ وَبِهِ. اور هَزِئَ مِنْهُ وبه، تمام الفاظ یعنی دونوں صلوں سے بولے جاتے ہیں۔ اس کا اسم السُّخْرِيَةُ ہے جو العُشْرِيَة کے وزن پر ہے۔ السُّخْرِيُّ: (سین مضموم اور مکسور) تمسخر۔ قول خداوندی ہے۔ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا: ان کے بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کا مذاق اور تمسخر اڑائیں گے۔ سَخَّرَهُ تَسْخِيرًا: اس نے اس سے بغیر معاوضہ کے کام کرایا۔ یہی معنی تَسَخَّرَهُ کا ہے۔

التَّسْخِيرُ: دوسروں کو ذلیل کرنا، اپنے سامنے جھکانا۔ اپنا غلام اور فرمانبردار بنانا۔ رَجُلٌ سُخْرَةٌ بروزن سُفْرَةٌ: جس کا تمسخر اڑایا جائے۔ سُخَرَةٌ: هُمَزَةٌ کی طرح۔ وہ جو لوگوں کا تمسخر اڑائیں۔

س خ ط-السَّخَطُ: (سین اور خاء مفتوح) ناراضگی۔

السُّخْطُ بروزن القُفْلُ: الرِّضا کی ضد۔ ناراضگی۔

قَدْ سَخِطَ: وہ ناراض یا غضبناک ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل سَاخِطٌ ہے۔ أَسْخَطَهُ: اس نے اسے ناراض کردیا۔ تَسَخَّطَ عَطَاءَهُ: اس نے اس کی بخشش کو ناپسند کیا یا کم جانا۔

س خ ف-السُّخْفُ: بروزن القُفْلُ: کم عقلی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَخِيفٌ ہے۔

س خ ل-السَّخْلَةُ: بھیڑ بکری کے بچے کو کہتے ہیں جسے ابھی ابھی ماں نے جنا ہو چاہے نر ہو یا مادہ۔ اس کی جمع سَخْلٌ ہے۔ جو فَلْسٌ کے وزن پر ہے۔ اور دوسری جمع سِخَالٌ ہے۔ اس میں سین مکسور ہے۔

س خ م-السُّخْمَةُ: سیاہی، کالک۔ الأَسْخَمُ: کالا یا سیاہ۔ السُّخَامُ: ہانڈی کی کالک۔ سَخَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ تَسْخِيمًا: اللہ اس کا منہ کالا

کرے۔

س خ ن — السُّخْنُ: گرم۔

سَخَنَ يَسْخُنُ: (خاء مضموم) سُخُوْنَةً اور سَخُنَ بھی۔ اسے گرم کیا۔ وہ گرم ہوا۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔

تَسْخِيْنُ المَاءِ: پانی گرم کرنا۔ اور اِسْخَانُهٗ کا بھی یہی معنی ہے۔

مَاءٌ مُسَخَّنٌ وسَخِيْنٌ: گرم پانی، دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ تائید میں ابن الاعرابی نے یہ شعر پڑھا:

مُشَعْشَعَة كانّ الحُصّ فيها
اذا ما المَاء خَالطها سَخِينَا

''جب شراب میں گرم پانی ملا ہو تو پانی ملی شراب ایسی ہے گویا اس میں زعفران ڈالا گیا ہے یا زعفران پڑا ہے۔''

ابن الاعرابی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس نے سَخِيْنَا کا معنی جُدنا بأموالنا یعنی ہم نے اپنے اموال سخاوت میں خیرات کر دیے، کہا اس کے قول کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(میرا کہنا یہ ہے کہ مصنف کتاب رحمہ اللہ نے س خ ي کے مادہ کے ذیل میں اس کے الٹ معانی لکھے ہیں)۔

مَاءٌ سُخَاخِيْنٌ بروزن فُعَاعِيْلُ: (مضموم الفاء)، عربی کلام میں اس کے سوا اور کوئی وزن نہیں ہے۔

يَوْمٌ سُخْنٌ وسَاخِنٌ وسُخْنَانٌ: گرم دن۔

لَيْلَةٌ سُخْنَةٌ وسُخْنَانَةٌ: گرم رات۔

سُخْنَةُ العَيْنِ — قُرَّتُها کی ضد۔ آنکھ کا گرمی یا حرارت سے جلنا۔ قَدْ سَخِنَتِ عَيْنُهٗ تَسْخُنُ: اس کی آنکھ گرمی کے باعث تکلیف میں مبتلاء ہوئی۔ اس کی مثال طَرِبَ يَطْرَبُ ہے۔ سُخْنَةٌ: آنکھ کا گرمی سے جلنا۔ سَخِيْنُ العَيْن: آنکھ کی جلن۔ اَسْخَنَ اللّٰهُ عَيْنَهٗ: اللہ تعالیٰ اسے رُلا دے۔

التَّسَاخِيْنُ: پاؤں میں پہننے والے موزے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهٗ عليه السلامُ اَمَرَهُمْ اَنْ يَمْسَحُوْا علَى المَشَاوِذَةِ والتَّسَاخِيْنِ: نبی علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ پگڑیوں اور موزوں پر مسح کریں۔ التَّعَاشِيْبُ کی طرح التَّسَاخِيْن کا بھی واحد کا صیغہ نہیں ہے۔

میرا کہنا ہے کہ التعاشیب کا معنی بکھری ہوئی گھاس ہے۔

س خ ا — السَّخَاءُ: سخاوت۔

قَدْ سَخَا يَسْخُوْا وَسَخِيَ، (خاء مکسور)، سخاءً: اس نے سخاوت کی۔

عمرو بن کلثوم کا شعر ہے:

مُشَعْشَعَةٌ كَأَنّ الحُصّ فيها

اذا ماء الماء خالطها سَخِينا

''گرم پانی ملی شراب ایسی ہے گویا اس میں زعفران پڑا ہو۔ جب اس میں پانی ملایا ہو تو ہم نے سخاوت کی۔''

یہاں سَخِینا بطور فعل استعمال ہوا ہے۔ یعنی ہم نے اپنے مال و دولت سے سخاوت کی۔ جس نے اس شعر میں سخیناً کو السخونة سے مشتق کہا ہے اور اسے حال قرار دے کر منصوب مانا ہے تو اس کی کوئی اصل اور اہمیت نہیں۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب رحمہ اللہ نے مادہ س خ ن میں اس کے برعکس بات کہی ہے۔

سَخُوَ الرَّجُلُ: آدمی سخی ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے اور فُلانٌ یَتَسَخّی علیٰ اَصْحَابِہٖ: یعنی فلاں آدمی اپنے ساتھیوں پر سخاوت جتاتا ہے۔

س د د – التَّسْدِیْدُ: التوفیق للسَّداد: (سین مفتوح) راہ راست پر چلنے کی توفیق۔ اس کا معنی قول و عمل سے درست اور میانہ روی کے کام کرنا ہے۔

المُسَدِّدُ: وہ شخص جو درست اور میانہ روی کے کام کرتا ہے۔ نیز سیدھا چلنے والا۔ راست باز۔

سَدَّ رُمْحَہٗ: اس نے اپنا نیزہ سیدھا کیا۔ اس کی ضد عَرَّضَہٗ ہے۔

سَدَّ قَوْلُہٗ یَسِدُّ: اس کی بات درست ہو گئی۔ اس میں سین مکسور ہے اور اس کا مصدر سَدَادًا ہے۔ یہاں سین مفتوح ہے۔

اَمْرٌ سَدِیْدٌ: درست کام۔

اَسَدُّ: میانہ رو۔

اِسْتَدَّ الشَّیْئُ: چیز سیدھی ہو گئی۔ شاعر کا قول ہے:

اُعَلِّمُہُ الرِّمَایَۃَ کُلَّ یَوْمٍ
فلمّا اسْتَدَّ ساعده رَمَانِی

''میں اسے ہر روز تیر اندازی سکھاتا رہا۔ جب اس کا بازو سیدھا ہو گیا تو اس نے مجھے ہی نشانہ بنایا۔''

اس کا فارسی ترجمہ یہ ہے:

کس نیا موخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لفظ اشْتَدَّ (شین کے ساتھ) کہنا درست نہیں ہے۔

السَّدَدُ: (سین اور دال مفتوح) استقامت اور درست۔ یہ لفظ السَّدادُ کا ہم معنی ہے۔

سِدَادُ القَارُوْرَۃِ والثَّغرِ: خوف اور خطرے کی جگہ (سین مکسور)۔ ایک شعر کا مصرعہ ہے:

لِیَوْمِ کَرِیْھَۃٍ وَسِداد ثغر

''جنگ اور خوف کے دن۔''

اس کا معنی سرحد کا سواروں اور پیدل لوگوں کے ذریعے روکنا اور بسر کرنا ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ: فِیْهِ سِدَادٌ مِنْ عَوَزٍ وسداد من عیشٍ: یعنی خلاء کو پر کیا جائے تو ان معنوں میں سین مکسور بھی اور مفتوح بھی ہوگا۔ لیکن مکسور زیادہ فصیح ہے۔

سَدَّ الثُّلْمَةَ ونحوها: اس نے رخنہ وغیرہ کو بند کیا تو اس کا باب رَدَّ ہے اور معنی یہ ہے کہ اس نے رخنہ کی مرمت کی اور اسے پکا کیا۔

السُّدُّ: (سین مضموم اور مفتوح) پہاڑ، روک، بند، ڈیم۔

میرا کہنا ہے کہ الدّیوان میں ہے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ السُّدُّ (سین مضموم) تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور سین مفتوح السَّدّ انسانی کام ہوگا۔

اسْتَدَّت عُیُوْنُ الخَرَز وانْسَدَّتْ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی منکوں یا نگینوں کے سوراخ سیدھے ہو گئے۔

السُّدَّةُ: (سین مضموم) گھر کا دروازہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: الشُّعْثُ الرُّؤُوْسُ الذین لا تُفْتَحُ لهم السُّدَدُ: پراگندہ بالوں والے وہ سر ہوں گے کہ جن کی بالوں کی گرہیں نہ کھلی ہوں۔

س د ر – السِّدْرُ: بیری کا درخت۔ اس کا واحد سِدْرَةٌ ہے اور اس کی جمع سِدْرَاتٌ سِدِرَاتٌ: (دال مفتوح اور مکسور) اور سِدَرٌ (دال مفتوح) ہے۔

السَّدِیْرُ: نہر اور محل بھی۔

السَّادِرُ: متحیر اور حیران و ششدر انسان۔ اور اس سے مراد ایسا شخص بھی ہے جسے اس بات کی پرواہ نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اَکِیْلُکُمْ بالسَّیْفِ کَیْلَ السَّنْدَرَةِ: میں تمہیں وسیع پیمانے پر قتل کروں گا۔ کہا گیا ہے کہ السَّنْدَرَةُ: بہت بڑا پیمانہ ہے یا تول ہے۔

س د س – سُدُسٌ: چھٹا حصہ، سُدُسُ الشَّیْئِ: کسی چیز کا چھٹا حصہ۔ اس میں دال ساکن بھی ہے اور مضموم بھی۔ بعض لوگ سُدُس کی جگہ سَدِیْسٌ کہتے ہیں جس طرح العُشْرُ کو عَشِیْر کہتے ہیں۔

اَسْدَسَ القَوْمُ: قوم چھ چھ ہو کر بٹ گئی۔

سَدَسَ القَوْمَ: اس نے قوم کے مال کا چھٹا حصہ لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ سَدَسَهُمْ کا باب ضَرَبَ ہے اور معنی وہ اس کا چھٹا آدمی بنا۔

السُّنْدُسُ: سندس نام کا ریشمی کپڑا۔ باریک اور ملائم۔

س د ل – سَدَلَ ثَوْبَهٗ: اس نے اپنا کپڑا لٹکایا ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ شَعْرٌ مُنْسَدِلٌ: لٹکے ہوئے یا لٹکے

چھوڑے ہوئے بال۔

س د م—السَّدم: (سین اور دال دونوں مفتوح) ندامت، حزن وغم۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

رَجُــلٌ سَــادِمٌ: نادم و پشیمان آدمی۔ سَـدْمَانُ اور نَـدْمَان دونوں کا یہی معنی ہے۔ اور و دونوں سَدَمٌ کا اتباع ہیں۔

س د ن—السَّدن: کعبہ کا خادم اور بُت کدے کا خادم یا پروہت۔ اس کی جمع السَّدَنَۃُ ہے۔

قَدْ سَدَنَ: وہ خادم بنا۔ اس کا باب نَصَرَ اور کَتَبَ ہے۔

س د ی—السَّدی: (سین مفتوح) تانا۔ اللُّحمَۃُ: بانا کی ضد۔ السَّدَاۃُ کا معنی بھی یہی ہے۔ مثلاً: تم کہتے ہو: اسْدَی الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کا تانا تنا۔

السُّدی: (سین مضموم) بیکار، مہمل، مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: إِبِلٌ سُدًی: بیکار اونٹ، ناکارہ اونٹ۔ بعض لوگ اسے سَدًی (سین مفتوح) کہتے ہیں۔

اَسْــدَاهَــا: اس نے اسے نظر انداز کیا یا ناکارہ سمجھا۔

السادی: چھٹا۔ اس میں السادس کے سین کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

س ر ب—السَّارِبُ: زمین میں سیدھے منہ چلنے والا۔ قول خداوندی ہے: وَسَــارِبٌ بالنَّهَار: یعنی ظاہر و نمایاں۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

السِّرْبُ: (سین مکسور) نفس۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں اٰمِنٌ فی سِرْبِهِ: فلاں شخص اپنے نفس میں یعنی اپنے اندر سے مطمئن ہے۔ اس کا معنی بھٹ، تیتروں، ہرنوں، نیل گائے، گھوڑوں اور گدھوں اور عورتوں کی ایک ٹکڑی یا چھوٹا گروہ بھی ہے۔

السَّرَبُ: (سین اور راء مفتوح) زمین کے اندر گھر یا زمین دوز مکان یا سُرنگ۔

انْسَرَبَ الحیوانُ وَتَسَرَّبَ: حیوان زمین دوز بل میں گھس گیا۔

(میرا کہنا ہے کہ یہی لفظ قول خداوندی: فَاتَّخَــذَ سَبِيْـلَهُ فی البحر سَرَبًا میں ہے)۔

السَّــرَابُ: سراب، چلچلاتی دھوپ میں پانی نظر آنے والی ریگستانی ریت۔

س ر ب ل—السَّربال: قمیض۔[1]

سَرْبَلَهُ فَتَسَرْبَلَ: اس نے اسے قمیض پہنائی تو اس نے پہن لی۔

س ر ج—السَّرْج: زین کجاوہ۔

قَدْ اَسْرَاجْتُ الدَّابَّۃَ: میں نے سواری پر زین ڈال لی یا کجاوہ کس لیا۔

السِّرَاج: چراغ، دیا۔

---

[1] صاحب کتاب نے سروال یعنی شلوار کو نہ جانے قمیض کے معنی کس طرح لکھ دیے ہیں۔ (مترجم)

الْمَسْرَجَةُ: بروزن الْمَتْرَبَة: چراغ جس میں بتی ڈلی ہوئی ہو اور تیل ہو۔

س ر ج ن - السِّرْجِيْنُ: (سین مکسور) یہ لفظ معرب ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں فَعْلِيْلٌ (فاء مفتوح) کے وزن پر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اسے سَرْقِيْنٌ بھی کہا گیا ہے۔ بمعنی گوبر یا لید۔

س ر ح - السَّرْحُ: بروزن الشَّرْحُ: چرانے والے مویشی۔ سَرَحَ الْمَاشِيَةُ: مال مویشی چرنے چلے گئے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ سَرَحَتْ بِنَفْسِهَا: مال مویشی خود چرنے گئے۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ تم کہتے ہو سَرَحَتْ بِالْغَدَاةِ وَرَاحَتْ بِالْعَشِيِّ: مال مویشی صبح کو چرنے چلے گئے۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ تم کہتے ہو سَرَحَتْ بِالْغَدَاةِ وَرَاحَتْ بِالْعَشِيِّ: مال مویشی صبح کو چرنے چلے گئے اور رات کو واپس لوٹے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَالَهُ سَارِحَةٌ وَلَا رَائِحَةٌ: اس کے آگے پیچھے یا والی وارث کوئی نہیں ہے۔

تَسْرِيْحُ الْمَرْأَةِ: بیوی/عورت کو طلاق دے کر فارغ کر دینا۔ اس کا اسم السَّرَاحُ ہے (سین مفتوح) ہے۔

تَسْرِيْحُ الشَّعْرِ: بالوں میں کنگھی کرنے سے پہلے انہیں کھلا چھوڑ دینا۔ السَّرْحُ: کا معنی بڑے لمبے درخت بھی ہے۔ اس کا واحد السَّرْحَةُ ہے۔

السِّرْحَانُ: بھیڑیا۔ اس کی جمع سَرَاحِيْن ہے اور اس کا مؤنث کا صیغہ سِرْحَانَةٌ ہے۔

س ر د - دِرْعٌ مَسْرُوْدَةٌ وَمُسَرَّدَةٌ: (راء مشدد) کڑیوں میں بنی ہوئی زرہ۔ کہا گیا ہے کہ السَّرْدُ کا معنی سوراخ یا بل ہے۔ اور الْمَسْرُوْدَةُ کا معنی جس میں سوراخ کیا گیا ہو۔

فُلَانٌ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ: فلاں شخص کو حدیث میں مہارت حاصل ہے۔

سَرَدَ الصَّوْمَ: فلاں شخص نے متواتر اور مسلسل روزے رکھے۔ حرمت والے مہینوں کو لوگوں کا یہ کہنا کہ ثَلَاثَةٌ سَرْدٌ: ان حرمت والے مہینوں میں سے تین مسلسل مہینے ہیں اور وہ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ اور محرم ہیں۔ وَوَاحِدٌ فَرْدٌ اور ایک مہینہ اکیلا ہے یعنی رجب کا مہینہ۔

سَرْدُ الدِّرْعِ وَالْحَدِيْثِ وَالصَّوْمِ[1] یعنی زرہ۔ حدیث اور صوم کے بارے میں سرد کا لفظ باب نَصَرَ سے ہے۔

س ر د ق - السُّرَادِقُ: اس کی جمع السُّرَادِقَاتُ: گھر کے صحن کے اوپر تنا ہوا

[1] زرہ۔ حدیث اور صوم سب کے سَرْد کے لفظ کا باب نَصَرَ ہے۔

سائبان یا روئی اور اُون سے بُنا ہوا ہر گھر سُـرَادق کہلاتا ہے۔ ایسے گھر کو بَیْتٌ مُسَرْدَقٌ کہا جاتا ہے۔

س ر ر — السِّـرُّ: بِرّ، راز بھید جو چھپایا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَسْرَارٌ ہے۔

السَّرِیْرَۃُ کا مطلب بھی یہی ہے۔ اس کی جمع سرائر ہے۔ السُّرُّ (سین مضموم) بچے کی ناف جو پیدا ہوتے وقت دائی کاٹ دیتی ہے۔ محاورہ ہے کہ عَرَفْتُ ذٰلک قَبْلَ اَنْ یُقْطَعَ سُرُّکَ: مجھے تیری ناف کاٹے جانے سے پہلے اس بات کا علم یا پتہ تھا۔ اسے سُرُّکَ کی بجائے سُرَّتُکَ نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ سُرَّۃ یعنی ناف کی جگہ تو نہیں کاٹی جاتی۔

السِّرَرُ: (سین مفتوح ومکسور) السُّرُّ کی ایک اور لغت یا لہجہ ہے۔ چنانچہ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ قُطِـعَ سَرَرُ الصَّبِیِّ وسَرَرُہُ: بچے کی ناف کاٹی گئی۔ اس کی جمع اَسِرَّۃٌ ہے اور السُّرَۃ کی جمع سُرَرٌ اور سُرَّاتٌ ہے۔

سَرَّ الصَّبِیَّ: اس نے بچے کی ناف کاٹی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ رہا ابوذویب کا یہ قول کہ:

بِـآیَـۃِ مَـا رحَفَـتْ وَالـرَّکا
بِـیْ. مَـجْـنُون وبـیـنِ الـسُّرَر

وہ کسی نشان پر نہ ٹھہری یا رُکی جب کہ سوار مجنون اور سُرَر کے درمیان تھے۔"

اس شعر میں السُّرَر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں انبیاء علیہ السلام کی ناف کاٹی گئی۔ یہ جگہ مکہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ اور بعض احادیث میں یہ جگہ منیٰ سے مأزمین کے مقام پر واقع ہے۔ وہاں ایک باغ تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس جگہ ستر انبیاء علیہم السلام کی ناف کاٹی گئی ہیں۔

السُّرِّیَّۃُ: گھر کی لونڈی۔ وہ لونڈی جسے تم رہنے کو گھر بنا کے دو اور اسے راز دار بناؤ۔ یعنی گھر کی راز دار لونڈی۔ لوگ بالعموم اپنی لونڈی سے بہت باتیں پوشیدہ اور چھپائے رکھتے ہیں۔ لفظ السُّرِّیۃُ کی سین کو اس لئے مضموم کیا گیا ہے کہ مبنی اسماء میں صفت نسبتی بننے کی صورت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ مثلاً: دَھْر سے دُھرِیٌّ اور الارض السَهلۃِ (یعنی نرم زمین) سے سُہْلِیٌّ (مضموم الاوّل) اس کی جمع السَّرَارِیُّ ہے۔ اخفش ... ـہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ سُرُوْر سے مشتق ہے۔ کیونکہ اس لونڈی سے انسان خوش ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تَسَرَّرَ جَارِیَۃً: لونڈی خوش ہوئی اور تَسَرِّی بھی کہتے ہیں۔ جیسے: تَظَنَّنَ اور تَظَنِّی کہتے ہیں۔

السُّرُوْرُ: حزن کی ضد ہے۔ بمعنی خوشی۔

سَرَّهُ: اسے یہ بات اچھی لگی یا پسند آئی۔ اس کا مضارع یَسُرُّ (راء مضموم) اور مصدر سُرُوْرًا اور مَسَرَّةً ہے۔ اس کی مثال مَبَرَّةً ہے۔

سُرَّ الرَّجُلُ: اس کا فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مَسْرُوْرٌ ہے۔

السَّرِيْرُ بمعنی تخت، چارپائی۔ اسکی جمع اَسِرَّةٌ اور سُرُرٌ (سین وراء مضموم) ہے۔ بعض کے نزدیک یہ لفظ سُرَرٌ (راء مفتوح) ہے۔ کیونکہ تضعیف کے ساتھ دو مضموم حرف اکٹھے ہونے سے تلفظ میں ثقل پیدا ہوتا ہے۔ یہی تبدیلی جمع کے ایسے صیغوں میں ہوتی ہے جو اس کے مشابہ ہوں مثلاً: ذَلِيْلٌ کی جمع ذُلُلٌ.

السَّرِيْرُ سے مراد حکومت اور نعمت وخوشحالی بھی ہے۔

سَرَرُ الشَّهْرِ: (سین اور راء مفتوح) مہینے کی آخری رات اسی طرح سِرَارُهُ (سین مفتوح اور مکسور) یہ لفظ لوگوں کے قول اسْتَسَرَّ الْقَمَرُ (چاند مہینے کی آخری رات میں چھپا رہا) سے مشتق ہے۔ چاند کی یہ صورت شاید ایک رات رہتی ہے یا دو راتیں۔

السِّرَرُ عن العِنَبُ: (سین مکسور) کی طرح۔ کھجور یا گٹھلی پر جو چھلکا یا مٹی لگی ہوتی ہے۔ اس کی جمع اَسْرَارٌ ہے۔

السِّرَرُ: نقش جس کی جمع اَسْرَارُ الكَفِّ والجَبْهَةِ یعنی ہتھیلی اور ماتھے پر لکیروں کے نشانات ہیں۔ اس کی جمع الجمع اَسَارِيْرُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهِ: اس کے چہرے کے نشانات چمکتے ہیں۔

السِّرَارُ، السِّرَرُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے جس کی جمع اَسِرَّةٌ ہے۔ اس کی مثال حِمَار کی جمع اَحْمِرَةٌ ہے۔

سَرَّهُ: اس نے اسے ناف میں نیزہ مارا۔

السَّرَّاءُ: خوشی اور خوشحالی۔ یہ لفظ الضَّرَّاء کی ضد ہے۔

اَسَرَّ الشَّيْئَ: اس نے اسے چھپایا، اس نے اس کا اعلان کیا۔ ان دونوں معانی کی تائید کے لئے قرآن کی آیت: وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ: انہوں نے پشیمانی کو چھپایا۔

اَسَرَّ اِلَيْهِ الْمَوَدَّةَ وبِالْمَوَدَّةِ: اس نے اس کی طرف محبت کا ہاتھ بڑھایا۔

سَارَّهُ فِي اُذُنِهِ: اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اس کا مصدر مُسَارَّةً اور سِرَار (سین مکسور) ہے۔

تَسَارُّوا: انہوں نے آپس میں سرگوشی کی۔

سُرِّيَّةٌ: دیکھئے ذیلی مادہ 'س ر ر' اور 'س ر ا'۔

س ر ط - سَرِطَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو نگل لیا۔ ضرب المثل ہے کہ: لَا تَكُنْ

حُلُوًّا فَتُسْتَرَطَ وَلاَ مُرًّا فَتُعْقَى:
''نہ اتنے میٹھے بنو کہ نگلے جاؤ اور نہ اتنے کڑوے اور تلخ بنو کہ تھوکے جاؤ''۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ الأخذُ سُرَّيْطَى والقَضَاء ضُرَّيْطَى: قرض لینا تو بڑا خوش کن اور خوش گوار ہوتا ہے لیکن واپس ادا کرنا بڑا تکلیف دہ۔ یعنی قرض لینے والا قرض تو نگل لیتا ہے لیکن جب قرض خواہ قرضے کی واپس ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے تو سخت ناراض ہوتا ہے۔ یہاں قرض لینے کو سُرَّیْطٰ اور واپس ادائیگی کو ضُرَّیطِ بتایا گیا ہے۔

السِّرِطْرَاطُ: فالودہ۔

السِّرَاط، الصِّراط کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔

السُّرْطَانُ: کیکڑا یا آبی کیڑا۔

س ر ع – السُّرْعَة: تیزی، یہ البُطءُ کی ضد ہے۔ تم کہتے ہو سَرُعَ (راء مضموم) سِرَعًا بروزن عِنَبٌ: اس نے تیزی کی، اس کا اسم فاعل سَرِيعٌ بمعنی تیز ہے۔

عَجِبْتُ مِنْ سُرْعَتِهٖ ومِنْ سِرَعِهٖ: مجھے اس کی تیزی سے تعجب ہوا۔ یا میں خوش ہوا۔ أسْرَعَ فِي السَّيْرِ: اس نے چلنے میں جلدی کی۔ ایسا شخص دراصل مُتَعَدِّ کہلاتا ہے یعنی آگے بڑھنے والا۔

المُسَارَعَةُ الی الشَّیْء: کسی چیز کی طرف ایک دوسرے سے تیزی سے آگے نکل جانا۔

تَسَرَّعَ الی الشَّرِّ: اس نے شر کی طرف تیز قدمی کی۔

سَارَعُوْا الی کَذَا: وہ فلاں کام کی طرف آگے دوڑے۔ تَسَارَعُوْا کا بھی یہی مطلب و معنی ہے۔

س ر ف – السَّرَفُ: (سین اور راء دونوں مفتوح) اسراف کرنا۔ یہ اَلْقَصْدُ: میانہ روی اور اعتدال کی ضد ہے۔

السَّرَفُ کا معنی ضَرَاوَةٌ بھی ہے یعنی کسی چیز کا بے حد دلدادہ ہونا۔ حدیث شریف میں ہے: إنَّ اللَّحْمَ سَرَفًا كَسَرَفِ الخَمْرِ: گوشت خوری میں شراب خوری جیسا اسراف ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہاں سَرَف سے مراد اسراف ہے۔

الاسْرَافُ فِی النَّفَقَةِ: خرچ میں اسراف یعنی فضول خرچی۔ إسْرَافِيْلُ، عجمی نام۔ گویا یہ لفظ اِیلُ کی طرف مضاف ہے۔

إسْرَافِيْنُ، إسْرَافِيْلُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ جس طرح جِبْرِيْنُ، إسْمَاعِيْنُ اور إسْرَائِيْنُ الفاظ ہیں۔

س ر ق – سَرَقَ مِنْهُ مَالًا: اس نے اس کا مال چوری کر لیا۔ اس کا مضارع يَسْرِقُ اور مصدر سَرَقًا (سین اور راء دونوں مفتوح) اس کا اسم السَّرِقُ اور السَّرِقَةُ بمعنی چوری ہے۔ دونوں اسموں میں راء

مکسور ہے۔ شاید لوگوں نے سَرَقَهُ مالًا بھی ان معنوں میں کہا ہے کہ اس نے مال چرالیا۔
سَرَّقَهُ تَسْرِيقًا اس نے چوری کا الزام دیا، یا چور ٹھہرایا۔ اور قرآن کی آیت کو یوں بھی پڑھا گیا کہ: اِنَّ ابنکَ سُرِّقَ یعنی آپ کے بیٹے پر چوری کا الزام لگایا گیا۔
اسْتَرَقَ السَّمْعَ: اس نے چپکے سے کان لگا کر سنا۔ نیز کہا جاتا ہے کہ هُوَ يُسَارِقُ النظر اليه: یعنی وہ موقع غنیمت جان کر یا موقع پا کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔ یا وہ اس کی طرف چوری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔
س ر م د-السَّرْمَدُ: دائم، ہمیشہ۔
س ر و ل-السَّرَاوِيْلُ: شلوار، مشہور پہناوا۔ بطور مذکر و مؤنث یکساں۔ اس کی جمع السَّرَاوِيلَاتُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے: سَرَاوِيْلُ: عجمی نام ہے اور واحد ہے۔ اسے عربی میں اپنایا گیا ہے۔ اور ان عربی الفاظ سے مشابہ ہو گیا ہے جو معرفہ اور نکرہ دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہوتے ہیں لیکن یہ نکرہ ہونے کی صورت میں منصرف ہے۔ سیبویہ نے مزید کہا کہ اگر تم کسی شخص کا یہ نام رکھو تو پھر یہ غیر منصرف ہوگا اور اسی طرح اگر تم نے کسی شخص کا بطور حقارت یہ نام رکھا تو بھی یہ غیر منصرف ہوگا کیونکہ یہ عَنَاق کی طرح تین حروف سے زیادہ حروف پر مشتمل مؤنث کا صیغہ ہے۔
علمائے نحو میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو نکرہ کی صورت میں بھی اسے غیر منصرف قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ سِرْوَال اور سِرْوَالَة کی جمع ہے۔ بطور دلیل وہ یہ مصرعہ پڑھتے ہیں: عليه من اللّوم سروالة: اس کے لئے سروال ہی باعث ملامت ہے یا اس پر ملامت کی سروال ہے۔ یہ لوگ اسکے غیر منصرف ہونے پر ابن عقیل کے اس قول کو بطورِ دلیل و حجت پیش کرتے ہیں:

فَتًى فَارِسِيٌّ فِي سَرَاوِيْلَ رامِحُ

''ایک فارسی نوجوان سروال پہنے نیزہ بازی کرتا ہے۔''

عمل پہلے قول پر ہے لیکن دوسرا قول زیادہ قوی ہے۔
سَرْوَلَهٗ: اس نے اسے سروال پہنادی، فَتَسَرْوَلَ: تو اس نے سروال پہن لی۔
حَمَامَةٌ مُسَرْوَلَةٌ: سروال والی کبوتری یعنی جس کے پنجوں پر پَر نکلے ہوئے ہیں گویا اس نے سروال پہنی ہو۔
س ر ا-السَّرْوُ: سرو، ایک مشہور درخت۔ اس کا واحد سَرْوَةٌ ہے۔ السَّرْوُ کا معنی مروت اور سخاوت بھی ہے۔
قَدْ سَرَا يَسْرُوْ وسَرِيَ: (راء مکسور) سَرْوًا اور سَرْو کا باب ظرف ہے یعنی وہ

سخی بن گیا۔ السَّرِیُّ کی جمع سَرَاۃٌ ہے۔ یہ فعیل سے فَعُلَۃ کے وزن پر جمع ہے اس کے علاوہ اس کی اور کوئی جمع معلوم نہیں۔

تَسَرَّی: وہ بناوٹی طور پر سخت بن گیا۔

تَسَرَّی الجَارِیَۃَ: اس نے لونڈی کو راز دار بنایا۔ یہ کلمہ السُّرِیَّۃُ سے مشتق ہے۔ یعقوب کا قول ہے کہ اس کی اصل تَسَرَّرَ ہے جو السُّرُوْر سے مشتق ہے۔ ان میں ایک راء کو یاء میں تبدیل کیا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح تَقَضَّضَ سے تَقَضّٰی بنایا گیا ہے۔ السَّرِیُّ کا معنی چھوٹی نہر یا جدول بھی ہے۔

السَّرِیَّۃُ: فوجی دستہ۔ کہا جاتا ہے کہ بہترین فوجی دستہ چار سو آدمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اِنْسَرَی عَنْہُ الھَمّ: اس سے غم دور ہوا۔ سُرِّیَ عَنْہُ کا بھی یہی مطلب ہے۔

سُرَاۃُ کل شَیئٍ: ہر چیز کا بالائی حصہ۔

سَرَاۃُ الفَرَسِ: گھوڑے کی پیٹھ اور درمیانی حصہ۔ اس کی جمع سَرَوَاتٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَیْسَ لِلنِّسَاء سَرَوَاتُ الطَّرِیْقِ: عورتوں کے لئے راستے کی پیٹھ اور بیچ میں چلنا جائز نہیں ہے انہیں راستے کے کناروں سے چلنا چاہیئے۔

السَّارِیَۃُ: ستون۔

والسَّارِیَۃُ السَّحَابَۃُ: رات کو آنے والے بادل۔ سَرَی یَسْرِیُ (راء مکسور) سُرًی (سین مضموم) و مَسْرًی (میم مفتوح) اور اَسْرَی: اس نے رات کو سفر کیا۔ ان معنوں میں الف کے ساتھ اَسْرا اہل حجاز کا لہجہ ہے۔ قرآن میں دونوں صیغے آئے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ قرآن کے حوالے سے صاحب کتاب کی مراد قول خداوندی: سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ: اور دوسرا قول خداوندی: وَاللَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سَرَیْنَا سَرْیَۃً وَاحِدَۃً: ہم نے رات کا ایک سفر کیا یا ہم ایک سریے میں گئے۔ اس کا اسم السُّرِیَۃ (سین مضموم) اور السُّرَی بھی ہے۔

اَسْرَاہُ اور اَسْرٰی بِہٖ، اَخَذَ الخِطَام اور اخذ بالخِطَام کی طرح دونوں ہم معنی ہیں۔ جس کا مطلب رات کو سفر پر لے جانا ہے۔ قول خداوندی ہے: سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا: پاک ہے وہ ذات جو رات کو اپنے بندے کو سفر پر لے گئی۔ اگرچہ السُّرَی کا معنی بذات خود رات کو چلنا اور سفر کرنا۔ آیت میں صرف تاکید معنی کے لئے لَیْلًا آیا ہے۔ چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ سِرْتُ اَمْسِ نَھَارًا والبارحۃ لَیْلًا: گزشتہ کل میں دن کو چلا اور کل رات کو چلا۔

السِّرَايَةُ: (سین مکسور) کا معنی ہے رات کے وقت چلنا۔ یہ ایسا مصدر ہے جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔

اِسْرَائِيْلُ: اسم ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ اِیْل کی طرف مضاف ہے۔ الاخفش کا قول ہے کہ یہ نام ہمزہ سے بھی لکھا جاتا ہے اور ہمزہ کے بغیر بھی۔ اس نے مزید کہا کہ اس نام کو اِسْرَائِين نون کے ساتھ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس کی دوسری مثالیں جِبْرِيْنُ اور اِسْمَاعِيْن ہیں۔ جو جبریل اور اسماعیل کا بدل ہیں۔

س ط ح-سَطَحُ كل شَيْئٍ: ہر چیز کا بالائی حصہ۔

سَطَحَ اللّٰهُ الأرْضَ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو بچھایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَسْطِيْحُ القَبْرِ: (قبر کا برابر کر دینا) تسنیم کی ضد ہے جس کا معنی قبر کو اونٹ کی کوہان کی شکل میں بنانا ہے۔

السَّطِيْحُ اور السَّطِيْحَةُ: (دونوں میں طاء مکسور) دونوں صیغوں میں زائد حروف ہیں اور ان کا معنی ہموار زمین ہے۔

المَسْطَحُ: (میم مفتوح اور مکسور) وہ جگہ جہاں کھجور سکھانے کے لئے پھیلائے جائیں۔ اور خشک کیے جائیں۔

س ط ر-السَّطْرُ: لائن۔ کسی چیز کی قطار۔ کہا جاتا ہے کہ: بَنَى سطرًا وغَرَسَ سَطْرًا یعنی اس نے ایک صف یا لائن بنائی اور ایک لائن پودے لگائے۔

السَّطْرُ کا معنی خط اور لکھنا بھی ہے۔ اور یہ دراصل مصدر ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ سَطَرًا (سین اور طاء دونوں مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی جمع اَسْطَارٌ ہے جیسے سبب کی جمع اسبابٌ ہے۔ اس کی جمع الجمع اَسَاطِيْرُ ہے۔ سَطْرٌ کی جمع اَسْطُرٌ اور سُطُوْرٌ بھی ہے جیسے فَلْسٌ کی جمع فُلُوْسٌ ہے۔

الأَسَاطِيْرُ: خرافات۔ قصے کہانیاں۔ اس کا واحد أُسْطُوْرَةٌ (الف مضموم) اور إسْطَارَةٌ (الف مکسور) ہے۔

اسْتَطَرَ-سَطَرَ: کی طرح ہے یعنی اس نے لکھا۔ المُسَيْطِرُ والمُصَيْطِرُ: مسلط اور قابض۔ دوسرے کی نگرانی اور اس کے حالات کی دیکھ بھال اور اس کا کام تحریر کرنے پر مقرر شخص۔ قول خداوندی ہے: لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُسَيْطِرٍ: آپ ﷺ ان پر ان کی نگرانی کے لئے مسلط نہیں کیے گئے۔

المِسْطَارُ: (میم مکسور) مشروب کی ایک قسم جس میں کھٹاس یعنی ترشی ہو۔

س ط ع-سَطَعَ الغُبَارُ والرَّائحةُ والصُّبْحُ: غبار اٹھا۔ خوشبو پھیلی اور صبح نمودار ہوئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

س ط ل—السَّطْلُ: ڈول، بالٹی یا اس قسم کا برتن۔ السَّیْطَلُ کا مطلب بھی یہی ہے۔

س ط م—السُّطَامُ: تلوار کی دھار۔ حدیث شریف میں ہے: العربُ سِطَامُ النّاس: عرب لوگوں کے لئے تلوار کی دھار ہیں۔

س ط ن—الاسطوانَۃُ: ستون۔

س ط ا—السُّطُوُّ: جابرانہ گرفت۔ پکڑ۔

قَدْ سَطَابِہٖ: اس نے اسے جابرانہ گرفت میں لیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

السَّطْوَۃُ: ایک دفعہ ایک بار۔ اس کی جمع سَطَوَات ہے۔

س ع ت ر—السَّعْتَرَ: ایک بوٹی یا پودا۔ بعض لوگ اسے طب کی کتابوں میں صاد کے ساتھ الصَّعْتَر لکھتے ہیں تا کہ اس لفظ میں اور الشَّعِیْر میں التباس پیدا نہ ہو۔[1]

س ع د—السَّعْدُ: برکت، سعادت۔ تم کہتے ہو کہ سَعَدَ یَوْمُنَا: ہمارا دن بابرکت ہوا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

السُّعُوْدَۃُ: نحوست کی ضد۔ خوش بختی۔

اسْتَعَدَ بِرُؤیَۃِ فُلَانٍ: اس نے فلاں شخص کو سعادتمند شمار کیا۔

السَّعَادَۃُ: خوش بختی الشقاوۃ بمعنی بدبختی کی ضد۔ چنانچہ تم کہتے ہو کہ سَعِدَ الرَّجُلُ: آدمی نیک بخت ہوا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے اور اسم فاعل سَعِیْدٌ ہے۔

سُعِدَ: (سین مضموم) اس کا اسم مفعول مَسْعُوْد ہے۔ الکسائی نے اس آیت کو یوں پڑھا: وَأَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا: (سین مضموم)۔

اَسْعَدَہُ اللّٰہُ: اللہ اسے نیک بخت اور سعادتمند کرے۔ اس کا اسم مفعول مَسْعُوْد ہے۔ اسے مُسْعَدٌ نہیں کہتے۔

الإِسْعَادُ: مدد کرنا۔

المُسَاعَدَۃُ: معاونت، تعاون۔ لوگوں کا یہ قول: لَبَّیْکَ وسَعْدَیْکَ کا مطلب ہے تمہارے لئے مدد در مدد۔

السُّعْدَانُ: بروزن المَرْجَانُ ایک پودا۔ جو اونٹ کی بہترین اور پسندیدہ خوراک ہے۔ مثل مشہور ہے کہ مَرْعًی وَلا کالسُّعْدانِ یعنی سَعْدان جیسا چارہ کہاں۔

سَاعِدَا الانْسَانِ: انسان کے دو بازو۔

سَاعِدَا الطَّیْرِ: پرندے کے دو پر۔

س ع ر—سَعَرَ النَّار: اس نے آگ سلگائی۔ سَعَر الحَرْبَ: اس نے جنگ کی آگ کو اور تیز کیا یا بھڑکایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: واذا الجَحِیْمُ سُعِّرَتْ: جب

---

[1] غالباً اسی کو اردو کی طب کی کتابوں میں 'سُتر' یا صرف 'شتر' لکھتے ہیں۔

جہنم کی آگ بھڑکائی اور دھکائی جائے گی۔ اسے سُعِّرَت بھی کہا گیا ہے اور تشدید مبالغہ کے لئے ہے۔

اسْتَعَرَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اُٹھی۔ تَسَعَّرَت کا بھی یہی معنی ہے۔

السَّعِيْرُ: آگ۔ قول خداوندی ہے: اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلَالٍ وَسُعُرٍ: بلا شبہ مجرم لوگ گمراہی اور آگ میں ہوں گے۔ الفرّاء کا قول ہے کہ ضلال اور سُعُر کا معنی تکلیف اور عذاب ہے۔

السُّعُرُ کا معنی جنون اور پاگل پن بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا: اخفش کا قول ہے کہ اس کی مثال دَهِين اور صَرِيع کی سی ہے۔ کیونکہ تم کہتے ہو کہ سُعِرَتْ سے اسم مفعول مَسْعُوْرَةٌ ہے۔

السِّعْرُ: نرخ، بھاؤ۔ اس کی جمع اَسْعَارُ الطَّعَام ہے یعنی خوراک یا اناج کا بھاؤ۔

التَّسْعِيْرُ: نرخ مقرر کرنا یا بھاؤ چکانا۔

س ع ط- السَّعُوْطُ: (سین مفتوح) دواء جو ناک میں ڈالی جاتی ہے۔

اَسْعَطَهُ فَاسْتَعَطَ: اس نے اس کی ناک میں دوا ڈالی تو اس نے اپنی ناک میں خود دوا لے لی۔

الْمُسْعُطُ: (میم مضموم عین مضموم) وہ ڈبیا جس میں ناک میں ڈالنے والی دوا ڈالی جائے۔ (نسوار کی ڈبیا)۔ یہ ان اسمائے ظرف میں سے ایک ہے جو مضموم الاوّل ہیں۔

س ع ف- السَّعَفَةُ: (سین اور عین دونوں مفتوح) کھجور کے درخت کی ٹہنیاں۔ اس کی جمع سَعَفٌ ہے۔ اَسْعَفَهُ بِحَاجَتِهِ: اس نے اس کی ضرورت پوری کردی۔

الْمُسَاعَفَةُ: مساعدت، باہم مدد کرنا، معاونت۔

س ع ل- سَعَلَ يَسْعُلُ: (عین مضموم) سُعَالًا: وہ کھانسا۔

السَّعْلَاةُ: غول بیابانی۔ یہی معنی السِّعلاء کا ہے۔ اس میں الف ممدود بھی ہے اور مقصور بھی۔ اس کی جمع السَّعَالَى ہے۔

سَعَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و س ع.

س ع ی- سَعَى: يَسْعَى سَعْيًا: وہ دوڑا۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے کام کیا اور اس نے کمایا۔ سَاعٍ: ہر وہ شخص جو قوم پر کسی چیز کا ذمہ دار بنایا جائے۔ اور ڈاکیا۔ عام طور پر یہ اصطلاح زکوٰۃ وصول کرنے والوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

سَعَى عَلَيْهَا: وہ زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر ہوا۔ یا اس نے زکوٰۃ وصول کی۔ ان لوگوں کو السُّعَاة کہتے ہیں۔

الْمَسْعَاةُ: اس کی جمع الْمَسَاعِيْ ہے۔

سخاوت اور داد و دہش میں جد و جہد کرنا۔
سَعَى بِهٖ إِلَى الْوَالِي سِعَايَةً: اس نے حاکم سے اس کی چغلی کھائی۔
سَعَى الْمُكَاتَبُ فِي عِتْقِ رَقَبَتِهٖ سِعَايَةً: مشروط آزادی حاصل کرنے والے غلام نے اپنی گردن چھڑانے کی مقدور بھر کوشش کی۔
اِسْتَسْعَيْتُ الْعَبْدَ فِي قِيمَتِهٖ: میں نے غلام کو آزادی دینے کے لئے قیمت مقرر کی۔ جس کی ادائیگی پر وہ آزاد ہو سکتا ہے۔
س غ ب - السَّغَبُ: بھوک، گرسنگی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اس کا اسم فاعل سَاغِبٌ اور سَغْبَانُ ہے۔
اِمْرَأَةٌ سَغْبَى: بھوکی عورت۔
الْمَسْغَبَةُ: قحط۔
س ف ح - سَفْحُ الْجَبَلِ: بروزن فَلْسٌ: پہاڑ کا دامن یا نچلا حصہ۔
سَفَحَ الْمَاءَ: اس نے پانی بہایا۔ یا گرایا۔ سَفَحَ دَمَهٗ: اس نے اس کا خون بہایا۔ یا خونریزی کی۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔
رَجُلٌ سَفَّاحٌ: بہت سخت خونریز شخص۔
س ف د - السَّفُّودُ: بروزن التَّنُّوْر: لوہے کا ٹکڑا جس سے گوشت بھونا جاتا ہے۔
س ف ر - السَّفْرُ: فاصلہ طے کرنا۔ اس کی جمع اَسْفَار ہے۔
السَّفَرَةُ: لکھنے والے۔ قول خداوندی ہے: بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ: اخفش کا قول ہے کہ سَفَرَةٌ کا واحد سَافِرٌ ہے جیسے: كَفَرَةٌ کا واحد کافِرٌ ہے۔
السِّفْرُ: (سین مکسور) کتاب۔ اس کی جمع اَسْفَارٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا: ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔
السُّفْرَةُ: (سین مضموم) وہ کھانا جو مسافر کے لئے بنایا جائے۔ مسافر کی نسبت سے ہی اس کھانے کا نام السُّفْرَةُ پڑا ہے۔ جو بعد میں دسترخوان ہو گیا۔
الْمِسْفَرَةُ: (میم مکسور) جھاڑو۔
السَّفِيْرُ: قوم میں مصالحت کرنے یا کرانے والا ایلچی۔ اس کی جمع سُفَرَاءُ ہے جس طرح فَقِيْهٌ کی جمع فُقَهَاءُ ہے۔
سَفَرَ بَيْنَ الْقَوْمِ يَسْفِرُ: (فاء مکسور) سِفَارَةً (سین مکسور) یعنی اس نے قوم میں مصالحت کرائی۔
سَفَرَ الْكِتَابَ: اس نے کتاب لکھی۔
سَفَرَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے اپنے چہرے سے نقاب یا پردہ ہٹا لیا۔ اسے سَافِرٌ کہتے ہیں۔

سَفَرَ البَيْتَ: اس نے گھر میں جھاڑو پھیری۔ یا جھاڑو سے صفائی کی۔ ان تینوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

سَفَرَ: وہ سفر پر نکلا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَافِرٌ ہے۔ قَوْمٌ سَفْرٌ: اس کی مثال صَاحِبٌ وصَحْبٌ ہے۔

سُفَّارٌ: اس کی مثال رَاكِبٌ اور رُكَّابٌ ہے بمعنی سفر کرنے والی قوم۔

السَّافِرَةُ: مسافر لوگ۔ سَافَرَ مُسَافَرَةً وسِفَارًا: اس نے سفر اختیار کرلیا۔

اَسْفَرَ الصُّبْحُ: صبح روشن ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: أسفِرُوا بالفَجْرِ فَاِنَّهُ اَعْظَمُ للاجْرِ: فجر کی نماز سویرے ادا کیا کرو کیونکہ اس کا بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ نماز کو صبح روشن تک لمبا کیا کرو۔

اَسْفَرَ وَجْهُهُ حُسنًا: اس کا چہرہ خوبصورتی سے دَمک اٹھا۔

س ف ر ج ل - السَّفَرْجَلُ: ایک پھل، بہی۔ اس کی جمع سَفَارِجُ ہے۔

س ف ط - السَّفَطُ: مشروبات کی ایک قسم۔ اس کی جمع الأسفَاط ہے۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ رومی زبان کا لفظ ہے۔

س ف ع - سَفَعَ بِنَاصِيَةِ: اس نے اسے پیشانی سے پکڑا۔

سَفَعَتْهُ النَّارُ والسَّمُوْمُ اذا لَفَحَتْهُ لفحًا يَسِيْرًا فغَيَّرت لَوْنَ البُسْرَةِ: اسے آگ اور گرم ہوا لگی جب اسے آگ اور گرمی کی ہلکی سی لپیٹ لگ گئی۔ تو بُسرہ کھجور کا رنگ تبدیل ہوگیا۔ ان دونوں فعلوں کا باب قَطَعَ ہے۔

س ف ف - سَفَّ الدَّوَاءَ: يَسُفُّهُ: (سین مضموم) سَفًّا۔ استَفَّهُ کا بھی یہی معنی ہے یعنی اس نے دوا پھانک لی۔ اسی طرح سَفَّ السَّوِيْقَ: اس نے ستو پھانکے یعنی بغیر گھولے کھالئے۔ ہر دوا جو معجون بنا کر نہ کھائی جائے سَفوف کہلاتی ہے۔ اس میں سین مفتوح ہے۔

سَفَّةٌ مِنَ السَّوِيْقِ: مٹھی بھر ستو۔

اُسِفَّ وَجْهُهُ النَّؤُورَ اذا ذُرَّعَلَيْهَ: جب اس پر کاجل چھڑکا گیا تو اس کے چہرے کا رنگ پلٹ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: وكَاَنَّمَا اُسِفَّ وَجْهُهُ: گویا اس کے چہرے کا رنگ پلٹ گیا یوں لگتا کہ اس پر کوئی چیز چھڑک دی گئی۔

الإسْفَافُ: نظر کی تیزی اور گرمی۔ کتابوں میں ہے: أنَّ الشَّعْبِيَّ كَرِهَ اَنْ يُسِفَّ الرَّجُلُ النَّظْرَ اِلٰى اُمِّهِ وَابْنَتِهِ وَاُخْتِهِ: امام شعبی رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص

اپنی ماں، بیٹی اور بہن کی طرف تیز یعنی گستاخ اور غصیلی نظروں سے دیکھے۔

السَّفْسَافُ: ردی اور ناکارہ چیز اور حقیر بات۔ حدیث شریف میں ہے: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُحِبُّ مَعَالِی الأمُوْرِ وَیَکْرَہ سَفْسَافَهَا: بے شک اللہ تعالیٰ بلند و بالا یعنی اونچی باتوں کو پسند فرماتا ہے اور گھٹیا اور حقیر باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حدیث میں یَکْرَہُ کے بدلے یُبْغِضُ کا لفظ آیا ہے۔

س ف ق - سَفَقَ البَابَ: اس نے دروازہ پھیر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَسْفَقَهُ فَانْسَفَقَ: اس نے اسے پھیر دیا تو وہ پھر گیا۔ یعنی اس نے اسے لوٹا دیا تو وہ لوٹ گیا۔ ثَوْبٌ سَفِیْقٌ (صَفِیْقٌ): گف کپڑا۔ جس کپڑے کی بُنائی گف ہو یعنی موٹی اور بھاری بھرکم یا بھدی۔

قَدْ سَفُقَ: وہ بے شرم ہوگیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

رَجُلٌ سَفِیْقُ الوَجْهِ: بدرُو، بے شرم انسان۔

س ف ک - سَفَکَ الدَّمَ: اس نے خون گرایا یا خونریزی کی۔

سَفَکَ الدَّمْعَ: اس نے آنسو گرائے۔ یا اشک باری کی۔

السَّفَّاکُ: (سخت خونریز انسان) زبان اور گفتگو پر قدرت رکھنے والا یعنی قادر الکلام۔

س ف ل - السُّفْلُ: (سین مضموم اور مکسور) نشیب۔

السُّفُوْلُ (سین مضموم) السَّفَالُ (سین مفتوح) اور السُّفَالَةُ (سین مضموم) العُلْوُ (عین مضموم و مکسور) اور العُلُوُّ (عین مضموم وواؤ مشدد) اور العَلَاءُ (عین مفتوح اور الف ممدود) بمعنی بلندی کی ضد یعنی نشیب، نچان۔ کہا جاتا ہے کہ قَعَدَ بِسُفَالَةِ الرِّیْحِ وَعُلَاوَتِهَا: وہ ہوا کی بلندی اور نشیب دونوں پر بیٹھا۔ بلندی پر ہوا چلتی ہے اور نشیب اس کے اُلٹ ہے۔

السَّافِلُ: (نشیبی، نشیب میں واقع) العَالِی بمعنی بلند و بالا کی ضد۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

السَّفَالَةُ: (سین مفتوح) کمینگی یا کمینہ پن۔

قَدْ سَفُلَ: اس نے کمینہ پن کیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

السَّفِلَةُ: (سین مفتوح اور فاء مکسور) رذیل گھٹیا لوگ۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ مِنَ السَّفِلَةِ: وہ کمینے اور رذیل لوگوں میں سے ہے۔ سَفِلَةٌ نہیں کہتے۔ کیونکہ یہ صیغہ جمع کا ہے۔ البتہ عام لوگ کہتے ہیں هُوَ رَجُلٌ سَفِلَةٌ مِنْ قَوْمٍ سَفِلٍ:

وہ کمینی اور رذیل قوم کا رذیل انسان ہے۔
اور بعض عرب اسے حرکت کے بغیر تلفظ کرتے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں: فُلانٌ مِنْ سِفْلَةِ النّاسِ: یعنی وہ رذیل اور گھٹیا لوگوں میں سے ہے۔ وہ فاء کی کسرہ کو "س" پر منتقل کر دیتے ہیں۔

س ف ن—سَفِينَةٌ: کشتی۔
السُّفَّان: کشتی والا، یا کشتی بان۔ سفینة کی جمع السَّفِينُ ہے۔ ابن درید کا قول ہے: سَفِينَةٌ بروزن فَعِيلَةٌ بمعنی فاعِلَةٌ ہے۔ گویا وہ پانی کا چھلکا اُتارتی ہے۔

س ف ہ—السَّفَهُ: الحِلْمُ کی ضد بمعنی بے صبری اور بیوقوفی۔ اس کی اصل خفت اور حرکت ہے۔ یعنی یہ حرف اصلاً متحرک اور مخفف ہے۔
تَسَفَّهَ عَلَيْهِ: اس نے اسے سنا دیا۔ اس کے سامنے دانستہ بے وقوف بنا۔
سَفَّهَهُ تَسْفِيهًا: اس نے اسے بیوقوف ٹھہرایا۔
سَافَهَهُ مُسَافَهَةً: اس نے اس سے گالی گلوچ کی۔ کہا جاتا ہے: سَفِيهٌ لا يَجِدُ مُسَافِهًا: بیوقوف انسان کو اسے بیوقوف کہنے والے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یعنی اس کی حرکتیں ہی اسے بیوقوف ظاہر کرنے کو کافی ہوتی ہیں۔ لوگوں کا یہ قول: سَفِهَ نَفْسَهُ، غَبِنَ رَأيَهُ، بَطِرَ، عَيْشَهُ، الِمَ بطنَهُ، وَفِقَ أمْرَهُ اور رَشَدَ أمْرَهُ۔ دراصل سَفِهَتْ نَفْسُ زَيْدٍ اور رَشَدَ أمْرُهُ تھا۔ لیکن جب فعل آدمی کی طرف پھیرا گیا تو مابعد کو نصب دی گئی کیونکہ اس پر فعل واقع ہوا۔ لہٰذا وہ اب سَفَّهَ نَفْسَهُ (سَفَّهَ کا فاء مشدد) کے معنوں میں تبدیل ہوگیا۔ یہ بصریوں کا قول اور الکسائی کا قول ہے۔ ان کے نزدیک منصوب کو مقدم کرنا جائز ہے۔ جس طرح یہ کہنا جائز ہے کہ غُلامَهُ ضَرَبَ زَيْدٌ: الفرّاء کا قول ہے کہ جب فعل اپنی ذات سے اپنے مالک یا فاعل کی طرف لوٹ گیا تو اس کا مابعد مُفسّر ہوگیا تاکہ وہ اس پر دلالت کرے کہ اس میں سفاہت موجود ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اسے سَفِهَ زَيْدٌ نفسًا ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ مُفسّر کو ہمیشہ نکرہ ہونا چاہئے۔ لیکن اسے اس کی اضافت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔ اور اسے تشبیہ کے طور پر نکرہ کی طرف نصب دی گئی۔ اس کے نزدیک یعنی الفرا کے نزدیک اس کی تقدیم جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مُفَسّر کو مقدم نہیں کیا جاتا۔ یہی صورت لوگوں کے اس قول کی ہے کہ: ضِقْتُ بِهِ ذَرْعًا و طِبْتُ بِهِ نَفْسًا: اس کا معنی یہ ہے کہ ضَاقَ ذَرْعِي اور طَابَتْ نَفْسي بِهِ: میری حالت تنگ ہوگئی اور اس سے میری طبیعت

اچھی ہوگئی۔
سَفِهَ الرَّجُلُ: آدمی بیوقوف ہوگیا۔ یعنی اس کی عقل ماری گئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔
سَفَاهًا: (فاء مفتوح) اور سَفِهَ رَأيَهُ تو وہ سَفِهَ کے فاء کو لازما مکسور کہتے ہیں۔ کیونکہ فَعُلَ کا وزن متعدی نہیں ہوتا۔
س ف ی-سَفَتِ الرِّيحُ التُّرَابَ: ہوا مٹی اُڑا لے گئی۔ اس کا اسم فاعل صَفِيٌّ کی طرح سَفِيٌّ ہے۔ اور اس کا باب رَمٰی ہے۔ سِفْيَان (سین اور قاف مکسور) آدمی کا نام۔
س ق ب-السَّقَبُ: (سین اور قاف دونوں مفتوح) قرب، نزدیکی۔ اس کا باب طرب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: الجَارُ أحَقُّ بِسَقَبِهِ: ہمسایہ قرابت دار یا رشتہ دار کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہے۔ ایک روایت کے مطابق سقب صاد مہملہ کے ساتھ صَقَبٌ بھی منقول ہے۔ معنی وہی ہے۔
س ق ر-سَقَرُ: جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔
س ق ط-سَقَطَ الشَّيْئُ مِنْ يَدِهِ: اس کے ہاتھ سے چیز گر گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَسْقَطَهُ هُوَ: اس نے خود گرا دیا یا گرا دی۔

المَسْقَطُ بروزن مَقْعَدٌ بمعنی سُقُوط یعنی گرنا۔ هٰذا الفِعْلُ مَسْقَطَةٌ لِلإنسَانِ مِن اعينِ النَّاسِ: انسان کے لئے یہ فعل لوگوں کی نظروں میں گراوٹ کا باعث ہے۔
المَسْقَطَةُ بروزن المَتْرَبَةُ ہے۔
المَسْقِطُ بروزن المَجْلِس: جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ: هٰذا مَسْقِطُ رأسِهِ: یہ اس کی جائے پیدائش یا جنم بھومی ہے۔ یعنی جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔ سَاقَطَهُ: اس نے اسے گرا دیا۔ الخلیل کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے کہ سَقَطَ الوَلَدُ من بَطْنِ اُمِّهِ: بچہ ماں کے پیٹ سے نیچے گرا۔ اس موقع پر سَقَطَ کی جگہ وَقَعَ نہیں کہتے۔
سُقِطَ فِي يَدِهِ: وہ پشیمان ہوا۔ یا اسے ندامت ہوئی۔ قول خداوندی ہے کہ: وَلَمَّا سُقِطَ فِيْ اَيْدِيْهِم: اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بعض نے اسے سَقَطَ (سین اور قاف دونوں مفتوح) پڑھا ہے۔ گویا انہوں نے اس فعل میں نَدَم کو مضمر کر دیا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ نے اُسْقِطَ فِي يَدَيْهِ کہنا جائز قرار دیا ہے۔ ابوعمرو کا قول ہے کہ اسْقِطَ (باضافہ الف) فعل مجہول بنانا درست نہیں ہے۔
السَّاقِطُ اور السَّاقِطَةُ: اپنے حسب و نسب میں گرا ہوا مرد یا گری ہوئی عورت۔

قَوْمٌ سَقْطَى بروزن مَرْضَى اور سُقَّاطٌ (سین مضموم اور قاف مُشدّد) گری ہوئی قوم۔ بے وقار اور بے عزت قوم۔
تَسَاقَطَ عَلَى الشَّيْئِ: اس نے اپنے آپ کو کسی چیز پر گرا دیا۔
السَّقْطَةُ: (سین مفتوح) ٹھوکر اور لغزش۔ یعنی جو معنیٰ السِّقَاطُ کا ہے جس میں سین مکسور ہے۔
سَقْطُ الرَّمْلِ: ریت کا منقطع، وہ جگہ جہاں ایک حصہ دوسرے حصے سے کٹتا ہو۔
سَقْطُ الوَلَدِ: بچے کا مادرِ شکم سے اپنی ساخت پوری کرنے سے پہلے گر جانا۔
سَقْطُ النَّار: آگ کی چنگاریاں۔ جو آگ سلگاتے وقت نکلتی ہیں۔ (یہ تصور چقماق یا درختوں کی شاخوں کے ذریعے آگ جھاڑنے کے دور کا ہے)۔ ان تینوں لفظوں میں تین لہجے یعنی تلفظ ہیں۔ یعنی ایک میں سین مکسور، دوسرے میں سین مضموم اور تیسرے میں سین مفتوح ہے۔ الفَرّاء کا قول ہے کہ سَقْطُ النَّار میں مؤنث و مذکر دونوں یکساں ہیں۔
أسقطَتِ النَّاقَةُ وغيرُها: اونٹنی یا کسی دوسری مادہ چوپائے نے اپنا بچہ گرا دیا۔ یعنی مکمل ہونے سے پہلے۔
السَّقَطُ: (سین اور قاف دونوں مفتوح) ردّی سامان، ناکارہ سامان۔

السَّقَطُ: کتابت میں غلطی کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَسْقَطَ فِي كَلَامِهِ: اس نے اپنے کلام میں غلطی کی۔
وَتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ فَمَا سَقَطَ بحرفٍ: اس نے ایسی باتیں کہیں کہ ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کی۔ وَمَا اَسْقَطَ حَرْفًا من يعقوب: اس نے یعقوب سے روایت کرنے میں ایک حرف بھی نہیں چھوڑا۔ الفَرّاء نے کہا کہ اس کی مثال دَخَلَ بِهِ وَاَدْخَلَ اور خَرَجَ بِهِ و اَخْرَجَ اور علابه و اعلاه ہے یعنی دونوں صیغوں کا ایک ہی معنیٰ ہے۔
السَّقِيطُ: برف، قدرتی اور مصنوعی دونوں۔ تَسَقَّطَهُ: اس نے اس کے گرنے کی خواہش کی۔ السَّقَّاطُ: (سین مفتوح اور قاف مشدّد) جو ردی اور گری پڑی چیزیں فروخت کرتا ہے یعنی کباڑی۔
حدیث شریف میں ہے کہ: وَكَانَ لَا يَمُرُّ بِسَقَّاطٍ وَلَا صَاحِبِ بِيْعَةٍ اَلَّا سَلَّمَ عليه: نبی کریم ﷺ کسی بھی ردی فروش یعنی کباڑی یا دکان دار کے پاس سے اُسے سلام کیے بغیر نہ گزرتے تھے۔
البِيْعَةُ البَيْع سے مشتق ہے جیسے الرِّكْبَةُ اور الجِلْسَة، الرُّكُوبُ اور الجُلوس سے مشتق ہے۔

س ق ع – السُّقْعُ: بروزن القُفْلُ،

الصُّقع کا ایک اور لہجہ یا لغت ہے۔
خَطِیبٌ مِسْقَعٌ بلند بانگ یا بلند آواز خطیب، یہ مِصْقَعٌ کی طرح ہے۔
س ق ف- السَّقْفُ لِلبَیْتِ: گھر کی چھت۔ اس کی جمع سُقُوفٌ اور سُقُفٌ (سین اور قاف دونوں مضموم) ہے۔ یہ اخفش رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے۔ اس کی مثال رَهْنٌ اور اس کی جمع رُهُنٌ ہے۔ یہ لفظ آیت میں: سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ پڑھا گیا ہے۔ الفراء کا قول ہے کہ سُقُفٌ سَقِیفٌ کی جمع ہے، جس طرح کَثِیبٌ کی جمع کُثُبٌ ہے۔
قَدْ سَقَفَ البَیْتَ: اس نے گھر یا مکان پر چھت ڈال دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
السَّقْفُ: آسمان۔ السَّقَفُ (سین اور قاف دونوں مفتوح) کجی لمبائی/فروتنی کہا جاتا ہے۔
رَجُلٌ أَسْقَفُ: جھکا ہوا یا خمیدہ آدمی۔ ابن السکیت کا قول ہے اسی لفظ سے نصاریٰ کا پیشوا أُسْقُفٌ مشتق ہے۔ کیونکہ وہ عبادت الٰہی میں جھکا رہتا ہے۔ یعنی خشوع وخضوع اور فروتنی کرنے والا ہوتا ہے۔ اور یہ ان کے مذہبی پیشواؤں میں سے ایک ہے۔
س ق م- السَّقَامُ: بیماری۔ اسی طرح السُّقْمُ اور السَّقَمُ بروزن حُزْنٌ اور حَزَنٌ کا معنی بھی یہی ہے۔
قَدْ سَقِمَ: وہ بیمار ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم فاعل سَقِیمٌ بمعنی بیمار۔
المِسْقَامُ: بہت زیادہ بیمار رہنے والا۔
س ق ی- السَّقَاءُ: پینا، نوش کرنا۔ پانی اور دودھ دونوں کے لئے۔
القِرْبَةُ: مشک، مشکیزہ۔ یہ صرف پانی کے لئے مخصوص ہے۔
سَقَاهُ: اس نے اسے پانی پلایا یا اسے سیراب کیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔
أَسْقَاهُ: اس نے اسے سَقْیًا کہا۔
سَقَاهُ اللّٰهُ الغَیْثَ: اللہ تعالیٰ نے اسے بارش سے نوازا یا سیراب کیا۔
وَأَسْقَاهُ: اس نے اسے سیراب کیا۔ اس کا اسم السُّقْیَاءُ (سین مضموم) ہے۔ کہا گیا ہے کہ سَقَاهُ لِشَفَتِهٖ: اس نے اسے پانی پلا کر سیر کر دیا۔
أَسْقَاهُ لِمَاشِیَتِهٖ وَأَرْضِهٖ: اس نے اپنے چوپایوں اور زمین کو سیراب کیا۔
المُسْقَوِیُّ مِنَ الزَّرْعِ: بہت کی کھیتی یعنی دریا کے بہتے پانی سے سیراب ہونے والی کھیتی۔ اس لفظ کو فاء کے ساتھ لکھنا غلطی یا تصحیف ہے۔
المَظْمَئِیُّ: بارانی زمین۔ بارش سے سیراب ہونے والی زمین۔
المَسْقَاةُ: (میم مفتوح) پانی پینے

کی جگہ۔ جس نے اسے میم مکسور کر کے یعنی الْمِسْقَاة پڑھا اس نے اس سے آلہ شُرب مراد لیا۔ مثلاً: مرغ کو پانی پلانے کا برتن۔

سَقِیَ بَطْنُہٗ: اس کے پیٹ میں پانی پڑ گیا۔ یعنی بیماری۔ اس کا باب رَمَی ہے۔

اِسْتَسْقَی: اس کے پیٹ میں زرد پانی جمع ہو گیا۔

میرا کہنا ہے کہ استسقی کا معنی پانی طلب کرنا بھی ہے۔

السِّقْیُ: (سین مکسور) پانی کا حصہ یا باری۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کَمْ سِقْیُ اَرْضِکَ: تمہاری زمین کے پانی کا حصہ کتنا ہے۔ سَقَّاہُ الْمَاءَ: اس نے اسے خوب سیراب کیا۔ قاف مشدّد مبالغے کے لئے ہے۔

سَقَّاہُ: اس نے اسے خوب پلایا۔

سَقَّاکَ اللّٰہ: اللہ تجھے خوب سیراب کرے۔ اسی طرح اَسْقَاہُ کا معنی ہے کہ وہ اسے سیراب کرے۔

الْمُسَاقَاۃُ: غلہ بٹائی پر کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو کھجور کے یا انگور کے باغ میں کام کرنے پر لگانا۔

تَسَاقَی الْقَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کو پلایا۔

اِسْتَقٰی مِنَ الْبِئْرِ: اس نے کنویں سے پانی پیا یا لیا۔ اِسْتَسْقٰی فِی الْقِرْبَۃ وسَقٰی فِیْهَا: اس نے مشکیزے میں سے پانی لیا۔

میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے اس نے مشکیزے میں پانی ڈالا۔ سِقَایَۃُ الْمَاء: پانی پلانا۔ سِقَایَۃُ: جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے وہ یہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے جو پانی کا برتن حضرت بن یامین کے بوجھ میں چھپا کر رکھ دیا تھا وہ شاہی آبخورہ تھا۔

س ک ب - سَکَبَ الْمَاءَ: اس نے پانی اُنڈیلا یا ڈالا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مَاءٌ مَسْکُوْبٌ: جاری پانی۔ آبِ رواں۔ کسی گڑھے کے بغیر زمین کی سطح پر جاری پانی۔ سَکَبَ الْمَاءُ بِنَفْسِہٖ وانْسَکَبَ: پانی خود بخود گرا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا مصدر تَسْکَابًا ہے۔ اَنْسَکَبَ کا معنی بھی یہی ہے۔ مَاءٌ اُسْکُوْبٌ (ہمزہ مضموم) اور مَاءٌ سَکْبٌ یعنی مَسْکُوْبٌ اپنے مصدری معنوں میں بیان کیا گیا ہے جیسے: مَاءٍ صَبٌّ اور مَاءٍ غَوْرٍ: بمعنی بہتا پانی اور گہرا پانی۔

س ک ت - سَکَتَ: وہ خاموش ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ اور نَصَرَ ہے۔ اور مصدر سُکَاتًا (سین مضموم) بھی ہے۔

سَكَتَ الغَضَبُ: غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔
السُّكْتَةُ: (سین مضموم) ہر وہ چیز جس سے بچے وغیرہ کو خاموش کرایا جائے۔ اور سین مفتوح یعنی السَّكْتَةُ: مرض سکتہ۔ غشی اور بیہوشی۔
السِّكِّيتُ اور السَّاكُوتُ: ہمیشہ خاموش رہنے والا شخص۔
السُّكَيْتُ بروزن كُمَيْتُ: گھڑ دوڑ کا آخری گھوڑا۔ بعض اوقات اس لفظ کا کاف مشدد کیا جاتا ہے۔ یعنی اسے سُكَّيْتُ بنایا جاتا ہے۔

س ک ر - السَّكْرَانُ: نشہ میں دھت۔ یہ الصَّاحِي بمعنی بیدار کی ضد ہے۔ اس کی جمع سَكْرَىٰ اور سُكَارَىٰ ہے (سین مفتوح اور مضموم)۔
المَرْأَةُ السَّكْرَىٰ نشہ میں دھت عورت۔ بنی اسد کے قبیلے کے ہاں اس لفظ کا ایک دوسرا لہجہ سَكْرَانَةٌ ہے۔
سَكِرَ: وہ مدہوش ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم السُّكْرُ ہے یعنی نشہ و مدہوشی۔ اس میں سین مضموم ہے۔
أَسْكَرَهُ الشَّرابُ: شراب نے اسے نشہ چڑھا دیا۔
المِسْكِيرُ: بہت زیادہ نشہ کرنے والا۔ یا بہت زیادہ نشہ آور۔
السِّكِّيرُ: (کاف مشدد) ہمیشہ نشہ میں دھت رہنے والا۔ التَّسَاكُرُ: نشہ میں دکھائی دینا اور اصل میں نشہ میں نہ ہونا۔
السَّكَرُ: کھجور کی نبیذ۔ (سین اور کاف دونوں مفتوح)۔ قول خداوندی ہے: تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا: تم اس سے سکر حاصل کرتے ہو یا بناتے ہو۔
سَكْرَةُ المَوْتِ: موت کی سختی۔
سَكَرَ النَّهْرَ: اس نے نہر کو بند کر دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
السِّكْرُ: (سین مکسور) پشتہ بند اور سیلاب۔ قول خداوندی ہے: سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا: ہماری نظریں دہشت زدہ کر دی گئیں۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ: ہماری نظروں پر پردہ ڈالا گیا یا اُن پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اسے بغیر تشدید پڑھا ہے۔ یعنی سُكِرَتْ اور انہوں نے اس کی تفسیر کی ہے کہ ہماری نظروں پر جادو کر دیا گیا۔
السُّكَّرُ: فارسی سے معرّب کلمہ بمعنی شکر، چینی، یا کھانڈ۔ اس کا واحد کا صیغہ سُكَّرَةٌ ہے۔

س ک ف - الإِسْكَافُ: موچی، جُفت ساز۔ اس کی جمع الأَسَاكِفَةُ ہے۔
الأُسْكُوفُ اس کا ایک اور لہجہ یا لغت ہے۔ کہنے والے کا یہ قول کہ عربوں کے ہاں ہر کاری گر کو اسکاف کہتے ہیں، غیر معروف قول ہے۔ الشَّمّاخ کا قول ہے:
وَشُعْبَتَا مَيْسٍ بَرَاهَا إِسْكَافْ

"یعنی شعبے کی کجاوہ سازی کے اوراس میں مہارت موچی کو۔"

(کس قدر انہونی بات ہے) یہ محض توہم کی بناء پر ہے جیسے یہ قول کہ لم یَذُقْ مِن البُقُوْلِ فُستقًا: اس نے سبزیوں میں فُسق یعنی پستہ کبھی نہیں چکھا۔

أُسْکُفَّةُ: دہلیز، چوکھٹ۔

س ک ک--السَّکُّ: کیل، میخ۔

اسْتَکَّتْ مَسَامِعُهُ: اس کے کان بہرے ہو گئے اور تنگ ہو گئے۔ یعنی قوت شنوائی کم ہو گئی۔

السِّکَّةُ: لوہے کا وہ اوزار جس سے زمین یا کھیتی جوتی جاتی ہے۔ السِّکَّةُ کا معنی ایسا راستہ جس کے کناروں پر کھجوروں کے درخت ہوں انہیں معنوں میں لوگوں کا یہ قول ہے کہ: بہترین مال سدھائی ہوئی بچھیری ہے یا وہ راستہ جس کے کناروں پر کھجوروں کے ایسے درخت ہوں جن پر پھل لانے کے لئے پیوندکاری کی گئی ہو۔ میرا کہنا ہے کہ یہ حدیث ہے جس کا ذکر محدثین نے کیا ہے۔ اور ائمہ لغت نے نبی کریم ﷺ سے اسے روایت کیا ہے۔ امام جوہری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو 'ا م ر' کے مادہ کے ذیل میں درج کیا ہے۔ امام جوہری نے اس حدیث کا ذکر یوں کیا ہے کہ وفی الحدیث یعنی حدیث شریف میں آیا ہے۔ اصمعی کہا کرتا تھا کہ یہاں السِّکَّةُ سے مراد لوہے کا وہ ٹکڑا ہے جس سے زمین میں ہل جوتا جاتا ہے اور مابورۃ سے مراد دُرست کیا ہوا یعنی تیز کیا ہوا ہے۔ جوہری کا قول ہے کہ اس سارے کلام کا مطلب ہے کہ بہترین مال گلہ بانی اور زراعت ہے۔ السِّکَّةُ کا معنی گلی اور تنگ راستہ بھی ہے اور سکّة الدَّرَاهِم سے مراد نقش شدہ دراہم ہیں۔

السُّکُّ مِنَ الطِّیب: عربی خوشبو یا عطر کی ایک خاص قسم۔

س ک ن--سَکَنَ الشَّیْئُ: چیز ٹھہر گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

السَّکِیْنَةُ: تسکین اور وقار۔ سَکَنَ دَارَهُ یَسْکُنُها: (کاف مضموم) وہ گھر میں سکونت پذیر ہوا۔ اس کا اسم سُکْنَی ہے۔

اَسْکَنَهَا غَیْرَهُ: اس نے کسی اور کو گھر میں بسایا۔ اس کا مصدر اِسْکَانًا ہے۔ اس کا اسم السُّکْنَ ہے جس طرح الإِعْتَابُ سے اسم العُتْبَی ہے۔

السُّکَّان: رہائش پذیر لوگ۔ اس کا واحد سَاکِنٌ ہے۔

السُّکَّانُ: کشتی کے پچھلے حصے یعنی دُم کو بھی کہتے ہیں۔

المَسْکِنُ: (کاف مکسور) گھر اور

مکان۔ اہل حجاز اس لفظ میں کاف کو مفتوح پڑھتے ہیں۔
السَّکْنُ بروزن الجَفْنُ: گھر والے، اہل خانہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ: حَتّٰی اِنَّ الرُّمَّانَۃَ تُشْبِعُ السَّکْنَ: یہاں تک ایک انار سارے گھر والوں کو سیر کردے گا۔
السَّکَنُ: (سین اور کاف مفتوح) آگ۔
السَّکَنُ: ہر وہ چیز یا بات جس سے تمہیں سکون ملے۔
المِسْکِیْنُ: فقیر محتاج۔ مادہ 'ف ق ر' کے ذیل میں اس کی پوری تفصیل وتفسیر درج ہے۔ مِسکین کا معنی ذلت اور کمزوری بھی ہو سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے تَسَکَّنَ اس نے سکون حاصل کیا اور تَمَسْکَنَ وہ مسکین ہو گیا۔ اس کی مثال تَمَدْرَعَ: اس نے زرہ پہن لی اور تَمَنْدَلَ اس نے مندیل یعنی رومال ہاتھ میں لیا۔ لیکن یہ شاذ ہے۔ ازروئے قیاس تَسَکَّنَ وتَدَرَّعَ اور تَنَدَّلَ ہونا چاہئے جس طرح تَشَجَّعَ اور تَحَلَّمَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَیْسَ المِسْکِیْنُ الَّذِی تردّہ اللُّقْمَۃُ اَولقمتان وانّما المِسْکِیْنُ الَّذِی لایَسْأَلُ وَلَا یُفْطَنُ لَہٗ فَیُعْطٰی: مسکین وہ نہیں جو ایک یا دو لقمہ کے لئے در در کی ٹھوکریں کھاتا ہو بلکہ مسکین وہ ہے جو نہ تو مانگتا ہو نہ اس کی ہیئت کذائی سے پتہ چلتا ہو کہ وہ مسکین اور نادار ہے تاکہ اسے کچھ دیا جائے۔
والمَرْأۃُ مِسْکِیْنَۃٌ ومِسْکِیْنٌ ایضًا: عورت کو مسکینہ اور مسکین بھی کہتے ہیں۔ یعنی مسکین کا لفظ مؤنث کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ لیکن مؤنث کے لئے 'ۃ' کے ساتھ ہی کہا گیا ہے۔ مفعیلٌ اور مِفْعَال کے وزن پر آنے والے اسماء میں مذکر اور مؤنث کی تفریق نہیں ہوتی۔ اور یہ الفقیرۃ کے ساتھ مشابہت کے پیش نظر ہے۔
قَوْمٌ مَسَاکِیْنُ: مسکین لوگ، انہیں مِسْکِیْنُوْن بھی کہتے ہیں۔ اور یہ بات محض اس لئے کہی گئی ہے کہ مؤنث یعنی عورتوں کے لئے مِسْکِیْنَاتٌ کہا گیا ہے۔ اور یہ 'ۃ' تانیث کے داخل ہونے کے باعث ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِسْتَقِرُّوا عَلٰی سَکِنَاتِکُمْ فَقَدْ انقَطَعَتِ الهِجْرَۃَ: اپنے اپنے گھروں بیٹھے رہو۔ بلاشبہ ہجرت منقطع ہو گئی ہے۔ یعنی اپنے اپنے ٹھکانوں میں رہو۔
السِّکِّیْنُ: چھری۔ مذکر اور مؤنث کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔ البتہ یہ زیادہ تر مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

س ل ا - سَلَأ السَّمْنَ: اس نے گھی کو پکا کر صاف کیا یعنی گرم کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اِسْتَلأَهُ: اس نے اسے پکایا۔ اور اس نے اس کا علاج کیا۔ اس کا اسم السِّلاء ہے بروزن الکِسَاءُ۔

س ل ب - سَلَبَ الشَّيْئَ: اس نے چیز چھین لی یا سلب کر لی۔

الإسْتِلابُ: چھیننا۔ اچک کر لے جانا۔

السَّلَبُ (لام مفتوح) و المَسْلُوبُ: چھینی ہوئی چیز اور یہی معنی السَّلِيبُ کا ہے۔

الأسْلُوبُ: فن، طریقہ کار۔

س ل ت - السُّلْتُ: بروزن القُفْلُ: جَو کی ایک قسم جس پر چھلکا نہیں ہوتا۔ ایسے لگتا ہے جیسے: گیہوں ہو۔ رأسٌ مَسْلُوتٌ: مَحْلُوتٌ و مَسْبُوتٌ و مَحْلُوقٌ سب کا ایک ہی معنی مُنڈھا ہوا سر ہے۔

س ل ج - سَلِجَ اللُّقْمَةَ: اس نے لقمہ نگل لیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ اس کا مصدر سَلَجَانًا بھی ہے۔ اسی سے یہ محاورہ بنا ہے کہ: الأخْذُ سَلَجَانٌ و القَضَاء لَيَّانٌ: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی قرض لیتا ہے تو اسے بڑے مزے سے کھاتا ہے لیکن ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے۔

س ل ح - السِّلَاحُ: ہتھیار۔ مذکر کا صیغہ ہے۔ کیونکہ اس کی جمع أسْلِحَةٌ ہے۔ یہ بناء جمع مذکر کے ساتھ مخصوص ہے اس کی مثال حِمار سے أحْمِرَةٌ اور رِدَاء سے أرْدِيَةٌ ہے۔ اسے مؤنث بنانا بھی جائز ہے۔

تَسَلَّحَ الرَّجُلُ: آدمی مسلح ہو گیا یا آدمی نے ہتھیار سجا لئے۔

رَجُلٌ سَالِحٌ: آدمی کے پاس اسلحہ ہے۔

المَسْلَحَةُ بروزن المَصْلَحَةُ: ہتھیار بند قوم یا ہتھیار رکھنے والی قوم یا لوگ۔

المَسْلَحَةُ کا معنی سرحد اور نگرانی کی جگہ بھی ہے یا پہرہ دینے کی جگہ۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَ أدْنَى مَسَالِحِ فَارِس الى العَرَبِ العُذَيْبُ. العُذَيْب: فارس کی عرب کے ساتھ لگنے والی قریب ترین نگرانی کی پوسٹ تھی۔

السُّلَاحُ: پاخانہ، اسہال، یا دست۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

قَدْ سَلَحَ: اسے دست لگے ہیں۔

س ل ح ف - السُّلَحفَاءُ: کچھوا (لام مفتوح) اس کی جمع السَّلَاحِفُ ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ یا لغت السُّلَحْفِيَةُ بھی ہے۔

س ل خ - سَلَخَ جِلْدَ الشَّاةِ: اس نے بکری کی کھال اتاری۔ اس کا باب قَطَعَ

اور نَصَرَ ہے۔

المَسْلُوخُ: جس بکری یا جانور کی کھال اتاری گئی ہو۔

سَلَخْتُ الشَّهْرَ: میں نے پورا مہینہ گزار دیا۔

انْسَلَخَ الشَّهْرُ مِنْ سَنَتِهٖ: سال کا مہینہ ختم ہوا۔

انْسَلَخَ الرَّجُلُ من ثِيابِهٖ: آدمی نے اپنے کپڑے اتار دیے۔ انْسَلَخَ الحَيَّةُ مِنْ قِشْرِهَا: سانپ نے اپنی کیچلی اتار دی۔

اِنْسَلَخَ النَّهارُ مِنَ الليل: دن رات سے باہر نکل آیا۔

س ل س — شَيْئٌ سَلِسٌ: نرم و ملائم چیز۔

رَجُلٌ سَلِسٌ: نرم خو آدمی۔ فرماں بردار اور مطیع۔ اس کا اسم السَّلَاسَةُ ہے۔

فُلَانٌ سَلِسُ البَوْلِ: فلاں شخص کو مسلسل پیشاب آنے کی بیماری ہے۔ جب کسی کو پیشاب پر قابو اور کنٹرول نہ ہو۔

س ل ط — السَّلَاطَةُ: قہر و جبر اور ظلم و زیادتی۔ سَلَّطَهُ اللّٰهُ عليهم تَسْلِيطًا: اللہ ان پر قحط مسلط کرے۔

السُّلْطَان: والی۔ حکمران بادشاہ۔ بروزن فُعْلَان مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں۔ اس کی جمع السَّلَاطِيْنُ ہے۔ السُلْطان کا معنی حجت اور دلیل بھی ہے۔ اس کی جمع نہیں بنتی کیونکہ یہ مصدر کی طرح ہے۔

اِمْرَأةٌ سَلِيْطَةٌ: زباں دراز تیز طرار عورت۔

رَجُلٌ سَلِيطٌ: زباں آور مرد۔ (مرد کے لئے صفت اور عورت کے لئے عیب)۔

السَّلُوطَةُ: زبان درازی اور زبان آوری۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ اَسْلَطُهُمْ: وہ ان میں سے سب سے زیادہ زبان آور شخص ہے۔

السَّلِيْطُ بروزن البَسِيْطُ: عام عرب لوگوں کے نزدیک روغن و تیل اور اہل یمن کے ہاں سمسم یعنی تِل کا تیل۔

س ل ع — السِّلْعَةُ: ساز و سامان۔ جسم میں کسی چیز کا بڑھ جانا بھی۔ مثلاً: غُدّہ جب اسے ہلایا جائے تو حرکت کرتا ہے۔ یہ چنے کے دانے سے لے کر تربوز تک کے حجم کا ہوتا ہے۔

س ل ف — سَلَفَ الأرْضَ: اس نے زمین کو ہموار کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

سَوَّاهَا بالمِسْلَفَةِ: اس نے اسے یعنی زمین کو سہاگے سے ہموار کر دیا یا برابر کر دیا۔

المِسْلَفَةُ کاشتکاری کا وہ آلہ ہے جس سے زمین کو برابر کیا جاتا ہے۔ اردو میں اسے ہنگا کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں

ہے کہ: اَرْضُ الجَنَّةِ مَسْلُوْفَةٌ: جنت کی زمین ہموار اور برابر ہوگی۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ایسی زمین کو مُسْتَوِيَةٌ یا مُسَوَّاةٌ کہیں گے۔
سَلَفَ يَسْلُفُ سَلَفًا: (سین اور لام دونوں مفتوح) گزر گیا۔ القَوْمُ السَّلَافُ: ترقی یافتہ لوگ۔ سَلَفُ الرَّجُلِ: آدمی کے اسلاف، آباؤ اجداد، اس کی جمع اَسْلَافٌ اور سُلَّافٌ ہے۔
السَّلَفُ: (سین اور لام دونوں مفتوح) پیشگی لین دین۔ اس میں قیمت کی ادائیگی معجل ہوتی ہے اور مال کا قبضہ ایک مقررہ مدت کے بعد ہوتا ہے۔ قَدْ اَسْلَفَ فی كذا: اس نے فلاں معاملے میں رقم پیشگی ادا کردی ہے۔
اِسْتَسْلَفَ مِنْهُ الدَّرَاهِم: اس نے اس سے درہم ادھار مانگ لئے۔ تَسَلَّفَ واَسْلَفَهُ: اس نے اسے ادھار دے دیے۔
سَلِفُ الرَّجُلِ: کسی شخص کی بیوی کی بہن یعنی سالی کا خاوند۔ اُردو میں ہم زُلف۔ اسی طرح سِلْفُهُ اس کی مثال كَبِدُ اور كِبْدُ ہے۔ یعنی لام متحرک بالکسرہ بھی ہے اور ساکن بھی۔
السَّالِفَةُ: گردن کے اگلے حصے کی جانب جہاں بالیاں ہنسلی کی ہڈی کے گڑھے کی طرف لٹکائی جاتی ہیں۔
السُّلَافُ: نچوڑنے سے پہلے انگور کا جو رس بہہ نکلتا ہے۔ شراب کو بھی سُلاف کہا جاتا ہے۔
سُلَافَةُ کل شَيْئٍ: ہر چیز کے نچوڑ کا پہلا رس۔
س ل ق-سَلَقَهُ بالكلام: اس نے اسے اپنے کلام سے اذیت دی۔ یا زبان سے تیز کلامی اور بدکلامی کرنا ہے۔ قول خداوندی ہے: سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ: انہوں نے تمہیں اپنی بدکلامی سے اذیت دی۔ سَلَقَ البَقْلَ او البَيْضَ اعلاه بالنار اِغْلَائَةً خفيفةً: اس نے آگ پر رکھ کر ہلکی آنچ پر سبزی یا انڈا ابالا یا پکایا۔ ان تمام کا باب ضَرَبَ ہے۔
السِّلْقُ: ایک پودا جو بطور سلاد کھایا جاتا ہے۔
تَسَلَّقَ الجِدَارَ: وہ دیوار پر لٹک کر چڑھا۔
سَلُوْقُ: یمن میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ جہاں کی زرہیں مشہور ہیں۔ اور سلوقی کتے مشہور ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ سَلُوْقُ ایک شہر کا نام ہے جہاں کے سُلاقی کتے مشہور ہیں۔
س ل ک-السِّلْکُ: (سین مکسور) دھاگا اور تار۔
السَّلْکُ: (سین مفتوح) مصدر۔

پرونا۔ سَلَکَ الشَّیْئَ فِی الشَّیْئِ: اس نے ایک چیز کو دوسری چیز میں پرویا فانْسَلَکَ: تو وہ پروئی گئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی ہے: کَذٰلِکَ سَلَکْنَاهُ فِی قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْن: اسی طرح ہم نے اسے مجرموں کے دلوں میں ڈال دیا۔ اَسْلَکَهُ فِیْهِ بھی اس میں ایک لہجہ یا لغت ہے۔ اصل کتاب میں سَلَکَ الطریق بمعنی وہ راستہ پر چلا، کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ میرا خیال ہے کہ صاحب کتاب اس کا ذکر کرنا بھول گئے۔ کیونکہ اس کو قصداً اور ارادۃً نہیں چھوڑا جا سکتا۔

س ل ل – سَلَّ الشَّیْئَ: اس نے کسی چیز کو کھینچا یا سونتا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ سَلَّ السَّیْفَ واَسَلَّهُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اُس نے تلوار سونت لی۔

سَلَّةُ الخُبز: روٹیوں کی ٹوکری۔

المِسَلَّةُ: بڑی سوئی (میم مکسور) اس کی جمع مسال ہے یعنی سوئے۔

السَّلِیْلُ: لڑکا۔

السَّلِیْلَةُ: لڑکی۔

السُّلَالُ: (سین مضموم) تپ دِق، سل۔ کہا جاتا ہے: اَسَلَّهُ اللّٰه: اللہ اسے تپ دِق میں مبتلا کرے۔ اس کا اسم مفعول مَسْلُوْلٌ ہے یعنی دق زدہ شخص لیکن یہ شاذ ہے۔

سُلَالَةُ الشَّیْئِ: کسی چیز کا نچوڑ۔ جیسے: نطفہ انسان کا سُلالہ یعنی نچوڑ ہے۔

انْسَلَّ مِنْ بَیْنِهِمْ: وہ ان کے درمیان میں سے کھسک گیا۔ تَسَلَّلَ کا بھی یہی معنی ہے۔ تَسَلْسَلَ المَاءُ فِی الحَلْقِ: پانی حلق میں ٹپکا یا جاری ہوا۔

سَلْسَلَهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے پانی ڈالا، ٹپکایا، یا جاری کیا۔ مَاءٌ سَلْسَلٌ وسَلْسَالٌ وسُلَاسِل (سین مضموم) مٹھاس اور صاف ہونے کے سبب سے حلق میں با آسانی ڈھلنے والا پانی۔ کہا گیا ہے کہ یَتَسَلْسَلُ کا معنی یہ ہے کہ جب پانی بہنے لگے یا ہوا سے حرکت کرنے لگے تو یوں محسوس ہو جیسے وہ رسی ہے۔

شَیْئٌ مُسَلْسَلٌ: کڑیوں میں جُڑی ہوئی چیز اسی سے سِلْسِلَةُ الحَدِیْد: لوہے کی زنجیر یا کڑی ماخوذ ہے۔

س ل م – سَلْمٌ: مرد کا نام۔

سَلْمَی: عورت کا نام۔

سَلْمَان: پہاڑ اور مرد کا نام۔

سَالِمٌ: مرد کا نام۔

السَّلْمُ کا معنی استسلام یعنی ہتھیار ڈال دینا بھی ہے۔ اور السَّلْمُ ایک بڑا درخت بھی ہے جو خاردار ہوتا ہے۔ اس کا واحد سَلَمَة ہے۔

سَلَمَة: ایک مرد کا نام بھی ہے۔
السُّلَّمُ: (لام مفتوح) سیڑھی۔ اس کی جمع السَّلالِیمُ ہے۔
السَّلَمُ: سلام۔ السلام علیکم کہنا۔ ابو عمرو نے قرآن کی آیت کو یوں پڑھا ہے: اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّةً: اور السِّلْم سے مراد اسلام لیا ہے۔
السِّلْمُ: صُلح، امن، سلامتی (سین مفتوح اور مکسور) مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں کے لئے۔
السِّـلْمُ و المُسَـالِمُ: تابع مصالحت کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ اَنَـا سِـلْمٌ لِمَنْ سَالَمَنِی: جو مجھ سے مصالحت کرے گا میں اس کے تابع ہوں یا سراپا امن و سلامتی ہوں۔
السَّـلام، السَّلامَـةُ: امن و سلامتی۔
السَّلَامُ: ہتھیار ڈال دینا۔ تابع و فرماں بردار بننا۔
السَّلَامُ مصدر تَسْلِیم کا اسم بھی ہے۔ اور السَّلَامُ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے ایک نام بھی ہے اور السَّلَام کا معنی عیبوں سے بری اور پاک ہونا بھی ہے بقول اُمَیہ۔ قول خداوندی کو: وَرَجُـلًا سَلَمًا پڑھا گیا ہے۔
السُّلَامَیَاتُ: (میم مفتوح) انگلیوں کی ہڈیاں یا جوڑ۔ اس کا واحد سُـلَامَی ہے۔ یہ واحد اور جمع دونوں صیغوں کے لئے اسم بھی ہے۔
السَّـلِیْـمُ: مارگزیدہ۔ سانپ کا ڈسا ہوا آدمی۔ یہ نام رکھنے میں ایسے مریض کے لئے نیک شگونی ہے کہ خدا اسے سلامت رکھے اور بچائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ السَّلِیم اس لئے کہتے ہیں کہ ایسے آدمی نے اپنی صورت حال کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا ہوتا ہے یعنی اس کے بچنے کی امید کم ہوتی ہے۔ قَلْبٌ سَلِیْمٌ: دُرست حالت میں دل۔
سَـلِم (لام مکسور) فُلانٌ مِنَ الآفَاتِ: فلاں شخص آفات سے بچا رہا۔ اس کا اسم سَلامَةٌ ہے۔
سَـلَّمَهُ اللّٰهُ مِنْهَا: اللہ اسے اس سے بچائے۔
سَلَّمَ اِلَیْهِ الشَّیْئَ: اس نے چیز اس کے حوالے کر دی۔ فَتَسَلَّمَهُ: تو اس نے لے لی یا وصول کر لی۔ التَّسْلِیمُ: خوشی سے حکم مان لینا۔ اور کسی کے حوالے کرنا۔
التسـلیم کا معنی سلام اور سلام کرنا بھی ہے۔ اَسْلَمَ فی الطَّعَام: اس نے ادھار کھانا کھایا۔ اَسْلَمَ اَمْرَهُ اِلَی اللّٰه: اس نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا۔ اَسْلَمَ: وہ سلامتی میں داخل ہوا۔ یعنی اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

اَسْــلَـمَ: وہ اسلام میں داخل ہوا۔ یعنی مسلمان ہوگیا۔ اَسْــلَمَهُ: اس نے اسے ذلیل و بے عزت کیا۔

التَّسَــالُم: باہم مصالحت کرنا۔

المُسَالَمَة: مصالحت کرنا۔

اسْتَـلَـمَ الحَـجَـرَ: اس نے حجراسود کا استلام کیا۔ خواہ بوسہ دے کر یا ہاتھ سے چھو کر۔ اسے ہمزہ سے نہیں لکھتے لیکن بعض لوگ اسے الف کی بجائے ہمزہ سے لکھتے اور بولتے ہیں۔

اسْتَسْلَمَ: وہ مطیع وفرماں بردار بن گیا۔

س ل ا—سَلَاعَنْهُ: وہ اس سے بے غم اور بے فکر ہوگیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ سَلِيَ عَنْهُ (لام مکسور) سُلِيًّا کا معنی بھی یہی ہے۔ السَّلْوَى: ایک پرندے کا نام ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میں نے اس کا واحد کا صیغہ نہیں سنا۔ ان کا کہنا ہے کہ لگتا ایسا ہے کہ اس کا واحد کا صیغہ بھی سلوی ہی ہونا چاہئے جس طرح لفظ دِفْلَى واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں ہے۔ السَّلْوَى کا معنی شہد بھی ہے۔

سَــلَّاهُ من هَمِّهِ: اس نے اسے غم اور دکھ میں تسلی دی یا اس کا دکھ دور کیا یا دُکھ درد بانٹا۔

السُّلْوَانَةُ: (سین مضموم) ایک قیمتی پتھر جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ اگر اس پر بارش کا پانی پڑے اور یہ پانی عاشق پیئے تو اس کی بیقراری میں کمی آتی ہے یا اسے تسلی ہوجاتی ہے۔ اس پانی کا نام السُّلْوَان ہے۔ (سین مضموم)۔ نیز لوگ کہتے ہیں کہ السُّلْوَان ایک دوا ہے جس کے پینے سے کسی غمزدہ اور دکھی انسان کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ اطباء اسے المُفَرِّح کہتے ہیں۔

س م ت—السَّمْتُ: راستہ۔ اہل خیر کی تنظیم یا ادارے کو بھی السَّمْتُ کہتے ہیں۔ التَّسمِيتُ بروزن التَّشْمِيتُ: کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کے اسم کا ذکر پڑھنا۔ تَسْمِيتُ العَاطِس (س اور ش دونوں حروف کے ساتھ منقول ہے) کسی چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے پر اسے يَرْحَمُكَ اللّٰه کہنا۔ ثعلب کا قول ہے کہ یہ لفظ سین کے ساتھ بولا جاتا ہے لیکن ابوعبید کا کہنا ہے کہ شین، عربوں کے کلام میں زیادہ اعلیٰ اور کثیر الاستعمال ہے۔

س م ج—سَمُجَ: قبیح یعنی بُرا ہوا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَمْجٌ (میم ساکن) ہے۔ جیسے: ضَخُم سے اس کا اسم فاعل ضَخْمٌ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَمِجٌ بھی ہے۔ جس کی مثال خَشُنَ سے خَشِنٌ ہے بمعنی کھردرا۔ نیز اس کا اسم فاعل سَمِيْجٌ بھی ہے جس کی مثال قَبُحَ سے قَبِيْحٌ ہے۔

قَوْمٌ سِمَاجٌ: بڑے لوگ۔ اس کے وزن کی مثال ضِخَامٌ ہے۔

س م ح — السَّمَاحُ: اور السَّمَاحَةُ: سخاوت اور جود۔ سَمَحَ بِهٖ، يَسْمَحُ (دونوں صیغوں میں میم مفتوح)۔

سَمَاحًا وَسَمَاحَةً: اس نے سخاوت کی۔ سَمَحَ لَهُ: اس نے اسے عطا کیا، اجازت دی۔ سَمُحَ (میم ساکن) وہ سخی بن گیا یا ہو گیا۔ قَوْمٌ سُمَحَاءُ: سخی قوم یا سخی لوگ بروزن فُقَهَاءُ.

اِمْرَأَةٌ سَمْحَةٌ: (میم ساکن) سخی عورت اور نِسْوَةٌ سِمَاحٌ سخی عورتیں۔ (سِمَاحٌ کا سین مکسور)۔

الْمُسَامَحَةُ: ایک دوسرے کو سہولت دینا۔

تَسَامَحُوْا: انہوں نے ایک دوسرے سے مسامحت کی یعنی درگزر کی اور معاف کر دیا۔

س م د — السَّامِدُ: لاپرواہ۔ تکبر سے سر اونچا کیا ہوا انسان۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ تَسْمِيْدُ الْأَرْضِ: زمین میں کھاد ڈالنا۔

السِّمَادُ: کھاد، گوبر اور راکھ۔

س م د ع — السَّمَيْدَعُ: (سین مفتوح) فیاض سردار نرم خو۔ اسے السُّمَيْدَعُ (سین مضموم) نہیں کہنا چاہئے۔

س م ر — السَّمَرُ: الْمُسَامَرَةُ: رات کے وقت باتیں کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا مصدر سَمْرًا (سین اور میم دونوں مفتوح)۔ اس کا اسم فاعل سَامِرٌ ہے۔ السَّامِر اور السُّمَّارُ بھی۔ راتوں کو باتیں کرنے والے لوگ۔ اس کی مثال حاجیوں کو حُجَّاج اور حَاجّ کہنے کی ہے۔

التَّسْمِيْرُ بمعنی التَّشْمِيْرُ: چھوڑ دینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: مَا يُقِرُّ رَجُلٌ اَنَّهُ كَانَ يَطَأُ جَارِيَتَهُ اِلَّا اَلْحَقْتُ بِهٖ وَلَدَهَا فَمَنْ شَآءَ فَلْيُمْسِكْهَا وَمَنْ شَآءَ فَلْيُسَمِّرْهَا: جو شخص اس بات کا اقرار کرے کہ وہ اپنی لونڈی سے مباشرت کرتا رہا تو میں اس لونڈی کے بیٹے کو اس شخص کے ساتھ ملا دوں گا۔ اب جو چاہے اسے رکھ لے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے التشمیر (شین منقوط کے ساتھ) تھی، تو انہوں نے شین کو سین میں بدل دیا۔

السُّمْرَةُ: گندمی رنگ۔ تم کہتے ہو سَمُرَ (میم مضموم اور مکسور) اس کا رنگ گندمی ہو گیا۔ اس کا مصدر سُمْرَةٌ ہے۔

اِسْمَارَّ، اِسْمِيْرَارًا کا بھی یہی معنی ہے۔

السَّمْرَاءُ: (الف ممدود) گیہوں یا

گندم۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا معنی گندم اور ہوا ہے۔

السَّمُرَةُ: (میم مضموم) ببول کے درخت کا رنگ یا درخت اس کی جمع سَمُرٌ بروزن رَجُلٌ، سَمُرَاتٌ اور جمع قلت اَسْمُرٌ ہے۔

المِسْمَار: کیل میخ۔

سَمَرَ الشَّيْئَ: اس نے کسی چیز میں کیل ٹھونکی۔ یا کیل لگا کر مضبوط کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ سَمَّرَهُ تَسْمِيْرًا کا معنی بھی یہی ہے۔

السُّمَيْرِيَّةُ: کشتی کی ایک قسم۔ سُمیری کشتی۔

س م ط — السِّمْطُ: دھاگا جس میں منکے یا دانے پروئے ہوئے ہوں۔ ورنہ اسے سلک کہیں گے۔

السِّمْطُ: جس کی جمع السُّمُوْط ہے کا معنی وہ ڈوریاں ہیں جو زین کے ساتھ لٹکائی جاتی ہیں۔ سَمَّطَ الشَّيْئَ (تَسْمِيْطًا) اس نے ڈوریوں کے ساتھ کوئی چیز لٹکا دی یا باندھ دی۔

المُسَمَّطُ: ایسا شعر جو عروضی اجزاء پر منقسم ہو یا ایسی رباعی جس کا چوتھا مصرعہ دوسری رباعی کے چوتھے مصرع کے ہم قافیہ ہو۔ سُمِّطَ فی قَافِيَةٍ مخالفةٍ: شعر جو مخالف قافیے پر کہے گئے۔ ایسے قصیدے کو مُسَمَّطَة یا سِمطيه کہتے ہیں۔ مثلاً: شاعر کا قول:

وَشَــيْـبَـةٍ كـالـقَـسِـمِ
غـيـر سُـود اللِّمَـمِ
دَاوَيْـتُـهَـا بـالـكَـتَـمِ
زورًا وبُـهْـتَـانًـا

امرئِ القيس کے دو قصیدے سمطیّہ ہیں جن میں ایک قصیدہ درج ذیل ہے:

وَمُسْتَلْئِمٍ كَشَفْتُ بِالرُّمْحِ ذَيْلَهُ
اَقَمْتُ بِعَضْبٍ ذی سَفَاسِقَ مِثْلَهُ
فَجَعْتُ بِهٖ فی مُلْتَقَى الحَيِّ خَيْلَهُ
تَرَكْتُ عِتَاقَ الطَّيْرِ تَحْجُلُ حَوْلَهُ
كَاَنَّ علٰى سِرْبَالِهٖ نَضْحَ جِرْيَالِ

السِّمَاطَان من النخل والناسِ: درختوں اور لوگوں کی دونوں اطراف۔ کہا جاتا ہے کہ مَشَى بَيْنَ السِّمَاطَيْنِ: "وہ دو اطراف کے درمیان چلا۔"

سَمَطَ الجَدْىَ: اس نے بکری کے بچے کے جسم کے بال اتارے یا کاٹے اور اسے گرم پانی سے صاف کیا تاکہ اسے بھونے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اور اسم فاعل سَمِيْطٌ اور اسم مفعول مَسْمُوْطٌ ہے۔

س م ع — السَّمْعُ: سَمْعُ الإنْسَان: انسان کا سننا۔ یہ واحد بھی ہو سکتا اور جمع

بھی۔ مثلاً: قول خداوندی: خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِم وعَلٰى سَمْعِهِم: اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی۔ کیونکہ یہ اصلاً سَمِعَ کا مصدر ہے۔ اس کی جمع أسْمَاعٌ بنائی جاتی ہے اور جمع الجمع اَسَامِعُ ہے۔ فَعَلَهُ رِيَاءً وسُمْعَةً: اس نے یہ کام ریاکاری اور شہرت کے لئے کیا۔

اِسَّمَّعَ لَهُ: اس نے اس کی بات پر کان دھرا۔ یعنی غور سے سنا۔ یہی معنی تَسَمَّعَ اِلَيْهِ اور اسَّمَّعَ اليه کا ہے جس میں ادغام ہوا ہے۔ قرآن کی یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے: لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى المَلَأ الاَعْلٰى. اور کہا جاتا ہے تَسَمَّعَ اِلَيْهِ سَمِعَ اِلَيْهِ اور سَمِعَ لَهُ سب کا ایک ہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا القُرآن: اس قرآن کی طرف دھیان نہ دو، اور یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے۔ لَا يَسْمَعُوْنَ اِلَى المَلَأ الْأَعْلٰى: یہاں يَسْمَعُوْن کا میم مشدّد نہیں ہے۔

تَسَامَعَ بِهِ النَّاسُ: لوگوں نے یہ بات ایک دوسرے کو سنادی۔

اَسْمَعَهُ الحَدِيْثَ: اس نے اسے بات سُنادی۔

سَمَّعَهُ: اس نے اسے گالی دی۔ قول خداوندی ہے: وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ اس کی تفسیر اخفش رحمہ اللہ نے یوں کی ہے کہ تو نہ سُنے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: اَسْمِعْ بِهِم وَاَبْصِر: ازراہ تعجب کہ قیامت میں خدا کے حضور پیشی کے وقت وہ کیسے سننے والے اور کہنے اور دیکھنے والے ہوں گے یعنی ان کی حالت دیدنی ہوگی۔

المُسْمِعَةُ: مُغنّیہ، گانے والی عورت۔

سَمَّعَ بِهِ تَسْمِيْعًا: اس نے اُسے مشہور کردیا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ فَعَلَ كَذا سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ اَسَامِعَ خَلْقِهِ يَوْمَ القِيٰمَةِ: جس نے ایسا فعل کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کو لوگوں کے کانوں تک پہنچادیں گے۔

سَمَّعَهُ الصَّوْتَ تَسْمِيْعًا اور اَسْمَعَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے اسے آواز سُنادی۔

السَّامِعَةُ، السَامِعُ، کا ایک ہی معنی ہے یعنی سننے والا۔

السُّمَّعُ: گانے والا مرد۔

س م ق — السُّمَّاقُ: (میم مشدّد) ایک درخت جس کے پتوں سے چمڑا رنگا جاتا ہے اور جس کے بیج تُرشی بنانے کے کام آتے ہیں۔

س م ک — سَمَكَ اللّٰهُ السَّمَاءَ: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

سَمَکَ الشَّيئُ: چیز بلند ہوئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ سَمْکُ البَیْتِ: (سین مفتوح) گھر کی چھت۔

السَّمَکُ: مچھلی۔ اس کا واحد اور جمع الجمع سِمَاکٌ اور سُمُوْکٌ ہے۔

س م ل — السَّمَلُ: الخَلَقُ مِنَ الثِّیَابِ: پھٹے پرانے کپڑے۔ سَمَلَ الثَّوْبُ: کپڑا پھٹ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَسْمَلَ: اس نے پرانا کر دیا۔

سَمْلُ العَیْنِ بحدِیْدَةٍ مُحْمَاة: گرم لوہے کے ساتھ آنکھ پھوڑنا۔

س م م — السُّمُّ: سوراخ، اسی سے سَمُّ الخِیَاطِ (سین مفتوح و مضموم) سوئی کا ناکہ ماخوذ ہے۔ السُّمُّ (سین مفتوح و مضموم) اسی طرح اس سے السُّمُّ القَاتِلُ: (قاتل زہر) ماخوذ ہے۔ اس میں بھی السُّم کا میم مفتوح بھی ہے اور مضموم بھی۔ اور اس کی جمع سُمُوْمٌ، اس سے سِمَامٌ اور مَسَام الجَسَدِ، جسم کے سوراخ بھی ماخوذ ہے۔ سَمَّهُ: زہر نے اسے بیمار کر دیا۔

سَمَّ الطَّعَامَ: اس نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ ان دونوں کا باب رَدَّ ہے۔

السَّامَّةُ: خواص۔ کہا جاتا ہے کہ: کَیْفَ السَّامَّةُ والعَامَّةُ: عوام و خواص کا کیا حال ہے۔

السَّامَّةُ: زہریلی۔

سَامٌّ: کوڑھ۔ سَامُّ اَبْرَصَ: چھپکلی، سب سے بڑی چھپکلی۔

السَّمُوْمُ: گرم ہوا۔ مؤنث ہے۔ اس کی جمع سَمَائِمُ ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے: السَّمُوْمُ بالنّهار وقد تكُوْنُ بالليل والحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وقَدْ تكُوْن بالنّهار: کہ بادِ سموم تو بالعموم دن کو چلتی ہے لیکن کبھی کبھی رات کو بھی چلتی ہے اسی طرح بادِ حَرور رات کو چلتی ہے اور کبھی کبھی دن کو بھی چلتی ہے۔

السِّمْسِم: تل کے دانے۔

س م ن — السَّمْنُ: گھی، اس کی جمع سُمْنَانٌ ہے جس طرح عَبْدٌ کی جمع عُبْدَانٌ ہے۔

سَمَنَ الرَّجُلُ الطَّعَام: آدمی نے کھانے میں گھی ڈال دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

طَعَامٌ مَسْمُوْنٌ وسَمِیْنٌ: گھی دار کھانا۔

السَّمَّانُ: اگر اسے گھی فروش کے معنوں میں لیا جائے تو یہ منصرف ہو گا اور اسے السَّمّ یعنی زہر سے مشتق قرار دیا جائے تو معرفہ ہونے کی حیثیت سے غیر منصرف ہو گا۔

سَمَّنَ القَوْمَ تَسْمِیْنًا: اس نے قوم کو گھی

فراہم کیا۔

التُّسْمِيْنُ: اہل طائف اور اہل یمن کی لغت یا لہجے میں ٹھنڈا کرنا۔

السَّمِيْنُ: فربہ، یہ المَهْزُول کمزور کی ضد ہے۔

قَدْ سَمِنَ: وہ فربہ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِب ہے۔ اس کا اسم فاعل سَمِيْنٌ: فربہ شخص ہے۔ تَسَمَّنَ کا بھی یہی معنی ہے۔

سَمَّنَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے فربہ کیا۔ مثل ہے کہ سَمِّنْ كَلْبَكَ يَاكُلْكَ: اپنے کتے کو گھی کھلا کر فربہ کرو وہ تم ہی کو کاٹ کھائے گا۔

السُّمْنَةُ: (سین مضموم) ایک دوا جس سے عورتیں فربہ ہوتی ہیں۔

اسْتَسْمَنَهُ: اس نے اسے فربہ خیال کیا یا سمجھا۔ نیز اسْتَسْمَنَهُ: اس نے اس سے گھی مانگا۔ السُّمَانَى: ایک پرندہ۔ اسے مشدّد کر کے السُّمَّانى نہیں کہنا چاہئے۔ اس کا واحد کا صیغہ سُمَانَاةٌ ہے اور جمع سُمَانَيَاتٌ ہے۔

السُّمَنِيَّةُ: (سین مضموم اور میم مفتوح) بت پرستوں کا ایک فرقہ جو تناسخ کا قائل ہے اور غیب کی خبروں کے واقع ہونے کے منکر بھی ہیں۔ غالبًا ہندو جو آواگون کے قائل ہیں۔ اور آخرت کی باز پرس کے منکر۔

س م ہ ر–السَّمْهَرِيَّةُ: سخت نیزہ۔ کہا گیا ہے کہ یہ نیزے سَمْهَر نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہیں جو نیزے اور بھالے سیدھے کرتا تھا۔ اسی کی نسبت سے رُمْحٌ سَمْهَرِی اور رِمَاحٌ سَمْهَرِية مشہور ہوا۔

س م ا–السَّمَاءُ: آسمان۔ مذکر مؤنث دونوں صیغے یکساں۔ اس کی جمع اَسْمِيَةٌ اور سمٰوٰتٌ ہے۔ وہ چیز جو تمہارے اوپر سایہ فگن ہو السَّمَاء کہلاتی ہے۔

السَّمَاء بارش کے لئے بھی استعارہ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: مَازِلْنَا نَطَأُ حَتّٰى اَتَيْنَاكُمْ: ہم بارش میں بھیگتے تمہارے پاس آگئے یا ہم برستی بارش میں بھی تمہارے پاس آگئے۔ السُّمُوُّ: بلندی، اونچائی۔ اسی سے سَمَوْتُ اور سَمَيْتُ مشتق ہے بمعنی میں اوپر چڑھا۔ اس کی مثال عَلَوْتُ وَعَلَيْتُ اور سَلَوْتُ و سَلَيْتُ ہے۔ یہ ثعلب کے قول کے مطابق ہے۔

وَفُلَانٌ لَايُسَامَى وَقَدْ عَلَا مَن سَامَاهُ: فلاں شخص سے کوئی آدمی اوپر نہیں جا سکتا لیکن جو اس سے اوپر چلا گیا وہ بلندی پر پہنچا۔

تَسَامُوْا: بلندی پر جانے میں انہوں نے

ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔
السَّمَاوَةُ: بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے جو بڑے شہروں کی طرف واقع ہے۔
سَمَّيْتُ فُلَانًا زَيْدًا وسَمَّيْتُهُ بِزَيْدٍ: دونوں کا ایک معنی ہے۔
أَسْمَيْتُهُ فَتَسَمَّى بِهِ: میں نے اس کا نام رکھا تو وہ اس نام سے مشہور ہوا یا اس کا یہ نام پڑ گیا۔ **هُوَ سَمِيُّ فُلَانٍ**: وہ فلاں شخص کا ہم نام ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کہتے ہیں کہ **هُوَ كَنِيُّهُ** یعنی وہ اس کا ہم کنیت ہے۔ قول خداوندی ہے: **هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا**: کیا تم اس کا کوئی ہم نام جانتے ہو، یعنی اس کی نظیر جو اس جیسا نام رکھنے کا حقدار ہو۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی **مُسَامِيًا يُسَامِيهِ** ہے یعنی ایسا نام والا جس کا نام اُس جیسا ہو۔
الإِسْمُ، سَمَوْتُ سے مشتق کلمہ۔ اس کا معنی بلند آواز اور بلندی ہے۔ اور اس کی تقدیر **أُفْعٌ** بمعنی بلندی ہے۔ اس سے واوَ ہٹ گئی۔ کیونکہ اس کی جمع **أَسْمَاء** ہے۔ اور اس کی تصغیر **سُمَيٌّ** ہے۔ البتہ اس کی تقدیر کی اصل میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کی تقدیر کی اصل **فِعْلٌ** ہے اور بعض نے کہا کہ **فُعْلٌ** ہے۔ دونوں کی جمع **أَسْمَاءٌ** ہے جس طرح **جِذْعٌ** کی جمع **أَجْذَاع** اور **قُفْل** کی **اقفال** ہے۔ اس کے صیغے کے ادراک کا دارو مدار سماع پر ہے۔ اس میں چار لغات یا لہجے ہیں:
(۱،۲) **اِسْمٌ**: (ہمزہ مکسور و مضموم)۔
(۳،۴) **سِمٌ** (سین مکسور و مضموم)۔
سُمًا: (سین مضموم اور الف مقصور) پانچواں لہجہ ہے۔
اسم کا الف الفِ وصل ہے۔ شاعر نے شاید ضرورت شعری کے پیش نظر اسے حذف کر دیا ہے۔ **اَسْمَاء** کی جمع **أَسَامٍ** ہے۔ الفرّاء نے بتایا کہ **أُعِيذُكَ بِأَسْمَوَاتِ اللّٰه تعالىٰ**: میں تمہیں خدا تعالیٰ کے ناموں کی پناہ میں دیتا ہوں۔

س ن ح—سَنَحَ: میری یوں رائے ہے یعنی مجھے یہ سُوجھا ہے۔ اس کی باب **خَضَعَ** ہے۔

س ن د—فُلَانٌ سَنَدٌ: فلاں آدمی سند یعنی با اعتماد ہے۔
سَنَدَ الى الشَّيْئِ: اس نے کسی چیز پر تکیہ لگایا یا ٹیک لگائی۔ اس کا باب **دَخَلَ** ہے۔ **اسْتَنَدَ اِلَيْهِ** کا معنی بھی یہی ہے۔
اسْنَدَ غَيْرَهُ: اس نے کسی اور پر اعتماد کیا۔
الإِسْنَادُ فِى الحَدِيْث کا معنی ہے کہ حدیث کو اپنے بیان کرنے والے تک پہنچانا۔
خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ: کثرت کے باعث گڑھی ہوئی یا نصب کی ہوئی لکڑیاں۔

سِنْدٌ: (سندھ) ایک ملک یا علاقے کا نام۔ سِندھ پاکستان کا ایک صوبہ۔ واحد کے لئے سِندیٌّ اور جمع کے لئے سِنْدٌ اس کی مثال زِنْجِیٌّ اور زِنْجٌ ہے۔

س ن ر — سِنَّوْرٌ: بلی۔
اس کی جمع سَنَانِیْرُ ہے۔

س ن ط — السِّنَاطُ: (سین مکسور) کھودا شخص جس کے داڑھی مونچھ بالکل نہ ہو۔
یہی معنی السِنُّوط اور السِّنَوطی کا ہے۔

س ن م — السَّنَامُ: کوہان۔ اس کی جمع اسنِمَةٌ ہے۔
تَسَنَّمَهُ: اس نے اسے اونچا کیا۔ قول خداوندی ہے: وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيم: اس میں تسنیم کے پانی کی ملاوٹ ہوگی۔ مفسرین کا قول ہے کہ تَسْنِیْمٌ جنت کے ایک چشمے یا پانی کا نام ہے۔ اس کا یہ نام تسنیم اس لئے پڑا ہے کہ یہ جنت کے کمروں اور محلات کے اوپر بلندی پر بہتا ہے۔
تَسْنِيْمُ القَبْرِ: قبر کا کوہان کی طرح بنانا۔ اس کی ضد تَسْطِيْحُ القبر ہے۔ یعنی قبر کو اوپر سے برابر اور ہموار کر دینا۔

س ن ن — السَّنَنُ: راستہ۔ کہا جاتا ہے کہ اسْتَقَامَ فلانٌ علی سَنَنٍ وَاحِدٍ یعنی فلاں آدمی ایک ہی طریقے پر جما رہا یا ڈٹا رہا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِمْضِ علی سَنَنِکَ وسُنَنِکَ: تم اپنے راستے پر چلو۔ یا اپنی سیدھ میں اپنے رُخ پر چلو۔
تَنَحَّ عَلَى سَنَنِ الطَّرِيق: راستے کے کنارے سے چلو۔ اس لفظ کے تین تلفظ یا لہجے ہیں:
(۱) سَنَنٌ.
(۲) سِنَنٌ.
(۳) سُنَنٌ.
السُّنَّةُ: سیرت۔ کردار اور طرز عمل۔
الحَمَأُ المَسْنُوْنُ: بدبودار کیچڑ۔
سَنَّ السِّكِّيْنَ: اس نے چھری تیز کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
المِسَنُّ: وہ پتھر جس پر چھری چاقو تیز کرتے ہیں۔ یہی معنی السَّنَان اور السِّنَان کا ہے۔
سِنَانُ الرُّمْحِ: نیزے کا پھل۔ اگلا لوہے والا حصہ۔ اس کی جمع اسِنَّةٌ ہے۔
السَّنُوْنُ: دانت صاف کرنے کا منجن۔
اسْتَنَّ الرَّجُلُ: آدمی نے منجن سے دانت صاف کئے۔
السِّنُّ: دانت۔ اس کی جمع الأَسْنَانُ ہے اور اَسْنَانُ کی جمع اَسِنَّةٌ ہے۔ اس کی مثال قِنٌّ کی جمع اَقْنَان اور اَقْنَان کی جمع اَقِنَّة ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: وإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الخَصِبِ فَاعْطُوا الرُّكَبَ اَسِنَّتَهَا: جب تم سرسبز اور

شاداب زمین اور کھیتوں میں سفر کر رہے ہو تو اپنی سواریوں کے منہ بند رکھو۔ یعنی ان کو لوگوں کی کھیتیاں چرنے سے روکو۔
میرا کہنا ہے کہ الرُّکُب جمع ہے الرکُوب کی۔ جس طرح زُبُرٌ زبور کی اور عُمُدٌ عمود کی جمع ہے۔
السِّنُّ مؤنث ہے اور اس کی تصغیر سُنَیْنَةٌ ہے۔ اور السِّنُّ سے عمر مراد لی جاتی ہے۔
سِنَّةٌ من الثوم: لہسن کی ایک کرُی یا گٹھ۔
سِنُّ القَلَمِ: قلم کی نِب۔ یعنی قلم کا وہ حصہ جو گھڑا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَطِلْ سِنَّ قَلَمِکَ اپنے قلم کی تراش لمبی بناؤ۔ وَسَمِّنْهَا اور اس کو موٹا یعنی چوڑا بناؤ۔ وَحَرِّفْ قَطَّکَ اور اپنے قلم کا قط تیز رکھو وَاَیْمِنْهَا اور اسے دائیں رُخ رکھو۔
اَسَنَّ الرَّجُلُ: آدمی بوڑھا ہو گیا۔ یا عمر رسیدہ ہو گیا۔
المَسَانُّ مِنَ الإبِلِ: بوڑھے اونٹ۔ اس کی ضد الفَتاء یعنی جوان اونٹ ہے۔
س ن ہ – السَّنَةُ: سال۔ اس کی جمع السِّنِیْنَ ہے۔ اس لفظ کے ناقص ہونے میں دو قول ہیں۔ ایک قول 'واؤ' ہے اور دوسرا قول 'ہ' ہے۔ اس کی اصل السَّنْهَةُ ہے بروزن الجَبْهَةُ اور اس کی تصغیر سُنَیْهَةٌ اور سُنَیَّةٌ ہے۔ اسْتَاجَرَهُ مُسَانَاةً وَمُسَانَهَةً اس نے اسے سالوں کے حساب سے کرائے پر لیا یا ملازم رکھ لیا۔
جب تم اس کی جمع بناؤ تو سین کو مکسور کر دو بعض لوگ اسے مضموم کر دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کی جمع سِنِیْنٌ اور مِنَةٌ کی جمع مِئِیْنٌ بناتے ہیں، یعنی اسے مرفوع کرتے ہیں اور آخر میں تنوین دیتے ہیں۔ اور اس کا اعراب واحد کی طرح کرتے ہیں۔
میرا کہنا ہے کہ شعر میں یہ بات اکثر دیکھنے میں آتی ہے اور وہاں یاء لازماً لکھی اور بولی جاتی ہے۔ مثلاً: قول خداوندی: ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ: اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ یعنی سِنِیْنَ ثلاث اور مائة کا بدل ہے۔ یعنی اصل عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ لَبِثُوْا لِلْمِائَةِ مِنَ السِّنِیْنَ: اس نے مزید کہا کہ اگر السِّنُون کو المائة کی تفسیر سمجھا جائے تو مجرور ہے اور اگر یہ ثلاث کی تفسیر ہے تو یہ منصوب ہے۔ قول خداوندی ہے: لَمْ یَتَسَنَّهْ یعنی برسوں نے اس میں تبدیلی اور تغیر پیدا نہیں کیا۔
العَسَنَةُ: باسی پن جو روٹی اور پانی وغیرہ میں واقع ہوتا ہے یا آتا ہے۔ مثلاً: باسی روٹی کو خُبْزٌ مُعَسَّنَةٌ کہا جاتا ہے۔
سِنَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و س ن'.
سَنَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س ن ہ' اور بذیل مادہ 'س ن ا'.

س ن ا—السَّنَا: (الف مقصور) روشنی۔ آسمانی بجلی کی روشنی یا چمک۔

السَّنَا: ایک جڑی یا بوٹی بھی ہے جس کو بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے۔ برصغیر میں اسے 'برگِ سَنا' کہتے ہیں۔

السَّناء: بلندی۔ اس میں الف ممدود ہے۔

السَّنِيُّ: بلندوبالا۔

اَسْنَاهُ: اس نے اسے اونچا کیا۔ بلندی پر لے گیا۔ وَسَنَّاهُ تَسْنِيَةً: اس نے اسے کھولا اور آسان بنایا یا ہموار کیا۔ الفراء کے بقول: تَسَنّٰی کا معنی تَغَيَّرَ یعنی بدل گیا۔ ابوعمرو کا قول ہے کہ لَمْ يَتَسَنَّ کا معنی ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ قول خداوندی: مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ: میں مَسْنُوْنٍ سے مراد متغیر ہے۔ یہاں ایک نون یاء میں تبدیل ہو گیا جس طرح تَقَضَّضَ میں ایک ضاد کو 'ی' میں بدل دیا گیا ہے۔

المُسَنَّاةُ: پشتہ۔

السَّانِيَةُ: آب برداری کے لئے استعمال ہونے والی اونٹنی۔ اس سے ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ سَيْرُ السَّوَانِي سَفَرٌ لا يَنْقَطِعُ: آب بردار اونٹنی کا چلنا ایسا سفر ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا۔

السَّنَةُ: جب تم اسے 'ۃ' سے پڑھو، تو گویا تم نے اس میں 'واؤ' کم کر دیا۔ اس صورت میں اس کا یہ باب ہوگا۔ تم کہتے ہو کہ اَسْنَى الْقَوْمُ یعنی لوگوں نے کسی ایک مقام پر ایک سال گزارا۔

س ہ ب—اَسْهَبَ: اس نے زیادہ باتیں کیں۔ ایسے شخص کو مُسْهَبٌ کہیں گے۔ (ھاء مفتوح ہے) اسے ھاء مکسور کر کے مُسْهِب نہیں کہنا چاہئے۔ ایسا کہنا بہت نادر ہے۔

س ہ د—السُّهَادُ: بیداری، جاگنا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

سَهَّدَه تَسْهِيْدًا: اس نے اسے جگایا یا جگائے رکھا۔ اس کا اسم مفعول مُسَهَّدًا ہوگا یعنی بیدار، جاگتے رہنے والا۔

س ہ ر—السَّهَرُ: بیداری، جاگنا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل سَاهِرٌ بمعنی بیدار ہے اور دوسرا اسم فاعل سَهْرَانٌ ہے۔ اَسْهَرَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے بیدار کیا یا بیدار رکھا۔

رَجُلٌ سُهَرَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: بہت زیادہ جاگنے والا۔

السَّاهِرَةُ: روئے زمین۔

س ہ ل—السَّهْلُ: میدان۔ ہموار جگہ، الجبل: پہاڑ کی ضد۔

اَرْضٌ سَهْلَةٌ: ہموار میدانی زمین۔ السَّهل کے ساتھ صفت نسبتی سُهْلِيٌّ

ہے۔ (س مضموم خلاف قیاس ہے)۔
اَسْهَلَ الْقَوْمُ: قوم میدانی علاقہ بن گئی۔
رَجُلٌ سَهْلُ الخُلق: خوش خلق و خوش مزاج شخص۔
السُّهُوْلَةُ: سہولت۔ زمین کی نرمی۔ الحُزُونَةُ کی ضد ہے جس کا معنی زمین کی سختی ہے۔
سَهُلَ الْمَوْضِعُ: جگہ نرم ہو گئی۔ اس کا مصدر سُهُوْلَة (سین مضموم) ہے۔
اَسْهَلَ الدَّوَاءُ طَبِيْعَتَهُ: دواء نے اس کی طبیعت آسان اور نرم کر دی۔
التَسْهِيْلُ: دوسروں کو آسانی اور سہولت فراہم کرنا۔
التَّسَاهُلُ: سستی کرنا، درگزر کرنا۔
اسْتَهَلَّ الشَّيْئَ: اس نے کام کو یا بات کو سہل جانا یا سمجھا۔ سُهَيْلٌ ایک سیارہ یا ستارہ۔

س ہ م—السَّهْمُ: تیر۔ اس کی جمع السِهَامُ ہے۔ السَّهْمُ کا معنی حصہ بھی ہے۔ اس کی جمع السُّهْمَانُ ہے۔
المُسَهَّمُ: کشیدہ کاری کی ہوئی چادر۔ کڑھائی کی ہوئی چادر۔
سَاهَمَهُ: اس نے اس کے ساتھ قرعہ ڈالا۔
اَسْهَمَ بَيْنَهُمْ: اس نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔
اسْتَهَمُوْا: انہوں نے قرعہ ڈالا۔
تَسَاهَمُوْا: انہوں نے باہم قرعہ ڈالا۔

س ہ ا—السُّهَا: ہلکا ستارہ۔ لوگ اس کے ذریعے اپنی آنکھیں یا قوت بصیرت جانچتے ہیں یا چیک کرتے ہیں۔
السَّهْوُ: غفلت، بھول، سہو۔ قَدْ سَهَا عَنِ الشَّيْئِ: اسے کسی بات میں سہو ہو گیا۔ یا بھول ہو گئی۔ اس کا باب عَدَا اور سَمَا ہے۔ اس کا اسم فاعل سَاهٍ اور سَهْوَانُ: غافل اور غفلت شعار ہے۔

س و ء—سَاءَهُ: اس نے اسے دکھ پہنچایا۔ اس کی ضد سَرَّهُ اس نے اسے خوشی دی ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ مَسَاءَةٌ (الف ممدود) وَمَسَائِيَةٌ (ہمزہ مکسور) اس کا مصدر ہے اور اس کا اسم السُّوْءُ: میں سین کو مضموم پڑھا گیا ہے۔ اور اس کا معنی ہزیمت، شکست اور برائی ہے۔ اور السَّوْءُ (سین مفتوح) بھی پڑھا گیا ہے جو المَسَاءَة مصدر سے مشتق ہے۔ تم هُوَ رَجُلُ سَوْءٍ، اضافت کے ساتھ کہتے ہو اور رَجُلُ السَّوْءُ لیکن تم الرَّجُلُ السَّوْءُ نہیں کہتے۔ تم الحَقُّ اليَقِيْنُ اور حَقُّ اليَقِيْنِ کہتے ہو کیونکہ السَّوْءُ شخص نہیں ہے۔ اور اليقين، حق ہے۔ رَجُلُ السُّوْءِ (سین مضموم) نہیں کہتے۔
السُّوْءَى: برائی، یہ الحُسْنَى کی ضد

ہے۔ اور آیت میں اس کا معنی آگ ہے۔
السَّیِّـئَـةُ دراصل سَیْوِئَـةٌ ہے واؤ یاء میں تبدیل ہو گئی اور پہلی یاء میں اس کا ادغام ہوگیا۔ قول خداوندی میں کہا گیا: مِنْ غَیْرِ سُوْءٍ: یعنی بغیر برص کی بیماری۔
س و ج — السَّاجُ: ایک قسم کا درخت۔ اس کا معنی سبز رنگ کا ریشم بھی ہے۔ اس کی جمع سِیْجَان بروزن تِیجان ہے۔
س و ح — سَاحَةُ الدَّارِ: گھر کا صحن۔ اس کی جمع سَاحٌ، سَاحَاتٌ اور سُوْحٌ بروزن رُوْحٌ ہے۔
س و د — سَاد قَوْمَه: اس نے اپنی قوم کی سرداری یا قیادت کی۔ اس کا باب کَتَبَ ہے۔ اس کا مصدر سُوْدَدًا بھی ہے۔ (اس میں سین مضموم ہے) اور سَیْدُوْدَةٌ (سین مفتوح) ہے اور اسم فاعل سَیِّدٌ ہے۔ سَیِّدٌ کی جمع سَادَةٌ ہے۔
سَوَّدَهُ قَوْمُهُ: (واؤ مشدد ہے) اس کی قوم نے اسے سردار بنایا۔
هُوَ اَسْوَدُ مِنْ فُـلَانٍ: وہ فلاں شخص سے زیادہ بڑا سردار ہے۔ تم کہتے ہو کہ هُوَ سَیِّد قَوْمِه: وہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اس سے تمہاری مراد زمانہ حال ہے یعنی زمانہ حال میں اپنی قوم کا سردار ہے۔ لیکن اگر تم مستقبل کے لئے کہنا چاہو تو پھر تم هُوَ سَـائِدُ قَـوْمِـه کہو گے یا سَائِدٌ قَوْمَهُ (دال منون) کہو گے۔
السَّـوَادُ: سیاہ رنگ۔ ان معنوں میں تم کہتے ہو: اِسْـوَدَّ الشَّیْئُ: چیز سیاہ ہو گئی یا چیز کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ اس کا مصدر اسْوِدَادًا ہے یعنی (اِسْوَادَّ اسْوِیْدَادًا) اَسْوَدُ کا صیغہ تصغیر اُسَیِّدًا اور اُسَیْوِدُ ہے جس کا معنی ہے کہ اس کا رنگ سیاہ رنگ کے قریب ہے۔ اس کی تصغیر ترخیم سُوَیْدٌ ہے۔
الأَسْـوَدُ: سانپوں میں سے سب سے بڑا سانپ جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع الأَسَاوِدُ ہے۔ کیونکہ یہ اسم ہے۔ اور اگر یہ صفت ہو تو اس کی جمع فُـعْـل کے وزن پر ہوگی۔ السَّـیِّـدُ من المَعْزِ: بڑی عمر کی بکری۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ثَنِیُّ الضَّأنِ خَیْرٌ مِنَ السَّیِّدِ من المَعْزِ: اگلے دو دانت گری ہوئی بھیڑ عمر رسیدہ بوڑھی بکری سے زیادہ بہتر ہے۔
السَّوَاد کا معنی شخص یا شخصیت بھی ہے۔
سَوَادُ الأَمِیْرِ: امیر کا عملہ یا ساز و سامان۔
سَواد البَصْرَة والکوفة: بصرہ اور کوفہ کے دیہات۔
سَوَادُ القَلْبِ: دل کا دانہ۔ اسی طرح اَسْوَدُهُ، سَوِدَاءُه اور سُوَیْدَاؤُهُ سب کا معنی ایک ہی ہے۔
سَوَادُ النَّاس: عام لوگ، پبلک۔

س و ر-السُّوْرُ: شہر کی فصیل۔اس کی جمع اَسْوار اور سِیْرَانٌ ہے۔
السُّوَرُ: سورۃ کی جمع بھی ہے۔جیسے بُسْرَۃٍ کی جمع بُسْرٌ ہے۔اور یہ بناء (عمارت) کی ہر منزل ہے۔ اسی سے قرآن کی سُورۃ بھی ماخوذ ہے کیونکہ یہ مرحلہ وار نازل ہوئی ہے اور یہ سورتیں ایک دوسرے سے الگ اور کٹی ہوئی ہیں۔اس کی جمع سُوَرٌ ہے۔ اسی میں واؤ مفتوح ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس کی جمع سُوُرَاتٌ بنائی جائے۔ اس میں واؤ کی ساکن اور مفتوح دونوں صورتیں ہوں گی۔
السِّوَارُ بمعنی کنگن کی جمع اَسْوِرَۃٌ ہے۔اور اس کی جمع الجمع اَسَاوِرَۃٌ ہے۔قرآن کی یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے: فَلَوْلَا اُلْقِیَ عَلَیْہِ اَسَاوِرَۃٌ مِنْ ذَھَبٍ: اس پر سونے کے کنگن کیوں نازل نہیں کئے گئے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ یعنی اَسَاوِرَۃٌ اَسَاوِرَ کی جمع ہو۔
قول خداوندی ہے: یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ: جنت میں اہل جنت کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ابو عمرو کا قول ہے کہ اس کا واحد اِسْوَار ہے۔
سَوَّرہ تَسْوِیْرًا: اس نے اسے کنگن پہنایا۔
فَتَسَوَّرَہٗ: تو اس نے کنگن پہن لیا۔
وَتَسَوَّر الحائطِ: وہ دیوار پر چڑھا۔

سَوْرَۃُ الغَضَبِ: غضب اور غصے کا حملہ۔
سَوْرَۃُ الشَّراب: شراب کا سر اور دماغ پر حملہ اور غلبہ۔
سَورۃ الحُمَۃ: ڈنک کی شدت۔
سَوْرَۃُ السُّلْطَانِ: بادشاہ کی شان و شوکت و دبدبہ اور زیادتی۔

س و س-سَاس الرَّعِیَّۃَ: اس نے رعایا کی سیاست کی۔اس کا مصدر سِیَاسَۃٌ (سین مکسور) ہے۔
السُّوْسُ: کیڑا جو اون اور اناج میں پڑجاتا ہے۔سَاسَ الطَّعَامُ یَسَاسُ (سُوسًا) اناج میں کیڑے پیدا ہوگئے۔ اسی طرح اَسَاسَ الطَّعَامُ اور سَوَّسَ تَسْوِیْسًا کا بھی یہی معنی ہے۔

س و ط-السَّوْطُ: کوڑا۔جس سے مارا جاتا ہے۔اس کی جمع اَسْوَاطٌ اور سِیَاطٌ ہے۔
سَاطَہٗ: اس نے اسے کوڑے سے مارا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔قول خداوندی ہے: فَصَبَّ عَلَیْھِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ: پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔یہاں سَوْطَ عذاب سے مراد عذاب کا حصہ ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد عذاب کی شدت ہے۔ کیونکہ عذاب کوڑے کے ذریعے دیا جاتا ہے۔

السَّوْطُ کا معنی ایک چیز کو دوسری چیز میں ملانا بھی ہے۔ اسی سے المِسْوَاطُ ماخوذ ہے یعنی وہ لکڑی جس سے ایک چیز کو دوسری چیز میں ملایا جائے۔ سَوَّطَهُ تَسْوِيطًا: اس نے اسے ملایا اور اس عمل کو کثرت سے کیا۔

س و ع - السَّاعَةُ: موجودہ وقت۔ اس کی جمع السَّاعُ اور السَّاعَاتُ ہے۔

عَامَلَهُ مُسَاوَعَةً: اس نے اس کے ساتھ گھنٹوں کے حساب سے کام کرنا طے کیا، یا کام کیا۔ یہ اسی طرح جس طرح مُيَاوَمَةٌ کہتے ہیں یعنی دہاڑی داری کے حساب سے کام کرنا یا روزانہ اجرت کے حساب سے کام کرنا۔ یہ لفظ صرف انہیں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

السَّاعَةُ: قیامت۔

سُوَاعٌ: (سین مضموم) ایک بُت کا نام جسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔

س و غ - سَاغَ الشَّرَابُ: پانی یا شراب بغیر تکلیف سے حلق سے ڈھلی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

سَاغَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پلایا یا پلائی۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔ یہ متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ عمدہ اور بہتر تعبیر یہ ہے کہ: اساغه غيره: قول خداوندی ہے: يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يَسِيغُهُ: وہ دوزخ کے مشروب یعنی پانی کے گھونٹ تو بھرے گا لیکن اسے حلق سے نہیں اتار سکے گا۔

سَاغَ لَهُ مَا فَعَلَ: اس نے جو کچھ کیا وہ جائز تھا۔

سَوَّغَ لَهُ غَيْرُهُ تَسْوِيغًا: کسی اور نے اس کے لئے جائز کر دیا۔

س و ف - المَسَافَةُ: مسافت، دوری، فاصلہ۔ اس لفظ کی اصل السَّوْف ہے جس کا معنی سونگھنا ہے۔ مصدر یہ ہے کہ جب کوئی راہبر یعنی راستہ دکھانے والا کسی جنگل یا دشت میں سفر کر رہا ہوتا تو مٹی اُٹھا کر سونگھتا ہے تا کہ اسے معلوم ہو سکے کہ وہ صحیح سمت میں سفر کر رہا ہے یا غلط سمت میں۔ اس کے بعد اس لفظ کا استعمال کثرت سے ہونے لگا۔ یہاں تک کہ فاصلہ کا یہی نام پڑ گیا۔

السَّافُ: دیوار کی چنائی کا ہردرا۔ سیبویہ کا قول ہے کہ سَوْفَ کلمہ تنفیس ہے جس کا بعد میں وقوع نہ ہو۔ کیا تم دیکھتے نہیں جب تم کہتے ہو کہ سَوَّفْتُهُ میں نے اسے بار بار سَوْفَ کہا یعنی میں یہ کام عنقریب کروں گا۔ اس فعل سے الگ نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ حرف سین کی جگہ ہے جو سَيَفْعَلُ میں استعمال ہوتا ہے۔ لوگوں کا یہ قول ہے کہ

فُلَانٌ يَقْتَاتُ السَّوْفَ یعنی وہ خواہشات پر زندگی گزارتا ہے۔
التَّسْوِيف: ٹالنا، ٹال مٹول کرنا۔

س و ق-السَّاقُ: پنڈلی۔ اس کی جمع سُوْقٌ ہے اور اس کی مثال أَسَدٌ اور أُسْدٌ ہے۔ دوسری جمع سِيقَانٌ اور أَسْوُقٌ ہے۔
سَاقُ الشَّجَرة: درخت کا تنا۔ سَاقُ حُرٍّ: قمری کا نر۔ قول خداوندی ہے: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ: جس دن شدت ہوگی۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ: قَامَتِ الحَرْبُ على سَاقٍ: لڑائی میں شدت آ گئی۔
سَاقَةُ الجَيْشِ: فوج کا پچھلا حصہ۔
السُّوْقُ: مارکیٹ۔ مؤنث و مذکر دونوں کے لئے یکساں۔
تَسَوَّقَ القَوْمُ: لوگوں نے خرید و فروخت کی۔
السُّوْقَةُ: الملک یعنی بادشاہ کی ضد یعنی رعایا۔ واحد اور جمع یکساں ہیں۔ اسی طرح مؤنث و مذکر بھی یکساں ہیں۔ ممکن ہے اس کی جمع سُوَقٌ (واؤ مفتوح) ہو۔
سَاقَ المَاشِيَةَ: اس نے چوپائے ہانکے۔ اس کا باب قَالَ اور قَامَ ہے۔ اس کا اسم فاعل سَائِق اور سَوَّاق ہے۔ واؤ پر تشدید مبالغہ کے لئے دی گئی۔
اسْتَاقَهَا فَانْسَاقَتْ: اس نے اسے ہانکا تو وہ چل پڑی۔ سَاقَ إِلَى امرأتِهِ صَدَاقَهَا: اس نے اپنی بیوی کو حق مہر ادا کیا۔ السِّيَاقُ: جان نکالنا۔
السَّوِيقُ: ستو۔

س و ک-السِّوَاک: مسواک۔ ابو زید کا قول ہے کہ اس کی جمع سُوُكٌ ہے۔ واؤ مضموم ہے۔ اس کی مثال کتاب کی جمع كُتُبٌ ہے۔
سَوَّكَ فَاهُ تَسْوِيكًا: اس نے اپنے منہ کو مسواک کر کے صاف کیا۔ اگر اسْتَاكَ اور تَسَوَّكَ کہیں تو پھر بعد میں فم یعنی منہ کا ذکر ضروری نہیں۔

س و ل-سَوَّلَتْ لَهُ نَفْسُهُ: اس کے نفس نے اس کے لئے بات پر رونق اور خوش نما بنائی۔

س و م-السُّوْمَةُ: (س مضموم) علامت، نشانی، نشان۔ وہ علامت جو بکری کے گلے میں ڈالی جاتی ہے۔ اور جنگ میں بھی۔ اسی سے تَسَوَّمَ ماخوذ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَسَوَّمُوا فَإِنَّ المَلٰئِكَة قَدْ تَسَوَّمَتْ: نشان یا علامت لگا لیا کرو کیونکہ ملائکہ نے بھی نشان لگایا ہے۔
الخَيْلُ المُسَوَّمَةُ: پلے ہوئے گھوڑے۔
المُسَوَّمَةُ: بطور علامت داغے ہوئے گھوڑے۔ قول خداوندی ہے: مُسَوِّمِينَ: اخفش کا قول ہے کہ اس کا معنی

نشان زدہ ہے۔ اور مُرسلین یعنی بھیجے ہوئے۔

سَوَّم فِیْهَا الخَیْلَ: اس نے اس میں گھوڑوں کو چرنے کے لئے کُھلا چھوڑ دیا۔ اسی سے لفظ السَّاعَة مشتق ہے۔ یعنی چرنے والے چوپائے۔ مَسَوّمین میں یاء اور نون ہونے کی وجہ ہے کہ اس میں شامل گھوڑے اور ان کے سوار ہیں۔ یعنی گھوڑے نشان زد ہیں جبکہ ان گھوڑوں پر ان کے سوار بھی ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ علامہ جوہری رحمہ اللہ نے جس اِشکال کا ذکر کیا ہے وہ محلِ نظر ہے۔

قول خداوندی ہے: حِجَارَةً مِنْ طِینٍ مُسَوَّمَةً: یعنی ان مٹی کے پتھروں پر گویا مہریں لگی ہوئی ہیں۔ السَّام: موت، مرگ

سَامٌ: حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام، وہی عربوں کا مورثِ اعلیٰ ہے۔

السُّوامُ اور السَّائم دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اور وہ چرنے والا مال ہے۔

سَامَتِ الْمَاشِیَةُ: مویشی نے چر لیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور چرنے والے چوپائے کو سَائمةٌ کہیں گے۔

السَّائم اور السَّائمة کی جمع سَوَائمُ ہے۔

اَسَامَهَا صَاحِبُهَا: مویشی یعنی جانور کو اس کے مالک نے چراگاہ کی طرف ہانک دیا۔ قول خداوندی ہے: فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ: (تم اس میں مویشیوں کو چَراتے ہو)

السَّومُ فی المُبَایَعَة: خرید و فروخت یا لین دین میں بھاؤ چکانا۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں: سَاوَمَةَ سِوَامًا (سین مکسور) اس نے اس کے ساتھ بھاؤ چُکایا۔

اسْتَامَ عَلَیَّ: اس نے مجھ سے بڑھ کر بھاؤ یا نرخ پیش کیا۔

السِّیْمِیَ: (یاء مقصور بدل واؤ) علامت، آثار، نشان۔ قول خداوندی ہے: سِیْمَاهُمْ فی وُجُوْهِهِمْ: ان کے چہرے ان کا نشان یا علامت ہے۔ السِّیْمَاء اور السِّیْمِیَاء میں الف ممدود بھی آتا ہے۔

س و ا — السَّوَاء: برابری۔ قول خداوندی ہے: فَانْبِذْ عَلَیْهِمْ عَلَی سَوَاءٍ: تو ان کا عہد اُن کی طرف پھینک دو اور برابری کا جواب دو۔

سَوَاءُ الشَّیْئِ: کسی چیز کا وسط۔ قول خداوندی ہے: فِیْ سَوَاءِ الجَحِیْم: دوزخ کے وسط میں۔

سَوَاءُ الشَّیْئِ: کسی چیز کے سوا، علاوہ اور غیر۔ الاعشیٰ کا شعر ہے:

وَمَا عَدَلَتْ عن اَهْلِهَا لسوائکا

یہاں سَوَاء بغیر کے معنوں میں استعمال

ہوا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لفظ سِوَی جب غیر کے معنوں میں استعمال ہو یا عدل کے معنوں میں استعمال ہو تو اس کے تین لہجے ہیں۔ سین کو مضموم یا مکسور ہونے کی صورت میں آخر میں یاء مقصور آئے گا۔ اور اگر سین مفتوح ہو تو آخر میں الف ممدود ہوگا۔ چنانچہ کہیں گے مَکَانٌ سُوًی و سِوًی اور سَوَاءٌ یعنی دو فریقوں کے درمیان۔ میرا کہنا ہے کہ اسی سے قول خداوندی ہے: مَکَانًا سُوًی اور تمہارا یہ کہنا کہ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ سُوَاکَ و سِوَاکَ اور سِوَائِکَ یعنی تمہارے علاوہ یا تمہارے بغیر۔ ھُمَا فی ھٰذا الأمرِ سَوَاءٌ: وہ اس معاملے میں برابر ہیں۔ اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ ھُمَا سَوَاءَانِ، وھُمْ سَوَاءٌ سب کے لئے ھُمْ اَسْوَاءٌ اور ھُمْ سَوَاسِیَةٌ بروزن ثَمَانِیَة: لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔ بقول الفراء: ھٰذَا الشَّیْئُ لا یُسَاوِیْ کَذا: یہ چیزیں برابر نہیں ہوتی۔ لَمْ یَعْرِف ھٰذا لا یَسْوَی کَذا: اسے پتہ نہیں کہ یہ یوں برابر نہیں ہوتی۔ اور ھٰذا لا یُسَاوِیْه: یہ چیز اس کے برابر نہیں ہے۔ سَوَّیْتُ الشَّیْئَ تَسْوِیَةً فاسْتَوَی: میں نے ایک چیز کو برابر کیا یعنی اچھی طرح سنوارا تو وہ برابر ہوگئی یا سنور گئی۔

قَسَمَ الشَّیْئَ بَیْنَهُمَ بالسَّوِیَّةِ: اس نے ان دو کے درمیان چیز برابر تقسیم کر دی۔

رَجُلٌ سَوِیُّ الخَلْقِ: برابر ساخت کا آدمی، یعنی راست قامت شخص یعنی سیدھا۔

استَوی من اعْوِجَاج: وہ ٹیڑھے پن سے سیدھا ہوگیا۔ اسْتَوَی عَلٰی ظَهْرِ دَابَّتِهٖ: وہ اپنی سواری پر ٹھیک طرح بیٹھ گیا۔ اسْتَوَی اِلَی السَّمَاء: اس نے آسمان کی طرف قصد کیا یا توجہ کی۔

اسْتَوی: قابض ہوگیا اور غلبہ پالیا۔ شاعر کا قول ہے:

قَدْ اِسْتَوَی بِشرٌ علی العِرَاقِ
مِنْ غَیْرِ سَیْفٍ وَدَمٍ مُهْرَاقِ

”بشر عراق پر بغیر تلوار چلائے اور خون بہائے قابض ہوگیا۔“

اسْتَوی الرَّجُلُ: آدمی کی جوانی ڈھل گئی۔ قَصَدَ سِوَی فُلان: اس نے فلاں شخص کے بغیر قصد کیا۔ یعنی فلاں کے سوا کسی اور کا قصد یا ارادہ کیا۔ شاعر کا قول ہے:

ولأصْرِفَنَّ سِوَی حُذَیْفَةَ مِدْحَتِی

”میں حذیفہ کے سوا ہرگز کسی کی مدح اور تعریف نہیں کروں گا۔“

اسْتَوی الشَّیْئُ: چیز برابر ہوگئی یعنی معتدل ہوگئی۔ اس کا اسم السَّوَاء ہے۔ کہا

جاتا ہے کہ سواءٌ عَلَيَّ اَقُمتُ اَمْ قَعَدتُ: میرے لئے برابر یعنی ایک جیسا ہے کہ تم کھڑے رہو یا بیٹھے رہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِذَا تَسَاوَوْا هَلَكُوْا: جب انہوں نے برابری کی تو ہلاک ہوگئے۔

میرا کہنا ہے کہ امام الازہری نے ان کا یہ قول دُہرایا کہ لا يَزَال النَّاسُ بِخَيْرٍ ما تبايَنُوا فاذا تَسَاوَوْا هلَكُوا: ترجمہ: ''جب تک لوگوں کے درمیان دوری اور فرق رہے گا تب تک لوگ خیر و عافیت میں رہیں گے لیکن جب ایک دوسرے کی برابری کرنے لگیں گے تو ہلاک ہوں گے۔'' اس کی اصل یہ ہے کہ لوگوں میں بھلائی نادر ہے لیکن برائی میں سب برابر ہوگئے اور ان میں بھلائی والا کوئی شخص نہ رہے تو سمجھو وہ ہلاک ہو گئے۔ امام نے یہ نہیں بتایا کہ کیا یہ حدیث ہے۔ اسی طرح الہر وی نے بھی شَرح الغریبین میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ قول خداوندی ہے: لَوْ تَسَوّٰى بِهِمُ الأرض: اگر خدا ان کے اوپر زمین برابر کر دیتا یعنی زمین کو ان کے اوپر ہموار کر کے برابر کر دیتا اور وہ زمین کے تلے دب جاتے۔

س ی ب — السَّائبةُ: دورِ جاہلیت میں جس اونٹنی کو بطور نذر وغیرہ آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ام البحیرہ ہے۔ جب کوئی اونٹنی دس اونٹنیاں جنتی تو اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا یعنی اس سے بار برداری کا کام نہ لیا جاتا تھا۔ نہ اس پر سواری کی جاتی تھی نہ اس کا دودھ پیا جاتا تھا۔ صرف اس کا بچہ اس کا دودھ پیتا تھا یا پھر مہمان کو دیا جاتا تھا۔ مرتے دم تک اس اونٹنی کو اسی حالت میں رکھا جاتا تھا۔ اور جب وہ مرجاتی تو اس کا گوشت مرد عورتیں سب کھاتے تھے۔ اور اس کی سب سے آخری بچی اونٹنی کا کان کاٹ دیا جاتا تھا۔ اسے البَحِيرَہ کہا جاتا تھا۔ اور مرنے والی اونٹنی جو اس کی ماں کے درجے کی ہوتی اسے سَائبة کہتے تھے۔ اس کی جمع سُيَبٌ ہے۔ اس کی مثال نَائحةٌ کی جمع نُوَحٌ اور نائمةٌ کی جمع نُوَمٌ ہے۔ السَّائبة غلام کو بھی کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اپنے غلام کو کہہ دیتا کہ اَنتَ سَائبةٌ، تو وہ غلام آزاد ہو جاتا تھا۔ اور اس کے بعد اس غلام کا اپنے اس آقا کے ساتھ وِلاء کا کوئی تعلق باقی نہ رہتا تھا۔ بلکہ وہ اپنا مال جہاں چاہتا رکھ سکتا تھا۔ اس سے ممانعت آئی ہے۔

السَّيَابُ: بلح کھجور اور السَّيَابَة: کچی کھجور کا ایک دانہ۔

س ی ح — سَاحَ المَاءُ: پانی زمین کی

سطح پر بہہ گیا، یا جاری ہوا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ السَّیْحُ: آب رواں، جاری پانی کو بھی کہتے ہیں۔ سَاحَ فِی الأَرض یَسِیحُ سَیْحًا وسُیُوْحًا وسِیَاحَةً اور سَیَحَانًا (یاء مفتوح) وہ چلا گیا، یا اس نے ملک کی سیاحت کی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا سِیَاحَةَ فِی الاسْلَامِ: اسلام میں کوئی سیاحت نہیں ہے۔ المِسْیَاحُ (میم مکسور) وہ جو شخص ملک کے اندر دوسروں کی چغلی کرتا پھرے اور شر پھیلائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَیْسُوا بالمَسَایِیحِ والمَذَایِیعِ البُذُرُ: وہ در بدر پھرنے والے۔ جھوٹی خبریں پھیلانے والے یا شر پھیلانے والے بدکار لوگ نہیں۔

سَیْحَانُ بروزن رَیْحَانُ: شام میں ایک نہر یا دریا کا نام ہے۔ سَاحِیْنُ (حاء مکسور) بصرہ میں ایک نہر یا دریا کا نام ہے۔

سَیْحُوْن: ایک دریا کا نام ہے۔

س ی ر — سَارَ: وہ چلا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ تَسْیَارًا اور مَسِیْرًا بھی اس کا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بَارَکَ اللّٰہ فِی مَسِیْرِکَ اَیْ فِی سَیْرِکَ: اللہ تمہارے سفر اور چلنے میں برکت دے۔ یعنی تمہارے رویے اور سلوک میں برکت دے۔

سَارَتِ الدَّابَّةُ: سواری چل پڑی۔

سَارَهَا صَاحِبُهَا: اس کے مالک نے اسے چلایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔

السِّیْرَة: طریقہ، روش۔ کہا جاتا ہے کہ سَارِبِهِمْ سِیْرَةً حَسِنَةً: اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھا۔ التَّسْیَارُ (تاء مفتوح) سَیْر سے تفعال کے وزن پر۔

سَایَرَهٗ فَتَسَایَرَ: اس نے اسے ساتھ چلایا تو وہ چل پڑا۔

بَیْنَهُمَا مَسِیْرَةُ یَوْمٍ: ان دونوں کے درمیان ایک دن کی مسافت ہے۔

سَیَّرَهٗ مِنْ بَلَدِه: اس نے اسے اس کے شہر سے نکال دیا۔ یعنی شہر بدر کیا۔

السَّیَّارَة: قافلہ، موجودہ زمانے میں موٹر کار۔

السَّیْرُ: تسمہ، چمڑے کی ڈوری۔ یا پٹہ جو چمڑے سے کاٹا جاتا ہے۔ اس کی جمع سُیُوْر ہے۔ سَائِرُ النَّاس: سارے لوگ۔ اس کا ایک اور لہجہ یا لُغت سَارُ بھی ہے یعنی سَارُ الشَّیْءِ: ساری چیز۔

س ع ی — السِّیَاعُ: (سین مکسور) بھوسہ ملا ہوا مٹی کا گارا جس سے لپائی کی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: سَیَّعَ الحَائِطَ اس نے دیوار کی لپائی کی۔ اس کا مصدر تَسْیِیْعًا ہے۔

الْمِسِيعَةُ: معالجہ۔

س ی ف–السَّيْفُ: تلوار۔اس کی جمع أَسْيَاف اور سُيُوْف ہے۔

رَجُلٌ سَائِف: صاحب تلوار شخص۔

سَيَّاف: تلوار والا۔

الْمُسَايَفَةُ: آپس میں تلوار سے لڑنا۔ تلوار بازی۔

تَسَايَفُوْا: وہ آپس میں تلواروں سے لڑے۔

س ی ل–السَّيْلُ: سیلاب۔اس کی جمع سُيُوْل ہے۔

سَالَ الْمَاءُ وَغَيْرُهُ: پانی وغیرہ بہا۔اس کا باب بَاعَ ہے اور سَيَلَانًا بھی۔مَسِيْلُ الماء: پانی کے بہنے کی جگہ۔اس کی جمع مَسَايِلُ ہے۔اس کی جمع مُسُلٌ (میم اور سین مضموم) بھی بنتی ہے۔نیز أَمْسِلَةٌ اور مُسْلَانٌ بھی اس کی جمع ہے لیکن یہ خلاف قیاس ہیں۔

السِّيَلَانُ: (سین مکسور) خنجر یا تلوار کا وہ حصہ جو میان کے اندر داخل کیا جاتا ہے یا رہتا ہے۔

سِيْمَى، سِيْمِيَا اور سِيْمَة: دیکھئے بذیل مادہ 'س و م'.

س ی ن–طُوْرُ سِيْنَاءَ: شام میں ایک پہاڑ۔طور بمعنی پہاڑ، کو سِیْنَا نام کے ساتھ اضافت دی گئی ہے یعنی کو وِ سِیْنَا.

سِيْنَا: ایک درخت ہے۔اسی طرح طورِ سینین ہے۔بقول اخفش رحمہ اللہ سِیْنِیْنٌ کا معنی درخت ہیں۔ اور اس کا واحد سِيْنِيْنَةٌ ہے۔اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن میں وارد لفظ کو طُوْرَ سَیْنَاء پڑھا گیا ہے۔

سَيْنَا کا لفظ سین مفتوح ومکسور دونوں کے ساتھ ہے لیکن نحو کے قواعد کی رُو سے سین مفتوح زیادہ عمدہ اور اچھا ہے۔ابو علی کا قول ہے کہ اسے صرف اس لئے منصرف نہیں بنایا گیا کہ اس کو بُقعہ نور کا اسم بنایا گیا۔

س ی ا–السِّيَّانُ: ایک جیسی دو چیزیں۔ہم مثل دو باتیں۔اس کا واحد سِیٌّ ہے۔

ولا سِيَّمَا: یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو استثناء کیلئے استعمال ہوتا ہے۔اس کے ذریعے مستثنٰی ہے جو مرفوع بھی ہوتا ہے اور مجرور بھی۔ اس کی مثال رفع کی: يُعْجِبُنِي الرَّبِيْعُ لاسِيَّمَا أَزْهَارُهُ اور جر کی مثال: يُعجبنى الربيع السّما ازهارِهٖ.

سِيَة: دیکھئے بذیل مادہ 'س و ا'.

سَيِّد: دیکھئے بذیل مادہ 'س و د'.

سِيَّمَا: دیکھئے بذیل مادہ 'س ی ا'.

باب الشین

الشِّین: حروف معجمہ میں سے ایک حرف۔

ش ا ف—الشَّافَةُ: ایک پھنسی یا آبلہ جو پاؤں کے تلوے میں نمودار ہوتی ہے، اسے داغا جاتا ہے جس سے یہ تکلیف جاتی رہتی ہے۔ بطور مثل کہا جاتا ہے کہ اسْتَاصَلَ اللّٰهُ شَافَتَهٗ: اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو جڑ سے اکھاڑ دے جس طرح پاؤں کے تلوے کا آبلہ داغنے سے ختم ہوتا ہے۔

ش أ م—الشَّامُ: ملک کا نام۔ مذکر ومؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے، رَجُلٌ شَامِیٌّ وشَآمٌ بروزن فَعَال اور شَآمِیٌّ بھی یعنی شام کا رہنے والا یا شام سے نسبت رکھنے والا۔ یہ بقول سیبویہ ہے۔ ان معنوں میں شَامٌ نہیں کہنا چاہئے۔ ضرورت مندی کے پیش نظر شَآمٌ کہنے کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ ملک کے نسبت کو مختصراً بیان کرتا ہے۔

امْرَأَةٌ شَآمِیَةٌ: شامی عورت اسے شَآمِیَةٌ بھی کہہ سکتے ہیں جس میں یا کو بغیر تشدید بولتے ہیں۔

المَشْأَمَةُ: بائیں طرف، الشُّؤْمُ: نحوست، الیُمْن یعنی برکت کی ضد کہا جاتا ہے کہ رَجُلٌ مَشْؤُمٌ اور مَشْؤُوْمٌ، منحوس آدمی یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: مَا اشْأَمَ فُلَانٌ: فلاں آدمی کس قدر منحوس ہے۔ عام زبان میں کہا جاتا ہے مَا اَیْشَمَهٗ وقَد تَشَاءَم بِهٖ (الف ممدود) اس نے اس سے بدفال لی۔

تَشَأَمَ الرَّجُلُ: آدمی کی نسبت شام سے ہوگئی یعنی وہ شامی بن گیا، جس طرح تَکَوَّفَ وہ کوفی بن گیا کہتے ہیں۔

اَشَامَ: وہ شام آیا۔

شَارٌ وشَارَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ش و ر.

شَاةٌ وشَاهَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ ش و ہ.

ش أ ن—الشَّأْنُ: کام اور حال۔ الشَّأْنُ جس کی جمع الشُّؤُونَ ہے جس کا معنی کھوپڑی سے نکلنے والی آنسوؤں کی رگوں کے جوڑ بھی ہیں، جن سے آنسو آتے ہیں۔

ش ا و—الشَّأْو: غایت، مدت عَذَا شَأْواً: وہ ایک دوڑ دوڑا، الشَّأْوُ: دوڑ لگانے کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ شَأَهُمْ شَأْواً: وہ دوڑ میں ان سے آگے نکل گیا۔

ش ب ب—الشَّبَابُ: جوان یا نوجوان۔ اس کی جمع شَابٌّ اور الشُّبَّانُ ہے۔

الشُّبَابُ: نوجوانی یا جوانی کو بھی کہتے

ہیں۔ اسی طرح نوجوانی کو الشَّبِیْبَہ بھی کہتے ہیں، جو الشَّیْبُ کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَبَّ الغُلامُ: لڑکا جوان ہو گیا اس کا مضارع یَشِبُّ (شین مکسور) اور مصدر شبابًا اور شَبِیبَۃً ہے۔

اِمْرَاۃٌ شَابَّۃٌ اور شَبَّۃٌ کا ایک ہی معنی ہے یعنی جوان عورت۔

الشِّبَابُ: (شین مکسور) گھوڑے کا نشاط یا ترنگ میں ہونا اور اگلی ٹانگیں اٹھانا۔ کہا جاتا ہے کہ: شَبَّ الفَرَسُ یَشِبُّ: (شین مکسور) گھوڑے نے ترنگ میں آکر یا نشاط میں اپنی دونوں ٹانگیں اٹھالیں اور کودنا شروع کیا۔

شَبَّ النَّارَ والحَرْبَ: اس نے آگ اور جنگ کو بھڑکایا۔ اس کا باب ردَّ ہے۔ اس کا مصدر شُبُوْبًا ہے اس میں شین مضموم ہے۔

الشَّبُوب: (شین مفتوح) جس سے آگ جلائی یا بھڑکائی جائے۔

ش ب ث—الشَّبْثُ بالشیئ: چیز کے ساتھ تعلق ہونا۔

الشُّبْثَۃُ: تعلق، علاقہ۔

ش ب ح—الشَّبَحُ: (شین اور باء دونوں مفتوح) شخص اس میں باء ساکن بھی ہو سکتی ہے۔

ش ب ر—الشِّبْرُ: (شین مکسور) بالشت، اس کی جمع اَشْبار ہے۔

الشَّبْرُ: (شین مفتوح) مصدر ہے، شَبَرَ الثوب کا معنی اس نے بالشت سے کپڑا ناپا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ یہ الشِّبْرُ سے ماخوذ ہے جس طرح بُعْثَۃٌ بَاعَ سے ماخوذ یا مشتق ہے۔

ش ب ط—الشَّبُّوطُ: بروزن التَّنُّور: مچھلی کی ایک قسم۔

ش ب ع—الشِّبَعُ: سیر شکمی یہ الجُوْع بمعنی بھوک کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَبِعَ خبزاً ولحماً ومِنْ خبزٍ ولحمٍ وہ روٹی اور گوشت کھا کر یا روٹی اور گوشت سے سیر ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الشِّبْعُ بروزن الدِّرْعُ: اسم ہے، کسی چیز سے سیر ہونے کا رجُلٌ شَبْعَانٌ سیر شکم شخص۔

اِمْرَاۃٌ شَبْعٰی: سیر شکم عورت۔

اَشْبَعَہُ مِنْ جُوع: اس نے اسے بھوک سے سیر شکم کر دیا۔

اَشْبَعَ الثوْبَ من الصِّبْغِ: اس نے کپڑے کو خوب رنگا۔

المُتَشَبِّعُ: اپنے اصل مقدور سے زیادہ نمائش کرنے والا۔ جھوٹی نمائش اور کثرت کا اظہار کرنے والا۔ حدیث شریف میں ہے: المُتَشَبِّعُ بِمَا لاَ یَمْلِکُ

كَلا لِبسُ ثوبَىْ زُوْرًا: اپنے مقدور سے بڑھ کر نمائش کرنے والا ایسا ہے جیسا دو جھوٹے کپڑے پہننے والا ہو۔

عِنْدِی شُبْعَةٌ مِنْ طَعَام: میرے ایک وقت سیر کرنے کے لئے کھانا ہے یعنی ایک وقت کا کھانا ہے۔

ش ب ق –الشَّبَقُ: غلبۂ شہوت۔ اس کا باب طَرِب ہے۔

ش ب ک: ملانا۔ ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا اسی سے لفظ تَشْبِیک الاصَابِع مشتق ہے یعنی انگلیوں کا ایک دوسرے میں داخل کرنا۔

الشُّبَّاکة: کھڑکی یا روشندان۔ اس کی جمع شَبَابِیک ہے۔

الشَّبَکَةُ مِنَ الحَدِیْدِ: لوہے کا جال۔

الشَّبَکَةُ: شکاری کا جال۔ اس کی جمع شِباک ہے۔

اشتَبَکَ الظَّلامُ: تاریکی گہری اور تہ بہ تہ ہوگئی۔

ش ب ل –الشِّبْلُ: شیر کا بچہ۔ اس کی جمع اَشْبُلُ اور اَشْبَالٌ ہے۔

ش ب م –الشَّبَمُ: (شین اور باء دونوں مفتوح) سردی۔ ٹھنڈ۔

قَـدْ شَبِـمَ المَاءُ: پانی ٹھنڈا ہوا اس کا باب طَرِب ہے۔ اسم فاعل شَبِمٌ ہے۔ بمعنی ٹھنڈا اور سرد۔

ش ب ہ –شِبْهٌ و شَبَهٌ: دونوں لہجوں کا ایک ہی معنی ہے۔ صورت یا تصویر کہا جاتا ہے کہ هٰـذا شِـبْـهُـهُ: یہ اس کی تصویر ہے۔ بَیْـنَـهُـمَا شَبَهٌ: ان دونوں کے درمیان مشابہت ہے۔ شَبَـهٌ میں باء متحرک ہے۔ اس کی جمع مَشَابِهُ ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔ اسی کی دوسری مثالیں مَحَاسِنُ اور مَذاکِیرُ ہے۔

الشُّبْهَةُ: شبہ، شک، التباس۔

الـمُـشْـتَبِهَاتُ مِنَ الاُمُـوْرِ: مشکل معاملات۔

الـمُـشْـتَـبِـهَاتُ: ایک دوسرے سے مماثلت اور مشابہت رکھنے والی۔

تَشَبَّهَ فُـلَانٌ بکذا: فلاں کی فلاں شخص سے مشابہت ہے یعنی شکل ملتی ہے۔

الشَّبِیهُ: تشبیہ دینا۔ کسی کو کسی اور کی طرح قرار دینا۔

اَشْبَهَ فُلاناً: وہ فلاں شخص کے مشابہ ہے۔

اشْـتَبَـهَ عَلَیْه الشَّیءُ: اس پر بات مشتبہ یا مشکوک ہوگئی۔

الشَّبَهُ والشِّبْهُ: تانبے کی ایک قسم۔ کہا جاتا ہے کُـوْز شَبَـهٍ یاشِبْهٍ: تانبے کا پیالہ۔ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

ش ب ا –شَبَاةُ کُلِّ شَیْءٍ: کسی چیز کے کنارے کی دھار۔ اس کی جمع الشَّبَا اور الشَّبَوَاتُ ہے۔

ش ت ت—اَمْرٌ شَتٌّ: (شین مفتوح) بکھرا ہوا معاملہ کہتے ہیں۔
شَتَّ الْاَمْرُ يَشِتُّ: (شین مکسور) شَتًّا وشَتَاتًا: (شین مفتوح) یعنی معاملہ بکھر گیا۔ یاتتر بتر ہوگیا۔
استَشَتَّ اور تَشَتَّتَ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔
شَتَّتَهُ تَشْتِيتاً: اس نے اسے خوب بکھیر دیا۔
قَوْمٌ شَتّٰى: بکھری ہوئی یا منتشر قوم۔
اَشْيَاءُ شَتّٰى: بکھری ہوئی، منتشر یا مختلف چیزیں۔
جَاءُوا اَشْتَاتاً: وہ الگ الگ ہوکر آگئے۔ اس کا واحد شَتٌّ (شین مفتوح) ہے۔
شَتَّانَ مَاهُمَا: ان کے درمیان کتنا فرق ہے۔
شَتَّانَ مَاعَمْرٌو وَزَيْدٌ: عمرو اور زید میں کس قدر فرق ہے یا کہاں عمرو اور کہاں زید؟ اصمعی کا قول ہے کہ: شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا نہیں کہنا چاہئے یا نہیں کہا جاتا۔ شاعر کا قول ہے: شَتَّانَ مَا بَيْنَ الْيَزِيْدَيْنِ فِي النَّدٰى: دو یزیدوں کے درمیان سخاوت کے معاملے میں کس قدر دوری ہے۔ شاعر کا یہ شعر حجت اور سند نہیں ہوسکتا شاعر اصل عرب نہیں بلکہ مُولّد ہے۔ البتہ اعشی کا قول سند اور حجت ہے۔ وہ یہ ہے:
شَتَّانَ مَا يَوْمِيْ عَلٰى كُوْرِهَا
وَيَوْمُ حَيَّانَ اَخِيْ جَابِرِ

ش ت ر—الشَّتَرُ: (شین اور تاء مفتوح) الٹنا پلٹنا۔
قَدْ شَتِرَ الرَّجُلُ: آدمی نے پلک کو الٹایا، (باب طَرِبَ) اسم فاعل اَشْتَرُ ہے۔
ش ت م—الشَّتْمُ: گالی دینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور اس کا اسم الشَّتِيْمَةُ بمعنی گالی۔ دشنام ہے۔
التَّشَاتُمُ: ایک دوسرے کو گالی دینا۔ دشنام طرازی۔
الْمُشَاتَمَةُ: باہم گالی گلوچ۔
ش ت ا—الشِّتَاءُ: سردی کا موسم۔ المبرّد کا قول ہے کہ الشِّتَاءُ، شَتْوَةٌ کی جمع ہے اور الشِّتَاءُ کی جمع اَشْتِيَةٌ ہے۔ اور الشِّتَاءُ کی صفت نسبتی شَتْوِيٌّ اور شَتَوِيٌّ ہے۔ اس کی مثال خَرْفِيٌّ اور خَرَفِيٌّ ہے۔
شَتَا بِمَوْضِعِ كَذَا: اس نے فلاں جگہ سردی گزاری۔ اس کا باب عَدَا ہے۔
تَشَتّٰى کا بھی یہی معنی ہے۔
اَشْتَى الْقَوْمُ: لوگ سردیوں میں داخل ہوگئے۔
عَامَلَهُ مُشَاتَاةً: اس نے اسے سردیوں کے موسم کے لئے کام پر لگایا۔
هٰذَا الشَّيْءُ يُشَتِّيْنِيْ تَشْتِيَةً: یہ چیز مجھے میری سردیوں کے لئے کافی ہے۔ یعنی اس سے میری سردیاں گزر جائیں گی۔

ش ت ث–الشَّثُّ: (شین مفتوح) خوشبودار پودا لیکن اس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ یہ رنگائی کے کام آتا ہے۔

ش ج ج–الشِّجَاج: (شین مکسور) اس کا واحد شَجَّةٌ ہے۔ کہتے ہیں شَجَّهُ يَشِجُّهُ (شین مضموم ومکسور) شَجّاً: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس کا اسم مفعول مشَجُوجٌ ہے یعنی زخمی نیز شَجِيجٌ: زخم خوردہ اور مُشَجَّجٌ: سخت زخمی، جب زخمی زیادہ شدید ہو۔

رَجُلٌ اَشَجُّ: زخمی شخص، خاص کر جب اس کی پیشانی پر زخم کا نشان ہو۔

ش ج ر–الشَّجَرُ والشَّجرةُ: درخت ہر وہ زمینی پودا جو اپنے تنے پر کھڑا ہو۔

اَرْضٌ شَجِيرَةٌ وَشَجْرَاء: درختوں والی زمین۔ شجرا، بروزن صَحْرَاء، بہت زیادہ درختوں والی زمین۔

وادٍ شَجِيْرٌ: درختوں والی وادی، ان معنوں میں وادِ اَشْجَرُ نہیں کہا جاتا۔

الشَجرَاء کا واحد شَجَرةٌ ہے۔ سوائے چند الفاظ کے اس وزن پر جمع کا صیغہ نہیں ہے، مثلاً: شَجَرَةٌ وشَجْراء، قَصَبَةٌ وقَصْبَاء، طَرَفَةٌ وطَرْفَاء اور حَلَفَةٌ وحَلْفَاء: اصمعی کا کہنا ہے کہ الحَلْفَاء کا واحد حَلِفَةٌ (لام مکسور) سیبویہ نے کہا ہے کہ ان چاروں میں ہر ایک واحد اور اس کی جمع ہے۔

المَشْجَر: بروزن مَذْهَب: درختوں کی جگہ۔

اَرْضٌ مَشْجَرَةٌ: بروزن مَتْرَبَةٌ، درختوں کی جگہ والی زمین۔

هٰذه الأرْضُ اَشْجَرُ مِنْ هٰذِهِ: یہ زمین اس زمین سے زیادہ درختوں والی ہے۔

شَجَرَ بَيْنَ القَوْمِ: قوم کے درمیان معاملہ میں اختلاف پڑ گیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

اشْتَجَرَ القَوْمُ وَتَشَاجَرُوْا: قوم میں جھگڑا پڑ گیا اور وہ جھگڑ پڑے۔

المُشَاجَرَة: منازعہ، تنازعہ، جھگڑا۔

ش ج ع–الشُّجَاعَةُ: بہادری، جنگ کے موقع پر دل کی مضبوطی، دلآوری۔

قَدْ شَجُعَ الرَّجُلُ: آدمی بہادر بن گیا، اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا اسم فاعل شُجَاعٌ ہے۔

قَوْمٌ شِجْعَةٌ وشِجْعَانٌ: بہادر قوم اس کی مثال غُلَامٌ وغِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ ہے۔

رَجُلٌ شَجِيعٌ وقَوْمٌ شُجْعَانٌ: بہادر آدمی اور بہادر قوم۔ اس کی مثال جَرِيبٌ اور جُرْبَانٌ ہے۔ نیز شُجَعَاءُ، اس کی مثال فَقِيهٌ اور فُقَهَاءُ ہے۔

اَمْرأَةٌ شُجَاعَةٌ: بہادر عورت، ابوزید کا کہنا ہے کہ عورت کو اس صفت سے موصوف نہیں کہا جاتا۔

رَجُلٌ شِجَاعٌ: (شین مکسور) وَقَوْمٌ شَجْعَةٌ: (شین مفتوح) اور شَجَعَةٌ (شین اور جیم دونوں مفتوح) بہادر آدمی اور بہادر قوم۔

الأشْجَعُ مِنَ الرِّجَال اور الشُّجَاعُ ایک ہی طرح کے ہیں۔کہا گیا ہے کہ الأشْجَعُ وہ شخص ہے جس میں پھرتیلا پن یا جلد بازی ہو جس سے اس کی قوت ظاہر ہو۔

شَجَّعَهُ تَشْجِيعاً: اس نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

تَشَجَّعَ: اس نے بہادری کا تکلف کیا۔جھوٹ موٹ بہادر بنا، یا اس کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

ش ج ن—الشَّجَنُ: حزن اور غم۔اس کی جمع اَشْجَانٌ ہے۔

قَدْ شَجِنَ: وہ دکھی یا غمزدہ ہوا۔اس کا باب طرب ہے۔اس کا اسم فاعل شَجِنٌ (دکھی اور غمزدہ) ہے۔

شَجَنَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے دکھی کر دیا۔الشَّجْنُ بروزن فَلْسٌ، دکھ، اس کی جمع شُجُوْن الأدْوِيَةِ: علاج معالج کے طریقے۔کہا جاتا ہے کہ الحَدِيْثُ ذوشُجُون: بات سے بات نکلتی ہے۔

الشِّجْنَةُ: (شین مکسور و مضموم) درخت کی گتھی ہوئی شاخیں یا باہم پیوست شاخیں۔کہا جاتا ہے کہ: بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ شِجْنَةُ رَحِمٍ: میرے اور اس کے درمیان رشتہ در رشتہ قرابت داری ہے۔

حدیث شریف میں ہے: الرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِنَ اللهِ تَعَالٰى: یعنی رحم رحمٰن سے مشتق ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ شِجْنَةٌ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی باہم پیوستہ قرابت داری جیسے رگیں ہوتی ہیں۔

ش ج ا—الشَّجْوُ: غم اور دکھ۔ قَدْ شَجَاهُ: اس نے اسے دکھ دیا، اس کا باب عَدَا ہے۔

اَشْجَاهُ: اس نے اس کا گلا گھٹوا دیا یا پھندا لگوایا۔دونوں معنوں میں اس کا فعل لازم ہوگا۔

شَجِيَ: وہ دکھی ہوا۔اس کا باب صَدِی ہے۔

الشَّجَا: حلق میں ہڈی وغیرہ کا پھنس جانا یا اٹک جانا۔

رَجُلٌ شَجٍ: دکھی آدمی۔

اِمْرَأةٌ شَجِيَةٌ: دکھی عورت، اس کا وزن فَعِلَةٌ ہے۔کہا جاتا ہے کہ وَيْلٌ لِلشَّجِي مِنَ الخَلِيِّ: غمزدوں کے لئے بے فکروں کی وجہ سے دکھ اور ویل و افسوس

ہے۔ المبرد کا کہنا ہے کہ الشَّجِیَ کی یاء بغیر تشدید ہے اور الخَلِيّ کی یاء مشدّد ہے اس نے مزید کہا کہ الشَّجِی کی یاء شعر میں مشدد کہی گئی ہے چنانچہ اس نے یہ شعر پڑھا:

نَامَ الخَلِيُّوْنَ عَنْ لَيْلِ الشَّجِيِّنَا

''فارغ بے فکر لوگ غمزدہ اور دکھی لوگوں سے بے فکر ہو کر سو گئے۔''

اگر تم الشَّجِیُ کو فعل کے وزن پر بناؤ اور کہو کہ شَجَاهُ الحُزْنُ: اسے دکھ نے دکھی اور غمزدہ کر دیا، تو پھر اس سے صرف مَشْجُوٌّ اور شَجِیٌّ یاء مشدّد مشتق ہوگا۔ یعنی کوئی اور صیغہ مشتق نہ ہوگا۔

ش ح ح–الشُّحُّ: بخل اور حرص۔

قَدْ شَحِحْتَ: (حاء اول مکسور) تَشَحُّ اور تَشِحُّ (شین مضموم اور مکسور) تم نے بخل اور طمع کیا۔

رَجُلٌ شَحِيْحٌ: بخیل شخص۔

قوم شِحَاح وَاَشِحَّةٌ: (شین مکسور) بخیل لوگ۔

تَشَاحَ الرَّجُلَانِ عَلَى الأمر لاَيُرِيْدَانِ اَنْ يَفُوْتَهُمَا: دو آدمیوں نے کسی معاملے پر ایک دوسرے سے بخل کیا۔ ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ فائدہ اٹھانے کا موقع ضائع ہونے دے۔

ش ح ذ–شَحَذَ السِّكِّيْنَ: اس نے چھری تیز کی، اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ش ح ط–الشَّحْطُ: بُعد، دُوری۔ اس کا باب قَطَعَ اور خضع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَحَطَ المَزَار: ملاقات دُور ہوگئی۔

اَشْحَطَهُ: اس نے اسے دور کر دیا۔

ش ح م–الشَّحْمُ: چربی۔ الشَّحْمَةُ الشَّحْمُ سے زیادہ خاص نام ہے۔

شَحْمَطُ الأذُن: مُعَلَّقُ القرط کان کی لو، جس کے ساتھ بالی لٹکی یا لٹکائی ہوتی ہے۔

رَجُلٌ مُشْحِمٌ: چربی والا شخص، جس کے گھر میں بہت چربی پڑی ہو۔

شَحِيْمٌ: موٹا آدمی۔

قَدْ شَحُمَ: وہ آدمی موٹا ہوگیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

شَحَمَ فُلَانٌ اَصْحَابَهٗ: فلاں شخص نے اپنے دوستوں کو چربی کھلائی۔ اس کا باب قطع ہے۔ اس کا اسم فاعل شَاحِمٌ ہوگا۔

الشَّحَّامُ: چربی فروش۔

رَجُلٌ شَحِمٌ: چربی کھانے کا شوقین اور دلدادہ انسان۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ش ح ن–شَحَنَ السَّفِيْنَةَ: اس نے جہاز میں سامان لدوا دیا یا لادا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قول خداوندی ہے: فی

الفُلْکِ المَشْحُوْنِ: لدی ہوئی کشتی میں۔

الشَّحْنَاء: دشمنی، اسی طرح الشِّحْنَةُ (شین مکسور) عَدُوٌّ مُشَاحِنٌ: سخت دشمن۔

ش خ ب–الشَّخْبُ: دوہتے وقت دودھ کا برتن میں گرنا۔ اس کا باب قَطَع اور نَصَرَ ہے۔ لوگوں کا قول: عُرُوقُهُ تَنْشَخِبُ دَماً: اس کی رگوں سے خون ٹپکتا ہے۔

ش خ ر–الشَّخِيْرُ: ڈھینکے کی آواز نکلنا۔

شَخَرَ الحِمارُ: گدھے نے ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز نکالی اس کا مضارع یَشْخِرُ (خاء مکسور) ہے۔ اور مصدر شَخِيراً ہے۔

ش خ ص–الشَّخْصُ: انسان کی پرچھائیں، (سیاہ ہیولا) وغیرہ جو دور سے نظر آتا ہے۔ اس کی جمع قلت اَشْخُصٌ ہے اور جمع کثرت شُخُوصٌ اور اشْخاصٌ ہے۔

شَخَصَ بَصَرُهُ: اس کی نظر پتھرائی گئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل شَاخِصٌ ہے یعنی جس نے اپنی دونوں آنکھیں کھولی ہوں اور وہ انہیں جھپکتا نہ ہو۔

شَخَصَ مِنْ بَلَدٍ إلٰی بَلَدٍ: وہ ایک ملک یا شہر سے دوسرے ملک یا شہر چلا گیا۔

اس کا باب بھی خَضَعَ ہے۔

اَشْخَصَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے بھیجا۔

ش د خ–الشَّدْخُ: اندر سے خالی چیز کا توڑنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

شَدَخَ رَأسَهُ: اس نے اس کا سر پھوڑ دیا۔

فانْشَدَخَ: تو وہ ٹوٹ گیا، یا پھٹ گیا۔

ش د د–شَيْءٌ شَدِيْدٌ: (دال مکسور) سخت چیز۔

قَدْ اِشْتَدَّ: وہ سخت ہو گیا ہے۔

اشْتَدَّ: وہ سخت ہوا۔

شَدَّ عَضُدَهُ: اس نے اپنا بازو مضبوط بنایا۔

شَدَّهُ: اس نے اسے باندھا۔ اس کا مضارع یَشِدُّ (شین مضموم اور مکسور) مصدر شَدًّا ہے۔ قول خداوندی ہے۔

حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهُ: تا آنکہ وہ اپنی طاقت و قوت یعنی بلوغت کو پہنچے۔ یہ عمر اٹھارہ سال سے لے کر تیس سال تک کی عمر کا مرحلہ ہوتا ہے۔ یہ ایسا واحد ہے جو جمع کی بنا پر آیا ہے، اس کی مثال آنُک ہے جس کا معنی سیسہ ہے۔ ان دونوں کی اور کوئی مثال نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایسی جمع ہے جس کا لفظاً واحد نہیں ہوتا مثلاً:

آسَالِ، اَبَابِيْلَ، عَنَادِيْدَ اورمَذَاكِيْرَ
سیبویہ کا کہنا ہے کہ اس کا واحد شِدَّةٌ
(شین مکسور) ہے۔اور معنی کے اعتبار سے
یہ اچھا ہے، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ بَلَغَ
الغُلَامُ شِدَّتَهُ لیکن فِعْلَةٌ بروزن کوئی
لفظ أفْعُلُ کے وزن پر جمع نہیں بن سکتا۔
البتہ أنْعُمُ کا جہاں تک تعلق ہے تو اس کا
واحد نُعْمٌ ہے جیسا کہ عربوں کا قول ہے:
يَوْمُ بؤسٍ : سختی کا دن اور يَوْمُ
نُعْمٍ: آرام اور نعمت کا دن۔ یہ بھی کہا گیا
ہے کہ اس کا واحد شَدٌّ ہے۔اس کی مثال
كَلْبٌ ہے، جس کی جمع أكْلُبٌ ہے اور کہا
گیا ہے کہ اس کا واحد شِدٌّ ہے جس کی
مثال ذِئبٌ ہے جس کی جمع أذْؤُبٌ ہے۔
یہ دونوں مثالیں مبنی بر قیاس ہیں۔ جس
طرح کہا گیا ہے کہ اَبَابِيْلُ کا واحد إبَّوْلٌ
ہے۔اسے عِجَّوْلٌ پر قیاس کیا گیا ہے۔
لیکن یہ باتیں ایسی ہیں جو عربوں سے نہیں
سنی گئیں۔

ش د ق-الشِّدْقُ: باچھ، جبڑا۔ اس کی
جمع أشْدَاقٌ ہے۔

ش د ن-شَدَنَ الغَزَالُ: ہرنی کا بچہ بڑا
ہوکر ماں سے بے نیاز ہوگیا۔ اس کا باب
دَخَلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل شَادِنٌ
ہے۔ یہ ہرن کا وہ مرحلہ عمر ہے جب وہ توانا
ہو جائے اور اس کے سینگ نکل آئیں۔ وہ
اپنی ماں سے بے نیاز ہو جائے۔

الشَّدَنِيَّاتُ مِنَ النُّوقِ: یمن میں ایک
جگہ کے نام سے منسوب اونٹنیاں۔

ش د ه-شُدِهَ الرَّجُلُ شَدْهًا:
آدمی وحشت زدہ ہوا۔ اس کا اسم مفعول
مُشْدُوهٌ ہے یعنی وحشت زدہ انسان۔
اس کا اسم الشَّدْهُ اور الشُّدْهُ ہے۔اس
کی مثال البَخَلُ اور البُخْلُ ہے۔ ابو
زید کا کہنا ہے کہ شُدِهَ الرَّجُلُ: آدمی
مشغول ہو گیا ہے، یعنی کام میں لگ گیا اور
کچھ نہیں۔

ش د ا-الشَّادِي: گانے والا۔
قَدْ شَدَا شعراً اَوْ غناءاً: اس نے
ایک شعر یا ایک گانا ترنم یعنی سریلی آواز
سے گایا، اس کا باب عَدَا ہے۔

ش ذ ذ-شَذَّ: وہ جمہور سے الگ ہو گیا اور
تنہا ہو گیا۔ اس کا مضارع يَشِذُّ (شین
مضموم و مکسور) ہے۔اس کا مصدر شُذُوذا
ہے، اور اسم فاعل شاذٌ ہے۔
أشَذَّهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے جمہور
سے الگ اور تنہا کر دیا۔

ش ذ ر-الشَّذْرُمِنَ الذَّهَبِ: بروزن
البَخْرُ: سونے کا وہ ٹکڑا جو پتھر کو پگھلائے
بغیر حاصل ہو۔ اس کے ایک ایک ٹکڑے کو
شَذْرَةٌ کہتے ہیں۔
الشَّذْرُ: چھوٹے چھوٹے موتی بھی اس

کا معنی ہے۔

ش ذ ا—اشَذا: خوشبو کے محسوس کرنے کی تیزی۔

ش ر ب—شَرِبَ المَاءَ وغیرَهُ: اس نے پانی وغیرہ پیا۔ شَرِب میں راء مکسور ہے۔اس کا مصدر شُرْبًا مفتوح اور مکسور تینوں حرکات سے ہے۔قرآن کی یہ آیت یوں تلاوت کی گئی ہے: فَشَارِبُوْن شُرْبَ الهِيْم: اس آیت میں تین وجوہ سے الشرب کو تینوں حرکات سے پڑھا گیا ہے۔ابوعبیدہ کا قول ہے کہ الشَّرْبُ (شین مفتوح) مصدر ہے۔اور شین مضموم و مکسور حالت میں دو اسم ہیں۔

الشَّرْبَةُ مِنَ المَاءِ: ایک دفعہ میں پیا جانے والا پانی کا پینا۔ اسے مرّة الشرّب کہیں گے۔

الشِّرْبُ: (شین مکسور) کا معنی پانی کی لذت ہے۔

الشَّرْبُ: (شین مفتوح) شَارِبٌ کی جمع ہے یعنی پینے والے اس کی مثال صاحِب کی جمع صَحْب ہے۔

المِشْرَبَةُ: (میم مکسور) وہ برتن جس میں پانی پیا جاتا ہے، یعنی آبخورہ۔

المَشْرَبةُ: (میم مفتوح) کا معنی گھاٹ۔حدیث شریف میں ہے: مَلْعُوْنٌ مَنْ اَحَاطَ علی مَشْرَبَةٍ: وہ شخص لعنتی ہے یا اس شخص پر لعنت جو کسی گھاٹ کے گرد دیوار بنا کر اسے محصور کر دے۔

المَشْرَبُ: مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔

اُشْرِبَ فی قَلْبِه حُبُّهُ: اس کے دل میں اس کی محبت ڈال دی گئی۔ قول خداوندی میں بھی یہ معنی ہے: وَاُشْرِبُوْا فی قُلُوْبِهِمُ العِجْلَ: ان یعنی یہودیوں کے دلوں میں بچھڑے کی محبت ڈال دی گئی۔

رَجُلٌ اُكَلَةٌ وشُرَبَةٌ: بروزن هُمَزَةٌ کا معنی بہت زیادہ کھانے والا اور پینے والا۔

وَتَشَرَّبَ الثَّوْبُ العَرَقَ: کپڑے نے پسینے کو جذب کر لیا۔

ش ر ح—الشَّرْحُ: کھولنا، ظاہر کرنا، کہا جاتا ہے کہ شرح الغامض: اس نے غامض اور مبہم بات کی تفسیر بیان کی۔اس کا باب قَطَعَ ہے۔اسی سے تَشْرِيحُ اللَّحمِ: گوشت کے ٹکڑے کاٹنا مشتق ہے۔گوشت کے ایک ٹکڑے کو شَرِيْحَةٌ کہتے ہیں۔گوشت سے موٹا ہونے والا ہر موٹا انسان شَرِيْحَةٌ اور شَرِيحٌ ہے۔

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلاِسْلَامِ فَانْشَرَحَ: اللہ نے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ کھل گیا۔اس کا باب بھی

قَطَع ہے۔

ش ر خ—الشَّارِخُ: جوان آدمی، اس کی جمع شَرْخٌ ہے جس کی طرح صَاحِبٌ کی صَحْبٌ جمع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اُقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاسْتَبْقُوا شَرْخَهُمْ: مشرکین کے بوڑھوں کو قتل کرو اور ان کے جوانوں کو زندہ چھوڑ دو۔ شَرْخُ الأَمْرِ والشَّبَاب: کسی معاملہ کا آغاز اور عنوان شباب بروزن فلْس.

ش ر د—شَرَدَ الْبَعِيْرَ: اونٹ بدک گیا۔ اس کا باب دَخَل ہے۔ اور مصدر شِرَادًا بھی ہے۔ جس میں شین مکسور ہے۔ اس کا اسم فاعل شَارِدٌ اور شَرُوْدٌ ہے۔ شَادِرٌ کی جمع شَرَدٌ اور اس کی مثال خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے اور شَرُود کی جمع شُرُدٌ ہے۔ اس کی مثال زبور کی جمع زُبُرٌ ہے۔

التَّشْرِيْدُ: دھتکارنا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: ”فَشَرِّد بِهِم مِنْ خَلْفِهِمْ“ یعنی ان کی جمعیت اور اکٹھ کو تتر بتر کر دیجئے۔

الشَّرِيْدُ: دھتکارا ہوا شخص۔

ش ر ذ م—الشِّرْذِمَةُ: لوگوں کی جماعت، گروہ، کسی چیز کا ٹکڑا۔

ش ر ر—اَلشَّرُّ: برائی۔ الخیر بمعنی بھلائی کی ضد۔ کہا جاتا ہے شَرَرْتَ يَا رَجُلُ: اے شخص تو نے برائی کی ہے، اس میں راء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی، یہ دو لہجے ہیں، اس کا مصدر شَرٌّ اور شَرَارًا اور شَرَارَةً ہے۔ ان میں شین مفتوح ہے۔

فُلَانٌ شَرُّ النَّاسِ: فلاں لوگوں میں بدترین شخص ہے، اسے اَشَرُّ النَّاس نہیں کہا جاتا، سوائے ردی اور ناکارہ زبان یعنی طرز گفتگو میں۔

قَوْمٌ اَشْرَار: اور اَشِرَّاء: برے لوگ، اس کی مثال اَشِدَّاءُ ہے۔ یونس کا قول ہے: الأَشْرَارُ کا واحد رَجُلٌ شَرٌّ ہے۔ اس کی مثال زَنْدٌ کی جمع اَزْنَادٌ ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ اس کا واحد شَرِيْر ہے اور اس کی مثال یتیم کی جمع اَيْتَام ہے۔ رَجُلٌ شِدِّيْدٌ بروزن سِكِّيْتٌ بہت ہی بد۔

شِرَّةُ الشَّبَاب: جوانی کی حرص اور جوش۔ الشِّرَّةُ، الشَّرّ کا مصدر بھی ہے۔ الشَّرَارَةُ: چنگاری جو آگ سے اٹھتی ہے، یہی معنی الشَّرَرَةُ کا ہے، اس کی جمع شَرَرٌ ہے۔

المُشَارَّةُ: دشمنی۔

ش ر س—رَجُلٌ شَرِسٌ: بدخلق انسان، اس کا باب طرب اور سَلِمَ ہے۔

ش ر ط–الشَّرْطُ: شرط، اس کی جمع شُرُوطٌ ہے، یعنی معنی شَرِيْطَةٌ کا ہے جس کی جمع شَرَائِطُ ہے۔قَدْ شَرِطَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر شرط لگا دی ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اشْتَرَطَ کا معنی بھی یہی ہے۔الشَّرَطُ: (شین اور راء مفتوح) تعلق، ربط، علاقہ، واسطہ۔

أَشْرَاطُ السَّاعَةِ: قیامت کی نشانیاں۔

وَاَشْرَطَ فُلَانٌ نَفْسَهُ لِأَمْرٍ: فلاں آدمی نے اپنے آپ کو کسی کام کا پابند کر دیا۔ اصمعی کا قول ہے: پولیس کو اسی لئے اس نام سے پکارا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے لئے ایک خاص علامت مقرر کر رکھی ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔

الشُّرَطُ: بمعنی پولیس کا واحد شُرْطَةٌ یا شُرْطِيٌّ ہے۔ان دونوں ناموں میں راء ساکن ہے۔ابوعبیدہ کا قول ہے کہ شُرَط یعنی پولیس کا یہ نام اس لئے پڑ گیا کہ انہیں لوگوں کے اس قول کے مطابق: ''اشرط من اِبلہ وغنمہ'' (کہ اس نے اپنے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں میں سے کچھ تعداد فروخت کے لئے تیار کی) انہیں بھی ایک مخصوص کام کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

الشَّرِيْطُ: کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی رسی۔

المِشْرَطُ: وزن اور معنی دونوں کے اعتبار سے المِبْضَعُ کی طرح جس کا معنی چاقو/نشتر ہے۔ المِشْرَاط کا بھی یہی معنی ہے۔

شَرَطَ الحَاجِمُ: سرجن نے نشتر لگایا۔ اس کا باب ضرب اور نصر ہے۔

ش ر ع–الشَرِيعة مَشْرعة المآءِ: پانی کا گھاٹ، پنگھٹ۔الشَّريعة کا معنی اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ نظام زندگی۔

قَدْ شَرَعَ لَهُمْ: اس نے ان کے لئے مقرر کر دیا۔اس کا باب قطع ہے۔

الشَّارِعُ: شاہراہ۔

شَرَعَ فی الأمر: اس نے معاملے پر غور وخوض کیا۔اس کا باب خَضَعَ ہے۔

شرعَتِ الدَّواب فی الماء: چوپائے پانی میں گھس گئے، اس کا باب قطع اور خضع ہے۔ انہیں شُرُوْعٌ، شُرَّعٌ کہتے ہیں۔شَرَّعَهَا صَاحِبُهَا: صاحب شریعت نے اسے مقرر کر دیا۔ لوگوں کا یہ قول ہے کہ ''النَّاس فی هٰذا لامر شَرَعٌ کا معنی ہوگا کہ لوگ اس معاملے میں یکساں ہیں یا یکساں اور برابر رائے رکھتے ہیں، شَرَعَ میں راء ساکن بھی ہے اور متحرک بھی، اس میں واحد وجمع اور مذکر ومونث کے لئے ایک ہی صیغہ ہے۔

الشِّرْعَةُ: شریعت، یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا: "ہم نے تم سب کے لئے ایک شریعت اور منہاج مقرر کی ہے"۔

الشِّتَاعُ: (شین مکسور) کشتی کے بادبان۔

اَشْرَعَ بَابًا اِلَى الطَّرِيْقِ: اس نے راستہ کی طرف ایک دروازہ کھولا۔

حِيْتَانٌ شُرَّعٌ: گہرے پانی سے کنارے تک آنے والی مچھلیاں۔

ش ر ف – الشَّرَفُ: بلندی، اونچی جگہ۔

جَبَلٌ مُشْرِفٌ: بلند و بالا پہاڑ۔

رَجُلٌ شَرِيْفٌ: بلند اخلاق انسان، اس کی جمع شُرَفَاء اور اَشْرَافٌ ہے۔ اس کی مثال يَتِيْمٌ کی جمع اَيْتَامٌ ہے۔

قَدْ شَرُفَ: وہ شریف ہوا، یا بلند مرتبہ ہوا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے، اور اسم فاعل شَرِيْفٌ ہے، یعنی وہ آج یا فی الحال ہے اور شَارِفٌ: عنقریب شریف ہونے والا۔ یہ الفرّاء کا قول ہے: شَرَّفَهُ اللّٰه تَشْرِيْفًا: اللہ تعالیٰ نے اسے شرف بخشا۔

شَرَفَهُ: اس نے اسے غلبہ عطا کیا۔ اس کا اسم مفعول مَشْرُوْفٌ ہوگا، اس کا باب نَصَرَ ہے۔

فُلَانٌ اَشْرَفُ مِنْ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں شخص سے زیادہ شریف یا شرافت والا ہے۔

شُرْفَةُ الْقَصْرِ: محل کا بالا خانہ (جھروکا) اس کی جمع شُرَفٌ ہے، اور اس کی مثال غُرْفَةٌ کی غُرَفٌ ہے۔

تَشَرَّفت بِكَذَا: اس نے فلاں چیز کو شرف سمجھا، شرف حاصل کیا۔

اَشْرَفَ الْمَكَانَ: اس نے جگہ اونچی کی۔

اشْرَفَ عَلَيْهِ: اس نے اوپر سے جھانکا۔

ذٰلِكَ الْمَوْضِعُ مُشْرِفٌ: یہ جگہ اونچی ہے۔

الْمَشْرَفِيَّةُ: مَشارف سے منسوب یا وہاں کی بنی ہوئی تلواریں۔

مَشَارِف: عرب سرزمین کے وہ دیہات جو سرسبز زمینوں کے قریب ہوں۔ کہا جاتا ہے: سَيْفٌ مَشْرَفِيٌّ: مشرفی تلوار، لیکن سَيْفٌ مَشَارِفِيٌّ نہیں کہا جاتا، کیونکہ اس وزن پر جمع کے صیغے کی اس علاقہ سے نسبت نہیں دی جاتی۔

شَارَفَ الشَّيْءَ: اس نے اس چیز کی نگرانی کی۔

شَارَفَ الرَّجُلُ غَيْرَهُ: آدمی نے شرف میں دوسرے پر اپنا فخر جتایا۔

ش ر ق – الشَّرْقُ: مشرق، اس کا معنی سورج بھی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طَلَعَ الشَّرْقُ: سورج طلوع ہوا۔

المَشْرِقَانِ: موسم سرما اور گرما میں بدلنے والے دو مشرق۔

المَشْرُقَةُ: دھوپ میں بیٹھنے کی جگہ۔ اس میں راء مفتوح اور مضموم ہے۔

تَشَرَّقَ: وہ دھوپ میں بیٹھا۔

شَرَقَتِ الشَّمْسُ: سورج طلوع ہوا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

اَشْرَقَتْ: روشن ہوئی۔

اَشْرَقَ وَجْهُ الرَّجُلِ: آدمی کا چہرہ دمک اٹھا۔ **الشَّرَقُ:** شین اور راء دونوں مفتوح، دکھ اور گلا گھٹنا۔

قَدْ شَرِقَ: اس کا گلا گھٹ گیا۔ اسکا باب طَرِبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ اِلَى شَرَقِ المَوْتٰى:** ''تھوک سے گلا گھٹنے کے بعد مرنے تک کے وقت کی مقدار کے برابر سورج غروب ہونے سے پہلے تک نماز کو مؤخر کریں۔

تَشْرِيْقُ اللَّحْمِ: گوشت کے پارچے بنا کر دھوپ میں خشک کرنا۔ اس سے ایام تشریق کی اصطلاح ماخوذ ہے۔ یہ قربانی کے بعد تین دن ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان تین دنوں میں قربانی کے گوشت کے پارچے بنا کر دھوپ میں رکھ کر خشک کئے جاتے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان دنوں کا نام لوگوں کے اس قول کے پیش نظر پڑا کہ **اَشْرِقْ ثَبِيْرُ لِمَا نُغِيْرَ:** بعض کا یہ کہنا ہے کہ ان ایام کو ایام تشریق اس لئے کہا جاتا ہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے قربانی نہیں کی جاتی۔

التَشْرِيْقُ: کا معنی مشرق کی جانب لینا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ **شَتَّانَ بَيْنَ مُشَرِّقٍ ومُغَرِّبٍ:** مشرق والے اور مغرب والے میں کس قدر بُعد اور دوری ہے۔

ش ر ک - شَرِيْك: شریک، ساتھی، اس کی جمع شُرَكَاء اور اَشْرَاكٌ ہے۔ اس کی مثال شَرِيْف کی جمع شُرَفَاء اور اَشْرَاف ہے۔

اَلمَرْأة شَرِيْكَةٌ والنِّسَاءُ شَرَائِكُ

شَارَكَهُ: وہ اس کا شریک بن گیا۔

اشْتَرَكَا فِي كَذا: وہ دو آدمی فلاں کام میں شریک ہوگئے۔

تشَارَكا: وہ باہم شریک بن گئے۔

شَرِكَهُ فِي البَيْعِ والمِيْرَاثِ يَشْرَكُهُ: وہ بیع اور میراث میں اس کے شریک ہوگیا۔ اس کی مثال عَلِمَهُ يَعْلَمُهُ ہے۔ اس کا مصدر شَرِكَةٌ ہے۔ اس کا اسم الشِّرك ہے، جس کی جمع اَشْرَاک ہے۔ اس کی مثال شِبْرٌ اور اَشْبَارٌ ہے۔

الشِّرك کا معنی کفر بھی ہے۔

قَدْ اَشْرَكَ بِاللهِ: اس نے خدا کے

ساتھ شرک کیا۔اس کا اسم فاعل مُشرِک ہے۔قول خداوندی ہے: وَاَشرِکهُ فی اَمرِی، اسے میرا شریک کار بنادے۔

اَشرَکَ نَعلَهُ: اس نے اپنے جوتے میں تسمے ڈالے۔

شَرَّکَهَا تَشرِیکاً: اس نے اس کے لئے تسمے بنائے۔

الشَرَکُ: شین اور راء دونوں مفتوح۔ شکاری کی رسی یا جال اس کا واحد شَرَکَةُ ہے۔

ش ر م-التَشرِیمُ: تشقیق بمعنی پھاڑنا۔ اس کا ذکر حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔

ش ر ہ-الشَرَهُ: حرص اور لالچ کا غلبہ۔

قَدْ شَرِهَ: اس پر لالچ کا غلبہ ہوا۔اس کا باب طرب اور اسم فاعل شَرِهٌ ہے۔

ش ر ی-الشِرَاء: (الف ممدود اور مقصور)۔

قَدْ شَرَی الشَّیْءَ: اس نے چیز خریدی۔اس کا مضارع یَشرِیه اور مصدر شِرًی اور شِرَاءً ہے۔اور معنی، اس نے فروخت کیا اور خریدا بھی۔یہ لفظ افراد میں سے ہے یعنی اس لفظ کے دو متضاد معنی ہیں،خریدنا بھی اور فروخت کرنا بھی۔قول خداوندی ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَشتَرِی نَفسَهُ ابتِغَاءَ مَرضَاةِ اللّٰهِ: ''اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان فروخت کرتے ہیں''۔دوسرا قول خداوندی ہے: وشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخسٍ: ''اور انہوں نے اسے کم قیمت پر فروخت کر دیا''۔الشَّرِی کی جمع اَشرِیَة ہے جو شاذ ہے کیونکہ فعل کے وزن پر کوئی اسم اَفعِلَة کے وزن پر جمع نہیں بنایا جاسکتا۔

شَرِیَ جِلدُهُ: اس کی جلد پر پت نکل آئی ہے۔اس کا باب صَدِیَ ہے۔یہ چھوٹے چھوٹے گرمی کے سرخ دانے ہوتے ہیں، جو سخت چبھتے ہیں۔انہیں فَعِل کے وزن پر شَرِ کہتے ہیں۔

الشَّرِیَان: (شین مفتوح اور مکسور دونوں) ایک رگ،اس کی جمع الشَرَائِینُ ہے۔یہ نبض کی رگیں ہوتی ہیں۔اور ان کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔

المُشتَرِی: ایک سیارے کا نام ہے۔

ش ز ر-شَزَرَ: اس نے اس کی طرف دیکھا۔اس کا مصدر شَزْرًا ہے۔اس کا معنی غضبناک شخص کا کسی کو ترچھی نظروں سے دیکھنا ہے۔

ش س ع-الشِّسعُ: جوتا جو تسمے کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔

الشَّاسِعُ: بعید،دور۔

الشُّسُوعُ: دور،بعید(شین مفتوح)۔

ش ظ ا۔شَطْءُ الزرعِ والنَبات: فصل یاپودوں کی پنیری یعنی کونپلیں۔اخفش نے کہا کہ اس کا معنی پودے کی ایک جانب ہے۔

قَدْ اَشْطَأَ الزَّرْعُ: فصل یاپودوں کی کونپلیں نکل آئیں۔

شاطئی الوادی: وادی کا کنارہ کہا جاتا ہے کہ: شاطِئُ الاودیۃ لایُجْمَعُ: وادیوں کے کنارے جمع یا اکٹھے نہیں کئے جاتے۔

ش ط ر۔شَطْرُ الشَّیْءِ: کسی چیز کا نصف، اس کی جمع اَشْطُرٌ ہے۔شَاطَرَہُ مَالَہُ: اس نے اپنے مال کو نصف نصف کردیا۔

قَصدَ شَطْرَہُ: اس نے اس کی طرف (جانے کا) قصد کیا۔یہی لفظ قول خداوندی میں ہے:فَوَلُّوا وُجُوھَکُمْ شَطْرَہُ: تو تم اسی طرف اپنے منہ پھیرلو۔

الشَّاطِرُ: وہ شخص جس نے اپنی خباثت سے اپنے گھر والوں کو پریشان کررکھا ہو۔

قَدْ شَطَرَ، یَشْطُرُ: (طاء مضموم) شَطَارَۃً اور شَطُرَ، یعنی وہ خبیث وچالاک بن گیا۔شَطُرَ کا باب ظَرُفَ ہے۔

ش ط ط۔شَطَّتِ الدَّارُ، تَشِطُّ: (شین مضموم ومکسور) شطاً وشطوطاً: گھر دور ہوگیا۔أشَطَّ فِي القَضِیَّۃِ اس نے قضیہ مقدمہ کے فیصلے کرنے میں ظلم کیا۔

اَشَطَّ فِی السَّوْمِ واشْتَطَّ: اس نے دور کردیا۔

الشَّطُّ: دریا کا کنارہ۔

الشَّطَطُ: شین اور طاء دونوں مفتوح۔ہر چیز کی مقدار میں زیادتی۔حدیث شریف میں ہے:"لَھَا مَھْرُ مِثْلِھَا لَاوَکَسَ وَلَاشَطَطَ"اسے مہر مثل کا حق ہے نہ کم نہ زیادہ۔

ش ط ن۔الشَّطَنُ: شین اور طاء دونوں مفتوح، رسّی، خلیل کا قول ہے کہ اس کا معنی لمبی رسّی ہے۔اس کی جمع اَشْطَان ہے۔اَلشَّیْطَان: معروف اور جانی پہچانی شخصیت شیطان، انسان، جن اور حیوانات میں ہر سرکش شیطان ہے۔عرب لوگ سانپ کو شیطان کہتے ہیں۔قول خداوندی ہے۔طَلْعُھَا کَأنَّہُ رُؤُسُ الشَّیَاطِیْنُ: اس درخت کے تنے شیطانوں کے سر کی طرح ہیں۔الفرّاء نے اس تشبیہ کی تین وجوہات بیان کی ہیں: پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان درختوں کے تنوں کو شیطانوں کے سروں کے ساتھ بدشکلی اور بدصورتی کی بناء پر تشبیہ دی ہے، تشبیہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض عرب سانپوں کو

شیطان کہتے ہیں۔ اور وہ اپنی بدی کے لئے مشہور ہیں۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ ایک قبیح اور بدشکل پودا ہے جسے لوگ رُؤُسُ الشَّیَاطِیْن کہتے ہیں۔ شیطان کا 'نون' اصلی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ نون حرف زائد ہے۔ اگر لوگوں کے قول تَشَیْطَنَ الرَّجُلُ سے فیعال کے وزن پر مشتق شَیْطَان بنائیں تو یہ منصرف ہوگا اور اگر تم اسے تَشَیَّط فعل سے فَعْلَان کے وزن پر مشتق بنالو تو پھر یہ غیر منصرف ہوگا۔

ش ط ا—شَطَا: مصر کے نواح میں ایک گاؤں کا نام جہاں کے کپڑے مشہور ہیں جنہیں الشَّطَوِیَّۃُ کہتے ہیں یعنی شطا کے بنے ہوئے کپڑے۔

ش ظ ظ—الشِّظَاظُ: (شین مکسور) وہ لکڑی جو اون یا بالوں کی گون میں ڈالی جاتی ہے۔

شَظَّ الجُوَالِقُ: اس نے گون پر لکڑی ڈالی۔ اس کا باب رَدّ ہے۔

اَشَظَّهُ: اس نے گون کے لئے لکڑی تیار کی۔

ش ظ ی—الشَّظِیَّۃُ: لاٹھی وغیرہ سے ٹوٹا ہوا حصہ۔ اس کی جمع شَظَایَا ہے، کہا جاتا ہے کہا تَشَظَّی الشَّیئُ: چیز کے ٹکڑے اُڑ گئے۔

ش ع ب—الشَّعْبُ: بروزن کَعْبُ عرب وعجم کے مختلف قبیلوں کے گروہ اس کی کی جمع شُعُوْبٌ ہے۔ اس کا معنی ایک بہت بڑا قبیلہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے بڑے گروہ کو الشَّعْبُ کہتے ہیں پھر اس سے چھوٹے گروہ کو القَبِیْلَۃ کہتے ہیں۔ اس سے چھوٹے گروہ کو الفَصِیْلَۃ اور اس سے چھوٹے گروہ کو العِمَارۃ (عین مکسور) پھر البطـــن اور پھر سب سے چھوٹے گروہ کو الفَـخِذُ کہتے ہیں۔

شَعَبَ الشَّیْءَ: اس نے ایک چیز کو شعبوں میں تقسیم کردیا، یا الگ الگ کردیا۔ شَعَبَهُ کا معنی جَمَعَهُ بھی ہے یعنی اس نے اسے اکٹھا کیا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ یہ کلمہ بھی کلمات اَضْدَاد میں سے ہے، یعنی ایسا کلمہ کہ جس کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ''مَاهٰذِهِ الفتیاالّتی شَعَبَتْ بها النَّاسُ'' یہ کیا فتوے ہیں جنہوں نے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔

الشُّـعْبَۃُ: شعبہ، اس کی جمع الشُّعَبُ ہے، اور اس کا معنی ٹہنی ہے۔

شُعْبَان کی جمع شُعْبَانَاتٌ ہے۔ قمری ہجری سال کا آٹھواں مہینہ۔

ش ع ث—الشَّعَثُ: (شین اور عین دونوں مفتوح) معاملے کا انتشار، کہا جاتا ہے: لَمَّ اللّٰهُ شَعْثَکَ:

اللہ تعالیٰ تمہارے منتشر امر یعنی بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کر دے۔

الشَّعَثُ، اَشْعَثُ کا مصدر بھی ہے۔ جس کا معنی سر کے غبار آلود بالوں والا شخص۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ش ع ر - الشَّعْرُ: انسانوں اور دوسرے جانداروں کے بال۔ شَعرٌ یعنی بال کی جمع شُعُورٌ اور اَشْعَارٌ ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ یعنی ایک بال کو شَعْرَةٌ کہتے ہیں۔

رَجُلٌ اَشْعَرُ: جسم کے بہت زیادہ بالوں والا آدمی۔

قَوْم شُعْرٌ: جسم کے بہت زیادہ بالوں والی قوم۔

الشَّعِيْرُ: جو، اس کا واحد شَعِيْرَةٌ یعنی جو کا ایک دانہ۔

شَعِيْرَةُ السِّكِّيْنِ: چھری یا خنجر کا پھل جو نیام یا میان میں داخل کیا جاتا ہے، تاکہ وہ پھل کے لئے ڈھال بن سکے۔

الشَّعِيْرَةَ کا معنی قربانی کا جانور بھی ہے۔

الشَّعَائِرُ: حج کے اعمال و رسوم، ہر وہ چیز جو عبادت اور اطاعت الٰہی کے لئے بطور علامت اختیار کی جائے۔ اصمعی نے کہا کہ لوگوں میں سے بعض نے اس کا واحد شِعَارَةٌ بتایا ہے۔

المَشَاعِرُ: مناسک حج ادا کرنے کے مقامات۔

المَشْعَرُ الحَرَام: مشعر حرام، مشاعر حج میں سے ایک مقام۔ اسے میم مکسور کر کے پڑھنا یعنی المِشْعَرُ الحَرَام بھی ایک لغت یا لہجہ ہے۔

المَشَاعِرُ کا معنی حواس بھی ہے۔

الشِّعَارُ: (شین مکسور) جسم کے ساتھ لگنے والا کپڑا۔

شِعَارُ القَوْم فِی الحَرْب: جنگ میں قوم کا مخصوص نشان جس سے اپنے آدمی پہچانے جاتے ہیں۔

اَشْعَرَ الهَدِی: اس نے قربانی کے جانور اونٹ کی کوہان کی دائیں طرف نیزہ مارا تاکہ اس سے خون بہ نکلے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ قربانی کا جانور ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اُشْعِرَ اَمِیْرُ المُؤْمِنِیْنَ: امیر المؤمنین کو اطلاع دے دی گئی۔

شَعَرَ بالشَّیْءِ: (شین مفتوح) يَشْعُرُ شِعْرًا: اس نے چیز کو محسوس کر لیا یا اسے بات کا پتہ چل گیا۔ یہی لفظ لوگوں کے اس محاورے میں استعمال ہوتا ہے کہ: لَیْتَ شِعْرِیْ: یعنی کاش میں جانتا۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ اصل میں یہ لفظ شِعْرة ہے، لیکن لوگوں نے 'ۃ' کو حذف کر دیا جس طرح انہوں نے اپنے قول 'ذَهَبَ بِعُذْرِهَا وهُوَ ابو عُذرِ ها' میں حذف کیا ہے۔

الشِّعْرُ: بیت، اس کی جمع اَشْعَارٌ ہے

اور الشاعر کی جمع شعراء ہے جو خلاف قیاس ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ الشَّاعِرُ لَابِنٌ اور تَـامِرٌ کی طرح ہے۔ یعنی شاعر کا معنی صاحب شعر ہے، اور وہ شاعر اپنی ذکاء اور فطانت وشعور کی وجہ سے کہلایا، اسے پہلے شعور نہیں تھا پھر اسے شعور حاصل ہوا اور وہ شاعر بن گیا، اس کا باب ظَـرُفَ ہے۔

المُتَشَاعِرُ: جو دوسرے شعراء کے اشعار سناتا ہے۔

شَـاعَرَهُ فَشَـعِـرَهُ: اس نے اس کے ساتھ شعر گوئی میں مقابلہ کیا تو دوسرے نے اسے پچھاڑ دیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

اسْتَشْعَرَ خَـوْفاً: اس نے پوشیدہ خوف کا احساس کرلیا۔

اَشْعَـرَهُ فَشَعَرَ: اس نے اسے احساس دلایا تو اسے احساس ہوگیا۔

اَشْعَرَهُ: اس نے اسے شعار یعنی علامت پہنائی۔

اَشْـعَرَ الجَنِينَ: شکم مادر میں بچے کے بال اُگ آئے۔

تَشَعَّرَ: اس کے بال اُگ آئے۔ حدیث شریف میں ہے: ذَكَاةُ الجَنِينِ ذَكَاةُ اُمِّهِ اذا اَشْـعَـرَ: "جب جنین کے جسم پر بال اُگ آئے ہوں تو اس کی ماں یعنی مادہ جانور کا ذبح کرنا جنین کے ذبح کے لئے کافی ہے۔

الشَّـعْرَاء بروزن الصَّحْرَاء: بہت زیادہ درخت۔

الشِّعْرَى: سیارہ، کہا جاتا ہے کہ یہ دو ہیں ایک نام العَبُوْرُ ہے، اور دوسرے کا نام الغُمَيْصَاءُ عربوں کے خیال کے مطابق یہ دونوں سیارے سہیل سیارے کی بہنیں ہیں۔

ش ش ع – شُعَاعُ الشَّمْسِ: سورج کی کرن، جو اس کی روشنی سے ٹہنیوں یعنی خطوط کی چمکتی نظر آتی ہیں۔

قَـدْ اَشْـعَتِ الشَّـمْسُ: سورج کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔ یہی معنی لیلـة القدر کی حدیث میں ہے۔ لیلة القدر کی صبح کو سورج یوں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی کرنیں نہیں ہوتیں۔ اس کا واحد شُعَـاعَةٌ ہے۔

شَعْـشَعَ الشَّـراب: اس نے شراب ملادی۔

ش ع ف – شَعَفَهُ الحُبّ، يَشْعَفُهُ: (عین مفتوح) شَعَـفًا (شین اور عین دونوں مفتوح) محبت نے اس کا دل جلا دیا۔ کہا گیا ہے کہ محبت نے اسے بیمار کر دیا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے آیت قرآنی کو "قَد شَعَفَهَا حُبّاً" پڑھا ہے، جس کا معنی ہے کہ محبت نے اسے اندر سے

جلا دیا۔

قَدْ شُعِفَ بكذا: وہ فلاں کی محبت میں دیوانہ ہوگیا، یہ فعل مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَشْعُوْق ہے۔

ش ع ل – الشُعلةِ مِن النار: آگ کا شعلہ، اس کی جمع شُعَلٌ ہے۔

المَشْعِلَةُ: مشعل، اس کی جمع المَشاعِلُ ہے۔

اَشعَلَ النّارَ فِی الحَطَبَ: اس نے ایندھن میں آگ سلگائی، فَاشْتَعَلَتْ تو وہ بھڑک اٹھی یا سُلگ گئی۔ وَاشْتَعَلَ رَاسُہٗ شَیْباً: بڑھاپے کے باعث اس کا سر۔

ش ع ا – غَارَةٌ شَعْواءُ: دور تک پھیلی ہوئی غارت۔

ش غ ب – الشَّغْبُ: غین ساکن، شر کا بھڑکانا۔

شَغَبٌ بالتَّحرِیک نہیں کہا جاتا۔

ش غ ر – شَغَرَ البَلَدُ مِنَ الناس: شہر لوگوں سے خالی ہوگیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

الشِّغَارُ: (شین مکسور) اسلام سے دور جاہلیت میں نکاح کا یہ طریقہ کہ کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ تو اس شرط پر اپنی بیٹی یا بہن مجھ سے بیاہ دے کہ اس کے بدلے میں اپنی بیٹی یا بہن تمہارے ساتھ بیاہ دوں، یوں ان کا حق مہر ایک دوسرے کا ساز وسامان ہوگا۔ گویا اس طرح وہ حق مہر کی ادائیگی کو ختم کر دیتے تھے۔ اور ساز و سامان سے دستبردار ہو جاتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لاَ شِغَار فی الاسلام: اسلام میں شغار کا طریق نکاح جائز نہیں ہے۔

ش غ ف – الشَّغَافُ: (شین مفتوح) دل کا غلاف۔ یہ ایک جھلی کی طرح ہوتی ہے جس میں دل لپٹا ہوتا ہے اور یہ جھلی پردے کی طرح ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شَغَفَهُ الحُبُّ: محبت اس کے دل کے شغاف تک پہنچ گئی۔ یعنی محبت نے اسے اندھا کر دیا۔ اس کا باب شغف ہے۔ ابن عباسؓ نے قرآنی آیت کو یوں پڑھا ہے۔ "قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا" محبت اس کے دل کی جھلی کے اندر تک پہنچ گئی ہے۔

ش غ ل – شُغْلٌ: (غین ساکن، مضموم) شَغْلٌ: (شین مفتوح اور غین ساکن) اور شین وغین مفتوح۔ اس طرح اس کے چار لہجے بن گئے اور ان چاروں کی جمع اَشْغَال ہے، بمعنی کام۔

شَغَلَهُ: اس نے اسے مشغول رکھا۔ یا کام پر لگایا، اس کا باب قطع ہے۔ اسم فاعل شَاغِلٌ ہے۔ ان معنوں میں اَشْغَلَهُ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ ردی اور ناکارہ زبان یا لہجہ ہے۔

شُغْلٌ شَاغِلٌ کہنا تاکید معنی کے لئے

ہے، جس طرح لَيْلٌ لائلٌ کہا جاتا ہے کہ شُغِلْتُ عَنْکَ بِکَذَا میں فلاں کام میں مشغول ہو کر تجھ سے غافل یا بے نیاز ہوگیا۔ یہ فعل مجہول کا صیغہ ہے۔

اشْتَغَلْتُ: میں مشغول یا مصروف ہوگیا۔ کام میں لگ گیا۔

میرا کہنا ہے کہ تعلیل سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ جب فاعل معلوم ہو تو تعلیل جائز ہے۔ معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر تم کہو کہ ضَرَبَ زَيْدٌ عمروًا: اور تم یہ کہو کہ مَا اَضْرَبَ عمروًا: بصیغہ تعجب تو یہ جائز نہیں کیونکہ تعجب صرف فاعل کے صیغے سے ہوتا ہے نہ کہ مفعول کے صیغے سے۔

ش غ ا – السِّنُّ الشَّاغِيَةُ: زائد دانت، یہ ایسا دانت ہے جو دوسرے دانتوں کے اگنے والی جگہ سے مخالف جگہ پر اگ آتا ہے، کہا جاتا ہے رَجُلٌ اَشغٰی یعنی دانت والا شخص اور امْرَأةٌ شَغْوا. زائد دانت والی عورت۔

قَدْ شَغِيَ: اس کے زائد دانت اگ آیا، اس کا باب صَدِی ہے۔

ش ف ر – الشَّفَرَةُ: (فاء مفتوح) بڑی چھری یا چھرا۔

الشُّفْرُ: (شین مضموم) کی جمع اَشْفَارُ العین. بمعنی پپوٹوں کے کنارے جس پر بال اُگتے ہیں، انہیں الهُدْبُ. یعنی پلکیں کہا جاتا ہے، ہر چیز کے کنارے کو شَفُرُهُ اور شَفِيْرُهُ کہتے ہیں، اس کی مثال وادی وغیرہ کی ہے۔

المشْفَرُ مِنَ البَعِيْرِ بروزن مِغْفَرٌ بمعنی اونٹ کا ہونٹ اور گھوڑے کے ہونٹ کو الجَحفَلَة کہتے ہیں۔

ش ف ع – الشَّفْعُ: جفت، یہ الوَتْرُ بمعنی طاق کی ضد ہے، کہا جاتا ہے کہ کَانَ وَتْرًا فَشَفَعَهُ. وہ طاق تھا تو اس نے اسے جفت کر دیا، یعنی اس کا جوڑا پیدا کیا، اس کا باب قطع ہے۔

الشُّفْعَةُ فی الدّار والأرض: گھر اور زمین میں حق شفعہ۔

الشَّفِيْعُ: صاحب شفعہ اور صاحب شفاعت یعنی شفعہ اور شفاعت کرنے والا۔

الشَّافِعُ: وہ بکری جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ "أَنَّه بَعَثَ مُصَدِّقًا فَاتَاهُ بِشَاةٍ شَافِعٍ فَلَمْ يَأْخُذْهَا فَقَالَ اِئْتِنِي بِمُعْتَاطٍ" کہ آنحضور ﷺ نے زکوٰۃ کے وصول کے لئے ایک شخص کو بھیجا تو وہ زکوٰۃ میں ایک ایسی بکری لائے جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا، اور فرمایا کہ ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ بچہ نہ ہو۔

اسْتَشْفَعَهُ اِلٰی فُلَانٍ: اس نے فلاں

شخص کوسفارش کرنے کو کہا وتَشَفَّعَ الیه فِی فُلان فَشَفَّعهُ فِیهِ تَشفِیعًا. اس نے فلاں شخص کے بارے میں اس سے سفارش کی تو اس نے اس کی سفارش سُن لی۔

ش ف ف–شَفَّ عَلَیهِ ثَوبُهُ: اس کا مضارع یَشِفُّ (شین مکسور) اور مصدر شَفِیفًا ہے، اس کے سر پر ایسا شفاف کپڑا ہے، جس کے اندر سے سب کچھ نظر آتا ہے۔

ثَوبٌ شِفٌّ: صاف وشفاف کپڑا، اس میں شین مفتوح بھی ہے، اور مکسور بھی۔

اِستِشَافُ: برتن میں موجود سارا پانی پی جانا، اس کا ذکر امّ زُرع کی حدیث میں ہے۔

شَفَهُ الهَمُّ: دکھ نے اسے لاغر کردیا، اس کا باب رَدَّ ہے۔

ش ف ق–الشَّفَقُ: سورج کی روشنی کا باقاعدہ حصہ اور اس کی سرخی جو ابتدائے رات سے لے کر تقریباً اندھیرا چھانے تک رہتی ہے۔ خلیل کا قول ہے کہ شفق غروب آفتاب سے لے کر نماز عشاء کے آخروقت تک رہنے والی سرخی ہے۔ جب یہ سرخی ختم ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ذَهَبَ الشفق یعنی شفق غائب ہوگئی۔ الفرّاء کا کہنا ہے کہ میں نے بعض عربوں کو کہتے سنا ہے کہ "علیه ثوبٌ کَانَّهُ شفق و کان اَمرٌ: اس پر ایسا کپڑا تھا جیسے شفق ہو، اور وہ کپڑا سرخ تھا۔

الشَّفَقَةُ الإشفاق: مصدر سے اسم ہے۔

اشفق عَلَیهِ: اسے اس پر ترس آیا، اس کا اسم فاعل مُشفِق اور شَفِیقٌ ہے۔

اَشفَقَ مِنهُ: وہ اس سے ڈرا، ان دونوں فعلوں کی اصل ایک ہے، اَشفَق کی بجائے شفق نہیں کہا جاتا، ابنِ دُرید کا قول ہے کہ شَفَقَ اور اَشفَقَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے، لیکن اہل لغت نے اس سے انکار کیا ہے۔

ش ف ه–الشَّفَةُ: دراصل شَفَهَةٌ ہے کیونکہ اس سے اسم تصغیر شُفَیهَةٌ ہے، اور اس کی جمع شِفَاهٌ ھاء کے ساتھ ہے، بعض کا خیال ہے کہ الشَفَةُ میں واو ناقص ہے کیونکہ اس کی جمع شَفَوَاتٌ ہے، لیکن اس کی صحت یعنی اس کے صحیح ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

المُشَافَهَةُ: رُو در رُو گفتگو۔

ش ف ی: کسی انسان کی موت کے موقع پر چاند کی آخری راتوں میں اور سورج کے غروب ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ مَابَقِیَ مِنهُ اِلَّا شَفًا: یعنی اس میں اب تھوڑا سا وقت باقی ہے۔ یوں ہر چیز کے آخری کنارے یا آخری حد کو شَفَا کہتے

ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ: "تم گڑھے کے دہانے پر تھے۔

شَفَاهُ اللّٰه مِنْ مرضِه: اللہ تعالیٰ اسے بیماری سے شفا بخشے۔

أشْفَى علٰى شَيْءٍ: اس نے کسی چیز پر نگرانی کی۔

أشْفَى المَرِيْضُ عَلَى المَوْتِ: مرض موت کے قریب پہنچا۔

استشفى: اس نے شفا طلب کی۔

تَشَفَّى مِنْ غَلِيْظِهِ. اس کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔

الإشْفَى: ستالی، ابن السکیت کا کہنا ہے کہ الإسفی یعنی ستالی پانی کا ڈول اور توشہ دان وغیرہ سینے اور جوتوں کے سینے کے لئے ہوتی ہے۔ اسے ستالی کے علاوہ آر بھی کہتے ہیں۔

ش ق ح—أشْقَحَ النَّخلُ وشَقَّحَ تَشْقِيْحًا: کھجور کے درخت پر پھل گدرایا۔ کھجور اس حالت سے پہلے یعنی پھل کے گدرانے یا رنگ پکڑنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ش ق ر—الشُّقْرَةُ: گہرا سرخ اور زرد رنگ۔ اس کا باب طرب ہے۔ شُقْرَةٌ. انسان کا کھلتا ہوا سرخ رنگ اور اس کا چہرہ سفیدی مائل۔ اور گھوڑے کے رنگ میں کھلتا ہوا سرخ رنگ اور اس کے ساتھ ہی گردن یعنی بال اور دم کے سرخ بال۔ اگر بال اور دم کے بال سیاہ ہوں تو اسے گھوڑے کو کُمیت کہتے ہیں۔ اور بَعِيْرٌ اَشْقَرُ سے مراد گدلے سرخ رنگ کا اونٹ۔

ش ق ص—الشِقْصُ: زمین کا ٹکڑا، چیزوں کا مجموعہ۔

ش ق ق—الشَّقُّ: شگاف، رخنہ، چاق اس کی جمع الشُّقُوْقُ یہ دراصل مصدر ہے۔ تم لوگ کہتے ہو کہ بيَدِ فُلَانٍ وبِرِجْلِهِ شُقُوْقٌ. فلاں شخص کے ہاتھ اور پاؤں میں چاق پڑے ہیں یا ہاتھ پاؤں پھٹے ہوئے ہیں۔ شُقُوْقٌ کے بدلے شَقَاقٌ نہیں کہنا چاہئے۔ الشُّقَاقُ ایک بیماری ہے جو چوپایوں کو لگتی ہے۔ اور وہ بیماری چاق پڑنے یعنی جلد پھٹنے کی ہوتی ہے، جو ٹخنوں اور کلائیوں میں لگ جاتی ہے۔ شاید یہ بیماری بڑھ کر چوپایوں کی پنڈلیوں تک پہنچتی ہے۔

الشِّقُّ: چیز کا نصف حصہ، اور اس کا معنی پہاڑ کا کنارا بھی ہے۔ اُمّ زرع کی حدیث ہے کہ: "وَجَدَنِي فِي أهْلِ غُنَيْمَةَ بِشِقٍّ" اس نے مجھے اہل غنیمہ کے ہاں پہاڑ کے ایک کنارے میں پایا۔ ابو عُبید کا قول ہے کہ الشِقّ ایک جگہ کا نام ہے۔

الشِّقُّ: کا معنی مشقت اور تکلیف بھی ہے، قولِ خداوندی ہے: "اِلَّا بِشِقِّ الاَنفُسِ" سوائے جانوں کی تکلیف اور مشقت کے۔ آیت میں بِشِقِّ کو ش مفتوح کر کے بھی پڑھا گیا ہے۔
الشُّقَّةُ: کپڑے کا ٹکڑا، یا دھجی۔
الشُّقَّةُ: کا معنی لمبا اور طویل سفر بھی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے: شُقَّةٌ شَاقَّةٌ: تکلیف دہ یا مشقت والا لمبا سفر، شاید اسے شین مکسور سے بھی کہتے ہیں۔
الشَّقِيْقُ: سگا بھائی۔
شَقَائق النُّعمَان: کلی، غنچہ، واحد اور جمع کے صیغے دونوں ایک ہیں۔ النُّعمان کے ساتھ اس کی اضافت کا سبب یہ ہے کہ النعمان ایک چراگاہ کا نام ہے جہاں یہ کلیاں بہت ہوتی ہیں۔
الشَّقِيْقَةُ: دردِ شقیقہ، یہ درد نصف سر اور چہرے میں ہوتی ہے۔
شَقَّ الشَّیْءَ فَانْشَقَّ: اس نے چیز کو پھاڑا تو وہ پھٹ گئی، اس کا باب رَدَّ ہے۔
شَقَّ فُلَانٌ العَصَا: محاورہ ہے کہ اس نے جماعت چھوڑ دی۔
المُشَاقَّةُ والشِّقَاقُ: دشمنی، عداوت، مخالفت۔
شَقَّ عَلَيْهِ الشَّیْءُ: اس پر بات گراں یا شاق گزری، اس کا باب رَدَّ ہے۔

مَشَقَّةٌ: مشقت، اس کا اسم الشِّقُّ (شین مکسور) ہے۔
اشْتِقَاقٌ: ایک لفظ سے دوسرا لفظ بنانا۔
شَقَّقَ الحَطَبَ: اس نے ایندھن وغیرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔
تَشَقَّقَ: تو لکڑی چر گئی یا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔
العُصفُوْر يُشَقْشِقُ فِی صَوْتِهِ: چڑیا چہچہاتی ہے۔
الشَّقَاءُ وَالشَّقَاوَةُ: (شین مفتوح) بدبختی، السَّعَادة یعنی نیک بختی کی ضد۔ قتادہ نے قرآن مجید میں اور آیت میں اس لفظ کو شِقَاوَتُنَا پڑھا ہے، یعنی شین کو مکسور کر کے یہ ایک اور لہجہ ہے۔
قَدْ شَقِیَ شَقَاءً اور شِقَاوة بھی (شین مکسور) وہ بدبخت ہو گیا۔
اَشْقَاهُ اللّٰهُ فَهُوَ شَقِیٌّ: خدا نے اسے بدبخت کر دیا، تو وہ بدبخت ہو گیا۔
الشِّقْوَةُ: میں شین مکسور ہے لیکن مفتوح اس کا ایک اور لہجہ ہے۔
ش ک ر - الشُّکْرُ: ثناء، محسن کی اس بات پر تعریف و ثناء کہ اس نے اس سے نیکی یا بھلائی کی ہے۔
قَدْ شَكَرَهُ، يَشْكُرُهُ: (کاف مضموم) شُكْرًا اور شُكْرَانًا۔ اس نے اس کا شکر ادا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: شَكَرَهُ اور

شَکَرَ لَہٗ: اس نے اس کا شکریہ ادا کیا، ان معنوں میں شَکَرَ لَہٗ کہنا زیادہ فصیح ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَا شُکُوْرًا ممکن ہے کہ شُکُوْرًا مصدر ہو جیسے قَعَدَ کا قُعُوْدًا مصدر ہے یا ممکن ہے کہ جمع کا صیغہ ہو جیسے بُرْد وبُرُود، کُفْرًا و کُفُوْرٌ۔

الشُّکْرَانُ: شکرگزاری کُفْرَان: ناشکری کی ضد۔

تَشَکَّرَ لَہٗ: اور شَکَرَ لَہٗ کا ایک ہی معنی ہے۔

ش ک س – رَجُلٌ شَکْسٌ: بروزن فَلْسٌ: سخت و ترش مزاج والا شخص۔

قَوْمٌ شُکْسٌ بروزن قُفْلٌ: سخت مزاج قوم، اس کا باب سَلِمَ ہے۔ الفرّاء نے بتایا کہ رَجُلٌ شَکِسٌ (کاف مکسور) بہ قیاس ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ''شُرَکَاءُ مُتَشَاکِسُوْنَ'' یعنی باہم مختلف اور سخت مزاج۔

ش ک ک – الشَّکُّ: شک شبہ، الیَقِین کی ضد۔

قَدْ شَکَّ فِی کَذَا: اس نے فلاں معاملے میں شک کیا، اس کا باب رَدَّ ہے۔

تَشَکَّکَ: اسے شک ہوا۔

شَکَّکَہُ فیہ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے اس کے بارے میں شک میں ڈال دیا۔

ش ک ل – الشَّکْلُ: مانند، مثل، اس کی جمع اَشْکَالٌ اور شُکُوْلٌ ہے، کہا جاتا ہے: ھٰذَا اَشْکَلُ بکَذَا. یہ فلاں کے مانند ہے۔ قول خداوندی ہے: ''قُلْ کُلٌّ یَعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ'' ہر شخص اپنے طور طریقے اور سمت و جہت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

الشِّکَال – عقال: اونٹوں کا مخصوص طریقے سے زانو سے باندھنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ''کَرِہَ الشِّکَال فِی الخَیْلِ'' آپ ﷺ نے گھوڑوں کو اونٹوں کی طرح زانوؤں سے باندھنے کو ناپسند فرمایا۔ وہ یوں کہ گھوڑے کی تین ٹانگیں باندھی جاتیں اور ایک کھلی چھوڑ دی جائے یا تین ٹانگیں کھلی چھوڑ دی جائیں اور ایک باندھی جائے۔

شِکَال: صرف زانو یا پاؤں میں ہی ہوتی ہے۔ ایسے بندھے ہوئے گھوڑے کو مَشْکُوْل کہتے ہیں، اور ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اَشْکَلَ الأمر: معاملے میں التباس پیدا ہوگیا۔

شَکَلَ الفَرَسَ والطَّائِرَ بالشِّکَال: اس نے گھوڑے اور پرندے کو پاؤں سے باندھا۔ اور اسی طرح سے۔

شَکَلَ الکِتَاب: اس نے کتاب کی

عبارت پر حرکات اور اعراب لگا دیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: اَشْکَلَ الکِتَاب: اس نے کتاب کے اشکال والتباس کو رفع کیا۔
المُشَاکَلَۃُ: ہم شکل ہونا۔ ایک دوسرے کے موافق ہونا، اور التَّشَاکُلُ کا معنی بھی یہی ہے۔
ش ک م-الشُّکْمُ: (شین مضموم) جزا، بدلہ۔
قَدْ شَکَمَہٗ یَشْکُمُہٗ: (کاف مضموم) شُکْماً (شین مضموم) اس نے اسے بدلہ دیا۔ معاوضہ دیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "اَنَّہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِحْتَجَمَ ثُمَّ قَالَ اُشْکُمُوْہ" نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے اس کے بعد فرمایا کہ اسے اُجرت دے دو۔
الشَّکِیْمُ والشَّکِیْمَۃُ۔ لگام کا لوہے والا حصہ جو گھوڑے کے منہ میں دیا جاتا ہے، اس کی جمع شَکَائِمُ ہے۔
فُلَانٌ شَدِیْدُ الشَّکِیْمَۃِ: فلاں آدمی سخت خوددار متکبر اور خود سر ہے۔
ش ک ا-شَکَاہُ: اس کا باب غَدَا ہے۔ اس کا مصدر شِکَایَۃٌ (شین مکسور) شَکِیَّۃٌ اور شَکَاۃٌ (شین مفتوح) ہے۔ معنی یہ ہے کہ اس نے اس کی شکایت کی، یعنی اس کے برے کام کی اطلاع دی۔ جس کی شکایت کی جائے وہ مَشْکُوٌّ اور مَشْکِیٌّ ہے۔ اس کا اسم الشَّکْوٰی ہے۔ اَشْکَاہُ: اس نے اسے شکایت کا موقع دیا۔ اشْکَاہُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اس کی شکایت پر اسے عتاب یا سرزنش کی۔ اور شکایت دور کی۔ یہ لفظ بھی کلمات افراد میں سے ہے، جن کے دو متضاد معنی ہوتے ہیں۔ اشْتَکَاہُ کا معنی بھی وہی ہے جو شکاہ کا ہے۔
اَشْتَکٰی عُضْوًا مِنْ اَعْضَائِہٖ: اس کے جسم کے اعضاء میں سے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوئی۔ تَشَکِّی کا معنی بھی یہی ہے۔
المِشْکَاۃُ: چراغ دان۔
الشَّکْوَۃُ: شیر خوار بچے کی دودھ کی بوتل یا فیڈر جو بچے کو دودھ پلانے کے لئے ہوتا ہے۔
اشْتَکٰی: بچے نے فیڈر لے لیا۔
ش ل ج م-الشَّلْجَمُ: شلغم سبزی جو پکا کر کھائی جاتی ہے۔ ایک اعرابی کا قول ہے: تَسَائُلِنِی بِرَامَتِیْنِ شَلْجَمَا: تم رامتین میں مجھ سے شلغم کے بارے میں پوچھتے ہو۔
ش ل ل-شل الثوب: اس نے کپڑے کی ہلکی سلائی کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
الشَّلَلُ: ہاتھ شل ہونا۔

قَدْ شَلَّتْ يَمِينُهُ شَلَلاً: اس کا دایاں ہاتھ شل ہوگیا۔
اَشَلَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰی: اللہ تعالی اس کا دایاں ہاتھ شل کرے۔ لوگ یوں دعا دیتے ہیں کہ: لاَ تَشْلَلْ یَدُکَ ولا تَکْلَکَ: خدا کرے تمہارا ہاتھ نہ شل ہو، اور نہ بیکار ہو۔
قَدْ شَلِلْتَ یارَجُلُ: اے شخص تُو تو شل ہوگیا ہے۔ شَلِلْتَ میں لام مکسور ہے۔
المَرأة شَلَّاءُ: عورت کو شل ہوا ہے۔
ش ل ا—الشِّلْوُ: گوشت کے اعضاء میں سے ایک عضو۔ حدیث شریف میں ہے: إئتِنِیْ بِشَلْوِها الأیْمَنِ: مجھے اس کے دائیں عضو کا گوشت دے دو۔
أشْلاءُ الإنْسَانِ: بوسیدہ اور پراگندہ ہونے کے بعد انسانی جسم کے اعضاء۔ ثعلب کا قول ہے کہ: لوگوں کا کہنا ہے کہ اَشْلَیْتُ الکلبَ عَلی الصَّیْدِ خطأً: میں نے غلطی سے کتے کو شکار پر ہانکا یا دوڑایا، ابو زید کا قول ہے کہ اُشْلَیْتُ الکَلْبَ: میں نے کُتّے کو بلایا۔ ابن سکیت کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے کہ: ''اَوْسَدْتُ الکَلْبَ بالصَّید وآسَدْتُهُ'' میں نے کتے کو شکار پر اُکسایا۔ ان معنوں میں اَشْلَیْتُهُ نہیں کہتے۔ الإشلاء صرف دو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ زیاد الاعجم کا قول ہے: ''اَتَیْنَا اَبَا عَمْرٍو فَاَشْلٰی کِلَابَهُ عَلَیْنَا فَکِدْنَا بَیْنَ بَیْتَیْهِ نُؤکَلُ'' ہم ابوعمرو کے پاس آئے تو اس نے ہم پر اپنے کتوں کو اکسایا، تو قریب تھا کہ ہم اس کے دو گھروں کے درمیان کھا لئے جائیں۔ روایت کی جاتی ہے کہ فَاَشْلٰی کے بدلے اَغْرٰی لفظ ہے۔
ش م ت—الشَّمَاتَةُ: دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔
تَشْمِیْتُ العَاطِسِ: چھینکنے والے شخص کو یَرْحَمُکَ اللّٰه کہہ کر دُعا دینا۔ دُعا دینے والا مُشَمِّتٌ ہے۔ اسے مُسَمِّتٌ بھی کہتے ہیں، یعنی سین کے ساتھ۔
ش م خ—الجِبَالُ الشَّوَامِخُ: بلند و بالا پہاڑ۔
قَدْ شَمَخَ الجَبَلُ: پہاڑ اونچا ہے۔ اس کا باب خضع ہے۔
قَدْ شَمَخَ الرَّجُلُ بِأنفِهِ: آدمی نے ناک اونچی کی یعنی تکبر کیا۔
ش م ر—الشَّمْرُ: چلنے میں اِترانا یا اتراتے ہوئے چلنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
الشَّمَّرَ اِزَارَهُ تَشْمِیرًا: اس نے اپنا ازار اونچا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: شَمَّرَ فِی اَمْرِهِ: وہ اپنے معاملے میں ہلکا ہوا۔
اِنْشَمَّرَ لِلاَمْرِ وَتَشَمَّرَ: اس نے تیار

کر لی یا تہیہ کیا۔

تَشْمِیْرٌ: بھیجنا، روانہ کرنا، لوگ کہتے ہیں کہ:

شَمَّرَ السَّفِیْنَةَ: اس نے جہاز روانہ کیا۔

شَمَّرَ السَّهْمَ: اس نے تیر چلایا۔

ش م ز –اشْمَأَزَّ الرَّجُلُ اشْمِئْزَازاً: آدمی کبیدہ خاطر ہوا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے، وہ ڈر گیا۔

ش م س –الشَّمْسُ: سورج، اس کی جمع شُمُوْسٌ ہے۔ اس سے مراد سورج کے اردگرد کا سارا ماحول روشن ہوتا ہے۔ گویا سورج کی ہر ایک طرف ایک شَمْس ہے جسطرح مَفرق بمعنی پیشانی کو بصیغہ جمع مَفارِقْ کہتے ہیں، اس کا اسم تصغیر شُمَیْسَةٌ ہے۔

شَمَسَ یَوْمُنَا: آج ہمارے ہاں دھوپ نکلی ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ أشْمَسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

شَمَسَ الفَرَسُ: گھوڑے نے پیٹھ پر بٹھانے سے روک دیا، یعنی سوار نہ ہونے دیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا مصدر شِمَاسًا ہے۔ اس میں شین مکسور ہے۔ ایسے گھوڑے کو شَمُوْسٌ یعنی منہ زور گھوڑا کہیں گے۔

رَجُلٌ شَمُوْسٌ: سخت مزاج آدمی، اسے شَمُوْص نہیں کہنا چاہئے۔

شَیْئٌ مُشَمَّسٌ: دھوپ میں بنائی گئی چیز۔

ش م ط –الشَّمَطُ: شین اور میم دونوں مفتوح۔ سر کے بالوں کی سفیدی جس میں کالے بال بھی ہوں۔

الرَّجُلُ أشْمَطُ: سیاہ وسفید بالوں والا شخص یا کھچڑی بالوں والا۔

قَوْمٌ شُمْطَانٌ: سیاہ اور سفید کھچڑی بالوں والے لوگ، اس کی مثال أسْوَد کی جمع سُوْدان ہے۔

وَقَدْ شَمِطَ: وہ سیاہ وسفید بالوں والا ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

الْمَرْأةُ شَمْطَاءُ بروزن حَمْرَاء: بوڑھی عورت۔

ش م ع –الشَّمَعُ: شین اور میم دونوں مفتوح۔ الفرّاء کا قول ہے: یہ عربوں کا کلام ہے لیکن مولد اسے میم ساکن کر کے بولتے ہیں۔

اَلشَّمْعَةُ الشَّمْعُ سے زیادہ مشہور اور خاص ہے۔

الْمَشْمَعَةُ بروزن الْمَتْرِبَةُ: بمعنی کھیل اور مزاح۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ تَتَبَّعَ الْمَشْمَعَةَ: یعنی جس نے لوگوں کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کیا یا تمسخر اڑایا تو، ''اَصَارَهُ اللّٰهُ اِلٰی حَالَةٍ یُعْبَثُ بِهٖ فِیْهَا'' اللہ تعالیٰ اسے ایسی حالت میں پہنچا دے گا کہ اس کا تمسخر اڑایا جائے گا۔

ش م ل –شَمِلَهُمْ الأمْرُ: (میم مکسور)

شُمُولاً: حکم ان سب کے لئے عام ہے۔اس کا ایک اور لہجہ بھی ہے جس کا باب دَخَلَ یَدْخُلُ ہے۔جس کی اصمعی کو خبر نہیں۔

أمْرٌ شَامِلٌ: عام حکم جو سب کے لئے ہو، جس میں سب شامل ہوں۔

جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهُ: اللہ تعالیٰ اس کے معاملے کو پراگندہ نہ کرے۔

فَرَّقَ اللّٰهُ شَمْلَهُ: اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو پراگندہ کردے۔

الشَّمَلُ: (شین اور میم دونوں مفتوح) شَمْلٌ کا ایک اور لہجہ ہے۔

الشُّمْلَةُ: کمبل یا چادر جو بدن کو ڈھانپ لے۔

الشَّمَالُ: قطب (شمالی) سے چلنے والی ہوا۔اس کے پانچ لہجے ہیں:
(۱) شَمْلٌ (میم ساکن)۔
(۲) شَمَلٌ (شین اور میم مفتوح)۔
(۳) شَمَالٌ.
(۴) شَمْأَلٌ اور
(۵) شَامَلٌ.

شَامَلٌ شَمَالٌ سے مقلوب ہے،شاید یہ ایک لہجہ شَمَأَلٌّ (لام مشدد) بھی ہو۔ الشَّمَالُ کی جمع شَمَالَاتٌ اور شَمَائِلَ بھی ہے جو خلاف قیاس ہے گویا لوگوں نے یہ شِمَالَةٌ کی جمع بنائی ہے جس طرح حِمَالَةٌ کی حَمَائِلُ جمع ہے۔

غَدِيْرٌ مَشْمُوْلٌ تَضْرِبُهُ الرِّيْحُ الشَّمَال حتى يَبْرُدَ: ہر طرح کی نباتات کا قطعہ سے شمالی ہوائیں آ کر ٹکراتی ہیں، تاکہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اسی نسبت سے شراب کو مَشْمُوْلَةٌ کہتے ہیں کہ اس میں ٹھنڈک کا ذائقہ ہوتا ہے۔

الشَّمُوْل: شراب۔

اليَد الشِّمالُ: بایاں ہاتھ جو اليَدُ اليمينُ کے خلاف ہے،اس کی جمع اشْمُلُ ہے۔اس کی مثال أعْنُقُ اور أذْرُعُ ہے کیونکہ یہ مؤنث ہیں۔ شَمَائِل کا جمع کا صیغہ بھی خلاف قیاس ہے۔ قول خداوندی ہے: "عَنِ اليَمِيْنِ والشَّمَائِلِ" الشِّمَالُ کا معنی خلق بھی ہے۔اس کی جمع الشَّمَائل ہے۔

شَمَلَتِ الرِّيْحُ: ہوا نے شمال کا رخ اختیار کیا۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔

أشْمَلَ القَوْمُ: قوم باد شمالی میں داخل ہوگئی۔اگر تمہاری مراد یہ ہو وہ باد شمالی میں گھر گئے تو شُمِلُوْا کہیں گے اور گھرنے والوں کو مَشْمُوْلُوْنَ کہا جائے گا۔

اشْتَمَلَ بِثَوْبِهِ: وہ اپنے کپڑے میں لپٹ گیا۔

اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ: کوئی آدمی اپنے جسم کو پوری طرح چادر یا ازار میں لپیٹ لے۔

ش م م—شَمَّ الشَّیْءَ یَشَمُّهُ: (شین مفتوح) شَمًّا وشَمِیمًا: اس نے چیز کو سونگھا۔ شَمَّ کا باب رَدَّ بھی ایک لہجہ ہے۔
أَشَمَّهُ الطِّیبَ: اس نے اسے خوشبو سونگھائی۔
فَشَمَّهُ: تو اس نے اسے سونگھ لیا۔
اشْتَمَّهُ: کا معنی بھی یہی ہے۔
تَشَمَّمَ الشَّیْءَ: اس نے کسی چیز کو وقفوں میں سونگھا۔
الشَّمَمُ: ناک کی نالی میں اونچائی اور اوپر والے حصے کی ہمواری۔
رَجُلٌ اَشَمُّ الأَنْفِ: ستواں ناک والا آدمی۔
جَبَلٌ أَشَمُّ: بلند چوٹی والا پہاڑ جس میں دونوں اونچائی نمایاں ہو۔ یعنی ناک اور پہاڑ۔
اِشْمَامُ الحَرْفِ: کسی حرف کا آواز نکالے بغیر صرف ہونٹ کے اشارے سے اس حرف کا اظہار کرنا۔
المَشْمُومُ: خوشبو، عطر۔
ش ن أ—الشَّانِیءَ: بغض کرنے یا رکھنے والا۔
قَدْ شَنِئَهُ: اس نے اس سے بغض رکھا۔ اس میں نون مکسور ہے، اس کا مصدر شِنْأً (نون ساکن اور شین مفتوح، مکسور اور مضموم) اور مَشْنَأً ہے۔ اس کی مثال مَعْلَمٌ ہے، نیز اس کا مصدر شَنَآنٌ (نون ساکن اور مفتوح) ہے۔ اسے دونوں حرکتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔
ش ن ب—الشَّنَبُ: دانتوں میں گرمی، کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ٹھنڈک اور مٹھاس ہے۔
اِمْرَأَةٌ شَنْبَاءُ: ٹھنڈی اور شیریں عورت۔
ش ن خ ف—رَجُلٌ شِنَّخْفٌ: بروزن جِرْدَحْلٌ: طویل القامت انسان۔ حدیث شریف میں ہے: ''اِنَّکَ مِنْ قَوْمٍ شِنَّخْفِیْنَ'' تم طویل القامت لوگوں میں سے ہو۔
ش ن ر—الشَّنَارُ: (شین مفتوح) عیب اور عار۔
ش ن ع—الشَّنَاعَةُ: برائی، بدی، فظاعت۔
قَدْ شَنُعَ الشَّیْءُ: چیز قبیح ہوگئی۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اسم فاعل شَنِیعٌ اور أَشْنَعُ ہے، بمعنی قبیح۔ اس کا اسم الشُّنْعَةُ (شین مضموم) ہے۔
شَنَّعَ عَلَیْهِ تَشْنِیعًا: اس نے اسے بُرا بھلا کہا، یا گالی دی۔
میرا کہنا ہے کہ امام الازہری نے کہا کہ شَنَّعَ عَلٰی فُلَانٍ: اس نے فلاں شخص کے کام یا معاملے پر طعن و تشنیع کیا۔
ش ن ف—الشَّنْفُ: کان کی بالی، اس

کی جمع شُنُوْف بمعنی کان کی بالیاں ہے۔ اس کی مثال فَلْسٌ کی جمع فُلُوْس ہے۔
شَنَّفَ المَرْأَةَ فَتَشَنَّفَتْ: اس نے عورت کو بالی پہنائی تو اس نے پہن لی۔ اس کی مثال قَرَّطَهَا فَتَقَرَّطَتْ ہے۔
ش ن ق – الشَّنَقُ فی الصَّدَقَةِ: زکوٰۃ میں دو نصابوں کو ملا کر ایک نصاب بنانا، یعنی زکوٰۃ کی وصولی اور وجوب کیلئے دو نامکمل نصابوں کی جنسوں کو ملا کر ایک نصاب پورا کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: "لاشِنَاقَ" شناق پر زکوٰۃ نہیں، یعنی جب تک ایک جنس کا نصاب پورا نہ ہوا سے دوسری جنس کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کر کے زکوٰۃ نہ لی جائے۔ تاوقتیکہ ایک جنس کا نامکمل نصاب پورا نہ ہو۔
ش ن ن – شَنَّ عَلَيْهِمُ الغَارَةَ: اس نے اس پر ڈاکہ ڈالا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ أَشَنَّهَا کا بھی یہی معنی ہے۔
الشَّنُّ والشَّنَّةُ: پرانی مشک یا پرانا مشکیزہ۔ الشَّنُّ کی جمع شِنَانٌ ہے۔ مثل مشہور ہے کہ: لا يُقَعْقَعُ لِي بالشِّنَان: پرانے مشکیزے کی سرسراہٹ یعنی معمولی حرکتوں سے مجھے نہیں ڈرایا جاسکتا۔ یعنی میں معمولی باتوں سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔
الشَّنان (شین مفتوح) الشَّنَآن بمعنی بغض وحسد کا ایک لہجہ ہے۔ شَنٌّ: بنو عبد القیس کا ایک قبیلہ۔ مثل مشہور ہے: وَافَقَ

شَنٌّ طَبَقَةَ: شن نے طبقہ سے موافقت کر لی۔
الشِّنْشِنَةُ: خُلق، مزاج، طبیعت۔
ش ہ ب – الشُّهْبَةُ فِي الأَلْوَان: رنگوں میں سیاہ رنگ پر سفید رنگ کا غلبہ۔
الشِّهَاب: آگ کا چمکتا شعلہ۔ اس کی جمع شُهُبٌ ہے جس میں شین اور ھاء دونوں مضموم ہیں۔ اور جمع کے دوسرے وزن فُعْلَان پر شُهْبَانٌ ہے۔ اس کی مثال حساب کی جمع حُسْبَانٌ ہے۔
ش ہ د – الشَّهَادَةُ: قطعی خبر، کہتے ہیں کہ شَهِدَ عَلَى كَذا: اس نے فلاں بات کی شہادت دی یعنی صحیح، درست اور قطعی اطلاع دی۔ اس کا باب سَلِمَ ہے، شاید ھاء میں تخفیف کر کے شَهْدَ الرَّجُلُ بھی کہا گیا ہو، جس میں ھاء ساکن ہے۔ لوگ کہتے ہیں:
اَشْهَدُ بِكَذا: میں فلاں بات کی گواہی دیتا ہوں یعنی حلف اٹھاتا ہوں۔
الشَاهَدَةُ: معاینہ آنکھوں سے دیکھنا۔
شَهِدَهُ (ھاء مکسور) شُهُوْدًا: وہ وہاں حاضر ہوا۔ اس کا اسم فاعل شَاهِدٌ ہے۔
قَوْمٌ شُهُوْدٌ: موقع پر موجود اور حاضر لوگ۔ یہ دراصل مصدر ہے شُهُوْدٌ کی بجائے شُهَّدٌ بھی بولا جاتا ہے۔ اس کی مثال رَاكِعٌ کی جمع رُكَّعٌ ہے۔

شَهِدَ لَهُ بِكَذا: اس نے اس کے حق میں فلاں بات کی گواہی دی، اس کا اسم فاعل شَاهِدٌ، اس کی جمع شَهْدٌ ہے۔ اس کی مثال صَاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔ نیز سَافِرٌ کی جمع سَفْرٌ ہے۔ بعض لوگوں کو اس سے انکار ہے۔ وہ الشَّهْدُ کی جمع شُهُودٌ اور اَشْهَادٌ بناتے ہیں۔

الشَّهِيْدُ: گواہ اس کی جمع الشُّهَدَاء ہے۔

اشْهَدَهُ عَلٰى كَذا: اس نے فلاں شخص کو فلاں بات پر گواہ بنایا۔ فَشَهِدَ تو وہ گواہ بن گیا۔

اسْتَشْهَدَهُ: اس نے اسے گواہی دینے کو کہا۔ الشَّهِيْدُ: اللہ کی راہ میں جان دینے والا، اس کی جمع شُهَدَاء ہے۔

قَدْ اسْتُشْهِدَ: اس کا فعل مجہول ہے۔ اور اس کا اسم الشَّهَادَةُ ہے۔

التَشَهُّدُ فی الصَّلٰوة: نماز میں تشہد، دو رکعتوں کے بعد دوزانو بیٹھنا۔

الشُّهْدُ: شہد، عسل، موم سمیت شہد۔ اس میں شین مضموم اور مفتوح ہے۔ اس کی جمع شِهَادٌ ہے۔

میرا کہنا ہے، صاحب کتاب نے شَهْدٌ کے ساتھ فی شَمْعِهَا: کہہ کر اسے مؤنث بنایا کیونکہ العَسَلُ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے، لیکن اس کا مؤنث ہونا زیادہ غالب ہے۔ اس کا ذکر ہم ع س ل کے تحت کریں گے۔

ش ہ ر — الشَّهْرُ: مہینہ، ماہ، اس کی جمع الشُّهُوْرُ ہے۔

اشْهَرْنا: ہم پر مہینہ آیا۔ ابن السکیت کا قول ہے۔

اَشْهَرْنَا فی هذا المَكَانِ: ہم اس مکان میں ایک ماہ رہے۔ ثعلب نے کہا کہ اَشْهَرْنَا کا معنی ہے کہ ہم ماہ میں داخل ہوئے۔

المُشَاهَرَةُ: ماہانہ، جس طرح المُعَاوَمَة بمعنی سالانہ ہے۔

الشُّهْرَةُ: شہرت، مشہوری۔ کہتے ہیں کہ شَهَرْتُ الأَمْرَ: میں نے بات مشہور کردی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

شُهْرَةٌ: شہرت اور مشہوری۔

اشْتَهَرَ: وہ مشہور ہوگیا۔

اَشْهَرْتُهُ: میں نے اسے مشہور کردیا۔

فاشْتَهَرَ: تو وہ مشہور ہوگیا۔

شَهَّرْتُهُ تَشْهِيْرًا. میں نے اس کی خوب تشہیر کی۔ لِفُلانٍ فَضِيْلَةٌ اشْتَهَرَ النَّاسُ: فلاں شخص میں ایک فضیلت ہے، جسے لوگوں نے مشہور کردیا۔ شَهَرَ سَيْفَهُ: اس نے اپنی تلوار لہرائی یا سونتی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ش ہ ق — الشَّاهِقُ: بلند پہاڑ۔

شَهِيْقُ الحِمَارِ: گدھے کی آواز کا آخری حصہ اور زَفِيْرہٗ اس کی آواز کا ابتدائی حصہ۔

شَهَقَ: (ھاء مفتوح) يَشْهَقُ: (ھاء مفتوح اور مکسور دونوں)۔

شَهِيْقًا: وہ رینگا، کہا گیا ہے کہ الشَّهِيْقُ کا معنی سانس لینا اور الزَّفِيْرُ کا معنی سانس چھوڑنا ہے۔

الشُّهْقَةُ: چیخ، کہا جاتا ہے کہ: شَهَقَ فُلَانٌ شَهْقَةً فَمَاتَ. فلاں شخص نے ایک چیخ ماری یا ہچکی یا سسکی لی اور مر گیا۔

ش ہ ل – الشُّهْلَةُ فِي العَيْنِ: سیاہی میں نیلا پن آنا۔

عَيْنٌ شَهْلَاءُ: نیلی آنکھ۔

رَجُلٌ اَشْهَلُ العين: نیلی آنکھوں والا آدمی۔

شَهُمَ: وہ بہادر ہوا۔ اس کا باب ظرف ہے، اس کا اسم فاعل شَهْمٌ ہے یعنی شہادت اور بہادری والا، یا مضبوط دل والا ذہین شخص۔

ش ہ ا – الشَّهْوَةُ: شہوت، خواہش۔

طَعَامٌ شَهِيٌّ: مزیدار کھانا۔ اس کا اسم مفعول مُشْتَهِيٌّ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ صیغہ فعیل بمعنی مفعول ہے۔ یہ شَهِيْتَ الشَّيْءَ: تم نے کسی چیز کی خواہش سے مشتق ہے۔

رَجُلٌ شَهْوَانٌ للشَّيْءِ: کسی چیز کا رسیا شخص۔

شَهِيْتُ الشَّيْءَ: میں نے کسی چیز کی شدید خواہش کی۔ (ھاء مکسور) (اَشْهَاه شَهْوَةً) اشْتَهَيْتُهُ: میں نے اس کی خواہش کی۔ تَشَهّىٰ علیه کا بھی یہی معنی ہے۔

هٰذا شَيْءٌ يُشَهِّي الطعامَ: یہ ایسی چیز ہے جو کھانے کی خواہش کراتی ہے۔

ش و ب – الشَّوْبُ: ملاوٹ کرنا، اس کا باب قال ہے۔

الشَّائبةُ: ملاوٹ، اس کی جمع الشَّوائبُ ہے۔ اس کا معنی گندگی اور غلاظت ہے۔

ش و ذ – المِشْوَذُ: المِقود کی طرح۔ پگڑی، حدیث شریف میں ہے: أَمَرَهُمْ اَنْ يَمْسَحُوْا عَلَى المَشَاوِذِ و التَّسَاخِيْنِ: آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پگڑیوں اور موزوں پر مسح کریں۔

ش و ر – اَشَارَ اِلَيْهِ بالْيَد: اس نے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔

أو مَأ واَشَارَ اليه بالرأى: اس نے اس کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔

شَارَ العَسَلَ: اس نے شہد کو چھتے سے نکالا، اس کا باب قال ہے۔ اشْتَارَهَا بھی اور اَشَارَهَا بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ اسے ابوعمرو نے نقل کیا ہے، لیکن اصمعی نے اس

سے انکار کیا ہے۔

الشَّوَار: (شین مفتوح) گھر اور سفر یا سواری کا ساز و سامان۔ الرَّحْلُ حاء کے ساتھ ہے۔

الشَّارَةُ: لباس اور وضع قطع۔

المِشْوَارُ: (میم مکسور) منڈی مویشیاں۔ وہ جگہ جہاں مویشی فروخت کرنے کے لئے لائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: اِیَّاکَ وَالخُطَبَ فَاِنَّهَا مِشْوَارٌ کَثِیْرُ العِثَارِ: زیادہ باتیں کرنے سے بچو! کیونکہ یہ ایسی منڈی ہے جہاں بہت زیادہ ٹھوکریں لگتی ہیں۔

المَشُوْرَةُ: مشورہ، رائے یا تجویز دینا۔ یہی معنیٰ المَشُوْرَةُ کا ہے، اس میں شین مضموم ہے۔ کہتے ہیں کہ شَاوَرَهُ فی الأمرِ: اس نے معاملے میں اس سے مشورہ کیا یا مشورہ لیا۔ اسْتَشَارَة کا بھی یہی معنیٰ ہے۔

ش و ش – التَّشْوِیْش: گڑبڑ، فکر مندی۔ باتوں میں اُلجھاؤ پیدا ہونا۔

قَدْ تَشَوَّشَ عَلَیْهِ الأَمْرُ: اس کے لئے معاملہ میں گڑبڑ پیدا ہوگئی۔

ش و ص – الشَّوْصُ: دھونا اور صاف کرنا۔ اس کا باب قال ہے، کہا جاتا ہے کہ: هُوَ یَشُوْصُ بالسِّوَاک: وہ مسواک کے ساتھ اپنا منہ صاف کرتا ہے۔

ش و ط – عَدَا شَوْطًا: اس نے ایک چکر کی دوڑ لگائی۔

طَافَ بِالبَیْتِ سَبْعَة اَشْوَاطٍ: اس نے بیت اللہ شریف کے گرد سات چکر لگائے۔

مِنَ الحجر الی الحجر شوطًا: حجر سے شروع کر کے دوبارہ حجر اسود تک ایک چکر ہوتا ہے۔

ش و ظ – الشِّوَاظُ: (شین مضموم اور مکسور) ایسا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔

ش و ف – شَافَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو روشن کیا، اس کا باب قال ہے۔

دِیْنَارٌ مَشُوْفٌ: روشن و چمکتا دینار۔

تَشَوَّفَتِ الجَارِیَةُ: لونڈی نے بناؤ سنگھار کیا۔

شِیْفَتْ تَشَافُ شَوْفًا: اسے سنوارا گیا یا اس کا سنگھار کیا گیا۔

تَشَوَّفَ اِلی الشَّیْءِ: وہ کسی چیز کی طرف نمایاں یا نمودار ہوا۔

ش و ق – الشَّوْقُ: شوق، چاہت، کہا جاتا ہے کہ شَاقَهُ الشَّیْءُ: اسے چیز پسند آ گئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس کا اسم فاعل شَائِقٌ شوقین ہے۔ اور اسم مفعول مَشُوْقٌ ہے یعنی پسندیدہ چیز۔

شَوَّقَهُ تَشَوَّقَ: اس نے اسے شوق دلایا تو اس میں شوق پیدا ہوا۔

ش و ک–الشوکَةُ: کانٹا، خار۔ یہ الشّوک کاواحد کاصیغہ ہے۔
شَجرٌ شَائِکٌ: خاردار درخت۔
شَجرَةٌ شَاکَةٌ: بہت زیادہ کانٹے دار درخت۔
شاکَتْهُ الشَّوکَةُ: اس کے جسم میں کانٹا چبھ گیا۔
شَاکَ الرَّجُلُ غیرَہٗ: آدمی نے کسی اور کے کانٹا چبھودیا۔ان دونوں کا باب قَالَ ہے۔
شِیکَ الرَّجُلُ: آدمی کے کانٹا چبھا، یہ فعل مجہول ہے۔اس کا مضارع یُشَاکُ ہے۔اور مصدر شَوکًا ہے۔
الشَّوکَةُ: شدت جنگ،اور اسلحے کی دھار۔
شَوَّکَ الحَائِطَ تَشوِیکًا: اس نے دیوار کے اوپر کانٹے لگادیئے۔
شَجَرَةٌ مُشوِکَةٌ: بہت زیادہ کانٹوں والا درخت۔
اَرضٌ مُشوِکَةٌ: بہت زیادہ کانٹوں والی زمین۔
شَوکَةُ العَقرَبِ: بچھو کا ڈنک۔

ش و ل–شُلتُ بالجَرَّةِ، اَشُولُ بها: (شین مضموم) میں نے گھڑا اُٹھایا اور اٹھاتا ہوں۔ اس کا مصدر شَولًا ہے۔ اسے شِلتُ نہیں کہنا چاہیے یعنی شین مکسور نہیں ہے۔ الشَلتُ الجَرَّةَ بھی کہا جاتا ہے فَانشَالَتْ هِیَ: یعنی میں نے گھڑا اُٹھایا تو وہ اُٹھ گیا۔ شَالَ المِیزان: ترازو کا پلڑا اوپر اٹھ گیا۔ شَوَّل: حج کے مہینوں میں سے پہلا مہینہ۔اس کی جمع شَوَّالاتٌ اور شَوَاوِیلُ ہے۔

ش و ہ–شَاهَتِ الوُجُوهُ: چہرے مسخ و بدشکل ہوگئے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
شَوَّهَهُ اللّٰهُ تَشوِیهًا: اللہ تعالیٰ اس کا خوب منہ کالا کرے۔ اس کا اسم فاعل مُشَوِّهٌ ہے۔
فَرَسٌ شَوهَاءُ: گھوڑے کا کسی اچھی صورت کا ہونا۔کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اس کے وسیع جبڑے ہیں، نر گھوڑے کے لئے اَشوَہُ نہیں کہتے۔
الشَّاةُ: بکری۔ یہ لفظ مذکر ومؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
فُلانٌ کَثِیرُ الشَّاةِ وَالبَعِیرِ: اس کے پاس بہت زیادہ بکریاں اور اونٹ ہیں۔ یہاں مفرد صیغے سے مراد جمع ہے کیونکہ ان پر الِ جنس کا داخل ہے۔الشَّاةُ کی اصل شَاهَةٌ ہے، کیونکہ اس کا اسم تصغیر شُوَیهَةٌ ہے۔اور اس کی جمع شِیَاهٌ ہے۔ کہا جاتا ہے ثَلاثُ شِیَاهٍ بمعنی تین بکریاں، دس تک لفظ شِیَاهٍ ہی استعمال ہوتا ہے۔اس کے بعد کی تعداد کے لئے شَاة کہتے ہیں۔اور جب بہت کثرت

ہو جائے تو کہا جاتا ہے: هٰذِهِ شَاء كَثِيْرَةٌ. الشَّاءُ کی جمع شَوِیٌّ ہے۔

ش و ی—شَوَى اللَّحْمَ يَشْوِيْهِ شَيًّا: اس نے گوشت بھونا، اسے بھونتا ہے۔ اس کا اسم الشِّوَاءُ ہے، اور بھونے ہوئے گوشت کے ایک ٹکرے کو یا ایک بوٹی کو شِوَائَةٌ کہتے ہیں۔

اِنْشَوَى اللَّحْمُ: گوشت بھن گیا، اس کے بدلے ہمیں اشتوی نہیں کہنا چاہئے۔

اَشْوَيْتُ الْقَوْمَ: میں نے قوم کو بھنا ہوا گوشت کھلایا۔

الشَّوَى، شَوَاةٌ کی جمع ہے جس کا معنی سر کی جلد ہے۔

ش ی أ—الْمَشِيْئَةُ: ارادہ، اس کا فعل شَاءَ يَشَاءُ مَشِيْئَةً ہوگا۔ میں نے کہا ہے کہ دیوانُ الادب میں ہے کہ الْمَشِيْئَةُ الارادة سے معنی کے لحاظ سے زیادہ قریب المفہوم ہے۔

ش ی ب—الشَّيْبُ والْمَشِيْبُ: ہم معنی ہیں، اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور مصدر مَشِيبًا ہے۔ اس کا اسم فاعل شَائب ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ الشَّيْبُ کا معنی سر کی سفیدی ہے۔ اور الْمَشِيْبُ: مرد کا بڑھاپے کے مرحلے میں داخل ہونا ہے۔

الأَشْيَبُ: سفید سر آدمی، اس کی جمع شِيْبٌ ہے۔

ش ی ح—الشِّيْحُ: ایک پودا۔

الْمَشْيُوحَاءُ: (الف ممدود اور شین ساکن) ایسی زمین جہاں الشیح پودا اُگتا ہو۔

ش ی خ—الشَّيْخُ: بوڑھا شخص، اس کی جمع شُيُوخٌ، اَشْيَاخٌ اور شِيَخَةٌ بروزن عِنَبَةٌ. شِيْخَان بروزن غِلْمَان اور مَشْيَخَةٌ (میم مفتوح یاء مفتوح) بروزن مَتْرَبَةٌ، مَشَائِخُ، مَشْيُوخَاءُ (الف ممدود) اور شین ساکن ہے۔

الْمَرْأَةُ شَيْخَةٌ: بوڑھی یا بزرگ عورت۔

قَدْ شَاخَ الرَّجُلُ: آدمی بوڑھا ہو گیا۔ اس کا مضارع يَشِيْخُ اور مصدر شَيْخُوخَةً اور شَيَخًا ہے۔ اس میں یاء مفتوح ہے۔ الشَّيْخُ کا اسم تصغیر شُيَيْخٌ (شین مضموم اور مکسور) اسے شُوَيْخٌ نہیں کہنا چاہیے۔

ش ی د—الشِّيْدُ: (شین مکسور) ہر وہ مواد جس سے دیوار کو لیپا جائے یعنی جس سے دیوار کی لپائی کی جائے، وہ چونا ہو یا ٹائل ہو۔

شَادَهُ: اس نے اس پر پلستر کیا یا چونے کا پلستر کیا، اس کا باب بَاعَ ہے۔

الْمَشِيْدُ: یاء مخفف، گچ چونا کیا ہوا۔ پختہ کیا ہوا۔ الکسائی کا قول ہے کہ:

الْمَشِيْد واحد کا صیغہ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں قَصْرِ الْمَشِيْد: مضبوط محل میں آیا ہے۔ اور الْمُشَيَّدُ جمع کے صیغے کے لئے استعمال ہوتا ہے، مثلاً: قول خداوندی ہے: ''فِي بُرُوْجٍ مُشَيَّدَةٍ''.

ش ی ز-الشِّيْزُ: شین مکسور۔
الشِّيْزَى: شین مکسور یاء مقصور، سیاہ رنگ کی لکڑی جس سے پیالے بنتے ہیں۔

ش ی ص-الشِّيْصُ: شین مکسور اور الشِّيْصَاء شین مکسور اور الف ممدود، کھجور جس کی گٹھلی سخت نہیں ہوتی۔
يَتَشَيَّصُ اذا لَمْ تُلقح النَّخلُ: اگر کھجور کے درخت کو بارآور کرنے کے لئے پیوند نہ کیا جائے تو وہ ردّی کھجور پیدا ہوتی ہے۔

ش ی ط-شَاط: وہ ہلاک ہوا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔
اَشَاطَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ہلاک کر دیا۔
شَاط السَّمَنُ والزَّيْتُ: اتنا پک گیا کہ پک کر جل گیا۔
شَاطَتِ الْقِدْرُ: ہانڈی جل گئی۔
وَيَصِيق بِهَا الشَّيْءُ: اور اس میں موجود چیز چمٹ گئی۔
اَشَاطَهَا هُوَ: اسی نے اسے جلا دیا۔ تمام کا باب بَاعَ ہے۔

ش ی ع-شَاعَ الْخَبَرُ: خبر پھیل گئی۔ اس کا مضارع يَشِيْعُ اور مصدر شَيْعُوْعَةُ ہے۔
سَهْمٌ مُشَاعٌ وشَائِعٌ: غیر تقسیم شدہ حصہ۔
اَشَاعَ الْخَبَرَ: اس نے خبر پھیلا دی۔
شَيَّعَهُ عِنْدَ رَحِيْلِهِ تَشْيِيْعًا: اس نے جاتے وقت اس کی اچھی مشایعت کی۔
شِيْعَةُ الرَّجُلُ: آدمی نے شیعہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ ہر وہ قوم جن کا معاملہ مشترک یعنی ایک ہو۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کی رائے پر چلتا ہو تو ایسے لوگوں کو شِيَعٌ کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: ''كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِنْ قبل'' یعنی گزشتہ قوموں میں سے ان جیسے لوگوں کے ساتھ جس طرح کا سلوک کیا گیا۔

ش ی م-الشَّامُ: شَامه کی جمع ہے بمعنی تل یا خال۔ یہ مصدر یائی سے مشتق ہے۔
رَجُلٌ مَشِيْمٌ اور مَشْيُوْمٌ: اس کی مثال مَكِيْلٌ اور مَكْيُوْلٌ ہے۔
الأَشْيَمُ: وہ شخص جس پر تل ہو۔ اس کی جمع شِيْمٌ ہے یعنی تل والے لوگ۔
الْمَشِيْمَةُ: وہ جھلی جس میں بچہ شکم مادر میں لپٹا ہوتا ہے، جو ولادت کے بعد بچے

کے ساتھ ہی نکل آتی ہے، اس کی جمع مَشَایِمُ ہے۔اس کی مثال مَعَایِشُ ہے۔

شَامَ مَخَایِلَ الشَّیْءِ: وہ نظریں اٹھائے اس کا انتظار کرتا رہا۔

شَامَ البَرْقَ: وہ بادلوں کی طرف دیکھتا رہا کہ کہاں برسے گا، دونوں کا باب بَاعَ ہے۔

الشِّیْمَةُ: خُلق اور مزاج۔

ش ی ن – الشَّیْنُ الذَّین: خوبصورتی اور خوبی کی ضد۔

قَدْ شَانَهُ: اس نے اسے عیب لگایا۔اس کا باب بَاعَ ہے۔

باب الصّاد

ص أ ب — الصُّؤابَۃُ: (ہمزہ کے ساتھ) لیکھ، جوؤں کے بچے۔ اس کی جمع صُؤبٌ اور صِئبانٌ ہے۔

قَدْ صَئِبَ رَاسُہٗ: اس کے سر میں لیکھیں پڑیں۔ اس کا باب طرب ہے۔

اَصْابَ بھی اسی کا ہم معنی ہے یعنی اس کی لیکھیں بہت زیادہ ہوگئیں۔

ص ب أ — صبا: وہ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ صَبَا کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ صَابی ہوگیا۔

الصَّابِئُوْنَ: اہل کتاب کی ایک جنس یا قسم۔

ص ب ب — صبَّ الماء فانصبّ: اس نے پانی بہایا تو وہ بہہ گیا یا اس نے پانی گرایا، تو وہ گر گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الصَّبَابَۃُ: ذوق وشوق۔ والہانہ شوق، اور اس کی سوزش سا

الصُّبَابَۃُ: برتن میں بچا کھچا پانی۔

ص ب ح — الصُّبْحُ: صبح، فجر، سویرا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ الاصْباح یعنی صبح کرنے کا اسم بھی ہے جس کا ذکر بذیل مادہ 'م س ا' میں ہے۔

الصَّبَاحُ = المَسَاءُ: یعنی شام کی ضد، یعنی صبح۔

الصَّبِیْحَۃُ: تم کہتے ہو اَصْبَحَ الرَّجُلُ: آدمی نے صبح کی۔

صَبَّحَہُ اللّٰہُ تَصْبِیْحًا. خدا اس کی صبح اچھی کرے۔

صَبَّحْتُہٗ: میں نے اسے صبح بخیر کہا۔ یعنی اسے عِمْ (عین مکسور) صباحًا کہا۔

صَبَّحْتُہٗ کا معنی یہ بھی ہے کہ میں اس کے پاس صبح کے وقت گیا۔

اَصْبَحَ فُلَانٌ عَالِمًا: فلاں شخص عالم بن گیا۔ فُلان یَنَامُ الصُّبْحَۃَ: فلاں شخص صبح کو سوتا ہے۔ اس میں صاد مفتوح بھی ہے اور مضموم بھی اور باء ساکن ہے۔ یعنی وہ صبح کے وقت سوتا ہے۔ ان معنوں میں ہم کہتے ہیں کہ تَصَبَّحَ الرَّجُلُ آدمی صبح کو سویا۔

المَصْبَحُ بروزن المَذْهَبُ: صبح ہونے یا کرنے کا وقت، میں کہتا ہوں کہ:

المُصْبَحُ: (میم مضموم) کا ذکر بذیل مادہ 'م س ا' ہے۔

الصَّبُوْحُ: صبح کے وقت شراب پینا۔ یہ الغَبُوْقُ کی ضد ہے۔ جس کا معنی ہے شام کی شراب۔ اسی لفظ کو تم یوں کہتے ہو کہ:

صَبَحَہٗ: اس نے اسے صبوحی پلائی۔ اس

کا باب قطع ہے۔اس کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ اس کے پاس صبح کے وقت گیا۔

اِصْطَبَحَ الرَّجُلُ: آدمی نے صبوحی پی، اس کا اسم فاعل مُصْطَبِحٌ اور صَبْحَانٌ ہے۔

المَرْأَۃُ صَبْحٰی: صبوحی پی ہوئی عورت۔اس کی مثال سَکْرَانٌ اور سَکْرَی ہے۔

المِصْبَاحُ: چراغ۔

قَدْ اسْتَصْبَحَ بِہٖ: اس نے چراغ جلایا۔

الشَّمْعُ: وہ جس سے چراغ جلایا جاتا ہے۔

الصَّبَاحَۃُ: جمال اور خوبصورتی۔اس کا باب ظَرُفَ ہے۔اس کا اسم فاعل صَبِیْحٌ اور صُبَاحٌ ہے۔اس میں صاد مضموم ہے۔

ص ب ر–الصَّبْرُ: رونے پیٹنے سے سانس روک لینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

صَبَرَہٗ: اس نے اس کو روک لیا۔قول خداوندی ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَکَ: یعنی اپنے نفس کو بے قراری اور بے صبری کے اظہار سے روک لے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث شریف اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس نے ایک شخص کو روک رکھا اور دوسرے شخص نے اسے قتل کر دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اُقْتُلُوْا القَاتِلَ وَاصْبِرُوا الصَّابِرَ: کہ قاتل کو تو قتل کر دو اور دوسرے روکنے والے کو مرتے دم تک قید میں رکھو جس نے اسے مروانے کے لئے پکڑ رکھا تھا۔

التَّصَبُّرُ: صبر کا دکھلاوا۔تم لوگوں کو کہتے ہو کہ اصْطَبِرْ: بمعنی صبر کر۔ اور اصَّبَرَ بمعنی اس نے بڑا صبر کیا۔اس کی جگہ اطَّبَرَ نہیں کہنا چاہئے۔

الصَّبِرُ: (باء مکسور) ایک تلخ دواء۔ ضرورت شعری کے سوا اس لفظ میں باء کو ساکن نہیں کیا جاتا۔

الصُّبْرَۃُ: اناج کا ڈھیر، اس کی جمع الصُّبَرُ ہے۔

اشْتَرِی الشَّیْءَ صُبْرَۃً: اس نے ناپے تولے بغیر چیز خرید لی۔

الصُّنُوْبَرُ: بروزن السُّفَرْجَلُ: ایک درخت۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی اس درخت کا پھل۔

الصِّنَّبْرُ: (ضاد مکسور، نون مشدد و مفتوح و باء ساکن) سردی کے آخری سات دنوں میں دوسرا دن۔

ص ب ع–الاِصْبَعُ: انگلی۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔اس میں پانچ لہجے ہیں:

(۱) اِصْبَعَ،

(۲) اُصْبَعٌ: (ہمزہ مضموم ومفتوح اور باء مفتوح)،
(۳) إِصْبِعٌ: (ہمزہ اور باء مکسور)،
(۴) اُصْبُعٌ: (ہمزہ اور باء مضموم)۔
(۵) اَصْبِعٌ: (ہمزہ مفتوح اور باء مکسور)۔

ص ب غ—الصِّبْغُ و الصِّبْغُ اور الصِّبْغَةُ: رنگ جس سے ملبوسات رنگے جاتے ہیں یا دوسری چیزوں کو رنگا جاتا ہے۔
الصِّبْغُ کی جمع أَصْبَاغ ہے۔
الصِّبْغُ سے مراد کھانے والا رنگ یعنی سالن میں ڈالنے والا رنگ بھی ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَصِبْغٍ لِلْآكِلِيْنَ: اسکی جمع صِبَاغ ہے۔ الراجز کاشعر ہے:

تَـزَجَّ مِـنْ دُنْيَاكَ بِالْبَـلَاغِ
وَبَاكِرِ الْمِـعْـدَةَ بِالـدِّبَـاغِ
بِكِسْـرَةٍ لَيِّـنَـةِ الْمَضَـاغِ
بِالْمِلْحِ اَوْ مَـا خَفَّ مِنْ صِبَاغِ

صَبَغَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا رنگا۔ اس کا باب قَطَعَ اور نَصَرَ ہے۔
صِبْغَةُ اللّٰهِ: اللہ کا دین۔ کہا گیا ہے کہ اس اصطلاح کی اصل عیسائیوں کا اصطباغ ہے۔ جس میں وہ اپنے بچوں کو ایک پانی سے رنگتے ہیں۔

ص ب ن—الصَّابُوْن: صابن۔
ص ب ا—الصَّبِيُّ: بچہ، لڑکا۔ اس کی جمع صِبْيَةٌ: ہے اور صِبْيَان ہے۔
الصَّبِيّ: صبا سے مشتق ہے۔ اور الصَّبَا میں اگر تم صاد کو مفتوح پڑھو تو آخر میں الف ممدود ہوگا اور اگر صاد کو مکسور پڑھو تو الف مقصور ہوگا۔
الْجَارِيَةُ صَبِيَّةٌ: لونڈی، لڑکی ہے۔ اس کی جمع صَبَايَا ہے۔ اس کی مثال مَطِيَّةٌ کی جمع مَطَايَا بمعنی سواریاں ہے۔ الصبا کی معنی شوق بھی ہے، کہا جاتا ہے کہ اسی لفظ سے تَصَابا مشتق ہے۔
صَبَا يَصْبُوْ صَبْوَةً وَصُبُوًّا کا معنی ہے کہ وہ جہل اور فتوت کی طرف مائل ہوا۔
صَبِيَ صَبَاءً: جس کی مثال سَمِعَ سَمَاعًا ہے کا معنی ہے: وہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا۔
الصَّبَا: بادِ صبا۔ یہ مشرق سے چلتی ہے، جب رات دن برابر ہوں اور اس کے مقابل کی ہوا کو دَبُور کہتے ہیں، جس کا ذکر مادہ 'د ب ر' میں گزر چکا ہے۔ اس سے فعل صَبَتْ ہے، جس کا معنی ہے بادِ صبا چلی اس کا باب سَمَا ہے۔
ص ح ب—صَحِبَهُ: وہ اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اس کا مصدر صَحَابَةٌ ہے اور صُحْبَةٌ بھی ہے جس

میں صاد مضموم ہے۔
صَاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔ اس کی مثال رَاكِبٌ سے رَكْبٌ ہے۔ اور صُحْبَةٌ ہے، جس کی مثال فَارِةٌ اور فُرْهَةٌ ہے اور صِحَابٌ ہے جس کی مثال جَائِعٌ اور جِيَاعٌ ہے، نیز صُحْبَانٌ ہے، جس کی مثال شَابٌّ اور شُبَّانٌ ہے۔
الاَصْحَابُ: ساتھی اور دوست، اس کا واحد صَحْبٌ ہے۔ اس کی مثال فَرْخٌ اور اَفْرَاخٌ ہے۔
الصَّحَابَةُ: (صاد مفتوح) کا معنی اصحاب، صحابی اور ساتھی ہے، یہ دراصل مصدر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس لفظ کے سوا اور کوئی لفظ فاعل سے فَعَالَةٌ کے وزن پر جمع نہیں بنتا۔
اَصْحَابٌ کی جمع اَصَاحِيْبٌ ہے۔ ندا کے موقع پر لوگوں کا یہ قول يَاصَاحِ یعنی يَاصاحِبِیْ: اے میرے دوست یا ساتھی! صرف اس ایک مقام کے علاوہ اور کسی جگہ مضاف کی ترخیم یعنی اس کے آخری حرف کا حذف جائز نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ عربوں سے اسی طرح ترخیم کی صورت میں سنا گیا ہے۔
اَصْحَبَهُ الشَّیْءَ: اس نے کسی چیز کو اس کا ساتھی بنایا۔

اسْتَصْحَبَهُ الكتاب وغَيْرَهُ: اس نے کتاب وغیرہ اپنے ساتھ رکھ لی۔ ہر وہ چیز جو دوسری چیز کے ساتھ مناسبت یا ملائمت رکھے اسے فَقَدْ اسْتَصْحَبَهُ کہیں گے۔
ص ح ح — الصِّحَّةُ: صحت وتندرستی۔ یہ السُّقْمُ بمعنی بیماری کی ضد ہے۔
قَدْ صَحَّ يَصِحُّ: (صاد مکسور) وہ صحت مند ہوا۔ اِسْتَصَحَّ کا معنی بھی صَحَّ کا ہے۔
صَحَّحَهُ اللّٰه تَصْحِيْحًا: اللہ نے اسے اچھی یا مکمل صحت عطا کی۔ اس کا اسم فاعل صَحِيْحٌ اور صَحَاحٌ (صاد مفتوح) ہے۔
صَحِيْحُ الأدِيْمِ اور صَحَاحُهُ دونوں ہم معنی ہیں یعنی غیر مقطوع۔ اَصَحَّ القَوْمُ فَهُمْ مُصِحُّوْن: قوم کے مال و اسباب پر کوئی آفت نازل ہوئی اور پھر رفع ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُوْرِدَنَّ ذُو عَاهَةٍ عَلٰى مصِحٍّ: اور کہا جاتا ہے کہ السَّفَرُ مَصَحَّةٌ: (میم اور صاد مفتوح) یعنی سفر صحت کی جگہ ہے یا تندرستی و صحت کا باعث ہے۔
ص ح ر — الصَّحْرَاءُ: ریگستان۔ یہ غیر منصرف ہے اگر یہ تانیث کی صفت نہ ہو اور اس میں لزوم تانیث نہ ہو مثلاً: بُشْرَى تو

کہہ سکتے ہیں کہ صَحْرَاء وَاسِعَةٌ یعنی ریگستان بڑا وسیع ہے۔ لیکن صَحْرَاءَةٌ نہیں کہہ سکتے۔ اس طرح سے یہ تانیث در تانیث والا معاملہ ہو جائے گا۔ اس کی جمع الصَّحَارَی: جس میں راء مفتوح ہے، اور الصَّحْرَاوَاتُ ہے۔ اور اسی طرح فعلاء کے وزن پر ہر اسم کی جمع ہوگی جب کہ وہ اَفْعَلُ کی تانیث نہ ہو، مثلاً: عَذْرَاءَ، خَبْرَاءَ اور ورقاءَ جو کسی مرد کا نام ہے۔ اور بعض عرب اسے الصَّحَارِی (راء مکسور) کہتے ہیں اور یہ دراصل صَحَارٍ ہے۔ اس کی مثال جَوَارٍ ہے۔

اَصْحَرَ الرَّجُل: آدمی صحراء کی طرف چلا گیا۔

ص ح ف – الصَّحْفَةُ: القَصْعَةُ کی طرح۔ اس کی جمع صِحَافٌ ہے۔ بمعنی پیالہ، کاب، الکسائی کا قول ہے کہ سب سے بڑا پیالہ الجَفْنَةُ ہے اس کے بعد یعنی اس سے چھوٹا القَصْعَة ہے۔ جس میں دس آدمی سیر ہو کر کھانا کھائیں۔ اس سے چھوٹا الصُّحْفَةُ ہے، جس سے پانچ آدمی پیٹ بھر کے کھائیں۔ پھر اس سے چھوٹا المِئْكَلَةُ ہے جس میں دو یا تین آدمی سیر ہو کر کھانا کھا سکیں۔ پھر اس سے چھوٹا پیالہ الصُّحَيْفَة ہے جس میں صرف ایک آدمی کے سیر ہو کر کھانے کی گنجائش ہوتی ہے۔

الصَّحِيْفَةُ: کتاب، اس کی جمع صُحُفٌ اور صَحَائِفُ ہے۔

المِصْحَفُ: (میم مضموم اور مکسور) اصلاً میم مضموم ہے۔ کیونکہ وہ اُصْحِفَ سے مشتق یا ماخوذ ہے یعنی جس میں صحیفے جمع کئے گئے۔

ص ح ن – صَحْنُ الدَّار: گھر کا وسط۔

الصِّحْنَاء (صاد مکسور) مچھلی کا سالن، اس لفظ میں الف ممدود بھی ہے اور مقصور بھی، البتہ الصِّحْنَاءَةُ زیادہ مخصوص ہے۔

ص ح ا – صَحَا مِنْ سُكْرِ: وہ نشے کی حالت میں سے ہوش میں آیا۔ اس کا باب عدا ہے اور اسم فاعل صَاحٍ ہے۔

الصَّحْوُ: کا معنی بادلوں کا چھٹ جانا بھی ہے۔

اليَوْمُ صَاحٍ: آج کا موسم صاف ہے۔

اَصْحَتِ السَّمَاءُ: آسمان پر سے بادل چھٹ گئے۔ صاف آسمان کو مُصْحِيَةٌ کہتے ہیں۔ الکسائی کا قول ہے کہ ان معنوں میں یہ لفظ صَحْوٌ ہے، اسے مُصْحِيَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔

اَصْحَيْنَا: آسمان ہمارے لئے صاف ہو گیا۔

ص خ خ – الصَّاخَّة: چیخ، جس کی

شدت آواز نے کان بہرے کر دیئے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اس وجہ سے قیامت کا نام الصَّاخۃُ رکھا گیا ہے۔

ص خ ر – الصَّخرُ: بڑے پتھر۔ چٹانیں۔ انہیں الصُّخُورُ کہتے ہیں۔ صَخَرٌ: (خاء ساکن اور مفتوح) کہا جاتا ہے۔ اس کا واحد صَخرَۃٌ ہے، جس میں خاء ساکن اور مفتوح بھی ہے۔

ص د أ – صدأ الحَدِیدُ لوہے کا زنگ، اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل صَدِئٌ: زنگ آلود بروزن کَتِفٌ.

ص د ح – صدَحَ الدِّیکُ مرغ نے اذان دی۔ والغُرَابُ صَاحَ یعنی کوا بولا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ص د د – صَدَّ عَنہُ: اس نے اس سے منہ موڑا۔ یَصُدُّ (صاد مضموم) صُدُودًا صَدَّہُ: اس نے اسے روکا اور اس سے ہٹایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اس میں اَصَدَّہُ بھی ایک لہجہ ہے۔

صَدَّ، یَصُدُّ ویَصِدُّ: (صاد مضموم ومکسور) صَدِیدًا: اس نے شور مچایا۔

الصَّدَدُ: قرب ونزدیکی۔ کہا جاتا ہے کہ دَارِیْ صَدَدَ دَارِہٖ: یعنی میرا گھر اس کے گھر کے نزدیک ہے۔ یہ لفظ اسم ظرف ہونے کے باعث منصوب ہے۔

صَدَّاء: (دال مفتوح اور مشدد، الف ممدود) میٹھے پانی کے ایک کنویں کا نام۔ مثل مشہور ہے: مَاءٌ ولا کَصَدَّاءِ: صدّاء کنویں جیسا میٹھا پانی کہاں، میں نے ابو علی النحوی سے کہا کہ کیا مضاعف سے فَعْلَاءُ کا وزن ہے، تو اس نے کہا کہ ہاں، بعض لوگ اسے صَدْءَاءُ ہمزہ کے ساتھ بروزن حَمْرَاءُ بولتے ہیں۔ میں نے اس کے متعلق بادیہ میں رہنے والے ایک شخص سے پوچھا جو قبیلہ بنی سُلَیمْ کا آدمی تھا، تو اس نے اس لفظ کا ہمزہ سے تلفظ نہیں کیا۔

صَدِیدُ الجُرحِ: زخم کی پیپ۔ جس میں خون کی آمیزش ہو۔ پیشتر اس کے پیپ جم جائے یا گاڑھی ہو جائے۔

اَصَدَّ الجُرحُ: زخم میں پیپ پڑ گئی۔

صَدَاء: دیکھئے بذیل مادہ 'ص د د'.

ص د ر – الصَّدرُ: سینہ، چھاتی۔ اس کی جمع الصُّدُورُ ہے، یہ مذکر ہے البتہ اعشیٰ نے کہا ہے کہ: "کَمَا شَرِقَتْ صَدْرُ القناۃِ من الدَّم" اس نے لفظ کے معنی پر محمول کر کے اسے مؤنث استعمال کیا ہے۔ کیونکہ صدر القناۃِ سے مراد اصل القناۃ ہے اور وہ مؤنث ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول یا محاورہ ہے کہ ذَھَبَتْ بَعضُ اَصَابِعِہٖ: کیونکہ لوگ مضاف کے اسم کو مؤنث استعمال کرتے

ہیں۔

صَدْرُ کل شَیْءٍ: ہر چیز کا اول ابتداء یا شروع۔

المَصدُوْرُ: سینہ کی درد کا مریض۔

الصَّدَرُ: (دال مفتوح) تمہارے اس قول کا اسم کہ: ''صَدَر عَنِ الماء وعَنِ البِلادِ: بمعنی صدور یعنی صادر ہونا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

اَصْدَرَهُ فَصَدَرَهُ: یعنی اس نے لوٹایا تو وہ لوٹ گیا۔

مَصْدَرُ: صادر ہونے کی جگہ، اس سے افعال کے مصادر کی اصطلاح ماخوذ ہے۔

صَادَرَهُ علٰی کذا: اس نے اس سے فلاں چیز پر اصرار کیا۔

صَدَّرَ کِتَابَهُ تَصْدِیْرًا: اس نے اپنی کتاب کا دیباچہ لکھا۔

صَدَّر کا موجودہ معنی برآمد کرنا بھی ہے۔

صَدَّرَهُ فِی المَجْلِسِ: اس نے اسے صدر مجلس بنایا۔

فَتَصَدَّرَ: تو اس نے صدارت کی۔

ص د ع – الصَّدْعُ: پھٹنا، رخنہ پڑنا، چاق ہونا۔

قَدْ صَدَعَهٗ فانْصَدَع: اس نے اسے پھاڑ دیا تو وہ پھٹ گیا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی ہے: وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ: چاق دار زمین کی قسم۔

صَدَعَ بِالحَقِّ: اس نے حق بات بلند آواز سے کہی۔ قول خداوندی ہے: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ: آپ ﷺ کو جو حکم دیا جاتا ہے اسے علی الاعلان اور بلند آواز سے کہیے۔ الفرّاء کا قول ہے کہ: فاصْدَع بما تُؤمَرُ سے مراد یہ ہے کہ اپنے دین کو ظاہر کیجئے۔

تَصَدَّعَ القَوْمُ: قوم منتشر ہو گئی یا بکھر گئی۔

الصُّدَاعُ: دردِ سر۔

صُدِّعَ الرَّجُلُ: آدمی کے سر میں درد ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

تَصْدِیْعًا: اس کا مصدر ہے۔

ص د غ – الصُّدْغُ: کن پٹی۔ کن پٹی پر لٹکتے بالوں کو بھی صُدْغ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ صُدْغٌ مُعَقْرَبٌ: خمیدہ بال جو کن پٹی پر لٹکتے ہوں۔

ص د ف – صَدَفَ عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَصْدَفَهُ عَنْهُ: اس نے اسے اس سے موڑا۔

صَدَفُ الدُّرَّةِ: سیپی۔ اس کا واحد صَدَفَةٌ ہے۔

الصَّدَفُ: (صاد اور دال مفتوح اور مضموم بھی) پہاڑ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والی

بلند جگہ۔ قول خداوندی کو یوں پڑھا گیا ہے: بَيْنَ الصُّدَفَيْنِ صَادَقَ فُلانًا: وہ اچانک فلاں آدمی سے ملا، یا اُس نے اسے پالیا۔

ص د ق – الصِّدقُ سچ، الكَذِبُ بمعنی جھوٹ کی ضد۔

قَدْ صَدَقَ فِي الحَدِيثِ، يَصْدُقُ: اس نے سچ بات کہی اور کہتا ہے۔ یصدُق میں دال مضموم ہے۔ اس کا مصدر صدقًا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: صَدَقَهُ الحَدِيثُ: اس نے اس سے سچی بات کہی۔

تَصَادَقَا فِي الحَدِيثِ وفِي المَوَدَّةِ: وہ دونوں بات کے سچے اور دوستی میں مخلص اور سچے ہیں۔

المُصَدِّقُ: وہ شخص جو تمہاری بات کی تصدیق کرے اور وہ جو مال مویشی کی زکوٰۃ جمع اور وصول کرتا ہو۔

المُتَصَدِّقُ: وہ شخص جو صدقہ دیتا ہو۔

مَرَرْتُ بِرَجُلٍ يَسْأَلُ: میں ایک سوالی یعنی گداگر کے پاس سے گزرا، ان معنوں میں یعنی مانگنے کے معنوں میں يَتَصَدَّقُ نہیں کہیں گے، اگرچہ عام لوگ اسی طرح کہتے ہیں۔ مُتَصَدِّقٌ تو بلاشبہ وہ شخص ہے جو صدقہ وخیرات دیتا ہو، نہ کہ لیتا یا مانگتا ہو۔ قول خداوندی ہے: اِنَّ المُصَّدِّقِيْنَ وَالمُصَّدِّقَاتِ: (صاد مشدد) یہ لفظ اصل میں المُتَصَدِّقِيْنَ ہے۔ تاء صاد میں بدل گئی اور دوسرے حرف صاد میں اس کا ادغام ہو گیا۔

الصَّدَاقَةُ والمُصَادَقَةُ: دوستی۔ دوست مرد کو صَدِيق کہتے ہیں اور عورت کو صديقةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَصْدِقاء ہے۔ جمع مذکر ومؤنث کے لئے صَدِيقٌ کہتے ہیں۔

الصِّدِّيْقُ بروزن السِّكِّيْتُ: ہمیشہ تصدیق کرنے والا۔ اس کا معنی وہ شخص بھی ہے جو اپنے عمل اپنے قول کی تصدیق کرتا ہو۔ هٰذا مِصْدَاق هذا کا معنی ہے کہ یہ بات دوسری بات کی تصدیق کرتی ہے۔

الصَّدَقَةُ: صدقہ خیرات جو فقراء اور مساکین کو دی جاتی ہے۔

الصِّدَاقُ: (صاد مفتوح اور مکسور) عورت کا حق مہر۔ یہی معنی الصَّدُقَةُ کا بھی ہے۔ یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: وَ آتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً: عورتوں کو ان کے حق مہر برضا ورغبت دے دو۔

الصُّدْقَةُ بروزن الغُرْفَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَصْدَقَ المَرْأَةَ: اس نے عورت کے لئے حق مہر مقرر کیا۔

الصُّنْدُوق: اس کی جمع صَنَادِيْقُ ہے۔

صندوق اور بکس جس میں چیزیں محفوظ رکھی جاتی ہیں۔

ص د م — صَدَمَهُ: اس نے اسے اپنے جسم سے دھکا مارا، یا ٹکرایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

صَادَمَهُ، تَصَادَمَا اور اصْطَدَمَا: سب کا یہی معنی ہے۔ یعنی وہ دوسرے سے ٹکرایا۔ باہم ٹکرائے اور ٹکر لگ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدَمَةِ الأُولٰى: بلاشبہ ہر مصیبت اور مشکل کی آخری حد تو صبر ہوتی ہے، لیکن مصیبت کی شدت میں صبر کرنا زیادہ قابل تعریف و ستائش ہوتا ہے۔

ص د ن — الصَّيْدَنَانِيُّ: صیدلی۔ دوا فروش (فارمیسٹ) دواساز۔

ص د ی — الصَّدٰی: اُلّو کا عضو خاص، صدائے بازگشت۔ گونج۔

قَدْ اَصْدَى الْجَبَلُ: وہ پہاڑ سے صدائے بازگشت آئی ہے یا پہاڑ گونجا ہے۔

التَّصْدِيَةُ: تالی بجانا۔

تَصَدّٰى لَهُ: اس نے تعرض کیا۔ وہ آڑے آیا۔ اور وہ شخص جو دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی نگرانی کر رہا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا اصل تَصَدَّدَ ہے جو الصَّدَدُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی قرب اور نزدیکی ہے۔ دالوں میں سے ایک دال بدل کر یاء بن گئی یا باء میں مقلوب ہو گئی، جس طرح تَقَضَّضَ اور تَظَنُّنٌ سے تَقَضّٰى اور تَظَنّٰى بن گیا۔

الصَّدٰى کا معنی پیاس بھی ہے۔

قَدْ صَدِيَ: اسے پیاس لگی (دال مکسور)

صَدٍ: اس کا اسم فاعل صَدٍ، صَادٍ اور صَدْيَانُ ہے۔

اِمْرَأَةٌ صَدْيَا: پیاسی عورت۔

ص ر ح — الصَّرْحُ: محل اور ہر بلند و بالا عمارت۔ اس کی جمع صُرُوْحٌ ہے۔

الصَّرِيْحُ: واضح اور خالص۔

التَّصْرِيْحُ: التعرض بمعنی آڑے آنے کی ضد ہے یعنی راستہ دینا۔ جانے دینا۔ دل کی بات واضح کرنا۔

صَرَّحَ مَا فِي نَفْسِهٖ تَصْرِيْحًا: اس نے اپنے دل کی بات پوری طرح ظاہر کر دی۔

ص ر خ — الصُّرَاخُ: (صاد مضموم) آواز چیخ۔

قَدْ صَرَخَ يَصْرُخُ صَرْخَةً: وہ چیخا۔ يَصْرُخُ میں راء مضموم ہے۔ اصْطَرَخَ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّصَرُّخُ: جھوٹ موٹ چیخ مارنا۔ کہا جاتا ہے:

التَّصَرُّخُ بِالْعُطَاسِ حُمْقٌ: چھینک کے ساتھ چیخ مارنے کا تکلف کرنا حماقت

ہے۔

الْمُصْرِخُ بروزن الْمُخْرِجُ: فریادرسی کرنے والا۔

الْمُسْتَصْرِخ: مستغیث۔ کہتے ہیں۔

استصْرَخَهُ فَاصْرَخَهُ: اس نے اس سے مدد مانگی تو اس نے اس کی مدد کی۔

الصَّرِيْخُ: چیخ و پکار کرنے والے کی آواز۔

الصَّارِخُ کا معنی بھی چیخ و پکار کرنے والا ہے، اور مغیث بھی یعنی فریاد سننے والا بھی۔ یہ لفظ بھی کلمات افراد میں سے ہے۔

ص ر خ د - صَرخَدٌ: ایک جگہ کا نام ہے، اشعار میں اس جگہ کی طرف شراب کی نسبت کا ذکر آتا ہے۔

ص ر ر - الصَّرَّةُ: (صاد مفتوح) چیخ و پکار۔

الصُّرَّةُ: (صاد مضموم) درہم رکھنے کے لئے تھیلی۔

صَرَّ الصُّرَّة: اس نے تھیلی باندھ لی یا تھیلی کا منہ باندھ لیا۔

صَرَّ النَّاقَةَ، شَدَّ عليها الصِّرَارَ: (صاد مکسور) اس نے اونٹنی کے تھن باندھ دیئے تاکہ اس کا بچہ دودھ نہ پی جائے۔ ان دونوں صیغوں کا باب ردَّ ہے۔

الصِّرُّ: (صاد مکسور)۔ ایسی سردی یا کورا جو پودوں اور فصلوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

رَجُلٌ صَرُوْرَةٌ: (صاد مفتوح) صَارُوْرَةٌ اور صَرُوْرِيٌّ ایسا شخص جس نے ابھی حج نہ کیا ہو۔

امْرَأَةٌ صَرُوْرَةٌ: ایسی عورت جس نے ابھی حج نہ کیا ہو۔

أَصَرَّ عَلَى الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز یا بات پر اصرار کیا۔

صَرَّارُ اللَّيْلِ: (راء مشدد اور مفتوح) جھینگر جو ٹڈی سے تھوڑا سا بڑا ہوتا ہے۔ اور بعض عرب اسے الصدی کا نام دیتے ہیں۔

صَرَّ الْقَلَمُ والباب: قلم کے چلانے اور دروازے کے سرسرانے کی آواز جسے صریر خامہ اور صریر دروازہ کہتے ہیں۔ اس کا مضارع يَصِرُّ (صاد مکسور) ہے اور مصدر صَرِيْرًا ہے۔

صَرَّ الجُنْدُبُ: ٹڈی نے آواز نکالی۔

صَرْصَرَ الأخْطَبُ: شکرے نے آواز نکالی۔ اس کا اسم صرصرةٌ ہے۔ گویا انہوں نے ٹڈی کی آواز میں لمبی تان کا اندازہ لگایا۔ اور شکرے کی آواز میں ترجیع یعنی آواز بار بار دھراتا۔ اس لئے انہوں نے صَرْصَرَ کا لفظ استعمال کیا۔ اسی طرح صَرْصَرَ البَازِيُّ کا معنی ہے باز نے آواز نکالی۔

رِيْحٌ صَرْصَرٌ: سرد ہوا۔ کہا گیا ہے کہ

اس کی اصل صَرَرٌ ہے جس کا معنی سرد ہے۔ اور یہ الصِّرُّ سے مشتق ہے۔ پھر درمیانی راء کو الفعل کے فاء سے بدل دیا۔ اس کی مثال لوگوں کا قول کَبْکَبُوْا ہے۔ جس کی اصل کَبَّبُوْا ہے۔ اور دوسری مثال تَجَفْجَفَ الثوبُ ہے۔ جس کی اصل تَجَفَّفَ ہے۔

ص ر ط — الصِّراط السِّراط اور الزِّراطُ: راستہ۔

ص ر ع — صارَعَهُ فَصَرَعَهُ: اس نے اس کے ساتھ مقابلہ کیا تو اسے پچھاڑ دیا۔ اس کا باب تمیم کی لغت یا لہجے میں قَطَعَ ہے، اور بنو قیس کی لغت میں المُجْمَعُ مقابلہ یا لڑائی کی جگہ یا میدان۔

رَجُلٌ صُرَعَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: لوگوں سے لڑنے جھگڑنے والا آدمی۔

الصَّرْعُ: مشہور بیماری مرگی۔

التَّصْرِيعُ فِي الشِّعْرِ: شعر کی قافیہ بندی یا مصرعہ بندی۔

المِصْرَاعِ الاوّل: پہلا مصرعہ، یہ مِصْرَاعِ الباب: دروازے، کواڑ سے مشتق ہے جو دو ہوتے ہیں۔

ص ر ف — الصَّرفُ: توبہ، کہا جاتا ہے کہ: لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرفٌ وَلَا عَدْلٌ: نہ اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ اس سے تاوان یا عوض قبول کیا جائے گا۔ یونس کا قول ہے کہ الصَّرفُ الحِيلَةُ: کہ صرف حیلہ ہے۔ اسی لفظ سے لوگوں کا یہ قول مشتق یا ماخوذ ہے کہ اِنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِي الأُمُوْرِ: اور قول خداوندی ہے: فَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا:

صَرْفُ الدَّهْرِ: حوادث۔

شَرَابٌ صِرْفٌ: خالص شراب۔ بغیر کسی ملاوٹ کے۔

صَرِيْفُ البَكْرَةِ: پانی کھینچتے وقت چرخی سے جو آواز نکلتی ہے۔

وَقَدْ صَرَفَتْ: چرخی میں سے آواز نکلی۔ اس کا مضارع تَصرِفُ ہے (راء مکسور) اور مصدر صَرِيْفًا ہے۔ اسی طرح صَرِيْفُ الباب دروازے کے کھولنے اور بند کرنے کے وقت کی آواز اور نَابِ البَعِيْرِ: اونٹ کے بلبلانے کی آواز۔

الصَّيْرَفِي الصَّراف: صرّاف، کرنسی کی تجارت کرنے والا۔

قَوْم صَيَارِفَةٌ: کرنسی کا کاروبار کرنے والے لوگ۔ صیارفة کی ۃ نسبتی ہے۔

الصَّيَارِيف کا لفظ اشعار میں بھی استعمال ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: صَرَفْتُ الدَّرَاهِمَ بِالدَّنَانِيْرِ: میں نے درہموں کے بدلے دینار لئے۔

بَيْنَ الدرهمين صَرفٌ: دو درہموں کے درمیان میں تبادلہ ہوتا ہے کیونکہ بعض

دراہم دوسروں سے چاندی میں زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ طَلَبَ صَرْفَ الحَدِيْثِ: ابوعبید نے کہا کہ صرف حدیث بات کو بات بڑھا کر زینت دینا ہے۔

صَرَفْتُ الرَّجُلَ عَنّی: میں نے آدمی کو اپنی طرف سے ٹال دیا یا ہٹا دیا۔

فَانْصَرَفَ: تو وہ چلا گیا۔ المُنْصَرَفُ کا معنی مکان اور مصدر وماخذ بھی ہے۔

صَرَفَ الصِّبْيَانَ: اس نے بچوں کی کایا پلٹ دی۔

صَرَفَ اللّٰهُ عنک الاذیٰ: اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف دور کردے، پانچوں صیغوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

صَرَّفَهُ فی أمْرِهٖ: اس نے اسے اس کے معاملے میں اختیار دے دیا۔

فَتَصَرَّفَ: تو اس نے اختیار استعمال کرلیا۔

استصْرَفْتُ اللّٰه المَكَاره: میں نے اللہ تعالیٰ سے تکلیفوں کو ہٹانے کی دعا کی۔

ص ر م - صَرَمَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو کاٹ دیا۔

صَرَمَ الرَّجُلَ: اس نے آدمی سے بات چیت ختم کردی۔ اس کا اسم الصُّرْمُ (صاد مضموم) ہے۔

صَرَمَ النَّخْلَ: اس نے کھجور کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ ان تینوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

أصْرَمَ النَّخلُ: کھجور کے درخت کو اکھاڑنے کا وقت آ گیا۔

الْاِنْصِرامُ: انقطاع۔

التَّصَارُم: ایک دوسرے سے تعلق توڑنا۔

التَّصَرُّم: باہم تعلق کا ٹوٹ جانا۔

الصَّرْمُ: فارسی کے لفظ چرم کا معرب بمعنی کھال۔

الصَّرَامُ: (صاد مفتوح اور مکسور) کھجور کے درخت کا اکھاڑنا۔

الصَّارِمُ: تلوار۔ کاٹنے والی تلوار۔

رَجُلٌ صَارِمٌ: بہادر انسان۔

قَدْ صَرُمَ: وہ بہادر بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

الصَّرِيْمُ: تاریک رات۔ الصَّرِيْمُ کا معنی صبح بھی ہے۔ یہ لفظ بھی کلمات اضداد میں سے ہے۔

الصَّرِيم کا معنی اکھیڑا ہوا اور کٹا ہوا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ: یعنی جل کر سیاہ ہوگئیں۔

الصَّرِيْمَةُ: کسی چیز پر عزیمت کرنا۔

ص ر ی - صَرَّى الشَّاةَ: اس نے کئی روز تک بکری کا دودھ نہیں دوہا تاکہ اس کے تھنوں میں دودھ جمع رہے۔ ایسی بکری کو مُصَرَّاة کہتے ہیں۔

الصَّارِی: ملّاح۔

ص ع ب - الصَّعْبُ سخت۔ الذَّلُوْلُ: نرم، مطیع وفرماں بردار۔ امْـرَاَۃٌ صَعْبَۃٌ: سخت عورت۔ الْمُصْـعَبُ: سانڈ۔ اَصْـعَبْتُ الجَمَلَ فَـهُـوَ مُصْعَبٌ: جب تم اونٹ کو یونہی چھوڑے رکھو نہ اس پر سواری کرو اور نہ ہی اسے رسی چھوئے تو ایسے اونٹ کو مُصْـعَبٌ کہتے ہیں۔

صَـعُبَ الأَمْرُ: معاملہ مشکل ہوگیا۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔ اسْتَصْعَبَ کا بھی معنی بھی یہی ہے۔

ص ع د - صَعِدَ فِی السُّلَّمِ (عین مکسور) سیڑھی پر چڑھا۔ اس کا مصدر صُعُوْدًا ہے۔

صَـعَّدَ فِی الجَبَلِ اَوْ عَلَی الجَبَلِ تَصْعِیْدًا: وہ پہاڑ پر چڑھا۔ ابوزید کا قول ہے کہ لوگ ان معنوں میں صَعِدَ بغیر عین کی تشدید کے نہیں جانتے تھے۔ اور اخفش کا قول ہے کہ اَصْـعَدَ فِی الأَرْضِ کا معنی ہے کہ وہ گیا اور چلا۔

اَصْـعَدَ فِی الوَادِیْ اور صَـعَّدَ فِیْهِ تَصْعِیْدًا کا معنی ہے وہ وادی میں داخل ہوا یا وادی میں اترا۔

عَـذَابٌ صَـعَـدٌ: (صاد اور عین دونوں مفتوح) سخت عذاب۔

الصُّـعُـوْدُ: چڑھنا۔ الهُبُوْطُ بمعنی نیچے اترنے کی ضد ہے۔

الصَّعِیْدُ: مٹی۔ ثعلب کا قول ہے کہ اس کا معنی زمین کی سطح ہے۔ بقول خداوندی: فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا۔

صَعِیْدِ مِصْرَ: مصر کی ایک جگہ کا نام۔

الصَّعْدَۃُ: سیدھا نیزہ، جو سیدھا ہی اگا ہوا ہو اور جسے سیدھا کرنے کی ضرورت نہ ہو۔

الصُّـعَـدَاءُ: (صاد مضموم اور الف ممدود) لمبا سانس کھینچا۔

ص ع ر - الصَّعَرُ (صاد اور عین دونوں مفتوح) گلے پھلانا یا پھولنا۔

قَدْ صَعَّرَ خَدَّهُ: اس نے اپنے گلے پھلا دیئے۔ اس کا مصدر تَصْـعِـیْـرًا ہے۔

صَـاعَـرَہُ: اس نے اسے یعنی گلے کو تکبر و نخوت سے ٹیڑھا کیا یا پھلایا، یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَلَا تُصَـعِّـرْ خَـدَّکَ لِلنَّاسِ: لوگوں کیلئے اپنے گلے نہ پھلاؤ۔

ص ع ق - الصَّاعِقَۃُ: بجلی۔ شدید کڑک کے ساتھ آسمان سے اترنے والی آگ کہا جاتا ہے کہ صَعَقَتْهُمُ السَّمَاءُ: ان پر آسمان سے بجلی گری۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ الصَّاعِقَۃُ کا معنی عذاب کی چیخ اور کرخت آواز بھی ہے۔

صَعِقَ الرَّجُلُ: (عین مکسور) صَعْقًا: آدمی پر غشی طاری ہوگئی۔ اس کا مصدر تَصْـعَـاقًا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے:

''فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْأَرْضِ'' آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے اس پر غشی طاری ہو جائے گی۔ یعنی ہر چیز مر جائے گی۔

ص ع ل ک—الصَّعْلُوْکُ: فقیر و نادار۔

التَّصَعْلُکُ: ناداری وفقیری۔

ص ع ا—الصَّعْوَہ: پرندہ ممولا۔ اس کی جمع صَعْوٌ اور صِعَاءٌ ہے۔

ص غ ر—الصَّغَرُ: چھوٹا پن۔

الکِبْر: بمعنی بڑائی کی ضد۔

قَدْ صَغُرَ: (غین مضموم) وہ چھوٹا ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل صَغِیْرٌ اور صُغَارٌ (صاد مضموم) ہے۔

اَصْغَرَہٗ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے چھوٹا بنا دیا یا اسے حقیر بنا دیا۔

اِسْتَصْغَرَہٗ: اس نے اسے چھوٹا یا حقیر جانا یا سمجھا۔ شعر میں الصَّغِیْرُ کی جمع صُغَرَاء کے وزن پر بنائی گئی ہے۔

الصُّغْرٰی: چھوٹی۔ اَصْغَرُ کی مؤنث۔ اس کی جمع الصُّغَرُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ نِسْوَۃٌ صُغَرٌ نہیں کہا جاتا اور نہ ہی قَوْمٌ اَصَاغِرُ کہا جاتا ہے۔ صرف الف لام کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ اس نے مزید کہا کہ ہم نے عربوں کو الأَصَاغِرُ کہتے سنا ہے۔ اگر تم چاہو تو الأَصْغَرُوْن کہہ سکتے ہو۔

الصَّغَارُ: ذلت و رسوائی۔ اسی طرح الصُّغْرُ کا معنی ہے۔

قَدْ صَغِرَ الرَّجُلُ: آدمی بے عزت ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل صَاغِرٌ یعنی ذلیل ہے۔ الصَّاغِرُ کا معنی بھی وہ شخص ہے جو ذلت اور رسوائی پر راضی ہو گیا ہو۔

ص غ ا—صَغَا: وہ جھکا۔ اس کا باب عَدَا سَمَاء رَقِی صَدِیَ اور صُغِیًّا بھی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی میں یہی لفظ آیا ہے: ''فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا'' تو تمہارے دونوں کے دل جھک گئے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: ''وَلِتَصْغٰی اِلَیْہِ اَفْئِدَۃُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَۃِ.''

اَصْغٰی اِلَیْہِ: اس نے اس کی طرف کان دھرا۔

اَصْغَی الْإِنَاءَ: اس نے برتن جھکایا۔

ص ف ح—صَفْحُ الشَّیْءِ: چیز کا کنارہ یا طرف۔

صَفْحُ الْجَبَلِ: سفح کی طرح ہے۔ بمعنی پہاڑ کی جانب۔

صَفْحَۃُ کُلِّ شَیْءٍ: ہر چیز کا کنارا۔

صَفَائِحُ الْبَابِ: دروازے کی چادریں۔ شیٹیں یا تختے۔

صَفَحَ عَنْهُ: اس نے اپنے جرم یا گناہ سے منہ موڑ لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
ضَرَبَ عَنْهُ صَفْحًا: اس نے اس سے منہ موڑا اور اسے چھوڑ دیا۔
تَصَفَّحَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو خوب غور سے دیکھا۔ المُصَافَحَةُ: ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا، یعنی ہاتھ ملانا۔
التَّصَافُحُ: ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا۔
المُصْفَحُ بروزن المُصْحَف: جھکا ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: "قَلْبُ المُؤمِنِ مُصْفَحٌ عَلى الحق" مؤمن کا دل حق پر جھکا ہوتا ہے۔
التَّصْفِيحُ مثل التَصْفِيْقُ: تالی بجانا۔ ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "التَّسْبِيْحُ للرِّجَالِ والتَصْفِيْحُ النِّسَا" نماز میں امام کی غلطی پر اسے متنبہ کرنے کے لئے مردوں کے لئے سبحان اللہ کہنا ہے اور عورتوں کیلئے تالی یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ روایت ہے کہ التصفیح کی بجائے التصفیق کا لفظ بھی آیا ہے۔
ص ف د — صَفَدَهُ: اس نے اسے باندھ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور اسی طرح صَفَّدَهُ تَصْفِيْدًا اس نے اسے اچھی طرح باندھ لیا۔
الصَّفَدُ: (صاد اور فاء دونوں مفتوح) اور الصِّفَادُ: (صاد مکسور) ہتھکڑی۔ زنجیر، بیڑی جس سے قیدی کو باندھا جاتا ہے۔
الأَصْفَاد: بیڑیاں۔ اس کا واحد صفد ہے۔
ص ف ر — الصُّفْرَةُ: زرد رنگ۔
قَدْ اصْفَرَّ الشَّيْءُ: چیز کا رنگ زرد ہو گیا یا پیلا پڑ گیا۔
اِصْفَارّ وصَفَّرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پیلا کر دیا۔ اس کا مصدر تَصْفِيْرًا ہے۔
اَهْلَكَ النِّسَآء الأَصْفَران، الذَّهَبُ والزعفران عورتوں کو دو زرد چیزوں نے ہلاک کر دیا۔ ایک سونے نے اور دوسرا زعفران نے۔ کہا گیا ہے کہ الوَرْسُ والزَّعْفَرانُ: یعنی سونے کے بدلے ورس نے۔ ورس ایک گھاس ہے جس سے رنگائی کا کام لیا جاتا ہے۔
بَنُوا الأَصْفَرُ: رومی لوگ۔ عربوں نے سیاہ رنگ کے لوگوں کو بھی اَصْفَر کہا ہے۔
الصُّفْرُ: (صاد مضموم) تانبہ جس سے برتن بنائے جاتے ہیں۔ ابوعبید نے اسے صاد مکسور سے کہا ہے۔
الصِّفْرُ: صفر (صاد مکسور) خالی۔ کہا جاتا ہے کہ بَيْتٌ صِفْرٌ من المَتاع سامان سے خالی گھر اور رَجُلٌ صِفْرُ اليَدَيْنِ: خالی ہاتھ آدمی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اَصْفَرَ البُيُوْتِ من الخَيْرِ

الْبَيْتُ الصُّفُرُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ: بے شک خیر سے خالی وہ گھر ہے جو گھر قرآن کریم سے خالی ہو۔ یعنی جس گھر میں قرآن نہ ہو۔

قَدْ صَفِرَ: وہ خالی ہوگیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل صَفِرٌ ہے۔

اَصْفَرَ الرَّجُلُ: آدمی نادار ہوگیا۔

مُصْفِرٌ: نادار و فقیر۔

صَفَرُ: محرم کے بعد کا قمری اسلامی مہینہ۔ اس کی جمع اَصْفَار ہے۔ ابن درید کا قول ہے: الصَّفَرَانِ: سال کے دو مہینے۔ اسلام میں ان دو مہینوں میں سے ایک کا نام محرم رکھا گیا۔

الصَّفَرُ: (صاد اور فاء دونوں مفتوح) عربوں کا خیال ہے کہ یہ ایک سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ جو بھوک کے باعث انسان کو کاٹتا ہے۔

اللّدغ: یعنی ڈس، جو سانپ کے بھوک کی وجہ سے کاٹنے سے انسان محسوس کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ" نہ صَفَر کی کوئی حقیقت و اہمیت ہے نہ هَامَہ کی۔

صَفَرَ الطَّائِرُ: پرندہ چہچہاتا ہے۔ اس کا مصدر صَفِيْرًا ہے۔

الصُّفَارِيَةُ بروزن الغُرَابِيَة: ایک پرندہ۔

ص ف ع – الصَّفْعُ: تھپڑ یا دھپا۔ نو د خیل: اجنبی کلمہ۔

الرَّجُلُ صَفْعَانُ: جسے بہت زیادہ تھپڑ مارے جائیں۔

ص ف ف – الصَّفُّ: صف، قطار۔ اس کی جمع الصُّفُوْف ہے۔

صَافُّوْهُمْ فِی الْقِتَالِ: انہوں نے لڑائی میں صف بندی کی۔

الْمَصَفُّ: لڑائی کی جگہ، اس کی جمع الْمَصَافُّ ہے

صُفَّةُ الدَّارِ: گھر کا چبوترہ۔ اس کی جمع الصُّفَفُ ہے۔

صَفَّ الْقَوْمَ: اس نے قوم کی صف بندی کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

فَاصْطَفُّوْا: تو قوم یا لوگ صف بند ہو گئے۔

صَفَّتِ الْإِبِلُ قَوَائِمَهَا: اونٹ نے اپنی ٹانگیں ایک قطار میں کیں۔

فَهِيَ صَافَّةٌ وَصَوَافُّ: تو وہ ایک قطار میں ہوگئیں۔

الصَّفْصَفُ: ہموار زمین۔

الصَّفْصَافُ: اختلاف پیدا ہونا۔

ص ف ق – الصَّفْقُ: دھپا۔ دھول جس کی آواز سنائی دے۔ اسی طرح تَصْفِيْقُ: آواز پیدا کرنا۔ اسی سے التَّصْفِيْق بِالْيَدِ: تالی بجانا مشتق ہے۔ یعنی ہاتھ

پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنا۔

صَفَقَ لَهُ بالبَيْعِ والبَيْعَة: اس نے لین دین اور بیعت کے لئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: رَبِحَتْ صَفْقَتُكَ: تیرا سودا کرنا یعنی لین دین یا خریداری کامیاب رہی۔

صَفْقَةٌ رَابِحَةٌ: نفع بخش سودا۔ یا لین دین۔ خرید و فروخت۔

صَفْقَة خَاسِرَة: گھاٹے کا سودا۔

صَفَقَ البَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔ اصفقهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

الرِّيحُ تَصْفِقُ الاشجَارَ فتصْطَفِقُ: ہوا درختوں کو ہلا دیتی ہے تو وہ ہلتے ہیں۔

ثَوْبٌ صَفِيقٌ ووَجْهٌ صَفِيقٌ: موٹا کپڑا اور بے حیا انسان۔

الصَّفَاقَةُ: بھدا پن۔ بے شرمی۔

تَصْفِيقَ الشَّرَابِ: شراب کا ایک برتن سے دوسرے میں انڈیلنا۔

ص ف ن — الصُّفْنُ: (صاد مضموم) چرواہے کا تھیلا، جس میں اس کا کھانا، چقماق اور دوسری ضرورت کی چیزیں ہوتی ہیں۔

الصَّافِنُ مِنَ الخَيْلِ: تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے والا گھوڑا یعنی چوتھی ٹانگ اوپر اٹھا کر۔

قَدْ صَفَنَ الفَرَسُ: گھوڑے تین ٹانگوں پر کھڑا ہو۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

الصَّافِنُ: جو دو ٹانگیں اُٹھائے۔ اس کی جمع صُفُونٌ ہے۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔

صِفِّيْنُ: ایک مقام جہاں مشہور جنگ صفین واقع ہوئی۔

صِفَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ص ف'.

ص ف ا — الصَّفَاءُ: (الف ممدود) صفائی۔

الكَدَرِ: غلاظت کی ضد۔

قَدْ صَفَا الشَّرَابُ: شراب خالص اور صاف ہے۔ اس کا مضارع يَصْفُو اور مصدر صَفاء ہے۔ صَفَّاهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے اسے صاف کیا۔ اس کا مصدر تَصْفِيَةٌ ہے۔

صَفْوَةُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا خالص ہونا۔ کہا جاتا ہے کہ مُحَمَّدٌ صَفْوَةُ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهِ: محمد ﷺ مخلوق خدا میں سے اللہ کے خالص بندے ہیں۔

مُصْطَفَاهُ: اس کے چنے ہوئے خالص بندے۔ بقول ابو عبیدہ: کہا جاتا ہے کہ لَهُ صِفْوَةُ مَالِي: (صِفْوَة کی تین حرکات کے ساتھ) اس کے لئے میرا خالص مال ہے۔ جب صفوۃ سے ۃ کو ہٹا لیا جائے تو

باقی صرف صَفْوُ المال رہ جاتا ہے۔
اس میں صاد مفتوح ہے۔
الصَّفَاةُ: ملائم چٹان۔ اس کی جمع صفًا (الف مضموم) ہے۔
اَصْفَاءٌ اور صُفِيٌّ بروزن فُعُوْلٌ ہے۔
الصَّفْوَاء: پتھر۔ اسی طرح الصَّفْوَان ہے۔ اس کا واحد صَفْوَانَةٌ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: كَمَثَلِ صَفْوَان عَلَيْهِ تُرَابٌ: اس کی مثال چٹان یا پتھر کی سی ہے جس پر مٹی ہو۔
الصَّفَا: مکہ شریف میں مشہور عام جگہ۔
الِصُفَاةُ: شراب صاف کرنے کا پیالہ۔
موجودہ دور میں ریفائنری الصَّـــفِـيُّ المَصَافِيَ کا بھی یہی معنی ہے۔
الصَّفِيُّ: تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے رئیس جو حصہ اپنے لئے مخصوص کرے اسے الصَّفِيَّةُ بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع صَفَايَا ہے۔
اَصْفَاهُ الوُدَّ: اس نے اس کے لئے محبت خالص کردی۔ یعنی وہ اس کا مخلص دوست بنا۔
صَافَاهُ اور تَصَافَيَا: وہ ایک دوسرے کے مخلص دوست بنے۔
اصْطَفَاهُ: اس نے اسے چن لیا۔
ص ق ر—الصَّقْرُ: شِکرا، جسکے ذریعے شکار کیا جاتا ہے۔ اہل مدینہ کے الصَّقْرُ پکائے ہوئے گاڑھے شیرے کو بھی کہتے ہیں۔
ص ق ع—الصُّقْعُ: (صاد مضموم) جانب، کنارا۔
الصَّقِيْعُ: کورا جو برف کی طرح آسمان سے رات کو گرتا ہے۔
قَدْ صُقِعَتِ الأَرْضُ: زمین پر کورا پڑا ہے۔ زمین کو ایسی حالت میں قَصْقُوْعَةٌ کورا زدہ زمین کہتے ہیں۔
ص ق ل—صَقَلَ السَّيْفَ: اس نے تلوار کو صیقل کیا یا پالش کیا۔ یا جلا دی۔
سَقَلَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا مصدر صَقْلاً ہے یعنی جلا دینا، پالش کرنا یا صیقل کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا مصدر صِقَالًا (صاد مکسور) بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل صَاقِلٌ ہے یعنی صیقل گر۔ جلا دینے والا اور پالش کرنے والا۔ اس کی جمع صَقَلَةٌ ہے۔ اس میں صاد اور قاف دونوں مفتوح ہیں۔ بنانے والے کو صَيْقَلٌ کہتے ہیں جس کی جمع الصَّيَاقِلَةُ ہے۔
الصَّيْقَلُ: تلوار۔
المِصْقَلَةُ: جس سے تلوار وغیرہ کو صیقل کیا جاتا ہے۔
ص ک ک—صَكَّهُ: اس نے اسے مارا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: ''فَصَكَّتْ وَجْهَهَا''

اس نے اپنا چہرہ پیٹ لیا۔ محاورۃً اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔

الصَّکُّ: دستاویز۔ یہ لفظ فارسی سے معرّب ہے۔ اس کی جمع اَصُکٌّ، صِکَاکٌ اور صُکُوکٌ ہے۔

ص ل ب – الصُّلْبُ والصَّلِیبُ: سخت۔ اس کا باب ظرف ہے۔

الصُّلْبُ: کمر میں ریڑھ کی ہڈی۔

صَلَّبَهٗ: لام پر تشدید کثرت کے اظہار کیلئے ہے۔ قول خداوندی ہے: ”وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِی جُذُوعِ النَّخْلِ“ میں ضرور تمہیں درختوں کے تنوں سے باندھ کر مار ڈالوں گا۔

الصَّلِیبُ کی جمع صُلُبٌ: (صاد اور لام مضموم)۔ اور صُلْبَانٌ ہے۔

ص ل ج – الصَّوْلَجَان: (لام مفتوح) فارسی سے معرب ہے، اس کا معنی ہاکی یا ٹیڑھے سر والی لاٹھی۔ بطور قاعدہ، کلام عرب میں صاد اور جیم کسی ایک کلمہ میں اکٹھے نہیں آتے، لہٰذا ہر ایسا کلمہ معرب ہوگا۔ اس کی جمع الصَّوَالِجَةُ ہے۔ جس میں لام مکسور ہے۔

ص ل ح – الصَّلاحُ: بناؤ۔ یہ الفَسَادُ یعنی بگاڑ کی ضد ہے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ الفراء نے اس کا ماضی کا صیغہ صَلُحَ (لام مضموم) بھی نقل کیا ہے۔

هٰـذَا یَصْلُحُ لَکَ: یہ تمہارے حسب حال ہے۔

الصِّلاحُ: (صاد مکسور) المُصَالِحَةُ کا مصدر ہے۔ اور اس کا اسم الصُّلْحُ ہے۔ یہ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی۔

قَدْ اصْطَلَحَا تَصَالَحَا اور اصَّالَحَا: (صاد مشدد) سب کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی انہوں نے صلح کی۔ الإِصْلاحُ: درستی کرنا، بناؤ کرنا۔ یہ الإِفْسَاد: بگاڑ پیدا کرنا کی ضد ہے۔

المَصْلَحَـةُ: مصلحت۔ اس کی جمع المَصَالِحُ ہے۔

الاسْتِصْلاحُ: الاستفساد کی ضد ہے۔ یعنی صلح جوئی۔

ص ل د – حَجَرٌ صَلْدٌ: سخت چکنا پتھر۔

صَلَدَ الزَّنْدُ: چقماق کا پتھر سخت ہوا یعنی ضرب تو لگی لیکن آگ کی چنگاری پیدا نہ ہوئی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

اَصْلَدَ الرَّجُلُ: آدمی کے چقماق کا پتھر سخت ہوا یعنی آدمی ناکام ہوا۔ یا ناکارہ ہوگیا۔ یا آدمی سخت یعنی بخیل اور کنجوس بن گیا۔ یا بے فیض ہوگیا۔

ص ل ع – رَجُلٌ اَصْلَعُ: گنجا آدمی جس کے ماتھے کی طرف سے سر کے بال جھڑ گئے ہوں۔ اس کا باب طرب ہے۔ گنج والی

جگہ کو الصَّلَعَةُ (لام مفتوح) اور الصُّلْعَةَ بھی کہتے ہیں۔ جو الجُرْعَةُ کے وزن پر ہے۔

ص ل ف – صَلِفَتِ المَرْاَةُ: عورت خاوند سے ناخوش ہوگئی اور خاوند نے اسے ناپسند کیا۔ ایسی عورت کو صَلِفَةٌ کہتے ہیں۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ الخلیل کا خیال ہے کہ الصَّلَف کا معنی اپنی حیثیت سے آگے بڑھنا اور ڈینگیں مارنا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر تکبر کرنا ہے، ایسے شخص کو رَجُلٌ صَلِفٌ کہتے ہیں اور اس کے فعل کو قَدْ تَصَلَّفَ کہتے ہیں۔

ص ل ق – الصَّلْقُ: سخت آواز۔ حدیث شریف میں ہے: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ صَلَقَ اَوْ حَلَقَ" حلق اور صلق کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو اپنی آواز اُونچی کرے یا مصائب کے وقت حلق یعنی سر کے بال منڈا دے۔ اسے بدراوَ کہتے ہیں۔ الفراء نے کہا کہ سَلَقُوْكُمْ بِالسِنَةٍ میں صَلَقُوْكُمْ دو لہجے ہیں۔

الصَّلَائِقُ: پتلی روٹیاں۔

ص ل ل – الصِّلُ: (صاد مکسور) سانپ، جس کے ڈسے پر منتر کام نہیں کرتا۔

الصَّلْصَالُ: مٹی ریت ملا کر گوندھی گئی ہو پھر اسے خشک ہونے پر یَتَصَلْصَلُ کہیں گے اور جب اسے بھٹی میں ڈال کر پکایا جائے تو اسے الفَخَّارُ کہتے ہیں۔

صَلْصَلَةُ اللِّجَامِ: لگام کی آواز۔ جب یہ دوہری ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب آواز دوہری ہو جائے الازہری کا کہنا ہے کہ لیث نے کہا کہ کہا جاتا ہے صَلَّ اللِّجام: یعنی لگام سے صَلّ کی آواز آئی۔ یا جب تمہیں اس آواز کے آنے کا وہم یا اندازہ ہو۔ اور جب آواز صل دوبارہ آئے تو تم اسے صَلْصَلُ کہتے ہو۔

تَصَلْصَلَ الحَلْیُ: زیورات کے چھنکنے کی آواز آئی۔

صَلَّ اللَّحْمُ يَصِلُّ: (صاد مکسور) صُلُوْلاً: گوشت بدبودار ہو گیا چاہے پکا ہوا ہو یا کچا۔ اَصَلَّ کا بھی یہی معنی ہے۔

طِيْنٌ صَلَّالٌ و مِصْلَالٌ: کھنکھناتی مٹی۔ بھٹی میں پکائی ہوئی نئی مٹی کی طرح کی آواز۔

ص ل م – الاصطلام: جڑ سے اکھاڑنا۔ قلع قمع کرنا۔

ص ل ا – الصَّلاةُ: دعا۔ الصلاة مِن الله تعالىٰ: اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ اس کی جمع الصلوات ہے۔ یعنی فرض نماز میں یہ ایسا اسم ہے جو مصدر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے صَلّٰى صَلَاةً

اس نے نماز ادا کی۔ صلاۃ کی بجائے تَصْلِیَۃً نہیں کہا جاتا۔

صَلّٰی عَلَی النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: اس نے نبی اکرم ﷺ پر دُرود و سلام پڑھا۔

صَلّٰی العَصَا بالنار: اس نے لاٹھی کو آگ میں ڈال کر زم کر کے سیدھا کیا۔

المُصَلِّی: پہلے کے بعد آنے والا۔ کہا جاتا ہے کہ صَلِّی الفَرَسُ: گھوڑا دوڑ میں دوسرے نمبر پر آیا کیونکہ اس کا سر اول آنے والے کی دم کی جگہ ہوتا ہے۔

الصَّلَایَۃُ: سِل بٹا۔ جس پر دوا یا اور چیز کوٹتے ہیں۔ اس میں لام مشدد نہیں ہے۔

الصلاءۃ: (ہمزہ کے ساتھ) کا معنی بھی یہی ہے۔ صَلَیْتُ اللَّحْمَ وغیرہ: میں نے گوشت وغیرہ پکایا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "اَنَّہٗ اُتِیَ بشَاۃٍ مَصْلِیَۃٍ" روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک پکی ہوئی یا بھنی ہوئی بکری لائی گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صَلَیْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو آگ میں داخل کیا اور اسے آگ بھڑکانے دیا۔ اگر تم نے اسے اس طرح آگ میں ڈالا ہو کہ تم اسے جلانا چاہتے ہو تو تم اَصْلَیْتُہٗ کہو گے (شروع میں الف زائد کے ساتھ) اور صَلَّیْتُہٗ تَصْلِیَۃً کہو گے۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: "وَیُصَلّٰی سَعِیْرًا" جس نے اسے مشدد نہیں پڑھا تو گویا اس نے لوگوں کی طرح اسے صَلِیَ فلان النَّارَ: (لام مکسور) یَصْلٰی صَلِیًّا پڑھا جس کا معنی ہے کہ وہ جل گیا۔ قول خداوندی ہے: ھُمْ اَوْلٰی بِھَا صِلِیًّا: وہ اس میں جلنے کے لائق ہیں۔ اصْطَلٰی بالنَّار اور تَصَلّٰی بھا کا بھی یہی معنی ہے۔

فُلَانٌ لَایُصْطَلٰی بنَارِہٖ: فلاں شخص اس کی آگ میں نہیں ڈالے گا۔ اگر وہ بہادر ہوگا تو کوئی اس پر قدرت حاصل نہیں کریگا۔

المَصَالِیُ: وہ جال جو پرندوں کے شکار کے لئے نصب کئے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ للشَّیْطَانِ فُخُوخًا وَمَصَالِیَ: شیطان میں بہت سے جال اور پھندے ہیں، اس کا واحد کا صیغہ مِصْلَاۃٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ: ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ یہود کے کنیسے ہیں جو ان کے عبادت خانے ہیں۔

ص م ت — صَمَتَ: وہ خاموش ہوا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے، اس کا مصدر صُمَاتًا (صاد مضموم) ہے۔ اَصْمَتَ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّصْمِيتُ: خاموش کرنا اور خموشی بھی۔
رَجُلٌ صِمِّيتٌ، سِكِّيتٌ کا ہم وزن اور ہم معنی ہے۔ یعنی خاموش شخص یا خاموشی پسند انسان۔ کہا جاتا ہے کہ مَالَهُ صَامِتٌ وَلَا نَاطِقٌ: نہ اس کے پاس صامت ہے اور نہ ناطق۔ صامت سے مراد سونا چاندی ہے اور ناطق سے مراد اونٹ بکری ہے۔ محاورے کا ترجمہ یہ ہے کہ اس کے پاس نہ نقد ہے نہ جنس یعنی کچھ بھی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مادہ 'ن ط ق' کی ذیل میں بیان کردہ تفسیر سے یہ زیادہ بہتر اور خصوصی تفسیر ہے۔

ص م خ—الصِّمَاخُ: (صاد مکسور) کان چھیدنے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی خود کان ہے۔ سین کے ساتھ سماخ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

ص م د—الصَّمَدُ: سید، سردار کیونکہ ضرورتوں کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صَمَدَهُ اس نے اس کی طرف رجوع کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ یعنی اس نے اس کا قصد کیا۔

ص م ع—الأَصْمَعُ: چھوٹے کانوں والا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ صَمْعَاءُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّ ابن عباس رضي الله عنه كَانَ لَايَرى بَاسًا بِأَنْ يُضَحي بِالصَّمْعَاء: روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کان کٹی بکری کی قربانی میں کچھ حرج نہیں دیکھتے تھے۔ یعنی ان کے نزدیک ایسے جانور کی قربانی درست تھی۔
ثَرِيْدَةٌ مُصَمَّعَةٌ: کوٹا ہوا اور باریک ثرید۔
صَوْمَعَةُ النصارى: نصاریٰ کا گرجا گھر۔ یہ اس مادے سے فوعلةٌ کے وزن پر ہے کیونکہ یہ باریک سر یا کلس والا ہوتا ہے۔

ص م غ—الصَّمْغُ: اس کی جمع صُمُوْغ ہے۔ اور معنی درخت اور درخت کی بہت سی انواع واقسام۔
الصَّمْغُ العَرَبِيُّ: درخت کی گوند یا اس کا ایک ٹکڑا یعنی صَمْغَةٌ.

ص م ل—رَجُلٌ صُمُلٌّ: (صاد اور میم دونوں مضموم اور لام مشدد۔ مضبوط جسمانی ساخت کا آدمی۔

ص م م—صِمَامُ القَارُوْرَةِ: بوتل کا ڈھکن۔ صماء میں صاد مکسور ہے۔
حَجَرٌ اَصَمٌّ: بہت زیادہ سخت پتھر۔
الصَّمَّاءُ: بلا۔
فِتْنَةٌ صَمَّاءُ: سخت فتنہ۔
رَجُلٌ اَصَمُّ: کانوں سے بالکل بہرا آدمی۔
ورَجَبٌ شهرُ اللهِ الأَصَمّ: رجب، اللہ تعالیٰ کا بہرا مہینہ۔ خلیل کا قول ہے کہ

اس مہینہ کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس
ماہ میں نہ کسی فریادی کی آواز سنی جاتی تھی نہ
جنگ کی کوئی حرکت دیکھی جاتی تھی، نہ کسی
اسلحے کی کوئی جھنکار سنی جاتی تھی، کیونکہ یہ
حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ
ہے۔ ابوعبید نے کہا کہ اشتمال
الصَّمَاء یعنی پوری طرح لپٹنا یہ ہے کہ
انسان اپنے جسم کو اپنے کپڑے سے اس
طرح ڈھانپ لے کہ جس طرح بدُّو اعرابی
لوگ اپنے آپ کو اپنے کپڑوں سے
ڈھانپ لیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ آدمی
اپنی چادر کو دائیں طرف سے بائیں بازو پر
موڑ لے اور بائیں کندھے پر ڈالے، پھر
دوبارہ اپنی پیٹھ کی طرف سے دائیں بازو کی
طرف پھیر لے اور دائیں کندھے پر چادر کو
ڈال لے۔ اور دائیں بازو اور کندھے کو
ڈھانپ لے۔ ابوعبید نے بیان کیا کہ فقہاء
کا قول ہے کہ آدمی اپنے آپ کو صرف ایک
کپڑے میں ڈھانپ لے۔ اس کے بغیر
اس کے پاس کوئی اور کپڑا نہ ہو۔ پھر وہ اس
کپڑے کو ایک کنارے سے اٹھا کر اپنے
کندھے پر ڈالے تو اس کی شرم گاہ ظاہر
ہو۔ جب تم یہ کہو کہ اشْتَمَلَ فُلَانٌ
الصَّمَّاء کہ فلاں شخص نے اپنے کو پوری
طرح ڈھانپ لیا تو گویا تم نے یہ کہا کہ اس
شخص نے اپنے آپ کو اشتمال صمّا کے
مشہور و معروف طریقے سے اپنے آپ کو
چادر میں لپیٹ لیا۔ کیونکہ الصَّمَّاء بذات
خود اشتمال کی ایک قسم ہے۔

صمیم الشَّیْءِ: خالص چیز۔

صَمِیْمُ الحَرِّ وصمیم البرد:
سخت گرمی اور سخت سردی۔

الصَّمْصَامُ والصَّمْصَامَةُ: مضبوط
تلوار جو دوہری نہ ہوتی ہو۔

صَمَّمَ فی السَّیْر: وہ چل پڑا۔

اَصَمَّهُ اللّٰهُ فَصَمَّ: (اللہ اسے بہرہ کر
دے یا اللہ نے اسے بہرا کیا تو وہ بہرا
ہوگیا۔ اس کا مضارع یَصَمُّ (صاد مفتوح)
اور مصدر صَمَمًا ہے۔ أَصَمّ کا معنی صَمَّ
بھی ہے یعنی وہ بہرا ہوگیا۔

تَصَامَّ: وہ بہرا بن گیا۔ یعنی وہ بہرا دکھائی
دیتا ہے لیکن بہرا ہے نہیں۔

ص م ی – اَصْمَیْتَ الصَّیْدَ: جب تم
نے تیر مار کر شکار کو ہلاک کر دیا اور وہ
تمہاری نظروں کے سامنے مرا۔ حدیث
شریف میں ہے کہ: ”کُلْ مَا اَصْمَیْتَ
وَدَعْ ما اَنْمَیْتَ“ اس شکار کو کھا جسے تم
نے تیر مار کر اپنی نظروں کے سامنے مرتے
دیکھا ہو اور اس شکار کو چھوڑ دو جو تیر لگنے
کے بعد تمہاری نظروں سے اوجھل کسی
اوٹ میں جا مرا ہو۔

ص ن ج – صَنْجَةٌ: ترازو۔ یہ کلمہ فارسی
سے معرب ہے۔ اسے سَجَة نہیں کہنا
چاہیے۔ (فارسی لفظ سنجیدن بمعنی تولنا

ہے)۔

ص ن د – الصِّنْدِیْدُ: بروزن القِنْدِیْلُ: سردار، بہادر۔ الصَّنَادِیْدُ: (صاد مفتوح) بلا۔ حسن بصری کا قول ہے کہ نَعُوْذُ باللّٰهِ من صَنَادِیْدِ القَدَر: تقدیر کی بلاؤں سے خدا کی پناہ۔

ص ن د ل – الصَّنْدَلُ: ایک خوشبودار درخت۔

الصَّنْدَلانی، الصَّیْدَلَانِیُّ: بمعنی دواساز کا ایک لہجہ ہے۔

ص ن ر – الصِّنَّارَةُ: (صاد مکسور و نون مشدد) تکلے کا سرا۔

ص ن ع – الصُّنع: (صاد مضموم) بنانا اور کرنا۔ تمہارے اس قول کا مصدر ہے صَنَعَ اِلَیْهِ مَعْرُوْفًا: اس نے اس کے ساتھ بھلائی کی۔ صَنَعَ بِهٖ صَنِیْعًا قَبِیْحًا اَیْ فَعَلَ: اس نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا۔

الصِّنَاعَةُ: (صاد مکسور) کاریگری، کاریگر کا کام اور پیشہ۔

الصَّنْعَةُ: (صاد مفتوح) کاریگری۔ ہنر۔

اِصْطَنَع عِنْدَهُ صَنِیْعَةً: اس نے اس کے پاس کاریگری کا کام کیا۔

اِصْطَنَعَهُ لِنَفْسِهٖ: اس نے اپنی ذات کے لئے کام کیا، تیار کیا یا بنایا۔

الصَّنِیْعَةُ: احسان، حسن سلوک۔

التَّصَنُّعُ: بناوٹ، تکلف۔

تَصَنَّعَتِ المَرْأَةُ: عورت نے اپنا بناؤ سنگار کیا۔

المُصَانَعَةُ: رشوت۔ مثل مشہور ہے کہ: مَنْ صَانَعَ بالمَال لم یَحْتَشِمْ من طَلَبَ الحَاجَةِ: جس نے مال کی رشوت دی وہ اپنی حاجت طلبی پر کبھی شرمندہ نہ ہوا۔

المَصْنَعَةُ: (میم مفتوح، نون مضموم و مفتوح) حوض کی طرح جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔

المَصَانِعُ: قلعے۔ کارخانے۔ صَنْعَاء: یمن کا ایک شہر۔ اس سے صفت نسبتی صَنْعانِی ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔

ص ن ف – الصِّنْفُ: قسم، نوع۔ صاد مفتوح بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

تَصْنِیْفُ الشَّیْءِ: کسی چیز کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا۔ ایک سے دوسری چیز میں تمیز کرنا۔ (موجودہ دور میں لکھنا)۔

ص ن م – الصَّنَمُ: بت، مورتی۔ اس کی جمع اَصْنَام ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ شمن کا معرب ہے۔ جس کا معنی بت ہے۔

ص ن ن – الصِّنّ: مہینے کے آخری سات دنوں میں سے پہلا دن۔

الصُّنَان: بغل گند۔

قَدْ اَصَنَّ الرَّجُلُ: آدمی کو بغل گند ہوئی ہے۔

صِنبر: دیکھئے بذیل مادہ ص ب ر.

ص ن ا: جب کسی ایک جڑ سے دو یا تین کھجور کے درخت اُگ آئیں۔ تو ان میں ہر درخت صِنْوٌ ہوگا اور دو صِنْوَان ہوں گے اور اس کی جمع صِنْوَانٌ اور أصْنَاء ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی لفظ اس قول خداوندی میں ہے: صِنْوانٌ وغَیْرُ صِنْوَانٍ: حدیث شریف میں ہے: عَمُّ الرَّجُل صِنْوُ اَبِیْهِ: کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی ضو ہوتا ہے۔

ص ہ ر – الأصْهَارُ: سسرال۔ بقول خلیل۔ بعض عرب سسر اور بیوی کی دو بہنوں کو بھی سسرال میں شامل کرتے ہیں۔

صَهَرَ الشَّيْءَ فَانْصَهَرَ: اس نے کوئی چیز بھٹی میں ڈال کر پگھلا دی تو وہ پگھل گئی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل صَهِيْرٌ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُوْنِهِم: ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسے بھٹی میں ڈال کر پگھلا دیا جائے گا۔

ص ہ ر ج – الصِّهْرِيْجُ: (صاد مکسور) حوض جس میں پانی جمع ہوتا ہے۔ پانی کا ٹینک۔ اس کی جمع صَهَارِيج (صاد مفتوح) ہے۔

ص ہ ل – الصَّهِيْلُ: گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز۔

قَدْ صَهَلَ يَصْهِلُ: (ہاء مکسور) صَهِيْلًا وصُهَالًا (صاد مضموم) فَرَسٌ صَهَّال: ہنہنانے والا گھوڑا۔

ص ہ – صَهْ: مبنی بر سکون۔ فعل امر کا اسم ہے جس کا معنی ہے 'خاموش رہ'۔ جب تم کسی کو چپ کرانا چاہو تو یہ کہتے ہو کہ صَهْ یعنی چپ ہو۔ اگر تم نے یہ کلمہ دہرانا ہو تو اس کے آخر میں تنوین لگائیں گے اور کہیں گے صَهٍ صَهٍ. المُبَرِّد نے کہا کہ جب تم صَهٍ يا رَجُلُ تنوین کے ساتھ کہیں گے تو تمہاری مراد صرف تعریف اور تنکیر میں فرق کرنا ہوگا، کیونکہ تنوین تنکیر کی علامت ہے۔

ص و ب – الصَّوْبُ: بارش کا برسنا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

الصَّيِّبُ: بارش والے بادل۔

صَابَهُ المَطَرُ: اس پر بارش بری۔

صَابَ السَّهْمُ: تیر نشانے پر لگ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے، جو أصَابَ کا ایک لہجہ ہے۔ مثل ہے کہ: مَعَ الخَوَاطِئِ سَهْمٌ صَائِبٌ: نشانہ چوکنے والے تیروں میں سے کوئی نشانہ پر لگنے والا بھی ہوتا ہے۔

الصَّوْبُ – الصَّوَاب: بمعنی درست کا ایک لہجہ ہے۔

اور الصَّوَاب، الخطاء یعنی غلط کی ضد ہے۔

المُصَـابُ: مصیبت زدہ۔ یہ اصابَتْهُ مُصِیْبَةٌ کا مفعول ہے۔

المُصَابُ زخم کو بھی کہتے ہیں۔

رَجُلٌ مُصَابٌ: یعنی ایسا شخص جسے جنون کی شکایت رہی ہو۔

صَوَّبَهُ: اس نے اسے اَصَبْتَ کہا یعنی تم نے ٹھیک کیا۔

اِسْتَوْصَبَ فِعلَهُ اور اسْتَصَابَ کا ایک ہی معنی ہے، یعنی اس نے اس کے کام کو ٹھیک قرار دیا۔

المُصِيْبَةُ: مصیبت، دکھ۔ اس کی جمع المَصَائب: اس کی اصل وْ ہے۔ اس لحاظ سے اس کی جمع المَصَاوِبُ ہوگی، اور اصل یہی ہے۔

المَصُوْبَةُ بروزن المَثُوْبَةُ، المُصِيْبَةُ کا ایک اور لہجہ ہے۔

الصَّابُ: (یاء مخفف) تلخ درخت کی گوند یا نچوڑ۔

ص و ت – الصَّوْتُ: آواز۔ صَاتَ الشَّيءُ: چیز سے آواز پیدا ہوئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

صَوَّتَ تَصْوِیْتًا کا بھی یہی معنی ہے۔

الصَّائتُ: چیخنے والا۔ آواز نکالنے والا یا صرف آواز والا۔

رَجُلٌ صَیِّتٌ: (یاء مکسور اور مشدد) وَصَاتٌ: سخت آواز والا آدمی۔ بلند آواز شخص۔

الصِّیْتُ: (صاد مکسور) شہرت۔ شہرہ۔ مشہوری۔ ذکر خیر، جو لوگوں میں پھیل جائے۔ اس میں کوئی بری بات یا برائی شامل نہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ: ذَهَبَ صِیْتُهُ فِـي النَّـاس: لوگوں میں اس کی اچھی شہرت پھیل گئی۔ شاید یہ بھی کہا گیا ہے کہ انْتَشَرَ صَوْتُـهُ فِي النَّاس: اس میں صَوْتٌ، صِیْتٌ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ص و خ – اَصَـاخَ لَـهُ: اس نے سُنا، یا کان دھرا۔

ص و ر – الصُّوْرُ: ہارن، نرسنگا بگل۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے۔ یَوْمَ یُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ: جس روز صور پھونکا جائے گا۔ الکلبی کا قول ہے کہ: لَا اَدْرِیْ مَا الصُّوْرُ: میں نہیں جانتا کہ صور کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ صُوْرٌ صُوْرَةٌ کی جمع ہے۔ اس کی مثال بُسْرَةٌ اور بُسْر ہے۔ یعنی قیامت کے دن مردہ روحوں کی صورتوں میں پھونکا جائے گا۔ حضرت حسن بصری نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے: یَوْمَ یُنْفَخُ فِي الصُّوَرِ: اس میں واؤ مفتوح ہے۔

الصِّوَرُ: (صاد مکسور) الصُّوَرُ کا ایک لہجہ ہے جو صورۃٌ کی جمع ہے۔
صَوَّرَهُ تَصْوِيرًا فَتَصَوَّرَ: اس نے اس کا ایک تصور باندھا تو وہ تصور بندھ گیا۔
تَصَوَّرْتُ الشَّيْءَ: میں نے کسی چیز کا خیال یا تصور قائم کیا۔
تَصَوَّرْتُ صُوْرَتَهُ فَتَصَوَّرَ بِي: میں نے اس کا تصور باندھا تو میرے سامنے اس کا تصور قائم ہو گیا۔
التَّصَاوِيْرُ: تصویریں۔ مجسمے۔ صَارَهُ: اس نے اس کو مائل کیا یا جھکایا۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ: (صاد مضموم اور مکسور دونوں طرح) اخفش کا قول ہے کہ اس کا معنی وَجِّهْهُنَّ ہے یعنی انہیں اپنی طرف متوجہ کر۔
صَارَ الشَّيْءَ: کا معنی دو بابوں کے تحت قَطَعَهُ اور فَصَلَهُ بھی ہے۔ یعنی اس نے کاٹا اور اس نے جدا کیا۔ جس نے اس لفظ کی یہ تفسیر کی تو انہوں نے آیت میں اس کی تقدیم و تاخیر کو مقدر مانا یعنی فَخُذْ اَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ۔
ص و ع – الصَّاعُ: صاع پیمانہ جو چار مُدّ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَصْوُعٌ ہے۔ تم چاہو تو واو مضموم کو ہمزہ میں بدل سکتے ہو۔
الصُّوَاعُ الصَّاعُ کا ایک اور لہجہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ پانی پینے کا ایک برتن ہے۔
ص و غ – صَاغَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو گھڑ لیا۔ اس سے اسم فاعل صَائِغٌ ہے بمعنی سنار۔ زرگر۔
صَوَّاغٌ اور صَيَّاغٌ کا معنی بھی یہی ہے۔
صَاغٌ اہل حجاز کا لہجہ ہے۔ اس عمل یا پیشے کو الصِّيَاغَةُ یعنی زرگری کہتے ہیں۔
فُلَانٌ يَصُوْغُ الْكَذِبَ: فلاں شخص جھوٹ گھڑتا ہے۔ یہ بطور استعارہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "كِذْبَةٌ كَذَبَهَا الصَّاغُوْنَ" یہ ایک جھوٹ ہے جسے جھوٹ والوں نے گھڑ لیا ہے۔
ص و ف – الصُّوْفُ: بھیڑ بکری کی اُون۔
الصُّوْفَةُ: ان معنوں کے لئے زیادہ مناسب لفظ ہے۔
ص و ل – صَالَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر دست درازی کی یا حملہ کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس کا مصدر صَوْلَةٌ ہے۔ محاورہ ہے کہ "رُبَّ قَوْلٍ اَشَدُّ مِنْ صَوْلٍ" زبان کا گھاؤ تلوار کے گھاؤ سے زیادہ گہرا اور سخت ہوتا ہے۔
الْمُصَاوَلَةُ: ایک دوسرے پر حملہ کرنا۔ یہی معنی الصِّيَالُ اور الصِّيَالَةُ کا ہے۔

صَئُولَ البَعِيْرُ: اونٹ نے حملہ کر دیا۔ (اس کا باب ظرف ہے) یعنی اونٹ لوگوں کو مارنے اور ان پر حملہ آور ہونے لگا۔ ایسے اونٹ کو جَمَلٌ صَؤُوْلٌ کہتے ہیں۔

صولجان دیکھئے بذیل مادہ ص ل ج.

ص و م: خلیل کا قول ہے کہ: صوم کا معنی بغیر عمل کے قیام ہے۔ اور الصَّوم کھانے سے رُکنا ہے۔

قَدْ صَامَ الرَّجُلُ: آدمی نے روزہ رکھا۔ اس کا باب قَالَ ہے، اور مصدر صِيَامًا بھی ہے۔

قَوْمٌ صُوَّمٌ: روزہ دار لوگ۔ صُوَّمٌ میں واؤ مشدد ہے۔ اسے صُيَّمٌ بھی کہتے ہیں۔

رَجُلٌ صَوْمَانٌ: آدمی روزے سے ہے یعنی روزہ رکھے ہوئے ہے۔

صَامَ الفَرَسُ: گھوڑا بغیر چارہ کھائے کھڑا رہا۔

صَامَ النَّهَارُ: دوپہر ہوگئی اور برابر ہوگئی۔

الصَّوْمُ کا معنی ہوا کا رکنا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: ''اِنِّی نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا'' حضرت ابن عباسؓ نے اسے صَمْتًا پڑھا ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ ہر شخص جو کھانے سے، بات کرنے سے اور چلنے سے رک جائے وہ صَائِمٌ ہے۔

ص و ن - صَانَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کی حفاظت کی۔ اس کا باب قَالَ ہے، اور مصدر صِيَانًا اور صِيَانَةً ہے۔ اس کی صفت مفعولی مَصُونٌ ہے۔ اسے مَصَانٌ نہیں کہنا چاہئے۔

ثَوْبٌ مَصُوْنٌ عَلَی النَّقْصِ: کپڑا کسی خرابی سے محفوظ ہے۔

وَمَصُوْنٌ عَلَی التَّمَامِ: پوری طرح محفوظ۔

جَعَلَ الثَّوْبَ فِی صُوَانِهِ: اس نے کپڑے کو محفوظ رکھا۔ اس میں صاد مضموم بھی ہے اور مکسور بھی۔ صُوَان سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کپڑا محفوظ رکھا جاتا ہے۔

الصَّوَّانُ: صاد مفتوح اور واؤ مشدد۔ ایک قسم کا پتھر۔ اس کا واحد صَوَّانَةٌ ہے۔

الصِّیْنُ: چین، ایک ملک کا نام ہے۔

الصَّوَانِی: چینی برتن۔

ص و ی - الصُّوَی: سنگ میل۔ اس کا واحد صُوَّةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّ لِلْاِسْلَامِ صُوًی وَمَنَارًا کَمَنَارِ الطَّرِیْقِ: بے شک اسلام کے سنگ میل اور روشنی کے مینار ہیں۔ جس طرح راستوں میں روشنی کے منارے ہوتے ہیں۔

ص ی ح - الصِّیَاحُ: آواز۔ قَدْ صَاحَ یَصِیْحُ صَیْحًا وَصَیْحَةً وَصِیَاحًا اور صُیَاحًا (صاد مضموم و مکسور) صَیَحَانًا (یاء مفتوح) اس نے آواز نکالی۔

المُصَایَحَةُ وَالتَّصَایُحُ: لوگوں کا باہم آوازیں نکالنا۔

الصَّیُّحَةُ: عذاب۔

الصَّیُّحَانِیُّ: صاد مفتوح اور یاء مشدّد۔ مدینہ شریف کی کھجوروں کی ایک قسم۔

ص ی د – صَادَهُ یَصِیْدُهُ وَیَصَادُهُ: (صَیْدًا اصْطَادَهُ) الصَّیْدُ بھی المَصِیدُ: اس نے شکار کیا۔

خَرَجَ فُلَانٌ یَتَصَیَّدُ: فلاں آدمی شکار کرنے نکلا۔

المِصْیَدُ و المِصْیَدَةُ: (میم مکسور) آلۂ شکار۔

کَلْبٌ صَیُوْدٌ: شکاری کتا (صاد مفتوح)۔

کِلَابٌ صُیُدٌ: (صاد و باء دونوں مضموم) شکاری کتے۔ صُیُدٌ کے ساتھ صِیْدٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ صَیْدَاء (صاد مفتوح اور الف ممدود) ایک ملک کا نام۔

ص ی ر – صَارَ الشَّیْءُ کَذَا: چیز ایسے ہوگئی۔ یا یوں ہوگئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اس کا مصدر صَیْرُوْرَةٌ بھی ہے۔

صَارَ الٰی فُلَانٍ مَصِیْرًا: وہ اس شخص کی طرف گیا۔ اس کی مثال قول خداوندی ہے۔ ''وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ'' اللہ ہی کی طرف جائے بازگشت ہے، لیکن یہ شاذ ہے۔ قیاس کے مطابق اسے مَعَاش کی طرح مَصَارٌ ہونا چاہئے۔ صَیَّرَهُ کَذا تَصْیِیْرًا: اس نے اسے ایسا بنادیا۔

الصِّیْرُ: (صاد مکسور) نمک لگی چھوٹی مچھلی۔

الصِّیرُ کا معنی دروازے کی دراڑ بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ''مَنْ نَظَرَ مِنْ صِیْرِ بَابٍ فَفُقِئَتْ عَیْنُهُ: جو دروازے کی دَرز سے دیکھے تو اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے، تو اس کا کوئی تاوان نہ ہوگا۔ بقول ابوعبید، اس حدیث شریف کے سوا یہ لفظ ان معنوں میں کہیں نہیں سنا گیا۔

ص ی ص – الصَّیَاصِیُ: قلع۔

ص ی ف – الصَّیْفُ: موسم گرما۔ سال کے موسموں میں ایک موسم۔ یہ موسم ربیع الاول کے بعد آتا ہے اور سخت گرمی کا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: صَیْفٌ صَائِفٌ دوسرا لفظ تاکید معنی کے لئے ہے۔ یعنی سخت گرم موسم۔ اس کی مثال لَیْلٌ لَائِلٌ ہے۔

شَیْئٌ صَیْفِیٌّ: موسم گرما کی چیز۔

یَوْمٌ صَائِفٌ: گرم دن۔

لَیْلَةٌ صَائِفَةٌ: گرم رات۔

عَامَلَهُ مُصَایَفَةً: اس نے اس کو موسم گرما کیلئے کام پر رکھا۔ اس کی مثال المُعَاوَمَة اور المُشَاهَرَةُ اور المُیَاوَمَةُ ہے جس کا معنی سالانہ ماہانہ اور روزانہ بنیاد پر ہے۔

صَافَ بِالْمَکَانِ: اس نے مکان میں

موسم گرما میں قیام کیا۔
اَصْطَافَ کا معنی بھی یہی ہے یعنی گرمیاں
گزاریں۔ گرمائی مقام کو مَصِیْفٌ اور
مُصْطَافٌ کہتے ہیں۔ تَصَنَّفَ،
الصَّیْفِ سے مشتق ہے۔ اس کی مثال
الشِّتَاء سے تَشَتَّی ہے۔

صَیِّبٌ: دیکھئے بذیل مادہ ص و ب.

صَیِّتٌ: دیکھئے بذیل مادہ ص و ت.

باب الضّاد

ضَئزَی: دیکھئے بذیل مادہ ض ی ز.

ض ا ل—رَجُلٌ ضَئِیلٌ: کمزور شخص۔جو کوتاہ جسم اور لاغر ہو۔

قَدْ ضَئُلَ: وہ لاغر ہو گیا۔(فعل مجہول ہے)اس کا باب ظرف ہے۔

ض ا ن—الضَّائِنُ: ماعز یعنی بکری کی ضد بھیڑ۔اس کی جمع الضَّأنُ ہے۔اور الماعز کی جمع المَعْزُ ہے۔اس کی مثال رَاکِبٌ کی جمع رَکْبٌ ہے۔سافر کی جمع سَفْرٌ ہے۔ضانٌ کی مثال حارس کی جمع حَرَسٌ بھی ہے۔اس کی جمع ضِئِینٌ ہے اور اس کی مثال غازِی سے غزِیّ ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ ضَائِنَةٌ ہے۔جس کی جمع ضَوَائن ہے۔

أضْأَنَ الرَّجُلُ: آدمی کے پاس بہت بھیڑیں ہو گئیں۔

ض ب ب—الضُّبَابُ: اس کا واحد ضَبَابَةٌ ہے۔دھوئیں کی طرح زمین پر چھا جانے والے بادل۔کہا جاتا ہے:أضَبَّ یَوْمُنَا: ہمارے لئے آج بادلوں نے زمین ڈھانپ لی۔اَضَبَّ کی باء مشدد ہے۔

ض ب ث—ضَبَثَ بالشَّیْءِ: ہتھیلی سے کوئی چیز پکڑ لینا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَضَابِثُ الاَسَدِ: شیر کے پنجے۔حدیث شریف میں ہے:

الخَطَایَا بَیْنَ أَضْبَاثِهِمْ: غلطیاں ان کی مٹھیوں میں ہیں۔❶

ض ب ح: بقول ابو عبید: ضَبَحَتِ الخَیْلُ: گھوڑوں نے چلنے،اپنی ٹانگیں یعنی قدم لمبے کئے۔ابو عبید کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ الضَّبْحُ کا معنی دوڑتے وقت سانس لینا ہے۔یعنی ہانپنا۔

ض ب ط—ضَبَطَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

رَجُلٌ ضَابِطٌ: محتاط آدمی۔

ض ب ع—الضَّبُعُ: بجو۔اس کی جمع أضْبَاع ہے۔اس کی مثال فَرْخ کی جمع افْرَاخ ہے۔

الضَّبُعُ مِنَ السِّبَاعِ: درندوں میں سے بجو۔اسے ضَبُعَة نہیں کہنا چاہئے کیونکہ نر بجو کو ضِبْعَانٌ کہتے ہیں۔جس کی جمع ضَبَاعِیْنُ ہے۔اس کی مثال سِرْحَانُ کی جمع سَرَاحِیْنُ ہے۔اور

---

❶ مکمل متن حدیث یہ ہے: "لاَ یَدْعُوْنِی وَالْخَطَایَا بَیْنَ أضْبَاثِهِم" مجھے اس حالت میں نہ پکاریں کہ ان کے ہاتھ گناہ آلود ہوں۔یہ وحی حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی کہ یہ بات بنی اسرائیل سے کہہ دیں۔

مؤنث کا صیغہ ضِبْعَانَةٌ ہے اور اس کی جمع ضِبْعَانَاتٌ ہے۔ ضِبَاعٌ مذکر و مؤنث دونوں کی مشترک جمع ہے۔

الاضطِبَاعُ: بیت اللہ شریف کا طواف کرنے والے کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ اپنی چادر یعنی احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے پھیر کر بائیں کندھے پر ڈالے اس طرح کہ اس کا دایاں کندھا تو ننگا رہے لیکن بایاں کندھا ڈھکا رہے۔ اس فعل کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ چادر کو دو بغلوں میں سے ایک بغل کے نیچے سے گزارنے سے اس فعل کی ابتداء کی جاتی ہے۔ اصمعی کے نزدیک اس کا معنی کسی چیز کا بغل میں لینا ہے۔

ض ج ج - أَضَجَّ الْقَوْمُ اضجَاجًا: لوگوں نے شور مچایا اور چیخے۔ اگر انہوں نے کچھ جزع فزع کی اور مغلوب ہو گئے تو کہا جائے گا کہ: ضَجُّوا يَضِجُّونَ: (جیم مکسور) ضَجِيجًا.

الضَّجَّةُ: شور و غوغا، چیخ و پکار۔

ض ج ر - الضَجَرُ: غم کے مارے قلق۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسکا اسم فاعل ہے ضَجِرٌ

رُجُلٌ ضَجُورٌ: رنج و غم کے مارے قلق زدہ شخص۔

اَضْجَرَهُ فُلَانٌ: فلاں شخص نے اسے تنگ کیا۔ اسم مفعول مُضْجَرٌ ہوگا۔

قَوْمٌ مَضَاجِيرُ ومَضَاجِرُ: دل تنگ لوگ۔ پریشان لوگ۔

ض ج ع - ضَجَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے لیٹنے کے لئے اپنا پہلو زمین پر ٹکایا۔ اس کا باب قطع اور خضع ہے۔ اسم فاعل ضَاجِعٌ ہے۔ اضْطَجَعَ کا بھی یہی معنی ہے۔

اَضْجَعَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پہلو کے بل لٹایا۔

ضَجِيعُكَ الَّذِي يَضَاجِعُكَ: تمہارا ضَجِيعُ یعنی ساتھ لیٹنے والا وہ ہے جو تمہیں ساتھ لٹائے۔

التَّضْجِيعُ فِي الأَمْرِ: کام میں کوتاہی۔

ض ح ح - مَاءٌ ضَحْضَاحٌ: بروزن خَلْخَالٌ: پایاب پانی۔ تھوڑا پانی۔

الضِّحُّ: (ضاد مکسور اور حاء مشدد) سورج یا دھوپ۔ حدیث شریف میں ہے: لا يَقْعُدَنَّ اَحَدُكُمْ بَيْنَ الضِّحِّ والظِّلِّ فانَّهُ مَقْعَدُ الشَّيْطَانُ: تم میں ہرگز کوئی شخص دھوپ اور چھاؤں کے بیچ نہ بیٹھے کیونکہ وہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

ضَحْضَاحٌ: دیکھئے بذیل مادہ ض ح ح.

ض ح ک - ضَحِكَ: (حاء مکسور) وہ ہنسا۔ ضَحْكًا: بروزن عَلِمَ وفَهِمَ ولَعِبَ، ضِحِكًا بھی اس کا مصدر ہے۔

جس میں ضاد اور حاء دونوں مکسور ہیں۔
الضُّحُکَۃُ: ایک بار کا ہنسا۔
ضَحِکَ بِہٖ و مِنْہُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے مذاق اُڑایا۔
تَضَاحَکَ الرَّجُلُ و استَضحَکَ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی آدمی بہ تکلف ہنسا۔
أضحَکَہُ اللّٰہ: اللہ اسے ہنسائے۔
رَجُلٌ ضُحَکَۃٌ: بے حد اور بہت زیادہ ہنسنے والا۔ ہنسوڑ اس میں حار مفتوح ہے۔
ضُحْکَۃٌ: (حاء ساکن) جس کا تمسخر اڑایا جائے۔
الأضحُوکَۃُ: لطیفہ ہنسانے والی بات۔
ض ح ل – اضمَحَلَّ الشَّیءُ: چیز گئی، إمضَحَلَّ بنو کلاب کے ہاں اَضمَحَلَّ کا ایک لہجہ۔ جس میں میم کو مقدم کیا گیا ہے۔
ض ح ا – ضَحوَۃُ النَّھار: سورج طلوع ہونے کے بعد کا وقت پھر اس کے بعد کا وقت الضُّحَا: سورج کے طلوع ہونے کا وقت ہے۔ اس میں الف مصدر ہے اور صیغہ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ جس نے اسے مؤنث مانا وہ اس طرف گیا کہ یہ ضَحوَۃٌ کی جمع ہے اور جس نے اسے مذکر سمجھا تو وہ اس طرف گیا کہ یہ فُعَلٌ کے وزن پر اسم ہے۔ اس

کی مثال صُرَدٌ اور نُغَرٌ ہے۔ اور یہ ظرف غیر ممکن ہے۔ جیسے سَحَرٌ ہے۔ مثلاً: تم کہتے ہو کہ لَقِیتُہُ ضُحًا میں اس سے ضحا یعنی چاشت کے وقت ملا۔ اگر تمہاری مراد اس دن کے چاشت کا وقت ہو تو اس حالت میں تم اسے تنوین سے نہ پڑھو گے۔ اس کے بعد کا وقت الضَّحَاء ہے جس میں ضاد مفتوح اور الف ممدود ہے۔ یہ مذکر کا صیغہ ہے۔ یہ کافی دن چڑھے کا وقت ہوتا ہے۔ تم اسے یوں استعمال کر کے کہتے ہو کہ اَقَامَ بالنَّھار حَتّٰی اَضحٰی وہ دن کو کھڑا ہوا یہاں تک کافی دن چڑھا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح الصَّبَاح سے اَصبَحَ فعل بنائیں۔ یہ لفظ حضرت عمرؓ کے قول میں ہے، آپؓ نے فرمایا: یَاعِبَادَ اللّٰہِ اضحُوا بِصَلَاۃِ الضُّحَا یعنی لَا تُصَلُّوھَا اِلٰی ارتِفَاعِ الضُّحَا: اے لوگو! نماز کو چاشت کے وقت پر پڑھا کرو یعنی تب تک نہ پڑھو جب تک دن کافی نہ چڑھے۔
ضَاحِیَۃُ کُلِّ شَیءٍ: ہر چیز کا کنارا۔ کہا جاتا ہے کہ ھُم یَنزِلُونَ الضَّوَاحِی یعنی وہ آبادی سے باہر ظاہر کناروں پر اُترتے ہیں۔ یعنی نواحی علاقوں میں اُترتے ہیں۔
مَکَانٌ ضَاحٍ: ظاہر کھلی جگہ مکان۔
ضَحِیَ لِلشَّمسِ: (حاء مکسور) ضَحَاءً

(ضاد مفتوح اور الف ممدود) وہ سورج کے سامنے ہوا۔ ضَحَی یَضْحَی بروزن سَعٰی یَسْعٰی ضَحَاءً (ضاد مفتوح اور الف ممدود) کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّ ابن عُمَرؓ رایٰ رَجُلًا مُحْرِمًا قَدْ اسْتَظَلَّ فَقَال اَضْحِ لِمَنْ اَحْرَمْتُ لَهُ: روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سائے میں بیٹھے دیکھا تو فرمایا کہ جس کے لئے تم نے احرام باندھا ہے اس کے سامنے ہوجا۔ محدثین اسی طرح اسے ہمزہ مفتوح اور حاء مکسور کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اور یہ أضحی سے مشتق ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ یہ لفظ تو إضْحَ ہے جس میں ہمزہ مکسور ہے اور حاء مفتوح۔ اور یہ ضَحِیَ سے مشتق ہے۔ کیونکہ ابن عمرؓ نے اس شخص کو سائے سے نکل کر باہر کھلی جگہ دھوپ میں آنے کو کہا۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: وَأنَّكَ لَاتَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَی وَاضْحَی فُلَانٌ يَفْعَلُ كَذا: فلاں شخص ایسا کرنے لگا۔ یہاں یہ بطور فعل ناقص استعمال ہوا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ظَلَّ يَفْعَلُ كَذا: وہ ایسا کرنے لگا۔

ضَحّی بِشَاةٍ من الأضْحِيَةِ: اس نے ایک بکری کی قربانی دی۔ یعنی قربانی کے دن بکری ذبح ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے أُضْحِيَةٌ (ہمزہ مضموم اور مکسور) بمعنی قربانی۔ اس کی جمع اَضَاحِیُ اور ضَحِيَّةٌ بروزن فَعِيْلَةٌ ہے۔ اور اس کی جمع ضَحَايَا اور اَضْحَاةٌ ہے۔ اور اس کی جمع اَضْحَی ہے جس کی مثال اَرْطَاةٍ کی جمع اَرْطَی ہے۔ اسی نسبت اس کا نام یوم الاَضحیٰ پڑا۔ الفَرّاء کا قول ہے کہ الاَضحیٰ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ البتہ جس نے اسے مذکر سمجھا اس نے یوم کو پیش نظر رکھا۔

ض خ م – الضَّخْمُ: بھاری، بڑا، دبیز۔ ہر چیز سے بھاری اور موٹا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ ضَخْمَةٌ ہے اور جمع ضَخْمَاتٌ ہے جس میں خاء ساکن ہے۔ کیونکہ وہ صفت ہے۔ اگر وہ اسم ہو تو اس صورت میں خاء متحرک ہوگا۔ مثلاً: جَفَنَاتٍ اور تَمَرَاتٍ.

قَدْ ضَخُمَ: وہ بڑا بھاری یا موٹا ہوگیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا مصدر ضِخَمًا بھی ہے جو عِنَب کے وزن پر ہے۔ اس کا اسم فاعل ضَخْمٌ اور ضُخَامٌ (ضاد مضموم) ہے۔

قَوْمٌ ضِخَامٌ: بھاری بھرکم لوگ۔ موٹے لوگ۔ اس میں ضاد مکسور ہے۔

ض د د – الضِّدُّ والضَّدِيْدُ: اس کی جمع اَضْدَاد ہے بمعنی مخالف، الٹ کبھی لفظ

ضد جمع کے صیغے کے طور پر استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی ہے. یَکُوْنُوْنَ عَلَیْھِمْ ضِدًّا وَقَدْ ضَادَّهُ مُضَادَّةً وھُمَا مُتَضَادَّانِ. کہا جاتا ہے کہ لا ضِدَّ لَهُ ولا ضَدِیْدَ لهُ یعنی لا نظر له ولا کُفء له: ذات باری کی نہ تو نظیر ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر اور برابر۔

ض ر ب–ضَرَبَهُ یَضْرِبُهُ ضَرْبًا: اس نے اسے مارا۔ ضَرَبَ فی الارض: وہ روئے زمین پر تلاش معاش کے لئے چلا، یا سفر کیا۔ اس کا مصدر ضَرْبًا اور مَضْرَبًا (راء مفتوح) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اِنَّ فی الف دِرْھَم مَضْرَبًا: بے شک ہزار درہم پر جزیہ ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً: اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان کی۔

ضَرَبَ الجُرْحُ ضَرَبَانًا: (راء مفتوح) زخم نے مار ماری یا حوادث زمانہ میں مبتلا کر دیا۔

أضْرَبَ عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑ لیا۔

تَضَارَبَا: ان دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو مارا۔ اضْطَرَبَا کا بھی یہی معنی ہے۔

السَّوْجُ یَضْطَرِبُ: لہریں باہم ٹکراتی ہیں۔

اضْطِرَابُ: حرکت، پریشانی۔

اضْطَرَبَ اَمْرُهُ: اس کا معاملہ دگرگوں ہوگیا۔

ضَارَبَهُ فی المال: اس نے اس کے ساتھ مال کی مضاربت یعنی شراکت و تجارت کی۔ اور یہ قرض دینا ہے۔

الضَّرْبُ: قسم۔

دِرْھَمٌ ضَرْبٌ: درہم سکہ ہے۔ اپنے مصدری معنوں میں بیان ہوا ہے۔

ض ر ج–تَضَرَّجَ بالدّم: خون میں لت پت ہوگیا۔

ضَرَّجَهُ اَنْفَهُ بِدَم: اس نے اس کی ناک کو خون آلود کر دیا۔ اس کا مصدر تَضْرِیْجًا ہے یعنی دوسرے کا خون نکالنا۔

ض ر ح–الضَّرْحُ: کنارے کرنا، دور کرنا۔ اس کا باب قطع ہے۔

ھُوَ شَیْءٌ مُضْطَرَحٌ: وہ ایک کنارے پھینکی ہوئی چیز ہے۔

الضَّرِیْحُ: دور اور قبر کے وسط میں دراڑ یا رخنہ۔

اور اللّحد: قبر کے کنارے پر دراڑ۔

ضَرَحَ القَبْرَ: اس نے قبر کھودی۔ اس کا باب بھی قطع ہے۔

ض ر ر–الضَّرُّ نقصان۔

النَّفْعُ: (فائدے) کی ضد ہے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

ضَارَّهُ: (راء مشدد) اس نے اسے نقصان دیا۔

ضَـــرَّهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم الضَّرَرُ ہے۔

ضُـــرَّةُ المـرأةِ: عورت کی سوکن۔ یعنی خاوند کی دو بیویوں کا آپس کا رشتہ۔

الباسَاء والضَّرَّاء: سختی۔ یہ دونوں صیغے بغیر مذکر کے مؤنث ہیں۔ یعنی ان کا مذکر کا صیغہ نہیں ہے۔

الضُّرُّ: (ضاد مضموم) کمزوری و بدحالی۔

المَـضَرَّةُ، المنفعة کی ضد۔ نقصان دہ ہونا۔

الضَّرارُ المُضَارَةُ: سخت نقصان دہ۔

رَجُـلٌ ذُو ضَـارُوْرَةٍ وضَـرُورةٍ: صاحب حاجت۔ یا حاجت مند شخص۔

اضْطُرَّ الی الشَّیءِ: وہ کسی چیز کا محتاج و مجبور ہوا۔

رَجُلٌ ضَـرِیْرٌ بَیِّنُ الضَّرَارَةِ: اندھا آدمی۔ (ضاد مفتوح ہے)۔

الضَّرَائدُ: محتاج لوگ۔ ضرورتمند لوگ۔

حدیث شریف میں ہے کہ: لَا تُضَارُّوْنَ فی رُؤیته: بعض اسے لَا تَضَـارُّوْنَ پڑھتے یا کہتے ہیں۔ یعنی کسی کا حق نہ مارو۔

ض ر س — الضِّـرْسُ: داڑھ۔ یہ مذکر ہے، جب تک وہ اس نام سے رہے۔ کیونکہ داڑھوں اور کچلیوں کے سوا باقی سب دانت مؤنث ہیں۔ شاید اس کی جمع ضُرُوْسٌ بھی بتائی جاتی ہے۔ شاعر کا قول ہے جو اپنے اشعار میں چیچڑی کا وصف بیان کرتا ہے:

وَمَـا ذَکَرٌ فـان یکبر فـأنثی
شَـدِیْدُ الأزم لیس لـه ضُـرُوْس

"اب کوئی نہیں جو عمر میں بڑا ہونے کے باعث مؤنث بن جائے۔"

(یعنی چیچڑی جس کا نام قُراد ہے اور جو مذکر نام ہے لیکن جب یہ کیڑا بڑا ہوتا ہے تو حَلَمَة کہلاتا ہے جو مؤنث ہے)۔ باوجود داڑھیں نہ ہونے کے یہ بری طرح کاٹتا ہے۔

الضَّـرَسُ (راء مفتوح) الکَلال فی الأسْنَانِ: دانتوں کا آم آنا یعنی کھٹا ہو جانا۔

ض ر ط — الضُّرَاطُ: (ضاد مضموم) گوز۔ بادِ شکم کا اخراج۔ قَـدْ ضَرطَ یَضْرِطُ ضَرِطًا: (راء مکسور)۔ اس نے ہوا خارج کی، گوز مارا۔

اَضْرَطَهُ غَیْـرُه: کسی اور نے اس سے گوز مروایا۔

ضَرَّطَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ: الأخـذُ سُـرَّیْط والقضـاء ضُرَّیْطٌ: شاید اس مثل کے الفاظ یوں بھی ہیں: الأخـذ سُـرَّیطَی والقضـاء ضُرَّیطَی: قرض لینا تو بڑا خوشگوار ہوتا ہے

اور اس کا واپس ادا کرنا ناگوار۔ اَضْرَطَ بِہٖ اور ضَرَّطَ بِہٖ تَضْرِيطًا دونوں کا ایک ہی مطلب ہے، یعنی اس نے اس کا مذاق یا تمسخر اڑایا۔ اور گوز مارنے والے کے فعل کو یعنی اس کی آواز اپنے منہ نکالی۔ اس مثل سے مراد یہ ہے کہ قرض لینے والا قرض لے کر تو خوش ہوتا ہے لیکن جب قرض خواہ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے تو اسے سخت ناگوار ہوتا ہے۔

ض ر ع – الضَّرْعُ: تھن۔ تمام کھر والے جانوروں کے تھن ہوتے ہیں۔

الضَّرِيعُ: ایک خاردار جھاڑ جو دوزخ میں دوزخیوں کی خوراک ہوگا۔

ضَرَعَ الرَّجُلُ يَضْرَعُ: (دونوں میں راء مفتوح) ضَرَاعَةً: جھکنا اور ذلیل ہونا۔

اَضْرَعَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے جھکا دیا۔ مثل ہے کہ: الحُمّٰى اَضْرَعَتْنِىْ اِلَيْكَ: بخار نے مجھے تیرا محتاج کر دیا۔

تَضَرَّعَ اِلَى اللّٰهِ: اس نے اللہ کے حضور گریہ وزاری اور عاجزی کی۔

المُضَارَعَةُ: مشابہت۔

ض ر غ م – الضِّرْغَامُ: شیر۔

ض ر م – الضِّرَامُ: (ضاد مکسور) حلفاء وغیرہ بوٹی میں آگ کا بھڑکنا۔ اس کا معنی ایسی لکڑی کے ایندھن کی چپٹیاں جن میں فوراً آگ لگ جاتی ہے۔ (یہ لکڑی عام طور پر کاہل یا چیل کی لکڑی ہوتی ہے جس کی چپٹیوں سے مشعل تیار کی جاتی ہے)۔

الضَّرَمَةُ: (ض اور ر دونوں مفتوح) کھجور کی شاخیں یا گھاس پھونس جس کے ایک طرف آگ لگی ہو۔

ضَرِمَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اٹھی۔ یہی معنی تَضَرَّمَتْ اور اضْطَرَمَتْ کا ہے۔

اَضْرَمَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے آگ بھڑکائی۔

ضَرَّمَهَا: (تشدید مبالغہ کے لئے ہے) یعنی اس نے خوب آگ بھڑکائی۔

ض ر ا – ضَرِىَ الكَلْبُ بالصَّيْدِ: (راء مکسور) ضَرَاوَةً: کتا شکار کا عادی ہو گیا۔

كَلْبٌ ضَارٍ: سدھایا ہوا کتا اور كَلْبَةٌ ضَارِيَةٌ: سدھائی ہوئی کتیا۔

اَضْرَاهُ صَاحِبُهُ: کتے کے مالک نے اسے سدھایا یعنی شکار کا عادی کیا۔

اَضْرَاهُ بِہٖ: اس نے اسے اکسایا۔ ضَرَّاهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَضْرِيَةٌ: اس کا مصدر ہے یعنی اکسانا۔ عادی کرنا۔

قَدْ ضَرِىَ الرَّجُلُ بِكَذَا: آدمی کو اس کی لت پڑ گئی۔

ضَرَاوَةٌ: لت، عادت، نشہ۔ یہی لفظ

حضرت عمرؓ کے اس قول میں ہے: اِیَّاکُمْ وَهٰذِهِ الْمَجَازِرَ فَاِنَّ لَهَا ضَرَاوَةً کَضَرَاوَةِ الْخَمْرِ: ان ذبیحوں یعنی کثرت سے گوشت کھانے سے بچو، بے شک اس میں شراب کا سا نشہ یالت ہے۔ اس کا ذکر مادہ ج ز ر کے تحت ہو چکا ہے۔

ض ع ع - ضَعْضَعَهُ: اس نے اسے منہدم کر دیا۔ گرا دیا یا زمین بوس کر دیا۔

تَضَعْضَعَتْ اَرْکَانُهُ: اس کے ستون زمین بوس ہو گئے۔

ضَعْضَعَهُ الدَّهْرُ: زمانے نے اسے مار گرایا۔ فَتَضَعْضَعَ: تو وہ زمین بوس ہو گیا۔ یعنی تباہ ہو گیا، یا ذلیل وخوار ہو گیا۔

حدیث شریف میں ہے: مَا تَضَعْضَعَ امْرُؤٌ لِآخَرَ یُرِیْدُ بِهٖ عَرَضَ الدُّنیا اِلَّا ذَهَبَ ثُلُثَا دِیْنِهٖ: جب کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے کسی دنیاوی فائدے کے لئے عاجزی وانکساری کرتا ہے تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہا۔

ض ع ف - الضَّعْفُ: (ضاد مفتوح و مضموم) کمزوری۔ لاغری، یہ قوت کی ضد ہے۔

قَدْ ضَعُفَ فَهُوَ ضَعِیْفٌ: وہ آدمی کمزور ہو گیا تو ایسا شخص ضعیف ہے۔

اَضْعَفَهُ غَیْرُهٗ: کسی دوسرے نے اسے کمزور کر دیا۔ قَوْمٌ ضِعَافٌ: کمزور قوم یا کمزور لوگ۔

ضُعَفَاء وضَعَفَة: (ضاد اور عین مفتوح اور بغیر تشدید) کا معنی بھی یہی ہے۔

اسْتَضْعَفَهٗ: اس نے اسے کمزور خیال کیا۔ خلیل نے بیان کیا کہ تضعیفٌ کا معنی یہ ہے کہ اصل پر کچھ اضافہ کیا جائے۔ اور اضافہ کر کے اسے دگنا یا اس سے زیادہ بنا دیا جائے۔ یہی مفہوم اضعاف اور مضاعفة کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ضَعَّفَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو دگنا کر دیا۔ اس کا مصدر تَضْعِیْفًا ہے۔ اَضْعَفَهٗ وضَاعَفَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔

ضِعْفُ الشَّیْءِ: چیز کا مثل یعنی اس کے برابر اور۔ ضِعْفَاهُ: چیز کا دوگنا۔

اَضْعَافُهٗ: چیز کا کئی گنا۔ قول خداوندی ہے: اِذًا لَاَذَقْنَاکَ ضِعْفَ الْحَیَاةِ وضِعْفَ الْمَمَاتِ: یعنی تب تو ہم تجھے زندگی اور موت کا دگنا عذاب چکھائیں گے۔ فرمان خدا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں عذاب دگنا کر رکھا ہے۔ لوگوں کا یہ قول کہ: وَقَّعَ فُلَانٌ فِی اَضْعَافِ کِتَابِهٖ: اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے سطروں کے درمیان اور حاشیوں پر دستخط کئے۔

اُضْعِفَ الْقَوْمُ: قوم کو دگنا کر دیا گیا۔

اَضْعَفْتُ الشَّیْءَ: میں نے چیز کو دگنا کر

دیا۔اس دگنی کی ہوئی چیز کو مضعُوف کہتے ہیں۔لیکن یہ خلاف قیاس ہے۔

ض غ ب س–الضغبُوس: بروزن العُصفُورُ اور الضَّغابِيسُ: چھوٹے چھوٹے کھیرے یا ککڑی کے چھوٹے چھوٹے دانے۔حدیث شریف میں ہے کہ:أهدِىَ برسُولِ اللّٰهِ ضَغَابِيسُ: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چھوٹے چھوٹے کھیرے یا ککڑی کے دانے بطور ہدیہ وتحفہ پیش کیے گئے۔

ض غ ث–الضِغثُ: مُٹھی بھر سوکھے گیلے ملے جلے تنکے۔

اضغَاثُ اَحلَام: ایسے خواب جن کے گڈ مڈ ہونے کے باعث ان کی درست تعبیر نہ ہو سکے۔

ض غ ط–ضَغَطَهُ: اس نے اسے دھکیل کر دیوار وغیرہ کے ساتھ لگا دیا۔اس کا باب قطع ہے۔اسی سے ضَغطَةُ القَبرِ کی اصطلاح مشتق ہے۔یعنی قبر کا دباؤ۔اس میں ضاد مفتوح ہے۔البتہ الضُّغطَةُ (ضاد مضموم) کا معنی سختی اور مشقت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اَللّٰهُمَّ اِرفَع عَنَّا هٰذِهِ الضُّغطَة: اے اللہ ہم سے یہ مشقت اور تکلیف وسختی اٹھا دے۔یعنی دور کر دے۔

الضَّاغِطُ: نگران اور امین۔کہا جاتا ہے کہ:اَرسَلَهُ ضَاغِطاً عَلٰى فُلَانٍ: اس نے اسے فلاں شخص پر نگران مقرر کر کے بھیجا۔اسے یہ نام اس لئے دیا گیا تاکہ یہ کام کرنے والے پر کام کے لئے دباؤ ڈالے بقول معاذ: كَانَ عَلَيَّ ضَاغِطٌ: مجھ پر ایک نگران تھا۔

ض غ م–الضَّيغَمُ: شیر۔

ض غ ن–الضَّغنُ والضَّغِينَةُ: حسد اور کینہ۔

قَد ضَغِنَ عَلَيه: اس نے اس سے حسد کیا۔اس کا باب طرب ہے۔

تَضَاغَنَ القَومُ: قوم یعنی لوگوں نے ایک دوسرے کے ساتھ حسد کیا۔

وَاضطَغَنُوا: اور انہوں نے ایک دوسرے سے حسد کیا۔

ض ف د ع–الضِفدِعُ: مینڈک۔بروزن الخِنصِرُ: اس کی جمع الضَّفَادِعُ ہے اور اس کا مؤنث کا صیغہ ضِفدِعَةٌ ہے۔بعض لوگ اسے ضاد مفتوح کر کے پڑھتے ہیں یا بولتے ہیں۔خلیل نے اس سے انکار کیا ہے یعنی اس کے درست ہونے سے۔

ض ف ر–الضَّفرُ: بالوں کا گوندھنا یعنی مینڈھیاں بنانا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔التَّضفِيرُ کا معنی بھی یہی ہے۔

الضَّفِيرة العقيصَة: مڑی ہوئی مینڈھی یعنی بالوں کی چوٹی یا چُٹیا۔

تَضَافَرُوا عَلَى الشَّيْءِ: انہوں نے ایک بات پر تعاون یا اتفاق کیا۔

ض ف ف-الضَّفَفُ: (ضاد اور فاء دونوں مفتوح) کثرت عیال۔ عیالداری۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم علٰی خُبْزٍ ولَحْمٍ اِلَّا عَلٰی ضَفَفٍ: رسول اکرم ﷺ نے صرف لوگوں کے ساتھ مل کر ہی سیر ہو کر روٹی اور گوشت تناول فرمایا۔ یعنی اکیلے میں کبھی پیٹ بھر کے گوشت اور روٹی نہیں کھائی۔ خلیل کا قول ہے کہ الضَّفَفُ کا معنی کھانے پر ہاتھوں کی بہتات ہے۔ ابوزید اور ابن الاعرابی کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا معنی تنگی اور شدت ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ مال کم ہو اور کھانے والے بہت۔ الفرّاء نے کہا کہ اس لفظ کا معنی حاجت اور ضرورت ہے۔

الضِّفَّةُ: (ضاء مکسور) کا معنی دریا یا نہر کا کنارا ہے۔

ض ف ن-الضَّيْفَنُ: ضَيْف: بمعنی مہمان کے ساتھ تاکید کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

ض ف ا-الضَّفْوُ: خوشگواری، دل پسندی، آسودہ حالی۔

قَدْ ضَفَا الشَّيْءُ: چیز دل پسند یا پسندیدہ بن گئی۔ اس کا باب عَدَا اور سَمَا ہے۔

ثَوْبٌ ضَافٍ: کھلا، یا فراخ کپڑا۔

ض ل ع-الضِّلَعُ: بروزن عِنَبٌ: پسلی۔ اس کی جمع الضُّلُوْعُ اور الاَضْلَاعُ ہے۔ مفرد لفظ میں لام کو ساکن کرنا جائز ہے یعنی الضِّلْعُ کہنا بھی جائز ہے۔

الضَّلْعُ بروزن الضَّرْعُ: میلان ورجحان، جھکاؤ۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضَلْعِ الدَّيْنِ: میں تجھ سے قرض کے بوجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَلْعُكَ مَعَ فُلَانٍ: تیرا میلان اور خواہش فلاں شخص کی طرف ہے۔ مثل مشہور ہے کہ: لَا تَنْقُشِ الشَّوْكَةَ بِالشَّوْكَةِ فَاِنَّ ضَلْعَهَا مَعَهَا: (چبھے ہوئے) کانٹے کو کانٹے سے نکالنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اس کانٹے کا میلان اس کانٹے کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ مثال اس شخص کے بارے میں دی جاتی ہے جو دوسرے شخص سے لڑتا جھگڑتا ہو تو وہ اسی سے کہے کہ اپنے اور میرے درمیان اس شخص کو واسطہ بناؤ تو فریق مخالف کا ہم خیال ہو۔

تَضَلَّعَ الرَّجُلُ: آدمی نے خوب کھایا پیا۔

ض ل ل-ضَلَّ الشَّیْءُ: چیز گم ہوگئی یا ضائع ہوگئی۔ اس کا مضارع یَضِلُّ

الضَّالَّۃُ: گم شدہ چوپایہ نر ہو یا مادہ۔

اَرْضٌ مَضِلَّۃٌ: (ضاد مفتوح اور مکسور اور میم مفتوح) ایسی زمین یا علاقہ جہاں انسان راہ بھٹک جائے۔ محاورہ ہے: فُلَانٌ یَلُوْ مُنِیْ ضَلَّۃٌ اذا لَمْ یُوَفَّقْ للرّشاد فی عَذْلِہٖ: جب وہ میرے برسر ہدایت ہونے پر مجھے لعنت ملامت کرنے میں کامیاب نہ ہوا تو وہ اب میرے راہ بھٹکنے پر مجھے ملامت کرتا ہے۔

رَجُلٌ ضِلِّیْلٌ و مُضَلَّلٌ: سخت گمراہ اور بھٹکا ہوا شخص۔

الضَّلَالُ: گمراہی۔

الرَّشَاد: ہدایت کی ضد ہے۔

قَدْ ضَلَّ یَضِلُّ ضَلَالًا و ضَلَالَۃً: وہ راہ سے بھٹک گیا۔ قول خداوندی ہے: قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اُضِلُّ عَلٰی نَفْسِی: (اے نبی ﷺ لوگوں سے) فرمایئے کہ اگر میں بھٹک گیا تو لازمًا اس کا نقصان میری ہی جان کو ہوگا۔ یہ نجد والوں کا لہجہ ہے اور یہ فصیح لغت ہے۔ اہل عالیہ (بالائی علاقے کے لوگ) ضَلِلْتُ سے اَضِلُّ (ضاد دونوں میں مکسور ہے) اَضَلَّہٗ اس نے اسے ضائع اور ہلاک کر دیا۔ بقول ابن السکیت: اَضْلَلْتُ بَعِیْرِی: جب میرا اونٹ تیرے ہاتھوں سے نکل گیا تو سمجھ کہ تم نے اسے ضائع کر دیا یا ہلاک کر دیا۔

ضَلَلْتَ المَسْجِدَ والدَّار اذا لم تَعْرِفْ لَوْضِعَھُمَا: جب تمہیں مسجد اور گھر کی جگہ یا موقع کا پتہ نہیں تو تم نے مسجد اور گھر دونوں کو ضائع کر دیا۔ اور اسی ہر مقیم جگہ کا پتہ معلوم نہ ہونے کے باعث وہاں تک راہ نہیں پا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَعَلِّی اَضِلُّ اللّٰہ: اس سے مراد یہ ہے کہ سب کہیں خدا سے اوجھل نہ ہو جاؤں۔ قول خداوندی ہے: اَئِذا ضَلَلْنَا فی الأرض: کیا جب ہم زمین میں پوشیدہ ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اصل حدیث شریف یہ ہے کہ: اِنَّ بَعْضَ الْعُصَاۃُ الخائِفِیْنَ قَالَ لاھلہ اذا فاحْرِقُوْنی ثم ذرُوْنِی فِی الریح لعلی اَضِلُّ اللّٰہ تعالٰی: کہ کسی سرکش شخص نے جو خوفزدہ لوگوں میں سے تھا۔ اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا اور مجھے یعنی میری راکھ کو ہوا میں اڑا دینا اس طرح شاید میں اللہ کی نظروں سے چھپ جاؤں یا چھپ سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کر دیا اور وہ گمراہ ہو گیا۔ تم کہتے ہو کہ: اِنَّکَ تَھْدِی الضَّالَّ ولا تھدی المُتَضَالَّ: آپ کسی راستے سے بھٹکے شخص کو تو راہ دکھا سکتے ہیں، لیکن جان بوجھ کر بھٹکنے والوں یا ایسا

ظاہر کرنے والے کو راہ نہیں دکھا سکتے۔
تَضْلِيْلُ الرَّجُلِ: کسی شخص کو گمراہی کی طرف منسوب کرنا۔ قولِ خداوندی ہے: اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِي ضَلَالٍ وسُعُرٍ ای فی ھَلَاکٍ: بے شک مجرم لوگ گمراہی اور دوزخ کی آگ میں ہیں یعنی ہلاکت میں ہیں۔
ض م خ–تَضَمَّخَ بالطِّيْبِ: اس نے اپنے پر عطر یا خوشبو تھوپ دی یعنی وہ عطر میں لت پت ہو گیا۔
ضَمَّخَهٗ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے عطر مَل دیا۔ اس کا مصدر تَضْمِيْخًا ہے۔
ض م د–ضَمَدَ الْجُرْحَ: اس نے زخم پر مرہم پٹی کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
الضِّمَادَةُ: (ضاد مکسور) پٹی۔ مرہم پٹی۔
ضَمَّدَ رَأْسَهٗ تَضْمِيْدًا: اس نے سر کی اچھی طرح سے مرہم پٹی کی۔ یعنی پگڑی کے علاوہ اس نے سر کو پٹی سے یا کسی کپڑے سے باندھ دیا۔
ض م ر–الضُّمْرُ: (میم ساکن و مضموم) لاغری اور جسم پر کم گوشت۔
قَدْ ضَمَرَ الفَرَسُ: گھوڑا لاغر بدن یا چھریرا ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
ضَمُرَ: (میم مفتوح) ضُمُوْرًا بروزن قُعُوْدٌ کا بھی یہی معنی ہے۔ اسم فاعل ضامِرٌ ہے۔

اَضْمَرَهٗ: مالک نے اسے لاغر یا چھریرا بنا دیا۔
ضَمَّرَهٗ تَضْمِيْرًا فاضْطَمَرَ هُوَ: اس نے اسے اچھی طرح لاغر کر دیا تو وہ لاغر ہو گیا۔
نَاقَةٌ ضَامِرٌ وَضَامِرَةٌ: لاغر و کمزور اونٹنی۔
تَضْمِيْرُ الفَرَسِ کا یہ معنی بھی ہے کہ اسے چارہ کھلائیں تاکہ وہ فربہ ہو جائے۔ یہ عمل چالیس دن جاری رہتا ہے۔ اس مدت کو المِضْمَار کہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد قوت بحال ہوتی ہے۔ جہاں گھوڑوں کا یہ عمل کیا جاتا ہے۔ اس جگہ کو بھی المِضْمَار کہتے ہیں۔
اَضْمَرَ فی نفسه شَيْئًا: اس نے اپنے نفس میں کوئی بات چھپا رکھی۔ اس کا اسم الضَّمِيْرُ ہے۔ جس کی جمع ضَمَائِر ہے۔
المُضْمَرُ: جگہ اور چھپائے رکھنے والی بات۔
الضِّمَار: جس قرض کی وصولی کی کوئی امید نہ ہو اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں وثوق نہ ہو۔
ض م م–ضَمَّ الشَّيْءَ اِلَى الشَّيْ فانْضَمَّ: اس نے ایک چیز کو دوسری چیز میں ملا دیا، تو وہ اس کے ساتھ مل گئی۔
ضَامَّهٗ: اس نے اسے ملا دیا۔

تَضَامَّ القَوْمُ: قوم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئی۔

اضطَمَّتْ عَلَيْهِ الضُّلُوْعُ ای اشْتَمَلَتْ: اس کی پسلیاں اس پر جُڑ گئیں یعنی اکٹھی ہو گئیں۔

ض م ن – ضمن الشيءَ: (میم مکسور) ضَمَانًا: اس نے چیز کی ضمانت دی، ایسے شخص کو ضَامِنٌ اور ضَمِيْنٌ کہتے ہیں۔

ضَمَّنَهُ الشَّيْءَ تَضْمِيْنًا فَتَضَمَّنَهُ عنه: اس نے اسے کسی چیز کا ضامن بنادیا تو وہ اس کی طرف سے ضامن بن گیا۔ مثلاً: غَرَّمَهٗ: اس نے اس پر تاوان ڈالا۔ ہر وہ چیز جسے آپ برتن میں ڈالیں گویا آپ نے اس کی ضمانت حاصل کی۔

الْمُضَمَّنَ مِنَ الْبَيْتِ: شعر کا وہ صیغہ جس کے معنی تب تک مکمل نہ ہوں جب تک اس کے بعد والا حصہ ساتھ نہ ملے۔

فَهِمْتُهُ ما تَضَمَّنَهُ كِتَابُكَ: جو کچھ آپ کی کتاب یا خط میں درج ہے میں نے اسے سمجھ لیا۔ اور میں نے اسے اپنی کتاب میں شامل کرلیا۔

الضَّمَانَةُ: پرانا ہوجانا۔

قَدْ ضَمِنَ الرَّجُلُ: آدمی پرانا ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایسا شخص ضَمِنٌ یعنی پرانا روگی کہلاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اِكْتَتَبَ نَفْسَهُ ضَمِنًا بَعَثَهُ اللّٰهُ ضَمِنًا: جو شخص مجاہدین کی فہرست میں اپنے آپ کو معذور لکھوائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اسی حال میں اٹھائیں گے۔

الضَّامِنَةُ مِنَ النَّخِيْلِ: کھجور کا وہ درخت جو کسی دیہات میں ہو یا گھر کے اندر ہو۔[1] اس کا ذکر حدیث حارثہ میں ہے۔

الْمَضَامِيْنُ: نر جانداروں کے صلبوں میں جو کچھ ہوتا ہے۔

ض ن ک – الضَّنْکُ: تنگ۔

ض ن ن – ضَنَّ بالشَّيْءِ يَضِنُّ: ضِنًّا (ضاد مکسور) اور ضَنَانَةً (ضاد مفتوح) اس نے چیز میں بخل کیا۔ ایسے شخص کو ضَنِيْنٌ به یعنی بخیل کہتے ہیں۔ الفرّاء کا قول ہے کہ: ضَنَّ يَضِنُّ (ضاد مکسور) ضَنًّا: ایک لہجہ ہے۔

فُلان ضِنِي مِنْ بَيْنِ إِخْوَانِيْ: میرے بھائیوں میں سے فلاں شخص بخیل ہے۔ یہ نیم اختصاص ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ لِلّٰهِ ضِنًّا مِنْ خَلْقِهٖ يُحْيِيْهِمْ فِي عَافِيَةٍ وَيُمِيْتُهُمْ فِي عَافِيَةٍ: (اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی مخلوق کے لئے بخل کی حد تک لگاؤ ہے وہ انہیں عافیت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور عافیت میں مارتا

[1] ایسے درخت جو بستیوں یعنی محلوں یا گھروں کے اندر ہوں تو ان پر زکوۃ لینے والوں کو کوئی دخل یا اختیار نہیں ہے۔

ہے۔

هٰـذا عِلْقٌ مَضَـنَّـةٍ: (ضاد مفتوح اور مکسور) یہ ایسی قیمتی چیز ہے جس میں بخل کیا جاسکتا ہے۔ یعنی جو کسی کو دینے کے لئے جی نہیں چاہتا۔

ض ن ی — الضَّنَی: مرض، بیماری۔ اس کا باب صَدِیَ ہے۔ ایسے مریض کو رَجُلٌ ضَنیً اور رَجُلٌ ضنٍ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: تَرَكْتُهُ ضَنًى و ضنيناً: میں نے اسے بیماری کی حالت میں چھوڑا۔

اَضْنَاهُ الْمَرَضُ: بیماری نے اسے گراں بار کردیا۔ بیماری اس پر بوجھ بن گئی۔

ض ہ أ — الْمُضَاهَاةُ: ہم شکل ہونا۔ یہ لفظ حرف ہمزہ کیساتھ اور حرف لین دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ یعنی ھاء کو بغیر ہمزہ ھا بھی پڑھا جاتا ہے۔

ض ہ ی — الْمُضَاهَاةُ: مشابہ یا ہم شکل ہونا۔ اسے ہمزہ اور حرف لین سے دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔

ض و أ — الضَّـوْءُ والضُّـوْءُ: (ضاد مضموم) الضِّيَاء: روشنی۔

ضَاءَتِ النَّارُ تَضُوْءُ ضُوْءًا و ضَوْءًا: آگ روشن ہوئی۔

اضَاءَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَضَـــاءَتْ غَيْرُهَا: کسی اور نے اسے روشن کیا۔ یہ فعل لازم و متعدی دونوں ہے۔

ض و ر — ضَارَهُ: اس نے اسے نقصان پہنچایا، یا تکلیف دی۔

ضَوْرُهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔

التَّضَوُّرُ: مار کھاتے وقت کسی کا چیخنا چلانا اور لوٹ پوٹ ہونا، پیچ و تاب کھانا۔

ض و ع — ضَاعَ الْمِسْكُ: خوشبو پھیل گئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

تَضَوَّعَ کا معنی بھی یہی ہے اور تَضَيَّعَ کا معنی بھی یہی ہے۔

ض و ی — الضَّوَى: کمزوری، دبلا پن۔ اس کا باب صَدِیَ ہے۔

غُلَامٌ ضَاوِيٌّ: لڑکا کم وزن اور دبلا و لاغر ہے۔

فِيْهِ ضَاوِيَةٌ: اس میں کمزوری ہے۔

جَـارِيَةٌ ضَاوِيَةٌ: نحیف و لاغر لونڈی۔

حدیث شریف میں ہے کہ: اغْتَـرِبُوْا لَا تُضْوُوْا: اجنبی عورتوں سے شادی کرو، چچازادوں سے شادی نہ کرو، یوں تم لاغر اور دبلے نہیں ہوگے۔ یعنی نسل کمزور اور لاغر نہیں ہوگی۔ یہ اس لئے کہ عربوں کا خیال یہ ہے کہ آدمی کی اپنی قرابت دار بیوی کے بطن سے کمزور اور لاغر اولاد پیدا ہوگی۔ معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی قرابت دار بیوی سے اولاد شریف اور اپنی قوم کی

طبیعت اور مزاج پر پیدا ہوتی ہے۔
ض ی ز – ضَازَ فِي الْحُكْمِ: اس نے فیصلہ دینے میں زیادتی کی یا ظلم کیا۔
ضَازَهُ حَقَّهُ: اس نے اس کا حق مارا۔ ان دونوں کا باب بَاعَ ہے۔ قول خداوندی ہے: قِسْمَةٌ ضِيزَى: ظالمانہ اور بے انصاف تقسیم۔ یہ فُعْلَى کا وزن ہے۔ اس کی مثال طُوبَى اور حُبْلَى ہے۔ حرف اول کے نیچے کسرہ محض اس لئے ہے کہ 'یاء' سلامت رہے۔ کیونکہ عربی زبان میں فِعْلَى کے وزن پر صفت نہیں آتی۔ یہ وزن تو صرف مبنی اسماء کے لئے ہے مثلاً: الشِعْرىَ اور الدِفْلَى عربوں میں ایسے بھی ہیں جو ضِئْزَى کو ہمزہ کے ساتھ تلفظ کرتے ہیں۔
ض ی ع – ضَاعَ الشَّيْءُ يَضِيعُ ضِيَاعًا و ضَياعًا: (ضاد مفتوح اور مکسور) چیز ضائع ہوگئی۔
فُلَان بِدَار مَضِيْعَةٍ بروزن مَعِيْشَةٍ: فلاں شخص جائے ہلاکت میں ہے۔
الاضَاعَة والتَضْيِيعُ کا ایک ہی معنی ہے۔
الضَّيعَةُ: جائیداد۔ زمین ومکان وغیرہ۔ اس کی جمع ضِيَاعٌ اور ضِيَعٌ ہے۔ اس کی مثال بَدْرَةٌ کی جمع بِدَرٌ اور الضَّيْعَةُ کا اسم تصغیر ضُيَيْعَةُ ہے اسے ضُوَيْعَةُ نہیں کہنا چاہئے۔
میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری الضَيْعَةُ سے مراد شہری لوگوں کے نزدیک کھجور، انگور اور زمین ہے۔ اور عرب الضَّيْعَةُ سے صنعت و حرفت کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔
تَضَيَّعَ الْمِسْكُ تَضَوَّعَ: بمعنی خوشبو پھیل گئی، ایک لہجہ ہے۔
ضَيفن: دیکھئے بذیل ض ف ن اور ض ی ف۔
ض ی ف – الضَيْفُ: مہمان، واحد اور جمع دونوں کے لئے مشترک۔ لیکن اس کی جمع الأَضْيَاف، الضُيُوف اور الضِّيفَان بنائی جاتی ہے۔
المرأة ضَيْفٌ: مہمان عورت۔
اَضَافَ الرَّجُلُ وضَيَّفَهُ تَضْيِيْفًا: اس نے کسی شخص کو بطور مہمان بلایا اور اس کی مہمان درازی یا خاطر تواضع کی۔ یہی معنی تَضَيَّفَهُ کا ہے۔
تَضَيَّفَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہونے کے قریب ہوا۔
اَضَافَ الشَّيْءَ الى الشَّيْءِ: اس نے ایک چیز کو دوسری چیز میں جمع کیا۔
المُضَافُ: قوم کے ساتھ چمٹا ہوا یا جڑا ہوا شخص۔
الضَّيْفَنُ: مہمان کے ساتھ آنے والا

والاخنص۔ اس میں نون زائدہ ہے۔
اِضَافَةُ الاسْمِ اِلَی لاِسم: ایک اسم کو دوسرے اسم کے ساتھ اضافت دینا اس سے غرض اسے معرفہ بنانا اور خاص کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی چیز کو خود اپنے ساتھ ہی اضافت نہیں دی جاسکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو ایک کو دوسرے کے ساتھ اضافت دینے کی ضرورت نہ ہوتی۔

ض ی ق - ضَاقَ الشَّیْءُ: چیز تنگ ہوگئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور مصدر ضِیْقًا بھی ہے۔
الضِیْقُ - الضَّیِّقُ کی مخفف صورت۔
قَدْ ضَاقَ عَنْهُ الشَّیْءُ: اس سے کوئی چیز تنگ ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ: لَایَسَعُنِیْ شَیْءٌ وَیَضِیْقُ عَنْکَ: جو چیز تم سے تنگ ہو وہ میرے ہاں بھی وسعت نہیں پاسکتی۔ بلکہ جب میرے لئے کشائش ہوگی تو تمہارے لئے بھی کشائش ہوگی۔ صاحب کتاب نے بذیل مادہ و س ع اسی طرح اس کی تفسیر کی ہے۔
ضَاقَ الرَّجُلُ: آدمی بخیل ہوا۔
اَضَاقَ: اس کا مال جاتا رہا۔

ضَیَّقَ عَلَیْهِ المَوْضِعُ: لوگوں کے قول:
ضَاقَ بِهٖ ذَرْعًا: کا معنی ہے کہ وہ لاچار اور بیزار ہوگیا۔
تَضَایَقَ القَوْمُ: لوگ ایک دوسرے سے بیزار ہوگئے یا دل تنگ ہوگئے اور ان میں اخلاق و جگہ کے اعتبار سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہ رہی۔

ض ی م - الضَّیْمُ: ظلم۔
قَدْ ضَامَهٗ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اسم فاعل مُضِیْمٌ ہے یعنی ظلم کرنے والا۔ اسْتَضَامَهٗ کا بھی یہی معنی ہے۔ اسم مفعول مُسْتَضَام ہے۔ بمعنی مظلوم۔
قَدْ ضُمْتُ: (ضاد مضموم) مجھ پر ظلم ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس میں تین لہجے ہیں:
(۱) ضِیْمَ الرَّجُلُ،
(۲) ضُیِّمَ الرَّجُلُ: (ضاد کی ضمہ کا اظہار اشمام سے ہوگا) اور
(۳) ضُومَ.
اس کی شرح مادہ ب ی ع میں گزر چکی ہے۔ ان تینوں لہجوں میں اس لفظ کے معنی ہے کہ آدمی پر ظلم کیا گیا۔

باب الطّاء

طامنُ: دیکھئے بذیل مادہ ط م ن.

طائفۃ: دیکھئے بذیل مادہ ط و ف.

ط ب ب–الطَّبِیْبُ: علم طب کا جاننے والا۔ اس کی جمع قلت اَطِبَّۃٌ اور جمع کثرت اَطِبَّا ہے۔ تم کہتے ہو کہ طَبِبْتَ یَا رَجُلُ (باء مکسور) طِبًّا: یعنی اے شخص تو طبیب بن گیا۔

المُتَطَبِّبُ: طبیب نما، جعلی طبیب۔

الطِّبَ: (طاء مفتوح اور مضموم) اس کے تلفظ کے دو لہجے ہیں۔ عربوں کے ہاں ہر ماہر اور تجربہ کار شخص کو طبیب کہتے ہیں۔

ط ب ر ز ذ: بقول اصمعی طبرزذ چینی یا مصری۔ سفید رنگ کی سخت چینی اسے سُکّرٍ طَبَرْزَلٌ اور طَبَرْزَنٌ کہتے ہیں۔

طَبَرْزَل اور طَبَرْزَن: دیکھئے بذیل مادہ ط ب ر ز ذ.

ط ب خ–طَبَخَ القِدْرَ و اللَّحْمَ: اس نے ہانڈی (سالن) اور گوشت پکایا۔ فَانْطَبَخَ تو وہ پک گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ پکانے کی جگہ یعنی کچن کو مَطْبَخٌ کہتے ہیں۔ (میم مفتوح) اِطَّبَخَ (طاء مشدد) اس نے پکوان تیار کرایا۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: اِطِّبَاخٌ کا معنی ہانڈی میں پکانا اور بھوننا دونوں ہے۔ تم کہتے ہو کہ: هَذِهِ خُبْزَۃ جَیِّدَۃ الطُّبخ: اور یہ اچھی طرح پکی ہوئی اینٹ ہے۔ نیز تم کہتے ہو کہ هَذا مُطَّبَخُ القوم: (طاء مشدد) وهٰذا مُشْتَواهم: یہ قوم کی بھٹی ہے اور یہ ان کے گوشت بھوننے کی جگہ ہے۔

ط ب ع–الطَّبْعُ: مزاج عادت و خصلت جو انسان کی گھٹی میں پڑی ہو۔ یہ لفظ دراصل مصدر ہے۔

الطَّبِیْعَۃُ کا معنی بھی وہی ہے۔

الطَّبْعُ: مٹی وغیرہ کی تاثیر۔

الطَّابِعُ: کا (باء مفتوح) بمعنی مہر اور باء مکسور بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

طَبَعَ عَلَی الکِتَابِ: اس نے خط پر مہر لگا دی۔

طَبَعَ السَّیْفَ و الدِّرهَمَ: اس نے تلوار اور درہم ڈھالے یا بنائے۔

طَبَعَ مِنَ الطین جَرَّۃً: اس نے مٹی سے گھڑا بنایا۔ ان تمام کا باب قَطَعَ ہے۔

ط ب ق–الطَّبَقُ: طبقہ، مرتبہ۔ اس کی جمع طَبَقَاتٌ اور مرتبے۔

السَّمٰوٰتُ طِبَاقٌ: آسمان طبقات میں منقسم ہیں یعنی ایک کے اوپر ایک۔

الطَّبَقُ: حال، حالت۔ قول خداوندی ہے: لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ: تم قیامت کے دن ضرور ایک حالت سے دوسری حالت میں لائے جاؤ گے۔
التَطْبِيْقُ فِى الصَّلاة: نماز کے دوران رکوع میں دونوں رانوں کے درمیان رکھنا۔
المُطَابَقَةُ: موافقت۔
التَّطَابُقُ: اتفاق۔
طَابَقَ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ: اس نے دو چیزوں کے درمیان مطابقت پیدا کی یعنی دو چیزوں کو ایک ہی رخ پر رکھا اور انہیں جوڑ دیا۔
اَطْبَقُوْا عَلَى الأمْرِ: انہوں نے بات پر اتفاق کرلیا۔
اَطْبَقَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو ڈھانپ دیا۔
جَعَلَهُ مُطَبَّقًا فَتَطَبَّقَ: اس نے اسے تہ بہ تہ رکھ دیا تو وہ ایسا ہوگیا۔اور یہ الفاظ لوگوں کے قول میں ہیں کہ لَوْ تَطَبَّقَتِ السَّمَاءُ عَلَى الأرْضِ ما فَعَلْتُ كَذَا: اگر آسمان بھی زمین پر تہ بہ تہ رکھے جاتے تو میں تب بھی ایسا نہ کرتا۔
الحُمَّى المُطْبِقَةُ: (باء مکسور) مستقل رہنے والا بخار جو نہ رات کو مریض کو چھوڑتا نہ دن کو۔
الطَّابَقُ: بڑی پختہ اینٹ۔ فارسی سے معرب کلمہ۔

ط ب ل – الطَّبْلُ: بجانے والا ڈھول یا دف۔
طَبْلُ الدَرَاهِم: جس پر درہم گنے جاتے ہیں۔

ط ج ن – الطَّيْجَنُ اور الطَّاجَنُ: (جیم مفتوح) کڑاھی۔ دیگ جس میں کوئی چیز اُبالی جائے۔ یہ دونوں لفظ معرب ہیں۔ کیونکہ اصل عربی کلام میں طاء اور جیم دونوں حرف اکٹھے نہیں آتے۔

ط ح ل – الطِّحَال: تلی۔ سیاہ رنگ کا گوشت کا ٹکڑا۔

ط ح ل ب – الطُّحْلُبُ: (طاء مضموم، لام مضموم ومفتوح) وہ سبز رنگ کی کائی جو کھڑے پانی کی سطح پر جم جاتی ہے۔
قَدْ طَحْلَبَ المَاءُ: پانی پر کائی جم گئی ہے۔ یہ لفظ دَحْرَجَ کے وزن پر ہے۔
عَيْنٌ مُطَحْلِبَةٌ: (لام مکسور) ایسا چشمہ جس پر کائی جمی ہوئی ہو۔

ط ح ن – طَحَنَتِ الرَّحَى البُرَّ. چکی نے گندم کو پیسا۔اس کا باب قطعَ ہے۔
الطِّحْنُ: (طاء مکسور) آٹا۔
الطَّاحُوْنَة الرَّحَى: چکی کی پسائی۔
الطَّوَاحِنُ: داڑھیں۔
الطَّحَّانُ: اگر اسے طَحْنَ بمعنی پیسا سے مشتق بنائیں تو پھر فعل حال جاری ہوگا۔

اور اگر اسے الطَّحّ اور الطَّحَا سے مشتق بنالیں تو پھر فعل حال جاری نہ ہوگا تو اس کا معنی پھیلی ہوئی زمین ہے۔

ط ح ا – طَحَاهُ: اس نے اسے پھیلا دیا۔ اس کی مثال دَحَاهُ ہے۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

ط ر ا – طَرَا عَلَيهِ: کسی دوسرے شہر یا علاقے سے اس کے پاس اچانک آیا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

ط ر ب – التَّطرِيبُ فی الصوت: آواز کو لمبا اور خوبصورت بنانا۔

طَرطَبَ الحَالِبُ لِلْمَعْزِ: گوالے نے بکری کو بلایا یا آواز دی۔

الطُّرطُبُّ: (باء مشدد) لمبی چھاتی۔

الطَّرَبُ: شدت غم یا شدت خوشی سے انسان پر کیفیت طاری ہوتی ہے۔

قَدْ طَرِبَ: (راء مکسور) وہ جھوم گیا۔ اس کا مصدر طَرَبًا اَطْرَبَهُ غَيرُهُ وتَطَرَّبَهُ: اسے کوئی طرب و وجد میں لایا۔ دونوں الفاظ کے معانی ایک ہیں۔

ط ر ح – طَرَحَ الشَّیْءَ وبالشَّیْءِ: اس نے پھینک دیا یا تفریق کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اِطَّرَحَهُ: طاء مشدد۔ اس نے اسے دور کر دیا۔

مُطَارَحَةُ الكلام: شعر یا کلام میں مقابلہ کرنا۔ میں کہتا ہوں کہ المُطَارَحَة کا معنی ہے قوم کا ایک دوسرے کے سامنے مسائل کا پیش کرنا۔ تم کہتے ہو: طَارَحَهُ الکلام: اس نے بات اس کے سامنے پیش کی۔ یہ فعل متعدی بہ دو مفعول ہے۔

طِرْجِهارہ: دیکھیے بذیل مادہ ط ر ج ہ ل.

ط ر ج ہ ل – الطِّرجِهالَةُ: چھوٹا پیالہ۔ شاید اسے لوگوں نے الطِّرجِهارہ بھی کہا ہے یعنی بجائے لام کے راء کے ساتھ۔

ط ر د – طَرَدَهُ: اس نے اسے دور کر دیا۔ یا ہٹا دیا یا دھتکارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا مصدر طَرَدًا (طاء اور دال مفتوح) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طَرَدَهُ کا معنی پس وہ چلا گیا۔ اس مادہ سے انفعل اور افتعل کے وزن پر فعل نہیں آتا۔ صرف گھٹیا گفتگو میں ہی ان ابواب کے وزن پر اس مادہ سے فعل کا صیغہ بنتا ہے۔ اس کا اسم مفعول مَطْرُوْدٌ بمعنی دھتکارا ہوا ہے۔

طَرِيدٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

اَطْرَدَهُ السُّلْطَانُ: حاکم نے اسے شہر بدر کر دیا۔ یہ صیغہ الف زائدہ کے ساتھ ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ اَطْرَدَ الرَّجُلُ غَيرَهُ: آدمی نے کسی دوسرے کو دھتکار دیا۔

اور طَرَدَہ: اس نے اسے جلاوطن کر دیا یا دوسرے سے کہا کہ اِذْهَبْ عنا: ہم سے

ہٹ جاؤ یا چلے جاؤ۔
إِطَّرَدَ الشَّيْءُ إِطِّرَادًا: چیزیں ایک دوسرے کے پیچھے لگ کر دوڑیں۔ تم کہتے ہو کہ إِطَّرَدَ الأَمْرُ: معاملہ سیدھا ہو گیا۔
الأَنْهَارُ تَطَّرِدُ: نہریں بہتی ہیں۔
ط ر ر - الطُّرَّةُ: کپڑے کی گوٹ۔ یہ وہ جانب ہے جس جانب جھالر لگی ہو۔
طُرَّةُ النَّهْرِ: دریا کا کنارا۔
طُرَّةُ الوادی: وادی کا کنارا۔
طُرَّةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا کنارا۔ اس کی جمع طُرَرٌ ہے۔
الطُّرَّة: پیشانی۔ جَاءُوْا طُرًّا: وہ سب کے سب لوگ آ گئے۔
طَرَّ النَّبتُ: پودا اُگا یا سبزہ اُگا۔ اس کا باب رد ہے۔ اسی سے لفظ الطُّرَارُ اور الطُّرْطُوْر مشتق ہیں۔ اس میں طاء مضموم ہے۔ بمعنی اعراب یعنی بدوؤں کی لمبی اور باریک سروالی ٹوپی۔
ط ر ز - الطِّرَازُ: کپڑے کا علم۔ فارسی سے معرب ہے۔
قَدْ طَرَّزَ الثَّوْبَ تَطْرِيزًا: اس نے کپڑے کو کاٹا۔
الطَّرْزُ والطِّرَازُ: کٹائی، سٹائل، شکل، ڈیزائین۔ حضرت حسان بن ثابت کا شعر ہے:
بِيضُ الوجوه كريمةٌ احسابهم
شُمُّ الأُنُوف من الطِّرَازِ الاوّلِ
''یہ سفید رُو اور شریف الحسب اور شریف النسب لوگ ہیں ان میں پہلے لوگوں کی طرز کی خود داری موجود ہے۔ (یعنی یہ پہلے لوگوں کے ڈھب کے لوگ ہیں)۔''
میرا کہنا ہے کہ الطرز کا معنی شکل ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ هٰذا طِرْزُ هذا: یہ اس شکل کا ہے۔
ط ر س - الطِّرْسُ: (طاء مکسور) تختی جسے مٹایا جاتا ہے پھر لکھا جاتا ہے۔
الطِّلْس کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی جمع اَطْرَاسٌ ہے۔
طَرَسُوس: (طاء اور راء مفتوح) ایک شہر کا نام۔ اسے ضرورت شعری کے علاوہ مخفف کر کے نہیں پڑھا جاتا یعنی راء ساکن کر کے، کیونکہ فَعْلُوْل کا وزن عربی بناوٹ میں نہیں ہے۔
ط ر ش - الطَّرَشُ: (طاء اور راء مفتوح) ہلکا بہرہ پن۔
ط ر ف - الطَّرْفُ العَيْنُ: آنکھ کا جھپکنا۔ اس کا جمع کا صیغہ نہیں بنتا کیونکہ یہ لفظ دراصل مصدر ہے، لہٰذا یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے مشترک ہے۔ قول خداوندی ہے: لَايَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ: ان کی آنکھیں ان کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور خوف کے مارے

ان کے دل ہوا ہو رہے ہونگے۔ اصمعی کا قول ہے کہ الطِّرْفُ کا معنی اصل گھوڑا ہے۔ ابو زید نے کہا کہ یہ لفظ صرف مذکر صیغوں کی نعت ہے۔

الطَّرْف کا معنی ناحیہ اور چیزوں کا گروپ یا مجموعہ ہے۔ مثلاً: فُلَانٌ کریم الطرفین: یعنی فلاں آدمی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے شریف ہے۔ اس سے مراد ماں اور باپ کی نسبت ہے۔

الطَّرْفَاء: درخت اس کا واحد طَرَفَةٌ ہے۔ اسی نسبت طَرَفَه بن العبد کا نام طرفة رکھا گیا ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ: الطَّرْفاء واحد اور جمع دونوں کیلئے مشترک صیغہ ہے۔

المُطْرَف: (میم مضموم اور مکسور) ریشمی چادر جس پر خانے نقش کیے ہوئے ہوں۔ اس کی جمع المَطَارِف ہے۔ اصل میں لفظ میم مضموم کے ساتھ ہے۔ اِسْتَطْرَفَهُ اس نے اسے نیا سمجھا یا پایا۔ یہ لفظ التَّالِدُ اور التَّلِيْدُ کی ضد ہے جس کا معنی جدی اور موروثی جائداد ہے۔ اس کا اسم الطُّرْفَةُ ہے۔

اَطْرَفَ الرَّجُلُ بطرفةٍ: آدمی نے کوئی نئی بات پیش کی۔

طَرَفَ بصَرَهُ: اس نے اپنی آنکھ جھپکی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس سے مراد ایک پلک کو دوسری پلک پر صرف ایک بار رکھنا ہے۔ اور جھپک یعنی ایک دفعہ کے جھپکنے کو طَرْفَةٌ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اَسْرَعُ مِنْ طَرْفَةِ العين: آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ جلدی اور تیز۔

طَرَفَ عَيْنَهُ: آنکھ میں کوئی چیز پڑی جس سے آنسو ٹپکا۔ اس کا باب بھی ضرب ہے۔

قَدْ طُرِفَتْ عَيْنُهُ فهي مَطْرُوفَةٌ: اس کی آنکھ کو چوٹ لگی لہٰذا ایسی چوٹ لگی آنکھ کو مطروفة کہیں گے۔

الطَّرْفَةُ کا معنی خون کا وہ سرخ دھبہ بھی ہوتا ہے جو آنکھ میں چوٹ لگنے سے پڑ جاتا ہے۔

ط ر ق - الطَّرِيْقُ: راستہ۔ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے مثلاً: الطَّرِيْقُ الاعْظَمُ والطَّرِيْقُ العُظْمٰى: اس کی جمع اَطْرِقَةٌ اور طُرُقٌ ہے۔ طَرِيْقَةُ القَوْمُ: قوم کے بڑے بزرگ لوگ۔ کہا جاتا ہے کہ هٰذا طَرِيْقَةُ قَوْمِهٖ: وہ اپنی قوم کا بڑا بزرگ ہے۔

هٰؤُلَاءِ طَرِيْقَةُ قَوْمِهِمْ: وہ لوگ اپنی قوم کے نیک لوگ ہیں اس لفظ کا معنی شریف یا شرفاء بھی ہے۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا: ہمارے کئی طرح کے مذہب تھے۔

طَرِيْقَةُ الرَّجُلِ: آدمی کا مذہب۔ کہا جاتا ہے: مَا زَالَ فُلَانٌ عَلىٰ طَرِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ: وہ ابھی تک ایک ہی حالت پر ہے۔

الطَّرْقُ: (طاء مفتوح) اور المَطْرُوقُ: بارش کا پانی جس میں اونٹ پیشاب کرتے ہیں اور مینگنیاں کر دیتا ہے۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے: الوُضُوْءُ بالطَّرْقِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ التَيَمُّم: مجھے بارش کے کھلے تالاب سے پانی سے وضو کرنا، تیمم کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

طَرَقَ: وہ رات کو آیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسم فاعل طَارِقٌ ہے۔ یعنی رات کا مسافر یا رات کو آنے والا۔

الطَّارِقُ کا معنی وہ ستارہ بھی ہے جسے صبح کا ستارہ کہتے ہیں۔

الطَّرْقُ کا معنی کنکر پھینکنا بھی ہے جو کہانت کی ایک صورت ہے۔

الطَّرَّاقُ: کہانت کرنے والے مرد یا فال گیر مرد۔

الطَّوَارِق: کہانت کرنے والی عورتیں یا فال گیر عورتیں۔ لبید کا شعر ہے:

لَعَمْرُکَ مَا تَدْرِی الطوارق بالحَصَی
وَلَا زاجِرات الطَّيْرِ ما اللّٰه صانعُ

"تیری جان کی قسم، نہ کنکر پھینکنے والی فال گیر عورتیں اور نہ ہی پرندوں کے اڑنے سے فال نکالنے والی عورتیں جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیا کرنے والے ہیں۔"

مِطْرَقَةُ الحَدَّاد: لوہار کا ہتھوڑا۔

اَطْرَقَ الرَّجُلُ: آدمی چپ ہو گیا، اور اس نے بات نہ کی اور اَطْرَقَ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے نظریں نیچی کیں اور زمین کی طرف دیکھا یا دیکھنے لگا۔

طَرَّقَ لَهُ تَطْرِيقًا: اس نے اپنے لئے راستہ بنایا۔

ط ر م – طارِمَةٌ: لکڑی کا گھر۔ فارسی سے معرب۔

ط ر م ث – الطُّرْمُوْثُ: بھوبھل (گرم راکھ) میں پکی ہوئی روٹی۔

ط ر م س – الطُّرْمُوْسُ: بروزن عُصْفُوْرٌ: تھرموس۔ بوتل۔

ط ر ا – شَيْءٌ طَرِيٌّ: تازہ چیز۔ تروتازہ۔

طَرُوَ يَطْرُوُ وطراوة اور طَرِیَ يَطْرِیٰ طراوة یا طراءَةً میں کچھ فرق نہیں۔

طَرَّيْتُ الثَّوْبَ تَطْرِيَةً: میں نے کپڑے کو نرم کیا۔

اَطْرَاهُ: اس نے اس کی تعریف کی۔

الاِطْرِيَة: ایک قسم کا کھانا۔

ط س ت – الطَّسْتُ: طشت۔ قبیلہ بنو طی کے لہجے میں اسے الطَّسُّ کہتے ہیں۔

ط س ج – الطَّسُّوْجُ: بروزن الفَرُّوْجُ: دو دانگ کا وزن۔ ایک دانگ۔ چار طسج کے

برابر ہوتا ہے۔ دونوں لفظ معرب ہیں۔

ط س س—الطَّسُّ اور الطَّسَّةُ: الطَّسْتُ کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ اس کی جمع طِسَاسٌ اور طُسُوْس ہے۔ اور طَسّات بھی۔

ط س م—الطَّوَاسِيْمُ اور الطَّوَاسين: قرآن کی سورتیں۔ جن کی جمع غیر قیاس ہے۔ درست اور صحیح یہ ہے کہ ایسے اسماء کی جمع ذوات لگا کر اور واحد کے صیغے کے ساتھ اسے مضاف کر دیا جائے۔ مثلاً: ذَوَاتُ طسم اور ذَوَاتُ حمٓ.

ط ع م—الطَعَامُ: کھانا۔ شاید گندم کے کھانے کا مخصوص ہو۔ یعنی خاص کر گندم کی خوراک کھانا۔ حدیث شریف میں ہے، جو حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے: کُنَّا نُخْرِجُ صَدَقَةَ الفِطْرِ علی عهد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم صَاعًا من طَعَامٍ وصَاعًا مِنْ شِعَيْرٍ: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں صدقہ فطر ایک صاع گندم اور ایک صاع جَو دیا کرتے تھے۔

الطُّعُمُ: ذائقہ، مثلاً: کہا جاتا ہے: طَعْمُهُ مُرٌّ: اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔

الطُّعُمُ کا معنی وہ چیز بھی ہے جسے کھانے کو دل چاہے۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ لَهُ طُعْمٌ: اسے کھانے کی خواہش نہیں ہے یا اس کا کھانے کو دل نہیں چاہتا۔

وما فلانٌ بذی طعم: فلاں آدمی نحیف اور لاغر ہوا۔

الطُّعْمُ: (طاء مضموم) کھانا۔ طعام۔

قَدْ طعِم طعْمًا: (طاء مضموم) اس نے کھانا کھایا یا چکھا، اس کا اسم فاعل طَاعِمٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: اذا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا: جب کھانا کھا چکو، تو منتشر ہو جاؤ۔ دوسرا قول خداوندی ہے: وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فانَّهُ مِنِّي: اور جو اسے نہ چکھے گا تو وہ مجھ سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ قَلَّ طُعْمُهُ: فلاں شخص کی خوراک کم ہوگئی۔

الطُّعْمَةُ: کھانا۔ کہا جاتا ہے: جَعلْتُ هٰذه الضَّيْعَةَ فُلانٌ: میں نے یہ جائیداد یا زمین فلاں شخص کی گزر اوقات یعنی کھانے پینے کے لئے بنائی۔

الطُّعْمَةُ کا معنی کمائی بھی ہے مثلاً: کہا جاتا ہے کہ: فلانٌ عَفِيْفُ الطُّعْمة: فلاں شخص کی کمائی پاکیزہ ہے۔

اسْتَطْعَمَهُ: اس نے کھانا مانگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اذا إسْتَطْعَمُكُمُ الإمامُ فَاطْعِمُوْ: جب امام دوران قراءت لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو۔ أَطْعَمَتِ النخلة: کھجور کے درخت پر پھل آ گیا۔

اطَّعَمَتِ البُسْرَةُ: (طاء مشدد) بسرہ

کھجور میں ذائقہ پڑ گیا۔ یہ فعل طعم کے باب افتعال سے ہے۔ اس کی مثال طلب سے اطَّلَبَ ہے۔
رَجُلٌ مِطْعَمٌ: (میم مضموم) وہ شخص جسے کھلایا جائے۔ رَجُلٌ مِطْعَامٌ: بہت زیادہ کھانے کھلانے والا۔ مہمان نواز۔ لوگوں کے اس قول: تَطَعَّمْ تَطْعَمْ کا معنی ہے کہ کھانا چکھو تاکہ تمہاری بھوک چمکے یعنی کھانے کی خواہش پیدا ہو اور تم کھاؤ۔
ط ع ن – طَعَنَهُ بالرُّمحِ: اس نے اسے نیزہ مارا۔ اور طَعَنَ فی السّین: وہ عمر رسیدہ ہو گیا۔ دونوں کا باب نصر ہے۔
طَعَنَ فِیهِ: اس نے اس پر طعن کیا۔ اس کا باب بھی نَصَرَ ہے۔ اس کا مصدر طَعَنَانًا بھی ہے یعنی مفتوح العین۔
الصّحاح میں یہی درج ہے۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ: ''الفراء اس لفظ کو ہر جگہ مفتوح العین پڑھنا جائز قرار دیتا ہے''۔
امام الازہری نے اپنی کتاب التہذیب میں لکھا ہے کہ اطَّعَنَانُ لیث کا قول ہے۔ اس کے علاوہ دوسروں کے نزدیک تمام افعال میں مصدر صرف الطَّعْنُ ہے۔
لیث کے نزدیک یہ فعل تمام مضارع صیغوں میں مضموم العین ہے۔ البتہ بعض الطعن کے مضارع کے صیغے میں عین کلمہ کو مفتوح کرتے ہیں تاکہ مصدر اور مضارع میں فرق ہو سکے۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ میں نے اس فعل کے تمام صیغوں میں عین کلمہ پر جزم کے سوا کچھ نہیں سنا۔ الفراء کا کہنا ہے کہ میں نے یَطْعَنُ بالرمح میں مضارع کے عین کلمہ کو مفتوح سنا ہے۔
الدیوان میں صاحب کتاب نے الطَّعن بالرمح واللسان میں طعن کا باب نَصَرَ بتایا ہے، اور پھر اس کا باب قطع کہا ہے۔ اور طَعَنَ یَطْعَنُ اور طَعَنَ یطعُنُ کو دو مختلف بابوں سے مشتق کیا ہے۔
المِطْعَانُ: شدید نیزہ باز۔ دشمن پر شدید نیزہ بازی کرنے والا۔
قَــوْمٌ مَطَاعِیْنُ: نیزہ باز قوم یا نیزہ باز لوگ۔ حدیث شریف میں ہے: لَایَکُوْنُ الْمُؤمِــنُ طَعَّانًا: مومن لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلنے والا نہیں ہوتا۔
الطَّـــاعُـوْن: وبائی موت۔ اس کی جمع طوامین ہے۔
ط غ م – الطَّغَامُ: کمینے لوگ۔ اس میں صیغہ واحد اور جمع یکساں ہے۔
ط غ ا – طَغَـا یَطْـغی: دونوں (غین مفتوح) یطـغـو طـغیـانًا و طُغُوَانًا: حد سے تجاوز کرنا۔
طَـاغ اور طَغِیَ: (غین مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔
اَطْغَـاهُ الْمَـالُ: مال و دولت نے اسے

سرکش بنادیا۔
طَغَى الْبَحْرُ: سمندر میں طوفان اٹھا۔ اورلہریں اُٹھیں۔
طَغَى السَّيْلُ: پانی کا سیلاب آ گیا۔
الطَّغْوَى: (طاء مفتوح) طغیان۔
الطَّاغِيَةُ: کڑک۔ قول خداوندی ہے: فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ: قوم ثمود عذاب کی کڑک سے ہلاک کی گئی۔
الطَّاغُوْتُ: کاہن۔ غیب کی خبریں سنانے والے اور شیطان۔ نیز گمراہی کا ہر سرغنہ، یہ لفظ صیغہ واحد کے لئے بھی مستعمل ہے، مثلاً: قول خداوندی ہے: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَكْفُرُوْا بِهٖ: یہ لوگ طاغوت سے اپنے معاملات کے فیصلے کرواتے ہیں حالانکہ انہیں طاغوت کی نافرمانی اور حکم عدولی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور صیغہ جمع کے لئے مستعمل ہے مثلاً: قول خداوندی ہے: اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ: ان کے دوست اور سرپرست طاغوت ہیں۔ جو انہیں (روشنی وہدایت) سے نکالتے ہیں۔ اس کی جمع الطَّوَاغِيْتُ ہے۔
ط ف ا - طَفِئَتِ النَّارُ: (فاء مکسور) طُفُوْءًا اور اِنْطَفَأَتْ کا ایک ہی معنی ہے، یعنی آگ بجھ گئی۔ اَطْفَاهَا غَيْرُهَا: اسے کسی اور نے بجھایا ہے۔

مُصْطَفِئُ الْجَمْرِ: سخت سردی کے دنوں میں سے ایک دن۔
ط ف ح - طَفَحَ الْاِنَاءُ: برتن بھر گیا اور لبریز ہو گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔
اَطْفَحَهٗ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے بھر دیا۔
طَفَحَهٗ تَطْفِيْحًا: وہ خوب بھر گیا۔
طَفَحَ السُّكْرَانُ: شرابی نشے میں مست ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل طَافِحٌ ہے، یعنی شراب سے مخمور۔
ط ف ر - الطَّفْرَةُ: حملہ، جھپٹ، جھپٹنا۔ گرفت۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔
ط ف ف - الطَّفِيْفُ: تھوڑا۔ معمولی۔
طَفُّ الْمَكُّوْكِ: پیالے کو بھر کر لبریز کر دینا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: كُلُّكُمْ بَنُوْ آدَمَ طَفُّ الصَّاعِ لَمْ تَمْلَاُوْهُ: تم سب آدم کی اولاد ہو اور پانی بھرے پیالے کی طرح ہو، جو لبریز ہونے کے قریب ہے یہ لبریز نہ ہونے پائے۔
التَّطْفِيْفُ: ناپ میں کمی کرنا وہ یہ کہ تم پیمانہ بھر کر نہیں ناپتے۔ طَفَّفَ بِهِ الْفَرَسُ: گھوڑا بدک گیا یا جھپٹ پڑا۔ اس کا ذکر حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے۔
ط ف ق - طَفِقَ يَفْعَلُ كَذَا: وہ ایسا کرنے لگا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ یہی

لفظ قول خداوندی میں وارد ہے: وطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا: وہ (آدم وحوا) اپنے اوپر (جنت کے پتے) چپکانے لگے۔ بعض نے اس کا باب جَلَسَ بتایا ہے۔

ط ف ل – الطِفْلُ: بچہ۔ ہروحشی یعنی جنگلی جانور کا بچہ الطِفْل ہے۔ اس کی جمع اَطْفَالٌ ہے۔

الطِفْلُ: واحد اور جمع دونوں بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال جُنُبٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا: کہا جاتا ہے کہ اسی مادہ سے اَطْفَلَتِ المَرْاَةُ مشتق ہے جس کا معنی ہے کہ عورت بچے والی ہوگئی۔

الطَّفَلُ: طاء اور فاء مفتوح۔ بارش۔

الطُّفَيْلِيّ: بن بلایا مہمان۔ عرب اسے الوَارِشُ کہتے ہیں۔

ط ف ا – الطُّفْيُ: (طاء مضموم) مُقْل درخت کے پتے۔ اس کا واحد طُفْيَةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اُقْتُلُوْا مِنَ الحَيَّاتِ ذَا الطُّفْيَتَيْنِ [1]: سانپوں میں سے دو دھاری زہریلے سانپ اور دم بریدہ سانپ کو مار ڈالو۔ اس سانپ کی پیٹھ پر نقش دھاریاں دو طفیوں کی طرح لگتی ہیں۔ شاید اس سانپ کو طفیۃ اس لئے نام دیا گیا ہے کہ یہ طفیہ والا ہوتا ہے۔

طَفَى الشَّيْءُ: کوئی چیز پانی کی سطح پر تیری یا ابھر آئی اور ڈوبی نہیں۔ اس کا باب غَدَا اور سَمَا۔

ط ل ب – طلبه يَطْلُبُهُ: (لام مضموم) طَلَبًا (طاء اور لام دونوں مفتوح) اس نے اسے تلاش کیا یا طلب کیا۔

اِطَّلَبَهُ: (طاء مشدد) اس نے اسے تلاش کیا۔

الطَّلَبُ: طالب کی جمع بھی ہے۔

الطَّلَبُ: بار بار طلب کرنا۔

الطَّلِبَةُ: (لام مکسور) مطلوبہ چیز۔

اَطْلَبَهُ بروزن اَبْطَلَهُ: اس نے اس کی ضرورت یا حاجت روائی کی۔ اَطْلَبَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے طلب کا حاجتمند کر دیا۔

ط ل ح – الطَّلْحُ: بروزن الطَّلْعُ: ببول کا بڑا درخت۔ اس کا واحد طَلْحَةٌ: الطَّلْحُ، الطَّلْعُ کا ایک لہجہ بھی ہے۔ میرا کہنا ہے کہ قرآن میں مذکور لفظ الطلح کا معنی جمہور مفسرین نے کیلا بتایا ہے۔

ط ل س – طَلَسَ الكِتَابَ: اس نے خط کو یا تحریر کو مٹا دیا۔

تَطَلَّسَ: تو تحریر مٹ گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الأَطْلَسُ: پرانا اور بوسیدہ۔ اسی طرح

---

[1] مکمل حدیث یہ ہے: اقتلوا ذا الطُّفْيَتَيْنِ والأَبْتَرَ: "دو دھاری والے سانپ اور دم بریدہ سانپ کو مار ڈالو۔"

الطِلْلَسُ (طاء مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔
کہا جاتا ہے کہ: رَجُلٌ اَطْلَسُ الثَّوْب: پھٹے پرانے کپڑوں والا شخص۔
ذِئبٌ اَطْلَسُ: بھورے رنگ کا بھیڑیا جس پر سیاہ رنگ غالب ہو۔ اس رنگ کی ہر چیز اَطْلَسُ ہے۔
الطَّیْلَسَانُ: (لام مفتوح) اس کا صیغہ جمع الطَّیَالِسَة ہے۔ جمع کے صیغے میں ۃ عجمہ کی علامت ہے کیونکہ یہ فارسی سے معرب لفظ ہے۔ عام لوگ اسے لام مکسور کر کے الطَّیْلِسَان پڑھتے ہیں۔ اس کا معنی سبز چادر ہے۔

ط ل ع—طلعتِ الشَّمْسُ والکَوَاکِب: سورج اور ستارہ طلوع ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور مصدر مَطْلَعًا بھی ہے۔
المَطْلِعُ: (لام مکسور و مفتوح) طلوع ہونے کی جگہ۔
طَلِع الجَبَل: وہ پہاڑ پر چڑھا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا یَهِیْدَنَّکُمُ الطَّالِعُ: تمہیں صبح کاذب ہرگز گھبراہٹ میں نہ ڈال دے۔
میرا کہنا ہے کہ صبح کاذب کی پرواہ نہ کردیا اس کی طرف دھیان کرنے سے سحری میں کھانے پینے سے نہ رکو۔
اِطَّـلَعَ عَلٰی بَاطِنِ اَمْرِہٖ: وہ اس کے بھید سے باخبر ہوگیا۔ اس کا باب افتعال ہے۔
طَالَعَهٗ: اس نے اس کا مطالعہ کیا۔
طَـالَعَهُ بِکُتُبِهٖ: اس نے اپنی کتابوں کا مطالعہ کیا۔
طَالَعَ الشَّیْءَ: وہ چیز سے باخبر ہوا۔
تَطَلَّعَ اِلٰی وُرُودِ کتَابِهٖ: اسے کتاب کے پہنچنے کا شدید انتظار رہا۔
الطُّلْعَةُ: رؤیت دیکھنا۔
میرا کہنا ہے کہ لوگوں کا اَنَا مُشْتَاق الی طلعتک: میں تمہیں دیکھنے کا مشتاق ہوں، اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔
الطَّلْعُ: کھجور کے درخت کا تنا۔
اَطْلَعَ النَّخْلُ: کھجور کا درخت تناور ہوگیا۔
اَطْلَعَهٗ عَلٰی سِرِّہٖ: اس نے اسے اپنے راز سے باخبر کردیا۔
اسْتَطْلَعَ رَایَهٗ: اس نے اس کی رائے پوچھی۔
المُطَّلَعُ: آنے کی جگہ۔ کہا جاتا ہے کہ اَیْنَ مُطَّلَعُ هٰذا الاَمْرِ: یہ معاملہ کہاں جا پہنچے گا۔ اس کا معنی کسی اونچی جگہ سے ڈھلوان پر دیکھنے کی جگہ بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مِنْ هَوْلِ المُطَّلَعِ: آنے والے ہول یعنی دہشت سے۔ اس حدیث میں آخرت کے ہول سے سر پر آنے والی دہشت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

طُوَيْلَعٌ: بنی تمیم کے کنویں کا اسم تصغیر ہے۔

ط ل ق — رَجُلٌ طَلْقُ الوَجْهِ و طَلِيْقُ الوَجْهِ: کشادہ کھلتا ہوا چہرہ۔

قَدْ طَلُقَ: وہ فصیح زبان ہوگیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔

رَجُلٌ طَلْقُ اليَدَيْنِ: سخی وفیاض شخص۔

اِمْرَاَةٌ طَلْقُ اليدينِ کا معنی بھی فیاض اور سخی عورت ہے۔

رَجُــلٌ طَلْق اللِّسَان: فصیح اردو زبان آور شخص۔

طَلِيْقُ اللّسان کا معنی بھی یہی ہے۔

لَسَانٌ طَلْقٌ: تیز زبان۔

طَلِيْقٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

الطَّلْقُ: بچہ جننے کی تکلیف۔

قَـدْ طُلِقَتْ: فعل ماضی مجہول ہے۔ اس عورت کو طلاق دی گئی یا اسے چھوڑ دیا گیا۔ اس کا مضارع تُطْلَقُ اور مصدر طَـلْـقًا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: عَدَ الفَـرَسُ طَلَقًا اَوْ طَلَقَيْنِ: گھوڑا ایک چکر یا دو چکر دوڑا۔

اَطْـلَـقَ الأَسِـيْـرَ: اس نے قیدی کو آزاد کر دیا۔

اَطْـلَقَ النَّاقَةَ مِنْ عِقَــالِهَا: اس نے اونٹنی کا عقال کھول دیا۔

فَطَـلَـقَتْ: تو وہ چل پڑی۔ اس میں طاء مفتوح ہے۔

اَطْلَقَ يَدَهُ بالخَيْرِ: اس نے بھلائی کے لئے ہاتھ کھول دیا۔

طَـلَـقَهَا: بغیر الف زائد وتشدید لام کا بھی یہی معنی ہے۔

الطَّـلِـيْـقُ: آزاد شدہ قیدی یا رہا کیا ہوا قیدی۔

الطِّــلْقُ: (طاء مکسور) حلال اور جائز۔ کہا جاتا ہے کہ: هُـوَ لَـکَ طِـلْقًا وہ تیرے لئے حلال ہے۔

الاِنْطِلَاقُ: چلے جانا۔ چل پڑنا۔

اسْتِطْلَاقُ البَطْنِ: پیٹ کا رواں ہونا۔ دست لگ جانا۔

طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ: اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی۔

طَلَقَتْ هِی: اسے طلاق ہوگئی۔ اس کا مضارع تَطْــلُقُ (لام مضموم) ہے اور مصدر طلاقًا اس کا اسم فاعل طَالِقٌ ہے اور طَالَقَةٌ بھی۔ اخفش کا قول ہے: لا يُقَــال طَـلُـقَتْ کو ان معنوں میں طَلُقَتْ (لام مضموم) نہیں کہا جاتا۔

ط ل ل — الطَلُّ: ہلکی بارش۔ پھوار۔ اس کا جمع کا صیغہ طِلَالٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ طُلَّتِ الأَرْضُ: زمین نم آلود ہوگئی۔

طَلَّـهَــا النَّدٰی: زمین کو شبنم نے گیلا یا نمدار کر دیا۔ اسی زمین کو مَطْـلُـوْلَـةٌ کہتے ہیں۔

الـطُّـلَـلُ: گھروں کے کھنڈرات کے

نشانات۔ اس کی جمع اَطْــلَالٌ ہے اور طُلُول ہے۔ بقول ابوزید:

طُــلَّ دَمُہٗ: اس کا خون رائیگاں گیا۔ اس کا اسم مفعول مَطْلُوْلٌ ہے۔

اُطِلَّ دَمُہٗ: اس کا خون رائیگاں گیا۔

طَلَّـہُ اللّٰہُ تعالٰی وَاَطَلَّہٗ: اللہ نے اس کا خون رائیگاں کر دیا۔ ابوزید نے مزید کہا کہ ان معنوں میں طَلَّ دَمُہٗ نہیں کہا جاتا۔ ابو عبیدہ اور الکسائی کہتے ہیں کہ ایسا کہنا درست ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اس لفظ کے تین لہجے ہیں:

(۱) طَلَّ دَمُہٗ.

(۲) طُلَّ دَمُہٗ.

(۳) اُطِلَّ دَمُہٗ.

اَطَــلَّ عَلَیْـہِ: اس نے اوپر سے جھانکا، نگرانی کی۔

ط ل م – الطُّلْمَۃُ: (طاء مضموم) روٹی۔ یہ وہ روٹی ہے جسے لوگ المَلَّۃُ یعنی بھوبھل میں پکی ہوئی روٹی کہتے ہیں۔ م م ل کے ذیل میں ہم جس کا ذکر کر آئے ہیں۔ یہ اس سے مختلف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّــہُ علیہ الصّلاۃ والسّلام مَرَّ بِـرَجُلٍ یُعَالِجُ طُلْمَۃً لاَصحَابِـہٖ فی سفر وقد عَرِقَ فَقَال لایُصِیبُہُ حَرُّ جَھَنَّــمَ اَبَدًا: روایت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا گزر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جو اپنے ساتھیوں کے لئے روٹی بنا رہا تھا اور پسینے میں شرابور تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کبھی بھی جہنم کی آگ نہ لگے گی۔

ط ل ا – الطَّلَا: کھردار جانوروں کا نوزائیدہ بچہ۔

الـطُّـلَی: گردنیں۔ اصمعی کا قول ہے کہ اس کا واحد طُلْیَۃُ ہے۔ ابوعمرو اور الفرّاء کا کہنا ہے کہ اس کا واحد طُلَاۃُ ہے۔

الـطُّــلَاوَۃُ: (طاء مضموم و مفتوح) خوبصورتی۔ کہا جاتا ہے کہ: مَــا عَـلَـیْـہِ طُلَاوَۃٌ: اس کے چہرے پر رونق اور حسن نہیں ہے۔

الطِّــلَاء: انگور کے رس کا شیرا جو پکا کر دو تہائی باقی رہ جائے۔ اسے عجمی لوگ میبختج (مَی پختہ) کہتے ہیں اور بعض عرب شراب کو الطِّلاء کہتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد صرف اس کا نام خوبصورت بنانا ہوتا ہے نہ اس لئے یہ واقعی الطّلا ہوتا ہے۔

الطِّلاء کا معنی قطران بھی ہے۔ لیپ یا لپائی کرنے والی ہر چیز کو بھی طِــلاء کہتے ہیں۔

طَــلَاہُ بِـالـدُّھْنِ: اس نے اس کی تیل سے مالش کی۔ اس کا باب رَمَی ہے۔

تَطَــلَّی بالدُّھْنِ: اس کی تیل سے مالش

ہوئی۔
اِطَّلٰی بِہٖ: اس نے اپنی مالش کی۔ یہ افتعال کے باب سے ہے۔
ط م ح – طَمَحَ بَصَرُہٗ: اس کی نظر کسی بلند چیز پر پڑی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا مصدر طِمَاحًا بھی ہے۔ اس میں طاء مکسور ہے۔ ہر بلند چیز کو طَامِحٌ کہتے ہیں۔
رجُلٌ طَمَّاحٌ: طاء مفتوح میم مشدد۔ حریص اور لالچی۔
ط م ر – الطِّمْرُ: چیتھڑا۔ پھٹا پرانا کپڑا۔ اس کی جمع اَطْمَار ہے۔
الطُّوْمَارُ: اس کی جمع الطَّوَامِیْرُ ہے۔ طویل اور لمبا چوڑا خط۔
المَطْمُوْرَۃُ: گڑھا جس میں خوراک چھپا کر یا دبا کر رکھی جاتی ہے۔
قَدْ طَمَرَھا: اس نے گڑھے کو بھر دیا ہے۔
ط م س – الطُّمُوْسُ: مٹ جانا اور نشانات کا محو ہو جانا۔
قَدْ طَمَسَ الطریقَ: راستے کے نشانات مٹ گئے۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔
طَمَسَہٗ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے مٹا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم ہے۔
تَطَمَّسَ الشَّیْءُ وانْطَمَسَ: چیز مٹ گئی، بوسیدہ ہوگئی۔ قول خداوندی ہے: رَبَّنَا الطْمِسْ علٰی اَمْوَالِھِم: اے ہمارے رب! ان کے اموال کو بدل دے۔ اسی طرح دوسرا قول ہے: مِنْ قَبْلِ اَنْ نَطْمِسَ وُجُوھًا: پیشتر اس کے کہ ہم چہرے بدل دیں۔
ط م ع – طَمِعَ فِیْہِ: اس نے اس میں لالچ کیا۔ اس کا باب طوب اور سَلِم ہے۔ اس کا مصدر طَمَاعِیَۃٌ بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل طَمِعٌ (میم مضموم اور مکسور) ہے۔
اَطْمَعَہٗ فِیْہِ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے اس میں لالچ دلایا۔
ط م م – جَاءَ السَّیْلُ فطَمَّ الرَّکِیَّۃَ: سیلاب آیا اور اس نے کنویں کے پاٹ کو زمین کے برابر کر دیا۔ اور ہر چیز کی بہتات ہوگئی، یہاں تک وہ بلند ہوئی اور دوسری چیزوں پر غالب آگئی۔
طَمَّ: وہ بھر گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ فَوْقَ کُلِّ طَامَّۃٍ طَامَّۃٌ: ہر مصیبت پر ایک اور بڑھ کر مصیبت آتی ہے۔ اسی نام سے قیامت کا نام الطَّامَّۃُ پڑا ہے۔
الطِّمُّ: (طاء مکسور) سمندر۔ کہا جاتا ہے کہ جَآءَ بالطِّمِّ و الرِّمِّ: وہ بہت سا مال و دولت لے کر آیا۔
ط م ن – اِطْمَاَنَّ الرَّجُل اطمئنانا وطمانیۃ: آدمی کو پوری تسلی ہوگئی۔

هُوَ مُطْمَئِنٌّ الى كذا: وہ فلاں پر مطمئن ہے۔
وذالك مُطْمَأَنٌّ اليه: اور اسے اس سے تسلی ہے۔
طَمْأَن ظَهْرَهُ وطَامَنَهُ: اس نے اپنی پیٹھ جھکالی۔ دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے اور دونوں الفاظ میں قلب ہو گیا ہے۔
ط م ا - طَمَا الماءُ: پانی چڑھ گیا۔ بلند ہوا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔
طَمَى يَطْمِيْ: (میم مکسور) طُمِيًّا بروزن مُضِيٍّ: اس کا اسم فاعل طَامٍ: پانی بُلند ہوا اور دریا پانی سے بھر گیا۔
ط ن ب - الطُّنُبُ: نون اور باء (دونوں مضموم) خیمہ کی رسّی۔
ط ن ب ر - الطُّنْبُوْرُ: (طاء مضموم) طنبورہ: فارسی سے معرب ہے۔ الطُّنْبَار اس کا ایک اور لہجہ ہے۔
ط ن ز - الطَّنْزُ: طنز، تمسخر اور مزاق۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل طَنَّاز ہے اس میں نون مشدد ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لفظ یا تو دخیل لفظ ہے یا معرب ہے۔
ط ن ف س - الطِّنْفِسَةُ: (طاء مفتوح اور مکسور) اس کی جمع طَنَافِس ہے۔ اور معنی بد شکل و بد خلق انسان۔
ط ن ن - الطَّنِيْنُ: مکھی کی بھنبھناہٹ۔ طشت اور بطخ کی آوازیں۔ تم کہتے ہو طَنَّ يَطِنُّ (طاء مکسور) طنينًا: بھنبھنانا۔
الطُّنُّ: (طاء مضموم) گنے کا گٹھا۔ گٹھے میں سے ایک گنے کو طُنَّةٌ کہیں گے۔
ط ہ ر - طَهُرَ الشَّيْءُ: (ھاء مضموم و مفتوح) يَطْهُرُ (ھاء مضموم) طَهَارَةً چیز پاک ہو گئی۔ اس کا اسم الطُّهْرُ ہے بمعنی پاکیزگی۔ اس میں ھاء مضموم ہے۔
طَهَّرَهُ تَطْهِيْرًا: اس نے اسے خوب پاک کیا۔
تَطَهَّرَ بالماء: اس نے پانی سے پاکیزگی حاصل کی۔
وَهُمْ قَوْمٌ يَتَطَهَّرُوْنَ: وہ لوگ ناپاکی اور نجاست سے پاک رہنے والے لوگ ہیں۔
رَجُلٌ طَاهِرُ الثياب: وہ پاک وصاف کپڑے پہننے والا شخص ہے۔
ثِيَابٌ طَهَارَى: پاک وصاف کپڑے یہ بروزن حَيَارَى ہے، لیکن خلاف قیاس ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے طَهْرَان کی جمع ہو۔
الطُّهْرُ: حیض کا متضاد لفظ بمعنی حیض کے بعد کی پاکیزگی۔
المرْأة طَاهِرٌ کا معنی ہوگا کہ وہ حیض سے پاک ہے۔ اور طَاهِرَةٌ کا معنی ہے کہ وہ نجاست اور عیوب سے پاک ہے۔
الطَّهُوْرُ: (طاء مفتوح) جس کے ذریعہ

پاکیزگی حاصل کی جائے۔ اس کی مثال الفَطُوْرُ، السَّحُوْرُ اور الوَقُوْدُ ہے۔
قول خداوندی ہے: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاۤءً طَهُوْرًا: ہم نے آسمان سے پانی برسایا جس سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔
میرا کہنا ہے کہ المُطَرِّزِیْ نے المُغرِب میں نقل کیا ہے کہ الطَّهُوْرَ (طاء مفتوح) مصدر ہے جس کا معنی تَطَهُّرٌ ہے اور جس کے ذریعے پاکیزگی حاصل کی جائے اس کا اسم ہے۔ اور قول خداوندی میں بطور صفت آیا ہے یعنی وانزلنا مِنَ السَّمآءِ مَآءً طَهُوْرًا۔ المَطْهَرَةُ: (میم مفتوح اور مکسور) آلۂ پاکیزگی وصفائی۔ میم مفتوح زیادہ اچھا ہے۔ اس کی جمع المَطَاهِرُ ہے کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی مسواک ہے جس سے منہ صاف کیا جاتا ہے۔ یہ بروزن مَتْرَبَةٌ ہے۔
ط ہ م—وَجْهٌ مُطَهَّمٌ: گٹھا ہوا گول منہ۔
یہی لفظ حدیث شریف میں ہے کہ: لَمْ يَكُنْ بالمُطَهَّمِ وَلابالمُكَلْثَم: آپ ﷺ کا دہانِ مبارک نہ تو گٹھا ہوا تنگ اور گول تھا اور ابھرے ہوئے رخساروں والا تھا بلکہ آپ ﷺ کا چہرہ کتابی اور ناک ستواں تھی۔
میرا کہنا ہے کہ المُوَجَّن کا معنی بڑے بڑے رخساروں والا اور اسی کو المتكلثم کہتے ہیں اور مسنون الوجه کا معنی جس کے چہرے اور ناک میں لمبائی ہو۔
ط ہ ا—الطَّهْوُ: گوشت پکانا۔ اس کا باب عدا ہے۔
مَطْهَاه طَهْيًا: بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔
حدیث شریف میں ہے: فَمَا تَهْوِى اِذَنْ: اگر میں نے اس کو مضبوطی سے نہ کیا تو پھر میرا کام یا عمل کیا ہے۔
الطَّاهي: پکانے والا۔ باورچی۔
طُوبٰی: دیکھئے بذیل ط ی ب.
ط و ح—طَاحَ: ہلاک ہوا۔ اور گر گیا یا گر پڑا۔ اس کا باب قَالَ اور بَاعَ ہے۔ اور اسی طرح اذا تَـاهَ فی الارض کا معنی ہے کہ وہ سرزمین پر حیران و پریشان یا دربدر پھرا۔
طَوَّحَهُ تَطوِيْحًا: اس نے اسے دربدر کیا تو وہ دربدر ہوا۔
طَوَّحَتْهُ الطَّوَائِحُ: اسے گردشوں نے دربدر کر دیا۔ اس کی بجائے المُطَوِّحَاتُ نہیں کہا جاتا۔ یہ نادر کلمات میں سے ہے، مثلاً: قول خداوندی ہے: وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ: ''ہم نے ہواؤں کو درختوں پر بار آور کرنے کے لئے بھیجا ہے''۔ ان کی تفسیر دونوں تاویلوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہے۔
ط و د—الطَّوْدُ: بڑا پہاڑ۔ کوہِ گراں۔

ط و ر - ۶ اطُوِرَهٗ: وہ اپنی حد سے بڑھ گیا۔

الطَّــوْرُ: مرتبہ، بار، دفعہ، درجہ۔ قول خداوندی ہے: وَخَلَقْنَاكُمْ اَطْوَارًا: ہم نے تمہیں درجہ بدرجہ پیدا کیا۔ اخفش نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ ہم نے کبھی تو تم کو علقه کی شکل دی اور پھر مضغه یعنی گوشت کا لوتھڑا بنایا۔

النَّاس ا طوارًا: لوگ طرح طرح کے ہوتے ہیں اور اس اختلاف کا انحصار مختلف حالت پر ہوتا ہے۔

الطُّوْرُ: پہاڑ، کوہ۔

ط و ع - هُوَ طَوْعُ يَدَيْهِ: وہ اس کا مطیع اور فرماں بردار ہے۔

الاسْــتِطَـاعَةُ: طاقت۔ بعض اوقات صرف اسطاع يَسْطِيْعُ کہتے ہیں اور 'ت' کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور ایسا ثقل کے پیش نظر کرتے ہیں جو 'ت' اور 'ط' کے یکجا ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض عرب استاع يَسْتِيْعُ ہمزہ قطعی کے ساتھ اس کا تلفظ کرتے ہیں۔

التَّطَوُّعُ بالشَّيْءِ: کوئی چیز بطور ثواب دے دینا۔ یعنی خیرات کرنا۔

وَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ: اس کے نفس نے اس کے لئے بھائی کا قتل گوارا اور آسان بنا دیا۔

المُطَّوِّعَةُ: رضا کار لوگ۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: اَلَّـذِيْنَ يَلْمِـزُونَ المُطَّـوِّعِينَ: جو لوگ رضا کارانہ جہاد کرنے والوں پر طنز کرتے ہیں، دراصل یہ لفظ المتطوّعين ہے۔ اس میں ادغام ہوا ہے۔

المطَاوَعَةُ: موافقت۔ شاید نحویوں نے فعل لازم کو مُطَاوِع کا نام دیا ہے۔

ط و ف - طَافَ حَوْلَ الشَّيْءِ: اس نے کسی چیز کے گرد طواف کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور طَوَفَانًا بھی 'طاء اور واؤ' دونوں مفتوح ہیں۔

تَطَوَّفَ اور استطاف کا معنی بھی یہی ہے۔

الطُّوْفُ کا معنی وہ کھالیں بھی ہیں جن میں ہوا بھر کر ان کے منہ کو باندھ کر بند کیا جاتا ہے۔ اس طرح ایک طرح کی کشتی کی سطح بن جاتی ہے جس پر سوار ہو کر پانی میں سفر کیا جاتا ہے اور اس پر سامان بھی لادا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس قسم کا ڈولا لکڑی کا بھی بنایا جاتا ہے۔

الطَّــائفُ: کوتوال۔ چوکیدار۔ نیز بنو ثقیف کا علاقہ طائف۔

الطائفة من الشَّيْءِ: چیزوں کا مجموعہ یا گروپ۔ قول خداوندی ہے: وَلْيَشْهَدْ عَـذَابَـهُـمَـا طَآئِفَةٌ مِنَ المُؤْمِنِيْنَ: مومنوں میں سے ایک گروہ یا طائفہ ان کی

سزا کا مشاہدہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک اور ایک کے زائد عدد پر بھی الطائفة کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

الطُّوفَانُ: سخت بارش۔ اور پانی کا ایسا ریلا کہ ہر چیز کو بہالے جائے۔ یا ہر چیز کو ڈھانپ لے۔ قول خداوندی ہے: فَاَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُوْنَ: پس طوفان نے انہیں گھیر لیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے۔ اخفش کا قول ہے کہ از راہ قیاس اس کا واحد کا صیغہ طُوفَانَةٌ ہونا چاہیے۔

طَوَّفَ الرَّجُلُ: آدمی نے بہت طواف کیے۔

اَطَافَ بِهٖ: وہ اس سے چمٹ گیا اور اس کے قریب ہوا۔

ط و ق — الطَّوْقُ ہار۔ اس کی جمع اَطْوَاق ہے۔

طَوَّقَهٗ فَتَطَوَّقَ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔

الـمُطَوَّقَةُ: کبوتر جس کے گلے میں طوق ہو۔

الطَّوق کا معنی طاقت بھی ہے۔

اَطَاقَ الشَّيْءَ: وہ کوئی کام کرسکا۔ اس کا مصدر اِطَاقَةٌ ہے۔

هُوَ فِي طَوْقِهٖ: یہ بات اس کے بس میں ہے۔

طَوَّقَهُ الشَّيْءَ: اس نے ایک کام اس کے ذمے لگا دیا۔

الطَّاق: طاق۔ طاقچہ محراب، جو مکانوں میں بنائے جاتے ہیں۔ اس کی جمع الطاقات اور الطِّيقَانِ ہے۔ یہ کلمہ فارسی سے معرب ہے۔ کہا جاتا ہے: طَاقُ نَعْلٍ: جوتے کا تلا اور طَاقَةُ رِيحانٍ: ریحان کا گلدستہ۔

ط و ل — الطُّوْل لمبائی۔ العرض بمعنی چوڑائی کی ضد۔

طَالَ الشَّيْءُ يَطُوْلُ طُوْلًا: چیز یا بات لمبی ہوگئی۔ بڑھ گئی یا پھیل گئی۔

طَوَّلَهُ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے لمبا کیا۔ اَطَالَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔

طَاوَلَنِيْ فُلَانٌ فَطُلْتُهٗ: فلاں شخص نے میرے ساتھ دراز قد ہونے میں مقابلہ کیا تو میں اس سے زیادہ لمبا تھا۔ یہ کلمہ الطُّول اور الطَّول دونوں سے مشتق ہے۔ اور اس کا باب قَالَ ہے۔

الطِّوَل بروزن العِنَبُ: وہ لمبی رسی جس سے چوپائے کو باندھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بندھی چرتا رہے۔ ایسی رسی کو الطِّوِيَلَةُ بھی کہتے ہیں۔

الطُّوَال: (طاء مضموم) بہت زیادہ لمبا شخص ایسے شخص کو الطُّوَّال (واؤ مشدد) بھی کہتے ہیں۔

الطِّوَالُ: (طاء مکسور) طویل کی جمع لمبے لوگ۔

الأطَاوِلُ—اَطْوَلُ: بمعنی درازتر کی جمع۔
الطُّوْلٰی—الأطْوَل کا صیغہ تانیث۔اس کی جمع کا صیغہ الطُّوَل ہے۔اس کی مثال الکُبْرٰی کی جمع الکُبَرُ ہے۔کہا جاتا ہے کہ هٰذا اَمْرٌ لا طَائلَ فیه: یہ کام ایسا ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ کلمہ تذکیر وتانیث دونوں کے لئے یکساں ہے۔اور یہ کلمہ منفی صورت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔
الطَّوْلُ: (طاء مفتوح) منّت اور احسان۔ کہا جاتا ہے کہ: طَالَ علیه اس نے اس پر احسان کیا۔اس کا باب قَالَ ہے۔
تَطَوَّلَ عَلَیْهِ: اس نے اس پر بہت زیادہ احسان کیا یا مسلسل احسان کرتا رہا۔
طَاوَلَهُ فِی الأمر: وہ اسے معاملے میں ٹالتا رہا۔
اَطَالَتِ المَرْأةُ: عورت نے دراز قد بچہ پیدا کیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ القَصِیْرَةَ قَدْ تُطِیْلُ: ممکن ہے کوتاہ قد عورت دراز قد بچہ جنے۔
طَوَّلَ لَهُ تَطْوِیْلًا: اس نے اسے مہلت دی۔
اسْتَطَالَ عَلَیْهِ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ یا زیادتی کی۔ممکن ہے کہ اسْتَطَالَ کا معنی طَالَ یعنی لمبا ہوا ہو۔
ط و ی—طَوَاهُ یَطْوِیْهِ طَیًّا فانْطَوٰی: اس نے اسے لپیٹا تو لپٹ گیا۔
الطَّوٰی: بھوک۔اس کا باب صَدِیَ ہے۔اسم فاعل طَاوٍ ہے اور طَیَّانٌ ہے۔
طَوِیَ یَطْوِی (واؤ مکسور) طیًّا: کسی بات کا پختہ ارادہ کرنا۔
فُلانٌ طَوٰی کَشْحَهُ: فلاں شخص نے اس کی دوستی سے منہ پھیر لیا۔
تَطَوَّتِ الحَیَّةُ: سانپ نے کُنڈلی مار لی۔
طُوًی: طاء مضموم اور مکسور۔شام میں ایک جگہ کا نام۔ یہ لفظ منصرف بھی ہے اور غیر منصرف بھی۔ جس نے اسے منصرف مانا اس نے اسے ایک وادی یا جگہ کا نام سمجھ کر ایسا کیا اور اس کو اسم نکرہ قرار دیا۔اور جس نے اسے غیر منصرف مانا اس نے اسے ایک شہر یا دلدل یا قطعۂ زمین سمجھ کر ایسا کیا۔اور اُسے اسم معرفہ سمجھ کر اسے غیر منصرف قرار دیا۔ اور بعض لوگوں نے یہ کہا کہ طُوًی: مکّہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔
الطَّوِیَّةُ: ضمیر۔
ط ی ب—الطَّیِّبُ پاکیزہ۔الخبیث بمعنی نجس کی ضد ہے۔
طَابَ یَطِیْبُ طِیْبَةً: (طاء مکسور) اور تَطْیَابًا (تاء مفتوح) وہ پاکیزہ ہو گیا۔ خوشگوار ہو گیا۔یا اچھا ہو گیا۔
الإسْتِطَابَةُ: استنجاء۔لوگوں کے اس قول مَا اَطْیَبَهُ اور مَا اَیْطَبَهُ: وہ کس قدر یا کتنا اچھا ہے۔دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

دوسرالفظ پہلے لفظ سے مقلوب ہے۔

مَـا بِـهٖ مِـنَ الطِّيَب شَیْءٌ: اس میں اچھائی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ان معنوں میں مِـنَ الطِّيْبَةِ نہیں کہنا چاہئے۔ اسی طرح تم لوگ کہتے ہو: اَطَايِبُ الأَطْعِمَة: اچھے اچھے کھانے، ان معنوں میں مَطَايِبُهَا نہیں کہنا چاہئے۔

طَـايَبَهٗ: اس نے اس کے ساتھ خوش گپی یا مزاح کیا۔

طُـوْبَی الطِّيْبُ سے فُعْلٰی کا وزن۔ اس میں 'یاء' کو 'واؤ' میں تبدیل کیا گیا کیونکہ ماقبل ضمہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طُـوْبَی لک: تمہیں مبارک ہو، یا طُوبَاکَ بھی تمہیں نصیب ہو یا مبارک ہو، کہتے ہیں۔

طُوْبَی: جنت میں ایک درخت کا نام ہے۔

سَبْـیٌ طِـيَـبَـةٌ: صحیح قیدی۔ جو بغیر کسی غداری یا عہد شکنی کے ذریعے قید کئے گئے ہوں۔

ط ی ر - الطَّائِرُ: پرندہ۔ اس کی جمع الطَّيْرُ: اس کی مثال صَاحِبٌ اور صَحْبٌ کی ہے اور الطَّيْرُ کی جمع طُيُور اور اَطْيَار ہے۔ اس کی مثال فَرْخ، فُرُوْخٌ اور افرَاخٌ ہے۔ قُطرب اور ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ الطَّيْرُ کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے، اور اس آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰه: تو پھر وہ پرندہ بن جاتا ہے۔

طَـائِرُ الإِنْسَان: انسان کا نامۂ اعمال جو انسان پہنے ہوتا ہے۔

الطَّيْـرُ، فعل التَّطَيُّرُ کا اسم بھی ہے۔ مثلاً: لوگوں کا یہ قول ہے کہ: لَا طَـيْـرَ اِلَّا طَـيْـرُ اللّٰهِ: شگون صرف اللہ ہی کا شگون ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے: لَا اَمْـرَ اِلَّا اَمْـرُ اللّٰه: امر صرف اللہ ہی کا ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ: کہا جاتا ہے کہ طَـائِرُ اللّٰه وَلَا طَـائِرُکَ: شگون اللہ ہی کا ہے، تمہارا نہیں۔ اس کے بدلے یعنی طَـائِر اللّٰه کے بدلے طیرِ اللّٰه نہیں کہنا چاہئے۔

اَرْضٌ مَطَـارَةٌ: بہت زیادہ پرندوں والی زمین یا خطہ ارضی۔ اس میں میم مفتوح ہے۔ لوگوں کا یہ قول: کَـأَنَّ عَـلٰـی رُؤُوْسِهِم الطَّيْرُ: ہیبت کے مارے وہ ایسے گم صم ہیں گو ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ کوا اونٹ کے سر پر بیٹھتا ہے اور اس کے سر کے بالوں میں سے جوئیں اور لیکھیں چن کر کھاتا ہے اور اونٹ اپنا سر نہیں ہلاتا تا کہ کوا ڈر کر نہ اُڑ جائے۔

طَارَ يَطِيْرُ طَيْرُوْرَةً وطَيْرانًا: وہ اُڑا یا اُڑ گیا۔

اَطَارَهٗ غَيْرُهٗ: کسی نے اسے اڑایا۔

طَیِّرَۃٌ اور طایَرَۃٌ کا بھی یہی معنی ہے۔
تَطَایَرَ الشَّیْءُ: چیز اڑ کر تتر بتر ہوگئی یا منتشر ہوگئی۔ تَطَایَرَ کا معنی طَال لمبا ہوا، بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: خُذْ مَا تَطَایَرَ مِنْ شَعْرِکَ: اپنے بالوں میں سے جو منتشر ہو گئے انہیں پکڑو۔
اِسْتَطَارَ الفَجْرُ عَشْرُہٗ: صبح کی روشنی پھیل گئی۔ پو پھٹ گئی۔
اسْتُطِیْرَ الشَّیْءُ: چیز اُڑائی گئی۔ تَطَیَّرَ مِنَ الشَّیْءِ وَبالشَّیْءِ: کسی چیز سے نیک یا بدشگون لینا۔ اس کا اسم الطِّیَرَۃُ: شگون لینا ہے اس کا وزن العِنَبَۃُ ہے۔ اس سے بدشگونی لی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّہٗ کَانَ یُحِبُّ الفَالَ ویَکْرَہُ الطِّیَرَۃَ: آپ ﷺ نیک فال لینا پسند فرماتے اور بدشگون لینا نا پسند فرماتے تھے۔ قول خداوندی ہے: قَالُوْا اطَّیَّرْنَا بِکَ: انہوں نے کہا کہ ہم نے تم سے بدشگون لیا ہے۔ اصل لفظ تَطَیَّرْنَا ہے جس میں ادغام کیا گیا۔
ط ی س - الطَّاسُ: تھال یا بڑا پیالہ جس میں پینے کا کام لیا جاتا ہے۔
الطَّاوُوسُ: مور۔ اس کا اسم تصغیر طُوَیْسٌ ہے۔ زائد حروف حذف کرنے کے بعد یہ صورت بن گئی۔
ط ی ش - طَاشَ السَّھْمُ عَنِ الھَدَفِ: تیر نشانے سے چوک گیا۔
اَطَاشَہُ الرَّامِیُ: تیر انداز سے تیر نشانے پر لگنے سے چوک گیا۔ یا تیر انداز نے نشانہ خطا کیا۔
الطَّیْشُ: کا معنی غصہ اور غصے میں بے قابو ہونا بھی ہے۔
الرَّجُلُ الطَّیَّاشُ: طیش والا شخص۔ غصہ والا شخص۔ ان دونوں کا باب بَاعَ ہے۔
ط ی ف - طَیْفٌ: جھونکا آنا۔ طَیْفُ الخیال: نیند میں خیالات کا ذہن میں آنا تم کہتے ہو کہ طَافَ الخیال: میرے دل میں خیال آیا۔ اس کا باب باعَ ہے اور اس کا مصدر مَطَافًا بھی ہے۔ لوگوں کا قول ہے: طَیْفٌ مِنَ الشَّیْطَانِ: کا معنی شیطانی خیال یا وسوسہ ہے۔ اسی طرح لَمَمٌ مِنَ الشَّیْطَانِ کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی: اِذَا مَسَّھُمْ طَیْفٌ مِنَ الشَّیْطَانِ: جب ان کے دل میں کوئی شیطانی وسوسہ آتا ہے، اور طَائِفٌ مِنَ الشَّیْطَانِ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔
ط ی ن - الطِّیْنُ: گارا، کیچڑ۔
الطِّیْنَۃُ: ان معنوں میں زیادہ مخصوص لفظ ہے۔ طَیَّنَ السَّطْحَ تَطْیِیْنًا: اس نے اچھی طرح چھت کی لپائی کی۔ بعض لوگ اس سے انکار کرتے ہیں۔ وہ اس کے

بدلے طَانَهُ کہتے ہیں۔اس کا باب باعَ ہے۔اسم فاعل مَطِیْنٌ ہے۔

الطِّیْنَةُ: فطرت اور سرشت۔طَانَ کتَابَهُ: اس نے اپنی کتاب پر مٹی کی مہر ثبت کی اس کا باب بَاعَ ہے۔اس کا اسم فاعل بھی مَطِیْنٌ ہے۔

فِلسطِیْن: فاء مکسور۔ایک ملک یا علاقے کا نام۔

باب الظاء

ظ أ ر—الظِئرُ: (ظاء مکسور، مہموز) دایہ، انّا، ستون، اس کی جمع ظُئوار (ظاء مضموم) اس کی مثال فُعَال، ظُئور فُلُوس اور اَظْئَار ہے جس کی مثال اَحْمَال ہے۔

ظ ب ی—الظَّبْیُ: ہرن۔ثَلاثَةُ أَظْب، تین ہرن۔ اس سے زیادہ ہوں تو ظِبَاءٌ: ظُبِیٌّ بروزن فُعُول، اس کی مثال ثُدِیٌّ اور ظَبَیَاتٌ (باء مفتوح) ہے۔

ظ ر ف—الظَّرفُ: برتن اسی لفظ سے ظُرُوفُ الزَّمَانِ والمَكَانِ مشتق ہے۔یعنی زمان و مکان کے حالات۔ یہ تاویل نحویوں کے نزدیک ہے۔

الظَّرْف کا معنی کیاست یعنی دانائی یا ظرافت بھی ہے۔

قَدْ ظَرُفَ الرَّجُلُ: (راء مضموم) آدمی عقلمند یا ظریف ہوگیا۔ اس کا مصدر ظَرَافَةٌ ہے۔اسم فاعل ظَرِیفٌ ہے۔

قَوْمٌ ظَرَفَاءُ وَظِرَاف: ظریف و ہوشیار لوگ۔علماء نے زائد حروف حذف کرنے کے بعد ظَرْف کی جمع ظُرُوف بنائی ہے۔ خلیل کا خیال ہے کہ یہ لفظ بمنزلہ مَذَاکِیر ہے جو ذکر سے جمع مکسر نہیں بنایا گیا۔

تَظَرَّفَ: وہ تکلفاً ظریف بن گیا۔

ظ ع ن—ظَعن: وہ چل پڑا، نکلا۔اس کا باب قَطَعَ ہے اور مصدر ظَعَنٌ بھی ہے جس میں ظاء اور عین دونوں مفتوح ہیں۔ یہ دونوں لفظ قول خداوندی میں یوں پڑھے گئے ہیں: یَوْمَ ظَعْنِکُمْ.

الظَّعِیْنَةُ: ہودج، کجاوہ، اس میں عورت ہو یا نہ ہو اس کی جمع ظُعُنٌ، ظُعْنٌ، ظَعَائِن اور اَظْعَان ہے۔ بقول ابوزید حُمُولٌ اور ظُعُنٌ صرف اس اونٹ کے لئے استعمال کرسکتے ہیں جس کے اوپر کجاوہ کسا ہو، خواہ اس کجاوے میں عورتیں ہوں یا نہ ہوں۔

الظَّعِیْنَةُ: ہودج یا کجاوہ میں سوار عورت۔ اگر ہودج میں عورت نہ بیٹھی ہو تو ایسی عورت کو ظعِیْنة نہیں کہتے۔

ظ ف ر—ظُفُرٌ: ناخن۔اس کی جمع اَظْفَارٌ ہے اور اُظْفُورٌ (الف مضموم) اور اَظَافِیرُ ہے۔

رَجُلٌ أَظْفَرُ: لمبے ناخن والا آدمی۔ یہ لفظ الظَّفَرُ (ظاء و فاء مفتوح) سے مشتق ہے۔ اس کی مثال رَجُلٌ اَشْعَرُ: لمبے بالوں والا آدمی ہے۔

الظَّفَرَةُ: (ظاء اور فاء مفتوح) ناخنہ۔آنکھ کی ایک بیماری جو آنکھ کو ڈھانپ لیتی ہے۔

اسے ظُفْرٌ بروزن قُفْلٌ کہا جاتا ہے۔
قَدْ ظَفِرَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ میں ناخنہ ہوگیا ہے۔اس کا باب طروب ہے۔
الظَّفَرُ کا معنی کامیابی اور فتح بھی ہے۔
قَدْ ظَفِرَ بِعَدُوِّهِ: اس نے اپنے دشمن پر غلبہ پالیا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
ظَفِرَهُ کا معنی لَحِقَ بِهِ یعنی اس سے جا ملا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل ظَفِرٌ ہے جو كَتِفٌ کے وزن پر ہے۔ ظَفِرَ عَلَيْهِ اور ظَفِرَ بِهِ کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ اس پر غالب آگیا۔
اِظَّفَرَ: (ظاء مشدد) کا معنی بھی ظَفِرَ ہے۔ اَظْفَرَهُ اللّٰهُ بِعَدُوِّهِ: اللہ نے اسے اس کے دشمن پر غلبہ دیا۔
ظَفَّرَهُ تَظْفِيْرًا: اس نے اسے بڑی بھاری کامیابی دی۔
رَجُلٌ مُظَفَّرٌ: فتحمند شخص۔ جنگ میں فتح پانے والا۔
التَّظْفِيْرُ: سیب وغیرہ میں ناخن چبھونا۔
ظ ل ف—الظِّلْفُ: گائے، بکری اور ہرن کے پائے جس طرح دوسرے چوپایوں کے کھر ہوتے ہیں۔ بطور استعارہ اس کا معنی گھوڑا ہے۔
ظ ل ل—الظِّلُّ: سایہ۔ اس کی جمع ظِلَال ہے۔ سایہ بھی وہ جو بادلوں کی طرح تم پر سایہ فگن ہو۔

ظِلُّ اللَّيْلِ: رات کی تاریکی۔ یہ بھی استعارہ ہے۔ کیونکہ سایہ حقیقت میں شعاع کا عکس یا روشنی بغیر شعاع کے ہوتا ہے۔ اور جب اس میں روشنی نہ ہوگی تو تاریکی ہوگی، سایہ نہ ہوگا۔
ظِلٌّ ظَلِيْلٌ: گھنا سایہ۔
مکان ظَلِيْلٌ: سایہ دار مکان۔ فُلَانٌ يَعِيْشُ فِي ظِلِّ فلانٍ: فلاں آدمی فلاں آدمی کے زیر سایہ رہتا ہے۔
الظُّلَّةُ: (ظاء مضموم) چبوترے کی طرح کا سائبان۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے۔ فِي ظُلَلٍ عَلَى الأَرَائِكِ مُتَّكِئُوْنَ: جنتی لوگ صوفوں پر تکیے لگائے سایہ میں ہوں گے۔ الظُّلَّةُ: (ظاء مضموم) کا معنی وہ پہلا بادل ہے جو سایہ کرے۔ وَعَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ کا معنی بتایا گیا ہے کہ ایسے بادل جن کے نیچے گرم ہوا ہوگی۔
المِظَلَّةُ (میم مکسور) بالوں سے بنا ہوا بڑا گھر۔ عَرْشٌ مُظَلَّلٌ: ڈھکا ہوا سایہ دار عرش۔
اَظَلَّتْنِي الشَّجَرَةُ وَغَيْرُهُ: مجھے درخت وغیرہ نے سایہ دیا۔
اَظَلَّكَ فُلَانٌ اذا دَنَا مِنْكَ: فلاں نے تم پر سایہ کیا جب وہ تمہارے قریب ہوا۔ گویا اس نے تجھ پر اپنا سایہ ڈالا پھر یہ محاورہ بن گیا۔ اَظَلَّكَ اَمْرٌ یا اَظَلَّكَ

شَهْرٌ كَذا: یعنی فلاں کام یا مہینہ تمہارے قریب آن لگا۔
اِسْتَظَلَّ بِالشَّجَرَةِ: وہ درخت کے سائے تلے بیٹھا۔ ظَلَّ يَفْعَلُ كَذا: وہ سارا دن ایسا کرتا رہا۔ ظَلِلْتُ: (لام مکسور) ظُلُوْلاً: (ظاء مضموم) رہنا یا رہ جانا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: فَظَلْتُمْ تفكّهُوْنَ: تو تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔ یہاں لام بغیر تشدید کے شاذ مثالوں میں سے ہے۔
ظ ل م — ظَلَمَهُ يَظْلِمُهُ: (لام مکسور) ظُلْمًا ومَظْلِمَةً (لام مکسور) اس نے اس پر ظلم کیا۔ ظلم کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا اپنی مخصوص جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ رکھنا۔ کہا جاتا ہے کہ: مَنْ اَشْبَهَ اَبَاهُ فَمَا ظَلَمَ: جس نے اپنے باپ سے مشابہت کی اس نے ظلم نہیں کیا۔ ضرب المثل ہے کہ مَنْ اسْتَرْعَى الذّئب فَقَد ظَلَم: جس نے بھیڑیے کے ساتھ رعایت کی اس نے ظلم کیا۔ الظُّلَامَةُ والمظْلَمَةُ: (لام مفتوح) وہ بات جو تم کسی ظالم شخص کے پاس پاؤ۔ یہ اس فعل کا اسم ہے جو کچھ اس نے تم سے لیا ہے۔ یعنی ظلم سے لی ہوئی چیز۔
تَظَلَّمَهُ: اس نے اس کے مال کو کم کیا یا اس پر ظلم کیا۔
تَظَلَّمَ مِنْهُ: اس نے اس کے ظلم کی شکایت کی۔
تَظَالَمَ الْقَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا۔
ظَلَّمَهُ تَظْلِيمًا: اس نے اسے ظالم قرار دیا۔ تَظَلَّمَ وانْظَلَمَ: اس نے ظلم برداشت کیا یا وہ ظلم کا شکار ہوا۔
الظِّلِّيْمُ بروزن السِّكِّيتُ: سخت ظالم۔
الظُّلْمَةُ: تاریکی۔ النور بمعنی روشنی کی ضد۔ لام مضموم یعنی الظُّلُمَةُ: بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ الظُّلْمَةُ کی جمع ظُلَمٌ ظُلُمَاتٌ وظُلَمَاتٌ اور ظُلْمَاتٌ (ان میں لام مضموم، مفتوح اور سکون تینوں ہیں۔) اَظْلَمَ اللَّيْلُ: رات کی تاریکی چھا گئی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ مَا اَظْلَمَهُ وَمَا اَضْوَأَهُ: کس قدر تاریکی ہے اور کس قدر روشنی ہے۔ لیکن یہ شاذ ہے۔
الظَّلَامُ: ابتدائے شب۔
الظَّلْمَاءُ: تاریکی بعض اوقات یہ بطور صفت میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: لَيْلَة ظَلْمَاءُ: اندھیری رات۔ ظَلِمَ اللَّيْلُ (لام مکسور) ظَلامًا، اَظْلَمَ بمعنی تاریک ہوئی، کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔
اَظْلَمَ الْقَوْمُ: لوگ اندھیرے میں داخل ہوئے یعنی ان پر اندھیرا چھا گیا۔ قول

خداوندی ہے: فَاِذَاهُمْ مُظْلِمُوْنَ: تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اندھیرے میں ہیں، یعنی ان پر اندھیرا چھایا ہوا ہے۔
الظَّلِيْمُ: نر شتر مرغ۔ الظَّلْمُ: (ظاء مفتوح) دانتوں کا پانی اور لعاب۔ یہ دانت کی ہڈی کے اندر دانت کی شدید سفیدی کے باعث سیاہ رنگ کا لگتا ہے۔ اس کی مثال جوہرِ تلوار کی طرح ہے یعنی تلوار کے نقش ونگار۔ اس کی جمع ظُلُوْمٌ ہے۔

ظ م أ–الظَّمَأُ: پیاس۔ پانی کی طلب۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم الظِّمْءُ: (ظاء مکسور) ہے۔ اور اسم فاعل ظَمْآنٌ اور اس کا مؤنث ظَمْآی ہے اور اس کی جمع ظِمَاءٌ (ظاء مکسور اور الف ممدود) ہے۔

ظ م ی–المَظْمِيّ: بارانی زمین۔ اس کے مقابل نہری یا چاہی زمین کو الْمَسْقَوِيّ کہتے ہیں۔ اس کا ذکر بذیل مادہ (س ق ی) گزر چکا ہے۔

ظ ن ن–الظَّنُّ: گمان۔ کسی چیز کے متعلق غیر یقینی علم۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ جیسے تم کہو کہ: ظَنَنْتُكَ زَيْدًا: میں نے گمان کیا کہ تم زید ہو اور ظَنَنْتُ زَيْدًا اِيَّاكَ: میں نے خیال کیا کہ زید تم ہی ہو۔ اس میں ضمیر مُنفصل کو متصل ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے۔
الظَّنِيْن: متہم شخص۔ الظِّنَّةُ: تہمت۔ الزام۔ اَطَّنَّهُ اور اَظَّنَّهُ: (طاء اور ظاء کے ساتھ) اس نے اس پر تہمت لگا دی۔ ابن سیرین رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے: لَمْ يَكُنْ عليٌّ رضي الله عنه يُظَّنُّ فِي قَتْلِ عُثْمَانَ رضي الله عنه: حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قتل عثمان کی تہمت نہیں تھی۔ یہ لفظ يُظَّنُّ يُفْتَعَلُ کے وزن پر يُظْتَنُّ تھا جو ادغام کے بعد يُظَّنُّ بن گیا۔
مَظِنَّةُ الشَّيْءِ: کسی چیز کے بارے میں گمان کرنے کی جگہ یعنی گمان کا موقع۔ اس کی جمع المَظَانُّ ہے۔

ظ ن ی–تَظَنَّى: یہ لفظ الظَّنّ سے مشتق ہے۔ متعدد نونات میں سے ایک نون کو یاء میں بدل دیا گیا ہے۔ اس کی مثال تَقَضَّضَ سے تَقَضَّى کی سی ہے۔

ظ ھ ر–الظَّهْرُ: ظاہر۔ باطن کی ضد۔ اس کا معنی سواری بھی ہے اور خشکی کا راستہ بھی۔ کہا جاتا ہے: هُوَ نَازِلٌ بَيْنَ ظَهْرَيْهِمْ (راء مفتوح) و ظَهْرَانَيْهِمْ (نون مفتوح) وہ ان کے درمیان اُترا۔
اسے ظَهْرَانِيْهِمْ نہیں کہنا چاہئے، یعنی نون کو مکسور نہیں کرنا چاہئے۔
الظُّهْرُ: (ظاء مضموم) بعد زوال یا بعد دوپہر کا وقت اسی سے صَلَاةُ الظُّهْرِ: ظہر کی نماز ماخوذ ہے۔
الظَّهِيْرَةُ: کڑکتی دوپہر۔
الظَّهِيْرُ: معاون و مددگار۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ

ذٰلِک ظَهِيْرٌ: البتہ اس کا جمع کا صیغہ نہیں بنایا گیا جب کہ ہم نے قَعِيْدٌ کے سلسلے میں ذکر کیا ہے۔شاعر کا قول ہے:

اِنَّ العَـوَاذِلَ لَسْـنَ لی بـاَمِـيْرٍ

''یعنی نوحہ گر عورتیں مجھ پر حکمران نہیں ہیں۔''

یہاں شاعر نے اُمراء کی بجائے مفرد اَمِیْر استعمال کیا ہے۔

الظِّـهْـرِیُّ: پیٹھ پیچھے۔یعنی فراموش یا بھلا دیا ہوا شخص ازیاد رفتہ۔قول خداوندی ہے: وَاتَّخَذْ تُمُوْهُ وَرَاءَ كُمْ ظِهْرِيًّا: تم نے اسے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔

الظَّاهِرُ: ظاہر، نمایاں۔ یہ الباطن یعنی پوشیدہ کی ضد ہے۔

ظَهَرَ الشَّیْءُ: چیز ظاہر ہوگئی۔

ظَهَرَ عَلٰى فُلان: وہ فلاں شخص پر غالب آگیا۔ ان دونوں کا باب خَضَعَ ہے۔

اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلٰى عَدُوِّهٖ: اللہ نے اسے اس کے دشمن پر فتح دی۔

اَظْهَرَ الشَّیْءَ: اس نے چیز یا بات کو ظاہر کر دیا۔ اَظْهَرَ کا معنی، اس نے دوپہر کردی، بھی ہے یعنی وہ دوپہر کو چلا۔

المُظَاهَـرَةُ: ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

التَظَـاهُـرُ: (ظاہرداری) تعاون۔

اسْتَظْهَرَ بِهٖ: اس نے اس سے مدد مانگی۔

الظِّهَارَةُ: ابرا، دوہرے کپڑے کا بیرونی کپڑا۔ یہ البطانۃ کی ضد ہے جس کا معنی اندرس یا اندرونی کپڑا ہے۔

الظِّهَارُ: مرد کا اپنی بیوی سے ظہار کرنا اور اسے اپنے اوپر حرام قرار دینا۔اور یہ الفاظ کہہ دینا کہ اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّی: یعنی تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔

ظَاهَرَ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ: اس نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا۔

تَظَهَّرَ کا بھی یہی معنی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب کتاب نے تَظَاهَرَ، کا ذکر چھوڑ دیا حالانکہ یہ قرآن کی ساتوں قراءتوں میں پڑھا گیا ہے۔اورانہوں نے ظَهَّرَ کا ذکر کردیا حالانکہ یہ غریب ہے۔ اسے کسی شاذ قرأت میں بھی نہیں پڑھا گیا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ: اَتَانَا فُلانٌ مُظَهِّرًا (ھاء مشدّد) یعنی فلاں شخص ہمارے پاس ظہر کے وقت آیا۔ ابوعبید نے کہا اور کسی دوسرے نے بھی کہا کہ: اَتَانَا فُلانٌ مُظْهِرًا: (بغیر تشدید) اور یہ درست ہے۔

باب العین

العین: عربی حروف ہجاء کا ایک حرف۔
عَادَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و د.
عَارِیَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و ر.
عَامٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و م.
عَاھَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ ع و ہ.

ع ب ا—عَبَا الطِّیْبَ والمَتَاعَ: اس نے ساز و سامان اور مال و متاع تیار کرلیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ عَبَّاہُ تَعْبِئَۃً کا معنی بھی یہی ہے۔

العِبْءُ: (عین مکسور) بوجھ۔ اس کی جمع اَعْبَاءٌ ہے۔

مَا عَبَأَ بِہٖ: اس نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ع ب ب—العَبُّ: چسکے یا چوسے بغیر یا گھونٹ لئے بغیر پانی پینا جس طرح کبوتر اور چوپائے پانی پیتے ہیں۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "الکُبَادُ مِنَ العَبِّ:" جگر درد بغیر سانس لئے پانی پینے سے ہوتا ہے۔

ع ب ث—العَبَثُ: کھیل، بے کار مشغلہ۔ اس کا باب طرب ہے۔

ع ب د—العَبْدُ: غلام۔ الحُرّ (آزاد) کی ضد۔ اس کی جمع عَبِیْدٌ جس کی مثال کلب سے کَلِیْبٌ: یہ نادر جمع ہے۔ اس کی دوسری جمع اَعْبُدٌ، عِبَادٌ اور عُبْدَانٌ (عین مضموم) جس کی مثال تَمْرٌ کی جمع تُمْرَان، اور عِبْدَانٌ (عین مکسور) جس کی مثال جَحْشٌ سے جِحْشَان ہے۔

عِبِدَّان: (عین مکسور اور دال مشدد)، عِبِدَّی (عین مکسور اور دال مشدّد اور یائے مقصور و ممدود)، مَعْبُوْدَاءُ (الف ممدود) اور عُبُدٌ (عین اور باء مضموم) ہے جس کی مثال سَقْفٌ سے سُقُفٌ ہے۔ بعض نے قرآن کی آیت کو یوں پڑھا ہے: وَعُبُدَ الطَّاغُوْتِ: یہ ترکیب اضافی ہے۔ اور بعض نے عَبُدَ الطَّاغُوْتِ بروزن عَضُدٌ اضافت کے ساتھ پڑھا ہے اس کا معنی ہے: "طاغوت کے خادم"۔ اخفش نے کہا کہ یہ جمع نہیں ہے کیونکہ فَعُلٌ کے وزن پر کسی اسم کی جمع فَعُلٌ کے وزن پر نہیں بن سکتی، بلکہ یہ صرف اسم ہے جو فَعُلٌ کے وزن پر بنایا گیا ہے۔ اس کی مثال حَذُرٌ اور نَدُسٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ عَبْدٌ جو العَبُوْدَۃِ اور العبودیۃ سے مشتق ہے۔

العَبُوْدِیَّۃُ کا اصل معنی جھکنا اور ذلیل و خوار ہونا ہے۔ التَّعْبِیْدُ کا معنی تذلیل ہے۔ کہا

جاتا ہے کہ طَرِيْقٌ مُعَبَّدٌ: پختہ کی ہوئی سڑک۔

التَّعْبِيْدُ کا معنی الاِستعباد بھی ہے یعنی کسی شخص کو غلام بنانا۔ اور یہی معنی الاِعْتَبَادُ کا ہے۔ حدیث میں ہے: رَجُلٌ اِعْتَبَدَ مُحَرَّرًا: یہی معنی الاِعْبَاد اور التَّعَبُّدُ کا ہے۔ کہا جاتا ہے: تَعَبَّدَهُ: اس نے اسے غلام بنایا۔

العِبَادَةُ: عبادت وطاعت الٰہی۔

التَّعَبُّدُ: عبادت گزاری وپرہیز گاری۔

عَبِدَ: اس کا باب طَرِبَ ہے یعنی وہ غضبناک ہوا اور اس نے ناک بھوں چڑھائی۔ اس کا اسم العَبَدَةُ (عین اور باء دونوں مفتوح) ہے۔

الفرزدق کا شعر ہے:

وَاَعْبَدُ ان اَهْجُوَ كُلَيْبًا بِدَارِم

ابوعمرو نے کہا کہ قول خداوندی ہے: ''فَاَنَا اَوَّلُ العَابِدِيْنَ'' میں یہی مفہوم ہے۔ قول خداوندی ہے: ''فَادْخُلِيْ فِي عِبَادِيْ:'' میری جماعت میں داخل ہو جاؤ۔ العَبَادِلَةُ سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب کتاب رحمہ اللہ نے العَبَادِلَة کا ذکر باب اَلِفُ لَيِّنَه میں هاء کی اقسام کے ضمن میں کیا ہے۔ وہ اس کے خلاف جو یہاں بیان ہوا ہے۔

ع ب ر — العِبْرَةُ: (عین مکسور) اعتبار کا اسم ہے۔ اور عین مفتوح ہو تو آنسو کا قطرہ گرنا ہے۔

عَبِرَ الرَّجُلُ والمَرْأة والعين: آدمی، عورت یا آنکھ نے آنسو بہائے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور بطور نعت، تینوں کے لئے عَابِرٌ ہوگا۔

اِسْتَعْبَرَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ آنسوؤں سے ڈبڈبائی بھی اس کا معنی ہے۔

العَبْرَانُ: رونے والا۔ گریان۔

عُبْرُ النَّهرِ بروزن عُذْرٌ نہر کا کنارہ۔

عَبْرُهٗ: اس کی جانب، اس کی طرف۔ اس کا کنارا۔

العِبْرِيُّ: بروزن المِصْرِيُّ: عبرانی۔ یہ یہود کی زبان ہے۔

المِعْبَرُ: بروزن المِبْضَعُ: پل جس پر سے گزرا جائے۔ وہ پل ہو یا کشتی ہو۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ایسی سواری ہے کہ جس میں بیٹھ کر پانی وغیرہ عبور کیا جاسکے۔

رَجُلٌ عَابِرٌ: راہ گزار، مسافر۔

عَبَرَ: وہ گزر گیا یعنی فوت ہو گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

عَبَرَا لنَّهرَ وَغَيْرَهٗ: اس نے دریا عبور کر لیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

عَبَّرَ الرُّؤْيَا: اس نے خواب کی تعبیر بتائی۔ اس کا باب کَتَبَ ہے۔
عَبَّرَهَا ایضًا تعبیرًا: اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے تفسیر بیان کی۔
عَبَّرَ عَنْ فُلَانٍ ایضًا: اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے فلاں شخص کی طرف سے بات کی۔
اللّسَانُ یُعَبِّرُ ما فی الضمیر: دل میں جو بات ہوتی ہے زبان اسے بیان کر دیتی ہے۔
العَبِیْرُ بروزن البعیر: اصمعی کے قول کے مطابق مختلف چیزوں کا زعفران میں ملانا۔ ابو عبیدہ کے قول کے مطابق اس کا معنی صرف زعفران ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "أَتَعْجِزُ إِحْدَاكُنَّ اَنْ تَتَّخِذَ تومَتَیْنِ ثُمَّ تَلَطَّخُهُمَا بِعَبِیْرٍ اَوْ زَعْفَرَانٍ:" اس سے معلوم ہوتا ہے عَبِیْر زعفران کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔
ع ب س - عَبَسَ الرَّجُلُ: آدمی ترش رُو ہوا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔
عَبَّسَ وَجْهَهُ: میں عبس کو مبالغہ کے لئے مشدد کیا گیا۔
التَّعَبُّسُ: سخت ترش رو ہونا۔
یَوْمٌ عَبُوْسٌ: سخت مشکل دن۔
ع ب ط - مَاتَ فُلَانٌ عَبْطَةً فلاں شخص بھرپور جوانی میں اور تندرستی کی حالت میں مر گیا۔
العَبِیْطُ مِنَ الدَّمِ: خالص اور تازہ خون۔
ع ب ق - العَبَقُ یہ عَبِقَ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے وہ چمٹ گیا یا چپک گیا۔ لگ جانا۔
عَبِقَ بِهِ الطِّیْبُ: خوشبو یا عطر اس کے ساتھ لگ گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور عَبَاقِیَةٌ بھی اس کا مصدر ہے۔
ع ب ق ر - العَبْقَرُ: بروزن العَنْبَرُ: ایسی جگہ جس کے بارے میں عربوں کا خیال ہے کہ وہ جنوں کی سرزمین ہے۔ پھر لوگوں نے اس کے ساتھ ہر اس چیز کی نسبت کری جس پر انہیں اس چیز کی عمدگی اور حسن کاریگری کی وجہ سے حیرانی ہوئی۔ تو انہوں نے اس کو عَبْقَرِی کہنا شروع کر دیا۔ یہ واحد کا صیغہ ہے اس کی جمع اور مؤنث کا صیغہ عَبْقَرِیَّةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: ثِیَابٌ عَبْقَرِیَّةٌ: لاجواب عمدہ کپڑے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ کَانَ یَسْجُدُ عَلٰی عَبْقَرِیَ: اس سے مراد ایسا کپڑا ہے جس میں طرح طرح کے رنگ اور نقش و نگار ہوں۔ حتی کہ لوگوں نے ظُلْمٌ عَبْقَرِیٌّ کہا یعنی بے مثال اور انوکھا ظلم۔ اور لوگوں نے مضبوط اور طاقتور آدمی کو عَبْقَرِیٌّ قوم کہہ دیا۔ حدیث شریف میں ہے: "فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِی

فَرِيئَهُ:" میں نے کوئی عبقری ایسا نہیں دیکھا جو اپنے حیرت انگیز کام پر تعجب کرتا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو باہم تعارف کے باعث مخاطب کر کے کہا کہ عَبْقَرِی حِسَان: وہ لوگ انوکھی قسم کی مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ بعض نے اس آیت کو وعَباقِرِیّ پڑھا ہے جو غلط ہے، کیونکہ منسوب اپنی نسبت کے اعتبار سے جمع نہیں بنایا جاتا۔

ع ب ل – رَجُلٌ عَبْلُ الذراعین وہ موٹے تازے بازوؤں والا شخص۔

فَرَسٌ عَبْلُ الشوی: موٹی اور فربہ ٹانگوں والا گھوڑا۔

قَدْ عَبُلَ: وہ موٹا ہو گیا یا فربہ ہو گیا۔ اس کا باب ظرف ہے۔

إمرأةٌ عَبْلَةٌ: کامل ساخت کی عورت یا فربہ عورت۔ اس کی جمع عَبْلاتٌ ہے اور عِبَالٌ ہے۔ اس کی مثال ضَخْمَاتٌ اور ضِخَامٌ ہے۔

عَبَلَ الشَّجَرَةَ: اس نے درخت کے پتے جھاڑے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "فِي شَجَرَةٍ سُرَّ تَحْتَهَا سَبْعُوْن نبيًا فَهِيَ لا تُسْرَفُ وَلاتُعْبَلُ وَلا تُجْرَدُ:" اس درخت کے بارے میں جس کے نیچے ستر انبیاء کی ناقیں کاٹیں گئیں، اس درخت کے پتوں کو نہ تو کیڑے لگتے ہیں، نہ پتے جھڑتے ہیں یا جھاڑے جاتے ہیں اور نہ انہیں ٹڈی کھاتی ہے یا نہ اس درخت کو چھیل کر ننگا کیا جاتا ہے۔ یعنی اس درخت میں کیڑا لگتا ہے نہ پتے جھڑتے ہیں اور نہ ہی اسے ٹڈی کھاتی ہے۔

ع ب ا – العَبَاءَةُ والعَبَايَةُ عبا یا قبا۔ چوغہ (ایک پہناوا) اس کی جمع العَبَاءات ہے۔

ع ت ب – عَتَبَ عَلَيْهِ اس نے پایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور طرب ہے۔ اور مَعْتَبًا بھی۔ اس میں تاء مفتوح ہے۔

العَتَبَ: (تاء مفتوح) العَتْبُ (تاء ساکن) کی طرح ہے۔ اس کا اسم المَعْتَبَةُ (تاء مفتوح اور مکسور) ہے۔ الخلیل کا قول ہے: العِتَاب کا معنی مخاطلب ادلال ہے یا مذاکرة الموجدہ ہے یعنی عَتَاب اظہار ناراضگی اور تنبیہ ہے۔

عَاتَبَهُ مُعاتبةً واعتابًا: اس نے اس پر عتاب کیا۔

أَعْتَبَهُ: اس نے اس پر عتاب کرنے کے بعد اسے خوش کیا۔ اس کا اسم العُتبیٰ ہے۔

اسْتَعْتَبَ اور آعْتَبَ کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے اسے رضامند کر لیا۔

اسْتَعْتَبَ کا معنی اس نے اسے رضامند کرنا چاہا بھی ہے۔ تم کہتے ہو کہ اسْتَعْبَهُ

فَأَعْتَبَهُ: اس نے اسے رضامند کرنا چاہاتو اسے رضامند کرلیا۔
العَتَبُ: دلہیز۔ ہر سیڑھی یاپائے کو عَتَبَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع عتباتٌ ہے اور عَتَبٌ بھی ہے۔
العَتَبَةُ: چوکھٹ کو بھی کہتے ہیں۔ میرا کہنا ہے کہ الازہری نے اس کا ذکر ع ت ب کی ذیل میں کیا ہے۔ اور ابن شمیل نے اسے دروازے کی بالائی چوکھٹ کہا ہے۔ اور زیریں چوکھٹ کو الأسكُفَةُ کہا ہے۔ اور اس کا ذکر س ک ف کے ذیل میں کیا ہے۔ اللیث کا قول ہے کہ الأسكُفَةُ الباب زیریں چوکھٹ ہے جس پر دروازہ نصب ہوتا ہے۔

ع ت د – اَلعَتِيدُ: حاضر، موجود، میسر۔ قَدْ عَتَّدَهُ تَعْتِيدًا: اور اعْتَدَهُ اعتاداً: اس نے ایک دن کے لئے اسے تیار کیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں وارد ہے: وَاعْتَدَت لَهُنَّ مُتَّكَاءً: اس نے زنانِ مصر کیلئے گاؤ تکیے لگا دیے۔ یعنی ان کے بیٹھنے کا عمدہ انتظام کیا۔

ع ت ر – العِتْرُ بروزن التِبْرُ: مرزنجوس طرح کی ایک بوٹی ہے۔ جو بطور دوا استعمال ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لَاباسَ للمحرِمِ اَن يَتَداوَى بالسنا والعِترِ:" محرم کو برگ سنا اور عتر سے علاج کرانے میں کوئی گناہ نہیں۔
عِتْرَةُ الرَّجُلِ: انسان کی نسل اور قریبی خاندان یا رشتہ دار۔
العِتْرُ اور العَتِيرَةُ بروزن الذَبِيحَةُ: اس بکری کو بھی کہتے ہیں جو مشرکین رجب کے مہینے میں اپنے بتوں پر چڑھاوے کے لئے ذبح کرتے تھے۔

ع ت ر س – العَتْرَسَةُ بروزن الهَنْدَسَةُ: سختی اور جبر کے ساتھ کوئی چیز لینا۔ غصب کرنا۔ چھیننا۔
العِتْرِيسُ بروزن العِفْرِيتُ: جابر۔ غضبناک۔

ع ت ق – العِتقُ: کرم، مہربانی۔ اس کا معنی خوبصورتی بھی ہے۔ اور اس کا معنی آزادی اور حریت بھی ہے۔ اسی طرح العَتاق (عین مفتوح) اور العَتَاقَةُ: اسی سے مشتق اور ماخوذ الفاظ ہیں۔ اسی سے مشتق لفظ ہے: عَتَقَ العَبْدُ يَعْتِقُ (تاء مکسور) عِتْقًا اور عِتاقًا بھی۔ غلام آزاد ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل عَتِيقٌ اور عَاتِقٌ ہے۔
اَعْتَقَهُ مَوْلاهُ: اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا۔
فُلَانٌ مَولَى عَتَاقَةٍ ومَوْلَى عَتِيقٌ ومُولاةٌ عَتِيقَةٌ ومَوَالٍ عُتَقَاء ونِسَاءٌ عَتَائِقُ: بمعنی آزاد شدہ غلام،

اسی مادہ سے ماخوذ کلمات ہیں۔

عَتُقَ الشَّیْءُ: چیز آزاد ہو گئی۔ عَتَقَ یَعْتُقُ بروزن دَخَلَ یَدْخُلُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم فاعل عَاتِقٌ ہے۔

دَنَانِیْرُ عُتُقٌ: پرانے دینار۔

عَتَّقَهُ تَعْتِیقًا: اس نے اسے بہت پرانا کر دیا۔

الْمُعَتَّقَةُ: پرانی شراب۔ شراب کہنہ۔ جس شراب کو بہت عرصے رکھے رہنے دیا جائے تا آنکہ کہنہ ہو جائے۔

الْعَاتِقُ: پرانی شراب۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی سر بمہر شراب ہے۔

جَارِیَةٌ عَاتِقٌ: ایسی خوبصورت نوجوان کنیز جو ابھی کنواری ہو۔

الْعَاتِقُ: کندھا۔ اوڑھنی رکھنے کی جگہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔

الْعَتِیْقُ: قدیم ترین۔ یہاں تک لوگوں نے رَجُلٌ قَدِیْمٌ کہا یعنی پرانا آدمی۔ اس کا معنی آزاد کردہ غلام بھی ہے، اس کا معنی کریم اور شریف ترین آدمی بھی ہے۔

فَرَسٌ عَتِیْقٌ: خوبصورت اور عمدہ گھوڑا۔ اس کی جمع عِتَاقٌ ہے۔

عِتَاقُ الطَّیْرِ: پرندے کے اعضاء۔

الْبَیْتُ الْعَتِیْقُ: خانہ کعبہ۔ حضرت ابو بکرؓ کو ان کے جمال کے باعث عَتِیْق کہا جاتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے عَتِیْق کہلانے کا سبب یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں "اَنْتَ عَتِیْقٌ مِنَ النَّارِ:" فرمایا تھا یعنی تم دوزخ کی آگ سے آزاد ہو۔ حضرت ابو بکر کا نام عبد اللہ تھا۔

قَنْطَرَةٌ عَتِیْقَةٌ: کو 'ۃ' اور قَنْطَرَةٌ جَدِیْدٌ میں صفت کو بغیر 'ہ' لکھنے کا سبب یہ ہے کہ العتیقة الفاعلة کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور الجَدِیدِ المفعولة کے معنوں میں۔ اس سے مراد فاعل اور مفعول میں تمیز کرنا ہے۔

ع ت ل — عَتَلَ الرَّجُلَ: اس نے آدمی کو سختی سے پکڑا اور کھینچا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

الْعُتُلُّ: غلیظ گندہ شخص۔ شیخی خورہ۔ قول خداوندی ہے: عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٌ.

ع ت م — الْعَتَمَةُ: نمازِ عشاء کا وقت۔ الخلیل کا قول ہے کہ الْعَتَمَةُ رات کی پہلی تہائی ہے۔ اور یہ شفق کے غائب ہونے کے وقت سے لے کر تہائی حصے رات تک ہے۔

قَدْ عَتَمَ اللَّیْلُ: رات چھا گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

عَتَمَتُهُ: اس کی تاریکی۔ اَعْتَمْنَا: ہمیں رات پڑ گئی۔ اس کی مثال اَصْبَحْنَا ہے بمعنی ہمیں صبح ہوئی۔

عَتَّمَ تَعْتِيْمًا: اسے نماز عشاء کا وقت ہوگیا۔

ع ت ہ ـ المَعْتُوْہ: معذور، ناقص العقل۔
قَدْ عُتِہَ: وہ معذور ہوگیا۔ ایسے مریض کو مَعْتُوْہٌ کہتے ہیں۔

ع ت ا ـ عَتَا: اس نے سرکشی کی۔ اس کا باب سَمَا ہے اور عُتِيًّا بھی۔ اس میں عین مضموم اور مکسور۔ اس کا اسم فاعل عَاتٍ ہے۔
قَوْمٌ عُتِيٌّ: سرکش قوم۔
تَعَتَّی کا معنی بھی عَتَی کی طرح ہے۔ اس فعل سے عَتَيْتُ نہیں کہا جاتا۔ میں کہتا ہوں کہ العَاتِی کا معنی تکبر میں سے گزرنے والا شخص ہے۔ اور العَاتِيُ کا معنی جبّار اور زور آور بھی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ العَاتِيُ کا معنی سرکش اور گناہوں کے ارتکاب میں مبالغہ کرنے والا شخص ہے۔ اس شخص پر پند ونصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ علامہ الجوہریؒ نے اس کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔
عَتَا الشَّيْخُ يَعْتُوْ عُتِيًّا: (عین مضموم ومکسور) شیخ بوڑھا ہوگیا اور اس نے پیٹھ پھیرلی۔
عَتَّی: اسی لفظ کا ہذیل اور ثقیف قبیلوں کا تلفظ ہے، وہ یہ لفظ حَتّٰی کے بدلے بولتے ہیں۔ وہ آیت حَتّٰی حِيْن کو عَتّٰی حِيْن پڑھتے ہیں۔

ع ث ث ـ العُثَّةُ: بروزن الحُقَّةُ: گھن۔ اون چاٹنے والا کیڑا۔ اس کی جمع عُثٌّ ہے اس میں عین مضموم ہے۔
قَدْ عَثَّتِ الصُّوْفُ: اون کو گھن لگ گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

ع ث ر ـ العَثْرَةُ: ٹھوکر۔
قَدْ عَثَرَ فِي ثَوْبِہٖ، يَعْثُرُ: (ثاء مضموم) عِثَارًا (عین مکسور) اس کا پاؤں کپڑے میں اٹک گیا اور اسے ٹھوکر لگی۔ کہا جاتا ہے:
عَثَرَ بِہٖ فَرَسُہٗ: اس کے گھوڑے نے اسے ٹھوکر کھا کر گرا دیا۔
عَثَرَ عَلَيْہِ: اسے اس کا پتہ چلا۔ اس کا باب نصر اور دخل ہے۔
اَعْثَرَہٗ عَلَيْہِ غَيْرُہٗ: کسی اور نے اسے اس کا پتہ بتایا۔ قول خداوندی ہے: ''وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عليهم:'' اور ہمیں اسی طرح ان کا پتہ چلا یا ہم نے اسی طرح ان کا پتہ چلالیا۔
العِثْيَرُ بروزن المِنْبَرُ: گرد وغبار۔

ع ث ا ـ عَثَا فی الأرض: اس نے زمین پر فساد پھیلا دیا۔ اس کا باب سما ہے۔
عَثِيَ: (ثاء مکسور) عُثُوًّا بھی اور عَثَی (عین اور ثاء مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: ''وَلَا تَعْثَوْا فِی

الأرض مُفْسِدِيْنَ: "زمین میں فساد نہ پھیلاؤ یا فساد پھیلاتے نہ پھرو۔
میں کہتا ہوں کہ علامہ الازہری نے کہا کہ تمام قاری اس بات پر متفق ہیں کہ اس لفظ میں ثاء مفتوح ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم صرف دوسرے لہجے یا لغت میں نازل ہوا ہے۔

ع ج ب—العَجَبُ وَ العُجَابُ: (عین مضموم) قابل تعجب و حیرت بات۔
اسی طرح العُجَّابُ (جیم مشدد) یہ زیادہ مستعمل ہے۔ اسی طرح الأَعْجُوْبَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔
التَّعَاجِيْبُ: عجائب۔ انوکھی باتیں۔
عَجَبٌ اور عَجِيْبٌ دونوں کی جمع نہیں بنتی۔ اس کی مثال أَفِيْلٍ اور اَفَائِلَ ہے۔ نیز تَبِيْع اور تَبَائِعَ ہے۔ لوگوں کا قول "اَعَاجِيْبُ" لفظ أَعْجُوْبَةٌ کی جمع لگتا ہے۔ اس کی مثال اُحْدُوْثَةٌ اور اَحَادِيث کی ہے۔
عَجِبَ مِنْهُ: اسے اس پر تعجب ہوا یا وہ اس پر حیرت زدہ ہوا۔ اس کا باب طرب ہے۔
تَعَجَّبَ اور اسْتَعْجَبَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔
عَجَّبَ غَيْرَهُ: اس نے کسی اور کو تعجب میں ڈال دیا یعنی حیران کر دیا۔ اس کا مصدر تَعْجِيْبًا ہے۔
أُعْجِبَ بِنَفْسِهِ وبِرَأيِهِ: وہ اپنی ذات اور رائے پر مغرور ہوا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مُعْجَبٌ ہے۔ اس میں جیم مفتوح ہے۔ اس کا اسم العُجْبُ یعنی غرور اور تکبر ہے۔
العَجْبُ: (عین مفتوح) دُم کی جڑ۔ یہ لفظ العُجْوْبُ کا صیغہ واحد بھی ہے جس کا معنی ریت کا آخری حصہ ہے۔

ع ج ج—العَجُّ: شور و غوغا۔ چیخ و پکار۔
قَدْ عَجَّ يَعِجُّ: (عین مکسور) عَجِيْجًا: اس نے شور مچایا۔
عَجْعَجَ: اس نے یکے بعد دیگرے آواز نکالی۔
العَجَاجُ: (عین مفتوح) غبار اور گرد۔ اور دھواں بھی۔ اس کے لئے لفظ العَجَاجَة زیادہ مخصوص ہے۔
عَجَّتِ الرِّيْحُ: ہوا نے گرد و غبار اُڑایا۔
وأَعَجَّتْ اور ہوا یا آندھی اور تیز ہوگئی۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ ہوا نے دھواں اور گرد و غبار اُڑایا۔
يَوْمٌ مُعِجٌّ (عین مکسور) اور عَجَّاجٌ: (جیم مشدّد) آندھی والا دن۔
عَجَّجْتُ البَيْتَ دُخَانًا فَتَعَجَّجَ: میں نے دھوئیں سے گھر بھر دیا تو وہ بھر گیا۔
نَهْرٌ عَجَّاجٌ: دریائے پُرشور (جیم مشدّد)

اسی طرح آواز پیدا کرنے والی چیز مثلاً: کمان اور ہوا وغیرہ کی آواز۔

ع ج ر—المِعْجَرُ: (میم مکسور) ایسا کپڑا وغیرہ جس سے عورتیں اپنا سر باندھتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: اِعْتَجَرَتِ المَرْأَةُ: عورت نے اپنا سر باندھ لیا۔

الاِعْتِجَارُ: سر پر پگڑی لپیٹنا یا باندھنا بھی اس کا مطلب ہے۔

ع ج رف—فُلَانٌ يَتَعَجْرَف علٰى فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں شخص کے ساتھ اکھڑ پن سے پیش آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الازہری کا کہنا ہے کہ العَجْرَفَة کا معنیٰ گفتگو میں اکھڑ پن اور کام میں سستی اور کھر دراپن ظاہر کرنا۔

تَعَجْرَفَ فُلَانٌ عَلَيْنَا: فلاں آدمی ہمارے ساتھ اکھڑ پن سے پیش آیا۔

رَجُلٌ فِيْهِ تَعَجْرُفٌ: فلاں شخص میں تکبر اور اکھڑ پن ہے۔

ع ج ز—العَجُزُ: (جیم مضموم) کسی چیز کا پچھلا حصہ، مذکر اور مؤنث دونوں یکساں اس کی جمع اَعْجَازٌ ہے۔

العَجِيزَةُ: عورت کا سرین۔ عورت کے لئے مخصوص ہے۔

العَجْزُ: ضعف اور کمزوری۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَعْجَزًا: (جیم مفتوح اور مکسور) اور مَعْجِزَةٌ: (جیم مکسور) عاجز ہو جانا، قادر نہ ہونا، وغیرہ۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُلِثُّوْا بِدَارِ مَعْجَزَةٍ: ایسی جگہ رہائش نہ رکھو جہاں روزی کمانے سے عاجز رہو۔

عَجِزَتِ المَرْأَةُ: عورت بوڑھی ہو گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی طرح عَجَّزَتْ تَعْجِيزًا: اس نے عاجز کر دیا۔

عَجِزَتْ: وہ عاجز اور لاچار ہو گئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا مصدر عُجْزًا ہے بروزن قُفْلٌ.

عَظُمَتْ عَجِيزَتُهَا: اس عورت کے سرین بڑے ہو گئے۔

اِمْرَأَةٌ عَجْزَاء: بڑے سرینوں والی عورت۔ بروزن حَمْرَاء.

اَعْجَزَهُ الشَّيْءُ: اس کے ہاتھوں سے چیز چلی گئی۔

عَجَّزَهُ تَعْجِيزًا: اس نے اسے سخت عاجز کر دیا۔ یا اسے عاجز قرار دیا۔

المُعْجِزَةُ: معجزہ۔ اس کی جمع مُعْجِزَاتٌ ہے یعنی مُعْجِزَات الأنبياء عليهم السلام: انبیا علیہم السلام کے معجزات۔

العَجُوْزُ: بوڑھی عورت۔ اسے عَجُوْزَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔ اگرچہ عام لوگ ایسے کہتے ہیں۔ اس کی جمع عَجَائِزُ ہے اور عُجُزٌ ہے۔

اَيَّامُ العَجُوْزُ: عربوں کے ہاں سخت

سردیوں کے پانچ دن ہوتے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) صِنٌّ.

(۲) صِنَّبْرٌ اوران کے دوچھوٹے بھائی۔

(۳) وَبْرٌ.

(۴) مُطْفِیءُ الجَمْرِ اور

(۵) مُکفِیء الظَّعن.

ابوالغوث کا قول ہے: یہ سات دن ہوتے ہیں۔ بطور دلیل ابن احمد کا شعر سنایا:

کُسِعَ الشِّتَآءُ بِسَبْعَةٍ غُبْرٍ
اَيَّام شَهْلَتِنَا مِنَ الشَّهَرِ
فاذا انْقَضَتْ ايَّامُها ومَضَت
صِنٌّ وصَنَّبْرٌ مَعَ الوَبْرِ
وبآمِرٍ وأخِيْهِ مُؤتَمِرٍ
ومُعَلِّلٍ وبِمُطْفِیءِ الجَمْرِ
ذهب الشِّيْتَآءُ مُوَلِّيًا عَجِلاً
وَاَتَتْکَ وَاقِدَةٌ من النَجْرِ

میں کہتا ہوں کہ ان اشعار میں ان ایام کی ترتیب تو وہی ہے البتہ مطفئی الجَمْر چھٹا دن ہے اور مُکْفِئی الظعن ساتواں دن ہے۔ اس کی جگہ پہلے مُعَلِّلٌ کا ذکر ہوا ہے۔

اَعْجَازُ النَّخْلِ: درخت کی جڑیں۔

ع ج ف – العَجَفُ: کمزوری اور لاغری۔ دُبلا پن۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل اَعْجَفٌ ہے اور اس کی مؤنث عَجْفَاءُ ہے۔ عَجُفَ (جیم مضموم) اس کا ایک لہجہ ہے۔ اس کی جمع عِجَافٌ ہے۔ اس میں عین مکسور ہے اور یہ خلاف قیاس ہے۔ اس لئے کہ اَفْعَلَ اور فَعْلاء کے وزن پر اسم فِعَالٌ کے وزن پر جمع نہیں بنتے۔ لیکن لوگوں نے اسے سِمَان کے وزن پر جمع بنالیا ہے۔ عرب کبھی کبھی کسی چیز کو اس کی ضد پر مبنی بنا لیتے ہیں۔ اس کی مثال عَدُوَّة کی بھی ہے جو صَدِيْقَةٌ پر مبنی بنایا گیا ہے۔ اور فَعُوْلٌ کے وزن پر مبنی بنایا گیا بشرطیکہ فَعُوْل فاعل کے معنوں میں ہو۔ اشرہ آخر میں 'ہ' داخل نہیں ہوتی۔

اَعْجَفَهُ: اس نے اسے دبلا کر دیا۔

ع ج ل – العِجْلُ: بچھڑا اسی طرح العِجُوْل کا معنی بھی بچھڑا ہے۔ اس کی جمع العَجَاجِيْلُ ہے۔ اور اس کی مؤنث عِجْلَةٌ ہے۔

بَقَرَةٌ مُعْجِلٌ: بچھڑے والی گائے۔ (ذات العَجَلة میں عین اور جیم دونوں مفتوح ہیں)۔

العَجَلَةُ: چھکڑا یا گڈا جسے دو بیل کھینچتے ہیں۔ اس کی جمع عَجَلٌ ہے اور اَعْجَالٌ ہے۔

العَجَلُ اور العَجَلَةُ: عجلت۔ جلد بازی۔ یہ البُطءُ کی ضد ہے۔ قَدْ عَجِلَ اس نے جلدی کی۔ اس کا باب طرب ہے اور

عَجَلَةٌ بھی ہے۔رَجَلٌ عَجِلٌ وعَجُلٌ: (اس میں جیم مکسور اور مضموم ہے)وعَجُوْلٌ وعَجْلَانٌ: جلد باز مرد، پھرتیلا مرد۔

اِمْرَاۃٌ عَجْلَی: جلد باز عورت، یا پھرتیلی عورت۔

نِسوۃٌ عَجَالَی اور عِجَالٌ بھی۔جلد باز یا پھرتیلی عورتیں۔

العَاجِلُ اور العَاجِلَۃُ:فوری۔اس کی ضد الآجِلُ اور الآجِلَۃُ ہے جس کا معنی ہے وقت گزرنے پر۔

عَاجَلَہُ بِذَنْبِہٖ: اس نے اسے اس کے گناہ پر پکڑ لیا اور مہلت نہیں دی۔قول خداوندی ہے:اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ: کیا تم نے اللہ کے امر میں جلدی مچادی یعنی پہل کی۔تم کہتے ہو:اَعْجَلَہُ وعَجَّلَہُ تَعْجِیْلاً: اس نے اسے جلدی میں ڈال دیا۔یعنی اسے اُکسایا یا جلدی کرنے کو کہا۔

وتَعَجَّلَ مِنَ الکِرَاء کذا: اس نے کرائے یا مزدوری میں جلدی کی یا جلد بازی کی، یعنی پیشگی کرایہ لے لیا۔

عَجَّلَ لَہُ مِنَ الثمنَ کذا تَعْجِیْلا: یعنی اس نے قیمت پیشگی ادا کردی۔

اُسْتَعْجَلَہُ: اس نے اس سے اس کا چھکڑا یا گڈا مانگا۔

ع ج م—العَجَمُ: (عین اور جیم مفتوح) گٹھلی۔اور ہر وہ بیج جو کسی کھانے والی چیز مثلاً: انگور یا منقہ وغیرہ کے اندر ہو۔اس کا واحد کا صیغہ عَجَمَۃٌ ہے۔اس کی مثال قَصَبَۃ اور قَصَب ہے۔کہا جاتا ہے کہ لَیْسَ لِھٰذا الرُّمَّان عَجَمٌ: اس انار کے اندر تو ایک دانہ بھی نہیں ہے۔عام لوگ اسے عَجْمٌ (جیم ساکن) بولتے ہیں۔

اَلْعَجَمُ کا معنی غیر عرب بھی ہے۔اس کا واحد کا صیغہ عَجَمِیٌّ ہے اور العُجْمُ (عین مضموم) ہے یہ العُرْبُ کی ضد ہے۔فِیْ لِسَانِہٖ کا معنی ہوگا کہ اس کی زبان میں لکنت ہے۔

العَجْمَاءُ: درندگی و بہیمیت، حدیث شریف میں ہے:''جُرحُ العَجْمَاء جُبَارٌ:'' درندوں کے زخموں کا قصاص نہیں۔اس زخم کو عَجْمَاء اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ہر وہ شخص جو بالکل نہ بول سکے اسے أعجم کہا جاتا ہے یعنی گونگا۔اسے مُسْتَعْجِمٌ بھی کہتے ہیں۔الأعْجَمُ کا معنی وہ شخص بھی ہے جو اپنی بات وضاحت اور فصاحت نہ کر سکے۔اگر چہ وہ عربی النسل ہی کیوں نہ ہو۔ایسی عورت کو اَلعَجْمَاءُ کہیں گے۔الأعْجَمُ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کی زبان میں لکنت ہو اگر چہ اپنی عجمی زبان میں صاف بات کر سکتا ہو۔

رَجُلَانِ اَعْجَمَان: دو گونگے آدمی۔ دو عجمی آدمی۔

قَوْمٌ اَعْجَمُوْن: گونگے لوگ، انہیں اَعَاجِم بھی کہتے ہیں۔ اس کا معنی عجمی لوگ بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلٰى بَعْضِ الأَعْجَمِيْنَ: اگر ہم یہ (قرآن) کسی عجمی شخص پر نازل کرتے، پھر اس لفظ کو نسبت دے کر اَعْجَمِيّ بن گیا۔ چنانچہ لِسَانٌ اعجمی اور کِتَابٌ اَعْجَمِيٌّ کا معنی عجمی زبان اور عجمی کتاب ہوگا۔ انسان کے لئے رَجُلٌ اَعْجَمِيٌّ نہیں کہا جائے گا۔ اسے اپنی ذات کے ساتھ نسبت نہیں دی جاسکتی۔ سوائے اس کے کہ اَعْجَمٌ اور اَعْجَمِيٌّ کو ہم معنی قرار دیا جائے۔ اس کی مثال دَوَّارٌ اور دَوَّارِيٌّ ہے۔ اور جَمَلٌ قُعْسَرٌ اور قُعْسَرِيٌّ ہے جس کا معنی ہے مضبوط اور موٹا اونٹ۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کوئی ایسی ضرورت پیش آئے جسے ٹالا نہ جاسکے۔

صَلَاةُ النَّهَارِ عَجْمَاء: دن کی نمازیں عجماء ہوتی ہیں کیونکہ ان میں قراءت بلند آواز سے نہیں پڑھی جاتی۔

العَجْمُ: دانت سے کاٹنا۔

قَدْ عَجَمَ العُوْدَ: اس نے لکڑی کو دانت سے کاٹا اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس نے لکڑی کو اس لئے کاٹا تا کہ دیکھے لکڑی نرم ہے یا سخت۔

العَجْمُ: سیاہ نقطے ڈالنا مثلاً: تاء کے اوپر دو نقطے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَعْجَمَ الحَرْفَ: اس نے حرف پر نقطہ ڈالا۔ عَجَّمَهُ تَعْجِيْمًا کا بھی یہی معنی ہے۔ ان معنوں کے لئے عَجَمَهُ نہیں کہتے۔ انہیں معنوں میں حروف مُعْجَمٌ ہیں۔ یہ حروف مقطعہ ہیں جو کسی اسم کے تمام حروف میں سے اکثر حروف نقطوں والے ہوں۔ اور اس کا معنی ہے خط معجم کے حروف مثلاً: لوگوں کا یہ قول مسجد الجامع اور صلاۃ الأُولٰى: یعنی مَسْجِدُ الیومِ الجامعِ اور صلاۃ السَّاعة الأُولٰى: بعض لوگ المُعْجَم کو الاعجام کے معنوں میں مصدر سمجھتے ہیں مثلاً: المُخْرَج اور المُدْخَل یعنی ان حروف کا تقاضا ہے کہ ان کو معجم بنایا جائے۔

اَعْجَمَ الکتاب: بمعنی اس نے کتاب کے اعراب نہیں دیئے یہ اعراب کی ضد ہے۔

اِسْتَعْجَمَ عَلَیْهِ الکلامُ: اس کے لئے بات مبہم یعنی غیر واضح ہوگئی۔

ع ج ن — العَجِیْنُ: گندھا ہوا آٹا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اِعْتَجَنَ کا بھی یہی معنی ہے۔

عَجَنَ الرَّجُلُ کا معنی یہ بھی ہے کہ آدمی

بڑھاپے کے باعث زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔شاعر کا قول ہے:

فاصْبَحْتُ كُنْتِيًّا واَصْبَحْتُ عَاجِنًا
وَشَرُّ خِصَالِ المَرْءِ كُنْتٌ وعَاجِنُ

''میں عمر رسیدہ یعنی بوڑھا اور زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنے والا ہوگیا ہوں۔کسی انسان کی بدترین خصلتیں یہی دو ہیں کہ وہ بوڑھا ہو اور ٹیک لگا کر زمین سے اٹھتا ہو۔''

ع ج ا-العَجْوةُ: بہترین کھجور کی ایک قسم جو مدینہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ان کھجور کے درختوں کو لِيْنَةٌ کہتے ہیں۔

ع د د-عَدَّهُ: اس نے اس کا شمار کیا۔اس کا باب ردّ ہے اور اس کا اسم العَـدد اور العَـدِيْدُ ہے۔کہا جاتا ہے کہ:''هُمْ عَدِيـد الحَـصَى'' یعنی گنتی یا شمار کے عدد ہیں۔

عَدَّهُ فاعْتَـدّ: اس نے اسے گنا تو وہ گنا گیا۔

اعْتَدَّ به کا بھی یہی معنی اور مفہوم ہے۔

الأيّامُ المعدُودات: گنے چنے دن۔اس سے مراد ایام تشریق ہیں۔

اَعَـدَّه لأمر كذا: اس نے فلاں کے حق میں تیار کیا۔

الاسْتِعْدَاد للأمر: کسی کام کی تیاری۔

عِدَّةُ المرأةِ: عورت کی عدّت کے دن۔

اعْـتَدَّتْ: اس عورت نے عدّت کے دن پورے کر لئے۔

اَنْـفَـذَ عِدَّةَ كُتُبٍ: اس نے کچھ کتابیں بھیجیں۔

العُـدَّةُ: (عین مضموم) تیاری۔سازو سامان۔کہا جاتا ہے۔كُـونُـوا عـلى عُدَّةٍ اپنا سازو سامان درست کرلو، نیز مَا اعـدَدْتَهُ لحـوادث الـدهـر من المـال والسلاح: تم نے زمانے کے حوادث کے مقابلے کیلئے مالی اور دفاعی کیا تیاری کی ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ یہ لفظ خداوندی میں ہے:''جَـمَـعَ مَـالا وَعَـدَّدَهُ'': اس نے مال جمع کیا اور اس کو گنتا رہا۔کہا جاتا ہے کہ جَـعَـلَهُ ذامالٍ: اس نے اسے مال دار بنا دیا۔

مُـعَـدّ: معد بن عدنان، عربوں کا مورث اعلیٰ۔

تَمَعْـدَدَ الـرَّجُلُ تَـزَيًّا بِزِيِّهِمْ: آدمی وضع قطع میں پوری طرح ان جیسا ہوگیا یا انتسب اِلَيْهم: ان کی طرف منسوب ہوا یا ان کی طرز زندگی اختیار کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''اخْشَوْشنُوا وتَمَـعْـدَدُوا:'' سخت جان بنو اور بھرپور تیاری کرو۔ابوعبید کا قول ہے کہ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ایک یہ کہ اس سے مراد جسمانی کھردرا پن اور سخت جانی ہے۔لڑکے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

جب وہ جوان ہوجائے اور سخت جان ہو جائے تو گویا وہ بھرپور تیار ہوگیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تشبیہ ہے یعنی معدّ کی طرز زندگی کی مشابہت پیدا کرلو۔ کیونکہ وہ زندگی کے معاملات میں سخت جان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مراد یہ کہ تم انہیں جیسے بن جاؤ۔ اور عیش و عشرت و آرام طلبی کی زندگی چھوڑ دو، نیز عجمیوں کی وضع قطع کو ترک کردو۔ اسی طرح ان کی ایک اور حدیث ہے: **عليكم باللّبسة المَعْدِيّة**: تمہیں معدی لباس اور وضع قطع اپنانا چاہئے۔

عَادَتُهُ اللّسعَةُ: اسے ڈس کا وقت آن پہنچا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: **مَا زَالَتْ اُكْلَةُ خَيْبَرَ تُعَادُنِي فهذا اَوَانُ قَطَعَتْ اَبْهرِيْ**: خیبر میں، میں نے جو زہر کا لقمہ کھایا تھا وہ اپنا اثر بار بار دکھاتا رہا اور اب تو اس زہر سے میرے دل کی رگ کٹ گئی۔

فلانٌ في عِدَادِ اَهْلِ الخير: عداد کا عین مکسور۔ یعنی وہ اہل خیر میں شمار ہوتا ہے۔

ع د س - **العَدَس**: مسور کی دال۔

ع د ل - **العَدْل**: انصاف۔ **الجَوْرُ** بمعنی ظلم کی ضد، کہا جاتا ہے۔

عَدَلَ عَلَيْهِ في القَضِيَّةِ: اس نے مقدمہ میں اس کے ساتھ انصاف کیا۔ اس کا باب **ضَرَبَ** ہے۔ اس کا اسم فاعل **عَادِلٌ** ہے۔

بَسَطَ الوَالِيُ عَدْلَهُ و مَعْدِلَتَهُ: (دال مکسور و مفتوح) والی یا حاکم نے اپنا انصاف پھیلا دیا یعنی عام کردیا۔

فُلانٌ مِنْ اَهْلِ المَعْدَلَة: فلاں شخص انصاف والا ہے۔

المعدلة: میں دال مفتوح ہے اور مکسور بھی۔

رَجُلٌ عَدْلٌ: گواہی میں سچا اور قابل اعتماد شخص۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

قَوْمٌ عَدْلٌ اور **عُدُوْلٌ**: (جو عدل کی جمع ہے) انصاف پسند قوم یا لوگ۔

قَدْ عَدُلَ الرَّجُلُ: آدمی گواہی کے قابل ہوگیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ الاخفش نے کہا کہ **العِدْلُ** (عین مکسور) کا معنیٰ مثل ہے۔ اور **العَدْل**: (عین مفتوح) دراصل مصدر ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ **عَدَلْتُ**: (عین مکسور) کا معنیٰ مثل ہے، چنانچہ کہیں گے: **عِنْدِيْ عِدْلُ بِهٰذا عَدْلًا حَسَنًا**: میں نے اس شخص کے ساتھ اچھا انصاف کیا۔ اور مثل کے لئے اسے اسم بنائیں گے تا کہ **عَدَل** اور **عِدل** میں فرق کیا جاسکے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ **العَدْلُ** (عین مفتوح) کا معنی ہے وہ چیز جو غیر جنس چیز

کے برابر ہو۔ اور **العَدْلُ غُلَامِکَ وَعِدْلُ شَاتِکَ**: میرے تیرے غلام جیسا غلام اور تیری بکری جیسی بکری ہے۔ جبکہ ایک غلام دوسرے غلام جیسا نہیں ہوتا اور بکری دوسری بکری جیسی ہوتی ہے۔ اگر تمہاری مراد ان میں قیمت کا موازنہ اور مقابلہ ہو تو عدل کو عین مفتوح پڑھیں گے۔ ممکن ہے بعض اسے مکسور العین بھی کہتے ہوں۔ لیکن یہ غلط لگتا ہے۔ اخفش نے مزید کہا کہ لوگوں نے اس کی جمع کا صیغہ **الاَعْدَال** بنایا ہے۔ جس کا واحد **عِدْل** (عین مکسور) ہے۔

العَدِیْلُ: ہم وزن **عَدَل عَنِ الطَّرِیْقِ**: وہ راستے سے ہٹ گیا۔ یعنی اس نے ظلم کیا۔ اس کا باب **جَلَسَ** ہے۔ **اِنْعَدَل عَنْهُ** کا معنی بھی یہی ہے۔ **عَادَلْتُ بینَ الشَّیْئَیْنِ**: میں نے دو چیزوں میں برابری کی۔ **عَدَلْتُ فُلَانًا بِفُلَانٍ**: میں نے فلاں شخص کا فلاں شخص کے ساتھ معادلہ کیا۔ یعنی ان کو برابر قرار دیا۔ اس کا باب **ضَرَبَ** ہے۔

تَعْدِیْلُ الشَّیْءِ: کسی چیز کو سیدھا کرنا۔ کہا جاتا ہے: **عَدَّلَهُ تَعْدِیْلاً فَاعْتَدَلَ**: اس نے اسے سیدھا کیا تو وہ سیدھا ہو گیا۔ **کُلُّ مُثَقَّفٍ مَعَدَّلٌ**: ہر مہذب انسان راست باز ہوتا ہے۔

تَعْدِیْلُ الشُّهُوْدِ: گواہوں کو عادل قرار دینا۔

لا یُقْبَلُ مِنْهَا صَرْفٌ وَلَاعَدْلٌ: اس سے نہ تو توبہ اور نہ ہی فدیہ قبول کیا جائے گا۔ یہی الفاظ قول خداوندی میں ہیں: **وَاِنْ تَعْدِلْ کُلَّ عَدْلٍ لَا یُؤْخَذْ منها**: اگر وہ روئے زمین کی ہر چیز فدیہ میں دے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ دوسرا قول خداوندی ہے: **اَوْعَدْلُ ذٰلِکَ صِیَامًا**: یا اس کے برابر روزے رکھے۔

العَادِل: مشرک جو اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو برابر سمجھتا ہے۔ یہی الفاظ حجاج بن یوسف سے ایک بڑھیا نے کہے تھے: **اِنَّکَ لَقَاسِطٌ عَادل**: یعنی تو مشرک اور حق سے تجاوز کرنے والا ہے۔

ع د م – عَدِمْتُ الشَّیْءَ: میں نے چیز گم کر دی۔ اس کا باب **طَرِبَ** ہے۔ اور خلاف قیاس ہے۔

العَدَمُ کا معنی فقر اور ناداری بھی ہے۔ اسی طرح **العُدْم** بروزن **القُفْلُ** کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی مثال **الجُحْدُ** اور **الجَحَدُ**، **الصُّلْبُ** اور **الصَّلَبُ**، **الرُّشْدُ** اور **الرَّشَدُ**: اور **الحُزْنُ** اور **الحَزَنُ** ہے۔

اَعْدَمَهُ اللّٰه: خدا اسے نیست و نابود کر دے۔ **اَعْدَمَ الرَّجُلُ**: آدمی نادار ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل **مُعْدِمٌ** اور **عَدِیْمٌ**

ہے۔
الْعَنْدَمُ: دم الأخوین۔ ایک قسم کی لکڑی جو رنگنے کے کام آتی ہے۔
ع د ن—عَدَنْتُ بِالْبَلَدِ: میں نے شہریت اختیار کر لی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
عَدَنَتِ الْاِبِلُ بِمَكَانٍ: اونٹ نے کسی جگہ کو اپنا ٹھکانہ بنا لیا اور وہاں سے ہلتا نہیں ہے۔
جَنَّاتُ عَدْنٍ: رہائش کے باغات۔ اسی سے لفظ مَعْدِنٌ مشتق ہے۔ جس میں دال مکسور ہے کیونکہ لوگ گرمیوں سردیوں میں وہاں رہائش پذیر رہتے ہیں۔ ہر چیز کے مرکز کو اس کا معْدِنٌ کہا جاتا ہے۔ عَدَنٌ: ایک شہر کا نام۔
ع د ا—الْعَدُوُّ: دشمن۔ دوست (ولی) کی ضد۔ اس کی جمع الْأَعْدَاءُ ہے۔ کہا جاتا ہے عَدُوٌّ: عداوت اور معاداۃ کرنے والا۔ یعنی دشمنی کرنے والا۔ اس کا مؤنث کا صیغہ بغیر 'ہ' تانیث کے ہوتا ہے مثلاً: رَجُلٌ صَبُوْرٌ، اِمْرَأَةٌ صَبُوْرٌ: صابر مرد اور صابر عورت۔ سوائے ایک کلمہ کے جو شاذ اور نادر ہے اور یہ کلمہ عَدُوَّةُ اللهِ ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ اس لفظ میں صرف 'ہ' محض صدیقۃ کے ساتھ مشابہت کے لئے داخل کیا گیا ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی کسی اسم کو اس کی ضد پر مبنی بنایا جاتا ہے۔

الْعِدَاءُ: (عین مکسور) دشمن بصیغہ جمع۔ اس جمع کی دوسری مثال نہیں ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے: قَوْمٌ عُدًا: (عین مضموم اور مکسور) دشمن لوگ۔ ثعلب کا قول ہے کہ کہا جاتا ہے: قَوْمٌ اَعْدَاءٌ وعِدًا (عین مکسور) اگر اس پر 'ہ' کا اضافہ کریں تو پھر یہ عُدَاةٌ (عین مضموم) ہو جائے گا۔
الْعَادِي: دشمن۔ تَعَادَى الْقَوْمُ: قوم آپس میں ایک دوسرے کی دشمن ہوگئی۔
الْعَدَاءُ: (عین مفتوح اور الف ممدود) ظلم کرنے میں حد سے گزرنا۔ کہا جاتا ہے: عَدَا عَلَيْهِ: اس نے اس پر سخت ظلم کیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔
عَدَاءً: (الف ممدود) اور عَدْوًا: بھی ازراہِ عداوت و دشمنی۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ! تو وہ لوگ بغیر علم کے ازراہِ دشمنی و عداوت اللہ کو گالیاں دیں گے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اسے عَدْوًا کی بجائے عُدُوًّا پڑھا ہے۔ اس کی مثال سُمُوٌّ ہے۔
عَدَا: فعل استثناء اس سے پہلے کہیں 'ما' لگتا ہے اور کہیں نہیں لگتا مثلاً: جَآءَنِي الْقَوْمُ عَدَا زَيْدًا ومَا عَدَا زَيْدًا: اس کے بعد کا اسم منصوب ہوتا ہے۔

عَدَاهُ يَعْدُوْهُ عَدْوًا: اس نے دوڑ میں اسے پیچھے چھوڑ دیا یا آگے بڑھ گیا۔

التَّعَدِّي: کسی چیز کا دوسرے کی طرف بڑھ جانا۔ کہا جاتا ہے۔ عَدَّاهُ تَعْدِيَةً فَتَعَدَّى: وہ اس سے آگے نکل گیا۔ اس نے اسے آگے بڑھایا تو وہ آگے بڑھ گیا۔

عَدِّ عَنْ مَا تَرَى: جو کچھ تم دیکھتے ہو اس سے نظر چرالو یعنی صرف نظر کرو۔

العُدْوَانُ: صریح ظلم۔

قَدْ عَدَا عَلَيْهِ عَدْوًا وعُدُوًّا واعْتَدَى عليه و تَعَدَّى عليه: سب کا ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ کہ اس نے اس پر ظلم کیا۔

عَوَادِي الدَّهْرِ: زمانے کی رکاوٹیں اور مشکلات۔

العُدْوَةُ: (عین مضموم ومکسور) وادی کا کنارا اور سمت۔ قول خداوندی ہے: فَهُمْ بِالعُدْوَةِ القُصْوَى: اور وہ قریبی کنارے پر تھے۔ ابوعمرو کا قول ہے کہ یہ بلند جگہ ہے۔ العَدْوَى: کسی حاکم سے تمہاری یہ درخواست کہ وہ تمہیں تم پر ظلم کرنے والے سے بدلہ لینے دے۔ کہا جاتا ہے کہ: اسْتَعْدَيْتُ الأَمِيرَ عَلَى فُلان: میں نے فلاں شخص سے بدلہ لینے کے لئے امیر سے استدعا کی تو اس نے مجھے بدلہ دلوایا۔ اس کا اسم العَدْوَى ہے جس کا معنی مدد ہے۔

العَدْوى: چھوت کی بیماری کو بھی کہتے ہیں مثلاً: خارش وغیرہ۔ جو ایک شخص سے دوسروں کو لگ جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اَعْدَى فُلانٌ فُلانًا مِنْ خُلُقِهِ اَوْ مِنْ عِلَّةٍ بِهِ اَوْ مِنْ جَرْبٍ: یعنی فلاں سے فلاں آدمی کو اس کے خلق واخلاق، یا بیماری یا خارش کی بیماری لگ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: لَا عَدْوَى: کوئی بیماری ایک کو دوسرے سے نہیں لگتی۔

العَدْوُ: دوڑنا۔ تمہارا یہ کہنا کہ عَدَا يَعْدُو عَدْوًا. اَعْدَى فَرَسَهُ: اس نے اپنا گھوڑا دوڑایا۔ اَعْدَى فِي مَنْطِقِهِ: اس نے اپنی گفتگو یا بات کرنے میں ظلم کیا۔

رَفَعْتُ عَنْكَ عَادِيَةَ فُلانٍ: میں نے تم سے فلاں شخص کے شر کو دور کر دیا۔

ع ذ ب — العَذْبُ: میٹھا پانی۔ اس کا باب سھل ہے۔

ع ذ ر — اعْتَذَرَ من الذَّنْبِ: اس نے گناہ سے معذرت کی۔ اعْتَذَرَ کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ معذور ہو گیا۔ یا اسے کوئی عذر پیش آیا۔

الاعْتِذَارُ کا معنی الاقتصاص بھی ہے یعنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔

العُذْرَةُ بروزن العُسْرَةُ: کنوار پن، بکارت۔

الْعَذْرَاءُ: (الف ممدود) کنواری عورت۔ اس کی جمع الْعِــذَارِیٰ ہے اس میں عین مفتوح اور مکسور ہے۔
الْعَذْرَاوَتُ: اس کی تفصیل الصَّحْرَاۤ کے تحت گزر چکی ہے۔
فُلَانٌ اَبُوْ عُذْرِهَا: وہ شخص اس کا ذمہ دار ہے۔
الْعَــذِرَةُ: گھر کا صحن۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ کوڑا کرکٹ اور غلاظت کو صحنوں میں ڈالا یا پھینکا جاتا تھا۔
عَـذَرَهُ فِی فِعْلِهٖ: اس نے اسے اس کے اس کام میں معذور سمجھا۔ اس کا مضارع يَعْــذِرُ ہے یعنی ذال مکسور ہے۔ اور اس کا مصدر عُــذْرًا ہے۔ اور اسم الْمَـعْـذِرَةُ بروزن الْمَغْفِرَةُ ہے۔
الْعُذْرٰی بروزن الْبُشْرٰی اور الْعِذْرَة بروزن الْعِبْرَةُ دونوں کا یہی معنی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے اس قول خداوندی کے بارے میں کہا ہے: وَلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِيْرَه: اگرچہ وہ اپنے دفاع میں جھگڑا کرے۔
عِــذَارُ الــدَّابَةِ: چوپائے کے نرم بال یا روئیں اس کی جمع عُــذُرٌ (عین اور ذال مضموم ہے۔
عِذَارُ الرَّجُلِ: مرد کے رخساروں پر اُگنے والے بال۔ چنانچہ گمراہی میں دھنسے ہوئے انسانوں کو کہا جاتا ہے: خَـلَـعَ عِـذَارَهُ: یعنی اس نے شرم وحیا کو خیر باد کہہ دیا ہے۔
عَـذَرَ الـرَّجُلُ: آدمی عیوب میں دھنس گیا۔ اس کا باب ضرب اور نصــر ہے۔ اَعْذَرَ کا بھی یہی معنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَنْ يَـهْـلِکَ النَّـاسُ حَتّٰی يُـعْـذِرُوا مِنْ اَنْفُسِهِم: تب تک لوگ ہلاک وتباہ اور برباد نہ ہوں گے جب تک گناہوں اور عیوب کی کثرت نہ ہو جائے۔ ابو عبید کا قول ہے: میں حدیث میں مذکور لفظ کو صرف عذر سے مشتق سمجھتا ہوں۔ یعنی جب تک لوگ سزا کے مستوجب نہ قرار پائیں۔ پھر جنہیں وہ عذاب دے گا، ان کے لئے عذر ہوگا۔ اَعْذَرَ کا معنی بھی عذر والا ہونا ہے۔ مثل مشہور ہے: اَعْـذَرَ مَن اَنْــذَرَ: جس نے ڈرایا وہ صاحب عذر ہوگیا۔ یعنی جس نے برائیوں کے انجام سے لوگوں کو ڈرایا وہ خدا کے ہاں صاحب عذر ہوگیا۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اَعْـذَرَهُ کا معنی عَـذَرَهُ یعنی اس نے اسے معذور جانا۔
تَعَـذَّرَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ: اس پر معاملہ دشوار ہوگیا۔ تَعَذَّرٌ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے معذرت کی اور اپنے دفاع میں حجت اور دلیل پیش کی۔
جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ: میں الْمُعَــذِرُوْن کو ذال مشدد اور مخفف

دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا الْمُعَذِّرُ (ذال مشدّد) بمعنی عذر خواہ یا معذرت خواہ ہوسکتا ہے سچا ہو اور ہوسکتا ہے کہ جھوٹا ہو۔ سچا ہو تو ان معنوں میں اس لفظ کا معنی الْمُعْتَذِرُ یعنی معذرت خواہ ہوگا کیونکہ اس کا عذر معقول ہوگا۔ کیونکہ تاء ذال میں بدل گئی اور پہلے سے موجود ذال میں اس کا ادغام ہوگیا۔ اور اس کی حرکت عین پر منتقل ہوگئی اور یوں یہ لفظ الْمُعَذِّرُوْن بن گیا۔ جس طرح یَخَصِّمُوْن پڑھا گیا ہے۔ جس میں خاء مفتوح ہے۔ البتہ جو سچا نہ ہو یعنی جس کا عذر معقول نہ ہو تو اس صورت میں اسے الْمُعَذِّرُ بروزن الْمُفَعِّلُ سمجھا جائے گا کیونکہ اس کا عذر معقول نہ ہوگا اور وہ بغیر عذر کے معذرت خواہی یا بالفاظ بہانہ سازی کر رہا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْن: ذال کی تشدید کے بغیر پڑھا ہے جو اَعْذَرَ فعل سے مشتق ہے۔ یعنی عذر بنانے والے۔ انہوں نے فرمایا کہ قسم بخدا! یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُعَذِّرِيْنَ یعنی خدا عذر بنانے والے پر لعنت کرے۔ گویا ان کے نزدیک الْمُعَذِّرُ (ذال مشدّد) بغیر معقول عذر کے عذر یا بہانہ یا حسد کرنے والے ہیں اور الْمُعْذِرُ (ذال غیر مشدّد) معقول عذر والا شخص ہے۔

ع ذ ق - العَذْقُ: (عین مفتوح) کھجور کا درخت پھل سمیت ہے۔ اور العِذْقُ (عین مکسور) کا معنی ذہانت ہے۔

ع ذ ل - العَذْلُ: ملامت ولعن طعن۔

قَدْ عَذَلَه: اس نے اسے ملامت کی۔ اس کا باب نصر ہے اور اس کا اسم العَذَلُ ہے یعنی عین اور ذال دونوں مفتوح ہیں کہا جاتا ہے کہ عَذَلَهٗ فاعْتَذَل اس نے اپنے نفس کو ملامت کی اور عتاب کیا۔

رَجُلٌ عُذَلَةٌ: بروزن هُمَزَةٌ: لوگوں کو بہت زیادہ ملامت کرنے والا ہنسی مذاق کرنے والے شخص کی طرح۔ العَاذِلُ: وہ رگ جس سے استحاضہ کا خون جاری ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذلک العَاذِلُ يَغْذُوْ: اس رگ سے خون بہتا رہتا ہے۔

ع ذ ا - العِذْیُ: (عین مکسور اور ذال ساکن) بارانی زمین۔

ع ر ب - العَرَبُ: لوگوں کی ایک قوم۔ اس قوم کا منسوب شخص عَرَبِیٌ: یہ شہری لوگ ہیں۔ اس کے برعکس الأعراب یعنی اعرابی بادیہ میں رہتے ہیں۔ ان سے منسوب شخص اعرابی کہلائے گا۔

الاَعْرَابُ: عرب لوگوں کے جمع کا صیغہ

نہیں ہے بلکہ یہ اسم جنس ہے۔ ان میں سے خالص عربوں کو العَرَبُ العارِبَةُ کہتے ہیں۔ دوسرا لفظ تاکید لفظی ہے جس کی مثال لَيلٌ لائلٌ ہے۔ شاید انہیں العَرَبُ العَرْبَاء بھی کہا گیا ہے۔

تَعَرَّبَ: وہ عربوں کے مشابہ ہو گیا۔

العَرَبُ المُسْتَعْرِبَةُ: (راء مکسور) جو خالص عرب نہیں ہیں۔ اسی طرح مُتَعَرِّبَةُ ہیں جس میں راء مکسور اور مشدد ہے۔

العَرَبِيَّةُ: عربی زبان۔

العَرَبُ و العُرُبُ: واحد کا صیغہ ہے جس طرح العَجَم اور العُجْم ہے۔

الاِبِلُ العِرَابُ: (عین مکسور) بختی اونٹوں کے علاوہ دوسرے اونٹ۔

الخَيْلُ العِرَابُ: البراذین گھوڑوں کے علاوہ دوسرے گھوڑے۔

اَعْرَبَ بِحُجَّتِهٖ: اس نے دلیل دے کر اپنی بات واضح کی۔ اور کسی سے نہیں ڈرا۔ حدیث شریف میں ہے: الثَّيِّبُ تُعْرِبُ عَنْ نَفْسِهَا: شوہر دیدہ عورت اپنے ضمیر یا مرضی کا برملا اظہار کر سکتی ہے۔ عَرَّبَ عَلَيْهِ تَعْرِيْبًا: اس نے اسے برا بھلا کہا۔ حدیث شریف میں ہے: عَرِّبُوْا عَلَيْهِ: یعنی اس کا انکار میں جواب دو۔ العَرُوْبُ بروزن العَرُوْسُ: خاوند کی چہیتی بیوی۔ اس کی جمع عُرُبٌ (عین اور راء مضموم) ہے۔

ع ر ب د - العَرْبَدَةُ: بداخلاقی۔ رَجُلٌ مُعَرْبِدٌ: بدخلق شخص۔ اس میں باء مکسور ہے۔ ایسا شخص جو نشے کی حالت میں اپنے ساتھی کو اذیت دیتا ہے۔

ع ر ب ن - العُرْبُوْنُ: بروزن العُرْجُوْنُ اور العَرَبُوْنُ (عین اور راء دونوں مفتوح) اور العُرْبَانُ بروزن القُرْبَانُ: زر بیعانہ۔ پیشگی رقم۔ عام لوگ اسے اَرْبُوْنُ کہتے ہیں۔

عَرْبَنَهٗ: اس نے اسے پیشگی دے دی۔ یا زر بیعانہ دیا۔

ع ر ج - عَرَجَ فِي السُّلَّمِ: وہ سیڑھی پر چڑھا۔ عَرَجَ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس کے پاؤں میں کوئی تکلیف ہوگئی اور وہ لنگڑا کر چلا۔ ان دونوں کا باب دَخَلَ ہے۔ اور اگر یہ تکلیف فطری یعنی پیدائشی ہو تو اس کا باب طَرِبَ ہوگا۔ اور اسم فاعل اَعْرَجُ یعنی لنگڑا ہوگا۔ اس کی جمع عُرْجٌ اور عُرْجَانٌ ہے۔ اَعْرَجَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے لنگڑا کردے۔ اس کی جگہ مَا اَعْرَجَهٗ نہیں کہیں گے۔ کیونکہ رنگ اور جسمانی عیب کے لئے تعجب کا صیغہ مَا اَفْعَلَهٗ کے وزن پر نہیں آتا۔ اس کے ساتھ اَشَدُّ وغیرہ کا اضافی لفظ لگانا ضروری ہوتا ہے۔

العَرَجَانُ: (عین اور راء دونوں مفتوح)

لنگڑے کی چال۔

التَّعْـرِيْجُ علَى الشَّىءِ: کسی چیز پر اقامت پذیر رہنا یا ٹھہرا رہنا۔ کہا جاتا ہے عَرَجَ فُلان عَلَى الْمَنْزِلِ تَعْرِيْجًا: فلاں شخص نے اس جگہ اپنی سواری روک لی اور اقامت گزین ہوا۔ یہی معنی التَعَرُّجُ کا ہے۔ تم کہتے ہو: مَـالِيَ عليه عُـرْجَـةٌ بروزن جـرعةٌ۔ یہ لفظ عُـرْجَةٌ بروزن رَجْعَـةٌ نہیں ہے، اور نہ ہی یہ لفظ تَعْرِيْجٌ ہے اور نہ ہی تَعَرُّجٌ: اس کا معنی ہے۔ میرا وہاں قیام نہیں ہے۔

انْعَرَجَ الشَّيْءُ: چیز مڑ گئی۔

مُنْعَرَجُ الوادی: وادی کا موڑ۔ اس میں راء مفتوح ہے۔

مُنْعَطَفُـهُ: اس کا منعطف یعنی دایاں اور بایاں۔ المِعْرَاجُ: سیڑھی۔ اسی سے لیلة المعراج ماخوذ ہے۔ اس کی جمع مَعَارِجُ ہے اور مَعَارِيْجُ ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ: تم چاہو تو اسے مِعْرَجٌ اور مَعْرَجُ دونوں طرح کہہ سکتے ہو۔ اس کی مثال مِرْقَاةٌ اور مَـرْقَـاةٌ ہے یعنی میم کو مکسور کر دیا مفتوح دونوں طرح جائز ہے۔ المَعَارِجُ کا معنی سیڑھیاں۔

ع ر ج ن – العُرْجُوْن: کھجور کے خوشے کی جڑ جو ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ اس سے کھجور کے خوشے اتار لئے جاتے ہیں اور جڑ کی لکڑی خشک ہو کر باقی رہ جاتی ہے۔

ع ر ر – فُلَانٌ عُرَّةٌ: (عین مضموم اور راء مشدّد) وعَارُوْرٌ اور عَارُوْرَةٌ بمعنی غلیظ اور گندہ یا میلا کچیلا۔ فلاں آدمی غلیظ ہے۔

هُوَ يَعُرُّ قَوْمَهُ: وہ قوم کو گندہ کرتا ہے۔ اس کا باب ردّ ہے۔ یعنی وہ اپنی قوم پر کوئی مصیبت لے آتا ہے اور پوری قوم کو اس میں ملوّث کر دیتا ہے۔

المَعَرَّةُ بروزن المَبَرَّةُ: گناہ۔ العَرَارُ: (عین مفتوح) خشکی کا مسالے کا پودا۔ یہ ایک خوشبودار پودا ہوتا ہے۔ اس کا واحد کا صیغہ عرارةٌ ہے۔

العَـرِيْرُ بروزن الحَدِيْدُ: اجنبی۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

المُعْتَرُّ: سفید پوش۔ وہ شخص جو مانگنے پر تو مجبور ہو جاتا ہے لیکن مانگتا نہیں ہے۔

ع ر س – العَرُوْسُ: دُلہن دُلہا۔ یہ صفت/نعت ہے۔ اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ جب تک وہ اپنی عُروسی حالت میں ہوں۔ کہا جاتا ہے رَجُـلٌ عَرُوسٌ: دولہا اور رِجَـالٌ عُـرُسٌ: دولہے۔ اس میں عین اور راء دونوں مضموم ہیں۔ اِمْـرَأَةٌ عَـرُوسٌ: دلہن اور نِسَـآءٌ عَـرَائِـسُ: دلہنیں۔

العِرسُ: (عین مکسور) مرد کی عورت/بیوی۔ اس کی جمع اَعْـرَاسٌ ہے۔ شاید مرد اور

عورت دونوں کو عِرْسَیْنِ کہتے ہیں۔
اِبْنُ عِرْس: نیولا۔اس کی جمع بَنَاتُ عِرس ہے۔اسی طرح ابن آوی بمعنی گیدڑ۔
ابْنُ مَخَّاضٍ: اونٹنی کا مکمل ایک سال کا بچہ جو دوسرے سال میں ہو۔
ابْن لَبُوْن: اونٹنی کا دوسال کا بچہ جو تیسرے سال میں ہو۔
اِبْنُ ماء: خالص عربی النسل انسان۔اس کی جمع بھی ابن سے بنات لگا کر بنات آوی: بنات مخاض، بنات لَبُوْن اور بنات مـاء ہے۔الاخفش نے حکایت بیان کی کہ بنات عِرس، بنو عِرْس، بنات نعش اور بنو نعش بھی جمع کی صورتیں ہیں۔
العُرْسُ بروزن القُفْلُ: ولیمہ کا کھانا۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں مستعمل ہے۔اس کی جمع اَعْرَاسٌ ہے۔ اور عُرُسَاتٌ ہے۔جس میں راء مضموم ہے۔
قَدْ اَعْرَسَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے ولیمہ کیا۔
اَعْرَسَ بِاَهْلِهٖ: اس نے اپنی بیوی کے ساتھ مضاربت کی۔ ان معنوں میں عَرَّسَ نہیں کہنا چاہئے اگر چہ عام لوگ ایسا کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب کتاب کا مضاربت کے لئے بنَی بِهَا کا لفظ کہنا بھی عام لوگوں کا کہنا ہے جو غلط ہے۔اس کا ذکر صاحب کتاب نے بذیل مادہ 'ب ن ی' میں بیان کیا ہے۔
التَّعْرِیْسُ: قوم کا رات کے آخری حصے میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالنا اور آرام کرنا۔ پھر آرام کرنے کے بعد سفر پر روانہ ہونا۔
اَعْرَسُوْا ان معنوں میں ایک مختصر یا چھوٹا سا لہجہ ہے۔ جائے عرس یعنی ولیمہ کی جگہ کو مُعَرَّس (راء مشدد) کہتے ہیں۔اور اسے مُعْرَسٌ (راء غیر مشدد) بھی کہتے ہیں جو بروزن مُخْرَجٌ ہے۔
العِرِّیْسُ والعِرِّیْسَةُ: (راء دونوں میں مکسور) کا معنی شیر کی کچھار ہے۔
ع ر ش — العَرْشُ: تختِ شاہی۔
عَرْشُ البَیْتِ: گھر کی چھت۔لوگوں کا قول ثُلَّ عَرْشُهٗ (فعل مجہول) اس کا معاملہ کمزور ہوگیا اور اس کی عزت جاتی رہی۔
عَرَشَ: اس نے لکڑی کا گھر بنایا یا چھپر بنایا۔اس کا باب ضَرَبَ اور نصر ہے۔
کُرُومٌ مَعْرُوشَاتٌ: چھجوں پر چڑھی ہوئی انگور کی بیلیں۔
العَرِیْشُ الکَرْمِ: انگور کی بیل کا چھجہ۔ اس کا معنی لکڑی اور گھاس کا خیمہ بھی ہے۔ اس کی جمع عُرُشٌ ہے۔اس میں 'ع' اور

'ر' دونوں مضموم ہیں۔ اس کی مثال قَلِیْبٌ اور قُلُبٌ ہے۔ اسی نسبت سے مکہ کے گھروں کو العُرُش کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ گھر لکڑیاں گاڑھ کر ان پر سایہ کے لئے گھاس وغیرہ کی چھت ڈالی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰه وفُلَانٌ كَافِرٌ بالعُرُشِ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزر اوقات کر رہے تھے جب فلاں کافر عُرُش قسم کے مکانوں میں رہائش پذیر تھا۔ جس نے عُرُشٌ کے بدلے عُرُوْشٌ کہا تو اس کا واحد کا صیغہ عَرْشٌ ہے جس کی مثال فَلْسٌ اور فُلُوْسٌ ہے۔ اسی کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے: اِنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللّٰه عنهما كان يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ اذا نَظَرَ الى عُرُوْشِ مكة: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر جب مکہ کے مکانوں کی چھتوں پر پڑتی تو وہ تلبیہ کہنا بند کر دیتے تھے۔

عَرَّشَ الْكَرْم بالعُرُوْشِ تَعْرِيْشًا: اس نے انگور کی بیل کو چھپروں پر چڑھایا۔

اِعْتَرَشَ العِنَبُ اذا عَلا عَلَى العِراشِ: انگور کی بیل چھپروں پر پھیل گئی جب وہ چھت تک بلند ہوئی۔

ع ر ص — العَرْصَةُ: بروزن الضَّرْبَةُ: مکانوں کے درمیان ایسا وسیع میدان جہاں کوئی گھر نہ بنا ہو۔ اس کی جمع العِرَاص ہے اور العَرَصَاتُ ہے۔

ع ر ض — عَرَضَ لهُ كذا: اسے فلاں بات پیش آئی۔

عَرَضْتُهُ لهُ: میں نے اسے وہ پیش کیا یا ظاہر کیا۔ کہا جاتا ہے: عَرَضْتُهُ لهُ ثَوْبًا مكان حقه اَوْ مِنْ حَقِّهِ: میں نے اسے اس کے حق کے بدلے ایک کپڑا دے دیا۔ اس میں مکان حَقِّهٖ اور مِنْ حَقِّهٖ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

عَرَضَ الْبَعِيْرَ عَلَى الحَوْض: وہ اونٹ کو پانی پر لے گیا۔ یہ عبارت الٹ دی گئی ہے۔ اس سے مراد ہے عَرَض الحَوْض علی البَعِيْرِ: پانی اونٹ کے سامنے رکھا گیا۔

عَرَضَ الجَارِيَةَ عَلَى البَيْع: اس نے لونڈی کو فروخت کے لئے پیش کیا۔

عَرَضَ الكتاب: اس نے کتاب پیش کی یا خط پیش کیا۔

عَرَضَ الجُنْدَ اذا امَرَّهُمْ عَلَيْهِ ونَظَرَ مَا حَالُهُمْ: اس نے فوج کو پیش کیا جب انہیں اپنے پاس سے گزارا اور دیکھا کہ ان کی کیا حالت ہے۔

اعْتَرَضَهُمْ: وہ ان کے سامنے ہوا۔

عَرَضَهُ عَارِضٌ: اسے بخار وغیرہ کی بیماری لگ گئی۔

عَرَضَهُمْ عَلَى السَّيْفِ قتلًا: اس نے انہیں تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ان تمام کا باب ضَرَبَ ہے۔

عَرَضَ العُوْد عَلَى الإنَاء والسيف على فَخِذِهِ: اس نے لکڑی برتن پر رکھی اور تلوار اپنی ران پر۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ المِعْرَضُ بروزن المِبْضَعُ کپڑے لباس جن میں لونڈیوں کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ المِعْرَاضُ: ایسا تیر جس پر پَر نہ لگے ہوں۔ العَرْضُ بروزن الفَلْس: سازوسامان۔ نقدی کے علاوہ باقی سارا کچھ عرض ہے۔ اور نقدی کو عَیْن کہا جاتا ہے۔ ابوعبید کا قول ہے کہ العُرُوْضُ وہ سازوسامان ہے جس کی پیمائش اور وزن نہ ہوتا ہو اور نہ ہی وہ جاندار مال مویشی ہو۔ اور نہ سکونتی جائیداد ہو۔

العَرْضِيُّ: راء ساکن۔ کپڑوں کی ایک قسم۔

العَرْض: چوڑائی، الطُّوْلُ یعنی لمبائی کی ضد۔

قَدْ عَرُضَ الشَّيْءُ: چیز چوڑی ہوگئی۔ اس کا باب ظرف ہے۔

عِرَضًا بروزن عِنَبَ: چوڑائی کے رُخ۔ اس کا اسم فاعل عَرِيض ہے بمعنی چوڑا۔

عُرَاضٌ (عین مضموم) اور العَرَض: (عین اور راء دونوں مفتوح) انسان کو جو بیماری وغیرہ یا مرض لگ جائے۔

عَرَضُ الدُّنيا: دنیاوی مال ومتاع، زیادہ ہو یا کم۔

الإعْرَاضُ عَنِ الشَّيْءِ: کسی چیز سے منہ موڑنا۔

أعْرَضَ الشَّيْءَ: اس نے اس چیز کو چوڑا کردیا۔

عَرَضَ الشَّيْء فأعْرَضَ: اس نے چیز کو ظاہر کیا تو وہ ظاہر ہوگئی۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے: كَبَّهُ فَأكَبَّ: لیکن یہ نادر ہے۔ قول خداوندی ہے: وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِيْنَ: ہم اس روز کافروں کے آگے جہنم پیش کریں گے۔ تاکہ وہ اسے دیکھیں۔

فَأعْرَضَتْ: تو وہ سامنے آگئی۔ یا نمودار ہوئی۔ ادّانَ فُلانٌ مُعْرِضًا (راء مکسور) اس نے جس کسی سے ممکن ہوا قرض لیا بغیر اس بات کی پرواہ کئے کہ بعد میں کیا ہوگا۔

اعْتَرَضَ الشَّيْءُ: چیز آڑے آئی۔ مثلاً: دریا میں رک کر آڑے آنے والی لکڑی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اعْتَرَضَ الشَّيْءُ دون الشَّيْءِ: یعنی وہ دو چیزوں کے درمیان حائل ہوگئی یا ہوگیا۔

اعْتَرَضَ فُلانٌ فُلانًا: فلاں نے فلاں کے معاملے میں ٹانگ اڑائی۔

عَارَضَهُ: اس نے اسے کنارے کر دیا اور اس سے منہ موڑا۔
العَارِضُ: بادل جو افق پر نمودار ہوتے ہیں۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: هٰذا عَارِضٌ مُمْطِرُنا: افق پر نمودار ہونے والا بادل ہم پر بارش برسائے گا۔ یعنی مُمطِرٌ لَنَا: ہمارے لئے بارش برسائے گا۔ چونکہ یہ لفظ معرفہ ہے۔ اس لئے یہ عارض کی صفت نہیں ہو سکتا کیونکہ عارضٌ نکرہ ہے۔ عرب صرف افعال کے اسمائے مشتقہ میں ایسا کرتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا جائز نہیں ہو گا کہ: هٰذا رَجُلٌ غُلَامُنَا: یعنی یہ شخص ہمارا غلام ہے۔ کے معنوں میں۔ عید فطر کے بعد ایک اعرابی نے یہ کہا کہ رُبَّ صَائمِهٖ لَنْ یَصُوْمَهُ وَقائمِهٖ لَنْ یَقُوْمَهُ: کتنے ہی ایسے رمضان کے روزے دار ہیں جنہوں نے درحقیقت روزہ نہیں رکھا، اور کتنے ہی رمضان میں تراویح پڑھنے والے ایسے ہیں جنہوں نے درحقیقت قیام لیل نہیں کیا۔ گویا اعرابی نے صائم اور قائم کو نکرہ بنایا۔ اور پھر اس کی اضافت معرفہ کے ساتھ کی۔
عارِضَا الانسان: انسان کے دو رخسار یا گال۔ لوگوں کا یہ قول ہے کہ: فُلانٌ خَفِیْفُ العَارِضَیْنِ: اس سے مراد یہ لی ہے کہ فلاں شخص کے دونوں رخساروں پر داڑھی کے بال خفیف یعنی ہلکے اور کم ہیں۔
عَارَضَهُ فِی المَسِیْرِ: وہ اس کے گرد ہو گیا۔
عَارَضَهُ بِمِثْلِ مَا صَنَعَ: اس نے جو کچھ کیا، اسے پیش آیا۔ یا اس نے جیسے چاہا اسے پیش آیا۔
عَارَضَ الکتابَ بالکتاب: اس نے کتاب کا کتاب کے ساتھ مقابلہ کیا۔
التَّعْرِیْضُ: اشاروں کنایوں میں بات کرنا۔ یہ التَّصْرِیْحِ کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عَرَّضَ لِفُلَانٍ وبِفُلَانٍ: اس نے فلاں شخص پر تعریض کی۔ اسی سے المَعَارِیْضُ فی الکلام ماخوذ ہے جس کا معنی توریہ ہے۔ مثل ہے کہ اِنَّ فِی المَعَارِیْضِ لَمَنْدُوحَةٌ عَنِ الکَذِبِ: بلاشبہ تعریض اور توریہ میں جھوٹ کی گنجائش ہوتی ہے۔ یعنی دروغ مصلحت آمیز۔
عَرَّضَهُ لِکَذا فَتَعَرَّضَ له: اس نے اسے فلاں کے آگے کیا تو وہ ہو گیا۔
تَعَرَّضَ لِفُلَانٍ: وہ فلاں شخص کے آڑے آ گیا۔ کہا جاتا ہے: تَعَرَّضْتُ اَسالُهُمْ: میں ان سے پوچھنے کے لئے سامنے ہو گیا۔
العَرُوْضُ: شعر کے اوزان۔ کیونکہ شعر کے اوزان کو ان اوزان پر پرکھا جاتا ہے۔

یہ لفظ مؤنث ہے اور اس کی جمع نہیں ہوتی کیونکہ یہ اسم جنس ہے۔

العَـــرُوض: شعر کے نصف اول کے آخری جز کے اسم کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَعَـارِیْـضُ ہے۔ اور یہ خلاف قیاس ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ جمع بنانے والوں نے اِعْرِیْض کی جمع بنائی ہو۔ تم چاہو تو اس کی جمع اَعَارِض بنا سکتے ہو۔

عُرْضُ الشَّیْءِ بروزن قُفْلٌ: کسی چیز کا کنارہ۔ یعنی تم جس طرف سے بھی اسے دیکھو۔ رَآهُ فی عُـرضِ النَّاسِ کا معنی اس نے اسے لوگوں کے درمیان دیکھا، بھی ہے۔

فُلانٌ مِنْ عُرْضِ النَّاسِ: فلاں شخص عام لوگوں میں سے ہے۔

فُلانٌ عُـرْضَـــةٌ لِلنَّاسِ: فلاں شخص لوگوں کا نشانہ ہے۔

جَعَلْتُ فُـلانًا عُرْضَةً لكذا: میں نے فلاں شخص کو اس کام کا نشانہ بنایا۔ قول خداوندی ہے: لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِأَيْمَـــانِكُمْ: اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

نَظَرَ اِلَيْهِ عَنْ عُرْضٍ وعُرُضٍ بروزن عُسْـــرٍ اور عُسُـرٌ: اس نے اس کی طرف ایک طرف سے ہو کر دیکھا۔

اِسْتَعْرَضَهٗ: اس نے اسے جو کچھ اس کے پاس ہے، اسے سامنے کرنے کو کہا۔

العِــرْضُ: (عین مکسور) جسم وغیرہ کی بو خوشبو ہو یا بدبو۔ کہا جاتا ہے کہ فُـلانٌ طَيِّبُ العِرْضِ: اس سے خوشبو آتی ہے اور فلان مُنْتِنُ العِرْضِ: اور فلاں شخص سے بدبو آتی ہے۔ العِــرْضُ کا معنی جسم بھی ہے۔ اہل جنت کو صفت میں بیان کیا گیا ہے کہ: اِنَّمَا هُوَ عَرَقٌ يَسِيْلُ مِنْ اَعْـرَاضِـهِمْ: ان کے جسموں سے پسینہ بہہ رہا ہوگا۔ العِرْضُ کا معنی نفس بھی ہے کہا جاتا ہے کہ اَكْرَمْتُ عَنْهُ عِرْضِي: میں نے اس سے اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔

فُـلانٌ نَقِيُّ العِرْضِ: وہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اسے گالی دے یا اس پر عیب لگائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عِـرْضُ الـرَّجُـلِ کا معنی انسان کا حسب و نسب ہے۔

ع ر ط ز - عَرْطَزَ: یہ لفظ عَـرْطَـسَ کا لہجہ ہے اس کا معنی ہے: وہ کنارے ہوا یا الگ ہو گیا۔

ع ر ف - عَرَفَهٗ يَعْرِفُهٗ: (راء مکسور) مَـعْـرِفَةً وعِرْفَانًا: (راء مکسور) اس نے اسے پہچان لیا۔

العَرْفُ: بو، خوشبو ہو یا بدبو۔

المَعْرُوفُ: نیکی۔ المُنْكَرُ کی ضد۔

العُـرْفُ: اقرار۔ النُّكْرُ کی ضد۔ کہا جاتا

ہے: أَوْلَاهُ عُـرْفًا اس نے اسے معروف طریقے سے ولی بنایا۔
العُرْف: اعتراف فعل کا اسم بھی ہے۔
العُـــرْف: گھوڑے کی ایال کو بھی کہتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: وَالمُرْسَلَاتِ عُـرْفًا: ان ہواؤں کی قسم! جو نرم نرم چلتی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہاں یہ لفظ عُـــرْفُ الفَرَس بمعنی گھوڑے کی ایال سے مستعار کیا گیا ہے۔ یہ ہوائیں گھوڑے کی ایال کے بالوں کی طرح لگاتار چلتی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی ہوائیں جنہیں معروف کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔
المَـعْـرَفَةُ: (راء مفتوح) ایسی جگہ جہاں العُرْف یعنی کلغی اُبھرتی ہے۔
الأعْرَافُ: اعراف جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ یہ مقام جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔
يَـوْم عَـرفَة: یوم عرفہ عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے کا دن۔ کہا جاتا ہے کہ عَـرَفَة پر تنوین نہیں آتی اور نہ ہی اس پر الف لام داخل ہوتا ہے۔
عَرَفَات: منیٰ (مکہ) میں ایک جگہ کا نام۔ یہ خود اسم جمع ہے۔ اس کی جمع نہیں بنتی۔ الفراء کا قول ہے کہ اس کا واحد کا صحیح صیغہ نہیں ہے۔ لوگوں کا یہ قول کہ نَزَلْنَا عَرَفَة یعنی ہم عرفہ میں اترے، مولّد لگتا ہے۔ یہ خالص عربی اسلوب نہیں ہے۔ یہ معرفہ ہے اگرچہ جمع ہے کیونکہ جگہیں اپنی موقعیت کو نہیں بدلتیں تو گویا یہ جمع کی صورت میں گویا شئے واحد کی طرح ہوتی ہیں۔ زُیود نے اس نظریئے کی مخالفت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ: هٰؤلاءِ عَرَفَاتٌ حَسَنَةٌ (نعت منصوب) کیونکہ وہ نکـــرہ ہے۔ اور یہ منصرف ہے۔ کیونکہ قول خداوندی ہے: فَـاذا افَضْتُمْ مِـنْ عَـرَفَاتٍ: اخفش کا قول ہے کہ یہ لفظ اس لئے منصرف بن گیا کہ اس میں تاء مسلمين اور مُسْلِمُوْن میں یاء اور واؤ کے مقابل ہوگئی۔ کیونکہ یہ تذکیر کی علامت ہیں۔ اور تنوین نون جمع کے درجہ میں آ گئی۔ جب اسے یعنی عَرَفات کو اسم بنایا گیا تو اسے اپنی حالت پر رہنے دیا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح مسلمون کو اگر اسم بنا دیا جائے اور یہ اپنی حالت پر برقرار رہے۔ یہی نظریہ آذرِعَـــات، عَانات اور عُرَيْتِنَات پر لاگو ہوتا ہے۔
العَارِفَةُ: نیکی۔
العَرِيْف اور العارِف کا ایک ہی معنی ہے جس طرح العليم اور العَالم کا ایک ہی معنی ہے۔
العَرِيْفُ: اسے نقیب بھی کہتے ہیں۔ فوجی منصب جو کپتان یا کرنل کے برابر ہوتا ہے۔ یہ رئیس سے کم تر درجہ کا ہوتا ہے۔

اس کی جمع عُرَفَاء ہے۔ اس کا باب ظرف ہے۔

عَرُفَ: وہ عریف بن گیا۔ جب کوئی شخص کافی دیر تک اس منصب پر رہے تو اسے کہیں گے کہ عَـرَفَ: وہ عریف ہے۔ اس کی مثال کَتَبَ ہے۔

التَّعْرِيْفُ: اطلاع دینا۔ مشتہر کرنا۔

التَّعْرِيْفُ کا معنی گم شدہ چیز کا اعلان کرنا بھی ہے۔

التَّعْرِيْفُ: لفظ العَـرْف سے مشتق کے طور پر خوشبو یا عطر لگانا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: عَرَّفَهَا لهم: اللہ نے اہل جنت کے لئے جنت کو سنوار کر رکھا ہے۔

التَّـعْـرِيْفُ کا معنی عَرَفات میں وقوف کرنا بھی ہے۔

المُعَرَّف: موقف۔ وقوف کی جگہ۔

الاعْتِـرَافُ بِـالـذنبِ: جرم یا گناہ کا اقرار۔ ممکن ہے اہل زبان نے اعْتَرَفَ کو عَـرَفَ کی جگہ یا اس کے برعکس عَـرَفَ کو اعتَرَفَ کی جگہ وضع کیا ہو یا استعمال کیا ہو۔

تَعَرَّفَ: شناخت کرنا۔ اس نے فلاں شخص سے اپنا تعارف کرایا۔

تَعَـارَفَ القومُ: قوم یا لوگوں نے ایک دوسرے سے تعارف کیا یا ایک دوسرے کو پہچانا۔

ع ر ق – العَرَقُ: پسینہ جو بہتا ہے۔

قدْعَـــرِقَ: اسے پسینہ آ گیا۔ اس کا باب طـرب ہے۔ اس کا معنی زنبیل بھی ہے۔

عِرْقُ الشَّجَرَةِ: درخت کی جڑ۔ تنا۔ اس کی جمع عُرُوْقٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَـنْ اَحْيَا ارضًا مَيْتَةً فهِيَ لَهُ وَلَيْسَ لِعِرْقِ ظالمٍ حق: جس کسی نے بنجر زمین کو آباد کیا تو اس کی ملکیت ہے۔ اور کسی عِـرقِ ظالم کا اس میں کوئی حق نہیں۔ عـرقِ ظالم کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی زمین پر آئے جسے کسی اور نے آباد کیا ہو اور وہاں کوئی پودا لگا دے یا فصل بو دے تا کہ وہ اس زمین کا حقدار بنے تو ایسے ظالم شخص کا اس زمین کی ملکیت پر کوئی حق نہیں۔

ذَاتُ عِـــرْقٍ: بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

العِـرَاقُ: ایک ملک کا نام ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ فارسی سے معرّب ہے۔

العِـرَاقَـانِ: کوفہ اور بصرہ دو شہروں کا مجموعی نام۔

اَعْرَقَ الرَّجُلُ: آدمی عراق گیا۔

ع ر ک – عَرَكَ الشَّیْءَ: اس نے پاؤں سے کسی چیز کو مَلا یا رگڑا۔ اس کا باب نصر ہے۔

الْمُعْتَرَکُ: جائے کارزار۔ معرکہ کا میدان۔ یہی معنی الْمَعْرَکُ اور الْمَعْرَکَۃُ کا ہے۔ اسے راء مضموم کے ساتھ الْمَعْرُکَۃُ بھی کہتے ہیں۔

الْعَرِیْکَۃُ: طبیعت اور مزاج۔ فُلَانٌ لَیِّنُ الْعَرِیْکَۃِ: فلاں شخص نرم مزاج ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: لَانَتْ عَرِیْکَتُہٗ: اس کا مزاج نرم ہو گیا۔ یا اس کی نخوت ختم ہو گئی۔

ع ر ک س — عَرْکَسَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو اوپر تلے ڈھیر کر دیا۔

ع ر م — الْعَرِمُ: وادی کا پشتہ یا پشتے۔ لفظاً اس کا واحد نہیں کہا گیا ہے کہ اس کا واحد عَرِقَۃٌ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی ہے: فَأَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ: ہم نے ان پر زبردست سیلاب بھیجا۔ اس کے بارے میں التہذیب میں درج اقوال میں سے ایک قول ہے کہ الْعَرِمُ سے زبردست سیلاب ہے جس کی روک تھام ممکن نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الْعَرِمُ الْعَرِمَۃُ کی جمع ہے۔ جس کا معنی دریا کا بند یا پشتہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک وادی کا نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی چوہا ہے جس نے بند یا پشتے کو لوگوں کے اوپر شگاف کر کے پھاڑ دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی شدید بارش ہے۔

الْعَرَمَۃُ: (عین اور راء دونوں مفتوح) اناج کا ڈھیر جو بھوسہ الگ کرنے کے لئے اکٹھا کیا جائے۔

الْعَرَمْرَمُ: لشکر جرار۔

ع ر ن — عِرْنِیْنٌ: دو بھوؤں کے نیچے والا ناک کا حصہ۔ وہ ناک کا شروع کا حصہ ہوتا ہے جس میں سونگھنے کی قوت ہوتی ہے۔

الْعُرَیْنَۃُ: (عین مضموم) ایک قبیلے کا نام ہے جس نام سے عُرَنِیُّوْن لوگ منسوب ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کے قول کے مطابق بَطْنُ عُرَنَۃَ میدان عرفات کے بالمقابل ایک وادی کا نام ہے۔

الْعَرِیْنُ اور الْعَرِیْنَۃُ: شیر کی کچھار جہاں شیر رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے لَیْثُ عَرِیْنَۃٍ: کچھار کا شیر۔ العرین کا اصل معنی درختوں کا جھنڈ ہے۔

ع ر ا — الْعَرَاءُ: (الف ممدود) کھلی فضا۔ قول خداوندی ہے: لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ: اسے کھلی فضا میں چھوڑ دیا گیا۔

عُرْوَۃُ الْقَمِیْصِ: قمیض کا کاج، بٹن داخل کرنے کا سوراخ۔

عَرَاہُ: اس نے کاج بنایا، یا اسے پیش آیا۔ لاحق ہوا۔

اعْتَرَاہُ: اسے درپیش ہوا۔ اس نے اسے ڈھانپ لیا۔ اسے لگ گیا۔

الْعَرِیَّۃُ: ایسا درخت جسے مالک جھاڑ کر

کسی محتاج شخص کو اس کا پھل دے دے اور وہ شخص یہ پھل لے لے۔ یہ لفظ فعیلۃٌ کے وزن پر مفعول کے معنوں میں ہے۔ اس پر 'ۃ' کا اضافہ اسے منفرد ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ یوں یہ لفظ اسمائے اعداد میں سے بن گیا مثلاً: النَّطِیحَۃُ اور الأکِیلَۃ: اگر اس لفظ کو النَّخْلَۃ کی خبر بنا کر لائیں تو پھر یوں کہیں گے کہ النخلۃ عَرِیٌّ: حدیث شریف میں ہے: انَّہُ رَخَّصَ فی العَرَایا بَعْدَ نَهْيِهِ عَنِ الْمُزَابَنَۃ: حضور نبی اکرم ﷺ نے مزابنہ (اندازہ لگا کر پھل بیچنے) سے منع فرمانے کے بعد عرایا کی رخصت دے دی۔ [1] شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پھل لینے والا وہاں داخل ہونے میں اذیت محسوس کرتا ہو۔ اس صورت میں اسے بقیمت کھجور خریدنے کی ضرورت ہوتی تو حضور ﷺ نے اس کے خریدنے کی اجازت دے دی۔ کہ وہ اپنے پاس موجود خشک کھجور کے بدلے تازہ کھجور لے۔

عَرِیَ من ثِیَابِہٖ: وہ اپنے کپڑے اتار کر برہنہ ہو گیا۔ اس کا مصدر عُرْیًا (عین مضموم) ہے اور اسم فاعل عَارٍ ہے۔ اور

[1] مزابنہ سے مراد ہے درخت پر موجودہ کھجور کے اندازے کے مطابق اس کے بدلے میں اتری ہوئی کھجور لی جائے۔ اور عرایا سے مراد یہ ہے کہ اپنے پاس موجودہ خشک کھجور کے عوض تازہ کھجور لے لے۔

عُرْیَانٌ ہے بمعنی برہنہ یا ننگا۔ اور عورت کے لئے عُرْیَانَۃٌ: کہا جائے گا۔ جو اسم فاعل فُعْلَانٌ کے وزن پر ہوتا ہے۔ اس کی مؤنث 'ۃ' کے اضافہ کے ساتھ بنتی ہے۔

اَعْرَاہُ و عَرَّاہ تَعْرِیَۃً فتعرّٰی: اس نے اسے برہنہ کر دیا تو وہ برہنہ ہو گیا۔ فَرَسٌ عُرْیٌ: بغیر زین کے گھوڑا۔

ع ز ب - العُزَّاب: (زاء مضموم اور مشدّد) ایسے مرد جن کی بیویاں نہ ہوں اور ایسی عورتیں جن کے خاوند نہ ہوں۔ الکسائی کا قول ہے کہ الرَّجُلُ اَعْزَبُ یعنی مرد کو تو اَعْزَبُ کہیں گے اور المَرْأۃ عَزَبَۃ: اور عورت کو عَزَبَۃ کہیں گے۔ اور اس کا اسم العُزْبَۃُ: بے خاوند یا بے بیوی ہونا۔ اس لفظ کا وزن الْعُزْلَۃُ ہے۔ اور دوسرا اسم العُزوبۃُ بھی ہے۔

عَزَبَ: وہ دور ہوا اور غائب یا نظروں سے دور ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ قَرَأَ القُرْآنَ فِی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً فَقَدْ عَزَّبَ: (زای مشدد) جس شخص نے چالیس رات میں قرآن ختم کیا اس نے بہت دیر کی۔

ع ز ر - التَّعْزِیْر: توقیر و تعظیم، اس کا معنی تادیب اور سزا دینا بھی ہے۔ اسی سے تعزیر کی شرعی اصطلاح ماخوذ ہے۔ جس سے مراد حد سے کم مارنا ہے۔

عُزَیرُ: اسم۔بغیر تشدید ہونے کے سبب۔ یہ منصرف ہے اگر چہ یہ نوح اور لوط کی طرح عجمی نام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ عَزْرٌ کا اسم تصغیر ہے۔اس لئے منصرف ہوگا۔

ع ز ز-العِزُّ: عزت۔ اَلزُّلّ: ذلت کی ضد ہے۔ہم اس کی تعریف عزّ یعزّ عِزًّا (عین مکسور) وعَـزَازَةٌ (عین مفتوح) کرتے ہیں۔اس کا اسم فاعل عَزِیزٌ یعنی ذلت کے بعد قوی اور مضبوط اور غلبے والا ہے۔

اَعَـزَّهُ اللّٰـهُ: اللہ اسے عزت دے۔ غالب کرے۔عَـزَّ الشَّیْءُ: چیز کم ہوگئی بلکہ ناپید ہوگئی۔عَـزَزْتُ عَلَیْهِ: میں اس پر بھاری ہوگیا۔ قول خداوندی ہے: "فَعَزَّزنَا بِثَالِثٍ:" پھر ہم نے انہیں تیسرے کے ذریعے تقویت دی۔فَعَززنا میں 'زای' مشدد اور غیر مشدد دونوں طرح ہے۔تَعَـزَّزَ الرَّجُلُ: آدمی باعزت ہوگیا۔هُـوَ یَعْتَـزُّ بِفُلَانٍ: اسے فلاں پر فخر اور ناز ہے۔

عَـزَّ عَلَیَّ اَنْ تَفْعَلَ کَذَا: مجھے تیرا ایسا کرنا گراں گزرا۔

عَزَّ عَلَیَّ ذَاکَ: وہ مجھ پر سخت اور شدید ہوگیا۔مثل ہے: عَزَّ عَلَیَّ ذاکَ فَهُنْ: جب تیرا بھائی سخت ہو جائے تو تُو نرمی اختیار کر۔

اَعْـزِزْ عَلَیَّ بِمَـا اُصِبْتَ: جو کچھ تم پر گزری وہ مجھ پر گراں ہے یعنی ناگوار ہے۔

اُعْـزِزْتُ بِمَـا اَصَابَکَ: اس کا فعل مجہول ہے۔یعنی تمہاری تکلیف مجھ پر گراں گزری۔العَزِیزُ کی جمع عِزَازٌ: جس طرح کَرِیْمٌ کی جمع کِرَامٌ ہے۔

قَـوْمٌ اعِزَّةٌ وَاَعِـزَّاءُ: باعزت قوم یا باعزت لوگ۔

عَـزَّهُ: وہ اس پر غالب ہوا۔ بھاری پڑا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔مثلاً مشہور ہے کہ مَنْ عَزَّبَزَّ: جو غالب ہوا، اس نے لوٹا۔اس کا اسم العِـزَّةُ ہے جس کا معنی قوت اور غلبہ ہے۔عَـزَّهُ فی الخِطَاب: بات کرنے میں وہ اس پر غالب ہوا۔عَـازَّهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

اُسْتُعِزَّ بِالْعَلِیْلِ: بیمار کی تکلیف بڑھ گئی اور اس کے ہوش وحواس جاتے رہے۔اسم فعل مجہول ہے۔حدیث شریف میں ہے: اُسْتُعِزَّ بِکُلْثُوم۔

العُزّٰی: الأعَزُّ کی تانیث ہے۔الأعَزُّ العـزیز کے معنوں میں بھی ہوسکتا ہے۔ العُزّٰی کا معنی العَزِیزۃ بھی ہوسکتا ہے۔

العُـزّٰی: ایک بت کا نام بھی ہے۔کہا گیا ہے کہ العُزّٰی ببول کا ایک درخت تھا۔بنو غطفان اس کی پوجا کرتے تھے۔انہوں

نے اس پر ایک عمارت تعمیر کی تھی اور اس کے پروہت مقرر کر رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اس عمارت کو منہدم کر دیا اور ببول کے درخت کو جلا دیا۔

ع ز ف – عَزَفَتْ نَفْسُهُ عن الشَّیْء: اس کا جی کسی چیز سے بھر گیا۔ یعنی بے رغبت ہو گیا۔ اور وہ اس سے دور ہٹ گیا۔ اس کا باب دَخَلَ اور جلس ہے۔

العَـزِیْفُ: جن کی آواز۔ عَزَفَتِ الجِـنّ: جنوں نے آواز نکالی۔ اس کا مضارع تَعْـزِفُ (زای مکسور) اور اس کا مصدر عَزِیفًا ہے۔

المَعَازِفُ: کھیل کود۔ باجے۔

العَازِف: باجا بجانے والا۔ قَدْ عَزَف: اس نے باجا بجایا۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔

ع ز ل – اِعْتَزَلَهُ وتَعَزَّلَهُ: دونوں ہم معنی ہیں یعنی وہ اس سے الگ ہوا۔ اس کا اسم العُـزلَة بمعنی تنہائی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ العُـزلَةُ عِبَادَةٌ: تنہائی عبادت ہے۔

عَـزلَهُ: اس نے اسے الگ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اَنَـا عَـنْ هٰذا الأمرِ بِمَعْزَل: میں اس کام سے الگ ہوں۔ یعنی میرا اس کام سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔

عَـزَلَهُ عَـنِ العَمَل: اس نے اسے کام سے الگ کر دیا یا معزول کر دیا۔

عَزَلَ عَـنْ اُمَّتِهٖ: وہ اپنی امت سے الگ ہو گیا۔ تینوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

ع ز م – عَزَمَ عَلٰی کَذا: اس نے فلاں کام کا عزم کیا یا ارادہ کیا۔ اور وہ کام کرنے کا قطعی فیصلہ کیا۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔ اور عُزْمًا بروزن قُـفْـل و عَـزِیمًا اور عَزِیْمَةً بھی ہے یعنی کسی کام کے کرنے کا حتمی اور قطعی فیصلہ کرنا۔

اعْتَزَمَ کا معنی بھی یہی ہے۔

عَزَمْتُ عَلَیْکَ: مجھے تیری قسم ہے۔

العَزَائِمُ: تعویز یا منتر اور ٹوٹکے وغیرہ۔

ع ز ا – عَزَاهُ الی اَبِیْهِ: اس نے اسے اس کے باپ کی طرف منسوب کیا۔ اس کا باب عَـدَا اور رَمٰی ہے۔ اِعْتَـزٰی و تَعَزّٰی: دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یعنی وہ منسوب ہوا۔ اس کا اسم العَزاء ہے۔ العَزَاء کا معنی صبر بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: عَزَّہ تَعْزِیَةً فَتَـعَزّٰی: اس نے اسے تسلی دی تو اسے تسلی ہوئی۔

العِـــزَةُ: لوگوں کا ایک فرقہ۔ اس کی جمع العِزُون ہے۔ اس میں عین مکسور اور مضموم ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: عَنِ الیَمِیْنِ وعَنِ الشِّمَالِ عِزِیْن: دائیں اور بائیں سے گروہ در گروہ ہو کر جمع ہو

جاتے ہیں۔

ع س ب-العَسْبُ: بروزن العَذْبُ: نر جانور سے نسل کشی کرانے کا کرایہ یا اُجرت۔

عَسْبُ الفَحْلِ: نر جانور کی نسل کشی یا جفتی کرنے کا عمل۔ نر جانور کا مادہ بھی اس کا معنی بتایا گیا ہے۔

اليَعْسُوْبُ: بروزن اليَعْقُوْبُ: شہد کی مکھیوں کی ملکہ، رانی مکھی۔

ع س ج د-العَسْجَدُ: سونا، زر۔

ع س ر-العُسْرُ: (سین ساکن ومضموم) سختی وتنگی، اليُسْرُ کی ضد۔ عیسی بن عمر کا قول ہے کہ تین حروف پر مشتمل کوئی اسم جس کا پہلا حرف مضموم ہو اور درمیانی حرف ساکن ہو تو عربوں میں بعض لوگ اسے خفیف کرکے یعنی بغیر حرکت کے پڑھتے ہیں اور بعض اسے ثقیل کر کے یعنی متحرک کر کے پڑھتے یا بولتے ہیں اس کی مثال عُسْرٌ اور عُسُرٌ ہے۔ رُحْمٌ اور رُحُمٌ اور حُلْمٌ اور حُلُمٌ ہے۔

قَدْ عَسُرَ الأمرُ: کام مشکل ہو گیا۔ (سین مضموم) اس کا مصدر عُسْرًا ہے۔ اور اسم فاعل عَسِيْرٌ ہے۔

عَسِرَ عليه الأمرُ: اس پر کام دشوار ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل عَسِرٌ ہے۔

عَسَرَ غَرِيْمَهُ: اس نے اپنے مقروض سے قرض کا اس کی غربت اور تنگدستی کے باوجود مطالبہ کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

رَجُلٌ اَعْسَرُ: بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا البتہ دونوں ہاتھوں سے کام کرسکنے والے آدمی کو اَعْسَرُ يَسَرٌ کہتے ہیں۔ اسے اَعْسَرُ اَيْسَرُ نہیں کہنا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھوں سے کام کرسکتے تھے۔

اَعْسَرَ الرَّجُلُ: آدمی تنگ دست ہو گیا۔

المُعَاسَرَة: تنگدستی وسختی۔ یہ المُيَاسَرَة کی ضد ہے۔ جس کا معنی آسانی اور خوش گزرانی ہے۔

التَّعَاسُرُ: باہم تنگی کا معاملہ کرنا۔ یہ التَّيَاسُرُ کی ضد ہے۔

المعسور: تنگ حال وبدحال۔ اس کی ضد المَيْسُوْرُ ہے۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ سیبویہ کا قول ہے کہ دونوں صفت ہیں۔ اس کے نزدیک مَفْعُوْلٌ کے وزن پر ہرگز مصدر نہیں آتا۔

العُسْرٰی: تنگی سختی اس کی ضد اليُسْرٰی بمعنی آسانی ہے۔

ع س س-عَسٌّ: رات کو پہرہ دینا یا چوکیداری کرنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اس کا مصدر عسسًا بھی ہے اور اس کا معنی

رات کو مشکوک لوگوں کی جانچ پڑتال کرنا ہے اور ان کی روک تھام کرنا ہے۔ اس کا اسم فاعل عَاسٌّ بمعنی کوتوال یا چوکیدار ہے۔ قَوْمٌ عَسَسٌ: پہرہ دینے والی قوم یا لوگ۔ اسی طرح واحد سے جمع بنانے کی دوسری مثال خَادِمٌ سے خَدَمٌ ہے۔ اور طَالِبٌ کی جمع طَلَبٌ ہے۔ اعْتَسَّ، عَسَّ ہی کی طرح ہے۔

عَسْعَسَ اللَّيْلُ: رات کی تاریکی چھا گئی۔ قول خداوندی ہے: ''وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ:'' قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ الفرّاء کے قول کے مطابق مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عَسْعَسَ کا معنی اَدْبَرَ ہے۔ الفرّاء نے کہا کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے اس لفظ کا معنی یہ کیا ہے کہ رات کا ابتدائی حصہ قریب ہوا اور تاریکی چھا گئی۔

ع س ف — العَسْفُ: غلط طریقے سے زبردستی چیز لینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی طرح التَّعَسُّفُ، الإعْتِسَافُ اور العَسُوفُ کا معنی زیادتی اور ظلم کرنا ہے۔

العَسِيفُ: مزدور۔

عُسْفَانُ: ایک جگہ کا نام ہے۔

ع س ق ل — عَسْقَلَانُ: ایک شہر کا نام ہے۔ اور عروس الشام یعنی شام کی دلہن، کہلاتا ہے۔

ع س ک ر — العَسْكَرُ: لشکر، فوج۔

عَسْكَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے فوج تیار کی۔ اس کا اسم فاعل مُعَسْكِرٌ (کاف مکسور) ہے۔ فوجی چھاؤنی کو مُعَسْكَرٌ کہتے ہیں۔ اس میں کاف مفتوح ہے۔

ع س ل — العَسَلُ: شہد۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ کہتے ہیں کہ: عَسَلَ الطَّعَامَ: اس نے شہد سے کھانا تیار کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

زَنْجَبِيلٌ مُعَسَّلٌ: شہد میں ڈلی ہوئی ادرک یعنی ادرک کا مربّہ۔

العَاسِلُ: چھتے سے شہد نکالنے والا۔ اور شہد کی مکھی کو عَسَّالَةٌ کہتے ہیں۔

اسْتَعْسَلَ: اس نے شہد مانگا۔

عَسَّلَهُ تَعْسِيلًا: اس نے اسے شہد فراہم کیا۔

العَسَلُ کا معنی دوڑنا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: عَسَلَ الذِّئْبُ يَعْسِلُ (سین مکسور) عَسَلًا وَعَسَلَانًا: (عین اور سین دونوں مفتوح) بھیڑیا دوڑا اور تیز بھاگا۔ اور اسی طرح ہے۔ عَسَلَ الإنْسَانُ: انسان تیز دوڑا اور تیز بھاگا۔ حدیث شریف میں ہے: كَذَبَ عَلَيْكَ العَسَلُ: تم تیز بھاگو۔ اسی بات سے: عَسَلَ الرُّمْحُ: اس نے نیزہ لہرایا۔ نیزہ

لہرانے والے کو عَسّال کہتے ہیں۔

ع س ا—عَسَا الشَّیْءُ: اس کا باب سَمَا اور عَسَاءً (الف ممدود) چیز خشک ہوگئی اور سخت ہوگئی۔ عَسَا الشَّیْخُ یَعْسُوْ عُسِیًّا: بوڑھا ہوگیا۔ پیٹھ پھیر لی۔ اس کی مثال عتا ہے۔ الخلیل کا قول ہے کہ اس کا ایک لہجہ عَسِیَ (سین مکسور) ہے۔

عَسٰی: افعال مقاربہ میں سے ہے اس میں خواہش اور خوف کے معنی مضمر ہیں۔ یہ منصرف نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ ماضی کی شکل میں واقع ہوا ہے اور حال کے معنوں میں ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں کہ عَسَی زَیْدٌ اَنْ یَخْرُجَ وَعَسَتْ هِنْدٌ اَنْ تَقُوْمَ: اس میں زَیْدٌ عَسَی کا فاعل ہے اور اَنْ یَخْرُجَ اس کا مفعول ہے جو الخُرُوج کے معنوں میں ہے۔ الاّ یہ کہ اس کی خبر اسم نہیں ہوسکتی اور یوں نہیں کہہ سکتے کہ عَسٰی زَیْدٌ مُنْطَلِقًا: رہا لوگوں کا یہ قول عَسَی الغُوَیْرُ اَبْؤُسًا: تو یہ شاذ اور نادر ہے۔ یہ خبر کا قائم مقام ہے۔ اس قسم کی ترکیب صرف ضرب الامثال میں آتی ہے۔ عام استعمال میں نہیں، ہوسکتا ہے کہ اس مثال میں عَسَی کو کَادَ کے مشابہ قرار دیا گیا ہو۔ اور اس کے بعد اَنْ کے بغیر فعل استعمال کیا گیا ہو۔ اور یوں کہا گیا ہو کہ عَسی زَیْدُ یَنْطَلِقُ: کہا جاتا ہے کہ عَسَیْتُ اَنْ اَفْعَلَ ذَاکَ (سین مفتوح اور مکسور) اور قول خداوندی میں یہ لفظ دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے: فَهَلْ عَسَیْتُمْ کہتے ہیں۔ اس کے بعد یَفْعَلُ یا فَاعِلٌ نہیں کہا جاتا جیسے ہم نے کہا کہ۔ تمام قرآن میں عَسی کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف واجب کے معنوں میں آیا ہے۔ سوائے اس قول کے: عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ: بقول ابوعبیدہ کلام عرب میں عسی کا لفظ امید اور یقین کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ یہ لفظ یقین کے معنوں میں عرب کے دو لہجوں میں سے ایک لہجے میں بیان ہوا ہے۔

ع ش ب—العُشْبُ: گھاس، تازہ چارہ۔ اسے خشک ہونے سے پہلے حَشِیْشٌ نہیں کہتے۔ کہا جاتا ہے: بَلَدٌ عَاشِبٌ چارے والا ملک یا علاقہ اس کا فعل ماضی صرف اَعْشَبَ ہے یعنی چارہ اُگ آیا یا چارہ اُگایا۔

اَرْضٌ مُعْشِبَةٌ وعَشِبَةٌ: چارہ اگانے والی زمین۔

مَکَانٌ عَشِیْبٌ: چارے والی جگہ۔

اعْشَوْشَبَتِ الأَرْضُ: زمین میں بہت زیادہ چارہ اُگ آیا۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کی مثال اخْشَوْشَنَ ہے۔

ع ش ر—عَشَرَةُ رِجَالٍ: دس آدمی۔

(شین مفتوح)۔
عَشَرَ نِسْوَةٍ: دس عورتیں۔ (شین ساکن) بعض عرب عین کلمہ یعنی شین کو ساکن کہتے ہیں تا کہ حرکات کی طوالت سے بچیں اور اسم کی طوالت سے بھی بچیں۔ چنانچہ وہ اَحَدَ عَشَرَ سے لے کر تِسْعَةَ عَشَرَ کہتے ہیں۔ ان اعداد میں سے اثنی عَشَرَ میں شین کو ساکن نہیں کرتے کیونکہ اس سے پہلے 'الف' اور 'ی' ساکن آئے ہیں۔ تم کہتے ہو اِحْدَی عَشِرَةَ اِمْرَأَةً: اس میں شین مکسور ہے۔ چاہو تو اسے ساکن بھی کر سکتے ہو۔ اور تِسْعَ عَشْرة ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اہل نجد شین کو مکسور کرتے ہیں۔ اور اہل حجاز اسے ساکن کرتے ہیں۔ البتہ مذکر کے لئے اَحَدَ عَشَرَ میں شین کو صرف مفتوح کہتے ہیں۔ اس پر کوئی اور حرکت نہیں آتی۔ عِشْرُونَ: بیس کے عدد کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ یہ عَشَرَ کا جمع کا صیغہ نہیں ہے۔ اور اگر تم اسے اضافت دو، تو نون ساقط ہو جائے گا، مثلاً کہیں گے: هٰذِهِ عِشْرُوْكَ وعِشْرِيَّ: یہ میرے بیس ہیں اور یہ تمہارے بیس ہیں۔
العُشْرُ: دسواں حصہ۔ اسی طرح العَشِيْرُ بروزن الشَّعِيْرُ کا بھی یہی معنی ہے اور اس کی جمع أَعْشِرَاءُ ہے۔ اس کی مثال نصب اور اس کی جمع انصِبَاء کی ہے۔
حدیث شریف میں ہے: تِسْعَةُ أَعْشِرَاءِ الرِّزْقِ فِي التِّجَارَةِ: رزق کا ۹/۱۰ حصہ تجارت میں ہے۔
مِعْشَارُ الشَّیْءِ: چیز کا دسواں حصہ۔ عُشْرٌ کے سواء کسی اور عدد سے مفعال کے وزن پر کوئی جز مشتق نہیں ہوتا۔ عَشَرَهُمْ يَعْشُرُهُمْ: (شین مضموم) عُشْرًا (عین مضموم) کا معنی ہے اس نے ان کے مال کا دسواں حصہ لیا۔ اسی سے لفظ العَاشِرُ (عدد ترتیبی) اور العَشَّارُ (شین مشدد) مشتق ہیں۔ جس کا معنی دسواں ہے۔
عَشَرَ هُمْ: وہ ان کا دسواں آدمی بن گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
أَعْشَرَ القَوْمُ: قوم یا لوگ دس ہو گئے۔
المُعَاشَرَةُ والتَّعَاشُرُ: گھل مل جانا۔ اس کا اسم العِشْرَةُ (عین مکسور) ہے۔
يَوْمُ عَاشُوْرَاء اور عَشُوْرَاء: دونوں میں الف ممدود ہے۔
المَعَاشِرُ: لوگوں کی جماعتیں۔ اس کا واحد کا صیغہ المَعْشَرُ ہے۔
العَشِيْرَةُ: کنبہ خاندان۔ قبیلہ۔
العَشِيْرُ: شریک حیات۔ خاوند یا بیوی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ العَشِيْرَ: تم عورتیں بہت زیادہ لعنت کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ قول خداوندی ہے:

وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ: اور بہت برا ساتھی۔
عُشَـارُ: (عین مضموم) عَشَرَہ سے معدول لفظ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جـاء القَـوْمُ عُشَارَ عُشَار: قوم یا لوگ دس دس کر کے آئے۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ احاد، ثناء، ثلاث اور رُبَاعَ کے علاوہ سوائے کُمیت کے اشعار میں اور کسی عدد سے معدول عدد نہیں سُنا گیا ہے۔ کُمیت نے عُشَـار کا لفظ استعمال کیا ہے۔
العِشَـارُ (عین مکسور) عُشَرَاءُ کی جمع بروزن فُـقَـهَـاءُ ہے۔ اور اس کا معنی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی ہے۔ اس کی جمع عُشَـرَاوات بھی بنائی جاتی ہے جس میں عین مضموم ہے اور شین مفتوح ہے۔ قَـدْ عَشَّـرَتِ النَّاقَـةُ تَعْشِيْرًا: اونٹنی عُشَرَاءَ ہوگئی۔ یعنی اسے حاملہ ہوئے دس ماہ گزر گئے۔

ع ش ش – عُشُّ الطَّائِرُ: پرندے کا گھونسلہ۔ جمع عِشَشَةٌ بروزن عِنَبَةٌ اور عِشَاشٌ (عین مکسور) ہے۔ یہ گھونسلے درختوں کی ٹہنیوں پر ہوتے ہیں۔ اگر یہ گھونسلے کسی پہاڑ یا دیوار وغیرہ کے اندر ہوں تو انہیں وَكْرٌ اور وَكْنٌ کہا جاتا ہے۔ اور یہ کہیں زمین میں ہوں تو انہیں اُفْحُوصٌ اور اُدْحِيٌّ کہا جاتا ہے۔
قَـدْ عَشَّ الطَّائِرُ تَعْشِيْشًا: پرندے نے گھونسلہ بنایا۔ اور گھونسلے کی جگہ کو مُعَشَّـشُ الطُّيُوْرِ کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بقول الازہری لیث نے کہا ہے کہ العُـشّ بمعنی گھونسلہ کوے کیلئے مخصوص ہے جو وہ درخت پر بناتا ہے۔ اور جب یہ بڑا اور ضخیم ہو جاتا ہے تو اسے العُشُ کہتے ہیں۔ الجوہری نے بذیل مادہ و ک ر الـوکـر کی جو تفسیر کی ہے وہ یہاں اس جگہ مذکور تفسیر کے خلاف ہے۔

ع ش ا – العَشِيّ و العَشِيَّةُ: نماز مغرب سے لے کر تاریکی چھا جانے تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ العِشَاءُ (عین مکسور اور الف ممدود) کا معنی بھی یہی ہے۔
العِشَاءَان: مغرب اور تاریکی چھا جانے کا وقت۔ لوگوں کا خیال ہے کہ العِشَـاء زوال شمس سے لے کر طلوع فجر تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بقول الأزہری العَشِيُّ زوال آفتاب اور غروب آفتاب کے درمیانی وقت کا نام ہے۔
صَـلَاتَا العَشِـيِّ: نماز ظہر اور عصر۔ اور جب سورج غروب ہو جائے تو العِشَاء کا وقت ہے۔
العَشَـاءُ: (عین مفتوح اور الف ممدود) رات کا کھانا جو الغداء: دوپہر کے کھانے کی ضد ہے۔
العَشَـا: (الف مقصور) الأَعْشَى کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہے وہ شخص جسے رات کو نظر نہ آتا ہو، وہ صرف دن کو دیکھ سکتا

ہو۔عورت کے لئے العَشْوَاءُ کہیں گے۔
اَعْشَاهُ اللّٰه فعَشِيَ: اللہ نے اسے اَعشی یعنی رتوندہ کردیا، تو وہ رتوندہ ہوگیا۔
فَعَشِيُ میں شین مکسور ہے۔اس کا مضارع یَعْشٰی (شین مفتوح) ہے اور اس کا مصدر عشاً ہے۔
العَشْوَاءُ: وہ اونٹنی جسے اپنے سامنے کچھ نظر نہ آتا ہو اور وہ اپنے کھروں سے ہر چیز کو مسلتی چلی جاتی ہے۔
رَکِبَ فُلَانٌ اَلْعَشْوَاء: فلاں شخص اندھا دُھن بے سوچے سمجھے چلتا ہے یا کام کرتا ہے۔
عَشَا: اس نے رات کا کھانا کھایا۔
عَشَاه: وہ اس کے پاس رات کو گیا۔اصل تو یہ ہے، اس کے بعد یہ لفظ ہر قاصد کے لئے بطور عَاشِي استعمال ہوتا گیا۔
عَشَا الی النّار: وہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے آگ پر لٹک کر جھک گیا۔
عَشَا عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: وَمَنْ یَعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ: جو شخص رحمٰن کے ذکر سے منہ پھیرے۔ میں کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے اس آیت میں مذکور لفظ یَعْشُ کا ترجمہ ضعف بصارت کیا ہے۔کہا جاتا ہے عَشَا یَعْشُوْ: اس کی بینائی کمزور ہوگئی۔
عَشَّاه: (شین مخفف) اس نے اسے رات کا کھانا کھلایا۔ان چھ افعال کا باب عَدا ہے۔
عَشَّاهُ تَعْشِيَةً کا معنی بھی یہی ہے یعنی اس نے اسے رات کا کھانا کھلایا۔

ع ص ب — عَصَّبَ رَأسَهُ: (بالعِصَابَةِ تَعْصِيبًا): اس نے اس کے سر پر پٹی باندھی۔اس کا ثلاثی باب ضَرَبَ ہے۔
عَصَبَةُ الرَّجُلِ: آدمی کے بیٹے اور باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو عصبہ کہتے ہیں۔کیونکہ انہوں نے اسے اپنے احاطے میں لیا ہوتا ہے۔ان طرف والد بیٹا طرف کہلاتے ہیں اور چچا اور بھائی جانب کہلاتے ہیں۔
العُصْبَةُ: لوگوں کا گروہ جس کی تعداد دس سے لے کر چالیس تک ہوتی ہے۔
العِصَابَةُ: لوگوں (عین مکسور) لوگوں۔ گھوڑوں اور پرندوں کی جماعت۔
یَوْمٌ عَصِيبٌ وعَصَبْصَبٌ: سخت دن۔مشکل دن یا وقت۔
اعْصَوْصَبَ الیَوْمُ: آج کا دن سخت دُشوار ہوگیا۔

ع ص ر — العَصْرُ: زمانہ۔یہی معنی العُصُرُ اور العُصْرُ کا ہے جو عُسُر اور عُسْر کی طرح ہیں۔امرؤالقیس کا شعر ہے:

وَهَلْ يَعِمَنْ مَنْ كان في العُصُرِ الخالي
''کیا بے فیض زمانے میں رہنے والا کہیں خوش باش ہوسکتا ہے۔''
یا الفاظ دیگر دریں دنیا کسے بے غم نہ باشد۔
اس کی جمع عُصُورٌ ہے۔
العَصْرَان: رات اور دن۔ اس کا معنی صبح اور شام بھی ہے۔ اسی سے صلاۃ العصر عصر کے وقت کی نماز ماخوذ ہے۔
العَصَـر: (عین اور صاد دونوں مفتوح) گرد وغبار اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے: المُعْتَصِرُ والعَاصِرُ: جسے کوئی چیز ملے اور وہ اس سے کچھ لے لے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ قول خداوندی ہے: وَفِيْـهِ يَعْصِـرُوْنَ: اور لوگ اس میں خوب رس نچوڑیں گے۔
يَنْجُوْنَ مِنَ العُصْرَةِ بروزن النُّصْرَة: وہ پناہ گاہ سے بچ نکلتے ہیں۔
العُصْرَةُ: پناہ گاہ۔ ابوالغوث کا کہنا ہے کہ يَسْتَغِلُّوْنَ کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ انگور کا رس نچوڑتے ہیں۔
اعْتَصَـرَ مَـالَـهُ: اس نے اپنے ہاتھ سے اپنا مال نکالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: يَعْتَصِرُ الوَالِدُ عَلٰى وَلَدِهٖ فِي مَالِهٖ: باپ اپنے بیٹے سے مال بچا کر رکھتا ہے۔
عَـصَـرَ الـعِنَـبَ: اس نے انگور کا رس نچوڑا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
اعْتَصَرَهُ فانْعَصَرَ: اس نے اسے نچوڑا تو وہ نچڑ گیا۔ تَعَصَّرَ کا بھی یہی معنی ہے۔
اعْتَصَر عَصِيْراً: اس نے اسے تیار کیا۔
العُصَارَةُ: اسے جو نچوڑ کر حاصل ہوا اور نچوڑنے کے بعد جو تلچھٹ بچی رہی۔
المِعْصَرَةُ: (میم مکسور) جس میں انگور کا رس نچوڑا جائے۔
المُعْصِـرَاتُ: وہ بادل جس میں سے بارش ٹپکتی ہو یا برستی ہو۔
عُصِـرَ القَـوْمُ: لوگوں پر بارش برسی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اسی سے بعض لوگوں نے قرآن کی آیت کو وَفِيْهِ يُعْصَرُوْن پڑھا ہے۔ یعنی جب ان پر بارش برسے گی۔
الاِعْصَـارُ: اندھیری جس سے اٹھنے والا غبار آسمان تک بلند ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ غبار کا ایک ستون ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: فَـاَصَـابَـهَـا اِعْصَـارٌ: تو اس پر اندھیری پھر گئی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ایسی تند ہوا ہے جو کڑک اور بجلی والے بادلوں کو ہانکتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے۔
العُنْـصُـرُ: (صاد مضموم ومفتوح) اصل۔ جڑ۔ بنیادی حصہ۔
ع ص ع ص – العُصْعُصُ: (عین مضموم) دم کی ہڈی۔ کہا جاتا ہے کہ حیوانی جسمانی ڈھانچے میں پہلے یہی حصہ بنتا ہے

اور یہی حصے سب سے آخر میں بوسیدہ ہو کر فنا ہو جاتا ہے۔
میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری ابن الاعرابی نے کہا کہ العَصْعَصُ بھی اس لفظ کا ایک تلفظ یا لہجہ ہے۔
ع ص ف — العَصْفُ بقول الفراء زراعت کی سبزی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اس قول خداوندی: فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُوْلٍ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد اناج کا بھوسہ ہے جس میں سے اناج کے دانے تو الگ کر لئے جاتے ہیں اور اس کا بھوسہ باقی رہ جاتا ہے۔
عَصَفَتِ الرِّيْحُ: تیز ہوا چلی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور جَلَسَ ہے۔ ایسی سخت تند ہوا کو رِيْحٌ عَاصِفٌ کہتے ہیں یا رِيْحٌ عَصُوْفٌ کہتے ہیں۔
يَوْمٌ عَاصِفٌ: ایسا دن جس دن سخت تندو تیز ہوائیں چلتی ہوں۔ لفظ عاصف فاعل کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے کہ لَيْلٌ نَائِمٌ وَهَمٌّ نَاصِبٌ: سوتی رات اور تکلیف دہ دکھ۔
أَعْصَفَتِ الرِّيْحُ: تندو تیز ہوائیں چلیں۔ یہ قبیلہ اسد کے ہاں عَصَفَتْ کا ایک اور تلفظ یا لہجہ ہے۔ اس کا اسم فاعل مُعْصِفٌ اور مُعْصِفَةٌ ہے۔
ع ص ف ر — العُصْفُرُ: (عین اور فاء مضموم) رنگ۔
قَدْ عَصْفَرَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا رنگا فَتَعَصْفَرَ تو کپڑا رنگا گیا۔
العُصْفُوْرُ: چڑیا اس کی تانیث عُصْفُوْرَةٌ ہے۔
عُصْفُوْرُ القَتَبِ: کجاوے کی چار لکڑی کی کیلوں میں سے ایک کیل۔ حدیث شریف میں ہے: قَدْ حُرِّمَتْ أَنْ تُعْضَدَ او تخبط الا لعُصْفُوْرِ قَتَبٍ او مسد محالة او عصا جديدة: یہ بات حرام کی گئی ہے کہ مدینہ کا کوئی درخت سوائے ہودے یا کجاوے کی لکڑی کے چرخی کی رسی اور کلہاڑی یا کدال کے دستے کے کسی اور مقصد کے لئے کاٹا یا اکھیڑا جائے۔
ع ص ل — العُنصل: جنگلی پیاز۔
ع ص م — العِصْمَةُ: روکنا، بچانا، دفاع کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ عَصَمَهُ الطَّعَامُ اسے کھانے نے بھوک سے بچالیا۔
العِصْمَةُ کا معنی حفاظت بھی ہے۔ قَدْ عَصَمَهُ يَعْصِمُهُ (صاد مکسور) عِصْمَةً فَانْعَصَمَ اس نے اسے بچایا تو وہ بچ گیا۔
اعْتَصَمَ بِاللّٰهِ: وہ خدا کے فضل سے گناہوں سے محفوظ رہا۔ قول خداوندی ہے: لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ: آج کے دن امر الٰہی سے کوئی بھی بچنے

والانہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اس عَاصِمُ سے مراد معصوم ہو یعنی یہ فاعل بمعنی مفعول واقع ہوا ہو۔

الْمِعْصَم: کلائی، پونچا، ساعد۔

اعتصم بِکذا: وہ اس طرح یا فلاں ذریعے سے بچ گیا یا اس نے فلاں چیز کے ذریعے اپنا بچاؤ کیا۔

اسْتَعْصَمَ: وہ محفوظ رہا۔ مثل ہے: کُنْ عِصَامِيًّا ولاتَكُنْ عِظَامِيًّا: "شاہ حیرہ نعمان بن منذر کے حاجب عصام کی طرح ذاتی شرافت پیدا کرو۔ پدرم سلطان بود کہہ کر آباؤ اجداد پر فخر نہ کرو۔" اس مثل کا مضمون اس شعر میں بیان ہوا ہے:

نَفْسُ عِصَامٍ سَوَّدَتْ عصامًا
وعَلَّمَتْهُ الكَرَّ والاقدامًا

"ذاتی شرافتِ نفس نے عصام کو سردار بنا دیا۔ اور اسے حملہ آور ہونا اور پیش قدمی کرنا سکھایا۔"

ع ص ا—العَصَا: چھڑی۔ ہاتھ میں ٹیکنے کی لاٹھی۔ یہ مؤنث ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عصاً عصوان (تثنیہ) اور جمع عُصِيٌّ (عین مکسور اور مضموم) اور أَعْصٍ: بروزن زُمنٍ وأزْمُنٍ: لوگوں کا یہ قول أَلْقَى عَصَاهُ: اس نے لاٹھی رکھ دی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے سفر ختم کر کے ایک جگہ اقامت اختیار کر لی۔ یہ مثل ہے کہ

هٰذِهِ عَصَايَ: یہ رہی میری لاٹھی۔ یعنی اب میں سفر پر جانے سے رہا۔ الفراء کے قول کے مطابق عراق میں عربی زبان میں پہلا لحن هٰذه عُصَاتِيَ سنا گیا۔ خوارج کے بارے میں مشہور ہے کہ: قَدْ شَقُّوا عَصَا المسلمين: انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ انْشَقَّتِ العَصَا: لاٹھی ٹوٹ گئی۔ یعنی اتحاد ختم ہو گیا۔ لوگوں کا یہ قول: لا تَرفَعْ عَصَاكَ عَن أَهْلِكَ: اپنے اہل وعیال سے لاٹھی اٹھا کے نہ رکھ، یعنی ان کی تادیب اور تربیت سے ہاتھ نہ اٹھا۔

عَصَاهُ: اس نے اسے لاٹھی سے مارا۔ اس کا باب عدا ہے۔ العِصْيان: نافرمانی۔ الطَّاعَةُ بمعنی فرماں برداری کی ضد ہے۔

قَدْ عَصَاهُ: اس کا باب رَمَى ہے۔ اس نے اس کی نافرمانی کی۔ اس کا مصدر مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانًا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل عَاصٍ اور عَصِيٌّ بمعنی نافرمان ہے۔

عَاصَاهُ کا معنی وہی ہے جو عَصَاهُ کا ہے۔

اسْتَعْصَى عليه: اس پر دشوار ہو گیا یا مشکل ہو گیا۔

ع ض ب—نَاقَةٌ عَضْبَاءُ: کان کٹی اونٹنی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا لقب بھی ہے۔

ع ض د—العَضُدُ: بازو۔ یہ کہنی سے ہتھیلی تک ہے۔اس کے چار لہجے ہیں:
(۱) عَضُدٌ (ضاد مضموم)
(۲) عَضِدٌ (ضاد مکسور)
(۳) عَضْدٌ (ضاد ساکن) اور
(۴) عُضْدٌ بروزن قُفْلٌ.
عَضَدَهُ: اس نے اس کی مدد کی۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔ عَضَدَ الشَّجَرَ: اس نے درخت کاٹا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
المُعَاضَدَةُ: باہم مدد اور معاونت کرنا۔
اعْتَضَدَ بِهِ: اس نے اس سے مدد لی۔
المِعْضَدُ: درانتی یا کلہاڑی۔
ع ض ض—عَضَّهُ: عَضَّ بِهِ وعَضَّ عَلَيْهِ: سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اسے دانت سے کاٹا۔ عَضَّهُ يَعَضُّهُ (عین مفتوح) عَضًّا: ایک دوسرے لہجے میں اس کا باب رَدَّ ہے۔
أَعَضَّهُ الشَّيْءَ فَعَضَّهُ: اس نے چیز کو دانت سے پکڑا پھر دانتوں سے کاٹا۔
ع ض ل—العَضَلُ: اس کا واحد عَضَلَةٌ ہے۔ معنی پنڈلی و پٹھہ، ہر جگہ کا گٹھا ہوا بھرواں اور اکٹھا ہوا گوشت عَضَلَةٌ یعنی پٹھا کہلاتا ہے۔
دَاءٌ عُضَالٌ اور اَمْرٌ عُضَالٌ: سخت لاعلاج مرض اور نہایت مشکل کام۔
اَعْضَلَنِي اَمْرُهُ: مجھے اس کے معاملے یا کام نے عاجز کر دیا، یا تھکا دیا۔
اَعْضَلَ الأَمْرُ: معاملہ یا کام دشوار ہو گیا۔ اَمْرٌ مُعْضِلٌ: ایسا کام یا مشکل جس کا کوئی حل نہ سوجھتا ہو۔
المُعْضِلَاتُ: مشکلات۔ دشواریاں۔
عَضَلَ اَيِّمَهُ: اسے شادی سے روک دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور نَصَرَ ہے۔
ع ض ہ—العِضَاهُ: ہر وہ درخت جو بڑا ہو کر کانٹے دار ہو جاتا ہے، اس کا واحد عِضَاهَةٌ، عِضَهَةٌ اور عِضَةٌ ہے۔ عضةٌ میں سے ہاء اصلی کو حذف کیا گیا ہے۔ اس کی مثال شَفَةٌ بمعنی ہونٹ جو اصل میں شَفَهَةٌ ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ اس میں سے ہاء کو کم کیا گیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ہاء کے بدلے واؤ کو کم کیا گیا ہے۔ الکسائی نے کہا کہ العِضَةُ کا معنی جھوٹ اور بہتان ہے۔ اس کی جمع عِضُوْنَ ہے جس کی مثال عِزَةٌ اور عِزُوْنَ ہے۔ قول خداوندی ہے: اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِيْنَ: جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ اس لفظ میں سے واؤ کم ہوا ہے اور وہ عَضَوْتُهُ بمعنی فَرَّقْتُهُ: میں نے منتشر کر دیا، میں موجود ہے۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ مشرکین نے قرآن کریم کے بارے میں مختلف اور طرح

طرح کی باتیں بنائیں انہوں نے اس قرآن کو کذب (جھوٹ) سحر (جادو) کہانت اور شعر قرار دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ سے ھاء کم ہوا ہے کیونکہ اصل میں یہ لفظ عِضَهَةٌ کا معنی سحر اور جادو ہے وہ جادوگر کو عاضۃ کہتے ہیں۔

عِضَۃ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ض ہ' اور 'ع ض ا'۔

ع ض ا—العُضْوُ: (عین مضموم ومکسور) اس کی جمع اعضاء ہے۔ اور معنی جسم کا جز یا حصہ ہے۔ عَضَّى الشَّاةَ تَعْضِيَه: اس نے بکری کے ٹکڑے بنا دیئے۔

عَضَّى الشَّيْء کا معنی بھی اس نے چیز کو الگ الگ کر دیا۔ لَا تَعْضِيَةَ فِي مِيْرَاثٍ اِلَّا فِيْما حَمَلَ القسم: یعنی ترکے یا میراث کا وہ مال ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو سکتا یعنی اسے توڑنے سے نقصان ہوتا ہے مثلاً: ہیرے جواہرات وغیرہ، تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی حصہ دار اسے توڑنے کا مطالبہ کرے تو کیونکہ اس میں انہیں یا بعض کو نقصان پہنچتا ہے تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کو تقسیم کیا جائیگا۔ قول خداوندی ہے: اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِيْنَ: عِضِيْنَ کا واحد عِضَۃٌ، اصل لفظ میں سے واؤ اور ھاء کم کر دیئے گئے ہیں۔ ہم نے اس کا ذکر بذیل مادہ 'ع ض ہ' میں کر دیا ہے۔

ع ط ب—العَطَبُ: ہلاکت، موت۔ اس کا باب طرب ہے۔

المَعَاطِبُ: ہلاکتیں۔ اس کا واحد مَعْطَبٌ بروزن مَذْهَبٌ ہے۔

العُطْبُ والعُطُبُ: روئی۔

العُطْبَةُ: روئی کا ٹکڑا۔

ع ط ر—العِطْرُ: خوشبو، عطر۔ کہا جاتا ہے: عَطِرَتِ المَرْأَةُ: عورت نے خوشبو یا عطر استعمال کیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل عَطِرَةٌ: خوشبو یا عطر ملی عورت یا مُتَعَطِّرَةٌ: عطر ملی ہوئی عورت ہے۔ رَجُلٌ مِعْطِيْرٌ ومِعْطَار: عطر ملا ہوا آدمی۔ امرأة مِعْطِيْرٌ ومعطار بھی کہہ سکتے ہیں۔

ع ط ر د—عُطَارِد: عطارد سیارہ۔ خنس سیاروں میں سے ایک سیارہ۔ باقی سیارے یہ ہیں:

(۱) زحل
(۲) مشتری
(۳) مریخ
(۴) زہرہ

ع ط س—العُطَاسِ: (عین مضموم) العَطْسَةُ: چھینک۔ قَدْ عَطَسَ يَعْطِسُ (طاء مضموم اور مکسور) وہ چھینکتا ہے۔ شاید لوگوں نے صبح طلوع ہونے کے لئے عَطَسَ الصُّبْحُ بھی کہا ہے۔

المَعْطِسُ بروزن المَجْلِسُ : ناک۔ شاید اس لفظ میں طاء مفتوح ہے۔

ع ط ش -عَطِشَ: وہ پیاسا ہوا۔ اس کی ضد رَوِیَ ہے یعنی وہ سیراب ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ اس کا اسم فاعل عَطْشَانٌ ہے۔

قَوْمٌ عَطْشٰی : بروزن سَکْرٰی پیاسی قوم۔

عَطَاشٰی بروزن حَبَالٰی: پیاسی تشنہ۔

عِطَاشٌ : تشنہ۔ پیاسے۔

اِمْرَاۃٌ عَطْشٰی: پیاسی عورت۔

نِسْوَۃٌ عِطَاشٌ : پیاسی عورتیں۔

مَکَانٌ عَطِشٌ : (طاء مکسور اور مضموم) کم پانی والی جگہ۔

ع ط ف -عَطَفَ: مائل ہوا۔ جھکا۔ مائل کیا اور جھکایا۔ موڑا عَطَفَ العُوْدَ: اس نے لکڑی کو موڑا تو وہ مڑ گئی۔ عَطَفَ الوِسَادَۃَ: اس نے تکیے کو دوہرا کیا۔

عَطَفَ عَلَیْہِ: وہ اس پر مہربان ہوا۔ ان تمام کا باب ضَرَبَ ہے۔ المِعْطَفُ (میم مکسور) گلوبند، چادر، کمبل اور العِطَافُ کا معنی بھی یہی ہے۔ تَعَطَّفَ عَلَیْہِ: وہ اس پر مہربان ہوا۔

تَعَاطَفُوْا: وہ ایک دوسرے پر مہربان ہوئے۔

اِسْتَعْطَفَہٗ عَلَیْہِ فَعَطَفَ: اس نے اس سے رحم کی اپیل کی یا ہمدردی و شفقت طلب کی تو اس نے اس پر مہربانی اور شفقت کی۔

عِطْفَا الرَّجُلِ: مرد کے دو پہلو۔ سر سے لے کر دونوں سرینوں تک اسی طرح عِطْفَا کُلِّ شَیْءٍ: ہر چیز کے دو کنارے یا دو پہلو۔

ثَنٰی عِطْفَہٗ: اس نے کندھا موڑا۔ یعنی منہ پھیر لیا۔

مُنْعَطَفُ الوادی: وادی کا موڑ۔ (طاء مفتوح ہے)۔

ع ط ل -عَطِلَتْ المَرْاَۃُ: عورت کی گردن ہار سے برہنہ ہوگئی۔ ایسی عورت کو عُطُلٌ (عین اور طاء دونوں مضموم) کہتے ہیں۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسے عَاطِلٌ اور مِعْطَالٌ بھی کہتے ہیں۔

العَطَلُ: کسی چیز کے خالی ہونے کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عَطِلَ الرَّجُلُ مِنَ المَالِ: آدمی قلاش ہو گیا۔ یعنی مال اور ادب دونوں سے کنگال ہو گیا۔ ایسے شخص کو عُطْلٌ (طاء مضموم اور ساکن) کہتے ہیں۔

تَعَطَّلَ الرَّجُلُ: آدمی کے پاس کرنے کو کام نہیں رہا۔ اس کا اسم العُطْلَۃُ بمعنی چھٹی ہے۔

التَّعْطِیْلُ: خالی کرنا۔ بِئْرٌ مُعَطَّلَۃٌ: اندھا

کنواں۔ مُردوں کو ڈالنے کے لئے۔
حدیث شریف میں ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت فوت ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عَطِّلُوْهَا اس کے زیور اتارلو۔
المُعَطَّلُ: غیر آباد زمین۔ اِبِلٌ مُعَطَّلٌ: ایسا اونٹ جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔

ع ط ن - الأعْطَانُ والمَعَاطِنُ: پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ اور بھیڑ بکریوں کے باڑے بھی۔ اس کا واحد عَطَنٌ اور مَعْطَنٌ ہے۔

ع ط ا - اَعْطَاهُ مَالًا: اس نے اسے مال عطا کیا۔ اس کا اسم العَطاء یعنی بخشش ہے۔ اسْتَعْطَى وتَعَطَّى: اس نے بخشش یا عطیہ طلب کیا۔ رَجُلٌ مِعْطاءٌ: بہت زیادہ سخاوت فیاضی اور بخشش کرنے والا۔ امرأةٌ مِعْطاءٌ: فیاض عورت بھی اس کا معنی ہے۔ مِفْعَالٌ کے وزن پر اسم میں مذکر و مؤنث دونوں مشترک ہوتے ہیں۔ العَطِيَّةُ: عطیہ۔ بخشش میں دی جانی والی چیز۔ اس کی جمع العَطَايَاء ہے۔ لوگوں کا تعجب کے اظہار کے لئے یہ کہنا کہ مَا اَعْطَاهُ لِلْمَالِ یعنی: وہ مال خرچ کرنے میں کس قدر فیاض ہے، شاذ ہے۔ اسی طرح لوگوں کا اظہار تعجب کے طور پر یہ کہنا کہ مَا اَوْلَاهُ لِلْمَعْرُوْفِ کہ وہ نیکی کرنے کا کس قدر دلدادہ ہے۔ اور مَا اَكْرَمَهُ لِي وہ مجھ پر کس قدر مہربان ہے۔ بھی شاذ ہے۔ کیونکہ تعجب کا صیغہ افعل کے وزن پر داخل نہیں ہوتا۔ البتہ عربوں سے سنی بات تو جائز ہوسکتی ہے لیکن اس پر قیاس نہیں ہوسکتا۔
المُعَاطَاةُ: سخاوت و فیاضی میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا۔ فُلَانٌ تَتعاطى كَذا: فلاں شخص کسی معاملہ میں اس طرح منہمک ہو جاتا ہے۔ اس قول خداوندی کے بارے میں کہا گیا ہے: فَتَعَاطَى فَعَقَرَ: کہ وہ اپنے پنجوں کے بل کھڑا ہوا پھر اس نے ہاتھ اٹھائے اور اونٹنی کو مارا۔ اگر تم زید سے کوئی چیز لینا چاہو تو تم کہو گے کہ: هَلْ اَنْتَ مُعْطِيَّهُ (یاء مفتوح اور مشدد) تم اسی طرح کسی جماعت سے بھی ایسے موقع پر یوں کہو گے کہ: هَلْ اَنْتُمْ مُعْطِيَّهُ: اس میں نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگئی اور واؤ مقلوب ہو کر یاء ہوگئی اور اس کا یاء میں ادغام ہوگیا۔ تم نے اس کی یاء کو مفتوح کردیا کیونکہ اس کا ما قبل ساکن ہے۔ تثنیہ کے لئے کہو گے: هَلْ اَنْتُمَا مُعْطِيَاهُ: (یاء مفتوح)۔

ع ظ م - عَظُمَ الشَّيْءُ: (ظاء مضموم) يَعْظُمُ عِظَمًا بروزن عِنَبَ: چیز بڑی ہوگئی۔ اس کا اسم فاعل عَظِيْمٌ ہے اور

عُظَام بھی جس میں عین مضموم ہے۔
عُظْمُ الشَّيْءِ: بروزن قُفْلٌ کسی چیز کا بڑا حصہ۔ اور مُعْظَمُهُ کا بھی یہی معنی ہے۔
اَعْظَمَ الأَمْرَ، عَظَّمَهُ تَعْظِيمًا: اس نے اسے بڑا بنا دیا یا اس کی تعظیم کی۔
التَّعْظِيمُ: تعریف وتبجیل۔ کسی کی بزرگی کا بیان کرنا۔
اسْتَعْظَمَهُ: اس نے اسے بڑا خیال یا شمار کیا۔ اسْتَعْظَمَ وتَعَظَّمَ: اس نے تکبر کیا۔ اس کا اسم العُظْمُ بروزن القُفلُ ہے۔ تَعَاظَمَهُ اَمْرُ كَذا: کہتے ہیں اَصَابَنا مَطَرٌ لايتعاظَمُهُ شَيْءٌ: ہمارے ہاں ایسی بارش برسی کہ اس کے برابر کچھ نہیں۔ العَظِيمَة والمُعظَّمَةُ (ظاء مفتوح) سخت مصیبت۔
العَظَمَةُ: (عین اور ظاء دونوں مفتوح) عظمت اور بڑائی۔
العَظْمُ: ہڈی اس کی جمع عِظَامٌ ہے۔
ع ف ر – العَفَرُ: (عین اور فاء دونوں مفتوح) مٹی۔
عَفَرَهُ فِي التُّرابِ: اس نے اسے مٹی میں دھنسا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
عَفَّرَهُ تَعْفِيرًا: اس نے اسے مٹی سے لت پت کر دیا۔ التَّعْفِيرُ: سفید بنانا۔
حدیث شریف میں ہے: اَنَّ امْرَأَةً شَكَتْ اِلَيْهِ، (صلّی اللّٰه عليه وسلّم) اَنَّ مَالَهَا لايَزْكُوْ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلامُ: مَا اَلْوَانُهَا؟ فَقَالَتْ: سُوْدٌ: فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلامُ: عَفِّرِيْ: ”ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ اس کا مال یعنی بھیڑ بکریوں کی نسل میں اضافہ نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تیرے مال مویشی کا کیا رنگ ہے؟ عورت نے عرض کیا کہ ان کا رنگ سیاہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سفید رنگ کا مال یعنی بھیڑ بکریاں شامل کر دو، یعنی آپ ﷺ نے اسے بتایا سفید بکریاں رکھ۔ ان میں برکت ہوگی۔
الأَعْفَرُ: سرخ رنگ کی ریت۔ الأعْفَرُ کا معنی سفید بھی ہے لیکن سفید قام نہیں۔
العفار: ایک مخصوص لکڑی جس سے آگ جھاڑی جاتی ہے۔ اس کا مکمل ذکر بذیل ’م ر خ‘ میں گزر چکا ہے۔
العِفْرُ: (عین مکسور) نر خنزیر۔ اس کا معنی خبیث اور بدکار مرد بھی ہے اس کا صیغہ تانیث عِفْرَةٌ ہے۔
المَرْأَةُ عِفْرَةٌ: عورت خبیث اور بد ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ العِفْرِيْتُ: ہر چیز اور معاملہ میں مبالغہ کی حد۔ کہا جاتا ہے کہ فُلانٌ عِفْرِيْتٌ نِفْرِيْتٌ وعِفْرِيَةٌ ونِفْرِيَةٌ: فلاں آدمی بڑی بلا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ

العِفْـرِيَةَ النِّفْرِيَةَ الَّذِی يُرْزَأُ فِی اَهْلٍ وَلَا مَالٍ: اللہ تعالیٰ ایسے خبیث اور بدکار شخص سے نفرت کرتا ہے کہ جس کے اہل و مال میں کمی نہ ہوتی ہو۔ یعنی وہ خرچ نہ کرتا ہو۔

العِفْرِيَةُ: تصحیح شدہ۔

النِّفْرِيَةُ: پیروی کرنا، پیچھا کرنا۔ العِفْرِيَةُ کا معنی بڑی بلا بھی ہے۔

مَـعَـافِـرُ: (میم مفتوح) ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔ معرفہ اور نکرہ دونوں صورتوں میں مَسَاجِـد کی طرح غیر منصرف ہے۔ یہ لوگ المَعَـافِری کپڑا تیار کرنے کے لئے مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: ثَـوْبٌ مَعَـافِـرِيٌّ: اس صورت میں یہ منصرف ہے۔

ع ف ص – العِفَاصُ: (عین مکسور) کارک، ڈاٹ۔ بوتل کا سربند۔

العَـفَـصُ: جس سے سیاہی بنتی ہے۔ یہ نیا کلمہ ہے۔ اہل بادیہ کے کلام میں یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے: طَعَامٌ عَفِصٌ وفِيهِ عُفُوصَةٌ: کڑوا کسیلا کھانا یا جس کھانے میں کسیلا پن ہو۔

ع ف ف – عَـفَّ عَـنِ الحَـرَامِ: يَعِـفُّ (عین مکسور) عِـفَّـةً وعَـفًّا وعَـفَـافَـةً: اس نے حرام سے پرہیز کیا یا وہ حرام سے بچا رہا ایسا شخص عَـفٌّ اور عَفِيفٌ ہے۔ اور عورت عَفَّةٌ اور عَفِيفَةٌ ہے۔

أَعَـفَّـهُ اللّٰـهُ: اللہ اسے بچائے رکھے۔

اسْـتَـعَـفَّ عَـنِ المَسْأَلَةِ: وہ گداگری سے بچا رہا۔

تَعَفَّفَ: اس نے اپنے آپ کو عفیف ظاہر کیا۔

ع ف ن – شَـیْءٌ عَـفِـنٌ، العَـفُـوْنَـةُ: بدبودار چیز۔

قَـدْ عَفِنَ اس میں بدبو پیدا ہوگئی۔ اس کا باب طَرِب ہے اور عُفُوْنَةً بھی۔

قَـدْ عَفِنَ الحَبْلُ: رسی نمی یا پانی پڑنے سے بوسیدہ ہوگئی۔

ع ف ا – العَفَاءُ: (عین مفتوح و الف ممدود) مٹی۔ صفوان بن محرز کا قول ہے کہ

اذا دَخَـلْتُ بَـيْـتِـیْ فَـاَكَلْتُ رَغِيْفًا
وَشَـرِبْتُ عَلَـيْـهِ مَـاءً فَعَلَى الدُّنيا العَـفَاءُ: جب میں گھر میں داخل ہوں پھر ایک روٹی کھالوں اور اس پر پانی پی لوں تو دنیا بھر کا غم میری بلا سے۔

عَـفْـوُ المَـالِ: فاضل مال، ضرورت سے زیادہ بچا ہوا مال۔ میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: وَيَسْـئَـلُوْنَكَ مَـاذَا يُنْفِقُوْنَ، قُلِ العَـفْـوَ: اے پیغمبر! لوگ آپ سے پوچھتے کہ وہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دیجئے کہ اپنی ضرورت سے زائد۔

میں کہتا ہوں کہ اس قول خداوندی کہ: خُذِ الْعَفْوَ: سے مراد لوگوں سے ان کی مرضی سے بآسانی جو مال وہ دیں اسے لیجئے، اور پوچھ گچھ نہ کیجئے اور کرید نہ کیجئے۔ کہا جاتا ہے کہ اَعْطَاهُ عَفْوَ مَالِهِ: یعنی اس نے اسے بن مانگے اپنی ضرورت سے زائد مال دے دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِعْفِنِی من الْخُرُوْجِ مَعِکَ: یعنی مجھے اپنے ساتھ نکلنے دیجئے۔ اِسْتَعْفَاهُ مِنَ الْخُرُوْجِ مَعَهُ: اس نے اس سے اس کے ساتھ جانے سے معذرت کی۔

عَافَاهُ اللّٰه: اللہ تعالیٰ اسے عافیت سے رکھے۔ واَعْفَاهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا اسم العَافِيَةُ ہے۔ اور اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی حفاظت ہے۔ اسے مصدر کی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: عَافَاهُ اللّٰه عَافِيَةً.

عَفَا الْمَنْزِلُ: گھر بوسیدہ ہوگیا۔

عَفَتْهُ الرِّيْحُ: ہواؤں نے مکان کو بوسیدہ کردیا۔ یہ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

عَفَّتْهُ الرِّيْحُ: فاء کو مبالغہ کے لئے مشدد کیا گیا ہے۔

تَعَفِّيُ الْمَنْزِلُ کا معنی عَفَا کی طرح ہے۔

عَفَا عَنْ ذَنْبِهِ: اس نے گناہ ترک کردیا اور دوبارہ اس کا ارتکاب نہیں کیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

العَفُوُّ بروزن فَعُوْلٌ: بہت زیادہ عفو اور درگزر کرنے والا۔

عَفَا الشَّعْرُ والنَّبْتُ وَغَيْرُهُمَا: بال اور پودے کثرت سے اُگے۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: حَتّٰى عَفَوْا: وغیرہ میں آیا ہے یعنی یہاں تک کہ ان کی کثرت ہوگئی۔

عَفَاهُ غَيْرُهُ: (فاء بغیر شد) واَعْفَاهُ: اس نے بہت کثرت کردی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَمَرَ اَنْ تُحْفَى الشَّوَارِبُ وَتُعْفَى اللُّحَى: آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ مونچھیں ترشوادی جائیں اور داڑھیاں بڑھائی جائیں۔

عَفَاهُ: (از باب عَدَا) واعْتَفَاهُ بھی، وہ اس سے بھلائی اور نیکی یعنی خیرات کی طلب میں آیا۔

العُفَاةُ: خیرات مانگنے والے لوگ اس کا واحد عَافٍ ہے۔

ع ق ب — عَاقِبَةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر بات یا ہر چیز کا انجام۔

العَاقِبُ: السّید کا نائب، ایک دینی منصب۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَا العَاقِبُ اَنَا السَّيِّدُ: میں انبیاء علیہم السلام کا آخری نبی ہوں۔

العَقِبُ: ایڑھی، (قاف مکسور) اس کی جمع

اَعْقَابٌ ہے۔ یہ مؤنث ہے۔
عَقِبُ الرَّجُلِ: آدمی کا بیٹا اور اس کا پوتا۔ اسی طرح عَقْبُهُ (قاف ساکن) کا بھی یہی معنی ہے اور یہ بھی مؤنث ہے اور یہ اخفش رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے۔
العُقْبُ و العُقُبُ: انجام اس کی مثال عُسْرٌ اور عُسُرٌ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: خَيْرٌ ثَوَابًا وخَيْرٌ عُقُبًا: اور تم یہ کہتے ہو کہ جِئْتُ فی عقب وفِی عُقْبَانِهِ: شہر رمضان یعنی میں رمضان کے آخر میں آیا۔ عُقْبَانِهِ میں عین مضموم ہے اور قاف ساکن۔ اس سے مراد ہے کہ تم رمضان کا سارا مہینہ ختم ہونے کے بعد آئے ہو۔ جِئْتُ فی عَقِبِهِ (عین مفتوح اور قاف مکسور) تم رمضان کے کچھ دن باقی رہتے میں آئے ہو یا تم رمضان کے آخری دنوں میں آئے ہو۔
المُقْبَةُ بروزن الغُلْبَةُ کا معنی ہے نوبت، باری۔
عَاقَبْتُهُ فی الراحلة: میں اس کے ساتھ سواری پر باری باری سوار ہوا۔ اَعْقَبْتُهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ هُمَا يَتَعَاقَبَانِ: وہ رات دن کی طرح ایک دوسرے کے تعاقب میں آتے ہیں۔
العَقَبَةُ: گھاٹی پہاڑ۔ اس کی جمع عَقَبات: مراد مشکلات ہے۔
العِقَابُ: سزا، عقوبت۔
عَاقَبَهُ بِذَنْبِهِ: اس نے اسے گناہ کی سزا دی۔ قول خداوندی ہے: فَعَاقَبْتُمْ: پھر تم سے بدلہ لے لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔
عَاقَبَهُ کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ اس کے پیچھے آیا۔ اس کا اسم فاعل مُعَاقِبٌ ہوگا اور عَقِيبٌ بھی۔
التَّعْقِيبُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی پیچھا کرنا۔ اسی سے المُعَقِّبَاتُ مشتق ہے۔ جس میں قاف مشدد اور مکسور ہے۔ اس سے مراد رات دن کے فرشتے ہیں کیونکہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ المُعَقِّبَاتُ کو کثرت تعداد کی وجہ سے جمع مؤنث بنایا گیا ہے۔ اس کی مثال عَلَّامَةٌ اور نَسَّابَةٌ ہے۔ تم کہتے ہو کہ وَلَّى مُدبِرًا وَلَم يُعَقِّبْ: وہ الٹا پھرا اور پیچھے نہیں مڑا (اس میں قاف مشدد اور مکسور ہے)۔
التَّعْقِيبُ فی الصَّلَاةِ: نماز ختم کرنے کے بعد دعا کے لئے بیٹھے رہنے کو کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ عَقَّبَ فی صَلَاةٍ فَهُوَ فِی صَلَاةٍ: جو نماز ختم کرنے کے بعد بیٹھا رہا تو گویا وہ ابھی نماز میں ہے۔

اَعْقَبَهُ بطَاعَتِهٖ: اس نے اسے فرماں برداری کا صلہ دیا۔

العُقْبٰی: معاملات کا بدلہ اور صلہ۔

اَعقَبَ الرَّجُلُ: آدمی اپنے پیچھے وارث یا بیٹا چھوڑ مرا۔ اَکَلَ اُکْلَۃً اَعْقَبَتْہُ سُقْمًا: اس نے ایسا کھانا کھایا جس کے بعد اسے ایک بیماری لگ گئی۔ میں کہتا ہوں کہ قول خداوندی میں یہی لفظ ہے: فَاَعْقَبَهُمْ نَفَاقًا: یعنی ان کے بخل نے بعد میں ان میں نفاق پیدا کیا۔ اَعْقَبَهُمُ اللّٰه: اللہ نے انہیں بدلے میں نفاق دیا۔ تَعَقَّبَهُ بِذَنبِهٖ: اس نے اس کے گناہ یا جرم کا پیچھا کیا۔

اعْتَقَبَ البَائِعُ السِّلْعَةَ: بائع نے سامان روک لیا۔ تاکہ خریدار سے قیمت وصول کرے۔ یعنی مال فروخت کرنے والے مشتری سے مال کی قیمت وصول کرنے تک مال روک لیا۔ حدیث شریف میں ہے: المُعْتَقِبُ ضَامِنٌ: قیمت کی وصولی تک سامان روکنے والا بائع اس دوران مال تلف ہونے کا ذمہ دار اور ضامن ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الازہری نے مادہ 'ع ق ب' کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ: قَالَ ابن السکیت یعنی ابن السکیت نے کہا کہ فُلَانٌ یَسْعٰی عَقِبَ آلِ فُلَانٍ: فلاں شخص آل فلاں کے پیچھے یا بعد دوڑتا ہے۔ مجھے یہ فقرہ الصحاح میں نہیں ملا اور نہ ہی التَّهْذِيب میں ملا ہے تاکہ لوگوں کے اس قول کی صحت پر حجت بن سکے کہ جَآءَ فُلَانٌ عَقِبَ فُلَان: یعنی فلاں آدمی فلاں شخص کے بعد آیا۔ مجھے صرف یہی ایک قول ملا ہے۔ البتہ لوگوں کا یہ قول کہ جَاءَ عَقِبَیْهُ: یعنی وہ اس کے بعد میں آیا، تو اس قول کا جواز مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں نہیں ہے۔ میں نے ان دو کتابوں میں عَقِیْبًا کو بطور اسم ظرف نہیں دیکھا بلکہ صرف مُعَاقِبٌ کے معنوں میں پایا ہے جس سے مُراد رات اور دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہے اور کچھ نہیں۔

میرا کہنا ہے کہ کہا جاتا ہے: عَقَّبَ الحَاکِمُ عَلٰی حُکْمِ مَنْ قَبْلَهُ اذا حَکَمَ بَعْدَ حُکْمه بغَیْرِہ: حاکم نے اپنے سے پہلے حاکم کے فیصلے کے بعد اس فیصلے کے خلاف فیصلہ دیا۔ یہی معنی قول خداوندی میں ہے: لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِهٖ: کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بعد اس فیصلے کے خلاف کوئی فیصلہ دینے والا نہیں ہے۔ یعنی اللہ کے فیصلے کو نہ کوئی توڑنے والا ہے نہ اس میں کسی قسم کا ردّ و بدل کرنے والا ہے۔

ع ق د — عَقَدَ الحَبْلَ والبَیْعَ والعَهْدَ: اس نے رسی میں گرہ لگائی۔ بیع طے کی اور عہد باندھا۔ فَانْعَقَدَ تو وہ بندھ گیا یا

قرار پایا۔

عَقَدَ الرُّبُّ: شیرہ وغیرہ گاڑھا ہو گیا۔ اسے عَقِیْد کہتے ہیں۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَعْـقَـدَهٗ غَیْرُهٗ: کسی اور نے اسے باندھا۔

عَقَّدَه تَعْقِیْدًا: اس نے اسے اچھی طرح باندھا یا گرہ لگادی۔

العُقْـدَةُ: گرہ گانٹھ۔گرہ لگانے کی جگہ۔ اس میں عین مضموم ہے۔

العُقْدَةُ کا معنی جائداد بھی ہے۔

العِقْدُ: ہار مالا۔

کَـلَامٌ مُعَـقَّـدٌ: گرہ دار۔مشکل بات (قاف مشدد ہے)۔

اِعْتَقَدَ کذا بِقَلْبِهٖ: اس نے دل سے یہ اعتقاد کرلیا۔

لَیْسَ لَهٗ مَعْقُوْدٌ: اس میں رائے قائم کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

المُعَـاقَـدَةُ: معاہدہ۔ تَعَاقَدَ القومُ فیما بَیْنَهُم: قوم نے باہم معاہدہ کرلیا۔

المَعَاقِدُ: معاہدہ کرنے کی جگہیں۔

العَقِـیْـدُ: معاہدہ کرنے والا، ایک فوجی منصب۔

العُنْقُـوْد: خوشہ گچھا۔(عین مضموم) اس کی جمع عَنَاقِیْدُ ہے۔

عَنَاقِیْدُ العِنَبِ: انگور کے گچھے۔

العِنْقَـادُ: اس کی ایک دوسری لغت ہے یا دوسرا لہجہ ہے۔

ع ق ر—عَقَرَهٗ: اس نے اسے زخمی کردیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔زخمی کرنے والا عَقِیْرٌ ہے۔اس کی جمع عُقْرٰی ہے۔ اس کی مثال جَرِیْحٌ اور جَرْحٰی ہے۔

کَلْبٌ عَقُـوْرٌ: پھاڑ کھانے والا کتا۔

التَّعْقِیْرُ: عقر سے زیادہ شدید زخمی کرنا۔

العَقَـاقِیْـرُ: جڑی بوٹیاں۔اس کا واحد عَقَّارٌ بروزن عَطَّارٌ ہے۔

العَقَار: (عین مفتوح اور قاف مخفف بغیر تشدید) زمین، جائیداد اور کھجور کے درخت یا نخلستان۔کہا جاتا ہے کہ: فِی الْبَیْتِ عَقَارٌ حَسَنٌ: گھر میں اچھا خاصا ساز و سامان ہے۔

المُعْقِـرُ بروزن المُعْسِرُ: بہت زیادہ جائیداد والا۔قَدْ اَعْقَرَ: اس نے بڑی جائداد بنالی ہے۔

العُقَارُ: (عین مضموم) شراب۔اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ عقل کو زخمی کر دیتی ہے۔یا شراب خور آدمی شوروغل مچاتا ہے۔

المُعَـاقَرَةُ: شراب کا عادی ہونا۔ ہمیشہ شراب پینا۔عَقَـرَ البَعِیْرَ و الفَرَسَ بـالسَّیْفِ فَانْعَقَرَ: اس نے تلوار کے ساتھ اونٹ اور گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں، تو اس کی ٹانگیں کٹ گئیں۔ اس کا

باب ضَرَبَ ہے ایسے ٹانگ کٹے اونٹ کو
عَقِیْرٌ اور گھوڑے کو عَقْرَی کہتے ہیں۔
عَقَرَ ظَهْرَ البَعِیْرِ: اس نے اونٹ کی
پیٹھ کو زخمی کر دیا۔ عَقَرَهُ السَّرْجُ
فَانْعَقَرَ: زین نے (گھوڑے کی پیٹھ کو
زخمی کر دیا۔ تو وہ زخمی ہوگئی۔ اعتقر کا معنی
بھی یہی ہے۔ ان دونوں کا باب ضَرَبَ
ہے۔ العَقَرُ: (عین اور قاف دونوں
مفتوح) کا معنی یہ ہے کہ تم کسی شخص کی
ٹانگیں نیچے گرا دو یعنی باندھ دو کہ وہ ڈر
جائے اور دہشت کے مارے لڑ نہ سکے۔
اس کا باب طرب ہے۔ یہی الفاظ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائے کہ: فَعَقِرْتُ
حَتّٰی خَرَرْتُ اِلَی الأرض: (جب
میں نے حضور ﷺ کی وفات کی خبر سنی) تو
دہشت زدہ ہو کر رہ گیا یہاں تک کہ میں
زمین پر آن گرا۔

اَعْقَرَهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے اسے دہشت
زدہ کر دیا۔

العَاقِرُ: بانجھ عورت جس کے ہاں بچہ نہ
ہوتا ہو۔

العُقْرُ: بانجھ پن۔ (عین مضموم) قَدْ
عَقُرَتِ المَرْأةُ تَعْقُرُ: (قاف مضموم)
عُقْرًا (عین مضموم) عورت بانجھ ہوگئی۔

ع ق ر ب — العَقْرَبُ: بچھو۔ مؤنث
سمجھا جاتا ہے۔ اس کا صیغہ تانیث عَقْرَبَةٌ
اور عَقْرَبَاءُ (عین مفتوح اور الف ممدود)
ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔ اس کا مذکر کا صیغہ
عُقْرُبَانٌ (عین اور راء دونوں مضموم)
ہے۔ مَكَانٌ مُعَقْرِبٌ: (راء مکسور)
بچھوؤں والی جگہ۔

اَرْضٌ مُعَقْرِبَةٌ: بچھوؤں والی زمین بھی
اس کا معنی ہے۔ بعض لوگ اسے اَرْضٌ
مُعَقْرَبَةٌ (راء مفتوح) کہتے ہیں۔ اس کی
مثال اَرْضٌ مُشْجَرَةٌ ہے یعنی درختوں
والی زمین۔ صُدْغٌ مُعَقْرَبٌ: مڑی ہوئی
کنپٹی۔ اس میں راء مفتوح ہے۔

ع ق ص — العَقِیْصَةُ: بالوں کی لٹ یا گت۔
کہا جاتا ہے کہ: لِفُلَانٍ عَقِیْصَتَانِ:
فلاں کی دو گتیں ہیں یا دو لٹیں ہیں۔
عَقْصُ الشَّعْرِ: بالوں کی لٹ اور اس کا
سر پر لپیٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
لوگوں کا قول ہے: لَهَا عِقْصَةٌ اس عورت
کی چوٹی ہے۔ اس کی جمع عِقَصٌ اور
عِقَاصٌ (عین مکسور) ہے۔ اس کی مثال
رَهْمَةٌ اور رِهَمٌ اور رِهَامٌ ہے۔

ع ق ف — التَّعْقِیْفُ: ٹیڑھا کرنا۔

ع ق ق — العَقِیْقُ والعَقِیْقَةُ والعِقَّةُ:
(عین مکسور) انسانی اور حیوانی نوزائیدہ
بچوں کے سر کے بال۔ اسی لئے اس بکری کو
عقیقۃ کہا جاتا ہے جو بچے کے پیدا ہونے
کے بعد ذبح کی جاتی ہے۔ یہ نوزائیدہ بچے

کی ولادت کے باعث ذبح کی جاتی ہے۔
العَقِيقُ: نگینوں کی ایک قسم۔ مدینہ کے باہر اس نام کی ایک وادی بھی ہے جسے وادی عقیق کہا جاتا ہے۔
عَقَّ عَنْ وَلَدِهٖ: اس نے اپنے بچے کا عقیقہ کیا، جو ولادت کے ساتویں دن کیا جاتا ہے اسی طرح سر کے بال اتارنے کی رسم کو بھی عقیقہ کہا جاتا ہے۔
عَقَّ وَالِـدَهٗ يَعُقُّ (عین مضموم) عُقُوقًا ومَعَقَّةً بروزن مَشَقَّةً: اسم فاعل عاقٌّ: اس نے اپنے والد کی نافرمانی کی۔
عُقَـقٌ بروزن عُمَـرُ بھی اس کا اسم فاعل ہے۔
عَـاقٌّ کی جمع عَـقَـقَـةٌ ہے۔ اس کی مثال كَافِـرٌ اور كَـفَـرَةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ذُقْ عُقَـقُ: اے نافرمان!! اپنی نافرمانی کا مزہ چکھ یعنی نافرمانی کے وبال کا مزا چکھ۔ میں کہتا ہوں کہ الازہری نے ابن السکیت سے نقل کیا ہے: عَقَّ وَالِدَهٗ: اس نے اپنے باپ کی نافرمانی کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
العَقْعَقُ: ایک پرندہ، اس کی آواز عقعقہ کی طرح ہوتی ہے۔
ع ق ل — العَقْلُ: منع کرنا، روکنا۔ رَجُلٌ عَاقِلٌ وعَقُوْلٌ: عقلمند انسان۔
قَـدْ عَقَلَ: وہ عقلمند ہو گیا یا سمجھدار ہو گیا۔
اس کا باب ضَـرَبَ ہے اور معـقـولًا بھی، اور یہ مصدر ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ یہ صفت ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کا مصدر کسی طرح بھی مفعول کے وزن پر نہیں آیا۔
عَقْلٌ کا معنی دیت یعنی خون بہا بھی ہے۔
العَقُوْلُ: عین مفتوح۔ ایسی دوا جو دستوں کو بند کر دے۔
المَعْقِلُ: پناہ گاہ۔ ٹھکانا۔ یہ آدمیوں کا نام بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی کا نام ہے جن کے نام سے بصرہ میں ایک نہر منسوب ہے۔
الرُّطَبُ المَعْقَلي: معقلی کھجوریں۔
المَـعْـقُـلَةُ: (قاف مضموم) دیت۔ خون بہا۔ اس کی جمع مَعَاقِلُ ہے۔
العَقِيْلَةُ كَرِيْمَةُ الحَيِّ: قبیلے کی شریف پردہ دار عورت۔
كَرِيْمَةُ الإِبِلِ: عمدہ اونٹ۔
عَقِـيْلَةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز میں سے عمدہ چیز۔
الـدُّرَّةُ عَقِيْلَةُ البَحْرِ: موتی سمندر کی طرح عمدہ ترین چیز ہے۔
العِـقَــالُ: ایک سال کی زکوٰۃ۔ شاعر ایک زکوٰۃ وصول کرنے والے کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے:
سَعَى عِقالًا فَلَم يَتْرُكْ لَنا سَبَدًا

فَكَيْفُ لو قَدْ سعَى عمرو عِقَالَيْنِ
''ہم سے زکوٰۃ وصول کرنے والے نے سال بھر کی زکوٰۃ وصول کر لی اور اس نے ہمارے لئے ایک ٹوکری تک نہیں چھوڑی۔ بھلا اگر عمرو دو سال کی زکوٰۃ وصول کرتا تو (ہمارا) کیا حال ہوتا۔''
یہ بات قبل ذکر ہے کہ زکوٰۃ سے وصولی سے پہلے مال کا خریدنا معیوب اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ میرا کہنا ہے کہ حَتّٰی یَقْبِضَهَا یعنی جب تک زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ کا مال اپنے قبضہ میں نہ کرے اس کا خریدنا ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ الازہری نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ عَقَلَ القَتِيلَ: اس نے مقتول کی دیت ادا کر دی۔ عَقَلَ لَهُ دَمُ فَلانِ اذا تَرَكَ القَوَدَ للدِّيَةِ: اس نے فلاں شخص کے خون کی دیت ادا کر دی جب اس نے دیت کے بدلے قصاص لینا چھوڑ دیا۔
عَقَلَ عَنْ فُلانٍ: اس نے اس کی طرف سے ارتکاب جرم کا جرمانہ یا تاوان ادا کر دیا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس پر دیت ادا کرنا لازم ہو تو وہ اس کی طرف سے ادا کر دے۔ لہٰذا یہ فرق ہے۔ عَقَلَهُ، عَقَلَ لهُ اور عَقَلَ عَنْهُ میں۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَعْقِلُ العَاقِلَةُ عَمْدًا ولا عَبْدًا: دودھیالی رشتہ دار قتل عمد کی دیت نہ دیں اور نہ ہی قاتل کے کہنے والے دیت دیں گے (بلکہ قاتل خود ہی دیت دینے کا ذمہ دار ہوگا) اسی طرح اگر غلام ارتکاب جنایت کرے تو مالک پر اس کی طرف سے دیت ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: اَنْ يَجْنِيَ العَبْدُ عَلَى حُرٍّ: غلام کسی آزاد کے خلاف جنایت کا خود ذمہ دار ہوگا اور امام ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کسی غلام کے خلاف جنایت کرنے کی صورت میں آزاد جنایت کا ذمہ دار ہوگا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر حضور ﷺ کے ارشاد کا وہ مطلب ہوتا جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق ہے تو حدیث کے الفاظ یوں ہوتے کہ لَا تَعْقِلُ العاقِلَةُ عَنْ عَبْدٍ: کہ غلام کی طرف سے دیت کی ادائیگی کی ذمہ داری اس کے مالک پر نہ ہوگی۔ اور اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے عَقَلَهُ وعَقَلَ عَنْهُ کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی یہاں تک کہ میں نے اُن کے درمیان فرق اُنہیں سمجھایا۔
عَقَلَ البَعِيْرَ: اس نے اونٹ کو باندھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ باندھنے کا

طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اونٹ کی پنڈلیوں والے حصے کو ٹانگ کے پچھلے حصے کے ساتھ باندھ لیتے ہیں۔ جب رسی سے اسے باندھا جاتا ہے اسے عِقَال کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُقُلٌ ہے۔

عَاقِلَة الرَّجُلِ: آدمی کے قریبی رشتہ دار، دودھیالی رشتہ دار، یہ رشتہ دار قتل خطاء کی صورت میں قاتل کی طرف سے دیت ادا کرتے ہیں۔ اہل عراق کا کہنا ہے کہ یہ اصحاب الدواوین ہیں۔ دیت کی تہائی حد تک میں عورت اور مرد برابر ہیں۔ البتہ جن زخموں میں ثلث یعنی تہائی دیت سے زیادہ دینا لازم ہے اس میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔

عَقَلَ الدَّوَاءُ بَطْنَهُ: دوا نے اس کے پیٹ کو روک لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

عَاقَلَهُ فَعَقَلَهُ: وہ اس پر عقل کے ذریعے غلبہ پا گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اِعْتَقَلَ رُمْحَهُ: نیزے کو اپنی پنڈلی اور رکاب کے درمیان میں رکھنا۔ اُعْتُقِلَ الرَّجُلُ: آدمی قید کر لیا گیا۔ اعْتُقِلَ لِسَانُهُ: اس کی زبان رک گئی۔ وہ ہکلا گیا یعنی بات نہ کر سکا۔ دونوں میں مضموم التاء ہیں۔

تَعَقَّلَ: اس نے مصنوعی عقلمندی کا اظہار کیا۔ اس کی مثال تَحَلَّمَ اور تَكَيَّسَ اور تَعَاقَلَ: اس نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا حالانکہ اس میں عقل نہیں۔

ع ق م—العَقَامُ: (عین مفتوح) بانجھ۔ یہ ایک مرض یعنی بانجھ کا نام بھی ہے۔ جو لاعلاج ہے۔ قیاساً تو اسے مضموم العین ہونا چاہئے لیکن سماعی طور پر مفتوح العین ہے۔ اَعْقَمَ اللّٰهُ رَحِمَهَا: اللہ نے اس کے رحم کو بانجھ کر دیا۔ فَعُقِمَتْ تو وہ بانجھ ہو گئی (یہ فعل مجہول ہے) یعنی وہ بچہ جننے کے قابل نہیں ہے۔ بقول الکسائی: رَحِمٌ مَعْقُوْمَةٌ: بانجھ رحم، اس کا مصدر العَقْمُ اور العُقْمُ ہے۔ اس میں عین مفتوح بھی ہے اور مضموم بھی، یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: عَقِمَتْ مَفَاصِلُ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ: اس کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں سوکھ گئی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: تُعْقَمُ اَصْلَابُ الْمُشْرِكِيْنَ: اور مشرکوں کے اصلاب کو بانجھ کر دے یا مشرکوں کے اصلاب بانجھ ہو جائیں۔

رَجُلٌ عَقِيْمٌ: بانجھ مرد جس سے عورت کو بچہ پیدا نہ ہو۔

المُلْكُ عَقِيْمٌ: ملک بانجھ ہے یعنی مردم خیز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی شخص ملک پر نا گہانی حالات آنے پر اپنے بیٹے کو قتل کر دے یا جب اسے بیٹے کے ملک دشمن ہونے کا خطرہ در پیش ہو۔

رِیْحٌ عَقِیْمٌ: بانجھ ہوا کہ جس سے بادل بارش برساتے ہوں اور نہ درختوں میں پھل پتے لگتے ہوں۔ قیامت کے دن کو یَوْمٌ عَقِیْمٌ کہا جاتا ہے۔

نِسْوَۃٌ عُقُمٌ: بانجھ عورتیں (عین اور قاف دونوں مضموم) اس میں قاف ساکن بھی ہوتا ہے۔

ع ق ا — العِقْیَانُ: خالص سونا۔ کہتے ہیں کہ یہ معدنی سونا ہے اور وہ نہیں ہے جو ریت اور پتھروں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اَعْقَیْتَ الشَّیْءَ: تو نے کڑواہٹ کی وجہ سے اپنے منہ سے کوئی چیز تھوک دی۔ مثل ہے کہ: لَا تَکُنْ حُلْوًا فَتُسْتَرَطَ وَلَا مُرًّا فَتُعْقَی: نہ اتنا میٹھا بن کہ ہڑپ کیا جائے اور نہ اتنا کڑوا بن کہ تھوک دیا جائے۔

ع ک ب — العَنْکَبُوْتُ: مکڑی۔ اکثر اسے مؤنث سمجھا جاتا ہے۔ اس کی جمع عَنَاکِبُ ہے۔

ع ک ر — العَکْرَۃُ: بروزن الضَّرْبَۃُ: حملہ۔ لوٹ کر حملہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! نَحْنُ الفَرَّارُوْنَ فَقَالَ اَنْتُمُ العَکَّارُوْنَ اِنَّا فِئَۃُ المُسْلِمِیْنَ: صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ!) ہم بھاگنے والے ہیں۔ یعنی جنگ سے فرار کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوٹ کر حملہ کرنے والے ہو۔ ہم مسلمان جماعت ہیں۔

اِعْتَکَرَ الظَّلَامُ: اندھیر گھل مل گیا۔

العَکَرُ: (عین اور کاف مفتوح) تیل کی تہ میں رہنے والا مواد تلچھٹ وغیرہ۔

عَکِرَتِ المِسْرَجَۃُ: چراغ دان تلچھٹ سے بھر گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

عَکَرُ الشَّرَابِ والماءِ والدُّھْنِ: شراب، پانی اور تیل کا آخری حصہ جو برتن کی تہ میں جمع رہ جاتا ہے۔ قَدْ عَکِرَ: جو بطور تلچھٹ رہ جائے فَھُوَ عَکِرٌ اسے تلچھٹ کہتے ہیں۔ اَعْکَرَہٗ غَیْرُہٗ وعَکَّرَہٗ تَعْکِیْرًا: اس میں کسی نے تلچھٹ ڈال دی۔ حدیث شریف میں ہے کہ: لَمَّا نَزَلَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ: تَنَاھَی اَھْلُ الضَّلَالَۃِ قَلِیْلًا ثُمَّ عَادُوا الی عَارِھِمْ: جب قرآن کریم کی آیت اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ لوگوں کے حساب کا وقت قریب آن لگا ہے، نازل ہوئی تو گمراہ قدرے اپنی سرگرمیوں سے باز رہے لیکن پھر اپنے اصل ردی مذہب اور بداعمالیوں کی طرف لوٹ گئے۔

ع ک ز — العُکَّازَۃُ: (عین مضموم کاف مشدد)۔ ایسی لاٹھی جس کے نیچے کنارے

پر پھل لگا ہو۔اس کی جمع عَگَا کِیزُ ہے۔

ع ک س –العَکسُ: تمہارا کسی چیز کو اپنی پہلی حالت پر لوٹانا۔

ع ک ش –عُکَّاشَةُ بن مُحْصِنٌ: صحابی۔ بقول ثعلب یہ عُکَاشة (کاف مخفف) ہے۔

ع ک ظ –عُکَاظُ: عرب کی ایک منڈی۔ مارکیٹ یا بازار کا نام ہے۔یہ مکہ شریف کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ یہاں لوگ ہر سال جمع ہوتے تھے،خرید وفروخت کرتے، شعر پڑھتے سنتے اور ایک دوسرے پر اپنا فخر بیان کرتے۔جب اسلام آیا تو یہ منڈی اور میلہ ختم ہو گیا۔

ع ک ف –عَکَفَهُ: اس نے اسے روکا یا ٹھہرایا۔اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔قول خداوندی ہے: وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا: اسی سے الاعتکاف مشتق ہے۔ جس کا مطلب مسجد میں اعتکاف کرنا ہے۔ عَكَفَ عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز پر پابندی سے آنا یا کرنا۔اس کا باب دَخَلَ ہے اور جَلَسَ ہے۔قول خداوندی ہے: يَعْكُفُونَ عَلَى اَصْنَامٍ لَهُمْ: وہ اپنے بتوں کا اعتکاف کرتے ہیں۔

ع ک ک –العُکَّةُ: (عین مضموم) گھی کا برتن۔اس کی جمع عُکَکٌ، عِکَاکٌ ہے۔

عَكَّةُ: شام کے ایک سرحدی علاقہ کا نام ہے۔حدیث شریف میں ہے: طُوبَىٰ لِمَنْ رَاىٰ عَكَّةَ: اسے مبارک ہو جس نے عکہ دیکھا۔

ع ک ل –العِکالُ: العِقَالُ کا ایک دوسرا لہجہ یا لغت۔

ع ک م –العِکمُ: (عین مکسور) گٹھڑی۔ گٹھ۔گانٹھ۔عَکَمَ المَتَاعَ: اس نے ساز وسامان گٹھڑی میں باندھ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

العِکَامُ: (عین مکسور) دھاگا جس سے گانٹھ باندھی جاتی ہے۔

ع ک ن –العُکنَةُ: پیٹ کی سلوٹ جو مٹاپے کے باعث بن جاتی ہے۔اس کی جمع عُکَنٌ اور اَعْکَانٌ ہے۔

ع ل ج –العِلجُ: بروزن العِجلُ: کفار عجم کا ایک فرد۔ اس کی جمع عُلُوجٌ اور اَعْلَاجٌ اور عِلَجَةٌ ہے جو بروزن عِنَبَةٌ اور مَعْلُوجَاءُ بروزن مَحْمُورَاءُ ہے۔ عَالَجَ الشَّيْءَ فَعَالَجَةً وعِلَاجًا: اس نے کام کی مشق کی۔عَالِجٌ بادیہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں ریت ہے۔

ع ل س –العَلَسُ: (عین اور لام دونوں مفتوح) ایک قسم کی گندم۔ایک خوشہ میں دو دانے ہوتے ہیں۔یہ اہل صنعاء کی خوراک ہے۔

ع ل ف -العَلَفُ :چارہ،مویشی کے لئے چارہ۔اس کی جمع عِــلَافٌ ہے۔اس کی مثال جَبَلٌ اور جِبَالٌ ہے۔

عَــلَفَ الـدَّابَّةَ:اس نے مویشی کو چارہ ڈالا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مِعْــلَفٌ: چارے کی جگہ۔کھر لی وغیرہ۔(اس میں میم مکسور ہے)۔

العَلِيْـفَـةُ: اونٹنی یا بکری جنہیں تم چارہ ڈالتے ہو اور چرنے کے لئے باہر بھی ہانک دیتے ہو۔

ع ل ق -العلقُ :گاڑھا خون۔یا خون کا لوتھڑا جسے عَلَقَةٌ کہتے ہیں۔

الـعَلَقَةُ: ایک آبی کیڑا۔جونک بھی ہے جو خون چوستا ہے۔اس کی جمع عَلَقٌ ہے۔

عَلَقَتِ المَرْأةُ: عورت حاملہ ہوگئی۔

عَلِقَ الظَّـبْـيُ فِي الحِبَالَة: ہرن جال میں پھنس گیا۔

عَلِقَتِ الـدَّابَةُ: چوپائے نے جب پانی پیا تو اسے جونک چمٹ گئی۔ان تمام کا باب طَرِبَ ہے۔

عَلِــقَ بِهِ(لام مکسور)عَلُوْقًا:اس کا اس سے تعلق ہوگیا یا اس سے جڑ گیا۔

عَلِقَ يَفْعَلُ كَذا: وہ یوں کرنے لگا۔اس کی مثال طَـفِــقَ ہے۔اور معنی بھی وہی ہے۔

العِـلْـقُ: (عین مکسور) نفیس اور عمدہ چیز۔ اس کی جمع أعْـلَاقٌ ہے۔حدیث شریف میں ہے:أرْوَاحُ الشُّـهَــدَآءِ فِـيْ حَوَآصِلَ طَيرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ من ثَمَرِ الجَنَّة: شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی۔ جو پرندے جنت کے درختوں کے پھل کھاتے ہوں گے۔

تَعْـلُوْقٌ : میں لام مضموم ہے۔المِعْلَاقُ وَالْمَـعْـلُوْقُ: جس کے ساتھ گوشت اور انگور وغیرہ لٹکائے جاتے ہوں۔ ہر وہ چیز جس کے ساتھ کچھ لٹکایا جائے،مِـعْــلَاقَةٌ کہلاتا ہے۔

العِلَاقَةُ: عین مکسور۔کمان یا کوڑے وغیرہ کی تانت۔

العَــلَاقَةُ: عین مفتوح۔دشمنی کا تعلق۔

العُـلَّيْــقُ بروزن القُـبَّـيْطُ :ایک پودا جو درخت کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔اَعْــلَقَ اَظْفَــارَهُ في الشَّيْءِ:اس نے کسی چیز میں پنجے گاڑ دیئے۔

اَلْاِعْــلَاق: جونک کا کسی جگہ لگانا جہاں سے وہ خون چوسے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:اَللَّـدُوْدُ اَحَـبُّ اِلَـيَّ مِـن الإعْلَاقِ: یعنی منہ کے ذریعے دوا کھانا یا کھلانا مجھے اعلاق سے زیادہ پسند ہے۔ اعلاق سے مراد یہاں گلے کی بیماری کے علاج کے طور پر گلے کی گلٹیاں دبانا ہے۔یا

پھر جونک لگاتا ہے۔
عَلَّق الشَّيْءَ تَعْلِيْقًا: اس نے کوئی چیز لٹکائی۔ اِعْتَلَقَهُ: اس نے اس کو پسند کیا یا اس سے محبت کی۔
اَلْمُعَلَّقَةُ مِنَ النساء: وہ عورت جن کے خاوند گم ہوں، یا جن کے خاوندان سے بے تعلق ہو جائیں۔ قول خداوندی ہے: فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ: تو تم انہیں لٹکتی چھوڑو۔ تَعَلَّقَهُ اور تَعَلَّقَ بِهٖ کا ایک ہی معنی ہے۔ تَعَلَّقَهُ کا معنی بھی عَلَّقَهُ تَعْلِيْقًا ہے۔
ع ل ق م— اَلْعَلْقَمُ: کڑوا درخت ایلوے (حنظل) درخت اور ہر کڑوے درخت کو عَلْقَم کہتے ہیں۔
ع ل ک— اَلْعِلْكُ: چیونگ گم۔ چبانے والی چیز۔
قَدْ عَلَكَهُ: اس نے اسے چبایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
عَلَكَ الفَرَسُ اللِّجَام: گھوڑے نے لگام چبالی۔ شَيْءٌ عَلِكٌ: چپکتی یا چمٹتی چیز۔
ع ل ل— بَنُو العَلَّات: آدمی کی مختلف بیویوں سے اولاد۔ انہیں اس نام سے اس لئے پکارا جاتا ہے کہ آدمی نے ایک سے اوپر دوسری بیوی کی ہوتی ہے جس سے پہلے وہ سیر ہوا ہوتا ہے، پھر دوسری بیوی سے دوبارہ

پیتا ہے یعنی لطف لیتا ہے۔
اَلْعَلَلُ: دوبارہ پینا۔ کہا جاتا ہے: ایک دفعہ سیر ہونے کے بعد دوبارہ پینا۔
عَلَّهُ: اس نے اسے دوبارہ پلایا۔
عَلَّ هُوَ: اس نے خود دوبارہ پیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی، اسے دونوں طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ عَلَّ يَعُلُّ: (عین مضموم اور مکسور) عَلًّا۔
اَلْعِلَّةُ: بیماری، مرض، علت۔ یا ایسا کوئی واقعہ یا حادثہ جو انسان کو مصروف و مشغول کردے یوں گویا دوسرا واقعہ اس آدمی کی دوسری مصروفیت بن گئی جس نے اسے پہلی مصروفیت سے روک لیا۔
اِعْتَلَّ: وہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کو عَلِيْلٌ کہتے ہیں۔
لَا اَعَلَّكَ اللّٰهُ: اللہ تجھے بیمار نہ کرے یعنی خدا کرے تو بیمار نہ ہو۔
اِعْتَلَّ عَلَيْهِ بِعِلَّةٍ: اس نے اس پر بہتان لگایا۔
اِعْتَلَّهُ: اس نے اسے کام سے روک دیا۔
اِعْتَلَّهُ: اس نے اس پر زیادتی کی۔
عَلَّلَهُ: اس نے اسے بہلایا۔ جس طرح بچے کو دودھ چھڑانے کے لئے روٹی دے کر بہلاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَان يُعَلِّلُ نَفْسَهُ بِتَعِلَّةٍ: فلاں شخص اپنے آپ کو بہلاتا ہے۔ تَعَلَّلَ بِهٖ: وہ بہل گیا۔

اور پہلے کام یا مصروفیت سے چھوٹ گیا۔
المُعَلِّلُ: سخت سردیوں کا ایک دن جو لوگوں کو قدرے بیمار کر دیتا ہے۔
العُلالَةُ: (عین مضموم) بہلاوا۔
العِلِّيَّةُ: (عین مکسور) کمرہ۔ اس کی جمع **العَلالِيُّ** ہے۔ اس کا ذکر معتل کے تحت بھی کیا گیا ہے۔
عَلَّ اور **لَعَلَّ** بمعنی شاید ایک ہی معنی کے لئے دو لہجے بیان کئے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے: **عَلَّكَ تَفْعَلُ**: شاید تو یہ کام کرلے۔ **عَلِّيْ اَفْعل**: شاید میں یہ کام کروں۔ اور **لَعَلِّي اَفْعَلُ**: شاید میں یہ کام کروں۔ لوگوں نے ان معنوں میں **عَلَّنی** اور **تَعَلَّنی** بھی کہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل **عَلَّ** ہے۔ لام کا اضافہ صرف تاکید کیلئے کیا گیا ہے۔ اس کا معنی متوقع بات کی توقع ہے یا اندیشہ ناک بات کا اندیشہ ہے۔ یا طمع اور خوف کا اظہار ہے۔ یہ **اِنَّ** واخواتھا کی طرح ہے۔ بعض لوگ تو اس کے مابعد کو کسرہ دیتے ہیں وہ یوں کہتے ہیں: **لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ**: شاید زید کھڑا ہے۔ اور **عَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ** کا بھی یہی معنی اور مقصد ہے۔
اليَعَالِيلُ: پانی کی سطح پر بلبلے۔
عُلِّيَّةُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ل ا'۔

ع ل م — **العَلَمُ**: (عین اور لام دونوں مفتوح) علامت، نشان جھنڈا۔ اس کا معنی پہاڑ بھی ہے۔
عَلَمِ الثَّوْبِ والرَّايَةِ: کپڑے یا جھنڈے کی علامت۔
عَلِمَ الشَّيْئَ: (لام مکسور) **يَعْلَمُهُ عِلْمًا**: اس نے چیز کو جان لیا۔
رَجُلٌ عَلَّامَةٌ: بہت بڑا عالم۔ اس میں 'ۃ' مبالغہ کے لئے ہے۔ **اِسْتَعْلَمَهُ الخَبَرَ فَاَعْلَمَهُ اِيَّاه**: اس نے اس سے خبر پوچھی تو اس نے اسے وہ خبر بتا دی۔
اَعْلَمَ القَصَّارُ الثَّوْبَ: دھوبی نے کپڑے پر نشان لگایا۔ نشان لگانے والا **مُعْلِمٌ** ہے اور کپڑا **مُعْلَمَ**۔
اَعْلَمَ الفَارِسُ: شہسوار نے اپنے لئے ایک نشان شجاعت مقرر کیا۔
عَلَّمَهُ الشَّيْءَ: اس نے اسے کچھ سکھا دیا۔
فَتَعَلَّمَ: تو اس نے سیکھ لیا۔ یہاں لام پر تشدید مبالغہ کے لئے نہیں ہے بلکہ اسے متعدی بنانے کے لئے ہے۔ **تَعَلَّمْ** کو **اَعْلَمْ** کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ عمرو بن معدیکرب کا شعر ہے:

تَعَلَّمَ اِنَّ خَيْرَ النَّاسِ طُرًّا
قَتِيلٌ بينَ اَحْجَارِ الكُلابِ

''خوب جان لو کہ تمام لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو کُلاب کے پتھروں کے درمیان معرکے میں قتل ہوا۔''

ابن السکیت کا قول ہے کہ **تَعَلَّمْتُ اَنَّ**

فُلانًا خَارِجٌ: مجھے پتہ چلا کہ فلاں باہر ہے۔ ابن السکیت نے کہا کہ تم سے کوئی کہے کہ اِعْلَمْ اِنَّ زَيْدًا خَارِجٌ، تو تم جواب دو کہ قَدْ عَلِمْتُ: مجھے پتہ ہے۔ اور جب یہ کہا کہ تَعَلَّمْ أَنَّ زَيْدًا خارِجٌ یعنی خوب جان لو کہ زید باہر ہے۔ تو اس کا جواب: قَدْ تَعَلَّمْتُ: میں نے خوب جان لیا، نہیں ہوگا۔

تَعَالَمَهُ الجَمِيْعُ: سب لوگوں نے یہ جان لیا۔

الأَيَّامُ المَعْلُوْمَاتُ: ذی الحجہ کے دس دن۔

المَعْلَمُ: سنگ میل۔ وہ نشان جس سے راستے کی مسافت کا پتہ چلے۔

العَالَمُوْن: خلق یا مخلوق کی اقسام۔

ع ل ن—العَلَانِيَةُ: ظاہر۔ اس کی ضد السِّرّ (پوشیدہ) ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلِنَ الأَمْرُ: وہ معاملہ ظاہر ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور طَرِبَ ہے۔

عُلْوَانُ الكتاب: کتاب کا عنوان۔ سرنامہ۔

قَدْ عَلْوَنَ الكتاب: اس نے کتاب کا عنوان بنایا۔

عُلْوَان: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ل ن' اور 'ع ل ا'۔

ع ل ا—عَلا فی المَكَان: اس کا مرتبہ بلند ہوا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

عَلِيَ فی الشَّرَف: (لام مکسور) عَلاءً: (عین مفتوح اور الف ممدود) وہ شرف اور شرافت و بزرگی میں بلند ہوا۔ اس میں ایک اور لہجہ عَلا يَعْلَى ہے۔ فُلانٌ مِنْ عِلْيَةِ النَّاسِ: فلاں شخص شریف لوگوں میں سے ہے۔ عِلْيَةٌ عَلِيٌّ کی جمع ہے جس کا معنی شریف، بلند مرتبہ ہے۔ اس کی مثال صَبِيٌّ اور صِبْيَةٌ ہے۔

عَلاهُ: وہ اس پر غالب آ گیا۔

عَلاهُ بالسَّيْفَ: اس نے اس پر تلوار ماری۔

عَلا فِی الأَرْضِ: اس نے روئے زمین پر تکبر کیا۔ تینوں کا باب سَمَا ہے۔

عُلْوُ الدَّار: (عین مضموم اور مکسور) مکان کا بالائی حصہ اس کی ضد سُفْلُ ہے جس کا معنی زیریں ہے۔ اس میں سین مضموم اور مکسور ہے۔

العَلْيَاءُ: ہر بلند مکان یا جگہ۔

العَلاء و العُلاء: بلندی رفعت، شرف و بزرگی۔ یہی معنی المَعْلاة کا ہے جس کی جمع المَعَالی ہے۔

العَالِيَةُ: نجد کے بالائی حصہ سے لے کر ارض تہامہ تک ماروائے مکہ تک کا علاقہ جس میں حجاز اور اس کے نواحی علاقے شامل ہیں۔

العُلِّيَّةُ: (عین مضموم) کمرہ۔ اس کی جمع

العَــلَالِيُّ ہے۔ بعض نے اسے العِلِّيَّةُ (لام مکسور) کہا ہے۔

المُعَلَّى: (لام مفتوح) جوئے کے تیروں میں سے ساتواں تیر۔

اسْتَعْلَى الرَّجُلُ: آدمی نے تکبر۔

اسْتَعْلَاهُ: وہ اس پر غالب آ گیا۔

اعْتَــلَاهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَــعَــلَّى: وہ بتدریج بلند ہوا۔ آہستہ آہستہ چڑھا۔

تَــعَــلَّتِ الْمَـرْأَةُ مِنْ نِفَاسِهَا: عورت نفاس سے پاک ہوگئی۔

تَــعَــلَّى الـرَّجُلُ مِنْ عِلَّةٍ: آدمی بیماری سے شفایاب ہوا۔

العَلِيُّ: بلند و بزرگ۔

أَعْلَاهُ اللّٰه: اللہ نے اسے بلند کیا یا کرے (بطور دعا) عَالَاهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

التَّعَالِيُ: بلندی۔ اسی سے تَعَالَ کا لفظ مشتق ہے۔ جو بلانے کے موقع پر بولا جاتا ہے کہ: تَــعَـــالَ يَارَجُلُ: آدمی آؤ، اس میں لام مفتوح ہے۔ اور عورت کے لئے تَعَالَيْ، دو عورتوں کے لئے تَعَالَيَا اور زیادہ عورتوں کے لئے تَعَالَيْنَ کہا جاتا ہے۔ اس فعل سے تَعَالَيْتُ ان معنوں میں کہنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے نہی کا صیغہ بنانا جائز ہے یعنی لاتَعَالَ نہیں کہہ سکتے۔ کہا جاتا ہے: قَدْ تَعَالَيْتُ والی ای شَیْءٍ

اَتَــعَالَى: میں اوپر آیا ہوں یا میں اوپر کہاں جاؤں۔ لوگوں کا یہ قول کہ: عَلَيْــكَ زَيْـــدًا: یعنی زید کو پکڑلو کے معنوں میں ہے۔

عَــلَى: حرف جر، یہ اسم فعل اور حرف پر آسکتا ہے۔ مثلاً: عَلَى زَيْدٍ ثَوْبٌ: زید کے اوپر کپڑا ہے اور عَــلَا زَيْدًا ثوبٌ: اس کا الف ضمیر 'ی' میں تبدیل ہوگیا تو عَلَيْــكَ اور عَلَيْه بن گیا۔ بعض عرب اسے اپنی اصل حالت پر ہی رہنے دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ عَــلَاكَ اور عَلَاهُ بجائے عَلَيْكَ اور عَلَيْه.

شاعر کا قول ہے:

غَدَتْ مِنْ عَلَيْهِ تَنْفُضُ الطَّلَّ بَعْدَ مَا

یہاں عَلَيْــهِ سے مراد مِــن فَوْقِهِ ہے۔ یہاں یہ حرف جر نہیں ہے کیونکہ حرف جر پر صرف جر داخل نہیں ہوتا۔ لوگوں کے اس قول: كَـانَ كَـذَا عَلٰى عَهْدِ فُلَانٍ: فلاں کے دور میں ایسا ہوا۔ میں علٰی بمعنی فِی آیا ہے۔ کبھی عَلٰی کو مِــن کے بدلے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: قول خداوندی: إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَاسِ يَسْتَوْفُوْنَ: جب وہ لوگوں سے تول کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ یہاں علٰی بمعنی مِــنْ استعمال ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عَلٰی کو کبھی باء کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جس کا ذکر صاحب

کتاب نے مثال سمیت کتاب الباء کے آخری باب میں بیان کیا ہے۔ تم کہتے ہو: عَلَیَّ زَیْدًا اور عَلَیَّ بِزَیْدٍ اس کا معنی ہے کہ زید مجھے دے دو۔

عُلْوَانُ الْکِتَابِ: کتاب کا عنوان یا سرنامہ۔

العِلاوةُ: (عین مکسور) وہ چیزیں جو اونٹ پر بوجھ برابر کرنے کے بعد رکھو، مثلاً: پانی پینے کا برتن اور گوشت بھوننے کی لوہے کی سیخ وغیرہ۔ اس کی جمع العَلَاوَی (واو مفتوح) ہے۔ اس کی مثال إدوة اور اداوی ہے۔

عِمْ صِبَاحًا: دیکھئے بذیل مادہ 'ن ع م'۔

ع م د—العَمُوْدُ: گھر کا ستون۔ اس کی جمع قِلّت اَعْمِدَةٌ ہے اور جمع کثرت عَمَدٌ ہے۔ جس میں عین اور میم دونوں مفتوح ہیں اور عُمُدٌ (عین اور میم دونوں مضموم) ہے۔ قول خداوندی میں دونوں پڑھے گئے ہیں: ''فِیْ عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ''۔ سَطَعَ عَمُوْدُ الصُّبْحِ: صبح روشن ہوئی۔

العِمَادُ: (عین مکسور) بلند و بالا عمارتیں۔ مذکر و مؤنث دونوں یکساں اس کا واحد کا صیغہ عِمَادَةٌ ہے۔

عَمَدَ لِلشَّیْءِ: اس نے چیز کا قصد کیا۔ یعنی تَعَمَّدَ اس نے جان بوجھ کر قصد کیا۔ اس کی ضد الخَطَأ ہے۔

عَمَدَ الشَّیْءَ: اس نے کسی چیز کو ٹیک دی یا ستون کھڑا کیا۔

فَانْعَمَدَ: تو ٹیک لگ گئی یا ستون کھڑا ہوگیا۔ ان کا باب ضَرَبَ ہے۔

عَمُوْدُ الْقَوْمِ: قوم کا سربراہ۔ سردار۔

عَمِیْدُهُمْ: ان کا سربراہ۔

العُمْدَةُ: (عین مضموم) معتمد یعنی باعتبار شخص۔

اعْتَمَدَ عَلَی الشَّیْءِ: اس نے کسی چیز پر تکیہ کیا یا بھروسہ کیا۔ اعْتَمَدَ عَلَیْهِ فِی کَذَا: اس نے اس پر فلاں معاملہ میں اعتماد کیا۔ یعنی کام اس کے سپرد کیا۔

ع م ر—عَمِرَ الرَّجُلُ: اس کا باب فَهِمَ ہے۔ عُمْرًا (عین مضموم) وہ ایک لمبی عمر جیا۔ یعنی اس نے طویل عمر پائی۔ اسی لفظ سے لوگوں کا یہ قول ماخوذ ہے کہ: اَطَالَ اللّٰهُ عُمُرَکَ: خدا تیری عمر دراز کرے۔ اس میں عین مضموم اور مفتوح ہے۔ قسم کے لئے عین مفتوح کے سواء اور کسی طرح استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً: لَعَمْرُ اللّٰهِ: خدا کی قسم! اس میں لام مبتدا کی تاکید کے لئے ہے اور خبر محذوف ہے۔ اس کی تقدیر ہے: لَعَمْرُ اللّٰهِ قَسَمِیْ یا لَعَمْرُ اللّٰهِ مَا اُقْسِمُ بِهٖ: اگر تم اس پر لام داخل نہ کرو تو اس پر مصدر کی حیثیت سے نصب آئے گی اور کہیں گے: عَمْرَ

اللّٰہِ مَا فَعَلْتُ کَذا عَمْرَکَ اللّٰہُ یعنی بتَعْمِیرِکَ اللّٰہُ: یعنی تیرا بشرط زندگی کا اقرار کرنا۔
العُمْرَۃُ: حج کے دوران عمرہ کی ادائیگی۔ اس کی اصل زیارت کرنا ہے اس کی جمع عَمَرٌ ہے۔
عَمَرْتُ الخَرَاب: میں نے بنجر زمین آباد کی۔ اس کا باب کتب ہے۔ اس کا اسم فاعل عَامِرٌ بمعنی معمور یعنی آباد ہے۔ اس کی مثال ماءٍ دافِقٍ اور عِیْشَۃٍ راضِیہ ہے۔ العِمَارۃُ کا معنی قبیلہ اور خاندان بھی ہے۔
مَکَانٌ عَمِیْرٌ: آباد مکان یا آباد جگہ۔
اَعْمَرَہُ دارًا او اَرضًا اَوْ اِبِلًا: اس نے اسے ایک گھر، یا زمین یا ایک اونٹ بخش دیا یا عطا کیا۔ اور کہا کہ یہ میری عمر بھر کے لئے تمہاری عمر تک یعنی مرتے دم تک تمہاری ہے۔ اور جب میں مر جاؤں تو اسے لوٹا لوں گا تب تمہیں اسے واپس کرنا ہوگا۔ اس کا اسم العُمری ہے۔
اِعْتَمَرَہ: اس نے اس کی زیارت کی یا ملاقات کی۔
اعْتَمَرَ فی الحجّ: اس نے حج کے دوران عمرہ کیا۔
اعْتَمَرَ: اس نے سر پر پگڑی باندھ لی۔
قول خداوندی ہے: واسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا: اس نے تمہیں اس میں بسایا۔
عَمَّرَہ اللّٰہُ: اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر دراز کی یا بطور دعا دراز کرے۔
عُمَّارُ البُیُوْتِ: گھروں میں رہنے والے جن۔
العُمَرَان: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ قتادہ رحمہ اللہ کے بقول اس سے مراد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رحمہ اللہ بن عبدالعزیز ہیں۔

ع م ش – العَمَشُ فی العَیْنِ: آنسو زیادہ بہنے کی وجہ سے نظر کی کمزوری۔ ایسے آدمی کو اعمَش اور عورت کو عَمْشَاء کہتے ہیں۔

ع م ق – العُمْقُ: (عین مضموم ومفتوح) کنویں کی گہرائی، گھاٹی کی گہرائی اور وادی کی گہرائی۔ تَعْمِیْقُ البئرِ واِعْمَاقُھَا: کنویں کو گہرا کرنا۔
عَمُقَ الرِّکِیُّ: پانی کا برتن۔ اس کا باب ظرف ہے۔ عَمَّقَ النَّظْرَ فی الأمور تَعْمِیْقًا: اس نے معاملات کا گہری نظر سے جائزہ لیا۔
تَعَمَّقَ فی کَلَامِہٖ: اس نے اپنی بات بڑی چرب زبانی سے کی۔

ع م ل – عَمِلَ: اس نے کام کیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اَعْمَلَہُ غَیْرُہٗ اور اسْتَعْمَلَہُ کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے

اس کو استعمال کیا یا اس سے کام لیا، یا اس سے کام مانگا۔
اعْتَمَلَ: وہ کام میں سخت پریشان اور مضطرب ہوا۔
رَجُلٌ عَمِلٌ: (میم مکسور) وہ شخص جس کی گھٹی میں کام پڑا ہو۔
رَجُلٌ عَمُولٌ: بہت زیادہ کام کرنے والا۔ عَامِلُ الرُّمْحِ نیزے کے پھل کے قریب کا حصہ۔ یہ ثعلب سے الگ حصہ ہے۔ اور ثُعْلَبُ نیزے کا وہ سرا ہے جو پھل میں لگایا جاتا ہے۔
تَعَمَّلَ فُلَانٌ لِكذا: فلاں شخص ایسا کام کرنے کو تیار ہو گیا۔
التَّعْمِيلُ: عامل یا حاکم مقرر کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ عَمَّلَهُ عَلَى الْبَصَرَةِ: اس نے اسے بصرہ کا حاکم یا گورنر مقرر کر دیا۔
الْعُمَالَةُ: (عین مضموم) مزدور کی مزدوری۔ میں نے کہا کہ بقول الازہری کہا جاتا ہے کہ اسْتَعْمَلَ فُلَانٌ اللَّبِنَ اذا بَنَى بِهِ بناءً: فلاں آدمی نے جب مکان بنایا تو اس میں اینٹ کا استعمال کیا۔ میرا کہنا ہے کہ فقہاء کا قول ہے: مَاءٌ مُسْتَعْمَلٌ: استعمال شدہ پانی، اسی پر قیاس ہے۔ ورنہ اس قیاس کے برعکس دوسرے کسی قیاس کے لئے کوئی وجہ نہیں ہے۔

ع م ل ق – العَمَالِيقُ والعَمَالِقَةُ: عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد۔ ان کی مختلف جماعتیں شہروں میں منتشر ہو کر پھیل گئیں۔

ع م م – الْعَمُّ: چچا۔ والد کا بھائی۔ اس کی جمع أعمام ہے۔ عُمُومَةٌ: عم کا مصدر یعنی چچا ہونا۔ اس کی مثال بُعُولَةٌ ہے۔ دوسری مثالیں الأُبُوَّةُ اور الخُؤُولَةُ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ يَابْنَ عَمِّيْ (اے میرے چچا کے بیٹے) يَابنَ عَمِّ (اے میرے چچا کے بیٹے) اور يابْنَ عَمَّ: (اے میرے چچا کے بیٹے) اس کے یہ تین لہجے ہیں:
عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ: وہ کس بات کے بارے میں باہم پوچھتے ہیں؟ عَمَّ دراصل عَمَّا تھا۔ استفہام کے باعث الف حذف ہو گیا۔ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ: هُمَا ابنا عَمٍّ: وہ چچا کے دو بیٹے ہیں، لیکن هما ابنا خالٍ: نہیں کہہ سکتے، جس کا معنی ہے وہ ماموں کے دو بیٹے ہیں۔ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ هُمَا ابنا خَالَةٍ: کہ وہ خالہ کے دو بیٹے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ هُمَا ابنا عَمَّةٍ: وہ پھوپھی کے دو بیٹے ہیں۔
اسْتَعَمَّهُ: اس نے اسے اپنا چچا بنایا۔
تَعَمَّمَهُ: اس نے اسے عَمّ یعنی چچا کہہ کر پکارا۔

العِمَامَةُ: پگڑی۔اس کی جمع العَمائم ہے۔ عَمَّمَهُ تَعْمِيمًا اس نے اسے پگڑی پہنائی۔

عُمِّمَ الرَّجُلُ: آدمی کو سردار بنایا گیا۔ کیونکہ پگڑیاں عربوں کے ہاں تاج ہیں۔ اس مفہوم کے لئے عجمیوں کے ہاں تُوِّج استعمال کیا جاتا ہے یعنی اسے تاج پہنایا گیا۔

اعْتَمَّ بالعِمَامَة اور تَعَمَّمَ کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے پگڑی پہنی۔ فُلَانٌ حَسَنُ العِمَّةِ: فلاں شخص اچھی پگڑی باندھے ہوئے ہے۔ العَامَّةُ: عوام اس کی ضد الخاصَّةُ: (یعنی خواص) ہے۔

عَمَّ الشَّيْءُ يَعُمُّ: (عین مضموم) عُمُومًا: چیز عام ہوگئی۔ کہا جاتا ہے: عَمَّهُمْ بالعَطِيَّةِ: اس نے سب کو شامل کرلیا۔

ع م ن – عُمَان: (میم مخفف) ایک شہر کا نام۔ شام میں اسی نام کا شہر عَمَّان (میم مفتوح اور میم مشدّد) ہے۔

ع م ہ – العَمَهُ: حیرت، حیرانگی اور تردّد، شش وپنج میں پڑنا۔ قَدْ عَمِهَ: وہ شش وپنج میں پڑ گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل عَمِهٌ اور عَامِهٌ ہے اس کی جمع عُمَّهٌ ہے۔

ع م ی – العَمی: بینائی جاتی رہنا۔ اندھا ہونا۔ قَدْ عَمِيَ: وہ اندھا ہوگیا۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔ اس کا اسم فاعل اَعْمٰی ہے۔

قَوْمٌ عُمْيٌ: اندھی قوم۔

اَعْمَاهُ اللّٰه: اللہ نے اسے اندھا کر دیا۔ یا کرے۔

تَعَامَى الرَّجُلُ: خود اندھا دکھائی دیتا ہے، خود اندھا ظاہر کرنا۔

عَمِيَ عَلَيْهِ الأَمْرُ: اس پر معاملہ مشتبہ یا خلط ملط ہوگیا۔ اسی سے قول خداوندی ہے: فَعُمِيَتْ عَلَيْهِمُ الأَنبِيَآءُ: تو وہ اس روز خبروں سے اندھے ہوجائیں گے۔

رَجُلٌ عَمِي القَلْبِ: دل کا اندھا آدمی۔ جاہل۔

امْرَأَةٌ عَمِيَةٌ عِنِ الصواب وعَمِيَةُ القَلْب: سیدھے راستے سے بھٹکی ہوئی عورت اور جاہل۔ دونوں میں عمیة فَعِلَه کے وزن پر ہے۔

قَوْمٌ عَمُونَ: جاہل لوگ۔ فِيهِم عُمِّيَّتُهُمْ: ان میں ان کی جہالت موجود ہے۔

میرا کہنا ہے کہ یہ لفظ میم مشدّد اور یاء کے ساتھ لکھا ہے۔ جس کا پتہ التهذيب سے چلتا ہے۔ عَمَّيْتُ مَعْنَى البَيْتِ: میں نے بیت یا شعر کا معنی اور مفہوم پوشیدہ رکھا۔ تَعْمِيَةٌ: معنی چھپانا یا پوشیدہ رکھنا۔ اس سے

شعر کا معنا مشتق ہے۔ قرآن کی آیت:
فَعُمِّيَتْ عَلَيْهِمْ: میں عمیت کو میم مشدد کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ لوگوں کا یہ قول مَا اَعْمَاهُ وہ کس قدر اندھا کا مقصد ہے مَا اَعْمَى قَلْبُهُ کہ اس کا دل کس قدر اندھا ہے۔ اس اسلوب سے اس شخص کی طرف گمراہی کی شدت و کثرت منسوب ہوتی ہے۔ آنکھوں کے اندھے کے لئے مَـا اَعْمَـاه نہیں کہا جاتا کیونکہ جس چیز میں زیادتی نہ ہوتی ہو اس سے کسی کو تعجب نہیں ہوتا۔

ع ن ب — العِنَبَاءُ: العِنَب کی ایک دوسری لغت یعنی لہجہ۔ اس میں عین مکسور، نون مفتوح اور الف ممدود ہے۔

ع ن ب ر — العَنْبَرُ: عنبر وعطر۔

ع ن ت — العَنَتُ: (عین اور نون دونوں مفتوح) گناہ۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے۔ قول خداوندی میں یہی لفظ اس آیت میں آیا ہے: عَـزِيْـزٌ عَلَـيْـكُمْ مَـا عَنِتُّمْ: تمہاری تکلیف انہیں گراں معلوم ہوتی ہے۔ العَنَتُ کا معنی سخت دشوار اور ناگوار بات یا معاملہ بھی ہے۔ اس کا باب بھی طَرِبَ ہے۔

والمُتَعَنِّتُ: لغزش کا طالب۔ دوسروں کی لغزش کی جستجو کرنے والا۔

ع ن د — عَنَدَ اس کا باب جَلَسَ ہے اور معنی: اس نے مخالفت کی۔ اور حق کو جان بوجھ کر ٹھکرایا۔ اس کا اسم فاعل عَنِيْدٌ ہے اور عَـانِـدٌ ہے۔ عَانَـدَه مُعَـانَـدَةً وعِنَـادًا (عین مکسور) اس نے اس کا مقابلہ کیا۔ عِنْدَ: پاس ہونا۔ قریب ہونا۔ اس کے تین لہجے ہیں:

(۱) عین مکسور یعنی عِنْدَ
(۲) عین مفتوح یعنی عَنْدَ اور
(۳) عین مضموم یعنی عُنْدَ

یہ ظرف مکان و زمان دونوں ہے۔ مثلاً: عِنْدَ الحَائِطِ: دیوار یا باغ کے پاس اور عِنْـدَ اللَّـيْـلِ: رات کے وقت۔ البتہ یہ ظرف غیر متمکن ہے۔ یعنی عِنْـدُكَ واسِعٌ نہیں کہہ سکتے۔ یعنی عِنْدَ کو مرفوع عِنْدُ نہیں کہہ سکتے۔ اس پر صرف ایک جگہ حرف جر داخل کیا گیا جس طرح لَـدُنْ پر داخل کیا گیا۔ مثلاً: قول خداوندی ہے: رَحْمَةً مِّـنْ عِنْدِنَـا: ہماری طرف سے رحمت، اور دوسرا قول: مِـنْ لَّدُنَّا ہمارے پاس ہے۔ لیکن مَضَيْتُ اِلٰى عِنْدِكَ نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی اِلٰى لَدُنْكَ کہہ سکتے ہیں۔ اس کے ذریعے کسی نام پر اکسایا جا سکتا ہے مثلاً: عِنْدَكَ زَيْدًا یعنی زید کو پکڑلو۔

ع ن د ل — العَنْدَلُ: بلبل۔
يعَنْدِلُ: چہچہاتا ہے۔

الْعَنْدَلِيبُ: ایک پرندہ جسے ہزار کہا جاتا ہے۔
میں کہتا ہوں کہ الْعَنْدَلِيبُ کی جگہ باب الباء میں ہے۔ وہاں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہاں اس کا ذکر بے ضرورت ہے۔
ع ن د ل ب - الْعَنْدَلِيبُ: بروزن الزَّنْجَبِيلُ: ایک پرندہ ہے جسے ہزار کہا جاتا ہے۔ الهزار میں 'ھ' مفتوح ہے۔ اس کی جمع عَنَادِلُ ہے۔
الْبُلْبُلُ يُعَنْدِلُ: بلبل چہچہاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ يُعَنْدِلُ کا مقام باب اللام بذیل 'ع ن د ل' ہے۔
عندلیب: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ن د ل' اور 'ع ن د ل ب'.
ع ن ز - الْعَنْزُ: بکری۔
الْعَنَزَةُ: (عین اور نون دونوں مفتوح) لاٹھی سے قدرے لمبی اور نیزہ سے قدرے کم لاٹھی جس کے سر پر نیزہ کی طرح کا لوہا لگا ہو۔
ع ن س - عَنَسَتِ الْجَارِيَةُ: اس کا باب دَخَلَ ہے۔ مصدر عِنَاسًا (عین مکسور) اسم فاعل عَانِسٌ: لونڈی کا بالغ ہونے کے بعد بغیر شادی کے مالک کے گھر رہنا۔ اگر ایک دفعہ بھی اس کی شادی ہو جائے تو پھر اسے عَنَسَتْ نہیں کہیں گے۔ اسی طرح ایسے مرد غلام کو بھی عَانِسٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع۔ بَازِلٌ بُزْلٌ اور بُزَّلٌ ہے۔ ابوزید کا قول ہے کہ عَنَّسَتِ الْجَارِيَةُ کا مصدر تَعْنِيسًا بھی ہے۔
بقول اصمعی رحمہ اللہ عَنَّسَتِ کہنا درست نہیں، عُنِّسَتْ بصیغہ مجہول کہہ سکتے ہیں یا عَنَّسَهَا اَهْلُهَا کہہ سکتے ہیں۔
ع ن ف - الْعُنْفُ: (عین مضموم) درشتی و سختی۔ یہ الرِّفْقُ بمعنی ملائی اور نرمی کی ضد ہے۔ مثلاً: عَنُفَ عَلَيْهِ عُنْفًا اور عَنُفَ بِهِ بھی۔ معنی یہ ہے کہ اس نے اس پر سختی کی۔ التَّعْنِيفُ: عار دلانا اور ملامت کرنا۔
عُنْفُوَانُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا آغاز۔
ع ن ق - الْعُنُقُ: عین مضموم، نون مضموم اور ساکن۔ مذکر اور مؤنث یکساں۔ بمعنی گردن۔ اس کی جمع اَعْنَاق.
الأَعْنَقُ: گردن دراز شخص۔ اس کی مؤنث عَنْقَاء ہے۔
الْعِنَاقُ: معانقہ، گلے ملنا۔ قَدْ عَانَقَهُ: وہ اس سے بغلگیر ہوا۔ یا اس نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اسے اپنے گلے لگایا۔
تَعَانَقَا: انہوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا۔ اعْتَنَقَا: کا معنی بھی یہی ہے۔
الْعَنَاقُ: (عین مفتوح) بکروٹی۔ بکری کا مادہ بچہ۔ اس کی جمع اَعْنُقٌ اور عُنُوقٌ ہے۔
الْعَنْقَاءُ: بلا، انتہائی ذہین، اصل الْعَنْقَاء

ایک بہت بڑا پرندہ ہے جس کا نام تو مشہور و معروف ہے لیکن اس کا وجود نہیں۔

ع ن م-العَنَمُ: (عین اور نون دونوں مفتوح) نرم و نازک ٹہنیوں والا درخت۔ لڑکیوں کی انگلیوں کو نزاکت میں ان شاخوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ اس کا معنی شامی خرنوب درخت کی اطراف ہیں۔ نابغہ کا یہ شعر:

عَنَمٌ عَلٰی اَغْصَانِهٖ لَمْ یَعْقِدُ

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عَنَمٌ کیڑا نہیں بلکہ پودا ہے۔

ع ن ن-عَنَّ لَهُ كَذا يَعِنُّ: (عین مکسور اور مضموم) عَنَناً: پیش کیا یا پیش ہوا۔ العِنَانُ: لگام۔ باگ۔ اس کی جمع اَعِنَّةٌ ہے۔ شِرْكَةُ العِنَانِ: ایسی کمپنی یا شراکت جس میں باقی جائیداد اور مال کو چھوڑ کر کسی خاص ایک مد میں دو فریق شریک ہوں۔ گویا ان دونوں کو کوئی چیز سامنے دکھائی دی تو انہوں نے مل کر وہ خرید لی۔

عَنَّ الفَرَسَ: اس نے احتیاط سے گھوڑے کو باندھا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

عُنْوَانُ الكِتَابِ: کتاب کا عنوان، یا سرنامہ۔ (عین مضموم) یہ فصیح زبان کا لفظ ہے۔ اسے عین مکسور سے بھی بولا جاتا ہے یعنی عِنْوَانُ الكِتَابِ اور عِنْيَانُ الکتاب بھی کہا جاتا ہے۔

عَنْوَنَ الكِتَابَ يُعَنْوِنُهُ: اس نے کتاب کا عنوان طے کیا۔ عَنَّنَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔

عَنَّاهُ میں اصل لفظ کا ایک نون بدل کر یاء بصورت الف کر دیا گیا ہے۔

العَنَانُ: (عین مفتوح) بادل۔ اس کا واحد کا صیغہ عَنَانَةٌ ہے۔

اَعْنَانُ السَّمَاءِ: آسمان کی بلندیاں اور آسمان سے کناروں میں ظاہر ہونے والے مظاہر۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ لفظ عَنَنٌ کی جمع ہو۔ یونس کا قول ہے کہ لَيْسَ لَمَنْقُوصِ البيان بهاء وَلَو حَكَّ بِيَا فُوْخِهٖ اَعْنَانَ السَّماء: ناقص بیان شخص کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی وہ چاہے اپنے تالو کی چیخوں سے آسمان کو سر پر اٹھالے۔

عَنْ حرف، اس کا معنی ہے علاوہ یا باہر ہے مثلاً: رَمٰی عَنِ القَوْسِ: اس نے تیر کمان سے باہر نکال دیا۔ کیونکہ اس نے کمان کے ذریعے ہی کمان سے تیر پھینکا۔ عَنْ کے استعمال کی دوسری مثال: اَطْعَمَهٗ مِنْ جُوْعٍ: اس میں جُوْع کو بھوک سے منصرف اور تارک اور اس سے تجاوز کرنے والا ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی اس نے اسے بھوک سے نکالنے کے لئے کھانا کھلایا۔ با محاورہ ترجمہ ہوگا کہ اس نے اسے بھوک

کے مارے کھانا کھلایا۔ اس کی جگہ مِنْ بھی استعمال ہوتا ہے لیکن عَنْ کبھی تو اسم بنتا ہے جس پر حرف جر داخل ہوتا ہے، مثلاً: جِئْتُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ میں اس کی دائیں طرف سے ہو کر آیا۔ اور بعض اوقات عَنْ کو بَعْدَ کے بدلے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس نے کہا: لَقِحَتْ حَرْبُ وائل عَنْ حِیَالٍ: کئی سالوں کے بعد وائل کی جنگ حاملہ ہوگئی۔ ممکن ہے عَنْ کو بعض اوقات عَلٰی کی جگہ بھی استعمال کرتے ہوں۔ مثلاً: شعر ہے:

لَاهِ ابن عَمِّکَ لاأفضلتَ فی حَسَبٍ
عَنِّی وَلا اَنْتَ دَیَّانِی فتخزُونِی

"تیرا چچازاد بھائی لاپرواہ اور بے نیاز ہے۔ تو نہ تو مجھ پر حسب میں فضیلت رکھتا ہے اور نہ ہی تو کوئی صاحب اختیار حاکم ہے جو مجھے رسوا کرے۔"

اس شعر میں عَنْ علٰی کے معنوں میں یا علٰی جگہ استعمال ہوا ہے۔

عُنْوَان: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ن ن' اور 'ع ن ا'۔

ع ن ا — عَنَا: جھک گیا اور ذلیل و مطیع ہوگیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ: اور چہرے اس حیّ وقیّوم کے سامنے جھک جائیں گے۔

العَانِیُ: قیدی۔ کہا جاتا ہے کہ: عَنا فُلَان فِیْهِمْ اَسِیْرًا: فلاں شخص ان کے ہاتھوں یا ان میں گرفتار یا قیدی ہوگیا۔

عَان: قیدی اور گرفتار شخص۔

قَوْمٌ عُنَاةٌ: قیدی لوگ۔ یا قیدی قوم۔

نِسْوَةٌ عَوَانٍ: قیدی و گرفتار عورتیں۔

عَنَی بِقَوْلِهٖ کذا: اس نے اپنے قول سے یہ مراد لی۔ مَعْنَی الکلام: بات یا کلام کا مفہوم۔

معناتُهُ وَاحِدٌ: اس کا معنی ایک ہے۔ کہتے ہیں کہ عَرَفْتُ ذٰلک فی معنی کَلَامِهٖ: مجھے اس کے کلام کے مفہوم سے یہ پتہ چلا۔

فی معناةِ کلامه اور فی مَعْنِیِّ کلامه کا بھی یہی مفہوم ہے۔

عَنِیَ (نون مکسور) عَنَاءً: وہ تھک گیا اور ہار گیا۔ عَنَّاهُ غَیْرُهٗ: اسے کسی اور نے تھکا دیا۔ اس کا مصدر تَعْنِیَةٌ ہے۔

تَعَنَّاهُ، فتَعَنّٰی: اس نے اسے تھکا دیا تو وہ تھک گیا۔

عُنِیَ بِحَاجَتِهٖ، یُعْنٰی بِهٖ: اس نے اپنی ضرورت کا دھیان کیا یا اہتمام کیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا مصدر عِنَایَةٌ ہے بمعنی توجہ اور دھیان، اور اہتمام کرنا۔

فَهُوَ بِهَا مَعْنِیٌّ (بروزن مفعول) یہ اس کا معنی و مفہوم ہے۔ جب تم اس سے امر بنانا

چاہوتو کہو گے کہ: لِتُعْنَ بِحَاجَتِي: تم میری ضرورت کا دھیان کرو۔ حدیث شریف میں ہے: مِنْ حُسْنِ اسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ: کسی کے اچھے اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ان باتوں کو ترک کرتا ہے جن سے اس کا واسطہ نہ ہو یا جو اس کے مطلب کی نہ ہوں۔

عَنْوَنَ الكتاب: اس نے کتاب کا عنوان بنایا یا رکھا۔ عَلْوَنَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کا اسم العنوان ہے۔

المُعَانَاةُ: کوشش۔ جدوجہد۔ تکلیف اٹھانا۔ کہا جاتا ہے کہ عَانَاهُ فَتَعَنَّاهُ: اس نے تکلیف برداشت کی۔ تَعَنَّى هُوَ: اسے تکلیف پہنچی۔

ع ہ د — العَهْدُ امان، قسم، وعدہ، ذمہ۔ حفاظت اور وصیت۔ عَهِدَ اِلَيْهِ: اس کے ذمہ لگایا یا اس کے سپرد کیا۔ ان کا باب فهم ہے معنی اس نے اسے وصیت کی۔ اسی سے وہ عہد نامہ مشتق ہے جو ولی عہد بنانے کے لئے لکھا جاتا ہے یا گورنروں کے تقرر کے وقت لکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں: عَلَىَّ عَهْدُ اللهِ لافعلَنَّ كذا: میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں ضرور اور لازما ایسا کروں گا۔

العُهْدَةُ: بیع نامہ۔ ضمان۔ کفالت۔ اس کا معنی الدَّرْكُ بھی ہے۔ جس کا معنی تاوان ہے۔

العَهْدُ والمَعْهَدُ: وہ جگہ جہاں سے قوم اگر دور چلی بھی جائے لیکن پھر ہمیشہ اس جگہ کی طرف لوٹتے رہتے ہیں۔

المَعْهَدُ کا معنی وہ جگہ بھی ہے جس کے ساتھ تمہاری کوئی وابستگی ہو۔

المَعْهُودُ: وہ چیز جس کا عہد کیا گیا ہو۔ جانی پہچانی چیز۔ عَهِدَه بمكان كذا: وہ اسے فلاں جگہ ملا۔ اس کا باب فہم ہے۔

عَهْدِي بِهٖ قَرِيبٌ: مجھے اسے ملے تھوڑی دیر ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ كَرَمَ العَهْدِ مِنَ الايمان: وعدہ اور عہد کا پاس کرنا ایمان کی علامت و خصوصیت ہے۔

التَّعَهُّدُ: کسی چیز کی حفاظت کا ذمہ اور تجدید عہد۔ تَعَهَّدَ فُلَانًا: اس نے فلاں شخص کی ذمہ داری اٹھائی۔ تَعَهَّدَ ضَيْعَتَهُ: اس نے اس کی جائیداد کی حفاظت کی یا ذمہ اٹھایا۔ یہ لفظ تَعَاهَد کی بہ نسبت زیادہ فصیح ہے۔ کیونکہ تعَاهُد تو صرف دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے۔

المُعَاهَدُ: ذمی، غیر مسلم رعایا۔

ع ہ ن — العِهْنُ اون۔

ع و ج — عَوِجَ اس کا باب طَرِب ہے۔ معنی وہ ٹیڑھا ہوا۔ اس کی صفت اَعْوَجُ

ہے۔اور اس کا اسم العِوَجُ (عین مکسور) ہے۔دیوار یا لکڑی میں جو کجی یا ٹیڑھ ہوتا ہے اسے عَوَجٌ کہتے ہیں۔اس میں عین مفتوح ہے۔اور اگر یہ ٹیڑھ اور کجی زمین میں یا دین و مذہب یا معاش و روزی میں ہو تو اسے عِوَجٌ کہتے ہیں۔اس میں عین مکسور ہے۔

اَعْوَج: ایک گھوڑے کا نام ہے جس کی طرف الاَعْوَجِیَّاتُ اور بَنَاتُ اَعْوَجَ منسوب ہیں۔عرب میں نسل کشی اور نسل کی ترقی کے لئے اس گھوڑے سے اور کوئی گھوڑا بہتر نہیں ہے۔

عَاجَ بالمَکَانِ: وہ جگہ میں ٹھہر گیا۔اس کا باب قَالَ ہے۔

عَاجَ غَیْرَهُ بِهٖ: اس نے مکان میں کسی اور کو ٹھہرایا۔یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی ہے۔

اِعْوَجَّ الشَّیْءُ: چیز ٹیڑھی ہو گئی اس کا مصدر اعْوِجَاجًا ہے۔اور ٹیڑھی چیز کو مُعْوَجٌّ کہتے ہیں یہ بروزن مُحْمَرٌّ ہے۔

عَصًا مُعْوِجَةٌ: ٹیڑھی لاٹھی۔عَوَّجَهُ فَتَعَوَّجَ: اس نے اسے ٹیڑھا کیا تو وہ ٹیڑھا ہو گیا۔

العَاجُ: ہاتھی دانت۔اس کا واحد کا صیغہ عَاجَةٌ ہے۔سیبویہ کا قول ہے کہ ہاتھی دانت والے کو عَوَّاج کہتے ہیں۔اس میں واؤ مشدد ہے۔

ع و د۔عَادَ اِلَیْهِ اس طرف لوٹا۔اس کا باب قَالَ ہے۔اور عَوْدَةً بھی۔مثل ہے: العَوْدُ اَحْمَدُ: احسان دُہرانا قابل تعریف ہے۔یعنی دوبارہ احسان کرنا زیادہ قابل تعریف ہے۔دراصل یہ مثل ایک شعر کا ایک ٹکڑا ہے۔پورا شعر یہ ہے:

وَاَحْسَنَ عمرو فی الذی کانَ بَیْنَنَا
وَاِنْ عَادَ بالاحْسَان فالعود اَحْمَدُ

المَعَاد: (میم مفتوح) لوٹنے کی جگہ۔لوگوں کی لوٹنے کی جگہ آخرت ہے۔

عُدْتُ المَرِیْضَ اَعُوْدُهُ: میں نے مریض کی عیادت کی۔

العِیَادَة: تیمارداری۔بیمار پرسی۔(عین مکسور ہے)۔

العَادَةُ: عادت، صفت، خصلت، معمول۔اس کی جمع عَادٌ ہے۔اور عَادَاتٌ ہے۔

محاورہ ہے عَادَ فلانٌ کذا: فلاں شخص کی یہ عادت ہے۔اعْتَادَهُ وَتَعَوَّدَهُ: یہ اس کی عادت بن گئی۔

عَوَّد کَلْبَهُ الصَّیْدَ: اس نے کتے کو شکار کا عادی بنا دیا۔

فَتَعَوَّدَهٗ: تو وہ اس کا عادی ہو گیا۔

اسْتَعَادَهُ فَاَعَادَه: اس نے اس سے بات یا کام دھرانے کو کہا تو اس نے اسے دہرایا۔

فُلَانٌ مُعِيدٌ لِهٰذا الأمر: فلاں آدمی یہ کام کرسکتا ہے۔

المُعَاوِدَةُ: پہلے کام کی طرف لوٹنا۔

عَاوَدَتْهُ الحُمّٰی: اسے باری کا بخار ہوگیا۔

العَائِدَةُ: آمدنی۔ مہربانی اور منفعت کہا جاتا ہے کہ هٰذا شَیْءٌ اَعْوَدُ عَلَيْکَ مِنْ كَذا: یہ بات تمہاری فلاں بات سے زیادہ سودمند ہے۔

فُلَانٌ ذُوصَفْحٍ وَعَائِدَةٍ: فلاں آدمی درگزر کرنے والا شخص ہے اور مہربانی کرنے والا ہے۔

العُوْدُ: لکڑی۔ تیلی۔ اس کی جمع العِيْدَانُ ہے۔

العُوْدُ: ڈنڈا جس سے مارا یا کوٹا جاتا ہے۔

العُوْدُ: وہ لکڑی جس سے دھواں دیا جاتا ہے۔

عَادٌ: ایک مشہور تاریخی قبیلہ۔ یہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔

شَیْءٌ عَادِیٌّ: پرانی چیز گویا وہ قوم عاد کے وقت کی ہو۔

العِيْدُ: خوشی۔ اسلامی تہوار۔ اس کی جمع الأعْيَادُ ہے۔

قَدْ تَعَيَّدُوا: انہوں نے عید منائی۔

ع و ذ - عَاذَبِهٖ: اس کا باب قَالَ ہے۔ واسْتَعَاذَ: اس نے پناہ مانگی۔

هُوَ عِيَاذُهُ: وہ اس کی پناہ گاہ ہے۔ اَعَاذَ غَيْرَهُ بِهٖ: اس نے کسی اور کو پناہ دی۔

عَوَّذَه بِهٖ: کا معنی بھی یہی ہے۔ لوگوں کا قول: مَعَاذَ اللّٰهِ مَعَاذًا کا معنی ہے خدا کی پناہ یا خدا بچائے۔

العُوْذَةُ، المَعَاذَةُ اور التَّعْوِيْذُ: تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔

قَرَاْتُ المُعَوِّذَتَيْنِ: (واؤ مکسور) میں نے معوذتین پڑھیں یعنی دو سورتیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ.

ع و ر - العَوْرَةُ: انسان کی شرمگاہ۔ نیز ہر وہ چیز جس کے ننگا ہونے یا ظاہر ہونے سے انسان شرم محسوس کرتا ہے۔ اس کی جمع عَوْرَاتٌ واؤ ساکن ہے۔

عوراتٌ میں واؤ کو اسماء جمع میں متحرک کیا جاتا ہے، جب وہ فَعْلَة کے وزن پر ہوں اور واوی یا یائی اسماء نہ ہوں۔ بعض لوگوں نے قرآن کی آیت میں: عَوَرَاتِ النِّسَاءِ: واؤ کو متحرک پڑھا ہے۔

رَجُلٌ اَعْوَرُ: کانا انسان۔ ایک آنکھ سے نابینا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کی جمع عُوْرَانٌ ہے۔ اور اسم العَوْرَةُ ہے۔ اس میں واؤ ساکن ہے۔

عَارَتِ العَيْنُ: آنکھ کانی ہوگئی۔ تَعارُّ اور عَوِرَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس میں واؤ

مکسور ہے۔ عُـوْرَتْ عَيْـنَـهُ أَعُـوْرُهَا وَاَعْوَرْتُهَا بھی ہم معنی ہیں یعنی میں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی، اسے ایک آنکھ سے کانا بنادیا۔

عَـوَّرْتُهَا تَعْوِيْرًا: کا بھی یہی معنی ہے کہ میں نے اسے کانا کر دیا۔

العَوْرَاء بروزن العَوْجَاء: کانا۔ یک چشم گل۔ یہ گالی ہے۔

العَـوَارُ: (عین مفتوح) عیب۔ نقص۔ کہا جاتا ہے: سِلْعَةٌ ذَاتُ عَـوَارٍ: عیب اور نقص والا سامان۔

العَارِيَّة: (یاء مشدّد) گویا یہ عار کی طرف منسوب ہے کیونکہ اس کا طلب کرنا عار اور عیب ہے۔ العَارَةُ کا معنی العَارِيَّة بھی ہے یعنی آپس میں لین دین کرنا۔ هُـمْ يَتَـعَوَّرُوْنَ: وہ آپس میں لین دین کرتے ہیں۔ اس کا مصدر تَعَوُّرًا ہے۔

اسْتَعَارَهُ ثَوْبًا: اس نے ادھار کپڑا مانگا۔

فَاَعَـارَهُ اِيَّاهُ: اس نے اسے یہ کپڑا اُدھار دے دیا۔ عَاوَرَ المَكَايِيْلَ، عَايَرَهَا کا ایک لہجہ ہے یعنی اس نے پیمانوں کا اندازہ کرلیا۔ اعْتَوَرُوْا الشَّيْءَ: انہوں نے آپس میں چیزوں کا باہم تبادلہ یا لین دین کرلیا۔ یہی معنی تَعَوَّرُوْهُ تَعَوُّرًا کا ہے۔

ع و ز – اعْوَزَهُ الشَّيْءُ: اسے کسی کے حصول نے مجبور اور لاچار کر دیا۔

الاِعْوَاز: فقر، ناداری محتاجی۔

المُعْـوِزُ: نادار۔ فقیر۔ عَوِزَ الشَّيْءُ: چیز نایاب ہوگئی۔

عَوِزَ الرَّجُلُ: آدمی نادار ہوگیا۔

اَعْـوَزَهُ الدَّهْرُ: زمانے نے اسے محتاج و نادار کر دیا۔

ع و ص – العَوِيْصُ مِنَ الشِّعْرِ: ایسا شعر جس کے معنی معلوم کرنا مشکل ہوں۔

قَـدْ اَعْوَصَ الرَّجُلُ: آدمی ناقابل فہم ہوگیا۔

ع و ض – العِوَضُ: معاوضہ، مقابل۔ اس کی جمع الاَعْوَاض ہے۔ ہم کہتے ہیں عَاضَهُ وَاَعَاضَهُ وَعَوَّضَهُ تَعْوِيْضًا: اس نے اس کا معاوضہ ادا کر دیا۔ اعْتَاضَ وَتَعَـوَّضَ: اس نے بدلہ یا معاوضہ لے لیا۔

اسْتَعَاضَ: اس نے معاوضہ مانگا۔

ع و ط – اعْتَاطَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی کئی سال تک حاملہ نہیں ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّـهُ بَـعَـثَ مُصَـدِّقًا فَاَتِى بِشَاةٍ شَـافِعٍ فَلَـمْ يَـاْخُذْهَا وَقَالَ ائْتِنِىْ بِمُـعْـتَـاطٍ: رسول کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے ایک شخص کو (زکوٰۃ کی وصولی پر) روانہ فرمایا تو (زکوٰۃ کی مد میں) آپ ﷺ کے پاس ایک بکری لائی گئی۔ آپ ﷺ نے قبول نہ فرمائی اور

فرمایا کہ میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس کے ساتھ بچہ نہ ہو۔

ع و ق — عَاقَهُ عَنْ كَذا: اس نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ یہی معنی اعْتَاقَهُ کا ہے۔ عَوَائِقُ الدَّهْر: زمانے کی رکاوٹیں۔ مشکلات۔

التَّعَوُّقُ: بددلی، حوصلہ شکستگی۔

التَّعْوِيْقُ: ایک بت کا نام ہے جسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔

اليَعُوْقُ: سرخ رنگ کا چمکدار ستارہ جو کہکشاں کی دائیں طرف ہوتا ہے۔ یہ ثریا کے پیچھے ہوتا ہے۔ اس سے آگے نہیں ہوتا۔

ع و ل — العَوْلُ والعَوْلَةُ والعَوِيْلُ: دھاڑیں مار کر رونا۔ ہم کہتے ہیں: اعْوَلَ اعْوَالاً: وہ دھاڑیں مار مار کر رویا۔ حدیث شریف میں ہے: المُعْوَلُ عَلَيْهِ يُعَذِّبُ: جس میت پر دھاڑیں مار مار کر رویا جائے۔ اسے عذاب دیا جاتا ہے۔

عَوَّلَ عَلَيْهِ تَعْوِيْلا: اس نے اس پر بوجھ ڈالا، اس پر بھروسہ اور انحصار کیا۔ کہا جاتا ہے: عَوِّلْ عَلَيَّ بِمَاشِئْتَ: مجھ پر جتنی تمہاری مرضی اور خواہش ہے ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا یعنی جتنی مرضی ہے مدد مانگ۔

وَمَالَهُ في القوم من مُعَوِّل: قوم میں یا لوگوں میں اس کا کوئی سہارا دینے والا نہیں ہے۔

عَالَ عِيَالَهُ وانفق عليهم: اس نے اپنے کنبے کو روٹی کھلائی۔ یعنی کھانا دیا، اور ان پر خرچ کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

عَالَهُ شَهْرًا: اس نے مہینہ بھر اس کا خرچ برداشت کیا۔

عَالَ المِيْزَانُ: ترازو جھک گیا۔ کم تلا۔ اس کا اسم فاعل عَائِلٌ ہے یعنی دبا ہوا یا جھکا ہوا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ لا تَعُوْلُوْا: اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لاتَمِيْلُوْا کا معنی ہے 'بے انصافی نہ کرو'۔ کہا جاتا ہے کہ عَالَ فِي الحُكْمِ: اس نے فیصلے میں ظلم کیا اور بے انصافی کی۔ عَالَهُ الشَّيْءُ: کسی چیز نے اس پر غلبہ کر دیا اور اس پر بھاری پڑ گیا۔ اسی سے لوگوں کا یہ قول ماخوذ ہے کہ عِيْلَ صَبْرِي: میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ یعنی اب مجھ میں صبر کرنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ عَالَ الأَمْرُ: معاملہ سخت دشوار ہو گیا۔ اور زیادہ گھمبیر ہو گیا۔ عَالَتِ الفَرِيْضَةُ: وراثت کے حصے بڑھ گئے۔ اس سے کمی اور نقصان کو اہل فرائض حصہ دار وارثوں پر ڈالا جاتا ہے۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ: میرا خیال ہے کہ یہ لفظ مَالَ سے

ماخوذ ہے کیونکہ جب حصص بڑھ جائیں تو پھر یہ سب اہل فرائض کی طرف جھکتے ہیں، اور انہیں حصہ کم ملتا ہے۔ عَالَ زَیْدٌ الْفَرَائِضَ اور اَعَالَهَا دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ لہٰذا عَالَ فعل لازم بھی ہے اور فعل متعدی بھی۔ عَالَ الْمِیْزَانُ سے لے کر بعد تک کے تمام صیغوں کا باب قَالَ ہے۔ الْمِعْوَلُ: بڑی کلہاڑی یا پھاوڑا جس سے چٹانیں توڑی جاتی ہیں۔ اس کی جمع الْمَعَاوِلُ ہے۔

ع و م — الْعَوْمُ: تیرنا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ الْعَوْمُ لَا یُنْسَی: تیرنا بھلایا نہیں جا سکتا۔ اونٹ اور کشتی کے چلنے کو بھی عَوْمٌ کہتے ہیں۔

الْعَامُ: سال۔

عَاوَمَهُ مُعَاوَمَةً: سالانہ معاوضے پر ملازم رکھنا۔ جیسے مُشَاهَرَةً: ماہانہ اجرت پر کام کرانا ہے۔

نَبْتٌ عَامِیٌّ: خشک پودا جس پر سال گزر چکا ہو۔ کہا گیا ہے کہ مُعَاوَمَةُ ممنوع ہے یعنی یہ ممنوع ہے کہ تم اپنے سال بھر کی فصل فروخت کر دو۔

ع و ن — الْعَوَانُ: ہر چیز کی عمر کا درمیان یا وسط۔ اس کی جمع عُوْنٌ ہے۔

الْعَوَانُ: ایسی جنگ جس میں بار بار قتال ہو گویا لوگ ہر بار از سر نو لڑائی شروع کریں۔

بَقَرَةٌ عَوَانٌ: ایسی گائے جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا یعنی چھوٹی عمر کی۔

الْعَوْنُ: کام میں مددگار و معاون۔ اس کی جمع الْاَعْوَانُ ہے۔

الْمَعُوْنَةُ: اعانت، مدد، کمک۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا عِنْدَهُ مَعُوْنَةٌ وَلَا مَعَانَةٌ وَلَا عَوْنٌ: اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ الْمَعُوْنُ، کا معنی بھی الْمَعُوْنَةُ ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ الْمَعُوْن، مَعُوْنَةٌ کی جمع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا اَخْلَانِی فُلَانٌ مَعَاوِنِهِ: فلاں شخص نے مجھے اس کی مدد نہ کرنے دی۔ اس فقرے میں بھی مَعَاوِنُ، مَعُوْنَةٌ کی جمع ہے۔

رَجُلٌ مِعْوَانٌ: لوگوں کی بہت زیادہ مدد کرنے والا۔

اِسْتَعَانَ بِهِ فَاَعَانَهُ: اس نے اس سے مدد مانگی تو اس نے اس کی مدد کی۔ عَاوَنَهُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی اس نے اس کی مدد کی۔ دعا میں کہا جاتا ہے: رَبِّ اَعِنِّی وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ: اے میرے رب! میری مدد فرما اور میرے خلاف (دشمنوں کی) مدد نہ کر۔ تَعَاوَنَ الْقَوْمُ: قوم یا لوگوں نے ایک دوسرے کی مدد کی۔

اِعْتَوَنُوْا کا معنی بھی یہی ہے۔ الْعَانَةُ: جنگلی گدھوں کا ریوڑ یا غول۔ اس کی جمع

غُوْنٌ ہے۔

عَـانَةُ: دریائے فُرات کے کنارے ایک گاؤں ہے جہاں کی شراب مشہور ہے۔

ع و ہ—العاهةُ: آفت، مصیبت۔ کہا جاتا ہے کہ: عِيْهَ الزَّرْعُ: فصل آفت زدہ ہوگئی ہے۔ یہ فعل مجہول ہے۔

ع و ی—عوى الكلب والذِئب وابن آوی، يَعْوِیْ: (واؤ مکسور) عُوَاءً: عین مضموم الف ممدود۔ کتا۔ بھیڑیا۔ گیدڑ ہر ایک نے اپنی اپنی آواز نکالی۔ یعنی بھونکا یا چیخا۔

هُوَ يُعَاوِی الكِلَابَ: وہ کتوں کو بھونکواتا ہے۔

العَوَّاءُ: (واؤ مشدّد اور الف ممدود) بہت زیادہ بھونکنے والا۔

ع ی ب—العَيْبُ: اور العَيْبَةُ بھی۔ اور العَابُ: سب کا ایک ہی معنی ہے۔

عَـابَ المَتَاعُ، عَيْبَةً وعَابًا: سامان میں عیب پیدا ہوگیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے

عَـابَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے عیب دار بنا دیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ عیب دار چیز کو مَعِيْبٌ اور مَعْيُوْبٌ کہتے ہیں۔

وَمَـا فِيْهِ مَعَابَةٌ ومَعَابٌ: (دونوں میں میم مفتوح ہے) اس میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی عیب کی جگہ نہیں ہے۔ المَعِيْبُ مَعَـاب کی طرح ہے۔ اس کی جمع المَـعَـايِب اور المعيُـوْبُ ہے۔ عَيَّبَهُ تعييبًا: اس نے اسے عیب دار قرار دیا یا کہا۔ عَيَّبَـهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ع ی ث—العَيْثُ: فساد ڈالنا۔ تباہی مچانا۔

عَاثَ الذِّئبُ فی الغَنَمِ: بھیڑیئے نے بکریوں میں تباہی مچادی۔ اس کا باب باع ہے۔

ع ی ر—العَيْرُ: جنگلی اور پالتو گدھا۔ اس کی تانیث العَيْرةُ ہے۔

عَـيْـرٌ: مدینہ شریف کے پاس ایک پہاڑ کا نام۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ حَرَّمَ مَابَيْنَ عَيْرٍ وثَوْرٍ: نبی کریم ﷺ نے کوہ عیر سے لے کر جبل ثور تک کا علاقہ حرام قرار دیا ہے۔

فُلَانٌ عُـيَـيْـرُ وحـدِهٖ: (عین مضموم و مکسور) فلاں شخص خود پسند ہے۔ اور یہ ذم قابل مذمت بات ہے۔ ان معنوں میں عُوَيْرُ وَحْدِهٖ نہیں کہنا چاہئے۔

عَـارَ الفَـرَسُ: گھوڑا بدکا اور مستی میں اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔

اَعَارَهُ صَاحِبُهُ: اس کے مالک نے اسے عاریۃً دے دیا۔ عاریت پر دی ہوئی چیز کو مُعَارٌ کہتے ہیں۔ طرماح شاعر کا قول اسی سے ماخوذ ہے:

اَحَقُّ الخَيْلِ بِالرُّكَضِ المَعَارُ

''عاریت پر لیا ہوا گھوڑا کودنے کا زیادہ حقدار ہے۔''

ابو عبیدہ کا قول ہے: لوگ اس لفظ کو العَارِيَة سے ماخوذ یا مشتق سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ فَرَسٌ عَيَّارٌ: مستی میں ادھر ادھر کودنے بھاگنے والا گھوڑا۔ شیر کو شکار کے لئے آنے جانے کی وجہ سے عَيَّار کہتے ہیں۔ رَجُلٌ عَيَّارٌ: بہت زیادہ گھومنے پھرنے والا ہوشیار شخص۔

عَيَّرَهُ كَذا: (تَعْيِيْرٌ سے مشتق) اس نے اسے ڈانٹا، عار دلائی۔ عام لوگ اسے عَيَّرهُ بِكَذا کہتے ہیں۔

العَارُ: عار، گالی، دشنام اور عیب۔

عَايَرَ المَكَايِيْلَ والمَوَازِيْنَ عِيَارًا: اس نے ناپ تول کے پیمانوں کا اندازہ لگایا یا معیار مقرر کیا۔ ان معنوں میں عَايَرَ کی جگہ عَيَّرَ نہیں کہنا چاہئے۔

المِعْيَارُ: (میم مکسور) معیار، کسوٹی۔

العِيْرُ: (عین مکسور) اناج سے لدے ہوئے اونٹ یا اونٹوں کا کارواں۔

ع ی س — العِيَسُ: (عین مکسور) سفید رنگ کا اونٹ، جس کے سفید رنگ میں سرخ اور زرد رنگ کی آمیزش ہو۔ اس کا واحد اَعْيَسُ ہے۔ اور مؤنث کا صیغہ عَيْسَاءُ ہے۔ العَيْسُ: بھورا رنگ۔ کہا جاتا ہے:

هِيَ كَرَائِمُ الاِبِلِ: یہ عمدہ اور اعلیٰ اونٹ ہیں۔ عیسٰی بن مریم عبرانی یا سریانی نام۔ اس کی جمع العِيْسُوْنَ ہے۔ اس میں سین مفتوح ہے۔ رَاَيْتُ العِيْسَيْنَ وَمَرَرْتُ بِعِيْسَيْنَ: علماء کوفہ نے واؤ سے پہلے سین کو مضموم کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح پہلے سین کو مکسور کرنا بھی جائز قرار دیا ہے۔ علماء بصرہ نے اسے جائز قرار نہیں دیا۔ مُوْسٰی کے بارے میں بھی یہی قول یا حکم ہے۔ اس سے صفت نسبتی عِيْسَوِيٌّ اور مُوْسَوِيٌّ یا عِيْسِيٌّ اور مُوْسِيٌّ ہے۔

ع ی ش — العَيْشُ: زندگی۔

قَدْ عَاشَ يَعِيْشُ مَعَاشًا (میم مفتوح) اور مَعِيْشًا بروزن مَعِيْب: وہ زندہ رہا۔ اس نے زندگی گزاری۔ ان دو میں سے ہر ایک مَعَاب اور مَعِيْب اور مَمَال اور مَمِيْل کی طرح مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اسم بھی۔

اَعَاشَهُ اللّٰهُ عِيْشَةً رَاضِيَةً: اللہ اسے پسندیدہ زندگی گزارنا نصیب کرے۔

المَعِيْشَةُ: گزر اوقات۔ ذریعہ معاش اس کی جمع مَعَايِشُ ہے۔ جمع کے صیغے میں ہمزہ نہیں ہے۔ دراصل مَعْيِشَةٌ اور مَفْعِلَةٌ کے وزن پر مصدر ہے۔ اس میں یاء متحرک اصلی ہے۔ اسے جمع بناتے وقت ہمزہ میں مقلوب نہیں کیا جاتا۔ یہی مثال

مَکَایِلُ اور مَبَایِعُ وغیرہ کی ہے۔ اگر اسے اصل کی بجائے فرع کی بنیاد پر جمع بنائیں تو پھر ہمزہ لکھیں گے۔ اس صورت میں مَفْعِلَۃٌ کو فَعِیلَۃ کے مشابہ قرار دیں گے اس کی مثال مَصَائب ہے، کیونکہ اس کے واحد کے صیغہ یعنی مَصِیْبَۃ میں یاء ساکن ہے۔ نحویوں میں سے بعض نے ہمزہ کو لحن قرار دیا ہے۔

التَّعَیُّشُ: وسائل معیشت میں تکلف۔ یا پُر تکلف زندگی۔ عَائشۃُ ہمزہ سے ہے اسے بغیر ہمزہ کے عایشۃ نہیں کہنا چاہیے۔

ع ی ف—عَافَ الرَّجُلُ الطَّعَامَ والشَّرَابَ، یَعَافُہُ: آدمی نے کھانا پینا ناپسند کیا۔ یا کھانے پینے سے نفرت کی۔ ایسے شخص کو عَائِفٌ کہیں گے۔ یعنی کھانے پینے سے متنفر۔

ع ی ل—العَیْلَۃُ والعَالَۃُ: فقر وفاقہ۔ بھوکے رہنا۔ کہا جاتا ہے: عَالَ یَعِیْلُ عَیْلَۃً وعُیُوْلًا: وہ نادار اور فقیر ہوا۔

عَائِلٌ: نادار اور مسکین وفقیر۔ یہی لفظ اس آیت میں آیا ہے: وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً: اگر تمہیں فقر وفاقے کا ڈر ہو۔

عِیَالُ الرَّجُلِ: آدمی کا زیر کفالت کنبہ۔ اس کا واحد کا صیغہ عَیِّلٌ ہے۔ اس کی مثال جَیِّدٌ ہے۔ اس کی جمع عَیَائِلُ ہے۔ اس کی مثال جِیَائِدُ ہے۔

اَعَالَ الرَّجُلُ: آدمی بہت عیالدار ہوگیا۔ ایسے شخص کو مُعِیْلٌ کہتے ہیں۔ اور عورت کو مُعِیْلَۃ کہتے ہیں۔ اخفش رحمہ اللہ کا کہنا کہ اس کا معنی ہے: وہ صاحب عیال ہوگیا۔

ع ی م—العَیْمَۃُ: دودھ کی خواہش۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ اس کا معنی خواہش کی شدت ہے یعنی تڑپ۔

قَدْ عَامَ الرَّجُلُ یَعِیْمُ ویَعَامُ عَیْمَۃً: آدمی دودھ کا سخت خواہشمند ہوا۔ ایسے شخص کو عَیْمَانُ کہتے ہیں۔ اور ایسی عورت کو عَیْمَاء کہتے ہیں۔

اَعَامَہُ اللّٰہُ: خدا اسے دودھ بنا چھوڑ دے۔

ع ی ن—العَیْنُ: آنکھ۔ بینائی کی حس۔ یہ مؤنث ہے اور اس کی جمع اَعْیُنٌ، عُیُوْنٌ اور اَعْیَانٌ ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر عُیَیْنَۃٌ ہے۔

العَیْنُ: پانی کے چشمے کو بھی کہتے ہیں۔

عَیْنُ الرُّکْبَۃ: گھٹنے کا گڑھا۔ ہر گھٹنے کے دو گڑھے ہوتے ہیں اور پنڈلی کی طرف گھٹنے کے آگے ہوتے ہیں۔

العَیْنُ: چشمۂ آفتاب۔

العین الدِّیْنَارُ: نقد دینار۔

العین: نقد جو مال وسامان کا متابل یا ضد ہے۔

الْعَيْنُ: دیدبان یا جاسوس۔
عَيْنُ الشَّيْءِ: کسی چیز کا بہترین حصہ۔
عین الشَّيْءِ: چیز بذات خود۔ کہا جاتا ہے کہ هُوَ هُوَ بِعَيْنِهِ: وہ بالکل وہی ہے۔ وَلَا آخُذُ إِلَّا دِرْهَمِي بِعَيْنِهِ: میں اپنے ہی درہم کے سواء اور کوئی درہم نہ لوں گا۔ یعنی میں بعینہ اپنا ہی درہم لوں گا۔ وَلَا اَطْلُبُ اَثَرًا بعد مُعَايَنَةٍ: میں خود معاینہ کرنے کے بعد کوئی نشان بطور ثبوت طلب نہیں کروں گا۔
راسُ عین: ایک شہر کا نام ہے۔
عَيْنُ البَقر: انگور کی ایک قسم جو شام میں پائی جاتی ہے۔
اَعْيَانُ القَوْمُ: قوم کے اشراف اور سربرآوردہ لوگ۔
بَنُوْ الأعْيَان: ایک ماں سے دو باپوں کی طرف سے بھائی۔ حدیث شریف میں ہے: اَعْيَانُ بنی الأمّ يَتَوَارَثُوْنَ دُوْنَ بنی العَلّات: سگے بھائی وارث ہوتے ہیں۔ سوتیلے بھائیوں کو کچھ نہیں ملتا۔
فِي المِيْزَانِ عَيْنٌ: ترازو برابر نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ أَنْتَ عَلَى عَيْنِي فِي الاكرام والحفظ جَمِيْعًا: چشم ماروشن و دل ماشاد۔ آپ کے احترام میں آنکھیں فرش راہ۔ قول خداوندی ہے: وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي تَعَيَّنَ الرَّجُلَ المَالَ: آدمی نے مال کو نظر بد لگا دی۔
تَعَيَّنَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ: اس نے اس پر ایک چیز مقرر یا لازم کر دی۔
حَفَرَ حَتّٰى عَانَ: اس نے کھدائی کی حتی کہ پانی یا چشمہ نکل آیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔
اَلمَاء مَعِيْنٌ و مَعْيُوْنٌ: پانی جاری ہے۔ یا رواں ہے۔ اعْيَنْتُ المَاءَ کا معنی بھی یہی ہے یعنی میں نے پانی کا چشمہ نکالا۔
عَانَ المَاءُ وَالدَّمْعُ يَعِيْنُ عَيْنَانًا: (عین اور یاء دونوں مفتوح) چشمہ یا آنسو بہہ نکلے۔
عَانَهُ: اسے نظر بد لگ گئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور اسم فاعل عَائِنٌ ہے اور اسم مفعول مَعِيْنٌ ہے۔ یہ ناقص ہے اور کامل مَعْيُوْن ہے۔
تَعْيِيْنُ الشَّيْءِ: مقرر و متعین کرنا۔ مجموعی چیزوں سے کچھ کو خالص کرنا۔
عَيَّنَ اللؤلؤہ: اس نے موتی میں سوراخ کیا۔
عَايَنَ الشَّيْءَ عِيَانًا: اس نے چیز کا معائنہ کیا۔
رَجُلٌ اَعْيَنُ: (یاء مضموم و مکسور) وسیع النظر شخص۔ اس کی جمع عِيْن ہے اور اس کی تانیث عَيْنَاءُ ہے۔
اَلْعِيْنَةُ: (عین مکسور) قرض۔

اعْتَانَ الرَّجُلُ: آدمی نے ادھار چیز خریدی۔

ع ی ا—العَیّ: لکنت، ہتلاہٹ۔ ہکلا پن۔ اس کی ضد البیان ہے۔ قَدْ عَیَّ فی مَنْطِقِهٖ: اس نے بولنے میں ہکلا پن کیا۔ اس کا اسم فاعل فَعْلٌ کے وزن پر عَیٌّ ہے۔ عَیِیَ یَعْیَا: بروزن رَضِیَ یَرْضٰی: اس کا اسم فاعل عَیٌّ بروزن فَعِیْلٌ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عَیَّ بأمْرِهٖ وعَیِیَ: وہ اپنا کام درست طریقے سے نہ کر سکا۔ اس فعل میں زیادہ تر ادغام ہو جاتا ہے۔ أعْیَاهُ أمْرُهُ: اس کے کام نے اس کو عاجز اور لاچار کر دیا۔ اس کی جمع کی صورت ہوگی عَیُوْا (یاء مخفف) جس طرح حَیُوْا کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اس لفظ کو عَیُّوْا (یاء مشدد) بھی کہا جاتا ہے۔

اعْیَا الرَّجُلُ فِی المشْیِ: آدمی چلنے میں عاجز آ گیا۔ ایسے شخص کو مُعْیٍ یعنی لاچار اور چلنے سے عاجز شخص کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو عَیَّانٌ نہیں کہتے۔

أعْیَاهُ اللّٰه: خدا کرے وہ عاجز ہو جائے۔ دونوں فعل الف کے ساتھ ہیں۔

أعْیَا عَلَیْهِ الأمْرُ: اس پر کام مشکل ہو گیا۔ تَعَیَّا اور تَعَایَا کا بھی یہی معنی ہے۔

داءٌ عَیَاءٌ: پیچیدہ اور سخت بیماری جس کا کوئی علاج نہیں۔ گویا اس بیماری نے معالجوں کو علاج سے عاجز کر دیا۔

المُعَایَاةُ: لاعلاج چیز، بے مداوا بات۔

باب الغین

الغـین: حروف معجم کا ایک حرف۔

غابـۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'غ ی ب'۔

غ ب ب-الغِبُّ: (غین مکسور) وقفہ۔ اونٹ کو ایک دن چھوڑ کر ایک دن پانی پلانے کا وقفہ۔

الغِبُّ فی الزیارۃ: ملاقات میں وقفے کے بارے میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ملاقات ہفتہ میں ایک بار ہونا چاہئے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: زُرغِبًّا تـزْدُوحُبًّا: وقفہ کے ساتھ ملاقات کرنا محبت میں اضافہ کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول حضور رسول اللہ ﷺ سے روایت حدیث ہے۔

غِبُّ کُلِّ شَیءٍ: ہر چیز کا انجام۔ اَغَبَّنَا فُلانٌ: فلاں شخص ہمارے پاس وقفے سے آیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَغِبُّوْا فِی عِیَادَۃِ المَرِیضَ واَرْبُعُوْا: مریض کی عیادت ایک دن چھوڑ کر یا دو دن چھوڑ کر تیسرے دن کرو۔

غ ب ر-الغَبارُ والغَبَرَۃُ: (غین اور باء دونوں مفتوح) گرد وغبار۔

الغُبرَۃُ: گرد رنگ جو غبار سے ملتا جلتا ہو۔

اغْبَـرَّ الشَّیْءُ اغبِرَارًا: چیز غبار آلود ہوگئی۔

الغَبْراء: زمین۔

الغُبَیْراء: بروزن الحُمَیْراء: عناب کی طرح ایک مشہور ومعروف پھل۔

الغُبَیْراء: ایک شراب بھی ہے جسے حبشی لوگ جوار سے کشید کرتے ہیں۔ اور وہ نشہ لاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِیَّاکُمْ والغُبَیْـراء فَـاِنَّهَـا خَمْـرُ العَالَم: غبیرا شراب پینے سے بچو، بلا شبہ وہ جہان کی شراب ہے۔

غَبَـرَ الشَّیْءُ: چیز باقی رہ گئی یا نچ گئی۔ غَبَـرَ کا معنی 'وہ گیا' بھی ہے۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔ اور اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اَغْبَرَ وغَبَّرَ تَغْبِیرًا: گرد وغبار اُڑا یا اُٹھا۔

غ ب ش-الغَبَشُ: (غین اور باء دونوں مفتوح) رات کا آخری حصہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی آخری رات کی تاریکی ہے۔

غ ب ط-الغِبْطَۃُ: (غین مکسور) خوشی میں مسرور شخص کی حالت کی آرزو یا تمنا کرنا بغیر جذبۂ حسد کے کہ اس کی خوشی کو زوال

ہو۔ایک طرح کے رشک کی خوشی۔
غَبِطَهُ بِمَا نَالَ فَاغْتَبَطَ هُوَ: جو کچھ اس نے پایا اس نے اسے خوش کردیا تو وہ خوش ہوا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور غَبْطَةً بھی۔اس کی مثال: مَنَعَهُ، فامتنع اور حَبِسَهُ فَاحْتَبَسَ ہے۔ المُغْتَبِطُ: (باء مکسور) خوشی میں مسرور شخص۔ ابوسعید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا اسم الغِبْطَةُ ہے اور اس کا معنیٰ اچھی حالت ہے یا خوش گزرانی ہے۔ اسی سے لوگوں کا یہ قول ماخوذ ہے: اللّٰهُمَّ غَبْطًا لا هَبْطاً: اے اللہ! خوشی نصیب کر، اور ہمیں اپنی حالت سے نیچے نہ گرا۔ ہم اس سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔
غ ب ق — الغَبُوقُ رات کا مشروب یا رات کے وقت پینا۔
قَدْ غَبَقَهُ فَاغْتَبَقَ: اس نے اسے رات کو پلایا تو اس نے پی لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
غ ب ن — غَبَنَهُ فی البَيْعِ اس نے اسے لین دین میں دھوکا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
قَدْ غُبِنَ: اسے دھوکا دیا گیا۔ اس کا اسم مفعول مَغْبُونٌ ہے۔ یعنی فریب خوردہ۔
غَبِنَ رَأيَهُ: اس نے اپنی رائے کو کم کردیا یا ناقص بنا دیا۔ اسے غَبِينٌ کہتے ہیں یعنی ضعیف الرائے شخص۔

فِيهِ غَبَانَةٌ: اس میں کمزوری رائے ہے۔ اس کا اعراب سَفِهَ نَفْسَهُ میں بیان ہو چکا ہے۔
الغَبِينَةُ: دھوکا بازی اور فریب بالخصوص لین دین میں۔ یہ لفظ غَبَنٌ سے مشتق ہے۔ اسکی مثال الشَّتِيمَةُ ہے جو الشَّتْمُ سے مشتق ہے۔
التَّغَابُنُ: قوم کا ایک دوسرے کو دھوکا دینا۔ اسی کے پیش نظر قیامت کے دن کو يَوْمُ التَّغَابُنِ کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس روز اہل جنت اہل دوزخ کے مقابلے میں اپنا پلہ بھاری کریں گے۔
غ ب ا — غَبِيتُ عَنِ الشَّيءِ میں چیز سے بے خبر رہا، اس میں باء مکسور ہے۔
غَبِيتُهُ: میں اس سے بے خبر رہا۔
غَبَاوَةٌ: بے خبری، کند ذہنی، ناسمجھی اور نافہمی۔
غَبِيَ عَلَيَّ الشَّيءُ: میں چیز یا بات کو سمجھ نہ سکا۔ اس میں باء مکسور ہے۔ اس کا مصدر غَبَاوَةٌ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کہ تم نے اسے جانا یا پہچانا نہیں۔ الغَبِيُّ بروزن فَعِيلٌ: ناسمجھ، کم فہم، کند ذہن۔
تَغَابَى: وہ ایک دوسرے سے بے خبر رہے۔
غ ت م — الغُتْمَةُ زبان کی لکنت۔
الأغْتَمُ: وہ شخص جو اپنی بات واضح طور پر بیان نہ کر سکے۔ اس کی جمع غُتْمٌ ہے۔

رَجُلٌ غُتمِيٌّ: ایسا شخص جو بات واضح طور پر بیان نہ کر سکے۔

غ ث ث - الغَثِیثُ والغَثُّ (غین مفتوح) کمزور اور دُبلا گوشت۔ اس کا معنی ردّی اور فاسد بات بھی ہے۔ اس کا فعل غَثَّ یَغِثُّ (غین مکسور) غَثَاثَۃ اور غُثُوثَۃ ہے اور اسم فاعل غَثٌّ ہے۔

غ ث ر - الغَیثَرَۃُ احمق اور بے وقوف لوگ۔ حدیث شریف میں ہے: رَعَاعٌ غَثَرَۃٌ ھٰکذا یُروَی: کمینے بے وقوف جاہل لوگ۔ روایت اسی طرح ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی اصل غَیثَرۃٌ ہے۔ جس سے یاء کو حذف کر دیا گیا۔

غ ث ا - الغُثَاءُ (غین مضموم، الف ممدود) جھاگ، چیتھڑے جنہیں سیلاب بہا کر لاتا ہے۔ اسی الغُثَّاءُ (ثاء مشدّد) کا معنی بھی یہی ہے۔

الغَثَیَانُ: خباثت نفس یا جبثِ باطن۔ قَدْ غَثَتْ نَفسُہٗ: اس کا نفس خبیث ہوگیا۔ اس کا باب رَمَی ہے اور غَثَیانًا (غین اور ثاء دونوں مفتوح) بھی۔

غ د د - الغُدَدُ گوشت میں موجود غدود۔ اس کا واحد غُدَدَۃٌ اور غُدَّۃٌ ہے۔

غ د ر - الغَدرُ بے وفائی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور اسم فاعل غَادِرٌ ہے اور غُدَرٌ بھی ہے جو عُمَرُ کے وزن پر ہے۔ گالی یا دشنام دیتے وقت دوسرا لفظ یعنی غُدَرُ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: یَا غُدَرُ! اے غدار! یا اے بے وفا!

غَادَرَہٗ: اس نے اسے ترک کر دیا۔

الغَدِیرُ: پانی کا تالاب جس میں سیلاب پانی چھوڑ دیتا ہے، یہ اسم مُفَاعِلٌ کے معنوں میں فعِیل کے وزن پر ہے۔ اور غَادَرَہٗ سے مشتق ہے۔ یا پھر یہ اَغْدَرَہٗ سے مُفْعَلٌ کے وزن پر مشتق ہے۔

اغْدَرَہٗ کا معنی ہے اس نے اسے چھوڑ دیا یا ترک کر دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ بروزن فَعِیلٌ بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ اپنے گھر والوں کو سخت ضرورت کے وقت قطع تعلق کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی جمع غُدرَانٌ اور غُدُرٌ (غین اور دال دونوں مضموم) ہے۔

الغَدِیرَۃُ: واحد ہے اور اس کی جمع الغَدَائِرُ ہے۔ اور اس کا معنی عورتوں کی گندھی ہوئی چوٹیاں ہیں۔

غ د ف - الغُدَافُ پہاڑی کوا۔

اَغْدَفَ الصَّیَّادُ الشَّبَکَۃَ عَلَی الصَّیدِ: شکاری نے شکار کے لئے جال بچھایا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ قَلبَ المُؤمِنِ اَشَدُّ ارتِکَاضًا مِنَ الذَّنبِ

يُصِيبُهُ من العُصفُور حين يُغذَفُ بـه: بے شک مومن کا دل اس گناہ پر جو اس سے سرزد ہو، اس چڑیا سے بھی زیادہ بے قرار ہوتا ہے جس پر جال ڈالا گیا ہو۔

غ د ق - المَاءُ الغَدَقُ: وافر اور بھاری مقدار میں پانی۔ الغَدَقُ میں غین اور دال دونوں مفتوح ہیں۔

قَـدْ غَدِقَتْ عَيْنُ الماء: پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ اس کا باب طرب ہے۔

غ د ا - الغَدَ: دراصل یہ لفظ غَدْوٌ تھا۔ اس میں واؤ کو بلا عوض حذف کیا گیا۔ بمعنی کل (آئندہ)۔

الغُدْوَةُ: (فجر کی نماز اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقت کہا جاتا ہے: اَتَيْتُهُ غُدْوَةً: میں اس کے پاس صبح کے وقت آیا۔ یہ غیر منصرف ہے، کیونکہ یہ لفظ سحر کی طرح معرفہ ہے البتہ یہ ظروف متمکنہ میں سے ہے۔ اس کی جمع غُـدًا ہے۔ کہا جاتا ہے: اٰتِيكَ غداة غدٍ: میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گا۔ اس کی جمع الغَدَواتُ ہے۔ لوگوں کا یہ قول: اِنِّي لآتِيهِ الغَدَايَا والعَشَايَا: میں اس کے پاس صبح و شام آتا رہوں گا، یا آؤں گا۔ یہ ازدواج کلام ہے۔ اس کی مثال هَنَـانِي الطَّـعَـامُ مَرَانِيُ: یہ لفظ دراصل أمْـرَانِي ہے۔ یعنی مجھے کھانا بہت اچھا خوشگوار لگا۔

الغُدُوّ بمعنی صبح الرَّوَاحُ بمعنی شام کی ضد ہے۔ قَـدْ غدَا: اس نے صبح کی۔ اس کی باب سَـمَـا ہے۔ قول خداوندی ہے: بِالغُدُوِّ والآصَالِ: صبحوں اور شاموں کے وقت اس سے مقصود وقت سے فعل کا اخذ ہے، جیسے کہا جاتا ہے: آتـاه طُلُوْعُ الشَّمسِ: وہ اس کے پاس طلوع آفتاب کے وقت آیا۔

الـغِـــدَاء: دوپہر کا کھانا۔ اس کی ضد العَشَاء بمعنی رات کا کھانا۔

الغَادِيَةُ: ایسے بادل جو صبح کو نمودار ہوتے ہوں۔

الإغتِدَاءُ: صبح کرنا۔

غَدَّاهُ فَـتَـغَـدّى: اس نے اسے دوپہر کا کھانا کھلایا تو اس نے کھایا۔

الغِـذَاء: غذا، خوراک، کھانا پینا۔ کہا جاتا ہے: غَـذَوْتُ الصَّـبِيَّ بـاللَّبنَ: اس کا باب عَدَا ہے اور اس کا معنی میں نے اسے دودھ پلا کر پالا۔ اس معنی کو غَـــذَيْـتُـهُ (یاء مخفف) سے ادا نہیں کریں گے۔ البتہ غَذَّيْتُهُ (ذال مشدد) کر کے کہتے ہیں۔

غ ر ب - الغُرْبَة الاغترابُ: پردیس بے وطنی۔ تَغَـرُّبَ اور اغْتَـرَب دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ پردیس چلا گیا یا بے وطن ہو گیا۔

غَرِيْبٌ اور غُـرُبٌ: (غین اور راء دونوں

مضموم) بے وطن، اجنبی، غیر مانوس۔ اس کی جمع الغُرَبَاء ہے۔

الغُرَبَاء کا معنی دور کے رشتہ دار بھی ہیں۔

اغتَرَبَ فُلَان: فلاں شخص نے غیر رشتہ داروں میں شادی کی۔ حدیث شریف میں ہے: اغْتَرِبُوا لاتضوُوا: غیروں میں شادیاں کرو، اپنی اولاد کو ناتواں نہ کرو۔ اس حدیث کی تشریح اور تفسیر بذیل مادہ 'ض و ی' میں بیان کی گئی ہے۔

التَّغْرِيْبُ: جلاوطن یا ملک بدر کر دینا۔

اغْـرَبَ: اس نے ایک عجیب بات کی، یا کہی۔ اَغْـرَبَ کا معنی 'وہ غریب اور بے وطن ہوگیا' بھی ہے۔ اَسْوَدُ غِـرْبِيبٌ بروزن قـنديل: کالا سیاہ۔ جب تم یہ کہو کہ غَـرَابِـيْـبُ سُوْدٌ: تو اس صورت میں سود، غرابیب کا بدل ہوگا کیونکہ رنگوں کی تاکید مؤکد سے پہلے نہیں آتی۔

الغَـرْبُ والمَغْرِب: دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔

غَـــرَبَ: وہ دور چلا گیا۔ کہا جاتا ہے: اُغْرُبْ عَنِّي مجھ سے دور ہو جا۔

غَـرَبَتِ الشَّمْـسُ: سورج غروب ہو گیا۔ ان دونوں کا باب دَخَلَ ہے۔

الغَرْبُ بروزن الضَّرْبُ: بڑا ڈول۔

غَرْبُ کُلِّ شَیْءٍ کا معنی ہر چیز کی حد بھی ہے۔

الغَـارِبُ: اونٹ کی کوہان سے کر گردن تک کا حصہ، اسی سے یہ قول ماخوذ ہے کہ: حَبْلُكِ علٰى غـارِبكِ: تیری رسی تیری کوہان پر ہے۔ یعنی تو آزاد ہے جہاں تمہارا دل چاہے، چلی جاؤ، یہ طلاق کا کنایہ بھی ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ اونٹنی جب چرتی ہے تو نکیل اس کی کوہان پر ڈال دی جاتی ہے تو وہ اسے دیکھتی ہے تو اسے کوئی اور چیز اچھی نہیں لگتی۔ آزادی سے چرتی ہے۔

غ ر ب ل—الغِرْبَالُ: چھلنی۔

غَرْبَلَ الدَّقِيقَ: اس نے آٹا چھانا۔

غ ر ث—الغَرْثَانُ: بروزن العطشانُ: بھوکا مرد۔

الـغَـــرْثٰی: بھوکی عورت۔ اس کا باب طَرِب ہے۔

غ ر د—الغَـــرَدُ: چہچہانا، (غین اور راء دونوں مفتوح)۔

غَـرِدَ الطَّائِرُ: پرندہ چہچہایا۔ اس کا باب طَرِب ہے۔ اس کا اسم فاعل غَرِدٌ ہے۔

غَرَّدَ تَغْرِيْدًا اور تَغَرَّد تغرُّدًا کا معنی بھی یہی ہے۔

غ ر ر—الغُرَّةُ: (غین مضموم) گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی جو درہم کی گولائی سے زیادہ ہو۔ کہا جاتا ہے: فَرَسٌ اَغَرُّ الاغرُّ کا معنی سفید بھی ہے۔

قَوْمٌ غُرَّانٌ اور رَجُلٌ اَغَرُّ: شریف لوگ اور شریف شخص بھی۔
فُلانٌ غُرَّةُ قَوْمِہٖ: فلاں شخص اپنی قوم کا سردار ہے۔ غُرَّةُ کُلِّ شَیْءٍ: ہر چیز کا اول اور اشرف۔ الغُرَّةُ: غلام اور لونڈی۔
حدیث شریف میں ہے: فِی الجَنِینِ بِغُرَّةٍ: گویا آپ ﷺ نے سارے جسم کو بغُرّۃ قرار دیا ہے۔
رَجُلٌ غِرٌّ: نا تجربہ کار آدمی۔ جَارِیَةٌ غِرَّةٌ وغَرِیرَةٌ اور غِرٌّ بھی۔ نا تجربہ کار لونڈی۔
الغَرَارَة: نوعمری۔ لاابالی پن (غین مفتوح) اس کا اسم الغِرَّةُ (غین مکسور) نوعمری و نا تجربہ کاری۔
الغِرَّةُ: کا معنی غفلت بھی ہے۔
الغارُّ: (راء مشدد) غافل۔
اغْتَرَّ الرَّجُلُ واغترَّ بالشَّیْء: آدمی کو دھوکا لگا۔
الغَرَرُ: (غین اور راء دونوں مفتوح) خطر، ڈر۔ پیغمبر علیہ السلام نے بیع غرر سے منع فرمایا۔ اس کی مثال پانی کے اندر کی مچھلیوں کی اور فضا میں اڑتے پرندوں کی خرید و فروخت ہے۔
الغَرُورُ: شیطان۔ قول خداوندی ہے: وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الغَرُورُ: اللہ کے معاملے میں شیطان تمہیں دھوکا نہ دے۔

الغَرُورُ: کا معنی دوائی کے غرارے کرنا بھی ہے۔
الغُرُورُ: (غین مضموم) مال و متاع دنیا کے ذریعے غفلت اور دھوکے کا شکار ہونا ہے۔
الغِرَارُ: (غین مکسور) اونٹنی کے دودھ میں کمی واقع ہونا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا غِرَارَ فِی الصَّلاۃِ: نماز میں رکوع و سجود میں کمی کرنا نہیں ہے، یعنی نامکمل سجدہ یا رکوع کرنا نہیں ہے۔ الغِرَارَةُ (غین مکسور) اس کی جمع غَرَائِرُ ہے۔ بمعنی چارہ، بھوسہ۔ میرا خیال ہے کہ یہ معرب ہے۔
غَرَّہٗ یَغُرُّہٗ (غین مضموم) غُرُورًا: اس نے اسے دھوکا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا غَرَّکَ بِفُلَانٍ: تم نے اسے دھوکا دینے کی جرأت کیسے کی۔
التَّغْرِیرُ: دھوکہ دینے کی خواہش رکھنا۔
غَرَّرَ بِنَفْسِہٖ تَغْرِیرًا وتَغِرَّةً: (غین مکسور) اس نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا۔
الغَرْغَرَةُ: روح کا حلق میں اٹک جانا۔
غ ر ز — غَرَزَ الشَّیْءَ بالاِبْرَة: اس نے کسی چیز کو سوئی کے ساتھ چبھویا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ الغَرِیزَةُ بروزن الغَرِیبَةُ: مزاج اور طبیعت۔
غ ر س — غَرَسَ الشَّجَرَ: اس نے پودا

لگایا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
الغِـرَاسُ: کھجور کے درخت کی شجر کاری یا چھوٹا پودا جو ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگایا جاتا ہے۔اس کا معنی شجر کاری کا وقت بھی ہے۔
غ ر ض - الغَرَضُ: نشانہ جس پر تیر اندازی کی جاتی ہے۔فَهِمَ غَرَضَهُ: اس نے اس کا مقصد سمجھ لیا یا بوجھ لیا۔
غ ر ف - غَرَفَ الماءَ بِيَدِهِ: اس نے چلو سے پانی پیا۔باب ضَرَبَ.
اغْتَرَفَ منه: اس نے اس سے چلو بھر پانی پیا۔
الغَـرْفَةُ: (غین مفتوح) ایک دفعہ کا پینا۔اسی لفظ کو غین مضموم کے ساتھ کہیں تو یہ اسم مفعول ہے کیونکہ جب تک چلو بھر پانی پیا نہ جائے تب تک اسے غُـرْفَةٌ نہیں کہہ سکتے۔اس کی جمع غِـرَاف ہے۔اس کی مثال نُطْفَةٌ کی جمع نِطَاف ہے۔
المِغْـــرَفَةُ: (میم مکسور) جس سے چلو بھرا جائے۔
الغُـرْفَةُ العِلِّيَّـةُ: بالاخانہ۔اس کی جمع غُـرُفَاتٌ (راء مضموم، مفتوح اور ساکن) اور غُرَفٌ ہے۔
غ ر ق - غَرِقَ في المَاءِ: وہ پانی میں غرق ہو گیا۔اس کا باب طرب ہے۔اس کا اسم فاعل غَـــرِقٌ اور غَارِقٌ ہے۔
اَغْرَقَهُ: اس نے اسے ڈبو دیا۔
اَغْرَقَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے ڈبو دیا۔
غَـرَّقَـهُ کا معنی بھی یہی ہے، اس کا اسم مفعول مُغَرَّقٌ ہے، اور غَرِيْقٌ ہے۔
لِجَـامٌ مُغَرَّقٌ بالفضَةِ: چاندی کا جڑاؤ کی ہوئی لگام۔
التَغرِيْقُ کا معنی مطلق قتل بھی ہے۔
اَغْرَقَ النَّازِعُ في القَـوسِ: تیر انداز نے کمان کا چلّہ چڑھایا۔میرا کہنا ہے کہ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَالنّٰزِعٰتِ غَـرْقًا: ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں۔
الاِسْتِغْـرَاق: استیعاب، مکمل انہاک۔پوری طرح احاطہ کرنا۔الغُـرْنَـيْـقُ (غین مضموم، نون مفتوح) لمبی گردن والا آبی جانور، سارس سے مشابہ پرندہ۔
غ ر ق أ - الغِرْقِئُ: انڈے کی سفیدی کی جھلی۔
غ ر ق د - الغَرْقَدُ: بروزن الفَـرْقَدُ: ایک درخت۔بقـيع الغَـرْقَـدُ: مدینہ شریف میں قبرستان کا نام۔اسے جنت البقیع کہتے ہیں۔
غ ر م - الغَرَامُ: دائمی شر اور دائمی دکھ اور عذاب۔قول خداوندی ہے: اِنَّ عَـذَابَهَا كَانَ غَرَامًا: بے شک اس کا عذاب بڑی تکلیف دہ چیز ہے۔ابو عبیدہ نے اس کا معنی بتایا ہے کہ ان کے لئے ہلاکت اور مستقل طور پر ساتھ رہنے والا دکھ۔

رَجُلٌ مُغْرَمٌ: قرض اور تاوان تلے دبا ہوا شخص۔ اُغْـرِمَ بالشَّـئِ: وہ کسی چیز پر فریفتہ ہوگیا۔

الغَـرِيْمُ: مقروض۔ کہا جاتا ہے: خُذْ مِنْ غَرِيـمِ السُّـوْءِ مَـا سَنَحَ: نادہندہ یا بُرے مقروض جو مل سکے لے لو، غَرِيْمٌ کا معنی قرض خواہ بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کُثَیِّر کا قول ہے:

قَضَـى كُل ذِى دَيْنٍ فَوَفِّىْ غَرِيْمَهُ
وعَــزَّةُ مَـمْطُولٌ مُـعَنًّى غَرِيْمُهَا

اَغْرَمَهُ اور غَرَّمَهُ تَغْرِيْمًا: کا ایک ہی معنی ہے۔

الغَرَامَةُ. تاوان یا جرمانہ۔ جس کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے۔ الـمَـغْـرَمُ اور الغُـرْمُ دونوں کا معنی بھی یہی ہے۔

قَـدْ غُرِمَ الـرَّجُلُ الدِّيَةَ: (دال مکسور) غُرْمًا آدمی پر تاوان ڈالا گیا۔

غ ر ا — الغِرَاء: گوند جس سے کاغذ وغیرہ چپکاتے ہیں، اگر غین کو مفتوح کریں تو الف مقصور ہوگا اور اگر غین کو مکسور کریں تو الف ممدود ہوگا۔ یعنی الغَرَى اور الغِرَاء) مثلاً: کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً: غَـرَوْتُ الجِـلْـدَ بـالغِـرَاء: میں نے جلد کو گوند کے ساتھ چپکایا۔ اور اُغْـرَيْتُ الكَلْبَ بالصيد: میں نے کتے کو شکار پر ابھارا۔

اَغْرَيْتُ بينَهُمْ: میں نے ان کے درمیان پھوٹ ڈال دی۔ اس کا اسم الغـراۃُ ہے۔

غَـرِىَ بِـهٖ: وہ اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اس کا باب صَـدِی ہے۔ اور اس کا اسم الغُراءُ ہے۔ (غین مفتوح اور مضموم)۔

الغَرْوُ: تعجب۔

قَـدْ غَرَا: اسے تعجب ہوا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ لوگوں کا قول ہے: لَاغَـرْو: تعجب کی بات نہیں ہے۔

غ ز ر — الغَزَارَةُ: کثرت۔ اس کا باب ظَـرُف ہے، اور اسم فاعل غَـزِيْرٌ ہے۔

غَزَّة: شام کی پہاڑیوں پر واقع جگہ جہاں نبی کریم ﷺ کے جدّ ہاشم کی قبر ہے۔

غ ز ز الغُزّ: ترکوں کی ایک قوم یا نسل۔

غ ز ل — الغَزَال: ہرن جس وقت کلیلیں بھرتا ہے۔ اس کی جمع غِزْلَةٌ اور غِزْلَانٌ ہے۔ اور اس کی مثال غِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ ہے۔

غَزَالَةُ الضُّحى: دن کا پہلا حصہ۔

الغَزَالَة کا معنی سورج بھی ہے۔

غَـزَلَتِ الـمَـرْأةُ القُطْنَ: عورت نے روئی کات لی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اغْتَزَلَتْهُ: اس عورت نے اسے کاتا۔

الغَزْلُ: کاتی ہوئی روئی وغیرہ۔

المُغْزَلُ: (میم مضموم اور مکسور) چرخا جس پر روئی اور اون کاتتے ہیں۔ الفرّاء کا قول ہے کہ یہ لفظ دراصل مضموم المیم ہے کیونکہ یہ

اُغْـزِلُ سے مشتق ہے یعنی اُدْبِرَ وفُتِلَ: (اسے پھیرا گیا اور بٹا گیا)۔

اَغْزَلَتِ المَرأةُ: عورت نے چرخا چلایا۔

رَجُـلٌ غَـزِلٌ: عورتوں سے اظہار محبت کرنے والا آدمی۔

قَـدْ غَـزِلَ: اس نے عورتوں سے اظہار محبت کیا یا غزل کہی۔ اس کا باب طـرب ہے۔

غ ز ا - غَـزَوْتُ العدُوّ: میں نے دشمن سے جنگ کی۔ اس کا باب عـدا ہے۔ اور اس کا اسم الغَزَاةُ ہے۔

رَجُلٌ غَازٍ: غازی مرد۔ جنگجو مرد۔ اس کی جمع غُزَاةٌ ہے۔ اس کی مثال قاضٍ کی جمع قُضَاة ہے۔ دوسری مثال سَابِقٌ کی جمع سُبَّق ہے۔ اس کی ایک جمع غَزِيٌّ ہے۔ جس کی مثال حَاجٌّ کی جمع حَجِيْجٌ ہے اور قَاطِن کی جمع قَطِيْنٌ ہے۔ ایک اور جمع غُزَّاءٌ ہے جس کی مثال فَاسِقٌ کی جمع فُسَّاق ہے۔

اَغْـزَاهُ: اس نے اسے جنگ کے لئے تیار کیا یا آمادہ کیا۔

مَـغْـزَى الكَلَامُ: بات کا مغز یا خلاصہ یا لبّ لباب۔ اس میں میم مفتوح اور زای مفتوح۔ عَرَفْتُ مَـا يُغْزَى مِن هذا الكلام: میں سمجھ گیا کہ اس کلام کا مقصد کیا ہے۔

غ س ق - الغَسَـقُ: رات کی ابتدائی تاریکی۔

غَسَقَ اللَّيْلُ: رات تاریک ہوگئی یا رات کی تاریکی چھاگئی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

الغَـاسِقُ: شفق غائب ہونے کے بعد کا رات کا وقت۔ قول خداوندی ہے: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اذا وَقَبَ: اور شب تاریک کے شر سے جب اس کا اندھیرا چھاجائے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے: 'جب رات داخل ہو جائے'۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد چاند ہے۔

الغَسَّاقُ: ٹھنڈا اور بدبودار۔ اسے مخفف اور مشدّد دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ قول خداوندی میں یہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے یعنی: اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا اور غَسَاقًا۔

غ س ل - غَسَلَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو دھویا۔ اس کا باب ضَرَب ہے۔ اس کا اسم الغُسُـلُ ہے، (سین مضموم بھی اور ساکن بھی)۔

الغِسْـلُ: (غین مکسور) برگ خطمی وغیرہ جس سے سر دھویا جاتا ہے۔ الاخفش کا قول ہے: اسی سے الغِسْلِيْنُ کا لفظ مشتق ہے۔ اس کا معنی اہل دوزخ کے گوشت اور خون کا دھوون ہے۔ اس میں صرف یاء اور نون کا

اضافہ کیا گیا ہے۔
اِغْتَسَلَ بِالْمَاءِ: اس نے پانی کے ساتھ غسل کیا۔ الغَسُوْلُ: وہ پانی جس سے غسل کیا جائے۔ المُغْتَسَلُ کا معنی بھی یہی ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: هٰذا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وشَرَاب: یہ نہانے کے لئے ٹھنڈا پانی اور مشروب یعنی پینے کا پانی ہے۔
المَغْسِلُ: (سین مفتوح اور مکسور) مردوں کے نہانے کی جگہ۔ اس کی جمع مَغَاسِلُ ہے۔
الغُسَالَةُ: جس سے کوئی چیز دھوئی جائے۔
وشَيْءٌ غَسِيْلٌ ومَغْسُوْلٌ: دھلی ہوئی چیز۔
مِلْحَفَةٌ غَسِيْلٌ: دھلا ہوا لحاف۔ شاید غَسِيْلَةٌ پر لغت کا حکم لاگو ہوتا ہے مثلاً: النَّطِيْحَةُ: یعنی ٹکروں سے مرا ہوا جانور بطور مفعول۔ حضرت حنظلۃ بن الراھب رضی اللہ عنہ کو غَسِيْلُ الملائکۃ کہا جاتا ہے۔ وہ جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے۔ اور انہیں فرشتوں نے غسل میت دیا تھا۔
غ ش ش - غَشَّهُ يَغُشُّهُ: (شین مضموم) غِشًّا: (غین مکسور) اس نے اسے دھوکا دیا۔
شَيْءٌ مغشُوش: ملاوٹ والی یا دھوکے والی چیز۔
اسْتَغَشَّهُ: اس نے اسے دھوکے باز سمجھا۔ اس کی ضد استنصحهُ یعنی اس نے اسے خیر خواہ جانا۔
غ ش م - الغَشْمُ: ظلم، زیادتی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
غ ش ا - الغِشَاءُ: ڈھکن، پردہ۔
جَعَلَ عَلَى بَصَرِهٖ غِشْوَةً: (غین مفتوح مضموم اور مکسور) اس نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔
غِشَاوَةٌ: پردہ۔ قول خداوندی میں یہی لفظ ہے۔ فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُون: پس ہم نے ان پر پردہ ڈال دیا تو انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔
الغَاشِيَةُ: قیامت جو اپنی ہولناکیوں کے ذریعے چھا جائے گی۔
الغَاشِيَةُ: زین کا غلاف۔
غَشَّاهُ تَغْشِيَةً: اس نے اسے ڈھانپ لیا یا ڈھک دیا۔
غَشِيَهُ بالسَّوطِ: اس نے اسے کوڑے سے مارا۔
غَشِيَهُ غِشْيَانًا: وہ اس کے پاس آیا۔
أغْشَاهُ إِيَّاهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے ڈھانپ دیا یا اسے کسی اور نے اکسایا یا بھڑکایا۔
غُشِيَ عَلَيْهِ: اس پر غشی آگئی۔ (غین مضموم) غَشْيَةً وغَشْيًا وغَشَيَانًا:

(غین اور شین دونوں مفتوح) اس کا اسم مفعول مَغْشِيٌّ عَلَيْهِ: جسے غشی آ گئی ہو۔

اسْتَغْشَى بِثَوْبِهِ: اس نے کپڑا اوڑھ لیا۔

وَاَغْشَى بِهِ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اس نے اپنا آپ ڈھانپ لیا۔

غ ص ب – الغَصْبُ: جبر و ظلم سے کسی کی کوئی چیز لے لینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہتے ہیں: غَصَبَهُ مِنْهُ: اس نے چیز اس سے چھین لی، یا جبراً لے لی۔

الاِغْتِصَابُ کا بھی یہی معنی ہے۔ جبراً چھینی ہوئی چیز کو غصب یا مَغْصُوب کہتے ہیں۔

غ ص ص – الغُصَّةُ: گلا گھٹنا۔ پھندا لگنا۔ اندوہ۔ غم اس کی جمع غُصَصٌ ہے۔

الغَصَصُ: (غین اور صاد دونوں مفتوح) اس کا مصدر غَصِصْتُ بالطَّعَامِ: مجھے کھانے سے گلے میں پھندا لگ گیا۔

اَغَصُّ غَصَصًا: مجھے گلے میں پھندا لگتا ہے۔

غَاصٌّ بِهِ: جس سے گلے میں پھندا لگے۔

غَصَّانٌ کا بھی یہی معنی ہے۔

أَغْصَنِيْ غَيْرِي: مجھے کسی دوسرے نے پھندا لگوایا۔

المنزل غَاصٌّ بالقَوْمِ: گھر لوگوں سے بھرا پڑا ہے۔

غ ص ن – الغُصْنُ: درخت کی ٹہنی۔ اس کی جمع اَغْصَان، غُصُون، غِصَنَة اس کی مثال قُرْطٌ اور قِرَطَة ہے۔ غصَن الغُصن: اس نے درخت کی ٹہنی کاٹ دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اَبُو الغُصْنِ: جُحا کی کنیت ہے۔ جُحا شیخ چلی کی طرح ایک فرضی مزاحیہ کردار ہے۔

غ ض ب – غَضِبَ عَلَيْهِ: وہ اس پر ناراض ہوا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

مَغْضَبَةٌ: غصہ اور ناراضگی۔ اس کی مثال اور وزن مَتْرَبَةٌ ہے۔

رَجُلٌ غَضْبَانٌ: ناراض اور غضب بھرا شخص۔

امرأةٌ غَضْبَىٰ: غضبناک عورت۔ قبیلہ بنی اسد کے لہجے میں ایسی عورت کو غَضْبَانَةٌ کہتے ہیں۔ وہ اسی طرح دوسرے الفاظ ملآنَةٌ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ بولتے ہیں۔

قَوْمٌ غَضْبَىٰ وغضابىٰ: غضبناک قوم۔ اس کی مثال سَكْرَىٰ اور سُكَارَىٰ ہے۔

رَجُلٌ غُضُبَّةٌ: (غین اور ضاد مضموم اور باء مشدد) سریع الغضب آدمی۔

غَضِبَ لِفُلَانٍ: وہ فلاں شخص سے ناراض ہوا۔ اگر فلاں شخص زندہ ہو اور اگر وہ مر گیا ہو تو غَضِبَ بِهِ کہتے ہیں۔

غَاضَبَهُ: اس نے اسے ناراض کر دیا۔ قول خداوندی ہے: ”مُغَاضِبًا“ اپنی قوم سے ناراض ہو کر۔

اِمْـرَأَةٌ غَضُـوْبٌ: چڑچڑی عورت۔
الغَضَبُ الأحْـمَـرُ: شدید غضب۔ کہا جاتا ہے: **اَحْـمَـرُ غَضَبٌ**: یعنی شدید غضب۔

غ ض ض – **غَضَّ طَرْفَهُ**: اس نے اپنی نظر جھکالی۔
غَـضَّ مِن صَوْتِـهٖ: اس نے اپنی آواز دھیمی کردی۔
كُلُّ شَيْءٍ كَفَفْتَهُ فَقَدْ غَضَضْتَهُ: ہر وہ چیز جسے تو روکے گویا تم نے اسے چھپا لیا۔ ان تمام افعال کا باب رَدَّ ہے۔ اہل حجاز کے لہجے میں اس سے فعل امر **اُغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ** ہے۔ اور اہل نجد کے لہجے میں **غُضَّ طَرْفَكَ** یعنی اپنی نظریں نیچی کرو۔ اس کا امر ہے۔ وہ ضاد کا ادغام کرتے ہیں۔
ظَبْيٌ غَضِيْضُ الطرَفِ: ناقص نظر ہرن۔ یا کمزور نظر ہرن۔
غَـضُّ الـطـرف: تکلیف یا آزار کا احتمال۔ **شَـيْءٌ غَضٌّ**: تروتازہ چیز۔ اس لفظ کو یوں استعمال کیا جاتا ہے: **غَضِضْتَ** (ضاد مکسور اور مفتوح) **غَـضَـاضَـةً وغُـضُـوْضَـةً**: تم تروتازہ ہو۔ ہر تروتازہ چیز **غَـضٌّ** کہلاتی ہے۔ مثلاً: شباب یعنی جوانی وغیرہ۔
غَضَّ مِنْهُ: اس نے اس کی قدر و منزلت کم کردی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: **لَيْسَ عَلَيْـهِ فِي هٰـذَ الأمْـرِ غَضَـاضَـةٌ**: اس معاملہ میں اس پر کوئی ذلت رسوائی نہیں ہے۔

غ ض ف ر – **الغَضَنْفَرُ**: شیر۔

غ ض ی – **الغَضَى**: درخت۔
الاغْضَاءُ: بھوؤں کا قریب قریب کرنا۔

غ ط س – **الغَطْسُ فِي الماءِ**: پانی میں ڈبکی لگانا۔ غوطہ دینا۔
قَـدْ غَطَسَهُ في الماءِ: اس نے اسے پانی میں غوطہ دیا۔ **المِغْنَطِيْس**: مقناطیس بروزن الزنجبیل۔ ایک خاص پتھر جو لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

غ ط ش: **اَغْطَشَ اللهُ اللَّيْلَ**: اللہ نے رات کو تاریک کیا۔ **اَغْطَشَ اللَّيل**: رات تاریک ہوگئی۔

غ ط ط – **غَطَّهُ فِي الماءِ**: اس نے اسے پانی میں غوطہ دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ **اِنْغَطَّ فـي الـمـاءِ**: اسے پانی میں غوطہ لگ گیا۔ یا اس نے پانی میں غوطہ کھایا۔ **غَطِيْطُ النَّائم والمَخْنُوقِ نَخِيْرُهُ**: سوتے میں خراٹے لینا اور گلا گھٹنے سے نکلنے والی خرخراہٹ کی آواز۔

غ ط ی – **الغِطَاءُ**: پردہ، ڈھکن۔ جس سے کچھ ڈھانکا یا ڈھانپا جائے۔ **غَـطَّـاهُ تَـغْـطِـيَـةً**: اس نے اسے ڈھک دیا یا ڈھانپا۔ یہ کلمہ بغیر طاء مشدد کے صرف **غـطــاه** بھی ہے اور اس کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔

غ ف ر – **الغَفْرُ**: ڈھکنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
المِـغْـفَـرُ بروزن **المِبضَـعُ**: خود، ہیلمٹ۔ سر کی گولائی کے مطابق جالی دار

بُنی ہوئی زرہ جو قلنسوة کے نیچے سر پر پہنی جاتی ہے۔

اسْتَغْفَرَ اللّٰہ لِذَنبِہٖ ومِنْ ذَنْبِہٖ: اس نے اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگی۔

فَغَفَرَ لَہٗ: تو اللہ نے اس کی مغفرت کر دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ غُفْرَانًا اور مغفرۃً بھی ہے۔ اغْتَفَرَ ذَنْبَہٗ کا معنیٰ بھی یہی ہے۔ اس کا اسم فاعل غَفُوْرٌ ہے۔ اس کی جمع غُفُرٌ ہے۔ اس میں غین اور فاء دونوں مضموم ہیں۔ لوگوں کا یہ قول ہے کہ:

جَآءُوْا جَمَّاءَ غَفِيْرًا: (الف ممدود) اور الجَمَّاءَ الغَفِيْرَ: وہ اپنی سب جماعت لے کر آگئے جس میں ہر شریف اور رذیل شامل تھا۔ ان میں سے کوئی بھی چھوٹا نہ تھا۔ اور وہ بڑی تعداد میں تھے۔

الجَمَّاءُ الغَفِيْرُ کو مصدر ہونے کے لحاظ سے نصب دی گئی۔ مثلاً: تمہارا یہ قول کہ جَآءُوْا جَمِيْعًا وطُرًّا وقَاطِبَةً وكَافَّةً: یعنی وہ سب کے سب آگئے۔ اور الف لام کی مثال اَوْرَدَهَا العِرَاكَ کی سی ہے۔

غ ف ص — غَافَصَهٗ: اس نے اسے اچانک جالیا۔ یا اسے بے خبری میں جا پکڑا۔

غ ف ل — غَفَلَ عَنِ الشَّیْءِ: وہ چیز سے غافل ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور غَفْلَةٌ ہے۔

اَغْفَلَهٗ عَنْهُ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے اس سے غافل کر دیا۔

اَغْفَلَ الشَّیْءَ: کسی چیز کا یاد سے اتر جانا۔

تَغَافَلَ عَنْهُ: اس نے اس سے غفلت یا لاپرواہی کی۔

تَغَفَّلَهٗ: اس نے اس سے غفلت کا بہانہ کیا۔ ان جان بن جانا۔

المُغْفَلَةُ فِی الحَدِيْثِ: نچلے ہونٹ اور تھوڑی کا درمیانی حصہ۔ (حدیث شریف میں اس لفظ کا یہ معنیٰ ہے)۔

غ ف ا — اَغْفٰی: وہ سو گیا۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ اسے غَفَا نہیں کہنا چاہئے۔

غ ل ب — غَلَبَ: اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مصدر غَلَبَةً اور غَلَبًا ہے۔ (دونوں لام مفتوح) اس نے اس پر غلبہ پالیا۔

غَالَبَهٗ مُغَالَبَة وغِلَابًا: (غین مکسور) کا معنیٰ بھی یہی ہے۔

تَغَلَّبَ عَلَی البَلَدِ: وہ ملک پر جبراً قابض ہو گیا۔

الغَلَّابُ: شدید غلبے والا۔

المُغَلَّبُ: بار بار مغلوب ہونے والا۔

تَغْلِبُ: (لام مکسور) ایک قبیلہ کا مورثِ اعلیٰ۔ اس کی صفت نسبتی التَّغْلَبِیّ لام

مفتوح ہے۔ (یاء کے ساتھ آگے پیچھے ایک ہی جگہ دو کسریں باء زیریں آنے سے بچتے ہوئے) شاید اسے اس لیے مکسور کیا گیا کہ اس میں دو حرف غیر مکسور ہیں۔ لہٰذا نَـمِـرٌ کی صفت نسبتی میں اس میں فرق ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا مطلب ہے کہ نَمِر میں صرف ایک حرف غیر مکسور ہے، لہٰذا اس کی صفت نسبتی کسرہ سے نہیں بلکہ فتحہ سے بنائی گئی۔ صاحب کتاب نے کہا کہ حَدِیْقَـةٌ غَلْباءُ بروزن حَمْرَاءُ یعنی درختوں لپٹا ہوا باغ۔ یا درختوں بھرا باغیچہ۔
حَدَائِق غُلْبٌ: درختوں بھرے باغ۔
الغَلَبَۃُ اور الغُلُبَّۃُ: جبر اور قہر۔

غ ل ت – غلِتَ: اس کی مثال غَلِـطَ وزن اور معنی ہر دو اعتبار سے یعنی اس سے غلطی ہوگئی۔ یا بھول ہوگئی۔ اس کا باب طرب ہے۔ ابو عمرو کا قول ہے: الغَلَتُ: حساب میں غلطی کرنا ہے۔ اور الـغَلَطُ: بات کرنے میں غلطی کرنا ہے۔

غ ل س – الغَلَسُ: غین اور لام دونوں مفتوح) آخری رات یعنی رات کے آخری حصے کی تاریکی۔
الـتَّـغْـلِـیْـسُ: منہ اندھیرے چل پڑنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: غَلَّسْنَا الْمَاءَ: یعنی ہم منہ اندھیرے پانی کے گھاٹ پر گئے۔ اس طرح منہ اندھیرے نماز پڑھنے کو بھی بِغَلَسٍ کہتے ہیں۔

غ ل ص م – الغَلْصَمَۃُ: حلقوم کا سرا۔ یہ گلے میں سب سے زیادہ ابھری ہوئی جگہ ہے۔

غ ل ط – غَلِطَ فی الأمْرِ: اس سے کام میں غلطی ہوگئی۔ اس کا باب طرب ہے۔
اَغْلَـطَـهُ غَیْـرُهُ: کسی اور نے اس سے غلطی کرا دی۔ عرب کہتے ہیں کہ غَلِـطَ فی مَنْطِـقِهٖ: اس نے بولنے میں غلطی کی۔ اور غَـلِتَ: اس نے حساب میں غلطی کی۔ اور بعض اسے ایک ہی معنی و مفہوم کے دو مختلف لہجے کہتے ہیں۔
غَـالَطَهٗ: اس نے اسے مغالطہ دیا۔ یا دھوکا دیا۔ غَلَّطَهٗ تَغْلِیْطًا: اس نے اسے کہا کہ تم نے غلطی کی ہے۔
الأُغْـلُـوْطَـةُ: الف مضموم۔ مسائل میں جسے غلط قرار دیا جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے اغلوطات سے منع فرمایا۔ یعنی آپ ﷺ نے غلطی میں ڈالنے والے سوالات کرنے سے منع فرمایا۔

غ ل ظ – غَلُظَ الشَّیْءُ: (غین مضموم) غِلْظًا: چیز گاڑھی ہوگئی۔ غِلَظًا بروزن عِنَبًا۔ اسْـتَـغْـلَظَ کا معنی بھی یہی ہے۔
رَجُـلٌ فِیْـهِ غِلْظَةٌ: ایک شخص جس کے اندر درشتی اور کرختگی ہو۔ غِلْظَۃٌ کا غین مکسور، مضموم اور مفتوح تینوں حرکتوں کے ساتھ ہے۔

غِلاَظَــةٌ: (غین مکسور) کھردار پن۔ موٹاپا۔

اَغْلَظَ لَهُ فی القَوْلِ: اس نے اس سے کرختگی سے بات کی۔

غَلَّظَ عَلَیْهِ الشَّیْءَ تَغْلِیْظًا: اس نے اس پر چیز سخت کردی۔ الدِیَةُ المُغلَّظَةُ: دیت مغلّظہ اور الیَمِیْنُ المغلّظہ: تاکیدی قسم۔

أغْـلَـظَ الثَّوْبَ: اس نے کھردرا اور موٹا کپڑا خریدا۔

اسْتَغْلَظَهُ: کھردرے پن کی وجہ سے اس نے کپڑا خریدنا چھوڑ دیا۔

غ ل ف -الغِلَاف: غلاف۔

غِــلَافُ السّیف: تلوار کی ڈھال۔

غِلاف الغارُوْرَةِ: بوتل کا غلاف۔

غلَـفَ الشَّـیْءَ: اس نے چیز کو تھیلے یا لفافہ میں رکھ دیا یا چیز پر غلاف چڑھا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

أَغْلَفَهُ: اس نے اس کے لئے غلاف بنایا۔

اَغْلَفَهُ کا معنی غلاف میں ڈالا بھی ہے۔

تَغَـلَّفَ الرَّجُـلُ بالغَــالیةِ: آدمی نے غالیہ خوشبو لگائی۔

غَلَّـفَ بِهَــا لِحْیَتَهُ: اس نے اپنی داڑھی میں غالیہ خوشبو لگائی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

قَـلْبٌ أغْـلَـفُ: ایسا دل جس پر غلاف چڑھ گیا ہو اور اسے کچھ سمجھ نہ آرہی ہو۔ قول خداوندی ہے: وَقَــالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ: انہوں نے کہا کہ ہمارے دل غلاف میں لپٹے ہوئے ہیں۔ یعنی ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔

رَجُلٌ أغْلَفُ: غیر مختون شخص۔ ہر وہ چیز جو غلاف میں لپٹی ہو، اَغْلَفُ کہلاتی ہے۔

غ ل ق -أغْلَقَ البَابَ: اس نے دروازہ بند کیا۔ اس کا اسم مفعول مُغْلَق ہے اور اسم الغَلْقُ ہے۔

غَـلَـقَــهُ: ان معنوں میں یہ لفظ ردی اور متروک ہے۔ غَـلَّق الأبوَابَ: اس نے سارے دروازے بند کئے۔ غلق پر تشدید کثرت کی وجہ سے ہے۔ ممکن ہے لوگوں نے اسے اَغْلَقَ ہی کہا ہو۔

الغَلَقُ (غین اور لام دونوں مفتوح)۔

المِـغْـلَاقُ: وہ چیز جس سے دروازہ بند کیا جائے۔ غَلِقَ الرَّهْنُ: اس کا باب طرب ہے معنی رہن بند ہوگیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب مشروط وقت کے اندر اندر تک رہن نہ ہو تو پھر مرتہن یعنی جس کے پاس کوئی چیز گروی رکھی گئی ہو وہ اس چیز کا مالک اور حقدار ہوجاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا یُغْلَقُ الرَّهْنُ: رہن کو روکا نہیں جاسکتا۔

اسْتَغْلَقَ عَلَیْهِ الکَلَامُ: اسے بات کرنا مشکل ہوگیا۔

كَلَامٌ غَلِقٌ: مشکل کلام۔
غ ل ل—الغَلَّةُ: غلہ، اناج۔ اس کی جمع الغَلَّاتُ ہے۔
الغِلَالَةُ: ایک مخصوص کپڑا شلوکہ جو قمیض یا زرہ کے نیچے بھی پہنا جاتا ہے۔
الغِلُّ: غین مکسور۔ دھوکہ دینا اور حسد کرنا بھی۔
قَدْ غَلَّ صَدْرُهُ يَغِلُّ: (غین مکسور) غِلًّا: وہ حسد اور بغض سے بھر گیا۔
الغُلُّ: (غین مضموم) اس کی جمع الاَغْلَالُ ہے، طوق، بیڑی، قلادہ۔ کہا جاتا ہے کہ: فِيْ رَقَبتِهٖ غُلٌّ مِنْ حَدِيْدٍ: اس کی گردن میں لوہے کا طوق پڑا ہے۔ اسی سے مشتق لفظ غُلٌّ قَمِلٌ بدکردار اور بدخلق کو کہا جاتا ہے۔ اس کی اصل یہ ہے عرب لوگ قیدی کو چمڑے کے تسمے سے باندھتے تھے جس پر بال موجود ہوتے۔ جب وہ سوکھ جاتا تو اس میں جوئیں پڑ جاتیں اس طرح قیدی کو دوہری تکلیف ہوتی تھی۔
غَلَّ يَدَهُ اِلٰى عُنُقِهٖ: اس نے اپنے ہاتھ اپنی گردن میں حمائل کر دیئے۔
قَدْ غُلَّ: اسے بیڑی پڑ گئی ایسے شخص کو مَغلُوْل کہتے ہیں۔
الغُلُّ، الغُلَّةُ اور الغَلِيْلُ: پیاس کی تپش۔
غَلَّ مِنَ المَغْنَمِ يَغُلُّ: (غین مضموم) اس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی۔ قرآن کی اس آیت: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَغُلَّ میں يُغَلَّ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس میں دونوں معانی کا احتمال ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کے مال غنیمت میں خیانت کی جائے۔ یعنی مال غنیمت سے مال لیا جائے۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ خیانت کی تہمت دھری جائے یا آپ ﷺ سے خیانت منسوب کی جائے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ: الغُلُوْل کا معنی خاص کر مال غنیمت سے کچھ لینا یا خیانت کرنا نہیں ہے اور نہ ہی اس کا معنی حسد ہے۔ کیونکہ خیانت کے لئے لفظ اَغَلَّ يُغِلُّ استعمال ہوتا ہے۔ اور حسد کے معنوں میں غَلَّ يَغِلُّ (غین مکسور) کہا جاتا ہے۔ اور غُلُوْل غَلَّ يَغُلُّ کا مصدر ہے۔
اور اَغَلَّ الرَّجُلُ: آدمی نے خیانت کی۔ حدیث شریف میں ہے: وَلَا اغْلَالَ وَلَا اسْلَالَ: نہ خیانت اور نہ چوری، یہ بھی کہا گیا کہ اس کے ساتھ لَا رِشْوَةَ اور نہ رشوت۔ امام شریح رحمہ اللہ کا قول ہے: لَيْسَ عَلَى الْمُسْتَعِيْرِ غَيْرِ المُغِلِّ ضَمَانٌ: خیانت کار کے سوا کسی مستعیر یعنی کرایہ پر لینے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: مومن کا دل تین معاملات یا تین باتوں میں خیانت

نہیں کرتا۔ اور جس نے اس حدیث میں یُغِلُّ کی جگہ یَغِلُّ روایت کیا ہے۔ تو اس کا معنی حسد ہے۔ یعنی مومن کا دل تین باتوں میں کسی سے حسد نہیں کرتا۔

اَغَلَّتِ الضِّیَاعُ: زمین غلہ والی ہوگئی یعنی زمین سے غلہ پیدا ہونے لگا۔ اَغَلَّ غلہ سے مشتق ہے۔

اَغَلَّ القَوْمُ: قوم کے پاس غلہ پہنچ گیا۔

فُلَانٌ یَغِلُّ عَلٰی عِیَالِهِ: فلاں شخص اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لاتا ہے۔

اسْتَغَلَّ عَبْدَهُ: اس نے اپنے غلام سے کام لیا۔

اسْتِغْلَال المُسْتَغَلَّات: غلہ حاصل کرنا۔

میں کہتا ہوں کہ بقول الازہری تَغَلْغَلَ فیهِ کا معنی ہے اس نے اس معاملے میں دخل دیا یا مداخلت کی۔

غ ل م — الغُلَامُ: لڑکا، خادم۔ اس کی جمع غِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ ہے۔ اس کی مؤنث غُلَامَةٌ ہے۔ کسی نے گھوڑے کی تعریف میں کہا ہے: تُهَانُ لَهَا الغُلَامَةُ والغُلَام: یہ گھوڑی ایسی ہے کہ اس کی خدمت میں کوتاہی کے لئے غلام اور لونڈی کو ڈانٹا جاسکتا ہے یا ان کی توہین بھی کی جاسکتی ہے۔

غ ل ی — غَلَتِ القِدْرُ: ہانڈی میں اُبال آگیا۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ اور غَلَیَانًا بھی ہے جس میں غین اور لام دونوں مفتوح ہیں۔ اس کے بدلے غَلِیَتْ نہیں کہنا چاہئے یا نہیں کہتے۔

ابو الاسود الدُّئلی کا شعر ہے:

وَلَا اَقُوْلُ بِقِدرِ القَوْمِ قَدْ غَلِيَتْ
وَلَا اَقُوْلُ لِبَابِ الدَّارِ مَغْلُوْقُ

"میں نہ تو یہ کہتا ہوں کہ قوم کی ہانڈی میں ابال آگیا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ گھر کا دروازہ بند ہے۔"

یعنی میں فصیح زبان بولنے والا ہوں۔ میری زبان میں لحن نہیں ہے۔

غَلَا فی الأمر: اس نے معاملے میں حد سے تجاوز کیا۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

غَلَا السِّعْرُ: نرخ گراں ہوگیا۔ اس کا مضارع یَغْلُو اور مصدر غَلَاء ہے۔

غَلَا بالسَّهْمِ: اس نے حتی الامکان فاصلے پر تیر مارا۔ اس کا باب عدا ہے۔

الغَلْوَةُ: تیر کا فاصلہ یعنی جتنی دور تیر جاسکتا ہے۔

غَالٰی بِاللَّحْمِ: اس نے قیمتاً گوشت خریدا۔

غَالٍ اور اَغْلٰی به بھی: گراں۔ مہنگا۔

الغَالِيَةُ مِنَ الطیب: ایک خاص عطر یا خوشبو۔ کہا جاتا ہے کہ جس نے سب سے پہلے اس کا یہ نام رکھا وہ سلیمان بن عبد

الملک ہے۔ ہم کہتے ہیں: تَغَلّٰی بالغَالِیَۃِ: اس نے غالیہ خوشبو لگائی۔

الغُلَوَاء الغُلُوّ: حد سے گزرنا۔ مبالغہ کرنا۔ اس کلمہ کا معنی جوانی کا آغاز اور نشاط بھی ہے۔

غ م د- غَمَدَ السَّیفَ: اس نے تلوار نیام میں رکھ دی اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَغْمُوْدٌ: نیام میں رکھی ہوئی تلوار۔ غمد کا اسم مفعول ہے۔

اَغْمَدَہٗ: اس نے تلوار نیام میں رکھی۔ اس کا اسم مفعول مُغْمَدٌ ہے۔ دونوں تلفظ فصیح ہیں۔

تَغَمَّدَہُ اللّٰہ بِرَحمتہٖ: اللہ اسے اپنی رحمت سے نوازے۔

غ م ر- الغَمْرُ: بروزن الجمرُ: بہت زیادہ۔ غَمَرَ المَاءُ: پانی زیادہ آ گیا یا بلند ہوا۔ اسکا باب نَصَرَ ہے۔

الغمرۃ بروزن الجَمْرَۃُ: شدت اور سختی۔ اس کی جمع غُمَرٌ (میم مفتوح) ہے۔ اس کی مثال نَوْبَۃ کی جمع نُوَبٌ ہے۔

غَمَرَاتُ المَوْتِ: موت یا جان کنی کی سختیاں۔

رَجُلٌ غُمْرٌ: (میم ساکن اور مضموم) ناتجربہ کار آدمی۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اور اس کی مؤنث غُمْرَۃٌ ہے بروزن عُمْرَۃٌ۔

الغُمْرَۃُ: ایک طلاء بھی ہے جو ورس پودے سے بنایا جاتا ہے۔

قَدْ غَمَّرَتِ المَرْاَۃُ وَجْھَھَا تَغْمِیْرًا: عورت نے اپنے چہرے پر ورس کا طِلاء مَلا تاکہ اس کے چہرے کا رنگ نکھرے۔ تَغَمَّرَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔

الغَامِرُ مِنَ الاَرْضِ: زمین کو خراب کرنے والا۔ اس کی ضد الغامِرُ ہے۔ کہا گیا ہے کہ غَامِر وہ شخص ہے جو زمین کی صلاحیت کے مطابق اس میں کاشت نہ کر سکے۔ غامر اسے اس لئے کہا گیا ہے کہ پانی اس تک پہنچتا اور اسے بھر دیتا ہے۔ غَامِر اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔ اس کی مثال سِرٌّ کَاتِمٌ چھپا ہوا بھید اور مَاءٌ دَافِقٌ بہتا ہوا پانی ہے۔ اسے اسم فاعل کے وزن پر اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ عَامِرٌ کے بالمقابل ہو سکے۔ چنانچہ زمینوں کو پانی نہیں پہنچتا انہیں غَامِرٌ نہیں کہا جاتا۔

الاِنْغِمَارُ: پانی میں ڈوب جانا۔

غ م ز- غَمَزَ الشَّیْءَ بِیَدِہٖ وغَمَزَہٗ بَعَیْنِہٖ: اس نے کسی چیز کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔ قول خداوندی ہے: وَاِذَا مَرُّوْا بِھِمْ یَتَغَامَزُوْنَ: جب وہ ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو اشارے کنائے کرتے ہیں۔ اسی سے الغَمْزُ بالنَّاسِ مشتق ہے۔

غَمَزَتِ الدَّابَۃُ مِنْ رِجْلِھَا: چوپایہ لنگڑا ہو گیا۔ تینوں فعلوں کا باب ضَرَبَ

ہے۔

وَلَيْسَ فِي فُلَانٍ غَمِيزَةٌ: فلاں شخص میں طعن کی کوئی بات نہیں ہے۔

غ م س - غَمَسَهُ فِي الْمَاءِ: اس نے اسے پانی میں ڈبو دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْغَمَسَ اور اغْتَمَسَ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الْيَمِينُ الْغَمُوسُ: ارادةً جھوٹی قسم جس سے گناہ لازم آتا ہو۔

غ م ص - غَمَصَهُ: اس نے اسے جھوٹا سمجھا اور اسے وہ صحیح نظر آیا۔

غَمِصَ النِّعْمَةَ: اس نے نعمت کا شکر ادا نہیں کیا۔ ان دونوں کا باب فَهِمَ ہے۔

الْغَمَصُ: (غین اور میم دونوں مفتوح) آنکھ کا کیچڑ یا چیپڑ۔

قَدْ غَمِصَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھوں میں کیچڑ آیا ہے یا اس کی آنکھ آئی ہے۔ اس کا باب طرب ہے۔

غ م ض - الغامِضُ من الكلام: غیر واضح اور مبہم کلام اس کی ضد الوَاضِحُ ہے۔ اس کا باب سهل ہے۔

غَمَّضَهُ الْمُتَكَلِّمُ تَغْمِيضًا: بات کرنے والے نے مبہم بات کی۔ تَغْمِيضُ الْعَيْنِ: صرف نظر کرنا۔ نظر بچانا۔ توجہ نہ کرنا۔

غَمَّضَ عَنْهُ: اس نے اس سے صرف نظر کیا، یعنی اس نے لین دین میں اس کے ساتھ تساہل برتا۔ اَغْمَضَ کا بھی یہی معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ: بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کرلو، کہا جاتا ہے کہ اَغْمِضْ اِلَيَّ فِيمَ بِعْتَنِي: تم نے جو مال مجھے فروخت کیا ہے۔ اس مال کے ناکارہ ہونے کے پیش نظر یا تو مجھے مال زیادہ دو یا قیمت میں سے کچھ کمی کرو۔

انغماض الطرف: نظر بچالینا۔

غ م ط - غَمِطَ النِّعْمَةَ: اس نے نعمت کی ناشکری کی۔ اس کا باب فَهِمَ اور ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ غَمِطَ عَيْشَهُ: اس نے اپنی زندگی کو حقیر جانا۔

غَمْطُ النَّاسِ: لوگوں سے نفرت کرنا۔ ان کو حقیر جاننا اور نفرت کی نظر سے دیکھنا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّمَا ذٰلِكَ مِنْ سَفَهِ الْحَقِّ وَغَمْطِ النَّاسِ: یہ تو اس کا کام ہے جو حق بات سے چشم پوشی کرے اور بندگانِ خدا کو حقیر جانے۔

غ م م - الغَمُّ: دکھ غم، اس کی جمع الغُمُومُ ہے۔ غَمَّهُ فَانْغَمَّ: اس نے اسے غمگین کر دیا تو وہ غمگین ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غَمَّهُ فَانْغَمَّ: اس نے اسے ڈھانک دیا تو وہ ڈھانکا گیا۔

الغُمَّةُ: دکھ اور کرب، کہا جاتا ہے کہ اَمْرٌ

غُمَّةٌ: مبہم بات۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لَایَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّةً: پھر وہ کام تم پر پوشیدہ اور مبہم نہ رہے۔ ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ اس کا مجازی معنی تاریکی تنگی اور دکھ ہے۔

غَمَّ یَوْمُنَا: ہمیں آج گرمی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ ایسے دن کو یَوْمٌ غَمٌّ: گرمی کا دن یا گرم کہتے ہیں۔ جس میں انسان کا دم گھٹتا ہو۔ اَغَمَّ یَوْمُنَا کا معنی بھی یہی ہے۔

لَیْلَةٌ غَمٌّ: بھی گرم رات کو کہتے ہیں۔ اس میں رات کی صفت بطور مصدر استعمال کی گئی ہے۔ اس کی مثال مَاءٌ غَوْرٌ ہے۔

غُمَّ عَلَیْهِ الْخَبَرُ: بطور فعل مجہول۔ خبر اس پر دکھ بن کر ٹوٹ پڑی۔ اور وہ گنگ ہو کر رہ گیا۔ جیسے اس پر غشی طاری ہو گئی۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ غُمَّ الْهِلَالُ عَلَی النَّاسِ: پہلی کا چاند بادلوں وغیرہ نے لوگوں سے چھپا دیا اور وہ نظر نہ آیا۔

الغَمَامُ: بادل۔ اس کا واحد غَمَامَةٌ ہے۔ قَدْ اَغَمَّتِ السَّمَاءُ: آسمان پر بادل چھا گیا یا چھا گئے۔

غ م ی — أُغْمِیَ عَلَیْهِ: (ہمزہ مضموم) اس پر غشی چھا گئی۔ ایسے شخص کو مُغْمًی عَلَیْہِ کہتے ہیں۔

غُمِیَ عَلَیْهِ: (غین مضموم) اس کا اسم مفعول مُغْمِیٌّ عَلَیْهِ ہے۔ یعنی اس پر غشی چھا گئی۔

أُغْمِیَ عَلَیْهِ الخَبَرُ: خبر سن کر اس پر غشی طاری ہو گئی۔ اور اس کی زبان بند ہو گئی۔ اس کی مثال غُمَّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: صُمْنَا للغُمّٰی (غین مضموم ومفتوح) جب لوگوں کو چاند نظر نہ آئے اور رات ابر آلود ہو۔

غ ن م — الغَنَمُ: بھیڑ بکری۔ اسم مؤنث ہے اور جنس پر بولا جاتا ہے اور مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جب اس سے اسم تصغیر بنانا چاہیں تو اس کے آخر میں 'ۃ' کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور غُنَیْمَةٌ کہتے ہیں کیونکہ ایسے اسماء جموع جن سے لفظاً واحد کا صیغہ نہیں آتا جب یہ انسانوں کے علاوہ اسماء ہوں تو ان کے آخر میں 'ۃ' تانیث کا اضافہ لازمی ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جائے گا: خَمْسٌ من الغنم ذُکُورٌ: بھیڑوں میں سے پانچ نر ہیں۔ ایسی صورت میں عدد مؤنث ہوگا۔ اگر مراد مینڈھے ہوں۔ کیونکہ تانیث اور تذکیر میں تو عدد لفظ کے پیش نظر مذکر یا مؤنث آتا ہے نہ کہ معنی کے پیش نظر، یہی حکم اِبِلٌ کا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

المَغْنَمُ اور الغَنِیمَةُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ قَدْ غَنِمَ (نون مکسور) غُنْمًا: اس

نے مال غنیمت حاصل کیا۔

غَنَّمَهُ تَغْنِيمًا: اس نے اسے حصے سے زائد دیا۔ اِغْتَنَمَهُ اور تَغَنَّمَهُ: اس نے اسے غنیمت جانا۔

غ ن ن — الغُنَّةُ: ناک سے غنہ کی آواز نکالنا۔

الأَغَنُّ: ناک سے بات کرنے والا۔ کہا جاتا ہے طَيْرٌ اَغَنُّ: زیادہ چہچہانے والا پرندہ اور وَادٍ اَغَنُّ زیادہ گھاس والی وادی۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہاں مکھیاں بہت ہوتی ہیں جو گنگناتی یعنی بھنبھناتی رہتی ہیں۔ اسی کے پیش نظر ایسی بستی کو جہاں آبادی اور گھاس زیادہ ہو۔

غَنَّاء: مالا مال کہتے ہیں۔ البتہ لوگوں کا یہ قول: وَادٍ مُغِنٌّ تو اس سے مراد ایسی وادی ہے جہاں مکھیوں کی بہت زیادہ بھنبھناہٹ ہو، اور مکھیاں وہیں ہوتی ہیں جہاں گھاس اور سبزہ ہو۔

غ ن ی — غَنِيَ بِهِ عَنْهُ: (نون مکسور) غُنْيَةً (غین مضموم) وہ اس سے بے نیاز ہوا۔

غَنِيَتِ الْمَرْأَةُ بِزَوْجِهَا غُنْيَانًا: عورت اپنے خاوند کے ساتھ اپنی خوبصورتی کے باعث آرائش و زینت سے بے نیاز ہوگئی۔

غَنِيَ بِالْمَكَانِ: وہ مکان میں مقیم ہوگیا۔ غنی کا معنی عَاشَ یعنی اس نے زندگی گزاری بھی ہے ان کا باب صَدِيَ ہے۔

اَغْنَيْتُ عَنْكَ مُغْنَى فلانٍ و مُغْنَاة فلانٍ: (میم مضموم و مفتوح) میں نے تیری طرف فلاں شخص کو بدلہ دے دیا۔

وَمَا يُغْنِيْ عَنْكَ هٰذا: تجھے یہ کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

الغَانِيَةُ بِزَوْجِهَا: اپنے خاوند کے ساتھ خوش اور مطمئن لڑکی۔ یا اپنے حسن و جمال کے باعث آرائش و زیبائش سے بے نیاز لڑکی۔

الأُغْنِيَةُ: نغمہ، گانا، گیت۔ یہ لفظ الأُحجية کی طرح ہے۔ اس کی جمع اَغَانِی ہے۔

غَنَّى اور تَغَنَّى دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے گیت گایا۔

الغَنَاءُ: (غین مفتوح اور الف ممدود) مالداری و امارت۔ اس کا معنی سماع گیت سننا ہے۔ اور اگر غین مکسور ہو اور الف مقصور یعنی الغِنَى تو اس کا معنی فراخ دستی ہے۔ اس کا فعل غَنِيَ (نون مکسور) غِنًى: فراخ دستی و آسودہ حالی۔ اس کا اسم فاعل غَنِيٌّ ہوگا۔

تَغَنَّى کا معنی بھی استغنی یعنی وہ بے نیاز ہوا ہے۔

تَغَانَوْا: وہ ایک دوسرے سے بے نیاز ہوگئے۔

المَغْنَى: (یائے مقصور) اس کی جمع

المَغَانِی ہے، ایسی جگہیں جہاں ان میں بسنے والے لوگ رہتے تھے۔

غ ہ ب — الغَیْہَبُ تاریکی۔ اس کی جمع الغَیَاهِبُ ہے۔ کہا جاتا ہے: فَرَسٌ غَیْهَبٌ: شدید سیاہ رنگ کا گھوڑا۔

الغَهَبُ: (غین اور ھاء دونوں مفتوح) غفلت۔ حدیث شریف میں ہے: سُئِلَ عَطَاءٌ عَنْ رَجُلٍ اَصَابَ صیداً غَهَبًا قَالَ عَلَیْهِ الجَزاء: عطاء سے پوچھا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے غفلت اور بے خبری میں (دوران احرام) شکار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس پر تاوان ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اس سے مراد غفلتِ بلاارادہ ہے۔

غ و ث — غَوَّثَ الرَّجُلُ تَغْوِیثًا: آدمی مدد کے لئے چلایا اور چیخا۔ یعنی اس نے کہا 'وَاغَوثَاه' میری مدد کرو۔ اس کا اسم الغَوْثُ (غین مفتوح) ہے۔ اور الغُوَاثُ: غین مفتوح اور مضموم) ہے۔ الفَرّاء کا قول ہے: کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی ہے: اَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهُ وَغُوَاثَهُ وغَوَاثَهُ: اللہ نے اس کی دعا یا فریاد سن لی اور قبول کر لی۔ اصوات میں اس لفظ کے سوا اور کوئی لفظ مفتوح الاول نہیں آتا ہے بلکہ سب مضموم الاول ہوتے ہیں، مثلاً: البُکاء۔ الدُّعاء یا مکسور الاول ہوتے ہیں۔ مثلاً: النِّداء اور الصِّیاحُ۔

اسْتَغَاثَهُ: اس نے اس سے فریاد کی۔

فَاَغَاثَهُ: تو اس نے اس کی فریاد سن لی۔ اس کا اسم الغِیَاثُ (غین مکسور) ہے۔

یَغُوثُ: قوم نوح علیہ السلام کا ایک بت۔ اس کا ذکر بذیل مادہ 'ن س ر' ہوا ہے۔

غ و ر — غَوْرُ کُلِّ شَیْءٍ: ہر چیز کی گہرائی یا تہہ۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَان بَعِیْدُ الغَوْرِ: فلاں شخص بہت گہرا ہے۔ دور بین شخص۔ الغَوْرُ: ہموار زمین کو بھی کہتے ہیں۔

الغَوْر: تہامہ اور یمن کے ساتھ ملنے والے علاقے کو بھی کہتے ہیں۔

مَاءٌ غَوْرٌ: گہرا پانی۔ اسے دِرْهَم ضَرْب اور ماء سَکب کی طرح بطور مصدر بیان کیا گیا ہے۔

الغَار: غار کھوہ۔ المَغَار اور المَغَارة: پہاڑ کے اندر غار یا گپھا۔ غَار کی جمع غِیْران ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر غُوَیْرٌ ہے۔

الغَارُ: درخت کی ایک قسم بھی ہے۔

الغَارَة: دشمن پر حملہ کرنا۔ لوٹنا۔ غارت، یہ الإغَارَةُ کا اسم ہے۔

غَارَ: وہ تہہ تک پہنچا۔ اسے غَائر کہتے ہیں یعنی تہ تک پہنچنے والا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ غَارَ کی جگہ اَغَارَ نہیں کہنا چاہئے یا نہیں کہتے۔ الفَرّاء کا خیال ہے کہ اَغَار

ایک لہجہ ہے۔
غَارَ المَـاءُ: پانی نیچے چلا گیا یا زمین میں دھنس گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے اور دَخَلَ ہے۔ اسی طرح غَارَتْ کا معنی ہوگا کہ اس کی آنکھ اس کے سر میں دھنس گئی۔ غَارَتْ عَيْنُهُ تَغَار اس کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔
اَغَـارَ علَى العَـدُوّ: اس نے دشمن پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس کا مصدر اِغارةً اور مُغَـــارًا (میم مضموم) ہے۔ یہی معنی غَاوَرَهُمْ مُغَاوَرَةً کا ہے۔
مُغِيْرَةً ایک شخص کا نام۔ اس کی میم کہیں مکسور بھی ہوئی ہے۔
التَّغْوِيْرُ: تہہ میں اترنا۔ کہا جاتا ہے: غَوَّرَ وغَارَ، ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یعنی وہ پستی کی طرف گیا۔
غ و ص — الغَوْصُ پانی کی تہہ میں اترنا۔
قَـدْ غَاصَ فِي المَاءِ: وہ پانی کے نیچے اتر گیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
الغَـوَّاصُ: (واؤ مشدد) سمندر میں غوطہ لگانے والا یا غوطہ خور جو سمندر کی تہہ سے موتی لاتے ہیں۔ اس فعل یعنی غوطہ خوری کے کام یا پیشے کو الغياصة کہتے ہیں۔
غ و ط لوگوں کا یہ قول کہ اَتَى فُـلَانٌ الغَائِطَ: کا معنی ہے کہ فلاں آدمی پاخانہ کی جگہ آیا۔ دراصل الغائِط کھلی زمین میں کسی نشیبی یا پست جگہ کو کہتے ہیں۔ جب کسی شخص کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تو وہ ایسی جگہ آجاتا اور قضائے حاجت سے فارغ ہوجاتا۔ اس لئے ہر اس آدمی کے لئے جو قضائے حاجت کے لئے آتا، یہ کہا جاتا کہ: ''قَـدْ اَتَى الغـائِط'' اس سے کنایہ پاخانہ ہوتا۔
قَـدْ تَغَوَّطَ وَبَالَ: اس نے پاخانہ کیا اور پیشاب کیا۔
الغُـوْطَـةُ: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں پانی اور درخت با افراط پائے جاتے ہیں۔ اسے غُوْطَةُ دِمَشْق کہا جاتا ہے۔
غ و ل — غَالَهُ الشَّيْءُ اسے کسی چیز نے اچانک دبوچ لیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
اغْتَالَهُ: اس نے وہاں سے پکڑا جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ قول خداوندی ہے: لَا فِيْهَا غَوْلٌ: اس میں سر درد نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک دوسرے مقام پر قول خداوندی ہے: لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا: اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا......'' ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ الغَوْلُ کا معنی ہے کہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔
الـغُـــوْل: (غین مضموم) غول بیابانی۔ بھوت۔ اس کی جمع اَغْـوَالٌ اور غِيْـلَانٌ ہے۔ ہر وہ بلا جو انسان کو اچانک حملہ کر کے ہلاک کر دیتی ہے غُـول ہے۔ غضب اور غصہ بردباری کے لئے غُـول ہے کیونکہ وہ

بردباری کو اچانک اچک لے جاتا ہے۔
چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اَیُّ غُوْلٍ اَغْوَلُ مِنَ الغَضَبِ: غصہ سے بڑھ کر کون سا بھوت ہوسکتا ہے۔
اِغْتَالَهُ: اس نے اسے اچانک حملہ کر کے قتل کر دیا۔ اس کی اصل واؤ ہے یعنی غول سے مشتق ہے۔
غ و ی—الغَيُّ: گمراہی۔ نامرادی اور ناکامی بھی۔
قَدْ غَوَى، يَغْوِى: (واؤ مکسور) غَيًّا وغَوَايةً (غین مفتوح) وہ گمراہ ہوا۔ اس کا اسم فاعل غَوِيٌّ ہے (بمعنی گمراہ) بروزن فَعِيْلٌ.
الغَوْغَاءُ مِنَ النَّاسِ: لوگوں کی بھیڑ اور شور وغل۔
غیاث: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ث'.
غِيَاصَةُ: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ص'.
غیاض: دیکھئے بذیل مادہ 'غ ی ض'.
غ ی ب—الغَيْبُ: جو نظروں سے اوجھل ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ غَابَ عَنْهُ: وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اس کا باب بَاعَ اور غَيْبَةً بھی ہے۔ نیز اس کا مصدر غَيْبُوْبَةً غُيُوْبًا اور غَيَابًا (غین مفتوح) اور مَغِيْبًا ہے۔
الغَائِبُ کی جمع غُيَبٌ اور غُيَّابٌ (غین مضموم اور یاء مشدد ہے) اس کے علاوہ غَيَبٌ (غین اور یاء دونوں مفتوح) بھی ہے۔ اس میں تشدید نہیں ہے۔
غَيَابَةُ الجُبِّ: کنویں کی تہہ۔
غَابَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہوگیا۔ اس کا مصدر غیابةً ہے۔
المُغَايَبَةُ: اس کی ضد المُخاطَبَةُ: غائبانہ بات کرنا۔
اِغْتَابَهُ، اغْتِيَابًا: اس نے اس کی غیبت کی۔ اس کا اسم الغِيْبَةُ غین مکسور ہے۔ یہ وہ فعل ہے کہ کسی کی پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر ایسی بات کہی جائے کہ اگر متعلقہ آدمی سنے تو اسے دکھ ہو۔ اگر تو ایسا ذکر سچ ہو تو یہ غیبت ہے اور اگر یہ جھوٹی غیبت ہو تو اسے بہتان کہا جاتا ہے۔
الغَابَةُ: جنگل جو گنجان ہو۔ اس کی جمع غَابٌ ہے۔ تَغَيَّبَ عَنِّى فُلَانٌ: فلاں شخص میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔
جَاءَ فِى الشِّعْرِ تَغَيَّبنى: شعر میں آیا ہے جو مجھے یاد نہیں آرہا۔
غ ی ث—الغَيْثُ: بارش۔
غَاثَ الغَيْثُ الأَرْضَ: زمین پر بارش برسی۔ غَاثَ اللّٰه البِلَادَ: اللہ تعالیٰ نے ملک میں بارش برسادی۔ ان کا باب بَاعَ ہے۔ غِيْثَتِ الأَرْضُ تُغَاثُ غَيْثًا: زمین پر بارش برسی۔ ایسی زمین کو مَغِيْثَة کہتے ہیں اور مَغْيُوْثَةٌ بھی کہتے ہیں۔ ممکن

ہے کہ بادل اور نباتات کو بھی غَیْثًا کہتے ہوں۔

غ ی د—الغَیَدُ: (غین اور دال دونوں مفتوح) ملائم۔

امراۃٌ غَیْداء وغَادَةٌ: ملائم و نازک اندام عورت۔

الأغْیَدُ: جھکی ہوئی گردن والا اونگھنے والا شخص۔

غ ی ر—الغِیَرُ: بروزن العِنَبُ: تبدیلی۔ اس فعل کا اسم ہے کہ غَیَّرْتُ فَتَغَیَّرَ: میں نے بدلا تو وہ بدل گیا۔ میرا کہنا ہے کہ اسی سے غِیَرُ الزَّمانِ ماخوذ ہے جس کا معنی گردش زمانہ ہے۔ بقول الازہری الکسائی نے کہا کہ یہ مفرد اور مذکر اسم ہے۔ اور اس کی جمع اغْیار ہے۔ ابوعمرو کا کہنا ہے کہ یہ لفظ الغِیرۃ کی جمع ہے۔ اور الغِیْرَۃُ کا معنی غیرت ہے۔ اس میں غین مفتوح ہے۔ یہ غَار الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ: (آدمی نے اپنے اہل خانہ پر غیرت کھائی) کا مصدر ہے۔ اس کا فعل غَارَ یَغار غیرًا وغَیْرَةً اور غیرًا ہے۔

رَجُلٌ غَیُوْرٌ وغَیْرَانٌ: غیرت مند شخص۔ امْرَاۃٌ غَیُوْرٌ وغَیْرَی: غیرت مند عورت۔

تَغَایَرت الأشیاء: چیزیں آپس میں ادل بدل گئیں۔

غَیْرٌ کا معنی سِوَی بھی ہے۔ اس کی جمع اَغْیَارٌ ہے۔ یہ کلمہ بطور صفت اور بطور استثناء استعمال ہوتا ہے۔ اگر اسے بطور صفت استعمال کریں تو اس کے بعد کا اعراب اس سے ماقبل لفظ کے اعراب کا ہوگا۔ اور اگر اسے بطور حرف استثناء استعمال کریں تو پھر اس کا اعراب اِلّا کے بعد میں آنے والے اسم کا ہوگا۔ کیونکہ لفظ غَیْرُ تو اصلاً صفت ہے۔ استثناء تو اس کی عارضی حالت ہے۔ الفَرّاء کا کہنا ہے کہ بنی اسد اور قضاعہ کے بعض لوگ اسے منصوب یعنی غیرًا کہتے ہیں جب یہ اِلّا کے معنوں میں آئے، بات اس سے پہلے مکمل ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ وہ لوگ کہتے ہیں: "مَا جاءنی غَیْرَکَ اور مَا جَاءَ نِی اَحَدٌ غَیْرَکَ: اور بعض اوقات تو غَیْرٌ 'لا' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اسے بطور حال نصب دیں گے۔ اس کی مثال قول خداوندی ہے: فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ: فَمَنِ اضْطُرَّ جَائعًا لا بَاغِیًا: اسی طرح دوسرا قول خدوندی ہے: غَیْرَ نَاظِرِیْنَ اِنَاہُ، اورغَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ.

غ ی ض—غَاضَ الماءُ: پانی کم ہوا اور خشک ہوگیا یا زمین میں جذب ہوگیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

انْغَاضَ کا معنی بھی یہی ہے۔ غِيْضَ الْمَاءُ: پانی جذب کیا گیا۔ غَاضَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے جذب کر دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ قول خداوندی ہے: وَمَا تَغِيْضُ الْأَرْحَامُ: اور رحم جو سکڑتے ہیں۔

غَيَّضَ الدَّمْعَ تَغْيِيْضًا: اس نے آنسو روک لئے۔ کہا جاتا ہے کہ: غَاضَ الْكِرَامُ: شریف لوگ کم ہو گئے۔ اور فَاضَ اللِّئَامُ اور کمینے لوگوں کی کثرت ہو گئی۔ الْغَيْضَةُ: پانی کے جمع ہونے کی جگہ جہاں درخت اُگتے ہیں۔

غ ی ظ — الغَيْظُ: غصہ اور غضب۔ جو کسی بے بس اور لاچار کے اندر چھپا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے غَاظَهُ اس نے غصہ دلایا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَغِيْظٌ ہے، بمعنی غضبناک۔ ان معنوں میں اَغَاظَهُ نہیں کہا جاتا۔

غَايَظَه فاغتاظ: اس نے اسے غصہ دلایا تو اسے غصہ آیا۔ تَغَيَّظَ کا معنی بھی یہی ہے۔

غ ی ل — الغِيْلُ: (غین مکسور) کچھار۔ شیر کی جگہ۔ اس کی جمع غُيُوْلٌ ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الغِيْلُ کا معنی پتوں سے لپٹا ہوا درخت ہے۔ اور الغِيْلَةُ (غین مکسور) کا معنی اغتیال۔ کہا جاتا ہے: قَتَلَهُ غِيْلَةً اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی کو دھوکہ دے کر کسی جگہ لے جائے اور اسے وہاں قتل کر دے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اَضَرَّتِ الغِيْلَةُ بِوَلَدِ فُلَانٍ: فلاں شخص کے بچے کو حمل کی حالت میں دودھ پلانے نے نقصان پہنچایا۔ جب دودھ پلانے کی حالت میں اس کے ساتھ جماع کیا گیا۔ اور اسی طرح سے یہ کہ جب وہ حاملہ ہو تو بچے کو دودھ پلائے۔ حدیث شریف میں ہے: لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰی عَنِ الغِيْلَةِ: میں نے قصد کیا کہ میں بچے کو دودھ پلانے کی حالت میں بیویوں کے ساتھ جماع سے منع کر دوں۔

الغَيْلُ: حاملہ کے دودھ کا نام ہے۔

قَدْ اَغَالَتِ الْمَرْاَةُ وَلَدَهَا: عورت کی حمل کی حالت میں بچے کو دودھ پلایا۔ اس حالت میں عورت کو مُغْيِلٌ کہتے ہیں۔

اَغْيَلَت کا معنی یہ بھی ہے کہ عورت نے حاملہ ہونے حالت میں بچے کو دودھ پلایا۔ اس عورت کو مُغْيِلٌ کہتے ہیں۔

اَغَالَ فُلَانٌ وَلَدَهُ: فلاں شخص نے اپنے بچے کے دودھ پینے کی حالت میں بیوی سے جماع کیا۔

نَغَيْلُ: کا معنی وہ پانی بھی ہے جو روئے زمین پر بہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَا سُقِيَ بِالغَيْلِ فَفِيْهِ الْعُشْرُ وَمَا

سُقِیَ بالدَّلْوِ فَفِیْهِ نِصْفُ العُشْرِ: جوزمین قدرتی بہتے پانی سے سیراب ہوتی ہو اس کی پیداوار پر دسواں حصہ زکوۃ ہے اور جو زمین کنویں کے ڈولوں سے سیراب ہوتی ہو اس پر نصف عشر ہے۔

فُلانٌ قَلِیْلُ الغَائِلَةِ و المَغَالَةِ: (میم مفتوح) فلاں آدمی کم شر پسند ہے۔

الغَوائِلُ: بلّیات و آفات۔ أُمُّ غَیْلَانٍ: ببول کا درخت۔

غ ی م - الغَیْمُ: بادل۔ غامَتِ السَّمَاءُ تَغِیْمُ غُیُوْمَةً: آسمان پر بادل چھا گئے۔ اَغامَتْ، أُغْیِمَتْ اور تَغَیَّمَتْ تمام کا ایک ہی معنیٰ ہے۔

أُغْیِمَ القَوْمُ: لوگوں پر بادل چھا گئے۔

غ ی ن - غِیْنَ علی کذا: فلاں چیز کو ڈھانپ لیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: إِنَّهُ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ: میرے دل پر پرچھائیں آتی رہتی ہیں یعنی تفکرات و خیالات۔

الأَغْیَنُ: سبز۔

شَجَرَةٌ غَیْنَاءُ: سبز درخت جس پر بہت زیادہ پتے اور شاخیں ہوں۔ یعنی سرسبز درخت۔ اس کی جمع غِیْنٌ ہے۔

الغَیْنَةُ: درختوں کا جھنڈ جہاں پانی نہ ہو اور پانی ہو تو اسے الفَیْضَةُ کہیں گے۔

غ ی ا - غَیَابَةُ البئرِ: کنویں کی تہہ۔ اس کی مثال غَیَابَةٌ ہے۔ اس کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جو بادل، غبار اور تاریکی کی طرح تمہارے سر پر سایہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے: تَجِیءُ البَقَرةُ و آلُ عِمْرانَ یومَ القِیٰمَةِ کَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ غَیَایَتَانِ: قیامت کے دن سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران دو بادلوں یا دو سایوں کی طرح آئیں گی۔

الغَایَةُ: کسی چیز کی حد، اس کی جمع غایٌ ہے۔ اس کی مثال سَاعَةٌ کی جمع سَاعٌ ہے۔

غَیٌّ: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ی'۔

باب الفاء

الفــــاء: حرف عطف. تین موقعوں پر بطور حرف عطف استعمال ہوتا ہے۔ اور ترتیب وتعقیب پر دلالت بالاشتراک کرتا ہے۔

پہلا موقع: ضَرَبتُ زَیْدًا فَعَمرًا.

دوسرا موقع: اس سے ماقبل اس کے مابعد کی علت ہو، اور اشتراک کے بغیر ترتیب اور تعقیب کا فائدہ دے مثلاً: ضَرَبَهُ فَبَكَى وَضَرَبَهُ فَاَوْجَعَهُ اس صورت میں ضرب بُکاء کی علت ہوگی اور درد کی علت ہوگی۔

تیسرا موقع: ابتدا کا ہے اور یہ موقع جواب شرط کا ہوگا مثلاً: اِنْ تَزُرْنِی فَاَنْتَ مُحْسِنٌ: اس فاء کے بعد از سر نو شروع ہونے والا کوئی کلام نہیں ہے جس کا ایک دوسرے پر کوئی عمل واقع ہو۔ کیونکہ اس قول میں اَنْتَ مبتدا اور مُحْسِنٌ اس کی خبر ہوگی۔ اور جملہ جواب بالفاء بن گیا، اور یہی صورت اس وقت ہوگی جب تم اسے:

(۱) امر،

(۲) نہی،

(۳) استفہام،

(۴) نفی،

(۵) تمنّی اور

(۶) عرض کے بعد استعمال کرو گے۔

اتنی بات ضرور ہے کہ تم ان چھ چیزوں میں فاء کے مابعد پر اَن لگا کر نصب دو گے مثلاً: زُرْنِی فَاُحْسِنُ اِلَیْکَ: اس صورت میں تم نے زیارة کو احسان کی علت نہیں بنایا۔ بلکہ تم نے یہ کہا یہ بات میرے شایان شان ہے کہ میں ہر حال میں تم پر احسان کروں۔

ف أ ت—اِفْتَأَتَ بِرَأْیِهٖ: اس نے خود پسندی کی، اپنی رائے میں منفرد ہوا اور اپنی رائے پر ڈٹا رہا۔ اس کلمہ کو مہموز سنا گیا ہے اور ثقہ لوگوں نے اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ف أ د—الفُؤَادُ: دل اس کی جمع اَفْئِدَة ہے۔

ف أ ر—الفَأرُ: (مہموز) اس کا واحد فَارَة ہے بمعنی چوہا۔

الفَارَةُ: مشک نافہ۔

ف ا س—الفَــــأسُ: مہموز، اس کی جمع فُؤُوسٌ ہے۔ کلہاڑی۔

فَأسُ اللِّجَام: لگام کا وہ حصہ جو گھوڑے کے منہ میں ہوتا ہے۔

ف أل—الفَــأل: فال، خوش شگونی۔ کوئی

شخص بیمار ہو اور کسی دوسرے کو کہتے سنے کہ اے سالم! یعنی اے تندرست وصحیح وسالم! یا کوئی شخص کسی چیز کا طلبگار ہو اور کسی کو کہتے سُنے کہ اے پانے والے، اور ان باتوں سے اچھی فال لے۔ یعنی اچھا شگون لے۔ کہا جاتا ہے کہ تَفَأَّلَ: اس نے فال لی۔ اس میں ہمزہ مشدّد ہے۔ حدیث شریف میں ہے: انَّهُ كَانَ يُحِبُّ الفَأْل ويَكْرَهُ الطِّيَرَةَ: آپ ﷺ فال یعنی خوش شگونی کو پسند فرماتے تھے اور بد شگونی کو ناپسند فرماتے تھے۔

فِئَة: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ی أ' اور 'ف أ ی'.

ف أ ی-الفِئَة: جماعت، گروہ، جتھہ، اس کی جمع فِئُوْنَ ہے۔

فائدة: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ی د'.

فاقة: دیکھئے بذیل مادہ 'ف و ق'.

فالُوذَج اور فالوذق: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ل ذ'.

فاه: دیکھئے بذیل مادہ 'ف و ہ'.

ف ت أ-ما فتأ يذكره: وہ اسے ہمیشہ یاد کرتا رہا۔ مَا فَتِیءَ اور مَا فَتیٰ کا ایک ہی معنی ہے۔ اور یہ کلمات مختص بالجحد ہیں۔ قول خداوندی ہے: تَاللّٰهِ تَفْتَاُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ: تم ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہو گے۔

ف ت ت-فَتَّهُ: اس نے اسے توڑ دیا یا توڑ ڈالا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

التَّفَتُّتُ: ٹوٹ پھوٹ ہو جانا۔

الانْفِتَاتُ: انکسار۔ ٹوٹ جانا۔

فُتَاتُ الشَّیْءِ: کسی کے ٹکڑے یا ریزے۔

الفُتُوْتُ وَالفَتِيْتُ مِنَ الخُبْزِ: روٹی کے ٹکڑے یا ریزے۔

ف ت ح-فَتَحَ البَابَ: اس نے دروازہ کھولا، فانفتحَ تو وہ کھل گیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

فَتَّحَ البَابَ فَتَفَتَّحَتْ: فَتَّحَ میں تاء کو کثرت کے لئے مشدّد کیا گیا۔ اس نے دروازے کو کھولا تو وہ کھل گیا۔

اسْتَفْتَحَ الشَّیْءَ وَافْتَتَحَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ الاستِفْتَاحُ: دوسرے سے مدد و نصرت مانگنا۔

المِفْتَاح: چابی۔ مِفْتَاحُ البَابِ: دروازے کی چابی۔

المِفْتَاحُ كُلِّ مُسْتَغْلِق: بند کی ہوئی چیز کی چابی۔ اس کی جمع مَفَاتِيْحُ ہے۔ اور مَفَاتِحُ بھی۔

فَاتِحَةُ الشَّیْءِ: کسی چیز کا اول و آغاز۔

الفَتَّاحُ: حاکم۔ کہا جاتا ہے: افْتَحْ بَيْنَنَا: ہمارے درمیان فیصلہ کر۔

الفَتْحُ: مدد، نصرت، ان دونوں کا باب بھی

قَطَعَ ہے۔

ف ت ر-الفَتْرَةُ: انکساری، کمزوری، شکستگی۔

قَدْ فَتَرَ الحَرُّ: گرمی کم ہوگئی۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔

فَتَّرَهُ اللّٰه تفتِيْراً: اللہ نے اسے کمزور کردیا یا کردے۔

الفَتْرَةُ: وقفہ، بين الرَّسُوْلَيْنِ من رُسُلِ اللّٰه: اللہ کے رسولوں میں سے دو رسولوں کی بعثت کے درمیان کا وقفہ۔

طَرْفٌ فَاتِرٌ: کمزور نظر۔جو تیز نہ ہو۔

الفِتْرُ بروزن الفِطْرُ: انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان کا فاصلہ جب ہاتھ کھلا ہوا ہو۔

ف ت ش-فَتَشَ الشَّيْءَ فَتْشاً: اس نے چیز تلاش کی۔

فَتَّشَهُ تَفْتِيْشًا کا معنی بھی یہی ہے۔

ف ت ق-فَتَقَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو پھاڑا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔فَتَّقَهُ تَفْتِيقًا کا معنی بھی یہی ہے۔

فَانْفَتَقَ وتَفَتَّقَ: پس وہ چیز پھٹ گئی، یا پھاڑ دی گئی۔یا ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

فَتَقَ المِسکَ بِغَيْرِهِ: مشک کی کسی دوسری چیز کے ذریعے خوشبو نکالنا۔

شاعر کا قول ہے: كَمَا فَتَقَ الكافُوْرُ بالمِسکِ فَاتِقُه رَجُلٌ فَتِيْقُ اللسَان: تیز زبان آدمی۔زبان آور انسان۔

ف ت ک-الفَاتِکُ: جری، جرأت مند و بہادر۔

الفِتْکُ: دھوکے سے یا بے خبری میں قتل کردینا۔اس میں فاء پر فتحہ، ضمہ اور کسرہ تینوں حرکتیں ہیں۔

قَدْ فَتَکَ بِهٖ يَفْتُکُ ويَفْتِکُ: (تاء مضموم ومکسور) اس نے قتل کردیا۔حدیث شریف میں ہے: قَيَّدَ الايْمَانُ الْفَتْکَ لا يَفْتِکُ مُؤْمِنٌ: ایمان نے غفلت میں اور دھوکے سے قتل کرنا روک دیا۔مؤمن کسی کو غافل پا کر دھوکے سے قتل نہیں کرتا۔

ف ت ل-الفَتِيْلَةُ: بتی۔

الفَتِيْلُ: گٹھلی کے شگاف میں باریک سی بتی۔کہا گیا ہے کہ اس کا معنی دو انگلیوں کے درمیان جو میل جمع ہوتی ہے۔

فَتَلَ الحَبْلَ: اس نے رسی بٹی۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ف ت ن-الفِتْنَةُ: آزمائش اور امتحان۔

ہم کہتے ہیں کہ فَتَنَ الذَّهَبَ يَفْتِنُهُ (تاء مکسور) فِتْنَةً اور مَفْتُوْنًا بھی۔سونے کو بھٹی میں ڈال کھوٹا اور کھرا کی پہچان کرنا۔

دِيْنَارٌ مَفْتُوْنٌ: پرکھا ہوا یا جانچا ہوا دینار۔

قول خداوندی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوْا الْمُؤْمِنِيْنَ والْمُؤْمِنَاتِ: بے شک جن

لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا۔ یعنی ان کو جلا دیا۔ اسی نسبت سے سنار کو فَتَّان کہتے ہیں۔ اور شیطان کو بھی اسی طرح فَتَّان کہا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: اَلْمُؤْمِنُ اُخُوا الْمُؤْمِنِ یَسَعُهُمَا الْمَاءُ وَالشَّجَرُ وَیَتَعَاوَنَانِ عَلَى الْفَتَّانِ: ''ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔ پانی اور درختوں میں ان دونوں کی گنجائش ہوتی ہے اور شیطان کے فتنے کے مقابلے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔'' الفَتَّان کا فاء مفتوح باعتبار واحد ہے اور مضموم باعتبار جمع ہے۔ خلیل کا قول ہے کہ: الفَتْنُ کا معنی جلانا ہے۔ قول خداوندی ہے: یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ: اس دن یعنی قیامت کے دن وہ لوگ دوزخ کی آگ میں آزمائے جائیں گے۔ اُفْتُتِنَ الرَّجُلُ وفُتِنَ فَهُوَ مَفْتُوْنٌ: جس آدمی کو مبتلائے آزمائش کیا گیا ہو وہ مَفْتُوْن ہے یعنی وہ مصیبت میں مبتلا ہو گیا اور اس کا مال و عقل سب کچھ جاتا رہا۔ یہی مفہوم اُخْتُبِرَ کا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَفَتَنَّاکَ فُتُوْنًا: ہم نے تمہیں مبتلائے آزمائش کیا۔

الفُتُوْنُ کا معنی افتتان یعنی فتنہ میں پڑنا بھی ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔

فَتَنَتْهُ الْمَرْأَةُ: عورت نے اسے فتنہ میں ڈالا، معنی گرفتار محبت کر دیا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے افتنتهُ میں الف کا انکار کیا ہے۔

الفَاتِنُ: راہ حق سے بھٹکانے والا۔ الفرّاء کا قول ہے کہ اہل حجاز کا کہنا ہے کہ مَا اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفَاتِنِیْنَ: اسے اہل نجد بِمُفْتِنِیْن کہتے ہیں۔ اور اسے اَفْتَنْتُ سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ البتہ بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ: میں باء زائد ہے وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا: میں باء زائد ہے۔ الْمَفْتُوْن کا معنی بطورِ مصدر فتنہ ہے، اس کی مثال المعقول اور الْمَحْلُوْف ہے۔ لہٰذا اَیُّکُمْ مبتدا ہوگا اور الْمَفْتُوْن اس کی خبر ہے۔ المَازنی نے کہا ہے کہ الفُتُوْنُ مبتدا ہونے کے لحاظ سے مرفوع ہے اور اس کا ماقبل اس کی خبر ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے: بِمَنْ مُرُوْرُکَ وعَلٰی اَیِّهِمْ نُزُوْلُکَ: کیونکہ پہلا ظرف کے معنوں میں ہے۔ فَتَّنَهُ تَفْتِیْنًا: اس نے اسے سخت فتنے میں مبتلا کیا۔ اس کا اسم فاعل مُفَتِّنٌ ہے یعنی سخت فتنہ پرداز شخص۔

ف ت ی — الفَتَى: نوجوان۔ اور الفَتَاةُ: نوجوان لڑکی۔ دوشیزہ۔

قَدْ فَتِيَ: (تاء مکسور) فَتَاءً: وہ جوان ہوا (تاء مفتوح اور الف ممدود) اس کا اسم

فاعل فَتِیٌّ ہے یعنی فتی السِّنِ بمعنی جوان عمر۔

الفَتَــی کا معنی جوانمرد، سخی اور شریف بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ هـو فَتًی: وہ صاحب فتوۃ یعنی جوانمرد ہے۔

قَـدْ تَفَتّٰی و تفاتٰی: اس نے جوانمردی دکھائی۔ فـتٰی کی جمع فِتْیَانٌ اور فِتْیَةٌ ہے۔

فُـتُـوٌّ بروزن مَفْعُوْلٌ اور فُتِیٌّ بروزن عُصِیٌّ ہے۔ اس میں عین مضموم ہے۔

اِسْتَفْتَاهُ فی مَسْالَةٍ: اس نے ایک مسئلے میں اس سے فتویٰ پوچھا۔

فَـاَفْـتَــاهُ: تو اس نے فتویٰ دے دیا۔ اس کا اسم الفتویٰ اور الفُتْیا ہے۔

تَفَـاتَوْا اِلَـيْـهِ: انہوں نے فتویٰ کے لئے معاملہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔

ف ج أ—فَاجَـاهُ مَفَاجَـاةً وفِجَــاءً: (فاء مکسور اور الف ممدود) اس نے اسے اچانک جا لیا۔ یا حیرت میں ڈال دیا۔

فَجِئَهٗ: (جیم مکسور) فُجاءَةً: (فاء مضموم اور الف ممدود اور فَجْأَۃً (فاء مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔

ف ج ج—الفَـــجُّ: (فاء مفتوح) دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستہ۔ اس کی جمع فِجَاجٌ ہے۔ (فاء مکسور) ہے۔

الفِـجُّ: (فاء مکسور) شامی تربوز جسے ایرانی لوگ تربوز ہندی (یا ہندوانہ) کہتے ہیں۔

تربوز یا دوسرے پھل ابھی کچے ہوں انہیں فِجٌّ (فاء مکسور) کہتے ہیں۔

ف ج ر—فَجَرَ المَاءَ فَانْفَجَرَ: اس نے پانی بہایا تو بہہ پڑا یعنی جاری کیا تو پانی پھوٹ پڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

فَجَّـرَه تَفْجِـيْـرًا فَتَفَجَّرَ: جیم کو اظہار کثرت کے لئے مشدد کیا گیا۔

الفَـجــرُ: رات کے آخری حصہ اور شفق پھوٹنے کا ابتدائی حصہ۔

قَدْ اَفْجَرْنَا: ہم نے فجر کی۔ اس کی مثال اَصْبَحْنَا من الصبح ہے بمعنی ہم نے صبح کی۔ فَجَـرَ: اس نے فسق کیا۔ یعنی گالی گلوچ کی۔ فَجَــرَ کا معنی اس نے جھوٹ بولا بھی ہے۔ ان کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا اصل معنی ہے جھکا ہوا۔

ف ج ع—الفَجِـيْـعَـةُ: تکلیف۔ قسہ۔

فَجَعَتْهُ المُصِـيْـبَةُ: مصیبت نے اسے تکلیف پہنچائی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

فَجَّـعَـتْـهُ تفجيْعًا کا معنی بھی یہی ہے۔

تَفَـجَّـعَ لَـهٗ: اس نے دکھ محسوس کیا۔ یا وہ اس کے لئے دردِ سر ہوا۔

ف ج ل—الفُـجْــلُ: شلغم۔ اس کا واحد فُجْلَةٌ ہے۔

ف ج ا—الفَجْوَةُ: شگاف، دراڑ، درز، دو چیزوں کے درمیان کا خلاء۔ میرا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں یہ لفظ ہے:

وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ.

ف ح ش - فَاحِشٌ: ہر وہ چیز جو اپنی حد سے تجاوز کرے۔ قَدْ فَحُشَ الأَمْرُ (حاء مضموم) فُحْشًا وتَفَاحَشَ: بات حد سے بڑھ گئی۔ أَفْحَشَ عَلَيْهِ فِي المَنْطِقِ: اس نے فحش بات کہی۔ ایسے شخص کو فَحَّاشٌ کہتے ہیں۔

تَفَحَّشَ فِي كَلَامِهِ: اس نے گفتگو میں فحش گوئی کی۔

ف ح ص - الفَحْصُ: کسی چیز کی تحقیق دیڑتال کرنا۔ پوچھ گچھ، باز پرس۔

قَدْ فَحَصَ عَنْهُ: اس نے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ تَفَحَّصَ اور اِفْتَحَصَ دونوں کا معنی بھی یہی ہے۔

الأُفْحُوصُ بروزن العُصفُورُ: سنگ خوار کا گڑھا کیونکہ وہ کھود کرید کر بناتا ہے۔

المَفْحَصُ بروزن المَذْهَبُ کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: لَيْسَ لَهُ مَفْحَصُ قَطَاةٍ: اس کے پاس سنگ خوار کے بیٹھنے کی جگہ تک نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فَحَصُوا عَنْ رُؤُسِهِم: انہوں نے اپنی چندیا (وسط سر) کے بال نکال دیئے ہوتے ہیں۔ یعنی انہوں نے سنگ خوار کے گڑھوں کی طرح سر کے درمیان کے بال منڈھا دیئے ہوتے ہیں اور کناروں کے بال رکھے ہوتے ہیں۔

ف ح ل: حیوانات میں مضبوط اور طاقتور نر حیوان۔ اس کی جمع فُحُولٌ اور فِحَالٌ ہے۔ الفَحْلُ چٹائی کو کہتے ہیں جو کھجور (کی چھال) سے بنائی جاتی ہے۔ یہ نر درخت مادہ درخت کے لئے بطور فحل (بار آور) ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ صلى اللهُ عليه وسلم دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنْ الانصار وفِي نَاحِيَةِ البَيْتِ مِن تَلكَ الفُحُولِ فَأَمَرَ بِنَاحِيَةٍ مِنهُ فَرُشَّتْ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ: حضور نبی اکرم ﷺ ایک انصاری کے گھر تشریف لے گئے، وہاں گھر کے ایک کونے میں یہی چٹائیاں پڑی تھیں۔ آپ ﷺ نے ایک چٹائی الگ کرنے کو فرمایا۔ اس پر پانی چھڑکا، یا بہایا گیا، آپ ﷺ نے اس پر نماز ادا کی۔ اِسْتَفْحَلَ الأَمْرَ: بات بڑھ گئی۔ یعنی معاملہ سنگین ہو گیا۔ اِمْرَأَةٌ فَحْلَةٌ: تیز زبان یا تیز طرار عورت۔

ف ح م - الفَحْمُ: کوئلہ، ایک دانہ کو فَحْمَةٌ کہتے ہیں یعنی ایک کوئلہ یا انگارہ۔ اس میں حرف 'ح' کو کبھی حرکت بھی دی جاتی ہے جیسے نَهْرٌ کو نَهَرٌ کہہ دیتے ہیں، کہنے والے نے کہا: قَدْ قَاتَلُوا لَوْ يَنْفُخُونَ فِي فَحْمٍ: اگر وہ کوئلے بھی

پھونکتے ہوں تب بھی جنگ کریں گے۔
الفَحِيْمُ بھی الفَحْمُ کی طرح کوئلہ ہے۔
فَحْمَةُ العِشَاء: عشاء کے وقت یعنی شروع رات کی تاریکی۔
شَعْرٌ فَاحِمٌ: سیاہ بال۔
فَحَّمَ وَجْهَهُ تَفْحِيْمًا: اس نے اپنا چہرہ سیاہ کر دیا۔
اَفْحَمَهُ: اس نے اسے جھگڑے یا بحث وغیرہ میں چپ کرا دیا یعنی لاجواب کر دیا۔
ف ح ا — فَحْوَى القولِ: قول کا معنی اور لحن (طرز گفتگو)۔ کہا جاتا ہے: عَرَفْتُ ذٰلكَ فِي فَحْوَى كَلامِهِ: میں نے یہ بات اس کے فحوائے کلام سے معلوم کر لی یا جان لی۔
فحواء: کلام، الف ممدود اور الف مقصور، دونوں سے لکھا اور بولا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَكَلَ فَحَا اَرْضٍ لم يَضُرَّهُ ماؤها: جس نے کسی علاقے کے پیاز کھائے تو اسے پھر وہاں کا پانی نقصان نہیں دے گا۔
ف خ خ — الفَخُّ شکار کا جال۔ اس کی جمع فِخَاخٌ ہے (فاء مکسور) ہے۔ اور فُخُوْخٌ (فاء مضموم) ہے۔
ف خ ذ — فَخِذٌ ران، یہ كَتِفٌ یعنی دستی کی طرح ہے۔ فَخْذٌ بروزن فَلْسٌ و فِخْذٌ بروزن عِرْقٌ.
الفَخِذُ في العَشَائر کا ذکر بذیل مادہ ش ع ب میں گزر چکا ہے۔
التفخيذ، المُفاخَذَةُ: جدا جدا کرنا۔
میں کہتا ہوں کہ اپنی مآخذ کی کتب میں لفظ المُفَاخَذَةُ نہیں ملا۔ البتہ حدیث شریف میں ہے: بَاتَ يُفَخِّذُ عَشِيْرَتَهُ: یعنی جب آیت: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الأَقْرَبِينَ: نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے ایک ایک فرد کو دعوت دی، نام لے کر۔ نہایہ میں خاندان کے عددی تقسیم کے حصے یہ لکھے ہیں: شَعب، قبيله، فَصِيْلَة، عَمَارہ، بطن اور پھر آخر میں فَخذ.
ف خ ر — الفَخْرُ (خاء ساکن اور مفتوح) فخر کرنا۔ بڑائی جتانا۔
الإفْتِخَار: فخر کرنا۔ پرانے لوگوں کی بڑائی کا شمار کرنا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اس کا مصدر فَخَرًا ہے جس میں فاء اور خاء دونوں مفتوح ہیں۔
تَفَاخَرَ القَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے پر اپنا فخر جتایا۔
الفَخِيْرُ، المُفَاخِرُ: فخر کرنے یا جتانے والا۔ اس کی مثال الخَصِيْمُ اور المُخَاصِمُ ہے۔
الفِخِّيْرُ بروزن السِّكِّيتُ: بہت زیادہ فخر جتانے والا ہے۔ فَاخَرَهُ، فَخَرَهُ فَخَرًا (فاء اور خاء دونوں مفتوح) وہ اس سے ماں اور باپ دونوں کے لحاظ سے یعنی

حسب ونسب میں زیادہ باعزت ہے۔
المَفْخَرَةُ: برتری۔ الفَخَّار: مٹی کے برتن۔ الفَاخِرُ: عمدہ چیز۔
ف خ م—رَجُلٌ فَخْم بڑی قدر ومنزلت والا آدمی یا بڑی شخصیت۔ التَّفْخِيْمُ: تعظیم، قدر کرنا۔ تَفْخِيْمُ الحَرْفِ: حرف کو منہ بھر کر آواز سے ادا کرنا اسی کی ضد امالۃ ہے۔
ف د ح—فَدَحَهُ الدَّيْنُ قرض نے اسے زیر بار کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ابن جُرَیج رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهَ قال: وَعَلَى المُسْلِمِيْنَ اَلَّا يَتْرُكُوا مَفْدُوْحًا فِي فِداءٍ اوعَقْلٍ: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ کسی مسلمان کو فدیہ یا خون بہا کی ادائیگی کے سلسلے میں زیر بار نہ رہنے دیں۔ ایک اور حدیث شریف میں مَفْدُوحًا کی جگہ مُفْرَحًا: راء کے ساتھ ہے جس کا معنی محتاج اور نادار ہے۔ یعنی اسلام میں کوئی شخص قرضوں اور جرمانوں کے بوجھ میں دبا ہوا محتاج و نادار نہ چھوڑا جائے۔
فَادِحٌ: عیالدار اور زیر بار انسان۔ جس کی کوئی شنوائی نہ ہو۔
اَفْدَحَهُ الدَّيْنُ مِمَّنْ يُوْثَقُ بِعَرَبِيَّتِهٖ: قرض نے اسے زیر بار کر دیا جس سے عربی ہونے کا وثوق مجروح ہوا۔
ف د د—الفَدِيْدُ آواز، صوت۔
فَدَّ الرَّجُلُ يَفِدُّ (فاء مکسور) فَدِيْدًا: آدمی نے آواز نکالی۔
رَجُلٌ فَدَّادٌ: بلند آواز آدمی۔ (فاء مفتوح اور دال مشدد) حدیث شریف میں ہے: اِنَّ الجَفَاءَ وَالقَسْوَةَ فِي الفَدَّادِيْنَ: بلند آواز میں بولنے والوں میں درشتی اور سنگدلی ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے کھیتوں اور مال مویشی میں بلند آوازیں نکالتے ہیں۔
ف د م—الفِدَامُ (فاء مکسور) ابریق لوٹے یا پانی کے برتن کے منہ پر چھلنی یا بندھا ہوا کپڑا جس سے پانی وغیرہ صاف ہو کر باہر آتا ہے۔
الفَدَّامُ: (فاء مفتوح اور دال مشدد) کا معنی بھی یہی ہے۔
رَجُلٌ فَدْمٌ: ہکلا آدمی جو ٹھیک سے بات نہ کر سکے۔
ف د ن—الفَدَّانُ ہل جسے دو بیل چلاتے ہیں اور کھیت میں ہل چلایا جاتا ہے۔ ابو عمرو کا قول ہے کہ الفَدَّان وہ بیل ہے جو ہل میں جوتا جاتا ہو۔ اس کی جمع فَدادِين ہے لیکن اس میں دال مخفف ہے۔
ف د ی—الفِدَاءُ (فاء مکسور، الف ممدود اور مکسور) قصر صرف فتحہ سے ہوتی ہے۔

فَدَاهُ و فَادَاهُ: اس نے اس کا فدیہ دیا اور اسے چھڑالیا۔
فَدَاهُ بِنفسِہٖ: اس نے اس پر جان قربان کردی۔ فَدَاہ تَفْدِیَۃ: اس نے جُعِلتُ فِـداکَ کہا یعنی 'میں تیرے صدقے جاؤں' کہا۔
تَـفَـادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو جُعِلتُ فِدَاکَ کہا۔
اِفْتَـدَی مِنْہُ بِکَذَا: اس نے اس سے اس قدر فدیہ دے کر جان چھڑالی۔
تَفَـادَی فُلانٌ کذا: اس نے اس سے پرہیز کیا اور اس سے کنارہ کش ہوا۔
الفِـدْیَۃُ، الفِـدَی اور الفِـداء: سب کا ایک ہی معنی ہے۔

ف ذ ذ- الفَذُّ: فرد۔
الفَذُّ: کا معنی جوئے کا پہلا تیر بھی ہے۔ یہ تیر تعداد میں دس ہوتے ہیں۔ پہلا الفَذّ ہوتا ہے۔ دوسرا التَّوْءَم، تیسرا الرَّقِیبُ، چوتھا حِلْس، پانچواں النَّـافِس، چھٹا المُسْبِلُ، ساتواں المُعَلّٰی: اس کے بعد تین تیروں کا کوئی نصاب نہیں ہے۔ ان کے نام السَّفِیحُ، المَنِیحُ اور الوَغْدُ ہیں۔

ف ر ا- الفَرَأُ: بروزن الکَلأ: گورخر، جنگلی گدھا۔ مثل ہے: کُلُّ الصَّیدِ فی جَـوْفِ الفَرَاء: سارے شکار گورخر کے پیٹ میں۔ اصل مثل یہ ہے کہ تین شکاری شکار کو گئے۔ ایک نے خرگوش اور دوسرے نے ہرن کا شکار کیا اور اپنے اپنے شکار پر فخر کرنے لگے۔ تیسرے نے گورخر کا شکار کیا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ تمہارے شکار تو میرے گورخر کے پیٹ میں سما سکتے ہیں۔ ان کی حقیقت ہی کیا ہے۔ الفَـرَا کی جمع فِـرَاءٌ ہے اور اس کی مثال جَـبَـلٌ سے جِبَالٌ ہے۔ فَرَا کی جمع بنانے میں الف کو ہمزہ سے بدلا گیا ہے۔ لوگوں کا قول ہے کہ: اَنْکَحْنَا الفَرَا فَسَنَرَیٰ.
فَـرَا: دیکھئے بذیل مادہ 'ف ر أ'.

ف ر ت- الفُرَاتُ: آبِ شیریں، میٹھا پانی۔ اسے مَـاءٌ فُرَاتٌ بھی کہا جاتا ہے، اور مِیَاہٌ فُرَاتٌ بھی۔
الفُرَات: کوفہ میں واقع دریائے فرات۔
الفُـراتَـان: دریائے فرات اور دریائے دُجَیْلٌ (دجلہ)۔
میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری دُجَـیْـل دریائے دجلہ سے نکلنے والی ایک چھوٹی سی نہر ہے۔

ف ر ث- الفَرْثُ: بروزن الفَلْسُ: گوبر جو ابھی جانور کے پیٹ (اوجھ) میں ہی ہو۔ اس کی جمع فُـرُوثٌ ہے۔ اس کی مثال فُلُوسٌ ہے۔
اَفْرَثَ الکِرشَ: اس نے اوجھ چاک کر

کے غلاظت نکال کر پھینک دی۔

ف ر ج-الفَرْجُ مِنَ الغَمِّ: دکھ سے آرام ہونا۔ کشائش اور فراخی۔ کہا جاتا ہے: فَرَّجَ اللّٰهُ غَمَّهُ تفریجًا: اللہ اس کے دکھ کو دور کرے۔

فَرَجَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الفَرْجَةُ (فاء مفتوح) من الغَمّ: دکھ اور غم سے آرام۔شاعر کا قول ہے:

رُبَّمَا تَكْرَهُ النُّفُوسُ مِنَ الامِ
رِفَـرْجَـة كَحَـلِّ العِـقَالِ

"بعض کاموں کو نفس ناپسند کرتا ہے لیکن ان میں اتنی خوشی ہوتی ہے جتنی قید سے چھوٹ جانے کی۔"

الفُرْجَةُ: (فاء مضموم) دیوار میں سوراخ وغیرہ۔کہا جاتا ہے کہ بَيْنَهُمَا فُرْجَةٌ: ان دو شخصوں کے درمیان رخنہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يُتْرَكُ فِي الاسْلامِ مُفْرَجٌ: اسلام میں کوئی رخنہ نہ چھوڑا جائے گا۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ حاء کے ساتھ ہے۔اس نے اس کے جیم سے ہونے انکار کیا ہے۔ ابو عبید کے بقول محمد بن حسن نے کہا ہے کہ اس لفظ کو جیم اور حاء دونوں کے ساتھ روایت کیا جاتا ہے، اور جیم کے ساتھ اس کا معنی ایسا مقتول ہے جو کسی جنگل میں پایا جائے، جو کسی آبادی کے قریب نہ ہو۔ ان کا قول ہے کہ ایسے مقتول کی بیت المال کے خرچ پر تجہیز و تدفین ہوگی۔ ابو عبید کا قول ہے کہ یہ ایسا شخص ہے جس کا کوئی والی وارث نہ ہو اگر اس سے کوئی جرم سرزد ہو تو اس کی ذمہ داری بیت المال پر ہوگی، کیونکہ اس کا کوئی عاقلہ یعنی تاوان ادا کرنے والا نہیں ہوتا۔

الفَرُّوجَةُ: چوزہ، مرغی کا چوزہ۔اس کی جمع الفَرَارِيجُ ہے۔

دَجَاجَة مُفْرِجٌ: چوزوں والی مرغی۔

ف ر ح-فَرِحَ بِهِ: وہ خوش ہوا۔الفَرَحُ کا معنی اترانا بھی ہے۔یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: انَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الفَرِحِيْنَ: اللہ تعالیٰ اترانے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتے۔ان کا باب طَرِبَ ہے۔

اَفْرَحَهُ اور فَرَّحَهُ تَفْرِيْحًا: اس نے اسے خوش کر دیا۔کہا جاتا ہے: مَا يَسُرُّنِيْ بِهٰذا الاَمْرِ مُفْرِحٌ (راء مکسور) ومَفْرُوحٌ بِهِ: مجھے اس کام پر کوئی خوش کرنے والا یا خوش نہیں انسان خوش نہیں کرتا، یعنی میں اس کام سے کسی طرح بھی خوش نہیں ہوں۔

مَفْرُوحٌ بِهِ کے بدلے صرف مَفْرُوحٌ کہنا درست نہیں ہے۔

اَفْرَحَهُ الدَّيْنُ: قرض نے اسے زیر بار کر

دیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا یُتْرَکُ فِی الاِسْلَامِ مُفْرَحٌ: اسلام میں کسی کو زیر بار نہیں چھوڑا جائے گا۔

الازہری کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مَفْدُوْحٌ ہے۔ اور بقول اصمعی رحمہ اللہ یہ وہ شخص ہے جس کو قرض نے زیر بار کر دیا ہو۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس شخص کا قرض بیت المال کی طرف سے ادا کیا جائیگا، اور اسے مقروض نہیں رہنے دیا جائے گا۔ اصمعی رحمہ اللہ نے لوگوں کے اس لفظ کو مُفْرَج (جیم کے ساتھ) کہنے سے انکار کیا ہے۔

المِفْرَاحُ: (میم مکسور) سازگار حالات پر بہت زیادہ خوش ہونے والا۔

المُفَرِّحُ: فرحت بخش دواء۔

ف ر خ — الفَرْخ: چوزہ۔ پرندے کا بچہ، مادہ بچے کو فَرْخَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع قلت اَفْرُخٌ اور اَفْرَاخٌ ہے اور جمع کثرت فِرَاخٌ ہے۔

اَفْرَخَ الطَّائِرُ: پرندے نے انڈوں سے بچے نکالے۔

فَرَّخ تَفْرِیْخًا کا معنی بھی یہی ہے۔ میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: پرندہ بچوں والا ہوگیا۔

ف ر د — الفَرْدُ: وتر، طاق۔ اس کی جمع اَفْرَادٌ ہے اور فُرَادیٰ (فاء مضموم) خلاف قیاس جمع ہے۔ وہ ایسا ہے جیسے فَرْدَانٌ کی جمع ہو۔

الفَرِیْدُ الدُّرِّ: گوہر یک دانہ۔

فَرَائِدُ الدُّرِ: بڑے موتی۔ کہا جاتا ہے: جَآءُ وا اَفْرَادًا وفُرَادیٰ (منون اور غیر منون) وہ ایک ایک کر کے آئے۔

فَرَدَ، انْفَرَد یَفْرُدُ (راء مضموم) فَرَادَةً: (فاء مفتوح) وہ اکیلا ہو گیا۔ یا وہ تنہا ہو گیا۔

تَفَرَّدَ کا بھی یہی معنی ہے۔

اسْتَفْرَدَهُ: وہ اس کے ساتھ تنہا ہو گیا، یعنی اس کے ساتھ الگ ہو گیا۔

ف ر د س — الفِرْدَوْسُ: باغ، الفَرَّاء کا قول ہے: یہ عربی لفظ ہے۔

الفـردوسُ: جنت میں ایک باغیچہ کا نام بھی ہے۔

فِرْدَوْسٌ، الیَمامَة کے علاوہ ایک اور باغ کا نام ہے۔

الفَرَادِیْسُ: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

ف ر ر — فَرَّ، یَفِرُّ، فِرارًا: وہ بھاگ گیا۔

اَفَرَّهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے اسے بھگا دیا۔

رَجُلٌ فَرٌّ بروزن بَرٌّ: بھگوڑا، بھاگنے والا۔ یہ لفظ تثنیہ جمع اور مؤنث تینوں میں یکساں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: هٰذا اِن فَرُّ قُرَیْشٍ اَفَلَا اَرُدُّ عَلَی القُرَیْشِ فَرَّهَا: ''یہ دونوں قریش کے بھاگے ہوئے ہیں۔ کیا میں قریش کو ان کے بھاگے ہوئے نہ لوٹا دوں''۔ یہ الفاظ سُراقہ

بن جشم نے اس وقت حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے تھے جب آپ ہجرت کر کے مدینہ شریف جارہے تھے۔ الفَرُّ، فَارٌّ کی جمع ہوسکتی ہے۔ جس کی مثال رَاکِبٌ کی جمع رَکْبٌ ہے اور صَاحِبٌ کی صَحْبٌ ہے۔

اِفْتَرَّ ضَاحِكًا: اس نے ہنسی میں اپنے دانت نمایاں کئے۔

فَرَسٌ مِفَرٌّ: (میم مکسور) تیز بھاگنے والا گھوڑا اور بھاگتے وقت کام آئے یعنی ایسا گھوڑا جس پر سوار ہو کر بھاگا جاسکے۔

المَفَرُّ: فرار۔ قول خداوندی ہے: اَیْنَ المَفَرُّ: فرار کہاں۔

المَفِرُّ: جائے فرار۔

ف ر ز - فَرَزَ الشَّیْءَ: ایک چیز کو دوسری چیز سے الگ کرنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اَفْرَزَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ فَارَزَ شَرِیکَهُ: اس نے اپنے شریک کو اپنے سے دور کر دیا اور اس سے قطع تعلق کر لیا۔

اَفْرِیزُ: چار دیواری۔ یہ لفظ معرّب ہے۔ اسی سے لفظ ثَوْبٌ مَفْرُوزٌ ہے۔ جس کا معنی چیدہ کپڑا ہے۔

ف ر ز د ق - الفَرَزْدَقُ: گندھے ہوئے آٹے کا پیڑا۔ اس کا واحد فَرَزْدَقَةٌ اسی سے فرزدق شاعر کا نام پڑا ہے۔ ورنہ اس کا اصل نام هَمَّام ہے۔

ف ر س - الفَرَسُ: گھوڑا، گھوڑی، نر اور مادہ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ گھوڑی کے لئے فَرَسَةٌ نہیں کہا جاتا۔ الفَرَسُ کا اسم تصغیر فُرَیْسٌ ہے۔ اگر مادہ کے لئے خاص طور پر نام لینا ہو تو فُرَیْسَةٌ ہی کہتے ہیں، یعنی 'ۃ' کا اضافہ کرتے ہیں۔ الفَرَس کی جمع افْرَاسٌ ہے۔ گھڑسوار یا شہسوار کو فَارِسٌ کہتے ہیں۔ اس کی مثال لَابِنٌ اور تَامِرٌ کی سی ہے۔ گھوڑے کے مالک کو بھی فَارِسٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع فَوَارِسُ بنائی جاتی ہے۔ لیکن یہ جمع شاذ ہے اور قیاسی نہیں، کیونکہ فَوَاعِلُ کا وزن فَاعِلَةٌ کے لئے مقرر ہے مثلاً: ضَارِبَةٌ کی جمع ضَوَارِبُ یا پھر یہ فَاعِلٌ کی جمع کا وزن ہے جو مؤنث کی صفت ہو مثلاً: حَائِضٌ کی حَوَائِضُ ہے۔ یا پھر آدمی کے سوا دوسری صفت اور اسم کی جمع ہے مثلاً: بَازِلٌ کی جمع بَوَازِلُ اور حَائِطٌ کی جمع حَوَائِطُ ہے۔ رہا ذی عقل مذکر تو فَوَارِسٌ هَوَالِكٌ اور نَوَالِسُ کے علاوہ اور کوئی جمع اس وزن پر نہیں آتی۔ ابن السکیت رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: اذا كَانَ الرَّجُلُ عَلٰى حَافِرٍ بِرْذَوْنًا كَانَ اَوْ فَرَسًا اَوْ بَغْلًا اَوْ حِمَارًا قُلْتَ مَرَّ بِنا فَارِسٌ: ''یعنی جب کوئی کسی چوپائے پر سوار ہو، وہ خواہ ٹٹو

پر سوار ہو یا گھوڑے پر، یا خچر پر سوار ہو یا گدھے پر، تو تم کہو گے کہ ہمارے پاس ایک خچر سوار گزرا یا ہمارے پاس سے گدھا سوار گزرا۔'' عُمارہ کا کہنا ہے۔ خچر والے کو بغّالٌ کہتے ہیں فَارِسٌ نہیں کہتے۔ گدھے والے کو حَمَّار کہتے ہیں فَارِسٌ نہیں کہتے۔

فَرَسَ الاَسَدُ فَرِيْسَتَهُ: شیر نے اپنے شکار کو پھاڑ کھایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور معنی ہے کہ اس نے اس کی گردن توڑ دی۔

اِفْتَرَسَهَا کا معنی بھی یہی ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ فَرَسَ الذِّئْبُ الشَّاةَ: بھیڑیے نے بکری کو پھاڑ کھایا۔ نضر بن شُمَیل نے کہا کہ ان معنوں میں اَكَلَ الذِّئْبُ الشَّاةَ: یعنی 'بھیڑیے نے بکری کو کھایا' کہتے ہیں، اِفْتَرَسَهَا نہیں کہتے۔

اَبُوْ فِرَاس: شیر کی کنیت ہے۔

فَارِسٌ: فارس یعنی ایران کے رہنے والے فارسی لوگ۔ اس کی جمع فُرْسٌ ہے۔

الفُرْسَان: شہسوار لوگ۔

الفِرَاسَةُ: (فاء مکسور) تَفَرَّسْتَ: فعل کا اسم ہے۔ اس کا معنی بھلائی بھانپ لینا ہے۔

هُوَ يَتَفَرَّسُ: وہ دیکھتا بھالتا ہے۔ یعنی سوچتا سمجھتا ہے۔ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ

فَارِسُ النَّظَرِ: تیز نگاہ انسان۔ حدیث شریف میں ہے: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ: مومن کی فراست سے بچو یا محتاط رہو۔

الفَرَاسَةُ (فاء مفتوح)، الفُرُوْسَةُ اور الفُرُوْسِيَّةُ: سب کا معنی شہسواری یا گھڑ سواری ہے۔

قَدْ فَرُسَ: (راء مضموم) اس کا باب سَهُلَ اور ظَرُفَ ہے۔ اور معنی ہے کہ وہ گھوڑوں کے بارے میں ماہر اور تجربہ کار شخص ہے۔

ف ر س خ - الفَرْسَخُ: فرسنگ، کوس کا فاصلہ۔ اس کی جمع فَرَاسِخ ہے۔ یہ لفظ فارسی فرسنگ سے معرب ہے۔

ف ر ش - الفِرَاشُ: اس کی جمع الفُرُشُ ہے اور معنی بستر۔ بطور کنایہ عورت کو کہتے ہیں۔

فَرَشَ الشَّيْءَ، يَفْرُشُهُ: (راء مضموم) فِرَاشًا: (فاء مکسور) اس نے بچھایا۔

الفَرْشُ بروزن العَرْش، الفُرُوْش: گھر کا فرنیچر۔ اونٹ کے بچوں کو بھی اس نام سے پکارتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: حَمُوْلَةً وفَرْشًا: بار بردار بڑے بڑے چوپائے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے۔ الفَرَّاء کا کہنا ہے کہ میں نے ان معنوں میں اس لفظ کی جمع کا صیغہ نہیں سنا۔

اس نے کہا کہ ہوسکتا ہے یہ مصدر ہو جو بطور اسم استعمال ہوا ہو۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے کہ فَرَشَهَا اللّٰهُ فَرْشًا: یعنی اس نے بچھونا بچھایا۔
افْتَرَشَ الشَّیْءُ: چیز بچھ گئی۔
اُفْتَرَشَهُ: اس نے اسے روندا۔ پامال کیا۔
اُفْتَرَشَ ذِرَاعَیْهِ: اس نے اپنے دونوں بازو زمین پر بچھائے۔
تَفْرِیْشُ الدَّار: گھر میں ٹائلیں لگوانا۔ یا پختہ فرش کرنا۔
فَرَاشَةُ القُفل: راء مخفف۔ قفل کے جھڑ یا پر۔ جو قفل میں ڈالا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَقْفَلَ فَاَفْرَشَ: اس نے قفل لگا دیا اور اس میں جھڑ ڈال دیا۔
الفَرَشَةُ: پروانہ، پتنگا۔ جو شمع کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ مثل ہے: اَطْیَشُ مِنْ فِرَاشَةٍ: پروانے سے زیادہ بے قرار۔ اس کی جمع فِرَاشٌ ہے۔

ف ر ص — الفُرْصَةُ: فرصت، مہلت۔ کہا جاتا ہے کہ: وَجَدَ فُلَانٌ فُرْصَةً وَانتَهَز فُلَانٌ الفُرْصَةَ: فلاں شخص کو موقع ملا اور فلاں شخص نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔
اُفْتَرَصَهَا: کا معنی بھی فرصت کو غنیمت جاننا ہے۔
الفَرْصُ: کاٹنا۔
المِضْرَاصُ: چاندی کاٹنے والی قینچی۔
الفَرِیْصَةُ: پہلو اور شانے کے درمیان کا گوشت۔ چوپایوں کا گوشت ہمیشہ پھڑکتا رہتا ہے۔ اس کی جمع فَرِیْصٌ اور فَرَائِصُ ہے۔ حدیث شریف ہے کہ: اَنَّ النبیَّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قَالَ اِنِّی لَاُكْرَهُ اَنْ اَرَی الرَّجُلَ ثَائِرًا فَرِیْصُ رَقَبَتِهٖ قَائِمًا عَلٰی مُرَیَّتِهٖ یَضْرِبُهَا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بات کو بُرا جانتا ہوں کہ آدمی کی گردن کی رگیں مارے غصے کے پھولی ہوئی دیکھوں کہ وہ کھڑا اپنی چھوٹی عورت کو مار رہا ہو۔ ابوعبید کا قول ہے کہ آپ ﷺ کے اس فرمان سے مراد گردن کے پٹھے اور رگیں ہیں کیونکہ غصے کے وقت یہی پٹھے تنتے اور رگیں پھول جاتی ہیں۔

ف ر ص د — الفِرْصَادُ: (فاء مکسور) سُرخ توت بالخصوص۔

ف ر ض — الفَرْضُ: کسی چیز میں شگاف ڈالنا۔ الفَرْضُ کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب کردہ اوامر اور احکام بھی ہے۔ انہیں یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ فرض امر کے علامات اور حدود متعین ہیں۔ قول خداوندی ہے: لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَفْرُوضًا: میں ضرور تمہارے بندوں میں ایک متعین تعداد کو اپنے قبضے

میں کرلوں گا۔
التَّفْرِیْضُ: شگاف ڈالنا۔ کاٹنا۔ قرآن کی آیت: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا وفَرَّضْنَاها: میں 'فرضنا' میں راء کو مشدد کر کے پڑھا گیا ہے، یعنی ہم نے اس سورت کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔
فُرْضَةُ النَّهْرِ: دریا کا دہانہ۔ فُرْضَةٌ کا فاء مضموم ہے، جہاں سے سیرابی کے لئے پانی لیا جاتا ہے۔
فُرْضَةُ البَحْرِ: بندرگاہ۔
فَرَضَ لَهُ فِي الْعَطَاءِ: اس نے اس کی پنشن مقرر کی۔
فَرَجَ لَهُ فِي الدِّيْوَان: اس نے رجسٹر میں اس کا اندراج کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
فَرَضَتِ البَقَرَةُ: گائے بوڑھی ہوگئی۔ قول خداوندی میں یہی لفظ آیا ہے: لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ: وہ گائے نہ تو بوڑھی ہے اور نہ ہی بچھیا ہے۔ اس کا باب جَلَسَ اور ظرف ہے۔
الفَارِضُ والفَرِضِيُّ: علم وفرائض (وراثت کے حصول کی تقسیم) کا علم جاننے والا۔
فَرَضَ اللهُ عَلَيْنَا كَذَا: اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ کچھ واجب کیا ہے۔
اِفْتَرَضَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا اسم الفَرِيْضَةُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَفْرَضُكُمْ زَيْدٌ: تم میں حضرت زید (رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ علم الفرائض کے جاننے والے ہیں۔
الفَرِيْضَةُ کا معنی چرنے والے چوپایوں میں زکوٰۃ بھی ہے۔

ف ر ط - فَرَطَ فِي الأَمْرِ: اس نے معاملے میں کوتاہی کی اور معاملے کو ضائع کر دیا حتی کہ وہ ختم ہوگیا یا ہاتھوں سے جاتا رہا۔
فَرَّطَ فِيْهِ تَفْرِيْطًا کا معنی بھی یہی ہے۔
فَرَطَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر جلد بازی اور زیادتی کی۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: اَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا: ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا۔
فَرَطَ اِلَيْهِ کے بارے میں یہی قول ہے۔
فَرَطَ القَوْمَ: وہ پانی کے گھاٹ پر دوسروں سے پہلے پہنچ گیا۔ ایسے شخص کو فَارِط کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع فُرَّاط (فاء مضموم) ہے۔ اس کا وزن كُتَّابٌ ہے۔ تمام کا باب نَصَرَ ہے۔
اَفْرَطَه: اس نے اسے چھوڑ دیا یا ترک کر دیا۔ قول خداوندی میں ہے: وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُوْنَ: وہ لوگ آگ میں چھوڑ دیئے جائیں گے۔ یعنی وہ از یاد رفتہ لوگ ہیں۔
اَفْرَطَ فِي الأَمْرِ: اس نے کام یا معاملے

میں زیادتی کی یعنی حد سے تجاوز کیا۔ اس کا اسم الفَــرْطُ ہے۔ اس میں راء ساکن ہے۔ کہا جاتا ہے: اِیَّاکَ وَالفَرْطُ فی الأمْرِ: کام میں حد سے تجاوز کرنے سے بچو۔

الفَــرَطُ: (فاء اور راء دونوں مفتوح) وہ شخص جو سب سے پہلے پانی پر پہنچتا ہے اور رسی ڈول تیار کرتا ہے اور حوض کا بندوبست کرتا ہے۔ اور دوسروں کو پانی پلاتا ہے۔ یہ اسم فَعَلٌ کے وزن پر فاعل کے معنوں میں ہے۔ اس کی مثال تَبَعٌ بمعنی تَابِعٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ فَرَطٌ وقَـوْمٌ فَـرَطٌ بھی۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَا فَرَطُکُمْ عَـلَى الحَـوْضِ: میں قیامت کے دن حوض کوثر پر تمہارا افَرَط ہوں گا۔ یعنی تمہیں سیراب کرنے والا اور پانی پلانے والا۔ اسی نسبت سے بچے کی نماز جنازہ کی دعا میں یہ کہا جاتا ہے کہ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فَـرَطًا: یعنی اے خدا! ہمارے اس بچے کو ہمارے لئے توشۂ آخرت اور اجر بنا جو ہم سے پہلے جائے اور ہم پھر اس کے پاس جا اتریں۔

امْــرٌ فُــرُطٌ: حد سے بڑھا ہوا کام یا معاملہ۔ فاء اور راء مضموم، قول خداوندی میں یہ لفظ آیا ہے: وَكَانَ اَمْرُهُ فُرُطًا۔

ف ر ط س - فُرْطُوسَةُ الخِنْزِيرِ: سور کی تھوتھنی، (فاء مضموم)۔

ف ر ع - فَرْعُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا اوپر والا حصہ۔

الفَــرْعُ کا معنی پورے بال بھی ہے۔

الفَـرَعُ: (فاء اور راء دونوں مفتوح) اونٹنی پہلوٹا یعنی پہلا بچہ جسے وہ بتوں کے نام ذبح کرتے ہیں اور اسے بابرکت سمجھتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے: لا فَـرَعَ ولَا عَتِيْرَةَ: اسلام میں فَرَع یا عِتِیرہ نہیں ہے۔ فـرع سے مراد اونٹنی کے پہلوٹے بچے کی قربانی اور عـتیـرہ ماہ رجب کی قربانی ہے۔ جو دور جاہلیت میں مروّج تھی اور اسلام میں ممنوع ہوگی۔

الأفْرَعُ: زیادہ بالوں والا، الأصلع یعنی گنجے کی ضد ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ اَفْـرَعُ: نبی کریم ﷺ کے سر پر بہت بال تھے۔ تَفَرَّعَتْ اَغْصَانُ الأشْجَارِ: درختوں کی ٹہنیاں بہت زیادہ ہوگئیں یا زیادہ پھیل گئیں۔

ف ر ع ن - فِرْعَوْنُ: شاہ مصر ولید ابن مصعب کا لقب۔ ہر سرکش کو فرعون کہتے ہیں۔ اور باغیوں کو فَرَاعِنَةَ کہا جاتا ہے۔

قَدْ تَفَرْعَنَ: وہ فرعون بن گیا۔

هُوَ ذُو فَرْعَنَةٍ: وہ انتہائی مکروفریب اور نخوت کا مالک ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَخَذْنَا فِرْعَوْنَ هٰذِهِ الأمَّةِ: ہم نے اس امت کے فرعون کو پکڑ لیا۔

ف ر غ-فَرَغَ مِنَ الشُّغْلِ فَرَاغًا: وہ کام سے فارغ ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
تَفَرَّغَ لِكذا: اسے فلاں کام کے لئے فراغت مل گئی۔ اِسْتَفرَغَ مَجْهُوْدَهٗ: اس نے بھرپور کوشش کی۔
فَرِغَ المَاءُ (راء مکسور) فَرَاغًا: پانی ختم ہوگیا یا جذب ہوگیا۔ اَفْرَغَهٗ غَيْرُهٗ: اسے کسی اور نے فارغ کر دیا۔
حَلْقَةٌ مُفْرَغَةٌ: ہر طرف سے خاموشی چھایا ہوا حلقہ۔
تَفْرِيْغُ الظُّرُوْف: برتنوں کو خالی کر دینا۔
ف ر ف خ-الفَرْفَخ: ایک سبزی، خرفہ کا ساگ۔ اسے بَرْبَهْن کہا جاتا ہے۔
ف ر ق-فَرَقَ بين الشَّيْئَيْنِ: اس نے دو چیزوں کے درمیان فرق کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور فُرْقَانًا بھی۔
فَرَّقَ الشَّيْءَ تَفْرِيْقًا وتَفْرِقَةً فانفرَقَ وتَفَرَّقَ وافْتَرَقَ: اس نے کسی چیز میں سے اپنا حصہ تھوڑا تھوڑا کر کے لے لیا، یا بار بار لیا۔ قول خداوندی ہے: وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ: اور قرآن کو جسے ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ جس نے اسے راء مخفف کے ساتھ پڑھا۔ اس کا کہنا ہے کہ ہم نے فَرَقَ يَفْرُقُ میں بیان کر دیا ہے اور جس نے اس میں راء کو مشدد کر کے پڑھا اس کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: ہم نے اسے مختلف ایام و اوقات میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔
الفَرْقُ: مدینہ شریف میں ناپ کا ایک مشہور پیمانہ جو سولہ رطل کے برابر ہوتا ہے۔ اسے راء کی حرکت سے یعنی الفَرَقُ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع فُرْقَانٌ ہے۔ اور یہ جمع کا صیغہ دونوں کی جمع ہے۔ اس کی مثال بطن کی جمع بُطْنَانٌ اور حَمَلٌ کی جمع حُمْلَانٌ ہے۔
الفُرْقَانُ: قرآن کریم۔ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہر چیز فُرْقَانٌ ہے۔ اسی لئے قول خداوندی ہے: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسَى وَهَارُوْنَ الفُرْقَانَ: "ہم نے موسیٰ اور ہارون کو الفرقان یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز دے دی۔"
الفُرْقَةُ اس قول کا اسم ہے کہ فَارَقَهٗ مُفَارَقَةً: اس نے اس کے درمیان جدائی ڈال دی۔ اس کا اسم فِرَاقًا بھی ہے۔
الفَارُوْقُ: ایک نام جس سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ موسوم ہوئے۔
المَفْرِقُ: (راء مکسور و مفتوح) وسط سر۔ یہ سر کی وہ جگہ ہے جہاں سے بال الگ الگ ہوجاتے ہیں۔ مَفْرِقُ الطَّرِيْقِ ومَفْرَقُهٗ: اس کا جمع کا صیغہ نہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ایک راستے سے دوسرا راستہ

الگ ہوتا ہو۔ لوگوں کا قول ہے کہ: للمَفرِقِ مَفارِقُ: یعنی ایک راستے سے کئی اور راستے نکلتے ہیں گویا انہوں نے ہر جگہ سے ایک راستہ نکالا ہے اور ان کی جمع بنالی ہے۔

الفَرَقُ: خوف اور ڈر۔

قَـدْ فَرِقَ مِنْهُ: وہ اس سے ڈر گیا۔ اس کا باب طَرِب ہے۔ ان معنوں میں فَـرَقَـهُ کہنا درست نہیں ہے۔

امْـرَاةٌ فَـرُوقَـةٌ: خوف زدہ عورت۔ مرد کے لئے بھی رَجُـلٌ فَـرُوقَـةٌ بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع نہیں ہے۔

دِیکٌ اَفْرَقُ: کلغی والا مرغا۔

رَجُـلٌ اَفْرَقُ: مانگ والا مرد۔ جس کے بالوں یا داڑھی میں مانگ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ: هُـوَ اَبْیَنُ مِنْ فَرَقِ الصُّبْحِ (فاء اور راء دونوں مفتوح) وہ ابتدائے صبح سے بھی زیادہ نمایاں اور روشن ہے۔

الفِـرْقُ مِنَ الشَّـیْءِ: کسی چیز سے پھوٹ نکلنا۔ یہیں سے قول خداوندی ہے: فَـانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِـرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیمِ: تو سمندر پھٹ پڑا اور ہر ٹکڑا گویا ایک بڑا پہاڑ بن گیا۔

الفِرْقَةُ: لوگوں کا فرقہ، جماعت۔

الـفَـرِیـقُ: لوگوں میں سے اکثر۔ حدیث شریف میں ہے: اَفَارِیقُ العَرَبِ: عرب کے فرقے۔ اَفَارِیقُ، اَفْرَاق کی جمع ہے۔ اور افْرَاق، فرقہ کی جمع ہے۔

اَفْـرَقَ الـمَـرِیـضُ مِـنْ مَـرَضِـهِ والمحْمُوْمُ مِنْ حُمَّاهُ: مریض کو مرض سے افاقہ ہوا اور بخار والے آدمی کو بخار سے آرام آیا۔

اِفْرِیقِیَّةُ: ایک اسلامی ملک کا نام۔

ف ر ق د-الفَرْقَدُ: بچھڑا۔

الفَرْقَدانِ: قطب کے قریب دو ستارے۔

ف ر ق ع-الفَرْقَعَةُ: انگلیوں کا چٹخانا۔

فَرْقَعَهَا فَتَفَرْقَعَتْ: اس نے انگلیوں کو چٹخایا تو وہ چٹخ گئیں۔

ف ر ک-فَرَکَ الثَّوبَ والسُّنبُلَ بِیَدِهِ: اس نے اپنے ہاتھ سے کپڑے کو رگڑا اور بالی کو ہتھیلی سے مسلا۔

اَفْرَکَ السُّنْبُلُ: بالی یا خوشہ رگڑا یا مسلا گیا یعنی فریک بن کر اس کے دانے الگ الگ اور صاف ہو گئے اور دانے کھانے کے قابل ہو گئے۔

ف ر ن-الفُرْنُ: تنور۔ جس میں روٹی پکاتے ہیں۔

الفُـرْنِـیُّ: موٹی روٹی جو اس جگہ سے منسوب ہے۔ یہ تنور کے علاوہ ہے۔

ف ر ن د-فِرِنْدُ: (فاء اور راء دونوں مکسور) تلوار۔

اِفْـرِنْـدُهُ: (ہمزہ اور راء مکسور) تلوار کا

جوہر۔اس کے نقش ونگار۔

ف ر ہ—الفَارِهُ: حاذق، تجربہ کار۔

قَدْ فَرُهَ: وہ تجربہ کار ہوگیا۔اس کا باب ظَرُفَ اور سَهُلَ ہے اور فَرَاهِيَةٌ بھی۔ اس کا اسم فاعل فَارِهٌ ہے۔جو نادر یا شاذ ہے۔اور اس کی مثال حَامِضٌ ہے۔از روئے قیاس تو اس کا اسم فاعل فَرِيْهٌ ہونا چاہئے۔اور اس کی مثال حَمِيْضٌ ہے۔ مثلاً: صَغُر کا اسم فاعل صَغِيْرٌ اور عَظُمَ کا عظیمٌ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے قول خداوندی: فَارِهِيْنَ کا معنی تجربہ کار اور فَرِهِيْنَ کا معنی شریر اور متکبر بتایا ہے۔نیز الفَارِهُ من النّاس کا معنی خوش شکل اور الفَارِهُ من الدَّوَابِ: کا معنی تیز رَو بتایا ہے۔ دوسروں نے الفَارِهُ کا معنی خوبرو بتایا ہے۔ الجوہری کا قول ہے کہ ٹٹو، خچر اور گدھے کے لئے تو فَارِهٌ کہا جاتا ہے جو الفُرُوهَةُ، الفراهَةُ اور الفَرَهِية سے مشتق ہے۔ مثلاً: بَراذين فرهة: عمدہ اور تیز رَو ٹٹو۔ اس کی مثال صَاحِبٌ اور صحبةٌ ہے۔ اور بَرَاذِيْنُ فُرْهَةٌ میں فُرْهَةٌ کی مثال بَازِلٌ اور بُزُلٌ ہے۔البتہ گھوڑے کے لئے فَرَسٌ فَارِهٌ نہیں کہتے بلکہ گھوڑے کے لئے رَائِعٌ اور جَوَادٌ کہتے ہیں۔فَرِهَ کا باب طَرِبَ ہے۔اس کی مثال اَشِر اور بَطِرَ ہے۔جس کا معنی ہے وہ بد اور شریر ہوا اور متکبر اور اترانے والا بنا۔قول خداوندی ہے: وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فَرِهِيْنَ: اور تم بے تکلف اتراتے ہوئے پہاڑوں اور چٹانوں کو تراش تراش کر مکانات تعمیر کرتے ہو۔جس نے آیت میں فَرِهين پڑھا تو وہ فَرِهَ سے مشتق ہے اور جس نے اس فَارِهِيْنَ پڑھا تو وہ فَرُهَ (راء مضموم) سے مشتق ہے۔

ف ر ا—الفَرْوُ: فر۔اس کی جمع الفِرَاء ہے۔ اِفْتَرى الفَرْوَ: اس نے فر کا لباس پہنا۔

فَرَى الشَّيْءَ: اس نے چیز کو مرمت کرنے یا درست کرنے کے لئے کاٹا،اس کا باب رَمَى ہے۔فَرَى كَذِبًا: اس نے ایک جھوٹ گھڑا۔افْتَرَاهُ: اس نے اس پر افتراء کیا یا بہتان باندھا۔ اس کا اسم الفِرْيَة: تہمت اور بہتان ہے۔قول خداوندی ہے: شَيْئًا فَرِيًّا: کا معنی گھڑی ہوئی یا بنائی ہوئی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی عظیم یعنی بہت بڑی بات ہے۔

اَفْرَى الأَوْدَاجَ: اس نے گردن کی رگیں کاٹ دیں۔

اَفْرِى الشَّيْءَ: اس نے چیز میں شگاف ڈال دیا۔یا پھاڑ دیا۔

فَانْفَرَى وَتَفَرَّى: وہ چیز پھٹ گئی۔ کہا جاتا ہے: تَفَرَّى اللَّيْلُ عَنْ صُبْحِهِ: رات پھٹ کر صبح روشن ہوئی۔ اَفْرَى الذِّئْبُ بَطْنَ الشَّاةِ: بھیڑیے نے بکری کا پیٹ پھاڑ دیا۔ بقول الکسائی: اَفْرى الاَدِيمَ: اس نے خراب کرنے کے لئے چمڑے کو کاٹ دیا اور فَرَاه کا معنی ہے اس نے مرمت اور اصلاح کے لئے چمڑے کو کاٹا۔

ف ز ر - الفَزَرُ: (فاء مفتوح) کپڑے میں سوراخ ہونا یا پھٹن، شگاف۔

قَدْ تَفَزَّرَ الثَّوْبُ: کپڑا پھٹ گیا اور بوسیدہ ہوگیا۔

فَزَرَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو پھاڑ دیا یا اس میں شگاف ڈال دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ف ز ز - اسْتَفَزَّهُ الخَوْفُ: اسے خوف نے دبلا اور کمزور کر دیا۔

قَعَدَ مُسْتَفِزًّا: وہ بے چین بیٹھا رہا۔

ف ز ع - الفَزَعُ: خوف اور دہشت اور گھبراہٹ۔ یہ دراصل مصدر ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی جمع اَفْزَاعٌ کے وزن پر بنائی گئی ہو۔ کہتے ہیں کہ فَزِعَ اِلَيْهِ: اس نے اس سے فریاد کی اور فَزِعَ مِنْهُ: وہ اس سے گھبرایا۔ دونوں کا باب طَرِبَ ہے۔ ان معنوں میں فَزِعَهُ نہیں کہنا چاہیے۔

المَفْزَعُ بروزن المَجْمَعُ: پناہ۔ جائے پناہ۔ پناہ گاہ۔

فُلَانٌ مَفْزَعٌ لِلنَّاسِ: فلاں شخص لوگوں کے لئے پناہ گاہ ہے۔ اس میں واحد اور جمع دونوں یکساں ہیں۔ اسی طرح مؤنث اور مذکر بھی دونوں یکساں ہیں۔

اذا دَهَمَهُمْ اَمْرٌ فَزِعُوا اِلَيْهِ: جب انہیں کوئی خطرہ لاحق ہوا تو وہ اس کے پاس پناہ لینے گئے۔

الفَزَعُ: کا معنی فریاد بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے انصار سے فرمایا: اِنَّكُمْ لَتَكْثُرُوْنَ عِنْدَ الفَزَعِ وتَقِلُّوْنَ عِنْدَ الطَّمَعِ: (اے معشر انصار!) تم فریاد رسی یعنی دوسروں کی فریاد رسی کے لئے تو زیادہ سے زیادہ جوش و جذبہ اور کام کرتے ہو اور طمع اور لالچ کے موقعوں پر بہت کم دلچسپی لیتے ہو۔

الاِفْزَاعُ: ڈرانا اور فریاد رسی کرنا بھی۔ کہا جاتا ہے: فَزِعَ اِلَيْهِ فَاَفْزَعَهُ: وہ اس کے پاس فریاد لے کر گیا تو اس نے اس کی فریاد رسی کی۔ یا اس نے اس سے پناہ مانگی تو اس نے اسے پناہ دے دی۔

التَّفْزِيْعُ: کلمات اضداد میں سے ہے یعنی اس کے متضاد معانی ہیں۔ کہا جاتا ہے: فَزَّعَهُ: اس نے اسے خوف زدہ کر دیا اور فَزَّعَ عَنْهُ: اس نے اس کا خوف دور کر

دیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے:
حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِم: تا آنکہ ان کے دلوں میں ڈر اور خوف دور ہو گیا۔

ف س ح—الفُسْحَةُ: (فاء مضموم) گنجائش۔ فراخی ووسعت۔
مَكَانٌ فَسِيْحٌ: کشادہ مکان۔
فَسَحَ لَهٗ فِي الْمَجْلِسِ: اس نے مجلس میں اسے جگہ دے دی۔ اس کا باب قطع ہے۔
اِنْفَسَحَ صَدْرُهٗ: اس کا سینہ کشادہ ہوا۔
تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجْلِسِ: مجلس میں کھلے کھلے ہو کر بیٹھو۔

ف س خ—الفَسْخُ: توڑنا۔ اس کا باب قطع ہے۔ کہا جاتا ہے: فَسَخَ الْبَيْعَ وَالْعَزْمَ: اس نے بیع اور عزم فسخ کر دیا۔
فَانْفَسَخَ: تو وہ فسخ ہو گئے۔
تَفَسَّخَتِ الفَارَةُ فِي الماءِ: چوہا پانی میں پھول کر پھٹ گیا۔

ف س د—فَسَدَ الشَّيْئُ يَفْسُدُ: (سین مضموم) فَسَادًا: چیز خراب ہو گئی۔ اسی چیز کو فاسدٌ کہتے ہیں۔
فَسُدَ (سین مضموم) فَسَادًا کا بھی یہی معنی ہے اس کا اسم فاعل فَسِيْدٌ ہے۔
اَفْسَدَهٗ فَفَسَدَ: اس نے اسے خراب کیا تو وہ خراب ہوا۔ خراب ہونے کے معنوں کے لئے اِنْفَسَدَ نہیں کہنا چاہیے۔
المَفْسَدَةُ، المَصْلَحَةُ کی ضد۔ اس کا معنی خرابی ہے۔

ف س ر—الفَسْرُ: بیان۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
التفسير کا معنی بھی یہی ہے۔
اِسْتَفْسَرَهٗ: اس نے اس سے پوچھا۔ استفسار کیا۔

ف س ط—الفُسْطَاطُ: بالوں کا گھر یا خیمہ۔ اس کے بہت سے لہجے ہیں، وہ یہ ہیں:
(۱) فُسطَاط،
(۲) فُستَاطٌ اور
(۳) فُسَّاطٌ (سین مشدّد)
ان میں الفِسْطَاط: (فاء مکسور) بھی ایک لہجہ ہے۔ اس طرح یہ چھ لہجے ہوتے ہیں۔
فُسْطَاطٌ: مصر کا ایک شہر۔

ف س ق—فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ: تازہ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ فَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ: اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ ابن الاعرابی رحمہ اللہ کا قول ہے: فَاسِقٌ کا لفظ جاہلی کلام یا جاہلی شعر و نظم میں قطعاً نہیں سنا گیا۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ عجیب بات ہے۔ حالانکہ یہ لفظ عربی ہے۔ الفِسِّيْقُ: ہمیشہ۔ دائمی طور پر فسق کرنے والا۔
الفُوَيْسِقَةُ: چوہیا۔

ف س ک ل-الفِسْكِلُ: (فاء مکسور کاف مکسور) گھڑ دوڑ میں آخر میں آنے والا گھوڑا۔ یعنی پھسڈی۔ اسی سے کہا جاتا ہے: رَجُلٌ فِسْكِلٌ: رذیل اور کمینہ آدمی۔ عام زبان میں اسے فُسْكُلٌ کہتے ہیں، جس میں فاء مضموم ہے۔ ابوالغوث کا قول ہے کہ گھڑ دوڑ میں پہلے یعنی اول آنے والے کو المُجَلِّى کہتے ہیں۔ دوم کو المُصَلِّي، سوم کو المُسَلِّي چہارم کو التَّالِي، پنجم کو العَاطِف، ششم کو المُرْتَاح، ہفتم کو المُؤَمِّل، ہشتم کو الحَظِيُّ، اور نہم کو اللَّطِيْمُ، اور دہم کو السُّكَيْتُ کہتے ہیں۔ یہی آخر میں آنے والا الفُسَيْكِلُ ہے۔ اسے القَاشُور بھی کہتے ہیں۔

ف س ل-الفَسْلُ مِنَ الرِّجَالِ: رذیل اور کمینے لوگ۔

المَفْسُوْلُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب ظَرُفَ اور سَهُل ہے۔ اور اسم فاعل فَسْلٌ ہے۔

ف س ا-فَسَا: اس نے بغیر آواز ریح خارج کی یا گوز کیا۔ اس کا باب عَدَا ہے اور اسم الفَسْوُ، فَعُوْلٌ کے وزن پر اسم مبالغہ، بمعنی بہت زیادہ گوز کرنے والا۔ مثل ہے: مَا اَقْرَب مَحْسَاهُ من مَفْسَاهُ: اس سے گھونٹ بھرنے کی آواز اس کے گوز کی آواز کے کس قدر قریب ہے۔

ف ش ش-فَشَّ الذق الرِّيَاحُ: اس نے دھونکنی سے ساری ہوا خارج کر دی یا ڈکار لی، (باب رَدَّ)۔

اِنْفَشَّتِ: مشک وغیرہ کے کھل جانے سے ساری ہوا خارج ہو گئی۔

ف ش ل-الفَشِلُ: کمزور اور بزدل آدمی۔ اس کی جمع اَفْشَالٌ ہے۔

قَدْ فَشِلَ: وہ بزدل ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

ف ش ا-فَشَا الخَبَرُ: خبر پھیل گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

الفَوَاشِي: بھیڑ بکری اور اونٹ وغیرہ قسم کی ہر منتشر اور پھیلی ہوئی چیز۔ حدیث شریف میں ہے: ضُمُّوا فَوَاشِيَكُمْ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ العِشاء: اپنے چوپایوں کو عشاء کی تاریکی چلے جانے تک اپنے پاس روکے رکھو۔

ف ص ح-رَجُلٌ فَصِيْحٌ وَكَلَامٌ فَصِيْحٌ: فصیح انسان اور فصیح کلام۔ یعنی بلیغ انسان اور بلیغ کلام۔ لِسَانٌ فَصِيْحٌ: تیز زبان۔ کہا جاتا ہے: كُلُّ نَاطِقٍ فَصِيْحٌ وَمَالَا يَنْطِقُ فَهُوَ اَعْجَمُ: ہر بولنے والا فصیح ہے۔ اور جو بولتا نہیں وہ گونگا ہے۔

فَصُحَ العَجَمِيّ: عجمی کی زبان فصیح ہو گئی۔ اس کی زبان میں لحن باقی نہ رہا۔ ان کا باب ظرف ہے۔

تَفَصَّحَ فِي كَلَامِهِ: اس نے اپنے کلام

میں فصاحت کا تکلف کیا۔
تَفَاصَحَ: اس نے فصاحت کا تکلف کیا۔
اَفْصَحَ العَجْمِيُّ: عجمی نے عربی زبان میں بات کی۔
ف ص د—الفَصْدُ: رگ کاٹ کر فصد لینا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قَدْ فَصَدَ وافْتَصَدَ: اس نے فصد کھلوائی یا فصد لی۔
ف ص ص—فَصٌّ: (فاء مفتوح) انگوٹھی۔ یا انگوٹھی کا نگینہ۔ عوامی زبان میں اسے مکسور الفاء فِصٌّ بولتے ہیں۔ اس کی جمع فُصُوْصٌ ہے۔ فَصُّ الأمرِ کا معنی حقیقت الامر بھی ہے۔ یعنی اصل بات۔
الفِصْفِصَةُ: (دونوں فاء مکسور) تازہ کھجور۔ فارسی میں اس کا اصل لفظ اسفست ہے۔
ف ص ع—فَصعَ الرُّطْبَةَ: اس نے کھجور کا رس نچوڑا تاکہ چھلکا اتر جائے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ نَهَى عَنْ فَصْعِ الرُّطْبَةِ: نبی اکرم ﷺ نے کھجور کا رس نکالنے یا پوست اتارنے سے منع فرمایا۔
ف ص ل—الفَصْلُ: اس کی جمع الفُصُوْلُ ہے بمعنی کاٹنا۔
فَصَلَ الشَّيْءَ فانفَصَلَ: اس نے چیز کو کاٹا تو وہ کٹ گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
فَصَلَ مِنَ النَّاحِيَةِ: وہ باہر نکلا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ فَصَلَ الرَّضِيْعَ عَنْ اُمِّهِ: دودھ پیتے بچے کو ماں سے چھڑا دیا۔ اس کا مضارع يَفْصِلُهُ (صاد مکسور) ہے۔ اور اسم فِصالاً۔
اِفْتَصَمَهُ: اس نے اس کا دودھ چھڑا دیا۔
فَاصَلَ شَرِيْكَهُ: اس نے اپنے شریک کا روبار کو الگ کر دیا۔
المَفْصِلُ بروزن المجلِسُ، اس کی جمع مَفَاصِلُ ہے۔ معنی اعضائے بدن کے جوڑ۔
المِفْصَلُ بروزن المِبْضَعُ: کا معنی زبان ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ انْفَقَ نَفَقَةً فَاصِلَةً فَلَهُ مِنَ الأجْرِ كذا: جس نے ایسا خرچ کیا جس سے اس کے کفر اور ایمان میں جدائی پڑ گئی تو اسے اس قدر اجر ملے گا۔
الفَصِيْلُ: اونٹنی کا بچہ، جب اسے ماں سے جدا کر دیا جائے۔ اس کی جمع الفُصْلانُ اور فِصَال ہے۔
فَصِيْلَةُ الرَّجُلِ: آدمی کا خاندان۔ قریبی رشتہ دار۔ کہا جاتا ہے کہ: جَـآءَ بِفَصِيْلَتِهِمْ: وہ سب کے سب آگئے۔ عِقْدٌ مُفَصَّلٌ: ایسا ہار جس میں دو، دو موتیوں کو اکٹھا پرو دیا گیا ہو۔
التَفْصِيْلُ کا معنی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنا بھی ہے۔
فَصَّلَ القَصَّابُ الشَّاةَ: قصاب نے

بکری کے اعضاء کاٹے۔ الفَيْصَلُ: حاکم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔

ف ص م - فَصَمَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو غیر محسوس طریقے سے توڑا، کہتے ہیں کہ فَصَمَهُ: اس نے اسے توڑ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ فَانْصَمَ تو وہ ٹوٹ گیا۔ قول خداوندی ہے: لَا انْفِصَامَ لَهَا: اللہ کی رسی میں ٹوٹنے کا امکان نہیں ہے۔

تَفَصَّمَ کا معنی بھی انْفَصَمَ کا ہے۔

ف ص ا - تَفَصَّى: وہ تنگی اور مصیبت سے چھوٹ گیا۔ اس کا اسم الفَصْيَةُ (فاء مفتوح اور صاد ساکن) ہے۔ اس کا ذکر حدیث قیلہ میں ہے: وَمَا كِدْتُ اتفصّى مِنْ فُلَانٍ: فلاں شخص سے ابھی تک میری جان نہیں چھوٹی۔ تَفَصَّى من الدُّيُونِ: وہ قرضوں سے سبکدوش ہوگیا۔

ف ض ح - فَضَحَهُ فَافْتَضَحَ: اس نے اس کی فضیحت کی تو اس کی فضیحت ہوگئی۔ یعنی اس نے اسے برا بھلا کہا اور اس کی برائیاں شمار کیں۔ اس کا باب قطع ہے۔ اور اس کا اسم الفَضِيحَةُ ہے۔ اور الفُضُوحُ بھی ہے جس میں فاء اور ضاد دونوں مضموم ہیں۔

ف ض خ - الفَضِيخُ: صرف بُسر کھجور سے بغیر آگ چھوائے کشید کی ہوئی شراب۔

ف ض ض - الفَضُّ: توڑنا۔ توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

فَضُّ خَتْمِ الْكِتَابِ: خط یا لفافے کی مہر توڑنا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَفْضُضِ اللّٰهُ فَاكَ: اللہ تیرا منہ یا تیرے دانت نہ توڑے۔ روایت ہے کہ یہ کلمات حضور ﷺ نے نابغہ جعدی کے ایک شعر پر سوال کے جواب پر فرمائے تھے۔ چنانچہ نابغہ ایک سو بیس سال زندہ رہے اور ان کے دانت سلامت رہے۔ ان معنوں میں: لَا يُفْضِضْ (یاء مضموم) نہیں کہنا چاہئے۔

انْفَضَّ الشَّيْءُ: چیز ٹوٹ گئی۔

فَضَّ القَوْمَ فَانْفَضُّوا: اس نے قوم کو منتشر کر دیا تو وہ منتشر ہوگئی۔ ہر منتشر چیز کو فَضَضٌ (فاء اور ضاد دونوں مفتوح) کہتے ہیں۔ البتہ الفِضَضُ (فاء مکسور) تو یہ فِضَّةٌ بمعنی چاندی کی جمع ہے۔ لِجَامٌ مُفَضَّضٌ: چاندی سے مرصع کی ہوئی لگام۔

ف ض ل - الفَضْلُ والفَضِيلَةُ: النقيصة اور النقصُ کی ضد ہے اور معنی زیادہ دینا اور فضیلت ہے۔

الافْضَالُ: احسان کرنا۔

رَجُلٌ مِفْضَالٌ عَلَى قَوْمِهَا: اپنی قوم پر بہت زیادہ احسان کرنے والی فیاض

عورت۔

اَفْضَلَ عَلَيْهِ وتَفَضَّلَ دونوں کاایک ہی معنی ہے۔

المُتَفَضِّلُ: دوسروں پر اپنی فضیلت جتانے والا شخص۔ قول خداوندی ہے: يُرِيْدُ ان يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ: وہ تم پر اپنی فضیلت جتانا چاہتا ہے۔ اَفْضَلَ مِنْهُ اور اسْتَفْضَلَ کاایک ہی معنی ہے۔

فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهٖ: اس نے اسے دوسروں پر ترجیح دی۔ اس کا مصدر تَفْضِيْلا ہے۔ اور معنی اس نے اسے دوسروں سے افضل قرار دیا۔

فَاضَلَهُ فَفَضَلَهُ: اس کا باب نَصَرَ ہے اور معنی وہ فضیلت میں دوسرے پر غالب آ گیا۔

الفَضْلَةُ و الفُضَالَةُ: بچی ہوئی چیز، پس خوردہ و پس ماندہ۔

فَضَلَ مِنْهُ شَيْءٌ: اس میں سے کچھ چیز بچ گئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا ایک دوسرا لہجہ فَهِمَ کے باب میں سے ہے۔ اور ایک تیسرا لہجہ بھی ہے: فَضِلَ يَفْضُلُ (ضاد مضموم) لیکن وہ شاذ ہے اور اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

ف ض ا—الفَضَاءُ: فضا۔ کشادہ جگہ۔

قَدْ اَفْضٰى: وہ کھلے میدان میں نکلا۔

اَفْضٰى اِلَيْهِ بِسِرِّهٖ: اس نے اسے راز دار بنایا یا اپنا راز بتایا۔

اَفْضٰى بِيَدِهٖ الى الأرض فى سُجُوْدِهٖ: اپنے سجدوں میں اس نے اپنی ہتھیلی سے زمین کو چھوا۔

ف ط ر—اَفْطَرَ الصَّائِمُ: روزہ دار نے افطار کیا۔ اس کا اسم الفِطْرُ ہے۔

فَطَّرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے روزہ افطار کرایا۔ اس کا مصدر تَفْطِيْرًا ہے۔

رَجُلٌ مُفْطِرٌ: افطار کیا ہوا مرد۔ یعنی بے روزہ۔

قَوْمٌ مَفَاطِيْرُ: بے روزہ قوم۔ افطار کی ہوئی قوم۔ اس کی مثال مُوْسِرٌ کی جمع مَيَاسِيْرُ ہے۔ رَجُلٌ فِطْرٌ اور قَوْمٌ فِطْرٌ کا معنی مُفْطِرُوْنَ ہے۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

الفَطُوْرُ: (فاء مفتوح) ناشتہ یعنی معنی الفَطُوْرِيّ کا ہے۔ گویا یہ الفطور سے صفت نسبتی ہے۔

فَطَرَتِ المَرْاَةُ العَجِيْنَ: عورت نے آٹا خمیر ہونے سے پہلے پکایا۔

الفِطْرَةُ: فطرت، خصلت اور عادت۔

الفَطْرُ: پھاڑنا، شگاف ڈالنا۔ کہا جاتا ہے کہ فَطَرَهُ فانْفَطَرَ: اس نے اسے پھاڑا تو وہ پھٹ گیا۔

تَفَطَّرَ الشَّيْءُ: چیز پھٹ گئی یا اس میں شگاف پڑ گیا۔ الفَطْرُ کا معنی ابتداء اور

اختراع بھی ہے۔ ان چاروں فعلوں کا باب نَصَرَ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ: فَاطِرُ السَّمٰوٰت کا معنی کیا ہے؟ یہاں تک کہ میرے پاس دو (اعرابی وبدّو) آئے جو ایک کنویں کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: اَنَا فَطَرْتُهَا کہ اس کنویں کو میں نے کھودا ہے یعنی اسے شروع سے میں نے کھودا ہے۔

الفَطِيرُ: فطیر، یہ خمیر کی ضد ہے۔ تازہ گندھا ہوا آٹا جو خمیر نہ ہوا ہو۔ ہر وہ چیز جسے پکنے سے پہلے لے لیا جائے فطیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اِيَّاكَ والرَّاىَ الفَطِيرَ: بدیہی رائے یعنی سوچ سمجھے بغیر دل میں آنے والی رائے سے محتاط رہو۔ اور کہا جاتا ہے: عِنْدِی خُبْزٌ خَمِيرٌ وحَيْسٌ فَطِيرٌ: میرے پاس خمیری روٹی اور تازہ تیار کیا ہوا حَیس کھانا ہے۔

ف ط س — الفَطَسُ: (فاء اور طاء دونوں مفتوح) ناک کی نالی کا چپٹا اور پھولا ہوا ہونا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے، ایسے شخص کو اَفْطَسُ چوڑی یا چپٹی ناک والا شخص۔ اس کا اسم الفَطَسَةُ ہے۔ اس میں فاء اور طاء دونوں مفتوح ہیں کیونکہ یہ لفظ عَاهَةِ کی طرح ہے۔ یعنی جسمانی عیب ہے۔ اس لئے اس کی صفت افعل کے وزن اَفْطَسُ ہے۔

فَطَسَ: وہ مر گیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

ف ط م — فِطَامُ الصَّبِیُّ: بچے کا دودھ چھڑانا۔ یعنی ماں سے الگ کر دینا۔ کہا جاتا ہے: فَطَمَتِ الأمُّ وَلَدَهَا. تَفْطِمُهُ (طاء مکسور) فِطَامًا: ماں نے اپنے بچے کا دودھ چھڑا دیا۔ ایسے بچے کو فَطِيمٌ کہتے ہیں۔

فَطَمْتُ الرَّجُلَ مِنْ عَادَتِهِ: میں نے آدمی کی عادت چھڑا دی۔

ف ط ن — الفِطْنَةُ: فہم اور سمجھ۔ کہا جاتا ہے: فَطَنَ للشَّیْءِ، يَفْطُنُ (طاء مضموم) فِطْنَةً وفَطِنَ (طاء مکسور) فِطْنَةً بھی اور فَطَانَةً وفَطَانِيَةً (دونوں میں فاء مفتوح) اس نے چیز کو سمجھ لیا۔

رَجُلٌ فَطِنٌ: (طاء مکسور و مضموم) سمجھدار آدمی۔

ف ظ ظ — الفَظُّ مِنَ الرِّجَالِ: بدخلق اور غلیظ انسان۔ فَظَّ يَفَظُّ (فاء مفتوح) فَظَاظَةً (فاء مفتوح) جنگلوں میں اونٹ کی اوجھ کا پانی نچوڑنا اور پینا۔

ف ظ ع — فَظُعَ الأمْرُ: بات حد سے بڑھ گئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اسم فاعل فَظِيعٌ یعنی بہت برا ہے۔ یہی معنی افظَعَ الأمْرُ کا ہے۔ اس کا اسم فاعل

مُـفْـظِـعٌ ہے۔ اَفْـظَـعَ الشَّـیْءَ اسْتَفْظَعَهٗ: اس نے چیز کو بہت برا پایا۔

ف ع ل – الفَعْلُ: (فاء مفتوح) فَعَلَ بمعنی اس نے کیا، کا مصدر ہے۔ اس کا مضارع یَفْعَلُ ہے۔ بعض نے اس آیت کو: وَاَوْحَـیْـنَا اِلَیْهِمْ فِعْلَ الخَیراتِ: پڑھا ہے۔

الفِعل: (فاء مکسور) اسم ہے اور اس کی جمع الفِعَال ہے۔ اس کی مثال قِدْحٌ کی جمع قِدَاحٌ ہے۔ الفَعَال: (فاء مفتوح) کرم اور فیاضی۔ الفَعَالُ، فَعَلَ کا مصدر بھی ہے اور اس کی مثال الذَّهَابُ ہے۔ اسی سے فَعْلَةٌ حَسَنَةٌ یاقَبِیْحَةٌ مشتق ہے۔ فَعَلَ الشَّیْء فانفَعَلَ: اس نے کوئی کام کیا تو وہ ہوگیا۔ اس کی مثال کَسَـرَهٗ فـانْکَسَرَ: اس نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا ہے۔

ف ع م – افْعَمَ الاناءَ: اس نے برتن کو بھر دیا۔

ف ع ا – الأفعی: سانپ۔ یہ اَفْعَلُ کے وزن پر اَفْعَی (منوّن) ہے۔ اس کی مثال اَرْوَی ہے۔ اس کی جمع اَفَاعِ ہے۔

الاُفْعُوَانُ: نر سانپ۔

اَرْضٌ مَفْعَاةٌ: سانپوں والی زمین۔

ف ق أ – فَقأَ عَیْنَهٗ: اس نے اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ فَقَّأَهَا تَفْقِئَةً کا معنی بھی یہی ہے۔ تَفَقَّأَ الدُّمَّلُ وَالقَرْحُ: پھوڑا یا زخم، پھوٹ پڑا اور اس سے مواد بہہ نکلا۔

ف ق د – فَقَدَهٗ: اس نے اسے کھویا یا ضائع کر دیا۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔ اور فُقْدَانًا بھی ہے۔

افْتَقَدَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔ تَفَقَّدَهٗ: چیز کے گم ہونے پر اس نے اسے تلاش کیا۔

ف ق ر – ذُوْ الفَقَارِ: نبی کریم ﷺ کی تلوار کا نام۔

الفَاقِرَةُ: مصیبت اور بلا۔ کہا جاتا ہے کہ: فَقَرَتْهُ الفَاقِرَةُ: مصیبت نے اس کی کمر (ریڑھ کی ہڈی) توڑ دی۔ ابن السکیت رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الفَقِـیْـرُ وہ ہے جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ کچھ ہو، اور المِسْکِیْنُ وہ ہے جس کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ ہو۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ مسکین فقیر کی بہ نسبت زیادہ بہتر حالت میں ہوتا ہے۔ یونس رحمہ اللہ کا قول ہے کہ فقیر، مسکین سے زیادہ خوشحال ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک اعرابی سے کہا: اَفَقِیْرٌ اَنْتَ؟ کہا تو فقیر ہے؟ تو اس نے کہا کہ: لَا واللّٰہ! بَلْ مِسْـکِیْنٌ: نہیں، بلکہ میں تو مسکین ہوں۔ ابن الاعرابی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور مسکین کا بھی یہی حال

ہے۔

الفُقْرُ: (فاء مضموم) فَقْر کا ایک لہجہ ہے جس کی مثال الضُّعف اور الضَّعْفُ ہے۔

اَفْقَرَہُ اللّٰہُ فَافْتَقَرَ: اللہ نے اسے فقیر کر دیا تو وہ فقیر ہو گیا۔

الفَقِیْرُ کا معنی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹا ہوا شخص بھی ہے۔ سَدَّ اللّٰہُ مَفَاقِرَہٗ: اللہ تعالیٰ اس کی بدحالیوں کو بہتر کرے، یعنی اس کو مال دار بنا دے اور اس کے فقر کے اسباب کو ختم کر دے۔ لوگوں کا یہ قول: مَا اَغْنَاہُ وَمَا اَفْقَرَہ: (وہ کس قدر مال دار ہے اور وہ کس قدر فقیر ہے)، شاذ ہے کیونکہ ان معنوں کے لئے اُفْتَضوَ اور استغنی کے الفاظ آتے ہیں۔ لہٰذا اس مادے سے تعجب کا صیغہ بنانا درست نہیں ہے۔

ف ق س - فَقَسَ الطَّائِرُ بَیْضَہٗ: پرندے نے اپنا انڈا گندہ کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ف ق ع - الفُقُوْعُ: اَصْفَرُ فَاقِعٌ: گہرا پیلا یا زرد۔ اس کا اسم ہے قَد فَقَعَ لَوْنُہٗ: اس کا رنگ گہرا ہو گیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے اور دَخَلَ ہے۔

بَقَرَۃٌ صَفْرَاءُ لَوْنُہَا: ایک ایسی گائے جس کا رنگ گہرا زرد ہو۔

الفُقَّاعُ: جھاگ والی شراب۔

الفَقَاقِیْعُ: شیشے کی طرح پانی پر بننے والے بلبلے۔

فَقَّعَ اَصَابِعَہٗ: اس نے اپنی انگلیوں کو چٹخایا اس کا مصدر تَفْقِیْعٌ ہے۔

ف ق م - الفُقْمُ: (فاء مضموم) جبڑا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ حَفِظَ مَا بَیْنَ فُقْمَیْہِ: جس نے دو جبڑوں کے درمیان کی چیز یعنی زبان کی حفاظت کی......

تَفَاقَمَ الاَمْرُ: بات بڑھ گئی۔ یا معاملہ سنگین ہو گیا۔

ف ق ہ - الفِقْہُ: فہم۔ قَدْ فَقِہَ الرَّجُلُ: (قاف مکسور) فِقْہًا: آدمی سمجھدار ہوا۔

فُلَانٌ لَا یَفْقَہُ وَلَا یَنْقَہُ: فلاں شخص کو نہ سمجھ ہے اور نہ شعور۔

اَفْقَہْتُہٗ: میں نے اسے سمجھایا۔ اس لفظ کا اصل معنی تو یہ ہے بعد میں اس کا اطلاق علم شریعت پر ہوا، اور یہ شرعی اصطلاح بن گیا۔

الفَقِیْہُ: علم فقہ کا عالم۔ فَقُہَ: وہ فقیہ بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

فَقَّہَہُ اللّٰہُ تَفْقِیْہًا: اللہ تعالیٰ نے اسے علم فقہ عطا کیا۔ فَاقَہَہٗ: اس نے اس سے علم کے بارے میں بحث کی۔

ف ک ر - التَّفَکُّرُ: سوچ و بچار کرنا۔ اس کا اسم الفِکْرُ اور الفِکْرَۃُ ہے اور مصدر الفَکْرُ (فاء مفتوح) ہے۔ اس کا

باب نَصَرَ ہے۔ اَفْکَرَ فِی شَیْءٍ، فَکَّرَ فِیهِ: (کاف مشدّد) اور تَفَکَّرَ: تینوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے سوچا یا غور و فکر اور سوچ بچار کیا۔

رَجُلٌ فِکِّیرٌ: بہت سوچ و بچار کرنے والا آدمی۔

ف ک ک – فَکَّ الشَّیْءَ: اس نے اس کو آزاد کر دیا۔ کُلُّ مُشْتَبَلَیْنِ فَصَلَهُمَا فَقَدْ فَکَّهُمَا: اس نے دو جڑی ہوئی چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔

فَکَّکَهُ تَفْکِیکًا کا بھی یہی معنی ہے۔

الفَکُّ: جبڑا۔ کہا جاتا ہے: مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَیْنَ فَکَّیْهِ: آدمی کی ہلاکت دو جبڑوں کے درمیان میں ہے یعنی زبان کے غلط استعمال میں ہے۔

فَکَّ الرَّهْنَ: اس نے رہن چھڑوا لیا۔ اِفْتَکَّهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

فِکَاکُ الرَّهْنِ: (فاء مفتوح اور مکسور) گروی یا رہن چیز کو واگزار کرانا۔ فَکُّ الرَّقَبَةِ: گردن یعنی غلام کا آزاد کرنا۔ ان تینوں کا باب رَدَّ ہے۔

انْفَکَّتْ رَقَبَتُهُ مِنَ الرِّقِ: اس کی گردن غلامی سے آزاد ہو گئی۔

مَا انْفَکَّ فُلَانٌ قَائِمًا: فلاں شخص ابھی تک کھڑا ہے۔

سَقَطَ فُلَانٌ وانفَکَّت قَدَمُهُ اَوْ اِصْبَعُهُ: وہ گر گیا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا یا اس کی انگلی اپنی جگہ سے ڈھل گئی۔

ف ک ہ – الفَاکِهَةُ: پھل، میوہ۔ اس کی مختلف قسموں کو الفَوَاکِهُ کہتے ہیں۔

الفَاکِهَانِیُّ: پھل فروش۔

الفُکَاهَةُ: مزاح، خوش مزاقی۔ گپ شپ۔ (فاء مضموم) فاء مفتوح ہو تو فَکِهَ الرَّجُلُ کا مصدر ہے۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ اس کا اسم فاعل فَکِهٌ ہے۔ معنی خوش طبع آدمی ہے۔

الفَکِهُ کا معنی اترانے والا۔ خود پسند اور بدشرارتی آدمی بھی ہے۔ قرآن کی آیت: ونعمۃٍ کَانُوا فِیهَا فٰکِهِینَ: وہ نعمتوں یعنی آرام و آسائش میں بدمست تھے۔

فَاکِهِینَ: عیش و آرام کرنے والے۔ خوش حال اور فارغ البال لوگ۔

المُفَاکَهَةُ: باہم خوش طبعی اور مزاح کرنا۔

تَفَکَّهُ: اسے تعجب ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ نادم ہوا۔ قول خداوندی ہے: فظَلْتُمْ تَفَکَّهُونَ: تم ہاتھ ملتے رہ گئے یعنی نادم و پشیمان ہو کر رہ گئے۔

تَفَکَّهَ بِالشَّیْءِ: اس نے کسی چیز سے فائدہ اٹھایا۔

ف ل ت – اَفْلَتَ الشَّیْءُ: چیز چھوٹ

گئی۔ تَفَلَّتَ اور انْفَلَتَ کا معنی بھی یہی ہے۔
اَفْلَتَهُ غَيْرُه: کسی اور نے اسے چھڑایا۔
ف ل ج — الفَلْجُ: بروزن الفَلْسُ: کامیابی۔ فتح مندی۔
فَلَجَ عَلَى خَصِيمِه: وہ اپنے دشمن پر فتحمند ہوا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مثل ہے: مَنْ يَاتِ الحَكَمَ وَحْدَهُ يَفْلُجُ: جو شخص کسی مقدمے میں حاکم یا قاضی کے پاس اکیلا آئے گا وہ جیت جائے گا۔
اَفْلَجَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ: اللہ اسے اس پر فتحمند کرے۔ اس کا اسم الفُلْجُ (فاء مضموم) ہے۔ اَفْلَجَ اللّٰهُ حُجَّتَهُ: اللہ تعالیٰ اس کی حجت اور دلیل کو مضبوط کرے اور غالب کرے۔
الفَلَجُ فِى الأسْنَانِ: (فاء اور لام دونوں مفتوح) دانتوں کے درمیان فاصلہ، اس کا باب طرب ہے۔
رَجُلٌ اَفْلَجُ الاَسْنَانِ: دانتوں کے درمیان فاصلے والا آدمی۔
امرأةٌ فَلْجَاءُ الاسنَانُ: دانتوں کے درمیان فاصلے والی عورت۔ ابن درید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دانتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔
الفَالِجُ: ریح، ہوا۔ قَدْ فُلِجَ الرَّجُلُ: آدمی کو فالج ہو گیا۔ ایسے شخص کو مفلوج کہتے ہیں۔
ف ل ح — الفَلَاحُ: کامیابی، بقا اور نجات۔ یہ اسم ہے۔ اس کا مصدر الافْلَاحُ ہے۔
خاوند بیوی سے کہتا ہے: اسْتَفْلِحِى بِامْرِكِ: اپنے معاملہ کی بھلائی کی فکر کر لے۔ یہ طلاق کا کنایہ ہے یعنی اپنی راہ لے۔ شاعر کا قول ہے:
وَلٰكِنْ لَيْسَ الدُّنيا فَلَاحُ
"لیکن اس دنیا کے لئے کامیابی کہاں؟ یعنی اسے بقاء کہاں حاصل ہے۔"
الفَلَاحُ کا معنی سحری بھی ہے۔ (جس کا اہتمام رمضان میں کیا جاتا ہے) حدیث شریف میں ہے: حَتّٰى خِفْنَا اَنْ يَفُوْتَنَا الفَلَاحُ: یہاں تک کہ ہمیں سحری کے چھوٹ جانے یا فوت کا خوف لاحق ہوا، کہا گیا ہے کہ سحری کو یہ نام اس لئے دیا ہے کہ اس سے روزے کی بقاء متعلق اور منحصر ہے۔
حَىَّ عَلَى الفَلَاحِ کا معنی ہے۔ کامیابی اور نجات کی طرف آؤ۔ فَلَحَ الأرْضَ: اس نے کھیتی میں زراعت کے لئے ہل چلایا۔ اس کا باب قطع ہے۔ اسی نسبت سے کاشت کار کو فَلَّاح اور کاشتکاری کو الفِلَاحَةُ کہتے ہیں۔ مثل ہے: الحَدِيْدُ بالحَدِيْدِ يُفْلَحُ: لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔
ف ل ذ — الفَالُوْذُ: الفَالوذقُ: فالودہ

دونوں معرب کلمے ہیں۔ یعقوب کا کہنا ہے کہ اسے الفَالُوذَج نہیں کہنا چاہئے۔

ف ل س - الفَلْسُ: سب سے چھوٹا سکہ، پیسہ۔ اس کی جمع قلت اَفْلُس اور جمع کثرت فُلُوسٌ ہے۔

قَدْ اَفْلَسَ الرَّجُلُ: آدمی مفلس اور قلاش ہوگیا۔ یعنی اس کے درہم (زیادہ قیمت کے سکے) فلوس۔ (کم قیمت کے سکے) بن گئے یا کھوٹے ہوگئے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اَخْبَثَ الرَّجُلُ: آدمی خبیث بن گیا یعنی اس کے ساتھی خبیث ہوگئے۔ اور دوسری مثال اَقْطَفَ ہے یعنی اس کی سواری سست ہوگئی۔ ہوسکتا ہے کہ اَفْلَسَ کہنے سے مراد یہ ہو کہ آدمی کی حالت ایسی ہوگئی کہ اس کے پاس ایک فلس (پیسہ) بھی نہ رہا۔ اس کی مثال ہے: اَقْهَرَ الرَّجُلُ: یعنی آدمی کی حالت ایسی ہوگئی کہ اس پر قہر اور جبر کیا جاسکے۔ اور اَذَلَّ الرَّجُلُ: آدمی کا حال یہ ہوگیا کہ وہ ذلیل ہو۔

فَلَّسَهُ القاضِیُ: عدالت نے اسے دیوالیہ قرار دیا۔

ف ل ع - فَلَعَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو توڑا۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔

فَلَّعَهُ تَفْلِیْعًا کا معنی بھی یہی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا کہ فَلَّعَهُ فَانْفَلَعَ وتَفَلَّعَ: اس نے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔ فِی رِجْلِهٖ فُلُوْقٌ: اس کے پاؤں میں چاک پڑے گئے یعنی پاؤں پھٹ گئے ہے کہا جاتا ہے کہ کَلَّمَنِیْ مِنْ فَلْقٍ (لام ساکن) اس نے مجھ سے سوراخ یا شگاف میں سے بات کی۔ یا اس نے مجھ سے عجیب بات کی۔

الفَلَقُ: (فاء اور لام دونوں مفتوح) پو پھٹنا۔ کہا جاتا ہے کہ: فَلَقَ الصُّبْحَ فَالِقُهُ: فالق (پھاڑنے والے) نے صبح کو پھاڑ نکالا، قول خداوندی ہے: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الفَلَقِ: میں پو پھٹانے والے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ فلق سے مراد صبح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ساری تخلیق ہے۔

الفِلْقُ بروزن الرِّزْقُ: بلا، مصیبت اور عجیب دلچسپ بات۔ اسی سے اَفْلَقَ الرَّجُلُ وافْتَلَقَ: آدمی نے عجیب وغریب بات کی۔

شَاعِرٌ مُفْلِقٌ: انوکھا کلام کہنے والا شاعر۔

الفِلْقَةُ: (فاء مکسور) بمعنی ٹکڑا۔ کہا جاتا ہے: اَعْطِنِیْ فِلْقَةَ الجَفْنَةِ: مجھے نصف پیالہ دے دو۔ الفُلَّیْقُ (فاء مضموم و لام مشدد) ایک قسم کا آڑو جو اپنی گٹھلی سے الگ ہوجاتا ہے۔

الفَیْلَقُ: فوجی دستہ۔ اس کی جمع فَیَالِقُ ہے۔

ف ل ک - فلكة المِغزَل: چرخے کا ٹکڑا۔ (فاء مفتوح) اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے یہ چرخے کو گھماتا ہے۔

الفُلْکُ: کشتی، سمندری جہاز۔ واحد و جمع اور مذکر و مؤنث کے لئے یکساں ہے۔ قول خداوندی ہے: فی الفُلْک المشحُون: اس میں الفلک مذکر اور جمع کے صیغے کے طور پر آیا ہے۔ اور دوسرے قول: وَالفُلْکَ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ: میں مؤنث اور واحد و جمع دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور تیسرا قول خداوندی ہے: حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الفُلْکِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ: اس آیت میں الفُلک جمع کے طور پر آیا ہے۔ گویا یہ ایک مرکب کے معنوں میں ہو تو مذکر ہے اور اگر سفینہ کے معنوں میں ہو تو مؤنث ہے۔ سیبویہ کہا کرتے تھے کہ: اَلْفُلْکُ الَّتِیْ میں الفُلکُ صیغہ واحد الفلک کی جمع مکسر ہے۔ اور یہ جُنُبٌ کی طرح نہیں ہے جو واحد اور جمع کے صیغوں میں یکساں ہو۔ اور نہ ہی الطفل اور اس قسم کے اسماء کی طرح ہے، کیونکہ فُعْلٌ اور فَعَلٌ کے اوزان کسی ایک چیز پر مشترک ہوتے ہیں مثلاً: العُرْبُ العَرَبُ اور العُجْمُ اور العَجَمُ، نیز الرُّهْبُ اور الرَّهَبُ. پس جب یہ جائز ہے کہ فَعَلٌ کو فُعْلٌ کے وزن پر جمع بنایا جاسکے۔ مثلاً: اَسَدٌ کی اُسْدٌ، تو یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ فِعْلٌ کو فُعْلٌ کے ہی وزن پر جمع بنایا جائے۔

الفَلَکُ: اس کی جمع اَفْلَاکٌ ہے۔ اور معنی سیارے۔ اس کی جمع فُعْلٌ کے وزن پر بنانا جائز ہے، مثلاً: اَسَدٌ کی اُسْدٌ اور خَشَبٌ کی جمع خُشُبٌ.

ف ل ل - تَفَلَّلَتْ مضارِبُ السَّیْفِ: تلوار کی دھار میں دندانے پڑ گئے۔

فَلَّ الجَیْشَ: اس نے فوج کو شکست دے دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے: فَلَّهُ فَانْفَلَّ: اس نے اسے شکست دے دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہا جاتا ہے:

فَلَّهُ فَانْفَلَّ: اس نے اسے توڑا تو وہ ٹوٹ گیا۔ محاورہ ہے: مَنْ قَلَّ ذَلَّ وَمَنْ اَمِرَ فَلَّ: جو تعداد میں کم ہوا۔ وہ ذلیل ہوا اور جن کی کثرت ہوگئی۔ انہوں نے فتح پائی۔

الفُلْفُلُ: سرخ مرچ۔

شَرَابٌ مُفَلْفَلٌ: تیز شراب جو مرچ کی طرح منہ کو جلادے۔

ف ل ن - فُلَانٌ: فُلاں، یہ کنایہ ہے۔ اور اشارہ ہر اس شخص کی طرف ہوتا ہے جو موضوع کلام ہو۔ لوگوں کے علاوہ دوسروں کے بارے میں (الف لام شامل کر کے) الفُلَانُ اور الفُلَانَةُ کہا جاتا ہے۔

ف ل ا–الفَلَاةُ: جنگل۔اس کی جمع الفلا اورالفلَوات ہے۔

الفَلُوُّ: (واؤمشدّد) بچھیرااور مؤنث کے لئے فَلُوّہٌ: بچھیری۔

الفِلُوُ بروزن الجِروُ: الفَلُوُّ کا ہم معنی ہے۔

فَلَى رَأسَهُ مِنَ القَمْلِ: اس نے اپنے سر سے جوئیں نکالیں، اس کا باب رَمَى ہے۔تَفَالَى هُوَ:اس نے کسی سے سر کی جوئیں نکالنے کو کہا۔

اسْتَفْلَى: اس نے چاہا کہ اس کے سر سے کوئی جوئیں نکالے۔

فَلَى الشِّعْرَ: اس نے شعر میں غور وفکر کر کے اس کے غریب معانی نکالے، اس کا باب بھی رَمَى ہے۔

ف م–فَمٌ: اس کی اصل فُوْهٌ ہے۔اس سے 'ہ' ساقط ہونے کے بعد میم کا بطور تعویض اضافہ کیا گیا تا کہ اس کا اعراب کیا جا سکے۔ میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے بذیل مادہ 'ف و ہ' بتایا ہے کہ میم کا 'ہ' کے عوض اضافہ کیا گیا ہے نہ کہ واؤ کے عوض۔یہاں بیان کردہ بات اس کے الٹ ہے۔اس لفظ کے کئی لہجے ہیں۔لیکن فاء ہر حالت میں مفتوح ہے اور مضموم بھی ہر حالت میں ہے۔اسی طرح فاء ہر حالت میں مکسور ہوگا۔کچھ لوگ اس کا اعراب دو جگہوں میں کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں: هٰذا فَمٌ رایتُ فَماً اور مَرَرْتُ بِفَمٍ. البتہ ضرورت شعری کے پیش نظر میم کو مشدد کیا جا سکتا ہے۔

ف ن د–الفَنَدُ: (فاء اور نون دونوں مفتوح) جھوٹ۔اس کا معنی بڑھاپے کے باعث کمزوری بھی ہے۔اس سے فعل اَفْنَدَ ہے۔عَجُوزٌ مُفْنِدَةٌ: کمزور رائے بڑھیا کہنا جائز نہیں، کیونکہ بڑھیا تو جوانی میں بھی صائب الرای نہیں ہوتی۔

التَّفْنِيْدُ: ملامت۔کسی کو ضعیف الرای قرار دینا۔

ف ن ک–الفَنَکُ: لومڑی سے قدرے چھوٹا جانور جس کی کھال سے پوستین بنتا ہے۔

الفَنِيْکُ: دو جبڑوں کے ملنے کی جگہ یا کنارہ۔حدیث شریف میں ہے: اِذَا تَوَضَّأتَ فَلَاتَنْسَ الفَنِيْکَيْنِ: جب تم وضو کرنے لگو تو جبڑوں کے ملنے والی جگہوں کو نہ بھولنا۔یہ دونوں بھولنے کی جگہیں ہیں۔

ف ن ن–الفَنُّ: فن اس کی جمع الفُنُوْن ہے، یعنی انواع و اقسام کے فنون اور دوسری جمع الافَانِيْنُ ہے جس کا معنی اسالیب ہے۔اس سے مراد کلام کی مختلف جنس اور اسلوب وطریقے ہیں۔

رَجُلٌ مُتَفَنِّنٌ: صاحب فن شخص۔ افتنَّ الرَّجُلُ فی حَدِیثِہِ وفی خُطْبَتِہِ: اس نے اپنی بات اور اپنے خطبے میں فن پیدا کیا۔ اس کا وزن اِشْتَقَّ ہے۔

الفَنَنُ: ٹہنی۔ اس کی جمع الافْنَانُ ہے اور اس کی جمع اَفَانِینُ ہے۔

ف ن ی - فَنِیَ الشَّیْءُ فَنَاءً: چیز فنا ہوگئی۔ تباہ ہوگئی۔ تَفَانَوْا: انہوں نے جنگ میں ایک دوسرے کو فنا کر دیا۔ فِنَاءُ الدَّار: گھر کا صحن۔ اس کی جمع اَفْنِیَۃٌ ہے۔

ف ہ د - الفَهْدُ: چیتا۔ اس کی جمع فُهُودٌ ہے۔

فَهِدَ الرَّجُلُ: آدمی زیادہ سونے اور لیٹے رہنے میں چیتے کی طرح ہوگیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا دَخَلَ فَهِدَ واذا خَرَجَ اَسِدَ: جب وہ داخل ہوتا ہے تو چیتے کی طرح اور جب گھر سے نکلتا ہے تو شیر کی طرح۔

ف ہ م - فَهِمَ الشَّیْءَ: اس نے بات کو سمجھا۔ (ہاء مکسور ہے) اس کا مصدر فهمًا اور فَهَامَۃً ہے۔

فُلَانٌ فَهِمٌ: فلاں شخص سمجھدار ہے۔

اسْتَفْهَمَہُ الشَّیْءَ فَاَفْهَمَہُ: اس نے اس سے کچھ پوچھا تو اس نے بتا دیا۔

فَهَّمَہُ تَفْهِیمًا: س نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا۔ تَفَهَّمَ الکلام: اس نے بتدریج بات سمجھ لی۔

فَهْمٌ: ایک قبیلے کا نام ہے۔

ف ہ ہ - الفَهَّۃُ: سقطہ، درماندگی، بات نہ کر سکنا۔ غلطی، چوک، خطا، لغزش۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں بھی ہے۔

ف و ت - فَاتَہُ الشَّیْءُ: اس کی چیز گم ہوگئی، چوک گئی، ضائع ہوگئی۔ اس کا باب قَالَ اور فَوَاتًا (فاء مفتوح) ہے۔

اَفَاتَہُ اِیَّاہُ غَیْرُہُ: کسی اور نے اس سے وہ چیز ضائع کرادی یا گنوادی۔

الافْتِیَاتُ: دوسروں سے مشورہ کیے بغیر اپنی رائے سے کام کرنا۔ محاورہ ہے: اَفْتَاتَ عَلَیْہِ بِاَمْرِ کذا: اس سے فلاں بات ضائع ہوگئی یا چوک گئی۔

فُلَانٌ لا یُفْتَاتُ عَلَیْہِ: فلاں شخص کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔

تَفَاوَتَ الشَّیْئَانِ تَفَاوُتًا: دو چیزوں میں فرق پڑ گیا۔ تَفَاوُتًا میں واؤ مضموم ہے لیکن خلاف قیاس اسے مفتوح اور مکسور بھی کیا گیا ہے۔

ف و ج - الفَوْجُ: لوگوں کی ایک جماعت۔ اس کی جمع افواج ہے اور فُلُوس کے وزن پر فُؤُوجٌ بھی ہے۔

ف و ح - فَاحَتْ رِیحُ المسک: مشک (عطر) کی خوشبو پھیل گئی۔ اس کا

باب قَالَ اور بَاعَ ہے اور فُؤُوحًا بھی ہے اور فَوَحَانًا بھی اور فَيَحَانًا بھی ہے۔ان میں فاء مفتوح ہے۔کہا جاتا ہے: فَاحَ الطِّيبُ: خوشبو پھیل گئی۔لیکن فَاحَتْ رِيحٌ خَبِيثَةٌ (یعنی بدبو پھیل گئی) نہیں کہتے۔

ف و خ—فَاخَتِ الرِّيحُ: ریح خارج ہوئی جب اس میں آواز ہو۔اس کا باب قَالَ ہے۔اَفَاخَ الاِنْسَانُ اِفَاخَةً: انسان نے آواز کے ساتھ ریح خارج کی یعنی اس نے گوز مارا۔حدیث شریف میں ہے: كُلُّ بَائِلَةٍ تُفِيخُ: میرا کہنا ہے کہ پیشاب کرنے والا ہر جاندار جب پیشاب کرتا ہے تو اس سے آواز کے ساتھ ریح خارج ہوتی ہے۔

ف و د—فَوْدُ الرَّأْسِ: سر کی دو جانبیں یا طرفیں۔

ف و ر—فَارَتِ الْقِدْرُ: ہانڈی میں جوش آیا یا اُبال آیا۔اس کا باب قَالَ ہے اور فَوَرَانًا بھی۔اس میں واؤ مفتوح ہے۔لوگوں کا قول ہے: ذَهَبْتُ فِي حَاجَةٍ ثُمَّ اَتَيْتُ فُلَانًا مِن فَوْرِي: میں کسی کام سے یا ضرورت سے گیا تھا پھر میں فوراً ہی فلاں شخص کے پاس آیا۔یعنی بغیر سکون کئے یا بغیر ٹھہرے۔

فَوْرَةُ الْحَرِّ: گرمی کی لپک۔فُوَارَةُ الْقِدْرِ: ہانڈی کا اُبال (فاء مضموم اور واؤ مخفف)۔

ف و ز—الْفَوْزُ: نجات، کامیابی۔اس کا معنی ہلاکت بھی ہے۔ان دونوں کا باب قَالَ ہے۔اَفَازَهُ اللّٰه بكذا ففاز: اللہ نے اسے فلاں کام میں کامیابی عطا کی تو وہ کامیاب ہوا۔یا اللہ نے اسے فلاں بات سے نجات دی تو وہ بچ گیا۔قول خداوندی ہے: بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ: عذاب سے نجات پانے والا۔

الْمَفَازَةُ: جنگل، اس کی جمع الْمَفَاوِزُ ہے۔ابن الاعرابی کا کہنا ہے کہ جنگل کا نام اس لئے مَفَاوَزَةٌ پڑا ہے کہ یہ جائے ہلاکت ہے، اور فَوَّزَ تَفْوِيزًا: بمعنی وہ ہلاک ہوا، سے ماخوذ ہے۔اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ نام بطور تفاءل یعنی نیک شگون کے طور پر رکھا گیا ہے اور فوز و سلامتی سے ماخوذ ہے۔

ف و ض—فَوَّضَ اليه الأَمْرَ تَفْوِيضًا: اس نے کام اس کے حوالے کر دیا۔قَوْمٌ فَوْضَى بروزن سَكْرَى: غیر منظم قوم، جس کا کوئی سربراہ نہ ہو۔تَفَاوَضَ الشَّرِيكَان في المال: دو شریک کاروبار آدمیوں نے مالی معاملات میں باہم مذاکرات کئے۔ایسی شرکت کو شَرِكَةُ المفاوضة کہتے ہیں۔فَاوَضَهُ في

اَمْرِہٖ: اس نے اپنے معاملے میں اس سے بات چیت کی۔
تَفَاوَضَ الْقَوْمُ: قوم کے لوگوں نے ایک دوسرے سے بات چیت کی۔
ف و ف- بُرْدٌ مُفَوَّفٌ: سفید دھاری والی چادر۔اس کا معنی باریک چادر بھی ہے۔
ف و ق- فَوْقٌ: اوپر، اس کی ضد تَحْتَ: نیچے ہے۔ قول خداوندی ہے: بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا: مچھر یا اس سے بڑھ کر۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اس کا معنی 'یا اس سے کمتر' ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے محاورۃً کہتے ہیں: فُلَانٌ صَغِيْرٌ هُوَ فَوْقَ ذٰلِكَ، یعنی فلاں چھوٹا ہے وہ تو اور بھی چھوٹا ہے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ فَمَا فوقَهَا کا معنی اَعْظَمُ مِنْهَا: اس سے بڑا ہے۔ یعنی مکھی اور مکڑی۔
فَاقَ الرَّجُلُ اَصْحَابَهٗ: آدمی کو اپنے ساتھیوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
فَاقَ الرَّجُلُ يَفُوْقُ فُوَاقًا (فاء مضموم) آدمی کے سینے میں ہوا اٹکی یعنی ہچکی لگ گئی یا سینے میں ہوا کی خرخراہٹ ہوئی۔
الفُوَاقُ: (فاء مضموم اور مفتوح) دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان کا وقفہ۔ کیونکہ ایک بار دودھ دوہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے جانور کو چھوڑ دیا جاتا ہے، اس دوران جانور کا بچہ دودھ پیتا ہے اور تھنوں میں مزید دودھ اتر آتا ہے۔ پھر دوبارہ دودھ دوہا جاتا ہے۔ اس درمیانی وقفہ کو فُوَاق کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: مَا اَقَامَ عِنْدَهُ الافُوَاقًا: وہ اس کے پاس صرف ایک فُواق بھر رہا ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے: العِيَادَةُ قَدْرَ فُوَاقِ نَاقَةٍ: بیمار پرسی اتنی دیر ہوسکتی ہے جتنی دیر اونٹنی کے دوسرے بار دوہنے میں کرتے ہیں۔ قول خداوندی ہے: مَالَهَا مِنْ فُوَاقٍ: فواق کو فاء مضموم اور مفتوح دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی اس زوردار چیخ کے بعد کوئی فواق بھر وقفہ بھی نہ ہوگا۔ ابوموسیٰ رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے جس میں وہ اپنی قراءت کا حال بیان کرتے ہیں: اَمَّا اَنَا فَاَتَفَوَّقُهٗ تَفَوُّقَ اللَّقُوحِ: میں اونٹنی کے دوبارہ دوہنے کے وقفوں کے ساتھ قرآن پڑھتا ہوں۔ یعنی میں دن رات میں ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن پڑھتا ہوں۔ الفَاقَةُ: فاقہ، گرسنگی۔ فقر و ناداری۔
اِفْتَاقَ الرَّجُلُ: آدمی فاقہ زدہ ہوگیا۔ ان معنوں میں فَاقَ الرَّجُلُ نہیں کہتے۔
اِسْتَفَاقَ مِنْ مَرَضِہٖ: اسے بیماری سے افاقہ ہوا۔ اِسْتَفَاقَ مِنْ سُكْرِہٖ: اسے نشے سے یا بیہوشی سے افاقہ ہوا۔
اَفَاقَ کا معنی بھی یہی ہے۔

ف و م—الفُوْم: تھوم، لہسن۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت میں 'وثومِهَا' ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الفُوْمُ کا معنی گندم ہے۔ اور شامی لہجے میں اس کا معنی چنا ہے۔

فَوِّمُوْا لَنَا: ہمارے لئے روٹی پکاؤ۔ الفرّاء کا قول ہے کہ یہ پرانا اور قدیمی لہجہ ہے۔

الفَيُّوْمُ: مصر کی سرزمین کا علاقہ جہاں بنو امیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد قتل کیا گیا۔

ف و ہ—فُوَہٌ: ایک گھاس یا مخصوص درخت کی چھال جس کے ذریعے عطر کی اصلاح کی جاتی ہے جس طرح مصالحہ جات سے کھانوں کو مزیدار اور زود ہضم کرنے کے لئے اصلاح کی جاتی۔ فُوہٌ کی جمع اَفْوَاہٌ ہے اور اس کی مثال سُوْقٌ کی جمع اَسْوَاقٌ ہے۔ اس کی جمع الجمع اَفَاوِيْہُ ہے۔ الفُوْہُ: جو ہمارے قول کا اصل لفظ فَمٌ ہے۔ اس کی جمع بھی اَفْوَاہ ہے۔

كَلَّمْتُهُ فَاهُ اِلٰى فِيَّ: میں نے اس سے روبرو بات کی۔ فُـوْہٌ میں 'ھا' میم کا عوض ہے نہ کہ واؤ کا۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب بذیل مادہ فَمٌ میں کہا کہ اس لفظ کی میم کا عوض 'ھا' واؤ کا عوض ہے نہ کہ 'ھا' کا۔ لہٰذا یہاں یہ ذکر سابقہ بیان کی نقیض ہے۔

اَفْـوَاهُ الْاَزِقَّةِ وَالْاَنْهَارِ: اس کا واحد فُوْهَةٌ ہے جس میں واؤ مشدد ہے۔ اس کا معنی گلیوں یا دریاؤں کے دہانے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: اَقْـعُـدُ عَلٰى فُوَّهَـةِ الطَّـرِيْقِ: میں راستے کے دہانے پر بیٹھا ہوں۔ فَاهَ بِالْكَلَامِ: اس نے بات کی۔ اس کا باب قَـالَ ہے۔ تَفَوَّهَ بِهٖ کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا فُهْتُ بِكَلِمَةٍ وَمَا تَفَوَّهْتُ: میں نے ایک بات تک نہ کی۔ یا میں نے بات کرنے کے لئے اپنا منہ نہیں کھولا۔

ف و ا—الفُـوَّةُ: درختوں کی جڑیں جن کے ذریعے دوسری چیزوں کو رنگا جاتا ہے۔

ثَوْبٌ مُفَوًّى: رنگا ہوا کپڑا۔ اس کی مثال قُوَّة سے مُقَوًّى ہے۔

ف ی ا—فَاءَ: وہ لوٹا۔ واپس ہوا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

الفِئَةُ: طائفہ، گروہ، اس کی جمع فِئُوْن اور فِئَاتٌ ہے اس کی مثال لِدَاتٌ ہے۔

الفَيْءُ: مال فئے، خراج اور غنیمت کا مال۔ کہا جاتا ہے: اَفَـاءَ اللّٰهُ عَـلَـيْـنَا مَالَ الكُفَّارِ: اللہ نے ہمیں کافروں کا مال بطور مالِ فے عطا کیا۔ اَفَـــاءَ میں الف ممدود ہے۔ اس کا مضارع يُـفِـيْءُ اور مصدر اِفَاءَةٌ ہے۔

الفَيْءُ کا معنی زوال آفتاب کے بعد سایہ کا ڈھلنا ہے۔ اسے اس لئے فَيْءٌ کہا جاتا ہے

کہ اس وقت سایہ ایک طرف سے ہٹ کر دوسری طرف پھر جاتا ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: **الظِّلُّ مَا نَسَخَتْهُ الشَّمْسُ والفَيْءُ ما نَسَخَ الشَّمْسَ**: یعنی ظِل سایہ وہ ہے جس کے پیچھے سورج ہو، اور فئے وہ ہے جس کے آگے سورج ہو۔ رُؤبة کا قول ہے کہ ہر وہ چیز جس پر دھوپ پڑ کر ڈھل گئی ہو اسے فِئے کہتے ہیں اور جس پر ابھی دھوپ نہ پڑی ہو تو وہ ظلّ ہے۔

فِیْء کی جمع **اَفْیَاء** اور **فُیُوْء** بروزن **فُلُوس** ہے۔

فَیَّاتِ الشَّجَرَةُ تَفْيِئَةً: درخت سایہ دار ہوگیا۔ **تَفَیَّاْتُ اَنَ فی فَیْئِهَا**: میں اس کے سائے میں بیٹھا۔ **تَفَیَّأَتِ الظِّلَالُ**: سایہ ڈھل گیا۔

ف ی د—الفَائِدَةُ: علمی یا مالی منفعت جس سے تم استفادہ کرتے رہو۔

فَادَتْ لهُ فَائدةٌ: اسے فائدہ پہنچا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اسی طرح **فَادلَه مَالٌ**: اس کے لئے مال ثابت ہوگیا۔

اَفَدْتُ المَالَ: میں نے اسے مال دیا۔ **اَفَدْتُهُ** بھی اور **اسْتَفَدْتُهُ** کا معنی بھی یہی ہے۔

ف ی ص: کہا جاتا ہے: **وَاللّٰهِ مَا فَاصَ**: قسم بخدا وہ نہیں ہٹا۔

وَمَا عَنْهُ مَحِيصٌ ولا مَفِيصٌ: اس سے کوئی فرار نہیں۔ **مااسْتَطَعْتُ اَنْ اَفِيصَ مِنْهُ**: میں اس سے دور نہ ہوسکا یا دور نہ ہٹ سکا۔

ف ی ض—فَاضَ الخَبرُ، يَفِيضُ واسْتَفَاضَ: خبر پھیل گئی۔

وهُوَ حَدِيثٌ مُسْتَفِيضٌ اور وہ لوگوں میں منتشر و مشتہر عام حدیث ہے۔ ان معنوں میں **مُسْتَفَاضٌ** نہیں کہنا چاہیے۔

المُسْتَفِيضُ: پانی بہانے کا سوال کرنے والا یا پانی مانگنے والا۔

فَاضَ المَاءُ: پانی کی کثرت ہوگئی یا پانی زیادہ ہو کر ندی کے کناروں تک بہا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور **فیضُوضَةٌ** بھی۔

فَاضَ اللِّئَامُ: لئیم اور کمینے لوگوں کی کثرت ہوگئی۔

فَاضَ الرَّجُلُ: آدمی مر گیا۔ اس کا باب بَاعَ اور جَلَسَ ہے۔ **فَاضَتْ نَفْسُهُ**: اس کی روح نکل گئی یا جان نکل گئی۔ ابو عبید، ابو زید، الفرّاء اور اصمعی رحمہم اللہ کا کہنا ہے **فَاضَ الرَّجُلُ** اور **فَاضَتْ نَفْسُهُ** نہیں کہا جاتا البتہ **يَفِيضُ الدمع والماء**: آنسو اور پانی بہتے ہیں۔ نیز کہا جاتا ہے کہ **اَفَاضَ اِنَائَهُ حَتّٰی فَاضَ**: اس نے اپنا برتن بھر لیا حتی کہ وہ لبریز ہوگیا۔ اور **اَفَاضَ دُمُوْعَهُ**: اس نے اپنے آنسو بہائے۔

اَفَاضَ الْمَاءَ عَلَى نَفْسِهٖ: اس نے اپنے آپ پر پانی گرایا یا بہایا۔ اَفَاضَ النَّاسُ مِنْ عَرَفَاتٍ اِلٰى مِنًى: لوگ عرفات سے منیٰ کو چل پڑے۔ ہر بار کو افاضہ کہتے ہیں۔ اَفَاضُوا فِي الْحَدِيثِ: وہ باتوں میں مشغول ہو گئے۔

الْفَيْضُ: مصر کا دریائے نیل اور دریائے بصرہ بھی۔ نَهْرٌ فَيَّاضٌ: (یاء مشدد) ٹھاٹھیں یا موجیں مارتا دریا۔

رَجُلٌ فَيَّاضٌ: بہت زیادہ سخاوت کرنے والا شخص۔

ف ی ف – الْفَيْفَاءُ: چٹیل صحراء۔ اس کی جمع الْفَيَافِي ہے۔

ف ی ل – الْفِيلُ: ہاتھی۔ اس کی جمع اَفْيَالٌ ہے اور فُيُولٌ و فِيَلَةٌ بروزن عِنَبَةٌ: اسے اَفْيِلَة نہیں کہنا چاہئے۔

فَيَّالٌ: ہاتھی بان، مہاوت۔

ف ل م – الْفَيْلَمُ: لوگوں میں سے بڑا قد آور آدمی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی بڑے جثے والا اور موٹا آدمی ہے۔ دجال کے ذکر میں آیا ہے کہ رَاَئْتُهُ فَيْلَمَانِيًا: میں نے اسے عظیم الجثہ دیکھا۔

ف ی ن – الْفَيْنَاتُ: گھڑیاں۔ کہا جاتا ہے: لَقِيتُهُ الْفَيْنَةَ بَعْدَ الْفَيْنَةِ: میں اس سے وقفوں وقفوں کے ساتھ ملا۔ یا میں اس سے بار بار ملا۔

رَجُلٌ فَيْنَانٌ: خوبصورت لمبے بالوں والا۔

ف ی ا – فِيْ: حرف جر۔ یہ صرف برتن، جگہ اور سما جانے والی چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: کہیں گے فِي الاناء: برتن میں۔ زيدٌ في الدار: زید گھر میں ہے۔

الشَّكُّ فِي الخبر: خبر میں شبہ ہے۔ بعض اوقات حرف فِيْ عَلٰى کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی ہے: وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ: میں تمہیں کھجور کے درختوں کے تنوں پر لٹکا دوں گا۔ یونس کا خیال ہے کہ عرب لوگ نَزَلْتُ فِي ابيك کہہ کر اس سے مراد نزلت عَلٰى ابيك لیتے ہیں یعنی فی کہہ کر علٰی مراد لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ فِيْ کہیں باء کی جگہ بھی استعمال ہوا ہو۔

باب القاف

ق ب ب — قَبَّ الجلد و التمرُ: جلد یا کھال اور کھجور کا پانی سوکھ گیا یعنی خشک ہوا۔ الأَقَبُّ: پتلے پیٹ والا آدمی۔

القَبْقَبَةُ: گھوڑے کے پیٹ سے نکلنے والی آواز۔

القَابـَّةُ: قطرہ۔ کڑک کی آواز۔ القِبُّ: (قاف مکسور) ہر دو سرینوں کے درمیان اٹھی ہوئی ہڈی۔

القُبَّةُ: قُبہ۔ گنبد (قاف مضموم)۔ قَبَّ فُـلانٌ يَدَ فُـلانٍ: فلاں شخص نے فلاں شخص کا ہاتھ کاٹ دیا۔ القَبْـقَبُ بروزن الثَعْلَبُ: پیٹ، شکم۔

ق ب ح — القُبْحُ: برائی، خرابی۔ اس کی ضد الحُسْنُ بمعنی خوبی ہے۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اور اسم فاعل قَبِيْحٌ ہے۔ قَبَّحَهُ اللّٰهُ: اللہ اس کو بھلائی اور خیر سے دور کرے۔ یعنی اللہ اس کا برا کرے۔ اس کا باب قطع ہے۔ کہا جاتا ہے: قُبْحًا له: اس کا برا ہو۔ (قاف مضموم اور مفتوح)۔ الاسْـتِقْبَاحُ: کسی کو قبیح اور برا سمجھنا اور جاننا۔ اس کی ضد الاسْتِحْسَانُ ہے۔ قَبَّحَ عَلَيْهِ فِعْـلَهُ تَقْبِيْحًا: اس نے اس کے فعل کی سخت برائی کی یا اس کے کام کی خرابی ظاہر کی۔

ق ب ر — القَبْرُ: قبر، اس کی جمع المَقَابِرُ ہے۔ شعر میں المَـقْـبَرُ (ۃ) کے بغیر استعمال ہوا ہے۔ قَـبَرَ المَيِّتَ: اس نے میت کو دفن کر دیا۔ اس کا باب ضَـرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

أَقْبَرَهُ: اس نے اسے دفن کرنے کا حکم دیا۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ أَقْبَرَهُ کا معنی ہے۔ اس نے دفن کرنے کے لئے اس کی قبر تیار کی۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ اَمَاتَهُ فَاَقْبَرَهُ: پھر اس نے اسے موت دی اور اسے دفنا دیا۔ اسے کتوں کے آگے ڈالنے کے لئے نہیں چھوڑا۔ لہٰذا قبر بنی نوع انسان کی تکریم ہے۔

القُبَّرَةُ کی جمع القُبَّرُ ہے۔ یہ ایک طرح کا پرندہ ہے۔ القُـنْبُـرَاءُ: (قاف اور باء مضموم، الف ممدود) القُبَّرَةُ کا ایک لہجہ ہے۔ اس میں بھی قاف اور باء مضموم ہیں اور الف ممدود ہے۔ اس کی جمع القَنَابِرُ ہے۔ عامی لہجے میں اسے القُنْبُرَةُ کہتے ہیں۔ یہ لفظ رجز یہ اشعار میں استعمال ہوا ہے۔

ق ب س — القَبَسُ: قاف اور باء دونوں

مفتوح۔ آگ کا شعلہ۔ چنگاری۔ المِقْبَاسُ کا معنیٰ بھی یہی ہے۔ قَبَسَ مِنْهُ نَارًا: اس نے اس سے آگ لے لی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

فَاَقْبَسَهُ: اس نے اسے آگ دے دی۔ اِقْتَبَسَ مِنْهُ نارًا وعلما کا معنیٰ ہے۔ اس نے اس سے آگ لے لی۔ اور اس سے علم کا استفادہ کیا۔ الیزیدی کا کہنا ہے کہ اَقْبَسَهُ عِلْمًا: اس نے اسے علم دیا۔ اور قَبَسَهُ نَارًا: وہ کسی کے واسطے آگ لایا۔ اور اگر اپنے لئے آگ لانے کو کہنا ہو تو اَقْبَسَهُ کہتے ہیں۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ اَقْبَسَهُ عِلْمًا وَّنَارًا: دونوں کا یکساں معنی ہے۔ اور قَبَسَهُ بھی دونوں میں یکساں مشترک ہے۔ اَبُوْ قَبِسٍ: مکہ شریف میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ق ب ص — القَبْصُ: انگلیوں کے پوروں سے کوئی چیز لینا یا پکڑنا۔ اسی نسبت سے حضرت حسن بصریؒ نے فَقَبَصْتُ قَبْصَةً مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ پڑھا ہے۔

ق ب ض — قَبَضَ الشَّیْءَ: اس نے چیز لے لی۔

القَبْضُ: بند کرنا۔ اس کی ضد البَسْطُ یعنی کھولنا ہے۔ (یا بند ہونا اور کھلنا ہے) ان دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صَارَ الشَّیْءُ فِیْ قَبْضِکَ وقَبْضَتِکَ: یہ چیز تمہاری ملکیت ہوگئی۔

الاِنْقِبَاضُ: گھٹن۔ اس کی ضد الانبساط ہے یعنی فرحت۔

انْقَبَضَ الشَّیْءُ: چیز پر قبضہ ہوگیا۔

القُبْضَةُ: (قاف مضموم) مٹھی بھر چیز۔ کہا جاتا ہے: اَعْطَاهُ قُبْضَةً مِنْ سَوِیْقٍ اَوْ تَمْرٍ: اسے اس نے مٹھی بھر ستو دیے یا مٹھی بھر کھجوریں دیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ قَبْضَة (قاف مفتوح) بھی ہو۔ المَقْبِضُ (بروزن المَجْلِس) من القَوْسِ والسَّیْفِ: کمان یا تلوار وغیرہ کا دستہ جسے انسان ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ تَقَبَّضَتِ الجِلْدَةُ فی النار: کھال آگ میں جھلس گئی۔

قَبَّضَ الشَّیْءَ تَقْبِیْضًا: اس نے چیز کو اکٹھا کر کے رکھ لیا۔

قَبَّضَهُ المَالَ: اس نے مال اس کے قبضے میں دے دیا۔ قُبِضَ فُلَانٌ: فلاں شخص کی روح قبض کی گئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مَقْبُوْضٌ یعنی مردہ ہے۔

القَبْضُ: تیز رفتاری۔ اسی سے قول خداوندی ہے: صافاتٍ ویَقْبِضْنَ: یعنی پرندے فضا میں پر پھیلاتے اور سکیڑتے ہیں یعنی پھڑپھڑاتے ہوئے اڑتے ہیں۔

ق ب ط — القِبْطُ: بروزن السِّبْطُ: اہل مصر جو وہاں کے اصل باشندے ہیں۔

رَجُــلٌ قِبطِيٌّ: قبطی آدمی۔
القُبَّاطُ: (قاف مضموم اور باء مشدّد) مٹھائی کی ایک قسم۔ اسی طرح القُبَّيْطُ بروزن العُلَّيْقُ کا معنی بھی یہی ہے اور القُبَّيْطَى والقُبَيْطَاء (اگر باء کو مشدّد پڑھیں تو الف مقصور ہوگا اور اگر باء مخفف ہو تو پھر الف ممدود ہوگا) کا بھی یہی معنی ہے۔
القُنَّبِيْطُ: (قاف مضموم اور نون مشدّد و مفتوح) ایک سبزی۔
قَبِيعَةُ السَّيفِ: تلوار کے دستے پر چاندی یا لوہا۔
قَبْلُ: پہلے۔ اس کی ضد بَعْدُ ہے۔ یعنی پیچھے القُبُلُ، الدُّبُرُ اور الدُّبْرُ کی ضد۔ یعنی اگلا حصہ قُدَّ قَمِيصُهُ مِنْ قُبُلٍ ومِنْ دُبُرٍ: اس کی قمیص آگے اور پیچھے دونوں طرف سے پھٹی ہوئی ہے۔
القُبْلَةُ: بوسہ۔
القِبْلَةَ: قبلہ جس طرف نماز ادا کرتے ہیں۔ جلَسَ قُبَالَتَهُ: (قاف مضموم) وہ اس کی طرف منہ کر کے بیٹھا، یہ اسم ہے اور بطور ظرف بھی استعمال ہوتا ہے۔
القَابِلَةُ: آنے والی رات۔
قَبَلَ اور اَقْبَلَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ آگے بڑھا کہا جاتا ہے: عَامٌ قَابِلٌ: آنے والا سال۔

تَقَبَّلَ الشَّيْءَ وقَبِلَهُ، يَقْبَلَهُ: اس نے چیز قبول کر لی۔ اس کا مصدر قَبُولاً (قاف مفتوح) ہے جو شاذ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مصدر کی کوئی مثال نہیں ہے۔ ہم نے اس کا ذکر وَضُوءَ کے تحت کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عَلَى فُلانٌ قَبُولٌ: یعنی دل نے اسے پسند کیا یا قبول کیا۔ القَبُوْلُ: بادِ صبا کو بھی کہتے ہیں جو دَبُوْر کے مقابل ہے۔
قَدَ قَبِلَتِ الرِّيْحُ: بادِ صبا چلی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا اسم مفتوح القاف ہے یعنی القَبُوْلُ اور مصدر مضموم القاف یعنی القُبُوْلُ ہے۔ وَرَآهُ قَبَلاً: (قاف اور باء دونوں مفتوح) وقُبُلاً (قاف اور باء دونوں مضموم) وقِبَــلاً (قاف مکسور و باء مفتوح) اس نے اسے آمنے سامنے دیکھا۔ قول خداوندی ہے: اَوْ يَــاتِيَــهُمُ العَــذَابُ قُبُــلاً: یا انہیں آگے سے یا سامنے سے عذاب آئے۔ وَلِى قِبَــلَ فُــلانٍ حَــقٌ: فلاں شخص کے ذمے میرا کچھ حق ہے۔ وَمَالِى بِــهِ قِبَلٌ: مجھے اس کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ القَابِلَةُ: دائی/دایہ۔ بچے کی ولادت کے وقت عورت کی مددگار خاتون۔ کہا جاتا ہے کہ: قَبِلَتِ القَــابِلَةُ المَــرأه تَقْبَلُهَا: دائی یا دایہ نے عورت کی دایہ گیری کی۔
القَبِيْلُ: کفیل۔ ایک فوجی منصب۔

قَدْ قَبُلَ بِهِ يَقْبُلُ: (باء مضموم اور مکسور) قَبَالَةً: (قاف مفتوح) وہ اس کا کفیل یا ضامن بن گیا۔ نَحْنُ فِي قَبَالَتِهِ: ہم اس کی کفالت میں ہیں یا نگرانی میں ہیں۔
القَبِيلُ: جماعت۔ جو تین سے لے کر زائد افراد پر مشتمل ہو۔ اور مختلف قوموں مثلاً: رومی، زنگی اور عرب وغیرہ میں سے ہو۔ اس کی جمع قُبُلٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلاً: اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے۔ اس کی تفسیر کے بارے میں الاخفش کا کہنا ہے کہ قُبُلاً سے مراد قَبِيلاً ہے۔ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اس سے مراد عِيَاناً ہے۔
القَبِيلَةُ: قبیلہ، خاندان۔ اس کی جمع قَبَائِلُ ہے۔ دار قبائل عرب ہے جو ایک ہی جد اعلیٰ کی نسل ہوں۔ القَبِيلُ: کاتتے وقت عورت کے سامنے جو کچھ آتا ہے یا ہوتا ہے۔ اسی سے محاورہ بنا ہے۔ مَا يَعْرِفُ قَبِيلاً مِنْ دَبِيرٍ: اس کو آگے پیچھے کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔
اَقْبَلَ: وہ آگے بڑھا۔ اس کی ضد ہے اَدْبَرَ وہ پیچھے ہٹا۔ کہا جاتا ہے: اَقْبَلَ مُقْبَلاً: وہ آگے بڑھا۔ اس کی مثال ہے: اَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ: حدیث شریف میں ہے: سُئِلَ الحَسَنُ عَنْ مُقْبَلِهِ مِنَ العِرَاقِ: جب حضرت حسن بصری عراق سے آئے تو ان سے پوچھا گیا کہ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هُنَا. اَقْبَلَ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ: وہ اس کے روبرو ہوا۔
المُقَابَلَةُ: آمنے سامنے ہونا۔
التَّقَابُلُ کا معنی بھی یہی ہے۔
الاسْتِقبال: استقبال کرنا۔ اس کی ضد الاستدبار ہے۔ مُقَابَلَةُ الكِتَابِ: کتاب کا معارضہ کرنا۔

ق ب ن-القُبَّانُ: ترازو یہ معرب کلمہ ہے۔

ق ب ا-القَباء: قباء یا جبہ جو پہنا جاتا ہے۔ اس کی جمع الأَقْبِيَةُ ہے۔
تَقَبَّى: اس نے قباء پہن لی۔ القُبَاء: (الف ممدود) حجاز میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جسے مذکر و مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

ق ت ت-القَتُّ: چغلی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَتَّاتٌ: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔
القَتُّ: ایک دانہ (جسے صحرائی لوگ کوٹ کر اور پکا کر کھاتے ہیں) اس کا واحد قَتَّةٌ ہے۔ اس کی مثال تَمْرَةٌ اور تَمْرٌ ہے۔

ق ت د-القَتَدُ: (قاف اور تاء دونوں مفتوح) رحل کی لکڑی۔ اس کی جمع اَقْتَادٌ

اور قُتُودٌ ہے۔
الْقَتَادُ: ایک خاردار درخت۔
ق ت ر – الْقَتَرُ: اس کا واحد قَتَرَةٌ ہے۔ معنی غبار۔ یہ قول خداوندی میں ہے: تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ: (ان کے چہروں پر) غبار چھایا ہوگا۔ الْقُتْرُ: جانب، کنارہ، طرف۔ یہ القطر کا ایک لہجہ ہے۔ قَتَرَ عَلَى عِيَالِهِ: اس نے اپنی بیوی بچوں پر روزی کی سختی اور تنگی کی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور دَخَلَ ہے۔ قَتَّرَ تَقْتِيراً اَقْتَرَ تین لہجے ہیں۔ اَقْتَرَ الرَّجُلُ: آدمی قلاش و مفلس ہوگیا۔
ق ت ل – الْقَتْلُ: جان سے ماردینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور مصدر تِقْتَالاً ہے۔
قَتَلَهُ قِتْلَةَ سَوْءٍ: اس نے اسے بری طرح قتل کیا۔
مَقَاتِلُ الإِنْسَانُ: وہ مقامات اور اسباب جب پیدا ہوں تو انسان کو قتل کردیں۔ کہا جاتا ہے کہ مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَيْنَ فَكَّيْهِ: انسان کا مقتل یعنی قتل ہونے کی جگہ اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے۔ یعنی زبان کا غلط استعمال انسان کے لئے باعث ہلاکت ہے۔
قَتَلَ الشَّيْءَ خُبْرًا: اس نے اسے غیر یقینی طور پر قتل کیا۔ قول خداوندی ہے: وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا: انہوں نے اسے یقینی طور پر قتل نہیں کیا۔ یعنی انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں۔
الْمُقَاتَلَةُ: باہم لڑائی۔ قَاتَلَهُ قِتَالاً وَقِيتَالاً: اس نے اس سے لڑائی کی، یا جنگ کی۔
الْمُقَاتِلَةُ: (تاء مکسور) جنگ کرنے کے قابل لوگ۔ اَقْتَلَهُ: اس نے اسے قتل کروادیا۔ یا قتل کے لئے پیش کیا۔ قُتِّلُوا تَقْتِيلاً: انہیں کثرت سے قتل کیا گیا۔
اِسْتَقْتَلَ: اس نے بہادری کے باعث قتل ہونے یا مرنے کی پرواہ نہیں کی۔ رَجُلٌ قَتِيلٌ: مقتول شخص۔ اِمْرَاَةٌ قَتِيلٌ: مقتول عورت۔ رِجَالٌ وَنِسْوَةٌ قَتْلَى: مقتول مرد اور عورتیں۔ اگر امراۃ کا لفظ استعمال نہ کریں تو پھر مؤنث کے لئے: هٰذِهٖ قَتِيلَةُ بَنِي فُلَانٍ: یہ بنوفلاں قبیلہ کی مقتول عورت ہے۔ اسی طرح مَرَرْتُ بِقَتِيلَةٍ کہتے ہیں یعنی مقتول عورت کے پاس سے گزرا۔
اِمْرَاَةٌ قَتُولٌ: قاتل عورت۔
تَقَاتَلَ الْقَوْمُ: قوم نے آپس میں لڑائی کی۔ اِقْتَتَلُوا کا معنی بھی یہی ہے۔
ق ت م – الْقَتَامُ: غبار۔
الْقُتْمَةُ: ایسا رنگ جس میں مٹی رنگ اور سرخ رنگ شامل ہو۔ الأَقْتَمُ: جس پر سرخ مٹی کا رنگ غالب ہو۔

ق ث ا — القِثَّاءُ: کھیرا۔ اس کا واحد قِثَّائَۃٌ ہے۔

المَقْثَاۃُ اور المَقْثُوَۃُ: کھیرے والی جگہ۔

ق ث د — القَثَدُ: (قاف اور ثاء دونوں مفتوح) کھیرے سے ملتا جلتا پودا۔

ق ح ح — القُحُّ: (قاف مضموم اور حاء مشدّد)۔ ملاحت میں یا کرم وسخاوت میں خالص شخص۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ رَجُلٌ قُحٌّ: گنوار، اکھڑ، خشک اور غیر مہذب۔

عَرَبِیٌّ قُحٌّ: خالص عربی۔

ق ح ط — القَحْطُ: قحط، خشک سالی۔

قَحَطَ المَطَرُ: بارشیں رک گئیں۔ اس کا باب خَضَعَ اور طَرِبَ ہے۔

اُقْحِطَ القَوْمُ: قوم پر قحط نازل ہوا۔

قُحِطُوا قَحْطًا: فعل مجہول۔ وہ قحط کا شکار ہو گئے۔

ق ح ف — القِحْفُ: کھوپڑی کی ہڈی جو دماغ کے اوپر ہوتی ہے۔ القِحْفُ: لکڑی کے ایک برتن کو بھی کہتے ہیں جو نصف قدح ہوتا ہے۔

ق ح ل — قَحَلَ الشَّیْءُ: چیز خشک ہو گئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَاحِلٌ ہے۔

قَحِلَ جس کا باب طرب ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔ قَحِلَ الشَّیْخُ قَحَلاً: بوڑھے کی ہڈیوں کی جلد خشک ہو گئی۔ شَیْخٌ قَحْلٌ: (حاء ساکن) اور القَحْلُ: بہت عمر رسیدہ بوڑھا۔

ق ح م — قَحَمَ فِی الأَمْرِ: اس نے اپنے آپ کو لاپرواہ ہو کر کام میں جھونک دیا یا ڈال دیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

اَقْحَمَ فَرَسَہُ النَّھْرَ: اس نے دریا میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ فَانْقَحَمَ تو وہ دریا میں کود پڑا۔ حدیث شریف میں ہے: اَقْحِمْ یَا بْنَ سَیْفِ اللّٰہِ: اے سیف اللہ کے بیٹے! کود پڑو۔

اِقْتَحَمَ الفَرَسُ النَّھْرَ: گھوڑا دریا میں کود پڑا۔

تَقْحِیْمُ النَّفْسِ فِی الشَّیْءِ: اپنے آپ کو لاپرواہ ہو کر کام میں ڈال دینا۔

قَحَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ق ح'.

ق ح ا — الأُقْحُوَانُ: گل بابونہ۔ بروزن اُفْعُلَانٌ: ایک خوشبودار پودا جس کے گرد دو طرف سفید رنگ کی پتیاں ہوتی ہیں اور درمیان میں زرد رنگ کی۔ اس کی جمع الأَقَاحِیُّ اور اَقَاحٍ ہے۔

ق د — قَدْ: (دال مخفف) سوائے افعال کے اور کسی پر داخل نہیں ہوتا۔ اور یہ تمہارے اس سوال کا جواب ہے کہ لَمَّا تَفْعَلْ:[1] خلیل کا خیال ہے کہ قد کا استعمال اس شخص کے جواب کے لئے ہے کہ جسے خبر

[1] لَمَّا تَفْعَلْ کی بجائے اَمَا تَفْعَلُ زیادہ واضح ہے۔ (مترجم)

سننے کا انتظار ہو، مثلاً: قَدْ مَاتَ فُلَانٌ: فلاں آدمی مرگیا ہے۔ اگر سامع کو خبر کا انتظار نہ ہوتا تو کہنے والا قَدْمَاتَ نہ کہتا بلکہ صرف اتنا کہتا کہ "مَاتَ فُلَان" فلاں شخص مرگیا۔ بعض اوقات قَدْ رُبَّمَا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

قَدْ اَتْرُکُ الْقِرْنَ مُصْفَرًّا اَنَا مِلُهُ
کَاَنَّ اَثْوَابَهُ مُجَّتْ بِفِرْصَادِ

اگر قَدْ کو اسم بنائیں تو اسے مشدّ د کرنا ہوگا اور پھر یوں کہیں گے: کَتَبْتُ قَدًّا حَسَنَةً: میں نے ایک اچھی مقدار لکھی ہے۔ قَدْکَ: حَسْبُکَ اسمٌ: تمہیں نام کافی ہے۔ ہم کہتے ہیں قَدِی اور قَدْنِی بھی جس میں نون خلاف قیاس بڑھایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نون صرف افعال میں نون وقایہ کے طور پر ہی بڑھایا جاتا ہے مثلاً: ضَرَبَنِی وغیرہ، اس نے مجھے مارا۔ لہٰذا قَدِی اور قَدْنِیْ کا معنی ہوگا میرے لئے کافی ہے۔

ق د ح—الْقَدَحُ: پیالہ۔ جس میں پانی یا کوئی اور مشروب پیا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَقْدَاحٌ ہے۔

الْمِقْدَحَةُ: جس چیز سے آگ جلائی جاتی ہے۔ چقماق۔ لائٹر۔

الْقَدَّاحُ اور الْقَدَّاحَةُ: لائٹر۔ چقماق پتھر۔ (قاف مفتوح اور دال مشدّ د)۔

قَدَحَ فِي نَسَبِهٖ: اس نے اس کے نسب میں طعن کیا۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

اِقْتَدَحَ الزَّنْدَ: اس نے چقماق سے آگ نکالی۔

ق د د—الْقَدُّ: پھاڑنا، کاٹنا۔ لمبائی کے رخ چیرنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ الْقَدُّ کا معنی قد وقامت بھی ہے اور کٹائی بھی۔ الْقِدُّ (قاف مکسور) طریقہ۔ لوگوں کا فرقہ یا گروہ جو ایک دوسرے سے الگ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ: کُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا: ہم الگ الگ راستوں پر ہیں۔ یا ہمارے مختلف مذہب ہیں۔ الْقَدِیْدُ: کٹا ہوا یا خشک کیا ہوا گوشت یا خشک گوشت کے ٹکڑے۔

ق د ر—قَدْرُ الشَّیْءِ: چیز کی مقدار۔ میرا کہنا ہے کہ یہ لفظ ساکن الدال اور مفتوح الدال ہے جس کا ذکر التهذیب اور الْمُجْمَل میں ہے۔ قَدْرُ اللّٰهِ وَقَدَرُهُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اللہ کی تقدیر یا اس کی تقدیر، یہ دراصل مصدر ہے۔ قول خداوندی ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِه: یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ تعظیم اور قدر نہیں کی۔

الْقَدَرُ اور الْقَدْرُ کا معنی تقدیر الٰہی بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَالِي عَلَيْهِ مَقْدِرَةٌ: (دال مکسور و مفتوح) اس میں مقدرہ کا معنی قدرت واستطاعت ہے۔

اسی لفظ سے یہ محاورہ بنا ہے کہ: المقدرۃُ تُذْهِبُ الحَفِيظَةَ: قدرت پانا غصہ کو زائل کر دیتا ہے۔ رَجُلٌ ذُو مَقْدُرَةٍ: (دال مضموم) فراخ دست وخوشحال شخص۔ البتہ قَضا وقَدر کے معنی میں یہ لفظ المَقْدَرَةُ (دال مفتوح) ہے۔

قَدَرَ عَلَى الشَّيْءِ قُدْرَةً: اسے چیز پر قدرت حاصل ہوگئی۔ قُدْرۃ کے علاوہ اس کا مصدر قُدْرَانًا بھی ہے۔ جس میں قاف مضموم ہے۔ قَدِرَ يَقْدَرُ قُدْرَةً: اسی لفظ کا ایک لہجہ ہے۔ اس کی مثال عَلِمَ يَعْلَمُ ہے۔ رَجُلٌ ذُو قُدْرَةٍ کا معنی خوشحال شخص ہے۔

قَدَرَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کا اندازہ کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: إِذَا غُمَّ عليكم الهِلَالُ فَاقْدُرُوا لَهُ: جب بادلوں کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر تیس روزے پورے کرلو۔

قَدَرْتُ عَلَيْهِ الثَّوْبَ (دال مخفف) فانْقَدَرَ: میں نے اس پر کپڑے کا ناپ لیا تو پورا نکلا۔ قَدَرَ عَلَى عِيَالِهِ: (دال مخفف) اس نے اپنے اہل وعیال پر کنجوسی کی۔ قول خداوندی ہے: وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ: اور جس کی روزی میں تنگی آجائے۔

قَدَّرَ الشَّيْءَ تَقْدِيرًا: اس نے چیز کا اچھی طرح اندازہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: اسْتَقْدِرِ اللّٰهَ خَيْرًا: اللہ سے بھلائی کی قدرت یعنی توفیق مانگو۔ تَقَدَّرَ لَهُ الشَّيْءُ: اس کے لئے چیز تیار ہوگئی، یا اس کے مقدر ہوگئی۔ الاِقْتِدَارُ عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز پر اختیار اور قدرت۔

القِدْرُ: (قاف مکسور) ہانڈی۔ مؤنث ہے۔ اور اس کا اسم تصغیر قُدَيْرٌ (بغیرۃ) خلاف قیاس ہے۔

ق د س — القُدْسُ: (دال ساکن ومضموم) پاکیزگی۔ یہ اسم بھی ہے اور مصدر بھی۔ اسی لفظ سے ماخوذ جنت کو حَظِيرَةُ القُدُس کہا گیا ہے۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام کو رُوحُ القُدس کہا گیا ہے۔

التَّقْدِيسُ: پاک کرنا۔ پاکیزگی بیان کرنا۔

تَقَدَّسَ: وہ پاکیزہ ہوگیا۔ یا مقدس ہوا۔

الأَرْضُ المُقَدَّسَةُ: پاک سرزمین۔

بَيْتُ المُقَدَّسِ: (دال مشدد بھی اور مخفف بھی) بیت المقدس، اس سے اسم نسبتی مَقْدِسِيٌّ ہے۔ بروزن مَجْلِسِيٌّ اور مُقَدَّسِيٌّ بروزن مُحَمَّدِيٌّ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قادسیہ کو القُدُس کہا تھا اور دعا کی تھی کہ یہ حاجیوں کی جگہ ہے۔

قُدُّوسٌ: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں

سے ایک نام ہے۔ یہ القُدس سے فُعُّولٌ کے وزن پر مشتق ہے۔ القُدس کا معنی پاکیزگی ہے۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ قَدُّوسٌ اور سَبُّوحٌ دونوں مفتوح الاول، کا ذکر بذیل مادہ (ذ ر ح) میں گزر چکا ہے۔ ثعلب کا قول ہے کہ فُعُّول کے وزن پر ہر اسم مفتوح الاول ہوتا ہے۔ اس کی مثال سَفُّود، کَلُّوب سَمُّود شَبُّوط اور تَنُّور ہیں۔ البتہ السُّبُّوح اور القُدُّوسُ میں اکثر ضمہ ہے لیکن فتحہ بھی آتی ہے۔ ثعلب کا کہنا ہے کہ یہی معاملہ الذُّرُّوح کا ہے۔ جو ذال مضموم سے ہے لیکن بعض اوقات ذال مفتوح بھی ہوتا ہے۔

ق د ع – التَّقَادُعُ: کسی چیز میں ایک دوسرے پر گرنا۔ گویا ہر ایک دوسرے کو اپنے آگے دھکیلتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: يُحْمَلُ النَّاسُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَتَتَقَادَعُ بِهِمْ جَنَبَتَا الصِّرَاطِ تَقَادُعَ الْفَرَاشِ فِي النَّار: قیامت کے دن جب لوگ پل صراط سے گزریں گے تو پل کے دونوں کنارے ان کو اس طرح ایک دوسرے پر گرائیں گے جیسے پتنگے آگ میں ایک دوسرے پر گرتے ہیں۔

ق د م – قَدِمَ مِنْ سَفَرِهِ: (دال مکسور) قُدُومًا اور مَقْدَمًا (میم مفتوح) بھی، وہ سفر سے آیا۔ قَدَمَ يَقْدُمُ: بروزن نَصَرَ يَنْصُرُ قُدْمًا بروزن قُفْلٌ: وہ آگے بڑھا۔ قول خداوندی ہے: يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا۔

قَدُمَ الشَّيْءُ (دال مضموم) قِدَمًا بروزن عِنَبٌ: چیز پرانی ہوگئی۔ اس کا اسم فاعل قَدِيمٌ ہے۔ تَقَادَمَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اَقْدَمَ عَلَى الْأَمْرِ: اس نے کام کرنے کا اقدام کیا یا کام کرنے کے لئے قدم بڑھایا۔ الإِقْدَامُ: بہادری۔ کہا جاتا ہے: اَقْدِمْ آگے بڑھ۔ یہ کلمہ گھوڑے کو تیز چلنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ غزوات کی حدیث میں ہے: اِقْدِم حَيْزُوْمُ: حیزوم آگے بڑھو۔ اِقْدِمْ میں ہمزہ مکسور ہے، اسے صحیح اور درست مفتوح ہونا چاہئے۔ اَقْدَمَهُ وقَدَّمَهُ دونوں کا معنی ایک ہی ہے، یعنی اس نے اسے آگے بڑھایا۔ قَدَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ: وہ آگے بڑھا۔ قول خداوندی ہے: لَاتُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے نہ بڑھو۔ یعنی اے مومنو! کسی بات کے جواب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے نہ بول اٹھا کرو۔

القِدَمُ: قدیم ہونا۔ اس کی ضد الحدوث ہے یعنی جدید ہونا از سر نو پیدا ہونا۔ کہا جاتا

ہے کہ قِدْمًا کان کذا: یہ بات قدیم سے ایسی ہے۔ یہ قِدَم کا اسم ہے جو اسمائے ظرف زماں میں سے ہے۔
القَدَمُ: پاؤں اس کی جمع الاقْدَامُ ہے۔
القَدَمُ کا معنی درجہ اثر ونشان بھی ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے: لِفُلَانٍ قَدَمُ صِدْقٍ: یعنی فلاں آدمی کا اچھا درجہ اور اثر ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ اس کا معنی تَقْدِیم ہے۔ یعنی گویا اس نے بھلائی پیش کی ہے۔ اور اسے بھلائی میں تقدم یعنی پہل حاصل ہے۔ المِقْدَامُ والمِقْدَامَة: دشمن کے خلاف بہت زیادہ پیش قدمی کرنے والا۔
اسْتَقْدَمَ اور تَقَدَّم دونوں کا معنی ایک ہے۔ اس کی مثال اجاب اور اسْتَجَابَ ہے۔
مُقَدِّمُ العَیْنِ: (دال مکسور) آنکھ کا اگلا حصہ جو ناک کے ساتھ ملتا ہے۔ اسی طرح مُؤخّرھا: اس کا پچھلا حصہ جو کن پٹی کے ساتھ ملتا ہے۔
قَوَادِمُ الطَّیْرِ: پرندے کے پروں کا اگلا حصہ۔ ان کی تعداد ہر پر میں دس ہوتی ہے۔ اس کا واحد قَادِمَةٌ ہے۔ اور قُدامَی بھی ہے۔
المُقَدَّمُ: اگلا حصہ۔ اس کی ضد المُؤخَّرُ ہے بمعنی پچھلا حصہ۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَرَبَ مُقَدَّمَ وَجْھِہٖ: اس نے اسے چہرے کے اگلے حصے پر مارا۔
مُقَدِّمَةُ الجَیْشِ: فوج کا ہراول دستہ۔ اس میں دال مکسور ہے۔
قُدَّامٌ: آگے۔ اس کی ضد وَرَاءَ ہے بمعنی پیچھے۔
القَدُومُ: (دال مخفف) تیشہ جس سے پتھر تراشے جاتے ہیں۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اس لفظ کو قَدُّومٌ (دال مشدد) نہیں کہنا چاہئے۔ اس کی جمع قُدُمٌ ہے۔ قاف اور دال دونوں مضموم ہیں۔

ق د ا—القِدْوَةُ: نمونہ، کہا جاتا ہے کہ فُلانٌ قِدْوَةٌ: فلاں شخص نمونہ ہے۔ یُقْتَدَی بِہٖ: جس کی اقتداء کی جاتی ہے یا نقل کی جاتی ہے، اس لفظ کو قاف مضموم کر کے بھی بولا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ لِی بِکَ قُدْوَةٌ: تم تو میرے لئے نمونہ ہو۔ اس لفظ کو قِدْوَةٌ اور قِدَةٌ بھی کہا جاتا ہے۔

ق ذ ر—القَذَرُ: غلاظت، گندگی۔ اس کی ضد النَّظَافَةُ ہے۔
شَیْءٌ قَذِرٌ: گندگی اور غلیظ چیز۔
قَذِرْتُ الشَّیْءَ: میں نے چیز گندی کر دی۔ اس کا باب طرب ہے۔
تَقَذَّرْتُهُ واسْتَقْذَرْتُهُ کا معنی ہے کہ مجھے اس چیز سے نفرت ہے۔

ق ذ ع—قَذَعَهُ واَقْذَعَهُ: اس نے اسے گالی دی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ

قَـالَ فِي الاِسْـلَامِ شِعْرًا مُقْذِعًا فَلِسَـانُـهُ هَدَرٌ: جو شخص مسلمان ہو کر فحش اشعار کہے اس کی زبان کی نہ دیت ہے نہ قصاص، یعنی اگر اس کی کوئی زبان کاٹ لے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔

ق ذ ف—القُذْفَةُ: کنگورہ یا کنگرہ۔ اس کی جمع قُذَفٌ اور قُذُفَات ہے۔ اس کی مثال غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ اور غُرُفَاتٌ ہے۔ اس کا معنی کنگرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أنَّ ابن عُمَرَ رضی اللّٰہ عنه لا يُصَلِّي فی مَسْـجِدٍ فِـيْـهِ قِـذَافٌ: حضرت ابن عمرؓ ایسی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے جس میں کنگرے ہوں۔ لوگ اس حدیث کو اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ اصمعی کا قول ہے کہ بے شک قُذَفٌ سے مراد کنگرے ہیں۔ القَذْف بالحِجارَةِ: پتھر پھینکنا۔ قَذَفَ الرَّجُلُ: آدمی نے قے کی۔ قَذَفَ المُحْصَنَةَ: اس نے محصن عورت پر تہمت لگائی۔ ان تمام افعال کا باب ضَرَبَ ہے۔

ق ذ ل—القَذَالُ: گدی۔ اس کی جمع اَقْذِلَةٌ اور قُذُلٌ ہے۔

ق ذ ی—القَذَی: تنکا جو پانی میں یا شراب میں گرے۔

قَـذِيَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ میں تنکا گرا۔ اس کا باب صدی ہے۔ یہ فَعِلٌ کے وزن پر قَذِي العين، سے ماخوذ ہے۔

قَذَتْ عَيْنُهُ: آنکھ نے تنکا باہر پھینک دیا۔ اس کا باب رَمَی ہے۔

اَقْذَاهَا: اس نے آنکھ میں تنکا ڈال دیا۔

قَذَّاهَا تَقْذِيَةً: اس نے اس کی آنکھ سے تنکا نکال دیا۔

ق ر أ—القَرْءُ: (قاف مفتوح) حیض۔ اس کی جمع اَقْرَاءٌ اس کی مثال اَفْرَاخٌ ہے اور قُرُوْءٌ ہے اور اس کی مثال فُلُوْسٌ ہے۔ القَرْءُ کا معنی طہر بھی ہے یعنی حیض کے بعد پاکیزگی کے ایام۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔ قَـرَأَ الْـكِـتَـابَ قِرَاءَةً وقُـرْآنًا: (قاف مضموم) بھی اس کا معنی ہے، اس کتاب کو جمع کیا اور اکٹھا کیا۔ قرآن کو اس لئے یہ نام دیا گیا ہے کہ یہ سورتوں کو اکٹھا کئے ہوئے ہے۔ قول خداوندی ہے: إنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ: یہاں قرآن سے مراد اس کی قراءت ہے:

فُـلَانٌ قَـرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ: فلان نے تجھے سلام بھیجا ہے۔ اَقْـرَاكَ السَّلَامَ کا بھی یہی معنی ہے۔ القَارِی کی جمع قَرَأَةٌ ہے۔ اور اس کی مثال کَافِرٌ کی جمع کَفَرَةٌ ہے۔ دوسری جمع القُرَّاء ہے۔ (قاف مضموم اور الف ممدود) اس کا معنی عبادت گزار ہے۔ اور یہ قاری کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔

ق ر ب—قَرُبَ: (راء مضموم) قُرُبًا (قاف مضموم) وہ قریب ہوا۔ قول خداوندی ہے کہ: اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ: اللہ کی رحمت بے شک محسنوں کے قریب ہے۔ قرآن میں قَرِيْبٌ کی بجائے قَرِيْبَةٌ نہیں کہا گیا۔ جو رحمة کی رعایت سے ہونا چاہئے تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں مذکور رَحمة سے مراد احسان ہے جو مذکر ہے۔ الفَرّاء کا قول ہے کہ القَرِيْبُ مسافت کے معنوں میں آیا ہے۔ جو مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ نسب اور قرابت کے معنوں میں تو یہ مؤنث استعمال ہوتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے: هٰذهِ المَرْأة قريبي: یعنی یہ عورت میری قرابت دار ہے۔

قَرِبَهُ: (راء مکسور) قِرْبَانًا: (قاف مکسور) وہ اس کے قریب ہوا۔

القُرْبَانُ: (قاف مضموم) اللہ تعالیٰ تک ذریعہ رسائی یا قربت۔ یہ کہا جاتا ہے کہ قَرَّبْتُ لِلّٰهِ قُرْبَانًا: میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا۔ تَقَرَّبَ اِلَى اللّٰهِ بِشَيْءٍ: اس نے کسی ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کیا۔ اِقْتَرَبَ الوَعْدُ وتَقَارَبَ: وعدہ کا وقت قریب آ گیا۔

شَيْءٌ مُقَارِبٌ: (راء مکسور) عمدہ اور ردی چیز کے درمیانی چیز۔ اور اسی طرح سستی چیز کے لئے بھی یہی کہتے ہیں۔ ان معنوں میں راء مفتوح کر کے مُقَارَبٌ نہیں کہنا چاہئے۔

القَرَابَةُ اور القُرْبُ: رشتے کی قرابتداری۔ یہ دراصل مصدر ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ بَيْنَهُمَا قَرَابَة: ان دو کے درمیان قرابت داری ہے۔ قَرَابَةٌ کے ساتھ قُرْبٌ، قُرْبَى اور مَقْرَبَةٌ (راء مضموم بھی) ہے۔ قُرْبَةٌ (راء ساکن) اور قُرُبَةٌ (راء مضموم) بھی اس کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ هُوَ قَرِيْبِيْ: وہ میرا قرابت دار ہے۔ هُمْ اَقْرِبَائِي وَاَقَارِبِيْ: وہ میرے رشتہ دار یا قرابتدار ہیں۔ عوامی لہجے میں لوگ قَرَابَتِي اور قَرَابَاتِي کہتے ہیں۔

ق ر ب س—القَرَبُوْسُ: (قاف اور راء دونوں مفتوح) زین کا اگلا یا پچھلا کوہان نما ابھرا ہوا حصہ۔ سوائے ضرورت شعری کے اسے مخفف کر کے نہیں پڑھا جاتا ہے یعنی القَرْبُوْس صرف شعری ضرورت کے پیش نظر کہا جائے گا۔

ق ر ح—القَرْحَةُ: زخم، اس کی جمع القَرْحُ ہے جو الفَلْس کے وزن پر ہے۔ اور دوسری جمع القُرُوْحُ ہے۔

القَرْحُ (قاف مفتوح) اور القُرْحُ: (قاف مضموم) اس لفظ کے دو لہجے ہیں۔

اس کی مثال الضَّعفُ اور الضُّعفُ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ القَرحُ (قاف مفتوح) کا معنی زخم ہے اور القُرحُ (قاف مضموم) کا معنی زخم کی تکلیف ہے۔
الاَزہری نے بھی الفرّاء سے یہی نقل کیا ہے۔
قَرَحَهٗ: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور اس کا اسم فاعل بمعنی مفعول قَرِیحٌ ہے، یعنی زخمی اور اس کی جمع قَرحٰی ہے۔ قَرِحَ جِلدُهٗ: اس کی جلد پر پھنسی پھوڑے نکل آئے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ پھنسی پھوڑے نکلے ہوئے شخص کو قَرِحٌ کہتے ہیں۔ اس میں (راء مکسور) ہے۔
اَقرَحَهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ کرے کہ اس کے جسم پر پھوڑے نکل آئیں۔
بَعِیرٌ قُرحَانٌ بروزن زُجحَانٌ: ایسا اونٹ جسے کبھی خارش نہ ہوئی ہو۔
صَبِیٌّ قُرحَانٌ: ایسا بچہ جسے کبھی چیچک نہ نکلی ہو۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّ اَصحَابَ النَّبِیِّ قَدِمُوا المَدِینَةَ وھُم قُرحَانٌ: نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب مدینے آئے تو اس سے پہلے انہیں کوئی بیماری نہیں لگی تھی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کسی دوسرے کے حوالے سے یہ لفظ قُرحَانُونَ ہے لیکن یہ تلفظ اور لہجہ متروک ہے۔
قَرَحَ الحَافِرُ: بچھڑے کے مکمل دانت نکل آئے۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ واضح رہے کہ بچھڑے کے دانت پانچ برسوں میں پورے نکل آتے ہیں۔ پہلے سال کے بچھڑے کو حَولِیٌّ کہتے ہیں۔ پھر جَذَعٌ پھر ثَنِیٌّ پھر رُبَاعٌ اور پھر پانچویں سال کے بچھڑے کو قَارِحٌ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: اَجذَعَ المُهرُ واَثنٰی واَربَعَ وَقَرَحَ: یعنی بچھیرا دو سال کا ہو گیا، تین سال کا ہو گیا۔ چار سال کا ہو گیا اور پھر پانچ سال کا ہو گیا۔ پانچویں سال کی عمر کے بچھیرے کو قَرَحٌ بغیر الف کے کہتے ہیں۔
الفَرَسُ قَارِحٌ: گھوڑا پانچ سال کا ہے۔ اس کی جمع قُرَّحٌ بروزن سُکَّرٌ ہے۔ یہ لفظ ابو ذؤیب نے اپنے شعر میں استعمال کیا ہے۔
وَالقُبُّ المَقَارِیحُ: گھوڑیوں کے لئے قَوَارِحُ کہا جاتا ہے۔
القَرَاحُ: (قاف مفتوح) ایسا کھیت جس میں کوئی تعمیر نہ ہو اور نہ درخت ہوں۔ اس کی جمع اَقرِحَةٌ ہے۔
المَاءُ القَرَاحُ: ایسا پانی جس میں کسی اور چیز کا شائبہ نہ ہو۔
القَرِیحَةُ: کنویں سے نکلنے والا پہلا پانی۔ اسی سے یہ محاورہ بنا ہے کہ لِفُلَانٍ

قَـرِيُحَـةٌ جَيِّدَةٌ: فلاں شخص کی طبیعت اور قدرت و استعداد نہایت عمدہ ہے، اس سے مراد حصول علم کے لئے اعلیٰ استعداد یا جودت طبع ہے۔

اِقتَرَحَ عَلَيْهِ شَيْئًا: اس نے کوئی چیز بے تکلف مانگ لی۔

اِقْتِرَاح الكلام: فی البدیہہ بات یا شعر کہنا۔

ق ر د-القُرَادُ: (قاف مضموم) چیچڑی، اس کی جمع القِرْدَانُ: (قاف مکسور) ہے۔

التَّقْرِيْدُ: دھوکہ۔

قَـرَّدَ بَعِيْرَهُ تَقْـرِيْداً: اس نے اپنے اونٹ کی چیچڑی دور کی۔

القِرْدُ: بندر۔ اس کی جمع قُرُوْدٌ اور قِرَدَةٌ ہے۔ اس میں راء مفتوح ہے۔ اس کی مثال فِيْلٌ کی جمع فِيَلَةٌ ہے۔ قِرْدٌ کی مؤنث قِرْدَةٌ بندریا ہے۔ اور اس کی جمع قِرَدٌ ہے۔ اس کی مثال قِربَةٌ کی جمع قِرَبٌ ہے۔

ق ر ر-القِرَارُ: زمین میں ٹھکانہ۔ يَوْمُ القَرِّ: (قاف مفتوح) یوم النحر کے بعد والا دن۔ کیونکہ لوگ اس دن گھروں میں قربانی کرتے ہیں۔

القُرْقُوْرُ بروزن العُصْفُوْر: بڑی لمبی کشتی یا جہاز۔ القِـرَّةُ: (قاف مکسور) سردی۔

القَارُوْرَةُ: اس کی جمع القَوَارِيْرُ ہے اور معنی شیشہ۔

قَرْقَرَ بَطْنُهُ: اس کے پیٹ میں سے گڑ گڑ کی آواز آئی۔

قَرَّ اليَوْمُ يَقِرُّ قُرًّا: (قاف مضموم) آج دن سرد ہے۔

يَوْمٌ قَارٌّ اور قَرٌّ سرد اور ٹھنڈا دن۔

لَـيْـلَةٌ قَـارَّةٌ وقَـرَّةٌ: (قاف مفتوح) ٹھنڈی اور سرد رات۔

القَـرَارُ فِي المَكَانِ: مکان کے اندر ٹھہرنا۔ کہا جاتا ہے کہ قَرِرْتُ بالمَكَانِ (راء مکسور) اَقَرُّ قَرَارًا وقَرَرْتُ الصِنا (قاف مفتوح) اَقِرُّ قَرَارًا وقُرُوْرًا: میں مکان میں ٹھہرا۔

قَـرَّ بِـهِ عَـيْـنًا يَـقِرُّ: اس نے اس سے آنکھ ٹھنڈی کی۔ اس کی مثال ضَـرَبَ يَضْرِبُ اور عَلِمَ يَعْلَمُ ہے۔ ان کا مصدر قُرَّة اور قُرُوْرًا ہے۔

رَجُـلٌ قَـرِيْرُ العَيْنِ: مطمئن شخص اپنا مطلوب پانے کے بعد آنکھوں میں ٹھنڈک پانے والا انسان۔

قَـرَّتْ عَـيْـنُـهُ: اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی یعنی اسے سکون ملا۔ اس کا مضارع تَقَرُّ (قاف مکسور اور مفتوح) ہے۔ اس کی ضد سَخِنَتْ ہے۔ یعنی گرم ہوئی۔

اَقَـرَّ اللّٰهُ عَيْنَهُ: اللہ اس کی آنکھ ٹھنڈی

کرے یعنی اسے سکون بخشے۔ یعنی اسے اتنا کچھ عطا کرے کہ اسے اپنے سے برتر لوگوں سے حسد کرنے کی نوبت نہ آئے۔ کہا جاتا ہے کہ: حَتّٰی تَبْرُدَ وَلَاتَسْخَنَ: تا آنکہ آنکھ ٹھنڈی ہو اور گرم نہ ہو، کیونکہ خوشی کے موقع پر ٹھنڈے آنسو نکلتے ہیں اور دکھ اور حزن و غم کے موقع پر گرم آنسو نکلتے ہیں۔

قَارَّهُ مُقَارَّةً: اس نے اس کے ساتھ رہائش اختیار کی۔ حدیث شریف میں ہے: قَارُّوا الصَّلٰوةَ: نماز سکون سے اور قرار سے ادا کرو۔ یہ لفظ قرار سے مشتق ہے نہ کہ وقار سے۔

اَقَرَّ بِالْحَقِّ: اس نے حق کا اقرار و اعتراف کرلیا۔

قَرَّرَهٗ غَيْرُهٗ بالحق حتى اَقَرَّبِهٖ: کسی اور نے اس سے حق کا اعتراف کرایا تا آنکہ اس نے حق کا اقرار کیا۔

اَقَرَّهٗ فی مَكَانِهٖ فَاسْتَقَرَّ: اس نے اسے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ لہٰذا وہ وہاں ٹھہر گیا۔

اَقَرَّهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ اسے سکون و قرار دے۔ یہ اَلْقُرُّ سے مشتق ہے۔ اس کا اسم مفعول خلاف قیاس مَقْرُوْرٌ ہے۔ گویا یہ مبنی بر قُرَّ ہے۔

قَرَّرَهٗ بِالشَّیْءِ: اس نے اسے کسی چیز کے اقرار کرنے پر آمادہ کیا۔

قَرَّرَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو اس کے ٹھکانے پر رکھا۔ قَرَّرَ عِنْدَهُ الْخَبَرَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ: اس نے اس کو خبر کا یقین دلا دیا تا آنکہ اسے یقین ہوا۔

فُلَانٌ مَا يَتَقَارُّ فِیْ مَكَانِهٖ: فلاں شخص اپنے مکان میں نہیں رہتا۔

ق ر س - قَرَسَ الْمَاءُ: پانی جم گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَرِيْسٌ اور قَارِسٌ ہے۔ اسی سے سَمَكٌ قَرِيْسٌ کہا جاتا ہے۔ یعنی پہلے مچھلی کو پکایا جاتا ہے پھر اس کے لئے ایک مخصوص مصالحہ تیار کیا جاتا ہے اور مچھلی کو اس میں ڈال دیا جاتا ہے۔ جس میں مچھلی جم جاتی ہے۔

ق ر ش - الْقَرْشُ: کمانا اور جمع کرنا یا جوڑنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قریش کا نام اسی لفظ سے ماخوذ ہے جو ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے۔

رَجُلٌ قَرَشِيٌّ: شاید اسے قُرَيْشِيٌّ بھی کہا گیا ہے جو مبنی بر قیاس ہے۔

قُرَيْشٌ سے اگر مراد محلّہ ہے تو یہ منصرف ہوگا اور اگر اس سے مراد قبیلہ لیا جائے تو پھر یہ غیر منصرف ہوگا۔

ق ر ص - الْقَرْصُ: دو انگلیوں سے چٹکی بھرنا یا لینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

قَرَصُ الْبَرَاغِيْثِ: مچھروں کا کاٹنا۔ الْقُرْصُ والْقُرْصَةُ: روٹی کی ٹکیہ۔ الْقُرْصَةُ کی جمع قُرَصٌ

ہے۔ اس کی مثال صُبْـرَةٌ کی جمع صُبَرٌ ہے۔

قَرَصَ العَجِيْنَ: اس نے گندھے ہوئے آٹے کے پیڑے بنائے۔ قَرَّصَهُ کا بھی یہی معنی ہے اور تشدید کثرت کے معانی کے لئے ہے۔

قُرْصُ الشَّمْسِ: چشمہ آفتاب۔ سورج کی ٹکیہ۔

ق ر ض۔ قَرَضَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو کاٹا۔

قَـرَضَتِ الفَـارَةُ الثَّوْبَ: چوہیا نے کپڑے کو کترا۔

قَرَضَ الرَّجُلُ الشِّعْرَ: آدمی نے شعر کہا اور شعر کو قَرِيْضٌ کہتے ہیں۔ ان سب کا باب ضَرَبَ ہے۔

القُرَاضَةُ: (قاف مضموم) کاٹنے سے جو کترن وغیرہ بچتی ہے۔ اسی سے قُرَاضَةُ الـذَّهبِ ماخوذ ہے جس کا معنی سونے کا ریزے یا ذرات ہیں۔

المِقْرَاضُ: قینچی۔ اس کی جمع المَقَارِيْضُ ہے۔

قَرَضَ فُـلَانٌ: فلاں شخص فوت ہوگیا۔

اِنْقَـرَضَ القَـوْمُ: پوری قوم ختم ہوگئی اور ان میں کوئی نہیں بچا۔ قول خداوندی ہے: تَقْرِضُـهُمْ ذَاتَ الشِّمَـالِ: اور جب سورج غروب ہو تو ان کی بائیں جانب سے کترا کر نکل جائے۔

القَـرْضُ: قرض۔ وہ مال جو تم کسی کو اس کی واپسی کی شرط پر دو۔ قاف مکسور یعنی القِرْضُ اس کا ایک لہجہ ہے۔

اسْتَقْـرَضَ مِنْهُ: اس نے اس سے قرض مانگا۔ فَـأَقْرَضَـهُ: تو اس نے اس کو قرض دیدیا۔

اِقْتَرَضَ مِنْهُ: اس نے اس سے قرض لیا۔

القَرْضُ: وہ مال جو تم کسی کو بطور نیکی دو۔ یا بطور بدی سے دو، یہ بطور تشبیہ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَأَقْـرِضُوا اللهَ قَـرْضًا حَسَنًا: اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو۔

المُقَـارَضَةُ: مضاربہ یعنی شراکت کے کاروبار میں رقم دینا۔

قَـارَضَهُ قِـرَاضًا: اس نے اس کو مقررہ شرائط اور وضع پر رقم دی۔

ق ر ط۔ القُرْطُ: بالی جو کانوں میں پہنی جاتی ہے۔ اس کی جمع قِرَطَةٌ بروزن عِنَبَةٌ اور قِـرَاطٌ بروزن رُمْحٌ و رِمَاحٌ ہے۔

قَـرَّطَ الجَـارِيَةَ تَقْرِيطًا فتَقَرَّطَتْ هِـيَ: اس نے لونڈی کو بالی پہنائی تو اس نے پہن لی۔

القِـيْـرَاط: نصف دانگ وزن۔ البتہ حدیث شریف میں قیراط کا ذکر آیا ہے۔ اس کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ کوہ اُحد کی طرح ہے۔

ق ر ط س-القُرْطَاسُ: (قاف مکسور و مضموم) کاغذ جس پر لکھا جاتا ہے۔
القَرْطَسُ بروزن المَذْهَبُ کا معنی بھی یہی ہے۔ نشانے کو بھی قِرطَاسُ کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ رَمَی فَقَرْطَسَ: اس نے تیر چلایا تو وہ نشانے پر لگ گیا۔

ق ر ط ل-القِرْطَالَةُ: اس کی جمع القِرْطَالُ ہے اور معنی ٹوکری ہے۔
میرا کہنا ہے کہ الازہری نے اس کا معنی جانور کی پیٹھ پر ڈالا جانے والا کپڑا بتایا ہے۔ جسے عرق گیر کہتے ہیں۔

ق ر ط م-القُرْطُمُ: کُڑ کے بیج۔ تخم مُعصفر۔
القِرْطِمُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ق ر ظ-القَرَظُ: درخت قرظ کے پتے جس سے رنگ دیا جاتا ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی بلوط درخت کی چھال ہے۔
قُرَيْظَة: بنو قریظہ اور بنو نضیر وادی خیبر کے دو یہودی قبیلے۔

ق ر ع-قَرَعَ الباب: اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، اس کا باب قَطَعَ ہے۔
القَرْعُ: کدو کی بیل۔ اس کا واحد قَرْعَةٌ ہے۔
القُرعَةُ: (قاف مضموم) قرعہ، فال۔
الأَقْرَعُ: جس کے سر کے بال کسی بیماری کے سبب جھڑ گئے ہوں۔
وَقَدْ قَرِعَ: اس کے سر کے بال جھڑ گئے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ایسے شخص کو اَقْرَعُ کہتے ہیں۔ اور سر کے جس جگہ سے بال جھڑ گئے ہوں اسے القَرَعَة (راء مفتوح) کہتے ہیں۔
القَوْمُ قُرْعٌ وقُرْعَانٌ: گنجی قوم۔ ایسے لوگ جن کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں۔ یہ لفظ مصدر بھی ہے مثلاً: یہ کہنا کہ قَرِعَ الفِنَاءُ: مویشیوں کے باڑے کا خالی ہونا۔ محاورہ ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ قَرَعِ الفِنَاءِ وصَفَرِ الإنَاء: ہم باڑے کے خالی ہونے اور برتن کے خالی ہونے یا رہنے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔
ثعلب کا کہنا ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ قَرْعِ الفناء: (راء ساکن) خلاف قیاس ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث میں ہے: قَرِعَ حَجُّكُمْ: تمہارے حج کے ایام لوگوں سے خالی ہو گئے۔ یعنی حج کی چہل پہل ختم ہو گئی۔
المِقْرَعَةُ: (میم مکسور) مویشی ہانکنے کی لاٹھی۔
القَارِعَةُ: زمانے کی سختیوں میں سے ایک سختی اور یہ آفت ہے۔
قَارِعَةُ الدَّار: گھر کا صحن۔ قَارِعَةُ الطَّرِيقِ: راستے کا اوپر کا حصہ۔

قَوَارِعُ القُرآنِ: قرآن کی وہ آیات جو انسان جن وغیرہ کے خوف کے مارے یا اس سے بچنے کے لئے پڑھتا ہے مثلاً: آیت الکرسی۔ گویا یہ آیتیں جنات کو بھگا دیتی ہیں۔

اَقْرَعَ بَیْنَھُمْ: اس نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔

اِقْتَرَعُوْا وَتَقَارَعُوْا کا ایک ہی معنی ہے یعنی انہوں نے باہم قرعہ ڈالا۔

التَّقْرِیْعُ: کسی کے ساتھ سختی اور درشتی سے پیش آنا۔

المُقَارَعَةُ: حصے ڈالنا۔ باہم حصہ دار بنا۔ کہا جاتا ہے: قَارَعَهُ فَقَرَعَهُ: اس نے اس کے ساتھ قرعہ ڈالا تو اس کا قرعہ نکل آیا یعنی وہ قرعہ اندازی میں جیت گیا۔

ق ر ف—القِرْفَةُ: ایک دواء۔ چھلکا۔

المُقْرِفُ: دوغلا۔ وہ شخص جس کی ماں عربی ہو اور باپ غیر عرب ہو۔

الاقْرَافُ: باپ کی طرف سے دوغلا ہونا۔ اور الهُجْنَةُ ماں کی طرف سے دوغلا ہونا۔

اِقْتِرَافُ: کمانا۔ ارتکاب کرنا۔

القَرَفُ: بیماری کے قریب ہونا۔ اس کا باب طرب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّ قَوْمًا شَكَوْا اليه وَبَاء اَرْضِهِمْ فَقَالَ تَحَوَّلُوْا فَاِنَّ من القَرَفَ التَّلَفَ: ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ ان کی سرزمین یعنی علاقہ میں وباء پھوٹ پڑی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ۔ کیونکہ بیماری کے قریب ہونا ہلاکت ہے۔

قَارَفَ الخَطِیْئَةَ: اس سے غلطی ہوئی یا گناہ سرزد ہوا۔

ق ر ف ص—القُرْفُصَاءُ: (قاف اور فاء مضموم) بیٹھنے کا ایک انداز، اکڑوں بیٹھنا۔ یہ لفظ الف ممدود اور الف مقصور دونوں سے لکھا جاتا ہے۔ جب تم یہ کہو کہ قَعَدَ فُلَانٌ القُرْفُصَاء: تو گویا تم نے یہ کہا کہ وہ ایک مخصوص انداز سے بیٹھا اور وہ انداز یہ کہ وہ اپنی دوسرینوں کے بل بیٹھا اور اس کی دونوں رانیں اس کے پیٹ سے لگ گئیں۔ اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنی پنڈلیوں پر رکھے۔ جس طرح انسان کپڑا لیتا ہے۔ اس طرح گویا اس کے دونوں ہاتھ کپڑے کا بدل ہو گئے۔ یہ قول ابو عبید کا ہے۔ ابو المہدی کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے گھٹنوں کے بل اکڑوں بیٹھے اور اپنا پیٹ دونوں رانوں کے ساتھ جوڑے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں بغلوں میں رکھے۔ اسی کو اعرابی بیٹھک کہتے ہیں۔

ق ر ق ف—القَرْقَفُ: شراب۔

ق ر م-المُقْرَمُ: متبرک اونٹ۔اس پر بوجھ نہیں لادا جاتا۔نہ اسے کسی اور کام میں جوتا جاتا ہے۔بلکہ اسے صرف نسل کشی کے لئے رکھا جاتا ہے۔یہی معنی القَرْم کا ہے۔ اسی نسبت سے اس اونٹ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے سردار کو قَرْمٌ اور مُقْرَم کہا جاتا ہے۔البتہ حدیث شریف میں جو ذکر ہے کہ: کالبعیر الأقْوَم: یہ ایک نامعلوم لہجہ ہے۔

القَرَمُ: (قاف اور راء مفتوح) گوشت کھانے کی شدید خواہش۔

قَدْ قَرِمَ الی اللَّحْمِ: اس نے گوشت کھانے کی شدید خواہش کی۔اس کا باب طرب ہے۔

القِرَامُ: ایسا پردہ جس پر لکھائی اور نقش و نگار ہوں۔یہی معنی المِقْرَمُ اور المِقْرَمَةُ کا ہے۔

ق ر م ط-القَرْمَطَةُ: لکھائی میں سطروں کا قریب قریب ہونا۔

ق ر ن-القَرْنُ: سینگ۔بیل وغیرہ کے سینگ۔

القَرْنُ: بالوں کے جوڑے کو بھی کہتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ: للرَّجُلِ قَرْنَانِ: آدمی کی دو مینڈھیاں یا لٹیں ہوتی ہیں۔

ذُو القَرْنَيْنِ: سکندر رومی کا لقب۔

القَرْنُ: اسی برس کا دورانیہ۔بعض نے کہا ہے کہ تیس سال کا وقفہ۔

القَرْنُ: ہم عمر۔کہا جاتا ہے کہ: هُوَ عَلٰى قَرْنِي: وہ میرا ہم عمر ہے۔

القَرْنُ فی النّاس: ہم عصر لوگ۔بقول شاعر:

اذا ذَهَبَ القَرْنُ الذی اَنت فِيهِمْ
وخُلِّفْتَ فی قَرْنٍ انت غَرِيبُ

''جب تمہارے ہمعصر لوگ گزر جائیں یعنی دنیا سے اٹھ جائیں تو تم پیچھے ایسے لوگوں یا ایسے زمانے میں رہ جاؤ گے جہاں تم اجنبی ہو گے۔''

القَرْنُ: کجاوے کا قرن۔اس سے مراد کجاوے کے سر کی طرف کا حصہ ہے۔کہا گیا ہے کہ ذوالقرنین کو اس لئے ذوالقرنین کہا گیا ہے کہ اس نے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی تو لوگوں نے اس کے سینگوں یعنی سر کے دو اطراف پر مارا۔

قَرْنُ الشَّمْسِ: طلوع ہوتے وقت سورج کا اوپر والا حصہ۔القَرَنُ: (راء متحرک) ایک جگہ کا نام جو اہل نجد کے لئے میقات ہے۔حضرت اویس قرنیؓ کا اسی جگہ سے تعلق تھا۔

میرا کہنا ہے کہ التھذیب میں یہ لفظ راء ساکن کے ساتھ ہے۔جو صاحب کتاب نے اصمعی سے نقل کیا ہے۔اس نے بطور دلیل ایک شعر بھی لکھا ہے اور اس کی تحقیق

المُغرب میں ہے۔
القَرَنُ: اس قول: رَجُلٌ اَقْرَنُ کا مصدر بھی ہے۔ایسے شخص کو مقرون الحاجبین: ایسا شخص جس کے دونوں ابرو جڑے ہوئے ہوں۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔القِرْنُ (قاف مکسور) بہادری میں تمہارا مد مقابل۔
القُرْنَةُ: (قاف مضموم) ہر چیز کی ابھری ہوئی دھار، مثلاً کہا جاتا ہے: قُرْنَةُ الجَبَلِ: پہاڑ کی دھار۔اور قُرْنَةُ النَّصْلِ: نیزے کی دھار۔
قَرَنَ بینَ الحجّ والعُمرة: اس نے حج اور عمرہ کو ملا دیا۔اس کا مضارع یقْرُنُ (راء مضموم) اور یقْرِنُ (راء مکسور) ہے۔
قَرَنَ الشَّیْئَ بالشَّیْئِ: اس نے ایک چیز کا دوسری چیز سے مقابلہ کیا۔اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔
قُرِّنَتِ الأسَارَی بالحِبَال: قیدیوں کو رسیوں میں جکڑا گیا۔تشدید بیان کثرت کے لئے استعمال ہوئی ہے۔قول خداوندی ہے: مُقَرَّنِیْنَ فی الأصْفَاد: ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے۔
اقْتَرَنَ الشَّیْئُ بِغَیْرِہٖ: چیز دوسری چیز کے ساتھ مل گئی یا جڑ گئی۔
قَارَنَتْهُ قِرَانًا: وہ اس کے ساتھ رہی۔اسی سے قِرَانُ الکواکِب کی اصطلاح ماخوذ ہے۔جس کا مطلب سیاروں کا اقتران ہے۔یعنی بیک وقت ستاروں کا طلوع ہونا۔
القِرَانُ: دو دو کھجوریں اکٹھی کر کے کھانا۔اس کا باب قِرانُ الحج ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔
اَقْرَنَ لَهٗ: وہ اس پر غالب آیا۔قابو کرنا۔قول خداوندی ہے: وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ: اور ہم میں یہ طاقت نہ تھی کہ ان کو بس میں کر لیتے۔
القَرِیْنُ: ساتھی، ہم نشین۔
قَرِیْنَةُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی۔
القَرُوْنُ: وہ شخص جو دو دو کھجوریں اکٹھی کر کے کھاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ اَبَرَمًا قَرُوْنًا: بخیل اور لالچی۔
قَارُوْنُ: ایک شخص کا نام جو اپنی دولتمندی کے لئے مشہور تھا۔عجمی نام اور معرفہ ہونے کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے۔
ق ر ن ص – بَازٌ مُقَرْنَصٌ: آنکھوں پر پٹی بندھا باز۔
قَدْ قَرْنَصَهٗ: اس نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔
قِـرَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ق ر'.
ق ر ا – القَرَا: دوپہر۔
القَرْیَةُ: گاؤں۔اس کی جمع القُریٰ ہے۔ازروئے قیاس اسے قِرَاء ہونا چاہئے اس کی مثال ظَبْیَةٌ کی جمع ظباء ہے۔القِرْیَةُ

(قاف مکسور) القَرِيَةُ کا یمنی لہجہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ذِرْوَةٌ کی جمع ذُرًا اور لِحْيَة کی جمع لُحى کی بناء پر ایسا کیا ہو۔ اس سے صفت نسبتی قَــرَوِیٌّ ہے۔
القَرْيَتَيْن کا لفظ قرآن میں اس آیت میں آیا ہے: عَلَى رَجُلٍ مِنَ القَرْيَتَيْنِ عَظِــيْم: یعنی قرآن دو بستیوں مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ ہوا۔
اسْتَقرَى البِلَادَ: وہ طلب ضیافت میں جگہ جگہ پھرا۔
قَرَى الضَّيْفَ يَقْرِيهِ: اس نے اس کی مہمان نوازی کی۔ اس کا مصدر قِـرًى (قاف مکسور) اور قَرَاءٍ (قاف مفتوح اور الف ممدود) ہے۔ القِرَى کا معنی مہمان نوازی اور ضیافت بھی ہے۔
القَيْرُوَانُ: (راء مضموم) کاروان۔ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔ اس کا معنی قافلہ ہے۔
حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے: يَغْـدُوْ الشَّيْطَانُ بِقَيْرُوَانِهِ اِلَى السُّــوْقِ: شیطان صبح کو اپنے لاؤ ولشکر سمیت مارکیٹ اور بازار میں پہنچ جاتا ہے۔

ق ز ح - قَوْسُ قُـزَحَ: دھنک۔ یہ غیر منصرف ہے۔ قُزَحُ نام کا مزدلفہ میں ایک پہاڑ بھی ہے۔

ق ز ز - اَلتَّقَــزُّزُ: غلاظت اور پلیدی سے دور رہنا۔
قَدْ تَقَزَّزَ مِنْ كذا: وہ فلاں چیز سے دور رہا۔
فَهُوَ رَجُلٌ قِزٌّ: لہٰذا وہ شخص غلاظت سے بچنے والا ہے۔ اس میں قاف مفتوح، مضموم اور مکسور تینوں حرکتوں والا ہے۔
القَزُّ: ریشم، معرب کلمہ ہے۔
القَازُوْزَةُ: پینے کا پیالہ۔ اسے قَدَحٌ بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح القَاقُزَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اسے قَاقُزَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔
القَاقُوْزَةُ کی جمع قَوَاقِيْزُ ہے۔

ق ز ع - القَزَعُ: (قاف اور زای دونوں مفتوح) بدلی۔ بادلوں کا ایک ٹکڑا۔ اس کا واحد القَــزَعَةُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: كَانَّهُمْ قَزَعُ الخَرِيْفِ: گویا موسم خریف میں آسمان پر بادل کے ٹکڑے ہوں۔ جو جدا جدا ہوتے ہیں اور پھر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ القَزَع کا معنی یہ بھی ہے کہ بچے کے سر کے بال اس طرح مونڈھے جائیں کہ سر پر کہیں کہیں بالوں کی چوٹیاں رہنے دی جائیں۔ ایسا کرنا منع ہے۔
القُنْزُعَةُ: (قاف مضموم زای مضموم) اس کی جمع قَنَازِعُ ہے۔ یہ سر کے گرد کے بال ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: غَطِّي عَنَّا قَنَــازِعَكِ أُمَّ اَيْـمَـنَ: اے ام ایمن!

اپنے سر کے گرد بال ہم سے ڈھانپ لے۔
ق س ب—القَسْبُ: پیٹھ۔
الْقَسْبُ: خشک کھجور جو گٹھلی کی طرح منہ میں ٹوٹتی ہے۔
الْقِسْيَبُ: نہایت دراز وطویل۔
رَجُلٌ قِسْيَبٌ: بہادر اور جری آدمی۔
ق س ر—قَسَرَهُ عَلَى الأمْرِ: اس نے اس کو کام پر مجبور کیا اور اس پر قہر کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اِقْتَسَرَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ القَسْوَرُ اور القَسْوَرَةُ: شیر۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ: جو شیر کو دیکھ کر بھاگا ہو۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی تیر انداز شکاری ہیں۔ قِنَّسْرُوْنَ (قاف مکسور اور نون مشدّد و مفتوح) شام میں ایک علاقہ اس سے مشتق اسم صفت کا ذکر بذیل مادہ 'ن ص ب' میں ہے۔
ق س س—القَسُّ: نصاریٰ کا دینی علمی اور مذہبی سردار و رہنما۔ یہی معنی القِسِّيْسُ کا ہے۔ یہ بھی قاف مکسور کے ساتھ ہے۔
القَسِّيُّ: ایک کپڑا جو مصر سے لایا جاتا ہے۔ اس میں ریشم کی آمیزش ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ نَهَى عَنْ لُبْسِ القَسِّيِّ: نبی کریم ﷺ نے قَسِّی کپڑا پہننے سے منع فرمایا۔ ابو عبید کا قول ہے کہ یہ کپڑا اس علاقے سے منسوب ہے جس کا نام قَسّ ہے۔ اصحاب حدیث اسے قاف مکسور کر کے پڑھتے اور بولتے ہیں اور اہل مصر اسے قاف مفتوح کہتے ہیں۔ قُسُّ بن سَاعِدة الایادی: نجران کا پادری اُسقف۔ یہ شخص عرب کے حکماء میں سے ہو گزرا ہے۔
ق س ط—القُسُوْطُ: ظلم و جوار اور حق سے روگردانی۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ یہ لفظ قول خداوندی میں اس طرح ہے: وَاَمَّا القاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا: رہے راہ حق سے ہٹنے والے تو وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔
القِسْطُ: عدل و انصاف۔ (قاف مکسور)۔
اَقْسَطَ الرَّجُلُ: آدمی نے عدل کیا۔ عدل کرنے والے کو مُقْسِطٌ کہتے ہیں۔ اسی پر قول خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ المُقْسِطِيْنَ: بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔
القِسْطُ کا معنی حصہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: تَقَسَّطْنَا الشَّيْئَ بَيْنَنَا: ہم نے چیز آپس میں تقسیم کر لی۔ یعنی اس کے حصے کر لئے۔
ق س ط س—القُسْطَاسُ: (قاف مضموم اور مکسور) ترازو۔
ق س م—القَسْمُ: (قاف مفتوح)۔ قَسَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز تقسیم کی تو وہ تقسیم ہو گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

مَجْلِسٌ کی طرح اس کا اسم ظرف مَقْسِمٌ ہے۔ القِسْمُ (قاف مکسور) قسمت، خوش نصیبی۔ اس کی مثال طَحَنَ طَحْنًا ہے۔ اور الطِّحْنُ (طاء مکسور) کا معنی آٹا ہے۔ اَقْسَمَ: اس نے قسم اٹھائی یا کھائی۔ اس کی اصل القَسَامَةُ ہے۔ یہ وہ حلف ہیں جو خون کے اولیاء کو دیے جاتے ہیں۔ القَسَمُ: (قاف اور سین دونوں مفتوح) حلف، قسم۔ اسی طرح المُقسَمُ ہے۔ یہ المُخْرَجُ کی طرح مصدر ہے۔ المُقْسَمُ کا معنی قسم کی جگہ کی بھی ہے۔

قَاسَمَهُ: اس نے اسے قسم دلائی۔

قَاسَمَهُ المَالَ، تَقَاسَمَاهُ واقْتَسَمَاهُ: تینوں کا معنی ہے انہوں نے آپس میں مال تقسیم کیا۔

القِسْمَةُ: تقسیم کرنا۔ یہ مؤنث ہے۔ البتہ صرف قول خداوندی میں: وارْزُقُوهُمْ مِنْهُ آیا ہے جو اذا حَضَرَ القِسْمَةَ کے فوراً بعد آیا ہے۔ یعنی مال اور میراث کے معنوں میں آیا ہے جو مذکر ہیں۔

اسْتَقْسَمَ: اس نے تیروں کے ذریعے قسمت معلوم کی۔

ق س ا - قَسَا قَلْبُهُ: اس کا دل سخت ہو گیا۔ اس کا مضارع يَقْسُوْ ہے۔ مصدر قَسَاءٌ (قاف مفتوح اور الف ممدود) اور قَسْوَةٌ اور قَسَاوَةٌ بھی ہے۔

اَقْسَاهُ الذَّنْبُ: گناہ کے ارتکاب نے اسے سنگدل کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ الذَّنْبُ مَقْسَاةٌ لِلْقَلْبِ: گناہ کرنے سے دل سخت ہوتا ہے۔ حَجَرٌ قَاسٍ: سخت پتھر۔

قَاسَى الأمْرَ: اس نے کام میں تکلیف اور سختی برداشت کی۔

دِرْهَمٌ قَسِيٌّ: کھوٹا درہم۔ جس کی چاندی سخت اور خراب ہوتی ہے۔ اس کی جمع قِسْيَانٌ ہے۔ اس کی مثال صَبِيٌّ کی جمع صِبْيَانٌ ہے۔ دَرَاهِمُ قَسِيَّةٌ وقَسِيَّاتٌ: کھوٹے درہم۔

ق ش ر - القِشْرُ: چھلکا، چھال۔ اس کی جمع القُشُوْرُ ہے۔ القِشْرَةُ زیادہ عام اور مستعمل ہے۔

قَشَرَ العُوْدَ: اس نے لکڑی کو چھیل دیا یا چھال اتار لی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

قَشَّرَهُ تَقْشِيْرًا: اس نے اس کا چھلکا اتار لیا۔

انْقَشَرَ العُوْدُ: لکڑی کی چھال اتر گئی۔ تَقَشَّرَ کا معنی بھی یہی ہے۔

القَاشِرَةُ: ہلکی رگڑ یا زخم جو کھال اتار دے۔

لِبَاسُ الرَّجُلِ قِشْرُهُ: انسان کا لباس تو اس کی کھال ہے۔ (یعنی لباس تو ظاہری دکھاوا ہے۔ اصل انسان تو اندر کا ہے)۔

اس کا ذکر حدیث قَیْلَه میں ہے: تَمَرٌ قَشِرٌ: (شین مکسور) بہت زیادہ چھلکے والی کھجور۔

ق ش ع—القِشَعُ: بروزن العِنَبُ: سُوکھی کھالیں۔ اس کا واحد قَشْعٌ ہے بروزن فَلْسٌ. اس کا ذکر سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ حدیث یہ ہے: لَوْ حَدَّثْتُكُمْ بِكُلِّ ما أعْلَمُ لَرَمَيْتُمُوْنی بِالقَشَع: اگر میں تمہیں وہ سب باتیں بتادوں جو میں جانتا ہوں تو تم مجھے ڈھیلے پتھروں سے مارو گے۔

ق ش ع ر—اقْشَعَرَّ جِلْدُهُ اقْشِعْرارًا: اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ایسے شخص کو مُقْشَعِرٌّ کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع قَشَاعِرُ ہے۔

اَخَذَتْهُ قُشَعْرِيْرَةٌ: اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اس میں قاف مضموم اور شین مفتوح ہے۔

ق ش ع م—القَشْعَمُ: بوڑھا گدھ اور عمر رسیدہ آدمی۔

ق ش ف—رَجُلٌ قَشِفٌ: سورج کی تمازت سے جھلسا ہوا انسان یا بھوک کا مارا ہوا آدمی۔ اس کا باب طرب ہے۔ کہا جاتا ہے اَصَابَهُمْ مِنَ العَيْشَقِ قَشَفٌ: ان کی زندگی تلخ اور دشوار ہوگئی۔

المُتَقَشِّفُ: بھوک کا مارا ہوا اور چیتھڑے پہنے آدمی۔

ق ش م—القَشْمُ: بہت کھانا۔ دھانسنا، بری طرح کھانا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ القَشْمُ کا معنی اچھے کھانے سے بُرے اور رَدّی کھانے کو صاف کرنا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا اَصَابَت الاِبِلُ مَقْشَمًا: اونٹ کو چرنے کی جگہ نہ ملی۔

ق ش ا—المَقْشُوُّ: چھلکا اترا ہوا۔ تراشا ہوا۔ اس کا ذکر حدیث قیلہ میں ہے۔

ق ص ب—القَصَبُ: گنا اور سرکنڈا۔ القَصْباء بروزن الحَمْرَاءُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا واحد القَصَبَةُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ القَصْبَاءُ ما الحَلْفَاء اور الطَّرْفَاءُ واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہوتے ہیں۔

القَصَبُ: خول دار موتی۔ حدیث شریف میں ہے: بَشِّرْ خَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ فی الجَنَّةِ مِنْ قَصَب: خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری دو جو پھولدار جواہر اور موتیوں سے بنا ہوگا۔

قَصَبَةُ الأَنْفِ: ناک کا بانسہ یعنی ناک کی نرم ہڈی۔

قَصَبَةُ القَرْيَةِ: بستی کا وسط۔

قَصَبَةُ السَّوادِ: شاداب علاقے کا شہر۔

الْقَضْبُ: کاٹنا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔اسی سے لفظ قصاب مشتق ہے جس کا معنی گوشت کاٹنے والا ہے۔

ق ص د – القَصْد: کسی چیز تک پہنچنا۔ ارادہ کرنا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔کہتے ہیں: قَصَدَهُ وَقَصَدَ لَهُ اور قَصَدَ اِلیه سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ اس کے پاس آیا۔

قَصَدَ قَصْدَهُ: وہ اس کی طرف آیا۔

القَصِيْدُ: شعری قصیدہ کی جمع۔اس کی مثال سَفِیْنٌ اور سَفِیْنَةٌ ہے۔

القَاصِدُ: قریب۔کہا جاتا ہے کہ: بَيْنَنَا وَبَيْنَ المَاءِ لَيْلَةٌ قَاصِدَةٌ: ہمارے اور پانی کے درمیان بہت آسان فاصلہ ہے نہ اس میں تکلیف ہوتی ہے اور نہ دیر لگتی ہے۔

القَصْدُ: اسراف اور کنجوسی کے درمیان میانہ روی اور اعتدال۔کہا جاتا ہے کہ فلاں مُقْتَصِدٌ فی النَّفَقَةِ: فلاں شخص خرچ کرنے میں میانہ رو آدمی ہے۔

اِقْصِدْ فِی مَشْیِکَ: اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر۔

اِقْصِدْ بِذَرْعِکَ: ٹھہرو، توقف کرو۔

القَصْدُ: عدل وانصاف۔

ق ص ر – القَصْرُ: محل۔اس کی جمع القُصُوْرُ ہے۔لوگ کہتے ہیں یا محاورہ ہے کہ: قَصْرُکَ اَنْ تَفْعَلَ کَذَا وقَصَارُکَ: (قاف مفتوح) اور قُصَارَاکَ: (قاف مضموم) تمہاری غرض وغایت یہی ہے۔اور کام کی انتہا یہ ہے۔مَا اقْتَصَرْتَ عَلَیْهِ کا معنی بھی یہی ہے۔

القَوْصَرَّةُ: (راء مشدد) وہ چٹائی کی بوریاں جن میں کھجوریں رکھی جاتی ہیں۔یا اسٹور کی جاتی ہیں۔اس لفظ کو مخفف بھی پڑھا یا بولا جاتا ہے۔القَصَرَةُ: (قاف اور صاد دونوں مفتوح) گردن کی جڑ یعنی شروع کا حصہ۔اس کی جمع قَصَرٌ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کی آیت: اِنَّهَا تَرْمِی بِشَرَرٍ کَالقَصَرِ: میں القَصَر کا صاد مفتوح پڑھا ہے اور اس کی تفسیر درختوں کے تنے کی ہے یعنی درختوں کی گردنیں۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الاہروی حضرت ابن عباسؓ نے اس لفظ کی تفسیر اونٹ کی گردنیں کی ہے۔اور بقول زمخشری اس آیت کی تفسیر میں القَصَر کا معنی اونٹوں کی گردنیں اور درختوں کے تنے، کیا گیا ہے۔

قَصَرَ الشَّیْئَ: اس نے چیز کو روک لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔اسی سے لفظ مَقْصُوْرَةٌ بمعنی جامع مشتق ہے۔

قَصَرَ عَنِ الشَّیْئِ: وہ کام سے عاجز رہا

یا قاصر رہا۔ اور اسے کر نہ سکا۔ یا وہ کسی چیز سے قاصر رہا یعنی اسے پا نہ سکا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قَصَرَ السَّهْمُ تیر نشانے پر لگنے سے رہ گیا۔ یعنی نشانے پر نہ لگ سکا۔

قَصُرَ الشَّيْءُ: چیز چھوٹی رہ گئی۔ یہ طَالَ کی ضد ہے۔ اس میں صاد مضموم ہے۔ اور اس کا مضارع یَقْصُرُ ہے۔ اور مصدر قِصَرًا بروزن عِنَبًا ہے۔

قَصَرَ مِنَ الصَّلوٰة: اس نے نماز میں قصر کی۔ اسی طرح قَصَرَ الشَّيْءَ: چیز کو کسی اور تک نہ بڑھنے دیا۔ ان دونوں کا باب نَصَرَ ہے۔

اِمْرَأَةٌ قَاصِرَةُ الطَّرْفِ: خاوند کے بغیر کسی غیر مرد کی طرف نہ دیکھنے والی عورت۔

قَصَرَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کو کوٹا (جیسے دھوبی دھوتے وقت کپڑے کو کوٹتے ہیں) اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اسی سے القَصَّارُ بمعنی دھوبی مشتق ہے۔ قَصَّرَهُ تَقْصِيرًا کا معنی بھی یہی ہے۔

التقصير مِنَ الصَّلوٰة والشَّعر: نماز میں قصر کرنا اور بالوں میں قصر کرنا یا انہیں چھوٹا کرنا بھی القَصْر کی طرح ہے

التَّقْصِيرُ فِى الأمرِ: کام میں کوتاہی کرنا۔

القَصِيْرُ: روم کے بادشاہوں کا لقب۔

الاِقْتِصَار عَلَى الشَّيْءِ: کسی چیز پر اکتفا کرنا۔

أَقْصَرَ عَنْهُ: قدرت وطاقت کے باوجود وہ اس کام سے رُک گیا۔ اگر یہ کہنا ہو کہ وہ اس کام سے عاجز رہ گیا تو کہیں گے قَصَرَ عَنْهُ: (قاف مفتوح)۔ قَصَرَ کے شروع میں الف داخل کئے بغیر۔ اَقْصَرَ فِى الصَّلوٰة: (اس نے نماز میں قصر کی) قَصَرَ کا ایک لہجہ ہے۔

اَقْصَرَتِ المَرْأَةُ: عورت نے کوتاہ قد اولاد پیدا کی۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ الطَّوِيْلَ قَدْ تُقْصِرُ واِنَّ القَصِيْرَةَ قَدْ تُطِيْلُ: بسا اوقات قد آور لوگوں کی اولاد کوتاہ قد ہوتی ہے اور کوتاہ قد لوگوں کی قد آور۔

اِسْتَقْصَرَهُ: اس نے اسے قصیر (کوتاہ قد) سمجھا یا معذور جانا۔

ق ص ص — قَصَّ اَثَرَهُ: اس نے اس کی پیروی کی۔ اس کا باب رَدَّ ہے اور مصدر قَصَصًا ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: فارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا: وہ دونوں اپنے نقش پاء پر لوٹ آئے۔ اور یہی معنی اِقْتَصَّ اَثَرَهُ کا ہے اور تَقَصَّصَ اَثَرَهُ کا ہے۔ یعنی اس نے اپنے نقش پاء کی پیروی کی۔ یعنی پاؤں کے نشانات دیکھتے

انہیں نشانات پر واپس آئے۔
الْقِصَّةُ: قصہ کہانی، معاملہ۔
اُقْتُصَّ الْحَدِيْثُ: اس نے اس کے منہ پر بات کی۔
قَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ قَصَصًا: اس نے اسے خبر سنا دی۔ اس کا اسم بھی القَصَصُ ہے جس میں قاف مفتوح ہے جو قائم مقام مصدر ہے۔ القِصَصُ (قاف مکسور) اس کا واحد قصہ ہے جو لکھا جاتا ہے۔
القِصَاصُ: خون کا بدلہ۔ قَدْ أَقَصَّ الأَمِيْرُ فلانًا مِن فلان: امیر نے فلاں شخص سے فلاں شخص کا قصاص لیا۔ یعنی زخم کا بدلہ زخم سے یا قتل کے بدلے قتل کے ذریعے۔
اسْتَقَصَّهُ: اس نے اس سے قصاص کا مطالبہ کیا۔
تَقَاصَّ الْقَوْمُ: قوم نے باہم ایک دوسرے سے قصاص لیا۔
قَصَّ الشَّعْرَ: اس نے بال کترے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
الْمِقَصُّ: قینچی۔
هُمَا مِقَصَّانِ: یہ دو قینچیاں ہیں۔ اصمعی کا قول ہے کہ قُصَاصُ الشعر یعنی کاٹنا یا کترنا سے مراد ماتھے کی طرف سے جہاں سے بال شروع ہوتے ہیں اور پیچھے گردن کی طرف سے بال کترنا ہے۔ اور اس لفظ کے تین لہجے ہیں:
(۱) قاف مضموم۔
(۲) قاف مفتوح اور
(۳) قاف مکسور۔
قاف مضموم فصیح ترین اور سب سے زیادہ اعلیٰ تلفظ یا لہجہ ہے۔
القَصُّ: (قاف مفتوح) سینے کا اُبھرا ہوا حصہ۔ اسی طرح القَصَصُ: بکری وغیرہ کے سینے کی ہڈی۔ القَصَّةُ (قاف مفتوح) گچ، چونا۔ یہ حجازی لہجہ ہے۔
القُصَّةُ: ماتھے کے بال۔
ق ص ع—القَصْعَةُ: (قاف مفتوح) بڑا پیالہ۔ اس کی جمع قِصَعٌ اور قِصَاعٌ.
القَصْعُ بروزن الفَلْسُ: پانی کے گھونٹ حلق سے اتارنا یا جگالی کرنا۔
قَصَعَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے جگالی کی۔ اور جگالی کو واپس پیٹ میں لوٹا دیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: اونٹنی نے جگالی نکال کر اپنا منہ بھر لیا۔ حدیث شریف میں ہے: انَّهُ خَطَبَهُمْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وانَّهَا لَتَقْصَعُ بِجِرَّتِهَا: یہ کہ نبی کریم ﷺ اپنے سواری، اونٹنی پر سوار لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور اونٹنی جگالی کر رہی تھی۔
ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ قَصْعُ الجِرَّةِ کا معنی زور سے چبانا ہے۔ اور دانتوں کو ایک دوسرے پر ملانا یا رکھنا ہے۔

ق ص ف — القَصْفُ: توڑنا، اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
رِيحٌ قَاصِفٌ: تند و تیز ہوا۔
رَعْدٌ قَاصِفٌ: کرخت آواز کڑک۔
التَّقَصُّفُ: ٹوٹنا، ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔
القَصْفُ: کھیل کود۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ دخیل یعنی نیا ہے۔
قَصْفَةُ القَوْمِ: قوم کا اپنی مدافعت کرنا اور جھگڑا کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَا وَالنَّبِيُّونَ فُرَّاطٌ لِقَاصِفِينَ: میں اور دوسرے انبیاء ہجوم کرنے والوں کے پیش خیمہ ہوں گے۔ یعنی اپنی اپنی امتوں کو نجات دلانے کے لئے آگے بڑھیں گے۔
فُراط، فارط کی جمع ہے۔ اور یہ صورت حال جنت کے دروازے پر ہوگی۔
ق ص ل — القَصْلُ: کاٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی سے لفظ القَصِيلُ مشتق ہے جس سے مراد بھوسے سے الگ کیا ہوا گیہوں ہے۔
قَصَلَ الدَّابَّةَ: اس نے چوپائے کو چارہ کھلایا۔
قَصِيلًا اس کا مصدر ہے۔ اس کا باب بھی ضَرَبَ ہے۔
القَصَلُ (قاف اور صاد دونوں مفتوح) فِي الطَّعَامِ: جانوروں کی خوراک۔ چارہ وغیرہ۔
القُصَالَةُ: بھوسے سے الگ کیا ہوا گیہوں جسے دوسری مرتبہ صاف کیا جاتا ہے۔
ق ص م — قَصَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو توڑ ڈالا یا اچھی طرح توڑ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
قَصَمَهُ فانْقَصَمَ: اس نے اسے توڑ ڈالا تو وہ ٹوٹ گیا۔ تَقَصَّمَ کا بھی یہی معنی ہے کہ وہ ٹوٹ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِسْتَغْنُوا عَنِ النَّاسِ وَلَو عَنْ قِصْمَةِ السِّوَاكِ: لوگوں کی محتاجی سے بے نیاز ہو جاؤ۔ اگرچہ وہ مسواک توڑ کر لا دینے میں ہی ہو۔ یعنی معمولی سے معمولی کام کے لئے بھی کسی کو زحمت نہ دو۔
القَيْصُومُ: ایک پودے کا نام ہے۔
ق ص ا — قَصَا المَكَانُ: جگہ دور ہو گئی۔ یا جگہ دور مسافت پر ہے۔ اس کا باب سَمَا ہے۔ اس کا اسم فاعل قَاصٍ اور قَصِيٌّ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: مَكَانًا قَصِيًّا دوری پر واقع جگہ۔
اَرْضٌ قَاصِيَةٌ اور قَصِيَّةٌ: دور کی سرزمین۔
قَصَا عَنِ القَوْمِ: وہ قوم سے دور ہو گیا۔ اسم فاعل قَاصٍ اور قَصِيٌّ ہے۔ اس کا باب بھی سَمَا ہے۔ قَصِيَ کا باب صَدِيَ ہے۔ اور معنی وہی ہے۔

اَقْصَاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے دور کر دیا۔ اس کا اسم مفعول مُقْصًى ہے، اسے مَقْصِیٌّ نہیں کہنا چاہیے۔

قَصَا البَعِيْرَ والشَّاةَ: اس نے اونٹ اور بکری کے کان کا کنارہ کاٹ دیا۔ اس کا باب عَدَا ہے۔ ایسی بکری کو شَاةٌ قَصْوَاء یعنی کن کٹی بکری کہیں گے۔ اور نَاقَةٌ قَصْوَاء کن کٹی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ البتہ ان معنوں میں جَمَلٌ اَقْصٰی نہیں کہتے بلکہ جَمَلٌ مَقْصُوٌّ اور مُقَصًّی کہتے ہیں یعنی کن کٹا اونٹ۔ اس کی مثال اِمْرَأَةٌ حَسْنَاءُ: خوبصورت عورت لیکن مرد کے لئے رَجُلٌ اَحْسَنُ نہیں کہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو اونٹنی تھی اس کا نام قَصْوَاء تھا۔ لیکن وہ کان کٹی نہ تھی۔

قَصّٰی اَظْفَارَهُ: اس نے اپنے ناخن کاٹے۔ اس کا مصدر تَقْصِيَةٌ بمعنی قَصٌّ ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ اس لفظ کا معنی ہے: اَخَذَ مِنْ اَقَاصِيْهَا: اس نے اسے اس کے کناروں سے پکڑا۔

فُلَانٌ بِالْمَكَانِ الأَقْصٰی: فلاں شخص دور جگہ پر ہے۔

النَاحِيَةُ القُصوری وَالقُصْيَا: پرلا کنارہ یعنی دور کا کنارہ یا دور والی جانب۔ ان دونوں میں قاف مضموم ہے۔

اُسْتَقْصٰی فی المَسْاَلَة وتَقَصّٰی: وہ مسئلے کی تہہ کو پہنچا۔

ق ض ب — اَلْقَضْبُ: کاٹنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اِقْتَضَبَهُ: اس نے اسے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اقتضَابُ الكلام: فی البدیہہ کلام کہنا۔

القَضْبُ والقَضْبَةُ: گھاس جو بطور چارہ استعمال ہوتی ہے اسے فارسی میں اسفست کہتے ہیں۔ اس کے اگنے کی جگہ کو مَقْضَبَةٌ کہتے ہیں۔ جو بروزن مَتْرَبَةٌ ہے۔

القَضِيب: ٹہنی، اس کی جمع قُضْبَان (قاف مضموم اور مکسور) ہے۔ یہ دونوں تلفظ الازہری نے نقل کئے ہیں۔

قَضَبْتُ النَّاقَةَ: میں اونٹنی پر سوار ہوا۔

ق ض ض — اِنْقَضَّ الحَائِطُ: دیوار گر گئی۔

اِنْقَضَّ الطَّائِرُ: پرندہ پرواز کے دوران گر پڑا، اسی سے اِنْقِضَاضُ الكَوَاكِب: ستاروں یا تاروں کا گرنا ماخوذ ہے۔

اَقَضَّ عَلَيْهِ المَضْجَعُ: اس کی خواب گاہ خاک آلود اور سخت کھردری ہوگئی۔

اَقَضَّ اللهُ عَلَيْهِ المَضْجَعَ: خدا اس کا بچھونا خاک آلود اور سخت کرے۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

اسْتَقَضَّ مَضْجَعَهُ: اس نے اپنا بچھونا

خاک آلودہ اور سخت پایا۔

ق ض ف—الْقَضَفُ: پتلا ہونا۔ باریک ہونا۔ قَدْ قَضُفَ: وہ کمزور اور لاغر ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اور اسم فاعل قَضِيفٌ بمعنی لاغر اور نحیف ہے۔ اس کی جمع قِضَافٌ ہے۔

ق ض م—الْقَضْمُ: دانتوں کے کناروں سے کھانا یا کاٹ کھانا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ ایک اعرابی یعنی بدو مکہ میں اپنے ایک چچازاد بھائی کے پاس آیا اور کہا کہ: إِنَّ هٰذِهِ بِلَادُ مُقْتَضِمٍ وَلَيْسَتْ بِبِلَادِ مَخْضَمٍ: یہ شہر تو شہر مقتضم ہے نہ شہر مَخْضَمٍ یعنی یہاں لوگ منہ بھر کے کھانا نہیں کھاتے بلکہ دانتوں کے کناروں سے کھاتے ہیں۔ قضم کے بدلے کھانے کے لئے خضم یعنی منہ بھر کے کھانے کا استعمال مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ منہ بھر بھر کے نہ کھانے کے بدلے صرف منہ کے اطراف سے کھانے سے بھی سیر شکمی حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا ایک بڑا مقصد نرمی اور متانت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ (یعنی چھوٹے چھوٹے نوالے لینے سے بھی تو پیٹ بھر سکتا ہے۔ اس کے لئے منہ بھر بھر کے بڑے بڑے نوالے لینا کیا ضروری ہے۔) بقول شاعر:

تَبَلَّغْ باخلاق الثياب جَدِيدَهَا
وبالقضم حتى تُدرِكَ الخضم بالقضم

"پرانے کپڑوں سے بھی تو نئے کپڑوں کے پہننے کا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے نوالوں سے بھی تو بڑے بڑے نوالے لینے کی مراد پوری ہو سکتی ہے۔"

الْقَضِيمُ: جانوروں کے لئے چارہ۔ جَو۔

أَقْضَمَهَا: اس نے جانوروں کو جَو کا چارہ کھلایا۔ فَقَضِمَتْهُ تو مویشیوں نے وہ چارہ کھالیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

ق ض ی—الْقَضَاءُ: حکم، فیصلہ۔ اس کی جمع أَقْضِيَةٌ ہے۔ الْقَضِيَّةُ کا معنی بھی یہی ہے یعنی مقدمہ اور اس کا فیصلہ کرنا۔ اس کی جمع الْقَضَايَا ہے۔

قَضٰى يَقْضِي قَضَاءً: (ضاد مکسور) اس نے فیصلہ کیا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس کا معنی قضائے حاجت سے فراغت بھی ہوتا ہے۔ یعنی قَضٰى حَاجَتَهُ وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوا۔

ضَرَبَهُ فَقَضٰى عَلَيْهِ: اس نے اسے مارا تو وہ مر گیا۔ گویا وہ اس سے فارغ ہوا۔ قَضٰى نَحْبَهُ کا معنی بھی 'وہ مر گیا' ہے۔ اس کا معنی ذمہ داری پورا کرنا اور کام مکمل کرنا بھی ہے مثلاً: دَيْنَهُ: اس نے قرض ادا کر دیا اور قول خداوندی: وَقَضَيْنَا إِلٰى

بَنِیۡٓ اِسۡرَائِیۡلَ فِی الۡکِتَابِ: ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے حوالے کر دیا۔ اور دوسرا قول خداوندی: وَقَضَیۡنَا اِلَیۡهِ ذٰلِکَ الۡاَمۡرَ: ہم نے یہ کام اس کے حوالے یا سپرد کر دیا۔ الفرّاء کا قول ہے کہ قول خداوندی: ثُمَّ اقۡضُوۡا اِلَیَّ کا معنیٰ پھر میرے طرف چلے آؤ۔ کہا جاتا ہے کہ قَضیٰ فُلان: فلاں آدمی چل بسا۔ کہیں اس کا معنی بنانا اور اندازہ کرنا بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: قَضَاهُ یعنی اس نے اسے بنایا وَقَدَّرَهُ: اور اس کا اندازہ لگایا یا جانچا۔ یہی معنی اس قول خداوندی میں ہے: فَقَضَاهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوَاتٍ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ: اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں سات آسمان بنائے یہی لفظ قضاء قدر اور تقدیر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ان سب کا باب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے اسۡتَقۡضِیَ: وہ قاضی بن گیا اور قَضَّی الۡاَمِیۡرَ قَاضِیًا: (ضاد مشدّد) امیر یا حاکم نے ایک قاضی مقرر کر دیا۔ اس کی مثال اَمَّرَ اَمِیۡرًا: اس نے ایک اور امیر مقرر کیا۔

اِنۡقَضَی الشَّیۡئُ: وَتَقَضّٰی کا ایک ہی معنی ہے یعنی چیز ختم ہو گئی۔ اِقۡتَضیٰ دَیۡنَهٗ وتَقَاضَاهُ کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی اس نے قرض کا تقاضا کیا۔ قَضّٰی لُبَانَتَهٗ وقَضَاهَا کا ایک ہی معنی ہے وہ یہ کہ اس نے اپنی ضرورت پوری کی۔

تَقَضَّی البازی: باز گر پڑا۔ اس کی اصل تَقَضَّضَ تھی۔ ضاد کی تعداد کی کثرت کے پیش نظر ایک ضاد کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا۔

ق ط ب – قُطُبُ: (قاف مضموم، مفتوح اور مکسور) چکّی۔ القُطۡبُ: قطب ستارہ جو جلدی اور فرقدین کے درمیان واقع ہے۔ اور جس پر آسمان گردش کرتا ہے۔

میرا کہنا کہ بقول الازہری وہ سفید رنگ کا ایک چھوٹا ستارہ ہے۔ جو کبھی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ البتہ وہ چکی کی آہنی میخ یعنی دُھرے سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو چکی کے دو پاٹوں میں سے نچلے پاٹ میں لگا ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے چکی کا اوپر والا پاٹ چلتا ہے۔ اسی طرح دوسرے سیارے اس ستارے پر گھومتے ہیں۔ اسی لئے اسے قُطب کہا جاتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کی بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ کے تین لہجے ہیں اگرچہ مجھے اس کی کوئی نص نہیں ملی۔

قُطۡبُ القَوۡمِ: قوم کا سردار جس کے سر پر قوم کا سارا دارومدار ہوتا ہے۔ صاحب الجیش قطب رحی الحرب: فوجی کمانڈر جنگ کی چکی کا قطب یعنی دُھرا

ہوتا ہے۔

جَآءَ القَوْمُ قَاطِبَةً: قوم ساری کی ساری آئی۔ یہ اسم ہے اور عموم پر دلالت کرتا ہے۔

قَطَبَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: اس نے دونوں آنکھوں کو سکیڑ لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور جَلَسَ ہے۔ ایسے شخص کو قُطُوْبٌ کہتے ہیں بمعنی تُرش رُو شخص۔

قَطَّبَ وَجْهَهُ تَقْطِيْبًا: اس نے منہ بسورا۔

ق ط ر—القَطْرُ: بارش۔ یہ قَطْرَةٌ کی جمع بھی ہے۔

قَطَرَ المَاءُ: پانی برسا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

قَطَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے برسایا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

قَطَرَانُ المَاءِ: پانی کا ٹپکنا (طاء مفتوح)۔

القَطِرَانُ (طاء مکسور) تارکول۔

قَطَرَ البَعِيْرَ: اس نے اونٹ پر تارکول مل دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَقْطُوْرٌ ہے۔ شاید اسے مُقَطْرَنٌ بھی کہتے ہیں۔ القُطْرُ: (قاف مضموم) کنارہ، طرف اور جانب۔ اس کی جمع اَقْطَارُ ہے۔

القِطْرُ بروزن الفِطْرُ: تانبہ۔ قول خداوندی ہے: سَرَابِيْلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ: ان کے کرتے یعنی لباس تانبے کے ہوں گے۔ بعض قاری حضرات کی قراءت میں یہ لفظ قِطْرٍ آنٍ ہے۔

القِطَارُ: (قاف مکسور) اونٹوں کی قطار۔ اس کی جمع قُطُرٌ (قاف اور طاء دونوں مضموم) بھی ہیں۔

القُطَارَةُ: (قاف مضموم) مٹکے وغیرہ سے ٹپکا ہوا ٹپکنے والا پانی کا قطرہ۔

تَقْطِيْرُ الشَّيْئِ: کسی چیز کا قطرہ قطرہ کر کے ٹپکانا۔

القَنْطَرَةُ: پل۔

القِنْطَارُ: وزن، تول۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ہزار دو سو اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اور کچھ کے قول کے مطابق ایک سو بیس رطل کے برابر ہوتا ہے۔ اور بعض کے قول کے مطابق یہ بیل کی کھال بھر کے سونے کے برابر۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ (واللہ اعلم)۔ اسی سے قَنَاطِيْرُ مُقَنْطَرَةٌ: ڈھیروں کے ڈھیر کا لفظ مشتق ہے۔

ق ط ط—قَطَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو چوڑائی کی طرف سے کاٹا یا چوڑائی کے رُخ کاٹا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی سے قَطَّ القَلَمَ مشتق ہے یعنی اس نے قلم کو قط لگایا۔

المِقَطَّةُ: جس لکڑی پر قلم کو قط لگایا جائے۔

قَــطُّ: کا معنی زمانہ ماضی ہے۔ بمعنی کبھی۔ مَـا رَأيْـتُـهُ قَطُّ: میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا یا پہلے نہیں دیکھا۔ قطّ فعل مستقبل پر داخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ مَـا افـارِقُهُ قَطُّ: یعنی میں اسے کبھی اپنے سے الگ نہیں کروں گا، نہیں کہتے۔ صاحب کتاب نے اس کا ذکر عَوْضُ میں کیا ہے۔ یعنی مستقبل کے لئے قَــط کی بجائے ان معنوں میں عَـوْضُ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ مَــا اُفَـارِقُـكَ عَـوْضُ کہیں گے۔ قَـطُ: (طاء مخفف قاف مفتوح و مضموم) ایک لہجہ ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی الدَّهْرُ یعنی زمانہ ہوگا لیکن اگر: قَطْ بمعنی حَسْبُ ہو تو قاف صرف مفتوح ہوگا اور طاء ساکن۔ چنانچہ کہیں گے: رَأيْـتُـهُ مَرَّةً وَاحِـدَةً فَـقَــــط: میں نے اسے صرف ایک مرتبہ دیکھا۔

القِــــطُّ: (قاف مکسور) بلا۔ اس کی جمع قِطَاطٌ۔

القِطَّةُ: بلی۔ القِطُّ کا معنی تحریر، اور انعام کی دستاویز ہے۔ قول خداوندی ہے: عَجِّلْ لَـنَـا قِطَّنَا: اے خدا ہمیں ہمارا حصہ پہلے ہی دے دے۔

ق ط ع — قَطَع الشَّـيْـئَ: اس نے چیز کو کاٹا۔

يَقْطَــعُهُ قَطْـعًا، قَطَعَ النَّهْرَ: اس نے دریا عبور کیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

قَطَــعَ رَحِـمَـهُ: اس نے قطع رحمی کی۔

قَطِيْعَةٌ رَجُلٌ قُطَعٌ: قطع رحمی کرنے والا آدمی۔ یہ بروزن عُمَـر ہے۔ اور قُطُعَةٌ بروزن هُمَزَةٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لْيَقْطَعْ: لوگوں نے اس کا ترجمہ یا معنی یہ کیا ہے کہ: پھر وہ اپنا گلا گھونٹ دے، کیونکہ گلا گھونٹنے والا چھت کے ساتھ رسی لٹکاتا یا باندھتا ہے۔ پھر زمین سے اپنا رابطہ کاٹ ڈالتا ہے تاکہ اس کا گلا گھٹ جائے اور اسے پھانسی لگے۔ چنانچہ ایسے موقع پر کہتے ہیں: قَطَـعَ الـرَّجُلُ: آدمی نے کاٹ دیا، یعنی زمین سے اپنا رابطہ کاٹ دیا۔

لَبَنٌ قَاطِعٌ: کھٹا یا ترش دودھ۔

الأقْطَعُ: آخر رات کی تاریکی۔ یہی لفظ آیت خداوندی میں ہے: فَاسْرِ بِاهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ: رات کے آخر حصے کی تاریکی میں چل پڑا۔ اخفش کا قول ہے کہ اس کا معنی رات کی تاریکی ہے۔

القِطْعَةُ: گروہ، مجموعہ۔

المِقْـطَـعُ: وہ اوزار جس سے کوئی چیز کاٹی جائے۔

القَطِيْعُ: گایوں کا گلہ یا بھیڑ بکریوں کا ریوڑ۔ اس کی جمع اَقَاطِيْعُ، اَقْطَاعُ اور قُطْعَانٌ ہے۔

الْقَطِيعَةُ: دُوری، جدائی، علیحدگی۔
الْقُطَاعَةُ (قاف مضموم) کاٹنے سے جو ریزے یا ذرات گرتے ہیں۔
مُنْقَطَعُ كُلِّ شَيْئٍ: ہر چیز کا موڑ۔ جہاں راستہ ختم ہوتا ہو اور آگے موڑ آتا ہو۔ مثلاً:
مُنْقَطَعُ الوَادِى والدَّمْلِ والطريقِ: وادی، ریت اور راستے کا موڑ۔
اِنْقَطَعَ الحَبْلُ: رسّی کٹ گئی۔
قَطَّعَ الشَّيْئَ فَتَقَطَّعَ: اس نے چیز کو کاٹا تو وہ کٹ گئی۔ طاء کو اظہار کثرت کے لئے مشدّد کیا گیا۔
تَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ: انہوں نے اپنا معاملہ باہم تقسیم کرلیا۔
تَقْطِيعُ الشِّعْرِ: شعر کا اوزان کے مطابق تقطیع کرنا۔
اَقْطَعَهُ قَطِيعَةً: اس نے اس کے لئے خراج کی زمین کا ایک قطعہ مقرر کیا۔
قَاطَعَهُ عَلَى كذا: اس نے اس کے ساتھ اس شرط پر معاملہ طے کیا۔
التَّقَاطُعُ: ایک دوسرے سے کٹ جانا۔ اس کی ضد التّواصُلُ ہے۔
اِقْتَطَعَ من الشَّيْئِ قِطْعَةً: چیز میں سے اپنے لئے کچھ حصہ لینا یا کسی چیز سے ایک ٹکڑا کاٹ لینا۔

ق ط ف – قَطَفَ العِنَبَ: اس نے انگور اُتار لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
الْقِطْفُ: (قاف مکسور) خوشہ۔ انگور کا گچھا۔ قرآن کریم میں یہ لفظ بصیغہ جمع یوں آیا ہے: قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ: اس کے گچھے لٹکتے ہوں گے۔ الْقِطَافُ: (قاف مکسور) پھل چُننے کا وقت۔ (قاف مفتوح اور مکسور) ہے۔ اَقْطَفَ الْكَرْمُ: انگور کے گچھے لگنے کا وقت آ گیا۔
الْقَطِيفَةُ: مخملی حلّہ یا چادر یا کمبل۔ اس کی قریب جمع قَطَائِفُ اور قُطُفٌ بھی ہے۔ اس کی مثال صَحِيفَةٌ کی جمع صُحُفٌ ہے۔ اسی سے لفظ قَطَائِفِ مشتق ہے یہ ایک کھانا ہے جو آٹے میں پانی ملا کر بنایا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے۔

ق ط م – الْقَطَمُ: (قاف اور طاء دونوں مفتوح) گوشت کھانے کی شدید خواہش۔
رَجُلٌ قَطِمٌ: گوشت کھانے کا شوقین شخص۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
الْمُقَطَّمُ: (طاء مشدّد) مصر میں واقع ایک پہاڑ کا نام ہے۔
قَطَامِ: ایک عورت کا نام ہے۔ اہل حجاز اسے مبنی بر کسرہ قرار دیتے ہیں۔ اہل نجد اسے مجرور اور غیر منصرف قرار دیتے ہیں۔

ق ط م ر – الْقِطْمِيرُ: کھجور کی گٹھلی پر جو خفیف سی خشک جھلّی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک سفید نکتہ ہوتا ہے جو گٹھلی کی پشت پہ ہوتا ہے اور اسی سے کھجور کا درخت

پھوٹتا ہے۔

ق ط ن – قَطَنَ بالْمَكَان: وہ مکان میں رہائش پذیر ہو گیا۔ رہائش پذیر کو قاطِنٌ کہتے ہیں۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کی جمع قُطَّانٌ اور قَاطِنَةٌ اور قَطِينٌ ہے۔ اس کی مثال غَازٍ، غَزِيٌّ، اور غَازِبٌ و غَزِيبٌ ہے۔

القَطَنُ: تمام حروف متحرک۔ دوسرینوں کے درمیان پرندے کی دُم کی جڑ۔

القُطْنُ: (قاف مضموم) رُوئی، کپاس۔

القُطْنَةُ: روئی، روئی کے لئے یہ لفظ زیادہ مخصوص ہے۔ القُطُنُ (طاء مضموم) بھی ایک لہجہ ہے۔

المَقْنَةُ: کپاس کے کھیت۔

القِطْنِيَّةُ: مسور وغیرہ کی طرح کے دانے جنہیں پکا کر کھایا جاتا ہے۔

اليَقْطِينُ: بیل جس کا تنا نہیں ہوتا مثلاً: کدو کی بیل وغیرہ۔

اليَقْطِينَةُ: تازہ کدو۔

القَيْطُونُ: اہل مصر کے لہجہ میں تکیے یا سرہانے کو کہتے ہیں۔

ق ط ا – القَطَا: اس کا واحد قَطَاةٌ ہے اور جمع قَطَوَاتٌ بھی ہے۔ معنی بھٹ تیتر۔ شاید اس کی جمع قَطَيَاتٌ بھی ہے۔ مثل ہے: لَيْسَ القَطَا مِثْلَ قُطَيٍّ یعنی بڑے لوگ چھوٹے لوگوں جیسے نہیں ہوتے۔

رِيَاضُ القَطَا: ایک جگہ کا نام ہے۔

كِسَاءٌ قَطَوَانِيٌّ: سُوتی کمبل۔

قَطَوَان: کوفہ میں ایک جگہ کا نام۔

ق ع د – قَعَدَ: وہ بیٹھا۔

مَقْعَدًا: اس کا باب دَخَلَ ہے اور جَلَسَ بھی۔

القَعْدَةُ: ایک دفعہ کا بیٹھنا۔ یا نماز کے دوران قعدہ کرنا۔

المَقْعَدَةُ: (میم مفتوح) سیٹ، نچلا یا نچلی جگہ۔

ذُو القَعْدَةِ: قمری گیارھواں مہینہ۔ اس کی جمع ذَوَات القعده ہے۔

القَاعِدُ مِنَ النِّسَاء: بچے کی پیدائش اور حیض سے نا اُمید عورت۔ اس کی جمع القَوَاعِدُ ہے۔

قَوَاعِدُ البَيْتِ: گھر کی بنیادیں۔

تَقَعَّدَ فُلَانٌ عَنِ الأمر: فلاں آدمی معاملے سے دستبردار ہو گیا۔ تَقَعَّدَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے اس کی ضرورت سے روک دیا۔ اور اسے عاق کر دیا۔

تَقَاعَدَنِي عَنْكَ شُغْلٌ: ایک کام نے مجھے تم سے روک دیا۔ القَعُودُ (قاف مفتوح) بَعِيرٌ یعنی سواری کے قابل اونٹ یعنی اس کی پیٹھ اتنی مضبوط ہو چکی ہو کہ وہ سواری کے کام آسکے۔ اس کی عمر کم از کم دو سال سے لیکر تیسرے سال تک کی ہو۔ اور

جب وہ تیسرے سال میں ہوتو اسے جَمَلٌ کہتے ہیں۔ اونٹ کے بچے کو قَعُوْد نہیں کہتے بلکہ اسے قَلُوْص کہتے ہیں۔ ابوعبید کا قول ہے کہ القَعُوْد وہ اونٹ ہے جسے چرواہے ہرضرورت سے فارغ کر کے بٹھا رکھتے ہیں۔

المَقَاعِدُ: بیٹھنے کی جگہیں۔ اس کا واحد مَقْعَدٌ ہے۔ بروزن مَذْهَبٌ القَعِيْدُ: ہم نشین۔ قول خداوندی ہے: عَنِ اليَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ: دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے۔ اصولاً تو قَعِيْدَانِ ہونا چاہئے۔ لیکن فَعِيْلٌ اور فَعُوْل کے وزن پر آنے والے اسماء واحد اور تثنیہ اور جمع میں یکساں ہوتے ہیں۔ مثلاً: قول خداوندی: اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ العَالَمِين: ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور دوسرا قول خداوندی: والمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ: یہاں جمع کے لئے ظهير واحد کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

قَعِيْدَةُ الرَّجُلِ وقِعَادُهُ: آدمی کی بیوی (قاف مکسور)۔

المُقْعَدُ: لنگڑا۔ چنانچہ کہتے ہیں: أُقْعِدَ الرَّجُلُ: آدمی لنگڑا ہو گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

ق ع ر - قَعْرُ البِئرِ: کنویں کی تہہ یا گہرائی۔

قَعَرْتُ الشَّجَرَةَ: میں نے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ فَانْقَعَرَتْ تو وہ جڑ سے اکھڑ گیا۔ میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: اَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ: جڑ سے اکھڑے ہوئے درختوں کے تنے۔

ق ع ص - مَاتَ فُلانٌ قَعْصًا: فلاں شخص چوٹ لگنے یا تیر لگنے سے مر گیا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ قُتِلَ قَعْصًا فَقَدْ اسْتَوْجَبَ المَآب: جو کسی چوٹ لگنے سے فوراً مر جائے۔ اس کی آخرت کی عمدگی واجب ہوگئی۔

الْقُعَاصُ: (قاف مضموم) ایک بیماری ہے جو بکریوں کو لگتی ہے جس سے وہ فوراً ہی مر جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مُوْتَانٌ يَكُوْنُ فِي النَّاسِ كَقُعَاصِ الغَنَمِ: قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہوگی کہ لوگوں میں ایسی موت پڑے گی جیسے بکریوں میں قعاص کی بیماری پڑتی ہے یعنی موتیں جلدی جلدی واقع ہوں گی۔

ق ع ط - الإِقْتِعَاطُ: ٹھوڑی کے نیچے سے شملہ لپیٹے بغیر سر پر پگڑی باندھنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ نَهٰى عَنِ الاقْتِعَاطِ وَاَمَرَ بِالتَّلَحِّيْ: یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے اقتعاط سے منع فرمایا اور تلحی کا حکم دیا۔ یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے پگڑی کا پھیر ڈالے بغیر پگڑی باندھنے سے

منع کیا ہے۔ اور ٹھوڑی کے نیچے سے پگڑی کا ایک پھیر دے کر پگڑی باندھنے کا حکم دیا ہے۔

ق ع ع - القَعْقَعَةُ: اسلحے وغیرہ کی جھنکار کی کہانی یا حکایت۔

ق ع ا - اَقْعَى الكَلْبُ: کتا اپنی پچھلی ٹانگیں پھیلا کر اور اگلی ٹانگیں کھڑی کر کے پشت کے بل بیٹھا۔ نماز میں اقعاء سے منع کیا گیا ہے۔ اقعاء یہ ہے کہ انسان نماز میں دو سجدوں کے درمیان دونوں سرین اپنی ایڑھیوں پر رکھ کر بیٹھے۔ فقہاء نے اقعاء کی یہی تفسیر کی ہے۔ البتہ اہل لغت کے نزدیک اقعاء کی تفسیر یہ ہے کہ انسان اپنے دونوں سرین زمین پر چپکا دے اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھڑی رکھے اور پیٹھ کے بل ٹیک لگائے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ اَكَل مُقْعِيًا: کہ آپ ﷺ نے اِقعاء کی صورت میں کھانا کھایا۔ یعنی اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھایا۔

ق ف ر - القَفْرُ: بے آب وگیاہ جنگل۔ اس کی جمع قِفَارٌ ہے۔ کہا جاتا ہے اَرْضٌ قَفْرٌ وَمَفَازَةٌ قَفْرٌ وَقَفْرَةٌ اور مِقْفَارٌ: بے آب وگیاہ بنجر زمین۔ القَفَارُ (فاء مفتوح) بے سالن کے روٹی۔ کہا جاتا ہے کہ: اَكَل خُبْزَهُ قَفَارًا: اس نے بغیر سالن کے روٹی کھائی۔

اَقْفَرَتِ الدَّارُ: گھر خالی ہو گیا۔

اَقْفَرَ الرَّجُلُ: آدمی کے پاس سالن نہ رہا۔ حدیث شریف میں ہے: مَا اَقْفَرَ بَيْتٌ فِيهِ خَلٌّ: جس گھر میں سرکہ ہو وہ بے سالن گھر نہیں ہے۔

ق ف ز - قَفَزَ: وہ جھپٹا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے اور قَفَزَانًا بھی (قاف اور فاء دونوں مفتوح)۔

القَفِيزُ: پیمانہ۔ جو آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ایک مکوک ڈیڑھ صاع کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَقْفِزَةٌ اور قُفْزَانٌ ہے۔

القُفَّازُ بروزن العُكَّاز: دستانہ جس کے اندر روئی بھری ہو۔ اس کے ساتھ بٹن لگے ہوں تا کہ اسے کلائی کے ساتھ بند کیا جا سکے اور سردی سے بچا جا سکے۔ عورتیں یہ دستانیں پہنتی ہیں اور یہ جوڑے ہوتے ہیں۔ یعنی دونوں ہاتھوں کے لئے۔

ق ف ص - القَفَصُ: پرندوں کا پنجرہ۔ اس کی جمع اَقْفَاصٌ ہے۔

ق ف ع - القَفْعَةُ: بروزن القَصْعَةُ: زنبیل کی قسم کا ایک ٹوکرا جس کو بند کرنے کے لئے کوئی کاج نہیں ہوتا۔ اسے کھجور کی ٹہنیوں سے بنایا جاتا ہے اور یہ زیادہ بڑا نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: لَيْتَ عِنْدَنَا مِنْهُ قَفْعَةً اَوْ قَفْعَتَيْنِ: کاش ہمارے پاس ان ٹڈیوں کا ایک ٹوکرا یا دو

ٹوکرے ہوتے۔

ق ف ف—قَفَّ شَعْرُهُ: يَقِفُ (قاف مکسور) قُفُوْفًا: خوف کے مارے اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

القُفَّةُ: زمین کی سطح سے ابھری ہوئی جگہ۔ اس کا معنی خشک اور پرانا درخت بھی ہے۔ اسی نسبت سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ كَبِرَ حَتّٰى صَارَ كَأَنَّهُ قُفَّةٌ: وہ بڑا ہوگیا۔ گویا وہ سطح زمین سے اُبھرا ہوا ٹیلہ بن گیا۔ اس کا معنی خشک کدو بھی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھجور وغیرہ کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی خشک کدو کی طرح کی ٹوکری جس میں عورتیں روئی رکھتی ہیں۔ اس کی جمع قِفَاف ہے۔

قَفْقَفَ الرَّجُلُ: آدمی پر سردی کے مارے کپکپی طاری ہوگئی۔

ق ف ل—القُفْلُ: تالا۔ القُفُوْلُ: سفر سے لوٹنا۔ واپس ہونا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی لفظ سے القَافِلَةُ مشتق ہے۔ جس کا معنی سفر سے لوٹنے والی جماعت ہے۔

اَقْفَلَ البَابَ: اس نے دروازے کو تالا لگا دیا۔

قَفَّلَ الابواب تفقيلًا: اس نے دروازے بند کئے۔

القِيْفَالُ: ہاتھ یا بازو کی ایک رگ جس سے فصد لی جاتی ہے۔ یہ لفظ معرب ہے۔

ق ف ن—القَفِيْنَةُ: بکری جسے گردن کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کا ذکر ابراہیم نخعی کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: اِنِّي اسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ الفَاجِرَ لأَسْتَعِيْنَ بِقُوَّتِهِ ثُمَّ اَكُوْنَ عَلٰى قَفَالِهِ: میں کسی فاجر شخص کو حاکم مقرر کرتا ہوں تاکہ اس کی قوت اور صلاحیت سے استعانت کروں پھر اس کی گردن پر سوار رہتا ہوں یعنی سخت نگرانی کرتا ہوں۔ قَفَانِهِ میں نون زائد ہے۔ یہ اصل میں 'قَفَاه' ہے۔ ابو عبید کے قول کے مطابق یہ لفظ قَبَّان سے معرب ہے، جس سے وزن کیا جاتا ہے۔

ق ف ا—القَفَا: (الف مقصور) گردن کا پچھلا حصہ۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اس کی جمع قُفِيٌّ (قاف مضموم) اَقْفَاءُ اور اُقْفِيَةٌ ہے جو خلاف قیاس ہے کیونکہ یہ ممدود قَفَاء کی جمع ہے۔ اس کی مثال كِسَاء کی جمع اَكْسِيَةٌ ہے۔

قَفَا اَثَرَهُ: وہ اس کے نقش پاء پر چلا۔ یعنی اس نے اس کی پیروری کی۔ اس کا باب عَدَا اور سَمَا ہے۔ قَفَّىٰ عَلٰى اَثَرِهِ بِفُلَانٍ: اس نے فلاں کو اس کے پیچھے چلا دیا۔ قول خداوندی میں یہی لفظ یوں ہے: ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا: پھر ہم

نے ان کے پیچھے اپنے پیغمبر بھیجے۔ اسی لفظ سے کلام مُقَفّٰی مشتق ہے۔ اور اسی سے قوافی شعر ماخوذ ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک قافیہ دوسرے قافیے کے پیچھے آتا ہے۔

القَافِيَةُ کا معنی بھی **قَفَا**: پچھا اور پیروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رأسِ اَحَدِكُمْ**: تم میں کسی کی گدی میں شیطان گرہیں لگاتا ہے (تاکہ وہ صبح دیر تک سوتا رہے)۔

قَفَوْتُ الرَّجُلَ قَفْوًا: میں نے آدمی پر صریحًا فاجر ہونے کی تہمت لگائی۔ حدیث شریف میں ہے: **لَا حَدَّ اِلَّا فِي القَفْوِ البَيِّنِ**: واضح اور صریح تہمت کے سوا حد نہیں ہے۔

اقْتَفٰى اَثَرَهُ وتَقَفَّاه: اس نے اس کی پیروی کی۔

ق ل ب — **القَلْبُ**: دل۔ اس سے بعض اوقات عقل بھی مراد لی جاتی ہے۔ یعنی یہ لفظ عقل کی جگہ بھی بولا جاتا ہے۔ الفراء نے اس قول خداوندی کے بارے میں کہا ہے: **لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ**: یعنی جو کوئی دل بمعنی عقل رکھتا ہو۔

المُنْقَلَبُ: تبدیلی۔ یہ لفظ مکان اور مصدر استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مثال **المُنْصَرَف** ہے۔

قَلَبَ القَوْمَ: اس نے قوم کو بدل دیا یا پھیر دیا۔ اس کا باب **ضَرَبَ** ہے۔

قَلَبْتُ النَخلَةَ: میں نے کھجور کے پودے کو اکھاڑ دیا۔

قِلْبُ النُّخْلَةِ: (قاف مفتوح، مضموم اور مکسور) کھجور کے درخت کا اندرونی نرم حصہ۔

القَلْبُ مِنَ السِّوار: عورت کا ایک کنگن۔ جوڑے میں سے ایک کنگن۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری **القَلْبُ** کا معنی اکہرا کنگن ہے، دوہرا نہیں جس میں صرف ایک پھیر ہو۔

فُلَانٌ حُوَّلٌ قُلَّبٌ: (بروزن سُكَّرٌ) فلاں شخص بہت ہوشیار اور کاریگر اور دور اندیش ہے۔ حالات کے مطابق اپنی وضع بدلتا ہے اور مناسب طریق کار اختیار کرتا ہے۔

القَالَبُ: (قاف مفتوح) موزے وغیرہ کا سانچہ۔

القَلِيْبُ: پرانا کنواں۔ جس کے گرد دیوار نہ ہو۔ مذکر اور مؤنث دونوں صیغوں میں یکساں۔ ابوعبیدہ کا قول ہے **القَلِيبُ** سے مراد پرانا عام کنواں ہے۔

ق ل ت — **القَلَتُ**: ہلاکت (قاف اور لام دونوں مفتوح) اس کا باب **طَرِب** ہے۔ ایک اعرابی کا قول ہے: **اِنَّ المُسَافِرَ**

وَمَتَاعَهُ عَلٰی قَلَتٍ اِلَّا مَا وَقَى اللّٰه: مسافر خود اوراس کا مال ومتاع کے تلف ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔اِلّا یہ کہ جسے اللہ رکھے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ علماء لغت میں سے بھی کسی نے موجودہ دور میں اس قول کو بیان کیا ہو جس طرح بعض فقہاء اسے اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہیں۔

المَقْتَلَةُ: جائے تلف وہلاکت۔

ق ل ح—القَلَحُ: (قاف اور لام مفتوح) دانتوں پر جمی ہوئی زردی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ایسے شخص کو جس کے دانتوں پر زردی ہو اَقْلَحُ کہتے ہیں۔

ق ل د—القِلَادَةُ: ہار۔جو گلے میں پہنا جاتا ہے۔

قَلَّدَهُ، فَتَقَلَّدَ: اس نے اسے ہار پہنایا تو اس نے پہن لیا۔اسی سے لفظ تَقْلِيْدُ مشتق ہے۔یعنی التقليد في الدين: دین میں کسی شخص کی پیروی۔

تَقْلِيدُ الوُلاةِ الأعْمَالَ: والیوں کا دوسروں کے ذمے کام لگانا۔

تَقْلِيْدُ البَدَنَةِ: قربانی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈالنا، تاکہ یہ پہچان ہو کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

تَقَلَّدَ السَّيْفَ: اس نے گلے میں تلوار لٹکالی۔

الإقْلِيْدُ: (ہمزہ مکسور) چابی۔

المِقْلَدُ بروزن المِبْضَعُ: چابی۔اس کی مثال المِبْخَلُ ہے۔اس کی جمع المَقَالِيْدُ ہے۔

ق ل س—القَلْسُ: بروزن فَلْسٌ: بہتان یا تہمت لگانا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔خلیل کا قول ہے القَلْسُ مَا خَرَجَ مِنَ الحَلْقِ مِلْءَ الفَمِ اَوْ دُوْنَهُ وَلَيْسَ بِقَيْئٍ: قلس کا معنی قے کے علاوہ حلق سے منہ بھر کر کسی چیز کا نکلنا ہے۔اور اگر کوئی دوبارہ اس طرح سے نکلے تو پھر وہ قے ہے۔

القَلَنْسُوَة: (قاف مفتوح) ٹوپی۔ اس کی جمع قَلانِسُ ہے۔چاہیں تو قَلَاسِ اور قَلَانِيْسِ یا قَلَاسِيّ بھی کہہ سکتے ہیں۔

قَدْ قَلْسَاهُ فَتَقَلْسَى: اس نے اسے ٹوپی پہنائی تو اس نے پہن لی۔تَقَلْسَ وتَقَلَّسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ق ل ص—قَلَصَ الشَّيْءُ: چیز اوپر اٹھی۔اس کا باب جَلَسَ ہے۔یہی معنی قَلَّصَ تَقْلِيْصًا اور تَقَلَّصَ کا ہے۔یعنی وہ جڑ گیا۔یا سکڑ گیا۔

قَلَصَ الثَّوْبُ بعد الغَسْلِ: کپڑا دھونے کے بعد سکڑ گیا۔

شَفَةٌ قَالِصَةٌ: سکڑے ہوئے ہونٹ۔

ظِلٌّ قَالِصٌ: گھٹتاہوا سایہ۔
الْقَلُوْصُ مِنَ النُّوْقِ: نوجوان اونٹنی جو بمنزلہ دوشیزہ ہوتی ہے۔اس کی جمع قُلُصٌ ہے۔ (قاف اور لام دونوں مضموم) اور دوسری جمع قَلائصُ ہے۔اس کی مثال قَدُوْمٌ قُدُمٌ اور قَدَائمُ ہے اور القُلُصُ کی جمع قِلاصٌ ہے۔
ق ل ع—قَلَعَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
انْقَلَعَ: وہ جڑ سے اکھڑ گیا۔
قَلَّعَهُ تَقْلِيْعًا فَتَقَلَّعَ: اس نے اسے جڑ سے اُکھاڑا تو وہ اُکھڑ گیا۔
الاقْلاعُ عَنِ الأمرِ: کسی کام سے رک جانا۔کہا جاتا ہے: أقْلَعَ عَمَّا كَانَ عَلَيْهِ: اس نے اپنا وطیرہ بدل لیا۔
اَقْلَعَتْ عَنْهُ الحُمّي: اس کا بخار اتار گیا۔
القَلْعُ بروزن القَطْعُ: ایک معدنی دھات جس سے اچھا سیسہ منسوب ہوتا ہے۔
القَلْعَةُ: پہاڑ پر واقع قلعہ۔
القُلْعَةُ: بروزن الجُرْعَةُ: ادھار لیا ہوا مال۔ مانگے کا مال۔ حدیث شریف میں ہے: بِئْسَ المَالُ القُلْعَةُ: مانگے کا مال بُرا ہوتا ہے۔
المِقْلاعُ: (میم مکسور) فلاخن۔ وہ آلہ جس کے ذریعے پتھر پھینکا جاتا ہے۔
القَلّاعُ: (قاف مفتوح لام مشدد) پولیس کا سپاہی۔ حدیث شریف میں ہے: لَايَدْخُلُ الجَنَّةَ قَلّاعٌ: سپاہی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ القُلاعُ (قاف مضموم اور لام مخفف) مٹی جس میں سے پانی خشک ہوجانے کے بعد چاق پڑ جائیں یعنی جو مٹی پھٹ جائے۔ اس مٹی کے ایک ٹکڑے کے ڈھیلے کو قُلاعَةٌ کہتے ہیں۔
القَلاعَةُ: وہ پتھر اور ڈھیلا جو زمین میں سے اکھاڑ لیا جائے۔ اور کسی پر پھینکا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ رَمَاهُ بِقَلاعَةٍ: اس نے اسے پتھر یا ڈھیلا دے مارا۔
القِلْعُ: (قاف مکسور) بادبان۔ اس کی جمع قِلاعٌ ہے۔
سُفُنٌ مُقْلَعَاتٌ: (لام مفتوح) بادبانوں والی کشتیاں۔
ق ل ف—رَجُلٌ اَقْلَفُ: ایسا آدمی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔ القُلْفَةُ: (قاف مضموم) حشفہ کی کھال۔
قَلَفَهَا الخَاتِنُ: ختنہ کرنے والے نے (حشفہ کی کھال کو) کاٹ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ عربوں کا یہ خیال ہے یا تھا کہ جو بچے چاندرات میں پیدا ہوں ان کے حشفہ کی کھال سخت ہوتی ہے۔ اور یوں لگتا ہے جیسے اس کا ختنہ ہو چکا ہو۔
ق ل ق—القَلَقُ: قلق، بے چینی۔
قَدْ قَلِقَ: وہ بے چین ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اسم فاعل قَلِقٌ ہے بمعنی بے چین اور بے قرار۔ کہا جاتا ہے کہ: بات

فُلَانٌ قِلْقًا: فلاں رات بھر بے چین رہا۔
اَقْلَقَهُ غَيْرُه: کسی اور نے اسے بے چین کر دیا۔

ق ل ل — شَیْءٌ قَلِيْلٌ: تھوڑی چیز۔ اس کی جمع قُلُلٌ ہے اس کی مثال سَرِيْرٌ کی جمع سُرُرٌ ہے۔

قَوْمٌ قَلِيْلُوْنَ: (تھوڑے سے لوگ) اور صرف قَلِيْلٌ بھی۔ قول خداوندی ہے: وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ: وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑی تعداد میں تھے تو اللہ نے تمہاری تعداد میں کثرت کر دی۔

قَلَّ الشَّیْءُ يَقِلُّ: (قاف مکسور) چیز کم ہو گئی۔

قِلَّةٌ: کم ہونا۔

اَقَلَّهُ غَيْرُه: کسی اور نے اسے کم کر دیا۔

قَلَّلَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

قَلَّلَهُ فِی عَيْنِهِ: اسے وہ کم دکھائی دیا۔

اَقَلَّ: وہ نادار اور فقیر ہو گیا۔

اَقَلَّ الجَرَّةَ: وہ مٹکے کو اٹھا سکا، یا اس نے مٹکا اٹھا لیا۔

القُلُّ اور القِلَّةُ: قلت اور کمی، اس کی مثال الذُّلُّ اور الذِّلَّةُ ہے۔ کہا جاتا ہے: الحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى القُلِّ والكُثْرِ: کمی اور بیشی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔

مَالَهُ قُلٌّ وَلَا كُثْرٌ: اس کے پاس نہ کم ہے اور نہ زیادہ یعنی کچھ بھی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: الرِّبَا وَ اِنْ كَثُرَ فَهُوَ اِلٰی قُلٍّ: سود کا مال کتنا ہی زیادہ کیوں ہی نہ ہو اس کا انجام گھاٹا ہے۔

القُلَّةُ: پہاڑ کی چوٹی۔

قُلَّةُ كُلِّ شَیْءٍ: ہر چیز کا اوپر کا حصہ یا چوٹی۔

رأسُ الإنسان قُلَّةٌ: انسان کا سر اس کا قُلّہ ہے۔ اس کی جمع قُلَلٌ ہے۔

القُلَّةُ: عربوں کے ہاں ایک برتن ہے جو بڑے مٹکے کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی جمع قُلَلٌ اور قِلَالٌ ہے۔

اسْتَقَلَّهُ: اس نے اسے قلیل یعنی کم خیال کیا۔

اسْتَقَلَّ القَوْمُ: قوم چلی گئی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئی۔

قَلْقَلَهُ قَلْقَلَةً وقِلْقَالًا فَتَقَلْقَلَ: اس نے اسے حرکت دی تو اس میں حرکت آ گئی یا اس نے حرکت کی۔ اگر اس میں قاف کو مکسور کریں تو پھر یہ لفظ مصدر بن جائے گا اور اگر اسے مفتوح کریں تو یہ اسم ہوگا۔ اس کی مثال الزِّلْزَالُ اور الزَّلْزَالُ ہے۔

ق ل م — قَلَمَ ظُفُرَهُ: اس نے اپنے ناخن تراشے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

قَلَّمَ اَظْفَارَهُ: اس نے اپنے ناخن تراشے۔ لام کو مشدد کثرت کے لئے کیا گیا۔

الـقُـلَامَةُ: (قاف مضموم) تراشنے کے ریزے اور تراشے۔

القَلَمُ: قلم جس سے لکھا جاتا ہے۔ القَلَمُ کا معنی زَلَمٌ بھی ہے یعنی کم کرنا۔

الإِقْلِيـمُ: ولایت۔ اس کی جمع اَقَـالِيْمُ السَّبْعَةُ: ہفت اقلیم ہے۔

المِقْلَمَةُ: قلمدان۔

ابُو قَلَمُـوْنَ: رومی کپڑے کی ایک خاص قسم جو دیکھنے میں مختلف رنگوں کا نظر آتا ہے۔

ق ل ا—قَـلاَ السَّوِيْقَ و اللَّحمَ: اس نے ستو اور گوشت کو پکایا۔ اس کا اسم مفعول مَـقْلِيٌّ اور مَقْلُوٌّ ہے یعنی پکا ہوا۔ اس کا باب رَمٰی اور عَـدَا ہے اور پکانے والے کو قَـلَّاءٌ کہتے ہیں۔

القَلِيَّةُ من الطَّعَامِ: پکا ہوا کھانا۔ اس کی جمع قَلَايَا ہے۔

المِقْلٰی اور المِقْلَاةُ: کڑاہی۔ وہ برتن جس میں پکایا جائے۔ ان دونوں کو مِقْلَيَان کہتے ہیں۔ اس کی جمع المَقَالِي ہے۔

القِـلٰی: بغض۔ کہتے ہیں قَـلَاهُ يَقْلِيْهِ قِـلًى و قَـلَاءً: (قاف مفتوح اور الف ممدود) اس نے اس سے بغض رکھا۔

يقْـلَاهُ: یہ اسی لفظ کا قبیلہ طے کا لہجہ ہے۔

القِلْيُ: ترش گھاس کو جلا کر بنائی ہوئی کھار یا سجی۔

قَـالِيْ قَـلَا: ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ دو اسم ہیں جن کو ایک بنا دیا گیا ہے۔ اور دونوں کا آخر ساکن ہے۔

ق م ح—القَمْحُ: گیہوں گندم۔

الإِقْمَاحُ: سر اٹھانا اور نظر جھکانا۔ کہا جاتا ہے: اَقْمَحَهُ الغُـلُّ: بیڑی کی تنگی کے باعث اس نے سر اٹھا رکھا۔

ق م ر—القَمَرُ: چاند۔ قمری مہینے کی تین تاریخ سے لے کر مہینے کے آخر تک چاند کو اس کی سفیدی کی وجہ سے قمر کہتے ہیں۔

القَمَـرُ کا معنی برف کی وجہ سے آنکھ کا چندھیانا بھی ہے۔

قَـدْ قَمِرَ الرَّجُلُ: آدمی کی نظر چندھیا گئی۔ اس کا باب طرب ہے۔ القِـمَار المُقَامَرَةُ و تَقَامَرُوْا: جوا کھیلنا۔

قَـامَرَهُ فَقَـمَـرَهُ: اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور معنی اس نے اس کے ساتھ جوا کھیلا تو جیت گیا۔

قَامَرَهُ فَقَمَرَهُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے جوئے میں اپنا فخر جتایا تو اس نے اس پر غلبہ پایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

عُوْد قَمَارِي: (قاف مفتوح) ہندوستان کی ایک جگہ قمار سے منسوب لکڑی۔

القُمْرِي: ایک پرندے قمر سے منسوب۔

قُـمْـرٌ بروزن حُمْرٌ ہے۔ اَقْمَرُ: زیادہ سفید۔ روشن۔ یہ لفظ قـمـری کی جمع بھی

ہے۔اس کی مثال رُومی اور رُومٌ ہے۔ اس کی مؤنث قُمْرِیَّةٌ ہے۔اور مذکر ساق حرّ ہے۔اس کی جمع قَمَارِیُّ ہے۔ یہ غیر منصرف ہے۔

لَیْلَةٌ قَمْرَاءُ: چاندنی رات۔اَقْمَرْنَا: ہم پر چاند طلوع ہوا۔

ق م س—قَامُوْسٌ: سمندر۔اس کا وسط اور اس کا اکثر حصہ۔ اس کا ذکر حدیث میں مدوجزر میں ہے

ق م ش—القَمْشُ: اِدھر اُدھر سے چیزیں اکٹھی کرنا۔اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ذٰلک الشَّیْءُ قُمَاشٌ: یہ ادھر ادھر سے اکٹھی کی ہوئی چیز ہے۔

قُمَاشُ البَیْتِ: گھر کا ساز وسامان۔

ق م ص—القَمِیْصُ: کرتہ یا قمیص۔ جسے پہنا جاتا ہے۔اس کی جمع القُمْصَانُ اور الأَقْمِصَةُ ہے۔قَمَّصَهُ قَمِیْصًا فَتَقَمَّصَهُ: اس نے اسے قمیض پہنادی تو اس نے پہن لی۔

ق م ط—القِمَاطُ: (قاف مکسور) وہ رسّی جس سے بکری کی ٹانگیں ذبح کرتے وقت باندھی جاتی ہیں۔ نیز جس سے بچے کو پنگھوڑے یا جھولے میں باندھ کر رکھا جاتا ہے۔

قَمَطَ الشَّاةَ والصبیَّ بالقِمَاطِ: اس نے ذبح کرتے وقت بکری کی ٹانگوں کو اور جھولے میں بچے کو رسّی سے باندھا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

القِمْطُ: (قاف مکسور) رسّی جس سے جھونپڑے کی کھجور کی ٹہنیاں باندھی جاتی ہیں۔اسی سے حدیث میں وارد مَعَاقِدُ القَمطِ کا لفظ ماخوذ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری حدیث شریح نے ایک جھونپڑی کی ملکیت کا فیصلہ اس شخص کے حق میں دیا جس کے مکان کے ساتھ اس جھونپڑی کی رسیاں بندھی تھیں۔ اس حدیث میں وارد مَعَاقِدُ قُمُطٍ میں قاف اور میم دونوں مضموم ہیں۔ قُمُطُهُ کا معنی وہ رسیاں ہیں جن سے کھجور کے پتے اور اس کی ٹہنیاں وغیرہ باندھی جاتی ہیں۔

ق م ط ر—یَوْمٌ قَمْطَرِیْرٌ: سخت مشکل دن۔ القِمَطْرُ بروزن الهِزَبْرُ اور القِمَطْرَةُ کتابیں محفوظ رکھنے کا تھیلہ یا بستہ۔اس لفظ میں تشدید نہیں ہے۔اس لفظ کی مناسبت سے یہ ایک شعر پڑھا جاتا ہے۔یا زبان زد ہے۔لَیْسَ العِلْمُ ما یَعِی القِمَطْرُ، ما العِلْمُ الاّ ما وعاہ الصَّدْرُ: علم وہ نہیں ہے جو بستے یا تھیلے میں بند ہو۔ بلکہ علم تو وہ ہے جو سینوں میں سمایا ہوا ہو۔

ق م ع—المِقْمَعَةُ: (میم مکسور) اس کی جمع المَقَامِعُ ہے۔لوہے کا ہتھوڑا یا ہاتھی

کے سر پر مارنے والا لوہے کا آنکس ہے۔

قَمَعَهُ: اس نے اسے آنکس سے مارا۔

قَمَعَهُ اور اَقْمَعَهُ: اس نے اسے سختی کی اور اسے ذلیل کیا۔ فانْقَمَعَ تو وہ قابو آ گیا یا ذلیل ہوا یا مغلوب ہوا۔

القِمْعُ: (میم ساکن اور مفتوح) قیف جس کے ذریعے تیل وغیرہ کسی برتن میں ڈالتے ہیں۔

القَمْعُ بروزن السَّمْعُ: اس کا ایک لہجہ ہے۔

القِمْعُ و القِمِعُ: نیم پختہ اور پختہ کھجور کی ڈنڈی۔

ق م ل — القَمْلُ: جوئیں۔ اس کا واحد القَمْلَةُ ہے۔

قَمِلَ رَاْسُهُ: اس کے سر میں جوئیں پڑ گئیں۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

القُمَّلُ: چیچڑی جو اونٹ کے کمزور ہونے پر اس کے بدن میں لگ جاتی ہے۔

ق م م — القِمَّةُ: (قاف مکسور) انسان کا قد وقامت۔ کہا جاتا ہے: هُوَ حَسَنُ القِمَّةِ والقَامَةِ: وہ اچھے قد وقامت کا آدمی ہے۔

القِمَّةُ والقُمَامَةُ: لوگوں کی جماعت یا گروہ۔

القِمَّةُ: چوٹی۔ سر کی چوٹی یعنی سب سے اوپر کا حصہ۔ اسی طرح ہر چیز کی چوٹی۔

القُمَامَةُ: کوڑا کرکٹ۔ اس کی جمع قِمَامٌ ہے۔

تَقَمَّمَ: کوڑے کرکٹ میں چیزیں تلاش کیں۔ قَمْقَمَ اللّٰه عَصَبَهُ: اللہ نے اسے لپیٹ لیا۔ جمع کیا اور قبضے میں کر لیا۔

القُمْقُمَةُ: تانبے کا ایک برتن جس کے دو دستے ہوتے ہیں۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ یہ لفظ رومی ہے۔

ق م ن: کہا جاتا ہے: اَنْتَ قَمَنٌ ان تَفْعَلَ كَذَا: تو اس بات کا اہل ہے کہ ایسا کرے۔ (میم مفتوح) اس کا نہ تثنیہ یا جمع کا صیغہ ہے اور نہ مؤنث کا۔ البتہ اگر میم کو مکسور کریں یا قَمِيْن بنائیں تو پھر اس کا تثنیہ اور جمع کا صیغہ بن سکتا ہے۔

ق ن ا — اَحْمَرُ قَانِیءٌ: گہرے سرخ رنگ کا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

ق ن ت — القُنُوْتُ: اس کی اصل طاعت اور فرماں برداری ہے۔ چنانچہ قول خداوندی ہے: وَالقَانِتِيْنَ وَالقَانِتَاتِ: فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں۔ بعد میں اس کا معنی نماز میں خشوع وخضوع کے ساتھ قیام ہو گیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَفْضَلُ الصَّلاةِ طُوْلُ القُنُوْتِ: افضل نماز لمبا قنوت ہے۔ اسی سے وتر میں قنوت ماخوذ ہے۔ ان تمام کا باب دَخَلَ ہے۔

ق ن د — القَنْدُ: چینی، کھانڈ، کہا جاتا ہے سَوِيْقٌ مَقْنُوْدٌ و مُقَنَّدٌ: چینی ملے ستو۔

ق ن د ل—القِنْدِيْلُ: ایک قسم کا چراغ۔
اس کا وزن فِعْلِيْلٌ ہے۔
قِنَّسْرُون: دیکھئے بذیل مادہ 'ق ن س ر'.
ق ن ص—القَانِصُ و القَنِيْصُ: اور القَنَّاصُ: (قاف مفتوح دونوں مشدّد) شکاری۔
القَنِيْصُ: شکار۔ یہی معنی القَنَصُ (قاف اور نون دونوں مفتوح) کا ہے۔
قَنَصَهُ: اس نے اس کا شکار کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
اقْتَنَصَهُ: اس نے اس کا شکار کیا۔
تَقَنَّصَهُ: اس نے اس کا شکار کیا۔
القَانِصَةُ: پوٹا۔ اس کی جمع قَوَانِصُ ہے۔ پرندوں کے علاوہ دوسروں کے لئے اس کے بدلے مَصَارِيْن کہا جاتا ہے۔
ق ن ط—القُنُوطُ: مایوسی اور ناامیدی۔ اس کا باب جلس، دَخَلَ، طرب اور سَلِم ہے۔ اس کا اسم فاعل قَنِطٌ ہے۔ قُنُوطٌ اور قَانِطٌ ہے۔ قرآن کی آیت کو: لَا تَكُنْ مِنَ القَنِيْطِيْنَ بجائے القانطين بھی پڑھا گیا ہے۔ البتہ قَنَطَ يَقْنَطُ (دونوں میں نون مفتوح) اور قَنِطَ يَقْنِطُ (دونوں میں نون مکسور) تو یہ جمع بین الغتیق ہے۔
ق ن ع—القُنُوعُ: سوال کرنا۔ عاجزی اور انکساری کرنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ اس کا اسم فاعل قَانِعٌ اور قَنِيْعٌ ہے۔ الفراء کا قول ہے کہ القَانِعُ وہ ہے جو تجھ سے کچھ مانگے اور تو اسے نہ دے تب بھی راضی رہے۔
القَنَاعَةُ: قیمت پر راضی اور شاکر رہنا۔ اس کا باب سَلِم ہے۔ اس کا اسم فاعل قَنِعٌ اور قُنُوعٌ ہے۔
اَقْنَعَهُ الشَّيْءُ: کسی چیز نے اسے راضی کر لیا۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ: اِنَّ القُنُوعَ قد يكون بمعنى مِرضا والقانع بمعنى الراضى، قناعت کا معنی رضا بھی ہوسکتا ہے اور قانع کا معنی راضی۔ انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا ہے:

وَقَالُوْا القَدْ نُهِيْتَ قُلْتُ كَلَّا
وَلٰكِنَّ اَعَزَّنِيْ القُنُوْعُ

"لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تو متکبر ہوگیا ہے۔ تو میں نے کہا ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہے۔ لیکن مجھے قناعت نے عزت بخشی ہے۔"
لبید کا شعر ہے:

فَمِنْهُمْ سَعِيْدٌ آخِذٌ بِنَصِيْبِهٖ
وَمِنْهُمْ شَقِيٌّ بالمعشةِ قَانِع

"لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو خوشحال ہیں اور اپنی قسمت لئے ہوئے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو کم نصیب اور نادار ہیں لیکن اپنی روزی پہ قانع ہیں۔"

مثل مشہور ہے: خَيْرُ الغِنٰى القُنُوْعُ منكرٌ افقـر الخضُوْعُ: بہترین دولتمندی قناعت ہے اور بدترین ناداری عاجزی ہے۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ ممکن ہے کہ گداگر کو اس لئے قانع کہا جاتا ہے کہ اسے جو کچھ ملے اس پر راضی ہو جاتا ہے وہ تھوڑا ہو یا بہت وہ اسے قبول کرتا ہے رد نہیں کرتا۔ لہٰذا دونوں کلمات کا معنی رضا پر دلالت کرتا ہے المِقْنَعُ اور المِقْنَعَةُ (دونوں میں میم مکسور) اوڑھنی جس سے عورت اپنا سر ڈھانپتی ہے۔

القِنَاعُ: پردہ۔ المِقْنَعَةُ سے زیادہ وسیع معانی رکھتا ہے۔

اَقْنَعَ رَاسَهٗ: اس نے اپنا سر اونچا کیا۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: مُقْنِعِیْ رُؤُسِهِمْ: وہ سر اٹھائے ہوں گے۔

ق ن ف ذ — القُنْفُذُ: (فاء مضموم ومفتوح) اس کی جمع قَنَافِذُ ہے اور معنی خار پشت۔ سیہہ۔

ق ن م — الأقَانِیْمُ: اُصول، بنیادیں۔ اس کا واحد اُقْنُوم ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ رومی زبان کا کلمہ ہے۔

ق ن ن — القِنُّ: غلام۔ جب وہ اور اس کے ماں باپ دونوں غلام ہوں۔ یہ کلمہ تثنیہ، جمع اور تانیث کے صیغوں میں مشترک ہے۔ ممکن ہے عَبِید بصیغہ جمع کو اَقْنَانٌ کہتے ہوں۔ پھر اس کی جمع اَقِنَّةٌ ہوگی۔

القُنَّةُ: پہاڑ کی چوٹی (قاف مضموم)۔ اس کی مثال القُلَّةُ ہے۔ اور القُنَّةُ کی جمع قِنَانٌ ہے۔ اس کی مثال بُرْمَةٌ اور بِرَامٌ ہے۔ جمع کے دوسرے صیغے قُنَنٌ اور قُنَّاتٌ ہیں۔

القِنِّينَةُ: (قاف مکسور اور نون مشدد) بوتل جس میں شراب ڈالی جاتی ہے۔ اس کی جمع قَنَانِيُّ ہے۔

القَوَانِین: قانون اس کا واحد ہے۔ یہ عربی لفظ نہیں ہے۔

ق ن ا — قَنَوْتَ الغَنَمَ: وغیرہ۔ قُنْوَةً اور قَنَيْتَهَا قِنْيَةً بھی۔ (قاف مکسور اور مضموم) تم نے بھیڑ بکریاں اپنے لئے رکھیں یا پالیں نہ کہ تجارت کے لئے۔

اقتِنَاء المال: وغیرہ۔ مال و دولت جمع کرنا۔ مثل ہے: لَا تَقْتَنِ مِنْ كَلْبِ سُوْءٍ جَرْوًا: بد نسل بُرے کتے کا پلا نہ پال۔

قَنِيَ الرَّجُلُ (قاف مکسور) قِنًى بروزن رِضًا: وہ مالدار ہو گیا یا مطمئن اور راضی ہو گیا۔

اَقْنَاهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ نے اسے مالدار کر دیا۔ اَقْنَاهُ کا معنی یہ بھی ہے: اس نے اسے راضی کر لیا۔

القِنَى: رضا۔ عربوں کے ہاں بطور محاورہ کہتے ہیں کہ: مَنْ اُعْطِیَ مائةً مِنَ

الضَّأن فَقَدْ أُعْطِيَ الغنٰى ومن أُعطي مائةً مِنَ الإبلِ فَقَدْ أُعْطِيَ لامُنيَ: جسے ایک سو بکریاں دی گئیں تو گویا اسے اَلْقِنی یعنی اطمینان و رضا بخشا گیا۔ جسے ایک سو بھیڑ دی گئی اسے غنی یعنی مالداری دی گئی اور جسے سو اونٹ دیئے گئے تو گویا اس کی آرزو پوری ہوگئی۔ کہا جاتا ہے: اَغْنَاهُ اللّٰه وَاَقْنَاهُ: اللہ نے اسے مالدار کر دیا اور اسے مطمئن اور راضی کر لیا۔ یعنی اللہ نے اسے وہ کچھ عطا کیا جس سے اسے سکون و اطمینان حاصل ہو۔

القِنْوُ: انگور یا کھجور کا گچھا یا خوشہ۔ اس کی جمع القِنْوَانُ اور الأَقْنَاءُ ہے۔ القَنَا (الف مقصور) القنو کا ہم معنی۔ اس کی جمع اَقْنَاء بھی ہے۔

القَنَا: نیزے۔ اس کا واحد القَنَاةُ ہے اور اس کی جمع قَنَوَاتٌ اور فُعُوْلٌ کے وزن پر قُنِيٌّ بھی ہے۔ اور قِنَاءٌ بھی ہے جس کی مثال جَبَلٌ کی جمع جِبَالٌ ہے۔ اسی طرح القَنَاةُ: نہر جو کھودی جاتی ہے۔

اَحْمَرُ قَان: گہرا سرخ۔

میرا کہنا ہے کہ مشہور اور معروف تو اَحْمَرُ قَانِیءٌ (ہمزہ کے ساتھ) ہے جیسا کہ علمائے لغت نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے حتیٰ کہ الجوہریؒ نے بھی اسے الهمزہ کے باب کے تحت لکھا ہے۔ اگر اس کلمے کے دو باب ہوتے تو وہ متنبہ کر دیتے۔ یا کسی اور عالم نے بھی اس معتل کلمات میں بیان کیا ہوتا۔ میں نہیں جانتا کہ صاحب کتاب کے علاوہ کسی اور نے اس کا ذکر کیا ہو، لہٰذا ممکن ہے کہ یہ سہو قلم ہو۔

القَنَا: ناک کا بلند بانسہ چنانچہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ اَقْنَى الأنفِ: بلند بانسہ اور تنگ نتھنوں والا آدمی۔

امْرَاةٌ قَنْوَاءُ: بلند بانسے اور تنگ نتھنوں والی عورت۔

ق ه ر — قَهَرَهُ: اس نے اسے مغلوب کر لیا۔ اس کا باب قطع ہے۔

القَهْقَرَى: واپس لوٹنا۔ پیچھے مڑنا۔

رَجَعَ القَهْقَرَى: اس نے رجعت قہقری کر لی یا پسپائی اختیار کر لی۔ یہ پسپائی ایک مخصوص قسم کی پسپائی ہے۔

ق ه ق ه — القَهْقَهَةُ: قہقہہ مار کر ہنسنا۔ جس سے قہ قہ کی آواز بلند نکلے۔ قَهٌّ اور قَهْقَهَ کا معنی ایک ہی ہے۔

القَهْــوَةُ: شراب، قہوہ۔ کہا گیا ہے کہ یہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے بھوک جاتی رہتی ہے یعنی ختم ہو جاتی ہے۔

ق و ب — القُوَبَاءُ: (واؤ مفتوح اور الف ممدود) ایک مشہور بیماری داد یا چنبل۔ یہ کلمہ مؤنث ہے اور غیر منصرف ہے۔ اس کی جمع قُوَبٌ بروزن غُلَبٌ ہے۔ واؤ پر

حرکت کے ثقیل ہونے کے باعث اسے ساکن بھی کر دیا جاتا ہے۔ اگر اسے ساکن کر دیا جائے تو پھر یہ مذکر ہوگا اور منصرف ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ: بَیْنَھُمَا قَابُ قَوسٌ: ان دو کے درمیان ایک قوس کا فرق یا فاصلہ ہے۔ یہاں قاب کا معنی مقدار ہے۔

اَلْقَابُ: کمان کے کونے سے لے کر قبضے تک۔ اس طرح ہر کمان میں دو قاب ہوتے ہیں۔ یعنی قبضے کے دو طرف کی دو طرفیں۔ قول خداوندی ہے: فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ: سے مراد کمان کی یہی دو اطراف ہیں۔ یعنی قَابَیْن ہیں جسے قلب کر کے قاب قوسین کر دیا گیا ہے۔

ق و ت—قَاتَ اَھْلَهُ: اس نے اپنے اہل وعیال کو خوراک دی یا کھانا دیا۔ اس کا باب قَالَ اور کتب ہے۔ اور اس کا اسم القُوتُ بمعنی روزی ہے۔ اس سے مراد وہ غذا ہے جس سے انسانی بدن قائم رہتا ہے۔

قُتُّهُ فَاقْتَاتَ: میں نے اسے روزی یا خوراک دی تو اس نے کھالی۔

اسْتَقَاتَهُ: اس نے خوراک طلب کی۔

هُوَ يَتَقَوَّتُ بِكَذا: وہ اس طرح روزی پاتا ہے۔

اَقَاتَ عَلَى الشَّيْءِ: وہ اس چیز پر قادر ہوا۔ یا اس نے قدرت پالی۔ الفَرَّاء کا قول ہے کہ المُقِيتُ کا معنی ایسا مقتدر ہے جو ہر شخص کو روزی دیتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا: اللہ تعالیٰ ہر چیز کو روزی دینے والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ المُقِيتُ کا معنی ہے چیزوں کا حافظ ونگہبان اور شاہد و نگراں۔ (واللہ اعلم)

ق و د—قَادَ الفَرَسَ: اس نے گھوڑے کو چلایا، یا ہانکا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور مَقَادَةً (میم مفتوح) بھی۔ اور قَيْدُودَةً. اقْتَادَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ قَوَّدَهُ کا معنی بھی ہے۔ مشدد اظہار کثرت کے لئے کیا گیا۔

الاِنْصِيَادُ: مطیع ہو جانا۔ کسی کے چلائے چلنا۔ کہا جاتا ہے کہ: قَادَهُ فَانْقَادَ: اس نے اسے چلایا تو وہ چل پڑا۔ اسْتَقَادَ کا معنی بھی یہی ہے۔

القَوَدُ: (قاف اور دال دونوں مفتوح) قصاص۔

اَقَادَ القَاتِلَ بِالقَتِيلِ: اس نے مقتول کا قصاص قاتل سے لیا، یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دیا۔ کہا جاتا ہے: اَقَادَهُ السُّلْطَانُ مِنْ اَخِيهِ: سلطان نے اسے اس کے بھائی کے قتل کے بدلے قتل کر دیا۔

اسْتَقَادَ الحَاكِمَ: اس نے حاکم سے

مطالبہ کیا کہ مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کیا جائے یعنی قاتل سے قصاص لیا جائے۔
المِقْـوَدُ: (میم مکسور) وہ رسی جو لگام میں باندھی جاتی ہے۔ جس سے جانور ہانکا جاتا ہے۔
القَائِدُ: قائد، لیڈر، سربراہ۔ اس کی جمع القادة اور القُوَّاد بروزن التُفَّاح ہے۔
ق و ر – قَـوَّرَهُ تَقْـوِيْراً: واقْتَوَرَهُ واقْتَارَهُ: سب کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے لپیٹ لیا۔ یا گولائی کے رخ کاٹ لیا۔ اسی سے لفظ قُوَارَةُ القَمِيْصِ لفظ ماخوذ ہے جس کا معنی قمیص کی چندی یعنی درمیان سے کاٹا ہوا کپڑا۔ اس میں قاف مضموم اور واؤ مخفف ہے۔
قَوَارَةُ البِطِّيْخِ: تربوز کے درمیان سے کاٹا ہوا حصہ۔ اقْتَوَرَهُ واقْتَارَهُ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ یعنی اس نے اسے گولائی کے رخ کاٹا۔
القَارُ: تارکول۔
ق و س – القَوْسُ: کمان۔ مذکر و مؤنث ایک جیسے۔ اس کی جمع قِسِيٌّ اَقْوَاسٌ اور قِيَاسٌ ہے۔
قَـاسَ الشَّيْءَ بِغَيْـرِهِ وعلى غيرهِ فـانْـقَـاسَ: اس نے چیز کو دوسری چیز پر قیاس کیا تو وہ قیاس پر پوری اتری، یعنی قیاس کے مطابق نکلی۔ اس کا باب بَاعَ اور قَالَ ہے اور قِيَاسًا بھی ہے۔ ان معنوں میں اَقَاسَهُ نہیں کہتے۔
المِقْيَاسُ: مقدار۔
قَايَسَ بين الاَمْرَيْنِ: اس نے دو باتوں کے درمیان قیاس کیا۔ یعنی موازنہ کیا۔
اقـتـاسَ الشَّيْءَ بِغَيْرِهِ: اس نے ایک چیز کو کسی اور چیز پر قیاس کیا۔
هُوَ يَقْتَاسُ بِاَبِيْهِ: وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا ہے۔
ق و ض – قَـوَّضَ البِـنَـاءَ تَقْوِيْضًـا: اس نے عمارت کو توڑے بغیر گرا دیا۔
تَقَوَّضَتِ الحِلَقُ والصُّفُوْفُ: حلقے اور صفیں بکھر گئیں۔
ق و ع – القَاعُ: ہموار اور نرم زمین کا ٹکڑا۔ اس کی جمع اَقْوُعُ، اَقْوَاع اور قِيْعَانُ ہے۔ القِيْعَةُ کا معنی بھی وہی ہے جو القَاع کا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ القِيْعَةُ جمع کا صیغہ ہے۔
قَاعَةُ الدَّار: گھر کا صحن۔
ق و ف – قَاف: پہاڑ، جس کے ارد گرد زمینیں ہوتی ہوں یا زمینوں سے گھرا ہوا ہو۔
الـقَــائـِفُ: آثار کا جاننے والا۔ قیافہ شناس۔ اس کی جمع القَـافَةُ ہے۔ کہا جاتا ہے: قَـافَ اَثَـرَهُ: اس نے اس کا نشان پہچان لیا اور نشان پر چل پڑا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اس سے مراد قَفَا اَثَرَهُ ہے۔

ق و ل—قَالَ يَقُوْلُ قولًا وقَوْلَةً ومَقَالًا وَمَقَالَةً: اس نے کہا۔ کہا جاتا ہے کہ: كَثُرَ القِيـلُ والقَالُ: قیل وقال یعنی بحث مباحثہ بڑھ گیا یا زیادہ ہوگیا۔ حدیث شریف میں ہے: نَهى عَنْ قِيلٍ وقَالٍ: حضور نبی اکرم ﷺ نے قیل وقال یعنی معاملات میں کرید کرنے اور مین میخ نکالنے سے منع فرمایا۔ اس میں قیل اور قال دو لفظ ہیں۔ اور بقول عبد اللہؓ: ذٰلِكَ عِيْسَى ابنُ مَرْيَمَ قَالَ: (قَوْلَ) الْحَقِّ الَّذِىْ فِيهِ يَمْتَرُوْنَ: اور یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں۔ اور یہ سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اور اسی طرح القَالَةُ کا معنی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ كَثُرَتْ قَالَةُ النَّاسِ: لوگوں کا قیل وقال یا کرید بڑھ گئی۔ قُلْتُ اصل میں قَوَلْتُ تھا جس میں قاف مفتوح ہے۔ اس کو مضموم کہنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فعل متعدی ہے۔

رَجُلٌ قَوُولٌ وقَوْمٌ قُوُلٌ: باتونی شخص اور باتونی لوگ یعنی زیادہ باتیں کرنے والے۔ اس کی مثال صَبُوْرٌ اور صُبُرٌ ہے۔ چاہیں تو واؤ کو ساکن کر سکتے ہیں۔

رَجُلٌ مِقْوَلٌ ومِقْوَالٌ وقُوَلَةٌ وقَوَّالٌ اور تِقْوَالَةٌ بقول الکسائی بمعنی بہت زیادہ باتیں کرنے والا۔ المِقْوَلُ کا معنی زبان بھی ہے۔ القُوَّلُ جمع ہے اور اس کا واحد قَائِلٌ ہے اس کی مثال رَاكِعٌ اور رُكَّعٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: قَوَّلَهُ مالَمْ يَقُلْ تَقْوِيْلًا اور اَقْوَلَهُ مَالَمْ يَقُلْ: اس نے اس سے کچھ کہلوایا جو اس نے نہیں کہا۔ یعنی اس پر کہنے کا دعویٰ کیا۔

تَقَوَّلَ عَلَيْهِ: اس پر جھوٹ باندھا۔

اِقْتَالَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر حکم چلایا۔

قَاوَلَهُ فى اَمْرِهِ: اس نے اپنے معاملے میں اس سے بات کی۔

تَقَاوَلَا: ان دو آدمیوں نے آپس میں گفت وشنید کی۔ بعض اوقات اقْتَالَ کا معنی قَالَ بھی کیا گیا ہے۔

ق و م—القَوْمُ: لوگ (بغیر عورتوں کے) لفظاً اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ زُہید کا شعر ہے:

وَمَا اَدْرِىْ ولَسْتُ اِخَالُ اَدْرِىْ
اَقَوْمٌ الُ حِصْنٍ ام نِسَآءٌ

''میں نہیں جانتا اور نہ میرا خیال ہے کہ میں جان سکوں کہ آلِ حصن مرد ہیں یا عورتیں ہیں۔''

قول خداوندی ہے: لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ: مرد دوسرے مردوں سے تمسخر نہ کریں اور اس کے ساتھ ہی فرمایا: وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ: اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں۔ (گویا قوم سے مراد صرف

مرد لئے گئے) ممکن ہے کہ اس آیت میں نِسَاءٌ تتبع کلام کے طور پر داخل ہوا ہو۔ کیونکہ کسی نبی کی قوم میں تو مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ قَوْمٌ کی جمع اَقْوَامٌ ہے اور جمع الجمع اَقَاوِمُ اور اَقَائِمُ ہے۔ القَوْمُ مذکر و مؤنث دونوں صیغوں میں یکساں ہے۔ کیونکہ ایسے اسماء جمع جن کا لفظاً واحد کا صیغہ نہ ہو جب وہ آدمیوں کے لئے استعمال ہو تو مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے مثلاً: الرَّهطُ: خاندان النَّفَرُ: لوگ اور القَـوْمُ: قوم۔ قول خداوندی ہے: وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ: اور تیری قوم نے اس کی تکذیب کی۔ دوسرا قول خداوندی ہے: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ: حضرت نوحؑ کی قوم نے تکذیب کی۔

قَامَ يَقُوْمُ قِيَامًا: وہ کھڑا ہوا۔

القَوْمَةُ: ایک دفعہ کا کھڑا ہونا۔ قومہ۔

قَامَ بِأَمْرِ كذا: وہ فلاں کام کے لئے اٹھا۔

قَامَ المَاءُ: پانی جم گیا۔

قَامَتِ الدَّابَّةُ: چوپایہ رک گیا یا ٹھہر گیا۔

قَامَتِ السُّوقُ: بازار یا مارکیٹ تیز ہوگئی یعنی کاروبار تیز ہو گیا۔ ان تمام کا باب ایک ہی ہے۔

قَاوَمَهُ: اس نے کشتی میں اس کا مقابلہ کیا۔

تَقَـاوَمُوْا: انہوں نے جنگ میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔

اَقَامَ بِالمَكَانِ: اس نے مکان میں رہائش اختیار کی۔

اَقَـامَهُ فی موضعه: اس نے اسے اپنی جگہ کھڑا کیا۔

اَقَامَ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو قائم کیا۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ: اور نماز قائم کرتے ہیں۔

المُقَـامَـةُ: (میم مضموم) اقامت یعنی رہائش پذیر ہونا۔ اور میم مفتوح ہو تو معنی مجلس ہوگا اور لوگوں کی جماعت مراد ہوگی۔

البتہ المَقَامُ اور المُقَام: دونوں کا معنی اقامت ہو سکتا ہے یا دونوں کا معنی جائے اقامت کیونکہ اسے قَامَ يَقُوْمُ سے مشتق بنائیں تو پھر یہ المُقَام مضموم ہوگا۔ اور قول خداوندی: لَا مَقَامَ لَكُم: کا معنی ہوگا کہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے۔ اس آیت کو لَا مُقَامَ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی ہوگا۔ تمہارے لئے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ دوسری آیت: حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا: میں مُقَامًا کا معنی جائے اقامت یعنی جگہ ہے۔

القِيْمَةُ: قیمت۔ اس کی جمع اَلْقِيَمُ ہے۔

قَـوَّمَ السِّلْعَةَ تَقْوِيْمًا: اس نے سامان درست کیا۔ اہل مکہ کہتے ہیں: اِسْتَقَامَ السِّلْعَةَ: اس نے سامان درست کیا۔ ان

دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الاِسْتِقَامَۃُ: اعتدال۔ ٹھہراؤ۔ کہا جاتا ہے: اِسْتَقَامَ لَہُ الاَمْرُ: اس کا کام بن گیا۔ یا اعتدال پر آگیا یا کام سیدھا ہوا۔ قول خداوندی ہے: فَاسْتَقِیْمُوْا اِلَیْہِ: اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ۔ یعنی بتوں سے توجہ ہٹا کر صرف خدا کی طرف سیدھے متوجہ ہو جاؤ۔

قَوَّمَ الشَّیْءَ تَقْوِیْمًا: اس نے چیز کو سیدھا کیا۔ فَھُمْ قَوِیْمٌ تو وہ سیدھی ہوگئی۔ لوگوں کا یہ قول کہ مَا اَقْوَمَہٗ: وہ کس قدر سیدھا ہے، شاذ ہے۔ اور قول خداوندی ہے: "ذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ"۔ الْقَیِّمَۃُ کے مؤنث لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد ملت حنیفہ ہے جو مؤنث ہے۔

القَوَامُ: (قاف مفتوح) عدل۔ قول خداوندی ہے: وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا: دو انتہاؤں کے درمیان یہ اعتدال وعدل کا راستہ ہے۔

قِوَامُ الأَمْرِ: (قاف مکسور) معاملہ کا نظام اور اس کا ستون۔ کہا جاتا ہے کہ فُلاَنٌ قِوَامُ اَھْلِ بَیْتِہٖ: فلاں شخص اپنے گھر والوں کا کرتا دھرتا ہے۔ قوام کی جگہ قیام اھل بَیْتِہٖ بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ شخص جو گھر کے معاملات چلاتا ہو۔ اسی سے یہ قول خداوندی ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَھَآءَ اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیَامًا: اور نابالغ بچوں کو اپنی وہ جائیدادیں سپرد نہ کرو جن کا ذمہ دار اللہ نے تم کو بنایا ہے یا جسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذمہ داری بنایا ہے۔ قِوَامُ الأَمْرِ کا معنی املاک یعنی سرمایہ یا سہارا بھی ہے۔ لفظ اقوام مفتوح بھی ہے۔

قَامَۃُ الاِنْسَانِ: انسان کا قد کاٹھ۔ اس کی جمع قَامَاتٌ اور قِیَمٌ ہے۔ اس کی مثال تَارَاتٌ اور تِیَرٌ ہے۔

قَائِمُ السَّیْفِ وَقَائِمَتُہٗ: تلوار کا دستہ پکڑنے کی جگہ۔

القَائِمَۃُ: ٹانگ۔ اس کی جمع قوائم الدَّابَّۃِ: چوپایوں کی ٹانگیں۔

القَیُّوْمُ: ذات باری کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام۔ حضرت عمرؓ نے اسے الحَیُّ القَیَّامُ پڑھا ہے۔ یہ بھی القَیُّوْمُ کا ایک لہجہ ہے۔

یَوْمُ القِیٰمَۃِ: قیامت کا دن۔

ق و ہ - القُوھِیُّ: ایک قسم کا سفید کپڑا۔

ق و ا - القُوَّۃُ: طاقت۔ اس کی ضد الضعف بمعنی کمزوری ہے۔

القُوَّۃُ: اسی کی مضبوطی۔ اس کی جمع قُوًی ہے۔

رَجُلٌ شَدِیْدُ القُوٰی: لوگوں کی گرفت کرنے میں سخت مضبوط۔

اَقْـوَی الـرَّجُلُ: وہ شخص جس کی سواری بہت مضبوط ہو۔ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ قَوِیٌّ مُقْوٍ: فلاں آدمی خود بھی مضبوط ہے اور اس کی سواری بھی مضبوط ہے۔

القِیُّ (قاف مکسور) والقَوَی والقَوَاءُ: (الف مقصور وممدود) چٹیل میدان۔

مَنْـزِلٌ قِـوَاءٌ: تنہائی اور وحشت کی جگہ یا مکان۔

قَـوِیَتِ الدَّارُ واَقْوَتْ: گھر خالی ہو گیا یا سُنا ہو گیا۔

اَقْـوَی القَوْمُ: لوگ خالی جگہ یا وحشتناک جگہ میں آ گئے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِین: اور بھوکے لوگوں کے لئے ساز وسامان ہے۔ کہا گیا ہے کہ المُقْوِی کا معنی وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی زاد راہ نہ ہو۔

قَــوِیَ الضَّعِیفُ: کمزور آدمی قوی اور طاقتور ہو گیا۔ (واؤ مکسور) اس کا مصدر قُوَّۃٌ اور اسم فاعل قَوِیٌّ ہے۔ تَقَوَّی کا معنی بھی یہی ہے۔ قَـاوَاہ فَقَوَاہُ: وہ اس پر غالب آ گیا۔

قَوِیَ المَطَرُ قَوًی: بارش رک گئی۔

الـدَّجَاجَۃُ تُقَوْقِیُ قَـوْقَاۃً وقِـیْـقَاءً: مرغی کڑکڑ کرتی ہے۔ یہ فَـعْـلَلَ، فَعْلَلَۃً اور فِیْـلَالًا کے ابواب میں سے ہے۔

ق ی ا – قَـــاءَ اس کا باب بَـاعَ ہے۔ واسْتَقَاءَ (الف ممدود) وتَقَیَّأَ: اس نے قے کی۔ جھوٹ موٹ قے کی یا جان بوجھ کر قے کی۔

ق ح ی – القَیْحُ: پیپ یا پس جس میں خون شامل نہ ہو، کہتے ہیں۔

قَاحَ القُرْحُ: زخم میں پیپ پڑ گئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

قَیَّحَ تَقْیِیحًا اور تَقَیَّحَ تَقَیُّحًا: پیپ بہہ نکلی یا پیپ پڑ گئی۔

ق ی د – القَیْدُ: بیڑی۔ اس کی جمع القُیُودُ ہے۔

قَیَّدَ الکِتَابَ: اس نے لکھائی پر حرکات لگا دیں۔

بَیْنَهُمَا قَیْدُ رُمْحٍ: ان دو کے درمیان ایک نیزے کی مقدار کا فاصلہ ہے۔

قَـیْدُوْدَۃٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ق و د'.

ق ی ر – القِیْرُ: تارکول۔

قَـیَّـرَ السَّفِیْنَۃَ تَقِیْرًا: اس نے کشتی پر تارکول مل دیا۔

ق ی س – قَـاسَ الشَّیْءَ بالشَّیْءِ: اس نے ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ موازنہ کیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ: بَیْنَهُـمَا قِیْسُ رُمْحٍ: ان دو آدمیوں کے درمیان ایک نیزے کے برابر فاصلہ ہے۔ قَـاسُ رُمْحٍ بھی کہا جاتا ہے۔

ق ی ص -انْقَاصت البئرُ: کنواں گر گیا۔ اصمعی کا قول ہے کہ المُنقاصُ کا معنی المُنْقَعِرُ یعنی جڑوں سے کھوکھلا یا کھدا ہوا ہے اور المُنْقَاضُ کا معنی لمبائی کے رخ پھٹا ہوا ہے اور ابو عمرو کا کہنا ہے۔ ان دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی میں یہ لفظ دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے: يُرِيْدُ اَنْ يَنْقَضَّ: صاد کے ساتھ اور ضاد کے ساتھ۔ دونوں حرف مخفف ہیں۔ یعنی انہیں الازہری نے نقل کیا ہے۔

ق ی ض -انقَاضَ الجِدَار انقياضًا: دیوار میں گرے بغیر دراڑ پڑگئی۔ یا دیوار پھٹ گئی۔

میرا کہنا ہے کہ قرآن کی آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: يُرِيْدُ اَنْ يَنْقَضَّ: اس کا ذکر ہم نے بذیل مادہ ق ی ص کر دیا ہے۔

قَايَضَهُ مُقَايَضَةً: اس نے اسے سامان کے بدلے دیا۔ یا سامان کے ساتھ تبدیل کیا۔

قَيَّضَ اللّٰه تعَالٰى فُلانًا لِفُلانٍ: اللہ تعالیٰ نے فلاں کو فلاں کے مقدر کیا یا اللہ تعالیٰ فلاں کو فلاں کے پاس لایا اور وہ اسے بخش دیا۔ قول خداوندی ہے: وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ: ہم نے شیطان کو ان کا ہم نشین بنا دیا۔

ق ی ظ -القَيْظ: موسم گرما کی تپش۔

قَاظَ بالمَكَانِ: وہ گرمیوں میں مکان میں ٹھہرا۔

تَقَيَّظ بِهِ: اس نے اس میں گرمیاں گزاریں۔ ایسی جگہ کو مَقِيظٌ کہتے ہیں۔

قَاظ يَوْمُنَا: ہمارا آج کا دن سخت گرم ہو گیا ہے۔

ق ی ل -القَائلَةُ: دوپہر۔ کہا جاتا ہے کہ:

اَتَانَا عِنْدَ القَائِلَةِ: وہ ہمارے پاس دوپہر کے قریب آیا۔ القَائلة کا معنی قیلولہ دوپہر کا آرام کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ قَالَ: اس نے قیلولہ کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اور قَيْلُوْلَةً بھی۔ اور مَقِيلاً بھی۔ اس کا اسم فاعل قَائل ہے۔

قَوْمٌ قَيْلٌ: قیلولہ کرنے والے لوگ۔ اس کی مثال صَاحِبٌ اور صَحْبٌ ہے۔

قُيَّلٌ بھی کہا جاتا ہے جس میں یاء مشدد ہے۔ یعنی قیلولہ کرنے والے۔

القَيْلُ: دوپہر کے وقت کے پینے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: قَيَّلَهُ فَتَقَيَّلَ: اس نے اسے دوپہر کو پلایا تو اس نے پی لیا۔

اَقَالَهُ البَيْعَ اقالَةً: اس نے اس کی بیع فسخ کر دی۔ شاید اسے اَقَالَهُ کی بجائے قَالَهُ بھی کہا گیا ہے۔ اس میں شروع کا الفاظ نہیں ہے۔ لیکن یہ بہت کم مروّج ہے۔

اِسْتَقَالَهُ البَيْعَ فَاَقَالَهُ اِيَّاه: اس نے

اسے بیع فسخ کرنے کو کہا تو اس نے اسے فسخ کر دیا۔

ق ی ن — القَیْنُ: لوہار۔ اس کی جمع قُیُوْنٌ ہے۔ القَیْنُ کا معنی غلام بھی ہے۔

القَیْنَةُ: لونڈی۔ وہ گانے والی ہو یا نہ ہو۔ اس کی جمع قِیَانٌ ہے۔

باب الكاف

ک أ ب – الكَآبَةُ: (الف ممدود) بدحالی، خستہ حالی، دکھ کے مارے انکسار۔ قَدْ كَئِبَ: وہ دکھ کے مارے بدحال ہوا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے اور كَأْبَةٌ بروزن رَهْبَةٌ بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل كَئِيْبٌ بمعنی دکھ کا مارا ہوا۔ امْرَأَةٌ كَئِيْبَةٌ اور كَأْبَاءُ (الف ممدود) دکھیاری۔ اكْتَأَبَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ک ا د – عَقَبَةٌ كَئُوْدٌ: پیچیدہ گھاٹی۔

ک أ س – الكَأْسُ: جام پیالہ، مؤنث ہے۔ قول خداوندی ہے: بِكَأْسٍ مِّنْ مَعِيْنٍ بَيْضَاءَ: شراب لطیف کے جام جو رنگ میں سفید ہوں گے۔ ابن الاعرابی کا قول ہے کہ پیالے کو تب تک كَأْسٌ (جام) نہیں کہتے جب تک اس میں شراب نہ ہو۔ اس کی جمع كُؤُوْسٌ ہے۔

ک ب ب – كَبَّهُ اللّٰهُ بِوَجْهِهِ فَأَكَبَّ هو علی وَجْهِهِ: خدا نے اسے اوندھا کر دیا تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ یہ نادر اور شاذ بات ہے کہ کوئی فعل فَعَلَ کے وزن پر متعدی ہو اور اَفْعَلَ کے وزن پر لازم ہو۔ كَبْكَبَهُ: اس نے اسے اوندھا کر دیا۔ قول خداوندی ہے: فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا: پھر انہیں اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اَكَبَّ فُلَانٌ علی كذا يَفْعَلُهُ وانْكَبَّ دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یعنی وہ پورے انہماک کے ساتھ فلاں کام کرنے میں لگ گیا۔ یا کام میں جت گیا۔ الكَبَابُ: کباب۔ میرا کہنا ہے کہ اس کا فعل التَّكْبِيْبُ ہے۔

ک ب ت – الكَبْتُ: دور کرنا، مغلوب کرنا اور ذلیل کرنا۔ کہا جاتا ہے: كَبَتَ اللّٰهُ العَدُوَّ: خدا دشمن کو ذلیل و مغلوب کرے اور دور کرے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ كَبَتَهُ لِوَجْهِهِ: اللہ اسے اوندھے منہ ذلیل کرے اور پچھاڑ دے۔

ک ب ح – كَبَحَ الدَّابَّةَ: جانور کو لگام کھینچ کر روک لینا تاکہ وہ رک جائے اور آگے نہ چلے۔ لگام دینا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ک ب د – الكَبِدُ: اور الكِبْدُ بروزن كَذِبٌ اور كِذْبٌ: کلیجہ۔ اس کی جمع اَكْبَادٌ ہے۔ اسے باء ساکن کر کے كَبْدٌ بروزن فَلْسٌ بھی کہتے ہیں۔ جس طرح فَخِذٌ کو فَخْذٌ کہتے ہیں۔ كَبِدُ السَّمَاءِ: آسمان کا وسط۔ الكَبَدُ (کاف

اور باء دونوں مفتوح) سختی اور مشقت۔ قول خداوندی ہے: ولَقَدْ خَلَقْنَا الانْسَانَ فِيْ كَبَدٍ: بے شک ہم نے انسان کو سختی اور مشقت میں پیدا کیا۔

كَابَدَ الأمْرَ: اس نے کام کی شدت اور سختی کو جھیلا۔ الكُبَادُ: (کاف مضموم) کلیجے کی درد۔ حدیث شریف میں ہے: الكُبَادُ مِنَ العَبِّ: کلیجے کا درد غٹاغٹ پانی پینے سے ہوتا ہے۔ اور لوگوں کا قول: تُضْرِبُ اِلَيْهِ اَكْبَادُ الابِلِ: علم وغیرہ کی تلاش میں اس کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔

ک ب ر - كَبِرَ: وہ بڑا ہو گیا۔ یعنی اس کی عمر بڑھ گئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور مَكْبِرًا بروزن مَجْلِس بھی۔ کہا جاتا ہے: عَلاه المَكْبِرُ: اس پر بڑے ہونے کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ اس کا اسم الكَبْرَةُ ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلَتْهُ كَبْرَةٌ: اس پر بڑا ہونے کے آثار ظاہر ہیں۔

كَبُرَ يَكْبُرُ: وہ بڑا ہو گیا (باء مضموم) كِبَرًا بروزن عِنَب اس کا اسم فاعل كَبِيْرٌ ہے اور كُبَارٌ (کاف مضموم) ہے۔ اور جب فعل میں افراط کا اظہار مقصود ہو تو كُبَّارًا کہا گیا ہے۔ اس میں باء مشدد ہے۔

الكِبْرُ: (کاف مکسور) عظمت، بڑائی، یہی معنی ہے الكِبْرِيَاء (کاف مکسور اور الف ممدود) کا ہے۔ كِبْرُ الشَّيْئِ (کاف مکسور) چیز کا بڑا حصہ۔ اس لفظ کا یہی معنی قول خداوندی: وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ: میں نے لوگوں کے اس قول: هُوَ كُبْرُ قَوْمِهٖ: (کاف مضموم کا معنی یہ ہے وہ نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں جدا علی کے زیادہ قریب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الوَلاءُ لِلكُبْرِ: ترکہ خاندان کے بڑے آدمی کو ملے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک آدمی فوت ہو جائے اور ایک بیٹا اور پوتا چھوڑ مرے اس کی وراثت بیٹے کو ملے گی اور پوتے یعنی بیٹے کے بیٹے کو نہیں ملے گی۔

الكَبَرُ: (کاف اور باء مفتوح) فارسی سے معرب ہے اور معنی ہے ایک خاردار درخت یا جھاڑی۔

الكُبْرَىٰ: الأكْبَرُ کی مؤنث۔ اس کی جمع كُبَرُ (باء مفتوح) ہے۔ اور الاكْبَرُ کی جمع الأكَابِرُ اور الاكْبَرُونَ ہے۔ اسے كُبَرٌ نہیں کہا جاتا کیونکہ یہ خاص طور پر صفت کے لئے بنا ہے جس طرح الاَحْمَر اور الأسْوَد ہے۔ لیکن اَحْمَرَ کی طرح اَكْبَرُ کو بطور صفت استعمال نہیں کر سکتے اور یوں نہیں کہہ سکتے کہ: هٰذا رَجُلٌ اَكْبَرُ: تا آنکہ اس کے بعد مِنْ نہ

لگایا جائے۔ یا اس پر الف لام نہ داخل کیا جائے۔ لوگوں کے اس قول: تَوارَثُوا المَجْدَ کَابِرًا عَنْ کَابِرٍ: یکے بعد دیگرے اپنے بزرگوں سے ورثے میں حاصل کی۔ اَکْبَرَ الشَّیْیَٔ: اس نے چیز کو بڑا سمجھا، یا کہا۔

التَّکْبِیْرُ: تعظیماً کسی کو بڑا سمجھنا یا اس کی تعظیم کرنا۔

التَّکَبُّرُ والاسْتِکْبَار: بڑائی۔ گھمنڈ۔ لوگوں کا یہ قول: اَعَزُّ مِنَ الکِبْرِیتِ الاَحْمَرِ: خالص سونے سے زیادہ قیمتی۔ دوسرے قول: اَعَزُّ مِنْ بَیْضِ الأنُوقِ: شکرے کے انڈوں سے زیادہ نایاب کی طرح ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے: ذَهَبٌ کِبْرِیتٌ: خالص سونا۔

ک ب س - الکِبَاسَةُ: (کاف مکسور) انگور کے گچھے کی طرح کھجور کا گچھا یا خوشہ۔

الکَابُوسُ: رات کو بے ہوشی کا دورہ۔ کہا جاتا ہے کہ انسان پر یہ دورہ مرگی سے پہلے پڑتا ہے۔

ک ب ش - الکَبْشُ: مینڈھا۔ نر بھیڑ۔ اس کی جمع اَکْبَاش اور اکبش ہے۔

کَبْشُ القَوْمِ: قوم کا سردار۔

ک ب ل - المُکَابَلَةُ: تمہارے پڑوس میں کوئی مکان بک رہا ہو اور تمہیں اس مکان کی ضرورت ہو۔ تم خود اسے خریدنا موخر کر دو تا کہ کوئی اور شخص اسے خریدے تو پھر تم حق شفعہ کا دعویٰ کر کے خرید لو، ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

ک ب ا - کَبَا لِوَجْهِهِ: وہ منہ کے بل گرا۔ اس کا اسم فاعل کَابٍ ہے۔

کَبَا الزَّنْدُ: چقماق نے آگ نہیں دی۔ ان دونوں کا باب عَدَا ہے۔

ک ت ب - کَتَبَ: کتَابًا و کِتَابَةً: اس نے لکھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الکِتَابُ کا معنی فرض، حکم اور تقدیر بھی ہے۔

الکَاتِبُ: عربوں کے ہاں اس کا معنی عالم ہے۔ اسی سے قول خداوندی ہے: أَمْ عِنْدَهُمُ الغَیْبُ فَهُمْ یَکْتُبُوْنَ: یا ان کے پاس غیب کا علم ہے جو اسے وہ لکھ لیتے ہیں۔

الکُتَّابُ: (کاف مضموم اور تاء مشدّد) لکھنے والے لوگ۔

المَکْتَبُ: لکھنے کی جگہ۔ اس کی جمع الکَتَاتِیبُ اور المَکَاتِبُ ہے۔

الکَتِیْبَةُ: فوج یا فوجی دستہ۔

اِکْتَتَبَ: اس نے لکھا۔ اکْتَتَبَ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو سلطان کے دیوان میں درج کرایا۔

المُکْتِبُ: بروزن المُخْرِجُ: جو کتابت سکھاتا ہو۔

اِسْتَكْتَبَهُ الشَّيْئَ: اس نے اس سے لکھ کر دینے کو کہا۔

الْمُكَاتَبَةُ وَالتَّكَاتُبُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی غلام کا مالک کی شرط پوری کرنے پر آزاد ہونے کا معاہدہ۔

الْمُكَاتَبُ: وہ غلام جو مالک کو ایک معین قیمت ادا کرنے کی شرط پر آزادی حاصل کرے۔

ک ت ع - كُتَعُ: اس کا واحد كَتْعَاء ہے۔ مؤنث کی تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ: اِشْتَرَيْتُ هٰذِهِ الدَّارَ جَمْعَاءَ كَتْعَاءَ: میں نے یہ گھر سارے کا سارا خرید لیا ہے۔ اور رَأَيْتُ اَخَوَاتِكَ جُمَعَ كُتَعَ: میں نے تیری سب کی سب بہنوں کو دیکھا۔ اور رَأَيْتُ الْقَوْمَ اَجْمَعِيْنَ اَكْتَعِيْنَ: میں نے سب کے سب لوگوں کو دیکھا۔ تاکید کے لئے لفظ كُتَعَ کو لفظ جُمَعَ سے پہلے نہیں لایا جاتا اور نہ ہی اس لفظ كُتَعُ کو اکیلے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ جُمَعُ کے اتباع میں آتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ لوگوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: اَتَى عَلَيْهِ حَوْلٌ كَتِيْعٌ: یعنی اس پر پورا ایک سال گزر گیا۔

ک ت ف - الْكَتِفُ اور الْكِتْفُ: کندھا۔ اس کی مثال كَبِدٌ اور كِبْدٌ ہے۔ اس کی جمع الاَكْتَافُ ہے۔

كَتَفَهُ بِالْكِتَافِ: اس نے رسی سے اس کے ہاتھ الٹے باندھ لئے۔ یعنی پشت کی طرف۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ک ت ل - الْكُتْلَةُ: ٹکڑا۔ گوند وغیرہ کا گھٹا ہوا ٹکڑا۔

الْمِكْتَلُ: زنبیل کی طرح کا تھیلا جس میں پندرہ صاع چیز سماتی ہو۔

الْمُكَتَّلُ: (تاء مشدد) کوتاہ قد۔

التَّكَتُّلُ: چلنے کا ایک خاص انداز۔

ک ت م - كَتَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز چھپالی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور كِتْمَانًا (کاف مکسور) بھی۔

اِكْتَتَمَهُ: اس نے اسے چھپالیا۔

سِرٌّ كَاتِمٌ: پوشیدہ راز۔

مُكَتِّمٌ: چھپانے میں مبالغہ کرنے والا۔

اسْتَكْتَمَهُ سِرَّهُ: اس نے اسے اس کا بھید چھپانے کو کہا۔ كَاتَمَهُ سِرَّهُ: اس نے اس کا راز یا بھید چھپایا۔ رَجُلٌ كُتَمَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: اپنا راز چھپانے والا آدمی۔ الْكَتَمُ: ایک پودا یا گھاس جسے وسمہ کے ساتھ ملا کر خضاب میں استعمال کیا جاتا ہے۔

ک ت ن - الْكَتَّانُ: ریشم۔

ک ث ب - الْكَثِيْبُ مِنَ الرَّمْلِ الْمُجْتَمِعُ: ریت کا اکٹھا ڈھیر۔

ک ث ث - کَثَّ الشَّیْئُ: چیز گاڑھی ہوگئی یا گھنی ہوگئی۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔
لِحْیَةٌ کَثَّةٌ، وَکَثَّاءُ: (الف ممدود اور ثاء مُشدّد) گھنی داڑھی۔ رَجُلٌ کَثُّ اللِّحْیَةِ: گھنی داڑھی والا آدمی۔
الْکَثْرَةُ: کثرت، زیادہ ہونا۔ اس کی ضد القِلّةُ ہے۔
الْکِثْرَةُ: (کاف مکسور) اس لفظ کا ایک ردی اور ناکارہ لہجہ ہے۔ قَدْ کَثُرَ یَکْثُرُ (ثاء مضموم) کَثْرَةً: وہ زیادہ ہوا۔ یعنی اس کی مقدار یا تعداد بڑھ گئی۔ اس کا اسم فاعل کَثِیْرٌ ہے۔
قَوْمٌ کَثِیْرٌ: بڑی کثیر التعداد قوم۔
هُمْ کَثِیْرُوْنَ: وہ بہت ہیں۔
اَکْثَرَ الرَّجُلُ: آدمی کثیر المال یعنی مال دار ہوگیا۔
کَاثَرُوْهُمْ فَکَثَرُوْهُمْ: انہوں نے کثرت میں دوسروں پر غلبہ پالیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
اسْتَکْثَرَ مِنَ الشَّیْئِ: اس نے چیز زیادہ طلب کی۔
الْکُثْرُ: (کاف مضموم) بہت زیادہ مال و دولت۔ کہا جاتا ہے: مَالَهٗ قُلٌّ وَلَا کُثْرٌ: نہ اس کے پاس تھوڑا مال ہے نہ زیادہ یعنی کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَی القُلِّ وَالْکُثْرِ: کم مال اور زیادہ مال، ہر دو پر اللہ کا شکر ہے۔ یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔
القِلُّ والکِثْرُ: (مضموم و مکسور) دونوں تلفظ دُرست ہیں۔
التَّکَاثُرُ: کثرت میں باہم مقابلہ۔
الکَوْثَرُ مِنَ الرِّجَالِ: لوگوں میں کثیر الخیر شخص۔
الْکَوْثَرُ: بہت زیادہ گرد و غبار۔ الْکَوْثَرُ: جنت میں ایک دریا یا نہر۔
الکَثَرُ: (کاف اور ثاء دونوں مفتوح) کھجور کے درخت کا گابھا۔ سفید رنگ کا سیال مادہ۔ بعض لوگوں نے اس کا معنی کھجور کے درخت کا تنا کہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا قَطْعَ فِی ثَمَرٍ وَلَا کَثَرٍ: پھل کے چُرانے اور کھجور کا گابھا چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔
ک ث ف - الکَثَافَةُ: غلاظت و گندگی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے اور اسم فاعل کَثِیْفٌ ہے اور تَکَاثُفٌ بھی ہے۔
ک ح ل - الکُحْلُ: سُرمہ، کاجل۔
الأکْحَلُ: بازو میں ایک رگ جس میں سے فصد لی جاتی ہے۔ اسے عِرْقُ الأکْحَل نہیں کہتے۔
رَجُلٌ اَکْحَلُ: سُرمہ ڈالے ہوئے آدمی۔ سرگیں شخص۔
رَجُلٌ الکَحِلِ: جس کی پلکیں سُرمہ

لگائے بغیر سُرگیں ہوں۔

عَیْنٌ کَحِیْلٌ: سرگین آنکھ۔

امْرَاۃٌ کَحْلاءُ: سرگین آنکھوں والی عورت۔ المِکْحَلُ والمِکْحَالُ: سُرمہ سلائی۔ المُکْحُلَۃُ: (میم اور حاء مضموم) سُرمہ دانی۔ آلات میں سے یہ واحد اسم ہے جو مضموم الاول ہے۔

تَمَکْحَلَ الرَّجُلُ: آدمی نے سُرمہ دانی پکڑی۔ کَحَلَ عَیْنَہُ: اس نے اپنی آنکھوں میں سُرمہ ڈالا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ تَکَحَّلَ اور اکْتَحَلَ دونوں کا یہی معنی ہے یعنی اس نے سُرمہ ڈالا یا سُرمہ لگایا۔

ک د ح - الکَدْحُ: کام کرنا۔ کوشش کرنا۔ مشقت برداشت کرنا اور کمائی کرنا۔ اس کا معنی کریدنا اور خراش کرنا یا چھیلنا بھی ہے۔ ان سب کا باب قَطَعَ ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ: تو اپنے پروردگار کی طرف دوڑ کر آنے والا ہے۔

بِوَجْھِہٖ کُدُوْحٌ: اس کے چہرے پر خراشیں ہیں۔ ھُوَ یَکْدَحُ لِعِیَالِہٖ: وہ اپنے کنبے کے لئے جان مار کر روزی کماتا ہے۔

یَکْتَدِحُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ک د د - الکَدُّ: سختی کار، محنت اور مشقت سے روزی کمانا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

کَدَّہُ: اس نے اسے مشقت میں ڈال دیا یا تھکا دیا یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

ک د ر - الکَدَرُ: گدلا پن۔ اس کی ضد الصَّفْوُ ہے۔ اس کا باب طَرِبَ اور سَھُلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل کَدِرٌ اور کَدْرٌ یعنی گدلا ہے۔ اس کی مثال فَخِذٌ اور فَخْذٌ ہے۔

تَکَدَّرَ: گدلا ہو گیا۔

کَدَّرَہُ غَیْرُہُ تَکْدِیْرًا: کسی نے اسے گدلا کیا۔

اَلْکَدْرُ مصدر بھی ہے۔

الاَکْدَرُ: ایسا شخص جس کی رنگت میں گدلا پن ہو۔

الأَکْدَرِیَّۃُ: قانون میراث (فرائض) کا ایک معروف مسئلہ۔

الکُنْدُرُ: لوبان۔

اِنْکَدَرَ: وہ تیز چلا۔

اِنْکَدَرَتِ النُّجُوْمُ: تاروں کی روشنی ماند پڑ گئی۔

ک د س - الکُدْسُ: بروزن القُفْلُ: کھانا۔ اس کی جمع اَلْدَاسُ ہے۔

ک د ش: کہا جاتا ہے کہ: ھُوَ یَکْدِشُ لِعِیَالِہٖ: وہ اپنے اہل وعیال کے لئے سخت محنت ومشقت کرتا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

کَدَسَ مِنْ فُلَانٍ عَطاءً واکْتَدَشَ: اس نے فلاں شخص سے بخشش یا عطیہ پایا۔
الکُنْدُشُ: ایک قسم کی دوا۔
ک د م – الکَدْمُ: اگلے دانتوں سے کاٹنا جس طرح گدھا کاٹتا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔
ک د ن – الکَوْدَنُ: ٹٹو۔ جس کے ساتھ کند ذہن کو تشبیہ دی جاتی ہے۔
ک د ی – اَکْدَی الرَّجُلُ: آدمی لاخیر ہوگیا۔ آدمی بے فیض ہوگیا۔ قول خداوندی ہے: وَاَعْطیٰ قَلِیْلًا وَاَکْدَی: اس نے تھوڑی سی سخاوت کی (پھر) بے فیض ہوگیا۔ یعنی تھوڑی سی بھلائی بھی منقطع کردی۔
ک ذ ا – کَذَا: یوں، اس طرح۔ کسی چیز کی طرف اشارہ کر کے کہنا۔
فَعَلَ کَذا و کذا: اس نے یوں یوں کام کیا۔ اگر کنایہ اور اشارہ عدد کی طرف ہوتو اس کا مابعد بطور تمیز منصوب ہوتا ہے مثلاً: عِنْدِی کذا درهمًا: میرے پاس اتنے درہم ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ہم عِنْدِیْ عِشْرُوْن درهمًا کہیں۔
کَذا: اسم مبہم ہے مثلاً: کہتے ہیں کہ فَعَلْتُ کَذا: میں نے ایسا کیا۔ بعض اوقات یہ لفظ کَمْ کے معنوں میں آتا ہے تو اس صورت میں بطور تمیز اپنے مابعد کو نصب دیتا ہے۔ مثلاً: عِنْدِی کَذا وَکَذا دِرْهمًا: یہ گویا کنایہ اور اشارہ ہے۔
ک ذ ب – کَذَبَ یَکْذِبُ: (ذال مکسور) کِذْبًا اور کَذِبًا بروزن عِلْم و کَتِف یعنی اس نے جھوٹ کہا۔ اس کا اسم فاعل کَاذِبٌ ہے۔
کَذَّابٌ، کَذُوبٌ، کَیْذُبَانٌ، (ذال مضموم)، مَکْذَبَانٌ (ذال مضموم)، مَکْذَبَانَةٌ (ذال مفتوح)، کُذَبَةٌ بروزن هُمَزَةٌ اور کُذُبْذُبٌ: (کاف مضموم، دونوں ذال مخفف) اور بعض اوقات پہلی ذال مشدد جیسے کُذُّبْذُبٌ۔
کَاذِبٌ کی جمع الکُذَّبُ ہے اس کی مثال رَاکِعٌ اور رُکَّعٌ ہے۔
التَکَاذُبُ: ایک دوسرے سے جھوٹ بولنا۔ اس کی ضد التَّصَادُقُ ہے۔
الکُذُبُ: (کاف اور ذال مضموم) کَذُوبٌ کی جمع ہے اور اس کی مثال صَبُوْرٌ کی جمع صُبُرٌ ہے۔ بعض نے آیت قرآنی کو یوں پڑھا ہے: لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الکُذُبُ: (اور یوں ہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آجائے)۔ یہاں اسے اَلْسِنَةٌ کی نعت بنایا گیا ہے۔
الاُکْذُوبَةُ: جھوٹ۔
اَکْذَبَهُ: اس نے اسے جھوٹا کہا۔ کَذَّبَهُ: اس نے اس سے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا ہے۔ یعنی اس نے اسے جھٹلایا۔ الکسائی رحمہ اللہ کا

انکا قول ہے کہ اَكْذَبَهُ کا معنی ہے کہ اس نے
اسے خبر کردی کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اور:
كَذَّبَهُ: اس نے اسے جھٹلایا ہے یعنی اس
نے کہا ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ ثعلب رحمہ اللہ
کا قول ہے کہ دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی
ہے۔ بعض اوقات اَكْذَبَهُ کا معنی كَذَبَهُ
ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کا معنی یہ ہوتا
ہے کہ اس نے اسے جھوٹ بولنے پر آمادہ
کیا اور بعض اوقات اس نے اسے جھوٹا پایا
ہوتا ہے۔ قول خداوندی: كِذَّابًا، فَعَّلَ
(عین مشدد) کے مصادر میں سے ایک
مصدر ہے۔ یہ تفعیل کے وزن پر بھی آتا
ہے مثلاً: التَّكْلِيمُ اور بعض اوقات تَفْعِلَةٌ
کے وزن پر آتا ہے مثلاً: التَّوْصِيَةُ اور بعض
اوقات المُفَعَّلُ کے وزن پر بھی آتا ہے
مثلاً: التَّكْلِيمُ اور بعض اوقات تَفْعِلَةٌ کے
وزن پر بھی آتا ہے، مثلاً: التَّوْصِيَةُ اور
بعض اوقات تَفْعِلَةٌ کے وزن پر آتا ہے۔
اس کی مثال قول خداوندی ہے: وَمَزَّقْنَاهُمْ
كُلَّ مُمَزَّقٍ. قولِ خداوندی: لَيْسَ
لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ میں كَاذِبَةٌ اسم ہے جسے
مصدر کی بجائے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی
مثال العَاقِبَةُ، العَافِيَةُ اور البَاقِيَةُ
ہے۔ صیغہ قول خداوندی ہے: هَلْ تَرَى
لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ: یعنی کیا تمہیں ان کے لئے
کوئی بقا نظر آتی ہے۔

كَذَبَ بعض اوقات وَجَبَ کے معنوں
میں آسکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:
ثَلَاثَةُ اَسْفَارٍ كَذَبْنَ عَلَيْكُمْ: تم
پر تین سفر واجب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کی روایت میں ہے: كَذَبَ عَلَيْكُمُ
الحَجُّ: تم پر حج واجب ہے۔ اصلاً اس کا
معنی اس کے بیان کا مکمل کرنا ہے۔

تَكَذَّبَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے اپنے
آپ کو جھوٹا ظاہر کیا۔ یا وہ جھوٹا بنا۔ كَذَبَ
لَبَنُ النَّاقَةِ: اونٹنی کا دودھ سوکھ گیا یا کم ہوا۔

ک ر ب - الكُرْبَةُ: (کاف مضموم) غم،
دُکھ۔ جو انسان کا سانس پکڑ لیتا ہے۔ یہی
معنی الكَرْبُ کا ہے۔

كَرَبَهُ الغَمُّ: وہ غم سے نڈھال ہوگیا۔ اس
کا باب نَصَرَ ہے۔

كَرَبَ اَنْ يَفْعَلَ كَذَا: وہ ایسا کرنے
لگا۔ اس میں راء مفتوح ہے۔ اور كَرَبَ
كاد کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

كَرَبَ الحَرْثَ: اس نے کھیت میں ہل
جوتا۔ یعنی زمین کی مٹی کو الٹ پلٹ کیا۔

مَعْدِيكَرِبَ: اس کے تین لہجے (لغات)
ہیں:

(۱) مَعْدِيكَرِبُ: (باء مضموم) غیر
منصرف۔

(۲) مَعْدِيكَرِبَ: (باء مفتوح) مضاف
الیہ غیر منصرف کیونکہ كَرِبَ اس

لغت کے لہجے والوں کے نزدیک مؤنث اوراسم معرفہ ہے اور؛

(۳) مَعْدِیْکَرِب: مضاف الیٰ منصرف، اس میں مَعْدِیْ کا حرف 'یاءْ' ہر حالت میں ساکن ہوگا۔

ک ر ب س-الکِرْبَاسُ: فارسی کرپاس سے معرب کلمہ ہے اس میں کاف مکسور ہے اوراس کی جمع کَرَابِیْسُ ہے۔ اور معنی بوریا یا ٹاٹ یا کوئی کھردرا کپڑا۔ اور شراب چھاننے کی چیز۔

ک ر ب ل-کَرْبَلَ الحِنْطَةَ: اس نے گیہوں کو صاف کیا۔ اس کی مثال غَرْبَلَهَا ہے۔

کَرْبَلاءُ: ایک جگہ جہاں حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا مقبرہ ہے۔

ک ر ث-الکُرَّاثُ: کدّو۔ ایک سبزی۔ کہاجاتا ہے: مَا اَکْتَرِثُ بِهٖ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔

ک ر ر-اَلْکَرُّ: (کاف مفتوح) وہ رسّی جس کے ذریعے درخت پر چڑھتے ہیں۔

الْکَرَّةُ: مرتبہ، بار۔ اس کی جمع کَرَّاتٌ ہے۔

الْکُرُّ: اس کی جمع اَکْرَازٌ ہے اور اس کا معنی 'کھانا' ہے۔ فَرَسٌ مِکَرٌّ: (میم مکسور) حملے کرنے کی صلاحیت رکھنے والا گھوڑا۔

المَکَرُّ: (میم مفتوح) جنگ کی جگہ یا میدان جنگ۔

الکَرُّ: رجوع، واپس لوٹنا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ کہاجاتا ہے: کَرَّهٗ: اس نے اسے واپس کر دیا۔ یا منہ موڑ دیا۔ اور کَرَّ بِنَفْسِهٖ: وہ خود واپس لوٹا۔ یہ فعل لازم بھی اور متعدی بھی۔ کَرَّرَ الشَّیْئَ تَکْرِیْرًا اور تَکْرَارًا بھی۔ تَکْرَارًا میں تاء مفتوح ہے اور یہ مصدر ہے۔ البتہ تاء مکسور ہو تو اسم ہے۔

ک ر ز-الکِرَازُ: وہ مینڈھا (نر بھیڑ) جس پر چرواہا اپنا تھیلا لادتا ہے۔ اس کا بغیر سینگ ہونا ضروری ہے ورنہ سینگ والا اسے ٹکریں مارتا ہے۔

ک ر س-الکُرْسِیُّ: (کاف مضموم)۔ اس کی جمع کَرَاسِیُّ ہے۔ ممکن ہے اسے کِرْسِیٌّ (کاف مکسور) بھی کہتے ہیں۔ معنی کرسی۔

الکُرَّاسَةُ: نوٹ بک۔ اس کی جمع الکُرَّاسُ الکَرَارِیْسُ اور الکَرَارِسُ ہے۔

ک ر س ع-الکُرْسُوْعُ: گٹے کی چھنگلیا کی طرف کا حصہ۔

ک ر س ف-الکُرْسُفُ: رُوئی، کپاس۔

ک ر ش-الکَرِشُ: بروزن الکَبِدُ:

جگالی کرنے والے جانور کی اوجھ، جو اُن جانوروں کے لئے انسانی معدے کی طرح ہوتی ہے۔ عربوں کے ہاں یہ مؤنث ہے۔ الکَرِشُ کا معنی لوگوں کی جماعت بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الأنصارُ کَرِشِيَ و عَیْبَتِي: انصار میرا پیٹ اور میری گٹھڑی ہیں یعنی وہ میرے رازدار اور میرے معتمد علیہم ہیں۔

ک ر ع - کَرَعَ فی المَاءِ: اس نے پانی کی جگہ سے منہ لگا کر بغیر اوق یا برتن کے پانی پیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ فَهِمَ کے باب سے اس کا ایک اور لہجہ بھی ہے۔ الکُرَاعُ: (کاف مضموم) فی البَقَرِ والغَنَمِ: گائے یا بکری کے پائے جس طرح گھوڑے اور اونٹ کی پنڈلی ہوتی ہے۔ یعنی پنڈلی کا باریک اور پتلا حصہ۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ اس کی جمع اَکْرُعٌ ہے اور اس کی جمع اَکَارِعُ ہے یعنی جمع الجمع۔ مثل ہے کہ أُعطِيَ العَبْدُ کُرَاعًا فَطَلَبَ ذِرَاعًا: غلام کو پایہ دیا گیا تو اس نے اس کے بدلے دستی کا مطالبہ کیا۔ گوشت میں دستی یا دست کا مطالبہ کیا۔

الکُرَاعُ: گھوڑوں کے گروہ کے لئے بطور اسم مستعمل ہے۔

ک ر ف - الکِرْنَافُ: (کاف مکسور) کھجور کی ٹہنیوں کو کاٹنے کے بعد تنے کے باقی ماندہ حصے کی جڑیں۔ ٹہنیوں کا ساتھ کٹے ہوئے حصے کو الکَرَبُ کہتے ہیں۔ اس کا واحد کِرْنافَةٌ ہے۔

الکِرْناف کی جمع کَرَانِیفُ ہے۔

ک ر ف س - الکَرَفْسُ: مشہور سبزی، ترکاری جو بطور سلاد استعمال ہوتی ہے۔

ک ر ک - الکُرْکِیُّ: ایک پرندہ۔ اس کی جمع الکَرَاکِيُّ ہے۔

ک ر ک م - الکُرْکُمُ: زعفران۔

ک ر م - الکَرَمُ: (کاف اور راء دونوں مفتوح) کرم و شرف، اس کی ضد اللُّئوم یعنی ملامت ہے۔

کَرُمَ: (راء مضموم) کَرَمًا: صاحب کرامت ہونا۔ اس کا اسم فاعل کَرِیمٌ ہے۔

قَوْمٌ کِرَامٌ: شریف قوم یا لوگ۔

کُرَمَاءُ: شریف و کریم اور فیاض لوگ۔

نِسْوَةٌ کَرَائِمُ: شریف و فیاض عورتیں۔

رَجُلٌ کَرَمٌ: صاحب کرامت و فیاض انسان۔ یہ لفظ اسی طرح مؤنث اور جمع کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ مصدر ہے۔

الکُرَامُ: (کاف مضموم) حد سے بڑھ کر کریم اور فیاض اسے کُرَّامٌ (کاف مضموم اور راء مشدد) بھی کہا گیا ہے۔

چیز دریافت کی، اس نے کسی چیز کو کھولا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
فَانْكَشَفَ وَتَكَشَّفَ: تو اس کا انکشاف ہو گیا۔
كَاشَفَهُ بِالْعَدَاوة: اس نے اس کے ساتھ دشمنی کا اظہار کیا۔ کہا جاتا ہے: لَوْ تَكَاشَفْتُمْ مَا تَدَافَنْتُمْ: کاش تمہارے عیب ایک دوسرے پر ظاہر ہوں یا اگر تمہارے عیب ایک دوسرے پر ظاہر ہوں۔

ک ظ م - كَظَمَ غَيْظَهُ: اس نے اپنا غصہ پی لیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
رَجُلٌ كَظِيْمٌ: غصہ پینے والا آدمی۔ اسم فاعل ہوگا۔
والغيظ مَكْظُوْمٌ: اور غصہ پیا گیا۔ اسم مفعول ہوگا۔
كَاظِمَةُ: ایک جگہ کا نام ہے۔

ک ع ب - الكَعْبُ: ٹخنہ (پنڈلی اور پاؤں کے درمیان ابھری ہوئی ہڈی)۔ اصمعی رحمہ اللہ نے اس بات سے انکار کیا کہ لوگوں کے بقول الکعب پاؤں کی پشت پر ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے۔
كَعَبَتِ الجَارِيَةُ: نوجوان لڑکی کی چھاتیاں ابھرنا شروع ہو گئیں۔ انہیں كَعَابٌ (کاف مفتوح) اور كَاعِبٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع كَوَاعِبُ ہے۔
الكَعْبَة: خانہ کعبہ۔ مکعب شکل کا ہونے کے باعث اس کا یہ نام پڑا ہے۔

ک ع ت - الكُعَيْتُ: بلبل۔ یہ اسم مصغر ہے۔ اس کی جمع كِعْتَانٌ ہے۔ جو بروزن غِلْمَانٌ ہے۔

ک ع ک - الكَعْكُ: کیک۔ یہ معرب کلمہ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری الكَعْكُ کا معنی خشک روٹی ہے۔ اللیث کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ کلمہ معرب ہے۔

ک ع م - المُكَاعَمَةُ: بوسہ دینا یا لینا۔ اونٹ کے منہ پر توبرہ چڑھانا تا کہ وہ کسی کو کاٹ نہ سکے اور نہ کچھ چارہ چر سکے۔

ک ف أ - الكَفِيْئُ: نظیر۔ یہی معنی كُفءٌ اور كُفُوٌ (فاء ساکن اور مضموم) بروزن فُعْلٌ وفُعُلٌ: معنی ہمسر، برابر کا۔
میرا کہنا ہے کہ الصِّحَاح کے اکثر نسخوں میں اس وزن کے ساتھ فُعُوْلٌ کا وزن بھی لکھا ہے جو تحریف ہے۔ جو کاتب کے ہاتھوں ہوئی ہے یعنی وہ کتابت کی غلطی ہے۔ اس کا مصدر الكَفَاءَةُ (کاف مفتوح اور الف ممدود) ہے۔ حدیث شریف میں ہے جو عقیقہ کے بارے میں ہے: شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ: (فاء مکسور) دو متساوی یعنی برابر ایک جیسی دو بکریاں۔ محدثین کے قول کے مطابق یہ لفظ مکافأتان ہے۔ یعنی فاء مفتوح ہے۔ ہر وہ چیز جو دوسری چیز کے

مساوی اور برابر ہو یا ایک جیسی ہو اسے مُکَافِیٌ لَـهُ کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ تُذْبَحُ اِحْدَاھُمَا مُقَابِلَةَ اُخْرَیٰ: ایک بکری دوبکری کے بالمقابل ذبح کی جائے۔

مُکْفِیءُ الظُّعْنِ: سخت سردی کے دنوں میں سے ایک دن۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے اس کلمہ کو بذیل مادہ 'ع ج ز' درج کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ: کافَاهُ مُکَافَاةً وَکِفَاءً (کاف مکسور اور الف ممدود) کا معنی اس نے اسے انعام دیا۔ التَّکَفُوُ: برابری، ہمسری، باہم برابر ہونا۔

ک ف ت- کَفَتَهُ: اس نے اسے اپنے ساتھ چمٹالیا یا جوڑلیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اکْفِتُوا صِبْیَانَکُمْ بِاللَّیْلِ، فَاِنَّ الشَّیْطَانَ خَطْـفَةٌ: رات کے وقت اپنے بچوں کو اپنے پاس رکھا کرو کیونکہ رات کو شیطان مختلف شکلوں میں پھیلتے رہتے ہیں اور چیزیں اُچکتے ہیں۔

الکِفَاتُ: وہ جگہ جہاں کوئی چیز پاس رکھی جائے۔ اس سے یہ قول خداوندی ہے: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا: کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والا نہیں بنایا۔

ک ف ح- کَفَحَهُ: وہ اس کے روبرو ہوا۔ آمنے سامنے ہوا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنِّی لَاُکَفِحُهَا وَاَنَا صَائِمٌ: میں منہ سے منہ لگا کر بیوی کا بوسہ لیتا ہوں جب کہ روزہ رکھے ہوئے ہوتا ہوں۔ یعنی میں روزے کی حالت میں منہ سے منہ لگا کر بیوی کا بوسہ لیتا ہوں۔ فُلَانٌ یُکَافِحُ الْاُمُوْرَ: وہ خود سارے کام سرانجام دیتا ہے۔

ک ف ر- الْکُفْـرُ: کفر۔ اس کی ضد الایمانُ ہے۔

قَدْ کَفَرَ بِاللّٰهِ: اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الکافِرُ کی جمع کُفَّارٌ، کَفَرَةٌ اور کِفَارٌ (کاف مکسور اور فاء مخفف) ہے۔ اس کی مثال جَائِعٌ کی جمع جِیَاعٌ اور نَائِمٌ کی جمع نِیَامٌ ہے۔

الکَافِرَةُ کی جمع الکَوَافِرُ ہے۔ الکُفْرُ کا معنی کفران نعمت اور ناشکری بھی ہے۔ جو شکر کی ضد ہے۔

قَدْ کَفَرَهُ: اس نے اس کی ناشکری کی۔ اس کا باب دَخَلَ اور کُفْرَانًا (کاف مضموم) بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّا بِکُلٍّ کَافِرُوْنَ: ہمیں ہر بات سے انکار ہے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا کُفُوْرًا: ظالموں نے کفر اور ناشکری کے علاوہ ہر بات ماننے

رہی۔ وہ یہ سمجھا کہ تیر نشانے پر نہیں لگے غصے میں آ کر اس نے کمان توڑ دی۔ اور اپنی انگلی کاٹ ڈالی۔ جب صبح کی روشنی ہوئی تو کیا دیکھتا ہے کہ گدھے سب خون آلود ہو کر مرے پڑے ہیں۔ اور تیر ان کے جسم سے پار ہو کر خون سے لتھڑے ہوئے ہیں۔ اسے اپنے کئے پر سخت ندامت ہوئی اور تب سے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ کسی کو کُسَعِیْ جیسی ندامت اور پشیمانی ہوئی۔ شاعر کا قول اسی مثل کا بیان اور تفصیل ہے:

نَدِمْتُ نَدَامَةَ الْكُسَعِيِّ لَمَّا
رَاْتْ عَلْنَاهُ مَا صَنَعَتْ يَدَاهُ

''مجھے بھی کسعی جیسی ندامت اور پشیمانی ہوئی کہ جب اس کی آنکھوں نے اپنے ہاتھوں کے کرتوت دیکھ لئے تو وہ پشیمان ہوگیا۔''

ک س ف - الْكِسْفَةُ: کسی چیز کا ٹکڑا۔ اس کی جمع الْكِسْفُ اور الْكِسَفُ ہے۔ کہا گیا ہے کہ الْكِسْفُ اور الْكِسْفَةُ واحد ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس نے اسے كِسْفًا پڑا اس نے اسے واحد سمجھا، یا بنایا اور جس نے كِسَفًا پڑھا تو اس نے اسے جمع بنایا۔

كَسَفَتِ الشَّمْسُ: سورج کو گہن لگ گیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

كَسَفَهَا اللّٰهُ: اللہ نے اسے گہنا دیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔ شاعر کا قول ہے:

الشَّمْسُ طَالِعَةٌ لَيْسَتْ بِكَاسِفَةٍ
تَبْكِيْ عَلَيْكَ نُجُوْمَ اللَّيْلِ وَالْقَمَرَا

''سورج طلوع ہوا ہے اور چاند ستاروں کی روشنی کو ماند نہیں کر رہا جو تم پر ماتم کرتے ہوئے رو رہے ہیں۔''

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے بذیل مادہ 'ب ک ی' اس شعر کا ذکر کیا ہے۔ اور النجوم اور الْقَمَرَ کو تُبْكِی لکھ کر منصوب بنایا ہے۔ اور یہاں اسے كَاسِفَة کے ذریعے منصوب بنایا ہے۔ لہٰذا مفہوم کے اعتبار سے یہ شعر محل نظر ہے۔ اسی طرح شعر میں كَسَفَ الْقَمر لکھا ہے حالانکہ بہتر اور عمدہ تعبیر کے طور پر خَسَفَ ہونا چاہئے تھا۔ عام لوگ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ کہتے ہیں۔ یعنی سورج کو گہن لگ گیا۔

رَجُلٌ كَاسِفُ الْوَجْهِ: خشک چہرے والے انسان۔ مثل ہے: أَكَسْفًا وَامْسَاكًا: یعنی کیا بخیل بھی اور تُرش رُو یا بداخلاق بھی۔

ک س ل - الْكَسَلُ: سستی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم فاعل كَسْلَانٌ ہے۔

قَوْمٌ كُسَالَى: (کاف مضموم و مفتوح) چاہیں تو كُسَالِي (لام مکسور) بھی کہہ سکتے ہیں جس طرح ہم نے الصَّحَارَی میں واضح کیا ہے۔

ک س ا–الكُسْوَةُ: (کاف مکسور و مضموم) لباس۔ اس کی جمع الكُسَا ہے۔

كَسَوْتُهُ ثَوْبًا كِسْوَةً: (کاف مکسور) میں نے اسے کپڑا پہنایا۔

فاكتسیٰ: تو اس نے پہن لیا۔

الكِسَاءُ: چادر، کمبل۔ اس کی جمع الأكْسِيَةُ ہے۔

تكَسّٰى بالكساء: اس نے لباس پہنا۔

كَسِيَ العُرْيَانُ: برہنہ شخص نے لباس پہنا۔ اس کا باب صَدِیَ ہے۔

حُطیئه کے قول میں یہی ذکر ہے:

ذعِ المَكَارِمَ لَاتَرْحل لِبُغْيَتِهَا
وَاقْعُدْ فانَّكَ اَنْتَ الطاعِمُ الكاسی

"شرف و بزرگی اور اعلیٰ اخلاق و مکارم کو چھوڑ دو اور ان کے حصول کے لئے سفر پر نکلو اور بیٹھے رہو کیونکہ تمہیں اس بات کی ضرورت نہیں تم تو لوگوں کو کھانے کھلانے اور انہیں لباس پہنانے والے ہو۔ شرف و بزرگی کے لئے یہ کافی ہے۔"

میرا کہنا ہے کہ الفرّاء کا قول ہے کہ: المَكْسُوُّ کا معنی بہتا پانی اور پسندیدہ زندگی ہے۔

میرا یہ بھی کہنا ہے کہ الفرّاء کی اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تو اپنی جگہ حقیقت ہے۔ البتہ المَكْتَسُوُّ کا معنی مکتسی ہے یعنی ملبوس انسان۔

ک ش ح–الكَشْحُ: بروزن الفَلْسُ کمر سے لیکر پشت کی پسلی تک کا حصہ۔

طَوَى فُلَانٌ عَنِّي كَشْحَهُ: فلاں شخص نے مجھ سے قطع تعلق کیا۔

الكَاشِحُ: وہ شخص جو تمہارے لئے اپنے اندر دشمنی چھپائے ہوئے ہے۔ کہا جاتا ہے:

كَشَحَ لَهُ بِالعَدَاوَةِ: اس نے اپنے اندر دشمنی چھپالی ہے۔ (اس کا باب قطع ہے) یہی معنی كَاشَحَهُ کا ہے۔

ک ش ط–كَشَطَ الجُلَّ عَنْ ظَهْرِ الفَرَسِ والغِطَاءَ عَنِ الشَّيْءِ: اس نے گھوڑے کی پیٹھ سے پالان اتارا اور چیز کے اوپر سے ڈھکن اتارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اس کا ایک لہجہ قَشَطَ ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اذا السَّمَآءُ قُشِطَتْ ہے بجائے كُشِطَتْ۔

كَشَطَ البَعِيرَ: اس نے اونٹ کی کھال اُتاری۔ اس کی بجائے سَلَخَهُ نہیں کہیں گے۔ بلکہ كَشَطَهُ یا جَلَّدَهُ تجلیدا کہیں گے۔

ک ش ف–كَشَفَ الشَّيْءَ: اس نے

اور مکسور ہے۔ اور اس کی جمع کُرَاتٌ ہے۔
الکَرَوَانُ: (کاف مفتوح) ایک پرندہ۔ اسے الحُبَارَیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ جسے اردو میں سُرخاب کہا جاتا ہے۔ نر پرندے کو کَرَا کہتے ہیں۔
الکَرَوَان کی جمع کِرْوَانٌ ہے۔ اس کی مثال وَرَشَانٌ اور وِرْشَانٌ ہے۔ اس کی جمع کَرَاوِیْنُ بھی ہے جس کی مثال وَرَاشِیْنُ ہے۔
ک ز ب ر- الکُزْبُرَۃُ: (باء مضموم)، باء مفتوح بھی ہے۔ اور معنی دھنیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کلمہ معرّب ہے۔
ک ز ز- الکَزَازَۃُ: (کاف مفتوح) گھٹن اور خشکی۔ کھردرا پن۔ اس کا فعل کَزَّ یَکُزُّ (کاف مضموم) کَزَازَۃً ہے۔ اور اسم فاعل کَزٌّ۔
رَجُلٌ کَزٌّ: گھٹا ہوا درشت انسان (کاف مفتوح)۔
قَوْمٌ کُزٌّ: گھٹی ہوئی اور درشت قوم یا گھٹے ہوئے اور درشت لوگ۔
الکُزَازُ: (کاف مضموم) ایک بیماری جو سخت سردی کے باعث لگ جاتی ہے۔
قَدْ کُزَّ الرَّجُلُ: آدمی کو کُزاز کی بیماری لگ گئی۔ اس کا اسم مفعول مَکْزُوْزٌ ہوگا۔
رَجُلٌ مَکْزُوْزٌ: شدید سردی سے گھٹن کا مریض۔

ک ز م- کَزَمَ الشَّیْئَ بِمُقَدَّمِ فِیْہِ: اس نے اپنے اگلے دانتوں سے چیز کو کاٹا یا توڑا۔ وَاسْتَخْرَجَ مَا فِیْہِ لِیَاکُلَہٗ: اور اس میں سے جو تھا اسے نکال لیا تا کہ اسے کھالے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
ک س ب- الکسبُ: کمائی کرنا۔ روزی تلاش کرنا۔ اس کی اصل جمع یعنی اکٹھا کرنا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
کَسَبَ اور اکْتَسَبَ کا ایک ہی معنی ہے۔
فُلَان طَیِّبُ الکَسْب: فلاں شخص کا معاش اچھا ہے۔
الکَسْبُ، المَکْسِبَۃُ (سین مکسور) اور الکِسْبَۃُ: (کاف مکسور) سب کا ایک ہی معنی ہے۔
کَسَبْتُ اَھْلِی خَیْرًا: میں نے اپنے اہل کے لئے اچھی روزی کمائی۔
کَسَبْتُہٗ مَالًا فَکَسَبَہٗ: میں نے اسے مال حاصل کرایا تو اس نے اسے حاصل کیا۔ یا میں نے اسے مال دلوایا تو اس نے لے لیا۔ یہ فَعَلْتُہٗ فَفَعَلَ کے اُسلوب پر ہے۔
الکَوَاسِبُ: اعضاء بدن انسان کے ہوں یا جانور کے۔
تَکَسَّبَ: اس نے تکلف یا تکلیف سے کمایا یا حاصل کیا۔
الکُسْبُ: تیل کی تلچھٹ۔ تہہ میں بچا ہوا تیل۔

ک س ج - الکَوْسَجُ: (کاف مفتوح) جس شخص کی تھوڑی پر بال ہوں اور رخساروں پر نہ ہوں۔ کم دانتوں والا۔ ست رو گھوڑا یا ٹٹو۔ ایک قسم کی مچھلی جس کی ناک آرہ کی طرح ہو۔ یہ لفظ معرب ہے۔

ک س ح - الاَکْسَحُ: لنگڑا۔ معذور یعنی چلنے پھرنے سے لاچار۔ حدیث شریف میں ہے: اَلصَّدَقَةُ مَالُ الْکُسْحَانِ وَالْعُوْرَانِ: زکوٰۃ کا مال لنجے اور آنکھوں سے کانے لوگوں کا ہے۔

ک س د - کَسَدَ الشَّیْئُ یَکْسُدُ: (سین مضموم) کَسَادًا: چیزوں کی قیمت گر گئی یا ان میں مندا پڑ گیا۔ اس کا اسم فاعل کَاسِدٌ اور کَسِیْدٌ ہے۔

سِلْعَةٌ کَسِیْدَةٌ: سامان جس کا مندا پڑ گیا۔ کم قیمت اور بے قدر سامان۔

سُوْقٌ کَاسِدٌ: مندا بازار۔ کاسد کے آخر میں 'ۃ' نہیں ہے۔

اَکْسَدَ الرَّجُلُ: آدمی بے قیمت و بے قدر ہو گیا۔ یعنی اس کی کوئی قدر و قیمت نہ رہی۔

ک س ر - کَسَرَهُ: اس نے اسے توڑا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اِنْکَسَرَ وَتَکَسَّرَ: وہ ٹوٹ گیا۔ کَسَّرَهُ تَکْسِیْرًا: اس نے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ شد اظہار کثرت کے لئے ہے۔

نَاقَةٌ کَسِیْرٌ: خستہ و شکستہ اونٹنی۔ اس کی مثال کَفٌّ خَضِیْبٌ (خضاب سے رنگی ہوئی ہتھیلی) ہے۔

الْکِسْرَةُ: ٹکڑا، ریزہ۔ توڑی ہوئی چیز کا ریزہ یا ٹکڑا۔ اس کی جمع کِسَرٌ ہے اور اس کی مثال قِطْعَةٌ سے قِطَعٌ ہے۔

کِسْرٰی: ایرانی بادشاہوں کا لقب۔ (کاف مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی)۔ اس کا معرب خُسْرَوْ۔ اس کی صفت نسبتی کِسْرَوِیٌّ اور کِسْرِیٌّ ہے۔ کِسْرٰی کی جمع اَکَاسِرَةٌ ہے جو خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ از روئے قیاس اس کی جمع کِسْرَوْنَ ہے جس میں راء مفتوح ہے۔ جس کی مثال عِیْسَوْنَ اور مُوْسَوْنَ (سین مفتوح) ہے۔

ک س ع - الْکُسَعَةُ: بروزن الرُّقْعَةُ: گدھا۔ کُسَعُ: یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ یا بنی الکسع کی ایک شاخ ہے۔ لوگوں کے اس قول: نَدَامَةُ الْکُسَعِیِّ: کسعی کی ندامت کی طرح کی تفصیل یا قصہ یہ ہے کہ کسعہ قبیلے کا ایک شخص تھا۔ اس نے ایک عمدہ کمان تیار کی تھی۔ وہ بڑا ماہر تیر انداز بھی تھا۔ اس نے رات کی تاریکی میں گدھوں کو تیر مارے اور ہر تیر گدھے کے جسم سے پار ہو کر آگے پتھر پر لگا جس کے باعث اس سے آگ نکلتی

الکَرِیْمُ: دوسروں سے درگزر کرنے والا گناہ معاف کرنے والا۔

اَکْرَمَہُ یُکْرِمُہُ: اس نے اس کی تعظیم و تکریم کی۔ اظہار تعجب کے لئے کہا جاتا ہے کہ: **مَا اَکْرَمَہُ لِیْ:** وہ مجھ پر کس قدر مہربان ہے۔ یہ شاذ ہے۔ اوراس سے رباعی صیغہ نہیں بنتا۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بعض نے قرآنی آیت کو: **مَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ مُّکْرَمٍ** (جسے اللہ ذلیل کرے اس کی عزت وتکریم کرنے والا کوئی نہیں) پڑھا ہے۔ یعنی **مُکْرِم** میں راء کو مفتوح پڑھا ہے۔ جو **اِکْرَام** سے مشتق ہے جو مصدر ہے۔ اس کی مثال **المُخْرَج** اور **المُدْخَلُ** ہے۔

الکَرْمُ: انگور کی بیل۔

الکَرْمُ کا معنی ہار یا قلادہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: **رَاَیْتُ فِی عُنُقِھَا کَرْمًا حَسَنًا مِنْ لُؤْلُؤٍ:** میں نے اس کے گلے میں لولو موتیوں کا ایک ہار دیکھا۔

المَکْرُمَۃُ: کرامت وشرافت اس کی جمع **المَکَارِمُ** (اچھے اخلاق) ہے۔ الکسائی رحمہ اللہ کے نزدیک **المَکْرُمَۃُ** کے لئے **المَکْرُمُ** ہے۔ اور الفراء رحمہ اللہ کے نزدیک **المَکْرُمُ، المَکْرُمَۃُ** کی جمع ہے۔

الاُکْرُوْمَۃُ: الکَرْمُ سے مشتق ہے اور اس کی مثال **العَجَبُ** سے **الاُعْجُوْبَۃُ** ہے۔

التَکَرُّمُ: اظہار کرم۔

کسی کا قول ہے:

تَکَرَّمْ لِتَعْتَادَ الجَمِیْلَ فَلَنْ تَرَی
اَخَا کَرَمٍ اِلَّا بِاَنْ یَتَکَرَّمَا

"اظہار کرم کرتا کہ تجھے احسان و نیکی کرنے کی عادت پڑے کیونکہ تمہیں بغیر اظہار کرم کے کوئی شخص صاحب کریم نہیں ملے گا۔ یعنی جو دوسروں کی تکریم کرے گا اسی کی تکریم کی جائے گی۔"

اَکْرَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے شریف بچے پیدا کئے۔

اِسْتَکْرَمَ: اس نے ایک نہایت عمدہ چیز ئی پیدا کی، طلب کی اور پائی۔

التَّکْرِیْمُ اور **الاِکْرَامُ** کا ایک ہی معنی ہے۔ اس کا اسم **الکرامۃُ** ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: **حَمَلَ اِلَیْہِ الکَرَامَۃَ:** اس نے اسے بزرگی پیش کی۔ بزرگی سے یہاں مراد مہمان نوازی ہے۔ (میں نے بادیہ میں اس محاورہ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا لیکن کسی کو بھی اس محاورے کا پتہ نہیں تھا)۔

ک ہ ر - کَرِھْتُ الشَّیْئَ: میں نے چیز کو ناپسند کیا۔ اس کا باب **سَلِمَ** اور **کَرَاھِیَۃً** بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل کَرِیہ

ہے۔
هُوَ شَيْئٌ مَكْرُوْهٌ: وہ مکروہ یعنی ناپسندیدہ چیز ہے۔ الكَرِيْهَةُ: جنگ کی شدت۔ بقول الفراء رحمہ اللہ المكُرْهُ (کاف مضموم) کا معنی مشقت اور تکلیف ہے۔ اور کاف مفتوح ہو تو اس کا معنی الإكراه یعنی مجبور کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قَامَ عَلٰى كُرْهٍ: وہ بڑی مشکل اور مشقت سے کھڑا ہوا اور اَقَامَهُ فُلَانٌ عَلٰى كَرْهٍ: فلاں آدمی نے اسے مجبور کر کے اُٹھایا۔ الکسائی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ دونوں الفاظ ایک ہی معنی کے دو مختلف لہجے ہیں۔
اَكْرَهَهُ عَلٰى كَذَا: اسے اس نے فلاں کام پر مجبور کیا یا جبراً آمادہ کیا۔ كَرَّهْتُ اِلَيْهِ الشَّيْئَ تَكْرِيْهًا: میں نے اس کے لئے چیز کو خوش نما بنا دیا۔
اسْتَكْرَهْتُ الشَّيْئَ: میں نے چیز کو مکروہ سمجھا، یا جانا۔
ک ر ی ــ الكَرٰى: نیند یا اُونگھ۔ قَدْ كَرِيَ: اسے نیند یا اونگھ آ گئی۔ اس کا باب صَدِيَ ہے۔ اس کا اسم فاعل كَرٍ ہے۔
اِمْرَاةٌ كَرِيَةٌ: خوابیدہ عورت، اس کا وزن فَعِلَةٌ ہے۔ كَرَى النَّهْرَ: اس نے نہر کھودی۔ اس کا باب رَمٰى ہے۔
الكِرَاء: (الف ممدود) کرایہ پر دینا۔ یہ مصدر ہے۔
رَجُلٌ مَكَارٍ: کرایہ پر دینے والا شخص، کرایہ کش۔ نیز مُفَاعِلٌ کے وزن پر فاعل سے مشتق ہے۔
المُكَارِيْ: کرایہ کش (یاء مخفف) اس کی جمع مرفوع المُكَارُوْنَ اور جمع منصوب و مجرور المُكَارِيْنَ (ایک یاء کے ساتھ) ہوگی۔ اس کو یاء مشدد کر کے المُكَارِيِّيْنَ نہیں کہنا چاہئے۔ البتہ اسے اپنی طرف یعنی متکلم کی طرف مضاف کر کے هٰذَا مُكَارِيَّ یہ میرا کرایہ کش ہے۔ یعنی مجھے کرایہ دینے والا ہے۔ اسی طرح سے هٰؤُلَاءِ مكارِيَّ یہ میرے کرایہ پر دینے والے ہیں۔ اس میں کسی فرق کے بغیر یاء مفتوح اور مشدد ہے۔
هٰذَانِ مُكَارِيَايَ: یہ میرے دو کرایہ لینے والے ہیں۔ اس میں یاء مفتوح ہوگا۔
اَكْرَى الدَّارَ: اس نے مکان کرایہ پر دیا۔ اسی کا اسم مفعول مُكْرَاةٌ ہوگا یعنی کرایہ پر دیا ہوا گھر۔
البَيْتُ مُكْرًى: گھر کرائے پر ہے۔
اِكْتَرٰى، اسْتَكْرٰى اور تَكَارٰى تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی اس نے کرائے پر لیا۔
الكُرَةُ: گیند جو ہاکی یا بلے کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔ اس کی جمع كُرِيْنَ کاف مضموم

اس کلمہ کا یاء مضموم نہیں ہوگا۔

کِلَا اثنین: یعنی تثنیہ کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ اس کی مثال جمع کے صیغے کی کُلّ سے تاکید ہے۔ یہ کلمہ اسم مفرد ہے تثنیہ نہیں اس کی مثال مِعًی ہے۔ یہ کلمہ دو پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جس طرح دو یا دو سے زیادہ عدد پر دلالت کرنے کیلئے نَحْنُ وضع کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کلمہ خود مفرد ہے۔

کِلْتَا: مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کِلَا اور کِلْتَا دونوں کلمے مضاف بنے بغیر استعمال نہیں ہوتے۔ اگر یہ کسی ظاہری اسم کی طرف مضاف ہوں تو رفعی، نصبی اور جری حالت میں اپنی ایک ہی حالت پر رہتے ہیں مثلاً: کہیں گے جَآءَنِی کِلَا الرَّجُلَیْنِ: میرے پاس دونوں آدمی آئے۔ اور اسی طرح رَاَیْتُ اور مَرَرْتُ کے بعد یہ کلمے اپنی کِلَا کی شکل میں آئیں گے۔ اگر یہ ضمیر کی مضاف ہوں تو پھر نصبی اور جری حالت میں ان کا الف یاء میں تبدیل ہو جائے گا مثلاً: کہیں گے رَاَیْتُ کِلَیْهِمَا اور مَرَرْتُ بِکِلَیْهِمَا: البتہ رفعی حالت کِلَا اور کِلْتَا اپنی حالت پر برقرار رہیں گے۔ الفراء کا قول ہے کہ یہ کلمہ مثنی ہے اور اسے بطور واحد استعمال نہیں کیا جاتا۔ اور اگر کبھی بطور واحد مستعمل ہو تو پھر یہ کُلُّ اور کِلْتُ کِلَانِ اور کلتان کی شکل میں استعمال ہوتے ہیں۔ بطور دلیل کسی شاعر کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

فِیْ کِلْتِ رِجْلَیْهَا سُلَامی وَاحِدَه

''یعنی اس کے دو پاؤں میں سے ایک پاؤں میں ایک جوڑ ہے۔''

یعنی اہل بصرہ کے نزدیک یہ کمزور دلیل ہے۔ اس شعر میں کِلْتَا کا الف ضرورت شعری کی وجہ سے محذوف ہوا ہے۔ اس کلمہ کے مفرد ہونے پر جریر کا یہ شعر دلیل اور حجت ہے:

کِلَا یَوْمَیْ اُمَامَةَ یَوْمُ صَدِّ

مجھے یہ شعر ابو علی نے سنایا ہے۔

ک م ث ر — اَلْکُمَّثْرَیٰ: امرود، ایک پھل۔ اس کا واحد کُمَّثْرَاۃٌ ہے۔

ک م خ — اَلْکَامَخُ: چٹنی جسے بطور سالن یا سالن کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

ک م د — اَلْکَمَدُ چھپا ہوا دکھ۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل کَمِدٌ اور کَمِیْدٌ ہے۔

اَلْکُمْدَۃُ: رنگ کی تبدیلی۔ تَکْمِیْدُ الْعُضْوِ: جسم سے کسی عضو کو کسی کپڑے وغیرہ سے گرم کرنا یا سینکنا۔ یہی معنی اَلْکِمَادُ (کاف مکسور) کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَلْکِمَادُ اَحَبُّ اِلَیَّ

مِنَ الکَیِّ: مجھے داغنے سے کپڑے کو گرم کرنا یا سینکنا پسند ہے۔

ک م ع - کَامَعَهٗ: اس نے اسے اپنے ساتھ لٹایا یا سلایا۔

المُکَامَعَةُ: دو آدمیوں کا اکٹھے ایک بستر پر لیٹنا یا سونا۔ جس کی حدیث شریف میں یوں ممانعت آئی ہے کہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ درمیان میں کوئی آڑ یا ستر کے بغیر نہ لیٹے۔

ک م ل - الکَمَالُ: کامل ہونا، پورا ہونا۔ قَدْ کَمَلَ یَکْمُلُ (میم مضموم) کَمَالًا: اس نے مکمل کیا۔

کَمُلَ اسی لفظ کا ایک اور لہجہ ہے۔ اس میں میم مضموم ہے۔ کَمِلَ (میم مکسور) بھی اس کا ایک اور لہجہ ہے لیکن یہ ردی اور گھٹیا لہجہ ہے۔

تَکَامَلَ الشَّیْئُ: چیز مکمل ہوگئی یا پوری ہو گئی۔

اَکْمَلَهٗ غَیْرُهٗ: اسے کسی اور نے مکمل کیا۔

رَجُلٌ کَامِلٌ: کامل شخص۔

قَوْمٌ کَمَلَةٌ: کامل قوم یا صاحب کمال لوگ۔ اس کی مثال حَافِظٌ اور حَفَدَةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: اَعْطِهِ المَالَ کَمَلًا: اسے پورا یعنی سارے کا سارا مال دے دو۔ التَّکْمِیلُ والاِکْمَالُ: مکمل کرنا، پورا کرنا۔ اِسْتَکْمَلَهٗ: اس نے کام پورا یا مکمل کرایا یا مکمل کرنے کو کہا۔

ک م م - الکُمُّ: قمیض کی آستین۔ اس کی جمع اَکْمَامٌ اور کِمَمَةٌ ہے۔

الکُمَّةُ: گول ٹوپی کیونکہ یہ سر ڈھانپتی ہے۔

الکِمُّ: (کاف مکسور) اور الکِمَامَةُ: غلاف، شگوفہ اور کلی یا غنچے کا غلاف۔ اس کی جمع اَکْمَامٌ، اَکِمَّةٌ، کِمَامٌ اور اَکَامِیْمُ ہے۔ اَکَمَّتِ النَّخْلَةُ و کَمَّمَتْ: کھجور کے درخت نے شگوفے نکالے۔

اَکَمَّ القَمِیْصَ: اس نے قمیض کی آستین بنائیں۔

کَمْ: اسم ناقص مبہم ہے اور مبنی بر سکون ہے۔ یہ دو موقعوں پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کا پہلا موقع تو استفہام ہے اور دوسرا خبر۔ استفہام کی مثال ہے: کَمْ رَجُلًا عِنْدَکَ؟ تیرے پاس کتنے لوگ یا آدمی ہیں۔ بطور تمیز اس کا مابعد منصوب ہوتا ہے۔ اور خبر کی مثال یہ ہے: کَمْ دِرْهَمٍ اَنْفَقْتَ: تم نے بہت سے درہم خرچ کر دیئے۔ اس سے مراد مال کی کثرت ظاہر کرنا ہے۔ اور اس کا مابعد مجرور ہوگا جس طرح رُبَّ کا مابعد مجرور ہوتا ہے۔ کیونکہ کم برائے تعبیر رُبَّ برائے تقلیل کی ضد ہے۔ چاہیں تو اسے منصوب بھی کر سکتے ہیں۔ اگر اسے اسم تام بنائیں تو پھر اس کا

كَلَّ الرَّجُلُ والبَعِيرُ المَشْيَ: انسان یا اونٹ چلنے سے رہ گیا۔ اس کا مضارع يَكِلُّ اور مصدر كَلَالًا ہے اور كَلَالَةً بھی ہے۔

كَلَّ السَّيْفُ والرُّمْحُ والطَّرْفُ واللِّسَانُ يَكِلُّ كَلَالًا و كُلُولًا وكِلَّةً و كَلَالَةً: تلوار میں دندانے پڑ گئے۔ نیزہ کند ہو گیا۔ نظر پتھرا گئی اور زبان لڑکھڑا گئی۔ سَيْفٌ كَلِيْلُ الحَدِّ: کند دھار والی تلوار۔

رَجُلٌ كَلِيْلُ اللِّسَانِ: لڑکھڑائی ہوئی زبان والا آدمی۔

وَكَلِيْلُ الطَّرْفِ: چندھیائی ہوئی یا پتھرائی ہوئی آنکھ والا شخص۔

الكِلَّةُ: باریک پردہ جسے گھر کی طرح بنا جاتا ہے جو مچھروں اور پسوؤں سے محفوظ رہنے کے لئے ہوتا ہے۔ یعنی مچھر دانی وغیرہ۔

كُلٌّ: لفظاً تو یہ واحد ہے لیکن جمع پر بولا جاتا ہے۔ یعنی یہ اسم جمع ہے مثلاً: کہا جاتا ہے: كُلٌّ حَضَرَ: ہر شخص آیا۔ اور كُلٌّ حَضَرُوا: سب لوگ آئے۔ كُلُّ اور بَعْضٌ دونوں معرفہ ہیں۔ عربوں نے اس کے ساتھ الف لام داخل نہیں کیا حالانکہ ایسا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں اضافت کا مفہوم اور معنی ہے چاہے اسے بطور مضاف ایسا استعمال کریں یا نہ کریں۔

الإكْلِيْلُ: تاج، جس میں جواہرات جڑے جاتے ہیں۔ الكَلْكَلُ والكَلْكَالُ: سینہ چھاتی۔

أكَلَّ الرَّجُلُ بَعِيْرَهُ: آدمی نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا۔ أكَلَّ الرَّجُلُ کا معنی یہ بھی ہے کہ اس کا اونٹ تھک گیا۔

أصْبَحَ مُكِلًّا: وہ عیالدار ہو گیا۔ یعنی اس پر خاندان یا رشتہ داروں کی کفالت کا بوجھ پڑ گیا۔

كَلَّلَهُ تَكْلِيْلًا: اس نے اسے تاج پہنایا۔

رَوْضَةٌ مُكَلَّلَةٌ: کلیوں اور غنچوں سے بھرا ہوا یا ڈھکا ہوا باغیچہ۔

ک ل ا - كَلَّا: کلمہ زجر و توبیخ۔ اس کا معنی 'رک جاؤ'، 'نہ کرو'۔ جیسے قول خداوندی ہے: أيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أنْ يُدْخَلَ الجَنَّةَ كَلَّا: ''کیا ہر انسان یہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا، ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوگا''۔

كَلَّا کا معنی حَقًّا بھی ہوتا ہے یعنی اصل اور حق بات یہ ہے یا سچ مچ۔ مثلاً: قول خداوندی: كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ: حق بات یہ ہے کہ اگر وہ باز نہ آئے یا اپنی روش سے باز رہے تو ہم یقیناً ان کو پیشانی سے پکڑیں گے۔

ک ل م - الكَلَامُ: بات۔ یہ اسم جنس

ہے۔ مقدار کے اعتبار سے کم یا زیادہ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

الکَلِمُ: اس کا اطلاق تین کلمات سے کم پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ کَلِمَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کی مثال نَبِقَۃٌ اور نَبِقٌ ہے۔ لفظ کلمۃ کے تین تلفظ یعنی لہجے ہیں:

(۱) کَلِمَۃٌ.

(۲) کِلْمَۃٌ اور

(۳) کَلْمَۃٌ.

الکَلِمَۃُ کا معنی پورا قصیدہ بھی ہے۔

الکَلِیْمُ: تم سے کلام یا بات کرنے والا۔

کَلَّمَہُ تَکْلِیْمًا وَ کِلَّامًا: اس نے اس سے بات کی۔ اس کی مثال کَذَّبَہُ تَکْذِیْبًا وَ کِذَّابًا ہے۔

تَکَلَّمَ کَلِمَۃً أَوْ بِکَلِمَۃٍ: اس نے ایک بات کی۔

کَالَمَہُ: اس نے اس کی بات کا جواب دیا۔

تَکَالَمَا بَعْدَ التَّھَاجُرِ: ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد انہوں نے باہم بات کی۔

کَانَا مُتَھَاجِرَیْنِ فَاَصْبَحَا یَتَکَالَمَانِ: وہ دو ایک دوسرے سے بچھڑے ہوئے تھے تو وہ ایک دوسرے سے باہم بات کرنے لگے۔ ایسے موقع پر یَتَکَلَّمَانِ نہیں کہتے۔ مجھے مقام کلام کے معنوں میں مُتَکَلَّمٌ (لام مفتوح) لفظ نہیں ملا۔

الکِلْمَانِیُّ: منطقی۔ علم کلام و منطق جاننے والا۔

الکَلْمُ: زخم۔ اس کی جمع کُلُوْمٌ اور کِلَامٌ ہے۔ قَدْ کَلَمَہُ: اس نے اسے زخمی کر دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قرآن کی آیت: دَابَّۃً مِنَ الأَرْضِ تُکَلِّمُھُمْ: میں جس نے تَکْلِمُھُمْ پڑھا ہے۔ اس کی قراءت کا معنی ہوگا کہ ہم زمین میں سے ایسا جانور نکالیں گے جس کو تم زخمی کرو گے اور داغ دو گے۔

التَّکْلِیْمُ: زخمی کرنا۔

عیسٰی علیہ السلام کَلِمَۃُ اللّٰہ: حضرت عیسٰی علیہ السلام اس لحاظ سے کلمۃ اللّٰہ ہیں کہ جس طرح دین میں ان کی ذات سے نفع اٹھایا گیا ہے اسی طرح ان کے کلام سے بھی نفع حاصل کیا گیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہیں کہ: فُلَانٌ سَیْفُ اللّٰہِ: فلاں شخص اللہ کی تلوار ہے۔ یا کہیں فُلَانٌ اَسَدُ اللّٰہِ: فلاں شخص اللہ کا شیر ہے۔

ک ل ا۔ الکُلْیَۃُ: اور الکُلْوَۃُ: گردہ، اسے کِلْوَۃٌ (کاف مکسور) نہیں کہنا چاہئے۔ اس کی جمع کُلْیَاتٌ اور کُلًی ہے۔ ات لگا کر جمع بنانے کی صورت میں

بنا۔

الكَافِلُ: کفالت کرنے والا۔کھانے اور دوسری ضروریات پوری کرنے والا۔اس کا ذکر قول خداوندی میں ہے: وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا: اور حضرت زکریاؑ نے اس کی کفالت کی یعنی انہیں پالا پوسا۔اسے كَفِلَهَا (فاء مکسور) بھی پڑھا گیا ہے۔

الكَفَلُ: (کاف اور فاء دونوں مفتوح) جانور کے جسم کا پچھلا حصہ۔

ک ف ن-الكَفَنُ: کفن، میت کو لپیٹنے کا کپڑا۔

كَفَّنَ المَيِّتَ تَكْفِينًا: اس نے میت کو کفن دیا یا کپڑے میں لپیٹا۔

ک ف ی-كَفَاهُ مَؤُونَتَهُ: تَكْفِيَهُ كِفَايَةً وَكَفَاهُ الشَّيْئُ۔ اس کے لئے اس کے گزارے کا سامان کافی ہے۔

اِكْتَفَى بِهِ: اسے یہ کافی ہو گیا۔یا اس نے اس پر اکتفا کیا۔

اسْتَكْفَيْتُهُ الشَّيْئَ: میں نے اس سے بقدر کفایت چیز مانگی۔

فَكَفَانِيهِ: تو اس نے مجھے وہ دیدی۔یا پوری دے دی۔

كَافَاهُ مُكَافَاةً: اس نے اسے بدلہ دے دیا۔رَجَا مُكَافَاتَهُ: اس نے اس کی کفایت یعنی کافی ہونے کی تمنا کی۔

رَجُلٌ كَافٍ: کفایت والا آدمی۔رَجُلٌ كَفِيٌّ: کا معنی بھی یہی ہے۔اس کی مثال سَالِمٌ اور سَلِيمٌ ہے۔

ک ک ب-الكَوْكَبُ: ستارہ۔اسے كَوْكَبٌ اور كَوْكَبَةٌ کہا جاتا ہے۔جس طرح بَيَاضٌ اور بَيَاضَةٌ، عَجُوزٌ اور عَجُوزَةٌ کہا جاتا ہے۔

كَوْكَبُ الرَّوْضَةِ: باغیچہ کی کلی یا غنچہ۔

كَوْكَبُ الشَّيْئِ: کسی چیز کا بیشتر حصہ۔

ک ل ا-الكَلَأُ: گھاس۔تازہ ہو یا خشک۔

كَلَأَهُ اللهُ يَكْلَؤُهُ كَلَاءَةً: (کاف مکسور اور الف ممدود) اللہ اس کی حفاظت کرے۔

الْكَالِيءُ: ادھار۔حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَّهُ عليه الصلاة والسّلام نَهَى عَنِ الكَالِي بِالْكَالِي: آنحضور ﷺ نے ادھار کو ادھار کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا۔اصمعی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق الكَالِي کے آخر میں ہمزہ نہیں ہے۔

ک ل ب-الكَلْبُ: کتا۔شاید اسے برے نام کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً: کہتے ہیں اِمْرَأَةٌ كَلْبَةٌ: اس کی جمع أَكْلُبٌ، كِلَابٌ اور كَلِيبٌ ہے۔اس کی مثال عَبْدٌ کی جمع عَبِيدٌ ہے۔اور یہ جمع عزیز ہے۔

الأَكَالِبُ: أَكْلُب کی جمع ہے۔

الكَلَّابُ: (لام مشدد) کتے رکھنے والے۔ سنگ دار یا سنگ بان۔

المُكَلِّبُ: (لام مشدد و مکسور) شکاری کتوں کو سدھارنے والا۔

رَجُلٌ كَالِبٌ: کتے والا شخص اس کی مثال التَّامِرُ: کھجور والا اور لَابِنٌ: دودھ والا ہے۔

المُكَالَبَةُ و التَّكَالُبُ: باہم جھگڑا کرنا۔ تُو تکار۔ کتوں کی طرح ایک دوسرے کے دست وگریباں ہونا۔

هُمْ يَتَكَالَبُونَ: وہ ایک دوسرے کے ساتھ کتوں کی طرح جھگڑتے ہیں۔

ک ل ح - الكُلُوحُ: تیوری چڑھا کر دانت نکالنا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

ک ل س - الكِلْسُ: گارا۔ مٹی ملا ہوا چونا۔ جس سے مکانات تعمیر کئے جاتے ہیں۔

ک ل ف - الكَلَفُ: چھائیاں جو چہرے پر نمودار ہوتی ہے۔ الكَلَفُ کا معنی سیاہی مائل سرخی یا سرخی مائل سیاہ رنگ کو بھی کہتے ہیں۔ اسے مٹیالی سرخی کہتے ہیں جو چہرے پر چھا جاتی ہے۔ اس کا اسم الكُلْفَةُ ہے۔

الرَّجُلُ اَكْلَفُ: آدمی کے چہرے پر چھائیاں ابھری ہوئی ہیں۔

كَلِفَ بِكَذَا: آدمی یا وہ فلاں چیز پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

كَلَّفَهُ تَكْلِيفًا: اس نے کسی کے ذمے کوئی کام لگا دیا جس کا کرنا اسے دشوار یا تکلیف دہ ہے۔ تَكَلَّفَ الشَّيْءَ: اس نے کام کی مشقت برداشت کی۔

الكُلْفَةُ: کلفت، تکلیف اور مشقت۔

المُتَكَلِّفُ: دوسروں کو بلاوجہ تکلیف دینے والا، تکلّف کرنے والا، بلاضرورت مشقت یا تکلیف دہ کام کرنے والا۔

ک ل ل - الكَلُّ: بوجھ، ذمہ داری۔ قول خداوندی ہے: هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلَاهُ: وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے۔ الكَلُّ کا معنی یتیم بھی ہے۔ اور الكَلُّ اسے بھی کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو اور نہ اس کا والد زندہ ہو۔ اسی نسبت سے کہا جاتا ہے: كَلَّ الرَّجُلُ يَكِلُّ (کاف مکسور) كَلَالَةً آدمی لاوارث ہو گیا۔ ابن الاعرابی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الكَلَالَةُ: دور کے چچازاد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الكَلَالَةُ مصدر ہے۔ جس کا فعل تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ: دو اطراف یعنی والد اور بیٹے کی طرف لینا۔ یعنی اب اس کا ان دونوں اطراف میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ اور اس کا نام کلمہ کے مصدر پر پڑ گیا۔ عرب کہتے ہیں: هُوَ ابن عَمِّ الكَلَالة و ابن عَمٍّ كَلَالَةً: وہ قریبی رشتہ دار نہیں ہے بلکہ دور پار کا رشتہ دار ہے لیکن اس کا تعلق خاندان سے ہے۔

سے انکار کیا۔ اخفش رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ کُفُورٌ، کفر کی جمع ہے۔ اس کی مثال بردٌ کی جمع بُرُودٌ ہے۔

الکَفرُ: (کاف مفتوح) ڈھانپنا یا ڈھانکنا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الکَفرُ کا معنی گاؤں بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: یُخرِجُکُمُ الرُّومُ منھَا کَفرًا کَفرًا: رومی تمہیں وہاں ایک ایک گاؤں سے نکال دیں گے۔ مراد شام کے گاؤں سے ہے۔ اور اسی سے لوگوں کا یہ قول ہے: کَفرُ تُوثَا ونَحوَهُ: توثا وغیرہ کا گاؤں۔ یہ گاؤں لوگوں کے نام سے منسوب ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اَھلُ الکُفُورِ ھُم اَھلُ القُبُورِ: دیہاتوں اور گاؤں کے لوگ قبروں میں پڑے مردوں کی طرح ہوتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ یہ لوگ نہ شہر دیکھتے ہیں اور نہ لوگوں کو دیکھتے ہیں۔

الکَافِرُ: اندھیری رات۔ کیونکہ وہ اپنی تاریکی میں ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے۔ جب ہر وہ چیز جو دوسری چیزوں کو ڈھانپ لے تو کہیں گے: کَفَرَهُ۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ انہیں معنوں کے پیش نظر کافر کو کَافِرٌ کہتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

الکَافِرُ کا معنی کاشتکار بھی ہے وہ اناج کے بیج کو مٹی کے اندر چھپا دیتا ہے۔

الکُفَّارُ: کاشت کار لوگ۔ زراعت کا کام کرنے والے۔

اَکفَرَهُ: اس نے اسے کافر کہا۔ کہا جاتا ہے کہ: لا تُکفِر اَحَدًا مِن اَھلِ قِبلَتِکَ: اپنے اہل قبیلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہو۔

تَکفِیرُ الیَمِینِ: قسم توڑنے کی صورت میں جو واجب ہے اس کا کرنا یعنی قسم توڑنے کی سزا یا تاوان بھرنا۔ اس کا اسم الکَفَّارَةُ یعنی کَفَّارَةٌ ہے۔

الکَافُورُ: کافور۔ کھجور کا شگوفہ۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی شگوفے کا غلاف ہے۔ یہی معنی الکُفُرّی (کاف مضموم اور راء مشدّد) کا ہے۔

الکافُور: کافور خوشبو، دوا۔

ک ف ف — الکَفُّ: ہتھیلی۔ اس کی جمع الأکُفُّ ہے۔

کِفَّةُ المِیزَان: (کاف مکسور و مفتوح) ترازو کا پلڑا۔ اس کی جمع کِفَفٌ (کاف مکسور) ہے۔

الکَافَّةُ: سارے کے سارے لوگ۔ کہا جاتا ہے: لَقِیتُھُم کَافَّةً: میں ان سب سے ملا۔

کَفَّ الثَّوبَ: اس نے کپڑے کا کنارہ

سیا۔ یہ گوٹ کرنے کے بعد دوبارہ سینا ہے۔

المَکْفُوْفُ: آنکھوں سے معذور۔ اندھا شخص۔ **کُفَّ بَصَرُہٗ** کا معنی بھی یہی ہے۔

کَفَّہٗ عَنِ الشَّیْئِ: اس نے اسے کسی چیز سے روکا۔

فَکَفَّ: تو وہ رک گیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور لازم بھی۔ سب کا باب رَدَّ ہے۔

الکَفَافُ مِنَ الرِّزْقِ: روزی، خوراک۔ اتنی خوراک جو اسے لوگوں کے سامنے مانگنے یا ان کی محتاجی سے باز رکھے اور بے نیاز کر دے۔ یعنی گزر اوقات یا گزارہ۔ حدیث شریف میں ہے: **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ کَفَافًا**: اے اللہ! آل محمد کو بقدر کفاف روزی عطا کر۔

اسْتَکَفَّ اور **تَکَفَّفَ** کا ایک ہی مطلب و معنی ہے۔ وہ یہ کہ اس نے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کیا۔ کہا جاتا ہے کہ **فُلَانٌ یَتَکَفَّفُ النَّاسَ**: فلاں شخص لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے یعنی مانگتا ہے۔

ک ف ل - **الکِفْلُ**: گنا، چند۔ قول خداوندی ہے: **یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَحْمَتِہٖ**: ''وہ تمہیں اپنی رحمت سے دُگنا یا دوچند عطا کریگا۔'' کہا گیا ہے کہ اس کا معنی حصہ بھی ہے۔

ذُوالکِفْلِ: انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی کا نام ہے۔ اور یہ نام **الْکَفَالَۃُ** سے مشتق ہے۔

الکِفْلُ کا معنی وہ کپڑا ہے جس کو اونٹ کا سوار اونٹ کی کوہان کے گرد لپیٹ کر اس پر بیٹھتا ہے۔ اس کا ذکر حدیث ابراہیم میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ: **یُکْرَہُ الشُّرْبُ مِنْ ثُلْمَۃِ الْاِنَاءِ وَمِنْ عُرْوَتِہٖ**: برتن کے سوراخ اور اس کے دستے کی طرف سے پانی پینا مکروہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ **اِنَّھَا کِفْلُ الشَّیْطَانِ**: کیونکہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

الکَفِیْلُ: ضامن۔ **کَفَلَ بِہٖ، یَکْفُلُ** (فاء مضموم) **کَفَالَۃً**: اس نے اس کی ضمانت دی۔

کَفَلَ عَنْہُ بِالْمَالِ لِغَرِیْمِہٖ: اس نے اس کی طرف سے اُسی کے قرض خواہ کے مال کی ذمہ داری قبول کر لی۔

اَکْفَلَہُ الْمَالَ: وہ اس کے مال کا ضامن ہوا۔ **کَفَلَہٗ اِیَّاہُ**: (فاء مخفف) اس نے اس کی ذمہ داری لی۔

فَکَفَلَ ھُوَ بِہٖ: تو وہ اس کی زیرِ کفالت آ گیا۔ اس کا باب نَصَرَ اور دَخَلَ ہے۔

کَفَّلَہٗ اِیَّاہُ تَکْفِیْلًا کا بھی یہی معنی ہے۔

تَکَفَّلَ بِدَیْنِہٖ: وہ اس کا قرض کا ضامن

آخری صرف مشدّد ہوگا اور یہ منصرف ہو گا۔ اس کی مثال ہے: اَکْثَرْتُ مِنَ الکَمِّ: یہاں کَمّ سے مراد کمیت یعنی مقدار ہے۔

ک م ن - کَمَنَ: چھپ گیا، پوشیدہ ہوگیا، روپوش ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی لفظ کمین فی الحرب لڑائی میں گھات اور حُزنٌ مُکْتَمِنٌ (دل کے اندر چھپا ہوا دکھ) ماخوذ ہے۔

الکَمُّوْنُ: (میم مشدّد) بادیان، سونف۔

ک م ہ - الاَکْمَہُ: مادر زاد اندھا۔ قَدْ کَمِہَ: وہ مادر زاد اندھا ہے، اس کا باب طرب ہے۔

ک م ی - الکَمِیُّ: بہادر، دلاور۔ المُتَکَمِّیُ فی سِلَاحِہ: اپنے ہتھیاروں میں غرق، ہتھیار بند یعنی ڈھال اور خود سے لیس۔ اس کی جمع الکُمَاۃ ہے۔

الکِیْمِیَاء: علم کیمیا جس میں عناصر اور ان کے باہم عمل اور ردّ عمل پر بحث کی جاتی ہے۔ یہ عربی کلمہ ہے۔

کُنْتِیٌّ: دیکھئے بذیل مادہ 'ک و ن'۔

ک ن د - کَنَدَ: اس نے کفران نعمت یا ناشکری کی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اس کا اسم فاعل کَنُوْدٌ ناشکر گزار مرد اور ناشکر گزار عورت بھی ہے۔

ک ن ز - الکَنْزُ: خزانہ، دفینہ۔

قَدْ کَنَزَہ: اس نے اسے خزانہ بنا کر رکھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کُلُّ مَالٍ لا تُوْدّٰی زَکَاتُہٗ فَھُوَ کَنْزٌ: ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے، کنز یعنی خزانہ ہے۔

اِکْتَنَزَ الشَّیْئُ: چیز جمع ہوگئی یا بھر گئی۔

ک ن س - الکَانِسُ: ہرن کے چھپنے کی جگہ یعنی پناہ گاہ میں چھپنے والا ہرن۔

الظَّبْیُ یَدْخُلُ فی کِنَاسِہٖ: ہرن درختوں کے جھنڈ میں چھپ جاتا ہے یا پناہ لیتا ہے۔ قَدْ کَنَسَ الظَّبْیُ: ہرن نے پناہ گاہ میں پناہ لی۔ یعنی درختوں کے جھنڈ میں چھپ گیا۔ اس کا باب جلَسَ ہے۔ تَکَنَّسَ کا معنی بھی یہی ہے۔

کَنَسَ البَیْتَ: اس نے گھر میں جھاڑو پھیر کر صفائی کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

المِکْنَسَۃُ: جھاڑو۔

الکُنَاسَۃُ: کوڑا کرکٹ، جھاڑ۔

الکَنِیْسَۃُ: گرجا گھر۔ عیسائیوں کا عبادت خانہ۔

الخُنَّسُ: ستارے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے: کیونکہ ستارہ چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہوجاتا ہے اس لئے اسے الخُنَّسُ السَّیَّارۃ کہتے ہیں۔

ک ن ف - کَنَفَہٗ: اس نے اسے گھیر لیا اور

بچالیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الکَنَفُ: (کاف اور نون دونوں مفتوح) جانب، طرف، پہلو۔ تَکَنَّفُوْہُ، اکتَنَفُوْہُ اور کَنَّفُوْہُ تَکْنِیْفًا: سب کا معنی انہوں نے گھیر لیا ہے، یا احاطہ کرلیا۔

الکِنفُ (کاف مکسور) وہ برتن یا تھیلا جس میں چرواہا اپنا سامان رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں اس کے اسم تصغیر کا ذکر موجود ہے۔ کُنَیْفٌ مُلِئَ عِلْمًا: چھوٹا سا تھیلا علم سے بھر گیا۔ (یہ کلمات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے تھے)۔

الکَنِیْفُ: پردہ پوش، ڈھکن۔ اسی نسبت سے مذہب کو کنیف کہتے ہیں۔

ک ن ن – الکِنُّ: ستر، آڑ۔ اس کی جمع اَکْنَانٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلَ لَکُمْ مِنَ الجِبَالِ اَکْنَانًا: اور تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

الاَکِنَّۃُ: پردہ۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً: ہم نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا۔ اس کا واحد کِنَانٌ ہے۔ بقول الکسائی: کَنَّ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو چھپالیا اور دھوپ سے بچالیا یا محفوظ کرلیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اَکَنَّہُ فِی نَفْسِہٖ: اس نے اسے اپنے دل میں چھپالیا۔ ابوزید کا قول ہے: کَنَّہُ اور اَکَنَّہُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ جس میں چھپانا اور دل کے اندر کا مفہوم سب شامل ہے۔

اَلکَنَّۃُ: بہو، بیٹے کی بیوی۔ اس کی جمع کَنَائِنُ ہے۔

الکِنَانَۃُ: ترکش۔ جس میں تیر ڈالے یا رکھے جاتے ہیں۔ اِکْتَنَّ اور اسْتَکَنَّ: وہ چھپ گیا۔

الکَانُوْنُ اور الکَانُوْنَۃُ: چولہا۔ کانون الاول اور کانون الآخر: رومی کیلنڈر کے مطابق سردیوں کے وسط کے دو مہینے۔

ک ن ہ – کُنْہُ الشَّیْءِ: چیز کی انتہاء۔ کہا جاتا ہے: اَعْرِفُہُ کُنْہَ المَعْرِفَۃِ: میں اسے خوب جانتا پہچانتا ہوں۔ لوگوں کا یہ قول ہے: لَا یَکْتَنِہُہُ الوَصْفُ: وہ اس کی انتہا کو نہیں پہنچا۔ یہ مولّد کلام ہے۔ یعنی غیر عربی۔

ک ن ی – الکِنَایَۃُ: بظاہر کوئی بات کہی جائے اور اس سے مراد کچھ اور لی جائے۔ قَدْ کَنَیْتُ بِکَذَا عَنْ کَذَا: میں نے کنایۃً یہ بات کہی۔

وَکَنَوْتُ کِنَایَۃً کا معنی بھی یہی ہے۔

رَجُلٌ کَانٍ وَقَوْمٌ کَانُوْنَ: کنایۃً بات کرنے والا آدمی اور قوم یا لوگ۔

الکُنْیَۃُ: کنیت (کاف مضموم اور مکسور) اس کی جمع کُنًی ہے۔

اُكْتَنٰى فُلانٌ بكذا: فلاں شخص نے یہ کنیت اختیار کی۔
هُوَ يُكْنٰى بِاَبى عبد الله: اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔
كَنَاهُ اَبَا زَيْدٍ: اس نے اس کی ابوزید کنیت رکھی۔ اس کا مصدر تَكْنِيَة ہے اور اس کا اسم فاعل كَنِيٌّ ہے۔ مثلاً: هُوَ كَنِيُّهٗ: وہ اس کا ہم کنیت ہے۔ اس کی مثال هُوَ سَمِيُّهٗ یعنی وہ اس کا ہم نام ہے۔
میرا کہنا ہے کہ كَنَاهُ كَذا اور بِكَذا (نون مخفف) يَكْنِيْهِ کا ذکر فارابی نے کیا ہے۔ كُنَى الرُّؤيَاء: خوابوں کی تعبیروں کے اشارات اور کنایات ان اشارات اور کنایات کو خواب کی تعبیر بتانے والے بیان کرتے ہیں۔ ان خوابوں میں اہم دو ضروری باتوں کی طرف اشارات ہوتے ہیں۔

ک ہ ر-الكَهْرُ: جھڑکنا، ڈانٹنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق قول خداوندی ہے: وَاَمَّا اليَتِيْم فَلا تَقْهَرْ: اور رہا یتیم تو اسے مت جھڑکو۔ الکسائی کے قول کے مطابق كَهَرَهٗ اور قَهَرَهٗ دونوں کا معنی ایک ہے۔

ک ہ ف-الكَهْفُ: غار، گپھا۔ پہاڑ میں کھدی ہوئی غار۔ اس کی جمع كُهُوْف ہے۔ فُلانٌ كَهْفٌ: فلاں شخص پناہ یا پناہ گاہ ہے۔

ک ہ ل-الكَهْلُ من الرِّجَال: تیس برس سے زائد عمر کا آدمی جس پر بڑھاپے کے آثار نظر آنے لگیں۔
امْرَاةٌ كَهْلَةٌ: بوڑھی (ادھیڑ عمر) عورت۔ حدیث شریف میں ہے: هَلْ فِي اهْلِكَ مِنْ كَاهِلٍ: کیا تمہارے خاندان میں کوئی اُدھیڑ عمر شخص ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے: مَنْ كاهل کا معنی ہے مَنْ اَسَنَّ جو عمر رسیدہ ہو وہ ادھیڑ عمر کا ہو گیا۔
الكَاهِلُ: دو مونڈھوں کے درمیان کی جگہ۔
اُكْتَهَلَ: وہ ادھیڑ عمر کا ہو گیا۔

ک ہ ن-الكَاهِنُ: کاہن، غیب کی باتیں بتانے والا۔ اس کی جمع كُهَّانٌ اور كَهَنَةٌ ہے۔
قَدْ كَهَنَ: اس نے کہانت کی، پیش گوئی کی۔ اس کا باب كَتَبَ ہے۔
قَدْ تَكَهَّنَ کا معنی بھی یہی ہے۔
كَهُنَ: وہ کاہن بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

ک و ب-الكُوبُ: (کاف مضموم) ایک پیالہ جس کا دستہ نہ ہو۔ اس کی جمع اکوابٌ

ہے۔

ک و ح- کَاوَحَہٗ: اس نے اسے گالی دی اور جھڑکا۔

تَکَاوَحَا: ان دو آدمیوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تو تکار کی اور آپس میں دنگا فساد کیا۔

ک و خ- الکُوخُ: (کاف مضموم) جھونپڑا یا جھونپڑی۔ جس پر نہ تو ڈنڈوں یا سرکنڈوں کی چھت ہو اور نہ روشن دان یا کوئی کھڑکی ہو۔ اس کی جمع اَکْوَاخٌ ہے۔

ک و د- کَادَ یَفْعَلُ کَذَا: یَکَادُ، کَوْدًا اور مکادۃ بھی۔ وہ ایسا کرنے لگا۔ یعنی وہ ایسا کرنے کے قریب ہوا لیکن ابھی کیا نہیں۔ سیبویہ نے کسی عرب کا یہ قول روایت کیا ہے: کُدْتُ اَفْعَلُ کَذَا (کاف مضموم) میں ایسا کر لے ہی والا تھا۔ لوگ کَادَ کے بعد عَسَی کے ساتھ تشبیہ کے طور پر اَنْ شامل کرتے ہیں۔ بقول شاعر:

قَدْ کَادَ مِنْ طُوْلِ الْبِلٰی اَنْ یَمْصَحَاہُ

''یا طویل مصیبتوں کے باعث اس کا نام و نشان مٹنے والا ہی تھا۔''

کَادَ کا لفظ مقاربت فعل کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اگر یہ لفظ اکیلا آئے تو نفی فعل کا مطلب دیتا ہے۔ اور اگر حرف انکار کے ساتھ مل کر آئے تو وقوع فعل کا فائدہ دیتا ہے۔ بعض مفسروں نے قول خداوندی: اَکَادُ اُخْفِیْھَا: کا معنی یہ کیا ہے کہ میں اسے چھپانا چاہتا ہوں، کیا ہے۔ جس طرح اس آیت میں یَکَادُ کی جگہ یُرِیْدُ وضع کیا گیا ہے۔ یُرِیْدُ اَنْ یَنْقَضَّ: دیوار گرا ہی چاہتی تھی۔ یعنی گرنے کے قریب تھی۔ لہٰذا پہلی آیت میں اَکَادُ کو اُرِیْدُ کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ نے بطور دلیل یہ شعر نقل کیا ہے:

کَادَتْ وَکِدْتُ وتلک خَیْرُ ارادۃٍ
لَوْ عَادَ مِن لَھْوِ الصَّبَابَۃِ مَامَضٰی

کادت اور کدت کے کلمات بہترین خواہش کا مظہر ہیں۔ اے کاش! جوانی کی بے فکری کے گزرے اور بیتے دن لوٹ آئے۔

ک و ر- کَارَ الْعَمَامَۃَ عَلٰی رَاْسِہٖ: اس نے اپنے سر پر پگڑی باندھی یعنی اس نے اپنے سر پر پگڑی کو لپیٹ لیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ پگڑی کے ہر پھیر یا لپیٹ کو کور کہتے ہیں۔

الکُوْرُ: (کاف مضموم) اونٹ کا کجاوہ ساز و سامان کے سمیت۔ اس کی جمع اَکْوَار اور کِیْرَانٌ ہے۔

الکُوْرُ کا معنی لوہار کی مٹی سے بنی ہوئی بھٹی بھی ہے۔

کَوَّارَۃُ النَّحْلِ: شہد کی مکھیوں کا چھتہ

جس کی موم میں شہد ہوتا ہے۔
میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری الکُوَّارُ اور الکُوَّارَۃُ شاخوں سے بنی ہوئی ٹوکری قسم کی کوئی چیز جس کا دہانہ تنگ ہوتا ہے، جسے شہد کی مکھیوں کے لئے بنایا جاتا ہے۔
المُغرِب میں لکھا ہے کہ الکُوَّارَۃُ شہد کا چھتہ ہوتا ہے اگر وہ مٹی کا بنا ہو۔ الکُورَۃُ بروزن الصُّورَۃُ کا معنی شہر اور علاقہ ہے۔ اور اس کی جمع کُوَرٌ ہے۔ الکَارَۃُ: پیٹھ پر اٹھایا جانے والا کپڑوں کا گٹھڑ۔
تَکْوِیْرُ المتَاعِ: سامان اکٹھا کرنا اور اس کو گٹھڑی میں باندھنا۔
تَکْوِیْرُ العِمَامَۃِ: پگڑی کا لپیٹنا۔
تَکْوِیْرُ اللَّیْلِ عَلَی النَّھَارِ: رات کا دن پر چھا جانا یا دن کو ڈھانپنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی رات کا دن سے زیادہ ہونا ہے۔ قول خداوندی ہے: اِذا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کُوِّرَت کا معنی غُوِّرت کیا ہے۔ جس کا معنی لپیٹے جانے کی بجائے ڈوبنے کے ہوتے ہیں۔ اور بقول قتادہ اس کا معنی یہ ہے کہ سورج کی روشنی زائل ہو جائے گی۔ اور ابو عُبید نے کہا کہ: کُوِّرت کا معنی تَکْوِیْرُ العِمَامَۃِ پگڑی باندھنے کی طرح ہے جسے سر پر لپیٹا جاتا ہے تو وہ لپٹ کر ختم ہو جاتی ہے۔

ک و ز - الکُوْزُ: پیالہ۔ اس کی جمع کِیْزَانٌ، اَکْوَازٌ اور کِوَزَۃٌ ہے۔ جو بروزن عِنَبَۃٌ ہے۔ اس کی مثال عُودٌ، عِیْدَانٌ، اَعْوَادٌ اور عِوَدَۃٌ ہے۔
ک و س - کَوَّسَہٗ عَلٰی رَاْسِہٖ تَکْوِیْسًا: اس نے اسے اپنے سر پر اُلٹایا، یا اُلٹا۔ حدیث شریف میں ہے: وَاللّٰہِ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِکَ لَکَوَّسَکَ اللّٰہُ فِی النَّارِ رَاْسَکَ اَسْفَلَکَ: خدا کی قسم! اگر تم ایسا کرتے تو خدا تمہیں دوزخ میں تمہارا سر الٹا کر کے پھینک دیتا۔ (یہ کلمات سالم بن عبداللہ بن عمر نے حجاج سے کہے تھے جب حجاج نے عبداللہ بن عمر کو قتل نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا تھا)۔
الکُوْسُ: نقارہ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کلمہ معرب ہے۔
ک و ع - الکُوْعُ: اور الکَاعُ: کلائی کا وہ حصہ جو ہاتھ کے انگوٹھے کی طرف رکھا جاتا ہے۔
کَاعَ عَنِ الشَّیْئِ: وہ کسی چیز سے ڈر کر دور ہٹ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ کَعَّ سے یَکِعُّ کے بدلے یَکَاعُ بھی ایک لہجہ ہے۔ اور معنی ڈرنا اور ڈر کر بزدلی کے مارے پیچھے ہٹنا ہے۔
ک و ف - الکُوْفَۃُ: سرخ رنگ کی ریت۔ اسی نسبت سے کوفہ نام پڑا ہے۔

الکـاف: حروف ہجا میں سے ایک حرف ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔ دوسرا حروف ہجا کا بھی یہی حال ہے۔ کاف حرف جر ہے اور تشبیہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو کبھی یہ اسم کی جگہ واقع ہوتا ہے تو اس پر حرف جر داخل ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

وَرُحْنَا بِكَابْنِ الْمَاءِ يُجْنَبُ وسطنا
تَصَوَّبُ فيه العَيْنُ طورًا وتَرْتقي

حرف کاف بعض اوقات ضمیر مخاطب کے طور پر استعمال ہوتا ہے کبھی مجرور اور کبھی منصوب ہونے کی صورت میں مفتوح ہوتا ہے اور مؤنث کی صورت میں مکسور تاکہ دونوں میں فرق ظاہر کیا جائے۔ کبھی یہ حرف خطـــاب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس اعراب کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں یہ حرف اسم نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف حرف خطاب ہوتا ہے۔ مذکر کے لئے مفتوح اور مؤنث کے لئے مکسور۔

کَوْکَبٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ک ک ب'۔

ک و م - کَوَّمَ کُوْمَةً: (کاف مضموم) مٹی کا ایک ڈھیر بنا کر اسے زمین سے اوپر کر کے اس کی چوٹی بنائی۔ اس کی مثال الصُّبْرُ من الطعام: کھانے کا ڈھیر بنانا ہے۔

الکِیْمِیَاء: علم کیمیا جس میں عناصر کے باہمی عمل اور رد عمل کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

ک و ن - کَانَ: فعل ناقص ہے۔ اسے خبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اسے فعل تام قرار دیا جائے تو اس کا معنی حَـدَثَ اور وَقَـعَ بمعنی 'کوئی فعل سرزد ہوا' ہے۔ اس صورت میں اسے خبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً: اَنَا اَعْرِفُهُ مُذْ کان: میں اسے شروع سے جانتا ہوں۔ یہاں مُذْ کَانَ سے مراد مُذْ خُلِقَ ہے۔ بعض اوقات کَانَ تاکید کیلئے بطور حرف زائد استعمال ہوتا ہے مثلاً: کَانَ زَیْدٌ مُنْطَلِقًا: اس معنی زَیْدٌ مُنْطَلِقٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَکَـانَ اللّٰهُ غَـفُـوْرًا رَّحِیْمًا: اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔ اس صورت میں کَانَ کا فعل کَانَ کَوْنًا اور کَیْنُوْنَةً ہوگا۔ لوگوں کا یہ قول: لَمْ یَکُ: دراصل لم یَکُـوْنُ تھا جس میں التقائے ساکنین کے باعث واؤ حذف ہو گیا اور لَمْ یَکُنْ باقی رہ گیا۔ پھر کثرت استعمال کے پیش نظر تخفیف کے لئے نون بھی حذف ہو گیا۔ البتہ متحرک ہونے کی صورت میں نون برقرار رہے گا۔ مثلاً: لوگ کہتے ہیں: لَمْ یَکُـنِ الرَّجُلُ: یونس کے ہاں حرکت کے باوجود نون حذف کرنا جائز ہے۔ بطور دلیل انہوں نے یہ شعر پڑھا:

اِذَا لَمْ تَکُ الحَاجَاتُ مِنْ همة الفتٰی
فلیسَ بِمُغْنٍ عَنْک عَقْدُ الرَّتائم

''جب حاجت روائی اور مشکل کشائی کسی انسان کی ہمت سے باہر ہو جائے تو پھر یاد دہانی کے لئے اس کی انگلیوں پر دھاگے باندھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے یہ شعر بذیل مادہ 'ر ت م' درج کیا ہے۔ اور وہاں اس شعر کے درج کرنے کا مقصد کچھ اور ہے۔ شاید اس میں دو روایتیں ہیں۔ یا دو شاعروں کو اس شعر کا توارد ہوا ہے جن کے بعض الفاظ ایک جیسے ہیں یہ کہنا کہ جَاءُوْنِی لَایَکُوْنُ زیدًا: سے مراد زید کا استثناء ہے اس میں لایکون الآتی زیدًا مقدر ہے۔ کَوَّنَهٗ فَتَکَوَّنَ: اس نے اسے گڑھا یا شکل دی تو وہ تیار ہو گیا یا بن گیا۔ تمہارا یہ کہنا کُنْتُهٗ و کُنْتُ اِیَّاهُ منفصل ضمیر کو متصل ضمیر کی جگہ رکھتا ہے۔

چنانچہ ابوالاسود الدئلی کا شعر ہے:

دَعِ الخَمْرَ یَشْرِبُهَا الغُوَاةُ فَاِنَّنِیْ
رَاَیْتُ اخَاهَا مُجْزِئًا بِمَکَانِهَا
فَاِلَّا یَکُنْهَا اَوْ تَکُنْهُ فَاِنَّهٗ
اَخُوْهَا غَذَتْهُ اُمُّهٗ بِلِبَانِهَا

''شراب گمراہوں کو پینے دو یا شراب پینا گمراہ لوگوں کو مبارک ہو۔ میں نے تو اس کے بھائی یعنی خشک انگور کو اس کا نعم البدل پایا ہے۔ شراب کی جگہ اس کا وجود بہتر ہے۔ (کیونکہ انگور سے ہی شراب کشید ہوتی ہے)۔ گویا انگور شراب کا بھائی ہے اور ایک ہی ماں نے اسے بھی دودھ پلایا ہے۔''

اس سے مراد زبیب یعنی منقا یعنی خشک انگور ہے۔

اَلْکَوْنُ: وجود، اس کی جمع الأَکْوَانُ ہے۔

الإِسْتِکَانَةُ: کمزوری وضعف اور شکستہ بدنی۔ المَکَانَةُ: قدر ومنزلت۔ فُلَانٌ مَکِیْنٌ عِنْدَ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں شخص کے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔ المَکَانُ والمَکَانَةُ: جگہ۔ قول خداوندی ہے: وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلٰی مکانَتِهِمْ: اگر ہم چاہیں تو انہیں، انہی کی جگہوں پر مسخ کر کے رکھ دیں یعنی ان کی شکلیں بدل دیں۔ میم کثرت استعمال کے باعث اس کے اصلی حرف ہونے کا وہم ہو گیا ہے جس کے باعث مَکان کو فعل کی شکل دی گئی اور اس سے فعل تَمَکَّنَ بنایا گیا۔ اس کی دوسری مثال مِسْکِیْنٌ سے تَمَسْکَنَ ہے۔ جب کوئی بوڑھا ہو جائے تو اسے کُنْتِیٌّ کہا جاتا ہے گویا اسے اس کے اپنے اس قول کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ: کُنْتُ فی شَبَابِیْ کَذَا: میں جوانی میں ایسا تھا۔ اسی طرح یہ شعر ہے:

فَاَصْبَحْتُ كُنْتِيًّا واَصْبَحْتُ عَاجِنًا
وَشَرُّ خِصَالِ الْمَرْءِ كُنْتُ وعَاجِنٌ
''پس میں کُنتی اور لاٹھی ٹیکنے والا بوڑھا ہو گیا۔ اور انسان کی بدترین خصلت بوڑھا ہونا اور لاٹھی کے سہارے چلنا ہی تو ہے۔''

ک و ی- كَوَاهُ يَكْوِيهِ كَيًّا: فَاكْتَوىٰ هُوَ: اس نے اسے داغ دیا تو اسے داغ دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اَخِرُ الدَّواءِ الكَيُّ: آخری علاج داغ دینا ہے۔ ان معنوں میں آخِرُ الدَّاءِ الكَيّ نہیں کہا جاتا۔ المِكْوَى: استری (کپڑے استری کرنے والی)، داغ دینے والا لوہا۔
الكَوَّةُ: (کاف مفتوح) گھر کے اندر روشن دان یا ہوا کے لئے سوراخ۔ اس کی جمع الكِواءُ (کاف مکسور اور الف ممدود اور مقصور) ہے۔ الكُوَّة اس کا ایک اور لہجہ ہے۔ اس کی جمع كُوَى ہے۔
كَيْ: (یاء مخفف) تاکہ کہنے والے کے اس سوال کا جواب: لِمَ فَعَلْتَ؟ تم نے یہ کیوں کیا؟ اور جواب یہ ہے کہ كَيْ يَكُونَ كَذا: تاکہ ایسا ہو۔ اور نتیجے کے اعتبار سے اس کا عمل لام جیسا ہے۔ یہ اپنے بعد میں آنے والے فعل مستقبل کو نصب دیتا ہے۔ وقف کی صورت میں كَيْمَهْ کہا جاتا ہے جس طرح لِمَهْ؟ کہا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے: كَانَ مِنَ الامر كَيْتَ وَكَيْتِ: (تاء مفتوح اور مکسور) فلاں فلاں بات تھی۔

ک ی ت- العَكِيْتُ: ساز وسامان تیار کرنا۔ كَانَ الأَمْرُ كَيْتَ وكَيْتَ: بات ایسی ویسی تھی۔ (دونوں لفظوں میں تاء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی)۔

ک ی د- الكَيْدُ: مکر، فریب، چال۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔
مَكِيْدَةٌ (کاف مکسور) کا معنیٰ بھی یہی ہے۔

ک ی ر- كِيرُ الحَدَّادِ: لوہار کی دھونکنی جو کھال یا موٹے چمڑے کی بنی ہوتی ہے۔

ک ی س- الكَيْسُ: بروزن الكَيْلُ: ذہانت وعقل مندی۔ یہ لفظ الحُمق بمعنی حماقت کی ضد ہے۔
الرَّجُلُ كَيِّسٌ ومُكَيَّسٌ: آدمی ذہین یا خوش طبع ہے۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ كِيَاسَةٌ (کاف مکسور) کا بھی یہی معنیٰ ہے۔ الكِيْسُ: بٹوہ، تھیلا، جیب۔ اس کی جمع اَكْيَاسٌ ہے۔ اكياس الدَّرَاهِم: درہموں کی تھیلیاں۔

ک ی ف- كَيْفَ: اسم مبہم غیر ممکن ہے۔ اس کا آخری حرف التقائے ساکنین کی وجہ سے متحرک کیا گیا ہے۔ اور یاء کے بدلے کسرہ کو چھوڑ کر اسے مبنی علی الفتح کر دیا گیا۔

یہ لفظ احوال پرسی کے لئے استعمال ہوتا (یعنی کیا حال ہے)۔ یہ لفظ بعض اوقات اظہار تعجب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ: تم اللہ کی نافرمانی کیسے کر سکتے ہو! اگر اس کے آخر میں 'مَا' کا اضافہ کیا جائے تو پھر اس مثال کو شرط بنا کر اس کے بعد جزا لانا درست ہوگا مثلاً: کَیْفَمَا تَفْعَلْ اَفْعَلْ: تم جیسے کرو گے میں بھی ویسا ہی کروں گا۔

کیماء: دیکھئے بذیل مادہ 'ک و م' اور بذیل 'ک م ی'.

ک ی ل-الکَیْلُ المِکْیَالُ: ناپنے کا برتن۔ الکَیْل مصدر بھی ہے۔ مثلاً: کَالَ الطَّعَام: اس نے اناج کا ناپ کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ مَکَالًا اور مَکِیْلًا کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا اسم الکِیْلَۃُ (کاف مکسور) ہے۔ کہا جاتا ہے: اِنَّہٗ لَحَسَنُ الکِیْلَۃِ (بروزن الجِلْسَۃِ والرِّکْبَۃِ) وہ پورا تولنے اناپنے والا شخص ہے۔ محاورہ یا مثل ہے: اَحَشفًا وَسُوْءَ کِیْلَۃٍ: کیا بری کھجور یعنی کھجور بھی ناقص اور پھر تول اور ناپ بھی برا۔ یعنی دونوں خرابیاں۔ کہا جاتا ہے کہ کَالَ لَہٗ: اس نے اسے ناپ کر یا تول کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَاِذَا کَالُوْھُمْ: اور جب وہ لوگوں کو (کچھ) تول کر دیتے ہیں۔ اِکْتَالَ عَلَیْہِ: اس نے اس سے تول کر یا ناپ کر لیا۔ کہا جاتا ہے: کَالَ المُعْطِی واکتال الآخذ: دینے والے نے تول کر یا ناپ کر دیا اور لینے والے نے تول کر یا ناپ کر لیا۔ کِیْلَ الطَّعَامُ: اناج تولا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ چاہیں تو کاف کو اور الطَّعَامُ کو مضموم کر لیں: مَکِیْلٌ اور مَکْیُوْلٌ اس کی مثال مَخِیْطٌ اور مَخْیُوْطٌ ہے۔ بعض لوگ کُوْلَ الطَّعَامُ کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ بُوْعَ، اصْطُوْدَ الصَّیْدُ اور اسْتُوْقَ مَالُہٗ کہتے ہیں۔ کَایَلَہٗ وتَکَایَلَا: اس نے دوسرے کو یا ان دو نے ایک دوسرے کو تول کر یا ناپ کر دیا اس کا اسم فاعل مُکَایِل بغیر ہمزہ کے ہوگا۔

الکَیُّوْل: صف کا آخر یا صف کے آخر پر رہنے والا یا آخری صف۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

ک ی ن-کَأَیِّنْ: خبر اور استفہام کے معنوں میں اس کا معنی کَمْ یعنی کِتْنَا ہے۔ کَائِنْ بھی اس کا ایک لہجہ ہے جو بروزن کَاعٍ ہے۔

باب اللام

اللام: حروف زیادہ میں سے ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں۔ایک متحرک اور دوسرا ساکن۔
متحرک لام تین ہیں:
(۱) لام اَمر۔
(۲) لام تاکید اور
(۳) لام اضافہ۔
لام امر سے غائب کے صیغے میں فعل امر بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے امر مخاطب بھی بناتے ہیں اور قرآن کی آیت یوں بھی پڑھی گئی ہے: فَبِذٰلِکَ فَلْتَفْرَحُوْا (تاء کے ساتھ) ضرورت شعری کے پیش نظر اسے یعنی لام کو حذف بھی کر سکتے ہیں۔یعنی ایسا کرنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں اس کا عمل مضمر ہوتا ہے مثلاً یہ قول: اَوْ یَبْکِ مَنْ بَکٰی جوروتا چاہے وہ روئے۔
لام تاکید پانچ ہیں:
(۱) لام ابتداء مثلاً: لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، اور خبر پر داخل ہونے والا لام جو اِنَّ مشدد و مخفف دونوں کی خبر کے طور پر ہو مثلاً: قول خداوندی: اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ: اور قول خداوندی: وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اور وہ لام جو لَوْ اور لَوْلَا کے جواب میں ہو مثلاً: قول خداوندی: لَوْلَا اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ اور قول خداوندی: لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا: اور وہ لام جو نون تاکید والے فعل مستقبل میں ہو مثلاً: قول خداوندی: لَیُسْجَنَنَّ اَوْ لَیَکُوْنًا مِنَ الصَّاغِرِیْنَ.
(۲) لام جواب قسم اور تمام لام تاکید جواب قسم کے طور پر آسکتے ہیں اور
لام اضافہ، اس کی آٹھ اقسام ہیں:
(۱) لام مِلک مثلاً: یہ کہنا کہ اَلْمَالُ لِزَیْدٍ.
(۲) لام اختصاص مثلاً: یہ کہنا کہ: اَخٌ لِزَیْدٍ.
(۳) لام استغاثہ مثلاً: یہ شعر:
یَا لَلرِّجَالِ لِیَوم الاربعاء اَمَا یَنْفَکُّ یُحْدِثُ لِی بَعْدَ النُّھٰی طَرَبا
اور دو لام جر جن میں پہلے کو مفتوح کیا گیا ہے اور دوسرے کو مکسور تا کہ مستغاث بہ اور مستغاث لہ کے درمیان فرق کیا جائے۔ بعض اوقات مستغاث بہ کو حذف کیا جاتا

ہے اور مستغاث لہٗ کو باقی رہنے دیا جاتا
ہے۔ اور یوں کہتے ہیں: یَالِلماء اور اس
سے مراد یَا قَوْمُ لِلمَاءِ اُدْعُوْکُمْ لیتے
ہیں۔ اگر مستغاث بہ کے ساتھ دوسرا لام
عطف کریں تو اسے مکسور کیا جاتا ہے گویا
عطف کے ذریعے تم نے التباس ختم کر
دیا۔ مثلاً یہ شعر:

یا لِلْکُھُوْلِ وللشُّبَّان لِلعجبِ .

اور یہ شعر:

بالبَکْرِ انشرُوا لِی کُلَیْبًا

اس میں لام بطور استغاثہ یعنی بطور فریاد آیا
ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس مصرع میں یا لَبَکْرٍ
دراصل یا آل بَکْرٍ ہے۔ ہمزہ حذف کر
کے اس میں تخفیف کی گئی۔ ان میں سے
ایک لام تعجب ہے جو مفتوح ہوتا ہے۔ مثلاً:
یہ کہنا کہ یا لَلْعَجَبَ! اس کا معنی یہ ہے کہ:
یَا عَجَبُ اُحْضُرْ فھذا آوانُکَ:
یعنی اے تعجب! آموجود ہو۔ تیرے موجود
ہونے کا یہی وقت ہے۔

لام علت بمعنی کَیْ مثلاً: قول خداوندی:
لِتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ اور
ضَرَبَہٗ لِیَتَأَدَّبَ۔

لام عاقبت مثلاً بقول شاعر:

فَلِلْمَوْتِ تَغْذُو الوالداتُ سِخَالَھا
کما لِخَرَابِ الدھر تُبْنَی المَسَاکِنُ

''مائیں بچوں کو موت کے لئے اس طرح
پالتی پوستی ہیں جس طرح اُجڑنے کے لئے
گھر تعمیر کئے جاتے ہیں۔''

اشعار کا مطلب ہے کہ انسان اور گھروں کا
انجام یہ ہے کہ یہ سب چیزیں فنا ہونے والی
ہیں۔ مَاکَانَ اور لَمْ یَکُنْ کے بعد لام
جحود کے ساتھ نافیہ اِلّا نہیں آتا مثلاً: قول
خداوندی: وَمَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ:
یہاں لِ سے مراد لِاَنْ یُعَذِّبَھُمْ ہے۔ لام
تاریخ کا معنی ہے: کَتَبْتُ لِثَلَاثٍ
خَلَوْنَ یعنی بَعْدَ ثَلَاثٍ.

البتہ لام ساکن کی دو قسمیں ہیں:

(۱) لام تعریف: یعنی اَلْ یہ لام ہمیشہ ساکن ہوتا ہے۔ اور

(۲) لام اَمر: اگر اس سے پہلے حرف عطف آئے تو پھر اس لام کا ساکن کرنا اور مکسور کرنا دونوں جائز ہیں مثلاً: قول خداوندی: وَلْیَحْکُمْ اَھْلُ الاِنْجِیْلِ.

ل ا ل ا — تَلَأْلَأَ البَرْقُ: بجلی چمکی۔
اللُّؤْلُؤَۃ: موتی، ہیرا۔ اس کی جمع اللُّؤْلُؤ
اور اللَّآلِی ہے۔

ل ا م — اللَّئِیْمُ: کمینہ خصلت انسان اور
بخیل نفس۔ قَدْ لَؤُمَ: وہ کمینہ ہو گیا (ہمزہ
مضموم) لُؤْمًا و مَلْأَمَۃً اور لَآمَۃً۔
اَلْأَمَ اِلْئَامًا: اس نے قابل ملامت کام
کیا۔ المَلَامُ اور المِلَامُ بروزن مِفْعَلُ

اور مِفْعَالٌ: وہ شخص جو کمینوں کو معذور سمجھے یا ان کی حمایت کرے یا ان کی عذر خواہی۔

لَامَ الْجُرْحَ وَالصَّدْعَ: اس نے زخم مندمل کیا اور چاک سیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ فَالْتَاءَمَ: زخم مندمل ہوا اور چاک سل گیا۔

لَاءَمَ بَيْنَ الْقَوْمِ مُلَاءَمَةً: اس نے قوم میں صلح کرائی اور انہیں اکٹھا کیا۔

فَتَلَاءَمَا: دو چیزیں آپس میں متفق ہو گئیں یا جڑ گئیں۔ اسی سے ماخوذ لوگوں کا یہ کلام ہے کہ هٰذَا طَعَامٌ لَا يُلَائِمُنِيْ: یہ کھانا مجھے نہیں بھاتا۔ ان معنوں میں يُلَاوِمُنِيْ نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لفظ لَوْم یعنی ملامت سے مشتق ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لِيَتَزَوَّجِ الرَّجُلُ لُمَتَهُ: آدمی کو چاہئے کہ اپنے جوڑ کی عورت سے شادی کرے۔ لُمَةٌ سے مراد اس کی ہم عمر و ہم شکل ہے۔ اس میں 'ۃ' ہمزہ کا عوض ہے جو اس کے درمیان میں سے ختم ہو گئی ہے۔

ل ا ی - اللَّاوَاءُ: شدت اور سختی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهِنَّ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ: جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی تکلیف اور رنج و مصیبت اور شدت و سختی پر صبر کرے تو وہ بیٹیاں اس کے لئے دوزخ کی آگ سے ڈھال ہوں گی۔

ل ا - لَا: حرف نفی ہے۔ جو کسی فعل کے واقع ہونے کی نفی کرتا ہے۔ یعنی جب کوئی کہے کہ: هُوَ يَفْعَلُ غَدًا یعنی وہ کل کرے گا اور تم کہو کہ: لَا يَفْعَلُ غَدًا وہ کل نہیں کرے گا۔ بعض اوقات یہ لفظ یعنی 'لا' بَلٰی اور نَعَمْ کی ضد بھی ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات یہ اسی کے لئے ہوتا ہے مثلاً: یہ کہنا کہ لَا يَقُمْ زَيْدٌ: زید نہ اُٹھے۔ اس لفظ کو ہر غائب و حاضر کی نہی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات یہ لفظ لا یعنی یعنی بے مقصد ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ: اس سے مراد: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ ہے۔ بعض اوقات یہ لفظ حرف عطف کی جگہ استعمال ہوتا ہے جو کلام میں پہلے سے داخل اسم میں سے بعد میں داخل ہونے والے کو خارج کرتا ہے مثلاً: کہیں کہ: رَأَيْتُ زَيْدًا لَا عَمْرًوا: میں نے زید کو دیکھا نہ کہ عمرو کو۔ اور اگر لا سے پہلے واؤ داخل کریں تو پھر لا کے حرف عطف ہونے کی حیثیت ختم ہو جائے گی مثلاً: یہ کہیں کہ: لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو یعنی نہ زید کھڑا ہوا اور نہ عمرو کھڑا ہو۔ کیونکہ دو حرف عطف بیک وقت ایک دوسرے پر داخل نہیں ہو سکتے۔ اس

صورت میں واؤ تو صرف عطف ہوگا اور لا تاکید نفی کے لئے استعمال ہوگا۔ بعض اوقات لَا کے آخر میں 'ت' کا اضافہ کر کے لَاتَ کہا جاتا ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ 'ل ی ت' میں گزر چکا ہے۔ لَا کے بعد میں اگر الْ تعریف والا لفظ آجائے تو لَا کے الف کا تلفظ ختم ہو جائے گا۔ مثلاً: یہ کہنا کہ الجِدُّ یَرْفَعُ وَلَا الْجَدُّ: انسان کو محنت و مشقت سربلند کرتی ہے کہ باپ دادا۔ کا نام۔

لائمَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل و م'۔

لَاتَ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل ی ت'۔

لَاهُوت: دیکھئے بذیل مادہ 'ل ی ہ'۔

ل ب ا — اللِّبَأُ: بروزن عِنَبُ: بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلا دودھ۔ پیوسی۔

اللَّبُوَةُ: شیرنی۔ اس کا ایک لہجہ اللَّبْوَةُ بروزن النَّبْوَةَ ہے۔

لَبَّأَ بالحَجِّ تَلْبِئَةً: اس نے حج کے دوران تلبیہ پڑھا۔ یہ لفظ دراصل بغیر ہمزہ ہے۔ الفراء کا قول ہے کہ شاید لوگوں کی زبان کی فصاحت نے غیر مہموز کلمات کو مہموز بنا دیا۔ مثلاً: لَبَّأَ بالحَجِّ، حَلَّأَ السَّوِيقَ اور رَثَأَ المَيِّتَ کلمات میں ہمزہ اصلی نہیں بلکہ لوگوں کی فصاحت کے باعث ہے۔

ل ب ب — اَلَبَّ بالمَكَانِ اِلْبَابًا: وہ مکان میں ٹھہرا اور رہائش پذیر ہوا۔ اس لفظ کا ایک لہجہ لَبَّ ہے۔ الفراء نے کہا کہ لوگوں کا لَبَّيْكَ کہنا بھی اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس کا نصب اس کے مصدر ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کی مثال حمدًا لکَ وشکرًا ہے۔ حق تو یہ تھا کہ یہ لفظ لبًّا لکَ ہوتا لیکن اسے معنوں میں تاکید پیدا کرنے کے لئے کر دیا گیا یعنی اِلبَابًا بکَ بَعْدَ اِلْبَابٍ اور اَقَامَةً بَعْدَ اَقَامَةٍ: خلیل کا یہ قول ہے کہ اس کی اصل لوگوں کا یہ قول ہے کہ: دَارُ فُلَانٍ تَلُبُّ دَارِی۔

تَلُبُّ بروزن تَرُدُّ، اس کا معنی ہے 'فلاں شخص کا گھر میرے گھر کے بالمقابل ہے'۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تمہارے بالکل سامنے ہوں۔ جس سے میری اجابت و موجودگی تمہیں پسند ہے۔ اس میں 'یاء' تثنیہ کے لئے ہے۔ اور اسی میں اس کا منصوب ہونا اس کے مصدر ہونے کی دلیل ہے۔

اللُّبُّ: عقل۔ اس کی جمع اَلْبَابُ اور اَلُبُّ ہے۔ اس کی مثال اَشُدُّ ہے۔ اس کو مضاعف بنانا شاید ضرورت شعری کے پیش نظر ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ اَلُبُبْ بروزن اَرْجُلٌ اَللَّبِيبُ: عاقل، دانا۔ اس کی جمع اَلِبَّاءُ ہے جو بروزن اَشِدَّاءُ ہے۔

قَدْ لَبُبْتَ یَا رَجُلُ: (باء اول مکسور)۔ اس کا مصدر لَبَابَۃٌ (لام مفتوح) ہے اور معنی اے آدمی! تو عقل مند ہو گیا۔ یونس نے بتایا ہے کہ لَبُبْتَ (باء اول مضموم) نادر ہے۔ مضاعف کلمات میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ ہر چیز کے خلاصے یا نچوڑ کو لُبُّہٗ کہتے ہیں یعنی اس کا نچوڑ (اردو میں لب لباب عام مستعمل ہے)۔

الحَسَبُ اللُّبَابُ: (لام مضموم)، خالص حسب۔

اللَّبَّۃُ بروزن الحَبَّۃُ: جانور کا گلا جہاں سے اسے ذبح کیا جاتا ہے۔

ل ب ث – لَبِثَ: وہ ٹھہرا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے اور لَبَاثًا (لام مفتوح) بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل لَابِثٌ ہے اور لَبِثٌ (باء مکسور) بھی ہے۔ قرآن کی آیت: لَابِثِیْنَ فِیْهَا اَحْقَابًا کو لَبِثِیْنَ فِیْهَا اَحْقَابًا: بھی پڑھا گیا ہے۔

ل ب د – اللِّبْدُ: بروزن الجِلْدُ: تہ بہ تہ جمائے ہوئے بال۔ چپٹی ہوئی چیز۔ اس کا واحد اللُّبُوْد ہے اور زیادہ مشہور اللِّبْدَۃُ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کی جمع لِبَدٌ ہے۔ دلیل قول خداوندی: کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا۔

اللُّبَادَۃُ: لبادہ۔ اوڑھنی۔ بارش سے بچنے کے لئے جو کپڑا اوپر لیا جاتا ہے۔ یہ محاورہ: مَالَہٗ سَبَدٌ وَلَا لَبَدٌ کی تفسیر بذیل مادہ 'س ب د' گزر چکی ہے۔

التَّلْبِیْدُ: احرام بند حاجی کا اپنے سر میں گوند قسم کی کوئی چیز ڈالنا جس سے اس کے بال باہم چپٹ جائیں تاکہ وہ احرام کے دوران گرد و غبار آلودہ نہ ہوں۔

اَهْلَکْتُ مَالًا لُبَدًا کا معنی ہے 'میں نے خوب مال خرچ کیا'۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: النَّاسُ لُبَدٌ: لوگ اکٹھے ہیں یا جمع ہیں۔

ل ب س – لَبِسَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا پہنا۔ اس کا مضارع یَلْبَسُ (باء مفتوح) ہے۔ اور مصدر لُبْسًا (لام مضموم) ہے۔

لَبَسَ عَلَیْهِ الأَمْرُ: اس پر بات غیر واضح ہو گئی یا التباس پیدا ہو گیا۔ یا کام گڈ مڈ ہو گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَا یَلْبِسُوْنَ۔

فِی الأَمْرِ لُبْسَۃٌ: (لام مضموم) معاملے یا بات میں ابہام یا التباس ہے۔ یا شک و شبہ ہے۔

اللِّبَاسُ: (لام مکسور) پہناوا، لباس۔ یہی معنی المَلْبَسُ کا ہے جو بروزن المَذْهَبُ ہے۔

اللِّبْسُ بروزن الذِّبْسُ کا معنی بھی یہی ہے۔ لِبْسُ الکَعْبَۃِ: غلاف کعبہ۔

لِبْسُ الْهَوْدَجِ: کجاوے کے اوپر پڑا ہوا کپڑا یا پردہ۔
لِبَاسُ الرَّجُلِ: آدمی کی بیوی یا بیوی کا خاوند۔ قول خداوندی ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ: وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔
لِبَاسُ التَّقْوَى: شرم وحیا۔ تفسیر میں اسی طرح وارد ہوا ہے۔ کہا گیا ہے اس کا معنی موٹا، کھردرا اور کوتاہ کپڑا ہے۔
اللَّبُوْسُ: (لام مفتوح) پہناوا۔ جو پہنا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ: ہم نے اسے تمہارے لئے زرہ بنانے کا ہنر سکھایا۔
تَلَبَّسَ بالأمْرِ: وہ بات میں الجھ گیا۔
تَلَبَّسَ بالثَّوْبِ: اس نے کپڑا پہنا۔
لَابَسَ الأمْرَ: اس نے بات گڈ مڈ کر دی۔ لَابَسَ فُلَانًا: اس نے فلاں شخص اس کے اندر سے پہچانا یعنی اس کا اندر ٹٹولا۔
اِلْتَبَسَ عَلَيْهِ الأمر: اس پر بات مبہم اور مشتبہ ہوگئی۔
التَّلْبِيْسُ: شیطنت، شرارت۔ تدلیس اور معاملہ گڈ مڈ کر دینا۔ اظہار شدت کے لئے اسے مشدد کیا گیا یعنی اس کا فعل لَبَّسَ يُلَبِّسُ ہوگا۔
رَجُلٌ لَبَّاسٌ: بہت زیادہ کپڑے پہنا ہوا شخص۔ ان معنوں میں اسے مُلَبِّسٌ نہیں کہنا چاہئے۔ اس کا معنی بہت زیادہ خلط ملط کرنے والا بھی ہے۔

ل ب ق — اللَّبِقُ: (باء مکسور) عقل مندی۔ ہنرمندی۔ لیاقت وصلاحیت، قابلیت۔
اللَّبِيْقُ: تجربہ کار اور ماہر شخص۔ اپنے کام میں لائق۔ قَدْ لَبِقَ: وہ ماہر اور تجربہ کار ہو گیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: لَبِقَ بِهِ الثَّوْبُ: اس پر کپڑا سجا، یا جچا۔

ل ب ن — اللَّبَنُ: دودھ، دہی۔ یہ اسم جنس ہے۔ اس کی جمع اَلْبَانٌ ہے۔
اللَّبُوْنُ: دودھ دینے والی بکری یا اونٹنی، زیادہ دودھ والی ہو یا کم دودھ دینے والی۔ زیادہ دودھ دینے والی کو غَزِيْرَةٌ کہتے ہیں۔
قَدْ لَبِنَتْ: وہ دودھ دینے والی ہوگئی اس کا باب طَرِبَ ہے۔
ابْنُ لَبُوْنٍ: پورے دو سال کی عمر کا اونٹنی کا بچہ جو تیسرے سال میں پہنچا ہو۔ مادہ بچے کو ابْنَةُ لَبُوْنٍ کہتے ہیں۔ کیونکہ اونٹنی نے اس دوران دوسرا بچہ جنا ہوتا ہے اور اب اس کا دودھ دوسرے بچے کا ہوتا ہے۔ یہ اسم نکرہ ہے۔ اسے الف لام کے ساتھ معرّف کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے: ابْنُ اللَّبُوْنِ.
لَبَنَهُ: اس نے اسے دودھ پلایا۔ اس کا اسم

فاعل لَابِنٌ ہوگا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

رَجُلٌ لَابِنٌ: دودھ فروش۔ اس کی مثال رَجُلٌ تَامِرٌ کھجور فروش ہے۔ هٰذا العُشْبُ مَلْبَنَةٌ: اس گھاس کے کھانے سے بکری زیادہ دودھ دیتی ہے۔

اِسْتَلْبَنَ الرَّجُلُ: آدمی نے گھر والوں یا مہمانوں کے لئے دودھ مانگا۔

اللَّبِنَةُ: اینٹ جو مکانوں کی تعمیر میں استعمال ہوتی ہے۔ اس کی جمع لَبِنٌ ہے اس کی مثال کَلِمَةٌ کی جمع کَلِمٌ ہے۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ بعض عرب اسے لِبْدَةٌ اور لِبْدٌ کی طرح لِبْنَةٌ اور لِبْنٌ کہتے ہیں۔

لَبَّنَ الرَّجُلُ تَلْبِيْنًا: آدمی نے اینٹ بنائی۔ المِلْبَنُ: اینٹ بنانے کا سانچہ یا قالب۔

لَبِنَةُ القَمِيْصِ: قمیص کا گریبان۔

میرا کہنا ہے کہ التهذیب میں لِبْنَةُ القَمِيْصِ کا معنی بَنِيْقَةٌ لکھا ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

اللِّبَانُ: (لام مکسور) دودھ شریک۔ کہا جاتا ہے: هُوَ اَخُوْهُ بِلِبَانِ اُمِّهٖ: وہ اس کا دودھ شریک بھائی ہے۔ ان معنوں میں بِلَبَنٍ نہیں کہا جاتا۔

اللُّبَانُ: صنوبر کا درخت (لام مضموم)۔

اللُّبَانَةُ: حاجت، ضرورت۔

لُبْنَانُ: پہاڑ۔

لَبُوَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل ب ا'۔

ل ب ی - لَبّٰى بِالحَجِّ تَلْبِيَةً: اس نے حج میں تَلْبِيَه پڑھایا کہا۔ یہ لفظ شاید لَبَّأَ بھی کہا گیا ہو یعنی ہمزہ کے ساتھ۔ دراصل یہ لفظ غیر مہموز ہے جس کا ذکر بذیل مادہ 'ل ب ا' گزر چکا ہے۔

لَبَّاهُ: اس نے اسے لبیک کہا یعنی خوش آمدید کہا۔ یونس النحوی کا کہنا ہے کہ لَبَّيْکَ مثنّٰی یعنی تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ عَلَيْکَ اور اِلَيْکَ کی طرح ہے۔ خلیل کے قول کے مطابق یہ مثنّٰی ہے۔ جس کا ذکر بذیل مادہ 'ل ب ب' گزر چکا ہے۔ ابوعبیدہ نے خلیل کے حوالے سے کہا ہے کہ تَلْبِيَة کا معنی کسی جگہ رہائش پذیر ہونا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اَلَبَّ بِالمَكَانِ: وہ مکان میں رہائش پذیر ہو گیا۔ انہیں معنوں میں لَبَّ بِهٖ بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے مزید کہا کہ پھر دوسرے حرف کو یاء میں تبدیل کیا گیا تا کہ ثقل تلفظ سے بچا جا سکے۔ اس کی مثال تَظَنّٰى ہے جو اصل میں تَظَنَّنَ تھا۔

میرا کہنا ہے کہ خلیل کے قول کے مطابق یہ نتیجہ نکلتا بذیل مادہ 'ل ب ب'۔ ان میں تضاد باقی نہیں رہے گا۔ یعنی اگر دونوں بیانات کو جمع کرنا ممکن ہو۔

ل ت أ-لَتَاَتُ الرَّجُلَ بِحجَرٍ: میں نے آدمی کو پتھر مارا۔
لَتَاَتُهُ بِعَيْنِيْ: میں نے اسے گھور کر دیکھا۔
لَتَاَتْ اُمُّهُ بِهِ: اسے ماں نے جنا۔ محاورہ ہے کہ لَعَنَ اللّٰهُ اُمًّا لَتَاَتْ بِهٖ: خدا اس ماں پر لعنت کرے، جس نے اسے جنا۔
ل ت ت-لَتُّ السَّوِيْقَ: میں نے ستو کو گھولا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
ل ت ی-الَّتِیْ: اسم مبہم ہے اور مؤنث کا صیغہ ہے۔ یہ معرفہ ہے۔ اسے نکرہ بنانے کے لئے اس سے الف لام کو الگ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور صلہ کے بغیر اس کا مفہوم مکمل نہیں ہوتا۔
اس کے تین لہجے ہیں:
(۱) الَّتی.
(۲) الَّتِ: (تاء مکسور) اور،
(۳) الَّتْ: (تاء ساکن)۔
تثنیہ کے صیغے میں بھی اس کے دو لہجے ہیں: اللَّتَانِ اور اللَّتَانِّ (نون مشدّد) اور دوسرا اللَّتَا (نون محذوف)۔
جمع کے صیغے میں اس کے پانچ لہجے ہیں:
(۱) اللَّتِی.
(۲) اللَّاتِ: (تاء مکسور)۔
(۳) اللَّوَاتِی.
(۴) اللَّوَاتِ: (تاء مکسور) اور،
(۵) اللَّوَا: (تاء ساقط)۔

اَلَّتِی کا اسم تصغیر اللُّتَيَّا (تاء مفتوح اور یاء مشدّد)۔ کہا جاتا ہے کہ وَقَعَ فُلَانٌ فِی اللُّتَيَّا وَالَّتِی: فلاں شخص مختلف مصیبتوں میں پھنس گیا۔ یہ دونوں اسم اسمائے داہیہ میں سے ہیں۔
ل ث ث-اَلَثَّ بِالْمَكَانِ: وہ مکان میں مقیم ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُلِثُّوْا بِدَارِ مَعْجِزَةٍ: ایسی جگہ نہ رہو جہاں تمہیں روزی کی تنگی ہو۔ اس کی تفسیر بذیل مادہ 'ع ج ز' گزر چکی ہے۔
ل ث غ-اللُّثْغَةُ فِی اللِّسَانِ: زبان میں ایسی لکنت کہ راء کی جگہ زبان سے غین اور سین کی جگہ ثاء کی آواز نکلے۔
قَدْ لَثِغَ: اس کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل مذکر اَلْثَغُ اور مؤنث لَثْغَاءُ ہے۔
ل ث م-اللِّثَامُ: منہ کے اوپر والا نقاب۔
اللَّثْمُ: چومنا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔
لَثَمَ: (ثاء مفتوح) اس کا ایک اور لہجہ ہے جسے ابن کیسان نے المبرد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
لِثَةٌ: دیکھئے بذیل 'ل ث ی'۔
ل ث ی-اللِّثَةُ: (ثاء مخفف) دانتوں کے اردگرد کی جگہ۔ مسوڑھے۔ اس کی جمع اللِّثَاتُ اور لِثًی ہے۔
ل ج أ-لَجَاَ اِلَيْهِ لَجَاً (لام اور جیم مفتوح)

اس نے اس کے ہاں پناہ لی۔ اس کی مثال قَطَعَ یَقْطَعُ ہے۔

مَلْجَأ اور اَلتَجَأَ: دونوں کا معنی بھی وہی ہے۔

التَّلْجِئَةُ: کسی کو مجبور کرنا۔

اَلْجَأَهُ اِلٰی کَذَا: اس نے اسے فلاں بات پر مجبور کیا۔

اَلْجَأَ اَمْرَهُ اِلَی اللّٰهِ: اس نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا۔

ل ج ج - لَجِجْتَ: (جیم اول مکسور) لَجَاجًا و لَجَاجَةً: دونوں میں لام مفتوح) تو نے لجاجت یعنی اپنی بات منوانے پر اصرار کیا۔ اس کا اسم فاعل لَجُوجٌ اور لَجُوجَةٌ ہے۔ لَجُوجَةٌ میں 'ۃ' مبالغہ کے لئے ہے۔

لَجَجْتَ: (جیم اول مفتوح) تَلِجُّ (لام مکسور) بھی اسی کا ایک لہجہ ہے۔

المُلَاجَّةُ: جھگڑے میں مداومت کرنا۔

رَجُلٌ لُجَجَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: جھگڑالو اور مقدمہ باز شخص۔ اللُّجْلَجَةُ اور التَّلَجْلُجُ: بات کرنے میں تردد ہونا۔ فیصلہ نہ کرسکنا۔ کہا جاتا ہے کہ: الحَقُّ اَبْلَجُ و الباطِلُ لَجْلَجٌ: سچ واضح ہوتا ہے اور جھوٹ تردد میں پڑتا ہے اور یہ بات طے نہیں کرسکتا۔

لُجَّةُ المَاءِ: گہرا پانی۔ یہی معنی اللُّجُّ کا ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ بَحْرٌ لُجِّيٌّ: گہرا سمندر ہے۔

لَجَّجَتِ السَّفِيْنَةُ تَلْجِيْجًا: جہاز گہرے سمندر میں چلا گیا۔

ل ج م - اللِّجامُ: لگام فارسی سے معرب کلمہ ہے۔

اللِّجَامُ: وہ کپڑا جو حیض والی عورت باندتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَلَجَّمِی: کپڑا باندھو۔ یہ اِسْتَثْفِرِیْ سے ملتا جلتا کلمہ ہے جس کا معنی ہے لنگوٹ باندھ۔

ل ج ن - اللُّجَيْنُ: (لام مضموم) چاندی۔ یہ لفظ ثُرَيَّا اور كُمَيْتٌ کی طرح اسم تصغیر ہے۔

ل ح ح - اَلْاِلْحَاحُ: بروزن الالحاف: اصرار کرنا۔

کہا جاتا ہے: اَلَحَّ عَلَيْهِ بالمَسالة: اس نے اس سے سوال کرنے پر اصرار کیا یا مانگنے پر اصرار کیا۔

ل ح د - اَلْحَدَ فِی دین اللّٰه: وہ اللہ کے دین سے علیحدہ ہوگیا اور مڑگیا۔ لَحَدَ کا معنی بھی یہی ہے یہ اس کا دوسرا لہجہ ہے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ قرآن کی آیت کو یوں بھی پڑھا گیا ہے: لِسَانُ الَّذِی یَلْحَدُونَ اِلَيْهِ: (یعنی یَلحدون میں یاء پر ضمہ کی بجائے فتحہ) معنی جس زبان کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں۔

اَلتَحَدَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اَلْحَدَ

الـرَّجُلُ: آدمی نے حرم میں ارتکاب ظلم کیا۔ قول خداوندی ہے: وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادٍ بِظُلْمٍ: وہ جو اس میں شرارت سے کج روی (وکفر) کرنا چاہے۔ یہاں لفظ الحـاد سے پہلے باء زائد ہے یعنی یہ الحادًا بِظُلْمٍ ہے۔

اللَّحْدُ بروزن الفَلْسُ: قبر کے اندر ایک طرف کو کھودنا۔ اس کا ایک لہجہ لام مضموم کے ساتھ یعنی اللُّحْدُ ہے۔

لَحَدَ للقَـبْـرِ لَحْدًا: اس نے قبر میں لحد بنائی یعنی اندر سے ایک جانب کی کھدائی کی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَلْحَدَ لَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ل ح س - اللَّحْسُ باللِّسَـانِ: زبان کے ساتھ چاٹنا۔ اس کا باب فهم ہے اور لَحْسَةً اور لُحْسَةً (لام مفتوح ومضموم) ولَحَظَ اِلَيْهِ: چوری آنکھ سے دیکھنا یا گوشۂ چشم سے دیکھنا۔

ل ح ظ - لَحَظَهُ اللَّحَاظُ: (لام مفتوح)، گوشۂ چشم۔ آنکھ کا کنپٹی کی طرف کا کنارہ۔ اور اللِّحَاظ: (لام مکسور) لاحَظَة کا مصدر ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اس نے اس کی رعایت کی یا اس کا لحاظ کیا۔

ل ح ف - اِلْتَحَفَ بـالثَّوْبِ اس نے کپڑا لپیٹ لیا، یا اوڑھ لیا۔

اللِّحَافُ: لحاف۔ جسے اوڑھا جاتا ہے یا کسی چیز کو ڈھانپا جاتا ہے۔

اِلْتَحَفْتُ: تو نے ڈھانپ لیا۔ اوڑھ لیا۔

اَلْحَفَ السَّائِلُ: مانگنے والے نے اصرار کیا۔ محاورہ ہے: لَيْسَ لِلْمُلْحِفِ مِثْلُ الرَّدِّ: اصرار کر کے مانگنے والے کو بری طرح دھتکارا جاتا ہے۔

ل ح ق - لَحِقَهُ: (حاء مکسور) اور لَحِقَ بِهِ لَحَاقًا (لام مفتوح) وہ اس سے جا ملا یا اس نے اسے پالیا۔

اَلْحَقَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے اس کے ساتھ ملا دیا۔ اَلْحَقَهُ کا معنی لَحِقَهُ بھی ہے۔ دُعا (قنوت) میں یہ کلمات: اِنَّ عَـذَابَکَ بالکُفَّارِ مُلْحِقٌ: کا معنی ہے کہ بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا یا پہنچنے والا ہے۔ اس میں مُلْحِقٌ حاء مکسور ہے جبکہ دُرست حاء مفتوح ہے یعنی مُلْحَقٌ۔

تَـلاحَـقَتِ المَـطَـايَا: سواری ایک دوسرے کے ساتھ مل گئیں۔

لاحِقٌ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کے ایک گھوڑے کا نام تھا۔

ل ح م - اللَّحْمُ: گوشت۔ زیادہ مشہور اللَّحْمَةُ ہے۔ اس کی جمع لِحَامٌ لُحُومٌ اور لُحْمَانٌ ہے۔

اللُّحْمَةُ: (لام مضموم) قرابت، رشتہ داری۔

لُحْـمَـةُ الثَّوْبِ: کپڑے کا پانا۔ (لام

مضموم بھی ہے اور مفتوح بھی)۔

لُحْمَةُ البَازِی: شکار میں سے باز کا حصہ۔ اس میں بھی لام مضموم اور مفتوح ہے۔

المَلْحَمَةُ: فتنہ کے دوران خونریزی۔

المُتَلاحِمَةُ: گوشت کے اندر کا زخم جو ہڈی کے اوپر کی جھلی تک نہ پہنچا ہو۔

المُلْحَمُ: کپڑے کی ایک قسم۔

لاحَمَ الشَّیْئَ بالشَّیْئِ: اس نے ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ ویلڈنگ کی۔

لَحُمَ الرَّجُلُ: آدمی فربہ ہو گیا۔ یعنی پُر گوشت ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل لحیم ہے یعنی پُر گوشت آدمی۔

لَحِمَ: اسے گوشت کی خواہش ہوئی۔ اس کا باب طرب ہے۔

لَحِمٌ: گوشت کھانے کا رسیا یا شوقین۔

لَحَمَ القَوْمَ: اس نے قوم کو گوشت کھلایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

لاحِمٌ: گوشت کھلانے والا۔ ان معنوں میں اَلْحَمَهُمْ نہیں کہنا چاہئے۔ یہ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: رَجُلٌ لاحِمٌ: گوشت والا۔ اس کی مثال لابِنٌ اور تامِرٌ ہے۔

اللَّحَّامُ: گوشت فروش۔

لَحَمَ العَظْمَ: اس نے ہڈی سے گوشت اتارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اَلْحَمَ النَّاسِجُ الثَّوْبَ: کپڑا بننے والے نے کپڑا بنا۔ مثل ہے کہ: اَلْحِمْ مَا اَسْدَيْتَ: یعنی تو نے نیکی کا جو کام شروع کیا ہے اسے پورا کر۔

اَلْحَمَ الرَّجُلُ: آدمی کے گھر میں گوشت کی فراوانی ہو گئی۔

اِلْتَحَمَ الجُرْحُ: زخم کو انگور آ گیا۔

ل ح ن - اللَّحْنُ: اعراب میں غلطی کرنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلانٌ لَحّانٌ اور لَحّانَةٌ بھی یعنی فلاں شخص اعراب میں غلطی کرتا ہے۔

التَّلْحِيْنُ: لحن کے ساتھ پڑھنا یا پڑھنے میں غلطی کرنا۔

اللَّحْنُ: طرز ادا، لَے، انداز۔ اس کی جمع الحان اور اللُّحُونُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اِقْرَأُوا بِلُحُوْنِ العَرَبِ: قرآن کریم کو عربوں کے لب ولہجے میں پڑھو۔

قَدْ لَحَنَ فِی قِرَائَتِهٖ: وہ اپنی قراءت (قرآن) میں غلطیاں کرتا تھا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ قرآن کو گا کر اور گنگنا کر پڑھتا تھا۔

هُوَ اَلْحَنُ النَّاسِ: وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اچھا قاری اور خوش آواز ہے۔

اَلْحَنُ: (حاء مفتوح) ذہانت، فطانت۔

قَدْ لَحِنَ: وہ زیادہ ذہین نکلا۔ اس کا باب

طَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: وَلَعَلَّ اَحَدَكُمُ اَلْحَنُ بِحُجَّتِهٖ مِنَ الآخر: شاید تم میں سے کوئی ایک فریق دوسرے سے اپنی دلیل دینے میں زیادہ چالاک اور ہوشیار ہو۔

لَحَنَ لَهُ: اس نے اشارے کنائے سے کوئی بات کہی جسے وہ سمجھ گیا لیکن کسی دوسرے کو اس کا پتہ نہ چلا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

لَحِنَهُ هُوَ عَنْهُ: اس نے اس کی بات سمجھ لی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَلْحَنَهُ هُوَ اِيَّاه: اس نے اسی کو بات سمجھا دی۔ بقول الفزاری:

مَنْطِقٌ رَائِعٌ وَالْحَنُ اَحْيَـ
وخير الحَدِيْثِ ما كان لَحْنَا

''بات عمدہ ہے لیکن اس کی بات میں کبھی کبھار لحن ہوتا ہے اور بہترین بات وہ ہے جو کبھی جا سکے۔''

شاعر کی مراد یہ ہے کہ اس کی محبوبہ بعض اوقات جو بات کہتی ہے اس سے اس کی مراد کچھ اور ہوتی ہے۔ وہ اپنی بات میں تعریض کرتی ہے اور اپنی ذہانت سے اپنی بات کو اس جہت سے پھیر لیتی ہے۔ بقول خداوندی: وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ: تم ان کے لب ولہجہ سے اصل بات جان لو گے۔ اور اصل مقصد و مراد کو سمجھ لو گے۔

ل ح ی - اَللَّحْیُ: داڑھی اُگنے کی جگہ، انسان کی ہو یا کسی اور کی۔

هُمَا لِحْيَان: وہ دو تھوڑیاں ہیں۔

ثَلَاثَةُ اَلْحٍ: تین تھوڑیاں۔ بہت زیادہ ہوں تو کہیں گے: لُحِیٌّ بروزن فُعُوْلٌ۔

اِللِّحْيَةُ: داڑھی۔ اس کی جمع لُحِیً (لام مکسور و مضموم) ہے۔ مضموم کی مثال ذُرْوَةٌ کی جمع ذُرًی ہے۔

قَدْ اِلْتَحَی الغُلَامُ: لڑکے کی داڑھی آ گئی۔

رَجُلٌ لِحْيَانِيٌّ: لمبی داڑھی والا آدمی (لام مکسور)۔ التَّلَحِّيّ: پگڑی کا ایک پھیر تھوڑی کے نیچے سے گزارنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ نَهَى عَنِ الاقْتِعَاطِ وامَرَ بالتَّلَحِّيّ: نبی اکرم ﷺ نے اقتعاط (تھوڑی کے نیچے سے پھیر گزار بغیر پگڑی باندھنے سے) منع فرمایا اور تلحیّ کا حکم دیا۔

اللِّحَاءُ: (لام مکسور اور الف ممدود) درخت کی چھال۔ لَحَا العَصَا: اس نے لاٹھی کی چھال اتار لی۔ اس کا باب غَدَا ہے۔

لَحَاهَا يَلْحَاهَا (لَحْيًا) کا معنی بھی یہی ہے۔

لَحَاهُ يَلْحَاهُ لَحْيًا: اس نے اسے

ملامت کی۔

لَاحَاهُ مُلَاحَاةً وَلِحَاءً: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔ مثل ہے: مَنْ لَاحَاكَ فَقَدْ عَادَاكَ: جس نے تم سے جھگڑا کیا تو گویا اس نے تمہارے ساتھ دشمنی کی۔

تَلَاحَوْا: انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ محاورہ ہے: لَحَاهُ اللّٰهُ: اللہ اس پر لعنت کرے۔

ل خ ص - التَّلْخِيصُ: خلاصہ بیان کرنا۔ تفصیل یا شرح بیان کرنا۔

ل خ ف - اللِّخَافُ: (لام مکسور) سفید باریک پتھر۔ اس کا واحد لَخْفَةٌ بروزن صَحْفَةٌ ہے۔ اس کا ذکر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

ل خ ق - اللُّخْقُوقُ: بروزن العُصْفُورُ: زمین میں بل کی طرح شگاف۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّ رَجُلًا كَانَ وَاقِفًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم فَوَقَصَتْ بِهِ نَاقَتُهُ فِي اَخَاقِيقِ جِرْذَانٍ: ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑا تھا اچانک اس کی اونٹنی چوہوں کے بلوں اور ان کے سوراخوں میں بدکنے لگی۔ اصمعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لفظ لَخَاقِيقُ ہے اور اس کا واحد لُخْقُوقٌ ہے۔ اس کا معنی زمین کے شگاف ہیں۔

ل د د - رَجُلٌ اَلَدُّ: جھگڑالو شخص۔

قَوْمٌ لُدٌّ: جھگڑالو قوم۔

لَدَّهُ: وہ اس کے ساتھ جھگڑ پڑا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اس کا اسم فاعل لَادٌّ اور لَدُودٌ (لام مفتوح) ہے۔

ل د غ - لَدَغَتْهُ الْعَقْرَبُ: بچھو نے اسے ڈس لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور تَلْدَاغًا بھی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَلْدُوغٌ اور لَدِيغٌ ہے۔

ل د م - اللَّدْمُ: پتھر یا کسی اور چیز کے زمین میں پڑنے سے پیدا ہونے والی آواز۔ یہ آواز زیادہ سخت نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے: وَاللّٰهِ لَا اَكُوْنُ مِثْلَ الضَّبُعِ تَسْمَعُ اللَّدْمَ حَتّٰى تَخْرُجَ فَتُصَادُ: یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ معنی یہ ہے: 'اللہ کی قسم! میں بجو کی طرح نہ بنوں گا جو کسی چیز کے گرنے کی آواز سنتا ہے تو شکار کرنے کیلئے باہر نکلتا ہے اور خود شکار ہو جاتا ہے۔

ل د ن - رُمْحٌ لَدْنٌ: (لام مضموم) نرم لچکدار نیزہ، اور رِمَاحٌ لُدْنٌ: (لام مضموم)۔ لَدْنٌ ایک جگہ کا نام ہے، جو یہاں مراد ہے۔

لَدُنْ: اسم ظرف غیر متمکن ہے جس کا معنی پاس اور قریب ہے۔ حروف جر میں سے صرف ایک حرف جر مِنْ اس پر داخل کیا گیا

ہے۔قول خداوندی ہے: مِنْ لَدُنَّا: یہ مضاف ہوکر آتا ہے اور اپنے مابعد کو جر دیتا ہے۔اس کے تین لہجے ہیں:

(۱) لَدُنْ.

(۲) لَدَی اور

(۳) لَدُ.

لوگ کہتے ہیں: لَدُنْ غُدْوَۃً صبح کے وقت۔غُدْوَۃً کے سوا اور کوئی لفظ لَدُنْ کے بعد منصوب نہیں آیا۔صرف غُدْوَۃً ہی ایک مخصوص لفظ ہے جو لَدُن کے بعد منصوب آتا ہے۔

ل د ی-لَدَی: پاس۔لَدُن کا ایک لہجہ ہے۔قول خداوندی ہے: وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ: دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا۔لَدَی کا ضمیروں کے ساتھ اتصال عَلَیْکَ کی طرح ہوتا ہے۔(یعنی لَدَیْکَ وغیرہ)۔

ل ذ ذ-اَللَّذَۃُ: لذت، مزا۔اس کی جمع لَذَّات ہے۔

قَدْ لَذِذْتُ الشَّیْئَ: میں نے چیز کا مزا چکھا یا میں نے اسے مزیدار پایا۔اس کا باب سَلِمَ ہے۔اور لِذَاذًا بھی۔

اِلْتَذَّ بِہٖ و تَلَذَّذَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

شَرَابٌ لَذٌّ: مزیدار شراب یا مشروب۔

لَذِیْذٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

اِسْتَلَذَّہٗ: اس نے اسے مزیدار سمجھا یا خیال کیا۔

اَللُّذُّ: نیند۔

اَللَّذِ اور اَللَّذْ: (ذال مکسور اور ذال ساکن) اَلَّذِیْ کے دو لہجے ہیں۔اس کا تثنیہ اَللَّذَا ہے اور جمع اَلَّذِیْنِ۔شاید اسے رفعی حالت میں اَللَّذُوْن بھی کہا گیا ہو۔

ل ذ ع-لَذَعَتْہُ النَّارُ: اسے آگ نے جلا دیا۔اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَللَّوْذَعِیُّ: خوش مزاج اور زندہ دل شخص۔اور خوش بیان آدمی۔

ل ذ ی-اَلَّذِی: اسم مبہم، مذکر، یہ مبنی ہے اور معرفہ ہے، صلہ کے بغیر مفہوم اور معانی مکمل نہیں ہوتے۔دراصل یہ لفظ لَذِی ہے۔اس پر الف لام داخل ہوا۔اس سے الف لام کو الگ کرنا جائز نہیں ہے۔اس کے چار لہجے ہیں:

(۱) اَلَّذِی.

(۲) اَللَّذِ: (ذال مکسور)۔

(۳) اَللَّذْ: (ذال ساکن) اور،

(۴) اَلَّذِیُّ: (یاء مشدد)۔

اس کے تثنیہ کے صیغے کے تین لہجے ہیں:

(۱) اَللَّذَان.

(۲) اَللَّذَا: (نون محذوف) اور،

(۳) اَللَّذَانِّ: (نون مشدد)۔

اس کی جمع کے دو لہجے ہیں:

(۱) الَّذِيْنَ: (رفعی نصبی اور جری تینوں حالتیں یکساں)۔
(۲) الَّذِی: (نون محذوف)۔
بعض لوگ رفعی حالت میں اللَّذُوْنَ کہتے ہیں۔ اس کا اسم تصغیر اللَّذَیَّا (لام مفتوح اور یاء مشدّد) ہے۔
ل ز ب – طِیْنٌ لَازِبٌ: چپکنا گارا۔ اس کا باب دخل ہے۔
اللَّازِبُ کا معنی الثَّابِتُ یعنی مضبوط بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: صَارَ الشَّیْئُ ضَرْبَةَ لَازِبٍ: چیز مضبوط ہوگئی۔ یہ ضرورت سے زیادہ فصیح ہے۔
ل ز ج – لَزِجَ الشَّیْئُ: چیز لیسدار اور چپکنے والی بن گئی یا پھیل گئی۔ اس کا اسم فاعل لَزِجٌ ہے۔ اور اس کا باب طرب ہے۔
ل ز ز – لَزَّهُ: اس نے اسے باندھ لیا یا اسے چپکا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔
المُلَزَّزُ: بناوٹ کے اعتبار سے سخت گھٹا ہوا یا بندھا ہوا۔ قَدْ لَزَّزَهُ اللهُ: اللہ نے اسے گھوٹ کے باندھ دیا۔
لَازَزْتُهُ: میں نے اسے چپکا دیا۔
ل ز ق – لَزِقَ بِهِ: (زای مکسور) لُزُوْقًا: وہ اس کے ساتھ چپک گیا۔ لُزُوْقًا میں لام مضموم ہے۔
اِلْتَزَقَ بِهِ: وہ ساتھ چمٹ گیا یا چپک گیا۔
کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ لِزْقِی وبِلِزْقِی اور لَزِیْقِی: فلاں میرے پہلو میں ہے۔ یعنی بہت قریب ہی ہے۔
ل ز م – لَزِمْتُ الشَّیْئَ: میں نے ایک چیز کو لازم پکڑا۔ اپنے لئے ضروری قرار دیا۔ اس میں زای مکسور ہے۔ اس کا مصدر لُزُوْمًا اور لِزَامًا ہے۔
لَزِمْتُ بِهِ وَلَازَمْتُهُ: میں نے اسے اپنے ساتھ رکھا، یا میں اس کے ساتھ ہوگیا۔
اللِّزَامُ المُلَازِمُ: مستقل ساتھ رہنے والا۔ موت۔ نہایت ضروری ساتھ۔ کہا جاتا ہے: صَارَ کَذَا ضَرْبَةَ لَازِمٍ: ایسا ضروری ہوگیا۔ یہ محاورہ ضَرْبَةُ لَازِبٍ کا ایک لہجہ ہے۔
اَلْزَمَهُ الشَّیْئُ فَالْتَزَمَهُ: اس نے اس کے ذمے کوئی چیز یا بات لگا دی۔ تو اس نے اسے اپنے اوپر لازم کر لیا یا ذمے لے لی۔
ل س ع – لَسَعَتْهُ العَقْرَبُ والحَیَّةُ: اسے بچھو اور سانپ نے ڈس لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
ل س ق / ل ص ق – لَسِقَ بِهِ اور لَصِقَ بِهِ: (سین اور صاد مکسور) لُصُوْقًا (صاد مضموم) اِلْتَسَقَ بِهِ اور اِلْتَصَقَ بِهِ: وہ اس کے ساتھ چمٹ گیا۔
اَلْسَقَهُ بِهِ غَیْرُهُ: کسی اور نے اسے اس

کے ساتھ چمٹایا۔
اَلصَقَهُ بِهِ غَيْرُه کا معنی بھی یہی ہے۔
فُلانٌ لِسْقِيْ ولِصْقِيْ وبِلِسْقِيْ وبِلِصْقِيْ ولَسِيْقِيْ اور لَصِيْقِيْ: تمام کا معنی یہ ہے کہ وہ میرے پہلو میں ہے یعنی میرا قریبی ساتھی ہے۔

ل س ن - اللِّسان: زبان، آلۂ کلام۔ بعض اوقات یہ کلمہ بطور کنایہ بات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تو اس حالت میں یہ مؤنث ہے۔ جن لوگوں نے اسے مذکر قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں: ثَلاثَةُ اَلْسِنَةٍ بمعنی تین زبانیں۔ اس کی مثال حِمَارٌ اور اَحْمِرَةٌ ہے۔ اور جو اسے مؤنث کہتے ہیں وہ کہتے ہیں: ثُلاثُ اَلْسُنٍ اس کی مثال 'ذِراعٌ اور اَذْرُعٌ' ہے۔
اللَّسَنُ: (لام اور سین دونوں مفتوح) فصاحت۔
قَدْ لَسِنَ: وہ فصیح ہوگیا۔ یا اس نے فصیح بات کی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور اسم فاعل لَسِنٌ بمعنی فصیح اور اَلْسَنُ ہے یعنی فصیح البیان شخص۔
فُلَانٌ لِسَانُ الْقَوْمِ: فلاں شخص قوم کا ترجمان ہے۔
اللِّسَانُ: لِسَانُ المِيزان: پرانے ترازو کا وہ حصہ جو تولتے وقت ہاتھ میں رہتا ہے۔

لَسَنَهُ: اس نے اسے زبان سے پکڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ل ص ص - اللِّصُّ: چور، اس کی جمع اللُّصُوْصُ.
اللُّصُّ: (لام مضموم) ایک اور لہجہ اور لَصٌّ ہے۔
اللُّصُوْصِيَّةُ: چوری (لام مضموم اور مفتوح)۔ هُوَ يَتَلَصَّصُ: وہ چوروں والی حرکات کرتا ہے۔ اَرْضٌ مَلَصَّةٌ: چوروں والی زمین یا جگہ، بروزن مَحَجَّةٌ۔

لَصِقَ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل س ق'.

ل ط خ - لَطَخَهُ بِكذا فَتَلَطَّخَ: اس نے اسے فلاں چیز سے لتھڑایا آلودہ کیا تو وہ لتھڑ گیا، یا آلودہ ہوگیا۔

ل ط ع - اللَّطَعُ: دانتوں کا گرنا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

ل ط ف - لَطُفَ الشَّيْئُ: چیز لطیف اور ہلکی ہوگئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے اور اسم فاعل لَطِيْفٌ ہے۔
اللُّطْفُ فِيْ العَمل: کام میں شفقت اور مہربانی اور نرمی۔
اللُّطْفُ من اللّٰه تعالى: اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عصمت۔ اَلطَفَهُ بِكَذا: اس نے اسے یہ تحفہ دیا یا اس پر یہ مہربانی کی۔ اس کا اسم اللَّطَفُ (لام اور طاء دونوں مفتوح)۔ کہا جاتا ہے: جَاءَتْنَا لَطَفَةٌ

مـــن فـُلانٍ: ہمیں فلاں شخص کی طرف سے تحفہ آیا۔

المُـلاطَـفَـةُ: باہم ایک دوسرے کے ساتھ لطف ومہربانی کرنا۔

التَلطُّفُ لِلأمــرِ: کام کے لئے نرمی اختیار کرنا۔

ل ط م - اللَطْمُ: تھپڑ، طمانچہ، منہ پر ہتھیلی سے تھپڑ مارنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اللَطِيمَةُ: اونٹوں کا وہ کارواں جو خوشبو اور تاجروں کے کپڑے بار کئے ہوئے ہو، اٹھاتا ہے یا اٹھائے ہوتا ہے۔ ممکن ہے عطاروں کے بازار کو بھی اللَطِيمَة کہتے ہوں۔

اللَطِـــيمُ: وہ شخص جس کے ماں باپ دونوں مر گئے ہوں۔ اور العَجِـيُّ وہ شخص جس کی صرف ماں مر گئی ہو اور الیتیم وہ شخص جس کا باپ مر گیا ہو۔

لَاطَمَهُ: اس نے اسے تھپڑ مارا۔

تـَلاطَمَا: دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو تھپڑ مارے۔

اَلتَطَمَتِ الأمْوَاجُ: لہریں باہم ٹکرائیں۔

ل ظ ظ - اَلَظَّ بِهٖ: وہ اس کے ساتھ رہا اور اس سے الگ نہیں ہوا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اَلِظُّوْا فِی الـدُّعَا بِيَاذَ الجَلال والاِكْرَام: دعا میں لازماً یا ذا الجلال والاکرام کہا کرو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الْإِلْظَاظُ کا معنی الحاح یعنی عاجزی وانکساری اور مانگنے پر اصرار ہے۔

ل ظ ی - اللَظٰی شعلہ، آگ۔

لَـظَـی بھی جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ اسم معرفہ اور غیر منصرف ہے۔

اِلْتِظَاءُ النَارِ: آگ کا بھڑکانا۔ بھڑکنا۔

تَلَظِّيهَا: آگ کا بھڑک اٹھنا۔

ل ع ب - اللَعِبُ کھیلنا۔ اللَعْبُ کا معنی بھی یہی ہے۔ لَعِبَ کا باب طَرِبَ ہے اور لِعْبًا بروزن عِلْمًا کا معنی بھی یہی ہے۔

تَلَعَّبَ: وہ بار بار کھیلا۔

رَجُلٌ تِلْعَابَةٌ: تا مکسور) بہت زیادہ کھیلنے والا، کھلاڑی، کھلنڈرا۔

التَلْعَابُ: لعب کا مصدر ہے۔ کھیلنا۔

لُعَابُ النَحْلِ: شہد۔ اللُعَابُ: منہ سے ٹپکنے والی رال۔ لعاب دہن۔

لَعَبَ الصَّبِيُّ: بچے کے منہ سے رال ٹپکی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

لُعَابُ الشَّمْسِ: دھوپ کی تمازت کے باعث مکڑی کے جالے کی طرح جو جالا سا نظر آتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہی سَرَاب ہے۔

ل ع ث م: بقول ابو زید: تَلَعْثَمَ فی الأمــر: اس نے کام میں دیر کی یا تاخیر کی یا سستی کی۔ خلیل کا قول ہے کہ اس کا معنی

ہے: وہ اس سے ہٹ گیا اور اسے خوب غور سے دیکھایا اسے دیکھتا رہا۔

ل ع س - اللَّعَسُ: (لام اور عین دونوں مفتوح) ہونٹوں کا رنگ جو تھوڑا سا سیاہی مائل ہو۔ اسے ملیح یعنی خوبصورت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا باب طَـرِبَ ہے۔ کہا جاتا ہے: شَفَةٌ لَعْسَاء: نمکین یا خوبصورت ہونٹ۔

فِتيَةٌ ونِسْوَةٌ لُعْسٌ: خوبصورت لڑکے اور عورتیں۔

ل ع ع - لَعْلَعٌ: ایک پہاڑ جس پر ایک اہم واقعہ یا حادثہ ہوا تھا۔ (المنجد میں اس کا معنی سراب، بھیڑیا اور حجازی درخت دیا گیا ہے)۔

ل ع ق - لَعِقَ الشَّيْئَ: اس نے ایک چیز کو چاٹ لیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

المِلْعَقَـةُ: چمچا یا چمچی۔ اس کی جمع المَلَاعِقُ ہے۔

اللُّعْقَةُ: (لام مضموم) جو چیز چمچے سے لی جائے۔ اللَّعْقَةُ: (لام مفتوح) ایک چمچہ بھر، چمچہ سے ایک دفعہ کوئی چیز لینا۔

اللَّعُوقُ: (لام مفتوح) چٹنی یا مُربہ۔ یا تُرشی۔

ل ع ل - لَعَلَّ: کلمہ شک۔ یہ کلمہ اصل میں عَلَّ ہے اور شروع والا لام حرف زائد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لَعَلِّي اَفْعَلُ اور لَعَلَّنِيْ اَفْـعَلُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی میں شاید یہ کام کروں۔

ل ع ن - اللَّعْنُ: دھتکارنا۔ یا خیر سے دور ہٹانا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اللَّعْنَةُ: اس کا اسم ہے یعنی لعنت۔ اس کی جمع لِعَانٌ اور لَعَنَاتٌ ہے۔

الرَّجُلُ لَعِينٌ و مَلْعُوْنٌ: راندہ یا دھتکارا ہوا آدمی۔

الـمَـرْأةُ لَعِيْـنٌ: عورت ملعون ہے۔ مؤنث کے لئے بھی لعین آتا ہے۔

المُلَاعَنَةُ: ایک دوسرے کو لعنت کرنا۔

اللِّعَـانُ: لعنت کی بددعا کرنا۔ میاں بیوی کی تفریق کی ایک اصطلاح۔

المَلْعَـنَةُ: چوک۔ راستے کا موڑ۔ لوگوں کے اُترنے کی جگہ۔ حدیث شریف میں ہے: اِتَّـقُـوْا المَـلَاعِنَ: ناپاک جگہوں سے بچو، پرہیز کرو۔

رَجُـلٌ لُعَنَـةٌ: لوگوں کو بہت زیادہ لعنت کرنے والا شخص۔ اور رَجُلٌ لُعْـنَةٌ (عین ساکن) بہت بڑا لعنتی جسے لوگ کثرت سے لعنت کرتے ہوں۔

ل ع ا: جسے ٹھوکر لگے اسے دعائیہ کلمے کے طور پر کہا جاتا ہے: لَعًا لَّکَ یعنی جیتے رہو۔

ل غ ب - اللُّغُوبُ: (لام اور غین دونوں مضموم) تکان۔ تھک ہار جانا، رہ جانا، اس

کا باب دَخَلَ ہے۔

لَغِبَ: (غین مکسور) اس کا ایک کمزور لہجہ ہے۔

ل غ ز - اَلْغز فی کلامہ: اس نے پہیلی یا اشاروں کنایوں میں بات کی۔ اس کا اسم اللُّغْزُ پہیلی، معمہ، اس کی جمع اَلْغَازٌ ہے۔ اس کی مثال رُطَبٌ اور اَرْطَابٌ ہے۔

ل غ ط - اللَّغطُ: (لام اور غین دونوں مفتوح) آواز، شوروغوغا۔ قَدْ لَغَطُوْا: انہوں نے شور مچایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ لِغَاطًا (لام مکسور) اور لَغطًا (لام مفتوح اور غین دونوں مفتوح) کا معنی بھی یہی ہے۔

ل غ م: ابن الاعرابی رحمہ اللہ نے بتایا کہ: میں نے ایک اعرابی یعنی بدو سے کہا: کب چلو گے؟ تو اس نے جواب دیا کہ: تَلَغَّمُوْا بِيَوْمِ السَّبْتِ: یعنی انہوں نے چلنے کے لئے ہفتہ کا ذکر کیا ہے۔

بقول الکسائی لَغَمَ کا باب قَطَعَ ہے۔ اور معنی یہ ہے: اس نے اپنے ساتھی کو ایسی بات بتائی جس کا اسے یقین نہیں۔

ل غ ا - لَغَا: اس نے باطل یا لغو کہا۔ اس کا باب عَدَا اور صَدِیَ ہے۔

اَلْغَی الشَّیْءَ: اس نے چیز کو باطل اور لغو یعنی بیکار کر دیا۔

اَلْغَاهُ مِنَ الْعَدَدِ: اس نے عدد میں سے اسے نکال دیا۔ اللَّاغِيَةُ: منسوخ یا باطل قرار دی گئی چیز۔ قول خداوندی ہے: لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً: (جنتی لوگ جنت میں) کوئی لغو اور بیہودہ بات نہیں سنیں گے۔

لَاغِيَة کی مثال لَابِن اور تَامِرٌ ہے۔

اللَّغْوُ فی الْأَيْمَانِ: ایسی قسم، جس کا انسان کے دل میں ارادہ نہ ہو۔ یعنی غیر ارادی طور پر منہ سے نکلی ہوئی قسم۔ مثلاً: یہ کہنا لا واللّٰہ اور بَلٰی، واللّٰہ۔

اللُّغَةُ: اس کی اصل لُغَیٌ ہے یا لُغَوٌ ہے۔ اس کی جمع لُغًی ہے۔ اس کی مثال بُرَةٌ اور بُرًی ہے۔ اس کی جمع لُغَاتٌ بھی۔ اس کا معنی مصطلح کلام، زبان، علم معرفت اَوْضَاع مفردات ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ: سَمِعْتُ لُغَاتَهُمْ: میں نے ان کی باتیں سنیں۔ اس میں تاء مفتوح ہے۔ صاحب کتاب نے اس تاء کو 'ۃ' سے تشبیہ دی ہے جو وقف کی صورت میں ہاء کی آواز سے بولی جاتی ہے۔ لغة سے صفت نسبتی لُغَوِیٌّ ہے۔ اسے لَغَوِیٌّ (لام مفتوح) نہیں کہنا یا پڑھنا چاہئے۔

ل ف ت - اللَّفْتُ: گردن موڑنا، توجہ کرنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: اِنَّ مِنْ اَقْرَا النَّاسِ الْقُرآنَ مُنَافِقًا

لَایَدَعُ مِنْهُ واوًا وَلَا اَلِفًا یَلْفِتُهُ بِلِسَانِہٖ کَمَا تَلْفِتُ البَقَرَۃُ الخلی بِلِسَانِھَا: قرآن کے بڑے قاریوں میں سے ایک وہ منافق بھی ہوگا جو کسی واوَیا الف کو زبان سے مروڑے بغیر نہ چھوڑے جس طرح گائے ہری گھاس کو زبان سے مروڑتی ہے۔

لَفَتَ وَجْهَهُ عَنْهُ: اس نے اس سے منہ پھیرلیا۔

لَفَتَهُ عَنْ رایِہٖ: اس نے اس کی رائے سے پھیرلیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اِلْتَفَتَ اِلْتِفَاتًا: اس نے توجہ کی۔

التَّلَفُّتُ: بہت زیادہ توجہ کرنا، دھیان دینا۔

ل ف ح - لَفَحَتْهُ النَارُ والسُّمُوْمُ بِحَرِّھَا: آگ یا گرم ہوا نے اسے اپنی گرمی سے جلایا یا جھلسا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے: جس ہوا میں لَفْحٌ (جلن) ہو وہ حَرٌّ ہے اور جس ہوا میں نَفْحٌ (یعنی پھونک یا ٹھنڈک ہو) وہ بَرْدٌ ہے۔

اللُّفَاحُ بروزن التُّفَّاحُ: ایک خوشبودار پودا جس کو لوگ سونگھتے ہیں۔ وہ جب زرد ہو جاتا ہے تو اس کی شکل بینگن کی طرح ہوتی ہے یعنی پک کر اس کی شکل بینگن جیسی ہو جاتی ہے۔

ل ف ظ - لَفَظَ الشَّیْئَ مِنْ فَمِہٖ: اس نے اپنے منہ سے کوئی چیز نکال پھینکی۔ اس پھینکی ہوئی چیز کو لُفَاظَۃٌ کہتے ہیں۔ لفظ بالْكَلَامِ وتَلَفَّظَ بہ: اس نے بات کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہ دراصل مصدر ہے۔

ل ف ف - لَفَّ الشَّیْئَ: اس نے چیز کو لپیٹ لیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

لَفَّفَهُ: اسے مبالغہ کے لئے مشدّد کیا گیا۔

تَلَفَّفَ فی ثَوْبِہٖ: اس نے کپڑے میں لپیٹ لیا۔ التَفَّ بِثَوْبِہٖ: وہ اپنے کپڑے میں لپٹ گیا۔ اللِّفَافَۃُ: جو انسان وغیرہ کے اوپر لپیٹا جاتا ہے۔ اس کی جمع اللَّفائفُ ہے۔

اللَّفِیْفُ: مختلف قبائل کے لوگوں کا اجتماع یا اکٹھ۔ قول خداوندی ہے: جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا: ہم تم کو لپیٹ کے یعنی اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔ عربی زبان کے قواعد میں ایک اصطلاح لفیف ہے جس میں کسی کلمہ میں ثلاثی مجرد کے افعال میں سے دو حروفِ علت آئیں مثلاً: ذوی اور حیی۔

الألفَافُ: گھنے درخت جو ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے ہوں۔ قول خداوندی ہے: وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا: گھنے درختوں کے باغات۔ اس کا واحد لِفٌّ ہے۔ اس میں لام مکسور ہے۔

ل ف ق-لَفَقَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے کے ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے جوڑ کر سیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اَحَادِيْثُ مُلَفَّقَةٌ: جھوٹی باتیں اور خرافات۔ چکنی چپڑی باتیں۔

ل ف ا-اللَّفَاءُ: (لام مفتوح) گھٹیا اور حقیر چیز۔ کہا جاتا ہے کہ: رَضِيَ فُلَانٌ مِنَ الوَفَاءِ بِاللَّفَاءِ: فلاں شخص اپنے بڑے حصے کے مقابل معمولی سی چیز پر راضی ہو گیا۔ اَلْفَاهُ: اس نے اسے پالیا۔ تَلَافَاهُ: انہوں نے اس کا تدارک کیا، یا اس کی تلافی کر دی۔

ل ق ب-اللَّقَبُ: کسی کو اچھا یا بُرا نام دینا یا اچھے بُرے نام سے پکارنا۔
لَقَّبَهُ بِكَذَا فَتَلَقَّبَ بِهٖ: اس نے اسے فلاں لقب سے پکارا تو وہ اس نام سے پکارا جانے لگا۔ یا اس نے اسے فلاں لقب دیا تو اس کا وہ لقب ہو گیا۔

ل ق ح-اَلْقَحَ الفَحْلُ النَّاقَةَ: اونٹ نے اونٹنی کو حاملہ کر دیا۔
اَلْقَحَتِ الرِّيْحُ السَّحَابَ: ہوا نے بادلوں کو بار آور کیا۔
رِيَاحٌ لَوَاقِحُ: بادلوں سے بارش برسانے والی ہوائیں۔ لَوَاقِحُ کے بدلے مَلَاقِحُ نہیں کہنا چاہیے، یہ نادر ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کلمہ کی اصل مُلْقَحَةٌ ہے۔ لیکن ہوائیں تب تک بادلوں کو بار آور نہیں کرتیں تاوقتیکہ یہ خود حامل نہ ہوں۔ گویا ہوائیں پہلے خود بار آور ہوتی ہیں اور ان میں خیر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر جب یہ بادل پیدا کرتی ہیں اور ان میں خیر کا مادہ پیدا ہوتا ہے تو ایک خیر دوسری خیر تک پہنچتی ہے۔
تَلْقِيْحُ النَّخْلَ: کھجور کے درخت میں پیوند کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: لَقَحَ النَّخْلَةَ: اس نے کھجور کے درخت کا پیوند کیا۔ اس کا مصدر تَلْقِيْحًا ہے۔
اَلْقَحَهَا: اس نے اسے پیوند کیا۔
المَلَاقِحُ: نر اونٹ۔ یہ کلمہ ان اونٹنیوں کے لئے بولا جاتا ہے جن کے پیٹ میں ان کے بچے ہوں۔
المَلَاقِيْحُ: اونٹنیوں کے پیٹ میں جنین بچے۔ اس کا واحد مَلْقُوْحَةٌ ہے جو لُقِحَتْ فعل مجہول سے مشتق ہے۔ اس کی مثال حُمَّ سے مَحْمُوْمٌ اور جُنَّ سے مَجْنُوْنٌ ہے۔

ل ق ط-لَقَطَ الشَّيْئَ: اس نے زمین پر سے یا فرش پر سے چیز اٹھالی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
اِلْتَقَطَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ لوگوں کا قول ہے کہ لِكُلِّ سَاقِطٍ لَاقِطَةٌ: ہر گرنے والی چیز کا ایک اٹھانے والا ہوتا ہے۔ یعنی

نادر کلمات کو سننے والے اور پھیلانے والے بھی ہوتے ہیں۔
اللَّقِيطُ: گری پڑی چیز۔
اللَّقَطُ: (لام اور قاف دونوں مفتوح) چیزوں میں چُنی ہوئی چیز۔ اسی سے ماخوذ لفظ **لَقَطُ المَعْدِنِ** ہے۔ اس کا معنی سونے کا ٹکڑا جو سونے کی کان میں ملے۔
لَقَطُ السُّنْبُلِ: (لام مضموم) فصل کاٹنے کے بعد گرے ہوئے خوشے یا بٹے جنہیں لوگ چُن لیتے ہیں۔ یہی معنی **لُقَاطُ السُّنْبُلِ** کا ہے لُقَاط میں لام مضموم ہے۔
تَلَقَّطَ التَّمْرَ: اس نے ادھر ادھر سے کھجور کے دانے اٹھا لئے۔
ل ق ف — **لَقِفَ الشَّيْئَ**: اس نے چیز جلدی سے لے لی۔ اس کا باب **فَهِمَ** ہے۔
تَلَقَّفَهُ: اس نے جلدی سے اسے لے لیا۔
ل ق ق — **لَقَّ عَيْنَهُ**: اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھ پر مارا۔ اس کا باب **رَدَّ** ہے۔
اللَّقْلَقُ: زبان۔ حدیث شریف میں ہے: **من وقِيَ شَرَّ لَقْلَقِهِ**: جسے زبان کے شر سے بچایا گیا وہ جنت میں داخل ہوا۔
اللَّقْلَاقُ: سارس، لمبی گردن والا عجمی پرندہ جو سانپ کھاتا ہے۔ شاید اسے **لَقْلَقٌ** بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع **اللَّقَالِقُ** ہے۔ اس کی آواز **لَقْلَقٌ** کی طرح ہوتی ہے۔ ہر آواز میں اسی طرح حرکت اور لڑکھڑاہٹ ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: **مَالَمْ يَكُنْ نَقْعٌ ولا لَقْلَقَةٌ**: میت پر ماتم کرنا اس حد تک جائز ہے جس میں سر پر خاک ڈالنا اور چیخ و پکار نہ ہو۔ بقول ابو عبید **اللَّقْلَقَةُ** کا معنی سخت آواز یا آواز کی کرختگی اور شدت ہے۔
ل ق م — **لَقِمَ اللُّقْمَةَ**: اس نے نوالا نگلا۔ اس کا باب **فَهِمَ** ہے۔
اِلْتَقَمَهَا کا بھی یہی معنی ہے۔
تَلَقَّمَهَا: اس نے اسے آہستہ آہستہ نگل لیا۔
لَقَّمَهَا غَيْرَهُ: اسے کسی اور نے لقمہ دیا۔ اس کا مصدر **تَلْقِيمًا** ہے۔
اَلْقَمَهُ حَجَرًا: اس نے پتھر سے دہانہ بند کر دیا۔
ل ق ن — **لَقِنَ الكَلَامَ**: اس نے بات سمجھی۔ اس کا باب **فَهِمَ** ہے۔
تَلَقَّنَهُ: اس نے اسے تیز فہمی سے حاصل کیا۔ **التَّلْقِينُ**: تفہیم، سمجھانا۔
ل ق ی — **لَقِيَهُ لِقَاءً**: (لام مکسور اور الف ممدود) **وَلُقًى** (لام مضموم اور یاء مقصور)۔ **وَلُقِيًّا** (لام مضموم اور یاء مشدد) **ولَقْيَانًا ولَقْيَانَةً وَاحِدَةً** (دونوں میں لام مفتوح) **ولَقْيَةً وَاحِدَةً** (لام مفتوح) **وَلِقَاءَةً وَاحِدَةً** (لام مکسور والف ممدود) اس نے اس کے ساتھ ایک دفعہ ملاقات کی۔ ان معنوں میں **لَقَاةً** نہیں کہنا چاہئے کیونکہ یہ کلمہ مولد ہے اور غیر عربی کلمہ ہے۔
اَلْقَاهُ: اس نے اسے پھینک دیا، گرا دیا۔

کہتے ہیں کہ: اَلْقِهِ من یَدِکَ: اپنے ہاتھ سے اُسے چھوڑ دو۔

اُلْقِیَ اِلَیْهِ المَوَدَّةَ وبالمَوَدَّةِ: اس کے دل میں محبت ڈال دی گئی۔ اِلْتَقَوا وتَلَاقَوْا دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی وہ آپس میں ملے۔

اِسْتَلْقَی عَلَی قَفَاهُ: وہ چت لیٹ گیا۔

تَلَقَّاهُ: اس نے اس کا استقبال کیا۔ دوسروں تک پہنچایا۔ قول خداوندی ہے: اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِاَلْسِنَتِکُمْ: جب تم اپنی زبانوں پر اس کا چرچا ایک دوسرے سے کرتے تھے۔

جَلَسَ تِلْقَاءَهُ: وہ اس کی طرف منہ کر کے یا اس کے بالمقابل بیٹھ گیا۔

التِلْقَاءُ، لِقَاءٌ کی طرح مصدر بھی ہے۔

اللَّقَی (لام مفتوح) الشَّیْءُ المُلْقَی لِهَوَانِهِ: بے قدر ہونے کے باعث گری پڑی چیز۔ یعنی بے وقعت چیز۔

اللَّقْوَةُ: لقوہ، فالج کی بیماری خاص چہرے پر فالج، کہا جاتا ہے۔ لُقِیَ الرَّجُلُ: آدمی کو فالج ہوگیا (لام مضموم) جسے لقوہ کی بیماری ہو اسے مَلْقُوٌّ کہتے ہیں یعنی فالج زدہ۔

ل ک ز بقول ابو عبید اللَّکْزُ کا معنی ضَرَبَ ہے۔ یعنی کسی کی چھاتی پر مکا مارنا۔ ابو زید کا کہنا ہے کہ صرف چھاتی پر نہیں بلکہ اس کا معنی سارے جسم پر کسی جگہ مکا مارنا ہے۔

ل ک ع - رَجُلٌ لُکَعٌ: بروزن عُمَر کمینہ شخص۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ذلیل غلام ہے یعنی ذلیل فطرت غلام۔

امْرَاۃٌ لَکَاعِ مانند قَطَامِ: کمینی عورت۔

رَجُلٌ الْکَعُ: کمینہ مرد۔ اِمْرَاۃٌ لَکْعَاءُ کمینی عورت۔ چھوٹے بچے کو بھی پیار سے کہا جاتا ہے یعنی ننھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اَثَمَّ لُکَعٌ: اس سے ان کی مراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ حدیث یہ ہے: اِنَّهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ جَاءَ یَطْلُبُ الحسن بن علی قَالَ اَثَمَّ لُکَعٌ: حضور علیہ السلام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ہوئے تشریف لائے اور پوچھا کہ وہاں ننھا منا ہے۔ (مترجم)۔

ل ک ک - اللَّکُّ: (لام مفتوح) سرخ رنگ کی ایک چیز جس سے رنگ دیا جاتا ہے۔

اللُّکُّ: (لام مضموم) اس کی تلچھٹ جو نیزے کے دستے پر چڑھائی جاتی ہے۔

ل ک م - لَکَمَهُ: اس نے اسے مکا مارا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اللُّکَّام: (لام مضموم اور کاف مشدد) شام میں ایک پہاڑ ہے۔

ل ک ن - اللُّکْنَةُ: لکنت۔ زبان میں

لڑکھڑاہٹ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: رَجُلٌ اَلْكَنُ: لُکنت والا آدمی۔

قَدْ لَكِنَ: اس کی زبان میں لُکنت ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ ولٰكِنْ (نون ثقیلہ وخفیفہ) استدراک اور تحقیق کی غرض استعمال میں آنے والا حرف عطف ہے۔ اس سے نفی کے بعد کا بیان واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ اَنَّ (نون ثقیلہ) اِنّ کا عمل کرتا ہے۔ اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ نفی کے بعد استدرک اور ایجاب کا کام دیتا ہے مثلاً: مَا تَكَلَّمَ زَيْدٌ لٰكِنَّ عمرًا قَدْ تَكَلَّمَ زید نے بات نہیں کی البتہ عمرو نے بات کی ہے۔ اور مَا جَآءَنِي زَيْدٌ لٰكِنْ عمرًا قَدْ جَاءَ: میرے پاس زید نہیں آیا لیکن عمر آیا ہے۔ نون خفیفہ پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ قول خداوندی ہے: لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ: لیکن وہی خدا میرا رب ہے۔ یہاں لٰكِنَّا دراصل لٰكِنْ أنا ہے۔ پھر الف کو حذف کیا گیا اور التقاء نونین یعنی دونون اکٹھے آنے کے باعث تشدید آ گئی۔

ل م ح—لَمَحَهُ: اس نے اسے ایک لحہ نظر سے دیکھا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم اللَّمْحَةُ (لام مفتوح) ہے۔ فی فَلانٍ لَمْحَةٌ مِنْ اَبِيْهِ: فلاں شخص میں اس کے باپ کی شباہت ہے۔ یا فِيْهِ مَلَامِحُ مِنْ اَبِيْهِ: اس کے اندر اس کے باپ کے خدوخال ہیں۔ لَمْحَةُ کی یہ جمع غیر لفظی ہے اور ایسا ہونا نادر اور شاذ ہے۔

ل م ز—اَللَّمْزُ: عیب، اصل میں اس کا معنی آنکھ وغیرہ سے اشارہ کرنا ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی میں یہ لفظ دونوں ابواب سے پڑھا گیا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ: ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو تقسیم صدقات (زکوٰۃ) میں آپ ﷺ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

رَجُلٌ لَمَّازٌ: (میم مشدد) سخت عیب لگانے والا اور طعنہ زن۔

رَجُلٌ لُمَزَةٌ بروزن هُمَزَةٌ: طعنہ زن شخص، عیب چین۔

ل م س—اَللَّمْسُ: چھونا، ہاتھ سے چھونا۔

قَدْ لَمَسَهُ: اس نے اسے ہاتھ سے چھوا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

الإلتِمَاسُ: طلب، درخواست، استدعا۔

التَلَمُّسُ: بار بار طلب کرنا۔

بَيْعُ الْمُلَامَسَةُ: بیع ملامسہ، وہ یہ ہے کہ جب ایک فریق کہے کہ جب میں سامان کو چھو لوں یا ہاتھ لگا دوں تو ہمارے درمیان اس قیمت پر بیع واجب اور پکی ہو گئی۔

ل م ظ—لَمَظَ: اس کا باب نَصَرَ ہے۔

تَلَمَّظَ: جب کوئی منہ کے اندر کا نوالہ کھالے اور اپنی زبان نکال کر اپنے ہونٹوں پر پھیرے۔

اللُّمظَةُ: (لام مضموم) سفید نقطہ۔ حدیث شریف ہے: الایمان یبدو لمظة فی القلب: ایمان دل پر ایک سفید نقطے کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔

ل م ع - لمع البرق: بجلی چمکی یا کوندی۔ اس کا باب قطع اور لمعاناً بھی ہے۔ اس میں میم مفتوح ہے۔

التمع کا بھی یہی معنی ہے۔ اللُّمعَةُ بروزن الرُّقعَةُ: پودے کا ایک ٹکڑا جب وہ مرجھا رہا ہو۔

الألمَعِیّ: ذکی، ذہین اور ہوشیار۔

المُلَمَّعُ مِنَ الخَیلِ: ایسا گھوڑا جس کے جسم میں ایک دھبہ ہو جو باقی سارے جسم کے رنگ سے مختلف ہو۔

ل م م - لَمَّ اللّٰهُ شَعثَهُ: اللہ تعالیٰ اس کے منتشر اور بکھرے ہوئے معاملات کی اصلاح کرے اور انہیں جمع کرے۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الالمام: نازل ہونا، اُترنا۔ کہا جاتا ہے: اَلَمَّ بِهِ: وہ اس پر اُترا۔

غُلَامٌ مُلِمٌّ: بالغ ہونے کے قریب لڑکا۔ حدیث شریف میں ہے: وَاِنَّ مِمَّا یُنبِتُ الرَّبِیعُ مَا یَقتُلُ حَبَطًا اَو یُلِمّ: بے شک موسم بہار میں کچھ نباتات ایسی اُگتی ہیں جن کے کھانے سے انسان بدہضمی کے باعث مرجاتا ہے یا قریب المرگ ہو جاتا ہے۔

اَلَمَّ الرَّجُلُ مِنَ اللَّمَمِ: آدمی نے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا، اور اس نے کہا کہ: اِن تغفر اللّٰهم تغفر جمًّا وای عَبدٍ لکَ لا اَلَمَّا: اے اللہ! اگر تو بخشنے والا ہے تو بڑے بڑے گناہوں کو بخش اور چھوٹے گناہ، تو تیرا کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جس نے نہ کئے ہوں۔ کہا گیا ہے کہ اِلمَام کا معنی معصومیت کے قریب والے کام ہیں۔ جن میں واقعتاً معصیت کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللَّمَمُ کا معنی گناہوں کے قریب ہونا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری نے بقول الفرّاء کہا ہے کہ قرآن کی آیت میں: اِلَّا اللَّمَمَ کا معنی صغیرہ گناہوں کے قریب ہونا ہے۔

اللَّمَمُ کا معنی ایک طرح کا جنون بھی ہے۔ رَجُلٌ مَلمُومٌ: ایسا شخص جو جنون سے متاثر ہو۔ کہا جاتا ہے: اَصَابَت فُلَانًا مِنَ الجِنِّ لَمَّةٌ: فلاں شخص پر جن کا کچھ اثر یا دخل ہوا ہے۔ لَمَّةٌ سے مراد مس ہے یا تھوڑا سا اثر۔

المُلِمَّةُ: نازل ہونے والی دنیاوی تکلیفیں

اور مصیبتیں۔

الْعَیْنُ اللَّامَۃُ: نظر بد جو کسی کو لگ جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے: اُعِیْذُہٗ مِنْ کُلِّ ھَامَّۃٍ وَلَامَّۃٍ: میں اسے ہر زہریلے کیڑے اور نظر بد سے پناہ میں دیتا ہوں، یعنی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اللِّمَّۃُ: (لام مکسور) سر کے بال جو کنپٹی سے نیچے لٹک رہے ہوں۔ اور جب یہ بال کندھوں تک پہنچیں تو انہیں جُمَّۃ کہتے ہیں۔ اس کی جمع لِمَمٌ ہے اور لِمَامٌ ہے۔

فُلانٌ یَزُوْرُنَا فِی الْأَحَایِیْنِ: وہ شخص اکثر اوقات ہم سے ملاقات کرتا ہے۔

کِتِیْبَۃٌ مُلَمْلَمَۃٌ ومَلْمُوْمَۃٌ: ایک دوسرے کے ساتھ گھٹا ہوا یا جڑا ہوا گروہ یا جتھا۔ صَخْرَۃٌ مُلَمْلَمَۃٌ وَمَلْمُوْمَۃٌ: گول اور سخت چٹان۔

یَلَمْلَمُ اور اَلَمْلَمُ: ایک جگہ کا نام ہے جو اہل یمن کے لئے میقات حج ہے۔ قول خداوندی ہے: وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا: تم لوگ میراث میں اپنا حصہ بھی اور دوسروں کا حصہ بھی کھا جاتے ہو۔

البتہ اس قول خداوندی: وَاِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ رَبُّکَ: میں (لَمَّا کا میم مشدّد) کا معنی الفراء نے یہ بتایا ہے کہ یہ کلمہ دراصل لَمَمَا ہے۔ میم کی کثرت کے باعث ایک میم حذف ہوگئی اور باقی لَمَّا رہ گیا۔ الزہری نے لمًّا کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی جَمِیْعًا ہے۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ لفظ لَمِنْ مَنْ ہو اور اس میں میم حروف کی کثرت کے پیش نظر ایک میم حذف ہوگئی۔ کسی کہنے والے کا قول ہے کہ لَمَّا کا معنی اِلَّا ہے۔ لیکن یہ توجیہ لغت یا علم لغت میں معروف نہیں ہے۔ لَمْ: حرف نفی ہے اور ماضی کا معنی دیتا ہے۔ اور بعد والے فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔ حروف جازمہ یہ ہیں: لَمْ، لَمَّا، اَلَمْ اور اَلَمَّا: اور اصل میں یہ تمام کلام ہے۔ لِمَ (لام مکسور) حرف استفہام ہے مثلاً: لِمَ ذَھَبْتَ؟ تم کیوں گئے؟ دراصل یہ حرف بھی لِمَا ہے۔ تخفیف کے باعث الف محذوف ہے۔ قول خداوندی ہے: عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو معاف کرے آپ ﷺ نے انہیں کیوں اجازت دی۔ وقف کی صورت میں لم کے بعد 'ھا' کا اضافہ کرنا چاہئے اور لِمَہْ کہنا چاہئے۔

لُمَۃ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل م ی'.

ل م ی — اللَّمٰی: ہونٹوں کا گندمی رنگ جو اچھا سمجھا جاتا ہے۔

رَجُلٌ اَلْمَي: گندمی ہونٹوں والا شخص۔

جَارِیَۃٌ لَمْیَاءُ: گندمی ہونٹوں والی لڑکی۔

لُمَۃُ الرَّجُلِ: آدمی کی شکل وصورت۔

حدیث شریف میں ہے: لِيَتَزَوَّجِ الرَّجُلُ لُمَتَهُ: آدمی کو اپنی برابر کی عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہئے۔

ل ن – لَنْ: حرف نفی فعل مستقبل کے لئے آتا ہے اور بعد میں آنے والے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ مثلاً: لَنْ تَقُومَ: تم ہرگز نہیں اُٹھو گے۔

ل ہ ب – لَهَبُ النَّارِ: آگ کا شعلہ۔ ابو لہب کی یہ کنیت اس کے جمال اور خوبصورتی کے باعث تھی۔

اَلْتَهَبَتِ النَّارُ: آگ بھڑک اٹھی۔

تَلَهَّبَ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَلْهَبَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے آگ بھڑکائی۔ اللَّهَبَانُ: (لام اور حاء دونوں مفتوح) آگ کا بھڑکنا۔ یہی معنی اللَّهِيبُ اور اللُّهَابُ کا ہے۔ اس میں لام مضموم ہے۔

اللَّهْثَانُ: (حاء مفتوح) پیاس اور اگر 'حا' ساکن ہو تو اس کا معنی پیاسا، تشنہ ہوگا۔

المَرْاةُ لَهْثَى: عورت پیاسی ہے۔ اس کا باب طَرِبَ اور لَهَاثًا (حاء مفتوح) بھی ہے۔

اللُّهَاثُ: (لام مضموم) کا معنی بھی پیاس کی شدت ہے۔

لَهَثَ الكَلْبُ: کتے نے پیاس یا تھکن کے مارے زبان باہر نکال لی۔

اِهَانثا: اسی طرح آدمی کا تھکاوٹ کے مارے ہانپنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اور لُهَاثًا (لام مضموم) بھی ہے۔

ل ہ ج – اللَّهَجُ بالشَّيْئِ: چیز پر فریفتہ ہونا۔ قَدْ لَهِجَ بِهِ: وہ اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اللَّهْجَةُ بروزن البَهْجَةُ: لب ولہجہ، انداز گفتگو۔ اس لفظ کا 'حا' بعض اوقات مفتوح بھی ہوتا ہے۔

هُوَ فَصِيحُ اللَّهْجَةِ: اس کا انداز گفتگو بڑا فصیح ہے۔

اللَّهَجَةِ: حاء مفتوح یعنی اللَّهَجَةُ بھی ہے۔

ل ہ ذ م – لَهْذَمَهُ: اس نے اسے توڑا یا کاٹا۔

اللَّهْذَم من الاَسِنَةِ: کاٹنے والا دانت۔

ل ہ ف – لَهِفَ: اس کا باب فَهِمَ ہے اور معنی ہے وہ دکھی ہوا اور اسے حسرت ہوئی۔ یہی معنی التَّلَهُّفُ عَلَى الشَّيْئِ کا ہے۔

المَلْهُوفُ: مظلوم، فریادی۔

اللَّهِيفُ: مجبور ولاچار۔

اللَّهْفَانُ: متحیر، حیرت زدہ، حیران۔

ل ہ م – اللَّهُمَّ: اے اللہ! اللہ کے آخر میم مشدد حرف ندا کا عوض ہے۔

الاِلْهَامُ: الہام، دل میں ڈالی جانے والی بات۔ کہا جاتا ہے: اَلْهَمَهُ اللّٰهُ: اللہ نے

اس کے دل میں بات ڈال دی۔
اِسْتَلْهَمَ اللّٰهَ الصَّبْرَ: اس نے اللہ سے صبر کی توفیق کی دعا کی۔
ل ہ ا—اَللُّهَاةُ: حلق کا کوا۔ اس کی جمع اللُّهَا اور اللَّهَوات ہے اور اللَّهَيَاتُ بھی۔
اللُّهْوَةُ (لام مضموم) دراہم کا عطیہ یا کسی اور چیز کا عطیہ۔ اس کی جمع اللُّهَا ہے۔
لَهِيَ عَنِ الشَّيْئِ لُهِيًّا: (لام مضموم اور یاء مشدد) ولُهْيَانًا (لام مضموم اور مکسور) اس نے چیز سے تسلی پائی، اس کا ذکر چھوڑ دیا، اور اس سے توجہ ہٹا دی۔ اَلْهَاهُ: اس نے اسے مصروف کر دیا۔ یا مشغول کر دیا۔
لَهَّاهُ بِهِ تَلْهِيَةً: اس نے اسے اس کے ساتھ مشغول کر دیا۔ لَهَا بالشَّيئِ: وہ چیز کے ساتھ کھیلنے لگا۔ تَلَهِّي کا معنی بھی یہی ہے۔
تَلَاهَوْا: وہ سب باہم کھیل کود میں لگ گئے۔ قول خداوندی ہے: لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا: اگر ہم چاہتے تو ہم لہو اختیار کر لیتے۔ مفسرین نے لَهْوًا سے امراۃ یعنی عورت مراد لیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وَلَدًا یعنی لڑکا ہے۔ کہتے ہیں: اِلْهَ عَنِ الشَّيْئِ: چیز کو چھوڑ دے۔ حدیث شریف میں وضو کے بعد پاجامہ پر تری کے بارے میں ہے کہ اِلْهَ عَنْهُ: اس کا دھیان یا پرواہ نہ کرو۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب کڑک کی آواز سنتے تو اس کا ذکر چھوڑ دیتے اور اس سے منہ موڑ لیتے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: اِلْهَ عَنْهُ اور اِلْهَ مِنْهُ دونوں کا معنی ایک ہے۔
ل و—لَوْ: حرف تمنا ہے۔ پہلی چیز کے ممکن نہ ہونے کے پیش نظر دوسری چیز کے امتناع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ: لَوْ جِئْتَنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ: کاش تم میرے ہاں آتے تو میں آپ کی خاطر تواضع کرتا۔ یہ کلمہ اِنْ حرف شرط کی ضد ہے۔ جو جواب شرط یعنی جزا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ 'اِنْ' مرفوع اول کے باعث وقوع ثانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
ل و ب: ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اللُّوبَةُ اور النُّوبَةُ بروزن الكُوفَةُ دو لفظوں کا معنی جھلسا دینے والی گرمی، سیاہ پتھر ہے۔ اسی لفظ کی نسبت سے سیاہ رنگ آدمی کو لُوبِيّ اور نُوبِيّ کہتے ہیں۔
لَابَتَا المَدِيْنَةِ: (باء مخفف) مدینہ شریف کی دو کالی پتھریلی زمینیں۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ علیه السَّلَامُ حَرَّمَ ما بَيْنَ لَابَتَيِ المدينة: بے شک حضور نبی کریم علیہ السلام نے مدینہ شریف کی دو کالی پتھریلی زمینوں کے درمیان کی جگہ کو حرام قرار دیا ہے۔

ل و ث—لَوَّثَ ثِيَابَهُ بِالطِّيْنِ تلويثًا: اس نے اپنے کپڑے مٹی سے آلودہ کر دیئے۔

لَوَّثَ المَاءَ: اس نے پانی گدلا کر دیا۔

ل و ح—لَاحَ الشَّيْئُ: چیز نمودار ہوگئی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

لَاحَ البَرْقُ: بجلی چمکی۔ اَلَاحَ کا معنی بھی یہی ہے۔

لَوَّحَتْهُ الشَّمْسُ تَلْوِيْحًا: دھوپ نے اس کے چہرے کا رنگ بدل دیا۔

ل و ذ—لَاذَ بِهِ: اس نے اس کی پناہ لی۔ اس کا باب قَالَ ہے اور لِيَاذًا ہے اس میں لام مکسور ہے۔

لَاوَذَ القَوْمُ مُلَاوَذَةً وِلِوَاذًا: قوم کے لوگوں نے ایک دوسرے کے ہاں پناہ لی یا ایک دوسرے کو پناہ دی۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا: وہ آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں۔ آیت میں وارد لِوَاذًا لاذ کا مصدر نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو لِوَاذًا کی بجائے لِيَاذًا ہونا چاہئے تھا۔

لَوْذَعِيٌّ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل ذ ع'۔

ل و ز—اللَّوْزَةُ: بادام، اس کی جمع اللَّوْز ہے۔

اَرْضٌ مَلَازَةٌ: باداموں والی زمین جس میں بادام کے درخت ہوں۔ مَلَازَةٌ میں میم مفتوح ہے۔

ل و ص—الاصة علىٰ كذا: اس نے کسی متوقع بات کے لئے اپنی بات دُہرائی۔ حدیث شریف میں ہے: هِيَ الكَلِمَةُ الَّتِي اَلَاصَ عليها النَّبِيُّ عَمَّهُ: یہی وہ کلمہ ہے جو نبی کریم نے اپنے چچا ابو طالب پر بار بار پیش کیا۔

ل و ط—استلاطه: اس نے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ حدیث شریف میں ہے: اِسْتَلَطْتُمْ دَمَ هٰذَا الرَّجُلِ: تم نے اس شخص کا خون اپنے اوپر واجب کر لیا۔ (لغات الحدیث میں اس حدیث کے شروع میں بِمَا کا لفظ ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ: 'تم اس کے خون کے کس طرح حقدار ہوئے یعنی تم نے اس کو اپنے لوگوں میں کیسے ملا لیا۔') [مترجم]۔

لُوْطٌ: عجمی اسم اور معرفہ ہونے کے باوجود منصرف ہے، یہی معاملہ نوح کا ہے جو عجمی نام اور معرفہ ہونے کے باوجود منصرف ہے۔ ان دونوں اسموں کا منصرف ہونا دو اسباب میں سے ایک سبب کے پیش نظر ضروری ہے تاکہ اپنے مخفف ہونے کی مقاومت کر سکیں بخلاف هِنْد اور دعد کے۔ جن کے بارے میں تمہیں اس بات کا اختیار ہے کہ تم انہیں منصرف سمجھو یا غیر منصرف۔

ل و ع — اللَّوْعَةُ الْحُبِّ: محبت کی حرارت۔
قَدْ لَاعَهُ الْحُبُّ: محبت نے اسے رسیا کر دیا۔ اس کا باب قال ہے۔
اَلْتَاعَ فُؤَادُهُ: آتشِ عشق سے اس کا دل جل گیا۔

ل و ک — لَاکَ الشَّیْئَ فِی فَمِهِ: اس نے اپنے منہ میں کچھ چبایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ لَاکَ الْفَرَسُ اللِّجَامَ: گھوڑے نے لگام کو چبایا۔

ل و ل ا — لَوْلَا: اِنْ اور لَوْ دو کلمات کا مرکب۔ وہ اس طرح کہ لَوْ پہلے حصے کی خاطر دوسرے حصے کی نفی نہیں کرتا۔ کہتے ہیں: لَوْلَا زَیْدٌ لَهَلَکْنَا: اگر زید نہ ہوتا تو ہم ہلاک ہوگئے ہوتے۔ اس میں زید کے وجود کے سبب ہلاکت کا واقع ہونا ناممکن ہو گیا۔ لَوْلَا بعض اوقات هَلَّا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن کریم میں کثرت سے ملتی ہیں، مثلاً: لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ.

ل و م — اللَّوْمُ: ملامت کرنا۔ کہتے ہیں: لَامَهُ عَلٰی کَذَا: اس نے فلاں بات پر اس کو ملامت کی۔ اس کا باب قَالَ ہے اور لَوْمَةٌ بھی ہے۔ اس کا اسم مفعول مَلُوْمٌ ہے یعنی ملامت زدہ۔
لَوَّمَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ تشدید مبالغہ کے معانی پیدا کرنے کے لئے ہے۔ اللُّوَّمُ کا واحد لَائِمٌ ہے۔ اس کی مثال رَاکِعٌ اور رُکَّعٌ ہے۔
اللَّائِمَةُ: ملامت، کہا جاتا ہے کہ: مَا زِلْتُ اَتَجَرَّعُ فِیْکَ اللَّوَائِمَ: میں ابھی تک تمہارے بارے میں ملامتوں کے گھونٹ پی رہا ہوں۔ المَلَاوِمُ کا واحد مَلَامَةٌ ہے۔
اَلَامَ الرَّجُلُ: آدمی نے قابل ملامت کام کیا۔ مثل ہے: رُبَّ لَائِمٍ مُلِیْمٌ: بہت سے ملامت کرنے والے خود قابل ملامت ہوتے ہیں۔ بقول ابوعبیدہ اَلَامَهُ کا معنی ہے: 'اس نے اس کو ملامت کی'۔
تَلَاوَمُوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی۔
رَجُلٌ لُوَمٌ: ایسا شخص جسے لوگ ملامت کرتے ہوں۔
لُوَمَةُ النَّاسِ: لوگوں کو ملامت کرنے والا شخص۔ اس میں واؤ مفتوح ہے۔
التَّلَوُّمُ: انتظار۔

ل و ن — اللَّوْنُ: رنگ، سیاہ یا سرخ۔ فُلَانٌ مُتَلَوِّنٌ: فلاں شخص متلون المزاج ہے۔ کسی ایک عادت پر قائم نہیں رہتا۔ لَوَّنَ الْبُسْرُ تَلْوِیْنًا: بُسر کھجور پکنے کے قریب ہوگئی۔
اللَّوْنُ: کھجور درخت کی ایک قسم۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ کلمہ جمع ہے اور اس کا

واحد لِیْنَةٌ ہے۔ لیکن اگر اس سے پہلے مکسور حرف آئے تو پھر واوَ یاء میں بدل جاتی ہے۔ قول خداوندی ہے: مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ: اس کی کھجور موٹی ہوتی ہے جسے عجوہ کھجور کہتے ہیں۔

لِيْنَةٌ کی جمع لِيْنٌ ہے۔

ل و ی - لوی الحبل: اس نے رسی کو بنا۔ اس کا مضارع يَلْوِيه اور مصدر لَيًّا ہے۔ لَوَى رَأسَهُ اس نے اپنا سر جھکایا۔ اَلْوَى بِرَأسِهِ: اس نے اپنا سر جھکایا اور پھیرا۔ قول خداوندی ہے: وَاِنْ تَلْوُوْا اَوْ تُعْرِضُوْا، تَلْوُوْا میں دو واوَ ہیں۔ اگر تم پیچدار شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس سے مراد قاضی ہے کہ (فیصلہ کرتے وقت) جس کا سر کا جھکانا اور منہ پھیرنا مقدمہ کے فریقین میں سے ایک کے حق میں اور دوسرے کے خلاف ہوگا۔ آیت میں تَلْوُوا کو دو کی بجائے ایک واوَ مضموم سے بھی پڑھا گیا ہے جو وَلی سے مشتق ہے۔ چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ: اِنْ تَلُوْا الشهادة تُقِيْمُوْهَا اَوْ تُعْرِضُوا عنها فَتَتْرُكُوْهَا: اگر تمہیں شہادت دینا پڑے تو تم صحیح شہادت قائم کرو گے اور اگر اس سے اعراض کرو تو اسے ترک کر دو گے اور اس قول خداوندی:

لَوَّوْا رُؤُسَهُمْ: میں واوَ پر تشدد اظہار کثرت کے لئے اور اظہار مبالغہ کے لئے ہے۔

اَلْتَوَى اور تَلَوَّى: دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے۔

لَوَى عليه: وہ اس پر مہربان ہوا۔ لوی الرَّمْلِ: (لوی میں یاء مقصور) قطعۂ ریت کا موڑ۔ ریت کے بعد اس کے نشانات۔

لِوَاء الأمِيْر: (لواء میں الف ممدود) امیر کا جھنڈا۔

الألْوِيَةُ: چھوٹے جھنڈے۔

اَلْوَى بِحَقِّيْ: وہ میرا حق لے گیا۔

اَلْوَتْ بِهِ عَنْقَاءُ مُغْرِبٌ: اسے عنقاء پرندہ لے گیا۔

اللَّاؤُون: یہ کلمہ الَّذی کا جمع کا غیر لفظی صیغہ ہے۔ اس کا معنی الَّذِيْنَ ہے۔ اس کے تین لہجے ہیں:

(۱) اللَّاؤُوْنَ: (رفعی حالت میں)۔

(۲) اللَّائِيْنَ: (نصبی اور جری حالت میں)۔

(۳) اللَّاؤُو: (بغیر نون)۔

واللَّاءِي: ہر حالت میں یاء برقرار، اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ چاہو تو النِّسَاء یعنی مؤنث کے صیغے کے لئے اللا (الف مقصور) بغیر یاء اور بغیر الف ممدود

اور بغیر ہمزہ کہہ سکتے ہیں۔ بعض اسے ہمزہ دیتے ہیں، (یعنی وہ اسے اللاء کہتے ہیں)۔ میرا کہنا ہے کہ اس موقع پر لغزشِ قلم ہوئی ہے۔

ل ی ت - لَیْتَ: حرف تمنا، اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ علم نحو کے علماء کا کہنا ہے کہ بعض عرب اسے وَجَدْتُ کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور اسے متعدی بہ دو مفعول کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: لَیْتَ زَیْدًا شَاخِصًا: اس سے قول شاعر کی تائید ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے:

لَیْتَ اَیَّامَ الصِّبَا رَاجِعًا: اے کاش کہ لوٹ آتی جوانی۔

البتہ لَیْتَ کا مشہور و معروف لہجہ اس کو بطور حال نصب کرتا ہے۔ یعنی: یَالَیْتَھَا اِلَیْنَا رَوَاجِعَ: کہا جاتا ہے کہ لَیْتِیْ اور لَیْتَنِیْ اسی طرح ہے جس طرح سے لَعَلِّیْ اور لَعَلَّنِی، اور اِنِّی اور اِنَّنِیْ ہے۔ اَلَاتَهُ مِنْ عَمَلِهٖ شَیْئًا: اس نے اپنے کام میں کچھ کمی کی ہے۔ اس کی مثال اَلَتَهُ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ لَا تَهُ یَلِیْتُهُ بمعنی اَلَتَهُ ا لَاتَهُ سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ یہ قراءت سبع میں سے ہے۔ صاحب کتاب نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ الازہری نے اپنی تصنیف التہذیب میں اس کے تین لہجوں کا ذکر کیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ: (اور اب بچاؤ کہاں! یعنی اب بچنے کی کوئی صورت نہ تھی)۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ علماء نے لَاتَ کو لَیْسَ کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اور اسم فاعل کو اس میں مضمر کر دیا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ لَاتَ کا لفظ حِیْنَ کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔ البتہ شعر میں حِیْنَ کو حذف کیا گیا ہے۔ بعض نے اس آیت کو وَلَاتَ حِیْنُ مَنَاصٍ پڑھا ہے۔ یعنی حِیْنُ کو مرفوع پڑھا ہے اور خبر کو مضمر کر دیا۔ ابوعبیدہ کا کہنا ہے کہ یہ عبارت لا اور حِیْن میں تاء زائد ہے۔

ل ی س - لَیْسَ: کلمہ نفی ہے۔ وہ فعل ماضی ہے۔ یہ لفظ اصل میں لَیِسَ (یاء مکسور) ہے۔ ثقل کے پیش نظر یاء کو ساکن کر دیا گیا ہے۔ لیکن اسے الف میں تبدیل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جب اسے ماضی کے تلفظ کے ساتھ حال کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ کلمہ منصرف ہوتا ہے۔ اس کے فعل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لوگ اس کی گردان یوں کرتے ہیں: لَسْتَ ولَسْتُمَا وَلَسْتُمْ جس طرح ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ کی گردان کرتے ہیں۔ باء لَیْسَ کی خبر کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن یہ باء لَیْسَ کے اخوات کے

ما تر مخصوص نہیں ہے۔ چنانچہ لَیْسَ زَیْدٌ
... بِيَ: باء کا یہ اضافہ فعل متعدی بنانے اور نفی کی تاکید کے لئے ہے۔ ضروری ہے کہ باء کو تمام افعال پر داخل نہ کیا جائے کیونکہ مؤکد افعال پر باء داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بعض ... بذات خود متعدی ہوتے ہیں یا ان کے ساتھ حرف جر لگا ہوتا ہے جس کے باعث ان پر باء داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً: اشْتَقْتُكَ والشْتَقْتُ اِلَیْکَ: (مجھے تمہارا شوق پیدا ہوا)۔

کبھی لَیْسَ کو استثناء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً: جَاءَ الْقَوْمُ لَیْسَ زَیْدًا: قوم آ گئی سوائے زید کے۔

یہاں لَیْسَ اِلّا کے بدلے استعمال ہوا ہے اور اس کی تقدیر ہے لَیْسَ الجَائی زَیْدًا: یعنی زید آنے والا نہیں ہے۔ کہنا یہ چاہئے کہ جاءَ الْقَوْمُ لَیْسَکَ: البتہ بہتر یہ ہے کہ یہاں ضمیر منفصل استعمال کی جائے مثلاً: لَیْسَ اِیَّاکَ ولَیْسَ اِیَّایَ: یہ ترکیب لَیْسِیْ اور لَیْسَکَ سے بہتر ہے ورنہ یہ ساری صورتیں جائز ہیں۔

ل ی ط - اللِّیْطَۃُ: گنے کا چھلکا۔ اس کی جمع لِیْطٌ بروزن لِیْفٌ ہے۔

ل ی ف - اللِّیْفُ: کھجور کی چھال۔ اس کا واحد لِیْفَۃٌ ہے۔

ل ی ق - لَاقَتِ الدَّوَاۃُ: دوات میں صوف پڑ گیا۔ یا صوف میں سیاہی لگ گئی۔ لَاقَھَا صَاحِبُھَا: دوات والے نے دوات میں صوف ڈال دیا۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور فعل متعدی بھی ہے۔

مَلِیْقَۃٌ: صوف پڑی ہوئی دوات یعنی استعمال کے قابل۔

اَلَاقَھَا اِلَاقَۃً: اس کا ایک لہجہ ہے۔ لیکن یہ لہجہ کم مروج ہے۔ اس کا اسم اللِّیْقَۃُ ہے یعنی صوف (وہ روئی یا دھاگوں کا چھوٹا سا گچھا جو پہلے زمانے میں سیاہی کی دوات میں ڈالا جاتا ہے۔ جس سے قلم پر حسب ضرورت سیاہی چمٹی تھی)۔

لَاقَ بِهِ الثَّوْبُ: اس پر کپڑا اچھا۔

ھٰذا الامر لا یلیق بک: یہ بات تمہیں زیب نہیں دیتی۔ اس کا باب بھی بَاعَ ہے۔

ل ی ل - اللَّیْلُ: رات۔ مفرد کا صیغہ جمع کے معنوں میں ہے۔ اس کا واحد لَیْلَۃٌ ہے جس طرح تَمْرَۃ اور تَمر ہے۔ اس کی جمع لَیَالٍ بھی ہے جس میں درمیانی یاء کا اضافہ خلاف قیاس کیا گیا ہے۔ اس کی مثال اَھْلٌ اور اَھَالٍ ہے۔

لَیْلٌ اَلْیَلُ: سخت اندھیری رات۔ لَیْلَۃٌ لَیْلَاءُ اور لَیْلٌ لَائِلٌ کا بھی یہی معنی ہے

اور اس کی مثال شِعْرٌ شاعِرٌ جو بغرض تاکید ہے۔

عَامَلَهُ مُلَايَلَةً: اس نے اسے راتوں کے حساب سے کام پر رکھا۔ اس کی مثال مُیَاوَمَةٌ وہاڑی داری یعنی روزانہ حساب پر ہے۔

ل ی ن - اللِّيْنُ: ملائمت، نرمی۔ اس کی ضد الخُشُونَةُ ہے یعنی کھردرا پن۔

قَدْ لَانَ الشَّيْئُ: چیز نرم اور ملائم ہوگئی۔ اس کا مضارع يَلِيْنُ اور مصدر لِيْنًا ہے۔

شَيْئٌ لَيِّنٌ: نرم اور ملائم چیز۔ اس کا مخفف لَيْنٌ ہے۔

لَيَّنَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو نرم کیا۔ اس کا مصدر تَلْيِيْنًا ہے۔

اَلْيَنَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے: آلانَهُ جس میں یاء کو کم کیا گیا ہے۔ اس کی مثال اَطَالَهُ اور اَطْوَلَهُ ہے۔

لَايَنَهُ مُلَايَنَةً ولِيَانًا اور اسْتَلَانَهُ: اس نے اسے ملائم خیال کیا۔

تَلَيَّنَ لَهُ: اس نے اس کے سامنے چاپلوسی کی۔

لِيْنَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ل و ن'۔

ل ی ہ - لَاهَ: چھپ گیا، در پردہ ہوگیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم کی اصل یہی لاہ ہو۔ بقول شاعر:

كَحَلْفَةٍ مِنْ اَبِي رَبَاحٍ
يَسْمَعُهَا لَاهُهُ الكُبَارُ

''ابورباح کی قسم اور حلف کی طرح جسے صرف اس کا خدائے بزرگ ہی سنتا ہے۔''

شعر میں لَاهُهُ سے مراد الاهُهُ ہے۔ اس پر الف لام داخل کیا گیا۔ اس طرح یہ اسم عَلَم بن گیا۔ اس کی مثال العَبَّاس اور الحَسَن ہے۔ البتہ یہ نام دوسرے اعلام سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ یہ بطور اسم صفت ہے۔ لوگوں کا ہمزہ قَطع کے ساتھ يَا اَللّٰه کہنا اس لئے جائز اور درست ہے کہ اس سے کہنے والے کی نیت حرف ندا پر وقف کرنا ہوتا ہے۔ اور اسم کو تفخیم سے پڑھنا ہوتا ہے۔ لوگوں کے لَاهُمَّ اور اللّٰهُمَّ کہنے میں میم حرف ندا کا بدل ہے۔ ہوسکتا ہے اس میں بدل اور مُبْدَل منه کو جمع کرنا مقصود ہو۔ اور یہ ضرورت شعری کے باعث ہو بقول شاعر:

غَفَرْتَ اَوْ عَذَّبْتَ يا اللّٰهُمَّا

''اے اللہ! (تو مالک ہے) بخشش کرے یا عذاب دے۔''

شاعر کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ چیز کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دے۔ البتہ لَاهُوْتٌ: اگر یہ درست مانا جائے کہ یہ عربی لفظ ہے تو یہ لاہ سے مشتق ہے۔ اور

اس کا وزن فَعَلُوْتٌ ہے۔ اس کی مثال رَهَبُوْتٌ اور حَمَـوْتٌ ہے۔ اور یہ الطَّاغُوْتُ کی طرح مقلوب نہیں ہے۔
اللَّاتُ: ایک بت کا نام جو طائف کے مقام بنوثقیف قبیلے کا تھا۔

ل ی ا-اللِّيَاءُ: لوبیا، چنے سے ملتی جلتی کوئی چیز۔ اس کا چھلکا بہت سخت اور سفید ہوتا ہے۔ یہ جنس حجاز میں پائی جاتی ہے اور بطور خوراک کھائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: دُخِلَ عَلَىٰ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ يَأْكُلُ لِيَاءً مُقَشًّى: کچھ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اس وقت وہ چھلکا اتری ہوئی لیا، کھا رہے تھے۔ اردو میں اسے سفید لوبیا کہتے ہیں۔

باب المیم

م ا ق—أَمَأَقَ الرَّجُلُ: (ہمزہ مفتوح) ہچکی، جو روتے وقت انسان اپنے سینہ میں سانس کی رکاوٹ محسوس کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَالَمْ تُضْمِرُوا الإِمَاقَ: جب تک تم دل میں فریب اور دغا بازی عہد شکنی نہ رکھو۔ اس سے مراد وہ غیظ وغضب و ناراضگی اور گریہ وزاری جو تمہیں زکوٰۃ کی ادائیگی میں درپیش ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد غداری اور عہد شکنی ہے۔

مُؤْقُ العَيْنِ: گوشۂ چشم۔ آنکھ کا وہ کنارہ جو ناک کی طرف ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَمْاَقَ اور اٰمَاق ہے اس کی مثال آبار اور اَبْآر ہے۔

مَاقِي العَيْنِ: اس کا ایک دوسرا لہجہ ہے۔ اور فَعْلِيُ کے وزن پر ہے نہ کہ مَفْعَلُ کے وزن پر کیونکہ میم نفس کلمہ میں موجود ہے۔ بقول ابن السکیت یہ مَفْعِلٌ کے وزن پر ہے۔ اس کی تفصیل اصل کتاب الصحاح میں موجود ہے۔

م ا ن—المِئونَةُ: (مہموز اور غیر مہموز) مَأَنْتُ القَوْمَ: اس کا باب قَطَعَ ہے اور معنی ہے۔ میں نے قوم کا دکھ جھیلا۔ جس نے اسے غیر مہموز جانا اس نے اسے مَنُتُهُمْ کیا اس کا باب قَالَ ہے۔

المَئِنَةُ: علامت، نشان۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

اِنَّ طُوْلَ الصَّلَاةِ وَقِصَرِ الْخُطْبَةِ مَئِنَةٌ مِن فقهِ الرَّجُلِ: بے شک ارکانِ نماز کو پورے اطمینان سے ادا کرنا اور خطبہ مختصر کر کے پڑھنا آدمی کی سمجھداری اور عقلمندی کی نشانی ہے۔ حدیث اور شعر کے بارے میں یہی روایت کی جاتی ہے۔ اس کلمہ میں نون مشدد بھی ہے۔ میرے نزدیک اس کلمہ کے تلفظ کے بارے میں حق بات یہ ہے کہ اسے مَئِيَنَةٌ بروزن مَعِيْنَةٌ کہا جائے کیونکہ اس میں میم اصلی ہے اِلّا یہ ہے کہ اصل کلمہ کسی اور باب سے ہو۔ ابو زید کہا کرتے تھے کہ مَئِنَةٌ: تاء کے ساتھ ہے جو اس مفہوم کے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔ اور اس کے شایانِ شان اور مروّج ہے۔

م ا ی—مَائَةٌ: ایک سو، عدد۔ اس کی جمع مِئُوْن (میم مکسور اور بعض کے نزدیک مضموم) ہے۔ اس کی جمع مِئاتٌ بھی ہے۔ سیبویہ کے قول کے مطابق ثلثمائۃِ کو ثلاث مئین یا مئاتٌ ہونا چاہئے تھا۔

جس طرح ثلاثة آلاف کہتے ہیں کیونکہ تین سے لے کر دس تک عدد کا معدود یا تمیز جمع ہوتا ہے مثلاً: ثلاثة رِجَالٍ اور عشرة دَرَاهِم ہے۔ لیکن لوگوں نے اسے اَحَد عشر اور ثلاثة عشر کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اماى القَوْمُ: قوم کی تعداد ایک سو ہوگئی۔ اماهم غَيْرُهم: کسی اور نے ان کی تعداد سو بنادی۔ یہ فعل لازم بھی ہے اور فعل متعدی بھی۔

م ا - مـا: نو قسم کا ہے:

(۱) بطور استفہام: مثلاً: ما عِندَك: تیرے پاس کیا ہے۔

(۲) بطور خبر: مثلاً: رَاَيْتُ مَا عِندَك: میں نے دیکھا جو کچھ تیرے پاس ہے۔

(۳) بطور جزا: مَا تَفْعَلْ اَفْعَل: جو تم کروگے میں بھی وہی کروں گا۔

(۴) بطور تعجب: مَا اَحْسَنَ زيدًا: زید کتنا اچھا انسان ہے!

(۵) فعل کے ساتھ تاویلِ مصدر کے لئے مثلاً: بَلَغَنِي ماصَنَعْتَ اى صَنِيعُكَ: مجھے پتہ چل گیا جو کچھ تم نے کیا۔ یعنی مجھے تمہاری کارگزاری کی خبر مل گئی۔

(۶) بطور نکرہ: جس کے ساتھ نعت آنا ضروری ہے مثلاً: مَرَرْتُ بِمَا مُعْجِبٍ لك اى بشيئٍ معجب لك: میں تمہاری پسندیدہ چیز پر سے گزرا۔

(۷) بطور زائدہ کافّہ از عمل: مثلاً: اِنَّمَا زَيْدٌ مُنْطَلِقٌ: اس کے سواء اور کچھ بات نہیں کہ زید روانہ ہو رہا ہے۔

(۸) زائدہ غیر کافّہ مثلاً: قول خداوندی: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰه: پس صرف خدا کی مہربانی سے۔

(۹) بطور نافیہ یعنی حرف نفی: مَا خَرَجَ زَيْدٌ اور وَمَا زَيْدٌ خَارِجًا: زید نہیں نکلا اور زید نکلنے والا نہیں یا نکل نہیں رہا مَا بطور حرف نفی کے اہلِ نجد کے لہجے میں مروّج نہیں ہے کیونکہ اس کے بہت معانی ہیں۔ قیاس یہی ہے۔

البتہ اہل حجاز کے لہجے میں لَيْسَ کے ساتھ تشبیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: مَا زَيْدٌ خَارِجًا اور قول خداوندی: ما هٰذا بَشَرًا: مـا الف محذوف کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جب اس کے شروع میں اس کے ساتھ کوئی اور حرف ملا دیا جائے مثلاً: بِمَ اور عَمَّ يَتَسَاءَ لُونَ. ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اُس قصیدے کو قصیدہ ماویہ کہتے ہیں جس کے ہر شعر کا قافیہ 'ما' ہو۔ بقول شاعر: اِمَّا تَرَىٰ: اگر تم دیکھو، تَرَىٰ کے آخر میں نون خفیفہ اور نون ثقیلہ داخل ہوتا

ہے مثلاً: اِمَّا تقوُ مَنْ اَقُمْ: اگر تم اُٹھو گے تو میں اُٹھوں گا۔ اور اگر 'ما' کو حذف کیا جائے تو پھر صرف اِنْ تقم اَقُمْ کہیں گے۔ اس صورت میں نون تاکید نہیں لگایا بولا جائے گا۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب کی مراد یہ ہے کہ اس پر نون تاکید داخل نہیں کیا جائے گا۔ صاحب کتاب کا کہنا ہے کہ اِمَّا مجازات یعنی جزا کے معنوں میں ہوگا کیونکہ یہ لفظ دراصل اِنْ ہے جس پر ما بڑھایا گیا ہے۔ یہی صورت مَہْمَا کی ہے۔ اس میں بھی جزا کے معانی ہیں۔ خلیل کا خیال ہے کہ مَهْمَا دراصل 'ما' ہے جس کے شروع میں 'ما' بلاوجہ جوڑ دیا گیا پھر اس 'ما' کے الف کو ھا میں بدل دیا گیا، (اور اس طرح مهما بن گیا)۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مَهْ دراصل اذ کی طرح ہو جس پر 'ما' کا اضافہ کیا گیا ہو۔ (اور یوں مهما بن گیا ہو)۔

مــاءٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'م و ہ'۔

مائدة: دیکھئے بذیل مادہ 'م ی د'۔

مــالٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'م و ل' اور بذیل مادہ 'م ی ل'۔

م ت ت - المتُّ: قرابت کے ذریعے توسُّل۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

المَوَاتُّ: وسائل۔ اس کا واحد مَـاتَّةٌ ہے۔ ان دونوں لفظوں میں تاء مشدد ہے۔

متخستة: دیکھئے بذیل مادہ 'و خ م'۔

م ت ع - الـمـتـاعُ: مال ومتاع، ساز و سامان۔ اس کا معنی منفعت بھی ہے اور فائدہ بھی جس سے تم مستفید ہوتے ہو۔

قَـدْ مَتَـعَ بِـهِ: اس نے اس سے فائدہ اُٹھایا۔ اس کا باب قَطَـعَ ہے۔ قول خداوندی ہے: اِبْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْمَتَاعٍ: زیور کی تلاش میں یا مال و متاع کی تلاش میں۔

تَمَـتَّـعَ بِكَذَا: اس نے فلاں سے فائدہ اٹھایا۔ اسْتَمْتَعَ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا اسم اَلْمُـتْـعَـةُ ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ مُتْعَةُ الحج ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب فائدہ حاصل کرنا ہے۔

اَمْتَعَهُ اللّٰهُ بِكَذَا: اللہ تعالیٰ اسے اس کا نفع اور فائدہ دے۔

مَتَّعَهُ تَمْتِيعًا کا معنی بھی یہی ہے۔

م ت ک: یہ آیت یوں پڑھی گئی ہے: وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتْكًا: الفراء کا کہنا ہے کہ یہاں مُتكًا سے مراد الزّماورد کھانا ہے جو انڈوں اور گوشت سے تیار کیا جاتا ہے۔ اخفش کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا معنی اَلاُتْـرُجُّ ہے یعنی لیموں۔

مُتَّكَأٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ک ا'۔

م ت ن - مَتُنَ الشَّيْئُ: کسی چیز کی کمر یا

پیٹھ۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل مَتِينٌ ہے بمعنی مضبوط۔

مَتْنَا الظَّهْرِ: پیٹھ کے دائیں اور بائیں جانب کے پٹھے اور گوشت۔ بطور مذکر و مؤنث مستعمل ہے۔

م ت ی – مَتَى: اسم ظرف ہے اور غیر متمکن فعل ہے۔ ظرف زماں اور بطور جزاء کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی کب اور تب۔ قبیلہ ہذیل کے لہجے میں اس کا معنی مِنْ بمعنی "سے" ہے۔ ابو عبید نے بعض لوگوں کو یوں کہتے سنا ہے: وَضَعْتُهُ مَتَى كُمِّيْ یعنی میں نے اُسے اپنی آستین کے اندر یا وسط میں رکھا۔

م ث ل – مِثْل: کلمہ تسویہ ہے۔ کہا جاتا ہے هٰذا مِثْلُهُ: یہ اس کے مساوی ہے۔ اگر مَثَلُهُ کہیں تو معنی ہوگا یہ اس کے مشابہ ہے۔

الْمَثَلُ: ضرب المثل جو بطور استدلال بیان کی جاتی ہے۔

مَثَلُ الشَّيْءِ: (م اور ث دونوں مفتوح) چیز کی صفت۔

الْمِثَالُ: بستر، اس کی جمع مُثُلٌ ہے اس میں ثاء مضموم اور ساکن ہے۔

الْمِثَالُ: مثال، نمونہ۔ اس کی جمع أَمْثِلَةٌ ہے اور مُثُلٌ ہے۔

مَثَّلَ لَهُ كَذا تَمْثِيلًا: اس نے اس کے لئے یہ تصویر بنائی۔ یہ تصویر تحریری ہو یا کسی اور دوسری شکل کی۔

التِّمْثَالُ: مجسمہ، اس کی جمع التَّمَاثِيلُ ہے۔

مَثَلَ بَيْنَ يَدَيْهِ: وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

مَثَلَ بِهِ: اسے عبرت ناک سزا دی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور اس کا اسم الْمُثْلَةُ (میم مضموم) ہے۔

مَثَلَ بِالْقَتِيلِ: اس نے مقتول کا مثلہ کیا یعنی ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ اس کا باب بھی نَصَرَ ہے۔

الْمَثُلَةُ: (میم مفتوح، ثاء مضموم) سزا۔ اس کی جمع الْمَثُلَاتُ ہے۔

أَمْثَلَهُ: اس نے اس کا مثلہ کیا۔ کہا جاتا ہے: أَمْثَلَ السُّلْطَانُ فُلَانًا قَوَدًا: امیر نے فلاں شخص کا قتل کے بدلے میں مثلہ کیا۔

فُلَانٌ أَمْثَلُ بَنِيْ فُلَانٍ: فلاں شخص فلاں قبیلے میں سب سے مثالی نیک انسان ہے۔

هٰؤُلَاءِ أَمَاثِلُ الْقَوْمِ: وہ لوگ قوم کے مثالی نیک لوگ ہیں۔

الْمُثْلٰى، الْأَمْثَلُ کی مؤنث۔ اس کی مثال الْقُصْوٰی کی تانیث الأقصی ہے۔

تَمَاثَلَ: وہ بیماری سے صحت یاب ہونے

کے قریب ہوا۔

تَمَثَّلَ بِهٰذَا البَیْتِ اور تَمَثَّلَ هٰذَا البَیْتَ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ وہ یہ کہ اس نے اس گھر کے مشابہ گھر بنایا۔

اِمْتَثَلَ اَمْرَهُ: اس نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

م ث ن - المَثَانَةُ: مثانہ۔ جس میں پیشاب جمع رہتا ہے۔

المَمْثُوْن: مثانہ کی درد کا مریض۔ اس کا ذکر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

مَجَازَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ج و ز'.

مجاعة: دیکھئے بذیل مادہ 'ج و ع'.

م ج ج - مَجَّ الشَّرَابَ مِنْ فِیْهِ: اس نے اپنے منہ سے شراب پھینک دی یا مشروب پھینک دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

المُجَاجُ (میم مضموم) اور المُجَاجَةُ بھی۔ وہ تھوک جو تم اپنے منہ سے پھینکو۔ کلی کرنا۔ کہا جاتا ہے: المَطَرُ مُجَاجُ المُزْنِ: بارش بادلوں کی تھوک ہے اور العَسَلُ مُجَاجُ النَّحْلِ اور شہد، شہد کی مکھی کی تھوک ہے۔

مَجْمَجَ كِتَابَهُ: اس نے اپنی تحریر میں حروف واضح اور نمایاں نہیں لکھے۔

مَجْمَجَ فِي خَبَرِهِ: اس نے اپنی اطلاع یا بات واضح نہیں کی۔

م ج د - المَجْدُ: بزرگی، سخاوت، کرم۔

قَدْ مَجُدَ الرَّجُلُ: آدمی بزرگی والا بنا۔ اس میں جیم مضموم ہے اس کا مصدر مَجْدًا ہے۔ اور اسم فاعل مَجِیْدٌ ہے اور مَاجِدٌ ہے۔ المجد اور الحسب میں فرق اس سے بذیل مادہ 'ح س ب' گزر چکا ہے۔

مثل ہے: فِيْ كُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَاسْتَمْجَدَ المَرْخُ وَالعَفَارُ: یوں تو ہر درخت میں آگ ہوتی ہے، لیکن مَرخ اور عَفَار درختوں کو اس میں فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ گویا آگ پیدا کرنا ان کے حسب میں داخل ہے۔ کہا جاتا ہے: لأنَّهُمَا يُسْرِعَانِ الوَرْيَ فَشُبِّهَا بِمَنْ يُكْثِرُ فِي العَطَاءِ طَلَبًا لِلْمَجْدِ: چونکہ یہ دونوں تیزی سے آگ سلگاتے ہیں یا آگ پکڑتے ہیں اس لئے انہیں بزرگی کے حصول میں زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

م ج ر - المَجْرُ: مانند الفَجْرُ یہ کہ اس اونٹنی کے پیٹ کے اندر چیز یعنی بچہ فروخت کیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ نَهٰى عليه السَّلامُ عَنِ المَجْرِ: نبی کریم ﷺ نے مجر یعنی اونٹنی کا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ کے اندر ہوتے ہی فروخت کیا جائے، سے منع فرمایا ہے۔

م ج س — الْمَجُوسِيَّةُ: (میم مفتوح) ایک مذہب ہے، آتش پرستی۔
الْمَجُوسِيُّ: آتش پرست، دین مجوسیت کا پیروکار۔ اس کی جمع الْمَجُوسُ ہے۔
تَمَجَّسَ الرَّجُلُ: آدمی نے مجوسیت کا دین اختیار کیا۔
مَجَّسَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے مجوسی بنایا۔ حدیث شریف میں ہے: فَأَبَوَاهُ يُمَجِّسَانِهِ: تو اس کے والدین مجوسی بنا دیتے ہیں۔ پوری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے والدین اسے مختلف راستوں اور مسلکوں میں الجھا دیتے ہیں۔ یعنی مجوسی بنا دیتے ہیں۔
م ج ن — الْمَجْنُونُ: دیوانہ، پاگل۔ جسے اس بات کی پرواہ یا ہوش نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔
قَدْ مَجَنَ: وہ پاگل ہو گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے اور مَجَانَةً بھی۔ اس کا اسم فاعل مَاجِنٌ ہے اور اس کی جمع مُجَّانٌ ہے۔ لوگ کہتے ہیں: اَخَذَهُ مَجَّانًا: اس نے یہ مفت میں لیا۔ اس کا وزن فَعَّالٌ ہے اور یہ منصرف ہے۔
مُحَالٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ح و ل'.
مَحَالٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ح ی ل'.
مَحَالَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ح و ل' اور بذیل مادہ 'ح ی ل'.
م ح ص — مَحَصَ الذَّهَبَ بِالنَّارِ: اس نے سونے کو آگ میں ڈال کر صاف کرنا اور آلائشوں سے پاک کرنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
التَّمْحِيصُ: آزمانا اور چن لینا۔
م ح ض — الْمَحْضُ: بروزن الفَلْسُ: خالص دودھ، جس میں پانی نہ ملایا گیا ہو۔ یہ دودھ ہو یا دہی ہو۔
مَحَضَهُ الْوُدَّ وَاَمْحَضَهُ: اس نے اس کے ساتھ مخلصانہ دوستی کی۔ تم جس چیز کو خالص کرو گویا تم نے اسے محض یعنی آلائش سے پاک کیا۔
عَرَبِيٌّ مَحْضٌ: نسب کے اعتبار سے خالص عربی النسل شخص۔ لفظ مَحْضٌ: مذکر، مؤنث اور جمع سب کیلئے یکساں ہے، لیکن چاہو تو اس کا مؤنث، تثنیہ اور جمع کا صیغہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔
م ح ق — مَحَقَهُ: اس نے اسے باطل قرار دیا اور اسے مٹا دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
تَمَحَّقَ الشَّيْءُ وَامْتَحَقَ: چیز مٹ گئی یا باطل ہو گئی۔ الْمُحَاقُ مِنَ الشَّهْرِ: مہینے کی آخری تین راتیں۔
مَحَقَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے برکت سے محروم کر دیا یا برکت اٹھالی۔
اَمْحَقَهُ: اس کا ایک رذی اور ناکارہ لہجہ ہے۔

م ح ل - المَحْلُ: قحط سالی۔ بارش کا رُک جانا اور زمین کا بے آب و گیا ہونا۔ کہا جاتا ہے: بَلَدٌ مَاحِلٌ زَمَانٌ مَاحِلٌ: قحط زدہ شہر اور قحط کا وقت۔

اَرْضٌ مَحْلٌ اور مُحُوْلٌ: بے آب و گیاہ زمین۔ اس کی مثال اَرْضٌ جَدْبٌ اور ارض جُدُوبٌ ہے۔ اس میں واحد جمع مراد لی گئی ہے۔

قَدْ اَمْحَلَتْ: وہ (زمین) بنجر ہو گئی یا خشک ہو گئی۔

اَمْحَلَ البَلَدُ: شہر میں قحط پڑ گیا۔ اسے بَلَدٌ مَاحِل یعنی قحط زدہ شہر کہتے ہیں۔ لوگ مَاحِلٌ کے بدلے مُمْحِلٌ نہیں کہتے۔ ہوسکتا ہے کہ ضرورتِ شعری کے تحت ایسا کہا گیا ہو۔

اَمْحَلَ القَوْمُ: قوم قحط زدہ ہو گئی۔

المَحْلُ: مکر و فریب۔ کہا جاتا ہے کہ: مَحَلَ بِهٖ: اُس نے سلطان سے اس کی چغلی کھائی۔ اسے بھی مَاحِلٌ یعنی چغلخور کہتے ہیں۔ اسے مَحُوْل بھی کہتے ہیں۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ دعا میں کہا جاتا ہے: لَا تَجْعَلْهُ مَاحِلًا مُصَدَّقًا: اے اللہ اسے مَاحِل مُصَدَّق نہ بنا یعنی ایسا چغلی کھانے والا جسے سچ جانا جائے۔

میرا کہنا ہے کہ یوں لگتا ہے گویا تَجْعَلْهُ میں 'ہٗ' کی ضمیر قرآن کریم کے لئے ہے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے ذریعے حدیث شریف میں آیا ہے: اِنَّ هٰذَا القُرآنَ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَمَاحِلٌ مُصَدَّقٌ: بے شک یہ قرآن ایسی شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مانی جائے گی اور ایسا چغلی کھانے والا ہے جس کی چغلی کو سچ مانا جائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایسا بنایا ہے کہ جو قرآنی احکام کا اتباع نہ کرنے والے کی اللہ کے حضور شکایت کرے گا اور چغلی کھائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ایسا جھگڑا کرنے والا شخص ہے جس کے دعوے کی تصدیق کی جاتی ہو۔

المُمَاحَلَةُ: ایک دوسرے کی ساتھ مکر و فریب کرنا۔

تَمَحَّلَ: اس نے حیلہ سازی کی۔ اس کا اسم فاعل مُتَمَحِّلٌ ہے۔

رَجُلٌ مُتَمَاحِلٌ: دراز قد انسان۔ حدیث شریف میں ہے: اُمُوْرٌ مُتَمَاحِلَةٌ: بہت طول کھینچنے والے معاملات اور فتنے۔

م ح ن - المِحْنَةُ: محنت و تکلیف۔ اس کی جمع مِحَنٌ ہے۔ ایسی مشکل یا مصیبت جس کے ذریعے انسان کی آزمائش کی جاتی ہے۔

مَحَنَهُ: اس نے اسے مشقت میں ڈال دیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اِمْتَحَنَهُ: اس نے اس کا امتحان لیا۔ یا اسے آزمایا۔ اس کا اسم: المِحْنَةُ ہے۔

م ح ا - مَحَالَوْحَهُ: اس نے اپنی لوح یا تختی صاف کی۔ اس کا باب عَدَا اور رَمَی ہے اور یَمْحَاهُ بھی، اس کا مصدر مَحْيًا ہے۔ اس کا اسم فاعل مَمْحُوٌّ اور مَمْحِيٌّ ہے۔ اس سے انفعال کے وزن پر صیغہ اِمْحَی ہے جس کا معنی مٹ گیا یا صاف ہو گیا۔ اس کا ایک لہجہ امتَحی ہے جو نہایت کمزور لہجہ ہے۔

مَحْيًا و مُحْيًا: دیکھئے بذیل مادہ 'ح ی ا'.

م خ خ - المُخُّ: گودا، مغز جو ہڈی کے اندر ہوتا ہے۔ ان معنوں میں المُخَّةُ زیادہ مخصوص لفظ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دماغ کو بھی مُخ کہا جاتا ہو۔ ہر چیز کے خلاصے یا نچوڑ کو بھی اس کا مُخ کہا جاتا ہے۔

امْتَخَخْتُ العَظْمَ اور تَمَخَّخْتُهُ: میں نے ہڈی میں سے اس کا گودا نکال لیا۔

م خ ر - مَخَرَتِ السَّفِيْنَةُ: اس کا باب قَطَعَ اور دَخَلَ ہے اور معنی یہ ہے کہ کشتی آواز کے ساتھ پانی کو چیر کر روانہ ہوئی یا چل پڑی۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَتَرَى الفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ: اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمُ البَوْلَ فَلْيَتَمَخَّرِ الرِّيْحَ: تم میں سے جب کوئی پیشاب کرنا چاہے تو ہوا کا رُخ دیکھ لے اور ہوا کے سامنے ہو کر نہ بیٹھے تا کہ ہوا سے پیشاب کے چھینٹے اس پر لوٹ کر نہ آئیں۔

م خ ض - مَخَضَ اللَّبَنَ: اس نے دودھ بلویا۔ اس کا باب قَطَعَ نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔

المِمْخَضَةُ: (میم اول مکسور) دودھ بلونے کا برتن، مشکیزہ یا بلونی۔

المَخِيْضُ والمَمْخُوْضُ: مکھن نکلا ہوا دودھ۔

تَمَخَّضَ اللَّبَنَ وامْتَخَضَ: چاٹی میں دودھ بلویا گیا۔ كذلك الوَلَدُ: اسی طرح بچے نے ماں کے پیٹ میں حرکت کی۔ المَخَاضُ: (میم مفتوح) دردِ زہ۔ بچہ پیدا ہونے کی تکلیف۔

قَدْ مَخِضَتِ الحَامِلُ: حاملہ عورت کے دردِ زہ شروع ہوا۔ اس میں خاء مکسور ہے۔ ایسی عورت کو مَاخِضٌ کہتے ہیں۔

المَخَاضُ: حاملہ اونٹنیوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا واحد خَلِفَةٌ ہے۔ اس کلمہ کا لفظاً واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ اسی لئے جب اونٹنی کا بچہ ایک سال کی عمر پوری کر کے دوسرے سال میں لگتا ہے تو اسے اِبْنُ مَخَاضٍ کہتے ہیں۔ مادہ بچے کو ابْنَةُ مَخَاضٍ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس عمر میں بچہ

ماں سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ماں یعنی اونٹنی دوبارہ حاملہ ہونے والی ہو جاتی ہے۔ چاہے فی الواقع حاملہ ہو یا نہ ہو۔ ابن مخاضِ اسم نکرہ ہے۔ اگر اسے معرفہ بنانا چاہیں تو ابن المخاض کہتے ہیں۔ یہ جنس کو معرفہ بناتا ہے۔ اس کے جمع کے صیغے میں صرف بَنَتُ مخاض، بنات لبون اور بنات آوی کہتے ہیں۔

م خ ط — المُخَاطُ: ناک کی رینٹ یا ریزش جو ناک سے بہتی ہے۔

قَدْ مَخَطَهُ مِن اَنْفِهِ: اس نے اپنی ناک سے رینٹ یا ریزش نکالی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اِمْتَخَطَ اور تَمَخَّطَ دونوں کا معنی ہے اس نے ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا۔

م د ح — المَدْحُ: تعریف وثنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ یہی معنی المِدْحَةُ کا ہے۔ اس میں میم مکسور ہے۔

المَدِيْحُ اور الأُمْدُوحَةُ کا بھی یہی معنی ہے۔ اس میں ہمزہ مضموم ہے۔ اِمْتَدَحَهُ کا معنی بھی وہی ہے جو مَدَحَهُ کا ہے یعنی اس نے اس کی تعریف کی۔

تَمَدَّحَ الرَّجُلُ: آدمی نے اپنی تعریف کرانا چاہی۔

رَجُلٌ مُمَدَّحٌ: بروزن مُحَمَّدٌ ایسا شخص جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہو۔

م د د — مَدَّهُ فَامْتَدَّ: متصل بڑھوتری، لگاتار زیادتی۔

مَدَّ اللّٰهُ فِی عُمُرِهِ: اللہ اس کی عمر دراز کرے۔

مَدَّهُ فِی غَیِّهِ: اس نے اسے اس کی گمراہی میں ڈھیل دی۔

المَدُّ: سیلاب، کہا جاتا ہے: مَدَّ النَّهْرُ وَمَدَّهُ نَهْرٌ آخَرُ دریا میں سیلاب آ گیا۔ اور اس کے ساتھ ایک اور دریا آن ملا۔ کہا جاتا ہے: قَدْ مُدَّ البَصَرِ: جہاں تک نظر جاتی ہے یا کام کرتی ہے۔

رَجُلٌ مَدِيْدُ القَامَةِ: دراز قد آدمی۔

تَمَدَّدَ الرَّجُلُ: آدمی پاؤں پسار کر لیٹ گیا۔

المُدُّ: ایک پیمانہ جو ایک رطل اور تہائی رطل کے برابر ہوتا ہے۔ یہ معیار اہل حجاز کا ہے۔ اہل عراق کے ہاں ایک مُدّ دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔

مُدَّةٌ: مدت، عرصہ اور وقت کا دورانیہ۔

مُدَّةٌ مِنَ الزَّمانِ: تھوڑا سا وقت۔

المُدَّةُ: (میم مضموم) قلم کے ساتھ لگی سیاہی کے لئے اسم اور اگر میم مفتوح ہو تو معنی ایک مرتبہ یا ایک دفعہ ہے۔ مثلاً: مَدَدْتُ الشَّیْءَ میں نے ایک دفعہ چیز لی۔

الْمِدَّةُ: (میم مکسور) پیپ۔

الْمِدَادُ: سیاہی یا روشنائی۔

مَدَّ الدَّوَاةَ وَاَمَدَّهَا: اس نے دوات میں روشنائی ڈال دی۔

اَمْدَدْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کو قلم سے روشنائی لینے دی۔

اَمْدَدْتُ الْجَيْشَ: میں نے فوج کی مدد کی۔

الاِسْتِمْدَادُ: مدد طلب کرنا۔ ابوزید کا قول ہے: مَدَدْنَا الْقَوْمَ: ہم قوم کے لئے مدد بن گئے۔

وَاَمْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَة: ہم نے انہیں پھل بھیجے۔ بغیرنا، ہم نے دوسروں کے ذریعے مدد کی۔

اَمَدَّ الْجُرْحُ: زخم میں پیپ پڑگئی۔

م د ر – الْمَدَرَةُ: (میم اور دال دونوں مفتوح) اس کی جمع مَدَرٌ ہے۔ عرب کے لوگ گاؤں کو مَدَرَة کہتے ہیں۔

م د ل – تَمَدَّلَ بِالْمِنْدِيْلِ: اس نے سر پر رومال باندھا۔ یہ کلمہ تَنَدَّلَ کا ایک لہجہ ہے۔

م د ن – مَدَنَ بِالْمَكَانِ: وہ مکان میں رہائش پذیر ہوا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی سے لفظ الْمَدِيْنَةُ ماخوذ ہے۔ اس کی جمع مَدَائِنُ (مہموز) مُدْنٌ اور مُدُنٌ (مخفف ومشدد) ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ لفظ دِيْنَتْ یعنی مُلِكَتْ سے ماخوذ ہے۔

فُلَانٌ مَدَّنَ الْمَدَائِنَ تَمْدِيْنًا: فلاں شخص نے مختلف یا بہت سے شہروں میں رہائش اختیار کرلی۔ اس کی مثال مَصَّرَ الْاَمْصَارَ ہے۔ میں نے ابوعلی الفسوی سے پوچھا کہ مَدَائِن میں ہمزہ کیسی ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ جس نے اس سے مراد اقامت لی اس نے اس پر ہمزہ دے دی اور جس نے اس کلمہ کو مِلْک سے ماخوذ سمجھا تو اس نے اس پر ہمزہ نہیں دی، جس طرح مَعَايِش پر ہمزہ نہیں دی جاتی۔ مدینۃ الرسول ﷺ سے نسبت کے باعث مَدَنِی اور مَدِيْنَةُ الْمَنْصُوْر سے منسوب شخص کو مَدِيْنِی کہتے ہیں۔ اور کسری کے مدائن سے اسم نسبتی مَدَائِنِی ہے۔ ان کلمات میں یہ فرق اس لئے رکھا جاتا ہے کہ نام باہم گھل مل یا گڈمڈ نہ ہوں۔ مَدْيَنُ: حضرت شعیب علیہ السلام کے گاؤں کا نام ہے۔

م د ی – الْمَدَی: مقصد، غایت۔ کہا جاتا ہے کہ: قِطْعَةُ اَرْضٍ قَدْرَ مَدَی الْبَصَرِ: زمین کا ٹکڑا نظر کی پہنچ کے برابر ہے۔ اس کی بجائے قَدْرَ مَدِّ الْبَصَرِ بھی کہا جاتا ہے۔

الْمُدْيَةُ: (میم مضموم) چھرا۔ اسے مکسور کر کے الْمِدْيَةُ بھی کہہ سکتے ہیں اس کی جمع مُدْيَاتٌ اور مُدًی بھی ہے۔

الْمُدْيُ: صاع کے برابر کا ایک پیمانہ۔ یہ

قصر شاہی یعنی شاہی مُذ ہے۔اور یہ معروف مُذ سے مختلف ہے۔

مُـذ: دیکھئے بذیل مادہ 'م ن ذ'.

م ذ ر — مَذِرَتِ البَيْضَةُ: انڈا خراب ہو گیا۔اس کا باب طرب ہے۔

م ذ ق — مَذَقَ الـوُدَّ: اس نے دوستی میں اخلاص نہیں برتا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل مَذَّاقٌ اور مُمَاذِقٌ ہے۔ اور اس کا معنی غیر مخلص ہے۔

م ذ ی — المَاذِيُّ: سفید شہد۔

م ر ا — مَرُؤَ الطَّعَام: کھانا خوشگوار بن گیا۔اس کا باب ظرف ہے۔

مَرِئَ بھی (راء مکسور) اور مَرَأَهُ الطَّعَامُ: کھانا اس کے لئے خوشگوار ہوا۔اس کا باب قَطَعَ ہے۔بعض لوگ أَمْرَأَهُ کہتے ہیں۔

مَرِئَ الطَّـعَامَ: اس نے کھانے کو خوشگوار خیال کیا۔

الـمُـــرُوءة: مردانگی و جوانمردی اور انسانیت۔اس کلمہ کو مشدد کرنا چاہئے۔

مَرِيئُ الجَـزُوْرِ والشَّـــاةِ: اونٹ اور بکری کا نرخرہ یعنی خوراک اور پانی کے گزرنے کی جگہ یہ حلقوم کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔

المَرْءُ: آدمی، مثلاً: کہتے ہیں: هٰذا مَرْءٌ صَـــالِحٌ: یہ نیک مرد ہے۔اس میں میم مضموم بھی اس کلمہ کا ایک لہجہ ہے۔

هُمَـا مَـرْءَانِ: یہ دو آدمی ہیں۔اس کلمہ کی جمع نہیں ہے۔

هٰذِهٖ مَرْأَةٌ: یہ عورت ہے، ہمزہ کے بغیر اور راء مفتوح مَرَةٌ بھی درست ہے۔ اگر مذکر کی صورت میں اس پر الف وصل داخل ہو تو اس صورت میں اس کے تین لہجے ہیں۔راء ہر حال میں مفتوح ہوگا۔راء ہر حال میں مضموم اور ہر حال میں اس کا اعراب یوں ہوگا کہ تیسرے لہجے میں دو جگہوں پر تو یہ کلمہ معرب ہوگا اور هٰذِهٖ امْرَأةٌ میں راء ہر حال میں مفتوح ہوگا۔

م ر ج — المَرْجُ: مویشیوں کی چراگاہ۔

مَرَجَ الدَّابَّةَ: اس نے مویشی کو چرنے کے لئے بھیجا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔قول خداوندی ہے: مَـرَجَ البَحْرِيْنِ: میں مَـرَج کا معنی دو سمندروں کے درمیان خلا تاکہ دو سمندر ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔

مَـرِجَ الأَمْرُ والدِّيْنُ: امارت اور دین ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو گئے۔ اس کا باب طَـــرِبَ ہے۔اسی سے لفظ الهَرْجُ والمَـرْجُ ماخوذ ہے۔المَرْج میں راء ساکن ازدواج یعنی هَرْج کے ساتھ جوڑے کے لئے ہے۔

اَمْرٌ مَرِيْجٌ: خلط ملط یا ملا جلا معاملہ۔

اَمْرَجَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے بچہ پانی اور

خون بن جانے کے بعد باہر نکال دیا۔
مَارِجٌ مِنْ نار: بغیر دھوئیں کے آگ۔
المِرْجَان: چھوٹے موتی۔
م ر ح—المَرَحُ: شدت خوشی، پھولے نہ سمانا۔ اس کا باب طرب ہے۔ اس کا اسم فاعل مَرِحٌ ہے جس میں راء مکسور ہے۔ اور سِکِّیت کے وزن پر اس کا اسم فاعل مِرِّیحٌ بھی ہے۔
اَمْرَحَهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے اسے حد سے زیادہ خوش کر دیا۔ اس کا اسم مِرَاح (میم مکسور) ہے۔
م ر خ—مَرَخَ جَسَدَهُ بِالدُّهْنِ: اس نے تیل سے اپنے جسم کی مالش کی۔
مَرَّخَهُ تَمْرِیخًا: اس نے اسے پتلا کیا یا نرم کیا۔
المِرِّیخُ: (میم مکسور) پانچویں آسمان پر خنس ستاروں میں سے ایک ستارہ مریخ۔
م ر د—غُلَامٌ اَمْرَدُ: نوعمر، بے ریش لڑکا۔
المَرَدُ: (میم اور دال دونوں مفتوح) نوعمر۔ لیکن لڑکی کے لئے جارِیَةٌ مَرْدَاء نہیں کہتے۔ البتہ رَمْلَةٌ مَرْدَاء ایسی ریتلی زمین کو کہتے ہیں جس میں کچھ نہ اگتا ہو۔
غُصْنٌ اَمْرَدُ: ایسی ٹہنی جس پر کوئی پتا نہ ہو۔
تَمْرِیدُ البِنَاء: عمارت کو ہموار اور ملائم کرنا۔

المُرُوْدُ عَلَى الشَّيْئِ: کسی بات کا عادی ہو جانا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
المَارِدُ: سرکش، اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا اسم فاعل مَارِدٌ، مَرِیْدٌ اور مَرِّیْدٌ ہے۔
المِرِّیْدُ بروزن السِکِّیْتُ: سخت سرکش۔
م ر ر—المَرَارَةُ: (میم مفتوح) کڑواہٹ، تلخی۔ اس کی ضد الحَلَاوَة ہے۔
المَرَارَةُ کا معنی صفراء یا سوداء مزاج والی چیز بھی ہے۔
شَیْئٌ مُرٌّ: تلخ یا کڑوی چیز۔ اس کی جمع اَمْرَارٌ ہے۔
هٰذا اَمَرُّ مِنَ کَذَا: یہ چیز اس سے زیادہ کڑوی ہے۔
الأمَرَّانِ: دو تلخ باتیں، ناداری اور بڑھاپا۔
المُرِّیُّ بروزن الدُّرِّیُّ: چٹنی۔ گویا یہ لفظ المَرَارة کے ساتھ منسوب ہے۔ عام لوگ اسے بغیر تشدید بولتے ہیں۔
اَبُوْ مُرَّة: ابلیس کی کنیت ہے۔
المَرَّةُ: بار، دفعہ، مرتبہ۔ اس کی جمع المَرّ اور المِرَارُ ہے۔
المَرْمَرُ: سنگ مرمر۔
المِرَّةُ: صفراء یا سودا یعنی عناصر اربعہ میں ایک طبعی مزاج۔

الِمرَّةُ کا معنی قوت اور انتہائی عقلمندی بھی ہے۔

رَجُلٌ مَرِیْرٌ: مضبوط وقوی اور صاحب عقل۔

مَرَّ عَلَیْہِ وبِہٖ: وہ وہاں سے گزرا۔اس کا باب رَدَّ ہے۔مَرَّ کا باب رَدَّ اور مُرُوْرًا بھی ہے یعنی وہ چلتا گیا۔اسْتَمَرَّ کا معنی بھی یہی ہے۔یعنی وہ چلا گیا۔

الْمَمَرُّ: (اول ودوم میم دونوں مفتوح) گزرگاہ، پل اور مصدر اَمَرَّ الشَّیْئُ: چیز کڑوی ہوگئی۔اسی طرح مَرَّ یَمَرُّ (میم مفتوح)۔

مَرَارَۃً: وہ تلخ یا کڑوا ہوگیا۔اس کا اسم فاعل مُرٌّ ہے۔

اَمَرَّہُ غَیْرُہٗ: اسے کسی اور نے کڑوا کر دیا۔مَرَّرَہٗ کا معنی بھی یہی ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ: مَا اَمَرَّ فُلَانٌ: فلاں شخص کس قدر کڑوا انسان ہے۔اور مَا اَحْلٰی: وہ کس قدر شیریں یا میٹھا ہے۔یعنی اس نے کس قدر تلخ بات کہی یا اس نے کس قدر میٹھی بات کہی۔

م ر س — الْمِرَاسُ: تجربہ کرنا، مشق کرنا، علاج کرنا۔

مَرَسَ التَّمْرَ وَغَیْرَہٗ فی الماءِ: اس نے کھجور کو پانی میں صاف کیا۔

وَمَرَثَہٗ بِیَدِہٖ: اس نے اپنے ہاتھ سے ملا۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔

الْمَارِسْتَانُ: ہسپتال، یہ معرب کلمہ ہے۔ اصل کلمہ بیمارستان ہے۔

م ر ض — الْمَرَضُ: مرض، بیماری۔اس کا باب طَرِبَ ہے۔

اَمْرَضَہُ اللّٰہُ: اللہ نے اسے مریض کر دیا۔

مَرَّضَہٗ تَمْرِیْضًا: اس نے اس کی تیمارداری کی۔

التَّمَارُضُ: بیمار دکھائی دینا جبکہ فی الواقع بیمار نہ ہو۔

عَیْنٌ مَرِیْضَۃٌ: آنکھ جس میں خرابی ہو۔

م ر ط — الْمِرْطُ: (میم مکسور) اس کی جمع الْمُرُوْطُ ہے۔اور معنی اونی یا ریشمی اَن سلا کپڑا جسے بطور ازار یا چادر استعمال کیا جاتا ہے۔

تَمَرَّطَ: اس کے بال گر گئے۔

الْمُرَیْطَاءُ بروزن الْحُمَیْرَاءُ: ناف سے لے کر بغل تک کا حصہ۔یہی لفظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں وارد ہے جو انہوں نے ابومحذورہ سے اس وقت کہی جب ابومحذورہ نے نہایت بلند آواز سے اذان دی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے: أَمَا خَشِیْتَ اَنْ تَنْشَقَّ مُرَیْطَاءُ کَ: کیا تمہیں (اتنے زور سے اذان دینے سے) یہ خوف

لاحق نہ ہوا کہ اس سے تیری ناف سے لے کر تیری بغل تک کا حصہ پھٹ جائے گا۔

م ر ع—المَرِيعُ: زرخیز۔
قَدْ مَرُعَ الوَادِيْ: وادی زرخیز ہو گئی۔یعنی وادی گھاس کے اُگنے سے سرسبز وشاداب ہوگئی۔اس کا باب ظَرُفَ ہے۔
اَمْرَعَ کا معنی بھی یہ ہے کہ وہاں گھاس اُگ آئی۔ایسی گھاس والی سرسبز زمین یا وادی کو مُرِيْعٌ یا مُمْرِعٌ کہتے ہیں۔
اَمْرَعَهُ: اس نے سرسبز جگہ پالی۔یا اسے سرسبز جگہ مل گئی۔مثل ہے: اَمْرَعْتَ فَانْزِلْ: تمہیں سرسبز جگہ ملی یہیں پڑاؤ ڈال لو۔

م ر غ—مَرَّغَهُ فِي التُّرَابِ تَمْرِيْغًا فَتَمَرَّغَ: اس نے اسے مٹی میں لتھیڑا یا لوٹایا۔تو وہ مٹی میں لتھڑ گیا یا مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگیا۔ایسی جگہ کو مُتَمَرَّغٌ، مَرَاغٌ اور مَرَاغَةٌ کہتے ہیں۔یعنی ایسی جگہ جہاں جانور اور مویشی لوٹتے ہوں۔

م ر ق—المَرَقُ: سالن،شوربا۔
المَرَقَةُ زیادہ مخصوص کلمہ ہے۔
مَرَقَ القِدْرَ: ہانڈی میں سالن ہے۔اس کا باب نَصَرَ ہے۔اَمْرَقَ کا بھی یہی معنی ہے۔یعنی اس نے سالن زیادہ کیا۔
مَرَقَ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ: تیر نشانے یعنی شکار پر لگ کر پار ہوگیا۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔اسی نسبت سے خوارج کا نام مَارِقَةٌ پڑ گیا۔نبی اکرم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق: يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ: یہ لوگ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار پر لگ کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔
المَارِقُ کی جمع مُرَّاقٌ ہے۔

م ر ن—مَرَنَ عَلَى الشَّيْءِ: اس نے ایک چیز پر مشق کی۔اس کا باب دَخَلَ ہے۔
مَرَانَةٌ: کسی کام پر مشق کرنا۔عادی ہونا یا مستقل کام کرتے رہنا۔
المَرَانَةُ: ملائمی،نرمی۔
التَّمْرِيْنُ: نرم کرنا۔
المَارِنُ: ناک کی نرم ہڈی جو ناک کی نالی کے پہلو میں ہوتی ہے۔المُرَّانُ: (میم مضموم) تیر،اس کا واحد مُرَّانَةٌ ہے۔

م ر ا—المَرْوُ: چمکدار سفید پتھر جس سے (چقماق کے ذریعے) آگ نکلتی ہے۔اس کا واحد مَرْوَةٌ ہے۔مکہ شریف المَرْوة نام کی پہاڑی اسی نام سے موسوم ہے۔
مَرَاهُ حَقَّهُ: اس نے اس کا حق دینے میں جھگڑا کیا۔قول خداوندی ہے: اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى: کیا تم اُن سے اس بات پر جھگڑا کرتے ہو جو کچھ وہ دیکھتے ہیں۔
مَارَاهُ مِرَاءً: اس نے اس سے جھگڑا کیا۔

الْمِرْيَةُ: شک، میم کو مضموم بھی پڑھا گیا ہے۔ قول خداوندی کو میم مضموم اور مکسور دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِنْهُ: اس کے بارے میں تم شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ یہی معنی التَّمَارِيْ کا ہے۔ مَرْو ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ کی نسبت سے مُرْوَزِيٌّ خلاف قیاس اسم ہے۔ الثَّوْبُ مَرْوِي قیاس کے مطابق ہے یعنی مرو کا کپڑا۔

م ز ج - مَزَجَ الشَّرَابَ: اس نے شراب میں پانی یا کچھ اور ملایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

مِزَاجُ الشَّرَاب: شراب میں ملاوٹ۔

مِزَاجُ الْبَدَنِ: بدن کا مزاج، طبیعت، اُفتاد۔

م ز ح - الْمَزْحُ: تفریح، خوش طبعی۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور اس کا اسم الْمُزَاحُ اور الْمُزَاحَةُ ہے۔ میم دونوں لفظوں میں مضموم ہے۔ البتہ الْمِزَاحُ (میم مکسور) مَازَحَهُ کا مصدر ہے۔

هُمَا يَتَمَازَحَان: دو شخص آپس میں خوش طبعی کرتے ہیں۔

م ز ر - الْمِزْرُ: (میم مکسور) مشروب کی ایک قسم۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: هُوَ مِنَ الذُّرَةِ: وہ جوار سے تیار کیا جاتا ہے۔

م ز ز - مَزَّهُ: اس نے اسے چوسایا چکھا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الْمَزَّةُ: ایک چوس۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُحَرِّمُ الْمَزَّةُ وَلَا الْمَزَّتَانِ: ایک یا دو گھونٹ چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

شَرَابٌ مُزٌّ: گھونٹ بھر شراب۔

رُمَّانٌ مُزٌّ: میٹھے اور ترش کے درمیان ذائقہ والا انار۔ یعنی کھٹا میٹھا۔

الْمَزْمَزَةُ: حرکت دینا۔ حدیث شریف میں ہے: تَرْتِرُوْهُ وَمَزْمِزُوْهُ: اسے ہلاؤ جلاؤ۔ (یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان کے پاس ایک بدمست شخص کو لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اسے ہلاؤ جلاؤ تاکہ ہوش میں آسکے۔ (مترجم)

م ز ع - فُلَانٌ يَتَمَزَّعُ: فلاں شخص غصے میں اور غیظ وغضب کے مارے کانپ رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ غَضِبَ غَضَبًا شَدِيْدًا حَتّٰى يُخَيَّلَ إِلَيَّ أَنَّ أَنْفَهُ يَتَمَزَّعُ: یہ کہ ایک دفعہ آپ سخت غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ آپ کی ناک مارے غصے کے پھڑک رہی ہے۔

م ز ق - مَزَّقَ الشَّيْءَ تَمْزِيْقًا فَتَمَزَّقَ: اس نے ایک چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو وہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ الْمُمَزَّقُ: (زای

مفتوح) التَّمْزِيقُ کی طرح مصدر ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ: ہم نے انہیں پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ منتشر کر دیا۔ المِزَقُ: کپڑے کے چیتھڑے۔ اس کا واحد مِزْقَةٌ ہے۔

م ز ن: بقول ابو زید المُزْنَةُ کا معنی سفید بادل ہے۔ اس کی جمع مُزْنٌ ہے۔ المُزْنَةُ کا معنی بارش بھی ہے۔

م ز ا- المَـزِيَّةُ: فضیلت وخصوصیت وخاصیت۔ کہا جاتا ہے: لَهُ عَلَيْهِ مَزِيَّةٌ: یہ اس کی خصلت وخصوصیت ہے۔ اس سے فعل نہیں بنایا جاتا۔

مُسَافَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'س و ف'۔

م س ح- مَسَحَ بِرَأْسِهِ: اس نے اپنے سر کا مسح کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَمَسَّحَ بالأرض: اس نے زمین سے پونچھا۔

مَسَحَ الأرضَ يَمْسَحُ: (میم اوّل مفتوح) اور مضارع سین مفتوح۔

مِسَاحَةٌ: (میم مکسور) اس نے زمین کی پیمائش کی۔

مَسَحَهُ بِالسَّيْفِ: اس نے اسے تلوار سے کاٹا۔

المَسِيحُ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح کذاب دجال۔

المِسْحُ بروزن المِلْحُ: ٹاٹ، بوریا۔ اس کی جمع أَمْسَاحٌ اور مُسُوحٌ ہے۔

التِمْسَاحُ: بروزن مگرمچھ۔

م س خ- المَسْخُ: صورت کا بگاڑنا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے کہا جاتا ہے: مَسَخَهُ اللهُ قِرْدًا: اللہ نے اس کی شکل مسخ کر کے بندر کی طرح بنا دی۔

م س د- المَسَدُ: چھال۔ کہا جاتا ہے: حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ: چھال سے بٹی ہوئی رسی۔ المَسَدُ کا معنی کھجور کی چھال یا پتوں سے بٹی ہوئی رسی بھی ہے۔ یہ رسی اونٹ کے چمڑے کی بھی ہوتی ہے یا اونٹ کی فر سے۔

مَسَدَ الحَبْلَ: اس نے رسی کو اچھی طرح بٹا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

م س س- مَسَّ الشَّيْءَ: اس نے چیز کو چھوڑا۔ اس کا مضارع يَمَسُّ (میم مفتوح) ہے اور مصدر مَسًّا ہے۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ اور یہ فصیح لہجہ ہے۔ رَدَّ کے باب سے اس کلمے کے اور لہجے ہیں۔ شاید مِسْ الشَّيْءَ بھی کہا گیا ہو۔ جس میں پہلا سین حذف کیا گیا ہے۔ اور اس کی حرکت کسرہ میم پر منتقل کر دی گئی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس حرکت کو منتقل نہیں کرتے اور میم کو اپنی حالت پر مفتوح برقرار رکھتے ہیں۔ اس کی نظیر اور مثال یہ قول خداوندی ہے: فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ: اس

میں فَظَلْتُمْ مکسور اور مفتوح دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل ظَلِلْتُمْ ہے۔ اور یہ تخفیف شاذ ہے۔

اَمَسَّهُ الشَّيْءَ فَمَسَّهُ: اس نے چیز کو اس کے ساتھ مس کرایا تو اس چیز کو مس کیا۔

المَسِيسُ: چھونا، تعلق رکھنا۔

المُمَاسَّةُ: ایک دوسرے کو چھونا اور بطور کنایہ۔ اس کا معنی مقاربت اور جماع کرنا ہے۔ اور یہی معنی التَّمَاسُّ کا ہے۔ قول خداوندی ہے: مِنْ قَبْلِ اَنْ يَتَمَاسَّا: پیشتر اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں اس سے مراد ہے کہ وہ مقاربت کریں۔ اسی سے ماخوذ لفظ لَا مِسَاسَ ہے۔ یعنی نہ میں کسی کو چھوؤں اور نہ مجھے کوئی چھوئے۔

بَيْنَهُمَا رَحِمٌ مَاسَّةٌ: ان کے درمیان بڑی گہری قرابت داری ہے۔

حَاجَةٌ مَاسَّةٌ: نہایت اہم ضرورت یا اشد ضرورت۔

قَدْ مَسَّتْ اِلَيْهِ الحَاجَةُ: اسے سخت ضرورت پیش آئی۔

م س ک — اَمْسَكَ بالشَّيْءِ: اس نے چیز کو پکڑا۔ تَمَسَّكَ بِهِ، اِسْتَمْسَكَ بِهِ اور اِمْتَسَكَ سب کا معنی ایک ہے۔ یعنی اس نے مضبوطی سے تھاما۔ اور اسی طرح مَسَّكَ بِهِ تَمْسِيكًا کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآنی آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: وَلَا تُمَسِّكُوا بِعِصَمِ الكَوَافِرِ: (یہاں تُمَسِّكُوا میں سین مشدد ہے)۔ اَمْسَكَ عَنِ الكَلَامِ: وہ بات کرنے سے رُک گیا۔ یعنی خاموش ہوگیا۔ وَمَا تَمَاسَكَ اَنْ قَالَ: وہ کہے بنا رہ نہ سکا۔ الاِمْسَاكُ: بخل، کنجوسی۔ کہا جاتا ہے کہ فِيهِ مُسْكَةٌ مِنْ خَيْرٍ: مُسْكَةٌ میں میم مضموم ہے۔ معنی ہے: اس میں کچھ بھلائی باقی ہے۔

المِسْكُ: خوشبو، عطر۔ یہ کلمہ فارسی سے معرّب ہے۔ عرب لوگ اسے مَشْمُوْمٌ کہا کرتے تھے۔

م س ا — المَسَاءُ: شام۔ اس کی ضد الصَّبَاحُ صبح کرنا ہے۔ اَمْسَى اور مُمْسَى بھی الاصباح کی ضد ہے۔ یہ کلمہ مصدر بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔ الاِمْسَاءُ کا اسم مُمْسَى ہے۔

م ش ج — مَشَجَ بَيْنَهُمَا: اس نے دونوں کو ملایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ والشَّيْءُ مَشِيْجٌ: چیز مخلوط ہے۔ اس کی جمع اَمْشَاجٌ اس کی مثال يَتِيْمٌ اور اَيْتَامٌ ہے۔

م ش ش — المِشْمِشُ: (دونوں میم مکسور اور مفتوح) میوہ۔ المَاشُ: دانہ۔ یہ کلمہ

معرب ہے یا مولد۔

م ش ط - اِمْتَشَطَتِ الْمَرْأَةُ: (وَمَشَطَهَا الْمَاشِطَةُ) عورت نے بالوں میں کنگھی کی۔ گیسو آراء نے اس کے بالوں میں کنگھی کی۔ الْمُشَاطَةُ (میم مضموم) بالوں میں کنگھی کرتے وقت گرنے والے بال۔

الْمُشْط: (میم مضموم) پشت پا کی ہڈیاں یا جوڑ۔

مُشْطُ الْكَتِفِ: کندھے کی چوڑی ہڈی۔

م ش ق - الْمَشْقُ: نیزہ بازی کی تیزی، مارنے میں تیزی، کھانے میں تیزی اور لکھنے میں تیزی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

جَارِيَةٌ مَمْشُوقَةٌ: اچھے قد و قامت والی لڑکی۔ سڈول بدن والی لڑکی۔

م ش ن - الْمُشَانُ: کھجور کی ایک قسم۔ مثل ہے: بِعِلَّةِ الْوَرْشَانِ تَاكُلُ رطبَ الْمُشَانِ: کبوتر سے مشابہ شان زقمری کے شکار کی تلاش کے بہانے تم بہترین قسم کی مُشان کھجور بھی کھاتے ہو۔ یعنی کے ہوتے ہو کچھ اور نظر آتے ہو کچھ۔ اس مثل میں رُطَبَ الْمُشَانِ کے بدلے الرُّطَبُ الْمُشَانُ نہیں کہنا چاہیے۔

م ش ی - مَشَى: وہ چلا۔ اس کا باب رَمَى ہے۔ مَشَّى تَمْشِيَةً کا معنی بھی یہی ہے۔ مَشَّاهُ اور اَمْشَاهُ دونوں کا ایک معنی ہے یعنی اس نے اسے چلایا۔

تَمَشَّتْ فِيهِ حُمَيَّا الْكَاسِ: شراب کے دور اول کا جوش اس میں اپنا اثر کر گیا۔

کہا جاتا ہے: اِسْتَمْشَى وَاَمْشَاهُ الدواء: دوا نے اس کے دست جاری کر دیے۔

اَلْمَاشِيَةُ: مال مویشی یا چوپائے۔ اس کی جمع الْمَوَاشِيُ ہے۔

م ص ر - مِصْرُ: مشہور ملک۔ مذکر و مؤنث یکساں۔

الْمِصْرُ: شہر۔ اس کی جمع الامصار ہے۔

الْمِصْرَان: کوفہ اور بصرہ کے دو شہر۔

الْمَصِيرُ بروزن الْبَصِيرُ: آنت۔ اس کی جمع مُصْرَان ہے۔ اس کی مثال رَغِيفٌ کی جمع رُغْفَان ہے۔ اور الْمَصِيرُ کی جمع الجمع الْمَصَارِيْنُ ہے۔

فُلَان مَصَّرَ الامصارَ تَمْصِيرًا: اس کی مثال مَدَّنَ الْمُدُنَ اور معنی ہے۔ اس نے شہر بسائے۔

م ص ص - مَصَّ الشَّيْئَ يَمَصُّهُ: (میم مفتوح) مَصًّا: اس نے ایک چیز کو چوسا۔ امْتَصَّ کا معنی بھی یہی ہے۔

التَّمَصُّصُ: ٹھہر ٹھہر کر چوسنا۔

اَمَصَّهُ الشَّيْئُ فَمَصَّهُ: اُس نے اسے

چُوسا، یا تُو نے اسے چُوسا۔

اَلْمَصْمَصَةُ: کلّی کرنا۔ لیکن زبان کی نوک سے۔ اس کے مقابل اَلْمَضْمَضَةُ پورے منہ سے یا منہ بھر کُلّی کرنا ہے۔ دونوں لفظوں کے درمیان ایسا ہی لفظی فرق ہے جیسا القبصة اور القَبْضَة میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے: كُنَّا نُمَصْمِصُ مِنَ اللَّبَنِ ولا نُمَصْمِصُ من التَّمْرِ: ہم دودھ پی کر نوک زبان سے کلی کرتے تھے لیکن کھجور کھا کر کلی نہیں کرتے تھے۔ (پوری حدیث یہ ہے کہ ہم وضو صرف آگ پر پکی چیز کے کھانے کے بعد کرتے تھے چنانچہ ہم دودھ پی کر تو کلی کرتے تھے لیکن کھجور کھا کر کلی نہیں کرتے تھے۔ (مترجم)۔

اَلْمَصُوْصُ: کھانا۔ عام لوگ میم کو مضموم بولتے ہیں۔

مَصِيْصَةُ: مخفف۔ شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے مَصِّيْصَةُ: صاد کو مشدّد نہیں کرنا چاہئے۔

م ص ل — اَلْمَصْلُ: دُودھ سے ٹپکا ہوا پانی۔

اَلْمُصَالَةُ: پنیر سے ٹپکا ہوا پانی۔ مٹکے سے ٹپکنے والے پانی کو بھی کہتے ہیں۔

مُصِيْبَةُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ص و ب'.

مُضَاهَاةُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ض ہ ا' اور 'ض ہ ی'.

م ض ر: حدیث شریف میں ہے: مُضَرُ، مُضَرُهَا اللّٰهُ فِی النَّارِ: (یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حال سُنا کہ وہ لڑنے کے لئے نکلی ہیں اور قبیلہ مُضر کے لوگ ان کے ساتھ نکلے ہیں تو انہوں نے کہا:

ترجمہ: "قبیلہ مُضر! اللہ ان کو آگ میں جھونکے۔"

ہمارا خیال ہے کہ اس کلمہ کی اصل مُضُوْرُ اللَّبن یعنی دُودھ کا کھٹا یا ترش ہو جانا ہے جس سے زبان میں چُبھن محسوس ہوتی ہے۔ اس پر تشدید مبالغہ کے لئے ہے۔

اَلْمَضِيْرَةُ: دَہی سے تیار کیا ہوا کھانا۔ دہی کی کھٹاس سے زبان جلتی ہے پیشتر اس کے کہ یہ اچھی طرح جمی ہوئی ہو۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

م ض ض — اَمَضَّهُ الْجُرْحُ: اسے زخم نے دُکھایا۔ مَضَّهُ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔

اَلْكُحْلُ يَمُضُّ الْعَيْنَ: سرمہ سے آنکھ جلنے لگتی ہے یا جلتی ہے۔

اَلْمَضَضُ: مصیبت کا دُکھ اور تکلیف۔

اَلْمَضْمَضَةُ: کُلّی کرنا۔

تَمَضْمَضَ فِی وُضُوْئِهٖ: اس نے اپنے

وضو میں کلی کی۔

م ض غ—مَضَغَ الطَّعَامَ: اس نے کھانا چبایا۔ اس کا باب قَطَعَ اور نَصَرَ ہے۔

المُضْغَةُ: گوشت کا ٹکڑا۔

قَلْبُ الإنسانُ مُضْغَةٌ مِنْ جَسَدِهٖ: انسان کا دل اس کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔

م ض ی—مَضَى الشَّيْئُ: چیز گزر گئی۔ يَمْضِيْ (ضاد مکسور) مُضِيًّا مَضَى فِي الأَمْرِ يَمْضِيْ، مَضَاءً: اس نے حکم نافذ کیا۔ مَضَيْتُ عَلَى الأَمْرِ مُضِيًّا اور مَضُوْتُ بھی، مُضُوًّا (میم مفتوح اور مضموم) میں نے کام پورا کیا۔

هٰذَا اَمْرٌ مَمْضُوٌّ عَلَيْهِ: پورا کیا ہوا کام۔

اَمْضَى الأَمْرَ: اس نے حکم نافذ کیا، یا کام پورا کیا۔

م ط ر—مَطَرَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے بارش بری۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اَمْطَرَهَا اللّٰهُ: اللہ نے اسے برسایا۔

قَدْ مُطِرْنَا: ہم پر بارش بری۔ کہا گیا ہے کہ: مَطَرَتِ السَّمَاءُ وَاَمْطَرَتْ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

الإسْتِمْطَارُ: بارش کے لئے دعا کرنا۔ پانی مانگنا۔

المِمْطَرُ بروزن المِبْضَعُ: چھتری یا رین کوٹ جو بارش سے بچاؤ کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

م ط ط—مَطَّهُ: اس نے اسے کھینچا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

تَمَطَّطَ: وہ کھنچ گیا، لیٹ گیا، یا لمبا پڑ گیا۔

المُطَيْطَاءُ بروزن الحُمَيْرَاءُ: اترانا، فخر وغرور سے اظہار کرنا۔ چلنے میں دونوں ہاتھوں کا مٹکانا۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا مَشَتْ اُمَّتِيْ المُطَيْطَاءَ وَخَدَمَهُمْ فَارِسُ وَالرُّوْمُ كَانَ بَاسُهُمْ بَيْنَهُمْ: جب میری امت کے لوگ اکڑتے ہوئے اور اتراتے ہوئے چلیں گے اور فارس وروم کے لوگ ان کی خدمت میں ہوں گے تو پھر ان کی آپس میں جنگ برپا ہوگی۔

م ط ل—مَطَلَ الحَدِيْدَةَ: اس نے لوہے کو کوٹ کر لمبا کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ہر لمبی چیز کو مَمْطُوْل کہتے ہیں۔ اسی سے المَطْل بالدَّيْنِ کا لفظ مشتق ہے جس کا معنی قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَطَلَهُ، اس کا باب نَصَرَ ہے اور مَاطَلَهُ بِحَقِّهٖ: اس نے اس کے قرض یا حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کیا۔

م ط ا—المَطَا: (الف مقصور) پیٹھ۔

المَطِيَّةُ: سواری۔ اس کی جمع المَطِيُّ

اور المَطَايَا. اِلمَـطِيُّ، واحد، جمع مذکر اور مؤنث سب میں یکساں ہے۔ اصمعی کا قول ہے: المَطِيَّة، ایسی سواری ہے جو چلتے وقت لمبے ڈگ بھرتی ہو۔ اصمعی کا کہنا ہے کہ یہ لفظ مَطْوٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی لمبے ڈگ بھرنا ہے۔

اِمْـتَـطَـاهَـا: اس نے اسے بطور سواری اختیار کیا۔

التَمَطِّی: اِترانا، اکڑ کر چلنا۔ اور چلتے وقت بازو پھیلا کر چلنا۔ کہا گیا ہے کہ اس کی اصل تَمَطُّطٌ ہے۔ ان میں ایک طاء کو مقلوب کر کے یاء میں بدل دیا گیا۔ اس کی مثال التَظَنِّی اور التَقَضِّی ہے جو اصل میں التَّظَنُّنُ اور التَّقَضُّضُ تھے۔

میرا کہنا ہے کہ یہی لفظ اس آیت میں آیا ہے: ثُمَّ ذَهَبَ اِلیٰ اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى: وہ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کے پاس چل دیا۔

[illegible]ن: انسان کا معدہ۔ جگالی کرنے والے چوپایوں کے لئے معدے کی جگہ اوجھ یا اوجھڑی ہوتی ہے جو معدے کا کام کرتی ہے۔ المِعْدَةُ بھی اس لفظ کا ایک لہجہ ہے۔ جو الرِّعْدَةُ کے وزن پر ہے۔

م ع ز — المـعـز: بکری۔ اس کی ضد الضَّأْنُ یعنی بھیڑ ہے۔ یہ دونوں لفظ اسم جنس ہیں۔ المَعَزُ (عین مفتوح) کا بھی یہی معنی ہے۔ المَعِيزُ، الْأُمْعُوزُ (الف مضموم) اور المِعْزَی (میم مکسور) اس کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ المَعْزُ کا واحد ماعِـزٌ ہے۔ اس کی مثال صـاحب اور صَـحْـبٌ کی ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ مَـاعِزةٌ ہے۔ اس کا معنی ایک بکری ہے۔ اس کی جمع مَـوَاعِزُ ہے۔ سیبویہ کا قول ہے مِعْزًی منوّن اور منصرف ہے۔ کیونکہ الف مقصور الحـاق کے لئے ہے نہ کہ مؤنث کی علامت۔ الفراء کا قول ہے کہ المِـعْـزَی مؤنث ہے۔ بعض نے اسے مذکر قرار دیا ہے۔ ابوعُبید نے کہا ہے کہ تمام عرب معزی کو نکرہ کی حالت میں منوّن کر کے بولتے ہیں۔

[illegible]المَعَص: (میم اور عین دونوں مفتوح) آدمی کا پٹھا چڑھنا یعنی پٹھے کا کھنچ جانا۔ حدیث شریف میں ہے: شَـكَـا عمرو بن مَعْدِيكَرِبُ اِلىٰ عُمَرَ رضي الله عنه المَعَـصَ فَقَالَ: كَـذَبَ عَلَيْكَ العَسَلُ: عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنا پٹھا کھنچ جانے کی شکایت کی تو آپؓ نے فرمایا: ''تم پر تیز تیز چلنا ضروری ہے یعنی اس کا علاج ہے''۔ لفظ عسل عَسَلانُ الذئب (بھیڑیے

کی تیز چال) سے ماخوذ ہے۔
رَجُلٌ امْعَطُ: ایسا شخص جس کے جسم پر بال نہ ہوں۔
قَدْ مَعِطَ: اس کے جسم پر بال نہیں ہیں۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
امتَعَطَ شَعْرُ: بیاری سے اس کے بال گر گئے۔ یہی معنی اِنْمَعَطَ کا ہے۔ جس کا باب انفَعَلَ ہے۔
م ع ع۔المَعْمَعَةُ: بروزن المَرْزَعَةُ: سرکنڈوں وغیرہ میں آگ لگنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جنگ میں جنگجوؤں کی آواز۔
المَعْمَعَانُ بروزن الزَّعْفرانُ: گرمی کی شدت۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: یَوْمٌ مَعْمَعَانٌ: سخت گرمی والا دن۔
المَعْمَعِيُّ: وہ شخص غلبے پانے والے کے ساتھ ہو۔
مَعَ: مصاحبت پر دلالت کرنے والا کلمہ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسا اسم ہے جس کے آخری حرف کی حرکت ماقبل حرکت کے مطابق ہو۔ اسے ساکن اور منون کر کے بھی بولا یا پڑھا جاتا ہے مثلاً: جَاءُ وا معًا: وہ سب ایک ساتھ آئے۔
م ع ک۔المَعْکُ: ٹال مٹول اور ہیر پھیر کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: مَعَلَهُ بِدَيْنِهِ: اس نے قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ممکن ہے لوگ مَعَکَ الاَدِيْمَ (اس نے چمڑے کو ملا یا رگڑا) کہتے ہوں۔
تَمَعَّکَتِ الدَّابَّةُ: چوپایہ زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔
مَعَّلَهَا صَاحِبُهَا: اس کے مالک نے اسے زمین پر لوٹ پوٹ کرا دیا۔ لوگ بطور
م ع ن۔ لوگ بطور محاورہ کہتے ہیں حَدِّثْ عَنْ مَعْنٍ ولا حَرَجَ: معن سے روایت کر، اس میں حرج کی کوئی بات نہیں ہے۔ معن عربوں میں سب سے زیادہ فیاض اور سخی شخص تھے۔ یہ مثل اس شخص کے متعلق ہے جو بات یا معاملے میں وسعت اختیار کرتا ہو۔
المَاعُوْن: اسم جمع، گھر میں روزمرہ کے استعمال کی چیزیں۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ دورِ جاہلیت میں ہر کار آمد چیز کو مَاعُوْن کہتے تھے۔ اور دورِ اسلام میں اس سے مراد زکوٰۃ اور صدقات ہے۔ کہا گیا ہے کہ: الماعون دراصل مَعُوْنَةٌ ہے۔ الماعون میں الف حاء کا بدل ہے۔
أَمْعَنَ الفَرَسُ: گھوڑا اپنی دوڑ میں دور نکل گیا۔
مَاءٌ مَعِيْنٌ: جاری پانی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ المَاعُوْن، عِنْتُ المَاءَ کا مفعول ہے جب تم بذیل مادہ ع ی ن کے مطابق اس کا استنباط کرو یعنی عَانَ يَعِيْنُ سے اس

کا اسم مفعول بناؤ تو الماعون ہوگا۔

مَعَانُ: شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

م ع ی - المِعَی: آنت۔ اس کی جمع الأمْعَاءُ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: المُؤمِنُ يَأكُلُ فِی مِعیً وَاحِدٍ والْكَافِرُ يَأكُلُ فِی سَبْعَةِ أمْعَاءٍ: مؤمن ایک آنت بھرنے کے لئے کھانا کھاتا ہے جب کہ کافر سات آنتیں بھرنے کے لئے کھاتا ہے۔ اس مثل سے مراد یہ ہے کہ مؤمن حلال روزی کے سواء اور کچھ نہیں کھاتا۔ وہ حرام روزی اور مشتبہ و مشکوک روزی سے بھی بچتا ہے۔ جب کہ کافر کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس نے کیا کھایا، کہاں سے کما کر کھایا، اور کیسے کھایا۔ یعنی اسے حرام اور حلال کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔

م غ ر - المَغْرَةُ: سُرخ مٹی۔ اسے المَغَرَة بھی کہتے ہیں۔

م غ ص - المَغْصُ: (غین ساکن) آنتوں میں درد۔ پیچش کا مرض۔ عام لوگ یعنی عامی لہجہ میں اسے المَغَصُ غین متحرک کر کے بولتے ہیں۔

قَدْ مُغِصَ الرَّجُلُ: آدمی کو پیچش کی تکلیف ہوگئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ پیچش کے مریض کو مَمْغُوصٌ کہتے ہیں۔

[illegible]: دیکھئے بذیل مادہ 'غ و ر'.

مَفَازَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ف و ز'.

م ق ت - مَقَتَهُ: اس نے اس سے بُغض رکھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَقِيتٌ اور مَمْقُوتٌ ہے۔

نِكَاحُ المَقْتِ: سوتیلی ماں کے ساتھ شادی کرنا۔ دورِ جاہلیت میں اس کا رواج تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لیتا تھا۔

م ق ر - سَمَكٌ مَمْقُورٌ: پانی اور نمک میں ڈلی ہوئی مچھلی۔ مَمْقُورِ کو مَنْقُورْ نہیں کہنا چاہئے۔

م ق ط - المِقَاطُ: (میم مکسور) رسی۔ یہ لفظ القِمَاطُ سے مقلوب ہے۔

م ق ل - المُقْلُ: گوگل کا پھل۔ المُقْلَةُ: آنکھ کا ڈھیلا جس میں سفید اور سیاہ دونوں حصے شامل ہوتے ہیں۔

مَقَلَهُ فِی المَاءِ: اس نے اسے پانی میں ڈبویا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِذا وَقَعَ الذُّبَابُ فِی الطَّعَامِ فَامْقُلُوهُ فَاِنَّ فِی اَحَدِ جَنَاحَيْهِ سُمًّا وفِی الآخَرِ الشِّفَاءُ وَاِنَّهُ يُقَدِّمُ السُّمَّ وَيُؤخِّرُ الشِّفَاءَ:

جب تمہارے کھانے میں مکھی پڑے تو اسے کھانے میں ڈبولو، کیونکہ اس کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے پر میں شفا۔ وہ پہلے اپنا زہر والا پر ڈالتی ہے اور بعد میں شفا والا پر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جو نماز کے دوران اپنے سامنے سے کنکر برابر کرنے کے بارے میں ہے۔ آپ نے فرمایا: مَرَّةً وَتَرْكُهَا خَيْرٌ مِنْ مائة ناقةٍ لمُقْلَةٍ: کنکریوں کو ایک دفعہ ہموار کرنا جائز ہے اور ایسا نہ کرنا ایک سو ایسے اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے جو آدمی دیکھ بھال کر کے لے۔ یعنی حسب منشا اور من پسند اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

مُقَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و م ق'.

مُكَافَاةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ک ف ی'.

م ک ث - مُكْثٌ: ٹھہرا رہنا، انتظار کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ مَكُثَ بھی (ک مضموم) مُكْثًا (میم مفتوح) وہ ٹھہرا رہا۔ اس کا اسم المُكْثُ ہے۔ اور المِكْثُ (میم مضموم اور مکسور) بھی اس کا اسم ہے۔

تَمَكَّثَ: اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔

م ک ر - المَكْرُ: مکر، چال، فریب اور دھوکہ۔

قد مَكَرَ بِهِ: اس نے اس کے ساتھ فریب کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل مَاكِرٌ اور مَكَّارٌ ہے۔

م ک س - مَكَسَ فِي البَيْعِ: اس نے لین دین میں قیمت کم کرالی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ مَاكَسَ کا معنی ٹیکس بھی ہے۔

المَاكِس: عُشر وصول کرنے والا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُلُ صَاحِبُ مَكْسٍ الجَنَّةَ: ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ عُشر کی وصولی کرنے والا جو کچھ لیتا ہے، اسے بھی المَكْسُ کہتے ہیں۔

م ک ک - مَكَّ العَظْمَ: اس نے ہڈی سے گودا نکال لیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَاتَمَكَّكُوا عَلٰى غُرَمَائِكُمْ: اپنے قرض داروں پر سخت تقاضا مت کرو۔

مَكَّةُ: مکہ مکرمہ، حرمت والا شہر۔

المَكُّوكُ: پیمانہ جو تین کیلجات کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایک کیلجہ ایک سات بٹہ آٹھ من کے برابر ہوتا ہے۔ اور من دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔ ایک رطل بارہ اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ ایک اوقیہ ایک دو بٹہ تین اِستار کے برابر ہوتا ہے۔ ایک استار چار ایک بٹہ دو مثقال کے برابر ہوتا ہے۔ ایک مثقال ایک تین بٹہ سات درہم کے برابر ہوتا ہے۔ ایک درہم چھ دانق کے برابر ہوتا

ہے۔ ایک دانق دو قیراط کے برابر ہوتا ہے۔ ایک قیراط دو طسوجان کے برابر ہوتا ہے۔ ایک طسوجان دو حبے کے برابر ہوتا ہے اور ایک حبہ ایک بٹہ اڑتالیسؒ درہم کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع مَکَاکِیکِ ہے۔

م ک ن - مَكَّنَهُ اللهُ مِنَ الشَّيْئِ تَمْكِيْنًا و اَمْكَنَهُ: دونوں کا ایک ہی معنی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ طاقت و قدرت دی ہے۔ اِسْتَمْكَنَ الرَّجُلُ وَتَمَكَّنَ مِنْهُ دونوں کا ایک معنی ہے اور وہ یہ کہ اس نے قدرت و طاقت پائی۔ یا اسے حاصل ہوئی۔

فُلَانٌ لَا يُمْكِنُهُ النُّهُوْضُ: فلاں شخص اٹھ نہیں سکتا۔ لوگوں کا یہ قول کہ اَمْكَنَهُ عِنْدَ الْأَمِيْرِ: یعنی امیر کے ہاں اسے مرتبہ ملا، شاذ ہے۔ الْمَكِنَةُ (کاف مکسور) اس کی جمع الْمَكِنُ اور الْمَكِنَاتُ ہے: گھونسلہ حدیث شریف میں ہے: اَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلٰى مَكِنَاتِهَا: پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو۔ اس کا تلفظ مَكُنَاتِهَا (کاف مضموم) بھی ہے۔ ابو زید وغیرہ بدو لوگوں کا قول ہے: ہم پرندوں کے گھونسلے کے معنوں میں مَكِنَاتٌ نہیں جانتے۔ البتہ یہ لفظ وُكُنَاتٌ ہے۔ مَكِنَاتٌ تو گوہ کو کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اگر مَكِنٌ کا لفظ گوہ کے لئے مخصوص ہے لیکن اسے بطور تشبیہ گھونسلے کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا قول مَشَافِرُ الْحَبَشِيِّ ہے، یعنی حبشی کے ہونٹ۔ ہونٹ کے لئے مَشَافِرٌ کا لفظ تو اونٹ کے ہونٹوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور بقول شاعر جس میں شیر کا وصف بیان کرتا ہے:

لَهُ لِبَدٌ اَظْفَارُهُ لَمْ تُقَلَّمِ

"شیر کی گردن پر ایال ہے اور اس کے ناخن کٹے ہوئے نہیں ہیں۔"

شعر میں شیر کے پنجے کے لئے اظفار بمعنی ناخن استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ شیر کے پنجوں کو مَخَالِفَ کہتے ہیں۔ ابو عبید کا کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے مَكِنَات سے مراد عَلٰى اَمْكِنَتِهَا ہو یعنی پرندوں کو ان کی ان جگہوں میں رہنے دو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بنا رکھی ہے۔ ان پرندوں کو وہاں سے نہ ڈراؤ بلکہ ان کی طرف دھیان تک نہ کرو کیونکہ یہ پرندے نہ کسی کو نقصان دیتے ہیں اور نہ فائدہ۔ کہا جاتا ہے کہ النَّاسُ عَلٰى مَكِنَاتِهِمْ یعنی لوگ اپنی اپنی استقامت پر ہیں۔ اسم کے بارے میں علم نحو کے علماء کا قول ہے: مَكِنَاتٌ متمکن اسم ہے یعنی وہ عُمَر اور ابراھیم کی طرح معرب ہے۔ اس کے باوجود جب اسے

منصرف بنایا جاتا ہے تو وہ زید اور عمرو کی طرح المتمکن الامکن کہلاتا ہے۔ اور غیر متمکن وہ اسم ہے جو کَیْفَ اور اَیْنَ کی طرح مبنی ہو۔ اسم ظرف کے بارے میں نحویوں کا قول ہے کہ وہ اسم متمکن ہے یعنی وہ کبھی تو بطور اسم مستعمل ہوتا ہے اور کبھی بطور ظرف۔ مثلاً: یہ کہنا کہ جَلَسَ خَلْفَهُ، یہاں خلف منصوب ہے اور مَجْلِسُهُ خَلْفُهُ میں خلفُ مرفوع ہے۔ یہاں اس کا ظرف ہونا مناسب ہے۔ غیر المتمکن وہ اسم ہے کہ جو اس جگہ پر ظرف ہی استعمال ہوتا ہے جہاں اسے بطور ظرف آنا ہو مثلاً: لَقِيَهُ صَبَاحًا اور مَوْعِدُهُ صباحًا ان دونوں مقامات پر صباحًا منصوب استعمال ہوا ہے۔ اس حالت میں بھی اس کو مرفوع بنانا جائز نہیں جہاں آپ کی مراد دن کی صبح ہو۔ ان دونوں میں فرق کرنے کا اس کے سواہ اور کوئی سبب نہیں کہ عرب اس طرح استعمال کرتے ہیں۔

م ک ا—المُکّاءُ: (میم مضموم اور کاف مشدّد) ایک پرندہ۔ اس کی جمع المَکَاکِیُّ ہے۔ المُکَاءُ (کاف مخفف یعنی غیر مشدّد) سیٹی۔

قَدْ مَکَا: اس نے سیٹی بجائی۔ اس کا باب عَدَا اور مُکَاءٌ بھی ہے۔ قول خداوندی میں یہ لفظ ہے: وَمَا کَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ البَیْتِ اِلَّا مُکَاءً: بیت اللہ میں ان کی نماز سیٹیوں کے سواہ اور کچھ نہ تھی۔

مِیْکَائِیل (مہموز اور غیر مہموز بھی) اسم ہے۔ یعنی خاص نام ہے۔ یہ لفظ دو اجزاء سے مرکب ہے: میکا اور ایل۔ میکائین اور مِیْکَال اس کے دو اور لہجے ہیں۔

م ل ا—مَلَأَ الاِنَاءَ: اس نے برتن بھرا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس کا اسم مفعول مَمْلُوْءٌ ہے یعنی بھرا ہوا۔

دَلْوٌ مَلْآی بروزن فَعْلٰی اور کُوزٌ مَلآنُ ماءً: پانی سے بھرا ہوا پیالہ۔ عوامی لہجہ میں لوگ مَلاً ماءً (پانی سے بھرا ہوا) کہتے ہیں۔

المِلْءُ: (میم مکسور) برتن بھر پانی۔

امْتَلأَ الشَّیْئُ: چیز بھر گئی۔ تَمَلَّأَ کا معنی بھی یہی ہے۔

مَلُؤَ الرَّجُلُ: آدمی پر اعتماد ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مَلِیْءٌ (یاء ممدود) ہے۔

المَلَاءُ اور المَلَاءَة: دونوں میں الف ممدود ہے۔ ان کا باب ظرف ہے۔ مَالَأَهُ علی کذا مَمالأةً: اس نے اس کی مدد کی۔ حدیث شریف میں ہے: وَاللّٰهِ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ وَلَا مَالأْتُ علی قَتْلِهِ: خدا کی قسم! نہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور نہ میں نے ان کے قتل میں تعاون یا مساعدت کی۔ (یہ حضرت علی رضی

اللہ عنہ کا قول ہے۔ (مترجم)

تَمَالَأُوْا عَلَى الأَمْرِ: انہوں نے کام میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ یا اکٹھے ہوئے۔

المَلَاءُ: جماعت۔ اس کا معنی خُلق بھی ہے۔ اس کی جمع اَمْلَاءٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ قَالَ لأَصْحَابِهِ حِينَ ضَرَبُوا الأَعْرَابِيَّ: احسِنُوْا اَمْلَاءَكُمْ: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے ایک اعرابی کو (مسجد میں پیشاب کرنے پر) مارا کہ اپنے اخلاق درست کرلو۔

م ل ح — مَلَحَ القِدْرَ: اس نے ہانڈی میں مناسب نمک ڈالا۔

اَمْلَحَهَا: اس نے زیادہ نمک ڈال کر اسے خراب کردیا۔

مَلَّحَهَا تَمْلِيْحًا: کا معنی بھی یہی ہے۔

مَلُحَ المَاءُ: پانی کھارا ہوگیا۔ اس کا باب دخل اور سھُل ہے۔ اسے ماءٌ مِلْحٌ یعنی کھارا پانی کہتے ہیں۔ اسے ماءٌ مَالِحٌ نہیں کہتے۔ ایسا کہنا ایک ردی اور ناکارہ لہجہ ہے۔

المِمْلَحَةُ: (میم مکسور) نمک دان جس میں نمک رکھتے ہیں۔

مَلُحَ الشَّيْئُ: چیز نمکین ہوگئی۔ اس چیز کو مَلِيْحٌ اور مُلَاحٌ کہتے ہیں۔ اس میں میم مضموم اور لام مخفف ہے۔

اِسْتَمْلَحَهُ: اس نے اسے نمکین جانا یا سمجھا۔ المَلِيْحُ کی جمع مِلَاحٌ (میم مکسور) ہے اور اَمْلَاحٌ ہے۔ اس کی مثال شَرِيْفٌ اور اَشْرَافٌ ہے۔

المُلَّاحُ بروزن التُّفَّاحُ: بہت زیادہ خوبصورت۔

قَلِيْبٌ مَلِيْحٌ: کھارے پانی کا کنواں۔

سَمَكٌ مَلِيْحٌ ومَمْلُوْحٌ: نمکین مچھلی۔ اسے مَالِحٌ نہیں کہتے۔ کہا جاتا ہے کہ: مَا اُمَيْلِحَ زَيْدًا: زید کس قدر خوبصورت ہے۔ اس فعل کے سواء اور لوگوں کے اس قول: مَا اُحَيْسِنَهُ کے سواء اس وزن پر کوئی تصغیر نہیں بنایا گیا ہے۔

المُمَالَحَةُ: ایک دوسرے کو ساتھ کھلانا اور دودھ پینا، پلانا۔

المُلْحَةُ: بروزن السُّبْحَةُ: اس کی جمع المُلَحُ ہے اور معنی مزیدار باتیں۔

المُلْحَةُ کا معنی سفید اور سیاہ مخلوط رنگ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: كَبْشٌ اَمْلَحُ وَتَيْسٌ اَمْلَحُ: مینڈھا اور بھورا بکرا، جس کی اون سفید و سیاہ مخلوط رنگ کی ہو، یعنی بھورے رنگ کی ہو۔

المَلَّاحُ: (میم مفتوح اور لام مشدد)

کشتی بان، ملّاح۔

المَـلّاحَۃُ: نمک کی کان۔

م ل د – غُصنٌ اُمْـلُـوْدٌ: نرم اور ملائم ٹہنی۔

م ل س – المَلاسَۃُ: ملائی و نرمی اس کی ضد الخُشُونَۃُ یعنی کھردراپن ہے۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔

شَيءٌ اَمْلَسُ: ملائم چیز۔

قَدْ اَمْلاسَّ الشَّيءُ: چیز نرم اور ملائم ہو گئی۔ اس کا مصدر امْلِیسَاسًا ہے۔

مَلَّسَہٗ غَیْرُہٗ تَمْلِیسًا فَتَمَلَّسَ: کسی نے اسے ملائم بنایا تو وہ ملائم ہو گیا۔ اَمْلَسَ کا معنی بھی یہی ہے۔

رُمّانٌ اِمْلِیسِيٌّ: املیسی انار۔

م ل ص – المَـلَـصُ: (میم اور لام دونوں مفتوح) پھسلن۔

قَـدْ مَلِصَ الشَّـيْءُ مِنْ یَدِيْ: چیز میرے ہاتھ سے پھسل گئی یا چھوٹ گئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

انْمَلَصَ الشَّيءُ: چیز چھوٹ گئی یا ضائع ہو گئی۔

م ل ق – تَمَلَّقَہٗ: اس نے اس سے چاپلوسی کی۔ اظہار دوستی کیا۔

تَمَلَّقَ لَہٗ تَمَلُّقًا وتِمِلاقًا: (تاء مکسور) کا بھی یہی معنی ہے۔

المَلَقُ: دوستی، مہربانی۔

قَدْ مَلِقَ: اس نے چاپلوسی کی۔

رَجُـلٌ مَلِـقٌ: چاپلوس شخص، صرف زبان سے اظہار دوستی کرنے والا۔

اَلْمَلَقَ مِـنْـہُ الشَّـيْءُ: اس سے چیز نکل گئی یا چھوٹ گئی۔

المَلَقَۃُ: صاف شفاف ہونا۔ ملائی و نرمی اور چکناہٹ۔

الإمْـلاقُ: فقر و ناداری۔ قول خداوندی میں یہی لفظ آیا ہے۔ مِـنْ اِمْـلاقٍ: فقر و ناداری کے مارے۔

م ل ک – مَلَکَہٗ یَمْلِکُہٗ: (لام مکسور) مِلْکًا (میم مکسور) اس نے اس پر قبضہ کیا، یا وہ اس کا مالک بنا۔

ھٰـذا الشَّـيْءُ مِلْکُ یَمِیْنِي: یہ چیز میرے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہے۔ مِلک کے بدلے مَلْک زیادہ فصیح ہے۔

مَلَکَ المَـرْاَۃَ: اس نے عورت سے شادی کر لی۔

المَمْلُوکُ: غلام۔

مَلَّکَہُ الشَّيْءَ تَمْلِیکًا: اس نے چیز اس کی ملکیت میں دے دی۔ کہا جاتا ہے: مَلَّکَہُ المَـالَ والمُلْکَ: اس نے مال اور مُلک اس کی ملکیت میں دے دیا۔ الفرزدق شاعر نے ہشام بن عبد الملک کے ماموں کے بارے میں کہا کہ:

وَمَا مثلُهُ فِي النَّاسِ إِلَّا مُمَلَّكًا
أَبُو أُمِّهِ حيٌّ أَبُوهُ يُقَارِبُه
الإِمْلَاكُ: تزویج، شادی کرنا۔
قَدْ أَمْلَكْنَا فُلَانًا فُلَانَةً: ہم نے فلاں عورت کی فلاں مرد سے شادی کر دی۔
جِئْنَا بِهِ مِنْ إِمْلَاكِهِ: ہم اُسے اس کی شادی سے لے آئے۔ المَلَكُوتُ لفظ المُلْک سے ماخوذ ہے جس طرح الرَّهْبَةُ سے الرَّهَبُوت ہے۔ کہا جاتا ہے: مَلَكُوتُ العراق: عراق کا اقتدار اور عزت۔ اس کا اسم فاعل مَلِيكٌ، مَلْكٌ اور مَلِكٌ بمعنی بادشاہ ہے۔ اس کی مثال فَخْذٌ ہے۔ اور فَخِذٌ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ: المَلْکُ، مَلِکٌ کا مخفف ہے۔ اور المَلِکُ، المَالِک یا المَلِيک کی مقصور صورت ہے۔ اس کی جمع المُلُوکُ اور الأَمْلَاکُ ہے۔ اور اس کا اسم المُلْکُ ہے۔ اور اس کا اسم ظرف مکاں مملكة ہے۔
تَمَلَّكَهُ: اس نے جبراً اس پر قبضہ کر لیا۔
عَبْدُ مَمْلَكَةٍ ومَمْلُكَةٍ: (لام مفتوح اور مضموم) ایسا غلام جو خود غلام ہو گیا ہو لیکن اس کے ماں باپ غلام نہ ہوں۔ اس کی ضد القِنُّ ہے۔ جس کا معنی ایسا غلام ہے جو خود بھی غلام ہو اور اس کے ماں باپ بھی غلام ہوں۔ اس کا ذکر اشعث بن قیس کی حدیث میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ القِنُّ زرخرید غلام ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا فِي مَلَكِهِ شَيْئٌ: (میم اور لام دونوں مفتوح) اس کے پاس کچھ نہیں۔
فُلَانٌ حَسَنَ المَلَكَةِ الى ممالِيْكِه: وہ شخص اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ سَيِّئُ والمَلَكَةِ: جنت میں بد خلق آدمی داخل نہیں ہوگا۔
مِلَاکُ الأمر: (میم مفتوح و مکسور) سرمایہ، سہارا۔ کہا جاتا ہے کہ: القَلْبُ مِلَاکُ الجَسَدِ: دل جسم کا جزوِ اعظم ہے۔
وَمَا تَمَالَکَ أَنْ قَالَ: وہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔
المَلَکُ: فرشتہ۔ یہ لفظ واحد اور جمع ہے لیکن اس کی جمع مَلَائِكَة اور مَلَائِك بھی کہی جاتی ہے۔

م ل ل – مَلَّ الشَّيْئَ: اور مَلَّ مِنَ الشَّيْئِ: وہ چیز سے اُکتا گیا۔ اس کا مضارع يَمَلُّ (میم مفتوح) ہے اور مصدر مَلَلًا، مَلَّةً اور مَلَالَةً بھی ہے۔ اور معنی دل برداشتہ ہونا۔ اُکتا جانا ہے۔ اِسْتَمَلَّ کا معنی بھی یہی ہے۔
رَجُلٌ مَلٌّ ومَلُولٌ ومَلُولَة اور ذُو مَلَّةٍ: دل برداشتہ یا ملول مرد۔

اِمْـــرَاةٌ مَـلُـوْلَةٌ: دل برداشتہ اور ملول عورت۔

اَمَـلَّـهُ واَمَلَّ عَلَيْهِ: اس نے اسے دل برداشتہ کردیا۔ کہا جاتا ہے: اَدَلَّ فَاَمَلَّ: پہلے ناز برداری کی اور پھر رنجیدہ کردیا۔ اَمَلَّ عَلَيْهِ کا معنی اس نے اسے إملا کرایا یعنی لکھوایا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: اَمْلَلْتُ عَـلَـيْـهِ الـكـتـــاب: میں نے اسے کتاب لکھوائی۔

مَـلَّ الْخُبْزَةَ: اس نے کھانا بھوبھل آگ میں ڈالا یا پکایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

اِمْتَلَّها: اس نے اسے بھوبھل آگ میں تیار کیا۔ بھوبھل آگ میں تیار کیا ہوا کھانا المَلِيْلُ اور المَمْلُوْلُ کہلاتا ہے۔ اسی طرح گوشت جو بھوبھل آگ میں پکایا گیا ہو، المَلِيْلُ اور المَمْلُوْلُ کہلاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: اَطْعَمَنَا خُبْزَ مَلَّةٍ: اس نے ہمیں بھوبھل آگ میں پکی روٹی کھلائی۔ اور:

اَطْـعَـمَـنَـا خُـبـزَ ةً مَلِيْلًا: اس نے ہمیں بھوبھل میں پکایا ہوا کھانا کھلایا۔ اس کی بجائے اَطْعَمَنَا مَلَّةً نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ المَلَّةُ کا معنی گرم راکھ یا بھوبھل ہے۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ المَلَّةُ خود اس گڑھے کا نام ہے۔

هُـوَ يَتَمَلْمَلُ عَلٰى فِرَاشِهٖ: وہ اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہا ہے۔ یعنی بے قرار اور بے چین ہے۔

يَتَمَـــلْمَلُ: وہ درد کے مارے انگاروں پر لوٹ رہا ہے یعنی سخت بے چینی کی حالت میں ہے۔

المِـــلَّةُ: ملت، دین اور شریعت۔

المُـلْـمُــوْلُ: نرچو، سرمہ سلائی جس سے آنکھوں میں سرمہ ڈالا جاتا ہے۔

م ل ا: کہا جاتا ہے: مَـلَّاكَ اللّٰهُ حَبِيْبَكَ تَمْلِيَةً: اللہ تمہیں تمہارا محبوب نصیب کرے اور بڑی دیر اس کے ساتھ رہنا نصیب کرے۔

تَمَلَّيْتُ عُمْـرِی: میں نے اپنی عمر سے استفادہ کیا۔ یا عمر سے لطف اندوز ہوا۔

المَـــلِيُّ: طویل مدت۔ یہی لفظ قول خداوندی میں وارد ہے: وَاهْجُـــرْنِي مَلِيًّا: اور تو مجھے عمر بھر کے لئے چھوڑ دو۔

المَـــلَوَانُ: رات اور دن۔ اس کا واحد مَلًا (الف مقصور) ہے۔

اَمْلٰى لَهُ فِي غَيِّهٖ: اس نے اسے اس کی گمراہی میں ڈھیل دے دی۔

اِمْلٰى اللّٰهُ لَهُ: اللہ نے اسے مہلت دی اور اس کی رسی دراز کی۔ اَمْلَى الكِتَابَ وَاَمَلَّهُ: اس نے کتاب لکھوائی۔ اس نے اسے کتاب لکھوائی۔ یہ دونوں عمدہ لہجے ہیں جو قرآن میں آئے ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ صاحب کتاب کی قرآن کا حوالہ دینے سے مراد قرآن کریم کی یہ دو آیات ہیں:

(۱) وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ اور

(۲) فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ.

اسْتَمْلَاهُ الْكِتَابَ: اس نے اس کو کتاب لکھوانے کے لئے کہا۔

م ن — مَنْ: کون۔ اس کا نام جس کے ساتھ مخاطب ہونا مطلوب ہو۔ یہ اسم مبہم اور غیر متمکن ہے۔ لفظاً یہ کلمہ واحد ہے۔ لیکن جمع کے معنوں میں بھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: قول خداوندی: وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَنْ يَغُوصُونَ لَهُ.

اس کے چار مقامات استعمال ہیں:

(۱) استفہام: مثلاً: مَنْ عِنْدَكَ: تمہارے پاس کون ہے۔

(۲) خبر: مثلاً: رَأَيْتُ مَنْ عِنْدَكَ: میں نے اسے دیکھ لیا جو تمہارے پاس ہے۔

(۳) جزاء: مثلاً: مَنْ يُكْرِمْنِي أُكْرِمْهُ: جو میری عزت کرے گا میں اس کی عزت کروں گا۔

(۴) اسم نکرہ: مثلاً: مَرَرْتُ بِمَنْ مُحْسِنٍ: میں ایک محسن شخص کے پاس سے گزرا۔

مِنْ (میم مکسور) سے، حرف جر یہ منزل کی ابتداء کیلئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: خَرَجْتُ من بغداد الى الكوفة: میں بغداد سے کوفہ کی طرف نکلا۔ بعض اوقات یہ مِنْ تبعیض کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً: هٰذَا الدِّرْهَمُ مِنَ الدَّرَاهِمِ: یہ درہم منجملہ درہموں میں سے ہے۔ بعض اوقات یہ حرف بیان اور تفسیر کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: لِلّٰهِ دَرُّهُ مِنْ رَجُلٍ: یہاں مِنْ اسم مَكْنِيْ دَرُّهُ کی تفسیر اور ترجمہ وشرح کے طور پر آیا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ: اس میں پہلا مِنْ ابتدائے سفر کیلئے ہے۔ دوسرا مِنْ تبعیض کیلئے اور تیسرا مِن تفسیر و بیان کیلئے ہے۔ کبھی یہ مِن تاکید لغو کے طور پر استعمال ہوتا ہے مثلاً: مَا جَاءَنِي مِنْ أَحَدٍ اور وَيْحَهُ مِنْ رَجُلٍ ان دونوں میں مِنْ کے ذریعے تاکید خبر کی گئی ہے۔ قول خداوندی ہے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ: یعنی خباثت و نجاست سے بچو اور یہ نجاست بُت ہیں۔ اسی طرح ثَوْبٌ مِنْ خَزٍّ ہے۔ اخفش نے اس قول خداوندی: وَتَرَى الْمَلٰئِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ: اور دوسرا قول خداوندی: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ: کے بارے میں کہا ہے کہ ان آیات میں مِنْ کا حرف تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اسی کی مثال رَأَيْتُ زَيْدًا نَفْسَهُ ہے۔ اور عرب لوگ کہتے ہیں: مَا رَأَيْتُهُ مِنْ سَنَةٍ: یہاں مِنْ سے مراد مُنْذُ ہے۔ قول خداوندی ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ: میں بھی مِنْ سے مراد مُنذ ہے۔ زُہیر شاعر کا قول ہے:

لِمَنِ الدِّيَارُ بِقُنَّةِ الحجر
اَقْوَيْنَ مِنْ حِجَجٍ وَمِنْ دَهرٍ

"قُنَّةُ الحجر کے پاس یہ کس کے گھر ہیں جو برسوں اور زمانے سے رہنے والوں سے خالی پڑے ہیں۔"

بعض اوقات مِنْ، عَلیٰ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: قول خداوندی: وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ: ہم نے اسے (آیات کو جھٹلانے والی) قوم پر نصرت بخشی۔ یہاں مِنْ، عَلیٰ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لوگوں کا قول: وَمِنْ رَبِّي مَا فَعَلْتُ: خدا کی قسم میں نے نہیں کیا۔ یہاں مِنْ حرف جر باء کے بدلے استعمال ہوا کیونکہ حروف جر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ ایسا کرنے سے معانی میں التباس پیدا نہ ہوتا ہو۔ بعض عرب مِنْ کے نون کو بعد میں آنے والے الف لام کے وقت الِتقاء ساکنین کے پیش نظر حذف کر دیتے ہیں۔ مثلاً: مِنَ الكَذِب کو مِلْكَذِبِ کہتے ہیں۔

م ن ج ن — المَنْجَنُوْن: رہٹ۔ جس کے ذریعے پانی نکالا جاتا ہے۔ اور زمین کو سینچا جاتا ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ المَنْجَنُوْن وہ المَحَالَةُ (لکڑی) ہے جس پر کھڑے ہو کر کنویں سے پانی کھینچا جاتا ہے۔ اسے بطور مؤنث استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع مَنَاجِيْنُ ہے۔ اس کا ایک لہجہ المَنْجَنِيْنُ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ المَحَالَةُ وہ بڑی چرخی ہے جس کے ذریعے اونٹ کنویں سے پانی کھینچتا ہے۔

منجنيق: دیکھئے بذیل مادہ 'ج ن ق'۔

م ن ح — المَنْحُ: عطا، عطیہ، بخشش۔ اس کا باب قَطَعَ اور ضَرَبَ ہے۔ اور اس کا اسم المِنْحَةُ بمعنی عطیہ ہے۔ اس میں میم مکسور ہے۔

م ن ذ — مُنْذُ: مبنی علی الضم اور اس کا ہم معنی لفظ مُذْ مبنی علی السکون، یہ دونوں حروف جر ہیں جو مابعد کو جر دیتے ہیں اور فِي کا کام دیتے ہیں۔ انہیں اپنے موجودہ زمانے کے سواہ اور کہیں داخل نہیں کیا جاتا مثلاً: رَأَيْتُهُ مُذِ اللَّيلة: میں نے اسے رات سے نہیں دیکھا۔ بعض اوقات یہ حروف اسم ہوتے ہیں اور مابعد کو رفع دیتے ہیں۔ جب مابعد تاریخ یا وقت ہو مثلاً: مَا رَأيْتُهُ مُذ يومُ الجُمُعَةِ: میں نے اسے جمعہ کے دن کے بعد سے نہیں دیکھا۔ یا وقت ظاہر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں مثلاً: مَا رَأيْتُهُ مُذْ

سَنَةً: میں نے اسے ایک سال سے نہیں دیکھا یعنی ایک سال کے دوران۔ اس موقع پر ھا صرف بطور نکرہ آتی ہے کیونکہ ہم یہاں سنةً سے مراد فلاں سن نہیں لیتے (بلکہ سال کی مدت مراد لیتے ہیں) سیبویہ کا قول ہے کہ مُنْذُ زمان (وقت) کے تعین کے لئے اسی طرح استعمال ہوتا ہے جس طرح مِنْ مکان یعنی جگہ کے تعین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حرف مُنْذُ دو حرفوں کا مرکب ہے یعنی مِنْ اور اِذْ کو ایک حرف بنا دیا گیا ہے۔ لیکن اس قول کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

م ن ع – المَنْعُ: (روکنا) اس کی ضد الاعطاء ہے یعنی بخشنا۔

قَدْ مَنَعَ: اس نے روکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور اسم فاعل مَانِعٌ، مَنُوعٌ اور مَنَّاعٌ ہے۔

مَنَعَهُ عَنْ كَذَا فَامْتَنَعَ: اس نے اسے فلاں کام سے روکا تو وہ رُک گیا۔

مَانَعَهُ الشَّيْئَ: اس نے اسے چیز دینے میں بخل کیا۔ اس کا مصدر ممانعة ہے۔ اس کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے اسے چیز دینے سے انکار کر دیا۔

مَكَانٌ مَنِيعٌ: بہت مضبوط مکان، ناقابلِ تسخیر۔

قَدْ مَنُعَ: وہ ناقابلِ تسخیر ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

فُلانٌ فِي عِزَّةٍ وَمَنَعَةٍ: (میم اور نون دونوں مفتوح) وہ شخص عزت واقتدار اور حفاظت میں ہے۔ بقول ابن السکیت مَنْعَةٌ میں نون کو ساکن بھی کراتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ المَنَعَةُ، مَانِعٌ کی جمع ہے۔ اس کی مثال كَافِرٌ اور كَفَرَةٌ ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عزت وآبرو میں ہے اور اپنے خاندان کے ان لوگوں میں ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

م ن ن – المُنَّةُ: (میم مضموم) قوت وطاقت۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ ضَعِيفُ المُنَّةِ: یعنی وہ کمزور ہے یا اس میں طاقت وقوت نہیں ہے۔

المَنُّ: کاٹنا۔ اس کا معنی کمی اور نقص بھی بتایا گیا ہے۔ انہیں معنوں میں قولِ خداوندی ہے: فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ: ان کے لئے غیر منقطع اجر ہے۔

مَنَّ عَلَيْهِ: اس نے اس کو نعمت وانعام سے نوازا۔ دونوں کا باب رَدَّ ہے۔

المَنَّانُ: اسمائے باری تعالیٰ میں سے ایک اسم ہے۔

مَنَّ عَلَيْهِ: اس نے اس پر احسان جتایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے اور مِنَّةٌ بھی۔ کہا جاتا ہے کہ: المِنَّةُ تَهْدِمُ الصَّنِيعَةَ: احسان

جتانا نیکی کو برباد کردیتا ہے۔
رَجُلٌ مَنُوْنَةٌ: احسان جتانے والا شخص۔
المَنُوْن: زمانہ۔ المنون کا معنی موت بھی ہے کیونکہ وہ رسد ورزق کو منقطع کردیتی ہے اور تعداد کم دیتی ہے، یہ مؤنث ہے، یہ واحد بھی ہے اور جمع بھی ہوسکتی ہے۔
المَنُّ: وزن ایک من جو دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی جمع امْنَانٌ ہے۔
المَنّ: ترنجبین کی طرح کا پھل۔ حدیث شریف میں ہے: الكُماة مِنَ المَنّ: کہ کھمبی (سانپ کی چھتری) مَنّ کی ایک قسم ہے۔
میرا کہنا ہے کہ الزجاج نے بقول الازہری کہا کہ مَنّ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ بطور انعام دیتے ہیں جس کے حاصل کرنے میں کسی قسم کی محنت و مشقت نہیں کرنا پڑتی۔ حدیث شریف سے یہی مراد ہے۔ ابوعبید کا قول ہے کہ مَنّ سے مراد وہ خوراک ہے جو بنی اسرائیل پر اترتی تھی۔ جو نرم تھی جسے پکانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ یہی صورت حال کھمبی (سانپ کی چھتری) کی ہے۔ اسے نہ تو کاشت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ پانی سے سینچنے کی۔
م ن ا — المَنَا: (الف مقصور) قدیم پیمانہ۔ اس کا تثنیہ مَنَوَان ہے اور جمع امْنَاءٌ یہ کلمہ المَنّ سے زیادہ فصیح ہے۔ کہا جاتا ہے۔ دَارِی مَنَادَارِ فُلانٍ: میرا گھر فلاں شخص کے گھر کے سامنے ہے۔ مجاہد کی حدیث میں ہے: إنَّ الحَرَمَ حَرَمٌ مَنَاهُ مِنَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ الأَرَضِيْنَ السَّبْعِ: حرم شریف ساتواں آسمان اور زمینوں کے مقابل اور درمیان میں واقع ہے۔
میرا کہنا ہے کہ میری معلومات کے مطابق حدیث شریف میں ہے: البَيْتُ المَعْمُوْرُ مَنَا مَكَّةَ: یعنی بیت المعمور مکہ شریف کے بالمقابل (عین اُوپر) ہے۔
المَنِيَّةُ: موت۔ یہ لفظ مُنِيَ لَهُ سے مشتق ہے یعنی اس کی قسمت میں لکھا گیا، کیونکہ موت مقدر ہے۔ اس کی جمع المَنَايَا ہے۔
المُنْيَةُ: آرزو، خواہش۔ اس کی جمع المُنَى ہے۔ مِنىً (یاء مقصور) مکہ میں مشہور جگہ کا نام۔ یہ کلمہ مذکر ہے اور منصرف ہے۔ یُونس کا قول ہے کہ امْنَى القَوْمُ: قوم منیٰ میں آئی۔ اور بقول ابن الاعرابی اَمْنَى القوم قوم منیٰ میں آئی۔
الأُمْنِيَّةُ: آرزو، خواہش۔ اس کی جمع الأَمَانِيُّ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ اس کلمہ کی جمع أَمَانٍ اور اَمَانِيُّ (یاء مخفف اور مشدد) کہی جاتی ہے۔ اخفش سے بھی یہی بات نقل کی گئی

ہے۔ جو بذیل مادہ (ف ت ح) درج کتاب ہے۔

الاُمْنِيَّة سے ماخوذ فعل تَمَنَّى الشَّيْئَ: اس نے ایک چیز کی آرزو کی ہے۔ مَنَّى غَيْرَهُ تَمْنِيَةً: اس نے کسی اور کو آرزو یا آس دلائی۔

تَمَنَّى الكِتَابَ: اس نے کتاب کو پڑھا۔

قول خداوندی ہے: وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لايَعْلَمُوْنَ الكِتَابَ اِلَّا اَمَانِيَّ: ان میں سے کچھ لوگ ایسے اُمّی ہیں جنہیں امنگوں اور آرزوؤں کے سواء کتاب کا کچھ علم نہیں ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ: هٰذا شَيْئٌ رَوِيتُهُ ام شَيْئٌ تَمَنَّيْتُهُ: یہ چیز یا تو میں نے روایت کی ہے یا اس کی تمنا کی ہے۔ اور؛

فُلَانٌ يَتَمَنَّى الأحَادِيث: فلاں شخص جھوٹی باتیں گھڑتا ہے۔ یہ لفظ 'مین' سے مقلوب ہے اور المَيْن کا معنی جھوٹ ہے۔

مَنَاة: ایک بت کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان بنو ہذیل قبیلے کا تھا۔

م ه ج — المُهْجَةُ: خون۔ کہا گیا ہے اس کا معنی خاص طور پر دل کا خون ہے۔

خَرَجَتْ مُهْجَتُهُ: اس کی روح نکل گئی۔

م ه د — المَهْد: بچے کا گہوارہ، پنگھوڑا۔

المِهادُ: بستر۔ مَهَدَ الفِرَاشَ: اس نے بستر بچھایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

تَمْهِيْدُ العُذْرِ: عذر پیش کرنا اور اسے قبول کرنا۔

تَمْهِيْدُ الاُمُوْر: معاملات کی درستی کرنا۔

م ه ر — المَهْرُ: حق مہر۔ عورت کا حق مہر۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

اَمْهَرَهَا: اس نے اس عورت کا مہر دے دیا۔

المَهَارة: مہارت، تجربہ۔ کسی کام کے کرنے کی کامل صلاحیت۔ قَدْ مَهَرْتُ الشَّيْئَ: میں نے کسی چیز کی مہارت حاصل کر لی۔ اَمْهَرُهُ (هاء مفتوح) مَهَارَةً (میم مفتوح) کا معنی بھی یہی ہے کہ مجھے اس میں مہارت حاصل ہے۔

المُهْرُ: بچھیرا، گھوڑی کا بچہ۔ اس کی جمع اَمْهَارٌ، مِهَارٌ اور مِهَارَةٌ (دونوں میم مکسور) ہے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ مُهْرَةٌ یعنی بچھیری ہے۔ اس کی جمع مُهَرٌ بروزن عُمَر اور مُهَرَاتٌ ہے۔ اس میں هاء مفتوح ہے۔

فَرَسٌ مُمْهِرٌ: بچھیرے والی گھوڑی۔

م ه ل: المَهَلُ (میم اور هاء دونوں مفتوح) نرمی اور آرام سے کام کرنا۔

اَمْهَلَهُ: اس نے اسے مہلت دی۔ مَهَّلَهُ تَمْهِيْلًا کا بھی معنی یہی ہے۔ اس کا اسم المُهْلَةُ ہے۔

الاسْتِمْهَال: مہلت طلب کرنا۔

تَمَهَّلَ فِی اَمْرِہٖ: اس نے اپنے کام میں صبر وتحمل اور سوچ بچار سے کام لیا۔ لوگوں کا یہ قول ہے مَهْلًا یا رَجُلُ! اے شخص! ذرا دم لو، یا صبر کرو۔ ٹھہرو! تثنیہ جمع اور مؤنث کے صیغوں کے لئے بھی یہ لفظ اسی طرح بولا جاتا ہے۔ قول خداوندی ہے: بِمَاءٍ کَالمُهْلِ: کہا گیا ہے کہ مُهل کا معنی پگھلا ہوا تانبہ ہے۔ ابوعمرو کا کہنا ہے کہ مُهل کا معنی تلچھٹ ہے۔ نیز اس کا معنی خون آلود پیپ اور خالص پیپ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اِدْفِنُوْنِی فِی ثَوْبَیَّ هٰذَیْنِ فَاِنَّمَا هُمَا لِلْمُهْلِ وَالتُّرَاب: مجھے ان دو کپڑوں میں کفن پہنا کر دفن کر دینا۔ کیونکہ یہ تو پیپ اور مٹی کے لئے ہیں۔

[illegible] (میم مفتوح) خدمت۔ ابوزید اور [illegible] نے بیان کیا کہ المِهْنَة میں میم مکسور ہے لیکن اصمعی نے اس سے انکار کیا ہے۔

المَاهِنُ: خادم، خدمت گزار۔

قَدْمَهَنَ القَوْمَ: اس نے قوم کی خدمت کی ہے۔

يَمْهَنُهُمْ: (ہاء مفتوح) وہ ان کی خدمت کرتا ہے۔

مَهْنَةٌ: خدمت کرنا۔

اِمْتَهَنْتُ الشَّیْءَ: میں نے چیز کو حقیر جانا۔

رَجُلٌ مَهِین: حقیر شخص۔

م ہ ہ — المَهَهُ: تروتازگی، طراوت۔

عمران بن حطان کا شعر ہے:

وَلَیْسَ لِعَیْشِنَا هٰذَا مَهَاهٌ
وَلَیْسَتْ دَارُنَا الدُّنیا بِدَار

''ہماری اس زندگی میں کوئی تروتازگی اور طراوت نہیں۔ اور ہمارا یہ دنیاوی گھر، گھر کہلانے کے لائق نہیں ہے۔''

کسی اور کا شعر ہے:

کَفٰی حَزَنًا اَنْ لَا مَهَاةَ لِعَیْشِنَا
وَلَا عَمَلٌ یَرْضٰی بِهِ اللّٰهُ صَالِحٌ

''دکھی کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہماری زندگی میں کوئی حسن اور تروتازگی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی عمل صالح ہے جس سے کہ اللہ راضی ہو۔''

المَهْمَهَةُ: دور کا جنگل۔ اس کی جمع المَهَامِهُ ہے۔

مَهْ: مبنی بر سکون۔ فعل امر کا اسم ہے اور معنی ہے ٹھہر جا۔ اگر اس کو متصل کر کے یعنی دہرا کر کے کہنا ہو تو اس کے آخر کو تنوین دیتے ہیں، مثلاً: مَهٍ مَهٍ کہتے ہیں۔

م ہ ا—المَهَا: (میم مفتوح) اس کا واحد مَهَاةٌ ہے۔ اس کا معنی جنگلی گائے ہے۔ اس کی جمع ہے مَهَوَاتٌ. المَهَاةُ: بلور کو بھی کہتے ہیں۔

اَمْهَى: پان دیا ہوا لوہا۔

م و ت—المَوْتُ: موت۔ اس کی ضد حیاۃ ہے بمعنی زندگی۔

مَاتَ يَمُوْتُ وَيَمَاتُ: وہ مرگیا۔ اس کا اسم فاعل مَيِّتٌ مشدّد اور مخفف دونوں طرح) ہے۔

قَوْمٌ مَوْتَى واَمْوَاتٌ، مَيِّتُوْن اور مَيْتُوْن (مشدّد و مخفف) اور معنی مردہ قوم یا مردہ لوگ۔ مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں یکساں۔ قول خداوندی ہے: لِنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَيْتًا: تاکہ ہم اس (بارش) کے ذریعے مردہ آبادی کو زندہ کریں۔

المَيْتَةُ: مُردار۔ جس جانور کو ذبح کر کے پاک نہ کیا گیا ہو۔ المُوَاتُ (میم مضموم) موت اور المَوَاتُ (میم مفتوح) بے رُوح اور بے جان۔ المَوَاتُ کا معنی ایسی زمین بھی ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو۔ اور نہ کوئی اس سے استفادہ کرتا ہو۔ المَوَ انُ (میم اور واؤ دونوں مفتوح) الحَيَوَان کی ضد ضرب المثل ہے: اِشْتَرِ المَوَتَانِ وَلَا تَشْتَرِ الحَيَوان: زمین اور گھر خریدنا لیکن غلام اور جانور نہ خریدنا۔ کہا جاتا ہے: اَمَاتَهُ اللّٰهُ اور مَوَّتَهُ بھی۔ اللہ اسے مارے۔ یا اس پر اللہ کی مار پڑے۔

المُتَمَاوِتُ: نفس کُش زاہد نُما۔

م و ج—مَاجَ البَحْرُ: سمندر میں لہریں اٹھیں یا طوفان آیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔

النَّاسُ يَمُوْجُوْنَ: لوگوں کی بھیڑ ہو رہی ہے۔ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔

م و ر—مَارَ: موجزن ہونا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ لفظی معنی ہلا آیا اور گیا۔ قول خداوندی ہے: يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا: الضحاک نے اس کا معنی بتایا ہے۔ جس روز آسمان موجزن ہوگا۔ ابوعبیدہ اور اخفش نے اس کا معنی تَكَفُّأ یعنی لڑکھڑانا بتایا ہے۔

م و ز—المَوْزُ: کیلا۔ اس کا واحد مَوْزَةٌ ہے۔

م و س—مُوْسٰى: آدمی کا نام۔ الکسائی نے کہا کہ اس کا وزن فُعْلَى ہے۔ ابوعمرو بن العلا کا قول ہے کہ یہ مُفْعَلٌ کے وزن پر ہے۔ اس کے باقی اشتقاقات بذیل مادہ 'م س ی' میں بیان ہوں گے۔

م و ق—المُوْقُ: موزہ جو باریک موزے پر پہنا جاتا ہے۔ یہ لفظ فارسی سے معرب ہے۔

م و ل—اَلْمَالُ: مال و دولت۔

رَجُلٌ مَالٌ: بڑا دولت مند شخص۔

تَمَوَّلَ الرَّجُلُ: آدمی دولتمند ہو گیا۔
مَوَّلَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے مال دیا۔ اس کا مصدر تَمْوِیْلًا ہے۔
م و م ـ المُوْمُ: موم۔ معرب لفظ ہے۔ میم حرف مجم ہے۔
م و ن ـ مَانَهُ: اس نے اس کی کفالت کی ذمہ داری اٹھائی۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
م و ہ ـ المَاءُ: پانی۔ اس کے آخر میں ہمزہ ہاء کا بدل ہے جو لام کلمہ کی جگہ ہے۔ اصل میں یہ لفظ مَـوَهٌ تھا۔ جس میں سارے حروف متحرک ہیں۔ کیونکہ اس کی جمع أَمْوَاهٌ ہے اور یہ جمع قلت ہے۔ اس کی جمع کثرت مِيَاهٌ ہے۔ اس کی مثال جَمَلٌ کی جمع قلت أَجْمَالٌ اور جمع کثرت جِمَالٌ ہے۔ اس میں سے ہاء نکل گئی کیونکہ اس کا اسم تصغیر مُوَيْهٌ ہے۔
مَـوَّهَ الشَّيْئَ تَمْوِيْهًا: اس نے چیز پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا۔ اور اس کے نیچے تانبہ یا لوہا ہوتا ہے۔ اسی سے لفظ التَّمْوِيْهُ ماخوذ ہے جس کا معنی تَلْبِيْس یعنی شیطنت ہے۔ المَاء کی طرف منسوب کو مَائِيٌّ کہتے ہیں۔ چاہو تو مَاوِيٌّ کہہ سکتے ہو۔
مِيْعَدَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ت د'.
مِيْثَرَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ث ر'.
مِيْجَرٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و ج ر'.

م ی ح ـ المَيْحُ: کنویں میں اترنا اور کنویں سے پانی بھرلانا۔ یہ تب جب کنویں میں پانی کم ہو اس کا باب بَاعَ ہے۔
اسم فاعل: مَائِحٌ ہے۔ اس کی جمع مَاحَةٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: نَزَلْنَا بِسِتَّةَ مَاحَةً: ہم چھ بار کنویں میں اترے۔
مَاحَهُ: اس نے اسے عطا کیا۔ اس کا باب بَاعَ بھی ہے۔
اسْتَمَاحَهُ: اس نے اس سے عطیہ یا بخشش طلب کی۔
الامْتِيَاحُ، المَيْحُ کا ہم معنی ہے۔
م ی د ـ مَادَ الشَّيْئُ: چیز کو حرکت ہوئی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔
مَادَتِ الأَغْصَانُ: ٹہنیاں جھکیں۔
مَادَ الرَّجُلُ: آدمی اترایا۔
المَيْدَانُ: میدان۔ اس کی جمع مَيَادِيْنُ ہے۔ مَادَهُ المِيرة سے مشتق فعل مَارَ کا ایک لہجہ ہے۔ اسی سے لفظ المَائِدة ماخوذ ہے۔ اس کا معنی دسترخوان ہے جس پر کھانا چنا ہو۔ اگر کھانا چنے بغیر ہی بچھا ہو تو اسے المَائِدہ نہیں بلکہ صرف خِوان کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ یہ فاعل بمعنی مفعول ہے اور اس کی مثال عِيْشَةٌ رَاضِيَةٌ بمعنی مَرْضِيَّةٌ ہے۔
مَيْدَ، بَيْدَ کا ایک لہجہ ہے جس کا معنی غیر

ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ بَيْدَ اَنِّی مِنْ قُرَيْشٍ وَنَشَأْتُ فِي بَنِي سَعْدِبن بَكْرٍ: کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں لفظ مَيْدَ کا معنی بھی مِنْ اَجلِ ہے۔ اس لحاظ سے حدیث کا مطلب ہوگا کہ میں عرب کا فصیح ترین شخص ہوں کیونکہ میں قریش میں سے ہوں۔ میری پرورش بنوسعد بن بکر قبیلے میں ہوئی ہے۔

م ی ر–المِيْرَةُ: اناج، جسے انسان کھاتے ہیں۔

قَدْ مَارَ اَهْلَهُ: اس نے گھر والوں کو خوراک فراہم کی۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اسی سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ مَا عِنْدَهُ خَيْرٌ وَلَا مَيْرٌ: اس کے پاس نہ دولت ہے اور نہ اناج۔ الامْتِيَارُ کا معنی بھی وہی ہے جو میر کا ہے۔

م ی ز–مَازَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو الگ کیا۔ یا علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ اسی طرح مَيَّزَهُ تَمِيزاً فَانْمَازَ اَمْتَازَ، تَمَيَّزَ، اسْتَمَازَ تمام کا معنی وہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: امْتَازَ الْقَوْمُ: اور لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔

فُلَانٌ يَكَادُ يَتَمَيَّزُ مِنَ الغَيْظِ: فلاں شخص غصے کے مارے کانپ رہا ہے۔

م ی س–مَاسَ: وہ اترایا، اکڑ کر چلا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور مَيَسَاناً بھی ہے۔ اس میں یاء مفتوح ہے۔ اس کا اسم فاعل مَيَّاسٌ ہے۔ تَمَيَّسَ کا بھی یہی معنی ہے۔

المَيْسُ: ایک درخت ہے جس سے کجاوے وغیرہ بناتے ہیں۔

مِيْسَمٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'و س م'.

م ی ط–مَاطَهُ: اس کا باب بَاعَ ہے۔

اَمَاطَهُ: اس نے اسے ہٹا دیا۔ اسی سے اِماطة الاذی عَنِ الطَّرِيقِ ماخوذ ہے یعنی راستے میں سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا۔

م ی ع–مَاعَ السَّمْنُ: گھی زمین پر بہہ گیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔ تَمَيَّعَ کا معنی بھی یہی ہے۔

م ی ل–مَالَ الشَّيْئُ: چیز ایک طرف جھک گئی۔ اس کا باب بَاعَ اور مَيَلَاناً بھی ہے۔ اس میں یاء مفتوح ہے نیز اس کا باب مَمَالًا اور مَمِيْلًا ہے۔ اس کی مثال مَعَاب اور مَعِيْبٌ ہے جو اسم اور مصدر ہیں۔ مَالَ عَنِ الحَقِّ: وہ حق سے پھر گیا۔

مَالَ عَلَيْهِ فِي الظُّلْمِ: اس نے اس پر ظلم کیا۔

اَمَالَ الشَّيْئُ فَمَالَ: اس نے چیز کو جھکایا تو وہ جھک گئی۔ تَمَايَلَ فِي مِشْيَتِهِ: اس نے اپنی چال میں ناز و ادا کا اظہار کیا۔

اسْتَمَالَهُ واسْتَمَال بِقَلْبِهٖ: وہ اس پر مہربان ہوا۔

المِيْلُ: میل کا فاصلہ بقول ابن السکیت یہ فاصلہ وہ ہے جہاں تک نظر کام کرلے۔

مِيلُ الكُحْلِ: سرمہ سلائی۔ جس کے ذریعے آنکھوں میں سرمہ ڈالتے ہیں۔

مِيْلُ الجَرَاحِةِ: زخم ناپنے کا آلہ۔

مِيلُ الطَّرِيْقِ: سفر کا میل۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔

م ی ن—المَيْنُ: جھوٹ۔ اس کی جمع مُيُوْنٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَكْثَرُ الظُّنُوْنِ مُيُوْن: اکثر بدگمانیاں غلط اور جھوٹی ہوتی ہیں۔

قَدْ مَانَ الرَّجُلُ: آدمی نے جھوٹ بولا۔ اس کا باب بَاعَ ہے اور اسم فاعل مَائِنٌ اور مَيُوْنٌ ہے۔

ميناءُ: دیکھیے بذیل مادہ 'و ن ی'.

م ی ا—مَيَّةُ: ایک عورت کا نام۔ اسے مَيٌّ بھی کہتے ہیں۔

باب النون

ن ا ش—التَّنَاؤُشُ: (مہموز) ایک دوسرے سے پیچھے رہنا اور دُور رہنا۔

ن ا ی—نَـأَہ: اور نأی عنه، ینأی (ہمزہ مفتوح) نأیًا بروزن فلس وہ دور ہوا۔

انأہ فانتأی: اس نے اسے دور کر دیا تو وہ دور ہو گیا۔

تناءَوا: وہ ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔

المُنتأی: دور افتادہ جگہ۔

[ن]ائبۃ: دیکھئے بذیل مادہ 'ن و ب'۔

[ن]رۃ: دیکھئے بذیل مادہ 'ن و ر'۔

[نا]قۃ: دیکھئے بذیل مادہ 'ن و ق'۔

[ن] ب أ—النَّـبَـأُ: خبر، اطلاع۔ کہا جاتا ہے: نَبَأَ نَبَأً اور اَنْبَأَ یعنی اس نے اطلاع دی۔ اسی سے ماخوذ النَّبِیُّ ہے کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دی ہوتی ہے۔ یہ فَعِیلٌ کے وزن پر فاعل کے معنوں میں ہے۔ اس میں ہمزہ کو ترک کیا گیا ہے۔ اس کی مثال الذُّرِّیَّۃُ البَرِیَّۃ اور الخابِیَۃ ہے۔ البتہ اہلِ مکہ ان چار کو ہمزہ کے ساتھ کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ النَّبِیّ کے بارے میں پوری معلومات بذیل مادہ 'ن ب ا' معتل کے باب میں دی گئی ہیں۔

ن ب ت—نَبَتَ الشَّیْءُ: چیز اُگ آئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے اور نَبَاتًا بھی ہے۔

نَبَتَتِ الأَرْضُ: زمین میں نباتات اُگ آئیں۔ اَنْبَتَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔

نَبَتَ البَقْلُ: سبزی اُگ آئی۔

اَنْبَتَہُ اللّٰہُ: اللہ تعالیٰ نے اسے اُگایا۔ اس سے اسم مفعول مَنْبُوتٌ خلاف قیاس ہے۔

المَنْبِتُ: (باء مکسور) نباتات کے اُگنے کی جگہ۔

ن ب ج—مَنْبِجٌ: بروزن مَجْلِسٌ: ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ سے منسوب صفت نسبتی مَنْبَجَانِیّ ہے۔ اس میں باء مفتوح ہے۔

ن ب ح—نَبَحَ الکَلْبُ: کتا بھونکا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے اور نَبِیْحًا بھی ہے۔ نیز نُبَاحًا بھی۔ نون مضموم بھی ہے اور مکسور بھی۔ شاید لوگوں نے نَبَحَ الظَّبْیُ بھی کہا ہو یعنی ہرن کی آواز کو بھی نبح کہا ہو۔

ن ب ذ—نَبَذَہُ: اس نے اسے پھینک دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ نَبَّذَہُ کا یہی معنی ہے۔ البتہ تشدید اظہار کثرت کے لئے ہے۔

جَلَسَ نُبْذَةً ونَبْذَةً: (نون مضموم اور مفتوح) اور معنیٰ وہ ایک طرف ہو بیٹھا۔
اِنْتَبَذَ: وہ کنارے جا بیٹھا۔
ذَهَبَ مَالُهُ وبَقِيَ نَبْذٌ مِنْهُ: (نون مفتوح) اس کا مال ضائع ہو گیا اور اس میں سے تھوڑا سا باقی بچ رہا۔
بارضٍ كذا نَبْذٌ مِن مَاءٍ ومن كَلإٍ: فلاں جگہ تھوڑا سا پانی ہے اور تھوڑا سا گھاس یعنی چارہ۔
فِي رأسِهِ نَبْذٌ مِن شَيْبٍ: اس کے سر میں بڑھاپے کے کچھ آثار ہیں۔
اَصَابَ الأرْضَ نَبْذٌ مِنْ مَطَرٍ: زمین پر تھوڑی سی بارش ہوئی۔
النَّبِيذُ: نبیذ۔ اس کی جمع الاَنْبِذَة ہے۔
نَبَذَ نَبِيذاً: اس نے نبیذ تیار کی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ عام لوگ اس کی جگہ اَنْبَذَهُ کہتے ہیں۔

ن ب ر - نَبَرَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو اُبھارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اسی سے لفظ المِنْبَرُ ماخوذ و مشتق ہے۔
اَنْبَارُ الطَّعَام: کھانے کے ڈھیر۔ اس کا واحد نِبْرٌ ہے۔ اس کی مثال نِبْرٌ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ: الأنبار کا معنیٰ اناج یعنی کھانے کی اقسام مثلاً: گیہوں، کھجور اور جَو وغیرہ ہیں جس کا ذکر بذیل مادہ 'ف د ی' ہو چکا ہے۔

ن ب ز - النَّبَزُ: (نون اور باء دونوں مفتوح) لقب۔ اس کی جمع اَنْبَازٌ ہے۔
نَبَزَهُ: اس نے اسے لقب سے پکارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
تَنَابَزُوا بالألْقَاب: انہوں نے ایک دوسرے کو لقب سے پکارا۔

ن ب ش - نَبَشَ البَقْلَ والمَيِّتَ: اس نے سبزی یا مُردے یا دفینے کو کھود نکالا۔ اسی سے لفظ النَّبَّاش مشتق ہے یعنی مردے نکال کھانے والا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ب ض - نَبَضَ العِرْقُ: رگ میں حرکت ہوئی یا رگ پھڑکی۔ نبض میں حرکت ہوئی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَبَضَاناً ہے اس میں باء مفتوح ہے۔

ن ب ط - نَبَطَ المَاءُ: پانی نکلا۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔
الإستنباط: استخراج، نکالنا۔
النَّبَطُ (نون اور باء دونوں مفتوح) اور النَّبِيطُ: ایک قوم یا لوگ جو عراقین کی وادیوں میں اقامت گزین ہیں۔ اس کی جمع اَنْبَاط ہے۔ اس قوم سے منسوب شخص کو رَجُلٌ نَبَطِيٌّ. نَبَاطِيٌّ اور نَبَاطٍ کہتے ہیں۔ اس کی مثال يَمَنِيٌّ، يَمَانِي اور يَمَانٍ ہے۔ یعقوب نے بتایا کہ نُبَاطِيٌّ بھی ہے۔ اس میں نون مضموم ہے۔

ن ب ع - نَبَعَ المَاءُ: پانی نکلا یا زمین

سے پھوٹ نکلا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔
نَبَعَ يَنْبِعُ (باء مکسور) نَبَعَانًا: (باء مفتوح) بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ الازہری نے اس کا فعل نقل کیا ہے اور دوسروں نے مصدر۔
اليَنْبُوعُ: پانی کا چشمہ۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوْعًا: تا آنکہ ہمارے لئے زمین سے چشمے پھوٹ نکلیں۔ اس کی جمع المَنَابِعُ ہے۔
النَّبْعُ: ایک مخصوص لکڑی ہے جس سے کمانیں بنائی جاتی ہیں۔ اور اس کی ٹہنیوں سے تیر بنائے جاتے ہیں۔ اس کا واحد نَبْعَةٌ ہے۔
يَنْبُعُ: ایک شہر کا نام بھی ہے۔

ن ب غ — نَبَغَ الشَّيْئُ: چیز ظاہر ہوئی۔ اس کا باب نَصَرَ، قَطَعَ، ضَرَبَ اور دخل ہے۔

ن ب ق — النَّبْقُ: یہ لفظ النَّبِقُ (باء مکسور) کی مخفف (یعنی باء ساکن) صورت ہے۔ اس کا معنی بیری کا بوجھ یا بار ہے۔ اس کا واحد نَبِقَةٌ ہے اس کی مثال كَلِمَةٌ اور كَلِمٌ ہے۔ اور نَبِقَاتٌ بھی ہے جس کی مثال كَلِمَاتٌ ہے۔

ن ب ل — النَّبْلُ: عربی تیر۔ یہ مؤنث ہے اور لفظ اس کا واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ اس کی جمع نِبَالٌ اور اَنْبَالٌ بنائی گئی ہے۔
النَّبَّالُ: (باء مشدد) تیروں والا۔
النَّابِلُ: تیر بنانے والا۔

النُّبْلُ (نون مضموم) اور النَّبَالَةُ: فضیلت و شرف۔
قَدْ نَبُلَ: وہ صاحب فضیلت بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اور اسم فاعل نَبِيْلٌ ہے۔
النُّبَلُ: استنجاء کا پتھر، کلوخ۔ حدیث شریف میں ہے: اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ وَاَعِدُّوا النُّبَلَ: قابل لعنت و ملامت باتوں سے بچو اور استنجاء کے لئے چھوٹے پتھر تیار رکھو۔ محدثین النبل میں نون کو مفتوح قرار دیتے ہیں۔
نَبَلَهُ: اس نے اسے تیر مارا۔
نَابَلَهُ فَنَبَلَهُ: اس نے اس کے ساتھ تیر اندازی کا مقابلہ کیا تو اسے تیر مارا یعنی تیر اندازی میں اس سے بہتر ثابت ہوا اور مقابلے میں زیادہ ماہر نکلا۔ ان تمام کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ب ہ — نَبُهَ الرَّجُلُ: آدمی نمایاں ہوا اور مشہور ہو گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَبِيْهٌ اور نَابِهٌ ہے بمعنی ہوشیار و ہوشمند۔ اس کی ضد الخَامِلُ یعنی سست اور کاہل ہے۔
نَبَّهَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے خبردار کیا۔

اس کا مصدر تَنبِيهًا ہے۔ یعنی کسی نے اسے سستی اور کاہلی سے اُٹھایا۔

اِنتَبَهَ مِنْ نَوْمِهِ: وہ اپنی نیند سے بیدار ہوا۔

اَنْبَهَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے (نیند سے) جگایا۔

نَبَّهَهُ ایضًا عَلَى الشَّيْءِ: اس نے اسے کسی چیز پر متنبہ یا باخبر کیا۔

فَتَنَبَّهُ: تو وہ متنبہ ہو گیا یا باخبر ہو گیا۔

ن ب ا - نَبَا الشَّيْءُ عَنْهُ: چیز اس سے دور ہو گئی۔ اس کا باب سَمَا ہے۔

اَنْبَاهُ: اس نے اسے اپنے آپ سے دُور کر دیا۔ مثل ہے کہ: الصِّدْقُ يُنْبِئُ عَنْكَ لا الوَعِيْدُ: سچ بولنا جنگوں میں تم سے تمہاری مصیبت کو بغیر کسی ڈراوے یا دھمکی کے دُور کرتا ہے۔ ابو عبید کا قول ہے کہ یہ لفظ انبا غیر مہموز ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ اصل میں یہ لفظ الإنباء سے مشتق ہے اور اس میں ہمزہ ہے۔ اس کا معنی ہے کہ فعل تمہیں تمہاری حقیقت حال سے باخبر کرتا ہے نہ کہ قول۔

نَبَا السَّيْفُ: تلوار نے کام نہیں کیا یعنی اس سے کاری ضرب نہیں لگی۔

نَبَا بَصَرِي عَنِ الشَّيْءِ: چیز سے میری نظر چُوک گئی۔

نَبَا بِفُلانٍ منزِلُهُ: فلاں شخص کو اس کی منزل راس نہ آئی۔ اسی طرح فِرَاشُهُ کا معنی ہے۔ سب کا باب مذکورہ بالا یعنی سَمَا ہے۔

النُّبْوَةُ اور النَّبَاوَةُ: زمین سے بلند جگہ۔ اگر لفظ النَّبِيّ کو اس کلمہ سے ماخوذ سمجھا جائے تو نبی کا معنی ہو گا ساری مخلوق سے زیادہ شرف والا انسان۔ لہٰذا اس کی اصل غیر مہموز ہے اور یہ کلمہ فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔

ن ت ا - نَتَأَ: بلند ہوا۔ اس کا اسم فاعل نَاتِئٌ ہے۔ اس کا باب خضع اور قطع ہے۔

ن ت ج - نُتِجَتِ النَّاقَةُ: اونٹنی نے بچہ جنا۔ اس سے فعل مجہول تُنْتَجُ نَتَاجًا ہے۔

نَتَجَهَا اَهْلُهَا: اسے اس کے لوگوں نے پیدا کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَنْتَجَتِ الفَرَسُ وَالنَّاقَةُ: گھوڑی اور اونٹنی کے بچہ جننے کا وقت قریب آ گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی حمل ظاہر ہونا ہے۔ ایسی گھوڑی اور اونٹنی کو نتوج کہتے ہیں مُنْتِجٌ نہیں کہتے۔

ن ت ر - النَّتْرُ: زبردستی کھینچنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ت ش - نَتَش الشَّيْئَ بالمنتاش اس نے موچنے سے چیز کو نکال لیا۔ اس کا

باب ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا نَتَشَ مِنْ فُلَانٍ شَيْئٌ: فلاں شخص سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

ن ت ف — نَتَفَ الشَّعْرَ: اس نے بال اُکھاڑا یا نوچا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

نتاتف فَانْتَتَفَ: تو وہ اُکھڑ گیا، یا نُچ گیا۔

نَتَّفَ الشعُوْرَ: اس نے بال خوب نوچے۔ تشدد اظہار کثرت کے لئے ہے۔

المِنْتَافُ: موچنا۔ بال نوچنے کا آلہ۔

النُتَافَةُ: (نون مضموم) بال نوچنے سے جو بال اُکھڑ کر نیچے گر پڑیں۔

النُتْفَةُ: ہاتھوں یا انگلیوں سے اکھیڑی ہوئی گھاس وغیرہ۔ اس کی جمع النُتَفُ ہے۔

ن ت ق — النَّتْقُ: ہلانا، توڑنا۔

قَدْ نَتَقَهُ: اس نے اسے ہلایا یا اوپر اٹھایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاذْ نَتَقْنَا الجَبَلَ: جب ہم نے پہاڑ کو اوپر اُٹھایا، یا بلند کیا۔

ن ت ن — النَّتْنُ: بدبو، غلاظت وگندگی۔

قَدْ نَتَنَ الشَّيْئُ: چیز بدبودار ہو گئی۔ اس کا باب ظَرُفَ اور سہُل ہے۔ اور نَتَنًا بھی ہے۔ اس کا اسم فاعل مُنْتِنٌ اور مِنْتِنٌ (میم مکسور باتباع تا مکسور)۔

قَوْمٌ مَنَاتِيْنُ: گندے اور غلیظ لوگ۔ لوگ کہتے ہیں کہ: مَا اَنْتَنَهُ: وہ کس قدر غلیظ اور گندہ ہے۔

ن ت ا — النَّوَاتِيُّ: ملاح لوگ۔ اس کا واحد نُوْتِيٌّ ہے۔

ن ث ث — نَثَّ الحَدِيْثَ: اس نے بات افشاء کر دی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

نَثَّ الـزِّقُّ: مشک سے پانی ٹپکا یا رِسا۔ اس کا مضارع يَنِثُّ (نون مکسور) اور مصدر نَثِيْثًا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: وَاَنْتَ تَنِثُّ نَثِيْثَ الحَمِيْتِ: تم تو گھی کی مشک کی طرح پسیج رہے ہو۔ (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ان کے پاس ایک شخص سوال کرنے آیا اور اس نے کہا کہ میں تو ہلاک ہو گیا۔ وہ شخص بظاہر اچھا خاصا تندرست وتوانا تھا۔ اسے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ الفاظ فرمائے)۔ [مترجم]

ن ث ر — نَثَرَهُ: اس نے اسے بکھیر دیا، پھیلا دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ فَانْتَشَرَ پس وہ بکھر گیا۔ اس کا اسم النِّثَارُ (نون مکسور) ہے۔ النُّثَارُ (نون مضموم) بکھری ہوئی چیز۔

دُرٌّ مُنَثَّـرَةٌ: بکھرے ہوئے موتی۔ شدّت اظہار کثرت کیلئے ہے۔ الاِنْتِثَارُ اور الاِسْتِنْثَارُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اس کا معنی ناک جھاڑنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِذا اسْتَنْشَقْتَ

فَانْثُر: جب ناک میں پانی ڈالو تو ناک جھاڑو۔ حدیث شریف میں ہے: رُدُّوا نَجْأَةَ السَّائِلِ بِاللُّقْمَةِ: بھیک مانگنے والے کی نظر ایک لقمہ دے کر رفع کرو۔ (یعنی تمہارے کھانے پر اس کے نظر لگنے کا اثر اس سے زائل ہوگا)، (مترجم)۔ اس کا وزن ضَرْبَةٌ ہے۔

ن ج ب - رَجُلٌ نَجِيْبٌ: کریم النفس اور فیاض انسان۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

النُّجَبَةُ بروزن الهُمَزَةُ: نجیب وکریم۔

اِنْتَجَبَهُ: اس نے اسے چن لیا اور انتخاب کرلیا۔

النَّجِيْبُ مِنَ الإبِلِ: اچھی نسل کا اونٹ۔ اس کی جمع نُجُبٌ (نون اور جیم دونوں مضموم) اور نَجَائِبُ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کا کہنا ہے کہ یہ اعلیٰ نسل کے اونٹ یا اونٹنیاں وہ ہوتی ہیں جو مقابلے کی دوڑ میں استعمال کی جاتی ہیں۔

ن ج ح - النُّجْحُ: بروزن النُّصْحُ اور النَّجَاحُ: کامیابی، حصول مطلب میں کامیاب ہونا۔

اَنْجَحَ الرَّجُلُ: آدمی کامیاب ہوا۔ اس سے اسم فاعل مُنْجِحٌ ہے۔

وَمَا اَفْلَحَ وَلَا اَنْجَحَ: اس نے نہ فلاح پائی اور نہ کامیاب ہوا۔

اَنْجَحَ الحَاجَةَ: اس نے ضرورت پوری کی۔

نَجَحَتِ الحَاجَةُ: ضرورت پوری ہو گئی۔

نَجَحَ اَمْرُهُ: اس کا کام آسان ہوگیا۔ اس کا اسم فاعل نَاجِحٌ ہے۔ اس کا فعل نَجَحَ يَنْجَحُ (جیم مفتوح) نُجْحًا (نون مضموم) اور نَجَاحٌ (نون مفتوح) ہے۔

ن ج د - النَّجْدُ: زمین سے ابھری ہوئی جگہ۔ اس کی جمع نِجَادٌ (نون مکسور) نُجُودٌ اور اَنْجُدٌ ہے۔

النَّجْدُ: بلند راستہ۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی میں یہ لفظ یوں ہے: وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ: ہم نے اسے دو راستے دکھائے۔ ایک خیر کا اور دوسرا شر کا۔

التَّنْجِيْدُ: تزئین و آرائش کرنا، سجانا۔

النَّجَّادُ بروزن النَّجَّارُ: بستر، تکیے مرمت کرنے والا اور سینے والا۔

نَجْدٌ: عرب کا ایک علاقہ، یہ الغَوْر کے اُلٹ ہے۔ الغور یعنی نشیبی علاقہ تہامہ ہے۔ تہامہ سے سرزمین کی طرف ساری مرتفع علاقہ کو نَجد کہا جاتا ہے۔ یہ مذکر ہے۔

اَنْجَدَ: وہ نجد کے علاقے میں داخل ہوا۔

استنجدہ فانجد: اس نے اس سے مدد طلب کی تو اس نے اس کی مدد کی۔

النجاد: تلوار کی حمائل۔

ن ج ذ-النَّاجِذُ: آخری داڑھ۔ ہر انسان کی چار ناجذ داڑھیں ہوتی ہیں جو دانتوں کے پچھلی طرف آخر میں ہوتی ہیں۔ انہیں عقل داڑھ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ داڑھیں انسان کے بالغ ہونے اور عقل پختہ ہونے کے بعد آتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهُ: وہ قہقہہ مار کر ہنسا، تا آنکہ اس کی عقل داڑھیں دکھائی دینے لگیں۔ ایسی ہنسی تعجب کے موقع پر آتی ہے۔

ن ج ر-نَجَرَ الْخَشَبَةَ: اس نے لکڑی کو چیرا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ لکڑی کا کام کرنے والے کو نجّار کہتے ہیں۔

نَجْرَان: یمن میں ایک جگہ کا نام ہے۔

ن ج ز-نَجِزَ الشَّیْءُ: چیز گزر گئی، ختم ہو گئی۔ اس کا باب طرب ہے۔

نَجَزَ حَاجَتَهُ: اس نے اپنی ضرورت پوری کر لی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کہا جاتا ہے: نَجَزَ الْوَعْدَ: اس نے وعدہ پورا کیا۔

اَنْجَزَ حُرٌّ مَا وَعَدَ: ایک آزاد مرد نے جو وعدہ کیا پورا کیا۔ لوگ کہتے ہیں: اَنْتَ عَلٰی نَجْزِ حَاجَتِکَ: (نون مفتوح اور مضموم) تیری ضرورت پوری ہونے والی ہے۔

اسْتَنْجَزَ الرَّجُلُ حَاجَتَهُ وَتَنَجَّزَهَا: آدمی نے اپنی ضرورت پوری کرالی۔

النَّاجِزُ: حاضر، موجود۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَبِیْعُوْا حَاضِرًا بِنَاجِزٍ: حاضر کا ناجز کے بدلے لین دین نہ کرو۔ میرا کہنا ہے کہ صرف یعنی نقدی کے کاروبار کے بارے میں جو مشہور حدیث ہے اس میں نَهٰی عن بیع الصَّرف اِلَّا ناجزًا بِنَاجِزٍ کے الفاظ ہیں۔ یعنی حاضر کے بدلے حاضر کا لین دین کرنے کے سواء نقدی کے کاروبار کی ممانعت آئی ہے۔ رہا اصل کتاب میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی بظاہر کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

ن ج س-نَجِسَ الشَّیْءُ: چیز ناپاک ہو گئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَجِسٌ (جیم مکسور و مفتوح) ہے۔

قول خداوندی ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ: بلاشبہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔

اَنْجَسَهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے اسے ناپاک کیا۔ نَجَّسَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

ن ج ش-النَّجْشُ: خرید میں قیمت بڑھا

کر بولی دینا تاکہ دوسرا آدمی خرید نہ سکے۔ جس چیز کی بولی بڑھانے والے کو ضرورت نہ بھی ہو۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَنَاجَشُوْا: ایک دوسرے کی بولی پر قیمت بڑھا کر بولی نہ دو۔

النَّجَاشِي: حبشہ کا بادشاہ۔

ن ج ع - نَجَعَ فِيْهِ الخِطَابُ وَالوَعْظُ وَالدَّوَاءُ: خطاب، وعظ یا دوا اس کے اندر اتر گئی اور اثر انداز ہو گئی۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

النُّجْعَةُ بروزن الرُّقْعَةُ: گھاس کی جگہ پر گھاس تلاش کرنا۔ ان معنوں میں کہہ سکتے ہیں کہ: اِنْتَجَعَ: اسے چراگاہ مل گئی یا گھاس اور چارہ مل گیا۔

اِنْتَجَعَ فُلَانًا: وہ اپنے مطلوب کی تلاش میں آیا۔

المُنْتَجَعُ: چراگاہ۔

النَّجِيْعُ: سیاہی مائل خون۔ اصمعی کا قول ہے اس کا معنی خاص طور پر پیٹ کا خون ہے۔

ن ج ل - النَّجْلُ: نسل۔

المِنْجَلُ: درانتی، جس سے گھاس یا فصل کاٹتے ہیں۔

النَّجَلُ: (نون اور جیم دونوں مفتوح) آنکھ کا بڑا ہونا۔

وَالرَّجُلُ اَنْجَلُ: آدمی خوبصورت اور موٹی آنکھوں والا ہے۔

وَالعَيْنُ نَجْلَاءُ: آنکھ موٹی اور خوبصورت ہے۔ اس کی جمع نُجْلٌ ہے۔

الإِنْجِيْلُ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب۔ مذکر اور مؤنث دونوں یکساں۔ جس نے اسے مؤنث کہا اس نے صحیفہ مان کر مؤنث کہا اور جس نے اسے مذکر کہا تو اس نے اسے کتاب کے مفہوم میں مذکر کہا۔

ن ج م - نَجَمَ الشَّيْئُ: چیز ظاہر ہو گئی اور نمایاں ہو گئی یا طلوع ہو گئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: نَجَمَ السِّنُّ وَالقَرْنُ وَالنَّبْتُ: دانت اُگ آیا، سینگ نکل آیا اور پودا اُگ آیا۔

وَالنَّجْمُ: مقررہ وقت۔ اسی سے لفظ المُنَجِّمُ ماخوذ ہے۔ (جس کا معنی وقت کا حال بتانے والا ہے)۔ کہا جاتا ہے کہ: نَجَّمَ المَالَ تَنْجِيْمًا: اس نے رقم قسطوں میں ادا کی۔

النَّجْمُ: پودے کی بیل جو خود اپنے تنے پر کھڑی نہ ہو سکے۔ قول خداوندی ہے: وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ: بیل بوٹے اور درخت دونوں سجدہ ریز ہیں۔

النَّجْمُ: ستارہ۔

النَّجْمُ الثُّرَيَّا: ثریا ستارہ۔ یہ اسم علم ہے

جس طرح زید اور عمرو اسماء علم ہیں۔ لوگ جب طَلَعَ النَّجم کہتے ہیں۔ یعنی ستارہ طلوع ہوا تو اس سے مراد ثریا لیتے ہیں۔ اگر اس سے الف لام الگ کر دیا جائے تو پھر یہ عام ستارہ ہوگا۔

ن ج ا — نَجا مِنَ کَذا: اس نے فلاں سے نجات پائی۔
یَنْجُوْ نَجاءً (الف ممدود) اور نَجَاۃً: (الف مقصور) الصِّدْقُ مُنْجَاۃٌ: سچ میں نجات ہے۔
اَنْجی غَیْرَہٗ: اس نے کسی اور کو نجات دلائی، یا بچایا۔ نَجَّاہُ: اس نے اسے بچایا۔ یہ لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ: صاحب کتاب نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ آج ہم تمہیں نجات نہیں دیں گے بلکہ ہلاک کریں گے۔ یعنی اس آیت میں لَا نَفْعَلُ کے الفاظ کو عبارت میں پوشیدہ بتایا ہے۔
میرا کہنا ہے کہ یہ نہایت انوکھی بات ہے۔ میں نے صاحب کتاب رحمہ اللہ کے سواء علم تفسیر ولغت کے بڑے بڑے ائمہ میں سے کسی سے اس آیت کا یہ مطلب و معنی نہیں سُنا۔ بعض نے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے: نُنَجِّیْکَ: ہم تمہیں بلند زمین یا ٹیلے پر اُٹھائیں گے اور تمہیں ظاہر کریں گے کیونکہ آیت میں بِبَدَنِکَ آیا ہے بِرُوْحِکَ نہیں آیا۔ (اس سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ہم تیرے بدن کو محفوظ کریں گے، اور فرعون کی لاش ابھی تک محفوظ ہے)۔
اَسْتَنْجی: اس نے تیزی کی یا جلدی جلدی تیزی سے چلا۔ حدیث شریف میں ہے: اذا سَافَرْتُمْ فِی الجَدُوبَۃِ فَاسْتَنْجُوْا: جب تم کسی قحط زدہ علاقے میں سفر کرو تو تیزی سے گزرو۔
النَّجْوُ: پیٹ سے جو نجاست خارج ہوتی ہے۔
اَسْتَنْجی: اس نے نجاست والی جگہ کو پونچھا یا دھویا۔
النَّجْوُ: اونچی جگہ، ٹیلہ۔
النَّجْوُ: دو آدمیوں کے درمیان راز کی بات۔ کہا جاتا ہے کہ: نَجَوْتُہٗ نَجْواً: میں نے اس سے راز کی بات کہی۔ یہی معنی نَاجَیْتُہٗ کا ہے۔ اِنْتَجَی القَوْمُ وَتَنَاجَوْا: لوگوں نے آپس میں سرگوشی کی یا ایک دوسرے سے راز کی باتیں کیں۔
اِنْتَجَاہُ بِمُنَاجَاتِہٖ: اس نے اپنی راز کی باتوں کے لئے اسے خاص کیا۔ اس کا اسم النَّجْوٰی بمعنی سرگوشی اور راز کی بات کہنا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاِذْ هُمْ نَجْوٰی: جب وہ سراپا سرگوشی تھے۔ قرآن نے یہاں منافقین کو النجوی قرار دیا۔

حالانکہ النجوی سے مراد ان کا سرگوشی کا فعل ہے۔ اس کی مثال لوگوں کا یہ قول ہے: قَوْمٌ رِضًا میں رضا سے مراد ان کا راضی ہونے کا فعل ہے۔

النَّجِیُّ بروزن فَعِیْلٌ: جس کے ساتھ راز کی بات کی جائے، یعنی رازدار۔ اس کی جمع الانْجِیَۃُ ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ النَّجِیُّ سے مراد جماعت ہے، جس طرح الصَّدیق سے مراد راستبازوں کی جماعت ہے۔ قول خداوندی ہے: خَلَصُوْا نَجِیًّا: وہ الگ ہو کر سرگوشی کرنے لگے۔ الفراء کا کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ: النَّجِیُّ اور النَّجْوٰی اسم اور مصدر ہوں۔

ن ح ب — النَّحْبُ: مدت اور وقت۔ اسی سے یہ محاورہ بنا ہے: قَضٰی فُلَانٌ نَحْبَہٗ: فلاں شخص نے اپنا وقت گزار دیا۔ یعنی وہ مر گیا۔

النَّحِیْبُ: بلند آواز سے رونا۔ نَحَبَ، یَنْحِبُ (حاء مکسور) نَحِیْبًا والانتحاب کا معنی بھی یہی ہے۔

ن ح ت — نَحَتَہٗ: اس نے اسے تراشا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ بھی ہے جس کو الازہری نے نقل کیا ہے۔

النُّحَاتَۃُ: تراشا۔

ن ح ح — التَّنَحْنُحُ: اور النَّحْنَحَۃُ: دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یعنی سینے کے اندر آواز اٹکنا۔ ٹھسکا۔

ن ح ر — النَّحْرُ والمَنْحَرُ: بروزن المَذْھَبُ: گلا، سینے پر پٹا ڈالنے کی جگہ المَنْحَر کا معنی قربانی کے جانور کے گلا کاٹنے کی جگہ بھی ہے۔

النَّحر: جانور کی گردن وغیرہ اور سینے کے درمیان دگدگی میں ہوتا ہے اور ذبح حلق میں ہوتا ہے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

النِّحْرِیْرُ بروزن المِسْکِیْنُ: ثقہ عالم۔

انْتَحَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے خودکشی کی۔

انْتَحَرَ القَوْمُ علیٰ شَیْءٍ: لوگ کسی چیز پر پل پڑے۔ تَنَاحَرُوا فی القِتَال: انہوں نے لڑائی میں ایک دوسرے کو قتل کیا۔

ن ح س — النَّحْسُ: منحوس، بدشگون۔ اس کی ضد سعد بمعنی سعادت و نیک شگون ہے۔ اس قول خداوندی کو یوں پڑھا گیا ہے: فِی یَوْمٍ نَحِسٍ: (منحوس دن میں) یہاں نَحِس بطور صفت استعمال ہوا ہے۔ البتہ اس کا بطور مضاف الیہ استعمال زیادہ اور بہتر ہے۔

قَدْ نَحِسَ الشَّیْءُ: چیز منحوس ہو گئی۔ اس کا باب فَھِمَ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَحِسٌ: (حاء مکسور) ہے۔ اسی سے ماخوذ اَیَّامٌ نَحِسَاتٌ ہے۔

النُّحَاسُ: تانبہ، مشہور دھات۔
النُّحَاسُ: اس دُھویں کو بھی کہتے ہیں جس میں شعلہ نہ ہو۔

ن ح ص - النُّحْصُ: بروزن القُفْلُ: پہاڑ کا نشیب۔ حدیث شریف میں ہے: يالَيْتَنِي غُودِرْتُ مَعَ اصْحابِ نُحْصِ الجَبَلِ: کاش میں پہاڑ کے نشیب میں چھوڑ دیا جاتا یعنی احد میں شہید ہونے والوں کے ساتھ۔

ن ح ف - النَّحَافَةُ: کمزوری، لاغری یا دُبلا پن۔ اس کا باب ظرف ہے۔ اس کا اسم فاعل نَحِيفٌ ہے۔

ن ح ل - النَّحْلُ و النَّحْلَةُ: شہد کی مکھی۔ مذکر و مؤنث دونوں یکساں۔
يَعْسُوب: شہد کی مکھیوں کی رانی۔ ملکہ مکھی۔ النُّحْلُ (نون مضموم) مصدر۔ نَحَلَهُ يَنْحَلُهُ (حاء مفتوح)۔
نُحْلًا: عطاء کرنا۔ اس نے عطا کیا۔
النُّحْلَىٰ بروزن الحُبْلَىٰ: عطیہ۔
نَحَلَ المرأة مَهْرَهاء، يَنْحَلُهَا نِحْلَةً: (نون مکسور) اس نے عورت کو اس کا حق مہر اپنی خوشی سے بغیر عورت کے مطالبے کے ادا کر دیا۔ اس کا معنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے بغیر کوئی عوض لئے اس کا حق مہر ادا کر دیا۔ اور یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: اَعْطَاهَا مَهْرَها نِحْلَةً: اس نے خوشی سے حق مہر دے دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: النِّحْلَةُ تسمیہ ہے اور وہ یہ کہ آدمی یہ کہے کہ: نَحَلْتُهَا كذا و كذا: میں نے اسے فلاں فلاں چیز دے دی اور پھر چیز کی تعین و تحدید حق مہر کی کرے۔ النِّحْلَةُ کا معنی دعویٰ بھی ہے۔
النُّحُولُ: کمزوری و لاغری۔
قَدْ نَحَلَ جِسْمُهُ: اس کا جسم لاغر ہوا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔ نَحِلَ (حاء مکسور) نُحُولًا: اس کا ایک لہجہ ہے۔ لیکن حاء مفتوح زیادہ فصیح ہے۔
نَحَلَهُ القَوْلَ: اس کا باب قَطَعَ ہے اور معنی: اس نے مزید کہا یعنی جو بات اس نے پہلے کہی تھی اس پر اس بات کا اضافہ کیا اور اس پر اپنا دعویٰ کیا۔ انْتَحَلَ فُلان شِعْرَ غَيْرِهٖ: فلاں شخص نے کسی اور کا شعر اپنی طرف منسوب کیا اور اس کا دعویٰ کیا۔ تَنَحَّلَ کا معنی بھی یہی ہے۔ فُلانٌ يَنْتَحِلُ مَذْهَبَ كَذَا وَقَبِيلَةَ كَذَا: فلاں شخص اپنے آپ کو فلاں مذہب اور فلاں قبیلے سے منسوب کرتا ہے۔

ن ح ن - نَحْنُ: ضمیر متکلم۔ یہ اَنَا بمعنی 'میں' کی جمع ہے۔ اس کا آخری حرف نون متحرک مضموم ہے۔ اور اس کا سبب التقاء ساکنین ہے۔ کیونکہ ضمہ واؤ کی جنس سے ہے جو جمع کی علامت ہے اور نحنُ جمع کے

لئے کنایہ ہے۔
ن ح ا—النَّحْوُ: چلنا، راستہ۔ کہا جاتا ہے:
نَحَـا نَحْوَهُ: وہ اس طرف چلا۔ اور نَحا
بَصَـرَهُ اِلَیْهِ: اس نے اس کی طرف اپنی
نظر پھیری۔ اس کا باب عَدَا ہے۔

انْحٰی بَصَـرَهُ عَنْهُ: اس نے اس کی
طرف سے اپنی نظر پھیر لی۔ نَحَّاهُ عَنْ
مَوْضِعِهٖ فَتَنَحّٰی: اس نے اسے اپنی جگہ
سے ہٹا دیا تو وہ ہٹ گیا۔
النَّحْوُ: عربی کلام کو اعراب دینا۔
النِّحْیُ: گھی وغیرہ رکھنے کے لئے
مشک۔ اس کی جمع اَنْحَاءٌ ہے۔
النَّاحِیَةُ: طرف، جانب، سمت۔ اس کی
جمع النَّوَاحِیْ ہے۔
ن خ ب—الانتخاب: منتخب کرنا، چننا۔
النُّخْبَةُ بروزن النُّخَبَةُ: منتخب اور چیدہ
لوگ۔ اس کی جمع نُخَبٌ ہے۔ اس کی
مثال رُطَبَةٌ اور رُطَبٌ ہے۔ کہا جاتا ہے
کہ: جَآءَنِیْ نُخَبُ اَصْحَابِهٖ: وہ چیدہ
چیدہ منتخب دوستوں کے ساتھ آیا۔
ن خ خ—النَّخَّةُ: (نون مفتوح) چٹلا،
باریک۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کام کرنے
والا بیل ہے۔ ثعلب کا قول ہے کہ یہ معنی

دُرست ہے۔ کیونکہ یہ لفظ النَّـخّ سے
مشتق ہے جس کا معنی تیز ہانکنا یا چلانا ہے۔
حدیث شریف میں ہے: لَیْـسَ فِـی
النُّخَّةِ صَـدَقَةٌ: کام کرنے والے بیلوں
پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ یہ
لفظ مضموم النون ہے اور اس کا معنی کام کرنے
والے یا کام میں لائے جانے والے بیل
ہیں۔
ن خ ر—نَخِرَ الشَّیْئُ: چیز بوسیدہ ہوگئی۔
اس کا اسم فاعل نَخِرٌ ہے۔ اور اس کا باب
ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے: عِظَامٌ نَخِرَةٌ:
بوسیدہ ہڈیاں۔
المَنْخِرُ بروزن المَجْلِسُ: نتھنا۔ خاء
کی کسرہ کے اتباع میں میم بھی مکسور ہے۔
اس کی مثال مِنْتِنٌ ہے۔ یہ دونوں مثالیں
نادر اور شاذ ہیں۔ کیونکہ مِفْعَل کا وزن مَنی
اوزان میں سے نہیں ہے۔
النَّخِیْرُ: خراٹا۔ اس کا فعل نَخَرَ یَنْخِرُ
(خاء مکسور) نَخِیْرًا ہے۔ یَنْخُرُ بھی اس کا
ایک لہجہ ہے۔
النَّاخِرُ مِنَ العِظَام: ہڈیوں میں داخل
ہوکر نکلنے والی ہوا کی آواز۔
ن خ س—نَخَسَهُ بالعُوْدِ: اس کا باب
نَصَرَ اور قَطَعَ ہے۔ اس نے اسے لکڑی سے
یا چوکا ٹھوک دیا۔ اسی سے ماخوذ لفظ
النَّخَّـاسُ ہے۔ غلاموں اور بکریوں کی

تجارت کرنے والا۔ یا بہت زیادہ کچوکے مارنے والا۔

ن خ ع۔النُّخَاعَةُ: (نون مضموم) کھانستے وقت سینے سے نکلنے والی بلغم۔

تَنَخَّعَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے کھانس کر بلغم تھوک دیا۔النُّخَاعُ (نون مضموم مکسور و مفتوح) حرام مغز جو ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے۔کہا جاتا ہے ذَبَحَهُ فَنَخَعَهُ: اس نے اسے ذبح کیا اور چھری حرام مغز تک پہنچ گئی۔

ن خ ل۔النَّخْلُ: اور النَّخِيلُ دونوں ہم معنی ہیں یعنی کھجور کے درخت۔اس کا واحد النَّخْلَةُ ہے۔بقول شاعر:

رَأَيْتُ بِهَا قَضِيبًا فَوْقَ دِعْصٍ
عَلَيْهِ النَّخْلُ أَيْنَعَ وَالْكُرُومُ

''میں نے ایک ریتلے ٹیلے پر ایک ٹہنی دیکھی جہاں ایک کھجور کا درخت ہے جس کے پھل پکے ہیں اور انگور کی بیلیں ہیں۔''

النَّخْل کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے مراد زیورات ہیں اور الکروم سے مراد ہار ہیں۔

نَخَلَ الدَّقِيقَ: اس نے آٹا چھان لیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

النُّخَالَةُ: چھان۔آٹا چھاننے کے بعد جو بھوسا باقی بچ رہتا ہے۔

المُنْخُل: چھلنی جس سے آٹا چھانا جاتا ہے۔یہ اسم ان اسماء سے ہے جو مُفْعُلٌ کے وزن پر بنتے ہیں۔المُنْخَلُ (حاء مفتوح) اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

انْتَخَلَ الشَّيْئُ: چیز چھن گئی۔یعنی اس میں سے بہترین حصہ نکال لیا گیا۔

تَنَخَّلَهُ: اس نے اسے اپنے لئے چن لیا۔

ن خ م۔النُّخَامَةُ: (نون مضموم) کھانسی کے ذریعے سینے سے باہر آنے والا بلغم۔

تَنَخَّمَ: اس نے بلغم تھوکی۔

ن خ ا۔النَّخْوَةُ: غرور، گھمنڈ اور عظمت۔ کہا جاتا ہے: انْتَخَى فُلَانٌ عَلَيْنَا: اس نے ہم پر فخر اور بڑائی جتائی۔

ن د ب۔نَدَبَ المَيِّتَ: اس نے میت پر ماتم کیا اور اس کی اچھائیوں اور اس کے محاسن گنے۔اس کا باب نَصَرَ ہے اور اس کا اسم النُّدْبَةُ ہے۔

نَدَبَهُ لِأَمْرٍ فَانْتَدَبَ لَهُ: اس نے اسے کسی کام کے لئے بلایا تو اس نے بات مان لی۔

رَجُلٌ نَدْبٌ بروزن ضَرْبٌ: یعنی کم ضرورتوں یا ہلکی ضرورتوں والا شخص۔

ن د ح۔نَدَحَ لَهُ عَنْ هٰذَا الأَمْرِ: اس نے اپنے لئے اس معاملے سے بچنے کی گنجائش پالی۔

مَنْدُوحٌ اور مُنْتَدَحٌ: گنجائش، وسعت، فراخی۔کہا جاتا ہے کہ: اِنَّ فِي

الْمَعَارِيْضِ لَمَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكَذِبِ: بے شک تعریض کے ذریعے جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔ اس لفظ کے بدلے مَمْدُوحَةٌ نہیں کہنا چاہیے۔

حضرت ام سلمیٰؓ کی حدیث میں ہے: قَدْ جَمَعَ الْقُرْآنُ ذَيْلَكِ فَلَا تَنْدَحِيْهِ: قرآن نے تمہارے دامن کو سمیٹ دیا ہے۔ اسے مت پھیلائیں یا کشادہ کریں۔ (حضرت ام سلمیٰؓ نے حضرت عائشہؓ سے اس وقت یہ کلمات کہے تھے جب وہ جنگ کے لئے بصرہ کی طرف جانے کی تیاری کر رہی تھیں)۔ روایت میں فَلَا تَبْدَحِيْهِ کے الفاظ بھی آئے ہیں جس میں نون کے بدلے باء ہے اور معنی ہے: 'اسے مت کھولئے'۔ یہ بَدْح سے مشتق ہے۔ جس کا معنی کوئی کام کرنا ہے۔

ن د د - نَدَّ الْبَعِيْرُ يَنِدُّ: (نون مکسور) نَدًّا (نون مفتوح) وَنِدَادًا (نون مکسور) اور نُدُوْدًا (نون مضموم) اونٹ بدکا اور بدک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بعض نے قرآن کریم میں: يَوْمَ التَّنَادِّ (دال مشدد) پڑھا ہے۔

نَدٌّ: خوشبو یا عطر۔ یہ کلمہ غیر عربی ہے۔

النِّدُّ (نون مکسور) ہمسر، برابر، نظیر۔ یہی معنی النَّدِيْدُ اور النَّدِيْدَةُ کا ہے۔ بقول لبید:

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ السُّنْدُرِيُّ نَدِيْدَتِي

"تا کہ سندری شاعر میرے برابر اور میرا ہمسر نہ بنے۔"

میرا کہنا ہے کہ سندری شاعر ہے۔

ن د ر - نَدَرَ الشَّيْئُ: چیز نایاب ہوگئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے لفظ النَّوَادِرُ مشتق ہے۔

اَنْدَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے نایاب کر دیا، یا نادر بنا دیا، یا اسے گرا دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ: لَقِيْتُهُ فِي النَّدْرَةِ والنَّدَرَةِ (نون ساکن اور مفتوح) میں اس سے کبھی کبھار ہی ملا ہوں۔ الأَنْدَرُ بروزن الأَحْمَرُ: کھلیان۔ یہ معنی اہل شام کی زبان میں ہے۔ اس کی جمع الأَنَادِرُ ہے۔

نَدَفَ الْقُطْنَ: اس نے روئی دُھنی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْمِنْدَفُ: دھنک، کمان۔ جس سے روئی دُھنتے ہیں۔

نَدَفَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے برف گری۔

النَّدِيْفُ: دُھنی ہوئی روئی یا اُون۔

ن د ل - الْمِنْدِيْلُ: رُومال۔

تَنَدَّلَ بِالْمِنْدِيْلِ وتَمَنْدَلَ: اس نے رومال سے منہ پونچھا۔ الکسائی نے تَمَنْدَلَ کی صحت سے انکار کیا ہے۔

الـمَـنْدَلِيُّ: ہندوستان کی ایک جگہ مندل سے منسوب عطر۔

ن د م—نَدِمَ عَلَى ما فَعَلَ: اسے اپنے کیے پر ندامت ہوئی۔ اس کا باب طرب اور سَلِمَ ہے۔ تَنَدَّمَ کا بھی یہی معنی ہے۔

اَنْدَمَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے نادم کر دیا۔

فَـنَدِمَ: تو اسے ندامت ہوئی۔ یا وہ پشیمان ہو گیا۔

رَجُلٌ نَدْمَانٌ: پشیمان یا نادم آدمی۔ کہا جاتا ہے کہ: اَلْيَمِيْنُ حِنْثٌ اَوْ مَنْدَمَةٌ: حلف یا قسم یا تو گناہ ہے یا ندامت۔ بقول لبید شاعر:

وَلَمْ يُبْقِ هذا الدَّهْرُ فِي العَيْشِ مَنْدَمًا

''اس زمانے نے زندگی میں کوئی جائے ندامت پشیمانی باقی نہ چھوڑی۔''

نَـادَمَهُ عَلَى الشَّرابِ: اسے اُس نے شراب نوشی میں اپنا ندیم وہم پیالہ بنا لیا، تو وہ اس کا ندیم بن گیا۔ اس کا اسم فاعل نَدِيْمٌ اور نَدْمَانٌ ہے۔

اَلنَّدِيْمُ کی جمع نِدامٌ ہے۔ اور الندمان کی جمع نَدَامَى ہے اور الْمَرأَةُ ندمانَةٌ: عورت نادم ہے۔

اَلنِّسْـوَة نَدَامَى: عورتیں پشیمان ہیں۔ کہا گیا ہے کہ: الْمُـنَادَمَةُ، المدَامنَةُ کی مقلوب شکل ہے کیونکہ وہ اپنے ندیم کا ہم نشین ہو کر شراب پیتا ہے۔ اس نے اونٹوں کو اکٹھا کر کے ہانکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ دورِ جاہلیت میں طلاق دینے کا طریق کار یہ تھا کہ خاوند بیوی سے کہتا کہ: اِذْهَبِيْ فَلَا اَنْدَهُ سَرْبكِ یعنی تو چلی جا۔ میں تیرے اونٹوں کو نہیں لوٹاؤں گا۔ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

ن د ا—اَلنِّدَاء: آواز، بعض اوقات اسے مضموم بھی کیا جاتا ہے مثلاً: نَـادَاهُ مُنَادَاةً وَنِـدَاءً بِه: اُسے اس نے چیخ کر پکارا۔

تَنَادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔

تَنَـادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو مجلس میں بٹھایا۔

اَلنَّـدِيُّ بروزن فَعِيْلٌ: قوم کی بیٹھک، چوپال۔ یہی معنی النَّـدْوَةُ، النَّـادی اور الْمُـنْـتَـدی کے ہیں۔ اگر لوگ منتشر ہو کر الگ الگ بیٹھیں گے تو اسے النَّدی بمعنی بیٹھک نہیں کہیں گے۔ اسی سے مراد النَّـدوة کا لفظ ماخوذ ہے۔ جو قُصَیؔ نے مکہ میں تعمیر کیا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اس میں جمع ہوتے تھے اور باہم مشورے کرتے تھے۔ قول خداوندی ہے: فَلْيَـدْعُ نَادِيَهُ: وہ اپنے خاندان اور جماعت والوں کو بُلا لے۔ اس سے مراد صرف اہل نادیہ ہوتے تھے۔ یہ نادی ہی ان کا مکان اور بیٹھک و مجلس ہوا کرتی تھی۔ لہٰذا اللہ نے انہیں اس نام سے پکارا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ: تَقَوَّضَ الْمَجْلِسُ: مجلس منتشر ہو گئی یا منہدم ہو گئی اس سے مراد یہ ہو گی کہ اس کے اہل وعیال منتشرہ تتر بتر ہو گئے۔ نَدَا مِنَ

الْمَعَارِيْضِ لَمَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكَذِب: بے شک تعریض کے ذریعے جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے۔ اس لفظ کے بدلے مَمْدُوحَةٌ نہیں کہنا چاہئے۔

حضرت ام سلمیٰؓ کی حدیث میں ہے: قَدْ جَمَعَ الْقُرْآنُ ذَيْلَكِ فَلَا تَنْدِحِيْهِ: قرآن نے تمہارے دامن کو سمیٹ دیا ہے۔ اسے مت پھیلائیں یا کشادہ کریں۔ (حضرت ام سلمیٰؓ نے حضرت عائشہؓ سے اس وقت یہ کلمات کہے تھے جب وہ جنگ کے لئے بصرہ کی طرف جانے کی تیاری کر رہی تھیں)۔ روایت میں فَلَا تَبْدَحِيْهِ کے الفاظ بھی آئے ہیں جس میں نون کے بدلے باء ہے اور معنی ہے: 'اسے مت کھولئے'۔ یہ بَدَح سے مشتق ہے۔ جس کا معنی کوئی کام کرنا ہے۔

ن د د — نَدَّ الْبَعِيْرُ يَنِدُّ: (نون مکسور) نَدًّا (نون مفتوح) وَنِدَادًا (نون مکسور) اور نُدُوْدًا (نون مضموم) اونٹ بدکا اور بدک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بعض نے قرآن کریم میں: يَوْمَ التَّنَادِّ (دال مشدد) پڑھا ہے۔

نَدٌّ: خوشبو یا عطر۔ یہ کلمہ غیر عربی ہے۔

النِّدُّ (نون مکسور) ہمسر، برابر، نظیر۔ یہی معنی النَّدِيْدُ اور النَّدِيْدَةُ کا ہے۔ بقول لبید:

لِكَيْ لَا يَكُونَ السُّنْدُرِيُّ نَدِيْدَتِي

"تاکہ سندری شاعر میرے برابر اور میرا ہمسر نہ بنے۔"

میرا کہنا ہے کہ سندری شاعر ہے۔

ن د ر — نَدَرَ الشَّيْءُ: چیز نایاب ہوگئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اسی سے لفظ النَّوَادِرُ مشتق ہے۔

اَنْدَرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے نایاب کر دیا، یا نادر بنا دیا، یا اسے گرا دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ: لَقِيْتُهُ فِي النَّدْرَةِ والنَّدَرَةِ (نون ساکن اور مفتوح) میں اس سے کبھی کبھار ہی ملا ہوں۔ الأَنْدَرُ بروزن الأَحْمَرُ: کھلیاں۔ یہ معنی اہل شام کی زبان میں ہے۔ اس کی جمع الأَنَادِرُ ہے۔

نَدَفَ الْقُطْنَ: اس نے روئی دُھنی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الْمِنْدَفُ: دھنک، کمان۔ جس سے روئی دُھنتے ہیں۔

نَدَفَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے برف گری۔

النَّدِيْفُ: دُھنی ہوئی روئی یا اُون۔

ن د ل — الْمِنْدِيْلُ: رُومال۔

تَنَدَّلَ بِالْمِنْدِيْلِ وتَمَنْدَلَ: اس نے رومال سے منہ پونچھا۔ الکسائی نے تَمَنْدَلَ کی صحت سے انکار کیا ہے۔

الـمَـنْدَلِيُّ: ہندوستان کی ایک جگہ مندل سے منسوب عطر۔

ن د م–نَدِمَ عَلَى ما فَعَلَ: اسے اپنے کئے پر ندامت ہوئی۔ اس کا باب طرب اور سَلِمَ ہے۔ تَنَدَّم کا بھی یہی معنی ہے۔

اَنْدَمَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے نادم کر دیا۔

فَـنَدِم: تو اسے ندامت ہوئی۔ یا وہ پشیمان ہو گیا۔

رَجُـلٌ نَدْمَانٌ: پشیمان یا نادم آدمی۔ کہا جاتا ہے کہ: اليَمِينُ حِنثٌ اَوْ مَنْدَمَةٌ: حلف یا قسم یا تو گناہ ہے یا ندامت۔ بقول لبید شاعر:

وَلَمْ يَبْقِ هذا الدَّهْرُ فِي العَيْشِ مَنْدَمًا

''اس زمانے نے زندگی میں کوئی جائے ندامت پشیمانی باقی نہ چھوڑی۔''

نَـادَمَهُ عَلَىٰ الشَّرابِ: اسے اُس نے شراب نوشی میں اپنا ندیم و ہم پیالہ بنا لیا، تو وہ اس کا ندیم بن گیا۔ اس کا اسم فاعل نَدِيْمٌ اور نَدْمَانٌ ہے۔

النَّدِيْمُ کی جمع نِدامٌ ہے۔ اور الندمان کی جمع نَدَامَى ہے اور المَرْأةُ ندمانَةٌ: عورت نادم ہے۔

النِّسْـوَة نَدَامَى: عورتیں پشیمان ہیں۔ کہا گیا ہے کہ: المُـنَادَمَةُ، المدَامِنَةُ کی مقلوب شکل ہے کیونکہ وہ اپنے ندیم کا ہم نشین ہو کر شراب پیتا ہے۔ اس نے اونٹوں کو اکٹھا کر کے ہانکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ دورِ جاہلیت میں طلاق دینے کا طریق کار یہ تھا کہ خاوند بیوی سے کہتا کہ: اِذْهَبِيْ فَلَا اَنْدَهُ سَرْبَكِ یعنی تو چلی جا۔ میں تیرے اونٹوں کو نہیں لوٹاؤں گا۔ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

ن د ا–النِدَاء: آواز، بعض اوقات اسے مضموم بھی کیا جاتا ہے مثلاً: نَـادَاهُ مُنَادَاةً ونِـداءً بِه: اُسے اس نے چیخ کر پکارا۔

تَنَادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔

تَنَـادَوْا: انہوں نے ایک دوسرے کو مجلس میں بٹھایا۔

النَّـدِيُّ بروزن فَعِيْلٌ: قوم کی بیٹھک، چوپال۔ یہی معنی النَّـدْوَةُ، النَّـادی اور المُـنتَـدی کے ہیں۔ اگر لوگ منتشر ہو کر الگ الگ بیٹھیں گے تو اسے النّدی بمعنی بیٹھک نہیں کہیں گے۔ اسی سے مراد النَّـدوة کا لفظ ماخوذ ہے۔ جو قُصَيّ نے مکہ میں تعمیر کیا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اس میں جمع ہوتے تھے اور باہم مشورے کرتے تھے۔ قول خداوندی ہے: فَلْيَـدْعُ نَادِيَهُ: وہ اپنے خاندان اور جماعت والوں کو بُلا لے۔ اس سے مراد صرف اہل نادیہ ہوتے تھے۔ یہ نادی ہی ان کا مکان اور بیٹھک و مجلس ہوا کرتی تھی۔ لہٰذا اللہ نے انہیں اس نام سے پکارا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ: تَقَوَّضَ المَجْلِسُ: مجلس منتشر ہو گئی یا منہدم ہو گئی اس سے مراد یہ ہو گی کہ اس کے اہل و عیال منتشرہ تتر بتر ہو گئے۔ نَدَا مِنَ

الجُوْدِ: اس نے سخاوت کی۔ کہا جاتا ہے:
سَنَّ لِلنَّاس النَّدٰی: اس نے لوگوں کے
لئے سخاوت کی رسم ڈالی تو لوگوں نے
سخاوتیں کیں۔

فُلانٌ نَدِیُّ الکف: وہ سخی اور فیاض
ہے۔

النَّدَا: آواز کی پہنچ۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلانٌ
اَنْدَی صَوتًا من فلانٍ: کہ فلاں شخص
کی آواز زیادہ دور تک جاتی ہے بمقابل
دوسرے شخص کے یعنی فلاں شخص دوسرے
شخص کے مقابلے میں زیادہ بلند آواز ہے۔

النَّدٰی: سخاوت۔

رَجُلٌ نَدٍ: سخی آدمی۔

فُلانٌ اَنْدَی من فُلانٍ: فلاں آدمی
فلاں آدمی سے زیادہ سخی ہے۔

هُوَ یَتَنَدّٰی علیٰ اَصْحَابِهٖ: وہ اپنے
ساتھیوں کے ساتھ فیاضی کا سلوک کرتا
ہے۔ اس کے بدلے هُوَ یُنَدِّی علیٰ
اصحابه نہیں کہنا چاہئے۔

النَّدَی: بارش اور شبنم۔ اس کی جمع اَنْدَاء
ہے۔ اس کی جمع اَنْدِیَة بھی بنائی گئی ہے
لیکن یہ شاذ ہے۔ کیونکہ یہ جمع ممدود ہے
جس کی مثال اَکْسِیَة ہے۔

نَدَی الأرض: زمین کی نمی۔

اَرْضٌ نَدِیَةٌ بروزن فَعِلَةٌ: (عین مکسور)
تر زمین۔ اس لفظ کو نَدِیَّة (یاء مشدد) نہیں
کہنا چاہئے۔ کہا گیا ہے کہ النَّدٰی کا معنی
صبح کے وقت کی نمی اور السَّدٰی رات کے
وقت کی نمی ہے۔ نَدِیَ الشَّیْئُ: چیز
بھیگ گئی۔ بھیگی ہوئی چیز کو نَدٍ کہتے ہیں۔
اس کا باب صَدِیَ ہے اور نُدُوَّةٌ بھی ہے
جس کو الازہری نے نقل کیا ہے۔

اَنْدَاهُ غَیْرُهٗ: اسے کسی اور نے بھگو دیا یا
پانی میں تر کیا۔ نَدَّاه تَنْدِیَةً کا معنی بھی
یہی ہے۔

ن ذ ر — الإِنْذَارُ: وارننگ دینا، تنبیہ،
دھمکانا۔ اس کا اسم النُّذُرُ (نون اور ذال
دونوں مضموم) یہی لفظ قرآن کریم میں وارد
ہوا ہے۔ فَکَیْفَ عَذَابِیْ وَنُذُرٌ: پھر
میرا عذاب اور میری تنبیہ کیسی ہوگی۔

النَّذِیْرُ، المُنْذِرُ، الإنْذَار: سب کا
ایک ہی معنی ہے۔ النَّذْرُ: قربانی، اس کی
جمع النُّذُوْرُ ہے۔

قَدْ نَذَرَ لِلّٰهِ کَذَا: اس نے اللہ کے لئے
فلاں نذر مان لی۔ اس کا باب نَصَرَ اور
ضَرَبَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: نَذَرَ علیٰ
نفسه نَذْرًا نَذَر مَالَهٗ نَذْرًا: اس نے
اپنی جان کی نذر مان لی اور اپنا بطور نذر پیش
کیا۔

تَنَاذَرَ القَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کو
ڈرایا۔ نَذِرَ القَوْمُ بالعَدُوِّ: قوم کو دشمن کا
پتہ چل گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

ن ذ ل–النَّذالَةُ: کمینگی، سفلہ پن۔

قَدْ نَذُلَ: وہ کمینہ اور خسیس بن گیا۔ اس کا اسم فاعل نَذْلٌ اور نَذِیْلٌ ہے یعنی خسیس اور کمینہ۔

ن ز ح–نَزَحَ البِئْرُ: اس نے کنویں کا سارا پانی نکال لیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

نَزَحَتِ الدَّارُ: گھر دور ہوگیا۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

ن ز ر–النَّزْرُ: کم، معمولی۔ اس کا باب ظرف ہے۔

عَطَاءٌ مَنْزُوْرٌ: تھوڑا سا عطیہ۔

ن ز ز–النِّزُّ: (نون مفتوح ومکسور) زمین سے پانی کا نکلنا۔ قَدْ اَنَزَّتِ الأَرْضُ: زمین چشموں والی ہوگئی۔

ن ز ع–نَزَعَ الشَّيْءَ مِنْ مَكَانِهٖ: کسی چیز کو اپنی جگہ سے اُکھاڑنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ لوگ کہتے ہیں: فُلَانٌ فِی النَّزْعِ: فلاں شخص جانکنی کے عالم میں ہے۔ نَزَعَ اِلیٰ اَهْلِهٖ يَنْزِعُ (زای مکسور) نِزَاعًا وہ اپنے گھر کا مشتاق ہوا۔ اسے اپنے گھر جانے کا شوق ہوا۔

نَزَعَ عَنْ كَذَا: اس نے فلاں سے قطع تعلق کرلیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ اور یہی باب نَزَعَ اِلیٰ اَبِيْهِ کا ہے جس کا معنی ہے: اس کی شکل وصورت اپنے باپ پر گئی ہے۔

رَجُلٌ اَنْزَعُ، نَزَعٌ: (نون و زای مفتوح) سے مشتق۔ وہ شخص جس کے ماتھے کے دونوں طرف کے بال گر گئے ہوں۔ گرے ہوئے بالوں والی جگہ کو النَّزَعَةُ (زای مفتوح) کہتے ہیں۔ دونوں طرف کی جگہوں کو النَّزَعَتَانِ کہتے ہیں۔

نَازَعَهُ مُنَازَعَةً: اس نے اس کے ساتھ جھگڑا کیا۔

بَيْنَهُمْ نَزَاعَةٌ: ان کے درمیان اپنے اپنے حق پر جھگڑا ہے۔ نَزَاعَةٌ میں نون مفتوح ہے۔

التَّنَازُعُ تَخَاصُمٌ: دو فریقوں کے درمیان جھگڑا۔

نَازَعَتِ النَّفْسُ اِلیٰ كَذَا: نفس یا دل میں فلاں کا شوق پیدا ہوا۔

اِنْتَزَعَ الشَّيْءَ فَانْتَزَعَ: اس نے اسے اکھاڑا تو وہ اُکھڑ گیا۔

ن ز غ–نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنَهُمْ: شیطان نے ان کے درمیان فساد ڈال دیا۔ اور ان کو بہکایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ن ز ف–نَزَفَ مَاءَ البِئْرِ وَنَزَفَ: اس نے کنویں کا سارا پانی نکالا اور پانی نکل گیا یا ختم ہوگیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

نُزِفَتِ البِئْرُ: کنویں میں سے سارا پانی نکالا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ قول خداوندی

ہے: وَلَا يُنْزَفُوْنَ: یعنی اہل جنت، جنت میں شراب پی کر نشہ میں بہک نہیں جائیں گے اور نہ ان کی عقلیں جاتی رہیں گی۔
اَنْزَفَ الْقَوْمُ: لوگوں کی شراب منقطع ہو گئی۔ اس کے مطابق قرآن کی آیت بالا کو: لَا يُنْزِفُوْنَ: پڑھا گیا۔ یعنی ان کی شراب نوشی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا۔ یہاں (زای کو کسور) پڑھا گیا ہے۔
ن ز ق—النَّزَقُ: خفیف العقل ہونا اور غصے میں آپے سے باہر ہونا۔
قَدْ نَزِقَ: وہ غصے کے مارے آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
ن ز ل—النُّزُلُ: بروزن القُفُلُ: مہمانداری، ضیافت اس کی جمع الأَنْزَالُ ہے۔ النُّزُلُ کا معنی کثرت اور برکت بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طَعَامٌ كَثِيْرُ النُّزْلِ والنَّزَلِ: بہت بابرکت کھانا۔
المَنْزِلُ: گھاٹ اور گھر۔ المَنْزِلَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔ المَنْزِلَةُ کا معنی قدر و منزلت بھی ہے۔ اس کا جمع کا صیغہ نہیں ہے۔
اِسْتُنْزِلَ فُلَانٌ: فلاں شخص اپنے مرتبے سے گر گیا۔ المُنْزَلُ (میم مضموم اور زای مفتوح) اترنے کی جگہ۔ محاورہ ہے: اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُبَارَكًا: مجھے مبارک اور بابرکت و باعزت جگہ پر اتار دیا ٹھہراؤ۔
المَنْزَلُ: (میم مفتوح اور زای مفتوح) اُترنا، یا ٹھہرنا۔
النُّزُوْلُ: اترنا، یا ٹھہرنا، پڑاؤ ڈالنا۔ ہم کہتے ہیں: نَزَلَ يَنْزِلُ نُزُوْلًا وَمَنْزَلًا: وہ اُترا، یا ٹھہرا۔
اَنْزَلَهُ غَيْرُهُ: اسے کسی اور نے اُتارا، یا نازل کیا۔
اسْتَنْزَلَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ نَزَّلَهُ تَنْزِيْلًا: اس نے بتدریج نازل کیا۔
التَّنْزِيْلُ کا معنی ترتیب بھی ہے۔
التَّنَزُّلُ: بتدریج نازل ہونا۔
النَّازِلَةُ: لوگوں پر آنے والی دنیاوی آفت اور گردش زمانے کی مصیبت۔
النَّزْلَةُ: نزلہ زکام۔ کہا جاتا ہے کہ: بِهِ نَزْلَةٌ وَقَدْ نُزِلَ: یعنی اسے زکام ہوا ہے۔ نُزِلَ میں نون مضموم ہے۔ قول خداوندی ہے: وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى: لوگوں نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کو دوسری بار دیکھا۔
النَّزِيْلُ: مہمان۔ قول خداوندی ہے: جَنَّاتُ الفِرْدَوْسِ نُزُلًا: جنت فردوس میں ایک دوسرے کی مہمانداریاں ہوں گی۔ اخفش نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ لوگ جنت فردوس میں ایک دوسرے کے مہمان ہوں گے۔ لوگ بطور محاورہ کہتے ہیں کہ: مَا وَجَدْنَا عِنْدَكُمْ نُزُلًا: ہم نے تمہارے ہاں کوئی مہمانداری نہیں

دیکھی یا پائی۔ یعنی تم مہمان نواز نہیں ہو۔

ن ز ہ – النُّزْهَةُ بمکانٌ نَزِہٌ تفریح گاہ
قَدْ نَزِهَتِ الاَرْضُ: زمین سرسبز ہوگئی۔ نَزِهت میں زای مکسور ہے۔ خَرَجْنَا نَتَنَزَّهُ فِی الرِّیَاضِ: ہم تفریح کے لئے باغ گئے۔ اس کی اصل بُعد یعنی فاصلہ ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے: لوگوں کی بے محل باتوں میں سے ایک بات ان کا یہ کہنا ہے کہ: خَرَجْنَا نَتَنَزَّهُ ہے۔ جس سے وہ باغات میں جانا مراد لیتے ہیں۔ جب کہ التَّنَزُّهُ کا معنی مطلب پانیوں اور آبادیوں سے دور نکلنا ہے۔ اسی نسبت سے لوگ کہتے ہیں کہ فُلاَنٌ یَتَنَزَّهُ عَنِ الأَقْذَارِ: فلاں شخص غلاظتوں سے دور رہتا ہے۔ اور یُنَزِّهُ نَفْسَهُ عَنْهَا: اور اپنے آپ کو ان غلاظتوں سے دور رکھتا ہے۔

النَّزَاهَةُ: برائی اور شر سے دور رہنا۔

فُلاَنٌ نَزِیْهٌ: فلاں شخص شریف اور پاکباز ہے اور قابل ملامت کاموں سے دور ہے۔

هُوَ نَزِیْهُ الخُلُقِ: وہ پاکیزہ اخلاق کا مالک ہے یا خوش خلق ہے۔

هٰذَا مَکَانٌ نَزِیْهٌ: یہ مکان لوگوں سے دور ہے اور اس میں کوئی نہیں ہے۔

ن ز ا – نَزَا: وہ جھپٹا۔ اس نے حملہ کیا۔ اس کا باب عَدَا اور نَزَوَانًا ہے۔ اس میں نون اور زای دونوں مفتوح ہیں۔

ن س ا – المِنْسَاۃُ: (میم مکسور) عصا، لاٹھی۔ یہ کلمہ مہموز بھی ہے اور غیر مہموز بھی۔

النَّسِیْئَةُ بروزن فَعِیْلَةُ: تاخیر کرنا یا دیر کرنا۔ یہی معنی النَّسَاءُ کا ہے جس میں الف ممدود ہے۔ قرآنی آیت میں مذکور النَّسِیْئُ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعول ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں نَسَاهُ: اس نے اسے مؤخر کردیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ مؤخر شدہ کو مَنْسُوءٌ کہتے ہیں۔ مَنْسُوءٌ کو نَسِیْئ میں بدلا گیا۔ جس طرح مقتول کو قتیل میں بدلا گیا۔ قرآن میں وارد لفظ النَّسِیْئُ کا مطلب ہے کہ انہوں نے محرم مہینے کی حرمت کو مؤخر کر کے اسے ماہِ صفر میں منتقل کردیا۔

ن س ب – النَّسَبُ: نسب۔ خاندانی سلسلہ۔ اس کی جمع الأَنْسَابُ ہے۔

النِّسْبَةُ (نون مکسور ومضموم) کا معنی بھی یہی ہے۔

رَجُلٌ نَسَّابَةٌ: علم الانساب کا ماہر اور عالم۔ لفظ کے آخر میں ھاء مبالغہ کے اظہار کے لئے ہے۔

فُلاَنٌ یُنَاسِبُ فلاَنًا، فَهُوَ نَسِیْبُهُ: فلاں شخص فلاں شخص کا رشتہ دار ہے۔ یا فلاں شخص فلاں شخص کے ساتھ نسبت یا قرابت

رکھتا ہے۔
بَيْنَهُمَا مُنَاسَبَةٌ: ان دونوں کے درمیان مشابہت ہے۔
نَسَبْتُ الرَّجُلَ: میں نے آدمی کا نسب بیان کیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ نِسْبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے۔
اِنْتَسَبَ اِلٰی اَبِيْهِ: وہ اپنے باپ کے ساتھ منسوب ہوا۔
تَنَسَّبَ اِلَيْکَ: اس نے تم سے قرابت داری کا دعویٰ کیا۔

ن س ج — نَسَجَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا بُنا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ کپڑا بننے کے ہنر اور صنعت کو نِسَاجَةٌ کہتے ہیں۔ اس میں نون مکسور ہے۔ اور کپڑا بنے کی جگہ کو مَنْسَجٌ بروزن مَذْهَبٌ کہتے ہیں۔ اور مَنْسِجٌ بروزن مَجْلِسٌ بھی کہتے ہیں۔
الْمِنْسَجُ بروزن الْمِنْبَرُ: وہ کُل جس پر تانا تن کر کپڑا بنا جاتا ہے۔
فُلَانٌ نَسِيْجُ وَحْدِهٖ: فلاں شخص اپنی بناوٹ یا ساخت کا واحد انسان ہے یعنی اس کی نظیر یا مثال نہیں ہے۔ علم میں یا کسی اور بات میں۔ دراصل یہ لفظ کپڑا بننے سے متعلق ہے جب کپڑا اعلیٰ درجہ کا ہو تو گویا اس طرح کا دوسرا کپڑا تیار نہیں کیا جاسکتا۔

ن س خ — نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ وَانْتَسَخَتْهُ: سورج نے سایہ ہٹادیا۔
نَسَخَتِ الرِّيْحُ آثَارَ الدِّيَارِ: ہوا نے بستیوں کے آثار مٹادیئے۔ یعنی آبادیوں کی شکل بدل دی۔ نَسَخَ الْكِتَابَ، اِنْتَسَخَهٗ اور اِسْتَنْسَخَهٗ سب کا ایک معنی ہے یعنی اس نے کتاب لکھی۔ النُّسْخَةُ الْمُنْتَسِخُ کا اسم ہے۔
نَسْخُ الْآيَةِ بِالْآيَةِ: قرآن کی ایک آیت کا دوسری آیت سے منسوخ کرنا یا ہونا یا ایک حکم کا دوسرے حکم سے منسوخ ہونا۔ ان تمام کا باب قَطَعَ ہے۔

ن س ر — النَّسْرُ: (نون مفتوح) گدھ، چیل۔ اس کی جمع قلت اَنْسُرٌ ہے۔ اور جمع کثرت نُسُوْرٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: النَّسْرُ لَامِخْلَبَ لَهٗ وَاِنَّمَا لَهٗ ظُفُرٌ كَظُفُرِ الدَّجَاجَةِ وَالْغُرَابِ: چیل یا گدھ کے پنجے نہیں ہوتے بلکہ مرغی اور کوے کی طرح اس کے ناخن ہوتے ہیں۔
نَسْرٌ: قوم نوحؑ کے بتوں میں سے ایک بت کا نام بھی ہے۔ اس پر الف لام داخل ہوجاتا ہے۔
النَّاسُوْرُ: (سین اور صاد دونوں کے ساتھ) آنکھ کے اندر کے گوشے میں بیماری پیدا ہوتی ہے اور پانی بہنا شروع ہوتا ہے اور یہ پانی بہنا بند نہیں ہوتا۔ بعض اوقات

یہ بیماری پاخانہ کی جگہ کے اردگرد ہوجاتی ہے۔ اور بعض اوقات یہ بیماری مسوڑھوں میں ہو جاتی ہے۔ یہ لفظ معرّب ہے۔

النَّسْرُ کا معنی باز کے گوشت نوچنے کو بھی کہتے ہیں۔ جو وہ اپنے چونچ سے نوچتا ہے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

المِنْسَرُ: (میم مکسور) بروزن المِبْضَعُ: نوکدار چونچ۔ یہ شکاری پرندوں کے لئے عام پرندوں کی چونچ کی طرح ہوتی ہے۔

ن س ف — نَسَفَ البِنَاءَ: اس نے بلڈنگ کو اکھاڑ دیا۔

نَسَفَ الطَّعَامَ: اس نے اناج کو چھاج سے پھٹکا۔ ان دونوں کا باب ضَرَبَ ہے۔

المِنْسَفُ: چھاج جس سے اناج پھٹکا جاتا ہے۔

النُّسَافَةُ: پھٹک۔ یعنی اناج پھٹکنے سے جو ملاوٹ الگ ہوجاتی ہے۔

ن س ق — ثَغْرٌ نَسَقٌ: (نون اور سین دونوں مفتوح) برابر برابر دانتوں والا دہانہ۔

خَرَزٌ نَسَقٌ: پروئے ہوئے موتی۔

النَّسَقُ من الكَلَامِ: کلام جو ایک خاص ترتیب سے کہا گیا ہو۔

النَّسْقُ: (سین ساکن) نسق کلام کا مصدر ہے۔ جس کلام میں بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا گیا ہو۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

التَّنْسِيقُ: تنظیم وترتیب۔

ن س ک — النُّسُکُ: عبادت۔

النَّاسِکُ: عابد، عبادت گزار۔

قَدْ نَسَکَ، یَنْسُکُ: (سین مضموم) نُسُکًا بروزن رُشْدٌ وتَنَسَّکَ: اس نے عبادت گزاری کی۔

نَسُکَ: اس کا باب ظرف ہے۔ معنی ہے وہ ناسک یا عابد بن گیا۔

النَّسِيكَةُ: ذبیحہ۔ اس کی جمع نُسُکٌ ہے (نون اور سین مضموم) ہے۔ ہم کہتے ہیں: نَسَکَ لِلّٰهِ یَنْسُکُ (سین مضموم) نُسُکًا بروزن رُشْدٌ: اس نے خدا کے لئے عبادت کی۔

المَنْسَکُ: (سین مفتوح اور مکسور) وہ جگہ جہاں حج کے دوران قربانیاں کی جاتی ہیں۔ اسی معنی میں قرآن کی یہ آیت پڑھی گئی ہے: لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا: ہم نے ہرامت کے لئے قربانی کی جگہ مقرر کر دی۔

ن س ل — النَّسْلُ: بیٹا، اولاد۔

تَنَاسَلُوْا: انہوں نے بچے پیدا کئے۔

نَسَلَتِ النَّاقَةُ بِوَلَدٍ كَثِيرٍ: اونٹنی نے بہت سے بچے دیئے۔ اس کا مضارع تَنْسُلُ (سین مضموم) ہے۔

نَسَلَ الطَّائِرُ رِيشَهُ: پرندے نے اپنے پر گرادیئے۔ یا نوچے اس کا باب ضَرَبَ

اور نَصَرَ ہے۔
نَسَلَ الرِّيْشُ بِنَفْسِهٖ: پر خود بخود گر گئے۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔
نَسَلَ فِي العَدْوِ: اس نے دوڑنے میں تیزی کی۔ اس کا مضارع يَنْسِلُ (سین مکسور) ہے۔ اور مصدر نَسْلًا اور نَسَلَانًا (سین مفتوح) ہے۔ قول خداوندی ہے: اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ: لوگ (قیامت کو) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔

ن س م — النَّسِيْمُ: خوشگوار ہوا، بادِ نسیم۔
قَدْ نَسَمَتِ الرِّيْحُ: خوشگوار ہوا چلی۔ اس کا مضارع تَنْسِمُ (سین مکسور) ہے۔ اس کا مصدر نَسِيْمًا اور نَسَمَانًا (نون اور سین مفتوح) ہے۔
نَسَمُ الرِّيْحِ: (نون اور سین دونوں مفتوح) نرم ہوا کا پہلا جھونکا یعنی تیز ہونے سے پہلے کا جھونکا۔ حدیث شریف میں یہی لفظ ہے: بُعِثْتُ فِي نَسَمِ السَّاعَةِ: میں اس وقت مبعوث ہوا ہوں جب قیامت کی ہوا شروع ہوئی یا ان جانداروں میں پیدا کیا گیا جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یعنی مجھے قرب قیامت کے وقت دنیا میں بھیجا گیا۔ النَّسَمُ بھی نَسَمَةٌ کی جمع ہے جس کا معنی جان ہے اور دمہ یا سانس کی بیماری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَنَكَّبُوا الغُبَارَ فَمِنْهُ تَكُوْنُ النَّسَمَةُ: گرد و غبار سے بچو، کیونکہ اس سے دمہ یعنی سانس کی بیماری لگ جاتی ہے۔ النَّسَمَةُ کا معنی انسان بھی ہے۔
تَنَسَّمَ: اس نے سانس لیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَمَّا تَنَسَّمُوْا رُوْحَ الحَيَاةِ: جب وہ زندگی کی ہوا سونگھیں گے۔
المَنْسِمُ بروزن المَجْلِسُ: اونٹ کا کھر۔ اصمعی کا قول ہے کہ لوگوں نے اس کا معنی شتر مرغ کا پیر بتایا ہے۔

ن س ن س — النَّسْنَاسُ: مخلوق کی ایک قسم جو صرف ایک پاؤں پر پھدکتا ہے۔

ن س ا — النِّسْوَةُ: (نون مکسور و مضموم) النِّسَاءُ اور النِّسْوَانُ تینوں کلمے امْرَاَةٌ کی جمع ہیں اور معنی ہے 'عورتیں'۔ یہ جمع غیر لفظی ہے۔ نِسْوَة کا اسم تصغیر نُسَيَّةٌ ہے اور نُسَيَّاتٌ بھی کہا جاتا ہے۔ النِّسْيَان (نون مکسور و سین ساکن) بھول۔ اس کی ضد ذُکر اور حِفظ ہے یعنی یادداشت اور حافظہ۔ رَجُلٌ نَسْيَانٌ (نون مفتوح) بہت زیادہ بھولنے والا یعنی بھلکڑ۔
قَدْ نَسِيَ الشَّيْئَ: وہ بات بھول گیا۔ نَسِيَ میں سین مکسور ہے۔ اس کا مصدر نِسيانًا ہے۔
اَنْسَاهُ اللّٰهُ الشَّيْئَ: اللہ نے اسے بات

بھلا دی۔
نَسَّاهُ تَنْسِيَةً: کا معنی بھی یہی ہے۔
تَنَاسَاهُ: اس نے بھول جانے کا بہانہ کیا۔
النِّسيانُ کا معنی بھی بھول جانا اور چھوڑنا ہے۔ قول خداوندی ہے: نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ: وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ نیز دوسرا قول: لَا تَنْسَوُا الفَضْلَ: آپس کے لین دین میں زیادہ دینا نہ چھوڑو۔ بعض نے نسئی میں ہمزہ کو جائز سمجھا ہے۔ چنانچہ المبرد کا قول ہے: والاختيار تَرْكُ الهمزة: اور اختیار ہمزہ کو ترک کر دینے پر ہے۔ اور اصمعی نے کہا کہ: النَّسَا (نون مفتوح اور الف مقصور) ایک رگ۔ اسے عِرْقُ النَّسَا نہیں کہنا چاہئے۔ یہ رگ سرین سے ٹخنوں تک جاتی ہے۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ اس رگ کا نام عِرْقُ النَّسَا ہے۔
النِّسْيُ (نون مفتوح اور مسکور) وہ کپڑا یا چیتھڑا جو عورت اپنی بیماری کے دنوں کے بعد پھینک دیتی ہے۔ قرآن کی آیت کو: وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا پڑھا گیا ہے۔ اور معنی: 'اور میں بھولی بسری ہو جاتی'۔
النِّسْيُ: جو چیز بھول جائے یا فراموش ہو جائے۔ یا پڑاؤ سے کوچ کرنے والوں کی جگہوں سے ان کے ساز و سامان میں سے گری پڑی چیزیں۔ چنانچہ ایسے موقع پر کہتے ہیں کہ: تَتَبَّعُوا أَنْسَائَكُمْ: اپنی گری پڑی چیزوں کو تلاش کرو۔
المِنْسَاةُ: لاٹھی، عصا۔ اصل میں یہ کلمہ مہموز ہے اور بذیل مادہ 'ن س أ' اس کا ذکر ہو بھی چکا ہے۔

ن ش أ — أَنْشَأَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے پیدا کیا یا پروان چڑھایا۔ اس کا اسم النَّشْأَةُ ہے اور النَّشَاءَةُ (الف ممدود) بھی ہے۔
أَنْشَأَ يَفْعَلُ كَذا: اس نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔
نَشَأَ فِي بَنِي فُلانٍ: اس نے فلاں قبیلے میں پرورش پائی۔ اس کا باب قطع اور خضع ہے۔
نُشِيئٌ، تَنْشِئَةٌ اور أُنْشِيئٌ: سب کا ایک ہی معنی ہے۔ قرآن کی آیت کو یوں پڑھا گیا ہے: أوَمَنْ يُنَشَّأُ فِي الحِلْيَةِ: ینشا میں شین مشدد ہے۔
نَاشِئَةُ اللَّيْلِ: رات کی ابتدائی گھڑیاں۔ اور یہ معنی بھی بتایا گیا ہے کہ رات کی جن گھڑیوں میں عبادت کی جاتی ہے۔
نَشَأَتِ السَّحَابَةُ: بادل چڑھے یا بلند ہوئے۔
أَنْشَأَهَا اللّٰهُ: اللہ نے اسے بنایا۔
المُنْشَآتُ: سمندری جہاز جن کے

بادبان بلند کیے گئے ہوں۔

ن ش ب –النَّشَبُ: (نون اور شین مفتوح) مال و دولت اور ساز و سامان۔

نَشِبَ الشَّیْئُ فِی الشَّیْئِ (شین مکسور) نُشُوْبًا: ایک چیز دوسری چیز میں چمٹ گئی۔

النَّاشِبُ صَاحِبُ النُّشَّابِ: تیروں کا مالک، تیروں والا یا تیرانداز۔

ن ش د –نَشَدَ الضَّالَّۃَ: (شین مفتوح) یَنْشُدُھَا (شین مضموم) نِشْدَۃً و نِشْدَانًا: (دونوں میں نون مکسور اور شین ساکن) اس نے گم شدہ چیز کو آواز دے کر تلاش کیا۔

اَنْشَدَھَا: اس نے اس کے بارے میں پوچھا۔

نَشَدَہٗ: اس نے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اصل معنی یہ ہے کہ اس نے اسے خدا کی قسم دے کر پوچھا۔

اِسْتَنْشَدَہٗ شِعْرًا: اس نے اسے شعر سنانے کے لئے کہا۔

فَاَنْشَدَہٗ اِیَّاہُ: تو اس نے اسے شعر سنا دیا۔

النَّشِیْدُ: ترانہ، شعر، نغمہ۔

المتناشِدُ بین القوم: قوم کے درمیان ایک دوسرے کو شعر سنانے والا۔

ن ش ر –النَّشْرُ: بروزن النَّصْرُ: خوشبو۔

النَّشَرَ: (نون اور شین دونوں مفتوح) پھیلانا، چیرنا۔ الْمُنْتَشِرُ: پھیلا ہوا، چیرا ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: اَتَمْلِکُ نَشْرَ الْمَاءِ: کیا تم پانی کو (بھاپ بن کر) اڑنے سے روک سکتے ہو۔

نَشَرَ الْمَتَاعَ وغیرہ: اس نے ساز و سامان وغیرہ پھیلا دیا۔ اس کا باب نصر ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ رِیْحٌ نَشُوْرٌ (نون مفتوح) ہے جس کا معنی ہے بادل کو گھیرنے والی ہوا۔

رِیَاحٌ نُشُرٌ: (نون اور شین دونوں مضموم) بادلوں کو گھیرنے والی ہوائیں۔

نَشَرَ الْمَیِّتُ: مردہ جی اٹھا۔ اس کا اسم فاعل نَاشِرٌ ہے یعنی موت کے بعد جی اٹھنے والا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ یَوْمُ النُّشُوْرِ ہے۔ یعنی قیامت کا دن۔

اَنْشَرَہُ اللّٰہ تعالیٰ: اللہ تعالیٰ نے اسے مرنے کے بعد زندہ کیا۔ اسی کے پیش نظر حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کی آیت کو: کَیْفَ نُنْشِرُھَا پڑھا ہے۔ اور دلیل میں قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے: ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ: پھر جب اللہ چاہے اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس کلمہ کو نَنْشُرُھَا پڑھا ہے۔ الفراء کا

کہنا ہے کہ حضرت حسنؒ نے اس سے مراد 'پھیلانا' اور 'لپیٹنا' لیا ہے۔ اور اس کی دلیل تمہارا یہ کہنا ہے کہ اَنْشَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فَنَشَرُوا هم: اللہ نے ان کو پھیلا دیا تو وہ پھیل گئے۔

نَشَرَ الخَشَبَةَ: اس نے لکڑی کو آری سے چیرا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

النُّشَارَةُ: لکڑی کا بورا جو چیرتے وقت نکلتا ہے۔

نَشَرَ الخَبَرَ: اس نے خبر نشر کر دی یا پھیلا دی۔ اس کا باب نَصَرَ اور ضَرَبَ ہے۔

صُحُفٌ مُنَشَّرَةٌ: (شین کو کثرت کے لئے مشدّد کیا۔ معنی کھلے ہوئے اعمال نامے۔ النُّشْرَة سے ماخوذ التَّنْشِيْرُ کا معنی تعویذ اور منتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ قَالَ، فَلَعَلَّ طِبًّا اَصَابَهُ ثُمَّ نَشَّرَهُ بِقُلْ اعوذ برب الناس: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شاید اس پر جادو ہوا ہے، پھر آپ نے اس پر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر پھونکا اور یہی معنی كَتَبَ لَهُ النُّشْرَةَ کا ہے یعنی اس نے اسے تعویذ لکھ کر دیا۔

اِنْتَشَرَ الخَبَرُ: خبر پھیل گئی۔

ن ش ز – النَّشْزُ: بروزن الفَلْسُ: زمین سے اوپر اٹھی ہوئی جگہ۔ اس کی جمع نُشُوْزٌ ہے۔ اسی طرح النَّشَزُ (نون اور شین دونوں مفتوح) اس کی جمع اَنْشَازٌ اور نِشَازٌ (نون مکسور) جس کا معنی اور مثال جَبَلٌ، اَجْبَالٌ اور جِبَالٌ ہے۔

نَشَزَ الرَّجُلُ: آدمی جگہ سے اٹھا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ یہی لفظ قرآن کی اس آیت میں ہے: وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا: جب تم سے اٹھنے کو کہا جائے تو اٹھ جاؤ۔

اِنْشَازُ عِظَامِ المَيِّتِ: مردے یا میت کی ہڈیاں اپنی جگہ سے اٹھانا اور انہیں ایک دوسرے پر رکھ دینا۔ یہی لفظ قرآن کی اس آیت میں ہے: كَيْفَ نُنْشِزُهَا: ہم ان (ہڈیوں) کو اپنی جگہ سے اٹھا کر کس طرح دوبارہ ترکیب اور ترتیب سے رکھ دیں گے۔

نَشَزَتِ المَرْاَةُ: عورت اپنے خاوند کے خلاف سرکش ہوگئی اور خاوند سے نفرت کرنے لگی۔ اس کا باب دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

نَشَزَ بَعْلُهَا عَلَيْهَا: خاوند نے بیوی کو مارا پیٹا اور اس پر سختی کی۔ یہی کلمہ آیت قرآنی میں ہے: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا: اگر عورت کو خاوند کی طرف سے مار پیٹ اور سختی و درشتی کا ڈر ہو۔

ن ش ش – النَّشُّ: بیس درہم جو نصف اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح پانچ

درہم کو نَوَاۃ کہتے ہیں۔

ن ش ط–نَشِطَ الرَّجُلُ: (شین مکسور) نَشَاطًا (نون مفتوح) اس کا اسم فاعل نَشِیطٌ ہے۔ آدمی چست وچالاک اور ہشاش بشاش ہوا۔

تَنَشَّطَ لِامْرِ کَذَا: کسی کام کے لئے ہشاش بشاش ہو کر تیار ہونا۔ قول خداوندی ہے: وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا: یعنی ستارے جو ایک بُرج سے دوسرے بُرج میں جا داخل ہوتے ہیں یا جس طرح جنگلی بیل ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے۔

النَّاشِطُ: جنگلی بیل جو ایک زمین سے نکلتا ہے دوسری زمین میں جا داخل ہوتا ہے۔

الأُنْشُوطَةُ: (الف مضموم) ایسی گرہ/گانٹھ جس کا کھولنا آسان ہو جیسے ازار بند کی گرہ۔

ن ش ف–نَشِفَ الثَّوْبُ العَرَقَ: کپڑے نے پسینہ خشک کر دیا۔

نَشِفَ الحَوْضُ الماءَ: حوض نے پانی جذب کر لیا۔ اس کا باب فَہِم ہے۔

تَنَشَّفَهُ کا بھی یہی معنی ہے۔

اَرْضٌ نَشِفَةٌ: خشک زمین جس میں پانی سوکھ گیا ہو۔

ن ش ق–اِسْتَنْشَقَ المَاءَ: اس نے ناک میں پانی ڈالا۔

اسْتَنْشَقَ الرِّیحَ: اُس نے خوشبو سونگھی۔

نَشِقَ مِنْهُ رِیْحًا طَیِّبَةً: اس نے اس کی خوشبو سونگھی۔ اس کا عربی مترادف شَمَّ ہے۔

ن ش ل–المَنْشَلَةُ: (میم مفتوح) چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی جگہ۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: عَلَیْکَ بِالمَنْشَلَةِ: وضو کرتے وقت چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی جگہ کا خیال رکھ کہ خشک نہ رہ جائے۔

ن ش ا–رَجُلٌ نَشْوَانٌ: نشہ میں دُھت آدمی۔ النَّشْوَۃُ (نون مفتوح) نشہ۔ یُونس کے خیال کے مطابق اَنَّهُ سَمِعَ فِیهِ نِشْوَۃً سنا گیا ہے کہ اس میں نشہ ہے۔ نِشْوَۃٌ میں نون مکسور ہے۔

قَدِ انْتَشٰی: اسے نشہ ہو گیا۔

النَّشَا: نشاستہ جو فارسی سے معرب ہو کر نَشَاسْتَجْ بن گیا۔ اس لفظ کا آخری حصہ حذف ہو کر نَشَا رہ گیا ہے۔ جس طرح مَنَازِلٌ مخفف ہو کر مَنَا رہ گیا ہے۔

ن ص ب–نَصَبَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو گاڑ دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

المَنْصِبُ بروزن المَجْلِسُ: منصب و مرتبہ۔ النِّصَابُ (نون مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔

نَصِبَ: وہ تھک گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

هَمٌّ نَاصِبٌ: تھکا دینے والا دُکھ یا غم۔

اس کی مثال رَجُلٌ تَامِرٌ اور لَابِنٌ ہے۔ کہا گیا ہے کہ: نَاصِبٌ اسم فاعل بمعنی مفعول ہے۔ کیونکہ تھکان نَاصِبٌ کے اندر گڑھ جاتی ہے اور انسان تھک جاتا ہے۔اس کی مثال لَيْلٌ نَائِمٌ ہے یعنی ایسی رات جس میں انسان سوتا ہے۔اسی طرح دوسری مثال يَوْمٌ عَاصِفٌ یعنی وہ دن جس میں تیز ہوا چل رہی ہو۔

النَّصْبُ بروزن الضَّرْبُ: جس چیز کو نصب کیا جائے اور اس کی اللہ کے سواء پوجا کی جائے، یعنی استھان۔یہی معنی النُّصُبُ (نون مضموم) کا ہے جو بروزن القُفُلُ ہے۔بعض اوقات اس کا صاد بھی مضموم ہوتا ہے۔اس کی جمع اَنْصَابٌ ہے۔النُّصْبُ کا معنی شر۔اور مصیبت بھی ہے۔یہی لفظ اس آیت قرآنی میں ہے:بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ۔

نَصِيْبِيْنُ: ایک شہر کا نام۔بعض عرب اسے ایک ہی اسم جانتے اور مانتے ہیں۔اور غیر منصرف قرار دیتے ہیں۔اور اس کا اعراب بھی غیر منصرف کا اعراب کرتے ہیں اور اس سے صفت نسبتی نَصِيْبِنِی بناتے ہیں۔ اور بعض عرب اسے جمع سالم کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔اور اس کا اعراب جمع سالم کا اعراب کرتے ہیں۔اور اس سے صفت نسبتی نَصِيْبِيّ بناتے ہیں۔ یہی بات يَبْرِين، فِلَسْطِيْنُ، سَيْلَحِيْنُ، يَاسَمِين اور قِنَّسْرِيْنِ کے متعلق کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ سَيْلَحُوْن ایک گاؤں کا نام ہے اور یاسمین ایک پھول ہے۔

ن ص ت-الإنْصَاتُ: خاموش رہنا اور غور سے سننا۔ہم کہتے ہیں کہ اَنْصَتَهُ وَاَنْصَتَ لَهُ: اس نے خاموش ہوکر اس کی بات سنی۔بقول شاعر:

إذَا قَالَتْ حِذَامِ فَانْصِتُوْها
فَانَّ القَوْلَ مَا قالَتْ حِذَامِ

"جب حذام کوئی بات کہے تو اسے خاموش ہوکر سنو کیونکہ بات وہی ہے بات کہلانے کے قابل ہے جو حذام کہے۔"

یہ بھی روایت ہے کہ شعر میں اس کلمہ کا معنی ہے۔اس کی تصدیق کرو یعنی اسے سچ مانو۔

ن ص ح-نَصَحَهُ ونَصَحَ لَهُ: دونوں میں صاد مفتوح) نُصْحًا (نون مضموم) وَنَصَاحَةً (نون مفتوح) یہ کلمہ لام تعریف کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔معنی اس نے اس کی خیر خواہی کی۔قول خداوندی:وَاَنْصَحُ لَكُمْ: میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔اس کا اسم النَّصِيْحَةُ ہے۔

النَّصِيْحُ: ناصح، خیر خواہ، نصیحت کرنے والا۔

قَوْمٌ نُصَحَاءُ بروزن الفُقَهَاءُ: خیر خواہ قوم یا لوگ۔

رَجُلٌ نَاصِحُ الجَيْبِ: صاف دل شخص۔
النَّاصِحُ: خالص، بغیر ملاوٹ۔
انتَصَحَ فُلَانٌ: فلاں نے نصیحت قبول کرلی۔ کہا جاتا ہے: اِنْتَصِحْنِیْ فَانِّی نَاصِحٌ لَکَ: میری نصیحت مانو! میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔
تَنَصَّحَ: اس نے خیر خواہوں کی مشابہت کی۔
اسْتَنْصَحَهُ: اس نے اسے خیر خواہ سمجھا۔
ابن الاعرابی کا قول ہے: نَصَحَتِ الاِبِلُ الشُّرْبَ نُصُوْحًا: اونٹوں نے صاف پانی پیا۔
اَنْصَحْتُهَا: میں نے اونٹوں کو پانی پلایا۔
اسی لفظ سے ماخوذ تَوبَةٌ النُّصُوْح ہے جس کا معنی سچی توبہ ہے۔
نَصَحَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑا سیا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔ اس سے ماخوذ تَوبَةٌ النُّصُوْح ہے اس سے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ کا قول ہے: مَنْ اغْتَابَ خَرَقَ وَمَنْ اِسْتَغْفَرَ رَفَأَ: جس نے غیبت کی اس نے جامہ دری کی اور جس نے استغفار کیا اس نے جامہ کو رفو کیا۔
النَّاصِحُ: درزی۔
النِّصَاحُ: (نون مکسور) دھاگہ۔
ن ص ر—نَصَرَهُ علٰی عَدُوِّهٖ: اس نے اس کے دشمن کے خلاف اس کی مدد کی۔ اس کا مضارع یَنْصُرُهُ ہے اور مصدر نصرًا اور اس کا اسم النُّصْرَةُ ہے۔
النَّصِیْرُ، النَّاصِرُ: مددگار اور معاون۔ اس کی جمع اَنْصَارٌ ہے۔ اس کی مثال شَرِیْفٌ اور اَشْرَافٌ ہے۔
النَّاصِرُ کی جمع نَصْرٌ ہے۔ اس کی مثال صاحبٌ اور صحبٌ ہے۔
اسْتَنْصَرَهُ علٰی عَدُوِّهٖ: اس نے اپنے دشمن کے خلاف اس سے مدد مانگی۔
تَنَاصَرَ القَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے کی مدد کی۔
انْتَصَرَ مِنْهُ: اس نے اس سے انتقام لیا۔
نَصْرَانُ بروزن نَجْرَانُ ہے۔ یہ شام میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ النصاری اس گاؤں سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس گاؤں کا نام نَاصِرَہ ہے۔ نصاری نَصْران کی اور نَصرانة کی جمع ہے۔ اس کی مثال النَّدامی ہے جو نَدْمَانُ اور نَدْمانة کی جمع ہے۔ نَصْرَانٌ کا لفظ یاء نسبتی کے بغیر کہیں استعمال میں نہیں ہے، یعنی اس نام سے صرف نَصْرانی ہی مشہور ہے۔
نَصَّرَهُ تَنْصِیْرًا: اس نے اسے نصرانی بنایا۔ حدیث شریف میں ہے: فَأَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ وَیُنَصِّرَانِهٖ: (بچے کو بڑے ہو

کر) والدین یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔

ن ص ص — نَصَّ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو اُٹھایا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ مِنَصَّةُ الْعُرُوسِ: اس لفظ میں میم مکسور ہے۔ اس کا معنی دلہن کے بیٹھنے کی کُرسی ہے۔

نَصَّ الحدیث الی فلان: اس نے بات فلاں کی طرف پہنچائی۔ نَصُّ کل شَیْئٍ: ہر چیز کی انتہاء اور آخیر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث شریف میں ہے: اِذَا بَلَغَ النِّسَاءُ نَصَّ الحِقَاقِ: جب عورتیں جوانی کی عمر کو پہنچیں، اپنے حقوق خود طلب کر سکیں۔ حدیث شریف کا بقیہ حصہ ہے: فَالْعَصَبَةُ اولٰی: تو پھر ددھیال والوں کا حق ان پر ننھیال والوں سے زیادہ ہوگا۔

نَصْنَصَ الشَّیْئَ: اس نے چیز کو ہلایا یا حرکت دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو انہوں نے اس وقت سے متعلق کہی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور وہ اپنی زبان ہلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: هٰذَا اَوْرَدَنِی الْمَوَارِدَ: اسی (زبان) نے مجھے مصیبتوں میں ڈال دیا۔ ابوعبید کا قول ہے کہ یہ لفظ صرف صاد کے ساتھ ہے۔ اس نے مزید کہا کہ اس کا ایک اور لہجہ ہے لیکن اس کا ذکر حدیث میں نہیں ہے، وہ ہے: نَضْنَضَ یعنی ضاد معجمہ سے لکھا جانے والا لفظ۔

ن ص ع — النَّاصِعُ: ہر ملاوٹ سے پاک اور خالص۔ کہا جاتا ہے: اَبْیَضُ نَاصِعٌ یعنی خالص سفید یا سفید فام اور اصفر ناصع یعنی خالص زرد یا پیلا زرد۔ اصمعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ہر سفید فام، پیلا زرد اور لال سرخ کپڑا ناصع کہلاتا ہے۔ کہتے ہیں: نَصَعَ لَوْنُهٗ: یعنی اس کا رنگ خالص اور گہرا ہے۔ اس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہیں ہے۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

ن ص ف — النِّصْفُ: آدھا حصہ۔ نون مضموم بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قول خداوندی فَلَهَا النُّصْفُ میں نون کو مضموم پڑھا ہے۔

النَّصَفُ: (نون اور صاد دونوں مفتوح) نوجوانی، اور بڑھاپے کے درمیان اُدھیڑ عمر والی عورت۔

رَجُلٌ نَصَفٌ: نوجوانی اور بڑھاپے کے درمیان ادھیڑ عمر کا مرد بھی۔

النَّصِیْفُ: آدھا، نصف۔

النَّصِیْفُ پیمانہ بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَا بَلَغْتُمْ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا

نَصِـفَـهُ: تم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مُد یا نصف وزن کے برابر بھی نہیں پہنچے۔ (اس سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کے ثواب واجر کی وضاحت ہے)۔

نَصَـفَ الشَّیْئُ: وہ آدھے تک پہنچا۔ مثلاً: نصـف القـرآن یعنی وہ آدھے قرآن تک پہنچا۔ اور نَصَفَ عُمْرَهُ: اس نے آدھی عمر گزاری یا آدھی عمر کو پہنچا۔

نَصَفَ الشَّیْبُ رَاسَهُ: اس کا آدھا سر سفید ہو گیا یعنی وہ ادھیڑ ہو گیا۔

نَصِفَ الْاِزَارُ سَاقَهُ: ازار اس کی آدھی پنڈلی تک پہنچا۔

نَصَفَ النَّهَارُ: آدھا دن گزر گیا یا دو پہر آ گئی۔

اِنْتَصَفَ کا معنی بھی یہی ہے۔ تمام کا باب نصر ہے۔

المَنْصَفُ بروزن المَعْلَمُ: آدھا راستہ۔

اَنْصَـفَ الـنَّهار: دو پہر ہو گئی۔ اَنْصَفَ الـرَّجُـلُ: آدمی نے انصاف کیا۔ کہا جاتا ہے: اَنْصَفَهُ مِنْ نَفْسِهٖ وانْتَصَفَ هُوَ منـهُ: اس نے اپنے آپ سے انصاف کیا یا اس سے اپنا حق لیا۔

تناصف القَوْمُ: قوم نے ایک دوسرے سے انصاف لیا یا اپنا اپنا حق لیا۔

تَنْصِیْفُ الشَّیْئُ: چیز کو دو حصوں میں بانٹنا۔

ناصَفَـهُ المالَ: اس نے اسے آدھا مال دیا۔

ن ص ل - النَّصْلُ: تیر کا پھل۔ تلوار کی دھار۔ چھری کی دھار۔ نیزے کی انی۔ اس کی جمع نُصُوْلٌ اور نِصَالٌ ہے۔

المُـنْـصُـلُ: (صاد مفتوح اور مضموم) تلوار۔

نَصَـلَ الشَّـعْـرُ: اس نے بالوں سے خضاب اُتار لیا۔

لِحْیَةٌ نَاصِلٌ: خضاب اُتری داڑھی۔

نَصَلَ السَّهْمُ: تیر کا پھل نکلا۔ نَصَلَ السَّهْمُ: کا معنی تیر کا کسی چیز میں پیوست ہو جانا، اور پھر نہ نکلنا ہے۔ یہ کلمہ کلمات اضداد میں سے ہے۔ ان تینوں کا باب دَخَلَ ہے۔

نَصَّلَ السَّهْمَ تَنْصِیْلًا: اس نے اپنا تیر نکالا۔

نَصَّلَهُ کا معنی تیر پر پھل چڑھانا بھی ہے۔ یہ کلمہ بھی کلمات اضداد میں سے ہے۔

اَنْصَلَ الرُّمْحَ: اس نے نیزہ نکالا۔

تنصَّلَ فُلانٌ مِنْ ذَنْبِهٖ: فلاں شخص نے اپنے گناہ سے بری ہونے کا اظہار کیا۔

ن ص ا - النَّاصِیَةُ: پیشانی، ماتھا۔ اس کی جمع النَّوَاصِی ہے۔

نَصَاهُ: اس نے اسے پیشانی سے پکڑا۔ اس کا باب عدا ہے۔ حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا نے فرمایا: مَالَكُمْ تَنْصُوْنَ مَيِّتَكُمْ: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اپنے مُردوں کی پیشانی کھینچتے ہو۔ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو میت کے سر میں کنگھی کرنا ناگوار محسوس ہوا۔

ن ض ب — نَضَبَ المَاءُ: پانی زمین میں گہرا چلا گیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ اصل میں النُّضُوْب کا معنی بُعد یعنی دوری ہے۔

ن ض ج — نَضِجَ الثَّمَرُ واللَّحْمُ: پھل پک گیا اور گوشت پک گیا۔ اس لفظ میں ضاد مکسور ہے۔ اس کا مصدر نُضْجًا (نون مضموم اور مفتوح) اس کا اسم فاعل نَاضِجٌ اور نَضِيْجٌ ہے۔

رَجُلٌ نَضِيْجُ الرَّأْيِ: پختہ رائے رکھنے والا شخص۔

ن ض ح — النَّضْحُ: پانی چھڑکنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

نَضَحَ البَيْتَ: اس نے گھر میں چھڑکاؤ کیا۔

النَّاضِحُ: وہ اونٹ جس کے ذریعے آبپاشی کی جائے۔ اس کا مؤنث کا صیغہ نَاضِحَةٌ اور سَانِيَةٌ ہے۔

انْتَضَحَ عَلَيْهِ المَاءَ: اس نے اپنے اوپر پانی چھڑکا۔ نَضَحَتِ القِرْبَةُ والخَابِيَةُ: مشک اور مٹکے سے پانی ٹپکا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے اور تَنْضَاحًا (تاء مفتوح) بھی ہے۔

ن ض خ — عَيْنٌ نَضَّاخَةٌ: بہت زیادہ پانی والا چشمہ، ابو عبیدہ نے اس قول خداوندی نَضَّاخَتَان کا معنی دو فوارے بتایا ہے۔

ن ض د — نَضَدَ مَتَاعَهُ: اس نے اپنا سامان تہہ بہ تہہ رکھا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی: مِنْ سِجِّيْلٍ مَنْضُوْدٍ: میں ہے یعنی تہہ بہ تہہ رکھے ہوئے پتھر۔

نَضَّدَهُ تَنْضِيْدًا کا معنی بھی یہی ہے۔ اس میں تہہ بہ تہہ رکھنے میں مبالغہ ہے۔

میرا کہنا ہے کہ: النَّضِيْدُ المَنْضُوْدُ: تہہ بہ تہہ رکھی ہوئی چیز۔ یہی لفظ اس قول خداوندی: لَهَا طَلْعٌ نَضِيْدٌ میں ہے۔ یعنی ان کے تنے تہہ بہ تہہ ہیں۔

ن ض ر — النَّضْرُ: بروزن النَّصْرُ، النُّضَارُ (نون مضموم) اور النَّضِيْرُ: سونا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ النُّضَارُ کا معنی ہر خالص چیز ہے۔ یا ہر چیز کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

النَّضْرَةُ بروزن البَصْرَةُ: تر و تازگی اور حسن۔ قَدْ نَضَرَ وَجْهُهُ: اس کا چہرہ پُر رونق ہو گیا۔ اس کا مضارع يَنْضُرُ (ضاد مضموم) ہے اور مصدر نَضْرَةٌ ہے، اور معنی

خوبصورتی ہے۔

نَضَرَ اللہ وَجْهَهٗ: اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو پُرنور کرے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

نَضُرَ جس کا باب ظَرُف ہے، یہ بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ ابوعبید نے نَضَرَ کا باب ضَرِبَ بتایا ہے۔ نَضَّرَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ تَنْضِیْرًا اور اَنْضَرَهٗ دونوں کا ایک معنی ہے یعنی اللہ اس کا چہرہ پُر رونق اور پُر نور کرے۔

نَضَّرَ اللہ اِمْرَأً: (ضاد مشدد) اللہ تعالیٰ آدمی کو نعمتوں سے نوازے۔ حدیث شریف میں ہے: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِی فَوَعَاهَا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم اور آباد رکھے جس نے میری باتیں سنیں اور انہیں یاد رکھا یا سمجھا۔

اَخْضَرُ نَاضِرٌ: گہرا سبز، اس کی مثال اَصْفَرُ فَاقِعٌ اور اَبْیَضُ نَاصِعٌ ہے۔

ن ض ض: اہل حجاز درہموں اور دیناروں کو اس وقت النَّضّ اور النَّاضّ کہتے ہیں جب انہیں جنس سے نقد میں بدلا جائے۔ کہا جاتا ہے: خُذْ مَانَضَّ لَکَ مِنْ دَیْنٍ: قرض میں جو کچھ میسر ہے لے لے۔ هُوَ یَسْتَنِضُّ حَقَّهٗ مِن فُلَان: وہ فلاں شخص سے اپنا حق یا قرض تھوڑا تھوڑا کرکے لیتا ہے۔

ن ض ل — نَاضَلَهٗ: اس نے اس کے ساتھ تیراندازی کی۔ کہا جاتا ہے کہ: نَاضَلَهٗ فَنَضَلَهٗ: اس نے اس سے تیراندازی میں مقابلہ کیا تو اس پر غالب آیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

انْتَضَلَ القَوْمُ وتَنَاضَلُوْا: قوم نے ایک دوسرے کے ساتھ تیراندازی میں مقابلہ کیا۔

فُلَانٌ یُنَاضِلُ عَنْ فُلَان: فلاں شخص فلاں کی طرف سے عذر پیش کرتا ہے۔ اور اس کا دفاع کرتا ہے۔

ن ض ا — النِّضْوُ: (نون مکسور) کمزور اور لاغر اونٹ۔

النَّاقَةُ نِضْوَةٌ: لاغر اونٹنی۔

قَدْ اَنْضَتْهَا الاَسْفَارُ: سفروں نے اسے لاغر کردیا ہے۔ ایسی اونٹنی کو مُنْضَاةٌ کہتے ہیں یعنی تھکی ماندی اونٹنی۔

اَنْضَی بَعِیْرَهٗ: اس نے اپنے اونٹ کو لاغر کردیا۔

نَضَا ثَوْبَهٗ: اس نے اپنا کپڑا اُتار دیا۔

نَضَا سَیْفَهٗ: اس نے تلوار سونت لی۔ ان دونوں کا باب عَدَا ہے۔

انْتَضَی سَیْفَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔

النِّضْوُ کا معنی پھٹا ہوا کپڑا بھی ہے۔

اَنْضَیْتُ الثَّوبَ وانْتَضَیْتُهٗ: میں نے کپڑے کو بوسیدہ کردیا۔

ن ط ح—نَطَحَهُ الكَبْشُ: مینڈھے نے اسے ٹکر ماردی۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔ انتطحتِ الکِبَاش وَتَنَاطَحَتْ: مینڈھوں نے ایک دوسرے کو ٹکر ماردی۔ کَبْشٌ نَطَّاحٌ: (طاء مشدد) بہت زیادہ ٹکریں مارنے والا مینڈھا۔

النَّطِیْحَةُ المَنْطُوْحَةُ: ٹکروں سے مرا ہوا (جانور)۔ لفظ کی آخری حاء اسم کے غلبہ کے اظہار کیلئے ہے۔

ن ط ر—النَّاطِرُ والنَّطُوْرُ: انگور کی بیلوں یعنی تاکستان کی رکھوالی کرنے والا۔ اس کی جمع النَّاطِرُوْن اور النَّوَاطِیْرُ ہے۔

ن ط س—التَّنَطُّسُ: صفائی اور پاکیزگی میں مبالغہ۔ ہر وہ شخص جو معاملات میں دِقّتِ نظر سے کام لیتا ہو اور ان معاملات کی واقفیت حاصل کرتا ہو، اسے مُتَنَطِّسٌ کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: لَوْلَا التَّنَطُّسُ مَا بَالَیْتُ اَلَّا اَغْسِلَ یدی: اگر مجھے پلیدی کا ڈر نہ ہوتا تو میں ہاتھ دھونے کی پرواہ نہ کرتا۔

ن ط ع—النَّطْعُ: اس کے چار لہجے ہیں:

(۱) نَطْعٌ بروزن طَلْعٌ.

(۲) نَطَعٌ بروزن طَبَعٌ.

(۳) نِطْعٌ بروزن دِرْعٌ اور؛

(۴) نِطَعٌ بروزن ضِلَعٌ. اس کی جمع نُطُوْعٌ اور اَنْطَاعٌ ہے۔

تَنَطَّعَ فِی الْکَلَامِ: اس نے کلام میں غلو کیا۔ یعنی بال کی کھال نکالی۔

ن ط ف—النُّطْفَةُ: صاف پانی تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اس کی جمع نِطَافٌ (نون مکسور) ہے۔

النَّاطِفُ القُبَیْطِی: ایک خاص قسم کا حلوہ۔ نَطَفَانُ المَاءِ: پانی کا بہنا (طاء مفتوح)۔

قَدْ نَطَفَ یَنْطِفُ: (طاء مکسور و مضموم) بہا، یا ٹپکا۔

ن ط ق—المَنْطِقُ: کلام۔ قَدْ نَطَقَ یَنْطِقُ: وہ بولا (طاء مکسور) اس کا مصدر نُطْقًا (نون مضموم) اور مَنْطِقًا ہے۔

نَاطَقَهُ واسْتَنْطَقَهُ: وہ اس کے ساتھ بولا۔

المِنْطِیْقُ: بلیغ۔ لوگ کہتے ہیں مَالَهُ صَامِتٌ ولا نَاطِقٌ: اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

النَّاطِقُ کا معنی حیوانات یا مویشی ہیں اور صَامِتٌ: اس کے علاوہ دوسرا سامان ہے۔

میرا کہنا ہے کہ ان کلمات کی یہ تفسیر اس تفسیر سے زیادہ عام ہے جو بذیل مادہ (ص م ت) بیان کی گئی ہے۔

النِطَاقُ: عورتوں کے کپڑوں کا ایک ٹکڑا۔
المَنطِقَةُ: پیٹی، کمر بند اور منطقہ بمعنی اقلیم۔

ن ط ل ـ نَطَلَ راسَ العَلِيلِ بالنُطُول: اس نے مریض کے سر پر دواء ملا پکا ہوا پانی پیالے میں ڈال کر تھوڑا تھوڑا کر کے ڈالا۔

ن ط ا ـ الاِنْطَاءُ: عطا کرنا۔ اہل یمن الاعطاء کو الاِنْطاء کہتے ہیں۔

ن ظ ر ـ النَّظَرُ و النَّظَرانُ: (نون اور ظاء دونوں مفتوح) آنکھوں سے کسی چیز کو غور اور تامّل کے ساتھ دیکھنا۔ قَدْ نَظَرَ اِلَى الشَّيْئِ: اس نے کسی چیز کی طرف غور سے دیکھا۔

النَّظَرُ کا معنی انتظار بھی ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں کہا جاتا ہے: نَظَرَهُ يَنْظُرُهُ (ظاء مضموم) نَظَرًا: اس نے اس کا انتظار کیا۔ یا اس نے اسے دیکھا۔

النَّاظِرُ فِى المُقْلَةِ: آنکھ کے ڈھیلے میں چھوٹا سیاہ دائرہ جس میں آنکھ کا سوراخ ہوتا ہے۔ یعنی آنکھ کی پتلی۔ آنکھ کو النَّاظِرَةُ کہتے ہیں۔

النَّاظِرُ: نگران، محافظ یا چوکیدار۔
النَّظِرَةُ: مہلت، تاخیر۔
اَنْظَرَهُ: اس نے اسے مہلت دی۔
اِسْتَنْظَرَهُ: اس نے اس سے مہلت مانگی۔

تَنَظَّرَهُ تَنَظُّرًا فِى مُهْلَةٍ: وہ مہلت اور فرصت کے انتظار میں رہا۔
نَاظَرَهُ: اس نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا۔
المَنْظَرَةُ بروزن المَتْرَبَةُ: دیدبان۔ کہا جاتا ہے کہ: مَنْظَرُهُ خَيْرٌ مِنْ مَخْبَرِهٖ. اس کا دیکھنا اس سے متعلق اطلاع سے زیادہ بہتر ہے۔
النَّظَّارَةُ: (ظاء مشدد) کسی چیز کی طرف دیکھنے والے لوگ۔
نَظِيرُ الشَّيْئِ: کسی چیز جیسی دوسری چیز۔
النِظْرُ بروزن التِبْرُ: نظیر کا ایک لہجہ ہے۔ اس کی مثال النَدِيدُ اور النِدُّ ہے۔

ن ظ ف ـ النَظافَةُ: صفائی، پاکیزگی۔
قَدْ نَظُفَ الشَّيْئُ: چیز پاک یا صاف ہو گئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ اس کا اسم فاعل نَظِيفٌ ہے۔
نَظَّفَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے صاف کیا۔ اس کا مصدر تنظيفًا ہے۔
التَّنَظُّفُ: صفائی کا تکلف کرنا۔

ن ظ م ـ نَظَمَ اللُؤلُؤَ فِى السِلكِ: اس نے موتی دھاگے لڑی میں پروئے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
نَظَّمَهُ تَنظِيمًا کا معنی بھی یہی ہے۔ اسی سے ماخوذ نَظَمَ الشِّعْرَ ہے یعنی شعر نظم

کرنا۔ نَظْمَۃٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

النِّظَامُ: وہ دھاگہ یا لڑی جس میں موتی پروئے جاتے ہیں۔

نَظْمٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ: موتیوں کا پرونا۔ یہ اصل مصدر ہے۔

الانتظامُ: منظم ہونا، یا مرتب ہونا۔

ن ع ب—نَعَبَ الغُرَابُ: کوے نے کائیں کائیں کی۔ اس کا باب قَطَعَ، ضَرَبَ، نَعِيْبًا بھی، تَنْعَابًا (تاء مفتوح) اور نَعَبَانًا (عین مفتوح) بھی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مرغی کے کڑکڑانے کو بھی نَعَبَ الدِّيكُ بطور استعارہ کہتے ہوں۔

ن ع ج—النَّعْجَةُ: بکری۔ اس کی جمع نِعَاجٌ ہے (نون مکسور) اور نَعَجَاتٌ (عین مفتوح) بھی اس کی جمع ہے۔

نِعَاجُ الرَّمْلِ: جنگلی بکری۔

ن ع ر—النُّعْرَةُ: بروزن الشُّعْرَةُ: نتھنے سے آواز نکالنا۔

قَدْ نَعَرَ الرَّجُلُ: آدمی نے نتھنے سے آواز نکالی۔ اس کا مضارع يَنْعِرُ ہے اور مصدر نَعِيْرًا ہے۔ نَعَرَاتُ المُؤَذِّنِ (نون اور عین دونوں مفتوح) مؤذن کی اذان۔

النَّاعُوْرُ، اس کی جمع النَّوَاعِيْرُ ہے۔ اور معنی رہٹ جس کے ذریعے آب پاشی کی جاتی ہے اور جو پانی کھینچتا ہے۔ اس سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

ن ع س—النُّعَاسُ: اونگھ۔

نَعَسَ يَنْعُسُ (عین مضموم) **وَنَعَسَ نَعْسَةً واحدةً:** اس نے ایک چھینک ماری۔ اس کا اسم فاعل نَاعِسٌ یعنی چھینک مارنے والا۔

ن ع ش—نَعَشَ اللّٰهُ: اللہ نے اسے اٹھا لیا، (یا اٹھا لے، بطور بددعا) اس کا باب قَطَعَ ہے۔ ان معنوں میں أَنْعَشَهُ اللّٰهُ نہیں کہتے۔

اِنْتَعَشَ العَاثِرُ: ٹھوکر کھانے والا ٹھوکر کھا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

النَّعْشُ: میت کی چارپائی، تابوت۔ زمین سے بلند ہونے کے باعث اس کا یہ نام پڑا ہے۔ اگر اس پر میت نہ ہو تو اسے سَرِيْرٌ کہتے ہیں۔ یعنی صرف چارپائی۔

میرا کہنا ہے کہ یہ بیان جنازے کی سابقہ تفسیر کے بالکل الٹ ہے۔

مَيِّتٌ مَنْعُوْشٌ: تابوت پر رکھی ہوئی میت۔

ن ع ع—النُّعْنَاعُ: پودینہ۔ النُّعْنُعُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ن ع ق—النَّعِيْقُ: چرواہے کی بھیڑ بکریوں کو بلانے کی آواز۔ قَدْ نَعَقَ بِهَا يَنْعِقُ (عین مکسور) نَعِيْقًا ونُعَاقًا (نون مضموم) اور نَعَقَانًا (نون اور عین دونوں مفتوح)

چرواہے نے آواز دے کر بھیڑ بکریوں کو ہانکا۔ ابن کیسان رحمہ اللہ نے بتایا کہ نَعَقَ الغُـرابُ: کوے کی کائیں کائیں کرنے کو بھی کہتے ہیں۔

ن ع ل—النَّعْلُ: جوتی۔ یہ مؤنث ہے اور اس کا اسم تصغیر نُعَيْلَةٌ ہے۔

انتَعَلَ: اس نے جوتی پہن لی۔

رَجُـلٌ نَاعِـلٌ: جوتے پہنے ہوا شخص۔

اَنعَـلَ خُفَّـهُ ودابّتَهُ: اس نے اپنے موزوں کے نیچے ٹکوے لگوائے۔ اور اپنی سواری یعنی گھوڑے کے نعل لگوائے۔

اَنعَلَ کی بجائے نَعَلَ نہیں کہتے۔

نَـعْلُ السَّـيفِ: تلوار کی نیام لوہے یا چاندی کا دستہ جو اس کے نیچے لگا ہوتا ہے۔

ن ع م—النِّعمَةُ: احسان، نیکی۔ منت اور جو کچھ بھی بطور انعام ملے۔ یہی معنی النُّعمٰی کا ہے۔ اگر اس میں نون کو مفتوح کریں تو پھر الف ممدود ہوگا اور یہ النَّعْمَاءُ بن جائے گا۔

النَّعِيمُ کا معنی بھی یہی ہے۔

فُلانٌ وَاسِعُ النِّعمَةِ: فلاں شخص بہت مال دار ہے۔ لوگ کہتے ہیں: إنْ فَعَلْتَ ذٰلک فَبِهَا ونِعْمَتْ اگر تم نے یہ کام کر لیا تو بہت اچھا۔ نِعْمَتْ سے مراد نِعْمَتِ الخَصلَةُ ہے جس کا معنی ہے کہ یہ بات اور عادت اچھی ہے۔

نِعْمَ اور بِئْسَ مدح وذم کے دو فعل ہیں۔ اور ان کے چار لہجے ہیں:

(۱) اَصـل نَعِـمَ: (مفتوح الاول اور مکسور الثانی) ہے۔

(۲) نِعِـم: مکسور الاول جو مکسور الثانی کے تابع ہے۔

(۳) پھر دوسرے حرف کی کسرہ کو حذف کر کے نِعْمَ ہو گیا۔

(۴) پھر اگر چاہیں تو اسے مکسور الاول کی بجائے مفتوح الاول بنا کے نَعْمَ کہتے ہیں۔

اور نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ کہتے ہیں یعنی زید کیا ہی اچھا آدمی ہے۔ اور نِعْـمَ المَـرْأةُ هـند: یعنی ہند کیا ہی اچھی عورت ہے۔ چاہیں تو نِعْمَتِ المَرْأةُ ہند بھی کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا الرَّجُلُ نِعْمَ کا فاعل ہے۔ اور زَيْدٌ پر دو وجہ سے رفع آئی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ مبتدا ہے جس پر خبر کو مقدم کیا گیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اور اس کی تقدیر هُوَ ہے جو سائل کے اس سوال کا جواب ہے کہ مَنْ هو؟ یعنی اچھا کون ہے۔ جب ہم نِعْمَ الرَّجُلُ اور النُّعْمُ میں نون مضموم ہو جو البُؤس کی ضد یا خلاف ہے تو کہا جائے گا کہ يَوْمٌ نُعْمٌ اور يَوْمٌ بُؤسٌ، نُعْمٌ کی جمع اَنْعُمٌ ہے۔ اور البُؤس کی جمع اَبْؤُس ہے۔

نَعَمَ الشَّيْئُ: چیز ملائم ہوگئی۔ اس کا باب سَهُلَ ہے۔ یہی معنی نَعِمَ يَنْعَمُ کا ہے جس کی مثال عَلِمَ يَعْلَمُ ہے۔ اور اس کا ایک تیسرا لہجہ جو اُن دو لہجوں سے مرکب ہے۔ اور وہ ہی نَعِمَ يَنْعُمُ اس کی مثال فَضِلَ يَفْضُلُ ہے۔ اور چوتھا لہجہ نَعِمَ يَنْعِمُ (یاء مکسور) ہے، لیکن یہ شاذ ہے۔ التَّنْعِمَةُ (نون مفتوح) التَّنْعِيْمُ بمعنی نعمتوں سے نوازنا۔ کہا جاتا ہے: نَعَّمَهُ اللّٰه: اللہ نے اسے نعمتوں سے نوازا یا بطور دعا نوازے۔ اس کا مصدر تَنْعِيْمًا ہے۔

نَاعَمَهُ فَتَنَعَّمَ: اس نے اسے نرم وملائم بنایا تو وہ ملائم ہوگیا۔

امراۃٌ مُنَعَّمَةٌ: نازوں سے پلی ہوئی عورت۔ اور مُنَاعَمَةٌ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ: اللہ نے اُس کو ہر نعمت سے نوازا۔ یہ نعمۃ سے ماخوذ ہے۔

اَنْعَمَ اللّٰه صَبَاحَهُ: اللہ نے اس کی صبح اچھی کی۔ یہ النُّعُوْمَةُ سے ماخوذ ہے۔

اَنْعَمَ لَهُ: اس نے اسے نَعَمْ یعنی 'ہاں' کہا۔

فَعَلَ كَذَا وَاَنْعَمَ: اس نے فلاں کام کیا اور اس سے زائد کیا۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا: اللہ تعالیٰ تیری آنکھیں ٹھنڈی کرے یعنی تجھے وہ سکون عطا کرے جو تجھے پسند ہو۔ اسی طرح: نَعِمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا اور نَعِمَكَ عَيْنًا کا معنی بھی یہی ہے۔

النَّعَمُ: چوپایہ، جانور۔ اس کی جمع الأنْعَام ہے۔ اس کا معنی مال مویشی ہے۔ اس نام کا اطلاق زیادہ تر اونٹ پر ہوتا ہے۔ الفراء کا قول ہے: یہ کلمہ یعنی النَّعَمُ مذکر ہے۔ اس کی مؤنث نہیں۔ لوگ یوں کہتے ہیں کہ هٰذا نَعَمٌ وَارِدٌ اس کی جمع نُعْمَانٌ ہے۔ اس کی مثال حَمَلٌ اور حُمْلانٌ ہے۔

الاَنْعَامُ: مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ قول خداوندی ہے: مِمَّا فِى بُطُوْنِهٖ: اور مِمَّا فِى بُطُوْنِهَا: اس کی جمع الجمع اَنَاعِيْمُ ہے۔ نَعَمْ بطور وعدہ یا تصدیق اور جواب استفہام استعمال ہوتا ہے۔ شاید یہ بَلٰى کا نقیض ہے مثلاً: جب کہا جائے کہ: لَيْسَ لِى عِنْدَكَ وَدِيْعَةٌ: تمہارے پاس میری کوئی امانت نہیں ہے تو تمہارا نَعَمْ کہنا تصدیق کلام کے لئے ہوگا اور بَلٰى تکذیب کے لئے۔

نَعِمْ (عین مکسور) اس کا ایک لہجہ ہے۔

النَّعَامَةُ: شترمرغ۔ مذکر و مؤنث یکساں۔

النَّعَامُ اسم جنس ہے۔ اس کی مثال حَمَامٌ اور حَمَامَةٌ اور حَمَامَةٌ اور جَرَادٌ اور جَرَادَةٌ ہے۔

النُّعَامَى: بادِ جنوبی۔ کیونکہ یہ ہوا بہت تر

اور مرطوب ہوتی ہے۔
نَعْمَانُ: (نون مفتوح) طائف کے راستے میں ایک وادی کا نام ہے۔ جو عرفات کی طرف جا نکلتی ہے اسے نَعْمَانُ الأَرَاك کہا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں: عِمْ صباحًا: کلمۂ تحیہ ہے۔ گویا یہ کلمہ نعِمَ ینعِمُ (عین مکسور) سے نون محذوف ہوکر بنا ہے۔ اس کی مثال اکَل یاکُلُ سے مخفف ہوکر رہ جانے والا کُلْ بمعنی 'کھا' ہے۔
التَّنْعِيم: مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔
ن ع ی - النَّعْيُ: موت کی اطلاع۔ کہا جاتا ہے: نَعَاهُ لَهُ يَنْعَاهُ نَعْيًا: بروزن السَّعْيُ، ونُعْيَانًا ایضًا (نون مضموم) اس نے اس کی موت کی اطلاع دی۔
النَّعِيُّ بروزن فَعِيلٌ کا معنی بھی النَّعْيُ جیسا ہے۔ کہا جاتا ہے جَاءَ نَعِيُّ فُلَانٍ: فلاں شخص کے مرنے کی خبر آگئی۔ النَّعِيُّ (یاء مشدّد) کا معنی موت کی خبر دینے والا بھی ہے۔
ن غ ب - النُّغْبَةُ: (نون مضموم) گھونٹ۔ اس میں کبھی نون مفتوح بھی ہوتا ہے۔ اس کی جمع نُغَبٌ ہے جو رُطَبٌ کے وزن پر ہے۔
ن غ ر - النُّغَرَةُ: بروزن الهُمَزَةُ: اس کی جمع النُّغَرُ ہے۔ یہ چڑیوں کی طرح کا ایک پرندہ ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔ اس کا اسم تصغیر حدیث شریف میں آیا ہے۔ یا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ" اے ابوعمیر! تمہارے نغیر کا کیا بنا؟ یعنی تمہارے چڑونے کا کیا ہوا۔
النَّغِرُ بروزن الکَتِفُ: وہ شخص جس کے اندر غیظ وغضب کا الاؤ جل رہا ہو۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں خاوند کی شکایت کرنے والی عورت کا یہ لفظ آیا ہے۔ نغرةٌ.
ن غ ص - نَغَّصَ اللّٰهُ عَلَيْهِ العَيْشَ تَنْغِيصًا: اللہ نے اس کی زندگی مکدر کر دی۔ شعر میں بھی یہ لفظ نَغَّصَهُ استعمال ہوا ہے۔ اخفش رحمہ اللہ نے یہ شعر پڑھا:

لَا أَرَى المَوْتَ يَسْبِقُ المَوْتَ شَيْئًا
نَغَّصَ المَوْتُ ذَا الغِنَى والفَقِيرَا

"مجھے نظر نہیں آتا کہ کسی کو موت سے پہلے موت آگئی ہو۔ موت نے امیر وغریب دونوں کی زندگی کو اجیرن کر دیا ہے۔"
تَنَغَّصَتْ عِيشَتُهُ: اس کی زندگی اجیرن ہوگئی۔
نَغِصَ الرَّجُلُ: اس کا باب طرب ہے اور معنی ہے: 'انسان کی مراد پوری نہ ہوئی'۔
نَغَضَ رَأْسُهُ: اس کا باب نَصَرَ اور جَلَسَ ہے اور معنی 'اس کا سر ہلا' ہے۔
أَنْغَضَ رَأْسَهُ: اس نے اپنا سر اس طرح

ہلایا جیسے کسی چیز پر تعجب کرتے وقت کوئی سر ہلاتا ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ: وہ آپ ﷺ کی طرف تعجب و حیرت سے سر ہلائیں گے۔

نَغَضَ فُلَانٌ رَأْسَهٗ: فلاں شخص نے حیرت سے اپنا سر ہلایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

ن غ ف — النَّغَفُ: (نون اور غین دونوں مفتوح) وہ کیڑا جو اونٹ یا بھیڑ بکری کے ناک میں ہوتا ہے۔ اس کا واحد نَغَفَةٌ (نون اور غین دونوں مفتوح) ہے۔ ابوعبید کا قول ہے: اس کا معنی وہ سفید کیڑا بھی ہے جو گٹھلی میں پیدا ہوتا ہے۔ جب گٹھلی کو کافی دیر تک پانی میں بھگویا جائے۔ حدیث شریف ہے: اِنَّ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ يُسَلَّطُ عَلَيْهِمُ النَّغَفُ فَيَاخُذُ فِي رِقَابِهِمْ: بلاشک یاجوج و ماجوج پر ایک کیڑا مسلط کیا جائے گا جو ان کی گردنوں میں جا گھسے گا۔

ن غ ق — نَغَقَ الْغُرَابُ: کوے نے آواز نکالی۔ اس کا مضارع يَنْغِقُ (غین مکسور) ہے اور مصدر نَغِيْقًا ہے۔

ن غ ل — نَغِلَ الْاَدِيْمُ: چمڑا خراب ہو گیا۔ اس کا باب طرب ہے۔

اس کا اسم فاعل نَغِلٌ ہے۔ لوگ کہتے ہیں:

فُلَانٌ نَغِلٌ: یعنی فلاں شخص بدنسل ہے۔ عام لوگ اس لفظ کو نَغْلٌ کہتے ہیں۔

ن غ م — النَّغْمُ: (غین ساکن) دھیمی بات، گنگنانا۔

قَدْ نَغَمَ: وہ گنگنایا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔

سَكَتَ فُلَانٌ فَمَا نَغَمَ بِحَرْفٍ: فلاں شخص چپ ہو گیا اور اس نے منہ سے ایک بات تک نہ نکالی۔

مَا تَنَغَّمَ کا معنی بھی یہی ہے۔

فُلَانٌ حَسَنُ النَّغْمَةِ: فلاں شخص سریلی آواز والا ہے۔ یا قراءت میں اس کی آواز بہت اچھی ہے۔

ن غ ی — الْمُنَاغَاةُ: معاشقہ کرنا۔ محبت کی گفتگو کرنا۔

الْمَرْاَةُ تُنَاغِي الصَّبِيَّ: عورت بچے کو لوری دیتی ہے، یا عورت بچے سے اس کی پسندیدہ یا لبھانے والی باتیں کرتی ہے، جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔

ن ف ث — النَّفْثُ: پھونک سے ملتی جلتی حرکت۔ لیکن یہ تفل یعنی تھوکنے سے کم تر درجہ کی حرکت ہے۔ (اسے دَم کرنا بھی کہتے ہیں)۔

قَدْ نَفَثَ الرَّاقِي: منتر پڑھنے والے نے دم کیا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔

النَّفَّــاثَاتُ فِی الْعُقَدِ: جادوٹونے۔ جادو کے لئے گرہوں میں پھونکیں مارنے والیاں۔

ن ف ج –نَافِجَةُ الْمِسْکِ: مشک دان یا عطردان۔

ن ف ح –نَفَحَ الطِّیْبُ: خوشبو پھیل گئی۔ لَهُ نَفْحَةٌ طَيِّبَةٌ: اس کی اچھی خوشبو ہے۔ نَفَحَتِ الرِّیْحُ: ہوا چلی۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے: مَا کَانَ مِنَ الرِّیَاحِ لَهُ نفخٌ فَهُوَ بَرْدٌ وَمَاکان لهُ لَفْحٌ فَهُوَ حَرٌّ: ہواؤں میں سے جو کچھ لکلتا ہے اس میں اگر نفخ ہو تو سرد ہوگی اور اگر ان میں تپش کی لپٹ ہو تو وہ گرم ہوگی۔ اس کا ذکر پہلے ایک دفعہ ہو چکا ہے۔ تینوں کا باب قَطَعَ ہے۔ نَفْحَةٌ مِنَ الْعَذَابِ: عذاب کا ایک ٹکڑا۔

الإِنْفَحَةُ: (ہمزہ مکسور اور حاء مفتوح و مخفف) اونٹ یا بکری کی خالی یعنی بناہ کچھ کھائے او جھ، اور اگر خوراک کھائی ہو تو پھر اسے کَرِش کہتے ہیں۔ اور یہی معنی المِنْفَحَةُ کا ہے جس میں میم مکسور ہے۔ اس کی جمع اَنَافِحُ (مفتوح الہمزہ) ہے۔ میرا کہنا ہے کہ ثعلب نے اپنی تصنیف الفصیح کے باب المکسور اَوّلُهُ میں بتایا ہے کہ الإِنْفَحَةُ مشدد بھی ہے اور مخفف بھی۔ اور یہی بات الازہری نے التهذیب میں کہی ہے۔

ن ف خ –نَفَخَ فِیْهِ: اس نے اس میں پھونکا۔ اس کا ایک لہجہ نَفَخَهُ بھی ہے۔ بقول شاعر:

وَلَا خُرَاسَانُ حتی یُنْفَخَ الصُّور

اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَجِدُ نَفْخَةً: (نون مفتوح ومضموم ومکسور) میرا پیٹ پھول گیا۔

ن ف د –نَفِدَ الشَّیْءُ: (فاء مکسور) نَفَادًا: چیز ختم ہوگئی۔ اَنْفَدَهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے اسے ختم کیا۔ خَصْــمٌ مُنَافِــدٌ: جان توڑ دشمن یا جانی دشمن۔ حدیث شریف میں ہے: اِنْ نَافَــدْتَهُمْ نَافَدُوکَ: اگر تم ان سے جانی دشمنی کرو گے تو تمہارے ساتھ جانی دشمنی کریں گے۔ حدیث میں فاء کی بجائے قاف بھی روایت کیا جاتا ہے۔ اس کے پیش نظر ترجمہ یہ ہوگا کہ: اگر تم ان پر یعنی لوگوں پر تنقید کرو گے تو وہ تم پر تنقید کریں گے۔

ن ف ذ –نَفَذَ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ: تیر شکار کے آر پار ہوگیا۔ نَفَذَ الكتابُ اِلٰی فُلان: کتاب فلاں شخص تک پہنچ گئی۔ ان کا باب دَخَلَ ہے اور نِفَاذًا بھی ہے۔ اَنْفَــذَهُ هُـوَ: اس نے نافذ کیا یا لاگو کیا۔

نَفَذَهٗ کا معنی بھی یہی ہے۔
اَمْرٌ نافِذٌ: لاگو حکم۔
ن ف ر — نَفَرَتِ الدَّابَّۃُ: جانور بدک گیا۔ تَنْفِرُ (فاء مکسور) نِفَاراً اور تَنْفُرُ (فاء مضموم) نُفُوراً
نَفَرَ الحَاجُّ مِنْ مِنَی: حاجی لوگ منیٰ سے چل پڑے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔
اَنْفَرَہٗ عَنِ الشَّیْئِ: اس نے اسے کسی چیز سے نفرت دلا دی۔ نَفَّرَہٗ تَنْفِیْراً اور اسْتَنْفَرَہٗ سب کا معنی ایک ہے۔
الاسْتِنْفَارُ: نفرت، بدکنا۔ اسی لفظ سے ماخوذ لفظ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَۃٌ ہے۔ ڈر کے مارے بدک کر بھاگے ہوئے گدھے۔
نَافِرَۃٌ اور مُسْتَنْفَرَۃٌ (فاء مفتوح) کا معنی بھی یہ ہے۔
النَّفَرُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) کچھ عدد لوگ جن کی تعداد تین سے دس تک ہو سکتی ہے۔ یہی معنی النَّفِیْرُ کا ہے۔
النَّفْرُ اور النَّفْرَۃُ: (دونوں میں فاء ساکن)۔ کہا جاتا ہے کہ: یَوْمُ النَّفْرِ اور لَیْلَۃُ النَّفْرِ: منیٰ سے روانہ ہونے کا دن اور یہ یَوْمُ القَرِّ کے بعد والا دن ہوتا ہے۔
اسے یَوْمُ النَّفَرِ (فاء مفتوح) بھی کہا جاتا ہے اور یَوْمُ النُّفُوْرِ بھی کہا جاتا ہے۔ نیز اسے یَوْمُ النَّفِیْرِ بھی کہتے ہیں۔
نَفَرَ جِلْدُہٗ: اس کی جلد پر ورم آ گیا۔
حدیث شریف میں ہے: تَخَلَّلَ رَجُلٌ بالقَصَبِ فَنَفَرَ فَمُہٗ: ایک شخص نے سرکنڈے سے دانتوں میں خلال کیا تو اس کے منہ میں ورم آ گیا۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ: ھُوَ مِنْ نِفَارِ الشَّیْئِ مِنَ الشَّیْئِ یعنی اس لفظ کا معنی ایک چیز کا دوسری چیز سے نکل جانا اور دور ہونا ہے۔
ن ف س — النَّفْسُ: روح، جان، کہا جاتا ہے کہ: خَرَجَتْ نَفْسُہٗ: یعنی اس کی جان نکل گئی۔
النَّفْسُ: خون۔ کہتے ہیں: سَالَتْ نَفْسُہٗ: اس کا خون بہہ نکلا۔ حدیث شریف میں ہے: مَالَیْسَ لَہٗ نَفْسٌ سَائِلَۃٌ فَاِنَّہٗ لَا یُنَجِّسُ المَاءَ اذا مَاتَ فِیْہِ: جن جانداروں یعنی کیڑے مکوڑوں کے جسم میں بہنے والا خون نہیں ہوتا اگر وہ پانی میں گر کر مریں تو اس سے پانی نجس نہیں ہوتا۔ اس حدیث میں النَّفْسُ سے مراد جسم ہے۔ لوگ ثَلَاثَۃُ اَنْفُسٍ کہہ کر اَنْفُس سے مراد انسان لیتے ہیں۔ اسی لئے اسے مذکر کے صیغے میں بیان کرتے ہیں۔
نَفْسُ الشَّیْئِ: چیز بذات خود یا بعینہٖ۔ اس کلمہ کے ذریعے پہلے کلام کی تاکید کی جاتی ہے۔ مثلاً: کہتے ہیں رَاَیْتُ فُلَاناً نَفْسَہٗ میں بعینہٖ اسی آدمی کو دیکھا یا خود اسی آدمی کو دیکھا۔ اور جَاءَنِی بِنَفْسِہٖ: وہ

خود میرے پاس آیا۔
النَّفَسُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) سانس۔ اس کی جمع الأَنْفَاسُ ہے۔
قَدْ تَنَفَّسَ الرَّجُلُ: آدمی نے سانس لیا۔
تَنَفَّسَ الصُّعَدَاءَ: صُعداء نے سانس لیا۔ ہر پھیپھڑے والی مخلوق مُتَنَفِّسٌ ہے۔ البتہ پانی کے جانوروں کے پھیپھڑے نہیں ہوتے۔
تَنَفَّسَ الصُّبْحُ: پو پھٹ گئی یا صبح طلوع ہوئی۔
شَيْءٌ نَفِيسٌ: ایسی عمدہ اور قیمتی چیز جس میں باہم مقابلہ اور دلچسپی رکھی جاتی ہے۔
هٰذَا أَنْفَسُ مَالِي: یہ میرے مال میں سے نفیس ترین حصہ ہے جو میرے لئے انتہائی پسندیدہ اور قابل عزت ہے۔
نَفِسَ بِهِ: اس نے اس کے ساتھ بخل کیا۔ اس کا باب سَلِمَ ہے۔ نَفُسَ الشَّيْءُ: چیز مرغوب بن گئی۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ نَافَسَ فِي الشَّيْءِ مُنَافَسَةً و نِفَاسًا (نون مکسور) اس نے شرافت و کرم میں مقابلہ کیا۔
تَنَافَسُوا: انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نَفَّسَ عَنْهُ تَنْفِيسًا: اس نے اسے سکون دیا یا آرام پہنچایا۔ کہا جاتا ہے: نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَتَهُ: اللہ تعالیٰ نے اس کے دکھ اور تکلیف کو دور کر دیا۔
النِّفَاسُ: بچے کی ولادت کے بعد عورت کی حالت۔ ایسی عورت کو نُفَسَاءُ یعنی نفاس والی عورت کہتے ہیں۔ اس کی جمع نِسْوَةٌ نِفَاسٌ ہے یعنی نفاس والی عورتیں۔ عربی زبان میں فُعَلَاءُ کے وزن پر اس کی جمع فِعَالٌ کے وزن پر نہیں آتی۔ اس قاعدے سے صرف نُفَسَاءُ، عُشَرَاءُ مستثنیٰ ہیں۔
اِمْرَأَتَانِ نُفَسَاوَانِ: دو نفاس والی عورتیں۔
قَدْ نَفِسَتِ الْمَرْأَةُ (فاء مکسور) نِفَاسًا: عورت نفاس میں ہے۔
نُفِسَتِ الْمَرْأَةُ غُلَامًا: عورت نے ایک لڑکا جنا ہے۔ یہ فعل مجہول ہے۔ پیدا شدہ بچے کو مَنْفُوسٌ کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ: کوئی نوزائدہ بچہ ایسا نہیں ہے کہ جس کی قسمت میں جنتی یا دوزخی نہ لکھ دیا گیا ہو۔ یعنی ہر بچے کے جنتی اور دوزخی ہونے کی تقدیر لکھ دی جاتی ہے۔
ن ف ش — نَفَشَ الصوف و الْقُطْنَ: اس نے اون یا روئی کو دُھنا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

عِهْنٌ مَنْفُوْشٌ: دُھنی ہوئی رنگ دار اُون۔ نَفَشَهُ تَنْفِيشًا کا معنی بھی یہی ہے۔ نَفَشَتِ الإِبِلُ والغَنَمُ: اونٹ اور بھیڑ بکریاں بغیر چرواہے کے رات کو چرتی رہیں۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔

نَفَشَتْ تَنْفُشُ (فاء مضموم) نَفَشًا: (نون اور فاء دونوں مفتوح) اُس نے چر لیا۔ اسی سے قول خداوندی میں یہ لفظ آیا ہے: إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ القَوْمِ: جب لوگوں کی بھیڑ بکریوں نے کھیت میں (فصل) چر لی۔

أَنْفَشَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے چروایا یعنی رات کو بغیر چرواہے کے بھیڑ بکریوں کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔

نَفَشٌ: (بمعنی فصل کا چرنا) بغیر رات کے نہیں ہوتا۔ یعنی اس میں رات کا مفہوم آنا ضروری ہے۔ البتہ اسی معنی میں بغیر چرواہے کے اونٹ کے چرنے کے لئے الھَمْل کے لفظ میں رات دن کی قید کا مفہوم شامل نہیں ہے۔

ن ف ض — نَفَضَ الثَّوْبَ والشَّجَرَ: اس کا باب نَصَرَ ہے۔ معنی اس نے کپڑے کو جھاڑا اور درخت کو خوب ہلایا تاکہ اس سے پتے جھڑیں۔ نَفَّضَهُ میں فاء مبالغہ کے لئے مشدد کیا گیا ہے۔

النَّفَضُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح ہیں) درختوں پر سے اُترے ہوئے پتے یا پھل۔ یہ فَعَلٌ کے وزن پر بمعنی مفعول کلمہ ہے۔ اس کی مثال: القَبَضُ بمعنی المَقْبُوضُ ہے۔ النُّفَاضُ (نون مضموم) اور النُّفَاضَةُ: جھاڑنے سے جو کچھ جھڑ جاتا ہے۔

النَّافِضُ: کپکپی چڑھانے والا بخار۔ کہا جاتا ہے کہ أَخَذَتْهُ حُمَّى نَافِضٌ: اسے لرزہ والا بخار ہوا ہے اور نَفَضَتْهُ الحُمَّى: اسے بخار نے لرزہ طاری کر دیا۔ یعنی وہ بخار میں کانپ رہا ہے۔ ایسے مریض کو مَنْفُوضٌ کہتے ہیں۔

ن ف ط — النَّفَطُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) آبلہ، چھالہ۔ قَدْ نَفِطَتْ يَدُهُ: اس کے ہاتھ پر آبلہ ہوا ہے۔ اس کا باب طَرِبَ ہے اور نَفِيطًا بھی ہے۔

تَنَفَّطَتْ: اسے آبلہ پڑ گیا یا چھالہ پڑ گیا۔

النَّفْطُ والنِّفْطُ: پٹرول۔ نون مکسور زیادہ فصیح ہے۔

ن ف ع — النَّفْعُ: نفع، فائدہ۔ اس کی ضد ضَرٌّ ہے۔ کہا جاتا ہے: نَفَعَهُ بكذا: اس نے اسے اتنا نفع دیا یا فائدہ دیا۔ فَانْتَفَعَ: تو اس نے نفع کمایا یا فائدہ اٹھایا۔ اس کا اسم المَنْفَعَةُ ہے۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ن ف ف — النَّفْنَفُ: ہوا۔ دو پہاڑوں کے درمیان ہوا کی گزرگاہ کو نَفْنَفٌ کہتے ہیں۔

ن ف ق — نَفَقَتِ الدَّابَّةُ: چوپایہ مرگیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔
نَفَقَ البَیْعُ یَنْفُقُ: (فاء مضموم) خرید و فروخت کا رواج پڑ گیا۔
النِّفَاقُ: (نون مکسور) منافقت یا منافقوں والا کام کرنا۔
اَنْفَقَ الرَّجُلُ: آدمی قلاش ہوگیا اور اس کا مال جاتا رہا۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: اِذًا لَّاَمْسَکْتُمْ خَشْیَۃَ الْاِنْفَاقِ: تب تو تم قلاش ہونے کے ڈر سے کنجوسی اور بخل کرو گے۔
اَنْفَقَ الدَّرَاهِمَ: اس نے درہم خرچ کیے۔
النَّفَقُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) زمین کے اندر کی سُرنگ جو کسی دوسری جگہ جا نکلتی ہو۔
نِیْفَقُ السَّرَاوِیْلُ: شلوار کا نیفہ۔ عام لوگ اسے نون مکسور بولتے ہیں۔
ن ف ل — النَّفَلُ والنَّافِلَۃُ: رضا کارانہ طور پر نیکی کا کام۔ اسی سے ماخوذ نافلۃ الصلاۃ ہے یعنی نفل نماز۔
النَّفَلُ: (نون اور فاء دونوں مفتوح) مال غنیمت اس کی جمع الاَنْفَالُ ہے۔ بقول لبید شاعر:

اِنْ تَقْوَی رَبِّنَا خَیْرُ نَفَل

''بلاشبہ خدا خوفی بہترین نفلی عبادت ہے۔''
اسی رعایت سے کہا جاتا ہے: نَفَلَہُ تَنْفِیْلًا: اس نے اسے بطور نفل خیرات دی۔
التَّنَفُّلُ: بطور نفل عبادت یا پرہیزگاری۔ نفلی عبادت کرنا۔
ن ف ی — نَفَاهُ: اس نے اسے جلاوطن کر دیا۔ اس کا باب رَمٰی ہے۔ کہا جاتا ہے: نَفَاهُ فَانْتَفَا وَنَفٰی: اس نے اسے جلاوطن کر دیا تو وہ جلاوطن ہوگیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ بقول القطامی:

فَاَصْبَحَ جَارَاکُم قَتِیْلًا وَنَافِیًا

''پس تمہارے پڑوسی قتل ہوئے اور جلاوطن ہوئے۔''
کہتے ہیں کہ: هٰذَا یُنَافِیْ ذٰلِکَ وَهُمَا یَتَنَافِیَانِ: یہ اس کے منافی ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کے منافی ہیں۔
النُّفَایَۃُ: کوڑا کرکٹ۔ ردی اور بیکار چیزیں۔
ن ق ب — نَقَبَ الجِدَارَ: اس نے دیوار میں نقب لگائی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس نقب لگانے کو النُّقْبَۃُ بھی کہتے ہیں اور نَقْبٌ بھی کہتے ہیں۔
المَنْقَبَۃُ بروزن المَتْرَبَۃُ: کسی کی تعریف۔ اس کی ضد المَثْلَبَۃُ یعنی بد

تعریفی کرتا ہے یا عیب بیان کرتا ہے۔

النَّقِیْبُ: فوجی، کپتان۔ ایک فوجی عہدہ۔ وہ قوم کا سربراہ ہوتا ہے۔ اور ان کا ضامن و ذمہ دار شخص ہوتا ہے۔ اس کی جمع **نُقَبَاء** ہے۔

قَدْ نَقَبَ عَلیٰ قَوْمِهٖ: وہ اپنی قوم کا سردار بن گیا۔ اس کا مضارع **یَنْقُبُ** ہے اور مصدر **نِقَابَةً**۔ اس کی مثال **کَتَبَ یَکْتُبُ کِتَابَةً** ہے۔ الفراء کا قول ہے اگر کہنے سے مراد یہ ہو کہ وہ نقیب اور سردار تو نہ تھا لیکن اس نے یہ کام کرلیا، تو کہتے ہیں: **نَقُبَ نَقَابَةً**: وہ ازخود نقیب بن گیا۔ اس کا باب **ظَرُفَ** ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: **النِّقَابَة** (نون مکسور) اسم ہے اور (نون مفتوح) **النَّقَابَةُ** مصدر ہے۔ اس کی مثال **الوِلَایَةُ** اور **الوَلَایَةُ** ہے۔

النَّقِیْبَةُ: نفس۔ کہا جاتا ہے کہ: **هُوَ مَیْمُوْنُ النَّقِیْبَةِ**: وہ مبارک یا بابرکت نفس آدمی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: **مَیْمُوْنُ الأَمْرِ یَنْجَعُ فِیْمَا یُحَاوِلُ وَیَظْفَرُ**: میمون الامر آدمی اپنی کوشش میں کامیاب اور نفع مند ہوتا ہے اور اسے **مَیْمُوْنُ المَشُوْرَة** بھی کہا گیا ہے۔

نَقَبُوْا فِی البِلَادِ: وہ بھاگ گئے یا راہ فرار کی تلاش میں سارے ملک میں گھومے پھرے یا فرار کی تلاش میں سارا ملک چھان مارا۔

ن ق ح – **تَنْقِیْحُ الشِّعْرِ**: شعر کو سنوارنا۔ کہا جاتا ہے کہ: **خَیْرُ الشِّعْرِ الحَوْلِیّ المُنَقَّحُ**: بہترین شعر وہ ہے جس کی سال بھر تک نوک پلک درست نہ ہوتی رہی ہو۔

ن ق خ – **النُّقَاخُ**: (نون مضموم) میٹھا پانی۔ جو اپنی ٹھنڈک کے باعث دل کو تراوٹ دیتا ہے۔ میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی **یَنْقُفُهٗ** ہے یعنی وہ اسے توڑتا ہے۔

ن ق د – **نَقَدَهُ الدَّرَاهِمَ نَقَدَ لَهُ الدَّرَاهِمَ**: اس نے اسے درہم عطا کئے۔ **فَانْتَقَدَهَا**: تو اس نے لے لئے۔ **نَقَدَ الدَّرَاهِمَ وانْتَقَدَهَا**: اس نے درہموں میں سے کھوٹے الگ نکال دیئے۔ ان دونوں کا باب **نَصَرَ** ہے۔

دِرْهَمٌ نَقْدٌ: کھرا درہم۔ **نَاقَدَهُ**: اس نے معاملے میں اس کے ساتھ مناقشہ کیا۔

ن ق ذ – **اَنْقَذَهُ مِنْ کَذا**: اس نے اسے فلاں (مشکل) سے نکال لیا یا بچالیا۔

اسْتَنْقَذَهُ وتَنَقَّذَهُ تَنَقُّذاً: سب کا معنی یہی ہے۔

ن ق ر – **نَقَرَ الطَّائِرُ الحَبَّةَ**: پرندے نے دانے پر چونچ ماری اور اسے اٹھالیا۔

نَقَرَ الشَّیْئَ: اس نے چیز میں چونچ سے سوراخ کر دیا۔ ان دونوں کا باب **نَصَرَ** ہے۔

نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ: صور پھونکا گیا۔
النُّقْرَةُ: ڈلی۔ النُّقْرَةُ کا معنی زمین کے اندر چھوٹا سا سوراخ بھی ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ نُقْرَةُ القَفا ہے یعنی گردن کے پچھلے حصے کا گڑھا۔
النَّقِيْرُ: گٹھلی کے اوپر والی جھلی۔
النَّقِيْرُ دراصل وہ لکڑی ہے جس میں کھود کر پیالے کی طرح گڑھا سا بنایا جاتا ہے۔ اس میں نبیذ بھگویا جاتا ہے تا کہ اس میں جلد نشہ آجائے۔ اسی کے بارے میں حدیث میں ممانعت آئی ہے۔
المِنْقَرُ بروزن المِبْضَعُ: کدال۔
مِنْقَارُ الطَّائِرِ: پرندے کی چونچ۔ اور نجار کا آلہ یعنی ستھرایا چھنی۔ اس کی جمع مَنَاقِيْرُ ہے۔
اَنْقَرَ عَنْهُ: وہ اس سے رُک گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُنْقِرَ عَنْ قَاتِلِ المُؤمِنِ: یعنی اللہ تعالیٰ مومن کے قاتل کو ہلاک کیے بغیر رکنے والے نہیں ہیں۔
ن ق ر س — النِّقْرِسُ: (نون مکسور) ایک مشہور بیماری۔
ن ق س — النَّاقُوْسُ: گھڑیال، جو نصاریٰ اپنی عبادات کے اوقات پر بجاتے ہیں۔
قَدْ نَقَسَ: اس نے ناقوس بجایا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: كَادُوْا يَنْقُسُوْنَ حَتّٰى رَاى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ الأذَانَ فِي المَنَامِ: مسلمان نماز کے لئے لوگوں کو بلانے کیلئے ناقوس بجانے ہی والے تھے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی۔
النِّقْسُ: (نون مکسور) روشنائی جس سے لکھا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَنْقُسٌ اور اَنْقَاسٌ ہے۔
نَقَّسَ دَوَاتَهُ تَنْقِيْسًا: اس نے اپنی دوات میں روشنائی ڈالی۔
ن ق ش — نَقَشَ الشَّيْءَ: چیز پر نقش ونگار بنانا۔
النَّقْشُ کا معنی موچنے سے بال نوچنا بھی ہے۔
المِنْقَاشُ: بال نوچنے کا موچنا۔
المُنَاقَشَةُ: حساب میں تفصیلی جائزہ لینا۔ باہم مباحثہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ نُوْقِشَ عُذِّبَ: جس سے سختی سے حساب لیا گیا تو عذاب دیا گیا۔
نَقَشَ الشَّوْكَةَ مِنْ رِجْلِهِ: اس نے اپنے پاؤں سے کانٹا نکالا۔ اس کا باب نصر بھی ہے۔ انْتَقَشَهَا: اس نے کانٹے کو نکال باہر کیا۔
ن ق ص — نَقَصَ الشَّيْءُ: چیز گھٹ گئی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور نُقْصَانًا بھی

ہے۔
نَقَصَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے گھٹایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔
میرا کہنا ہے کہ النُّقص فعل متعدی کا مصدر ہے اور النُّقصان فعل لازم کا مصدر ہے۔
یہ فعل متعدی بہ دو مفعول ہے۔ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ نَقَصَهُ حَقَّهُ یعنی اس نے اس کا حق گھٹا دیا یا کم کر دیا۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا: پھر وہ تمہیں حق میں کچھ کمی نہ کریں گے۔ رہا یہ کہنا کہ نَقَصَ المَالُ دِرْهَمًا والبُرُّ مُدًّا: رقم میں ایک درہم کم ہوا اور گیہوں میں ایک مُدّ تو یہاں درهمًا اور مُـدًّا تمیز ہے۔
میری بات ختم ہوئی۔
انْتَقَصَ الشَّيْئُ: چیز گھٹ گئی۔ انْتَقَصَهُ غَيْرُهُ کا معنی کسی اور نے اسے گھٹا دیا، بھی ہے۔
اسْتَنْقَصَ المُشْتَرِى الثَّمَنَ: گاہک نے اسے قیمت کم کرنے کو کہا۔
المَنْقَـصَةُ: (میم مفتوح، قاف مفتوح) کمی، گھاٹا۔
النَّقِيْصَةُ: عیب۔
فُلَان ينتقصُ فُلانًا: فلاں شخص فلاں شخص کی عیب گوئی کرتا ہے۔
ن ق ض — نَقَـضَ البِنَاءَ الحَبْـل والعَهْد: اس نے عمارت گرادی اور رسی توڑ دی۔ اور عہد شکنی کی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
النُّقَاضَـةُ: (نون مضموم) بالوں کی رسّی سے گرنے والی لڑی۔
المناقَضَةُ في القَول: متناقض بات کرنا۔ وہ بات کہنا جو اس کے معنی کے خلاف ہو۔
الانْتِقَـاضُ: کمزور اور دبلا ہونا۔
النِقْـــضُ: (نون مکسور) توڑنا۔
المَنْقُوضُ: ٹوٹا ہوا، توڑا ہوا، شکستہ۔
أنْقَضَ الحِـمْلُ ظَهْرَه: بوجھ نے اس کی کمر توڑ ڈالی۔ یہی لفظ آیت قرآنی میں ہے: أنْقَضَ ظَـهـرَك: بار نبوت نے آپ کی کمر توڑ دی۔ الإنْـقَـاضُ کا اصل معنی چرچراہٹ قسم کی ہلکی آواز ہے۔
انْقَاضُ العِلْكِ: چبانے کی آواز۔ کھانا کھاتے وقت ایسی آواز نکالنا مکروہ ہے۔
النَقِيْـضُ: کجاوے اور ہودج کی حرکت کی آواز۔
ن ق ط — النُقطَةُ: نقطہ، اس کی جمع نُقَطٌ اور نِقَاطٌ (نون مکسور) بھی ہے۔ اس کی مثال بُرْمَة کی جمع بِرَامٌ ہے۔
نَقَطَ الكتابُ: اس نے کتاب میں نقطے ڈال دیئے۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
نَقَّـطَ المَصَاحِفَ تنقيطًا: اس نے مصاحف پر نقطے لگائے۔ اس کا اسم فاعل نَقاطٌ ہے۔
ن ق ع — النُّقْعُ: بروزن النَّفْعُ: غبار، گرد، مٹی۔ النَّـقْعُ کا معنی کنویں میں جمع شدہ

پانی بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ نَهٰى اَنْ يُّمْنَعَ نَقْعُ الْبِئْر: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں کے جمع شدہ پانی کو روکنے سے منع فرمایا۔

اَلنَّقُوْعُ: (نون مفتوح) دواء یا نبیذ کے لئے رات ہی سے رکھا ہوا پانی۔

اَنْقَعَ الدَّوَاءَ وَغَيْرَهُ فِى الْمَاءِ: اس نے دواء وغیرہ کو پانی میں بھگویا۔ اسے مُنْقَعْ کہتے ہیں۔

نَقَعَ الْمَاءُ الْعَطَشَ: پانی نے پیاس بجھا دی۔ اس کا باب قطع اور خضع ہے۔ مثل ہے کہ گھونٹ گھونٹ کر کے اور تھوڑا تھوڑا کر کے پانی پینا پیاس زیادہ بجھاتا ہے۔ یعنی پیاس بجھانے میں زیادہ کارگر ہے۔

سُمٌّ نَاقِعٌ: زہر قاتل۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پختہ زہر۔

اَلنَّقِيْعُ: مٹے یا انگور سے حاصل کیا ہوا مشروب جسے پکائے بغیر پانی میں بھگویا جاتا ہے۔

نَقَعَ بِالْمَاءِ: اس نے پانی میں بھگویا۔

شَرِبَ حتى نَقَعَ: اس نے سیر ہو کر پیا۔

مَـاءٌ نَاقِعٌ: صاف وشفاف پانی جو سیر کر کے پیاس بجھاتا ہے۔

نَقَعَ الْمَاءُ فِى الْمَوْضِع: پانی ایک جگہ جمع ہو گیا۔ اِسْتَنْقَعَ کا بھی یہی معنی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ: طَالَ اَنْقَاعُ الْمَاءِ: پانی بڑی دیر جمع رہا۔

اِسْتِنْقَاعُهُ: پانی کا زیادہ دیر تک جمع رہ کر رنگ زرد ہو جانا۔

سَمٌّ مُنْقَعٌ: مارا ہوا زہر۔

اِسْتَنْقَعَ فِى الْغَدِيْرِ: وہ تالاب میں اتر کر نہایا گویا وہ وہاں ٹھہرا رہا تاکہ ٹھنڈا ہو جائے۔ ایسی جگہ کو مُسْتَنْقَعٌ کہتے ہیں۔

اِسْتَنْقَعَ الْمَآءُ فِى الْغَدِيْرِ: تالاب میں پانی جمع ہو گیا اور ٹھہرا رہا۔

اُسْتُنْقِعَ الشَّيْئُ: چیز پانی میں بھگونے کو پڑی رہی۔ یہ فعل مجہول ہے۔

ن ق ف -- اَلنَّقْفُ: کھوپڑی توڑ کر دماغ سے نکال لینا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ق ق -- نَقَّ الضِّفْدَعُ: مینڈک ٹرایا۔

نَقَّ الْعَقْرَبُ: بچھو کی آواز۔

اَلدِّجَاجَةُ تَنِقُّ (نون مکسور) نَقِيْقًا: مرغی کڑکڑاتی ہے۔ یا کوکو کرتی ہے۔ شاید بلی کی میاؤں میاؤں کرنے کو بھی یہی کہتے ہیں۔

ن ق ل -- نَقَلَ الشَّيْئُ: چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اَلْمُنْقَلُ: پھٹا ہوا پرانا موزہ یا پھٹا ہوا پرانا جوتا۔ اس کا ذکر حضرت ابن مسعود رضی اللہ

عنہ کی حدیث میں ہے۔

اَلنُّقْلُ: (نون مضموم) شراب پینے کے بعد جو کُرش چیزیں کھائی جاتی ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کے بقول ثعلب نے کہا کہ النَّقْلُ صرف نون مفتوح کے ساتھ ہے۔ النُّقْلَةُ اسم ہے فعل انتقال کا یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

نَاقَلَهُ الحَدِيثَ: دو آدمیوں میں سے ایک نے دوسرے کو حدیث سنائی۔

النِّقِيلَةُ: وہ پیوند یا چمڑے یا کپڑے کا ٹکڑا جس سے اونٹ کے کھر یا جوتے کو پیوند کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع النَّقَائِل ہے۔

قَدْ نَقَلَ ثَوْبَهُ: اس نے اپنے کپڑے کو پیوند لگایا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اَنْقَلَ خُفَّهُ: اس نے اپنے موزے کو پیوند لگایا یا اس کی مرمّت کی۔ نَقَّلَهُ تَنْقِيلًا کا بھی یہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے: نَعْلٌ مُنَقَّلَةٌ یعنی مرمّت شدہ جوتا۔

التَّنَقُّلُ: تحویل۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

نَقَّلَهُ تَنْقِيلًا: اس نے اسے کثرت سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا۔

المُنَقِّلَةُ: (قاف مکسور) وہ زخم جو ہڈی کو توڑے تا آنکہ اس ہڈیوں میں سے پتلی ہڈیاں نمودار ہوں۔

ن ق م—نَقَمَ عَلَيْهِ: اس نے اس پر عتاب کیا۔ اس کا اسم فاعل نَاقِمٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا نَقَمَ مِنْهُ اِلا الاحْسَان: اس نے اس سے انتقام کے بدلے احسان کے سواء اور کچھ نہیں کیا۔

نَقَمَ الأَمْرَ: اس نے بات کو ناپسند کیا۔ ان دونوں کا باب ضَرَبَ ہے اور نَقِمَ کا باب فَهِمَ ہے جو نَقَمَ کا ایک لہجہ ہے۔

اِنْتَقَمَ اللّٰهُ مِنْهُ: اللہ نے اس پر عذاب کیا۔ اس کا اسم النِّقْمَةُ ہے۔ اس کی جمع نَقِمَاتٌ اور نَقِمٌ ہے۔ اس کی مثال كَلِمَةٌ کی جمع كَلِمَاتٌ اور كَلِمٌ ہے۔ چاہو تو اس کے بدلے نِقْمَةٌ اور نِقَمٌ بھی کہہ سکتے ہو۔ اس کی مثال نِعْمَةٌ اور نِعَمٌ ہے۔

فُلَانٌ مَيْمُونُ النَّقِيمَةِ: فلاں شخص بابرکت طبیعت والا ہے۔ یہاں النَّقِيمَةُ النَّقِيبَةُ سے بدلا ہوا ہے۔

ن ق ه—نَقِهَ مِنَ المَرَضِ: وہ صحت یاب ہوا۔ اس کا باب طرب اور خَضَعَ ہے۔ یہ صحتیابی بیماری کے بعد والی ہے۔ اس کا اسم فاعل نَاقِهٌ بمعنی صحت یاب ہے۔ اس کی جمع نُقَّهٌ ہے۔

اَنْقَهَهُ اللّٰهُ: اللہ اسے شفایاب کرے۔

فُلَانٌ لَا يَفْقَهُ وَلَا يَنْقَهُ: وہ نہ سمجھتا ہے نہ بوجھتا ہے۔

ن ق ا—نُقَاوَةُ الشَّيْئِ وَنُقَايَتُهُ: (نون مضموم) چیز کا عمدہ اور چیدہ حصہ۔

نَقِيَ الشَّيْئُ: چیز صاف ستھری ہوگئی۔ (قاف مکسور) اس کا مصدر نَقَاوَةٌ (نون مفتوح) ہے۔ اس کا اسم فاعل نَقِيٌّ یعنی پاک صاف ستھرا ہے۔

النَّقَاءُ: (الف ممدود) صفائی۔ النَّقَا: (الف مقصور) ریت کا ڈھیر یا ٹیلہ۔ اس کی تثنیہ نَقَوَانِ اور نَقَيَانِ بھی ہے۔

التَّنْقِيَةُ: صاف کرنا۔

الإِنْتِقَاءُ: منتخب کرنا۔ چن لینا۔

التَّنَقِّي: چنا جانا، منتخب ہونا۔ أَنْقَتِ الإِبِلُ وغیرہ: اونٹ وغیرہ موٹا تازہ یا فربہ ہوگیا۔ اور اس کے اندر گودا پیدا ہوگیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: هٰذِهِ نَاقَةٌ مُنْقِيَةٌ یہ اونٹنی فربہ ہے۔ وهٰذِهِ لَا تُنْقِي: اور یہ اونٹنی فربہ نہیں ہوتی۔

ن ک ب- نَكَبَ عَنِ الطَّرِيقِ: وہ راستے سے بھٹکا، یا دوسری طرف مڑا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ کہا جاتا ہے: نَكَّبَ عَنْهُ تَنْكِيبًا وتَنَكَّبَ عَنْهُ تَنَكُّبًا: وہ اس سے مڑ گیا یا پھر گیا یعنی اس نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے الگ ہوگیا۔ نَكَّبَ تَنْكِيبًا کا معنی بھی یہی ہے۔

تَنَكَّبَهُ: اس نے اس سے اجتناب کیا۔

النَّكْبَةُ: اس کی جمع نَكَبَاتُ الدَّهْرِ: زمانہ کی گردش۔

نُكِبَ الرَّجُلُ: آدمی پر گردش آگئی۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مَنْكُوبٌ ہے۔

المَنْكِبُ: بروزن المَجْلِسُ: کندھے اور بازو کا جوڑ۔

ن ک ث- نَكَثَ العَهْدَ والحَبْلَ: اس نے عہد شکنی کی اور رسی یا تعلق توڑ دیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

ن ک د- نَكِدَ عَيْشُهُ: اس کی زندگی تلخ ہوگئی یا تنگ ہوگئی۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

رَجُلٌ نَكِدٌ: غریب آدمی۔ اس کی جمع أَنْكَادٌ اور مَنَاكِيدُ ہے۔

نَاكَدَهُ وَهُمَا يَتَنَاكَدَانِ: اس نے اس کی زندگی تلخ یا تنگ کر دی۔ اور ان دونوں نے ایک دوسرے کی زندگی تلخ یا تنگ کر دی۔

الأَنْكَدُ: منحوس شخص۔

ن ک ر- النَّكِرَةُ: اسم نکرہ، اس کی ضد المَعْرِفَةُ اسم معرفہ ہے۔ قَدْ نَكِرَهُ: اس نے اس کو نہیں جانا یا پہچانا، وہ اس سے ناواقف ہوا۔ اس میں کاف مکسور ہے۔ اس کا مصدر نُكْرًا اور نُكُورًا (نون مضموم) ہے۔

أَنْكَرَهُ واسْتَنْكَرَهُ: دونوں کا ایک معنی ہے وہ یہ کہ اس نے اسے جاننے پہچاننے سے انکار کیا۔

نَكَّرَهُ: اس نے اسے بدل دیا۔ یا اس کی شکل بدل دی یا اسے اَنجان بنایا۔ فَتَنَكَّرَ: تو اس کی شکل بدل گئی یا وہ ان جان بن گیا۔
المُنْكَرُ: ناشائستہ کام، برائی۔ اس کی جمع المَنَاكِيرُ ہے۔
النَّكِيرُ والانكار: برائی کو بدلنا۔
مُنْكَر ونَكِير: دو فرشتوں کے نام۔
النُّكْرُ: برائی۔ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا: تم نے ایک نازیبا کام کیا۔ اس لفظ کو بعض اوقات کاف متحرک کر کے پڑھتے ہیں اس کی مثال عُسْرٌ اور عُسُرٌ کی ہے۔
الاِنْكَارُ: انکار کرنا۔

ن ک س – نَكَسَ الشَّيْئَ فَانْتَكَسَ: اس نے اسے سر کے بل الٹا دیا تو وہ الٹ گیا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔
نَكَّسَهُ تَنْكِيسًا کا بھی یہی معنی ہے۔
النُّكْسُ: (نون مضموم) شفایاب ہونے کے بعد دوبارہ بیمار ہونا۔ قَدْ نُكِسَ الرَّجُلُ نُكْسًا: آدمی الٹ گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ کہا جاتا ہے: تَعْسًا لَهُ ونُكْسًا: اس کے لئے تباہی ہو۔ اس محاورے میں نکسا کو مفتوح النون بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ یا دو ہم معنی لفظوں کے آنے کی وجہ سے ہے یا پھر یہ اس لفظ کا ایک اور لہجہ ہے۔

ن ک ص – النُّكُوصُ: کسی چیز سے رُک جانا یا پیچھے ہٹنا۔ کہا جاتا ہے: نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ: وہ اُلٹے پاؤں مڑا۔ اس کا باب نَصَرَ، دَخَلَ اور جَلَسَ ہے۔

ن ک ف – النَّكْفُ: منہ پھیرنا، پھر جانا، منہ موڑنا۔

ن ک ل – النِّكْلُ: بروزن الطِّفْلُ: بیڑی، جولان۔ اس کی جمع اَنْكَالٌ ہے۔
نَكَّلَ بِهِ تَنْكِيلًا: اس نے اسے دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔
نَكَلَ عَنِ العَدُوِّ وعَنِ اليمين: وہ دشمن اور حلف سے پیچھے ہٹا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔ یعنی وہ بزدل ہوا یا اس نے بزدلی دکھائی۔ ابوعبید نے کہا کہ نَكِلَ (کاف مکسور) اس کا ایک لہجہ ہے۔ لیکن اصمعی رحمہ اللہ نے اس سے انکار کیا ہے۔
حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ النَّكَلَ عَلَى النَّكَلِ: (نون اور کاف دونوں مفتوح) خدا تعالیٰ تجربہ کار مضبوط شہسوار، تجربہ کار مضبوط گھوڑے پسند کرتا ہے۔

ن ک ہ – النَّكْهَةُ: منہ کی بُو۔
نَكِهَهُ: اس نے اس کی بُو سونگھی۔
اسْتَنْكَهَهُ فَنَكَهَ: اس نے اُسے بو سنگھانے کو کہا تو اس نے اس کے منہ کی بو سونگھ لی تاکہ یہ دیکھ لے کہ وہ شراب پیے

ہوئے تو نہیں ہے۔
نُكِـهَ الرَّجُلُ: یہ فعل مجہول ہے اور معنی ہے کہ بدہضمی کے باعث منہ کی بو بدل گئی ہے۔
ن ک ی - نكَى فِى العَدُوِّ: اس نے دشمنوں میں قتل کیا اور زخمی کیا۔ اس کا مضارع يَنكِى ہے اور مصدر نكايةٌ ہے۔
ن م ر - النَّمِرُ: بروزن الكَتِفُ: چیتا، درندہ جانور۔ اس کی جمع نُمُورٌ (نون مضموم) ہے۔ شعر میں یہ لفظ نُمُرٌ بھی آیا ہے۔ لیکن یہ شاذ ہے۔ اس کی مؤنث نَمِرَةٌ ہے۔ النَّمِرَةُ کا معنی اونی چادر بھی ہے جو بدو لوگ اوڑھتے ہیں۔ اس کا ذکر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔
مَاءٌ نَمِيرٌ بروزن صَغِيرٌ: صحت مند پانی، میٹھا ہو یا نہ ہو۔
ن م ر ق - النُّمْرُقُ والنُّمْرُقَةُ: چھوٹا تکیہ۔
النِّمْرِقَةُ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔ اس میں نون مکسور ہے۔ شاید کجاوے پھٹے پرانے کپڑے (الطِّنْفِسَةُ) کو نُمْرُقَةٌ کہتے ہیں۔
ن م س - نَامُوسُ الرَّجُلِ: آدمی کا راز دار دوست، ہمراز جو اسے دل کی بات کہے اور اس کا راز دوسروں سے نہ کہے۔ اہل کتاب حضرت جبریل امین کو النَّامُوس کہتے ہیں۔
النَّامُوسُ کا معنی کمات بھی ہے۔
میرا کہنا ہے کہ مجھے اپنے پاس دستیاب اصول لغت کی کتابوں میں التَّنْمُسُ اور التَّنْمِيسُ کا لفظ ان معنوں میں نہیں ملا جو معانی صاحب کتاب کا مقصود ہیں۔
النِّمْسُ: نیولا جو سانپ کو مار ڈالتا ہے اور مصر کی سرزمین میں پایا جاتا ہے۔
قَدْ نَمِسَ السَّمْنُ: گھی خراب ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔
ن م ش - النَّمَشُ: (نون اور میم دونوں مفتوح) سیاہ اور سفید دھبے یا نقطے۔
ن م ط - النَّمَطُ: (نون اور میم دونوں مفتوح) لوگوں کی جماعت جن کا معاملہ یا کام ایک ہو۔ حدیث شریف میں ہے: خَيْرُ هٰذِهِ الأُمَّةِ النَّمَطُ الأَوْسَطُ يَلْحَقُ بِهِمُ التَّالِى وَيَرْجِعُ إِلَيْهِمُ الغَالِى: اس امت کے بہترین لوگ وہ معتدل اور متوسط مزاج لوگ ہیں جن کے ساتھ پیچھے رہ جانے والے جا ملتے ہیں اور غلو کرنے والے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (اشارہ اہل بیت کی طرف ہے)۔
ن م ق - نَمَقَ الكِتَابَ: اس نے کتاب لکھی۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

نَمَقَهُ تَنْمِيْقًا: اس نے اسے لکھائی سے آراستہ کیا۔

ن م ل—**النَّمْلُ:** چیونٹی۔ اس کا واحد **النَّمْلَةُ** ہے۔

اَرْضٌ نَمِلَةٌ: چیونٹی والی سرزمین۔

طَعَامٌ مَنْمُوْلٌ: جس کھانے میں چیونٹیاں پڑی ہوں۔

الأَنْمَلَةُ: (الف مفتوح) انگلی اس کی جمع **الأَنَامِلُ** ہے۔ اس کا معنی انگلیوں کے سرے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ **الأُنْمُلَةُ** (الف مفتوح اور میم مفتوح) کا ذکر الدیوان کے باب اَفعل کے تحت کیا گیا ہے۔ ثعلب نے **باب المفتوح اَوّله من الاسماء** میں لکھا ہے کہ بعض اوقات اس کلمے کا پہلا حرف مضموم ہوتا ہے۔ البتہ میم مضموم کا مجھے علم نہیں کہ کسی نے اس کا ذکر کیا ہو۔ اس کا ذکر صرف المُطَرِّزی نے المُغرِب میں کیا ہے۔

ن م م—**نَمَّ الحَدِيْثَ:** اس نے چغلی کھائی۔ اس کا باب رَدَّ ہے لیکن **نَمَّ يَنِمُّ** بھی اس کا ایک لہجہ ہے۔ اس کا اسم **النَّمِيْمَةُ** ہے بمعنی چغلی۔ چغلخور مرد کو **نَمٌّ** اور **نَمَّامٌ** کہتے ہیں۔

النَّمَامُ: ایک خوشبودار پودے کو بھی کہتے ہیں۔

نَمْنَمَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو نقش و نگار سے آراستہ کیا۔

ثَوْبٌ مُنَمْنَمٌ: نقش و نگار سے آراستہ کپڑا۔

ن م ی—**نَمَى المَالُ:** مال بڑھا۔ (میم مکسور)۔ **يَنْمِيْ نَمَاءً:** (نون مفتوح اور الف ممدود)۔ ممکن ہے اس کا باب سَمَا ہو۔ حدیث شریف میں ہے: **لَا تُمَثِّلُوْا بِنَامِيَةِ اللّٰهِ:** خلق خدا کا مثلہ نہ کرو کیونکہ مخلوق بھی تو نامیہ ہے۔

نَمَى الحَدِيْثَ الٰى فُلَان: اس نے حدیث کی نسبت فلاں شخص سے کی۔

نَمَى الرَّجُلُ الٰى اَبِيْهِ: اس نے اسے اس کے باپ سے منسوب کیا۔ دونوں کا باب رَمَی ہے۔

اِنْتَمٰى هُوَ: وہ منسوب ہوا۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: **نَمَيْتُ الحَدِيْثَ** (میم مخفف) میں ازراہِ اصلاح و خیر خواہی بات اس تک پہنچادی۔

نَمَّيْتُهُ تَنْمِيَةً: میں اس تک بات بطور چغلی اور شرانگیزی پہنچادی۔

رَمَى الصيد فَاَنْمَاهُ: اس نے شکار کو تیر مارا۔ شکار نظروں سے غائب ہو کر مر گیا۔ حدیث شریف میں ہے: **كُلْ مَا اَصْمَيْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَيْتَ:** جس جانور کو تم مارو (شکار کر کے یا ذبح کر کے)

اور وہ تمہارے تیر سے مر جائے اس کا گوشت کھاؤ۔ لیکن جو جانور مارنے کے بعد بھاگ نکلے اور تمہاری نظروں سے اوجھل ہو کر مرے۔ اس کا گوشت نہ کھاؤ۔ اسے چھوڑ دو۔

ن ہ ب –النَّهْبُ: بروزن الضَّرْبُ: مال غنیمت، اس کی جمع النِّهَابُ (نون مکسور ہے) ہے۔ الانتهابُ: لوٹ۔ وہ مال جسے جو چاہے لے لے۔ کہا جاتا ہے: اَنْهَبَ الرَّجُلُ مَالَهُ فَانْتَهَبُوْهُ نهبوه وناهبوه: آدمی نے اپنا مال لٹایا تو لوگوں نے اسے لوٹ لیا۔ ان سب کلمات کا ایک ہی معنی ہے۔

ن ہ ب ر –النَّهَابِرُ: بروزن المَنَابِرُ: ہلاکت کی جگہیں۔ مقامات ہلاکت۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ جَمَعَ مَالًا مِنْ مَهَاوِشَ اَذْهَبَهُ اللّٰهُ فِی نَهَابِرَ: جس نے حرام ذرائع سے مال جمع کیا اسے اللہ تعالیٰ مقامات ہلاکت میں لے جائے گا۔

ن ہ ج –النَّهْجُ: بروزن الفَلْسُ اور المَنْهَجُ بروزن المَذْهَبُ اور المِنْهَاجُ: واضح راستہ۔

نَهَجَ الطَّرِيْقَ: اس نے راستہ کو ظاہر، نمایاں اور واضح کر دیا۔ نَهَجَهُ: کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ راہ چلا۔ ان دونوں کا باب قَطَعَ ہے۔

النَّهَجُ: (نون اور ہاء دونوں مفتوح) ہانپنا اور چکا چوند ہونا۔ اس کا باب طرب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ رَاٰی رَجُلًا يَنْهَجُ: کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو موٹاپے کے باعث ہانپ رہا تھا۔

ن ہ ر –النَّهَارُ: دن، اس کی ضد اللَّيْلُ: رات ہے۔ عَذَابٌ اور سَرَابٌ کی طرح اس کی جمع نہیں بنائی جاتی، لیکن اگر جمع بنانا چاہو تو اس کی جمع قلت اَنْهُرٌ اور جمع کثرت نُهُرٌ ہوگی۔ ان میں نون اور ہاء دونوں مضموم ہیں۔ اس کی مثال سَحَابٌ کی جمع سُحُبٌ ہے۔ بطور سند ابن کیسان نے یہ شعر پڑھا:

لَوْلَا ثَرِيْدَانِ لَمُتْنَا بِالضُّمُرْ
ثَرِيْدُ لَيْلٍ وَثَرِيْدٌ بِالنُّهُرْ

"اگر رات اور دن کے دو ثرید (کھانے) نہ ہوتے تو ہم لاغری اور کمزوری کے مارے جاتے۔"

النَّهْرُ: (ہاء ساکن اور مفتوح) پانی کی لہر۔ اس کی جمع اَنْهَارٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: فِی جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ: باغات اور نہروں میں۔ یہاں نَهَرٌ واحد کے صیغے سے جمع مراد ہے۔ اسی طرح دوسرا قول خداوندی ہے: وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ: اسی طرح کہا گیا ہے: فِی ضِيَاءٍ وَسَعَةٍ.

نَهَرَ النَّهْرَ: اس نے نہر کھودی۔

نَهَرَ المَاءُ: پانی زمین میں رواں اور

جاری ہوگیا۔ اور اس نے نہر کی شکل اختیار کی۔ ان دونوں کا باب قطع ہے۔ کثیر مقدار میں جو چیز ہے اسے نَهَرَ کہتے ہیں۔ اِسْتَنْهَرَ کا معنی بھی یہی ہے۔ أَنْهَرَ الدَّمَ: اس نے خون بہایا۔ أَنْهَرَ: وہ دن میں داخل ہوا۔ نَهَرَهُ: اس نے اسے جھڑکا۔ اس کا باب قطع ہے۔ انْتَهَرَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

ن ہ ز – النُّهْزَةُ: بروزن الفُرْصَةُ: وزن اور معنی ہر دو اعتبار سے۔

انْتَهَزَهَا: اس نے (فرصت) کو غنیمت جانا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔

نَاهَزَا الصَّبِيُّ البُلُوغَ: بچہ بلوغت کے قریب ہوگیا۔

ن ہ س – نَهَسَتْهُ الحَيَّةُ: اسے سانپ نے کاٹ کھایا۔ اس کا باب قَطَعَ ہے۔

ن ہ ض – نَهَضَ: وہ کھڑا ہوا۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔

أَنْهَضَهُ فَانْتَهَضَ: اس نے اسے اُٹھایا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

اسْتَنْهَزَهُ لأمر كذا: اس نے اسے فلاں کام کے لئے اُٹھایا۔

ن ہ ق – نُهَاقُ الحِمَارِ: گدھے کی ڈھینک یا رینگ۔ قَدْ نَهَقَ يَنْهِقُ (حاء مکسور) نَهِيقًا وَيَنْهَقُ (حاء مضموم) نُهَاقًا (نون مضموم) اور معنی وہ رینگا۔

ن ہ ک – نَهَكَهُ السُّلْطَانُ ... اس کا باب فَهِمَ ہے اور معنی: سلطان نے اسے حد سے زیادہ سزا دی۔ حدیث شریف میں ہے: اعضا کو خوب دھو کر صاف کر لو ورنہ آگ انہیں سخت سزا دے گی۔

انْتِهَاكُ الحُرْمَةِ: حرام کاموں کا ارتکاب کرنا، حُرمت توڑنا۔

ن ہ ل – المَنْهَلُ: گھاٹ۔ جہاں چراگاہوں میں اونٹ پانی پینے آتے ہیں۔ جنگلوں میں مسافروں کے راستے پر ٹھہرنے کی جگہوں کو مَنَاهِل کہتے ہیں کیونکہ وہاں پانی دستیاب ہوتا ہے۔

النَّاهِلُ: پیاسا، تشنہ، اور سیراب بھی، یہ کلمہ کلمات اضداد میں سے ہے۔ بعض اس کے متضاد معانی ہیں۔

النَّهَلُ: پہلا گھونٹ، یا پہلی بار پینا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔

ن ہ م – النَّهْمَةُ: کسی کام میں حد درجہ ہمت کرنا۔

قَدْ نَهِمَ بِكَذَا نَهْمَةً: وہ فلاں کام کا مشتاق ہوگیا۔ ایسے شخص کو مَنْهُوْمٌ کہتے ہیں جس کا معنی مشتاق اور رَسیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْهُوْمَانِ لا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ بالمَالِ وَمَنْهُوْمٌ بالعِلْمِ: دو مشتاق اور دلدادہ شخص سیر نہیں ہوتے، ایک مال کا دلدادہ اور رسیا، دوسرا

علم کا رسیا۔

النَّھَـــمُ: (نون اور ہاء دونوں مفتوح) کھانے کا بہت زیادہ لالچی۔

وَقَدْ نَھِـــمَ: وہ کھانے کا حد درجہ لالچی ہو گیا۔اس کا باب طرب ہے۔

نَھَمَ الإبلَ: اس نے اونٹ کو ڈانٹا اور اس پر چیخا تا کہ وہ تیز چلے۔اس کا باب قَطَعَ اور نَھِیْمًا بھی ہے۔

ن ہ ہ-نَھْنَھَهُ عَنِ الشَّیْئِ: اس نے کسی کام سے روکا اور ڈانٹا تو وہ رک گیا۔

ن ہ ی-النَّھْیُ: منع کرنا یا روکنا۔اس کی ضد امر ہے۔

نَھَـاهُ عَنْ کَذا یَنْھَاهُ نَھْیًا، وانْتھیٰ عنــه: اس نے اسے فلاں بات سے روکا تو وہ رک گیا۔

تَناهَــی کا معنی بھی یہی ہے یعنی وہ رک گیا۔

تَناهَـوْا عَـنِ المُنْکَرِ: انہوں نے ایک دوسرے کو برائی سے روکا۔لوگ کہتے ہیں: اِنَّهُ لَأمُوْرٌ بالمَعْـرُوْفِ، نَھُوٌّ عَـنِ المُنْکَرِ: وہ بھلائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا اور برائی سے بہت زیادہ روکنے والا ہے۔نَھُوٌّ فَعُوْلٌ کے وزن پر ہے۔

النُّھْیَةُ: (نون مضموم) عقل سمجھ۔اس کی جمع النُّھَی ہے۔اس لفظ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عقل برے کاموں سے روکتی ہے۔

تَنَاهَی المَاءُ: پانی تالاب میں ٹھہر گیا۔

الإنْھَاءُ: اطلاع پہنچانا۔

اَنْھَی اِلَیْهِ الخَبَرَ فانْتَھَی وتَناهَی: اس نے اس تک خبر پہنچائی تو وہ پہنچ گئی۔

النِّھَـــایَةُ: نہایت، آخر، غایت۔کہا جاتا ہے کہ: بَلَغَ نِھَایَتَهُ: وہ اپنی غایت یا مراد کو پہنچ گیا۔

هــذا رَجُــلٌ نَاهِیْکَ مِنْ رَجُلٍ: یہ آدمی تمہارے لئے اس آدمی کے مقابل میں کافی ہے۔وہ تمہیں اپنی سنجیدگی اور مروت کے پیش نظر کسی دوسرے کی تلاش سے منع کرتا ہے۔

وَهــذِهِ امراةٌ نَاهِیَتُکَ مِن امراةٍ: یہ عورت تمہارے اس عورت کے مقابلے میں کافی ہے۔یہ لفظ کو مذکر و مؤنث، تثنیہ اور جمع بنایا جاتا ہے کیونکہ یہ فاعل ہے۔اسم معرفہ کے ساتھ کہتے ہیں۔هــذا عَبْــدُ اللّٰه ناهِیْک من رَجُلٍ: یہ عبداللہ ہے جو تیرے لئے اس شخص کے مقابلے میں کافی ہے۔یہاں نَاهِیْکَ کو نصب حال ہونے کے سبب سے دی گئی ہے۔

ن و ا-نَاءَ بالحِمْــلِ: وہ بوجھ اٹھا کر بھاری قدموں اُٹھا۔اس کا باب قَالَ ہے۔

نَاءَ بِــهِ الحِــمْـلُ: وزن یا بوجھ نے اسے بھاری قدم کر دیا۔یہی مفہوم اس قول خداوندی میں ہے: لَتَنُوْءُ بالعُصْبَةِ:

ایک جماعت بھی بمشکل ان کو اٹھا سکتی تھی۔

النَّوْءُ: کسی ستارہ کا مغرب میں اپنی منازل سے گر جانا یعنی غروب ہونا اور اسی وقت فجر کا طلوع ہونا اور اس ستارے کا مدِ مقابل ستارہ کا مشرق سے اسی وقت طلوع ہونا، اور یہ عمل ہر تیرہ دن کے بعد ہوتا ہے۔ سوائے الجَبْهَة کے، کہ اس کے چودہ دن ہوتے ہیں۔ عرب لوگ دورِ جاہلیت میں بارشیں، ہوائیں، گرمی اور سردی کے اوقات کا تعین اس ستارے کے غروب ہونے سے کرتے تھے۔ طلوع ہونے والے ستارے کے لئے کہا جاتا تھا کہ بارشوں، ہواؤں اور سردی گرمی کا آنا اس کے اختیار میں ہے۔ اس کی جمع أَنْوَاء اور نُوْءَان ہے۔ اس کی مثال عَبْد اور عُبْدَان ہے۔ نَاوَاهُ مُنَاوَاةً ونِوَاءً: (نون مکسور اور الف ممدود)۔ اس نے اس سے دشمنی کی۔ کہا جاتا ہے کہ: إذا نَاوَأْتَ الرِّجَالَ فَاصْبِرْ: جب لوگوں سے دشمنی کرو تو (رد عمل پر) صبر کرو یا برداشت کرو۔ ممکن ہے کہ اسے حرف لین سے بھی بولا اور لکھا جاتا ہو۔ نَاءَ اللَّحْمُ: اس کا باب بَاعَ ہے اور معنی گوشت [illegible] رہ [illegible] نِيْءٌ بروزن نِيْلٌ [illegible] کچا یا ناپختہ۔

أَنَاءَهُ غَيْرُهُ: [illegible] اور [illegible]

رکھا۔ نَاءَ بروزن بَاعَ نَأَي کا ایک لہجہ ہے۔ جس کا معنی ہے وہ دور ہوا۔

ن و ب — نَابَ عَنْهُ يَنُوبُ مَنَابًا: وہ اس کا قائم مقام ہوا۔ أَنَابَ الى اللّٰه: اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا اور توبہ کی۔ النَّوْبَة اور النِّيَابَة دونوں کا ایک معنی ہے یعنی 'باری'۔ کہتے ہیں: جَاءَتْ نَوْبَتُكَ ونِيَابَتُكَ: تیری باری آگئی۔ هُمْ يَتَنَاوَبُوْنَ فِي المَاءِ وَغَيْرِهِ: وہ پانی وغیرہ کی تقسیم میں اپنی اپنی باریاں مقرر کرتے ہیں۔ النَّائِبَةُ: مصیبت۔ اس کی جمع نَوَائِب الدَّهر ہے یعنی زمانے کی مصیبتیں۔ الحُمّٰى النَّائِبَة: روز آنے والا بخار۔

ن و ح — التَّنَاوُحُ: تقابل۔ ایک دوسرے کے مدمقابل ہونا۔ اسی نسبت سے یعنی باہم مقابل ہونے کی نسبت سے النَّوَائِح: میت پر نوحہ کرنے والیاں نام پڑا ہے۔ نَاحَتِ المَرْأَةُ: عورت نے نوحہ یا ماتم کیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اور نِيَاحًا بھی۔ اس میں نون مکسور ہے۔ اس کا اسم النِّيَاحَة بمعنی نوحہ اور ماتم ہے۔

نِسَاءٌ نَوْحٌ: ماتم کرنے والی عورتیں۔ نُوْحٌ بروزن لَوْحٌ أَنْوَاحٌ بروزن الْوَاحٌ، نُوَّحٌ بروزن سُكَّرٌ نَوَائِحُ اور نَائِحَاتٌ سب الفاظ ہم معنی ہیں۔ لوگ

کہتے ہیں: كُنَّا فِي مَنَاحَةِ فُلَانٍ: ہم فلاں شخص کی عزاداری میں گئے تھے۔ مَنَاحة میں میم مفتوح ہے۔ نُوْحٌ: اسم علم۔ عجمہ اور معرفہ ہونے کے باوجود یہ اسم منصرف ہے۔ یہی صورت ان تمام اسماء کی ہے جو سہ حرفی ہوں اور درمیانی حرف ساکن ہو مثلاً: لُوْط کیونکہ اس کے مخفف ہونے کے باعث ایسے اسموں کے دو ثقلوں میں سے ایک ثقل جاتا رہا۔

ن و خ - اَنَخْتُ الجَمَلَ فَاستناخَ: میں نے اونٹ کو بٹھا دیا تو وہ بیٹھ گیا۔

ن و ر - النُوْرُ: روشنی۔ اس کی جمع اَنْوَارٌ ہے۔ اَنَارَ الشَّئُ: چیز روشن ہو گئی۔ استنارَ کا معنی بھی یہی ہے۔

التَّنوِیْرُ: روشن کرنا۔ اس سے مراد صبح کا سفیدہ بھی۔ یا کسی چیز کو سفید کرنا بھی ہے۔ نیز درخت پر شگوفے آنا یا پھول کھلنا بھی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: نَوَّرَتِ الشَّجَرَةُ تَنوِیرًا: درختوں پر شگوفے آ گئے۔

اَنَارَتْ: اس نے شگوفے نکالے۔

النَّارُ: آگ۔ یہ مؤنث ہے۔ اس کا مادہ 'ن و ر' ہے کیونکہ اس کا اسم تصغیر نُوَیْرَة ہے۔ اور اس کی جمع نُورٌ اور اَنْوُرٌ اور نِیْرَانٌ ہے۔ اس میں یاء واؤ سے منقلب ہو کر آئی ہے اور یہ تبدیلی ماقبل مکسور ہونے کے باعث ہوئی۔ بَیْنَهُمْ نَائِرَةٌ: ان کے مابین عداوت اور دشمنی ہے۔

تَنَوَّرَ النَّارَ: اس نے دور سے آگ کو غور سے دیکھا۔ تَنَوَّرَ کا معنی اس نے نورہ استعمال کیا' بھی ہے۔ بعض لوگ ان معنوں میں اِنْتَارَ بھی کہتے ہیں۔

النُّوَّارُ: (نون مضموم اور واو مشدد) درخت کا شگوفہ۔ اس کا واحد نُوَّارَةٌ ہے۔

المَنَارُ: نشانِ راہ۔

المَنَارَةُ: منارہ جس پر چڑھ کر اذان دی جاتی تھی۔ المَنَارَةُ کا معنی چراغ دان بھی ہے۔ یہ الاستنارة سے مَفْعَلَةٌ کے وزن پر اسم ظرف ہے۔ اس کا میم مفتوح ہے۔ اس کی جمع المَنَاوِرُ ہے۔ اس لفظ میں 'واؤ' ہے کیونکہ یہ نُوْرٌ سے مشتق ہے جس نے مَنَاوِرُ کی جگہ مَنَائِر کہا اور واؤ کی جگہ ہمزہ پڑھا اس نے اصل حروف کو زائد کے ساتھ تشبیہ دی۔ اس کی مثال مَصَائِب ہے جو اصل میں مَصَاوِبُ ہے۔

ن و س - النَّوْسُ: تذبذب، ڈانواڈول ہونا۔ ہلنا، حرکت کرنا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ اَنَاسَهُ غیرُهُ: کسی اور نے اسے ہلایا۔ اُمّ زرع کی حدیث میں ہے: اَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ اُذُنَيَّ: اس نے زیور پہنا کر میرے دونوں کان لٹکا کر ہلا دیے۔

النَّاسُ: یہ لفظ ممکن ہے الانس سے مشتق ہو یا جن سے۔ اس کی اصل اُنَاسٌ ہے۔

مخفف ہوکر ناسٌ رہ گیا۔

ن و ش - التَّنَاوُش: پکڑنا، لینا۔ الانتیاش کا معنی بھی یہی ہے۔ قول خداوندی ہے: وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ: آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ان کافروں نے جب دنیا میں کفر کیا تو بھلا قیامت میں انہیں ایمان کی دولت کیسے نصیب ہوسکتی ہے۔ ضروری ہے کہ التَّنَاوُشُ کے واو پر ہمزہ دی جائے۔ اس کی مثال اُقِّتَتْ اور وُقِّتَتْ ہے۔ قرآن میں دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

ن و ص - النَّوْصُ: ہچکچانا، پیچھے ہٹنا۔ کہا جاتا ہے کہ: نَاصَ عَنْ قِرْنِهٖ: یعنی وہ اپنے مدمقابل سے بھاگ کھڑا ہوا اور بچ نکلا۔ اس کا باب قَالَ اور مَنَاصًا ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ: یعنی اب بچ نکلنے کا اور بھاگنے کا وقت کہاں؟ المَنَاص کا معنی جائے پناہ اور جائے فرار بھی ہے۔

ن و ط - نَاطَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو لٹکایا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ ذَاتُ النواط: ایک درخت کا نام ہے۔ اس کا ذکر حدیث میں ہے: وَهُوَ عَنِّيْ اَوْهُوَ مِنِّيْ مَنَاطَ الثُّرَيَّا: وہ مجھ سے دوری میں ثریا کی دوری کے برابر ہے۔

ن و ع - النَّوْعُ: نوع یعنی قسم۔ یہ لفظ جنس سے زیادہ خاص ہے۔ قَدْ تَنَوَّعَ الشَّيْئُ اَنْوَاعًا: چیز کی کئی قسمیں ہوگئیں۔

ن و ق - النَّاقَةُ: اونٹنی۔ اس کی جمع نُوْق اور اَنْوُق ہے۔ بعد میں واو پر ضمہ کو ثقیل سمجھا جانے لگا تو اسے ماقبل کے حرف پر منتقل کردیا گیا اور یہ کلمہ اَوْنُق بن گیا۔ پھر واو کے بدلے بطور عوض یاء لایا گیا اور لوگ اسے اَيْنُقٌ کہنے لگے۔ اس کے بعد اس کی جمع اَيَانِقُ بنایا گیا۔ بعض اوقات النَّاقَةُ کی جمع نِیاقٌ (نون مکسور) بھی بنائی جاتی ہے۔ مثل ہے: اِسْتَنْوَقَ الجَمَلُ: یعنی اونٹ اونٹنی بن گیا۔ یہ مثل اس شخص پر صادق آتی ہے جو بات کرنے اور ذاتی صفات میں ایک طرح کا ہو لیکن بعد میں کچھ باتیں اس شخص میں مل جائیں۔ اور یہ باتیں اس شخص تک منتقل ہوجائیں۔ اس کا اصل واقعہ یہ ہے کہ طرفہ بن العبد کسی بادشاہ کے ہاں تھا۔ المسیب بن علس اسے شعر سناتا تھا۔ جس میں اونٹ کی صفات کا ذکر ہوتا تھا۔ پھر اس نے یہی صفات اونٹنی کی طرف منتقل کردیں۔ تو طرفہ نے کہا کہ: قَدْ اِسْتَنْوَقَ الجَمَلُ: اونٹ اونٹنی بن گیا۔ تَنَوَّقَ فِي الاَمْرِ: اس نے کام احتیاط و حکمت سے انجام دیا۔ اس کا اسم النِّيقَةُ ہے۔ بعض لوگ تَنَوَّقَ نہیں کہتے۔

ن و ل - المِنْوَال: وہ لکڑی جس پر جولاہا

کپڑا لپیٹتا ہے۔ اسے النُوْل بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَنْوَالٌ ہے۔ اس قوم یا لوگوں کو عَلٰی مِنْوالٍ وَاحِدٍ کہا جاتا ہے جب ان کے اخلاق ایک جیسے ہو جائیں۔
النَوال: عطا اور بخشش۔ النّائل کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے: نَالَ لَهٗ بالعَطِيَّةِ: اس نے اسے عطیہ دیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔ نَالَهُ العَطِيَّةَ کا معنی بھی یہی ہے۔
نَوَّلَهٗ تَنْوِيْلاً: اس نے اسے بخشش یا عطیہ دیا۔ نَاوَلَهُ الشَّيْئَ فَتَنَاوَلَهٗ: اس نے اسے کوئی چیز پکڑائی تو اس نے وہ پکڑ لی۔
ن و م - النَوْمُ: نیند۔
قَد نَامَ يَنَامُ: وہ سویا۔ اس کا اسم فاعل النّائم ہے یعنی سویا ہوا۔ اس کی جمع نِيَامٌ ہے۔ اصل میں نَائم کی جمع نُوَّمٌ اور لفظ نَيَّمٌ ہے۔ لوگ بہت زیادہ سونے والے کو یَانَوْمَانُ کہتے ہیں۔ ارے نیند کے مارے ہوئے! اس کے بدلے رَجُلٌ نَوْمَانٌ نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ لفظ ندا کے لئے مخصوص ہے۔ اَنَامَهٗ اور نَوَّمَهٗ کا ایک معنی ہے وہ یہ کہ اس نے اسے سلا دیا۔ تَنَاوَمَ: اس نے سونے کا بہانہ کیا۔ نُمْتُ الرَّجُلَ: میں سونے میں آدمی پر غالب آ گیا۔ نَاوَمَهٗ فَنَامَهٗ يَنُوْمُهٗ: اس نے اس سے سونے میں مقابلہ کیا تو وہ اس پر سونے میں غالب آ گیا۔

نَامَتِ السُّوْقُ: منڈی میں مندا پڑ گیا۔ کساد بازاری ہو گئی۔
رَجُلٌ نُوَمَةٌ: (واو مفتوح) بہت زیادہ سونے والا۔
لَيْلٌ نَائِمٌ: سوتی رات۔ جس رات نیند کی جائے۔ اس کی مثال يَوْمٌ عاصِفٌ: اندھیری اور طوفان والا دن اور هَمٌّ نَاصِبٌ: تھکا مارنے والا دکھ یہ فاعل بمعنی مفعول ہے۔
ن و ن - النُّوْنُ: مچھلی۔ اس کی جمع اَنْوَانٌ اور نِيْنَانٌ ہے۔ ذو النُّون: حضرت یونس بن متی علیہ الصلاۃ والسلام کا لقب ہے۔
النُّوْنُ: حروف تہجی میں سے ایک حرف ہے۔ اسے حروف زیادات میں شمار کیا جاتا ہے۔ نون خفیفہ اور نون ثقیلہ دونوں تاکید فعل کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔
نَوَّنْتُ الاِسْمَ تَنْوِيْنًا: میں نے اس کو مُنَوَّن کیا۔
التَّنْوِيْن: اسماء کے سوا کسی اور لفظ یا حرف پر نہیں آتی۔
ن و ہ - نَاهَ الشَّيْئُ: چیز بلند ہوئی۔ اس کا اسم فاعل نَائِهٌ یعنی بلند ہے۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
نَوَّهَهٗ غَيْرُهٗ تنويهًا: کسی اور نے اسے بلند کیا۔
نَوَّهَ باسمه: اس نے اس کا ذکر بلند کیا۔

ن و ي–نَوَي يَنوِي نِيَّةً ونَوَاةً: اس نے نیت کی، ارادہ کیا۔ اِنْتَوَی کا معنی بھی یہی ہے۔
النِيَّةُ بھی اور النَّوَی: وہ جہت قریب ہو یا دور، جس طرف جانے کا مسافر ارادہ کرتا ہے۔ یہ مؤنث ہے البتہ النَّوی جو نواۃٌ بمعنی کھجور کی گٹھلی ہے۔ وہ مذکر اور مؤنث یکساں ہے۔ اس کی جمع انواۃ ہے۔
النَّـوَاةُ: پانچ درہم کا سکہ جس طرح بیس درہموں کے سکے کو نَشّ کہتے ہیں۔
نَـاوَاهُ: اس نے اس سے دشمنی کی۔ اصل میں یہ لفظ مہموز ہے۔ اور اس کا ذکر مہموز یعنی ن ا ی کے ذیل میں کیا گیا ہے۔
ن ي ب–نَابَهُ يَنِيبُـهُ: اس نے اس کے دانت پر مارا۔
نَيَّبَهُ تَنْيِيبًا: دانتوں سے کاٹنا۔
ن ي ر–نِيرُ الفَدَّانِ: دو بیلوں کی گردن پر رکھنے والا لکڑی کا لٹھا۔ اس کی جمع النِّيرَانُ اور الأنيَـار ہے۔

ن ي ف–النَّيِّـفُ بروزن الهَيِّـنُ: زیادہ۔ مشدّد اور بلا تشدید دونوں طرح ہے۔ کہا جاتا ہے: عَشَـرَةٌ وَنَيِّفٌ اور مِـائَةٌ ونَـيِّفٌ: کچھ اوپر دس اور کچھ اوپر سو۔ دھائی سے جس قدر زیادہ ہو اسے نَيِّفُ کہتے ہیں۔ تا آنکہ دوسری دھائی نہ آئے۔
نَيَّفَ فُـلان علىٰ سَبْعِيْنَ: فلاں نے ستر پر کچھ بڑھا دیئے۔ اَنَافَتِ الدَّرَاهِمُ عَلَى المائةِ: سو سے کچھ اوپر درہم ہیں۔
ن ي ل–نَالَ خَيْرًا يَنَال ونَـيْلًا: وہ نیکی کو پہنچا۔ اسے نیکی ملی یا اسے دولت ملی۔ اصل میں یہ فعل نَيِلَ يَنْيَلُ تھا بروزن فَهِمَ يَفْـهَمُ. اس سے فعل امر نَلْ ہے۔ اس میں نون مفتوح ہے۔ اور اگر اسے صیغہ متکلم میں بطور خبر استعمال کریں تو پھر نون مکسور ہوگا یعنی نِلْتُ اور نِلنَا۔
النِّيلُ: دریائے نیل۔
نِيَّـةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ن و ي'.

باب الواو

الواو: حروف عطف میں سے ایک حرف جو دو چیزوں کو آپس میں ملاتا ہے۔ اور ترتیب پر دلالت نہیں کرتا۔ اس حرف پر الف استفہام داخل ہوتا ہے۔ مثلاً: قول خداوندی: اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ: کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی۔ یا جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اَفَعَجِبْتُمْ یعنی کیا تمہیں تعجب ہے۔ بعض اوقات یہ حرف مَعَ کے معنوں میں مصاحبت کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: نبی کریم ﷺ کا یہ قول: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْن، واشار اِلَى السَّبابة والوسطى: یعنی میں اور قیامت اس طرح ایک ساتھ بھیجے گئے ہیں، آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس طرح یعنی جتنا قرب ان دو انگلیوں میں ہے اتنا ہی قرب میرا اور قیامت کا ہے۔ یعنی میرا قیامت کے ساتھ ساتھ یہ ساتھ ہے۔ بعض اوقات 'واؤ' حال کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: لوگوں کا یہ قول: قُمْتُ وَاُكْرِمُ زَيْدًا: یعنی میں زید کے اکرام میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور قُمْتُ والنّاسُ قُعُودٌ میں اُٹھ کھڑا ہوا جب کہ دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ بعض اوقات یہ حرف قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً: وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ كَذا: خدا کی قسم! بات یوں تھی۔ اس صورت میں یہ حرف باء کا بدل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں حروف یعنی واؤ اور باء کا مخرج ایک دوسرے کے قریب ہے۔ واؤ مظہر کے سواء اور کسی پر داخل نہیں ہوتا مثلاً: وَاللّٰهِ وَحَيَاتِكَ وَاَبِيكَ: بخدا مجھے تمہاری زندگی اور تمہارے باپ کی قسم ہے۔ بعض اوقات یہ حرف جمع مذکر کی ضمیر کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: فَعَلُوْا، يَفْعَلُوْنَ وافْعَلُوْا: بعض اوقات یہ بطور حرفِ

استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور قول خداوندی: حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا: یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت میں یہ واؤ صرف زائد ہو۔

و ا د۔ وَادَ بِنْتَهُ: اس نے اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر دیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اس کا

اسم مفعول مَوْءُوْدَةٌ ہے۔ یعنی زندہ درگور کی ہوئی۔ قبیلہ بنوکندہ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اَتَادَ فِي مَشْيِهِ وتَوَادَ: اس نے اپنی چال میں آہستگی اختیار کی یا وہ سست رفتار چلا۔ اس کا وزن اِفْتَعَلَ اور تَفَعَّلَ ہے۔ اور مصدر التُّؤْدَةُ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اِتَّئِدْفِي اَمْرِكَ: اپنے معاملے میں ذرا صبر سے کام لو۔

و أ ل —المَوْئِلُ: پناہ گاہ۔ قَدْ وَاَلَ اِلَيْهِ: اس نے اس کے ہاں پناہ لی۔ اس کا باب وَعَدَ اور وُؤُوْلًا بروزن وُجُوْبٌ ہے۔ الاَوَّلُ: پہلا۔ اس کی ضد الآخِرُ ہے۔ یہ لفظ دراصل أَوْءَلُ ہے بروزن اَفْعَلُ اور مہموز الاوسط۔ ہمزہ واؤ میں بدل گئی اور دونوں واؤ مدغم ہو گئے۔ اس کی دلیل لوگوں کا یہ قول ہے: هٰذَا اَوَّلُ مِنْكَ: اس کی جمع الأَوَائِلُ اور الأَوَالِي بھی ہے جس میں قلب ہوا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس لفظ کا اصل وَوْ‌ءَلُ ہے جو فَوْعَلُ کے وزن پر ہے۔ پہلی 'واؤ' ہمزہ میں قلب ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اسے صفت بناؤ تو اس صورت میں یہ منصرف نہیں ہوگا۔ مثلاً: کہیں گے لَقِيْتُهُ عَامًا اَوَّلَ: اور جب اسے صفت نہ بنائیں تو اس صورت میں یہ منصرف ہو گا۔ مثلاً: لَقِيْتُهُ عَامًا اَوَّلًا: ان معنوں میں عام الاوّل نہیں کہنا چاہئے۔ ہم کہتے ہیں: مَا رَاَيْتُهُ مُذْعَامٌ اَوَّلُ ومُذْعَامٌ اَوَّلَ: جس نے اوّل کو مرفوع کیا اس نے اس عام کی صفت قرار دے کر ایسا کیا، گویا اس نے یہ کہا کہ: اَوَّلُ مِنْ عَامِنَا: اور جس نے اس لفظ کو منصوب کیا اس نے اسے اسم ظرف قرار دے کر ایسا کیا۔ گویا اس نے کہا: مُذْعَامٌ قَبْلَ عَامِنَا: اور جب تم یہ کہو کہ: اِبْدَأْ بِهٰذَا اَوَّلُ، تو تم نے اوّل کو اپنی غایت قرار دے کر ایسا کیا۔ اس کی مثال ہے: فَعَلْتُهُ قَبْلُ: اور اگر تم محذوف کو ظاہر کرو تو پھر اسے نصب دو، مثلاً: اِبْدَأْ بِهِ اَوَّلَ فِعْلِكَ: تم کہتے ہو کہ: مَا رَاَيْتُهُ مُذْ اَمْسِ. اور اگر تم نے اسے گذشتہ دن سے ایک دن پہلے نہ دیکھا ہو تو تم کہو گے: مَا رَاَيْتُهُ مُذْ اَوَّلُ مِنْ اَوَّلَ مِنْ اَمْسِ: اس سے بڑھ کر نہیں کہتے۔ تم کہتے ہو: هٰذَا اَوَّلُ بَيْنَ الأَوَّلِيَّةِ، اور مؤنث کے صیغے کے لئے کہتے ہیں: هِيَ الأُوْلٰى اور جمع کے لئے الأُوَلُ کہتے ہیں۔ اس کی مثال اُخْرٰى اور اُخَرُ ہے۔ جمع مذکر کے لئے بھی اسی طرح ہوگا۔ بقول شاعر:

عَوْدٌ عَلٰى عَوْدٍ لأَقْوَامٍ اَوَّلُ

چاہو تو اوّل کی جگہ الاَوَّلُوْنَ کہہ سکتے ہیں۔

و أ م —المُوَائَمَةُ: موافقت۔ کہا جاتا ہے:

وَاءمَهٗ مُوَاءمَةً: اس نے اس کے ساتھ موافقت کی۔ مثل ہے: لَوْلَا الوِءَامُ لَهَلَكَ الأَنَامُ: یعنی اگر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رہن سہن میں موافقت نہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: لَوْلَا الوِئَامُ لَهَلَكَ اللِّئَامُ: اگر مقابلہ بازی نہ ہوتی تو لئیم لوگ جو فطرۃً اچھے کام نہیں کیا کرتے صرف مقابلے بازی کی وجہ سے اچھے کام کرتے ہیں، ہلاک ہو جاتے ہیں۔

و ا ی-الوَأْیُ: وعدہ۔ کہا جاتا ہے: وَأَيْتُهٗ وَأْيًا: میں نے اس سے وعدہ کیا۔

الوَأْیُ: (ہمزہ متحرک) گورخر۔

وا-وا: حرف ندبہ مثلاً: وَازَيْدَاهُ: اس کی بجائے يَازَيْدَاهُ کہا جاتا ہے۔

راد: دیکھئے بذیل مادہ 'ر و د ی'.

وازی: دیکھئے بذیل مادہ 'ا ز ا'.

وازر: دیکھئے بذیل مادہ 'ا ز ر'.

واسی: دیکھئے بذیل مادہ 'ا س ا' اور بذیل مادہ 'و س ی'.

واها: دیکھئے بذیل مادہ 'و و ہ'.

و ب ا-الوَبَا: (الف مقصور و ممدود) وباء، عام بیماری۔ اس کی جمع ممدود اَوْبِئَةٌ ہے۔

و ب خ-التَوْبِيخُ: ڈانٹ ڈپٹ، جھاڑ۔

و ب ر-الوَبْرُ: بروزن الفَجْرُ: سخت سردیوں کے دنوں میں ایک دن۔ الوَبَرُ (واؤ اور باء دونوں مفتوح) اونٹ کی پشم۔ اس کا واحد وَبَرَةٌ ہے۔

و ب ش-الأَوْبَاش مِنَ النَّاسِ: گھٹیا اور آوارہ لوگ۔ اس کی جمع اَوْشَابٌ ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ البُوْش کی جمع مقلوب ہے۔ حدیث شریف ہے: وَبَّشَتْ قُرَيْشٌ اَوْبَاشًا لَهَا: قریش نے اوباش اور آوارہ لوگوں کو اکٹھا کیا۔

و ب ق-وَبَقَ يَبِقُ: (باء مکسور) وُبُوقًا: وہ ہلاک ہوا۔ المَوْبِقُ بروزن مُفْعِلٌ اس کی مثال وَعَدَ يَعِدُ سے المَوْعِدُ ہے اور معنی ہلاکت یا جائے ہلاکت ہے۔ قول خداوندی ہے: وَجَعَلْنَا بَينهم مَوْبِقًا: ہم نے ان کے درمیان ہلاکت ڈال دی۔ اس لفظ کا ایک اور لہجہ وَبِقَ (باء مکسور) يَبِقُ (باء مکسور) ہے۔

اَوْبَقَهٗ: اس نے اسے ہلاک کر دیا۔

و ب ل-وَبُلَ المَرْتَعُ: (باء مضموم) يَوْبُلُ وَبَلًا اور وَبَالًا بھی۔ چراگاہ گھنی ہو گئی۔ اس کا اسم فاعل وَبِيلٌ بمعنی بھاری بھرکم ہے۔

الوَابِلُ: سخت موسلا دھار بارش۔ قَدْ وَبَلَتِ السَّمَاءُ: آسمان سے خوب بارش بری۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: اَخْذًا وَبِيلًا: یعنی سخت

گرفت۔

ضَرْبٌ وَبِيلٌ: سخت مار، ضرب شدید۔

عَذاب وَبِيلٌ: سخت عذاب۔

و ب ه – فُلانٌ لا يُوْبَهُ لَهُ وَلا يُوْبَهُ بِه: فلاں شخص کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

و ت د – الوَتِدُ: (تاء مکسور) اس کی جمع الأوْتَادُ ہے، (تاء مفتوح) اس کا ایک لہجہ ہے۔ یہی معنی الوَدّ کا ہے۔ جو اُن لوگوں کا لہجہ ہے جو تاء اور دال میں ادغام کرتے ہیں۔ قَدْ وَتَدَ الوَتِدَ: اس نے میخ گاڑھ دی۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اس کا فعل امر تِدْ (تاء مکسور) وَتِدْكَ بالمِيْتَدَةِ بروزن المِيْقَدة ہتھوڑے کے ساتھ میخ گاڑو۔

و ت ر – اَلوِتْرُ: (واؤ مکسور) فرد، طاق۔ اور واؤ مفتوح ہو تو معنی خون کا بدلہ۔ یہ اہل عالیہ کا لہجہ ہے۔ اور اہل نجد کے لہجے کے مطابق یہ لفظ مضموم الواؤ ہے۔ اور بنو تمیم کے لہجے میں یہ لفظ دونوں معنوں میں مکسور الواؤ ہے۔

الوَتَرُ: (واؤ اور تاء دونوں مفتوح) کمان کی تانت۔

وَتَرَ القَوْسَ: اس نے کمان کی تانت کو کس دیا۔

الوَتِيرَةُ: وطیرہ، طریقہ۔ کہا جاتا ہے: مَا زَالَ عَلىٰ وَتِيرَةٍ وَاحِدَةٍ: وہ ابھی تک ایک ہی طریقے پر ہے۔

وَتَرَهُ حَقَّهُ: اس نے اس کے حق میں کمی کی۔ اس کا مضارع يَتِرُه (تاء مکسور) اور مصدر وِتْرًا (واؤ مکسور) بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: لَنْ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ: وہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کرے گا۔ اس کی مثال دَخَلْتُ البَيْتَ ہے جس سے مراد دَخَلْتُ فِي البَيْتِ ہے۔

اَوْتَرَهُ: اس نے اسے وتر (طاق) بنا لیا۔ اسی لفظ سے ماخوذ اَوْتَرَ صَلَاتَهُ: اس نے اپنی نماز کو وتر بنا لیا۔

اور اَوْتَرَ قَوْسَهُ اور وَتَّرَهُ تَوْتِيْرًا کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اپنی کمان کی تانت کس لی ہے۔

المُوَاتَرَةُ: متابعت، پیچھا کرنا۔ چیزوں میں وقفہ کے بغیر تسلسل یا ایک کے پیچھے دوسرے چیز کے آنے کو المُوَاتَرَةُ نہیں کہتے۔ اگر وقفہ کے بغیر متابعت ہو تو اسے مُدَارَكَةٌ اور مُوَاصَلَةٌ کہتے ہیں۔

مُوَاتَرَةُ الصَّوم سے مراد ایک دن یا دو دن چھوڑ کر روزہ رکھنا ہے۔ یعنی وقفوں کے ساتھ ایک ایک روزہ رکھنا اس سے مقصود مسلسل روزے رکھنا نہیں ہے۔ کیونکہ لفظ کی اصل میں وِتر کا مادہ ہے۔ اسی طرح سے وَاتَرَ الكُتُبَ فَتَوَاتَرَتْ کا معنی ہے اس نے کتابیں وقفوں کے ساتھ بغیر

انقطاع کے ایک ایک کر کے بھیجیں اور وہ پہنچ گئیں۔

تَتْرَی: کے دو لہجے ہیں۔ ایک لہجے میں 'راء' کو منوّن کرتے ہیں اور دوسرے میں تنوین نہیں ہے۔ جس نے اسے معرفہ ہونے کے باوجود غیر منصرف قرار دیا، اس نے اس کے الف کو علامت تانیث بنایا۔ اور یہ زیادہ بہتر تعبیر ہے۔ اس کی اصل وَتْرَی ہے جو وِتر سے مشتق ہے اور طاق ہے۔ قول خداوندی ہے: ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَی: اس کے بعد ہم نے یکے بعد دیگرے رسول بھیجے۔ اور جس نے اسے منوّن کر کے پڑھا اس نے اس کے الف کو ملحق سمجھا۔

و ت ن — الوَتِیْنُ: دل کے اندر ایک رگ، رگِ جان، اگر یہ کٹ جائے تو انسان کی موت واقع ہوتی ہے۔

و ث ب — وَثَبَ: اس نے حملہ کیا یا وہ جھپٹ پڑا۔ اس کا باب وَعَدَ اور وُثُوْبًا بھی ہے اور وَثِیْبًا اور وَثَبَانًا بھی ہے۔ اس میں ثاء مفتوح ہے۔ ثِبْ: (ثاء مکسور) حمیری لہجے میں اس کا معنی اُقْعُدْ یعنی بیٹھ جاتا ہے۔

و ث ر — مِیْثَرَةُ الفَرَسِ: گھوڑے کی زین کے نیچے کا عرق گیر۔ مِیْثَرَۃ کا میم مکسور ہے اور لفظ غیر مہموز ہے۔ اس کی جمع مَیَاثِرُ اور مَوَاثِرُ ہے۔ ابوعبید کا کہنا ہے کہ المَیَاثِرُ الحُمْرُ (سرخ رنگ کے عرق گیر) جس کی ممانعت ہے۔ وہ عجمی لوگوں کی سواریوں کی زینوں تلے استعمال ہونے والے ریشمی اور دیباج کے عرق گیر ہوتے تھے۔

و ث ق — وَثِقَ بِہٖ: یَثِقُ (ثاء مکسور) اعتماد یا خود اعتمادی جب کسی کو امن نصیب ہو۔

المِیْثَاقُ: عہد و پیمان۔ اس کی جمع المَوَاثِیْقُ، المَیَاثِقُ اور المَیَاثِیْقُ ہے۔

المَوْثِقُ: میثاق اور عہد و پیمان۔

المُوَاثَقَةُ: معاہدہ کرنا۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَمِیْثَاقَهُ الَّذِی وَاثَقَكُمْ بِہٖ: اور وہ عہد و پیمان جو اس نے تم سے لیا ہے۔

اَوْثَقَهُ فِی الوَثَاقِ: اس نے اسے معاہدہ میں باندھ دیا ہے۔ قول خداوندی ہے: فَشُدُّوا الوَثَاقَ: پھر گرفت مضبوط کرو۔

الوِثَاقُ: (واؤ مکسور) اس کا ایک لہجہ ہے۔

الوَثِیْقُ: مضبوط چیز۔ اس کی جمع وِثَاقٌ (واؤ مکسور) ہے

قَدْ وَثُقَ: وہ مضبوط اور ثقہ ہو گیا۔ کہا جاتا ہے: اَخَذَ بِالوَثِیْقَةِ فِی اَمْرِہٖ: اسے اپنے معاملے میں وثوق حاصل ہوا۔

تَوَثَّقَ فِی اَمْرِہٖ کا معنی بھی یہی ہے۔

وَثَّقَ الشَّیْءَ: اس نے چیز کو پختہ کیا۔ اس کا مصدر تَوْثِیْقًا ہے۔ اور اسم فاعل مُوَثِّقٌ

ہے بمعنی توثیق کرنے والا۔

وَثَّقَهُ: اس نے اسے ثقہ قرار دیا۔

اسْتَوْثَقَ مِنْهُ: اس نے اس سے پختہ عہد لیا۔

و ث ن- اَلْوَثَنُ: بُت۔ اس کی جمع وُثُنٌ اور اَوْثَانٌ ہے۔ اس کی مثال اُسْدٌ اور آسَادٌ ہے۔

و ج ا- اَلْوِجَاءُ: (واو مکسور اور الف ممدود) بیضوں کی رگوں کو اس قدر مسلنا یا ملنا کہ وہ پھول کر فوطوں کی طرح ہو جائیں۔ حدیث شریف میں ہے: عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ: تم پر شادی کرنا لازم ہے اور جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے ایسا کرنے سے اس کی شہوانی قوت کمزور ہو گی۔ حدیث شریف میں یہ بھی ہے: اَنَّهُ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ مَوْجُوْاَيْنِ: یعنی حضور ﷺ نے دو آختہ کئے ہوئے مینڈھے قربان کئے۔ اسی لفظ سے ماخوذ وَجَاهُ يَجَاهُ ہے جس کا معنی وَضَعَهُ يَضَعُهُ یعنی اس نے رکھا ہے۔

و ج ب- وَجَبَ الشَّيْئُ: چیز واجب ہو گئی۔ يَجِبُ وُجُوْبًا اسْتَوْجَبَهُ: وہ اس کا مستحق ہو گیا۔

وَجَبَ الْبَيْعُ: بیع واجب ہو گئی۔ اس کا مصدر جِبَةٌ (جیم مکسور) ہے۔

اَوْجَبْتُ الْبَيْعَ فَوَجَبَ: میں نے بیع واجب کر دی تو واجب ہو گئی۔

وَجَبَ الْقَلْبُ وَجِيْبًا: دل دھڑکا، یا مضطرب ہو گیا۔

اَوْجَبَ الرَّجُلُ بروزن اَخْرَجَ: آدمی نے ایسا کام کیا جس کے باعث اس کے لئے جنت یا دوزخ واجب ہو گئی۔

اَلْوَجْبَةُ بروزن الضَّرْبَةُ: دھماکے کے ساتھ زمین پر گر جانا یا دھڑام سے گرنا۔ قول خداوندی ہے: فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا: جب یہ قربانی کے جانور پہلو کے بل گر جائیں۔

وَجَبَ الْمَيِّتُ: مردہ گر گیا اور مر گیا۔ مقتول کو اسی نسبت سے وَاجِبٌ کہا جاتا ہے۔

وَجَبَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہوا۔

الْمُوَجِّبُ بروزن الْمُعَلِّمُ: جو دن رات میں صرف ایک وقت کھانا کھاتا ہے۔

فُلَانٌ يَاكُلُ وَجْبَةً: (جیم ساکن) فلاں شخص ایک وقت کا کھانا کھاتا ہے۔ قَدْ وَجَّبَ نَفْسَهُ تَوْجِيْبًا: اس نے اپنے آپ کو ایک وقت کھانے کا عادی کر لیا۔

میرا کہنا ہے کہ الازہری کا قول ہے: وَجَبَ الْبَيْعُ وُجُوْبًا وَجِبَةً وَجَبَتِ الشَّمْسُ وُجُوْبًا: یعنی بیع واجب ہو گئی اور سورج غروب ہو گیا۔ ثعلب کا کہنا ہے کہ وَجَبَ

البَيْعُ وُجُوبًا وجِبَةً: یعنی بیع واجب ہو گئی۔ اور اسی طرح وجب الحَقُّ: یعنی حق واجب ہو گیا۔

وَجَبَتِ الشَّمْسُ وُجُوبًا: سورج غروب ہو گیا۔

وَجَبَ القَلْبُ وَجِيبًا: دل پریشان اور مضطرب ہو گیا۔

وَجَبَ الحَائِطُ وغَيْرُهُ وجْبَةً: دیوار وغیرہ دھڑام سے گر گئی۔

و ج ج - وَجٌّ: طائف میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: آخِرُ وَطْأةٍ وَطِئَهَا اللهُ بِوَجٍّ: اللہ نے جس زمین کو سب سے آخر میں پامال کیا وہ وَجّ ہے۔ اس سے مراد غزوہ طائف ہے۔

و ج د - وجَدَ مَطْلُوْبَهُ: اس نے اپنا مطلوب پالیا۔

يَجِدُهُ (جیم مکسور) وُجُوْدًا، يَجُدُ: (جیم مضموم) اس کا ایک لہجہ ہے۔ جو عامری لہجہ ہے۔ مثال کے باب میں اس کی اور کوئی مثال نہیں ہے۔

وَجَدَ ضَالَّتَهُ وِجْدَانًا: اس نے اپنی گم شدہ چیز پالی۔ وَجَدَ عَلَيْهِ فِي الغَضَبِ مَوْجِدَةً (جیم مکسور) وِجْدَانًا (واؤ مکسور) وہ غصے میں اُس پر برس پڑا۔

وَجَدَ فِي الحُزْنِ وَجْدًا: (واؤ مفتوح) اسے دُکھ لگا۔

وَجَدَ فِي المَالِ وُجْدًا (واؤ مضموم ومفتوح ومکسور) اور جِدَةً: (جیم مکسور) بھی، وہ مال سے بے نیاز ہوا۔

اَوْجَدَهُ اللهُ مَطْلُوْبَهُ: اللہ نے اسے کامیاب کیا۔

اَوْجَدَهُ: اللہ نے اسے بے نیاز کر دیا۔

و ج ر - الوَجُوْرُ: (واؤ مفتوح) منہ میں دوا ڈالنا۔ وَجَرْتُ الصَّبِيَّ: میں نے بچے کے منہ میں دوا ڈال دی۔

اَوْجَرْتُهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

المِيْجَرُ: منہ میں دوا ڈالنے کا آلہ۔

المِسْعَطُ: ناک میں دواء ڈالنے کا آلہ۔

اتَّجَرَ: منہ میں دوا ڈالنے کے ذریعے علاج کرنا۔ اس لفظ کا اصل اُوْتَجَرَ ہے۔

و ج ز - اَوْجَزَ الكَلَامَ: اس نے بات مختصر کی۔

كَلَامٌ مُوْجِزٌ: مختصر کلام یا مختصر بات۔ اس میں جیم مفتوح اور مکسور ہے۔

وَجْزٌ بروزن فَلْسٌ اور وَجِيْزٌ: مختصر۔

و ج س - الوَجْسُ: بروزن الفَلْس: دھیمی آواز۔ اس کا ذکر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے۔

الوَاجِسُ: دل میں آنے والا خیال۔

اَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيْفَةً: اُس نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا، یا چھپایا۔

تَوَجَّسَ کا معنی بھی یہی ہے۔

و ج ع - الوَجَعُ: مرض، بیماری۔ اس کی جمع اَوْجَاعٌ اور وِجَاعٌ ہے۔ اس کی مثال جَبَلٌ، اَجْبَالٌ اور جِبَالٌ ہے۔

وَجِعَ فُلَانٌ (جیم مکسور) يَوْجَعُ، يَيْجَعُ اور يَاجَعُ (تینوں میں جیم مفتوح) فلاں شخص بیمار ہوا۔

قَوْمٌ وَجِعُوْنَ وَوَجْعَىٰ بروزن مَرْضَىٰ اور وَجَاعَىٰ: مریض قوم یا لوگ۔

نِسْوَةٌ وَجَاعَىٰ بروزن حَبَالَىٰ اور وَجِعَاتٌ: بیمار عورتیں۔ اس لفظ کو بنو اسد يِيْجَعُ (یاء مکسور) کہتے ہیں۔

فُلَانٌ يَوْجِعُ رَاسَهُ بنصب الراسِ: فلاں آدمی کو سر درد ہے۔ اگر اس فعل کے آخر میں ھاء بڑھائیں تو اسے مرفوع بنا کر يَوْجَعُهُ رَاسُهُ کہتے ہیں۔ اور اَنَا اَيْجَعُ رَاسِي اور يَوْجَعُنِيْ رَاسِي کہتے ہیں۔ یعنی میرا سر درد کر رہا ہے۔ یا میرے سر میں درد ہے۔ ان معنوں میں يُوْجِعُنِيْ رَاسِيْ نہیں کہنا چاہئے اگرچہ عام لوگ اس طرح کہہ دیتے ہیں۔

الإيْجَاعُ: درد، دُکھ، تکلیف سہنا، برداشت کرنا۔

ضَرْبٌ وَجِيْعٌ: دُکھ دہ ضرب۔ تکلیف دہ مار۔ اس کی مثال اَلِيْمٌ ہے۔

تَوَجَّعَ لَهُ مِنْ كَذَا: اس نے فلاں شخص سے اظہارِ غم کیا۔

و ج ف - وَجَفَ الشَّيْئُ يَجِفُ: (جیم مکسور) وَجِيْفًا: وہ مضطرب ہوا۔

قَلْبٌ وَجِفٌ: مضطرب اور پریشان دل۔

الوَجِيْفُ: اونٹ یا گھوڑے کی چال کی ایک قسم۔

قَدْ وَجَفَ البَعِيْرُ يَجِفُ (جیم مکسور) وَجْفًا بروزن ضربٌ وَوَجِيْفًا: اونٹ تیز چلا۔

اَوْجَفَهُ صَاحِبُهُ فَاَعْجَفَ: اسے اس کے مالک نے تیز چلایا یا دوڑایا، تو اسے لاغر کر دیا۔ قول خداوندی ہے: فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ: تو اس کے لئے نہ تو تم نے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ، یعنی تم نے اس کے لئے کچھ کام نہیں کرایا۔

و ج ل - الوَجَلُ: خوف۔

قَدْ وَجِلَ (جیم مکسور) يَوْجَلُ وَجَلًا ومَوْجَلًا: (جیم مفتوح) وہ خوف زدہ ہوا۔

خوف کی جگہ کو مَوْجِلٌ (جیم مکسور) کہتے ہیں۔

و ج م - وَجَمَ مِنَ الأمْرِ يَجِمُ: (جیم مکسور) وُجُوْمًا: وہ کام کے مارے دکھی ہوا، اور اس کی زبان بند ہو گئی۔

الوَاجِمُ: شدید دُکھی جو دُکھ کے مارے بول بھی نہ سکتا ہو۔

و ج ن - الوَجْنَاءُ: سخت گالوں یا بڑے

بڑے گالوں والی اونٹنی۔

الوَجْنَةُ: گالوں کا اُبھار۔

و ج ہ - الوَجْهُ: چہرہ۔ اس کی جمع الوُجُوهُ ہے۔

الوَجْهُ اور الجِهَةُ دونوں کا معنی ایک ہے۔ اس کے آخر میں ھاء واؤ کا عوض ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: هٰذا وَجْهُ الرَّأیِ۔ یعنی یہی اصل رائے ہے۔ اس کا اسم الوِجْهَةُ (واؤ مکسور اور مضموم ہے)۔

المُوَاجَهَةُ: آمنے سامنے ہونا۔ مقابلہ، رُو در رُو۔

اتَّجَهَ لَهُ رَأیٌ: اسے ایک رائے یا تجویز سوجھی۔

قَعَدَ تُجَاهَهُ: وہ اس کی طرف منہ کر کے بیٹھا۔ (تاء مضموم اور مکسور)۔

وَجَّهَهُ فِیْ حَاجَةٍ: اس نے اسے کسی ضرورت سے یا کام سے بھیجا۔

وَجَّهَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ: اس نے اپنا رُخ اللہ کی طرف موڑا۔

تَوَجَّهَ نَحْوَهُ وإلَیْهِ: وہ اس کی طرف مڑا۔

شَیْءٌ مُوَجَّهٌ: کسی ایک رخ موڑی ہوئی چیز جو رخ تبدیل نہ کرے۔

قَدْ وَجُهَ الرَّجُلُ: آدمی وجیہ ہو گیا۔ یعنی مرتبہ والا بن گیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔

اَوْجَهَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے صاحب وجاہت بنایا۔

وُجُوْهُ البَلَدِ: شہر کے سربرآوردہ لوگ۔

وَجْنَةٌ: دیکھئے بذیل 'ج و ہ' اور بذیل 'و ج ہ'۔

و ح د - الوَحْدَةُ: اکیلاپن، تنہائی۔

رَأیْتُهُ وَحْدَهُ: میں نے اس کو اکیلے دیکھا، یا میں نے صرف اسی کو دیکھا۔ یہ کلمہ اہل کوفہ کے نزدیک ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اہل بصرہ کے ہاں بہرحال مصدر ہونے کی بناء پر منصوب ہے گویا تم نے یہ کہا کہ: اَوْحَدْتُهُ بِرُؤْیَتِیْ اِیْحَادًا: یعنی میں نے اکیلے صرف اسی کو دیکھا اس کے ساتھ کسی اور کو نہیں دیکھا۔ پھر اس کے بعد تم نے اس جگہ وحدہ کا لفظ استعمال کیا۔ ابو العباس کا قول ہے کہ ایک اور صورت بھی ممکن ہے وہ یہ کہ دیکھا جانے والا شخص اکیلا ہو، اور تم نے یوں کہا ہو کہ: رَأیْتُ رَجُلًا مُنْفَرِدًا اِنْفِرَادًا: پھر اس کی جگہ تم نے وحدہ کا لفظ کہا ہو۔ سوائے لوگوں کے اس محاورے یا قول کے کسی اور جگہ اس لفظ کو بطور مضاف استعمال نہیں کیا جاتا۔ فُلَانٌ نَسِیْجُ وَحْدِهٖ: یعنی وہ اپنے ڈھنگ یا طرز کا انسان ہے۔ یہ دونوں الفاظ کلماتِ ذَمّ ہیں۔ گویا کہا یہ گیا کہ نَسِیْجُ اِفْرَادٍ جب تم نے وحدہٗ کے لفظ کو مصدر مجرور کی جگہ رکھا تو اسے ج

دی۔ شاید یہ محاورہ یوں ہو کہ: رُجَيْلُ وَحْدِهِ: اس میں رُجَيْلٌ بطور اسم تصغیر اور بھی تحقیر ظاہر کرتا ہے۔

اَلْوَاحِدُ: ایک، پہلا عدد۔ اس کی جمع وُحْدَانٌ اور اُحْدَانٌ ہے۔ اس کی مثال شَابٌّ کی جمع شُبَّانٌ اور رَاعٍ کی جمع رُعْيَانٌ۔ کہا جاتا ہے: حَيٌّ وَاحِدٌ وَحَيٌّ وَاحِدُوْنَ: اس کی مثال شِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ہے۔ کہا جاتا ہے: وَحَّدَهُ اور اَحَّدَهُ: اس نے اسے ایک جانا یا اکیلا کیا۔ اس میں حاء مشدد ہے۔ اسی طرح ثَنَّاهُ بمعنی اسے دوہرا کیا اور ثَلَّثَهُ: اُس نے اُسے تہرا کیا۔

رَجُلٌ وَحَدٌ، وَحِدٌ (حاء مفتوح اور مکسور) وَوَحِيْدٌ: اکیلا آدمی۔

تَوَحَّدَ بِرَاْيِهِ: اس نے ایک رائے رکھی۔ یا اس کی منفرد رائے رہی۔

فُلَانٌ وَاحِدُ دَهْرِهِ: فلاں شخص اپنے زمانے کا بے نظیر آدمی ہے۔

اور فُلَانٌ لَاوَاحِدَ لَهُ: فلاں کے برابر کوئی ایک آدمی بھی نہیں۔

اَوْحَدَهُ اللّٰهُ: اس اللہ تعالیٰ نے بے مثال بنا دیا۔ اس کی جمع اُحْدَانٌ ہے اور اسکی مثال اَسْوَدُ کی جمع سُوْدَانٌ ہے۔ اسکی اصل وُحْدَانٌ ہے۔ محاورہ ہے کہ: لَسْتُ فِي هٰذَا الْاَمْرِ بِاَوْحَدَ: میں اس معاملے میں تنہا یا اکیلا نہیں ہوں۔ لیکن مؤنث کے لئے وَحْدَاءُ نہیں کہا جاتا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ: اَعْطِ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ علی حِدَةٍ: یعنی ان میں سے سب کو علیحدہ علیحدہ دے دو۔ اور کہا جاتا ہے: جَآءُوْا مَوْحَدَ مَوْحَدَ وَاَحَادَ اَحَادَ اور وُحَادَ وُحَادَ: وہ اکیلے اکیلے یا ایک ایک کر کے آگئے۔ یہ عدل اور صفت کی بناء پر غیر منصرف ہیں۔

و ح ر — الْوَحَرُ: (واؤ اور حاء مفتوح) بمعنی جلن، کینہ، اور بغض وحسد۔ حدیث شریف میں ہے: يَذْهَبُ بِوَحَرِ الصَّدْرِ: روزہ سینے کی جلن یا بغض دور کرتا ہے۔

و ح ش — الْوَحْشُ: الْوُحُوْشُ: جنگلی جانور۔ اس کا واحد کا صیغہ وَحْشِيٌّ ہے۔ کہا جاتا ہے: حِمَارٌ وَحْشٌ: جنگلی گدھا یعنی گورخر۔ اور اضافت کے ساتھ اسے حِمَارُ وَحْشٍ کہتے ہیں۔

اَرْضٌ مَوْحُوْشَةٌ: جنگلی یا وحشی جانوروں والی زمین۔

الْوَحْشَةُ: تنہائی، دُکھ یا غم۔ قَدْ اَوْحَشَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے وحشی یا غیر مانوس بنا دیا۔ فَاسْتَوْحَشَ: تو وہ وحشی یا غیر مانوس بن گیا۔

اَوْحَشَ الْمَنْزِلُ: گھر ویران ہو گیا یا اُجڑ گیا۔ اور لوگ وہاں سے چلے گئے۔

وَحَّشَ الرَّجُلُ تَوْحِيْشًا: آدمی نے

پکڑے جانے کے ڈر سے اپنے کپڑے اوراپنا اسلحہ پھینک دیا۔ حدیث شریف میں ہے: فَوَحَشُوْا بِرِمَاحِهِمْ: توانہوں نے اپنے نیزے پھینک دیئے۔(پورا متن حدیث یہ ہے: اذا کان بین الأوس والخزرج قتال فجاءَ النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم، فلمّا راھم نادٰی یَایھا الّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتّقُوْ اللّٰہ حَقّ تُقَاتِہٖ فوَحَشُوْا باسلحتھم وَاعتنق بعضھم بعضًا)(مترجم)

و ح ل - الوَحَلُ: (واؤاور حاء مفتوح) پتلا گارا، کیچڑ۔

المَوْحَلُ: (حاء مفتوح) مصدر اور حاء مکسور۔ کیچڑ والی جگہ (ظرف مکان)۔

الوَحْلُ: (حاء ساکن) اس لفظ کا ردی اور ناکاری لہجہ ہے۔

وَحِلَ الرَّجُلُ (حاء مکسور) یَوْحَلُ وَحَلًا ومَوْحَلًا: بھی (حاء مفتوح) وہ کیچڑ میں دھنس گیا یا گر گیا۔

و ح م - الوَحَامُ: (واؤ مفتوح و مکسور) خواہش، خاص کر حاملہ عورت کی۔

قَدْ وَحِمَتْ (حاء مکسور) تَوْحَمُ وَحَمًا: (واؤ اور حاء دونوں مفتوح) اس عورت نے خواہش کا اظہار کیا۔ ایسی عورت کو اِمْرَاۃٌ وَحْمَی کہتے ہیں اور اس کی جمع نِسْوَۃٌ وَحَامَی ہے۔ مثل ہے: وَحْمَی ولا حَبَلَ: حمل کے بغیر ہی حاملہ کی سی خواہش رکھنا۔

وَحَمَهَا تَوْحِیْمًا: اس نے حاملہ عورت کو اس کی خواہش کے مطابق کھانا کھلایا۔

و ح ی - الوَحْیُ: الکتاب۔ اس کی جمع وُحِیٌّ ہے اس کی مثال حُلْی کی جمع حُلِیٌّ ہے۔ اس کا معنی اشارہ، کتابت، رسالت، الہام۔ پوشیدہ گفتگو ہے اور ہر وہ بات جو تم کسی سے کہو۔ کہا جاتا ہے: وَحَی اِلَیْہِ الکلام یَحْیِہ وَحْیًا: اس نے اس سے بات کی۔ اور اَوْحَی کا معنی بھی یہی ہے کہ اس نے اس کے ساتھ پوشیدہ گفتگو کی یا سرگوشی کی۔

وَحَی واَوْحَی کا معنی بھی 'اُس نے لکھا' ہے۔

اَوْحَی اللّٰہ الی اَنْبِیَائِہٖ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی طرف وحی بھیجی۔

اَوْحَی: اس نے اشارہ کیا۔ قول خداوندی ہے: فَاَوْحَی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا: اس نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم تسبیح کرو۔

الوَحَا: (الف ممدود اور مقصر) جلدی، تیزی۔ کہا جاتا ہے: الوَحَا الوَحَا: جلدی کرو، جلدی کرو۔

الوَحِیُّ بروزن فَعِیْلٌ: تیز رفتار۔ کہا جاتا ہے: مَوْتٌ وَحِیٌّ جلدی کی موت یا فوری موت۔

وخ ز - الوَخزُ: نیزے وغیرہ کے ساتھ کچوکہ دینا۔ لیکن نیزہ جسم میں داخل نہیں ہوتا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

وخ ش: کہا جاتا ہے کہ: هُوَ مِنْ وَخْشِ النَّاسِ: وہ رذیل لوگوں میں سے ہے۔

جَاءَنِيْ اَوْخَاشٌ مِنَ النَّاسِ: میرے پاس کچھ رذیل لوگ آئے۔

قَد وَخُشَ الشَّيْئُ: چیز خراب یا ردّی ہو گئی۔ اس کا باب سَهُلَ اور ظَرُفَ ہے۔

وخ ط - وَخَطَهُ الشَّيْبُ: وہ ادھیڑ عمر کا ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

وخ م - رَجُلٌ وَخِمٌ: (خاء مکسور) و وَخْمٌ: (خاء ساکن) اور معنی تنومند یا فربہ شخص۔

وَخِيْمٌ: بھاری۔

الوَخَامَةُ و الوُخُوْمَةُ: بھاری پن۔

وَخِمٌ کی جمع اَوْخَامٌ وِخَامٌ ہے۔

شَيْئٌ وَخْمٌ: ناگوار چیز یا مضر صحت چیز۔

بَلْدَةٌ وَخْمَةٌ وَخِيْمَةٌ: نامناسب آب و ہوا والا شہر جو وہاں رہنے والوں کے لئے موافق نہ ہو۔

اسْتَوْخَمَهَا: اس کو وہ جگہ ناموافق لگی۔

اسْتَوْخَمَ الطَّعَامَ: اسے کھانے سے بدہضمی ہو گئی۔

تَوَخَّمَهُ: اسے وہ بلائے جان محسوس ہوا۔

وَخِمَ الرَّجُلُ: آدمی کو بدہضمی ہو گئی، چنانچہ کہا جاتا ہے: اتَّخَمَ مِنَ الطَّعَامِ وعَنِ الطَّعَامِ: اسے کھانے سے بدہضمی ہو گئی۔ اس کا اسم التُّخَمَةُ یعنی بدہضمی ہے۔ (خاء مفتوح) ہے۔ لیکن عام لوگ اسے ساکن کرتے ہیں۔ شعر میں یہ لفظ ساکن ہی استعمال ہوا ہے۔ اس کی جمع تُخَمَاتٌ (خاء مفتوح) اور تُخَمٌ ہے۔

اَتْخَمَهُ الطَّعَامُ: کھانے نے اسے بدہضمی کر دی۔ اصل میں یہ لفظ اَوْخَمَهُ تھا۔

هٰذا الطَّعَامُ مُتْخَمَةٌ: (خاء مفتوح) اصل میں مَوْخَمَةٌ تھا۔ یہ کھانا بدہضمی کرنے والا ہے۔

وخ ی - تَوَخّٰى مَرْضَاتَهُ: اس نے اپنی پسندیدہ چیزوں کی طلب کی یا قصد کیا۔

ود ج - الوَدَجُ: (واؤ اور دال مفتوح)۔

الوِدَاجُ: (واؤ مکسور) گردن میں ایک رگ۔

هُمَا وَدَجَان: وہ دو رگیں ہیں۔

ود د - وَدِدْتُ لو تَفْعَلُ كَذَا وُدًّا: (واؤ مضموم) وَدَادًا اور وَدَادَةً: میری آرزو ہے کہ کاش تو ایسا کرے۔

وَدِدْتُ الرَّجُلَ (دال مکسور) وُدًّا: (واؤ مضموم) میں نے آدمی سے دوستی کی۔

الوُدُّ: (واؤ مفتوح، مضموم اور مکسور) دوستی، محبت۔

بِوُدِّی اَنْ یَکُوْنَ کَذَا: میری آرزو ہے کہ ایسا ہو۔

الوِدُّ (واؤ مکسور) الوَدِیْدُ: اس کی جمع أَوُدٌّ (واؤ مضموم) ہے۔ اس کی مثال قِدْحٌ کی جمع أَقْدُحٌ ہے۔ دوستی اور دوستی کرنے والا۔

هُمَا یَتَوَادَّانِ: وہ دو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

وَهُمْ أَوِدَّاءُ: وہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

الوَدُوْدُ: بہت محبت کرنے والا۔ رِجَالٌ وَدَدَاءُ: محبت کرنے والے لوگ۔ اس کا وزن فُقَهَاءُ ہے۔ اس میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہیں۔ اس کی وجہ اس لفظ کا مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت در صفت ہونا ہے۔

اَلوَدُّ: (واؤ مفتوح) اہل نجد کے لہجے ہیں۔ الوَتِدُ: بمعنی کھونٹی۔

وَدٌّ: ایک بت۔ جسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔

و د ع - التَوْدِیْعُ: سفر کرتے وقت کسی کو الوداع کہہ کے رخصت کرنا۔ اس کا اسم الوَدَاعِ ہے۔ واؤ مفتوح ہے۔ قول خداوندی ہے: مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ: اس کا معنی مفسرین نے یہ کیا ہے کہ اس نے آپ (ﷺ) کو نہیں چھوڑا۔

الوَدَعَاتُ: سفید رنگ کے موتی جو سمندر سے نکلتے ہیں جو چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ یعنی حجم میں مختلف ہوتے ہیں۔ اس کا واحد وَدْعَـةٌ (دال ساکن اور مفتوح) ہے۔

الدَّعَـةُ: سکون اور راحت۔ وَدُعَ (دال مضموم) الرَّجُلُ: آدمی پرسکون ہوا۔ اس کا اسم فاعل وَدِیْعٌ یعنی پُرسکون ہے۔ اور وَادِعٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی مثال حَمُضَ اور حامِضٌ ہے۔ المُوَادَعَةُ: مصالحت۔

التَّـوَادُعُ: ایک دوسرے کے ساتھ مصالحت کرنا۔ لوگ کہتے ہیں: دَعْ ذَا: یعنی اسے چھوڑ دے۔ اس کی اصل وَدَعَ یَدَعُ ہے۔ ان معنوں میں اس کا ماضی کا صیغہ نہیں ہوتا چنانچہ وَدَعَهُ نہیں کہتے بلکہ تَرَکَهُ کہتے ہیں۔ نہ ہی وَادِعٌ کہتے ہیں بلکہ اس کی جگہ تَارِکٌ کہتے ہیں۔ ممکن ہے ضرورت شعری کے پیش نظر وَدَعَـهُ اور مَوْدُوْعٌ اپنے اصل معنوں میں استعمال ہوتے ہوں۔

الوَدِیْعَةُ: امانت اس کی جمع الوَدَائِعُ ہے۔ کہا جاتا ہے: أَوْدَعَهُ مَالًا: اس نے اس کے پاس کچھ مال بطور امانت رکھا۔ أَوْدَعَهُ مَالًا کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے مال قبول کر لیا بطور امانت یعنی کلمات اضداد میں سے ہے۔

اسْتَوْدَعَهُ وَدِيعَةً: اس نے اس کو امانت دی۔ یعنی اس کے پاس مال محفوظ رکھوایا۔

و د ق-الوَدْقُ: بارش۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

و د ک-الوَدَکُ: گوشت کی چربی۔
دَجَاجَةٌ وَدِیکَةٌ: موٹی تازی مرغی۔
دِیکٌ وَدِیکٌ: موٹا تازہ اور فربہ مرغا۔

و د ی-الوَدْیُ: (دال ساکن) پیشاب کے بعد خارج ہونے والے قطرے۔
الوَدِیّ (یاء مشدّد) کا معنی بھی بقول الاموی یہی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے:
وَدَی یَدِی وَدْیًا (بغیر الف)۔ الدِّیَةُ:
دیت، خون بہا۔ اس کی جمع الدِّیات ہے۔
اس میں ھاء، واؤ کا عوض ہے۔
وَدَیْتُ القَتِیلَ: میں نے مقتول کی دیت ادا کی۔ اس کا مضارع اَدِیْهِ اور مصدر دِیَةً ہے۔
اتَّدَیْتُ: میں نے دیت لی۔ اس سے فعل امر دِ فلانًا ہوگا یعنی فلاں کی دیت ادا کر۔ اس کا تثنیہ دِیَا اور جمع دُوا فلانًا ہوگا۔
اَوْدَی الرَّجُلُ: آدمی ہلاک ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل مُودٍ ہے۔
الوَدِیُّ بروزن فَعِیلٌ: چھوٹا پودا۔ اس کا واحد وَدِیَّةٌ ہے۔
الوَادِی: وادی۔ بعض اوقات اسے یاء چھوڑ کر صرف وَادِ کہنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ بقول شاعر:
قَرْقَرَ قُمْرُ الوَادِ بِالشَّاهِقِ
"وادی کی قمری یا بلبل بلند درخت پر چہچہائی۔"
اس کی جمع اَوْدِیَةٌ ہے۔ اور یہ خلاف قیاس ہے۔ یہ تو وَدِیٌّ کی جمع لگتی ہے۔ اس کی مثال سَرِیٌّ کی جمع اَسْرِیَةٌ ہے۔ جس کا معنی نہر ہے۔

و ذ ر-ذَرْهُ: اسے چھوڑ دے یا جانے دے۔ هُوَ یَذَرُهُ: وہ اسے چھوڑتا ہے۔
اس کی بجائے وَذَرَهُ نہیں کہتے۔ اور نہ ہی وَاذِرٌ کہا جاتا ہے بلکہ اس کے بدلے تَرَکَهُ اور تَارِکٌ کہا جاتا ہے۔

و ذ م-الوِذَامُ: پیٹ اور آنتیں۔ اس کا واحد وَذَمَةٌ ہے۔ اس کی مثال ثَمَرَةٌ اور ثِمَارٌ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ولئن ولیت بنی اُمَیَّةَ لَاَنْفُضَنَّهُمْ نَفْضَ القَصَّابِ التُّرَابَ الوَذِمَةَ: اگر مجھے بنو امیہ پر قدرت اور غلبہ ملا تو میں ان کو جھاڑ پونچھ کر ایسا صاف کردوں گا جیسے قصاب پیٹ اور آنتوں کی مٹی صاف کرتا ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے اس لفظ کے

متعلق شعبہ سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کا یہ معنی نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس طرح قصاب اس اوجھڑی کو جو مٹی میں گری ہوتی ہے اور خاک آلود یعنی مٹی سے لتھڑی ہوتی ہے اسے صاف کرتا ہے۔

و ر ث-وَرِثَ اَبَاہ: وہ اپنے باپ کا وارث ہوا۔ وَرِثَ الشَّیْئَ مِنْ اَبِیْہِ: اس کو اپنے باپ سے چیز ورثہ میں ملی۔ اس کا مضارع یَرِثُہٗ (راء مکسور) ہے اور مصدر وِرْثًا، وِرْثَۃً اور وِرَاثَۃً (واؤ مکسور) ہے۔ نیز اِرْثًا (ہمزہ مکسور) بھی ہے۔ اَوْرَثَہٗ اَبُوْہُ الشَّیْئَ: اس کے باپ نے اسے وراثت میں چیز دی۔

وَرَّثَ فُلَانٌ فُلَانًا تَوْرِیثًا: فلاں نے فلاں شخص کو وارث بنایا۔

و ر د-وَرَدَ، یَرِدُ: (راء مکسور) وُرُوْدًا: وہ وارد ہوا۔ اَوْرَدَہٗ غَیْرُہٗ: کسی اور نے اسے وارد کیا۔

اِسْتَوْرَدَہٗ: اس نے اسے درآمد کیا۔

الوِرْدُ: (واؤ مکسور) جزو۔ پارۃ

قَرَأْتُ وِرْدِیْ: میں نے اپنا ورد یعنی جزو پڑھا، یا پارہ پڑھا۔

الوِرْدُ، الصدر کی ضد ہے۔ اور اس کا معنی الوُرَّادُ ہے۔ جس کا معنی وہ لوگ ہیں جو پانی پر اترتے ہیں۔ اس کا معنی باری کے بخار کا دن بھی ہے۔

حَبْلُ الوَرِیْدِ: شہ رگ۔ عربوں کا خیال ہے یہ رگ جان ہے۔ اور یہ دو رگیں یعنی الوَرِیْد اور الوتین گردن کے دونوں اطراف میں ایسی جگہ ہوتی ہیں جہاں گردن کا اگلا حصہ ان موٹی رگوں سے ملتا ہے۔

الوَرْدُ: گلاب کا پھول۔ اس کا واحد وَرْدَۃٌ ہے اور رنگ کے اعتبار سے شیر کو اور گھوڑے کو ورد کہتے ہیں۔ اور یہ رنگ کمیت اور اشقر یعنی گہرے سرخ رنگ کے درمیان کا رنگ ہے۔ اس کی مؤنث وَرْدَۃٌ ہے۔ اس کی جمع وُرْدٌ (واؤ مضموم) ہے۔ اس کی مثال جَون اور جُون ہے اس کی جمع وِرَادٌ (میں واؤ مکسور) بھی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ قول خداوندی ہے: فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً: جب آسمان پھٹ جائے گا، تو وہ (پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح) گلابی ہوگا۔

الوَارِدُ: راستہ۔ یہی معنی المورد کا ہے۔

الزُّمَاوَرْدُ: معرب کلمہ ہے۔ عام لوگ اسے بَزْمَا وَرْد کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ یہ درحقیقت بھنا ہوا گوشت جو کوٹا ہوا ہو اور پھر کسی پتلے کاغذ میں لپٹا ہو۔ پھر اسے کاٹا جاتا ہے۔ اسے اَوْساط کہا جاتا ہے۔ اس کی یہ وضاحت المنهاج کے مصنف نے اپنی کتاب میں بذیل مادہ باء مع زای دی ہے۔

و ر غ: دیکھئے بذیل 'ا ر غ'۔

و ر س -الوَرْسُ: بروزن الفَلْسُ یمن میں پیدا ہونے والا زرد رنگ کا پودا یا گھاس یا کائی۔ جس سے چہرہ کی صفائی کے لئے لیپ تیار کیا جاتا ہے۔

اَوْرَسَ المکانُ: مکان میں اَوْرَسَ گھاس (کائی) اُگ آئی۔ ایسی جگہ کو وَارِسٌ کہتے ہیں۔ اس کے بدلے مُوْرِسٌ نہیں کہا جاتا۔ اور یہ نادر ہے۔

وَرَّسَ الثَّوْبَ: اس نے کپڑے ورس سے رنگے۔

و ر ش -الوارِشُ: اس وقت قوم کے ہاں آنے والا جب کہ قوم یا لوگ کھانا کھا رہے ہوں اور اُسے کھانے میں شرکت کی دعوت نہ دی گئی ہو، یعنی بن بلایا مہمان۔ اس کی مثال الواغِلُ کی ہے جو پینے کی مجلس میں بن بلایا آئے۔

الوَرَشَانُ: زُرقی۔ مثل ہے: بِعِلَّةِ الوَرَشَانِ تَاْكُلُ رُطَبَ المُشَانِ: تم زرقی کے بہانے مشان کھجور کھاتے ہو۔ (اس کی تفصیل بذیل مادہ 'م ش ن' دی گئی ہے)۔ اس کی جمع الوَرَاشِينُ اور الوِرْشَانُ (واؤ مکسور اور راء ساکن) ہے لیکن یہ خلاف قیاس ہے اس کی مثال کِروان ہے جو کَرَوان کی جمع ہے۔

و ر ط -الوَرْطَةُ: ہلاکت، تباہی۔ اَوْرَطَهُ وَوَرَّطَهُ تَوْرِيطًا فَتَوَرَّطَ: اس نے اسے ہلاکت میں ڈال دیا، تو وہ ہلاکت میں پڑ گیا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا خِلَاطَ وَلَا وِرَاطَ: نہ خِلاط جائز ہے اور نہ وِراط۔ خِلاط دو مختلف شخصوں کے جانوروں کو اکٹھا کر کے نصاب مکمل کر کے زکوٰۃ کی وصولی ہے اور وِراط یہ ہے کہ بکریاں کہیں نشیب میں چھپا دی جائیں تا کہ زکوٰۃ کی وصولی کے تحصیل دار کو خبر نہ ہو اور اس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچا جائے۔

و ر ع -الوَرِعُ: (راء مکسور) پرہیزگار شخص۔ اس کا فعل وَرِعَ يَرِعُ رِعَةً (راء مکسور تینوں میں) ہے۔

تَوَرَّعَ مِنْ كَذَا: وہ فلاں چیز سے بچ گیا۔

وَرَّعَهُ تَوْرِيعًا: اس نے اسے روکا، یا بچایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: وَرِّعِ اللِّصَّ ولا تُراعِهِ: یعنی تم چور کو اپنے گھر میں دیکھو یا پاؤ تو اسے روکو اور اپنی مدافعت کرو اور اس بات کا انتظار نہ کرو کہ اس کے ہاتھوں کیا کچھ ہوتا ہے۔ یعنی اسے اپنی کاروائی کی مہلت نہ دو۔

و ر ق -الوَرِقُ: ٹکسالی درہم۔ یہی معنی الرِّقَةُ (مخفف) کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فی الرِّقَةِ رُبْعُ العُشْرِ:

چاندی میں زکوٰۃ کا نصاب چالیسواں حصہ ہے۔الورق کے تین لہجے ہیں:

(۱) وَرِق.

(۲) وِرْق اور

(۳) وَرْق.

اس کی مثال کَبِدٌ، کِبْدٌ اور کَبْدٌ ہے۔

رَجُلٌ وَرَّاق: بہت درہموں کا مالک یعنی مالدار شخص۔ وَرَّاق کا معنی ورق ساز اور کاتب کو بھی کہتے ہیں۔ الوَرَق من اَوْرَاق الشّجر: درختوں کے پتوں میں سے ایک پتا۔ یا کتاب کا ایک ورق۔اس کا واحد وَرَقَةٌ ہے۔

شَجَرَةٌ وَرِقَةٌ ورِيقَةٌ: برگ دار درخت۔ پتوں بھرا درخت۔

اَوْرَقَ الشَّجَرُ: درخت پر پتے پھوٹ نکلے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان معنوں میں وَرَقَ الشَّجَرُ واَوْرَقَ کہا جاتا ہے لیکن اَوْرَقَ کا استعمال زیادہ ہے۔

وَرَّقَ تَوْرِيقًا کا بھی یہی معنی ہے۔

الوَارِقَةُ: سرسبز درخت اور خوش برگ درخت۔ الوَرَقُ (راء مفتوح) کا معنی مالدار بھی ہے جس کے پاس دولت اور اونٹ وغیرہ ہوں۔ کبوتری کو بھی سیاہی مائل صاف وشفاف اور چمکدار سفید رنگ کی بناء پر وَرْقَاءُ کہتے ہیں۔

ورک-الوَرِکُ: سُرین، ران سے اوپر والا حصہ۔ یہ لفظ مؤنث ہے بعض اوقات فَخِذٌ اور فَخْذٌ کی طرح اسے بھی مخفف کر کے الوَرْکُ کہا جاتا ہے۔

العَوَرُّکُ علی الیُمنٰی: نماز میں سرین کو دائیں پاؤں پر رکھ کر بیٹھنا۔ البتہ حدیث ابراہیم میں ہے کہ: اَنَّهُ يَكْرَهُ التَوَرُّکَ فِي الصَّلَاةِ: نبی اکرم ﷺ نماز میں تورک کو ناپسند فرماتے تھے۔ اس کے برعکس دونوں یا ایک سرین زمین پر لگانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے: نَهٰى اَنْ يَسْجُدَ الرَّجُلُ مُتَوَرِّكًا: یعنی آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص تورک کر کے سجدہ کرے۔

تَوَرَّکَ عَلَى الدَّابَةِ: اس نے سواری پر تورک کیا یعنی سواری پر بیٹھے زین کے اوپر پاؤں موڑ کر اس پر اپنا سرین رکھا۔

ورل-الوَرَلُ: رینگنے والا جاندار مثلاً گوہ۔

ورم-الوَرَمُ: ورم، سُوجن۔ اس کی جمع الأَوْرَامُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: وَرِمَ جِلْدُهُ: اس کی جلد میں ورم آ گیا۔ اس کا مضارع يَرِمُ (ماضی مضارع دونوں میں راء مکسور) ہے، یہ شاذ ہے۔

تَوَرَّمَ کا معنی بھی یہی ہے۔

وَرَّمَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اس پر ورم

چڑھادیا۔اس کا مصدر تَوْرِيمًا ہے۔

و ر ی-وَرَی القَيحُ جَوْفَهُ، يَرِيهِ، وَرْيًا: پیپ نے اس کے پیٹ کو بیمار کر دیا۔

میرا کہنا ہے کہ مکمل حدیث یہ ہے کہ: خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَمْتَلِئَ شِعرًا: مفہوم یہ ہے کہ شعر سے پیٹ بھرنے سے بہتر یہ ہے کہ پیٹ میں پیپ بھر جائے اور انسان بیمار ہو جائے۔

الوَرَی: مخلوق خدا۔

وَرَیَ الزَّنْدُ، يَرِی (راء مکسور) وَرْيًا: چقماق سے آگ نکلی۔اس کا ایک اور یہ لہجہ ہے: وَرِیَ: يَرِی (ماضی و مضارع میں راء مکسور)۔

اَوْرَاهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے چقماق سے آگ نکالی۔

وَرَّاهُ تَوْرِيَةً: اس نے اسے چھپادیا۔

تَوَارَی: وہ چھپ گیا۔

وَرَاءَ: بمعنی پیچھے اور بعض اوقات اس کا معنی آگے بھی ہوتا ہے۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔اگر اسے کسی اور اسم یا ضمیر کے ساتھ اضافت نہ دیں تو اسے بطور غایت رفع دیتے ہیں۔اور اس کی مثال مِنْ قَبْلُ اور مِنْ بَعْدُ ہے۔قول خداوندی ہے: وَكَانَ وَرَاءَ هُمْ مَلِكٌ: یہاں وَرَاءَ کا معنی ان کے سامنے سے ہے۔

وَرَّی الخَبَرَ تَوْرِيَةً: اس نے خبر کو پوشیدہ رکھا اور کسی اور نے اسے ظاہر کر دیا۔ گویا وہ خبر انسان کے پیچھے سے لی گئی۔گویا وہ شخص خبر کو اپنے پیچھے رکھتا ہے جہاں سے دوسرے اسے دیکھ لیتے ہیں۔

و ز ب-المِيزَابُ: پرنالہ۔ فارسی کلمہ ہے۔اسے ہمزہ کے ساتھ معرب کیا گیا ہے اور مِئزاب بنایا گیا ہے۔اور ہمزہ کے بغیر اس کی جمع مَيَازِيبُ ہے۔

و ز ر-الـوَزَرُ: (واؤ اور زای دونوں مفتوح) پناہ گاہ۔اس کا اصل معنی پہاڑ ہے۔

الوِزْرُ: بوجھ اور گناہ، گٹھڑی اور اسلحہ۔

الوَزِيرُ المُوَازِرُ: اس کی مثال الاَكِيلُ وَالمُوَاكِلُ ہے۔کیونکہ وزیر دوسرے کا بوجھ اٹھاتا ہے۔یعنی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے یا کام میں ہاتھ بٹاتا ہے۔

الـوَزَارَةُ، الوِزارة: ایک دوسرا لہجہ ہے۔

قَدِ اسْتُوْزِرَ فُلَانٌ: فلاں شخص کو وزیر بنایا گیا۔یعنی وہ امیر کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔يَتَوَزَّرُ لَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

اتَّزَرَ الرَّجُلُ: آدمی بوجھ پر سوار ہوا۔[1] قول خداوندی ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی: کوئی کسی کا بوجھ نہیں

[1] اتزر الرجل: آدمی نے ازار باندھا یا لنگوٹ کس لیا۔(مترجم)

اٹھائے گا۔ اخفش رحمہ اللہ نے کہا کہ: کسی کو کسی دوسرے کے جرم اور گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا۔ اس سے فعل یہ ہے: وَزِرَ (زای مکسور) یَوْزَرُ اور وَزَرَ یَزِرُ (زای مکسور)۔ وُزِرَ یُوْزَرُ: اس کا فعل مجہول ہے۔ اور اس کا اسم مفعول مَوْزُوْرٌ ہے۔ حدیث شریف میں صرف مـاجُوْرَاتٌ کے مقابل مَـاْزُوْرَاتٌ آیا ہے۔ مفرد کے طور پر اسے مَـوْزُوْرَاتٌ کہتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اِرْجِـعْـنَ مَـاجُوراتٍ غـیـر مـاْزُوْرَاتٍ۔

و ز ز - الوزُّ: ایک لہجہ ہے الاِوَزُّ کا۔ یہ ایک آبی پرندہ ہے۔ بطخ یا مرغابی۔

و ز ع - وزعـه یـزعُه وزعـا: اس کی مثال وَضَـعَـهُ یَضَـعُهُ وَضْـعًا: اور اس کا معنی ہے: اس نے اسے روکا۔

فَـاتَّزَعَ: تو وہ رک گیا۔

اَوْزَعَـــهُ بالشَّیْئِ: اس نے اس کو کچھ دے کر بہلایا یا پھسلایا۔

اسْـتَـوْزَعْتُ اللهَ شُـكْـرَهُ: میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کی توفیق مانگی۔

فـاَوْزَعَنِي: تو اللہ نے مجھے توفیق عطا کر دی۔

الـوَازِعُ: وہ شخص جو صف سے آگے بڑھ کر صف درست کرتا ہے۔ اور لوگوں کو آگے پیچھے کرتا ہے۔ اس کی جمع وَزَعَةٌ ہے۔ اس کا ذکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: لا بُـدَّ لِلنَّـاسِ مِـن وازِعٍ: لوگوں میں صف درست کرنے والا ایک آدمی ہونا چاہیے۔ یعنی ایک بااختیار سلطان ہونا چاہیے جو لوگوں کو برائی سے روکے۔

کہا جاتا ہے: وَزَعْتُ الجَیْشَ: تم نے فوج کو ترتیب سے رکھا۔ قول خداوندی ہے: فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ: تو ان کو اقسام میں ترتیب دیا جاتا رہا۔

التَّوْزِیْعُ: تقسیم کرنا۔ الگ الگ ترتیب دینا۔ کہا جاتا ہے: تَوَزَّعُوْا: وہ آپس میں بٹ گئے۔

الاَوْزَاعُ: ہمدان کے وسط میں ایک جگہ کا نام۔ اس جگہ سے منسوب الامام الاوزاعی ہیں۔

و ز غ - الوزغة: ایک کیڑا۔ اس کی جمع وَزَغٌ اَوْزَاغٌ اور وِزْغَانٌ (واؤ مکسور) ہے۔

و ز ف - وزَف یزِف: (زای مکسور) وَزِیْفًا: اس نے جلدی کی۔ قرآن کی آیت یوں پڑھی گئی ہے: فَاَقْبَلُوْا اِلَیْهِ یَزِفُوْنَ (فاء مخفف) وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔

الوزِیْفُ والـزَّفِیْفُ: (دونوں برابر)

تیز رفتار۔

و ز ن - المیزان: ترازو۔

وَزَنَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو تولا۔ اس کا باب وَعَدَ اور زِنَةً بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: وَزَنْتُ فُلَانًا اور وَزَنْتُ لِفُلَانٍ: میں نے فلاں شخص کو تول کر دیا۔ قول خداوندی ہے: وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ: جب وہ اوروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

هٰذَا يَزِنُ دِرْهَمًا: یہ ایک درہم کے وزن یا قیمت کے برابر ہے۔

میرا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے: 'اس چیز کی قیمت ایک درہم کے برابر ہے نہ کہ اس چیز کا وزن درہم کے برابر ہے'۔ میں نے یہی سمجھا ہے۔ یہی لفظ حدیث شریف میں ہے: لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ: کاش! اللہ کے نزدیک اس دنیا کی قیمت مچھر کے ایک پر کے برابر ہوتی۔

دِرْهَمٌ وَازِنٌ: درہم معیاری وزن ہے یا وزن کا معیار ہے۔ وَازَنَ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ: اس نے دو چیزوں کے درمیان موازنہ کیا۔ اس کا مصدر مُوَازَنَةٌ اور وِزَانًا ہے۔ هٰذَا يُوَازِنُ هٰذَا: یہ اس کے برابر ہے یا یہ اس کے آمنے سامنے ہے۔ اور کہا جاتا ہے: وَزَنَ الْمُعْطِي وَاتَّزَنَ الْآخِذُ یا یوں کہا جاتا ہے کہ نَقَدَ الْمُعْطِي وَانْتَقَدَ الْآخِذُ: دینے والے نے تول کر دیا اور لینے والے نے اسے پرکھا۔

و س خ - الوَسَخُ: میل کچیل۔ غلاظت۔

قَدْ وَسِخَ الثَّوْبُ: کپڑا میلا ہو گیا، (سین مکسور)۔ يَوْسَخُ وَسَخًا تَوَسَّخَ اور اتَّسَخَ: تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔

أَوْسَخَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے میلا کر دیا۔

و س د - الوِسَادُ: الوِسَادَةُ: (واؤ مکسور) تکیہ۔ اس کی جمع وَسَائِدُ اور وُسُدٌ (واؤ اور سین دونوں مضموم) ہے۔

وَسَّدْتُهُ الشَّيْئَ تَوْسِيدًا فَتَوَسَّدَهُ: میں نے اسے کوئی چیز تکیہ رکھنے کے لئے دی تو اس نے اسے تکیہ بنا لیا۔ معنی اپنے سر کے نیچے رکھ لیا۔

و س ط - وَسَطَ القَوْمَ: وہ لوگوں کے وسط میں بیٹھا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے اور سِطَةً بھی ہے۔ اس میں سین مکسور ہے۔ اس سے مراد وہ قوم کا ثالث بن گیا ہے۔

الْإِصْبَعُ الْوُسْطَىٰ: درمیانی انگلی۔

التَّوْسِيطُ: کسی کو وسط میں رکھنا۔ یا کسی کو واسطہ بنانا۔ بعض نے فَوَسَّطْنَ بِهِ جَمْعًا: میں سین کو مشدد پڑھا ہے۔

التَّوْسِيطُ کا معنی کسی چیز کو نصف سے کاٹ کر دو حصوں میں بانٹنا بھی ہے۔

التَّوَسُّطُ بين النَّاسِ: لوگوں کے درمیان واسطہ بننا۔

الوَسَطُ من كل شَيْءٍ: ہر چیز کا معتدل ترین حصہ یا عادل حصہ۔ قول خداوندی ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا: اس طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا۔

شَيْءٌ وَسَطٌ: عمدہ اور ردّی کے درمیان والی چیز۔

وَاسِطَةُ القِلَادَةِ: ہار کے درمیان میں جڑا ہوا ہیرا۔ جو تمام ہیروں سے زیادہ عمدہ ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ بقول الازہری اس سے مراد وہ ہیرا ہے جو ہار کے عین نصف میں یا وسط میں جڑا ہوا ہوتا ہے۔

وَاسِطٌ: ایک شہر کا نام جو کوفہ اور بصرہ کے درمیان حجاج کے بنے ہوئے محل کی نسبت سے مشہور ہے۔ یہ منصرف اور مذکر ہے۔ یوں شہروں کے نام زیادہ تر مؤنث ہوتے ہیں۔ شہروں میں سے غیر منصرف شہر یا جگہیں منیٰ، شام، عراق، واسط، وابق، فلج اور ہجر ہیں۔ یہ جگہیں مذکر مانی جاتی ہیں اور منصرف ہیں۔ ممکن ہے کہ ان سے مراد البُقعَةُ یا البَلدَةُ لی جاتی ہو تو انہیں غیر منصرف بنایا جاتا ہو۔

جَلَسْتُ وَسْطَ القَوْمِ میں وسط کا سین ساکن ہے کیونکہ وہ ظرف ہے اور جَلَسْتُ فِي وَسَطِ القومِ میں وسط کا سین متحرک ہے کیونکہ یہاں وسط اسم ہے۔ ہر جگہ جس میں بَيْنَ کا استعمال مناسب ہو وہاں وَسْطٌ (سین ساکن) ہے۔ یعنی بَيْنَ کے معنوں میں وَسْط میں سین ساکن ہوتا ہے اور جہاں بین کے معنی نہ ہوں وہاں وَسَط میں سین متحرک ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایسے موقعوں پر بھی سین کو ساکن کیا جاتا ہو لیکن اس کی کوئی توجیہ نہیں۔

و س ع - وسِعَهُ الشَّيْءُ: (سین مکسور) يَسَعُهُ، سَعَةً (سین مفتوح) اور الوُسْعُ اور السَّعَةُ (سین مفتوح) چیز نے اسے سمیٹ لیا۔ یا چیز اس کے لئے کافی ہوگئی۔

السَّعَةُ: (سین مفتوح) وسعت، گنجائش اور صلاحیت و طاقت۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِن سَعَتِهِ: کا معنی ہے کہ صاحب استطاعت اور مال دار اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرے۔

أَوْسَعَ الرَّجُلُ: آدمی مال دار بن گیا۔ اسی نسبت سے قول خداوندی ہے: وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ: یہاں مُوسِعُون کا معنی قدرت رکھنے والا ہے۔ کہا جاتا ہے أَوْسَعَ اللهُ عَلَيْكَ: اللہ تعالیٰ تجھے

وسعت وکشائش عطا کرے۔ یعنی تجھے مال دار بنائے۔

التَّوْسِيْعُ، التَّضْيِيْقُ: بمعنی تنگ کرنے کی ضد ہے۔ اور معنی وسیع اور کشادہ کرنا ہے۔

کہا جاتا ہے: وَسَّعَ الشَّيْئَ فَاتَّسَعَ: اس نے چیز کو کشادہ کیا تو وہ کشادہ ہوگئی۔

اِسْتَوْسَعَ: وہ وسیع ہوگیا۔ اس نے توسیع پسندی کی۔ تَوَسَّعُوْا فِي الْمَجْلِسِ: وہ مجلس میں کھلے ہو کر بیٹھے۔

يَسَــعُ: ایک عجمی نام ہے جس پر الف لام داخل ہوا ہے جب یہ ایسے ناموں مثلاً: يَعْــمُـر، يَزِيْـد، يَشْكُر پر داخل نہیں ہوتا۔ البتہ ضرورت شعری کے تحت ایسا ہو بھی جاتا ہے۔ اور اَللَّيَسَــعُ کو دو لام کے ساتھ اللَّيْسَعُ پڑھا گیا ہے۔

و س ق — الوَسْــقُ: مصدر ہے۔ اس کا فعل وَسَقَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو جمع کیا اور اسے اُٹھایا۔ اس کا باب وَعَـدَ ہے۔ یہی لفظ قول خداوندی میں آیا ہے: وَاللَّيْلِ وَمَــا وَسَـقَ: یعنی جب رات پہاڑوں، درختوں، سمندروں اور زمین پر چھا گئی اور یہ ساری جگہیں رات میں جمع ہوگئیں تو گویا رات نے انہیں اکٹھا کرلیا اور اُٹھایا۔

الوَسْقُ: ایک پیمانہ ہے جو ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے۔

خلیل کا قول ہے کہ الوَسْقُ اونٹ کا بوجھ ہے اور الوِقْرُ خچر اور گدھے کا بوجھ ہے۔

الاِتِّسَاق: انتظام۔

اَوْسَــقَ البَـعِيْــرَ: اس نے اونٹ پر اس کا بوجھ لاد دیا۔

و س ل — الوَسِــيْـلَةُ: ذریعے جو کسی کو دوسرے تک پہنچادے یا قریب کردے۔ اس کی جمع الوَسِيْلُ اور الوَسَائِلُ ہے۔

التَّوْسِيْلُ اور التَّوَسُّلُ دونوں کا ایک معنی ہے یعنی وسیلہ اختیار کرنا۔ وَسَّــلَ (سین مشدد) فُلَانٌ اِلىٰ رَبِّهٖ وَسِيْلَةً: اس نے اپنے رب تک پہنچنے کے لئے ایک وسیلہ اختیار کیا یا تلاش کیا۔

تَوَسَّــلَ اِلَيْـهِ بِوَسِيْلَةٍ: اس نے ایک وسیلہ کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کر لیا۔

و س م — وَسَــمَـهُ: اس کا باب وَعَدَ اور سِــمَـةً بھی ہے۔ اس نے مہر یا داغ کے ذریعے اسے نشان زد کرلیا۔

الوَسِـــمَـةُ (سین مکسور) عِظْلِمَ: نامی پودا ہے جس سے خضاب بنایا اور لگایا جاتا ہے۔ اس لفظ میں سین ساکن اس کا ایک لہجہ ہے۔ اسے وُسْمَةٌ (واؤ مضموم) نہیں کہنا چاہئے۔ اس سے امر کا صیغہ تَوَسَّمْ ہے۔

الوَسْمِيُّ: موسم بہار کی پہلی بارش۔ کیونکہ

یہ بارش زمین پر سبزہ پیدا کر کے اسے سرسبز کر دیتی ہے۔ گویا زمین کو وسمہ لگا دیتی ہے۔ اور زمین کی اس حالت کو مَوْسُوْمَةٌ کہتے ہیں۔

تَوَسَّمَ الرَّجُلُ: آدمی نے وسمی گھاس طلب کی۔

مَوْسِمُ الحَاجِّ: حاجیوں کا موسم۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ ان دنوں حاجی جمع ہوتے ہیں۔

وَسَّمَ النَّاسُ تَوْسِيْمًا: لوگوں نے موسم پالیا، یا منالیا۔ اس کی مثال عَيَّدُوْا ہے یعنی لوگوں نے عید منائی۔

المِيْسَمُ: استری۔ اس لفظ میں یاء دراصل واؤ ہے۔ اس کی جمع لفظاً مَيَاسِمُ ہے اور اصلاً مَوَاسِمُ ہے۔ دونوں جائز ہیں۔

المِيْسَمُ کا معنی خوبصورتی بھی ہے۔

فُلَانٌ وَسِيْمٌ: فلاں شخص خوبرو ہے۔

قَوْمٌ وِسَامٌ: خوبرو لوگ۔ اِمْرَأَةٌ وَسِيْمَةٌ: خوبرو عورت۔

نِسْوَةٌ وِسَامٌ: خوبرو عورتیں۔ اس کی مثال ظَرِيْفٌ اور اس کی جمع ظِرَافٌ ہے اور صَبِيْحَةٌ اور صِبَاحٌ ہے۔

وَسُمَ الرَّجُلُ: (اس کا باب ظَرُفَ ہے۔ وَسَامَةً اور وَسَامًا (بحذف ھاء بھی) اور معنی آدمی خوبرو ہوا۔ اس کی مثال

جَمُلَ جَمَالًا ہے۔

فُلَانٌ مَوْسُوْمٌ بِالخَيْرِ: فلاں شخص نیکی اور بھلائی کے لئے مشہور و معروف ہے۔

تَوَسَّمْتُ فِيْهِ الخَيْرَ: میں نے اس میں بھلائی کے آثار دیکھے۔

اِتَّسَمَ الرَّجُلُ: آدمی نے اپنے لئے ایک نشان یا پہچان مقرر کر لی۔

و س ن - الوَسَنُ و السِّنَةُ: اُونگھ۔ قَدْ وَسِنَ (سین مکسور) الرَّجُلُ: آدمی کو اونگھ آ گئی۔

يَوْسَنُ وَسَنًا: اس کا اسم فاعل وَسْنَانٌ اونگھنے والا۔

اسْتَوْسَنَ کا معنی بھی یہی ہے۔

و س و س - الوَسْوَسَةُ: وسوسہ، دل میں کھٹکنے والی بات، کھٹکا۔

وَسْوَسَتْ اِلَيْهِ نَفْسُهُ: اس کے نفس نے اس میں وسوسہ ڈال دیا۔ اس کا مصدر وَسْوَسَةٌ، وِسْوَاسٌ (واؤ مکسور) ہے۔

الوَسْوَاسُ: (واؤ مفتوح) اس کا اسم ہے بمعنی کھٹکا۔ اس کی مثل الزِّلْزَالُ اور الزَّلْزَالُ ہے۔ قول خداوندی ہے: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ: تب ان کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈال دیا۔ لَهُمَا سے مراد اِلَيْهِمَا ہے۔ لیکن عرب فعل کو بطور صلہ ان تمام حروف کے ساتھ ملاتے ہیں۔ زیورات کی جھنکار کو بھی وَسْوَاسٌ

کہتے ہیں۔ اور وَسْوَاسٌ شیطان کا نام بھی ہے۔

و س ی - أَوْسَى رَأْسَهُ: اس نے سر منڈھایا۔

الْمُوسَى: بلیڈ یا اُسترا جس سے سر کے بالوں کا حلق کرتے ہیں۔ الفراء کا قول ہے کہ یہ کلمہ مؤنث ہے اور الاموی کا قول ہے کہ یہ صرف مذکر ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ ہم نے سوائے الاموی کے کسی سے اس کا مذکر ہونا نہیں سنا۔

مُوسَى: آدمی کا نام۔ ابو عمرو بن العلاء کا قول ہے کہ یہ لفظ نکرہ کی حیثیت سے منصرف ہونے کے باعث مُفْعَل کے وزن پر ہے۔ فُعْلَى کے وزن پر اسم کسی صورت میں بھی منصرف نہیں ہوتے۔ اسماء فُعْلَى سے زیادہ مُفْعَلُ کے وزن پر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اَفْعَلْتُ کا صیغہ مبنی ہوتا ہے۔ الکسائی کا قول ہے کہ اس کا وزن فُعْلَى ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ 'م و س' میں ہو چکا ہے۔ اس سے منسوب لفظ مُوسَوِيٌّ اور مُوسِيٌّ ہے۔ اس کا ذکر بذیل مادہ 'ع ی س' ہو چکا ہے۔

آساہ کا ایک کمزور لہجہ 'واساہ' ہے۔

و ش ب - الأَوْشَابُ مِنَ النَّاسِ: گھٹیا لوگ۔ ان کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔

و ش ح - الوِشَاحُ: (واو مکسور) چمڑے کا بنا ہوا چوڑا پٹکا جس پر جواؤ کا کام ہوا ہوتا ہے جسے عورتیں اپنے دو کندھوں اور پیٹ کے گرد باندھ لیتی ہیں۔ وَشَّحَهَا فَتَوَشَّحَتْ: اس نے اس عورت کو پٹکا پہنایا تو اس عورت نے پہن لیا۔ شاید یہ بھی کہا گیا ہے کہ تَوَشَّحَ الرَّجُلُ: آدمی نے پٹکا باندھا اور تلوار حمائل کر لی۔

و ش ر - وَشَرَ الخَشَبَةَ بِالمِيشَارِ: اس نے لکڑی کو آرے سے چیرا۔ یہ أَشَرَ کا ایک لہجہ ہے۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ الوَشْرُ کا معنی عورت کا اپنے دانت تیز کرنا اور انہیں باریک کرنا بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لَعَنَ اللّٰهُ الوَاشِرَةَ وَالمُوتَشِرَةَ: اللہ تعالیٰ دانت تیز اور باریک کرنے اور کرانے والیوں پر لعنت کرے۔

و ش ق - الوَشِيقُ والوَشِيقَةُ: گوشت جسے ایک بار اُبالا جائے اور پھر اسے سُکھا کر قدید بنا کر خشک کیا جائے اور سفروں میں ساتھ لے جایا جائے۔ یہ سب سے زیادہ دیر پا قدید یعنی خشک گوشت ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قدید کی طرح کا گوشت ہوتا ہے لیکن اسے آگ نے چھوا نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: أَنَّهُ أُتِيَ بِوَشِيقَةٍ يَابِسَةٍ مِنْ

لَحْمِ صَيْدٍ. فَقَالَ: اِنِّی حَرَامٌ: نبی کریم ﷺ کے پاس شکار کا خشک کیا ہوا وشیقہ گوشت لایا گیا یا آپ ﷺ کو پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں حالت احرام میں ہوں۔

و ش ک - وَشْک: دوری، فوری جدائی۔

خَرَجَ وَشِيكًا: وہ تیزی سے نکلا۔ اَوْشَکَ الرَّجُلُ يُوشِکُ اِيشَاكًا: وہ تیزی سے چلا۔ یہی لفظ لوگ یوں کہتے ہیں: يُوشِکُ ان يَكُونَ كَذا: بہت جلد ایسا ہونے والا ہے۔ اس میں شین مکسور ہے۔ عام لوگ يُوشَکُ میں شین کو مفتوح بولتے ہیں اور یہ ایک ردی قسم کا لہجہ ہے۔

و ش م - وَشَمَ يَدَهُ: اس نے اپنے ہاتھ کو سوئی سے نقش ونگار گندھوائے، پھر ان میں نیل بھروایا۔ اس کا اسم بھی الوَشْمُ ہے۔ اس کی جمع وِشَامٌ ہے۔

اسْتَوْشَمَهُ: اس نے اس سے گودھوانے کو کہا۔ حدیث شریف میں ہے: لَعَنَ اللّٰهُ الوَاشِمَةَ والمستوشِمَةَ: اللہ گوندھوانے والی اور گوندھنے والی پر لعنت کرے۔

و ش و ش - رَجُلٌ وَشْوَاشٌ: ہلکا آدمی، جلد باز۔

الوَشْوَشَةُ: سرگوشی، کانا پھوسی یا گڈ مڈ گفتگو۔

و ش ی - الشِّيَةُ: گھوڑے کے زیادہ تر رنگوں کا مخالف رنگ۔ اس کی جمع شِيَاتٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: لاشِيَةَ فِيهَا: اس میں دوسرے تمام رنگوں کے مخالف کوئی رنگ نہ ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وَشَى الثَّوبَ يَشِيهِ وَشْيًا وَشِيَةً: اس نے کپڑے پر پھول بوٹے یا نقش ونگار بنائے۔

وَشَّاه تَوْشِيَةً: میں تشدید اظہار کثرت کے لئے ہے۔ اس کا اسم فاعل مُوَشٍّ اور مُوَشِّي ہے۔ اس نے نقش ونگار بنائے۔

الوَشْيُ مِنَ الثِّيَابِ: کپڑوں کے نقش ونگار۔ کہا جاتا ہے: وَشَى كَلامَهُ: اس نے جھوٹ بولا۔

وَشَى بِهِ الى السُّلْطَانِ: اس نے بادشاہ کے آگے چغلی کی۔

و ص ب - الوَصَبُ: (صاد مفتوح) بیماری، مرض۔ قَدْ وَصِبَ يَوْصَبُ بروزن عَلِمَ يَعْلَمُ: وہ بیمار ہوا۔ اس کا اسم فاعل وَصِبٌ ہے۔ اس میں صاد مکسور ہے۔ اَوْصَبَهُ اللّٰه: اللہ نے اسے بیمار کر دیا۔ اس کا اسم مفعول مُوْصَبٌ ہے۔

وَصَبَ الشَّيْئُ يَصِبُ (صاد مکسور) وُصُوبًا: چیز مستقل برقرار رہی۔ قول خداوندی ہے: ولَهُ الدِّيْنُ واصِبًا:

اس کا دین مستقل اور دائمی ہے۔ دوسرا قول خداوندی ہے: وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ: ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

و ص د - الوَصِيدُ: ڈیوڑھی، صحن، دہلیز۔

اَوْصَدْتُ البَابَ: میں نے دروازہ بند کر دیا۔

آصَدْتُهُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اُوْصِدَ البَابُ: دروازہ بند کیا گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا اسم مفعول مُؤْصَدٌ ہے۔ قول خداوندی ہے: اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ: اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ دوزخیوں پر عذاب یا جہنم کی آگ تہہ بہ تہہ ہوگی۔

و ص ر - الوَصْرُ: بروزن الوِزْرُ: دستاویز، معاہدہ کی تحریر۔ اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

و ص ع - الوَصَعُ: چڑیا سے چھوٹا پرندہ ممولا۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اِسْرَافِيلَ لَيَتَوَاضَعُ لِلّٰهِ حتّٰى يَصِيرَ كَأَنَّهُ الوَصَعُ: بے شک حضرت اسرافیل اللہ کے آگے اس قدر تواضع اور خاکساری کرنے لگتے ہیں جیسے وہ ممولا ہوں۔

و ص ف - وَصَفَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کی تفصیل بیان کی۔ اس کا باب وَعَدَ اور صِفَةً بھی ہے۔

تَوَاصَفُوْا الشَّيْئَ مِنَ الوَصْفِ: انہوں نے ایک دوسرے سے چیز کی صفت بیان کی۔ اتَّصَفَ الشَّيْئُ: چیز بیان کے قابل ہوئی۔

بَيْعُ المُوَاصِفَةِ: بغیر دیکھے صرف صفت کے بیان پر خرید و فروخت۔

الوَصِيْفُ: نوکر، لڑکا ہو یا لڑکی۔ اس کی جمع الوُصَفَاء ہے۔ ہوسکتا ہے کہ نوکر لڑکی کو وَصِيْفَةٌ کہتے ہوں جس کی جمع وَصَائف ہے۔

اسْتَوْصَفَ الطَبِيْبُ لِدَائِهٖ: طبیب نے پوچھا کہ وہ بتائے کہ اس کا علاج کس چیز سے کرے۔ طبیب نے اس کی بیماری کے لئے نسخہ تلاش کیا۔

الصِفَةُ: بیان۔ اس کی مثال العِلم اور السَّوَادُ ہے۔ البتہ نحویوں کی اصطلاح میں یہ معانی اور مفہوم نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں نعت کو صفت کہتے ہیں۔ اور وہ اسم فاعل ہوتا ہے مثلاً: ضَارِبٌ اور اسم مفعول مثلاً: مَضْرُوبٌ اور معانی کے ذریعے یعنی معانی کے اعتبار سے جو اسم فاعل اور اسم مفعول بنتے ہوں مثلاً: مِثْلٌ اور شِبْهٌ یا ان کے قائم مقام ہوں۔ مثلاً: لوگ کہتے ہیں: رَأَيْتُ اَخَاكَ الظَّرِيْفَ: اس میں الأخ موصوف ہے۔ اور الظَّرِيف اس کی صفت ہے۔ کہا گیا ہے کہ موصوف کی صفت کے ساتھ کسی چیز کی اضافت کرنا جائز

نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ بات جائز ہے کہ صفت خود اپنی طرف مضاف ہو۔ کیونکہ کہنے والوں کے نزدیک صفت خود موصوف ہے۔ کیا یہ نظر نہیں آتا کہ الظریف خود الأخ ہے۔

و ص ل - وصلتُ الشَّيْئَ میں نے چیز کو ملایا۔ اس کا باب وَعَدَ اور صِلَةٌ بھی ہے۔

وَصَلَ اِلَیْہِ یَصِلُ وُصُوْلًا: وہ اس تک پہنچ گیا۔ وَصَلَ بمعنی اِتَّصَلَ یعنی جاہلیت کے طریقے پر بلاوا دیا۔ وہ یہ کہ اس نے یا لَفُلان کر کے پکارا۔ قول خداوندی ہے: اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ: سوائے ان لوگوں کے جوان لوگوں سے جا ملیں (جن کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہو)۔

الوَصْلُ: ملاپ۔ اس کی ضد الهِجْرَان: جدائی ہے۔ الوَصْلُ کا معنی کپڑے یا موزے کی پھٹی ہوئی جگہ کو سی کر جوڑنا بھی ہے۔ یعنی ٹانکا لگانا۔

بَیْنَهُمَا وُصْلَةٌ: ان دو کے درمیان ملاپ ہے۔ ایک چیز کے دوسری چیز کے ساتھ جوڑ کو بھی وُصْلَةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع وُصَلٌ ہے۔

الأوْصَالُ: جوڑ۔

الوَصِیْلَةُ: دور جاہلیت میں اس بکری کو الوَصِیْلَة کہتے تھے جو سات مرتبہ تو دو دو مادہ بچے جنے اگر آٹھویں بار وہ نر بچے کو جنے تو اسے بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا۔ اور اگر ایک نر اور ایک مادہ بچہ جنے تو کہتے کہ اب مادہ بچے کا بھائی آ گیا ہے۔ لہٰذا اس مادہ بچے کی خاطر نر بچے کو ذبح نہ کرتے۔ عورتیں اس بکری کا دودھ نہ پیتی تھیں۔ یہ دودھ مردوں کے لئے ہوتا تھا۔ یہ بکری السائبہ کے قائم مقام ہوتی تھی۔ حدیث شریف میں ہے: لَعَنَ اللّٰہ الوَاصِلَةَ والمُسْتَوْصِلَةَ الیٰ یُفْعَل بھا ذٰلک: اللہ بالوں میں جوڑ لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کرے۔

تَوَصَّلَ اِلَیْہِ: اس نے اس تک پہنچنے کے لئے حیلہ کیا۔

التَّوَاصُلُ: ایک دوسرے سے ملنا۔ اس کی ضد التَّصَارُم ہے بمعنی ایک دوسرے سے کٹ جانا۔

وَصَّلَهُ تَوْصِیْلًا: اس نے اسے بکثرت ملایا۔

وَاصَلَهُ مُوَاصَلَةً: اس نے اس کے ساتھ تعلق یارابطہ رکھا۔ اس کا مصدر وِصَالًا ہے۔ اسی سے ماخوذ لفظ المواصَلَة فی الصوم: دائمی روزے رکھنا ہے۔

المَوْصِلُ: شہر کا نام ہے۔

و ص م - الوَصْمُ: عیب، خرابی۔ شرم و

عار۔ لوگ کہتے ہیں کہ: مَا لِي فُلَانٍ وَصْمَةٌ: فلاں شخص میں شرم و حیا نہیں ہے۔

و ص ی - اَوْصٰی لَهٗ بِشَیْئٍ: اس نے اسے کسی بات کی وصیت کی۔

اَوْصٰی اِلَیْهِ: اس نے اسے وصی بنایا۔

اس کا اسم الوَصَایَة (واؤ مفتوح اور مکسور) ہے۔ اَوْصَاهُ اور وَصَّاهُ تَوْصِیَةً دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی اس نے اسے وصیت کی، اس کا اسم الوَصَاةُ ہے۔

تَوَاصَی الْقَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی۔ حدیث شریف میں ہے: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا فَاِنَّهُنَّ عِنْدَکُمْ عَوَانٌ: عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرو۔ وہ بلاشبہ تمہارے پاس قید، مجبور ولاچار ہیں۔

و ض أ - الوَضَاءَةُ: حُسن اور صفائی و پاکیزگی۔

تَوَضَّأْتُ: میں نے وضو کیا۔ اس کی بجائے تَوَضَّیْتُ نہیں کہنا چاہیے۔ اگرچہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔

الوَضُوْءُ: وہ پانی جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ وَلُوْعٌ اور قَبُوْلٌ کی طرح مصدر بھی ہے۔ کہا گیا ہے کہ الوَلُوْعُ اور القَبُوْلُ دونوں شاذ مصدر ہیں۔ ان دو مصدروں کے علاوہ دوسرے سارے مصادر مضموم الاول ہیں۔

و ض ح - وَضَحَ الأَمْرُ یَضِحُ وُضُوْحًا وَاتَّضَحَ: بات واضح ہو گئی۔

اَوْضَحَهُ غَیْرُهٗ: کسی اور نے اسے واضح کیا۔

اِسْتَوْضَحْتَ الشَّیْئَ: (تم نے کسی چیز کی وضاحت طلب کی)۔ جب تم اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھو اور دیکھو کہ کیا تمہیں وہ نظر آتا ہے۔ آنکھ پر ہاتھ رکھ کر کسی کو دیکھنا۔

اِسْتَوْضَحَهُ الأَمْرَ: اس نے اس سے بات کی وضاحت طلب کی۔

الأَوْضَاحُ: اصل چاندی کے زیورات۔

الوَضَحُ: (واؤ اور ضاد دونوں مفتوح) روشنی اور سفیدی بطور کنایہ برص یعنی پھلبہری کی بیماری۔

المُوْضِحَةُ: ایک ایسا زخم جس سے ہڈی ظاہر ہوگئی ہو۔

و ض ع - الوَضْعُ الشَّیْئَ مِنْ یَدِهٖ: اس نے کوئی چیز اپنے ہاتھ سے نیچے رکھ دی۔ اس کا مضارع یَضَعُ اور مصدر وَضْعًا اور مَوْضِعًا ہے۔ اور مَوْضُوْعًا بھی ہے۔ یہ ان مصادر میں سے ایک مصدر ہے۔ جو مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتے ہیں۔

الـمَـوْضَعُ (ضاد مفتوح) الـمَـوْضِعُ ایک لہجہ ہے۔
الوَضِيْعَةُ: اس کی جمع الوَضَـائِعُ ہے۔ اور معنی ہے قوم کے بوجھ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: اَيْـنَ خَلَّفُوْا وَضَائِعَهُمْ: انہوں نے اپنے بوجھ کہاں پیچھے چھوڑ دیئے۔
الوَضِيْعَةُ کا معنی وَضَائِعُ کِسْرى کی طرح ہے۔ کسری لوگوں کی ایک جماعت کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ آباد کرتا تھا۔ اور یہ لوگ پولیس اور فوجی دستوں کا کام دیتے تھے۔
الوَضِـيْـعُ: کمینہ۔ قَدْ وَضُعَ (ضاد مضموم) الـرَّجُـلُ: آدمی کمینہ بن گیا۔ اس کا مضارع يَوْضَعُ ہے اور مصدر ضِعَةٌ (ضاد مفتوح اور مکسور) کہا جاتا ہے کہ: فِي حَسَبِهِ ضِيْعَةٌ: اس کے خاندان میں کمینگی ہے۔ اس کا ضاد مفتوح اور مکسور ہے۔
الـمُـوَاضَـعَـةُ: ایک دوسرے کے پاس رہن رکھنا۔ اس کا معنی متارکة البَيْع بھی ہے یعنی باہم خرید و فروخت ترک کرنا۔
وَاضَـعَـهُ فِي الْاَمْرِ: اس نے اس کے معاملے میں موافقت کی۔
وَاضَعَـه المَـرْاَةُ وَضْعًا: عورت نے بچہ جنا۔
وَضَعَ البَعِيْرُ وغَيْرُهُ: اونٹ وغیرہ نے اپنی رفتار تیزی کر دی۔
اَوْضَـعَـهُ رَاكِـبُـهُ: سواری کو سوار نے تیز چلایا۔
میرا کہنا ہے کہ یہ لفظ قول خداوندی میں یوں آیا ہے: وَلَاَوْضَعُوْا خِلَالَكُمْ: وہ ان کے درمیان (فتنہ پھیلانے کے لئے) تیزی سے دوڑتے بھاگتے ہیں۔
وُضِعَ الرَّجُلُ فِي تِجَارَتِهِ: آدمی کو کاروبار میں خسارہ ہوا اور اُوْضِعَ: دونوں میں فعل مجہول ہے۔ یعنی اسے نقصان ہوا۔
فَهُـوَ مَـوْضُـوْعٌ فِيْهَا: وہ تجارت میں نقصان اٹھانے والا ہے۔
التَواضُعُ: تواضع، انکساری۔

و ض م — الـوَضَـمُ: لکڑی یا کوئی تراشہ جس پر مٹی سے بچانے کے لئے گوشت کاٹنے کے لئے رکھا جاتا ہے۔
قَـدْ وَضَـمَ اللَّحْـمَ: اس نے گوشت کو لکڑی کے تختے پر رکھا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔
اَوْضَـمَـهُ: اس نے اس کے لئے تختہ تیار کیا۔
ابن دُرید کا قول ہے: اَوضَـمَ اللَّحْـمَ اَوْ ضَـمَ لَـهُ: اس نے گوشت کو تختہ پر رکھا اور اس کے لئے تختہ بنایا۔

و ض ن — المَـوْضُـوْنَـةُ: بُنی ہوئی زرہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی موتیوں کی جڑاؤ کی ہوئی زرہ ہے۔ یہی لفظ قول

خداوندی میں ہے: عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ: آراستہ کیے ہوئے تختوں پر۔

و ط ا - وَطِیئَ الْأَرضَ ونحوَهَا: اس نے زمین وغیرہ کو روندا۔ اس کا مضارع یَطَأُ ہے۔

وَطِئَ الْمَوْضِعُ: جگہ پامال ہوئی۔ اس کا باب ظرف ہے۔

وَطَّأَهُ تَوْطِئَةً: اس نے اس کو روندا۔

الوَطْأَةُ: قوم کے نشان۔ اس کی مثال الضَّرْبَةُ ہے۔ اس کا معنی دباؤ بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَکَ عَلٰی مُضَرٍ: اے اللہ! قبیلہ مضر پر اپنا دباؤ سخت کر۔

الوِطَاءُ (واؤ مکسور) الغِطاء بمعنی پردے کی ضد ہے۔

الوَطِیئَةُ: بروزن فَعِیْلَةٌ غرارے کی طرح کی کوئی چیز یا تھیلہ۔ حدیث شریف ہے: أَخْرَجَ ثَلاثَ أُكَلٍ مِنْ وَطِیئَةٍ: اس نے ایک کون یا تھیلے سے تین روٹیاں نکالیں۔

وَاطَأَهُ عَلَی الْأَمْرِ: اس نے معاملے میں اس کے ساتھ موافقت کی۔

تَوَاطَأُوْا: انہوں نے باہم اتفاق کرلیا۔

قول خداوندی ہے: اَشَدُّ وِطَاءً: (الف ممدود) کا معنی سخت پامال کرنا ہے۔ یہ پامالی سننے اور دیکھنے دونوں کی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اَشَدُّ وَطْأً پڑھا گیا ہے جس کا معنی قِیَام ہے۔

و ط د - وَطَدَ الشَّیْئَ: اس نے چیز کو مضبوط کیا یا بھاری کیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

وَطَّدَهُ تَوْطِیْدًا کا معنی بھی یہی ہے۔

و ط ر - الوَطَرُ: حاجت، ضرورت۔ اس سے فعل نہیں بنتا۔ اس کی جمع اَوْطَارٌ ہے۔

و ط س - الوَطِیسُ: تنور۔

أَوْطَاسٌ: (ہمزہ مفتوح) جگہ۔

و ط ط - الوَطْوَاطُ: چمگادڑ۔

و ط ف - رَجُلٌ اَوْطَفُ: گھنی بھوؤں والا آدمی۔

الوَطَفُ: (واؤ اور طاء مفتوح) بھوؤں اور آنکھوں پر بالوں کی کثرت۔

سَحَابَةٌ وَطْفَاءُ: پانی بھرے بادل۔ زمین تک لٹکنے والے بادل۔

و ط ن - الوَطَنُ: انسان کے رہنے کی آبائی جگہ۔

اَوْطَانُ الغَنَمِ: بھیڑ بکریوں کے باڑے۔

اَوْطَنَ الأرضَ ووَطَّنَهَا واسْتَوْطَنَهَا اور اتَّطَنَهَا: اس نے زمین یا ملک کو اپنا وطن بنایا۔

تَوْطِیْنُ النَّفْسِ علی الشَّیْئِ: کسی چیز کے لیے نفس کو آمادہ کرنا۔

المَوْطِنُ: لڑائی کا موقع، مورچہ،

میدان۔ قول خداوندی ہے: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِی مَوَاطِنَ كَثِيْرَةً: اللہ تعالیٰ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی ہے اور تمہیں فتح دی ہے۔

و ظ ب - وَظَبَ عَلَيْهِ يَظِبُ (ظاء مکسور) وُظُوبًا: اس نے اس پر پابندی کی۔

الْمُوَاظَبَةُ: کسی کام پر ثابت قدمی اور پابندی کرنا۔

و ظ ف - الوَظِيْفَةُ: وظیفہ، الاؤنس۔ گزراوقات کے لئے مالی امداد۔

قَدْ وَظَّفَهُ تَوْظِيْفًا: اس نے اسے ملازم رکھ لیا یا اس کا وظیفہ مقرر کیا۔

و ع ب - اسْتِيْعَابُ الشَّیْءِ: کسی چیز کو پوری طرح لینا۔ جڑ سے اکھاڑنا۔

و ع د - الوَعْدُ: اچھے اور برے دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی وعدہ کرنا بھی اور ڈرانا بھی۔ اس کا فعل وَعَدَ يَعِدُ (عین مکسور) وَعْدًا یعنی اس نے وعدہ کیا ہے۔

الفرّاء کا قول ہے کہ: وَعَدْتُهُ خَيْرًا: میں نے اس سے بھلائی کرنے کا وعدہ کیا۔ اور وَعَدْتُهُ شَرًّا: میں نے اسے برے سلوک یا شر کی دھمکی دی۔ جب خیر اور شر دونوں میں سے کسی کا ذکر نہ ہو تو اس لفظ کو خیر کے معنوں میں الوَعْدُ اور العِدَةُ کہا جاتا ہے۔ اور شر کے معنوں میں الاِيْعَادُ والوَعِيْدُ کہا جاتا ہے۔ جب برے معنوں کے اظہار کے ساتھ باء استعمال کیا جائے تو فعل سے پہلے الف کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: اَوْعَدَهُ بالسِّجْنِ: اس نے اسے قید کرنے کی دھمکی دی۔

العِدَةُ: وعدہ۔

شاعر کا قول ہے:

وَاَخْلَفُوْكَ عِدَ الامْرِ الَّذِی وَعَدُوْا

"انہوں نے تم سے جس بات کا وعدہ کیا تھا انہوں نے اس کی وعدہ خلافی کی۔"

شعر میں عِدَ سے مراد عدةً ہے۔ ہاء کو اضافت کے باعث حذف کیا گیا ہے۔

المِيْعَادُ المُوَاعَدَةُ: وقت اور جگہ۔ اسی طرح المَوْعِدُ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَوَاعَدَ القَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے سے وعدے کئے۔ یعنی بھلائی کے وعدے۔ شر کے اظہار کے لئے اتَّعَدُوا کہتے ہیں۔

الاِتِّعَادُ: دھمکی کا قبول کرنا۔ التَّوَعُّدُ: بہت دھمکی دینا۔

و ع ر - جَبَلٌ وَعْرٌ: (عین ساکن) دشوار گزار پہاڑ۔

مَطْلَبٌ وَعْرٌ: سخت مشکل مطلب۔ اسے وَعِرٌ نہیں کہنا چاہئے۔

قَدْ وَعُرَ (عین مضموم) وُعُوْرَةً وتَعَوَّرَ: پیچیدہ اور مشکل ہو گیا۔

وَعَّرَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے پیچیدہ

اورمشکل بنادیا تَوْعِیْرًا
اِسْتَوْعَرَهٗ: اس نے اسے مشکل اور پیچیدہ پایا۔
و ع ظ - الوَعْظُ: نصیحت۔ نتائج سے باخبر کرنا۔
قَدْ وَعَظَهٗ: اس نے اسے نصیحت کی۔ اس کا باب وَعَدَ اور عِظَۃٌ ہے۔ عِظَۃٌ میں عین مکسور ہے۔
فَاتَّعَظَ: پس اس نے نصیحت قبول کی۔ یا اسے نصیحت آ گئی۔ محاورہ ہے: السَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ: سعادتمند وہ ہے جو دوسروں کے تجربات وواقعات سے نصیحت پکڑے۔ الشَّقِیُّ مَنْ اتَّعَظَ بِهٖ غَیْرُہٗ: اور بد نصیب و بدبخت وہ شخص ہے جو اوروں کیلئے نصیحت وعبرت کا سبق ہو۔
و ع ک - الوَعْکُ: تیز بخار چڑھنا۔
قَدْ وَعَكَتْهُ الحُمّٰی: اسے تیز بخار چڑھا ہے۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اور اسم مفعول مَوْعُوْکٌ ہے۔
و ع ل - الوَعِلُ: (عین مکسور) زبردست و زور آور شخص۔ اس کی جمع وُعُوْلٌ اور اَوْعَالٌ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: تَظْهَرُ التُّحُوْتُ عَلَى الوُعُوْلِ: زبردست کمزور لوگ زبردست لوگوں پر غلبہ پائیں گے۔ یہ حدیث قیامت کی نشانیوں سے متعلق ہے۔

الوَعْلُ: (عین ساکن) ٹھکانہ، پناہ۔ یہ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔
و ع ی - الوِعَاءُ: برتن۔ اس کی جمع الأَوْعِيَةُ ہے۔ اَوْعَی الزاد والمَتَاعَ: اس نے زادِراہ اور سامان برتن میں ڈالا۔ وَعَی الحَدِیْثَ یَعِیْهِ وَعْیًا: اس نے حدیث یاد کی۔
اُذُنٌ وَاعِیَۃٌ: سننے اور یاد رکھنے والے کان۔
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ: اللہ انہیں جانتا ہے جو جھوٹ یہ لوگ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔
و غ د - الوَغْدُ: بروزن الوَعْدُ: کمینہ انسان جو پیٹ کا مارا خدمت کرتا ہے۔
و غ ل - وَغَلَ الرَّجُلُ: جو شخص لوگوں کی پینے پلانے کی محفل میں بن بلایا جائے اور بغیر دعوت کے شریک شرب ونوش ہو جائے۔ کھانے کی مجلس میں بن بلائے جانے والے الوَارِش کہتے ہیں۔
الاِیْغَال: تیزی سے چلنا اور غور سے دیکھنا یا تاڑنا۔
تَوَغَّلَ فِی الأَرْضِ: وہ زمین یا ملک کے دور اندر تک چلا گیا۔
و غ ی - الوَغَی: شور وغوغا۔ اسی اعتبار سے جنگ کو الوغی کہتے ہیں کیونکہ جنگ میں سخت شور وغوغا ہوتا ہے۔

و ف د–وَفَـدَ فُـلانٌ عَـلَى الأميرِ: فلاں شخص امیر کے پاس وفد کی شکل میں گیا۔ یا سفیر بن کر گیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اس کا اسم فاعل وَافِدٌ ہے۔ اور اس کی جمع وَفْدٌ ہے۔ اس کی مثال صَاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔

الوَفْدُ کی جمع اَوْفَادٌ اور وُفُوْدٌ ہے۔ اس کا اسم الـوِفَـادَةُ ہے۔ اس میں واؤ مکسور ہے۔

اَوْفَـدَهُ إِلَى الأمِـيْـرِ: اس نے اسے امیر کے پاس بھیجا۔

اسْتَوْفَـدَ فِی قِعْدَتِہٖ: اسْتَوْفَزَ کا ایک لہجہ ہے۔ اس کا معنی ہے وہ اس طرح بیٹھا کہ فوراً اُٹھ سکے۔

و ف ر–المَـوْفُوْرُ: پوری چیز۔ وَفَـرَ الشَّیْئُ یَفِرُ (فاء مکسور) وُفُوْرًا: چیز وافر ہوگئی۔

وَفَـرَهُ غَیْـرُهُ: کسی اور نے اسے پورا کیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے۔ اور فعل لازم بھی۔ الـوَفْـرُ بروزن النَّصْـرُ: کثیر مال ودولت۔

وَفَّرَ عَلَيْهِ حَقَّهُ تَوْفِيْرًا واسْتَوْفَرَهُ: اس نے اس کو اس کا پورا حق دے دیا۔

هُمْ مُتَوَافِرُوْنَ: وہ بہت لوگ ہیں۔

و ف ز–الوَفْزُ: (فاء ساکن اور مفتوح) عجلت اور جلدی۔ اس کی جمع اَوْفَازٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: نَحْنُ عَلٰى اَوْفَازٍ قَدْ اَشْخَصْنَا وَاِنَّا عَلٰى اَوْفَازٍ: ہمارے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے ہم سفر کے لئے تیار ہیں۔ اس لفظ کے بدلے وِفَـازٌ نہیں کہنا چاہئے۔

اسْتَوْفَزَ فِی قِعْدَتِہٖ: وہ اس طرح بیٹھا کہ فوراً اُٹھ سکے۔

و ف ض–اَوْفَضَ، اسْتَوْفَضَ: اس نے تیزی کی یا جلدی کی۔ قول خداوندی ہے: کَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ یُوْفِضُوْنَ: جیسے وہ شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔

الاَوْفَاضُ: لوگوں کے فرقے، اور مختلف قبائل کے ملے جلے لوگ جیسے اصحاب صُفّہ۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّهُ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَنْ تُوْضَعَ فِی الأوْفَاضِ: نبی اکرم ﷺ نے صدقہ زکوٰۃ لوگوں کی مخلوط جماعتوں میں بانٹنے کا حکم دیا۔

و ف ق–الوِفَاقُ: المُـوَافَـقَـةُ والتَّـوَافُـقُ الاتِّفَاقُ: دو چیزوں کا بیک وقت ظاہر ہونا۔

وَافَـقَـهُ: وہ اچانک اس کے سامنے نمودار ہوا۔

وَفَّـقَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اسے توفیق دی یا اللہ اسے توفیق دے۔

اسْتَوْفَقَ اللّٰهَ: اس نے اللہ سے توفیق

طلب کی۔

الوَفْقُ: موافقت۔ دو چیزوں کے درمیان موافقت ہونا۔ کہا جاتا ہے: حَلُوبَتُه وَفْقُ عِيَالِهٖ: اس کا دودھ اس کے عیال کی ضرورت کے مطابق ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہے۔

و ف ہ—الوَافِهُ: اہل حیرہ کے لہجہ میں گرجا گھر کا نگران۔ حدیث شریف میں ہے: لا يُغَيَّرُ وَافِهٌ عَنْ وَفْهِيَّتِه ولا قِسِّيسٌ عن قِسِّيسَتِهٖ: کسی گرجا گھر کا نگران اس کے منصب سے اور کوئی قسیس اپنے منصب سے تبدیل نہیں کیا جائے گا۔

و ف ی—الوَفَاءُ: پورا کرنا، ایفائے عہد کرنا، یا وفادار رہنا۔ اس کی ضد الغَدْرُ بے وفائی ہے۔ کہا جاتا ہے: وَفَى بِعَهْدِهٖ: اس نے اپنا عہد پورا کیا۔

اَوْفَى کا معنی بھی یہی ہے۔ وَفَى الشَّيْئُ يَفِيْ: (فاء مسکور) وُفِيًّا بروزن فُعُوْلٌ: چیز پوری ہوگئی یا کافی ہوگئی، چیز کی کثرت ہوگئی۔

الوَفِيّ: وفا کرنے والا۔ اَوْفَى عَلَى الشَّيْئِ: اس نے چیز کی نگرانی کی۔ یا اوپر سے دیکھا۔

اَوْفَاهُ حَقَّهٗ: اس نے اس کا حق پورا پورا دے دیا۔

اِسْتَوْفَى حَقَّهٗ: اس نے اپنا پورا پورا حق لیا۔ تَوَفَّاهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَوَفَّاهُ اللّٰهُ: اللہ نے اس کی روح قبض کر لی۔

اَلْوَفَاةُ: وفات، موت۔

وَافَى فُلَانٌ: فلاں شخص آیا۔

تَوَافَى القَوْمُ: لوگوں نے ایک دوسرے کو پورا پورا حق یا حصہ دیا۔

و ق ب—وَقَبَ: وہ داخل ہوا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

وَقَبَ الظَّلَامُ: لوگوں پر اندھیرا چھا گیا۔ قول خداوندی ہے: وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ: اور شب تاریک کی برائی اور شر سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔

و ق ت—الوَقْتُ: وقت۔

المِيْقَاتُ: کسی کام کرنے کا مقررہ وقت۔

المِيْقَاتُ کا معنی جگہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: هٰذَا مِيْقَاتُ اَهْلِ الشَّامِ: یہ اہل شام کا میقات ہے جہاں سے وہ حج کے لئے احرام باندھتے ہیں۔

وَقَتَهٗ: (قاف مخفف) اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اور اسم مفعول مَوْقُوْتٌ ہے۔ اس نے اسے وقت دیا۔ یا اس کے لئے وقت مقرر کیا۔ قول خداوندی ہے: كِتَابًا مَوْقُوْتًا: اوقات کے مطابق فرض کی گئی نمازیں۔

التَّوْقِيْتُ: وقت مقرر کرنا۔ کہا جاتا ہے: وَقَّتَهُ لِيَوْمٍ كَذَا تَوْقِيْتًا: اس نے اسے فلاں دن کا وقت دیا ہے۔ اس کی مثال اَجَّلَهُ ہے۔ قرآن کی آیت: وَإِذَا الرُّسُلُ وُقِّتَتْ: (قاف مشدد) وَوُقِتَتْ ايضًا اور (قیامت کے دن) جب رسول فراہم کئے جائیں گے۔

وُقِّتَتْ کو وُقِتَتْ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس میں قاف مشدد نہیں بلکہ مخفف ہے۔ اس کا ایک لہجہ اُقِّتَتْ بھی ہے۔

المَـوْقِتُ: مقام وقت۔ اس کی مثال المَجْلِسُ ہے۔

و ق ح — وَقُحَ الرَّجُلُ: اس کا باب ظَرُفَ ہے، اور معنی آدمی بے حیا ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل وَقِحٌ یعنی بے حیا ہے۔ وَقَاحٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا اسم القِحَة (قاف مکسور و مفتوح)۔ اِمْرَأَةٌ وَقَاحُ الوَجْهِ: بے حیا چہرے والی عورت۔

تَوْقِيْحُ الحَافِرِ: پگھلی ہوئی چربی کے ذریعے کھر کا سخت بنانا۔

و ق د — وَقَدَتِ النَّارُ: آگ سلگ گئی۔ تَوَقَّدَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کا باب وَعَدَ اور وُقُوْدًا اس میں واؤ مضموم ہے، اور وَقِيْدًا (واؤ مفتوح) ہے اور قِدَةٌ بھی ہے۔ اس میں قاف مکسور ہے۔ ان کے علاوہ وَقْدًا اور وَقَدَانًا بھی ہے۔ دونوں میں قاف مفتوح ہے۔

اَوْقَدَهَا هُوَ واسْتَوْقَدَهَا: اس نے اسے سلگایا۔

الاتِّقَاد: سُلگنا، روشن ہو جانا۔

التَوَقُّدُ کا معنی بھی یہی ہے۔

الوَقُـــوْد: (واؤ مفتوح) جلانے کی لکڑی۔ اور واؤ مضموم ہو تو معنی سُلگنا ہے۔ قرآن کی آیت کو: النَّارُ ذَاتِ الوُقُوْدِ پڑھا گیا ہے۔ جس میں واؤ مضموم ہے۔ اور آگ جلنے کی جگہ یعنی چولہے کو مَوْقِدٌ بروزن مَجْلِسٌ کہیں گے۔

النَّارُ مُوْقَدَةٌ: آگ جل رہی ہے۔

و ق ذ — وَقَذَهُ: اس نے اسے اتنا مارا کہ وہ ڈھیلا پڑ گیا اور مرنے کے قریب ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ شَاةٌ مَوْقُوْذَةٌ: لاٹھی سے ماری ہوئی بکری۔

و ق ر — الوَقْرُ: (واؤ مفتوح) کانوں یا شنوائی میں بہرہ پن۔ (اور واؤ مکسور) بوجھ بار۔

قَدْ اَوْقَرَ بَعِيْرَهُ: اس نے اپنے اونٹ پر بوجھ لادا۔

الوِقْرُ: بمعنی بوجھ۔ زیادہ تر خچر اور گدھے کے بوجھ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اونٹ کے بوجھ کے لئے زیادہ تر الوَسقُ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اَوْقَرَتِ النخلة: کھجور کا درخت بوجھ سے لد گیا۔ کہا جاتا ہے: نَخْلَةٌ مُوْقِرَةٌ: پھلوں سے لدا ہوا کھجور کا درخت۔ اسے مُوْقِرٌ اور مُوْقَرَةٌ بھی کہا جاتا ہے۔

مُوْقَرٌ: (قاف مفتوح) بھی بتایا گیا ہے۔ لیکن قاف مفتوح خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ فعل کا وقوع کھجور کے درخت کے لئے نہیں ہے۔ البتہ مُوْقِـرٌ سے حاء کو اِمْـرَاۃٌ حَـامِلٌ پر قیاس کرتے ہوئے حذف کیا گیا ہے۔ کیونکہ کھجور کے درخت کا بارآور ہونا عورت کی بارآوری کے مشابہ ہے۔

مُوْقَرٌ: (قاف مفتوح) شاذ ہے۔

قَدْ وَقِرَتْ اُذُنُهُ: اس کا کان بہرا ہو گیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

وَقَرَ اللّٰهُ اُذُنَهُ: اللہ اس کا کان بہرا کر دے (بددعا)۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

الـوَقَارُ: (واؤ مفتوح) بردباری، وقار، پختگی، شان۔

قَدْ وَقَـرَ الـرَّجُلُ، يَقِرُ (قاف مکسور) وَقَارًا وَقِرَةً بروزن عِدَةً: آدمی باوقار ہوا۔ اسم فاعل وَقُوْرٌ بمعنی باوقار شخص۔ یہی لفظ قول خداوندی میں ہے: وَقِرْنَ فِي بُـيُوتِكُنَّ: تم عورتیں اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو یا جس نے اس لفظ کو واؤ مفتوح کر کے وَقَـرْنَ پڑھا تو یہ قَـرَار سے مشتق ہے۔ یعنی اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔

التَّوْقِيْرُ: تعظیم اور رزانت بھی یعنی کسی کو پختہ عقل قرار دینا بھی ہے۔ قول خداوندی ہے: مَـا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا: بقول اخفش رحمہ اللہ اس کا معنی ہے کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔

و ق ص — الـوَقَـصُ: (واؤ اور قاف مفتوح) اس کی جمع الأَوْقَاصُ ہے۔

الـوَقَـصُ فـي الصَّـدَقَةِ: زکوٰۃ کے نصابوں کی بڑھوتی یا دو نصابوں کے درمیان کی تعداد۔ یہی معنی الشنَقَ کا ہے۔ بعض علماء نے الوَقَصُ کو گائے بیلوں کے لئے مخصوص مانا ہے اور الشَّنَق کو اونٹوں کے لئے خاص کیا ہے۔

و ق ع — الـوَقْـعَـةُ: جنگ کا صدمہ یا ٹکراؤ۔ حادثہ، جنگ یا واقع جنگ۔

الوَاقِعَةُ: قیامت۔

مَـوَاقِعُ الغَيْثِ: بادلوں کے گرنے کی جگہ یا بادلوں کا برسنا۔ کہا جاتا ہے: وَقَعَ الشَّيْءُ فِي مَوْقِعِهِ: چیز اپنی جگہ پر ٹک گئی۔

الوَقِيْعَةُ فِي النَّاسِ: غائب ہونا۔ غیبت کرنا۔ الوَقِيْعَةُ کا معنی قتال یعنی لڑائی بھی ہے۔ اس کی جمع وَقَـائِعُ ہے۔ وَقَـعَ

الشَّيْءُ، يَقَعُ وُقُوْعًا: چیز گر گئی۔

وَقَعْتُ مِنْ كذا عَنْ كذا: میں فلاں جگہ سے گر گیا۔ اہل کوفہ اس فعل کو متعدی کہتے ہیں۔

وَقَعَ فِي النَّاسِ وَقِيْعَةً: اس نے لوگوں کی غیبت کی۔

هُوَ رَجُلٌ وَقَّاعٌ ووَقَّاعَةٌ: (قاف مشدّد) وہ شخص لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔

التَّوْقِيْعُ: کسی تحریر پر دستخط کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ السُّرُوْرُ تَوْقِيْعٌ جَائِزٌ: خوشی منانا جائز ہے۔

و ق ف—الوَقْفُ: ہاتھی دانت کا کنگن۔

وَقَفَتِ الدَّابَّةُ: سواری رُک گئی۔

تَقِفُ، وُقُوْفًا، وَقَفَهَا غَيْرُهَا: کسی اور نے اسے روکا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

وَقَفَهُ عَلىٰ ذَنْبِهِ: اس نے اسے اس کے جرم یا غلطی سے آگاہ کیا۔

وَقَفَ الدَّارَ لِلْمَسَاكِيْنِ: اس نے مسکینوں کے لئے گھر وقف کیا۔ دونوں کا باب وَعَدَ ہے۔

اَوْقَفَ الدَّارَ: اس نے مکان وقف کر دیا۔ ایک گھٹیا اور ردی لہجہ ہے۔ کلام عرب میں 'اَوْقَفَ' کا استعمال صرف ایک جگہ ہے۔ اور وہ یہ کہ اَوْقَفْتُ عَنِ الأَمْرِ الَّذِي كُنْتُ فِيْهِ: یعنی میں جس کام میں مشغول تھا، میں اس سے رُک گیا ہوں یا میں نے وہ کام چھوڑ دیا ہے۔ ابو عمرو اور الکسائی کے قول کے مطابق رُکے ہوئے آدمی سے پوچھا جاتا ہے: مَا اَوْقَفَكَ هٰنَا: تمہیں کس چیز نے یہاں رکنے پر مجبور کیا ہے۔

المَوْقِفُ: اڈہ۔ رُکنے یا ٹھہرنے کی جگہ جہاں کہیں ہو۔

تَوْقِيْفُ النَّاسِ فِي الحَجِّ: مقررہ پڑاؤ یا ٹھہرنے کی جگہوں پر ٹھہرنا یا رُکنا۔

التَّوْقِيْفُ: کسی شرعی حکم کا بطور نص ہونا۔

وَافَقَهُ عَلىٰ كذا مُوَافَقَةً ووِفَاقًا اور اسْتَوْقَفَهُ: اس نے اسے ٹھہرنے کو کہا۔

التَّوَقُّفُ فِي الشَّيْءِ: کسی چیز یا کام میں توقف کرنا، سوچ میں پڑ جانا۔ اس کی مثال التَّلَوُّمُ ہے۔

و ق ق—الوَقْوَقَةُ: ڈر اور خوف کے وقت کتے کا بھونکنا۔

الوَقْوَاقُ: ایک درخت جس کی لکڑی سے دوات بنائی جاتی ہے۔

اَلْوَقْوَاقُ: ایک علاقہ جو چین کے اوپر واقع ہے۔ اسے بلاد وقواق کہتے ہیں۔

و ق ی—اِتَّقَى وتَقَى، يَتَّقِيْ: اس نے تقویٰ اختیار کیا۔ اس کی مثال قَضَى يَقْضِي ہے۔

التَّقْوٰی اور التُّقٰی دونوں کا معنی ایک ہے۔یعنی پرہیزگاری۔
التُّقَاۃُ التَّقِیَّۃُ وَتُقَاۃٌ: بچاؤ۔کہا جاتا ہے: اتَّقٰی تَقِیَّۃً: اس نے بچاؤ کیا یا بچاؤ کی تدبیر کی۔ التَّقِیُّ: پرہیزگار۔لوگوں کا کہنا ہے کہ: مَا اَتْقَاہُ لِلّٰہِ: وہ کس قدر خدا خوف ہے۔ تَوَقّٰی اور اتَّقٰی دونوں ہم معنی ہیں۔
وَقَاہُ اللّٰہُ وِقَایَۃً: (واؤ مکسور) اللہ نے اس کی حفاظت کی یا بطور دعا 'اللہ اسے محفوظ رکھے'۔
الوِقَایَۃُ: وہ بچاؤ یا پردہ جو عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔ اس لفظ کو واؤ مفتوح کہنا بھی ایک لہجہ ہے۔
الأُوْقِیَّۃُ: حدیث شریف میں چالیس درہم کے برابر۔اس سے پہلے دور میں بھی ایسا ہی تھا۔ البتہ آجکل کے زمانے یعنی صاحب کتاب کے زمانے میں اطباء کے نزدیک دس درہم اور درہم کے پانچ ساتویں حصے یعنی $10\frac{5}{7}$ درہم ہے اور یہ $1\frac{2}{3}$ استار کے برابر ہوتا ہے۔
الأوقیۃ: کی جمع الأَوَاقِیّ (یاء مشدد) ہے۔ چاہیں تو یاء کو غیر مشدد بھی کر سکتے ہیں۔
و ک أ—المُتَّکَأُ: ٹیک لگانے کی جگہ۔ اخفش رحمہ اللہ نے آیت قرآنی کی تفسیر میں اس کا معنی مجلس بتایا ہے۔
تَوَکَّأَ عَلَی العَصَا: اس نے لاٹھی پر ٹیک لگایا۔ اَوْکَأَہُ اِیْکَاءً: اس نے اس کے لئے ایک ٹیک نصب کی۔
وِکَاف: دیکھئے بذیل مادہ 'ا ک ف' اور بذیل مادہ 'و ک ف'۔
و ک ب—المَوْکَبُ: بروزن المَوْضِعُ: جلوس، سواری۔ اس سے مراد زیبائش و رونق افروزی کے لئے اونٹوں پر سوار لوگوں کا جلوس ہے۔ اسی طرح گھڑ سواروں کا جلوس۔
و ک د—التَّوْکِیْدُ: یہ لفظ تاکید کا ایک اور لہجہ ہے۔
قَدْ وَکَّدَ الشَّیْئَ: اس نے ایک چیز کی تاکید کی۔ اَکَّدَہُ کا معنی بھی یہی ہے۔
التَّوکید زیادہ فصیح لہجہ ہے۔اسی طرح اَوْکَدَہُ اور آکَدَہُ اِیْکَادًا کا معنی بھی یہی ہے۔
و ک ر—وَکْرُ الطَّائِر: پرندے کا گھونسلہ (واؤ مفتوح) ہے۔ یہ گھونسلہ چاہے پہاڑ میں ہو یا کسی درخت پر ہو۔اس کی جمع وُکُوْرٌ اور اَوْکَارٌ ہے۔
میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے 'ع ش ش' کی ذیل میں موجودہ تفسیر کے خلاف لکھا ہے۔

و ک ز - وَكَــزَهُ: اس نے اسے مارا اور دھکا دیا۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کسی کی ٹھوڑی پر مکا مارنا ہے۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔

و ک س - الوَكسُ: نقص، کمی۔

قَــد وَكَــسَ الشَّيْءُ: چیز کم ہوگئی۔

حدیث شریف میں ہے: لَهَا مَهْرُ مِثلها لا وَكْسَ وَلا شطط: اس کے لئے مہر مثل ہے نہ کم نہ زیادہ۔

قَــد وَكَسْتُهُ فُــلانًا: میں نے فلاں شخص کو کم دیا۔ اس کا باب بھی وَعَــدَ ہے۔

و ک ف - وَكَـفَ البَيتُ: گھر ٹپکا، یعنی گھر کی چھت ٹپکی۔ اس کا باب وَعَدَ، وَكِيفًا اور تَوَكَافًا بھی ہے۔

اَوْكَفَ البَيتُ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔

الوِكَـــافُ اور الإِكَـــافُ: گدھے کا پالان۔ کہا جاتا ہے: آكَـفَهُ اور وَكَفَهُ: اس نے گدھے پر پالان ڈال دیا۔

و ک ل - الوَكِيلُ: وکیل، قائم مقام، نمائندہ، کارساز۔

کہا جاتا ہے: وَكَّلَهُ بِأَمرِ كَذا: اس نے فلاں کام اس کے سپرد کیا۔ اس کا مصدر تَوكيلا ہے۔ اس کا اسم الوَكَالَةُ (واؤ مفتوح اور مکسور) ہے۔

التَّوَكُّلُ: اظہار بے چارگی اور دوسرے پر اعتماد کا اظہار۔ اس کا اسم التُّكْلانُ ہے۔

اِتَّكَلَ عَلَى فُلانٍ فِي اَمْرِهِ: اس نے اپنے کام کے سلسلے میں اس پر اعتماد کیا۔

وَكَــلَهُ اِلىٰ نفسه، وُكُولًا: اس نے اسے اپنے سپرد کیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے اور وُكُولًا بھی ہے۔

هٰــذا الأَمْرُ مَوْكُولٌ اِلى رائِكَ: یہ کام تمہاری رائے اور سوچ سمجھ کے سپرد ہے۔

وَاكَــلَهُ مُوَاكَلَةً: ان دونوں نے ایک دوسرے پر اعتماد کیا۔

و ک ن - الوَكْـنُ: (واؤ مفتوح) پہاڑ یا دیوار میں پرندے کا گھونسلہ۔ المَوْكِنُ کا معنی بھی یہی ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الوَكْنُ پرندے کا ٹھکانہ بغیر گھونسلے ہے۔ اور الوَكْرُ (راء کے ساتھ) گھونسلے میں ٹھکانے کے معنوں میں آتا ہے۔

و ک ی - الوِكَـــاءُ: جس سے مشک یا مشکیزے کا منہ باندھا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِحْـفَـظْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَ هَــا: اس کے ظرف اور اس کے سربند کی حفاظت کر۔ اَوْكَى عَلىٰ مَافِي سِقَائِهِ: اس نے اپنے مشکیزے کو سر بند سے باندھ دیا۔ حدیث شریف میں ہے: اَنَّــهُ كَـانَ يُــوكِي بَيْنَ الصفـا والمَرْوَةِ: یعنی نبی کریم ﷺ صفا اور مروہ

کی درمیانی جگہ کو اپنی تیز رفتاری سے اس طرح بھر دیتے تھے جس طرح مشک کا منہ پانی بھرنے کے بعد بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ خاموش رہتے تھے اور بولتے نہ تھے۔ گویا وہ مشک کے منہ بند کرنے کی طرح اپنا منہ بند رکھتے تھے۔ انہیں معنوں میں یہ محاورہ ہے کہ اَوْكِ حَلْقَكَ: اپنا منہ بند رکھ یعنی خاموش رہ۔

و ل ج - وَلَجَ: يَلِجُ: (لام مکسور) وُلُوْجًا: وہ داخل ہوا۔

اَوْلَجَهٗ غَيْرُهٗ: کسی اور نے اسے داخل کیا۔ قول خداوندی ہے: يُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ: یعنی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں ڈال دیتا ہے۔

وَلِيْجَةُ الرَّجُلِ: آدمی کے خاص اور رازدار لوگ۔

و ل د - اَلْوَلَدُ: لڑکا، واحد اور جمع دونوں میں یکساں۔ یہی صورت الْوُلْدُ بروزن القُفل کی ہے۔ ممکن ہے الْوُلْدُ الْوَلَدُ کی جمع ہو جس کی مثال اَسَدٌ کی جمع اُسْدٌ ہے۔

الْوِلْدُ (واؤ مکسور) الْوُلْدُ کا ایک اور لہجہ ہے۔

الْوَلِيْدُ: چھوٹا بچہ اور غلام۔ اس کی جمع وِلْدَانٌ ہے۔ اس کی مثال صِبْيَانٌ ہے۔

وِلْدَةٌ کی مثال صِبْيَةٌ ہے۔

الْوَلِيْدَةُ: چھوٹی بچی اور لونڈی۔ اس کی جمع الْوَلَائِدُ ہے۔

وَلَدَتِ الْمَرْاَةُ وِلَادًا: عورت نے بچہ جنا۔ اَوْلَدَتْ: اس کے بچہ جننے کا وقت آ گیا۔

تَوَالَدُوْا: ان کی تعداد زیادہ ہو گئی اور انہوں نے ولادت کا عمل جاری رکھا۔

الْوَالِدُ: باپ۔

الْوَالِدَةُ: ماں۔

شَاةٌ وَالِدٌ: حاملہ بکری۔

تَوَلَّدَ الشَّيْئُ مِنَ الشَّيْئِ: ایک چیز سے دوسری چیز پیدا ہو گئی۔ مِيْلَادُ الرَّجُلِ: اس وقت کا نام جس وقت کوئی پیدا ہوا ہو۔ تاریخ پیدائش۔

الْمَوْلِدُ: جائے پیدائش۔ عَرَبِيَّةٌ مُوَلَّدَةٌ وَرَجُلٌ مُوَلَّدٌ: عورت یا مرد جو خالص عربی نہ ہو۔

و ل ع - الْوَلُوْعُ: (واؤ مفتوح) وَلَعَ يَلِعُ (لام مکسور) وَلْعًا (لام مفتوح) وَوَلُوْعًا (واؤ مفتوح) کا اسم۔ اس کا مصدر اور اسم دونوں میں واؤ مفتوح ہے۔ شیفتہ اور دلدادہ ہونا۔

اَوْلَعَهٗ بِالشَّيْئِ: اس نے اسے ایک چیز کا مشتاق یا دلدادہ بنایا۔

اُوْلِعَ بِهٖ: وہ اس کا دلدادہ ہو گیا۔ یہ فعل

مجہول ہے۔ ایسا شخص مُوَلَّعٌ (لام مفتوح) دلدادہ اور فریفتہ ہوتا ہے۔

و ل ع — وَلَغَ الكَلْبُ فی الاناءِ: کتے نے برتن میں منہ ڈالا۔

يَــلَــغُ اس کا مضارع ہے۔ ان میں لام مفتوح ہے۔ اس کا مصدر وُلُــوْغــا ہے۔ کتے نے برتن کے اطراف سے چاٹ لیا۔

اَوْلَغَهُ صَاحِبُهُ: کتے کے مالک نے اسے پلایا یا چٹایا۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سے مکھی کے سواء اور کوئی پرندہ چاٹتا نہیں ہے۔ ابو زید نے بتایا کہ: وَلَغَ الكلبُ بِشَرابِنَا وَفِی شَرَابِنَا ومِنْ شَرَابِنَا: کتے نے ہمارے برتن میں سے پیا۔

و ل ق — الـوَلْــقُ: (لام ساکن) مستقل طور پر جھوٹ بولتے رہنا۔ اسی لفظ سے ماخوذ قراءتِ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے: إِذْ تَــلِــقُــوْنَــهُ بِــاَلْــسِــنَــتِــكُــمْ: جب تم برابر اپنی زبانوں سے جھوٹ بولتے جاتے تھے۔

و ل م — الوَلِيْمَةُ: شادی کا کھانا۔

قَــدْ اَوْلَمَ: اس نے ولیمہ کی دعوت کی۔ حدیث شریف میں ہے:

اَوْلِــمْ وَلَوْ بِشَاةٍ: ولیمہ ضرور کرو چاہے ایک ہی بکری سے ہو۔

و ل ہ — الــوَلَــهُ: شدت وجد کے مارے عقل مت کا مارا جانا اور حیرت زدہ ہونا۔ قَــدْ وَلِــهَ (لام مکسور) يَوْلَهُ وَلَهًا وَلَهَــانًا (لام مفتوح) بھی۔ وَتَوَلَّهَ اور اِتَّلَهَ: وہ از خود رفتہ ہوگیا۔ اس کی عقل مت ماری گئی۔ یا وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا۔

رَجُلٌ وَالِهٌ: از خود رفتہ مرد۔

امْرَاَةٌ وَالِهٌ وَوَالِهَةٌ: از خود رفتہ عورت۔

التَّــوْلِيْهُ: ماں اور اس کے بچے کو ایک دوسرے سے جدا کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تُوَلَّهُ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا: والدہ کو اس کے بچے سے الگ نہیں کیا جائے گا۔ یہ قیدیوں کے بارے میں حکم ہے۔

و ل ی — الـوَلْـیُ: (لام ساکن قرب اور نزدیکی) کہا جاتا ہے: تَبَاعَدَ بَعْدَ وَلْيٍ: نزدیکی کے بعد وہ دور ہوا۔ اور كُــلْ مَــا يَــلِــيْــکَ: دسترخوان پر اپنے نزدیک اور پاس رکھا کھانا کھاؤ۔ اسی لفظ سے ماخوذ لفظ وَلِيَهُ يَلِيهِ ہے جو شاذ ہے۔ ان دونوں میں لام مکسور ہے۔ اَوْلَاهُ الشَّــيْئَ فَوَلِيَهُ: اس نے چیز اس کے قریب کردی تو وہ چیز اس کے قریب ہوگئی۔ اسی طرح وَلـی الـوالـی البَـلَدَ: والی نے شہر پر قبضہ کرلیا اور غلبہ پالیا۔

وَلـی الـرجـلُ البَيْـعَ وِلَايَةً: آدمی کاروبار کا مالک بن گیا۔

اَوْلَاهُ: اس نے اسے والی مقرر کیا۔ تعجب کے اظہار کے وقت کہتے ہیں: مَــا اَوْلَاهُ

للمَعْرُوفِ: وہ نیکی اور بھلائی کے کسی قدر قریب ہے، یہ شاذ ہے۔ وَلَّاهُ بَيْعَ الشَّيْءِ: اس نے اسے بیع کا اختیار دے دیا۔

وَلَّاهُ الأمِيرُ عَمَلَ كَذَا: امیر نے فلاں کام کا اسے ذمہ دار بنایا، یا امیر نے فلاں کام اس کے سپرد کیا۔

تَوَلَّى العَمَلَ: اس نے کام سنبھالا۔

تَوَلَّى عَنْهُ: اس نے اس سے منہ موڑ لیا۔

وَلَّى هَارِبًا: وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ قول خداوندی ہے: وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا: ہر انسان کی ایک سمت اور جہت ہوتی ہے جس طرف وہ متوجہ ہوتا ہے۔

الوَلِيُّ دوست۔ اس کی ضد العَدُوُّ یعنی دشمن ہے۔ تَوَلَّاهُ: اس نے اسے دوست بنایا۔ ہر وہ آدمی جو دوسرے کا کام سنبھالے، اس کا ولی ہے۔

المَوْلَى: آقا اور غلام، چچازاد بھائی، مددگار، ہمسایہ، حلیف۔

الوَلَاءُ: آقا کے ساتھ غلام کا تعلق۔

المُوَالَاةُ: دوست داری، دوستانہ مراسم۔ اس کی ضد المعاداة ہے۔ یعنی دشمن سے تعلقات۔ کہا جاتا ہے: وَالَى بَيْنَهُمَا وِلَاءً: ان دو کے درمیان دوستی ہو گئی۔ وِلاء کی واؤ مکسور ہے۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کا پیچھا کیا۔ اِفْعَلْ هٰذِهِ الأشْيَاءَ عَلَى الوِلَاءِ: تم یہ چیزیں لگاتار کرتے جاؤ۔

تَوَالَى عَلَيْهِمْ شَهْرَانِ: ان پر لگاتار دو ماہ گزر گئے۔

اِسْتَوْلَى عَلَى الأمَدِ: وہ اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا یا اس نے مراد پالی۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ الوِلَايَةُ (واؤ مکسور) اختیار و اقتدار اور الوَلَايَةُ (واؤ مفتوح) مدد و فتح مندی، واؤ مکسور اس کا اسم ہے۔

أَوْلَى لَكَ: کہنے میں ڈراوا اور دھمکی ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے کہ وہ چیز اس کے قریب آ گئی ہے جو اسے ہلاک کر دے یا اس پر آن پہنچے۔ ثعلب رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ سے پہلے کسی نے اس جیسی یعنی اصمعی رحمہ اللہ جیسی بات نہیں کہی۔

فُلَانٌ أَوْلَى بِكَذَا: فلاں آدمی اس بات کے زیادہ قریب اور اس کا زیادہ حق دار ہے۔ کہا جاتا ہے: هُوَ الأوْلَى: وہ شخص زیادہ قریب و حقدار ہے اور عورت کے لئے کہا جاتا ہے هِيَ الوُلْيَا۔

و م أ — أَوْمَأْتُ إلَيْهِ: میں نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بدلے أَوْمَيْتُ نہیں کہنا چاہئے۔ وَمَأْتُ إلَيْهِ، أَمَأُ

وَمْنًا کی مثال وَضعتُ، اَضعُ وَضعًا ہے اور یہ ایک دوسرا لہجہ ہے۔

و م ض - وَمضَ البرقُ: بجلی ہلکی سی چمکی اور بادلوں کے اردگرد نہیں کوندی۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ اور وَمِیضًا بھی ہے اور وَمَضانًا بھی ہے۔ اس میں میم مفتوح ہے۔

اَوْمَض کا معنی بھی یہی ہے۔

و م ق - المقةُ: محبت۔

وَمِقَهُ يَمِقُهُ: (دونوں میں میم مکسور) اس نے اس سے محبت کی۔ اس کا اسم فاعل وَامِقٌ ہے یعنی محبت کرنے والا۔

و ن ی - الونیٰ: کمزوری، ضعف، فتور، اُکتاہٹ اور تکان۔ کہا جاتا ہے: وَنَى فی الأمرِ يَنِيَ وَنى ووَنيًا: وہ کام میں لاغر اور کمزور ہو گیا۔ اس کا اسم فاعل وَانٍ ہے یعنی کمزور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فُلانٌ لَايَنِيَ يَفعَلُ كَذا: فلاں آدمی ایسا کرتے تھکتا نہیں ہے۔

تَوَانَى فی حاجتِه: وہ شخص اپنی ضرورت پوری کرنے سے قاصر رہا۔

المِینَاء: (الف ممدود) جہازوں کے ٹھہرنے کی اور کنارے لگنے کی جگہ یعنی بندرگاہ۔ یہ اسم وَنی فعل سے مِفعَالٌ کے وزن پر ہے۔

و ہ ب - وَهبَ لَهُ شَيئًا: اس نے اسے کچھ دیا۔ اس کا مضارع يَهَبُ اور مصدر وهْبًا بروزن وَضَعَ يَضَعُ ہے۔ یہ مصدر حاء مفتوح کے ساتھ وَهَبًا بھی ہے۔ اس کا ایک مصدر هِبَةٌ (حاء مکسور) بھی ہے۔ اس کا اسم المَوْهِبُ اور المَوْهِبَةُ (دونوں میں حاء مکسور) ہے۔ بمعنی بخشش، عطیہ۔

الاتِّهَابُ: بخشش قبول کرنا۔

الاستِيهَابُ: بخشش مانگنا۔

هَبْ زَيدًا مُنطلقًا: (هَبْ بروزن دَعْ) زید کو عطیہ دے۔ اس سے ماضی اور مستقبل کا صیغہ نہیں بنتا۔

رَجُلٌ وَهَّابٌ ووَهَّابَةٌ: بہت زیادہ بخشش اور عطیہ دینے والا۔ حاء کا اضافہ مبالغہ کے لئے ہے۔

و ہ ج - الوهَجُ: (واؤ اور حاء دونوں مفتوح) آگ کی تپش۔

الوَهْجُ: (حاء ساکن) وَهَجتِ النارُ کا مصدر ہے۔ اس کا باب وَعَدَ اور وَهَجَانًا بھی ہے۔ اس میں حاء مفتوح ہے۔ اور وَهَجَتْ کا معنی آگ بھڑک اٹھی۔

اَوْهَجَها غَيرُها: کسی اور نے آگ بھڑکائی۔

تَوَهَّجَتْ: بھڑک اٹھی۔

لَها وَهِيجٌ آگ میں تپش ہے۔

و ہ د - الوَهْدَةُ: بروزن الوَرْدَةُ:

اطمینان کی جگہ۔ اس کی جمع وُهُدٌ (بروزن وَعْدٌ) اور وِهَادٌ بروزن مِهَادٌ ہے۔

و ه ص - الوَهْصُ: زور سے روندنا یا پھینکنا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ آدَمَ حِیْنَ اُهْبِطَ مِنَ الجَنَّةِ وَهَصَهُ اللّٰهُ: حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے اتارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زور سے پھینکا اور زمین کی طرف لڑھکا دیا۔

و ه ل - لَقِیَهُ اَوَّلَ وَهْلَةٍ: وہ پہلی ہی فرصت میں اس سے ملا۔

و ه م - وَهِمَ فِی الحِسَابِ: اسے حساب میں غلطی لگ گئی۔ اور وہ بھول گیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔

وَهَمَ فِی الشَّیْئِ: اسے چیز میں وہم ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ یعنی اس کا دھیان کسی اور طرف ہو گیا۔

تَوَهَّمَ: اس نے سوچا یا خیال کیا۔

اَوْهَمَ غَیْرَهُ: اس نے کسی اور کو وہم میں ڈال دیا۔ اس کا مصدر اِیْهَامًا ہے۔

وَهَّمَهُ تَوْهِیْمًا کا معنی بھی یہی ہے۔

اِتَّهَمَهُ بِکَذَا: اس نے اس پر یہ تہمت لگائی۔ اس کا اسم التُّهَمَةُ ہے اس میں حاء مفتوح ہے۔

اَوْهَمَ الشَّیْئَ: اس نے ساری چیز کو ترک کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ: اَوْهَمَ مِنَ الحِسَابِ مِائَةً: یعنی اس نے حساب میں سے سو کو کم کر دیا اور اَوْهَمَ مِنَ الصَّلَاةِ رَکْعَةً: اس نے نماز میں سے ایک رکعت کم کی۔

و ه ن - الوَهْنُ: کمزوری، ضعف۔ قَدْ وَهَنَ: وہ کمزور ہو گیا۔ اس کا باب وَعَدَ ہے۔ وَهَنَهُ غَیْرُهُ: کسی اور نے اسے کمزور کر دیا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

وَهِنَ یَهِنُ: (دونوں میں حاء مکسور) وَهْنًا اس کا ایک لہجہ ہے۔

اَوْهَنَهُ غَیْرُهُ اور وَهَّنَهُ تَوْهِیْنًا: کسی اور نے اس کی توہین کی۔ الوَهْنُ اور المَوْهِنُ: آدھی رات کے قریب۔ اصمعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: هُوَ حِیْنَ یُدْبِرُ اللَّیْلُ: یہ رات کے ڈھلنے کا وقت ہے۔

و ه ی - وَهَی السِّقَاءُ یَهِیْ: (حاء مکسور) وَهْیًا: مشک میں سوراخ ہو گیا ہے یا وہ پھٹ گئی۔ مثل ہے:

خَلِّ سَبِیْلَ مَنْ وَهَی سِقَاءُهُ
وَمَنْ هُرِیْقَ بِالفَلَاةِ مَاءُهُ

"اس انسان کا راستہ چھوڑ دو یعنی اسے اپنے حال پر چھوڑ دو جس کی مشک پھٹ گئی ہو اور صحرا میں اس کی مشک کا پانی بہہ گیا ہو۔"

اس سے مراد یہ ہے۔ غیر محتاط اور غیر ذمہ

دار شخص کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔

وَهَى الحَائِطُ: دیوار کمزور ہو گئی اور گرنے والی ہو گئی۔ کہا جاتا ہے:

ضَرَبَهُ فَاوْهَى يَدَهُ: اس نے اسے مارا تو اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا یا اسے چوٹ وغیرہ لگ گئی۔

و و ہ: کسی پسندیدہ چیز کو دیکھ کر تعجب کے طور پر 'وَاهًا' کہنا یا واہ واہ کرنا یا کہنا کہ کیا ہی اچھی چیز ہے۔

و ی ب—وَيْبٌ، وَيْلٌ: کی طرح کا کلمہ۔ مثلاً: یہ کہنا وَيْبَكَ و وَيْبَ زَيْدٍ: اللہ تم پر یا زید پر تباہی لائے اور وَيْبٌ لِزَيْدٍ: زید پر افسوس اور ویل ہے۔

و ی ح—وَيْحٌ: کلمۂ رحمت اور وَيْلٌ کلمۂ عذاب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کلمات کا معنی ایک ہے، مثلاً: وَيْحٌ لِزَيْدٍ اور وَيْلٌ لِزَيْدٍ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ یعنی زید کے لئے بربادی ہے، یا افسوس ہے زید پر۔ اس شکل میں یہ الفاظ مبتدا ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہوں گے۔ لیکن اَلْزَمَهُ اللہ مقدر مان کر فعل مضمر کے ساتھ یہ منصوب ہوں گے مثلاً: وَيْحًا اور وَيْلًا وغیرہ۔ اور اسی طرح وَيْحَكَ، وَيْلَكَ، وَيْحَ زيدٍ اور وَيْلَ زيدٍ فعل مضمر کے ساتھ منصوب ہوں گے۔ رہا لوگوں کا یہ کہنا کہ: تَعْسًا لَهُ اور بُعْدًا لَهُ: اور اس قسم کے دوسرے مرکب تو یہ ہمیشہ منصوب ہوں گے کیونکہ لام کے بغیر ان کی اضافت درست نہیں۔ لہٰذا تَعْسَهُ اور بُعْدَهُ کہا جاتا ہے۔ اس لئے ان میں فرق ہو گیا ہے۔

و ی ک—وَيْكَ: بھی وَيْبَ اور وَيْحَ کی طرح کا کلمہ ہے۔ جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ اس میں کاف خطاب کے لئے ہے۔

و ی ل—وَيْلٌ: یہ بھی وَيْحَ کی طرح کا کلمہ ہے۔ البتہ یہ کلمۂ عذاب ہے۔ اس کا استعمال یوں ہوتا ہے: وَيْلَهُ، وَيْلَكَ اور وَيْلِي اور اظہار ماتم و تعزیت کے لئے وَيْلَاه کہتے ہیں۔ یہ کہنا کہ وَيْلٌ لِزَيْدٍ اور وَيْلًا لِزَيْدٍ میں پہلا وَيْلٌ بطور مبتدا مرفوع ہے اور دوسرا ویل فعل مضمر کے باعث منصوب ہے۔ یہ صورت اضافت نہ ہونے کی حالت میں ہے لیکن اضافت کی صورت میں نصب کے علاوہ اس پر کوئی اعراب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر اس صورت میں اسے مرفوع بنایا جائے تو اس کے لئے خبر موجود نہ ہوگی جس کا مبتدا کے لئے ہونا ضروری ہے۔ عطاء بن یسار رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الوَيْلُ: جہنم میں ایک وادی کا نام ہے۔ اگر اس میں پہاڑ بھی ڈالے جائیں تو وہ بھی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں۔

و ی ہ: جب کوئی چیز کسی کے دل کو لگے تو وہ

کہتا ہے: وَیْہًا یَا فُلَانٌ: اور کیا بات ہے، یہ کلمہ تحریص و ترغیب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس کی مثال دُونَکَ یا فُلان ہے یعنی ارے بچو!'۔

و ی ا — وَیْ: کلمہ تعجب۔ کہا جاتا ہے: وَیْکَ اور وی لِعَبْدِ اللّٰہِ یہ کلمہ وَیْ، کَاَنَّ (نون مشدد و مخفف دونوں) پر داخل ہوتا ہے۔ اور یوں کہا جاتا ہے کہ: وَیْکَاَنْ: خلیل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ دونوں کلمے الگ الگ ہیں۔ پہلے وَیْ، کہتے ہیں پھر کَاَن سے بات شروع ہوتی ہے۔ الکسائی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ لفظ دراصل وَیْکَ ہے جس پر اَن داخل ہوا ہے اور اس کا معنی ہے 'کیا تم نے نہیں دیکھا'۔ صاحب کتاب نے الکسائی رحمہ اللہ کے قول کا ذکر بذیل مادہ 'و ا' الف لینہ کے باب میں کیا ہے۔

باب الهاء

الھَــاء: حروف معجم میں سے ایک حرف اس کا شمار بھی حروف زیادات میں ہے۔ ھَا حرف تنبیہ ہے مثلاً: ھَاَنْتُمْ اور ھٰؤُلاءِ: یہ ھــاء اس سے الگ نہیں ہوتا مثلاً: یٰاَیُّھَا الرَّجُــلُ: بعض اوقات ھاء غائب مذکر یا مؤنث کے لئے بطور کنایہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: ضَــرَبَہٗ اور ضَــرَبَھَا: ھاء مقصور، قریب کا معنی ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا ہے، مثلاً: اَیْــنَ اَنْتَ کے جواب میں ھَااَنَاذا اور مؤنث کے لئے کہتے ہیں: ھَااَنَذِہ: اسی طرح اَیْنَ فُلَانٌ کے جواب میں اگر وہ قریب ہو تو کہتے ہیں: ھَاھُوَ ذَا اور اگر دور ہو تو کہتے ہیں: ھَاھُوَ ذَاکَ، اور مؤنث کے لئے اگر قریب ہو تو ھَا ھِیَ ذِہٖ اور اگر دور ہو تو ھَاھِیَ تِلْکَ کہتے ہیں۔ کلام عرب میں ھاء بطور حرف زائد کی سات قسمیں ہیں:

(۱) الفَــاعِــل اور الفَــاعِلَۃ کے درمیان فرق کرنے کیلئے۔ مثلاً: ضَارِبٌ اور ضَارِبَۃٌ نیز کَرِیْمٌ اور کَرِیْمَۃٌ۔

(۲) جنس میں مذکر و مؤنث میں فرق کرنے کے لئے مثلاً: اِمْرِئٌ اور اِمْرَاَۃٌ۔

(۳) واحد اور جمع کے درمیان فرق کرنے کیلئے مثلاً: بَقَرَۃ و تَمَرَۃ اور بقرٌ اور تَمْرٌ۔

(۴) حقیقت تانیث کی نفی کے ساتھ لفظ تانیث کیلئے مثلاً: قَــرْیَــۃٌ اور غُرْفَۃٌ۔

(۵) مبالغہ کے لئے خواہ مدح کے لئے مثلاً: عَــلَّامَۃٌ اور

(۶) نَسَّابَۃٌ، یا ذم کے لئے ہو مثلاً: ھِلْبَاجَۃ اور بَقَاقَۃٌ.

جہاں ھاء مدح کے لئے ہو تو اس کا مؤنث ہونا تانیث غایت و نہایت و داہیہ ہوتا ہے۔ اور جہاں ھاء ذم کے لئے آئے تو وہاں اس کا مؤنث ہونا تانیث بھیمۃ کے لئے ہوتا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ الھِلْبَاجَۃ کا معنی احمق اور البقاقۃ کا معنی باتونی ہے۔ ان میں سے بعض اسماء میں مذکر و مؤنث یکساں ہوتے ہیں۔ مثلاً: رَجُــلٌ مَلولَۃ اور اِمْرَاَۃٌ ملولۃٌ اور صیغہ واحد از جنس مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ مثلاً: البَطَّۃُ اور الحَیَّۃُ۔

جمع کے صیغے میں تین وجوہ کی بناء پر داخل ہوتی ہے:

(۱) نسب ظاہر کرنے کیلئے مثلاً: المَهَالِبَةُ.

(۲) عجمہ ظاہر کرنے کیلئے مثلاً: العَوَازِجَة: (موزے) اور الجَوَارِبَة: (جرابیں) اور

(۳) حرف محذوف کے عوض کے طور پر مثلاً: العَبَادِلَة اور وہ عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ نے العبادلۃ کی تفسیر بذیل مادہ 'ع ب د' اس تفسیر کے خلاف کی ہے۔

هَـاتِ: دیکھئے بذیل مادہ 'ه ت ا' اور 'ه ی ت'.

هَـالَةٌ: دیکھئے بذیل مادہ 'ه و ل'.

ه ب ب - هَبَّ مِنْ نَوْمِهِ: وہ نیند سے اٹھا یعنی جاگا یا بیدار ہوا۔

الهبوبُ الرِّیحُ: ہوا کا چلنا جس سے گرد وغبار اڑے۔

هَبَّ البَعِیرُ فِی السَّیرِ: اونٹ چلنے میں تیز ہو گیا۔

هَبْهَبَ النَّجْمُ: تارا یا ستارا چمکا۔

الهَبَّةُ: گھڑی۔

الهِبَّةُ: نر کا جوش۔

هَبَّتِ الرِّیحُ: ہوا چلی۔ اس کا مضارع تَهُبُّ (ہاء مضموم) اور مصدر هُبُوبًا اور هَبِیبًا بھی ہے۔

ه ب ج - الهَبَجُ: وَرَم کی طرح جو اونٹنی کے تھنوں میں ہوتی ہے۔

المُهَبَّجُ بروزن المُهَذَّبُ: ثقیل النفس۔ جسے سانس کی تکلیف ہو۔ سست اور کند ذہن۔

ه ب ش - الهَبْشُ: اکٹھا کرنا، کمانا، حاصل کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ: هُوَ یَهْبِشُ لِعِیَالِهِ: وہ اپنے اہل وعیال کے لئے روزی کماتا ہے۔ اس کا مضارع یَتَهَبَّش اور اس کا اسم فاعل هَبَّاشٌ ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

ه ب ط - هَبَطَ: وہ نیچے آیا۔ اس کا باب جَلَسَ ہے۔ هَبَطَهُ: اس نے اسے نیچے اتارا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی۔ کہا جاتا ہے: اَللّٰهُمَّ غَبْطًا لاهَبْطًا: اے اللہ! ہم تجھ سے خوشی مانگتے ہیں اور اپنے حال سے گر جانے سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ یہ حدیث وہ ہے جسے الازہری نے نقل کیا ہے۔

اَهْبَطَهُ فَانْهَبَطَ: اس نے اسے نیچے گرا دیا تو وہ گر گیا۔

هَبَطَ ثَمَنُ السلعة: سامان کی قیمت گر گئی یعنی کم ہو گئی۔

هَبَطَهُ غَيْرُهُ: اس قیمت کو کسی اور نے گرا دیا۔

الهَبُوطُ: (ہاء مفتوح) گراوٹ، کمی۔

ہ ب ل - هَبَلَهُ اللَّحْمُ تَهْبِيلاً: اس پر گوشت چڑھ گیا یعنی وہ موٹا ہو گیا۔

رَجُلٌ مُهَبَّلٌ: ایسا شخص جس کے جسم پر گوشت کی تہیں چڑھی ہوں۔ حدیث افک میں ہے: وَالنِّسَاءُ يَوْمَئِذٍ لم يُهَبِّلْهُنَّ اللَّحْمَ: ان دنوں عورتیں فربہ بدن نہ تھیں یعنی ان کے جسم پر گوشت کی تہیں نہیں چڑھی تھیں۔ هُبَلُ: ایک بُت جو خانہ کعبہ کے اندر نصب تھا۔

ہ ب - دیکھئے بذیل مادہ 'و ہ ب'۔

ہ ب ا - الهَبَاءُ: بکھری ہوئی چیز جو سورج کی روشنی میں گھر کے اندر نظر آتی ہے۔ الهَبَاءُ کا معنی مٹی کے ذرات بھی ہے۔

الهَبْوَةُ: غبار، گرد۔

ہ ت ر - کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ مُسْتَهْتَرٌ (دونوں تاء مفتوح) بِالشَّرَابِ: فلاں شخص شراب کا رسیا ہے۔ اسے اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کہ شراب کے بارے میں کیا کچھ کہا گیا ہے۔

تَهَاتَرَ الرَّجُلَانِ: دو آدمیوں نے ایک دوسرے کے خلاف غلط دعوے کئے۔

ہ ت ف - الهَتْفُ: آواز، چہچہانا۔ کہا جاتا ہے: هَتَفَتِ الحَمَامَةُ: کبوتری نے آواز نکالی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

هَتَفَ بِهِ: وہ چیخا، آواز بلند کی۔

يَهْتِفُ (تاء مکسور) هِتَافًا: (ہاء مکسور)۔

ہ ت ک - الهَتْکُ: پردہ دری کرنا۔ آبرو ریزی۔

هَتَكَهُ فَانْتَهَكَ: اس نے اس کی پردہ دری کی تو اس کی پردہ دری ہو گئی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

هَتَّكَ الأَسْتَارَ: تاء کو کثرت کے اظہار کے لئے مشدد کیا گیا۔ اس کا اسم الهُتْكَةُ (ہاء مضموم) ہے۔

تَهَتَّكَ: اس کی آبرو ریزی یا پردہ دری ہوئی۔

ہ ت ن - بقول ابو زید التَّهْتَانُ: لگاتار بارش۔ موسلا دھار لگاتار بارش ہے۔ اور بقول النضر التهتان کا معنی وقفوں کے ساتھ بارش کا برسنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: هَتَنَ المَطَرُ وَالدَّمْعُ: بارش یا آنسو کے قطرے لگاتار گرے۔ اس کا باب ضَرَبَ اور جَلَسَ ہے۔ اور تَهْتَانًا بھی ہے۔

سَحَابٌ هَاتِنٌ وهُتُونٌ: لگاتار برسنے والے بادل۔

ہ ت ا - هَاتِ يَا رَجُلُ: لاؤ۔ اور مؤنث کے لئے هَاتِي کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے جو باتیں

یہاں 'ہ ت ا' کے ذیل میں کہی ہیں وہ ایک دفعہ بذیل مادہ 'ہ ی ت' پہلے کہی گئی ہیں۔ یہاں ان سب باتوں کو نہیں دُہرایا گیا بلکہ اس کا کچھ حصہ دُہرایا گیا ہے۔

ہ ث م — الہَیثَمُ: عقاب کا بچہ۔

ہ ج د — ہَجَدَ: اس کا باب دَخَلَ اور تَهَجَّدَ ہے۔ وہ رات کو سویا۔

هَجَدَ و تَهَجَّدَ: وہ سویا۔ یہ لفظ کلمات اضداد میں سے ہے۔ اسی نسبت سے رات کی نماز کو التَهَجُّدُ کہتے ہیں۔

التَهْجِيْدُ: تنویم، سُلانا۔

ہ ج ر — الہَجرُ: دوری، فراق۔ اس کی ضد الوَصلُ ہے۔ اس کا باب نَصَرَ اور هِجرَانًا بھی ہے۔ اور اس کا اسم الهِجرَةُ ہے۔

المُهَاجَرَة: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

التَّهَاجُرُ: ایک دوسرے کو چھوڑ دینا، قطع تعلق کرنا۔

الهَـجْـرُ: (ہاء مفتوح) بڑبڑانا، ہذیان بکنا۔

قَـدْ هَجَـرَ المَرِیضُ: مریض ہذیان بکنے لگا یا بڑبڑانے لگا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم فاعل هَاجِرٌ اور کَلامٌ مَهْجُورٌ کا معنی متروک کلام ہے۔ مجاہد وغیرہ مفسرین نے اس قول خداوندی: اِنَّ قَـوْمِیْ اتَّخَـذُوْا هٰذَا الْقُـرْآنَ مَهْجُوْرًا کی تفسیر میں مهجورًا کا معنی باطلا کیا ہے۔ الهَجْرُ (ہاء مفتوح) الهَاجِـرَةُ اور الهَجِیْرُ کا معنی دوپہر کی کڑی دھوپ ہے۔ التَّـهْجِیْرُ اور التَهَـجُّرُ کا معنی دوپہر کے وقت سفر کرنا یا چلنا ہے۔

تَهَجَّـرَ فُلَانٌ: فلاں شخص نے مہاجروں کی مشابہت کی۔ حدیث شریف میں ہے: هَاجِـرُوا وَلَاتَهَجَّرُوْا: ہجرت کرو اور نقلی یا جھوٹے مہاجر نہ بنو۔

هَجَرٌ: ایک جگہ کا نام ہے، مذکر اور منصرف ہے۔ مثل ہے: کَمُـبْـضِـعِ تَـمَرٍ اِلیٰ هَجَر: الٹے بانس بریلی کو؟

ہ ج س — الہَجسُ: کھٹکا، اندیشہ، وسوسہ۔ کہا جاتا ہے کہ: هَجَسَ فِی صَـدْرِیْ شَیْئٌ: میرے دل میں کوئی چیز کھٹکی۔ یا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ میرا کہنا ہے کہ صاحب کتاب نے حَدَسَ کو وَقَـعَ اور خَطَـرَ کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور ان معنوں میں یہ لفظ غیر معروف ہے۔

ہ ج ع — الہُجُوعُ: رات کی نیند۔ اس کا باب خَضَعَ ہے۔

التَّهْجَـاعُ: ہلکی نیند۔ کہا جاتا ہے کہ اَتَیْتُ فُلَانًا بَعْدَ هَجْعَةٍ: میں رات کو

تھوڑی سی نیند کرنے کے بعد فلاں شخص کے پاس آیا۔

ہ ج م-ھجم علی الشیئ بغتۃ: اس نے کسی چیز پر اچانک حملہ کر دیا یا دھاوا بول دیا۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

ھَجَمَ غیرُہٗ: کسی غیر نے حملہ کرایا۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔

ھَجَمَ الشِّتَاءُ: سردی آگئی۔

ھَجْمَۃُ الشِّتَاءِ: سردی کی شدت اور ھجمۃ الحرّ: گرمی کی شدت۔

ہ ج ن-امرأۃٌ ھجانٌ: شریف وکریم عورت۔ اصمعی نے حضرت علیؓ کے اس قول: ھٰذا جَنَایَ وھِجَانُہٗ فِیہِ وکُلُّ جانٍ یَدُہٗ اِلیٰ فِیہِ میں ھِجان کا معنی خیار یعنی نچوڑ اور خلاصہ بیان کیا ہے یعنی چیدہ اور چنے ہوئے لوگ۔ حضرت علیؓ کے قول کا معنی یہ ہے کہ یہ میرے چنے ہوئے لوگ ہیں۔ اوران کے عمدہ اور چنے ہوئے لوگ بھی انہیں میں ہیں۔ اور ہر ارتکاب جرم کرنے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف ہوتا ہے۔ رجُلٌ ھَجِینٌ: کمینہ شخص۔

الھُجْنَۃُ: (کمینگی) یا کم ذاتی، انسانوں اور گھوڑوں دونوں میں ہوتی ہے۔ اگر یہ ماں کی طرف ورثہ میں ہو تو بچہ مُجِینٌ ہوگا۔ باپ کی طرف سے ورثہ میں ملنے والی اس صفت کو اِقْتِرَاف کہتے ہیں۔

تَھْجِینُ الأمرِ: کسی کام یا بات کو قبیح کہنا یا جاننا۔

ہ ج ا-الھِجَاءُ: ہجو کرنا۔ اس کی ضد المَدح ہے۔ اس کا باب عَدَا اور ھِجاءٌ بھی۔ اور تَھْجَاءٌ بھی ہے۔ اور تَھجَاءٌ بھی ہے۔ اس میں تاء مفتوح ہے۔ جس کی ھجو کی جائے، اسے مُھجُوٌّ کہتے ہیں۔ بطور فعل ھَجنَۃٌ نہیں کہنا چاہئے۔

ھَجَوْتُ الحُرُوفَ ھجوًا وھَجَّیْتُہٗ تَھْجِیَۃً اور تَھَجَّیْتُھَا: میں حروف کے ہجے کئے۔ ان سب الفاظ کا یہی معنی ہے۔

ہ د ا-ھدا: ٹھہرا۔ سکون پذیر ہوا۔ اس کا باب قطع اور خضع ہے۔

اَھْدَأہٗ: اس نے اسے دھیما یا پُرسکون کر دیا۔

ہ د ب-ھُدْبُ العَینِ: آنکھ کی پلک۔

ہ د د-ھَدَّ البناءَ: اس نے عمارت ڈھادی یا کمزور کردی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

ھَدَّتْہُ المُصِیبَۃُ: مصیبت نے اسے توڑ کر رکھ دیا۔

الھَدَّۃُ: دیوار وغیرہ کے گرنے کی آواز، دھڑام کی آواز۔

التَّھْدِیدُ والتَّھَدُّدُ: ڈرانا دھمکانا۔

الھُدْھُدُ: ہدہد، مشہور پرندہ۔

الھُدَاھِدُ: کا معنی بھی یہی ہے۔ اس کی

جمع الھَداھِدُ ہے۔ اس میں حاء اول مفتوح ہے۔

ہ د ر — ھَدَرَ دَمُہُ: اس کا خون رائگاں ہوا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

اَھْدَرَہُ السُّلْطَانُ: سلطان نے اس کا خون مباح کردیا۔

ذَھَبَ دَمُہُ ھَدَرًا: اس کا خون رائگاں گیا۔ (اس میں دال ساکن بھی ہے اور مفتوح بھی) نہ اس کا قصاص ہوگا اور نہ خون بہا۔

ھَدَرَ الحَمَامَ: کبوتر نے آواز نکالی، غٹرغوں کیا۔

ھَدَرَ البَعِیرُ: اونٹ نے اپنے گلے میں آواز کی گرج پیدا کی یا بلبلایا۔ اس کا فعل ھَدَرَ یَھْدِرُ ہے۔ (دال مکسور) ہے۔ اور مصدر ھَدِیْرًا ہے۔

ہ د ف — الھَدَفُ: عمارت، ریت کا ٹیلہ یا پہاڑ جو سطح زمین سے اونچا ہو۔ اسی نسبت سے نشانے کو ہدف کہتے ہیں۔

ہ د ل — الھَدِیْلُ: نر کبوتر۔ اس کا معنی کبوتر کی آواز بھی ہے۔ ھَدَلَ القُمْرِیُّ یَھْدِلُ (دال مکسور) ھَدِیْلًا: قمری نغمہ سرا ہوئی۔ الھَدِیْلُ: حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ایک پرندہ تھا جسے کسی شکاری پرندے نے شکار کیا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اب وہ کبوتری اسکے ماتم میں گریہ و ماتم کرتی ہے۔

ھَدَلَ الشَّیْئَ: اس نے کسی چیز کو ڈھیلا کردیا اور نیچے لٹکا دیا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

تَھَدَّلَتْ اَغْصَانُ الشَّجَرِ: درختوں کی ٹہنیاں نیچے جھک گئیں۔

ہ د م — ھَدَمَہُ: اس نے اسے منہدم کردیا۔ فَانْھَدَمَ: تو وہ منہدم ہوگئی۔ تَھَدَّمَ کا بھی یہی معنی ہے۔ ھَدَّمَ کا بھی یہی معنی ہے۔

ھَدَّمُوْا بُیُوْتَھُمْ: انہوں نے اپنے مکانات منہدم کردیئے۔ دال کو کثرت کے اظہار کے لئے مشدد کردیا گیا۔

الھِدْمُ: پھٹا پرانا بوسیدہ کپڑا۔ اس کی جمع اَھْدَامٌ ہے۔

مُھَنْدَمٌ: اچھی ترتیب سے رکھا ہوا۔ یہ کلمہ معرب ہے۔

ہ د ن — ھَادَنَہ: اس نے اس سے صلح کی۔ اس کا اسم الھُدْنَۃُ بمعنی جنگ بندی یا عارضی صلح ہے۔ انہیں معنوں میں لوگ کہتے ہیں: ھُدْنَۃٌ علٰی دَخَنٍ: مکر و فساد کی حالت میں صلح کرنا۔

ہ د ی — الھُدیٰ: رشد و ہدایت اور رہنمائی۔ مذکر و مؤنث کہا جاتا ہے: ھَدَاہُ اللّٰہُ لِلدِّیْنِ یَھْدِیْہِ ھُدًی: اللہ اسے دین کی ہدایت دے۔

ھَدَاہُ اللّٰہُ لِلدِّیْنِ یَھْدِیْہِ، ھُدًی

اللہ اسے دین کی ہدایت دے۔ قول خداوندی ہے: أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ: ابوعمرو بن العلاء نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ کیا اس نے ان پر یہ واضح نہیں کیا۔

هَدَيْتُهُ الطَّرِيقَ والبَيْتَ: میں نے اسے راستے اور گھر کا پتہ بتلا دیا۔ اس کا مصدر هِدَايَةٌ ہے۔ یہ اہل حجاز کا لہجہ ہے۔ دوسرے لوگ ان معنوں میں هَدَيْتُهُ إِلَى الطَّرِيقِ وَإِلَى الدَّارِ کہتے ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں بھی هَدَى کا لفظ تین وجوہ سے آیا ہے:

(۱) مُعَدّی بنفسہ: براہ راست مفعول تک پہنچنے والا۔ مثلاً: قول خداوندی: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ: ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ اور دوسرا قول خداوندی: وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ: ہم نے اسے دو راستے بتلا دیے۔

(۲) معدّی باللام: لام کے ذریعے مفعول پر دلالت کرنے والا مثلاً: الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا: اس خدا کی تعریف اور حمد و ثنا جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔ اور دوسرا قول خداوندی: قُلِ اللّٰهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ۔

(۳) معدّی بإلی: إلى کے ذریعے مفعول تک پہنچنے والا مثلاً: قول خداوندی: وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ۔

ابوعمرو نے مزید کہا کہ هَدَى اور اهْتَدَى دونوں کا ایک معنی ہے۔ قول خداوندی ہے: إِنَّ اللّٰهَ لا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ: جو راستے سے بھٹکے اللہ اسے ہدایت نہیں دیتے۔ الفرّاء کا قول ہے کہ اس کا معنی يَهْتَدِي ہے۔

الهَدْيُ: وہ قربانی جو جانور کی صورت میں حرم میں کی جاتی ہے۔

الهَدِيُّ بروزن فَعِيلٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآن کی اس آیت: حَتّٰى يَبْلُغَ الهَدْيُ مَحِلَّهُ: میں الہدی کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس کا واحد هَدْيَةٌ اور هَدِيَّةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے: مَا أَحْسَنَ هِدْيَتَهُ: اس کی سیرت کس قدر اچھی ہے۔ هِدْيَتَهُ کی ہاء مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی۔ اس کی جمع هَدْيٌ ہے۔ اس کی مثال تَمْرَةٌ اور اس کی جمع تَمْرٌ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: هَدَى هَدْيَ فُلان: کیا اس نے فلاں شخص کی سیرت اختیار کر لی۔ حدیث شریف میں ہے: واهْدُوا هَدْيَ عَمَّار: عمار کی سیرت اختیار کرو۔

الهَادِي: گردن۔

الهَدِيَةُ: تحفہ، نذرانہ۔ اس کی جمع الهَدَايَا ہے۔ کہا جاتا ہے: اَهْدَى لَهُ واِلَيْهِ: اس نے اسے تحفہ دیا۔

التَّهَادِىْ: لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو تحفے دینا۔ حدیث شریف میں ہے: تَهَادُوا تَحَابُّوْا: ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو۔ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوگی۔

ھ ذ ب - التَّهْذِيْبُ: تنقیہ، صاف و شفاف بنانا۔ مہذب بنانا۔ سدھارنا۔

رَجُلٌ مُهَذَّبٌ: پاکیزہ اخلاق والا شخص۔

ھ ذ ر - هَذَرَ فِي مَنْطِقِهِ: اس نے بولنے میں بیہودہ باتیں کیں۔ اس کا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ ہے۔ اس کا اسم الهَذَرُ ہے۔ اس میں هاء اور ذال دونوں مفتوح ہیں۔ اس کا معنی بیہودہ گفتگو ہے۔ اس کا اسم فاعل هَذِرٌ یعنی بیہودہ گو (اس میں ذال مکسور ہے) اور هُذَرَةٌ بروزن هُمَزَةٌ ہے۔ هَذَّارٌ (ذال مشدد) اور مِهْذَارٌ: بہت زیادہ لغو اور بے ہودہ باتیں کرنے والا۔

اَهْذَرَ فِي كَلَامِهِ: اس نے بیہودہ گفتگو کی۔

ھ ذ ر م - الهَذْرَمَةُ: پڑھنے اور بات کرنے میں تیزی یا تیز کلامی۔ کہا جاتا ہے: هَذْرَمَ وِرْدَهُ: اس نے لے تیزی سے کاٹا۔

ھ ذ ی - هَذَى فِي مَنْطِقِهِ يَهْذِىْ: اس نے ہذیانی گفتگو کی۔ یا وہ بات کرنے میں بڑبڑایا۔

ھ ر ا - هَرَأَ اللَّحْمَ: اس کا باب قَطَعَ ہے، اور معنی اُس نے گوشت کو اتنا پکایا کہ گوشت ہڈیوں سے الگ ہوگیا۔ اَهْرَأَهُ، هَرَّأَهُ تَهْرِئَةً کا معنی بھی یہی ہے۔ لَحْمٌ هَرِئٌ (یاء ممدود) اچھی طرح پکا ہوا گوشت۔

ھ ر ب - الهَرَبُ: فرار، بھاگنا۔ قَدْ هَرَبَ يَهْرُبُ هَرَبًا: اس کی مثال طَلَبَ يَطْلُبُ طَلَبًا واَهْرَبَ: وہ ڈر کے مارے تیزی سے بھاگا۔

ھ ر ج - الهَرْجُ: فتنہ، آزمائش۔ کھل مل جانا۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ: بَيْنَ يَدَيِ السَّاعةِ هَرَجٌ: یعنی قیامت کی علامات میں سے جنگ و جدل اور قتل ہوں گے۔

ھ ر ر - الهِرُّ: بلا۔ اس کی جمع هِرَرَةٌ ہے۔ اس کی مثال قِرْدٌ اور قِرَدَةٌ ہے۔ اس کی مؤنث هِرَّةٌ ہے۔ اس کی جمع هِرَرٌ ہے۔ اس کی مثال قِرْبَةٌ اور قِرَبٌ ہے۔ مثل ہے: فُلَانٌ لَا يَعْرِفُ هِرًّا مِنْ بِرٍّ: یعنی فلاں شخص کو دوست دشمن کی پہچان نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ: الهِرُّ هُنَا دُعَاءُ الغَنَمِ والبِرُّ سَوْقُهَا: یعنی هِرّ کہہ کر

بھیڑ بکریوں کو پانی پلانے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اور البِرّ کہہ کر انہیں ہانکا جاتا ہے۔ (یہ بکریوں کو بلانے اور ہانکنے کی مخصوص آوازیں ہیں جو چرواہے استعمال کرتے ہیں یعنی ھرّ اور بِرّ)۔

هَرِيْرُ الكَلْبُ: سردی کے مارے بے صبری سے کتے کا بغیر بھونکے آواز نکالنا۔

قَدْ هَرَّ يَهِرُّ (هاء مکسور) هَرِيْرًا: اس نے بغیر بھونکے آواز نکالی۔

هَارَّهُ فِي وَجْهِهٖ: اس نے اسے دیکھ کر تیوری چڑھائی۔

ہ ر س - الهَرْسُ: کوٹنا۔ اسی سے لفظ الهَرِيْسَه ماخوذ ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ المِهْرَاسُ: (میم مکسور) ہاون یا اوکھلی جس میں چیزیں کوٹی جاتی ہیں۔ یا جس میں وضو کے لئے پانی رکھا جاتا ہے۔

ہ ر ش - الهِرَاش، المُهَارَشَةُ الكِلَاب: کتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے پر اُکسانا، چھیڑنا۔

التَّهْرِيْش، التَّحْرِيْشُ: چھیڑنا۔ دوسرے کو لڑنے پر اُکسانا۔

ہ ر ع - الاِهْرَاعُ: تیزی کرنا۔ جلدی کرنا۔ قول خداوندی ہے: وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ: اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس دوڑتے بھاگتے تیزی سے آئے یا ہانپتے ہوئے آئے۔ ابوعبیدہ نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اُکساتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔

ہ ر ق - المُهْرَقُ: (راء مفتوح) صحیفہ، تحریر، کتاب۔ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی جمع مَهَارِقُ ہے۔

هَرَاقَ المَاءَ، يُهَرِيْقُهُ: (هَرَاق میں هاء مفتوح)۔

هِرَاقَةٌ: (هاء مکسور) پانی گرانا یا ڈالنا یا بہانا۔ اصل میں یہ لفظ اَرَاقَ يُرِيْقُ اِرَاقَةً ہے۔ اس کا ایک دوسرا لہجہ اَهْرَقَ المَاءَ يُهْرِقُهُ اِهْرَاقًا بروزن اَفْعَلَ يُفْعِلُ ہے۔ اور ایک تیسرا لہجہ اَهْرَاقَ يُهْرِيْقُ اِهْرَاقَةً ہے۔ اس کا اسم فاعل مُهْرِيْقٌ ہے۔ اور الشَّيْئُ مُهْرَاقٌ بہائی گئی چیز۔ اور مُهَرَاقٌ بھی (یعنی هاء مفتوح) حدیث شریف میں ہے: اُهْرِيْقَ دَمُهُ: اس کا خون بہایا گیا۔

ہ ر ق ل - هِرَقْلُ: بروزن خِنْدِفٌ: رُوم کا بادشاہ۔ اسے هِرَقْلُ بروزن دِمَشْق بھی کہا جاتا ہے۔

ہ ر م - الهَرَمُ: بڑھاپا۔

قَدْ هَرِمَ: وہ بوڑھا ہو گیا۔ اس کا باب طَرِبَ ہے۔ اور اسم فاعل هَرِمٌ ہے۔

قَوْمٌ هَرْمَى: بوڑھی قوم یا بوڑھے لوگ۔

مَهْرَمَةٌ: رات کا کھانا چھوڑ دینا۔

الھَـرَمَـان: مصر میں ایک عمارت کا نام ہے۔

ہ ر و ل - الھَرْوَلَۃُ: تیز قدموں چلنا، ایک طرح کا دوڑنا۔ یعنی دوڑنے اور چلنے کی درمیانی چال۔

ہ ر ا - الھِراوۃُ: (ہاء مکسور) موٹا عصا۔ لٹھ۔ اس کی جمع الھَـرَاوَی (ہاء اور واؤ دونوں مفتوح)۔

ھَرَاۃ: ہرات، ایک شہر کا نام۔

ہ ز ا - ھَزِیَ مِنْـہُ: (زای مکسور) اس نے اس کا مذاق اُڑایا۔ یَھْزَأُ ھُزْءًا کا بھی یہی معنی ہے۔ اس کی مثال قَطَعَ یَقْطَعُ ہے اور مصدر ھُزْءَ ا یُھْزَأُ بِہٖ: وہ شخص جس کا مذاق اڑایا جاتا ہو۔ ھُزَاَۃٌ (زای متحرک) وہ شخص جو لوگوں کا مذاق اُڑاتا ہو۔

ہ ز ب ر - الھِزَبْرُ: طاقتور شیر۔

ہ ز ج - الھَــزَجُ: (ہاء اور زای دونوں مفتوح) کڑک کی آواز۔

الھَزَجُ کا معنی سُر نغمہ کی ایک قسم بھی ہے۔ اس میں ترنم ہوتا ہے۔ ان دونوں کا باب طَرِبَ ہے۔

ہ ز ز - ھَزَّ الشَّیْئَ فَاھْتَزَّ: اس نے چیز کو ہلایا تو وہ ہل گئی۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الھِـزَّۃُ: (ہاء مکسور) نشاط اور آرام و راحت۔

ہ ز ل - الھَزْلُ: غیر سنجیدگی، مذاق۔ اس کی ضد الجِدُّ سنجیدگی ہے۔

قَـدْ ھَزَلَ: اس نے مذاق میں بات کہی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الھُزَال: لاغری، دُبلا پن۔ اس کی ضد السِّـمَـنُ یعنی موٹاپا ہے۔ کہا جاتا ہے: ھُـزِلَتِ الـدابۃُ: جانور کمزور اور لاغر ہو گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اس کا مصدر ھُزَالًا ہے۔ ھَزَلَھَا صَاحِبُھَا: جانور کو اس کے مالک نے دُبلا کر دیا۔ اس کا باب ضَـرَبَ ہے۔ اور اسم مفعول مَھْزُوْلَۃٌ ہے۔

ہ ز م - ھَـزَمَ الجَیْشَ: اس نے فوج کو شکست دی۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور ھَزِیْمَۃٌ بھی ہے۔ فَانْھَزَمُوْا: تو وہ شکست کھا گئے۔

ہ ش ش - ھَـشَّ الـوَرَقَ: اس نے لاٹھی سے پتے جھاڑے تاکہ وہ نیچے گریں۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔ انہیں معنوں میں قول خداوندی ہے: وَاَھُــشُّ بِـھَـا عَلیٰ غَـنَمِي: اور میں اسی لاٹھی کے ساتھ اپنی بھیڑ بکریوں کے لئے درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں۔

الھَشَاشَۃ: ہشاش بشاش رہنا۔

قَـدْ ھَـشَّ بِـہٖ یَھَـشُّ: (ہاء مفتوح) ھَـشَاشَۃً: وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا اور اس نے راحت محسوس کی۔

رَجُلٌ هَشٌّ بَشٌّ: ہشاش بشاش انسان۔

شَيْءٌ هَشٌّ وهَشِيْشٌ: نرم اور تر و تازہ چیز۔

ه ش م - الهَشْمُ: کسی سوکھی چیز کا توڑنا۔ کہا جاتا ہے کہ **هَشَمَ الثَّرِيْدَ**: یعنی اس نے روٹی شوربے میں توڑ کر اس میں بھگو کر ثرید تیار کر لیا۔ اس کا باب **ضَرَبَ** ہے۔ اسی نسبت سے **هاشم بن عبد المناف** کا نام ہاشم پڑا۔ اس کا اصل نام **عَمرو** تھا۔

الهَشِيْمُ: خشک اور شکستہ و ریختہ پودے اور بوسیدہ درخت جنہیں لکڑہارا اُٹھا لے جاتا ہے۔

ه ص ر - هَصَرَ الغُصْنَ وبالغُصْنِ: اس نے ٹہنی کو سرے سے پکڑا اور اپنی طرف جھکا لیا۔ اس کا باب **ضَرَبَ** ہے۔

ه ض م - هَضَمَهُ: اس نے اسے ہضم کیا۔ اس کا باب **ضَرَبَ** ہے۔

اِهْتَضَمَهُ: اس نے اس پر ظلم کیا۔ اس کا اسم مفعول بروزن **فعیل هَضِيْمٌ** اور **مُهْتَضَمٌ** ہے۔ **تَهَضَّمَهُ** کا معنی بھی یہی ہے۔

الهَاضُوْمُ: وہ دوا جسے جوارش کہتے ہیں جس سے کھانا ہضم ہوتا ہے۔

طَعَامٌ سَرِيْعُ الإنْهِضَام: جلد ہضم ہونے والا کھانا۔

طَعَامٌ بَطِيُ الانْهِضَام: دیر سے ہضم ہونے والا کھانا۔ کھجور کے گابھے یعنی شگوفے کو اس لئے **هَضِيْمٌ** کہتے ہیں کہ ابھی تک اس کے دو غلاف ایک دوسرے میں داخل ہونے کے لئے نکلے ہوتے ہیں۔

الهَضِيْمُ مِنَ النِّسَاء: پتلی کمر والی عورت۔

ه ط ع - أهْطَعَ الرَّجُلُ: آدمی نے گردن لمبی کی اور سر سیدھا کیا۔

أَهْطَعَ في عَدْوِهِ: اس نے اپنے دوڑنے میں تیزی کی۔

ه ط ل - الهَطْلُ: بارش کا موسلا دھار برسنا اور آنسوؤں کی جھڑی بندھ جانا۔ کہا جاتا ہے: **هَطَلَتِ السَّمَاءُ**: آسمان سے موسلا دھار بارش برس رہی ہے۔ اس کا باب **ضَرَبَ** اور **هَطَلانًا** (طاء مفتوح) ہے۔ اور **تَهْطَالًا** بھی ہے۔ **سَحَابٌ هَطِلٌ ومَطَرٌ هَطِلٌ**: لگاتار بارش یا برسنے والے بادل اور موسلا دھار بارش۔

سَحَائِبُ هُطُلٌ: لگاتار بارش برسانے والے بادل۔ اس کا واحد **هَاطِلٌ** ہے۔

دِيْمَةٌ هَطْلاءُ: اس کی مثال **اِمْرَأةٌ حَسْنَاءُ** ہے۔ **رَجُلٌ أحْسَنُ** نہیں کہا جاتا۔

ہ ف ف -هفّ: اِمْرَأةٌ هَفْهَفَةٌ: پتلے پیٹ والی عورت۔ اسے مُهَفْهَفَةٌ بھی کہتے ہیں۔

ہ ف ا -الهفوة: پھسلن، پھسلنا۔ لغزش۔ قَدْ هَفَا يَهْفُوْ: وہ پھسل گیا۔ هفوةً۔

ہ ی ک ل - الهيكل: نصاریٰ کا عبادت گھر۔ یہ ان کا بت خانہ ہوتا ہے۔

ہ ک م - تهكم عليه: اس کا غصہ اور بھڑکا۔

المُتَهَكِّمُ: متکبر شخص۔

ہ ل ج -الاهليلج: معرب کلمہ ہے۔ الاہجی۔ ابن السکیت کا کہنا ہے کہ اس لفظ کے دونوں لام مکسور ہیں۔ اس کا واحد کا صیغہ بھی یہی ہے۔ ابن الاعرابی کا قول ہے کہ دوسرا لام مفتوح ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ عربی زبان میں اِفْعِيْلِلٌ کے وزن پر کوئی لفظ نہیں ہے۔ جس میں لام مکسور ہو۔ البتہ اِفْـعِـيْلَلٌ کے وزن پر کلمات ہیں مثلاً: اِبْرِيْسَمٌ اور اِطْرِيْفَلٌ۔

ہ ل ع -الهلع: بدترین گھبراہٹ اور بے چینی واضطراب کا مظاہرہ کرنا۔ اس کا باب طرب ہے۔

وهَلُوْعٌ هَلِعٌ: بدترین گھبراہٹ کا مظاہرہ کرنے والا مضطرب۔ حدیث شریف میں ہے: مِنْ شَرِّ مَا اُوْتِيَ العَبْدُ شُحٌّ هَالِعٌ وجُبْنٌ خَالِعٌ: انسان کو دی گئی بدترین خصلت بے چین کرنے والا بخل اور دل کھینچنے والی بزدلی یعنی نامردی ہے۔ یعنی بدترین انسان وہ ہے جو بخل اور کنجوسی کرے اور بزدلی اور نامردی کا مظاہرہ کرے اور ناکامی پر حزن وملال کا شکار ہو۔ اس ترکیب کی مثال يَوْمٌ عَاصِفٌ اور لَيْلٌ نَائِمٌ ہے۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ هَالِع کا لفظ خالِع کے ساتھ وزن ملانے کے لئے وضع ہوا ہو۔ خالِعٌ کا معنی سختی کی شدت کے مارے دل کا نکل جانا ہے۔

ہ ل ک -هلک الشئ: چیز فنا ہوگئی۔ اس کا مضارع يَهْلِكُ (لام مکسور) ہے اور مصدر هَلَاكًا، هُلُوْكًا، مَهْلِكًا (لام مفتوح ومکسور اور مضموم) اور تَهْلُكَةً (لام مضموم) ہے۔ الیزیدی کا قول ہے کہ التَّهْلُكَةُ: نادر مصادر میں سے ہے اور یہ قیاس کے مطابق نہیں ہے۔ اهلكه واسْتَهْلَكَهُ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اس نے ختم کیا یا ہلاک کر دیا یا خرچ کیا۔ المَهْلِكَةُ: (لام مفتوح اور مکسور) جنگل۔ تمیم کی لغت اور لہجے میں هَلَكَهُ کا معنی اَهْلَكَهُ ہے۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔ اور هَالِكٌ کی جمع هَلْكَى اور هُلَّاكٌ ہے۔ مثل ہے: فلان هالك في الهَوَالِكِ هَالِكٌ: شاذ کلمات میں سے ہے جیسا کہ ہم نے فَوَارِس کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ الهَلَكَةُ کا معنی بھی

الهلاک ہے۔

ہ ل ل - الهلال: پہلی، دوسری اور تیسری رات تک کا چاند۔ اس کے بعد والے چاند کو القمرُ کہتے ہیں۔

تَهلَّلَ السّحابُ: بادلوں میں بجلی چمکی اور کوندی۔

تَهلَّلَ وَجهُ الرَّجُلِ مِنْ فَرَحِهِ: آدمی کا چہرہ خوشی کے مارے دمک اٹھا۔ اسْتَهَلَّ کا معنی بھی یہی ہے۔

تَهلَّلَتْ دُمُوْعُهُ: اس کے آنسو ٹپکے۔

انهَلَّتِ السَّماءُ: آسمان سے بارش برسی۔

اِنهَلَّ المَطرُ انْهِلَالًا: بڑے زور کی بارش ہوئی۔

هَلَّلَ الرَّجُلُ تَهْلِيْلًا: آدمی نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھا، یا کہا۔ یہ لفظ الهَيْلَلَة سے زیادہ کثیر الاستعمال ہے۔ اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ: پیدائش کے وقت بچہ رویا یا چیخا۔

اَهَلَّ المُعْتَمِرُ: عمرہ کرنے والے نے زور سے تلبیہ پڑھا، یا کہا۔

اَهَلَّ بالتسمية عَلَى الذَّبِيْحَة: اس نے ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا۔ قول خداوندی ہے: وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰه: اور جس ذبیحے پر اللہ کے بغیر کسی اور کا نام لیا جائے۔ اس لفظ کا اصل معنی آواز بلند کرنا ہے۔

أُهِلَّ الهِلَالُ واسْتُهِلَّ: ہلال نظر آیا۔ ان معنوں میں اَهَلَّ نہیں کہتے۔ کہا جاتا ہے: اهللنا عَنْ لَيْلَةِ كذا: ہم نے فلاں رات سے تہلیل شروع کی۔ اس کی بجائے اهللناهُ فَهَلَّ نہیں کہا جاتا جس طرح سے کہ: اَدْخَلناه فدَخل کہا جاتا ہے۔ حالانکہ قیاس کے مطابق یہ کہنا جائز ہونا چاہیے۔

هَلْ: حرف استفہام۔ ابوعبیدہ نے اس قول خداوندی: هَلْ اَتٰى عَلَى الاِنْسَان کے متعلق کہا ہے کہ هَلْ کے یہاں اثبات کے معانی ہیں یعنی اَتٰى۔ بعض اوقات هَل 'ما' نافیہ کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ لوگ هَلا: جلدی کرانے اور آمادہ کرنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: اِذَا ذُكِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَيَّهَلَ بِعُمَرَ: جب صالحین کا ذکر ہو تو ان میں عمرؓ کا ذکر بطور خاص ضروری ہے۔ کیونکہ وہ ان اوصاف کا مالک ہے۔ از ان میں حَيَّ عَلَى الصلاة والفلاح: نماز اور فلاح کی دعوت ہے۔ اور اس کا معنی ہے نماز اور کامیابی کی طرف اور اس سے قریب آؤ۔ اسے حَيْعَلَ المؤذن کہتے ہیں یعنی مؤذن نے حی علی الصلاة کہا۔ اس کی مثال حَوْلَقَ ہے جس کا معنی ہے کہ اس نے لا حول ولا قوة الا

بـالـلّٰـه کہا۔

ہ ل ا—هــلَّا: اصل میں یہ لفظ لا ہے جو هل کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ دونوں مل کر تحضیض یعنی برانگیختہ کرنے کے معانی دیتے ہیں۔

ہ ل م—هَلُمَّ يَا رَجُلُ: (میم مفتوح) اے آدمی آجا۔ یہ لفظ اہل حجاز کے ہاں واحد، جمع اور مؤنث کے سب صیغوں میں اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالْقَــائِلِيْنَ لِاِخْــوَانِهِمْ هَـلُـمَّ اِلَيْنَا: اور اپنے ساتھیوں یا بھائیوں سے یہ کہتے ہیں کہ تم ہماری طرف آؤ۔ اہل نجد اس لفظ کو منصرف سمجھتے ہیں اور تثنیہ کے لئے هَلُمَّا کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جمع کے لئے هَـلُـمُّوا، عورت کیلئے هَلُمِّيْ، اور جمع مؤنث کے لے هَلْمُمْنَ کہتے ہیں۔ لیکن پہلی صورت زیادہ فصیح ہے۔

ہ ل ن—الهِلْيُوْن: ایک پودا ہے۔

ہ م ج—الهَمَجُ: (ھاء اور میم دونوں مفتوح) اس کا واحد هَـمَـجَةٌ ہے۔ مچھر کی طرح کی چھوٹی مکھی۔ جو بھیڑ بکریوں، گدھوں کے جسم اور ان کی آنکھوں کے ساتھ چمٹ جاتی ہے۔ بے وقوف اور نا سمجھ چرواہوں کو کہا جاتا ہے کہ: انـمــا هُـمْ هَمَجٌ: یعنی وہ تو نرے ہمج ہیں۔

ہ م د—هَمَدَتِ النَّارُ: آگ بجھ گئی اور بالکل ختم ہوگئی۔ اس کا باب دَخَلَ ہے۔

اَرْضٌ هَـامِدَةٌ: ایسی زمین جس میں کوئی سبزہ نہ اُگتا ہو۔

ہ م ر—هَمَــرَ المَـاءُ والدَّمعُ: پانی اور آنسو گرا، یا ٹپکا۔ اس کا باب نَصَرَ ہے۔

اِنْهَمَرَ المَاءُ: پانی بہا۔

ہ م ز—الهَمْزُ بروزن اللَّمْزُ: وزن اور معنی کے اعتبار سے دونوں ایک۔ اس کا باب ضَرَبَ ہے۔

الهَــامِزُ والهَمَّازُ: عیب جوئی کرنے والا۔ الهُمَزَةُ کا معنی بھی یہی ہے۔

امْــرَاَةٌ هُمَــزَةٌ: عیب جوئی کرنے والی عورت۔

هَمَزَاتُ الشَّيْطَانِ: شیطانی وسوسے جو شیطان انسانی دل میں ڈالتا ہے۔

المِهْـــمَــزُ بروزن المِبْــضَــعُ اور المِهْمَـــازُ: وہ لوہا جو چابک کے سرے پر لگا ہوتا ہے (اس کی شکل کیل کی ہو یا پتری کی) اس کا معنی مہمیز اور ایڑ بھی ہے۔

ہ م س—الهَمْسُ: ہلکی آواز۔ آہٹ۔

هَمْسُ الاقْدَام اخفى ما يكون من صَــوْتِ القَــدِم: پاؤں کی چاپ کے مقابلے میں آہٹ بہت ہلکی ہوتی ہے۔ قول خداوندی ہے: فَـلَا تَـسْـمَـعُ اِلَّا هَـمْسًا: تم سوائے آہٹ کے اور کچھ نہیں سنو گے۔ اسکا باب ضَرَبَ ہے۔

ه م ع - اَلْهَمُوْعُ: (ہاء مفتوح) بہنے والی چیز اور ہاء مضموم ہو تو اس کا معنی سیلان یعنی بہنا ہوگا۔

قَدْ هَمَعَتْ عَيْنُهُ: اس کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے۔ اس کا باب قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ اور هَمَعَانًا بھی ہے۔ اس میں میم مفتوح ہے۔ یہی معنی الطَّلُّ کا ہے کہ جو بارش کا قطرہ درخت پر پڑ کر نیچے گرے۔ کہا گیا ہے کہ: هَمَعَ کا معنی بہہ نکلا ہے۔ سَحَابٌ هَمِعٌ بروزن كَتِفٌ بمعنی برسنے والا بادل۔

ه م ك - انْهَمَكَ الرَّجُلُ فِي الاَمْرِ: آدمی کام میں مصروف ہوگیا۔

ه م ل - هَمَلَتْ عَيْنُهُ اس کی آنکھ اشکبار ہوئی۔ اس کا باب نَصَرَ اور هَمَلَانًا (میم مفتوح) بھی ہے۔ اِنْهَمَلَتْ کا معنی بھی یہی ہے۔

اَهْمَلَ الشَّيْئَ: اس نے چیز کو نظر انداز کر دیا۔

الْمُهْمَلُ مِنَ الْكَلَام: نظر انداز کی ہوئی بات اس کی ضد الْمُسْتَعْمَلُ ہے۔

ه م م - الْهَمُّ: غم و حزن۔ اس کی جمع الْهُمُوْمُ ہے۔

اَهَمَّهُ الاَمْرُ: معاملہ نے اسے پریشان اور دکھی کر دیا۔ فکر مند کیا۔ کہا جاتا ہے. هَمُّكَ مَا اَهَمَّكَ: تمہیں اپنی دلچسپی والے معاملہ کی ہی فکر ہے۔

الْمُهِمُّ: اہم اور بہت ضروری کام۔

هَمَّهُ الْمَرَضُ: بیماری نے اسے پگھلا دیا۔ اس کا باب رَدَّ ہے۔

الاهتمام: فکر مندی۔ دلچسپی۔

اهتَمَّ له بامْرِه: اسے اس کے کام کی فکر لگ گئی۔

الهِمَّةُ: ہمت۔ اس کی جمع الهِمَمُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: فُلَانٌ بَعِيْدُ الْهِمَّةِ: (ہاء مکسور و مفتوح) یعنی فلاں شخص بڑی ہمت والا ہے۔ بلند حوصلہ انسان ہے۔

هَمٌّ الشيخ الفانی والمراۃُ هِمَّةٌ: بوڑھا آدمی اور عورت بہت بوڑھے ہو گئے۔

الهُمَام: عظیم الہمت بادشاہ۔

الهَامَّةُ: اس کی جمع الهَوَامُّ ہے۔ اس نام کا اطلاق زہریلے اور خوفناک سانپوں کے سوا اور کسی پر نہیں ہوتا۔

الهَمْهَمَةُ: ہمہمہ، چھاتی یا سینے میں آواز کا پھرنا، یا گونجنا۔

ه م ن - الْمُهَيْمِنُ: نگران و نگہبان، جو دوسرے کو خوف سے امان دے۔ اس کی تفسیر بذیل مادہ 'ا م ن' میں گزر چکی ہے۔

ه م ى - هَمَى الْمَاءُ وَالدَّمْعُ: پانی اور آنسو ٹپکا، یا بہا۔ اس کا باب رمی ہے اور هَمَيَانًا بھی ہے۔ اس میں ہاء اور میم

دونوں مفتوح ہیں۔
هِمْيَانُ الدَّرَاهِمِ: درہموں کی تھیلی۔ دراھم میں ہاء مکسور ہے۔ یہ معرب لفظ ہے۔
ہ ن ا - هُنا اور هاهُنا: قریب کی دکان کی طرف اشارہ یعنی 'یہاں'۔ اس کے مقابل هُناك اور هنالك کا معنی ہے 'وہاں'۔ ان الفاظ میں لام زائدہ ہے اور کاف خطاب کا ہے اور اس سے دور کی جگہ پر دلالت ہوتی ہے۔ کاف مفتوح مذکر کیلئے اور کاف مکسور مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
هنأ الطعام: کھانا خوشگوار ہوگیا۔ اس کا باب ظَرُفَ ہے۔
هَنِئَ: (نون مکسور) کا معنی بھی یہی ہے۔
هَنَأَهُ الطَّعَامُ: اسے کھانا اچھا لگا۔ اس کا باب ضَرَبَ اور قَطَعَ ہے۔
هَنِئَ الطَّعَامَ: (نون مکسور) تَهَنَّأَ بِهِ: اسے کھانا خوشگوار لگا۔ بغیر مشقت حاصل ہونے والی ہر چیز کو هَنِيءٌ کہتے ہیں۔
التَّهْنِئَةُ: مبارک دینا۔ اس کی ضد التَّعْزِيَةُ ہے یعنی تعزیت پرسی ہے۔
هَنَّأَهُ بِكَذَا تَهْنِئَةً وتَهْنِيئًا: اس نے اسے فلاں بات کی مبارک دی۔ تَهْنِيئًا میں یاء ممدود ہے۔
هند ... کا نام۔ منصرف بھی ہے غیر منصرف بھی۔ اس کی جمع مکسر هُنُودٌ ہے۔ اور جمع سالم هِنْدَاتٌ ہے۔
سَيْفٌ هِنْدُوَانِيٌّ: ہندوستانی تلوار۔ هاء کو دال کے تتبع میں مضموم بھی کیا جا سکتا ہے۔
المُهَنَّدُ: ہندوستانی لوہے سے بنی ہوئی تلوار۔
ہ ن د ب - هِنْدَبٌ وهِنْدبا (الف مقصور)، وَهِنْدَبَاةٌ: (دال مفتوح) سبزی۔ ابوزید کا قول ہے کہ: الهِنْدِبَا (دال مکسور الف ممدود ومقصور) ہے۔
ہ ن د ز - الهِنْدَاز: بروزن المِفْتَاحُ: معرب لفظ ہے۔ فارسی اصل لفظ اَنْدازہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اَعْطَاهُ بِلَا حِسَابٍ وَلَا هِنْدَازٍ: اس نے اسے حساب اور اندازے کے بغیر عطیہ دیا۔ اسی سے ماخوذ المُهَنْدِزُ ہے جس کا معنی ہے نالیوں اور عمارتوں کا تخمینہ اور اندازہ لگانے والا فرق صرف یہ ہے۔ المُهَنْدِسُ میں زای کو سین میں بدلا گیا ہے اور اس طرح یہ لفظ المُهَنْدِس ہوگیا ورنہ عربی کلام میں دال سے قبل زای نہیں آتی۔
ہ ن د - الهَيْنَمَة: ہلکی یا دھیمی آواز۔
ہ ن - هَنٌ: بروزن اَخٌ: یہ کنایہ کا کلمہ ہے اس کا معنی چیز ہے۔ دراصل یہ لفظ هَنَوٌ (هاء اور نون مفتوح) ہے۔ کہا جاتا ہے ...

ھٰـذا ھَـنُـک: یہ تیری چیز ہے۔ یہ اسمائے ستہ میں سے ہے۔ چنانچہ اس کے اعراب اس طرح بدلتے ہیں: جـاءَ نِیْ ھَنُوْک، رَأیْتُ ھَنَاکَ اور مورت بِھَنِیْکَ۔

ھ و – ھُـو: مذکر کے لئے بمعنی وہ۔ اور مؤنث کے لئے ھِیَ۔ بعض اوقات بیان حرکت کے لئے وقف کی صورت میں حاء کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: لِمَ کو لِمَهْ اور سلطانِیَه، ما لِیَهْ اور ثُمَّ مَهْ یعنی ماذا۔ ممکن ہے کہ حاء ہمزہ کا بدل ہو مثلاً: اَرَاق کی جگہ ھَرَاق۔

ھ و ا – ھاء یا رَجُلُ: (الف ممدود اور ہمزہ مکسور)۔ ھَاتِ یا رَجُـلُ: اے آدمی لاؤ اور ھَـاءِیْ یا امرأۃُ: اے عورت لاؤ۔ یہ اصل میں ھَاتِی ہے۔

ھَـا یا رَجُلُ: (الف ممدود و ہمزہ مفتوح) یعنی ھَـاکَ: اے آدمی۔ ھَـاؤُمَا و ھاؤُمْ، اس کی مثال ھاکُما اور ھَاکُم ہے۔ ھاءِ یا امرأۃُ: بغیر یاء، اس کی مثال ھاکِ: اے عورت! ہے۔

ھ و ج – رَجُلٌ اَھْوَجُ: دراز قد آدمی، جو جلد باز اور احمق ہو۔ اس کا اسم ھَوَجُ (حاء اور واؤ مفتوح) ہے۔

ھ و د – ھاد: اس نے توبہ کی اور حق کی طرف لوٹا۔ اس کا باب قَـالَ ہے اور اسم فاعل ھَـائِدٌ ہے۔

قَـوْمُ ھُوْد: حضرت ہود علیہ السلام کی قوم۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ التَّھَوُّدُ کا معنی توبہ اور عمل صالح ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: ھَادَ و تَھَوَّدَ کا معنی ہے: وہ یہودی ہو گیا۔

الھُود بروزن عُوْدٌ: یہود۔ ھُودٌ (علیہ السـلام): ایک نبی کا نام۔ یہ منصرف ہے۔ ہم ھٰذہِ ھُوْدٌ کہہ کر قرآن کریم کی سورت ھُـود مراد لیتے ہیں۔ سورہ کے نام کی صورت میں یہ اسم غیر منصرف ہوگا۔ اسی طرح سورۂ نوح اور سورۂ نون کے نام بھی غیر منصرف ہوں گے۔

التَّھْوِیْدُ: کیڑے کی طرح آہستہ چلنا یعنی رینگنا۔ حدیث شریف میں ہے: اَسْرِعُوْا الـمَشْیَ فِی الجَنَازَۃِ وَلا تُـھَـوِّدُوْ کَمَا تُھَوِّدُ الیَھُوْدُ وَالنَّصارَی: جنازہ لے کر جلدی چلا کرو۔ یہود اور نصاریٰ کی طرح آہستہ آہستہ نہ چلا کرو۔

التَّـھْـوِیْـدُ: انسان کو یہودی بنانا۔ یعنی یہودی مذہب اختیار کرانا۔ حدیث شریف میں ہے: فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدانِہِ: یعنی بچے کے والدین اسے یہودی بناتے ہیں۔

ھ و ر – ھَـارَ الجُرُفُ: اس کا باب قَالَ اور ھَـوْرًا بھی ہے۔ نہر کا کنارہ گر گیا یا ڈھے گیا۔ اس کا اسم فاعل ھَائِرٌ ہے۔ اس

کے بدلے جُرُفٌ ھَارٍ بھی کہا ہے۔
یہاں ھَارٍ کو رفع کے بدلے جر دی گئی ہے۔اور ھَار سے مراد ھَائِرٌ لیا گیا ہے۔
جو ثلاثی سے رباعی باب میں مقلوب کیا گیا ہے۔
ھَوَّرَهُ فَتَھَوَّرَ: اس نے اسے گرادیا تو وہ گر گیا یا اس نے اسے ڈھادیا تو وہ ڈھ گیا یعنی منہدم ہو گیا۔ اِنْھَارَ کا معنی منہدم ہونا ہے۔
التَّھَوُّرُ: بے باکی سے کسی کام میں ہاتھ ڈالنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فُلَانٌ مُتَھَوِّرٌ: فلاں شخص بے باکی سے کام کرنے والا اور غیرت مند ہے۔
ہ و س - الھَوَسُ: (ہاء اور واؤ دونوں مفتوح) ایک طرح کا جنون۔
ہ و ش - الھَوْشَةُ: فتنہ، ہیجان، اضطراب اور بے چینی۔ کہا جاتا ہے:
ھَاشَ القَوْمُ: اس کا باب قَالَ ہے۔
ھَوَّشَ القَوْمُ تَھْوِیْشًا کا بھی یہی معنی ہے۔ یعنی قوم مضطرب اور بے چین ہو گئی۔
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اِیَّاکُمْ وَھَوْشَاتُ اللَّیْلِ وَھَوْشَاتِ الأسواق: رات کے ہنگاموں اور خرابیوں اور گلی کوچوں کے ہنگاموں اور خرابیوں سے بچے رہو۔
قَدْ تَھَوَّشَ القَوْمُ: قوم فتنوں میں پڑ گئی۔ حدیث شریف میں ہے: مَنْ اَصَابَ مَالًا مِنْ مَھَاوِشَ اَذْھَبَهُ اللّٰهُ فِی نَھَابِرَ: جس نے حرام طریقوں سے مال کمایا اللہ اسے ہلاکت و بربادی کے مقامات پر لے جائے مھاوش سے مراد ہر وہ مال جو حرام طریقے یعنی غصب اور چوری وغیرہ سے حاصل کیا ہو۔
ہ و ع - التَّھَوُّعُ: قے آنا۔
ہ و ک - التَّھَوُّکُ: حیرانی، حیرت زدگی۔ حدیث شریف میں ہے: اَمُتَھَوِّکُوْنَ اَنْتُمْ کَمَا تَھَوَّکَ الیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی: کیا تم بے پرواہ ہو کر ہلاکت میں پڑنے والے ہو۔ جیسے یہود اور نصاریٰ پڑ گئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس کا معنی المتحیّرون بتایا ہے۔
ہ و ل - ھَالَهُ الشَّیْئُ: چیز نے اسے خوفزدہ کردیا۔ اس کا باب قَالَ ہے۔
مَکَانٌ مَھِیْلٌ: ہولناک اور خوفناک جگہ۔
یہی معنی مَکَانٌ مَھَالٌ کا ہے۔
ھَالَهُ فَاھْتَالَ: اس نے اسے خوف زدہ کر دیا، تو وہ خوف زدہ ہوا۔
التَّھْوِیْلُ: جزع فزع اور واویلا کرنا۔
اور التھویل: ہول اور خوف میں مبتلا کرنا۔ یعنی ہولناک ہونا۔
الھَالَةُ: چاند کے گرد گول دائرہ، ہالہ۔
ہ و م - ھَوَّمَ الرَّجُلُ تَھْوِیْمًا: (اونگھ میں

سر ہلانا۔

ہ و ن — الهَوْنُ: سکون اور وقار۔

فُلانٌ يَمْشِي عَلَى الأَرْضِ هَوْنًا: فلاں آدمی زمین پر وقار کے ساتھ چلتا ہے۔

الهَوْنُ: مصدر بھی ہے اس سے فعل هَانَ عليه الشَّيْءُ يَهُونُ اس پر کوئی چیز یا بات آسان ہوگئی۔

هَوَّنَهُ اللهُ تَهْوِينًا: اللہ نے اس پر آسانی پیدا کردی۔

شَيْءٌ هَيِّنٌ: معمولی اور آسان بات یا چیز۔

قَوْمٌ هَيِّنُونَ (ھاء مضموم) الهَوَانُ: توہین و بے عزتی۔

أَهَانَهُ: اس نے اس کی توہین کی۔ اس کا اسم الهَوانُ اور المَهَانَةُ ہے۔ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ فِيهِ مَهَانَةٌ: ایسا شخص جس میں اہانت کی صفت موجود ہو یعنی ذلت اور رسوائی۔ کہا جاتا ہے: اِمْشِ عَلٰى هِينَتِكَ: باوقار طریقے سے چل۔

الهَاوَنُ: ہاون، اوکھلی، جس میں چیزیں کوٹی جاتی ہیں۔ یہ تانبے یا کسی اور دھات کا بنا ہوا برتن نما ہوتا ہے۔ یہ فارسی سے معرب ہے۔

ہ ی ا — الهَيْئَةُ: شکل و صورت۔ کہا جاتا ہے کہ فُلانٌ حَسَنُ الهَيْئَةِ: کا معنی جماعت اور تنظیم بھی ہے۔

هِئْتُ لِلأَمْرِ، أَهِيءُ، هَيْئَةً: میں نے کام کی صورت گری یا تیاری کی۔ اس کی مثال جِئْتُ أَجِيءُ، جِيئَةً ہے۔

تَهَيَّأْتُ لَهُ تَهَيُّؤًا: میں نے اس کے لئے تیاری کی۔ اسی نسبت سے قول خداوندی کو هِيتُ لَكَ: پڑھا گیا۔

هَيَّأَهُ: اس نے اسے تیار کیا یا درست کیا۔

ہ ی ب — الهَيْبَةُ: ہیبت، جلال، دبدبہ، خوف۔

قَدْ هَابَهُ يَهَابُهُ: اس نے اسے ہیبت زدہ کردیا۔ اس سے فعل امر هَبْ: (ھاء مفتوح) ہے۔

تَهَيَّبْتُهُ: میں نے اسے خوفزدہ کردیا۔

تَهَيَّبَنِي: اس نے مجھے خوفزدہ کردیا۔

رَجُلٌ مَهُوبٌ و مَهِيبٌ: خوفزدہ شخص جسے لوگ ڈراتے ہوں۔

مَكَانٌ مَهُوبٌ اور مَهَابٌ کا معنی بھی یہی ہے۔ یعنی ہیبت ناک جگہ۔

الهَيُوبُ: بزدل۔ جو لوگوں سے ڈرتا ہو۔ حدیث شریف میں ہے: الإِيمَانُ هَيُوبٌ: صاحب ایمان گناہوں کے ارتکاب سے ڈرتا ہے۔

ہ ی ت — هَيْتَ لَكَ: یعنی آ۔ هَاتِ يَا رَجُلُ: (تاء مکسور) لا، مجھے دے۔ تثنیہ کے لئے هَاتِيَا بروزن آتِيَا اور جمع کے لئے هَاتُوا، عورت کے لئے هَاتِي (باضافت

یاء) دو عورتوں کے لئے هَاتِيَا اور عورتوں (بصورت جمع) کے لئے هَـاتِـيْـنَ کہتے ہیں۔ اس کی مثال عَاطِيْنَ ہے۔ (واللہ اعلم)۔

ہ ی ج — هَاجَ الشَّيْئُ: چیز میں ہیجان پیدا ہوا۔ یا بھڑک اٹھی۔ اس کا باب بَـاعَ اور هِـيَاجًا بھی (ھاء مکسور) اور هَيَجَانًا (ھاء اور یاء دونوں مفتوح) بھی ہے۔

اهتَاجَ اور تَهَيَّجَ کا معنی بھی یہی ہے۔

هَاجَهُ غَيْرُهُ: کسی اور نے اسے بھڑکایا۔ اس کا باب صرف بـاعَ ہے۔ یہ فعل متعدی بھی ہے اور فعل لازم بھی ہے۔ هَيَّجَهُ، تَهْيِيجًا اور هَايَجَهُ کا معنی بھی یہی ہے۔

هَـاجَ النَّبْتُ يَهِيْجُ هِيَاجًا: (ھاء مکسور) سبزہ خشک ہو گیا۔ الهَيْجَاءُ: جنگ (الف ممدود و مقصور)۔

ہ ی ش — الهَيْشَةُ: اس کی مثال الهَوْشَةُ ہے۔

قَـدْ هَاشَ القَومُ: قوم حرکت میں آ گئی اور انہوں نے ہنگامہ برپا کیا۔ اس کا باب بَاعَ ہے۔

ہ ی ض: کہا جاتا ہے کہ: بِـالرَّجُـلِ هَـيْـضَـةٌ: آدمی کو ہیضہ ہو گیا ہے۔

ہ ی ع — المَهْيَعَةُ: بروزن المَشْرَعَةُ: الجُحْفَةُ: یہ اہل شام کا میقات ہے۔

ہ ی ف — الهَـيَـفُ: (ھاء اور یاء دونوں مفتوح) پتلے پیٹ اور پتلی کمر والا ہونا۔

رَجُـلٌ اَهْيَفُ: پتلے پیٹ اور پتلی کمر والا شخص یا چھریرے بدن کا آدمی۔

اِمْرَاَةٌ: چھریرے بدن کی عورت۔

قَوْمٌ هِيْفٌ: دبلے پتلے لوگ۔

فَـرَسٌ هَـيْفَاءُ: چھریرے بدن کی گھوڑی۔

ہ ی ل — هَـالَ الدَّقِيقَ فِي الجِوَابِ: اس نے ناپے بغیر آٹا تھیلے میں ڈال دیا۔ ہر چیز مثلاً: ریت، مٹی اور اناج جو بغیر ناپے تولے بھیجا جائے اسے کہیں گے: هَـالَـهُ فَـانْهَـالَ: یعنی اس نے روانہ کر دیا۔ تو وہ پہنچ گیا۔ یا اس نے گرایا تو وہ گر گیا۔ اس کا باب بَـاعَ ہے۔ اَهَـالَ اس کا ایک اور لہجہ ہے۔ اور اسم فاعل مُهَالٌ اور مَهِيْلٌ ہے۔

ہ ی م — الهَـامَـةُ: کھوپڑی، اس کی جمع هَامٌ ہے۔

هَامَةُ القَوْمِ: قوم کا سردار یا سربراہ۔

الهَـامَةُ: رات جاگنے والا پرندہ، ایک بڑے سر والا الو۔ اس کی جمع هَـامٌ۔ دورِ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ جس مقتول کا قصاص نہ لیا جا سکے تو اس کی روح هـامہ کی شکل اختیار کرتی ہے اور مقتول کی قبر پر پکارتی رہتی ہے۔ اسْـقُـونِـيْ اسْقُوْنِي مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ یعنی میرے

خون کا بدلہ لو۔ اور جب اس مقتول کا بدلہ لے لیا جاتا تو یہ پرندہ قبر پر سے اُڑ جاتا۔
قَلْبٌ مُسْتَهَامٌ: حیران و پریشان دل۔ آوارہ دل۔ **الهُيَامُ**: (ہاء مضموم) شدید پیاس۔
الهِيَامُ: (ہاء مکسور) پیاسے اُونٹ۔ اس کا واحد **هَيْمَانُ** ہے۔ اور پیاسی اونٹنی کو **نَاقَةٌ هَيْمَى** کہتے ہیں۔ اس کی مثال **عَطْشَانُ** اور **عطشٰی** ہے۔
قَوْمٌ هِيَمٌ: پیاسی قوم یا پیاسے لوگ۔ قول خداوندی ہے: **فَشَارِبُونَ شُرْبَ الهِيْمِ**: یہ پیاسے اونٹ ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ریت ہے۔ یہ معنی اخفش نے بتایا ہے۔
میرا کہنا ہے کہ: **كَثِيبٌ أَهْيَمُ وكُثْبَانٌ هِيَمٌ**: ریت کے پیاسے ٹیلے جو آسمانی بارش سے بھی سیراب نہیں ہوتے۔
هِينَةٌ: دیکھیے بذیل مادہ 'ہ و ن'۔
ہ ی ہ - **هَيْهَاتَ**: کلمہ تبعید، یعنی بعید از امکان۔ یہ کلمہ مبنی علی الفتحہ ہے۔ بہت سے لوگ اسے مکسور کہتے ہیں۔

باب الیاء

الیاء: حروف معجم میں سے ایک حرف، یہ حروف زیادات اور حروف مدّ ولین میں سے ہے۔ اس کو متکلم مجرور کے لئے بطور کنایہ استعمال کرتے ہیں۔ اس میں مذکر و مؤنث دونوں شامل ہیں۔ مثلاً: ثَوْبِیْ: میرا کپڑا اور غُلامی: میرا غلام۔ چاہو تو اسے مفتوح بناؤ اور چاہو تو ساکن رہنے دو۔ البتہ نِدا کی صورت میں اسے حذف کرنا چاہیئے۔ خاص کر یَا قَوْمِ (میم مکسور) اور یَا عِبَادِ (دال مکسور) ہیں۔ اور اگر یہ حرف یعنی یاء الف کے بعد آئے تو اسے مفتوح کرنا چاہیئے اس کے علاوہ اس پر کوئی حرکت نہیں آتی، مثلاً: عَصَایَ اور رَحَایَ. اسی طرح اگر یہ یاء جمع کے بعد آئے مثلاً: قول خداوندی: وَمَا اَنْتُم بِمُصْرِخِيَّ. بعض قاریوں نے اس مقام پر اسے مکسور کہا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ بعض اوقات یہ حرف متکلم منصوب کے لئے بطور کنایہ استعمال ہوتا ہے، مثلاً: نَصَرَنِیْ اور اَکْرَمَنِیْ وغیرہ۔ بعض اوقات یہ صرف مؤنث کی علامت ہوتا ہے۔ مثلاً: اِفْعَلِیْ: تو عورت اور تفعلین. ایسا قصیدہ جس کے قافیہ میں یاء آتا ہوا سے قصیدہ یَاوِیَّہ کہتے ہیں۔ حرف یاء کے ذریعے قریب اور دور کے آدمی کو بلایا جاتا ہے۔ بقول راجز: یَالَکِ مِنْ قُبَّرَةٍ بِمَعْمَرٍ: یاء کلمہ تعجب ہے۔ قول خداوندی ہے: اَلَا یَا سجُدُوا لِلّٰهِ: (یاء مخفف)۔ اس کا معنی یہ ہے کہ: اَلَا یَا هٰؤُلَاءِ اسْجُدُوا: اس میں منادی حذف کیا گیا۔ اور صرف حرف ندا 'یا' پر اکتفاء کیا گیا۔ اس طرح اس قول خداوندی میں بھی منادی پر اکتفاء کرتے ہوئے حرفِ ندا کو حذف کیا گیا ہے: یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا: کیونکہ اس میں مراد معلوم ہے۔ کہا گیا ہے کہ پہلی آیت میں بلا شبہ یا تنبیہ کے لئے آیا ہے۔ گویا اللہ نے فرمایا: 'اَلَا اسْجُدُوا' جب اس پر یا تنبیہ کے لئے داخل ہوا تو 'اسْجُدُوا' کا الف ساقط ہوگیا کیونکہ وہ ہمزۂ وصل ہے اور یاء کا الف اجتماع ساکنین کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔ یعنی یاء کا الف اور اسجدوا کا شروع کا الف۔ اس کی نظیر ذوالرمہ کا شعر ہے:

الا یا اسلمي یا دارميّ عَلَی البلا
ولا زال مُنْهَلاً بجرْعائک القطرُ

ی ا س — الیَأسُ: مایوسی، ناامیدی۔

قَدْ يَئِسَ مِنَ الشَّيْئِ: وہ کسی چیز سے مایوس ہوگیا۔ اس کا باب فَهِمَ ہے۔ اس کا ایک اور لہجہ (يَئِس) يَئِسُ (دونوں میں ہمزہ مکسور ہے)۔ لیکن یہ شاذ ہے۔

رَجُلٌ يَؤُوْسٌ: مایوس انسان۔

يَئِسَ کا معنی عَلِمَ بھی ہے، یعنی اس نے جان لیا۔ یہ اہل نخع کا لہجہ ہے۔ قول خداوندی ہے: اَفَلَمْ يَيْئَسِ الَّذِيْنَ آمَنُوا: میں یہ لفظ آیا ہے۔ آيَسَهُ اللّٰهُ مِنْ كَذَا: اللہ نے اسے فلاں کام سے مایوس کر دیا۔

فَاسْتَيْأَسَ: تو وہ مایوس و ناامید ہوگیا۔

ي ب س - يَبِسَ الشَّيْئُ: (باء مکسور) يَبْسًا ويَبِسُ، يَيْبِسُ: (باء مکسور) ایک اور لہجہ ہے لیکن یہ شاذ ہے۔ چیز خشک ہوگئی۔

اليَبْسُ بروزن الفَلْسُ: خشکی، سوکھاپن۔

اليَابِسُ: خشک۔ کہا جاتا ہے کہ: حَطَبٌ يَبْسٌ بمعنی خشک یا سوکھا ہوا ایندھن۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: يَبْسٌ، يابِسٌ کی جمع ہے اس کی مثال رَاكِبٌ کی جمع رَكْبٌ ہے۔ ابوعبید کا قول ہے کہ: اليَبْسُ کا ایک لہجہ اليُبْسُ (یاء مضموم) ہے۔

اليَبَسُ: (یاء اور باء دونوں مفتوح) ایسا مکان یا جگہ جو پہلے گیلی تھی بعد میں خشک ہوگئی۔ قول خداوندی ہے: فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا: ان کے لئے لاٹھی مار کر سمندر میں ایک راستہ بنا دو، جو خشک ہو جائے گا۔

اليَبِيْسُ: سوکھے ہوئے پودے یا خشک شدہ سبزہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: يَبِسَ يَيْبَسُ فَهُوَ يَبِيْسٌ: اس کی مثال سَلِمَ سے سَلِيْمٌ ہے۔

يَبَّسَ الشَّيْئَ تَيْبِيْسًا فَاتَّبَسَ: اس نے چیز کو خشک کیا تو وہ خشک ہوگئی۔ اس کا اسم فاعل بمعنی مفعول مُتَّبِسٌ ہے، یعنی خشک ہونے والا۔

يَبْرِيْن: دیکھئے بذیل مادہ 'ب ر ن'۔

ي ت م - اليَتِيْمُ: اس کی جمع اَيْتَامٌ اور يَتَامٰى ہے۔

قَدْ يَتِمَ (تاء مکسور) الصَّبِيُّ: بچہ یتیم ہوگیا۔ اس کا مضارع يَيْتَمُ اور مصدر يَتْمًا (یاء مضموم و مفتوح اور تاء ساکن دونوں میں)۔

اليُتْمُ: یتیمی۔ انسانوں میں باپ کے مرنے سے اور حیوانات میں ماں کے مرنے سے۔ اور ہر وہ چیز جو اپنی نوعیت کی مفرد اور جس کی مثال اور نظیر ملنا مشکل ہو، اسے يَتِيْم کہتے ہیں۔ مثلاً: دُرٌّ يتيم یعنی نایاب و بے مثال و بے نظیر موتی۔

ي د ي - اليَدُ: یہ لفظ اصل میں يَدْيٌ بروزن فَعْلٌ ہے۔ اس میں عین کلمہ یعنی یاء

ساکن ہے، کیونکہ اس کی جمع اَیْدِ اور یُدِيٌّ ہے اور یہ دونوں فَعْلٌ کی جمع ہیں۔ اس کی مثال فَلْسٌ و اَفْلُسٌ اور فُلُوسٌ ہے۔ فَعْلٌ کے وزن پر اسماء کی جمع تھوڑے سے اسماء کے سوا اَفْعُلُ کے وزن پر نہیں آتی مثلاً: فَرمَنٌ کی اَزْمَنُ اور جَبَلٌ کی جمع اَجْبُلُ: شعر میں الأیْدی کی جمع ایاد بنائی گئی ہے۔ یہ جمع الجمع ہے۔ اس کی مثال اَکْرُعٌ کی اَکَارِعُ. بعض عرب جمع میں الایدی کا یاء حذف کر کے صرف الأید بولتے ہیں۔ اور بعض عرب الیَدُ کی بجائے یدَی کہتے ہیں اور اس کی مثال رَحًی ہے۔ اس لہجے میں اس کی تثنیہ یَدَیَان بروزن رَحَیَان بناتے ہیں۔ الیَدُ کا معنی قوت وطاقت ہے۔

اَیَّــدَهٗ: اس نے اس کی تائید کی یا اسے قوت دی۔

مَالِيَ بفــلان یَدَان: فلاں کے مقابلے میں مجھے قوت حاصل نہیں ہے۔ قول خداوندی ہے: وَالسَّمَآءَ بَنَیْنَاهَا بِأَیْدٍ: اور آسمان کو ہم نے طاقت سے بنایا ہے۔

میرا کہنا ہے کہ مذکورہ آیت میں بِأَیْدٍ کا لفظ آدَ کیئِیْدُ کا مصدر ہے جو قوت کے معنوں میں ہے نہ کہ یَد بمعنی ہاتھ کی جمع۔ اس آیت کا اندراج دال کے تحت ہونا چاہیے تھا نہ کہ یاء کے تحت۔ الازہری نے یہ آیت بطور نص الأیْد بمعنی مصدر کے ضمن میں بیان کی ہے۔ میں نے ائمہ لغت یا ائمہ تفسیر میں سے کسی کو بھی علامہ الجوہری کا یہ مذہب اختیار کرتے نہیں پایا کہ آیت میں مذکور لفظ یَد کی جمع ہے۔ قول خداوندی ہے۔ "حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَدٍ" میں ید کا معنی ذلت اور استسلام یعنی زیر دست ہونے کے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب تک وہ جزیہ نقد ادا نہ کریں نہ کہ ادھار۔

الیَدُ: احسان، منت، نعمت۔ جو تم کسی کے لئے انجام دو۔ اس کی جمع یُدِيٌّ ہے۔ اس میں یاء مضموم اور مکسور ہے۔ اس کی مثال عُصِيٌّ (عین مضموم و مکسور) ہے۔ أَیْدٍ کا معنی بھی یہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: اِنَّ بین یَــدَی الــسّــاعَـةِ اَهْــوَالاً: بے شک قیامت سے پہلے یا آگے بہت سی ہولناکیاں ہوں گی۔ اور هٰذا ما قَدَّمَتْ یَــدَاکَ: یعنی یہ وہ کچھ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ اس اسلوب میں مَا قَدَّمْتَهٗ اَنْتَ: یعنی جو کچھ خود تم نے بھیجا کی تاکید ہے۔ اس کی مثال مَا جَنَتْ یَدَاکَ یعنی جو کچھ جرم تیرے ہاتھوں نے کئے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو جرم خود تم نے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے: سُقِطَ فِی یَدَیْهِ یا اُسْقِطَ: یعنی وہ نادم اور پشیمان

ہوا۔ انہیں معنوں میں یہ لفظ قول خداوندی میں ہے: وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ: جب وہ نادم اور پشیمان ہوئے۔
هٰذَا الشَّيْءُ فِي يَدِي: یہ چیز میرے اختیار میں ہے، یا میرے قبضے میں ہے۔
يرنوع: دیکھئے بذیل مادہ 'ر ب ع'.
ي ر ر - حجرٌ أيرٌّ بروزن أصَمّ: سخت پتھر۔ اس کا ذکر حدیث لقمان میں ہے۔
ي ر ع - اليراع: اس کا واحد يَرَاعَةٌ ہے اور معنی نرکل، سرکنڈا، بھنگا اور جگنو۔
ي ر ق - اليرقان: ایک بیماری، مرض۔ اس کی مثال ارقان: آفت و بلا ہے جو فصلوں کو لگ جاتی ہے اور ایک بیماری ہے جو انسانوں کو بھی لگ جاتی ہے۔
ي س ر - اليُسْرُ: (سین ساکن اور مضموم)۔ اس کی ضد العُسْرُ ہے، معنی فراخ دستی، کشادگی اور آسودگی۔
المَيْسُورُ: دستیاب۔ اس کی ضد المَعْسُور: تنگی سے دستیاب میسر۔
قَدْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ لِلْيُسْرَى: اللہ نے اسے آسودگی عطاء کی ہے۔
قَعَدَ يَسْرَةً: وہ منحوس ہو کر بیٹھا۔ تَيَسَّرَ لَهُ كَذَا: اسے یہ میسر ہوا، یا اسے فلاں چیز میسر آگئی۔ اسْتَيْسَرَ کا معنی بھی یہی ہے، یعنی تیار ہوا۔
الأَيْسَرُ: بایاں۔ اس کی ضد الأَيْمَنُ ہے۔
المَيْسَرَةُ: فوج کا بایاں بازو۔ اس کی ضد المَيْمَنَةُ فوج کا دایاں بازو۔
المَيْسُرَةُ: (سین مفتوح اور مضموم) آسودگی وخوشحالی۔ بعض نے قرآن کی اس آیت کو: فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسُرَة پڑھا ہے۔ مزید یہ کہ اخفش کا قول ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ عربی کلام میں مَفْعُلُ کے وزن پر ھاء کے بغیر کوئی اسم نہیں۔ البتہ مَكْرُمٌ اور مَعْوُنٌ مَكْرُمَةٌ اور مَعُوْنَةٌ کے جمع کے صیغے ہیں۔
المَيْسِرُ: تیروں کے ذریعے جوا کھیلنا۔
اليَاسِرُ: اس کی ضد اليَامِنُ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ يَاسِرْ بِأَصْحَابِكَ: اپنے ساتھیوں کو بائیں طرف کر۔ یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ نرم سلوک کر۔
تَيَاسَرْ يَا رَجُلُ: یہ يَاسِرْ کا ایک لہجہ ہے۔ اور معنی اے شخص! بائیں طرف ہو۔ بعض اس کے منکر ہیں۔
يَاسَرَهُ: اس نے اسے سہولت فراہم کی۔
رَجُلٌ أَعْسَرُ يَسَرٌ: دائیں اور بائیں ہاتھ سے یکساں کام کرنے والا آدمی۔
اليَسَارُ: بائیں طرف اس کی ضد اليَمِينُ ہے یعنی دائیں طرف۔ اسے اليِسَارُ نہیں کہنا چاہیے۔
اليَسَارُ والعَسَارَةُ: آسودگی اور

خوشحالی۔
اَیْسَرَ الرَّجُلُ یُوْسِرُ: آدمی آسودہ حال ہوگیا۔اس کے مضارع کے صیغے میں حرف یاء، واؤ میں بدل گیا، کیونکہ یہ ساکن ہے اوراس کا ماقبل مضموم ہے۔
الیَسِیْرُ: تھوڑا۔
شَیئٌ یَسِیْرٌ: معمولی چیز۔
ي س م—الیَاسِمِیْن: یاسمین پھول۔ معرب کلمہ ہے۔بعض عرب اسے مرفوع کرکے الیاسمُون کہتے ہیں۔ ہم نے اس کا ذکر بذیل مادہ (ن ص ب) کردیا ہے۔شعر میں یَاسم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔
یَعَالِیْلُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ع ل ل'.
ي ف ع—الیَفَاعُ: سطح زمین سے بلند جگہ۔
اَیْفَعَ الغُلامُ: لڑکا بڑا ہوگیا۔یعنی نوجوان ہوگیا۔
الیَافِعُ: نوجوان لڑکا۔اسے مُوْفِعٌ نہیں کہا جاتا۔یہ نوادر میں سے ہے۔
ي ق ظ—رَجُلٌ یَقِظٌ: بیدار آدمی۔اس میں قاف مضموم اور مکسور ہے۔
اَیْقَظَهُ مِنْ نَوْمِهٖ فَتَیَقَّظَ: اس نے اسے نیند سے جگادیا تو وہ جاگ پڑا۔
اِسْتَیْقَظَ: وہ بیدار ہوا یا جاگ پڑا۔اسم کا اسم فاعل یَقْظَانٌ ہے بمعنی بیدار۔اس کا اسم الیَـقَـظَةُ ہے۔اس میں یاء اور قاف دونوں مفتوح ہیں۔
ي ق ق—اَبْیَضُ یَقَقٌ نَاصِعَهٗ: سفید فام پیشانی والی۔
پہلا قاف مکسور یعنی یَقِقٌ بھی ایک لہجہ ہے۔
ي ق ن—الیَقِیْنُ: علم اور رفع شک وشبہ۔
یوں کہا جاتا ہے کہ: یَقِنْتُ الأمْـرَ: مجھے بات کا یقین آگیا۔اس کا باب طـرب ہے۔
اَیْقَنْتُ، اسْتَیْقَنْتُ اور تَیَقَّنْتُ سب کا ایک معنی ہے۔
اَنَـا عَلٰی یَقِیْـن: مجھے یقین ہے۔
شاید لوگ اپنے شک و شبہ کا اظہار یقین کرتے ہیں یا یقین کا اظہار شک وشبہ کے ذریعے کرتے ہیں۔
ي ل م—یَلَمْلَمْ: یہ اَلَمْـلَمْ کا ایک لہجہ ہے۔ اور یہ اہل یمن کے میقات کا نام ہے۔
ي ل م ق—الیَلْمَقُ: قبا۔ فارسی سے معرب کلمہ ہے۔اس کی جمع یَلامِقُ ہے۔
ي م م—یَمَّمَهٗ: اس نے اس کا قصد کیا۔ یا اس کا رخ کیا۔
تَیَمَّمَهٗ: اس نے اس کا قصد کیا۔
تَیَمَّمَ الصَّعِیْدَ لِلصَّلاۃ: اس نے نماز کے لئے مٹی کا قصد کیا یا تلاش کی۔اس کا

اصل تَعَمُّدٌ ہے اور توخی ہے یعنی تلاش کرنا۔ لوگ تَیَمَّمَهٗ اور تَاَمَّمَه اسی معنوں میں کہتے ہیں۔ ابن السکیت کا قول ہے کہ: فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا کا معنی ہے پاک و صاف مٹی کا قصد کرو۔ پھر یہ لفظ کثرت استعمال کی وجہ سے بازوؤں اور منہ پر مٹی سے ہاتھ پھیرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

یَمَّمَ الْمَرِیْضَ فَتَیَمَّمَ لِلصَّلَاۃِ: اس نے بعض کو نماز کیلئے تیمم کرایا تو اس نے تیمم کرلیا۔ بقول اصمعی الیمام کا معنی جنگلی کبوتر ہے۔ اس کا واحد الیَمَامَةُ ہے۔ الکسائی کا کہنا ہے کہ یہ وہ کبوتر ہے جو گھروں کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ کبوتر پالتو ہوتے ہیں۔

الیَمَامَةُ: ایک مخبود چشم یعنی نیلی آنکھوں والی لڑکی کا نام ہے، جس کی نظر اس قدر تیز تھی کہ اسے تین دن کی مسافت سے آتا ہوا گھڑسوار نظر آجاتا تھا۔ چنانچہ محاورہ بنا ہے کہ: اَبْصَرُ مِنْ زَرْقَاءِ الْیَمَامَةِ: زرقاء یمامہ سے بھی زیادہ تیز نظر والا آدمی۔

الیَمَامَةُ: ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اس شہر کا نام پہلے الجوُّ تھا، پھر اس کا نام اس لڑکی کے نام کی نسبت سے الیمامۃ پڑا اور جوُّ الیمامۃ کہا جانے لگا۔

الیَمُّ: سمندر۔

ی م ن - الیَمَنُ: عرب ملک۔ اس ملک کی نسبت سے یمنی یعنی یمن کا رہنے والا یا یمن کا بنا ہوا ہے۔ یمان کا بھی یہی معنی ہے۔ اس میں یاء کی تخفیف ہوگئی ہے۔ اور الف یاء نسبتی کا عوض ہے۔ اس لیے دونوں یعنی یائے نسبتی اور الف اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ بعض لوگ یمانیٌّ (یاء مشدد) کہتے ہیں۔

قَوْمٌ یَمَانِیَةٌ وَیَمَانُوْنَ: یمنی لوگ یا یمنی قوم۔ اس کی مثال ثَمَانِیَةٌ اور ثَمَانُوْنَ ہے۔

اِمْرَاَۃٌ یَمَانِیَةٌ: یمنی عورت۔

اَیْمَنَ الرَّجُلُ، یَمَّنَ تَیْمِیْنًا وَیَامَنَ: آدمی یمن میں آیا اور اس نے چلنے میں دایاں رخ اختیار کیا۔

یَامِنْ یَافُلَانُ بِاَصْحَابِکَ: اپنے ساتھیوں کو دائیں طرف یا دائیں ہاتھ کرلو۔ یَامِنْ کی بجائے تَیَامَنْ نہیں کہنا چاہیے۔ اگرچہ عام لوگ ایسا کہتے ہیں۔

تَیَمَّنَ: اس نے یمن کے ساتھ اپنی نسبت قائم کرلی۔

الیُمْنُ: برکت۔ قَدْ یُمِنَ فُلَانٌ عَلٰی قَوْمِهٖ: فلاں شخص اپنی قوم میں بابرکت بن گیا۔ یہ فعل مجہول ہے۔

مَیْمُوْنٌ: بابرکت یا مبارک شخص۔

یَمَنَهُمْ: وہ انہیں دائیں طرف لے گیا۔

اس کا مصدر یَمْنًا ہے اور اسم فاعل یَامِنٌ ہے۔
تَیَمَّنَ بِہٖ: اس نے اس سے برکت حاصل کی۔
الیَمْنَۃُ: دائیں طرف ہونا۔ اس کی ضد الیَسْرَۃُ ہے یعنی بائیں طرف ہونا۔
الأیْمَنُ والمَیْمَنَۃ: دایاں اور دایاں بازو۔ اس کی ضد الأیْسَرُ اور المَیْسَرَۃُ: بایاں اور بایاں بازو ہے۔
الیَمِیْنُ: قوت اور طاقت۔ قول خداوندی ہے: تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ: حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ تم ہمارے پاس دین کی طرف سے آتے ہو اور ہماری گمراہی کو ہمارے لئے خوشنما بناتے ہو، گویا مراد یہ ہے کہ تم ہمارے پاس آسان راستے سے آتے ہو۔
الیَمِیْنُ: قسم اور حلف۔ اس کی جمع اَیْمُنٌ اور اَیْمَانٌ ہے۔ قسم کا نام اس لئے الیمین پڑ گیا کہ لوگ قسم کھاتے یا اٹھاتے وقت ایک دوسرے کے دائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ مارتے تھے۔ اگر الیَمِیْنَ ظرف مکان سمجھا جائے تو پھر اس کی جمع نہیں بنتی کیونکہ اسمائے ظرف کی تقریباً جمع بنتی نہیں ہے۔
الیَمِیْنُ الانسانِ وغیرہ: انسان وغیرہ کی قسم۔

اَیْمُنُ اللّٰہُ: قسم کھانے یا اٹھانے کے لئے مقررہ الفاظ۔ اس میں میم اور نون مضموم ہوتے ہیں۔ یہ لفظ یمین کی جمع ہے۔ اکثر نحویوں کے نزدیک اس کا الف، وصل والا الف ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے اسماء پر الف مفتوح نہیں آتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا نون حذف کر کے اسے اَیْمُ اللّٰہ (ہمزہ مفتوح ومکسور) کر دیا گیا ہو۔ اور شاید صرف میم رہنے دیا گیا ہو اور اسے صرف مُ اللّٰہ اور مِ اللّٰہ میم مضموم اور مکسور بنا دیا گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے مُنُ اللّٰہ میم اور نون مضموم، مَنَ اللّٰہ (میم اور نون مفتوح)، اور مِنِ اللّٰہِ (میم اور نون دونوں مکسور) کہتے ہوں۔ لوگ کہتے ہیں: یَمِیْنُ اللّٰہ لا اَفْعَلُ: خدا کی قسم میں نہیں کروں گا۔ یَمِیْنٌ کی جمع اَیْمُنٌ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ی ن ع — یَنَعَ الثَّمَرُ: پھل پک گیا۔ اس کا باب ضَرَبَ، جَلَسَ، قَطَعَ اور خَضَعَ ہے۔ اس کا مصدر یُنْعًا ہے۔ اس میں یاء مضموم ہے۔ اَیْنَعَ کا معنی بھی یہی ہے۔ قرآن میں وارد لفظ یَنْعِہٖ کو یاء مضموم اور مفتوح کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس کی مثال النَّضج اور النُّضج ہے۔
الیَنِیْعُ اور الیَانِعُ: پکا ہوا، پختہ۔ اس کی مثال النَضِیْج اور النَّاضج ہے۔ یَانِعٌ

کی جمع یَنْعٌ ہے۔ اس کی مثال صَاحِبٌ کی جمع صَحْبٌ ہے۔

یَہْـہ: چرواہے کا بکریوں کو دور سے یاہ یاہ کر کے بلانا۔ یعنی آگے آؤ۔

یُوْسُفُ: دیکھئے بذیل مادہ 'ا س ف'۔

ي و م — الیَـوْمُ: آج۔ اس کی جمع اَیَّامٌ ہے۔ اخفش نے قول خداوندی: مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ: کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد مِنْ اَوَّلِ الأیَّام ہے۔ اس کی مثال: لَقِیْتُ کُلَ رَجُلٍ ہے جس سے مراد یُکُلُّ الرِّجَالِ ہے۔

عَامَلَهُ مُیَاوَمَةً: اس نے اس کے ساتھ دیہاڑی داری پر کام کیا ہے۔ اس کی مثال مُشَاهَرَةٌ یعنی ماہانہ بنیاد پر کام کرنا ہے۔ شاید لوگ یَوْمٌ اَیْوَمُ کہہ کر دن کی تاکید کا اظہار کرتے ہیں۔ جس طرح لَیْلَةٌ لَیْلَاءُ کہہ کر رات کی شدت یا تاکید کا اظہار کرتے ہیں، یا رات کی طوالت کا اظہار کرتے ہیں۔

یَـامٌ: حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جو طوفان میں غرق ہو گیا تھا۔